جلد 06

وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کرسکو گے (ابراہیم ۳۴)

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دار العلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

نعمة الباری

فی

شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء السادس

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری

جلد ششم

الاحادیث: ۳۸۵۰ ——— ۳۰۹۱

کتاب الخمس، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، کتاب بدء الخلق، کتاب احادیث الانبیاء، کتاب المناقب، کتاب فضائل الصحابۃ، کتاب مناقب الانصار

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی-۳۸

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸- اردو بازار لاہور

الطبع الاوّل : ربیع الثانی 1433ھ/ مارچ 2012ء
تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد، محمد اشتیاق
 : حافظ اختر حبیب اختر
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : -/730 روپے

Farid Book Stall
Phone No:092-42-37312173-37123435
Fax No.092-42-37224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲-۴۲-۳۷۳۱۲۱۷۳-۳۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲-۴۲-۳۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل: *info@faridbookstall.com*
ویب سائٹ: *www.faridbookstall.com*

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد ششم)

خطبة الكتاب

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ ربّ العالمین، الّذی جعلنا من المسلمین، ووصفنا بخیر امّة من الامم الماضین، وانعم علینا بتنزیل القرآن الکریم وهدانا به الی الصراط المستقیم. والصلٰوة والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین قائد الغرالمحجلین، الذی شرح الفرقان باحادیثه وبیانه القویم، وکشف عن اسراره وغوامضه لهدایة الناس اجمعین، وانقذنا بحسن سیرته من الظلمات والضلال المبین. وعلی اله الطیبین واصحابه الطاهرین الذین قاموا باشاعة الدین المتین مع کمال الخلوص والجهد العظیم، وعلی ازواجه الطاهرات امهات المومنین، وعلی جمیع الائمة التابعین من المفسرین والمحدثین المخلصین الکاملین الی یوم الدین.

وبعد فیقول العبد الفقیر الی مولاه القدیر غلام رسول السعیدی دائم الاحتیاج الی کرم ربه السرمدی انی بعد الفراغ من التفسیر قد شرعت فی شرح الصحیح للامام البخاری (علیه نعمة الباری) توکلا علی رحمة اللّٰہ وفضله العمیم. ولا یکون تحریره وتقریره وتکمیله الا نعمته العظمٰی. فلذا سمیته بنعمة الباری فی شرح صحیح البخاری.(تقبله اللّٰہ بلطفه وتغمدنی بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا اللّٰہ وحده لا شریك له واشهد ان سیدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اعوذ باللّٰہ من شرور نفسی ومن سیئات اعمالی. من یهده اللّٰہ فلا مضل له ومن یضلل، فلا هادی له. اللهم ارنی الحق حقًا وارزقنی اتباعه. اللهم ارنی الباطل باطلًا وارزقنی اجتنابه. اللهم اجعلنی فی تصنیف هذا الکتاب علی صراط مستقیم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدین. اللهم اجعله خالصا لوجهك الکریم ومقبولًا عندك وعند رسولك الرؤف الرحیم واجعله شائعًا ومستفیضًا ومفیضًا مرغوبًا فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعله لی ولجمیع من انتسب الی من المسلمین صدقة جاریة الی یوم القیامة وارزقنی زیارة النبی الکریم ﷺ فی الدنیا وشفاعته فی الاخرة واحینی علی الاسلام بالسلامة وامتنی علی الایمان بالکرامة. اللهم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدك وانا علی عهدك ووعدك ما استطعت. اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك علی وابوء لك بذنبی فاغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحًا ترضٰه. آمین یا رب العالمین بجاه سید المرسلین ﷺ.

خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں' جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا' قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں ﷺ پر درود و سلام ہو' جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں' جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولادِ پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو' جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے' اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو' جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں' اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دارومدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بد اعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے' اس کو کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مُسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے' اور صبح قیامت تک اس کو اکنافِ عالم میں مشہور و مقبول' مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بد اعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما' کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں' اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العلمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي ونسلم علىٰ رسوله الكريم

۵۷ - كِتَابُ الْخُمُسِ

مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ کا بیان

اس کتاب میں ''خمس'' یعنی مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۱ - بَابُ فَرْضِ الْخُمُسِ

خمس یعنی مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ کا فرض ہونا

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکالنا فرض ہے۔

۳۰۹۱ - **حَدَّثَنَا** عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِ اَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَلِيًّا قَالَ كَانَتْ لِيْ شَارِفٌ مِّنْ نَّصِيْبِيْ مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ وَّكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَانِيْ شَارِفًا مِّنَ الْخُمُسِ فَلَمَّا اَرَدْتُّ اَنْ اَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعَدْتُّ رَجُلًا صَوَّاغًا مِنْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ اَنْ يَّرْتَحِلَ مَعِيَ فَنَاْتِيَ بِاِذْخِرٍ اَرَدْتُّ اَنْ اَبِيْعَهُ الصَّوَّاغِيْنَ وَاَسْتَعِيْنَ بِهٖ فِيْ وَلِيْمَةِ عُرْسِيْ فَبَيْنَا اَنَا اَجْمَعُ لِشَارِفَيَّ مَتَاعًا مِّنَ الْاَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْحِبَالِ وَشَارِفَايَ مُنَاخَانِ اِلٰى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ رَجَعْتُ حِيْنَ جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُ فَاِذَا شَارِفَايَ قَدِ اجْتُبَّ اَسْنِمَتُهُمَا وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا وَاُخِذَ مِنْ اَكْبَادِهِمَا فَلَمْ اَمْلِكْ عَيْنَيَّ حِيْنَ رَاَيْتُ ذٰلِكَ الْمَنْظَرَ مِنْهُمَا فَقُلْتُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا فَقَالُوْا فَعَلَ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهُوَ فِيْ هٰذَا الْبَيْتِ فِيْ شَرْبٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَعَرَفَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے علی بن الحسین نے خبر دی کہ حضرت حسین بن علی علیہ السلام نے ان کو خبر دی کہ حضرت علی نے بیان کیا کہ غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت میں سے مجھے ایک جوان اونٹنی ملی تھی' اور ایک جوان اونٹنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خمس میں سے عطاء کی تھی' پس جب میں نے سیدۃ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شب باشی کا ارادہ کیا اور میں نے بنو قینقاع کے ایک سنار مرد سے یہ وعدہ لیا تھا کہ وہ میرے ساتھ جائے گا اور ہم اذخر (گھاس) لے کر آئیں گے اور میرا یہ ارادہ تھا کہ میں سناروں کو وہ گھاس فروخت کر دوں گا اور اس سے اپنی شادی کے ولیمہ میں مدد حاصل کروں گا' پس جس وقت میں ان دونوں اونٹنیوں کا سامان' پالان اور تھیلے اور رسیاں وغیرہ جمع کر رہا تھا اور وہ دونوں اونٹنیاں ایک انصاری صحابی کے گھر کے نزدیک بیٹھی ہوئی تھیں' پس میں نے جو جمع کیا تھا جب جمع کر کے واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان دونوں اونٹنیوں کے کوہان کاٹ دیئے گئے ہیں اور ان کی کوکھوں کو چیر کر ان کی کلیجیوں کو نکال لیا گیا ہے' پس جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجْھِیَ الَّذِیْ لَقِیْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا لَکَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا رَاَیْتُ کَالْیَوْمِ قَطُّ عَدَا حَمْزَۃُ عَلٰی نَاقَتَیَّ فَاَجَبَّ اَسْنِمَتَھُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَھُمَا وَھَا ھُوَ ذَا فِیْ بَیْتٍ مَّعَہٗ شَرْبٌ فَدَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِرِدَائِہٖ فَارْتَدٰی ثُمَّ انْطَلَقَ یَمْشِیْ وَاتَّبَعْتُہٗ اَنَا وَزَیْدُ بْنُ حَارِثَۃَ حَتّٰی جَاءَ الْبَیْتَ الَّذِیْ فِیْہِ حَمْزَۃُ فَاسْتَاْذَنَ فَاَذِنُوْا لَھُمْ فَاِذَا ھُمْ شَرْبٌ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَلُوْمُ حَمْزَۃَ فِیْمَا فَعَلَ فَاِذَا حَمْزَۃُ قَدْ ثَمِلَ مُحْمَرَّۃً عَیْنَاہُ فَنَظَرَ حَمْزَۃُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰی رُکْبَتِہٖ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰی سُرَّتِہٖ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰی وَجْھِہٖ ثُمَّ قَالَ حَمْزَۃُ ھَلْ اَنْتُمْ اِلَّا عَبِیْدٌ لِّاَبِیْ فَعَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَدْ ثَمِلَ فَنَکَصَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی عَقِبَیْہِ الْقَھْقَرٰی وَخَرَجْنَا مَعَہٗ.

سکا' پھر میں نے پوچھا: یہ کارروائی کس نے کی ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ کام حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے کیا ہے اور وہ اس گھر میں بیٹھ کر انصار کے ساتھ شراب پی رہے ہیں' پس میں چلا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت آپ کے پاس حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے چہرے کے تاثرات دیکھ کر سمجھ لیا کہ مجھ پر کوئی مصیبت آئی ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے؟ تو میں نے بتایا: یا رسول اللہ! میں نے آج کے دن جیسا صدمہ کبھی نہیں اُٹھایا' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے میری دونوں اونٹنیوں پر ظلم کیا ہے' ان کے دونوں کوہان کاٹ ڈالے اور ان کی کوکھوں کو چیر ڈالا اور وہ اس گھر میں ہیں اور ان کے ساتھ شراب پینے والے ہیں۔ (یہ سن کر) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر مانگ کر اوڑھی' اور پیدل چلنے لگے اور میں اور حضرت زید بن حارثہ بھی آپ کے پیچھے پیچھے گئے' حتیٰ کہ وہ گھر آ گیا جس میں حضرت حمزہ تھے' آپ نے اجازت طلب کی تو ان لوگوں نے آپ کو اجازت دے دی' پس اس وقت بھی وہ لوگ شراب پی رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ کو ان کے اس کام پر ملامت کرنی شروع کی' اس وقت حضرت حمزہ کی آنکھیں نشہ سے سرخ ہو رہی تھیں' پھر حضرت حمزہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' پھر انہوں نے نظر اُٹھائی اور آپ کے گھٹنوں کو دیکھا' پھر انہوں نے نظر اوپر اُٹھائی اور آپ کی ناف کی طرف دیکھا' پھر نظر اوپر اٹھا کر آپ کے چہرے کی طرف دیکھا' پھر حضرت حمزہ نے کہا: تم لوگ صرف میرے باپ دادا کے غلام ہو' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جان لیا کہ یہ نشہ میں ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ایڑیوں پر لوٹ گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ نکل گئے۔

اس حدیث کی شرح ۲۰۸۹' اور ۲۳۷۵ میں گزر چکی ہے' اس باب میں چونکہ خمس کا ذکر ہے' اس لیے ہم خمس کی تحقیق کر رہے ہیں:

خمس کی تعریف اور خمس کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

مالِ غنیمت کے پانچ حصے کیے جاتے ہیں' مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ کو خمس کہا جاتا ہے اور وہ اس کے ارباب کے لیے ہے اور

مالِ غنیمت کے بقیہ چار حصوں کو مجاہدین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

رہا خمس، تو اس میں خمس کی تقسیم کی کیفیت بیان کی جائے گی اور اس کا مصرف بیان کیا جائے گا' پس ہم کہتے ہیں کہ اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں مالِ غنیمت کے پانچویں حصے کے پانچ حصے کیے جاتے تھے' ایک حصہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہوتا تھا اور ایک حصہ آپ کے قرابت داروں کے لیے ہوتا تھا اور ایک حصہ یتیموں کے لیے ہوتا تھا اور ایک حصہ مسافروں کے لیے ہوتا تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ. (الانفال:۴۱)

اور (اے مسلمانو!) جان لو کہ تم جو کچھ غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول کے لیے ہے اور (رسول کے) قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

اس آیت میں خمس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی کی گئی ہے' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پانچویں حصہ میں سے اللہ کو بھی دیا جائے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں جو پانچ حصے ذکر کیے گئے ہیں' ان حصوں میں خمس کو اللہ کی رضا کے لیے تقسیم کیا جائے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصے میں اور آپ کے قرابت داروں کے حصہ میں آپ کی وفات کے بعد فقہاء کا اختلاف ہے' رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا حصہ ساقط ہو گیا' اور امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ آپ کا حصہ ساقط نہیں ہے اور آپ کی وفات کے بعد یہ حصہ آپ کے خلفاء کو دیا جائے گا' کیونکہ آپ کی وفات کے بعد خمس کا پانچواں حصہ آپ کو اس لیے دیا جاتا تھا کہ آپ مصالح مسلمین میں مشغول رہتے تھے اور احکامِ شرعیہ کی تبلیغ میں مصروف رہتے تھے اور اُمورِ جہاد میں منہمک رہتے تھے تو آپ کے معاش کی کفالت کے لیے آپ کو یہ حصہ دیا جاتا تھا' اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء بھی ان اُمور میں مشغول رہتے ہیں' اس لیے آپ کے بعد یہ حصہ خلفاء کو دیا جاتا ہے' اور ہمارا موقف یہ ہے کہ یہ خمس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی' جیسے فئی آپ کی خصوصیت ہے۔ فئی اس مال کو کہتے ہیں جس کو کفار و مشرکین چھوڑ کر چلے جائیں اور اس مال کے حصول کے لیے مسلمانوں نے اپنے اونٹ اور گھوڑے نہ دوڑائے ہوں' پھر مالِ فئی میں سے کچھ بھی آپ کے بعد خلفاء راشدین کو نہیں دیا گیا تو اسی طرح واجب ہے کہ خمس میں سے بھی کسی کو کچھ نہ دیا جائے' پھر تحقیق یہ ہے کہ اگر یہ خمس آپ کے بعد خلفاء کو ملتا تو بہ طور وراثت ملتا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم معاشر الانبیاء کا وارث نہیں بنایا جاتا' ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری:۵۳۵۸' صحیح مسلم:۱۷۵۷' الرقم المسلسل:۴۴۶۸' سنن ابوداؤد:۲۹۶۳' سنن ترمذی:۱۶۱۰)

الانفال:۴۱ میں ''ذوی القربٰی'' سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار مراد ہیں یا عام مسلمانوں کے قرابت دار؟

رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کا حصہ' تو امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ یہ حصہ اب بھی باقی ہے اور اس کو ان بنو ہاشم کی طرف خرچ کیا جائے گا جو سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوں اور ہمارے نزدیک یہ حصہ آپ کے ان قرابت داروں کی طرف خرچ کیا جائے گا جو فقراء ہوں' اور جو اغنیاء ہوں ان قرابت داروں کی طرف خرچ نہیں کیا جائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں میں جو فقراء ہوں ان کو فقراء مسلمین پر مقدم کیا جائے گا' پس ہمارے نزدیک اس خمس کے تین حصے کیے جائیں گے' ایک حصہ یتامٰی کے لیے اور ایک حصہ مساکین کے لیے اور ایک حصہ مسافروں کے لیے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں میں جو فقراء

ہیں ان کو مقدم رکھا جائے گا اور آپ کے قرابت داروں میں سے جو اغنیاء ہیں ان کو کچھ نہیں دیا جائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ الانفال: ۴۱ میں مذکور ہے کہ'' ولذی القربیٰ '' اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہیں اور اس میں فقیر اور غنی کا فرق نہیں ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا اور اس میں سے ایک حصہ ذوی القربیٰ کو دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۴۷۰) اور اس حدیث میں بھی آپ نے فقیر اور غنی کا فرق نہیں کیا۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ امام محمد بن حسن نے کتاب السیر میں یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے مالِ غنیمت کے خمس کے تین حصے کیے' ایک حصہ یتیموں کے لیے' ایک حصہ مسکینوں کے لیے اور ایک حصہ مسافروں کے لیے' اور اس تقسیم کے وقت صحابہ کرام موجود تھے اور کسی نے ان پر انکار نہیں کیا' تو گویا صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہو گیا اور اس سے واضح ہو گیا کہ ذوی القربیٰ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار نہیں ہیں کیونکہ صحابہ کرام کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جائے گا کہ انہوں نے کتاب اللہ کی اور رسول اللہ کی اپنے کسی فعل میں مخالفت کی ہو اور کسی حق دار کو اس کا حق نہ دیا ہو' اسی طرح جو صحابہ کرام اس تقسیم کے وقت حاضر تھے' ان کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جائے گا کہ انہوں نے کسی ناجائز کام پر سکوت کیا ہو' جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے روکتے ہیں۔ اسی طرح ظاہر آیت (الانفال: ۴۱) بھی اس پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ذوی القربیٰ کا اسم تمام قرابات کو شامل ہے اور اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس آیت سے خصوصیت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار مراد ہیں' اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

اَلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ. (البقرہ: ۱۸۰) وصیت والدین کے لیے ہے اور قرابت داروں کے لیے ہے۔

سو اس آیت میں بھی قرابت داروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار مراد نہیں ہیں' اور وہ جو روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرابت داروں کو بھی حصہ دیا وہ درست ہے' لیکن بحث اس میں ہے کہ کیا آپ نے خصوصیت کے ساتھ ان کو عطاء کیا تھا اور خلفاء راشدین نے جو آپ کے قرابت داروں کو خمس میں سے دیا تھا تو وہ ان کی حاجت اور فقر کی وجہ سے دیا تھا' اس حیثیت سے نہیں دیا تھا کہ وہ آپ کے قرابت دار ہیں۔

اور اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غنیمتوں کے معاملہ میں بہت سختی کرتے تھے' حضرت عرباض بن ساریہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ کا ایک بال اُٹھا کر فرمایا کہ میرے لیے تمہاری غنیمتوں میں سے اس بال کے برابر بھی کوئی چیز نہیں ہے سوا خمس کے اور وہ بھی تم میں لوٹا دیا جائے گا' دھاگے کو اور خیانت سے لی ہوئی چیز کو لوٹا دو' کیونکہ خیانت عار ہے اور نار ہے اور خیانت کرنے والے کے لیے قیامت کا دن باعثِ ملامت ہے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۸-۱۲۷' مسند البزار: ۱۷۳۴' المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۵۹)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمس میں سے کوئی چیز بھی اپنے قرابت داروں کے ساتھ خاص نہیں کی' بلکہ خمس کو تمام مسلمانوں کے لیے عام رکھا ہے کیونکہ اس حدیث میں آپ نے فرمایا: ''خمس بھی تم میں لوٹا دیا جائے گا'' پس اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کا وہی حکم ہے جو باقی فقراء مسلمین کا ہے' پس آپ کے قرابت داروں میں سے جو محتاج ہو گا' اس کو خمس میں سے اتنا دیا جائے گا جس سے اس کی ضرورت پوری ہو جائے' جس طرح باقی فقراء مسلمین کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۹ ص ۴۹۷-۵۰۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت میں سے ایک جوان اونٹنی مجھے ملی تھی اور ایک جوان اونٹنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خمس میں سے عطاء کی تھی۔

حضرت علی کے اس قول سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خمس غزوۂ بدر میں مشروع ہو چکا تھا' جب کہ اہل سیرت کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ غزوۂ بدر کے دن خمس مشروع نہیں ہوا تھا۔ اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے کہ غزوۂ بنو قریظہ میں جب حضرت سعد بن معاذ نے یہ فیصلہ کیا کہ بنوقریظہ کے جنگ جوؤں کو قتل کر دیا جائے اور بچوں کو قید کر لیا جائے تو کہا گیا کہ یہ پہلا دن تھا جب خمس کو مشروع اور مقرر کیا گیا' انہوں نے کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ خمس کو اس کے بعد میں مشروع کیا گیا تھا' اور اس مسئلہ میں کوئی واضح حدیث نہیں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ خمس غزوۂ حنین میں مشروع کیا گیا تھا اور یہ آخری غنیمت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے (یعنی آٹھ ہجری میں)۔

حافظ ابوالفداءعمادالدین ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ ھ لکھتے ہیں:

غزوۂ بنوقریظہ جس میں حضرت سعد بن معاذ نے فیصلہ کیا تھا' یہ ۴ ھ میں ہوا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۶۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

غزوۂ حنین ۸ ھ میں ہوا تھا۔ (البدایۃ والنہایہ ج ۳ ص ۵۲۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ ابن بطال کے نزدیک آٹھ ہجری میں مالِ غنیمت میں سے خمس لینا مشروع ہوا تھا۔

اس کے بعد علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

جب یہ واضح ہو گیا کہ غزوۂ بدر کے دن خمس مشروع نہیں تھا تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جوان اونٹنی مجھے خمس میں سے عطاء کی تھی' اس قول میں تاویل کی ضرورت ہے تاکہ ان کا یہ قول اہل سیرت کے قول کے معارض نہ ہو' اور ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ معنی ہو جیسا کہ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو رجب ۲ ھ میں بدر سے پہلے ایک لشکر میں مکہ اور طائف کے درمیان کھجوروں کے باغ کی طرف بھیجا' انہوں نے وہاں قریش کو پایا تو انہوں نے قریش کو قتل کیا اور ان کے قافلہ کو لوٹ لیا۔

امام ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن جحش کی اولاد کے بعض افراد نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ نے اپنے بعض اصحاب سے کہا: ہم نے جو مالِ غنیمت حاصل کیا ہے اس میں سے پانچواں حصہ (خمس) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہو گا اور اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت میں سے خمس فرض کیا ہے' یہ اس سے پہلے کی بات ہے' سو انہوں نے قافلہ کے مال سے پانچواں حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے الگ کر لیا اور باقی مال اپنے اصحاب کے درمیان تقسیم کر دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کی تقسیم اس طرح مشروع کی جس طرح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اس قافلہ کے مال میں کیا تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لشکر کے بعد رمضان میں بدر کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں صنادید کفار کو قتل کر دیا' پس اس خبر سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کا معنی یہ ہے کہ غزوۂ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مالِ غنیمت میں سے جو حصہ ملا تھا' اس حصہ میں سے آپ نے حضرت علی کو ایک جوان اونٹنی عطاء کی (نہ کہ خمس میں سے کیونکہ خمس تو آٹھ ہجری میں مشروع ہوا تھا)۔

خمس کی تقسیم میں مذاہب فقہاء

خمس کی تقسیم کی کیفیت میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ خمس کا معاملہ فئے کی طرح ہے' اگر سربراہ یہ دیکھے کہ

مسلمانوں پر مصائب نازل ہوئے ہیں تو وہ خمس کو ان مسلمانوں کے لیے کر دے اور اگر وہ چاہے تو اس کو تقسیم کر دے اور ہر مسلمان کو خمس میں سے اتنی مقدار دے جس سے وہ غنی ہو جائے اور اگر سربراہ اپنے اجتہاد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقرباء کو خمس میں سے عطاء کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک ضرورت کے اعتبار سے خمس کی تقسیم میں بعض افراد کو زیادہ دینا جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ خمس کے تین حصے کیے جائیں گے: ایک حصہ یتیموں کے لیے ایک حصہ مسکینوں کے لیے اور ایک حصہ مسافروں کے لیے اور قرابت داروں کے حصہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ کو گھوڑوں اور ہتھیاروں میں خرچ کیا جائے گا' امام ابوحنیفہ نے اُس روایت سے استدلال کیا ہے جو محمد بن حنفیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ میں اور قرابت داروں کے حصہ میں اختلاف ہوا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ خلیفہ کو اور بعد کے لوگوں کو ملے گا' اور بعض نے کہا کہ قرابت داروں کا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے ہے اور بعض نے کہا: وہ خلیفہ کی قرابت کی وجہ سے ہے' پھر ان کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ ان دونوں کے حصوں کو گھوڑوں اور ہتھیاروں کے حصول میں جہاد کی تیاری پر خرچ کیا جائے گا' پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافت میں یہی معمول رہا۔

اسماعیل بن اسحاق نے کہا: حضرت عمر ہوں یا کوئی اور ان کے لیے قرابت داروں کے حصہ کو ساقط کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ قرابت داروں کا حصہ کتاب اللہ میں مقرر کیا گیا ہے اور اس کو کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا اور جس نے ان کے حصہ کو ساقط کیا' اس نے بہت سنگین کام کا ارتکاب کیا اور امام شافعی کا یہ زعم ہے کہ خمس کے پانچ حصے کیے جائیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ ذوی القربیٰ' یتیموں' مسکینوں اور مسافروں میں خرچ کیا جائے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۶۱۔ ۲۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر کے نزدیک خمس کا غزوۂ بدر سے مشروع ہونا اور علامہ ابن بطال کے دلائل کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ غزوۂ بدر میں خمس مشروع نہیں ہوا تھا اور حضرت علی نے جو کہا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جوان اونٹنی مجھے خمس میں سے دی تھی' اس کی تاویل یہ ہے کہ غزوۂ بدر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر کو بھیجا تھا جس نے قریش کو قتل کر کے ان کے قافلہ کو لوٹ لیا تھا اور اس لوٹ کے مال میں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خمس نکالا تھا' سو حضرت علی نے جس خمس کا ذکر کیا ہے' اس سے مراد یہ خمس ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی تاویل کو یہ چیز رد کرتی ہے کہ کتاب المغازی میں آنے والی روایت میں یہ مذکور ہے کہ ''اس دن اللہ نے آپ کو جو خمس عطاء کیا تھا' اس میں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے عطاء کیا تھا''۔

(صحیح البخاری: ۴۰۰۳' صحیح مسلم: ۱۹۷۹' الرقم المسلسل: ۵۰۲۲' سنن ابوداؤد: ۲۹۸۶)

اور ابن بطال پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس روایت کو امام ابوداؤد کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کو اپنی تاویل کے لیے دلیل قرار دیا ہے اور اس سے غافل رہے کہ یہ روایت تو صحیح بخاری میں مذکور ہے جس کی وہ شرح کر رہے ہیں اور اس سے بھی غافل رہے کہ اس روایت کا ظاہر تو ان کے خلاف حجت ہے نہ کہ ان کے حق میں حجت ہے اور علامہ ابن بطال نے جو اہل سیرت سے یہ نقل کیا ہے کہ ''بدر کے اموالِ غنیمت میں خمس نہیں تھا'' میں اس پر واقف نہیں ہوا اور مزید تعجب یہ ہے کہ بدر سے پہلے جو لشکر روانہ ہوا تھا' اس کے لیے تو علامہ ابن بطال نے خمس ثابت کیا ہے اور یومِ بدر میں خمس کے ثبوت کی نفی کی ہے' اور سورۃ الانفال: ۴۱ میں خمس کے فرض ہونے

کی تصریح ہے اور اس سورت کی اکثر آیات قصہ بدر میں نازل ہوئی ہیں' اور اہل سیرت نے یہ نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے بدر کے اموالِ غنیمت برابر برابر تقسیم کیے تھے' جو معرکۂ بدر میں حاضر تھا' اس کو بھی مالِ غنیمت سے حصہ دیا اور جو غائب تھا اس کو بھی حصہ دیا۔

(فتح الباری ج ۴ص ۳۸۲ 'ملخصا' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ابتداء اسلام میں شراب پینے اور گانا سننے کا جواز' حالتِ نشہ میں احکام شرعیہ کا مرتب نہ ہونا اور حضرت حمزہ پر حضرت علی کی اونٹنیوں کا تاوان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے یہ کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ابتداء اسلام میں مسلمان شراب پیتے تھے اور گانا سنتے تھے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمادیا' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O

شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر محض ناپاک ہیں' شیطانی کاموں سے ہیں تم ان سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤO

(المائدہ:۹۰)

اور شراب غزوۂ اُحد کے بعد حرام کی گئی تھی' بعض اہل علم نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص نشہ میں ہو اس کے احکام باطل ہیں' اور انہوں نے کہا ہے کہ جو شخص نشہ میں ہو اس پر اگر اس حالت میں وہ احکام لازم ہو جائیں جو نشہ اترنے کے بعد اور افاقہ اور معمول کی حالت کے احکام ہوں تو اس سے لازم آئے گا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مخاطب رسول اللہ ﷺ ہوں' پھر اس سے لازم آئے گا کہ حضرت حمزہ کافر ہو جائیں اور ان کا قتل کرنا مباح ہو جائے' اسی لیے جو شخص نشہ میں ہو اس کے حالتِ نشہ میں کہے ہوئے الفاظ پر شرعی احکام مرتب نہیں ہوتے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جن دو اونٹنیوں کو حضرت حمزہ نے کاٹ ڈالا تھا اور حضرت علی کا جو نقصان کر دیا تھا' اس کا کیا ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دو اونٹنیوں کا تاوان دینا حضرت حمزہ پر لازم تھا' بہ شرطیکہ حضرت علی اس کا مطالبہ کرتے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی کو ان اونٹنیوں کا عوض عطاء کر دیا ہو' کیونکہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مجنونوں اور غیر مکلفین سے اموال کا تاوان ساقط نہیں ہوتا' اور ان پر اس کا تاوان لازم ہوتا ہے جیسے عقلاء پر لازم ہوتا ہے' اور جس نے کسی مباح چیز سے کچھ کھایا' پھر اس نے نشہ کیا تو وہ اس شخص کی مثل ہے جو مجنون ہو یا جس پر بے ہوشی طاری ہو یا بچہ ہو' ان سے حد قذف اور باقی حدود ساقط ہو جاتی ہیں' سوائے مالی نقصان کرنے کے' کیونکہ ان سے قلم تکلیف ساقط ہو جاتا ہے اور عبداللہ النحال نے کہا ہے کہ جس کو کسی حلال چیز کے کھانے سے نشہ ہو گیا' اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی' اور امام طحاوی نے نقل کیا ہے کہ اس پر علماء رحمہم اللہ کا اجماع ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ص ۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

ابن جریج نے کہا ہے کہ یہ واقعہ شراب پینے کو حرام قرار دینے سے پہلے کا ہے اور اس میں ان علماء کا رد ہے جنہوں نے اس قصہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی' پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ واقعہ شراب کی تحریم سے پہلے کا ہے تو آپ نے اس پر مؤاخذہ کو اس لیے ترک فرمادیا کیونکہ انہوں نے اپنے نفس پر ضرر کو داخل نہیں کیا تھا' اور جو یہ کہتے ہیں کہ جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اپنے اوپر نشہ کو واقع کیا اور نشہ کرنا اس پر حرام تھا تو اس پر اس کی

طلاق کو واقع کر کے اس کو سزا دی گئی' اور اس حدیث میں اس کے اثبات کی کوئی حجت ہے اور نہ اس کی نفی کی کوئی دلیل ہے۔
(فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

نشہ میں طلاق دینے والے کی طلاق کے مؤثر ہونے کے ثبوت میں آثارِ صحابہ و تابعین

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ھ' اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابولبید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کی شہادت سے اس شخص کی طلاق کو جائز قرار دیا ہے جو نشہ میں ہو۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۷۰۔ ج ۹ ص ۵۵۶' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

ابونجیح بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا: جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق جائز ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۵۸۔ ج ۹ ص ۵۵۴' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

ابراہیم نے کہا: جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق جائز ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۵۹۔ ج ۹ ص ۵۵۴' مجلس علمی' بیروت)

ایوب بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اور محمد بن سیرین نے کہا: جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق جائز ہے اور اس کی پیٹھ پر کوڑے مارے جائیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۶۱۔ ج ۹ ص ۵۵۴)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب نے کہا: جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق جائز ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۶۳۔ ج ۹ ص ۵۵۵)

عبد الرحمٰن بن عنبسہ بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے اس کی طلاق کو جائز کہا ہے جو نشہ میں ہو اور اس کو کوڑے مارے جائیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۶۴۔ ج ۹ ص ۵۵۵)

عبد الرحمان بن حرملۃ بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک پڑوسی نے نشہ میں طلاق دے دی' پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں سعید بن المسیب سے اس کا حکم معلوم کروں' تو انہوں نے کہا: اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کی جائے گی اور اس کو اسّی کوڑے مارے جائیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۶۵۔ ج ۹ ص ۵۵۵)

جعفر بیان کرتے ہیں کہ میمون نے کہا: جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق جائز ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۶۷۔ ج ۹ ص ۵۵۵)

ابن مہدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے پوچھا کہ مجھے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ سلیمان بن یسار اور سعید بن المسیب نے بیان کیا کہ جو شخص نشہ میں ہو اس کی طلاق جائز ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۶۹۔ ج ۹ ص ۵۵۵)

اوزاعی بیان کرتے ہیں کہ زہری نے کہا کہ جب کسی شخص نے نشہ میں طلاق دی یا آزاد کیا تو یہ جائز ہے اور اس کی پشت پر حد لگائی جائے گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۷۱۔ ج ۹ ص ۵۵۶)

عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ شعبی نے کہا: اس کی طلاق جائز ہے اور اس کی پیٹھ پر حد لگائی جائے گی۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۷۲۔ ج ۹ ص ۵۵۶)

امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں از الہیثم از عامر از شریح' وہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق جائز ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۷۴۔ ج ۹ ص ۵۵۶' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

نشہ میں طلاق دینے والے کی طلاق کے مؤثر ہونے کے ثبوت میں ایک حدیث

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ بنت خویلد کو نکاح کا پیغام دیا تو ان کے والد خویلد نے ان کا نکاح کیا اور وہ اس وقت نشہ میں تھے' آپ حضرت خدیجہ کے پاس گئے' پھر جب اسلام آ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حالت نشہ میں جو نکاح کیا جائے گا اور جو طلاق دی جائے گی وہ نافذ ہو جائے گی۔

(الحاوی الکبیر ج ۱۳ ص ۱۰۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اس باب کی حدیث مذکور سے مستنبط ۲۴ مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) مجاہد کو دو جہتوں سے مال غنیمت مل سکتا ہے' جیسے حضرت علی کو ایک اونٹنی مال غنیمت سے ملی اور ایک اونٹنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے خمس میں سے عطاء فرمائی۔

(۲) حضرت علی نے ان اونٹنیوں کو ایک انصاری صحابی کے گھر کے نزدیک بٹھایا' اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے شخص کے دروازہ کے پاس اونٹنی کو بٹھانا جائز ہے' بہ شرطیکہ یہ معلوم ہو کہ وہ اس پر راضی ہوگا اور اس سے اس کو ضرر نہیں ہوگا۔

(۳) حضرت علی اس اونٹنی پر اذخر گھاس لاد کر لانا چاہتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اونٹنی کا مالک اونٹنی پر جو سامان لادنا چاہے' لاد سکتا ہے۔

(۴) اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی صدمہ سے آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جائیں تو یہ جائز ہے۔

(۵) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدمہ کی زیادتی کی وجہ سے کبھی انسان اپنے آنسوؤں کو ضبط نہیں کر سکتا۔

(۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اونٹنیوں کے کوہانوں کو کاٹ ڈالا' اس سے معلوم ہوا کہ انسان پر جب ظلم ہو اور وہ اس کو بیان کرے تو یہ غیبت اور چغلی کے زمرہ میں داخل نہیں ہے۔

(۷) کسی شخص نے آ کر حضرت علی کو بتایا کہ حضرت حمزہ فلاں گھر میں بیٹھے ہوئے شراب پی رہے ہیں' اس میں یہ دلیل ہے کہ خبر واحد کو قبول کرنا جائز ہے۔

(۸) اس وقت شراب پینا مباح تھا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی مباح مشروب کو لوگوں کے ساتھ پینا جائز ہے۔

(۹) اس وقت حضرت حمزہ گانا سن رہے تھے اور اس وقت گانا سننا مباح تھا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی مباح کام کے لیے جمع ہونا جائز ہے۔

(۱۰) باندی کا شعر پڑھنا اور باندی سے شعر سننا دونوں جائز ہیں کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ باندی سے شعر سن رہے تھے۔

(۱۱) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کلیجی کھائی تھی' تو اس سے معلوم ہوا کہ کلیجی کھانا جائز ہے' اگر چہ وہ خون ہے۔

(۱۲) حضرت حمزہ نشہ میں تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی ابتداء میں نشہ والی چیز کو کھانا جائز تھا' اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے' جنہوں نے کہا ہے کہ نشہ کبھی بھی مباح نہیں ہوا اور ممکن ہے ان کا قول ایسے نشہ پر محمول ہو کہ جس نشہ کے بعد اصلاً تمیز نہ رہے۔

(۱۳) اس حدیث میں شادی کے بعد ولیمہ کا جواز ہے' کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ولیمہ کی تیاری کر رہے تھے۔

(۱۴) حضرت علی نے سنار کو ساتھ لیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ سونے سے زیورات کو ڈھالنا جائز ہے۔

(۱۵) حضرت علی اذخر گھاس کو کاٹ کر لانے کا پروگرام بنا رہے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اذخر ہو یا کوئی اور گھاس ہو' اس کو کاٹ کر

فروخت کرنا جائز ہے۔

(۱۶) المہلب نے کہا ہے کہ اگر کوئی ذورحم جنایت کرے یعنی کوئی ایسا کام کرے جس پر تاوان لازم آتا ہو تو وہ معاف ہوتا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ابن ابی شیبہ نے ابوبکر بن عیاش سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ پر ان دونوں اونٹنیوں کا تاوان لازم کیا تھا۔

(۱۷) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب معلوم ہوا کہ حضرت حمزہ کچھ انصاری صحابہ کے ساتھ ایک گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تفتیش کرنے کے لیے وہاں گئے اس سے معلوم ہوا کہ جب قوم کے سربراہ کو معلوم ہو کہ اس گھر میں کوئی بُرا کام ہو رہا ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ تفتیش کے لیے وہاں جائے تاہم اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس وقت شراب پینا بُرا کام نہیں تھا۔

(۱۸) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غاصب کا جانور کو ذبح کرنا جائز ہے کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت حمزہ نے جو اونٹنیوں کے کوہان کاٹے اور ان کی کوکھوں سے کلیجی نکالی تو انہوں نے اونٹنیوں کو ذبح کرنے کے بعد یہ کارروائی کی۔

(۱۹) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب قوم کا سربراہ کسی گھر میں تفتیش کے لیے جائے تو اجازت لے کر جائے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس گھر میں حضرت حمزہ تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر والوں سے اندر داخل ہونے کے لیے اجازت لی اور جب انہوں نے اجازت دی تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر گئے۔

(۲۰) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رئیس کو اجازت دی جائے تو اس کے متبعین کو بھی اجازت شامل ہوتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی داخل ہوئے حالانکہ انہوں نے صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اجازت دی تھی۔

(۲۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ کی اس کارروائی پر ان کو ملامت کی اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص نشہ میں ہو اور وہ ملامت کو سمجھتا ہو تو اس کو ملامت کرنا جائز ہے۔

(۲۲) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانے سے پہلے اپنی چادر مانگی اور اس کو اوڑھا اور پھر گئے اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا اپنے گھر میں غیر ضروری کپڑوں کو کہیں رکھ دینا جائز ہے لیکن جب کہیں باہر جانا ہو تو اپنے پورے کپڑے پہن کر وقار کے ساتھ باہر جائے۔

(۲۳) اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت حمزہ نشہ میں ہیں ان کی آنکھیں سرخ ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوپر سے نیچے تک گھور رہے ہیں پھر انہوں نے کہا: تم سب لوگ تو میرے باپ دادا کے غلام ہو پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جان لیا کہ یہ نشہ میں ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الٹے پاؤں واپس آ گئے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص نشہ میں ہو اس سے کلام نہیں کرنا چاہیے۔

(۲۴) حضرت حمزہ نے جو کہا تھا کہ تم سب میرے والد کے غلام ہو اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ تم سب میرے والد یعنی حضرت عبدالمطلب کے غلام کی مثل ہو اور اس میں حضرت عبدالمطلب کی بہت زیادہ تعظیم ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۴ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۳۰۹۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن

تَعَالٰی عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ اِبْنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَتْ اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيْقَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقْسِمَ لَهَا مِيْرَاثَهَا مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ. [اطراف الحدیث: ۳۷۱۱-۴۰۳۵-۴۲۴۰-۶۷۲۵] (صحیح مسلم: ۱۷۵۹، الرقم المسلسل: ۴۴۷۳)

زبیر نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدتنا فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو مالِ فئی عطا کیا ہے' اس میں سے ان کی میراث کو ان کے لیے تقسیم کریں۔

اس حدیث کی شرح اس کے بعد والی حدیث میں تفصیل سے آ رہی ہے۔

۳۰۹۳ - **فَقَالَ** لَهَا اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَتْ اَبَا بَكْرٍ فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حَتّٰى تُوُفِّيَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ قَالَتْ وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَسْاَلُ اَبَا بَكْرٍ نَصِيْبَهَا مِمَّا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْبَرَ وَفَدَكَ وَصَدَقَتَهُ بِالْمَدِيْنَةِ فَاَبٰى اَبُوْ بَكْرٍ عَلَيْهَا ذٰلِكَ وَقَالَ لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهٖ اِلَّا عَمِلْتُ بِهٖ فَاِنِّيْ اَخْشٰى اِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِّنْ اَمْرِهٖ اَنْ اَزِيْغَ فَاَمَّا صَدَقَتُهُ بِالْمَدِيْنَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُ اِلٰى عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ فَاَمَّا خَيْبَرُ وَفَدَكُ فَاَمْسَكَهُمَا عُمَرُ وَقَالَ هُمَا صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتَا لِحُقُوْقِهِ الَّتِيْ تَعْرُوْهُ وَنَوَائِبِهٖ وَاَمْرُهُمَا اِلٰى مَنْ وَّلِيَ الْاَمْرَ قَالَ فَهُمَا عَلٰى ذٰلِكَ اِلَى الْيَوْمِ.

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِعْتَرَاكَ اِفْتَعَلْتَ مِنْ عُرُوْتِهٖ فَاَصَبْتَهُ. وَمِنْهُ يَعْرُوْهُ وَاِعْتَرَانِيْ (قِصَّةُ فَدَكَ).

[اطراف الحدیث: ۳۷۱۲-۴۰۳۶-۴۲۴۱-۶۷۲۶] (صحیح مسلم: ۱۷۵۹، الرقم المسلسل: ۴۴۷۱، سنن ابوداؤد: ۲۹۷۰-۲۹۶۹-۲۹۶۸، سنن نسائی: ۴۱۴۱)

پس حضرت ابوبکر نے حضرت سیّدہ فاطمہ سے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم وارث نہیں بنائے جاتے اور نہ ہم وارث بناتے ہیں' ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے' تو حضرت سیّدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضب ناک ہوئیں' پس انہوں نے حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا' اور حضرت فاطمہ کا حضرت ابوبکر کو چھوڑنا مسلسل برقرار رہا' حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چھ ماہ زندہ رہی تھیں' حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت سیّدہ فاطمہ' حضرت ابوبکر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیبر کے ترکہ میں سے اور فدک سے اپنے حصہ کا سوال کرتی تھیں اور مدینہ میں آپ کے صدقہ سے اپنے حصے کا سوال کرتی تھیں' تو حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے سامنے اس کا انکار کیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بھی عمل کرتے تھے میں اس کو چھوڑنے والا نہیں ہوں اور میں وہی عمل کروں گا کیونکہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے آپ کے کسی عمل کو چھوڑ دیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا' رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ صدقہ جو مدینہ میں تھا تو اس کو حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی تحویل میں دے دیا' پس رہا خیبر اور فدک تو ان دونوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روک لیا اور کہا: یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان صدقات میں سے ہیں جن سے آپ اپنے حقوق ادا کرتے تھے اور جو ضروریات پیش آتی تھیں' اُن میں اِن کو خرچ کرتے تھے اور اب ان دونوں کا معاملہ اس کی طرف مفوض ہوگا جو آپ کے اُمور کا والی ہوگا۔ راوی نے کہا: پس خیبر اور فدک آج تک اسی حال پر ہیں۔

امام بخاری نے کہا: ''اعتـــراك'' (ھود: ۵۴) باب افتعال سے ہے' جب تم کسی چیز کو پالوتو ''عـــروتـه'' کہتے ہو اور اس سے ''یعروہ'' اور ''اعترانی'' ماخوذ ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ القرشی العامری الاویسی المدنی' ان سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف ابواسحاق' القرشی الزہری المدنی (۳) صالح بن کیسان ابومحمد مؤدب ولد عمر بن عبدالعزیز (۴) محمد بن مسلم الزہری (۵) عروۃ بن الزبیر بن العوام (۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۷)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے مطابق نہ ہونے کے اعتراض کا جواب

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: خمس' یعنی مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ' اور اس حدیث میں خمس کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب المغازی میں دوسری سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اس میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ سیدتنا فاطمہ علیہا السلام بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف کسی کو بھیجا اور ان سے اپنی اس میراث کا سوال کیا جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مدینہ میں مالِ فئے اور فدک سے دیا تھا اور جو خیبر کے خمس کا بقیہ تھا۔
(صحیح البخاری: ۴۲۴۱۔۴۲۴۰)

اور چونکہ یہ مشہور تھا کہ حضرت فاطمہ نے خیبر کے خمس کے بقیہ کا سوال کیا تھا اور اس حدیث میں بھی حضرت فاطمہ کے فدک کے سوال کا ذکر ہے' اس لیے امام بخاری نے اس شہرت کی بناء پر اس حدیث کو خمس کے باب میں ذکر کر دیا' اگرچہ اس حدیث میں خمس کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے میراث کے سوال کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ فرمادیا تھا کہ ہم گروہِ انبیاء وارث بنائے جاتے ہیں نہ کسی کو وارث بناتے ہیں' تو پھر سیدتنا حضرت فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی میراث کا سوال کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سیّدتنا فاطمہ علیہا السلام نے اس وقت تک یہ حدیث نہیں سنی تھی اور ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ کسی کو اپنے ترکہ کا وارث نہ بنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصیت ہے' ان کے پیش نظر قرآن مجید کی یہ آیت تھی:

وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ (النساء: ۱۱) اگر بیٹی ایک ہو تو اس کے لیے ترکہ کا نصف ہے۔

سو اس آیت کے عموم کے پیش نظر حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ترکہ سے اپنے حصہ کا سوال کیا تھا۔

علامہ ابن التین نے علامہ ابن بطال کے حوالہ سے لکھا ہے کہ شیعہ کا یہ زعم ہے کہ سیّدہ فاطمہ علیہا السلام نے میراث کا مطالبہ نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو فدک ہبہ کر دیا تھا جس کا حضرت ابوبکر کو علم نہیں تھا' لیکن یہ ہرگز ثابت نہیں ہے کہ آپ نے ان کو فدک ہبہ کیا تھا اور نہ یہ ثابت ہے کہ حضرت سیّدتنا فاطمہ علیہا السلام نے اس کا مطالبہ کیا تھا۔

شیعہ نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت سیّدتنا فاطمہ علیہا السلام نے ہبہ کے دعویٰ پر حضرت علی کو بہ طور گواہ پیش کیا تھا لیکن حضرت ابوبکر نے ان کی گواہی کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا تھا کہ حضرت علی آپ کے شوہر ہیں اور بیوی کے حق میں شوہر کی گواہی مقبول نہیں ہوتی' سو یہ بھی

من گھڑت بات ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

''لا نورث'' کے لفظ کو دو طرح پڑھا گیا ہے: ''لا نوَرّث'' اور اس کا معنی ہے: ہم وارث نہیں بنائے جاتے' اور ''لا نورِث'' اس کا معنی ہے: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے۔

انبیاء علیہم السلام کو وارث نہ بنانے کی حکمت

انبیاء علیہم السلام کو وارث نہ بنانے کی حکمت یہ ہے تاکہ ان کے متعلق یہ گمان نہ کیا جائے کہ انہوں نے اپنے وارثوں کے لیے مال جمع کیا تھا' دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کے وارث کے متعلق یہ خدشہ نہ ہو کہ وہ ان کی موت کی تمنا کرے' پھر وہ سخت ہلاکت میں مبتلا ہو' تیسری وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی تمام امت کے لیے بہ منزلہ باپ ہوتے ہیں اور ان کی پوری امت ان کی اولاد کے حکم میں ہوتی ہے' اس لیے ان کا تمام مال اُمت پر صدقہ ہوتا ہے۔

حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام کا حضرت ابوبکر سے ناراض ہونا اور اخیر عمر میں راضی ہونا اور ناراض ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: پس حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا۔

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے جو حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا تھا' اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر سے ملاقات میں ان کی طبیعت پر بوجھ ہوتا تھا' اس لیے انہوں نے ان سے ملنا ترک کر دیا تھا' اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ انہوں نے اس طرح چھوڑ دیا جس طرح چھوڑنا حرام ہے اور جو چھوڑنا حرام ہے' وہ یہ ہے کہ جب ان کی باہمی ملاقات ہو تو وہ ایک دوسرے کو سلام نہ کریں اور کسی روایت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ ان کی باہم ملاقات ہوئی اور انہوں نے ایک دوسرے کو سلام نہیں کیا اور شرعاً مذموم یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے عداوت رکھیں' دراصل حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام اس واقعہ کے بعد اپنے گھر میں ہی رہی تھیں اور حضرت ابوبکر سے ملنے نہیں گئی تھیں' اس سے راوی نے یہ سمجھ لیا کہ حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا۔

ابوحفص بن شاہین نے کتاب الخمس میں شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ علیہا السلام سے کہا: جب سے آپ مجھ پر ناراض ہوئی ہیں میری زندگی میں کوئی خیر نہیں رہی' سو اگر اس معاملہ میں آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی عہد ہے تو آپ اپنے قول میں صادقہ' مصدّقہ اور مأمونہ ہیں۔ شعبی نے کہا: حضرت ابوبکر اس مجلس سے اس وقت تک نہیں اُٹھے حتیٰ کہ حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام ان سے راضی ہو گئیں اور حضرت ابوبکر ان سے راضی ہو گئے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۶۳۔ ۲۶۲)

امام بیہقی نے شعبی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام بیمار ہو گئیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے آئے اور ان سے ملنے کی اجازت طلب کی' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام سے کہا: اے فاطمہ! یہ حضرت ابوبکر آئے ہیں اور آپ سے ملنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں' حضرت سیدہ علیہا السلام نے حضرت علی سے پوچھا: کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ میں ان کو اجازت دوں! حضرت علی نے کہا: ہاں! تو حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام نے اجازت دی' پس حضرت ابوبکر آئے اور ان کو راضی کرنے لگے' پس حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے صرف اللہ کی رضا کے لیے اور اس کے رسول کی رضا کے لیے اور اے اہل بیت! آپ لوگوں کی رضا کے لیے گھر' مال' اہل اور خاندان کو چھوڑا ہے' پھر حضرت ابوبکر نے حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام کو راضی کیا حتیٰ کہ وہ راضی ہو گئیں۔ (سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۰۱' ملتان)

اس حدیث کی سند قوی اور جید ہے اور ظاہر یہ ہے کہ شعبی نے اس حدیث کو حضرت علی سے سنا ہے' یا اس شخص سے سنا ہے جس

نے حضرت علی سے سنا ہے۔

مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقات کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں جو صدقات تھے۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں جو املاک تھے' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد صدقہ ہو گئے تھے' اس سے مراد بنونضیر کے اموال تھے جو مدینہ کے قریب تھے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ املاک تھے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہ طور فئے عطاء کیے تھے' جن کے حصول کے لیے مسلمانوں نے اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ان املاک میں سے ایک وہ ہے جس کی مخیریق نے غزوۂ اُحد کے دن وصیت کی تھی اور یہ بنونضیر کے سات باغ تھے' ان میں سے دوسری ملکیت وہ ہے جو انصار نے آپ کو اپنی زمینیں پیش کی تھیں اور یہ وہ زمینیں تھیں جہاں پانی نہیں پہنچتا تھا اور ان میں بنونضیر کی زمین تھی' جب وہ مدینہ سے نکل گئے تھے' اور اسی طرح وادی القریٰ کی سرزمین کا تہائی حصہ' جس کو آپ نے یہود کے ساتھ صلح سے لیا تھا' جب یہود نے صلح کی تھی' اسی طرح خیبر کے قلعوں میں سے دو قلعے: الوطیح اور السلالم' ان کو بھی آپ نے صلح سے لیا تھا اور ان میں سے آپ کا وہ حصہ ہے جو آپ نے خیبر کے خمس میں سے لیا تھا' پس یہ کل املاک صرف سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مِلک تھیں اور ان میں سے کسی کا بھی کوئی حق نہ تھا' پس آپ ان املاک سے اپنا خرچ اور اپنے اہل کا خرچ نکالتے تھے اور بقیہ مال کو مسلمانوں کی مصلحتوں میں خرچ کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنی ازواج کے خرچ کے بعد اور اپنے عاملین کے خرچ کے بعد جو بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد المسلم ج ٦ ص ٨٨۔٨٧' دار الوفاء' بیروت)

اور ابن عیینہ یہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج معتدات کے حکم میں تھیں' کیونکہ ان کا کسی سے نکاح کرنا دائماً حرام ہے تو ان کا خرچ جاری رہا اور جن حجروں میں وہ رہتی تھیں' وہ ان ہی کے تصرف میں رہے۔

حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا صدقاتِ مدینہ کا مالک نہ ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ صدقاتِ مذکورہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تحویل میں دے دیئے تاکہ وہ دونوں ان صدقات میں تصرف کریں اور اپنے حق کی مقدار کے مطابق ان سے نفع اُٹھائیں' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں تصرف کرتے تھے اور حضرت عمر نے ان دونوں کو ان صدقات کا مالک نہیں بنایا تھا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ان صدقات کے والی ہوئے تو انہوں نے ان میں کوئی تغیر نہیں کیا اور اسی طرح ان صدقات کو باقی رکھا' جس طرح وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں تھے' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان صدقات کے والی ہوئے' پھر حضرت حسین' پھر حضرت علی بن حسین' پھر حضرت حسن بن حسن' پھر زید بن الحسن' پھر عبداللہ بن حسین رضی اللہ عنہم ان صدقات کے والی ہوئے' پھر بنو عباس ان صدقات کے والی ہوئے اور ان میں سے کسی سے یہ روایت نہیں ہے کہ انہوں نے ان صدقات کو اپنی مِلک میں لے لیا اور نہ انہوں نے ان صدقات کو کسی کا وارث کیا' تو اگر شیعہ کا یہ کہنا برحق ہو کہ یہ صدقات حضرت علی کی مِلک تھے اور وہ ان صدقات کے وارث تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان صدقات کے مالک بن جاتے یا آپ کے اہلِ بیت میں سے جب کوئی ان صدقات کا متولی ہوا تھا' وہ ان صدقات کا مالک بن جاتا۔

(المفہم ج ۳ ص ۵۶۴ 'دار ابن کثیر بیروت' عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۹ ۔ ۲۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اموالِ فئے میں سے اپنی ضروریات اور مسلمانوں کی مصلحتوں پر خرچ کرنا

علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن محمد بن علی جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں:

جو اموال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہ طور فئی عطا فرمائے تھے جیسے فدک اور اموالِ بنو نضیر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے اپنا خرچ نکالتے تھے اور اپنے اہل کا خرچ نکالتے تھے اور بقیہ آمدنی کو مسلمانوں کی ضروریات اور مصلحتوں میں خرچ کرتے تھے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے وارثوں میں دینار کو تقسیم نہیں کیا جائے گا' میں نے اپنی ازواج کے خرچ اور عاملین کے خرچ کے بعد جو چھوڑا ہے' وہ صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۰۹۶' صحیح مسلم: ۱۷۶۰' سنن ابوداؤد: ۲۹۷۴)

اور سفیان بن عیینہ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج معتدات کے حکم میں ہیں' کیونکہ ان سے نکاح دائماً جائز نہیں ہے' ان کو نفقہ دیا جائے گا اور جن حجروں میں وہ رہتی تھیں وہ حجرے ان ہی کے لیے چھوڑے جائیں گے' اور آپ نے جو فرمایا تھا: عاملین کے خرچ کے بعد' اس سے حضرت فاطمہ علیہا السلام اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا تھا کہ اس کو بھی تقسیم کیا جائے گا اور عاملین سے آپ کی مراد تھی جو آپ کے بعد خلیفہ ہوں گے' اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ ''ہم وارث نہیں بناتے' ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے'' تو جھگڑا ختم ہوا۔

پھر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو جب حضرت عمر نے مدینہ کے صدقات کا والی بنا دیا اور اس سے مراد اموالِ بنی نضیر ہیں کیونکہ وہ مدینہ کے قریب تھے تو ان اموال کی تقسیم میں حضرت علی اور حضرت عباس میں اختلاف ہوا تو ان دونوں نے حضرت عمر سے یہ سوال کیا کہ وہ اموالِ بنی نضیر کو ان دونوں میں برابر برابر تقسیم کر دیں' تاکہ ان میں سے ہر ایک اپنی وَلایت میں مستقل ہو۔ تو حضرت عمر نے یہ مناسب نہیں جانا کہ صدقات کو تقسیم کریں اور ان دونوں نے تقسیم کا اس لیے مطالبہ نہیں کیا تھا کہ وہ صدقات کے مالک ہو جائیں بلکہ اس لیے مطالبہ کیا تھا کیونکہ ان میں سے ہر ایک پر یہ دشوار تھا کہ وہ جب بھی ان اموال میں کوئی عمل کرے تو دوسرے سے اجازت لے کر کرے۔

حضرت ابوبکر کی بیعت کے اجماعی ہونے پر ایک اشکال کہ حضرت علی اور بنو ہاشم نے چھ ماہ تک ـــــ ان کی بیعت نہیں کی تھی اور اس کا جواب

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا' اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ کیا حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر پر یہ تہمت لگائی تھی کہ ان کی روایت صحیح نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا' حضرت ابوبکر کے پاس سے ناراض ہو کر چلی گئی تھیں' کیونکہ لوگوں میں یہ بات معلوم اور مکرر تھی کہ بیٹی باپ کے ترکہ کی وارث ہوتی ہے' پس گویا کہ انہوں نے حضرت ابوبکر کے متعلق یہ گمان کیا کہ ان کی بیان کی ہوئی روایت قرآن مجید کے خلاف ہے اور اس روایت میں انہیں کوئی شبہ واقع ہو گیا ہے اور اتفاق سے وہ بیمار ہو گئیں اور ان کی بیماری طویل ہو گئی تو لوگوں نے یہ کہا کہ انہوں نے حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا اور یہ بھی اتفاق پیش آیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے رُکے رہے کیونکہ ان کا گمان تھا کہ ولایت میں نسب مؤثر ہوتا ہے حتیٰ کہ جب ان پر صحیح بات منکشف ہو گئی تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب حضرت علی علیہ السلام' حضرت ابوبکر کی بیعت سے رک گئے تھے اور تمام بنو ہاشم نے حضرت علی کی موافقت کی تھی تو یہ کہنا کس طرح

صحیح ہوگا کہ حضرت ابوبکر کی بیعت اجماع سے ثابت ہے' اس اعتراض کے دو جواب ہیں: پہلا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے حضرت ابوبکر سے بیعت نہیں کی تھی انہوں نے حضرت ابوبکر کی خلافت کا انکار نہیں کیا تھا بلکہ وہ مزید غور وخوض کے لیے رُکے رہے تھے' دوسرا جواب یہ ہے کہ جب بعد میں ان سب لوگوں نے حضرت ابوبکر کی خلافت پر بیعت کر لی تو پھر حضرت ابوبکر کی بیعت پر اجماع ہو گیا۔

(کشف المشکل ج ۴ ص ۱۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۰۹۴ - **حَدَّثَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرْوِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرٍ ذَكَرَ لِي ذِكْرًا مِنْ حَدِيثِهِ ذٰلِكَ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى أَدْخُلَ عَلٰى مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ الْحَدِيثِ فَقَالَ مَالِكٌ بَيْنَا أَنَا جَالِسٌ فِي أَهْلِي حِينَ مَتَعَ النَّهَارُ إِذَا رَسُولُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَأْتِينِي فَقَالَ أَجِبْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ حَتّٰى أَدْخُلَ عَلٰى عُمَرَ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلٰى رِمَالِ سَرِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ مُتَّكِئٌ عَلٰى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسْتُ فَقَالَ مَالِكُ إِنَّهُ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ قَوْمِكَ أَهْلُ أَبْيَاتٍ وَقَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِرَضْخٍ فَاقْبِضْهُ فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَوْ أَمَرْتَ بِهِ غَيْرِي قَالَ فَاقْبِضْهُ أَيُّهَا الْمَرْءُ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَهُ أَتَاهُ حَاجِبُهُ يَرْفَأُ فَقَالَ هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ يَسْتَأْذِنُونَ قَالَ نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا فَسَلَّمُوا وَجَلَسُوا ثُمَّ جَلَسَ يَرْفَأُ يَسِيرًا ثُمَّ قَالَ هَلْ لَكَ فِي عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ قَالَ نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمَا فَدَخَلَا فَسَلَّمَا. فَجَلَسَا فَقَالَ عَبَّاسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هٰذَا وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِيمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي النَّضِيرِ فَقَالَ الرَّهْطُ عُثْمَانُ وَأَصْحَابُهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وَأَرِحْ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ فَقَالَ عُمَرُ تَيْدَكُمْ أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن محمد الفروی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از مالک بن اوس بن الحدثان' اور محمد بن جبیر نے مجھ سے اپنی حدیث میں اس کا ذکر کیا' پس میں گیا حتیٰ کہ مالک بن اوس کے پاس داخل ہوا' میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو مالک بن اوس نے کہا: جس وقت میں اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تب دن چڑھ چکا تھا' اس وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قاصد میرے پاس آ رہا تھا' اس نے کہا کہ امیر المؤمنین بلا رہے ہیں ان کے پاس جاؤ' پس میں ان کے ساتھ گیا' حتیٰ کہ حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت وہ ایک تخت پر بچھی ہوئی چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے اور چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہ تھا اور انہوں نے ایک چمڑے کے گدے کے اوپر ٹیک لگائی ہوئی تھی' میں نے ان کو سلام کیا' پھر بیٹھ گیا' پھر انہوں نے فرمایا: اے مالک! تمہاری قوم کے کچھ گھروں سے لوگ میرے پاس آئے تھے اور میں نے ان کی کچھ تھوڑی سی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو تم اس رقم پر قبضہ کرو اور اس کو ان پر تقسیم کر دو' میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر آپ میرے علاوہ کسی اور کو یہ حکم دے دیں' تو حضرت عمر نے فرمایا: اے مرد! تم ہی اس پر قبضہ کرو' پس جس وقت میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا' ان کے پاس ان کا دربان یَرفَا آیا' پس اس نے کہا: حضرت عثمان' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم آپ سے ملاقات کے لیے آئے ہیں اور اجازت طلب کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: ہاں! اور ان کو آنے کی اجازت دے دی' پس وہ سب داخل ہوئے اور ان سب نے سلام کیا اور وہ سب بیٹھ گئے' پھر یرفا بھی تھوڑی دیر بیٹھا رہا' پھر اس نے کہا کہ حضرت علی اور حضرت

صَدَقَةٌ يُّرِيْدُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسَهٗ قَالَ الرَّهْطُ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ فَاَقْبَلَ عُمَرُ عَلٰى عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ فَقَالَ اَنْشُدُكُمَا اللّٰهَ اَتَعْلَمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَا قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَ عُمَرُ فَاِنِّيْ اُحَدِّثُكُمْ عَنْ هٰذَا الْاَمْرِ. اِنَّ اللّٰهَ قَدْ خَصَّ رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَّمْ يُعْطِهٖ اَحَدًا غَيْرَهٗ ثُمَّ قَرَاَ ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ. (اِلٰى قَوْلِهٖ) قَدِيْرٌ ۝﴾ (الحشر:٦) فَكَانَتْ هٰذِهٖ خَالِصَةً لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا احْتَازَهَا دُوْنَكُمْ وَلَا اسْتَاْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ قَدْ اَعْطَاكُمُوْهَا وَبَثَّهَا فِيْكُمْ حَتّٰى بَقِيَ مِنْهَا هٰذَا الْمَالُ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَا الْمَالِ ثُمَّ يَاْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهٗ مَجْعَلَ مَالِ اللّٰهِ فَعَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ حَيَاتَهٗ اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ ذٰلِكَ قَالُوْا نَعَمْ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمَانِ ذٰلِكَ قَالَ عُمَرُ ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَهَا اَبُوْبَكْرٍ فَعَمِلَ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنَّهٗ فِيْهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَّاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ اَبَابَكْرٍ فَكُنْتُ اَنَا وَلِيُّ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ مِنْ اِمَارَتِيْ اَعْمَلُ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا عَمِلَ فِيْهَا اَبُوْبَكْرٍ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنِّيْ فِيْهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَّاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ ثُمَّ جِئْتُمَانِيْ تُكَلِّمَانِيْ وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَّاَمْرُكُمَا وَاحِدٌ جِئْتَنِيْ يَا عَبَّاسُ تَسْاَلُنِيْ نَصِيْبَكَ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ وَجَاءَنِيْ هٰذَا يُرِيْدُ عَلِيًّا يُّرِيْدُ نَصِيْبَ امْرَاَتِهٖ مِنْ اَبِيْهَا فَقُلْتُ لَكُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

عباس رضی اللہ عنہما آپ سے ملاقات کے لیے آئے ہیں' آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت عمر نے کہا: ہاں! پس ان دونوں کو اجازت دی' پھر وہ دونوں آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے' پس حضرت عباس نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کیجئے' وہ دونوں بنو نضیر کے اس مالِ فئے میں لڑ رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو عطاء کیا تھا' حضرت عثمان اور دیگر اصحاب کی جماعت نے بھی کہا: اے امیر المؤمنین! ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیجئے اور ان میں سے ایک کو دوسرے سے راحت عطا کیجئے' حضرت عمر نے فرمایا: صبر کرو اور مہلت دو' میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں' کیا تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ہم وارث نہیں بناتے' ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے' اس سے رسول اللہ ﷺ کی مراد اپنی ذات تھی' تو صحابہ کی جماعت نے کہا: ہاں! رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح فرمایا تھا' پھر حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں آپ دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا آپ کو علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا تھا' ان دونوں نے کہا: ہاں! آپ نے اسی طرح فرمایا تھا' حضرت عمر نے کہا: میں تم لوگوں کو اس معاملہ کے متعلق بتاتا ہوں' بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس مالِ فئے کے ساتھ خاص کر لیا اور کسی اور کو اس مال سے عطا نہیں کیا' پھر حضرت عمر نے یہ آیت پڑھی: اور جو (مال) اللہ نے ان سے (نکال کر) اپنے رسول پر لوٹا دیئے تو تم نے ان پر نہ گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ' ہاں! اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ جو چاہے اس پر قادر ہے ۝ (الحشر: ٦) پس یہ اموال خالص رسول اللہ ﷺ کی ملکیت تھے' اللہ کی قسم! نبی ﷺ نے یہ اموال تم کو چھوڑ کر صرف اپنے ساتھ مخصوص نہیں کیے' بلکہ یہ اموال تم کو عطاء کیے اور تمہاری ضرورتوں میں ان کو خرچ کیا' حتیٰ کہ ان اموال میں سے یہ مال باقی بچ گیا' پس رسول اللہ ﷺ اس مال سے اپنے اہل کو ایک سال کا خرچ دیتے تھے' پھر جو باقی بچ جاتا' اس کو اللہ کا مال قرار دیتے' پس رسول اللہ ﷺ اپنی

لَانُوْرَثُ مَاتَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَلَمَّا بَدَا لِیْ اَنْ اَدْفَعَهٗ اِلَيْكُمَا قُلْتُ اِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا عَلٰى اَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللّٰهِ وَمِيْثَاقَهٗ لَتَعْمَلَانِ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِمَا عَمِلَ فِيْهَا اَبُوْبَكْرٍ وَّبِمَا عَمِلْتُ فِيْهَا مُنْذُ وَلِيْتُهَا فَقُلْتُمَا اِدْفَعْهَا اِلَيْنَا فَبِذٰلِكَ دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا فَاَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ دَفَعْتُهَا اِلَيْهِمَا بِذٰلِكَ قَالَ الرَّهْطُ نَعَمْ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰى عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ فَقَالَ اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا بِذٰلِكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ فَتَلْتَمِسَانِ مِنِّیْ قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ فَوَاللّٰهِ الَّذِیْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ لَا اَقْضِیْ فِيْهَا قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ فَاِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَادْفَعَاهَا اِلَیَّ فَاِنِّیْ اَكْفِيْكُمَاهَا.

(صحیح مسلم:۱۷۵۷، الرقم المسلسل:۴۴۶۸، سنن ابوداؤد:۲۹۶۳، سنن ترمذی:۱۶۱۰)

حیات میں اس طرح اپنے مال میں عمل کرتے رہے، میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا تمہیں اس بات کا علم ہے؟ سب نے کہا: ہاں! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا تم اس بات کو جانتے ہو؟ حضرت عمر نے بتایا کہ پھر اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات دے دی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ولی ہوں، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس مال کو اپنے کنٹرول میں لیا، پھر اس میں وہ عمل کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں عمل کرتے تھے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ اس میں ضرور سچے تھے، نیک تھے، ہدایت یافتہ تھے، حق کی پیروی کرنے والے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو وفات دے دی، پس میں حضرت ابوبکر کا ولی ہوا، پس میں نے اپنی حکومت کے دو سالوں میں اس کو اپنے کنٹرول میں رکھا اور اس میں اس کے مطابق عمل کرتا رہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں عمل کیا تھا اور جو اس میں حضرت ابوبکر نے عمل کیا تھا، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس میں ضرور سچا ہوں، نیک ہوں، ہدایت یافتہ ہوں، حق کی پیروی کرنے والا ہوں۔ پھر آپ دونوں میرے پاس آئے، تم دونوں مجھ سے کلام کر رہے تھے اور آپ دونوں کا کلام واحد تھا اور آپ دونوں کا معاملہ واحد تھا، اور اے عباس! آپ میرے پاس آئے، آپ مجھ سے اپنے بھتیجے کے حصہ میں سے لینے کا سوال کرتے تھے اور میرے پاس یہ آئے، حضرت عمر، حضرت علی کا ارادہ کر رہے تھے۔ یہ اپنی بیوی کا ان کے والد کی میراث سے سوال کر رہے تھے۔ تو میں نے آپ دونوں سے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، پھر جب مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ میں یہ زمین آپ دونوں کی تحویل میں دے دوں تو میں نے کہا کہ اگر آپ دونوں چاہیں تو میں یہ زمین آپ دونوں کی تحویل میں دے دوں، اس شرط پر کہ آپ دونوں پر لازم ہے کہ اللہ سے پکا عہد و میثاق کریں کہ آپ دونوں اس میں اسی طرح عمل کرتے رہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمل کیا تھا اور جس طرح اس میں حضرت ابوبکر نے عمل کیا تھا، اور

جس طرح میں نے اس میں عمل کیا ہے' جب سے میں ان اموال کا والی ہوا ہوں' پس آپ دونوں نے کہا کہ آپ یہ اموال ہماری تحویل میں دے دیں' پس اس وجہ سے میں نے یہ اموال آپ کی تحویل میں دیئے' پس میں آپ سب کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آیا میں نے یہ اموال ان کی طرف اسی شرط پر دیئے تھے؟ تو صحابہ کی جماعت نے کہا: ہاں! پھر حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف مڑ کر کہا: میں آپ دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا میں نے یہ اموال آپ کی تحویل میں اسی شرط پر دیئے تھے؟ ان دونوں نے کہا: ہاں! پھر کیا آپ دونوں مجھ سے اس کے سوا کوئی اور فیصلہ کرانا چاہتے ہیں' پس اللہ کی قسم! جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں' میں ان اموال میں اس کے سوا کوئی اور فیصلہ نہیں کروں گا' پس اگر آپ دونوں ان اموال میں اس طرح عمل کرنے سے عاجز ہیں تو آپ یہ اموال مجھے سونپ دیجئے تو بے شک میں ان اموال میں آپ کی جگہ کفایت کروں گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۰۴ میں گزر چکی ہے۔ لیکن صحیح البخاری: ۲۹۰۴ میں صرف اتنا ذکر ہے کہ بنونضیر کے اموال اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہ طور فئے عطا فرمائے تھے۔ اور یہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت میں تھے اور آپ ان اموال میں سے اپنے اہل کو ایک سال کا خرچ دیتے تھے' پھر باقی اموال کو جہاد میں خرچ کرتے تھے اور وہ تمام تفصیل جو اس حدیث میں ذکر کی گئی ہے وہ حدیث: ۲۹۰۴ میں نہیں ہے' لہٰذا اس حدیث کی مکمل شرح اب کی جا رہی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن محمد الفروی (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) مالک بن اوس (۵) محمد بن جبیر۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے کہ بنونضیر کے یہ اموال خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تھے' اور ان اموال کے متعلق حضرت علی اور حضرت عباس' حضرت عمر کے پاس لڑتے ہوئے آئے تھے اور ان اموال میں وادی القریٰ کی زمین کا تیسرا حصہ بھی تھا جو آپ نے یہود سے صلح کے نتیجہ میں حاصل کیا تھا' اسی طرح خیبر کے قلعوں میں سے دو قلعے بھی تھے جن کے نام الوطیح اور السلالم تھے' آپ نے ان کو صلح سے حاصل کیا اور ان اموال میں خیبر کے خمس میں سے آپ کا حصہ بھی تھا اور جو علاقہ جنگ سے حاصل ہو وہ صرف آپ کی ملکیت ہوتا تھا اور اس میں کسی اور کا حصہ نہ ہوتا تھا۔

حضرت عباس نے حضرت علی کو کاذب' آثم' غادر اور خائن کہا' اس کی توجیہ علامہ مازری اور علامہ عینی کی طرف سے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عباس نے حضرت علی بن ابی طالب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کیجئے اور امام مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: میرے اور اس 'جھوٹے' گناہ گار' عہد شکن اور خائن کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۵۷)

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عباس کے لیے یہ مناسب تو نہ تھا کہ وہ حضرت علی کے متعلق یہ الفاظ کہتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں شرط محذوف ہے' یعنی اگر حضرت علی انصاف سے کام نہ لیں تو وہ کاذب' آثم' غادر اور خائن ہیں۔

اور علامہ مازری نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ نہیں کہے اور وہ ایسے الفاظ کہنے سے منزہ ہیں' تبھی امام بخاری کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں اور اس میں راوی نے اپنے وہم کی وجہ سے ان الفاظ کا اضافہ کر دیا اور اگر ان الفاظ کی نسبت راوی کی طرف نہ کی جائے تو پھر بہترین جواب یہ ہے کہ حضرت عباس نے حضرت علی کو ڈانٹتے ہوئے اور نصیحت کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے' کیونکہ حضرت عباس' حضرت علی کے والد کی جگہ ہیں' اور شاید حضرت عباس نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت علی جوان کو خطاوار سمجھتے تھے' اس کا رد کریں' اور ان اوصاف سے حضرت علی اس وقت متصف ہوتے جب وہ قصداً ایسا کرتے۔ اگر چہ حضرت علی کے اعتقاد میں یہ بات نہیں تھی کہ حضرت عباس نے دانستہ کوئی خطا کی ہے اور یہ تاویل اس لیے ضروری ہے کہ حضرت عباس نے یہ جملہ حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے کہا تھا اور ان میں سے کسی نے بھی حضرت عباس کے اس کلام پر انکار نہیں کیا' حالانکہ یہ نفوسِ قدسیہ بُرائی کے انکار کرنے میں بہت متشدد تھے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے قرینۂ حال سے یہ سمجھا تھا کہ حضرت عباس نے جو کچھ کہا ہے' اس کا خود ان کو بھی اعتقاد نہیں تھا' یعنی وہ دل میں حضرت علی کو جھوٹا' گناہ گار' خائن اور عہد شکن نہیں سمجھتے تھے۔ علامہ مازری کا جواب ختم ہوا۔

علامہ عینی کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس پورے جواب کا کوئی فائدہ نہیں' بلکہ ان الفاظ کو کتاب سے زائل کرنا واجب ہے اور حضرت عباس اس سے بَری ہیں کہ وہ ایسے الفاظ کہیں' خصوصاً حضرت عمر بن خطاب اور جماعتِ صحابہ کے سامنے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُمورِ دین میں بہت متصلّب اور سخت تھے اور وہ غلط بات پر ٹوکنے میں کسی کا لحاظ نہیں رکھتے تھے' اس لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت عباس' حضرت علی کے لیے ایسے الفاظ کہتے اور اس پر حضرت عمر خاموش رہتے' اور علامہ مازری کے جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے ایک بُرائی پر انکار کرنے کو ترک کیا اور حق کو قائم کرنے پر عاجز رہے' پس اس صورت میں لائق یہ ہے کہ ان الفاظ کو روایت سے ساقط کر دیا جائے تاکہ کسی بے فائدہ تاویل کی ضرورت نہ رہے۔

کاذب' آثم' غادر اور خائن کی توجیہ علامہ ابن حجر کی طرف سے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے بھی شعیب اور یونس کی روایت سے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس نے ایک دوسرے پر سبّ و شتم کیا (صحیح البخاری: ۴۰۳۳) اور ابن شہاب زہری نے کتاب الفرائض میں یہ روایت کی ہے کہ میرے اور اس ظالم کے درمیان فیصلہ کیجئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو سبّ (یعنی بُرا) کہا اور جویریہ کی روایت میں ہے کہ میرے اور اس کاذب' آثم' غادر' خائن کے درمیان فیصلہ کیجئے' اور میں نے کسی روایت میں یہ نہیں دیکھا کہ حضرت علی نے بھی حضرت عباس کے حق میں کچھ کہا ہو' البتہ عقیل کی روایت میں یہ ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے پر سبّ و شتم کیا' علامہ مازری نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث سے ان الفاظ کو حذف کر دینا چاہیے (علامہ مازری کا پورا جواب علامہ عینی کی عبارت میں آ چکا ہے)۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۸۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

کاذب' آثم' غادر اور خائن کی توجیہ شیخ تقی عثمانی کی طرف سے

شیخ محمد تقی عثمانی اس بحث میں لکھتے ہیں:

پھر حضرت علی اور حضرت عباس آئے' عباس نے کہا: میرے اور حضرت علی کے درمیان فیصلہ کر دیجئے' اب یہ چچا بھتیجے کا معاملہ تھا' اس میں چچا نے بھتیجے کے لیے ذرا سخت الفاظ استعمال کیے۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۱۱۳۲' مکتبۃ الحراء' کراچی)

حضرت علی کو کاذب' آثم' غادر اور خائن کہنے کی توجیہ مصنف کی طرف سے

میں کہتا ہوں کہ علامہ مازری اور علامہ عینی دونوں نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث سے ان الفاظ کو نکال دینا چاہیے لیکن دونوں بزرگوں نے اس امر پر غور نہیں کیا کہ اس سے صحیح مسلم کی ثقاہت پر زد پڑے گی اور اس پر اعتماد نہیں رہے گا' جب کہ صحیح بخاری کی روایت سے بھی مسلم کی روایت کی تائید ہوتی ہے کیونکہ صحیح البخاری: ۴۰۳۳ میں یہ تصریح ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے پر سبّ وشتم کیا یا ایک دوسرے کو بُرا کہا۔ میرے نزدیک حضرت عباس نے حضرت علی کے متعلق جو کہا: اس کاذب' آثم' غادر' خائن کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ اس میں حضرت عباس کا یہ قول باب تنزیل سے ہے یعنی اگرچہ حضرت علی کاذب' آثم' غادر اور خائن تو نہیں تھے لیکن انہوں نے حضرت عباس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جو معاملہ کوئی کاذب' آثم' غادر اور خائن کسی کے ساتھ کرتا ہے۔ جیسے حضرت زید بن ارقم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے جھوٹا قرار دیا حالانکہ میں سچا تھا۔ (سنن ترمذی: ۳۳۱۳) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے ساتھ جھوٹوں کا معاملہ کیا حالانکہ میں سچا تھا' اسی طرح حضرت عباس کے نزدیک حضرت علی جھوٹے نہیں تھے لیکن حضرت علی نے حضرت عباس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جو کوئی جھوٹا کسی کے ساتھ کرتا ہے۔ اسی لیے انہوں نے کہا: میرے اور اس کاذب کے درمیان فیصلہ کر دیجئے' ان کا یہ مطلب نہیں تھا کہ فی الواقع حضرت علی کاذب' آثم' غادر اور خائن تھے۔

شیخ تقی عثمانی کا جواب بھی صحیح نہیں ہے' انہوں نے لکھا ہے کہ اب یہ چچا بھتیجے کا معاملہ تھا۔ تو کیا چچا بھتیجے کو بلاوجہ کاذب' آثم' غادر اور خائن کہہ سکتا ہے! پھر حضرت عباس اور حضرت علی عام چچا بھتیجا تو نہیں ہیں' یہ تو وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جو مسلمانوں کے لیے آئیڈیل' نمونہ اور مقتداء ہیں' پھر انہوں نے لکھا ہے کہ اس میں چچا نے بھتیجے کے لیے ذرا سخت الفاظ استعمال کیے' یہ اس لیے غلط ہے کہ کسی کا دوسرے کو کاذب' آثم' غادر اور خائن کہنا ذرا سخت الفاظ نہیں ہیں بلکہ بہت سخت الفاظ ہیں' کاذب پر تو لعنت کی گئی ہے: ''لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۝'' (آل عمران: ۶۱)

اس لیے اس اشکال کا صحیح جواب یہی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کاذب' آثم' غادر اور خائن نہیں تھے بلکہ ان کے نزدیک حضرت علی نے حضرت عباس کے ساتھ ایسا سلوک کیا تھا جو کوئی کاذب' آثم' غادر اور خائن دوسرے کے ساتھ کرتا ہے' اس لیے حضرت عباس نے حضرت علی کو کاذب' آثم' غادر اور خائن کے منزلہ اور حکم میں قرار دے کر کہا: میرے اور اس کاذب' آثم' غادر اور خائن کے درمیان فیصلہ کیجئے' اور علامہ مازری اور علامہ عینی نے جو کہا ہے کہ ان الفاظ کو اس روایت سے نکال دیا جائے تو اس سے پھر صحیح مسلم کی روایت پر اعتماد نہیں رہے گا اور صحیح بخاری: ۴۰۳۳ میں بھی تو ''استبّـــا'' کے الفاظ ہیں' یعنی دونوں نے ایک دوسرے کو سبّ وشتم کیا تو کیا ان الفاظ کو بھی صحیح بخاری سے نکالا جائے گا' نیز حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ کتاب الفرائض میں ہے: حضرت عباس نے کہا کہ میرے اور اس ظالم کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ پس ہمارے جواب کے بغیر اور کوئی مفر نہیں ہے۔

وللہ الحمد علیٰ ذالک!

جن آیات میں انبیاء کرام کی وراثت کا ثبوت ہے' ان کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم وارث نہیں بناتے' ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے' وہ صدقہ ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جماعت نہ کسی کی وارث ہوتی ہے نہ کسی کو وارث بناتی ہے' جیسا کہ دوسری روایت میں ہے: ہم معاشر الانبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے۔

مالک بن اوس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ ہم معاشر الانبیاء نے جس چیز کو بھی چھوڑا ہے' وہ صدقہ ہے۔ یہ حدیث حسن بصری کے خلاف حجت ہے کیونکہ ان کا مسلک یہ ہے کہ کسی کو وارث نہ بنانا ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور دیگر انبیاء علیہم السلام خود بھی وارث ہوتے تھے اور وہ دوسروں کو وارث بھی بناتے تھے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے:

يَرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ. (مریم:٦) جو میرا اور آلِ یعقوب کا وارث بنے۔

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ. (النمل:١٦) اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔

اور جمہور علماء نے کہا ہے کہ ان آیتوں میں مال کی وراثت مراد نہیں بلکہ علم اور نبوت کی وراثت مراد ہے اور حکمت کی وراثت مراد ہے اور خصوصاً حضرت سلیمان کے حق میں پرندوں کی بولیوں کی وراثت مراد ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اور کسی نبی کو مالِ فئے عطاء نہیں فرمایا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مالِ فئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطاء فرما دیا ہے جیسا کہ جمہور فقہاء کا مذہب ہے یا اکثر فئے کے ساتھ خاص کر دیا ہے جیسا کہ شافعیہ کا مذہب ہے' اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مالِ غنیمت صرف آپ کی امت کے لیے حلال کیا گیا ہے اور کسی امت کے لیے حلال نہیں کیا گیا' اسی طرح مالِ فئے بھی صرف آپ کے لیے حلال کیا گیا ہے اور کسی نبی کے لیے حلال نہیں کیا گیا۔

اس اعتراض کا جواب کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اموالِ فئی سے ایک سال کا خرچ نکال لیتے تھے' .... تو پھر آپ نے زرہ گروی رکھ کر اُدھار طعام کیوں خریدا؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو نضیر کے اموالِ فئے سے ایک سال کا خرچ لے لیتے تھے' اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی کیونکہ آپ نے اپنے اہل کے لیے جَو قرض لیے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۵۱۳) تو جب آپ کے پاس ایک سال کا خرچ موجود تھا تو پھر آپ کو جَو قرض لینے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ایک سال کا خرچ نکال کر الگ رکھ لیتے تھے' اس کے باوجود آپ اس میں سے نیکی کی راہ میں اور جہاد پر خرچ کرتے رہتے تھے' حتیٰ کہ سال میں آپ کو اُدھار طعام خریدنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔

حضرت عمر نے ابتداءً اموالِ بنو نضیر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو کیوں نہیں دیئے؟ ...... اور ان دونوں کے بعد میں لڑنے کی کیا وجہ تھی؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے خلیفہ ہونے کے دو سال بعد حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی تحویل میں اموالِ بنو نضیر دے دیئے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عمر نے اپنی خلافت کی ابتداء ہی میں ان کو یہ اموال کیوں نہیں دیئے؟ اس کا اوّلاً جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لیے اموالِ بنو نضیر ان کو دینے سے منع کیا تھا کہ وہ ان اموال کو بہ طور ملکیت طلب کر رہے تھے

اور ثانیاً جواب یہ ہے کہ حضرت عمر نے ان کو وہ اموال بہ طور تصرف عطا کیے تھے' جس طرح ان اموال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تصرف فرماتے تھے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تصرف فرماتے تھے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس قصہ میں یہ اشکال ہے کہ جب حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے مدینہ کے صدقات حضرت عمر سے اس شرط پر لیے تھے کہ وہ ان میں اسی طرح تصرف کریں گے جس طرح ان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تصرف فرماتے تھے' تو پھر بعد میں کیا وجہ ہوئی کہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما آپس میں لڑنے لگے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں کو اس میں شریک ہونا ناگوار تھا اور وہ چاہتے تھے کہ وہ اموال ان دونوں میں تقسیم کر دیے جائیں تا کہ ہر ایک ان میں مستقل تصرف کرے' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اس لیے منع کر دیا کہ یہ ان میں ملکیت کا باعث نہ بن جائے' اور امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس کو بہ طور صدقہ ہی برقرار رکھا اور اس میں کوئی تغیر نہیں کیا۔

اپنی تعریف خود کرنے کا جواز' جاہل صوفیاء کا رد اور خبر واحد کو قبول کرنے کی دلیل اور دیگر مسائل

اگر کوئی شخص خود اپنی تعریف کرے جب کہ وہ تعریف برحق ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی آدمی اپنے لیے اور اپنے اہل کے لیے ایک سال کا سامان ذخیرہ کر سکتا ہے اور اس حدیث میں ان جاہل صوفیاء کا رد ہے جو مستقبل کے لیے ذخیرہ کرنے سے منع کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ جس نے کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ کی تو اس نے اپنے رب کے ساتھ بدگمانی کی اور اپنے رب پر ایسا توکل نہیں کیا جو اس پر توکل کرنے کا حق ہے۔

اس حدیث میں خبر واحد کو قبول کرنے کی دلیل ہے کیونکہ حضرت ابوبکر نے اس حدیث کے اوپر کسی کی شہادت طلب نہیں کی جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے پوچھا تھا: کیا تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے' اور حضرت ابوبکر کی اس حدیث کو قبول کیا گیا۔ کبھی کسی فقیہ اور عالم سے بعض ایسی چیزیں مخفی ہوتی ہیں جن کا دوسروں کو علم ہوتا ہے جیسا کہ حضرت فاطمہ' حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم سے یہ مخفی رہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور یہ آپ کی خصوصیت ہے' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان سے یہ چیز مخفی نہیں تھی لیکن ان کو ذھول اور نسیان ہو گیا تھا' حتیٰ کہ ان کو جب حضرت ابوبکر نے یاد دلایا تو انہوں نے ان کی طرف رجوع کر لیا' اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو قسم دی کہ کیا آپ کو علم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: ہم معاشر الانبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے تو ان دونوں نے کہا: ہاں!

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے جو اپنے والد کی میراث طلب کی اور حضرت عباس نے اپنے بھتیجے کی وراثت سے حصہ طلب کیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ احکام میں اصل یہ ہے کہ ان کو عموم پر برقرار رکھا جائے اور اگر کسی دلیل سے تخصیص ثابت ہو تو اس میں تخصیص کر لی جائے' لہٰذا قرآن مجید میں جو وارد ہے:

وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ط. (النساء:۱۱) اور اگر بیٹی ایک ہو تو اس کو نصف ملے گا۔

حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے اسی آیت کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے اپنے والد کی وراثت سے اپنا حصہ طلب کیا تھا اور جب انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ اس آیت کے عموم میں وہ داخل نہیں ہیں تو انہوں نے اپنے مطالبہ سے رجوع کر لیا۔

۲ - بَابُ اَدَاءِ الْخُمُسِ مِنَ الدِّيْنِ خمس کا ادا کرنا بھی دین سے ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خمس کا ادا کرنا بھی دین کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔

۳۰۹۵ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَبِیْ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث

جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَّبِيْعَةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ فَلَسْنَا نَصِلُ اِلَيْكَ اِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِاَمْرٍ نَّاْخُذُ مِنْهُ وَنَدْعُوْا اِلَيْهِ مَنْ وَّرَاءَ نَا قَالَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ وَّاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَلْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَعَقَدَ بِيَدِهٖ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَاَنْ تُؤَدُّوْا لِلّٰهِ خُمُسَ مَاغَنِمْتُمْ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ الضبعی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ عبدالقیس کا وفد آیا' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ ربیعہ کا قبیلہ ہے' ہمارے اور آپ کے درمیان مُضر کے کفار حائل ہیں' سو ہم صرف حرمت والے مہینوں میں آپ تک پہنچ سکتے ہیں' تو آپ ہمیں کسی فیصلہ کن بات کا حکم دیں' جس کو ہم حاصل کریں اور جو ہمارے پیچھے لوگ ہیں ان کو اس کی طرف دعوت دیں' آپ نے فرمایا: میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں: اللہ پر ایمان لانے کا اور اس شہادت کا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' اور آپ نے اپنے ہاتھ سے عقد باندھا (یعنی واحد کا اشارہ کیا) اور نماز قائم کرنے کا اور زکوٰۃ دینے کا اور رمضان کے روزے رکھنے کا اور اللہ کو مالِ غنیمت میں سے خمس ادا کرنے کا اور میں تم کو (خشک) کدو اور کھوکھلی لکڑی اور سبز گھڑے اور تارکول ملی ہوئی لکڑی کے برتن سے منع کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۳ میں گزر چکی ہے۔

بہ ظاہر اس حدیث میں پانچ چیزوں کا حکم دیا ہے لیکن اگر خمس کو زکوٰۃ میں داخل کر لیا جائے تو پھر یہ چار چیزیں ہیں: خشک کدو' کھوکھلی لکڑی' سبز گھڑا اور تارکول ملی ہوئی لکڑی کا برتن' یہ وہ ظروف ہیں جن میں نبیذ بنایا جاتا تھا۔ آپ نے پہلے ان برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا تھا اور بعد میں ان برتنوں کے استعمال کی اجازت دے دی۔ اس کی مفصل شرح نعمۃ الباری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۸۸۔۲۹۱ میں گزر چکی ہے۔

۳ - بَابُ نَفَقَةِ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج کے خرچ کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج کا خرچ کس مقدار سے اور کس کیفیت سے دیا جاتا تھا؟

۳۰۹۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِيْ دِيْنَارًا مَّا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِيْ وَمَؤُوْنَةِ عَامِلِيْ فَهُوَ صَدَقَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے یہ خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے وارثوں میں دینار کو تقسیم نہیں کیا جائے گا' میں نے اپنی ازواج کے خرچ اور عاملین کی مشقت کے معاوضہ کو ادا کرنے

کے بعد جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۷۶ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں آپ کی ازواج کے خرچ کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج کے خرچ کا وجوب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے وارثوں میں نہ دینار کو تقسیم کیا جائے گا اور نہ درہم کو' آپ کے اس ارشاد میں نفی نہی کے معنی میں نہیں ہے' یعنی آپ نے اپنے وارثوں میں دینار اور درہم کو تقسیم کرنے سے منع نہیں فرمایا ہے' کیونکہ آپ نے اپنے ترکہ میں دینار اور درہم نہیں چھوڑے تھے جن کو تقسیم کیا جاتا اور جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ ایک وسق (چار کلو) جو کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی اور جو فعل ممکن ہی نہ ہو' اس سے منع کرنا جائز نہیں ہے۔ انسان کو اس کام سے منع کیا جاتا ہے جس کا وقوع ممکن ہو' اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میرے وارثوں میں نہ دینار کو تقسیم کیا جائے گا نہ درہم کو' کیونکہ میں نے اپنے بعد دینار اور درہم کو نہیں چھوڑا۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ نے اپنی وفات کے بعد اپنی ازواج کے خرچ کو مستثنیٰ کیا ہے' کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو کسی اور کے ساتھ نکاح کرنے سے روکا ہوا تھا اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۔ (الاحزاب: ۵۳)

اور تمہیں یہ لائق نہیں کہ اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچاؤ اور نہ تمہیں یہ لائق ہے کہ ان کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاملین کو خرچ دینے کا وجوب

اور اس حدیث میں فرمایا: اور عاملین کی مشقت کے معاوضے کو ادا کرنے کے بعد۔ اس عامل سے مراد ہے: فدک اور بنونضیر کے فئی اور خیبر میں آپ کے حصہ میں جو باغات تھے' جن کے حصول میں مسلمانوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے تو ان کھجوروں کے باغات میں عاملین جو دیکھ بھال کرتے تھے ان کا خرچ' یعنی آپ کی ازواج کے خرچ اور آپ کے باغات کے عاملین کے خرچ کے نکالنے کے بعد جو بھی آپ کا ترکہ ہے' وہ صدقہ ہے' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت تک آپ کی ازواج اور آپ کے باغات کے عاملین کو خرچ دیا جاتا رہا' پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ حکومت آیا تو انہوں نے آپ کی ازواجِ مطہرات کو یہ اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو ان کو اسی طرح خرچ دیا جاتا رہے اور اگر وہ چاہیں تو ان کو زمینیں مہیا کر دی جائیں اور وہ خود ان میں باغ لگوائیں اور اس کی آمدنی وصول کریں۔ تو حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے یہ اختیار کیا کہ ان کے لیے زمینیں مہیا کر دی جائیں تو وہ ان زمینوں میں باغات لگواتی رہیں اور اس کی آمدنی سے حصہ وصول کرتی رہیں حتیٰ کہ وہ دونوں فوت ہو گئیں۔

دین کا کام کرنے والوں کو خرچ دینے کا وجوب

امام طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے کسی نیک کام کے کرنے میں مشغول ہو اور اللہ اسے نیک کام کا اجر عطاء فرماتا ہو تو اس کے لیے اپنی اس مشغولیت کے معاوضہ میں رزق حاصل کرنا جائز ہے' جبکہ اس کے عمل سے تمام

مسلمانوں یا بعض مسلمانوں سے ان کے حصہ کا عمل ساقط ہو جاتا ہو' ایسی صورت میں اس عامل کو معاوضہ دینا چاہیے' اسی وجہ سے مؤذن جواذان دیتے ہیں تو انہیں ان کی اذان دینے کے معاوضہ میں رزق دیا جاتا ہے اور معلمین جو دینی کتابوں کی تعلیم دیتے ہیں' انہیں ان کے معاوضہ میں رزق دیا جاتا ہے۔

امام طبری کی مشکل عبارت کی تسہیل

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جو عاملین نبی ﷺ کے کھجور کے باغات کی دیکھ بھال کرتے تھے اور اس میں پانی وغیرہ دیتے تھے اور کھجوروں کو درختوں سے اتارتے تھے' تو نبی ﷺ نے ان عاملین کے معاوضہ کا ذکر فرمایا اور نبی ﷺ کے باغات کی دیکھ بھال کرنا سب مسلمانوں کا فریضہ تھا۔ تو جن عاملین نے اس کام کو اپنے ذمہ لے لیا' انہوں نے باقی مسلمانوں سے اس مشقت کو ساقط کر دیا اور نبی ﷺ نے ان عاملین کی مشقت کے معاوضہ کا استحقاق بیان فرمایا کہ میرے عاملین کی مشقت کے معاوضہ کے بعد جو ترکہ باقی ہوگا' وہ صدقہ ہے' یعنی آپ کے ترکہ سے عاملین کو ان کی مشقت کا معاوضہ ضرور دیا جائے گا۔ اسی طرح نمازوں کے لیے اذان دینا اور دینی کتابوں کی تعلیم دینا ہر مسلمان پر فرضِ کفایہ ہے اور جو مؤذن اذان دیتے ہیں اور جو معلم دینی کتابیں پڑھاتے ہیں' ان کے اس عمل کی وجہ سے باقی مسلمانوں سے اذان دینے اور دینی کتابیں پڑھانے کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے تو ان کو بھی اس مشقت کا اسی طرح معاوضہ دینا چاہیے جس طرح نبی ﷺ کے باغات کے عاملین کے معاوضہ کا نبی ﷺ نے ذکر فرمایا ہے کیونکہ تمام مسلمانوں پر نبی ﷺ کے باغات میں عمل کرنا فرض تھا اور ان عاملین کے عمل کرنے سے یہ فرض باقی مسلمانوں سے ساقط ہو گیا تو جس طرح ان عاملین کی مشقت کا معاوضہ رسول اللہ ﷺ نے عطاء فرمایا ہے' اسی طرح مؤذنین اور معلمین کی مشقت کا معاوضہ مسلمانوں کو ادا کرنا چاہیے کیونکہ اگر وہ یہ کام نہ کرتے تو دوسرے مسلمانوں پر یہ کام فرض ہوتا' اور مؤذنین اور معلمین اس وقت میں کوئی اور کام کر کے اپنے لیے کسبِ معاش کر سکتے تھے۔

اور علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص نبی ﷺ کے بعد آپ کے معاملات کا والی ہوگا' اس پر نبی ﷺ نے یہ لازم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مالِ فئی عطا کیا تھا' اس مال سے آپ کا خلیفہ ان عاملین کی مشقت کا معاوضہ ادا کرے۔ پس ظاہر ہو گیا کہ جو شخص بھی مسلمانوں کے اُمور کا متولی اور منتظم ہو' اس کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے بیت المال سے علماء' قضاۃ (ججز)' ائمہ اور خطباء کو ان کی خدمات کا معاوضہ دے۔

تجارت' ملازمت' کاشت کاری اور باغبانی کے ذریعے مال حاصل کرنے کا جواز

حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث سے یہ دلیل کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کے لیے مباح کر دیا ہے کہ وہ اپنی روزی کے حصول کے لیے اور اپنے اہل وعیال کی روزی کے حصول کے لیے اور مصائب اور آفات کے ضرر سے بچنے کے لیے مال کو جمع کریں اور زمینوں میں کاشت کاری کریں اور باغات لگائیں کیونکہ نبی ﷺ اپنے اہل وعیال کی ایک سال کی ضروریات کے لیے مال جمع کرتے تھے اور اپنی ضروریات اور عاملین کی مشقت کے معاوضہ کے بعد جو مال بچتا تھا' اس کو صدقہ قرار دیتے تھے اور اس کو اسلام کی قوت اور جہاد کی تیاری میں خرچ کرتے تھے۔

اغنیاء کا فقراء سے افضل ہونا

نبی ﷺ نے جس طرح مال کو حاصل کیا اور اس کو مستقبل کی ضروریات کے لیے جمع کیا اور اس سے اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے اپنی ضروریات کے بیان کرنے سے محفوظ رکھا' اس سے معلوم ہوا کہ فقر اور فاقہ سے غنا افضل ہے اور سنت یہ ہے کہ انسان اتنا

مال حاصل کرے کہ وہ اپنی ضروریات میں دوسروں کا دست نگر نہ رہے اور اگر فقر اور فاقہ افضل ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اموالِ بنونضیر اور فدک کے اموال سے فے حاصل نہ کرتے اور اموالِ غنیمت کو اپنے اصحاب میں تقسیم نہ فرماتے' اس لیے ان لوگوں کا قول فاسد ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ ایک دن اور ایک رات کے گزارہ کے خرچ سے زیادہ مال حاصل کرنا جائز نہیں ہے اور جو یہ کہتے ہیں کہ جس نے اپنے رات کے کھانے اور صبح کے ناشتہ کے لیے کچھ بچا کر رکھا' اس نے اپنے رب پر توکل نہیں کیا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّد المتوکلین ہیں اور آپ نے مال حاصل بھی کیا اور مال کے حصول کے لیے زمینوں پر باغات لگوائے' کاشت کاری کرائی اور ایک سال کی ضروریات کے لیے مال کو جمع بھی کیا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۶۹۔ ۲۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مال و دولت بنانے کی ممانعت اور اس کا محمل

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض احادیث میں جائیداد بنانے' زمین میں کاشت کاری کرنے اور حصولِ معاش کے لیے کوئی کسب کرنے کی ممانعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمین داری اور پیشوں کو نہ اپناؤ' ورنہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔ (مسند الحمیدی: ۱۲۲' المستدرک ج ۴ ص ۳۲۴' سنن ترمذی: ۲۳۲۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۴۱' صحیح ابن حبان: ۷۱۰' تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۸' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۷)

اس اعتراض کا اوّلاً جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے' علامہ شعیب الارنؤوط لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں ایک راوی المغیرہ بن سعد الاخرم ہے' سوا ابن حبان اور العجلی کے اور کسی نے اس کی توثیق نہیں کی اور اس کے والد سعد بن الاخرم کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے' امام بخاری اور ابو حاتم نے اس کا ذکر تابعین میں کیا ہے اور ان کے بیٹے المغیرہ کے سوا اور کسی نے ان سے روایت نہیں کی۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۱۹) اس کے باوجود امام ترمذی نے کہا: اس کی سند حسن ہے' اور حاکم نے کہا: اس کی سند صحیح ہے' اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے اور ابن عطیہ کے سوا اس کی سند کے باقی رجال شیخین کے رجال ہیں اور ابن عطیہ بھی ثقہ راوی ہے۔ (حاشیہ مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۵۷۹۔ ج ۶ ص ۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر حدیث صحیح ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ زمین داری اور کسب معاش میں توسیع اختیار کرنا اور دنیا کمانے کی طرف بالکلیہ متوجہ ہو جانا ممنوع ہے' حتیٰ کہ فرائض اور واجبات کو ترک کرنا جیسا کہ اکثر دنیا دار کرتے ہیں یا فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں سستی کرنا' اور دولت کمانے کی خاطر ہر ناجائز حد کو پار کر جانا' کاروبار کے فروغ کے لیے رشوت دینا' یا سودی بینکوں میں ملازمتیں کرنا' سینما ہاؤسز اور میوزک سنٹرز میں کام کرنا' غرض دولت کمانے کے لیے انسان غیر شرعی طریقے اختیار کرے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے' ورنہ اگر وہ کوئی جائز پیشہ اختیار کر کے دولت کمائے یا زمین میں زراعت یا باغ بانی کرے یا تجارت کرے تو یہ ممنوع نہیں ہے' تاکہ وہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضرورتیں پوری کر سکے' اپنے والدین کی خدمت کر سکے اور اس کو دُکھ' بیماری اور آفات و بلیات میں کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا نہ پڑے تو اس طریقہ سے دولت کمانا ممنوع نہیں ہے' بلکہ اس طریقہ سے مال کے حصول پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برانگیختہ کیا ہے اور اس کی فضیلت میں متعدد احادیث صحیحہ وارد ہیں۔

مال جمع کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور ان کا محمل

اسی طرح بعض احادیث میں مال کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس پر عذاب کی وعید ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس تھوڑی سی کھجوریں تھیں' آپ نے پوچھا:

یہ کیسی کھجوریں ہیں' میں نے کہا کہ ہم نے ان کھجوروں کو سردیوں کے لیے جمع کیا ہے' آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ یہ کھجوریں تمہارے لیے دوزخ کا دھواں بن جائیں' اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! ہم کو کھلاؤ' پھر میں نے چند مٹھیاں بھر کر آپ کو دیں' آپ نے فرمایا: اے بلال! اور دو' پس میں نے تین اور دیں' تو میں نے کہا کہ اب میرے پاس اور کھجوریں نہیں بچیں سوا ان کھجوروں کے جن کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ذخیرہ کر کے رکھا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲۶) حافظ نورالدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ پہلی حدیث میں محمد بن الحسن بن زبالہ ایک راوی ہے اور دوسری حدیث میں طلحہ بن زید القریشی ایک راوی ہے اور یہ دونوں راوی ضعیف ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بلال کے پاس گئے اور ان کے پاس کھجوروں کا ڈھیر تھا' آپ نے پوچھا: اے بلال! یہ کیسا ڈھیر ہے؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے ان کھجوروں کو آپ کے لیے اور آپ کے مہمانوں کے لیے ذخیرہ کیا ہے' آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ تمہارے لیے دوزخ کی آگ کے بخارات جوش مار رہے ہوں' اے بلال! خرچ کرو اور عرش والے کے تنگی کرنے سے نہ ڈرو۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۳۰۰' مسند البزار: ۳۶۵۳) حافظ الہیثمی نے کہا ہے: اس حدیث کی سند میں قیس بن الربیع ایک راوی ہے' جس کی شعبہ نے اور ثوری نے توثیق کی ہے اور اس پر جرح بھی ہے اور اس کے باقی رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی عیادت کی' انہوں نے آپ کے لیے کھجوروں کا ایک ڈھیر نکالا تو آپ نے فرمایا: اے بلال! یہ کیسا ڈھیر ہے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے آپ کے لیے یہ کھجوریں ذخیرہ کی ہیں' آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ دوزخ میں یہ کھجوریں تمہارے لیے بخار بن جائیں' اے بلال! خرچ کرو اور عرش والے کے تنگی کرنے سے ڈرو۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۲۵۔۱۰۲۶' مسند البزار: ۳۶۵۴۔۳۶۵۵' مسند ابو یعلیٰ: ۶۰۴۰)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند میں ایک راوی مبارک بن فضالہ ہے اور وہ ثقہ ہے اور اس پر جرح بھی ہے' اور اس کے باقی رجال حدیث صحیح کے رجال ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲۶)

ان احادیث کا محمل یہ ہے کہ جب دوسرے مسلمانوں کے پاس رزق کی تنگی ہو اور اس وقت اصحابِ ثروت اپنے پاس کھانے پینے کی چیزیں جمع کریں اور ضرورت مند لوگوں کو نہ دیں تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعید فرمائی ہے اور آپ نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کے پاس کھانے پینے کی جو زائد چیزیں ہیں' ان کو جمع نہ کریں اور ضرورت مندوں کو اس میں سے دیں اور جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر کشادگی کر دے اور سب لوگ خوش حال ہوں تو پھر ان کے لیے مستقبل کی ضروریات کی وجہ سے مال کو ذخیرہ کرنا جائز ہے' جب کہ وہ اس میں سے اللہ کا حق ادا کرتے رہیں۔

٣٠٩٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا فِيْ بَيْتِيْ مِنْ شَيْءٍ يَّاْكُلُهُ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَطْرُ شَعِيْرٍ فِيْ رَفٍّ لِّيْ فَاَكَلْتُ مِنْهُ حَتّٰى طَالَ عَلَيَّ فَكِلْتُهُ فَفَنِيَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس وقت وفات ہوئی' اس وقت میرے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کو

کوئی جگر والا کھا سکتا' صرف تھوڑے سے جَو تھے جو میری الماری میں رکھے ہوئے تھے' پس میں اسے کھاتی رہی حتیٰ کہ مجھ پر بہت دن گزر گئے' حتیٰ کہ میں نے ان کو ماپا' پس وہ ختم ہو گئے۔

وَفِيهِ اَنَّ الْبَرَكَةَ اَكْثَرُ مَا يَكُوْنُ فِي الْمَجْهُوْلَاتِ وَالْمُبْهَمَاتِ. [طرف الحدیث:۶۴۵۱] (صحیح مسلم:۲۹۷۳' الرقم المسلسل:۷۳۴۵' سنن ابن ماجہ:۳۳۴۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زیادہ تر برکت مجہول اور مبہم چیز میں ہوتی ہے۔

اس حدیث کے باب کا عنوان تھا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا خرچ' اور یہ حدیث اس باب کے اس طرح مناسب ہے کہ اس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ جَو تھے' جن سے وہ کھاتی تھیں۔

جگر والے اور ''الرف'' کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ لفظ ہے: جگر والا۔ اس سے مراد ہے: حیوان یا انسان۔

اس حدیث میں مذکور ہے: تھوڑے سے جَو۔ قاضی عیاض نے کہا: اس سے مراد ہے: نصف وسق' یعنی دو کلو' اور اس حدیث میں لفظ ہے: ''رف'' اس سے مراد ہے: ایسی چیز جو طاق کے مشابہ ہو۔ ابن اثیر نے کہا ہے: ''الرف'' کا معنی ہے: زمین کے اوپر دیوار کے پہلو میں لکڑی کا کوئی ظرف بنایا جائے جس میں چیزیں رکھی جائیں' اس کو ''رف'' کہتے ہیں' اس کی جمع ''رفوف'' اور ''رفاف'' ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

کسی چیز کی مقدار معلوم کرنے سے اس کی برکت کا ختم ہو جانا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جَو کی مقدار کو معلوم نہیں کیا تھا اور اس کو ماپا نہیں تھا تو اس وقت تک وہ چلتے رہے اور جب ان کی پیمائش کی تو وہ ختم ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب تک کسی چیز کی مقدار معلوم نہ کی جائے' اس وقت تک اس میں برکت رہتی ہے اور چونکہ وہ تھوڑے سے جَو تھے تو حضرت عائشہ ان کے بارے میں سوچتی رہتی تھیں' اس لیے انہوں نے ایک دن ان کو ماپ لیا اور ان کی مقدار معلوم کر لی کہ وہ نصف صاع ہیں' تو ان کی برکت جاتی رہی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ جتنی مقدار نکالتی ہوں' اس کی پیمائش کرتی ہوں تاکہ جتنی ان کو ضرورت ہو اتنا خرچ ہو' پھر جب وہ زیادہ خرچ ہو گئے تو انہوں نے ان کی پیمائش کر لی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس چیز کی مقدار مجہول ہو' اس میں برکت رہتی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۷۰' مطبوعہ ۱۴۲۴ھ)

۳۰۹۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا سِلَاحَهٗ وَبَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَاَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا مجھے ابو اسحٰق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ میں صرف

ہتھیار تھے اور ایک سفید خچر تھا اور ایک زمین تھی' ان چیزوں کو آپ نے بہ طور صدقہ چھوڑا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۳۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور ایک زمین چھوڑی تھی' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کا خرچ آپ کی وفات کے بعد بنو نضیر اور فدک کی زمینوں سے کیا جاتا تھا جو آپ کو بہ طور فئے حاصل ہوئی تھیں۔

٤ - بَابُ مَا جَاءَ فِيْ بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا نُسِبَ مِنَ الْبُيُوْتِ اِلَيْهِنَّ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے گھروں کے متعلق اور جو گھروں کی طرف منسوب ہیں' ان کے متعلق

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ (الاحزاب: ۳۳) وَ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ﴾ (الاحزاب: ۵۳)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ (الاحزاب: ۳۳) اور نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک تمہیں بلایا نہ جائے۔ (الاحزاب: ۵۳)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے ان دونوں آیتوں کا ایک ایک قطعہ ذکر کیا ہے' ہم پوری آیتیں ذکر کر رہے ہیں:

پہلی آیت اس طرح ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ (الاحزاب: ۳۳)

(اے نبی کی بیویو!) اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پرانی جاہلیت کی طرح بے پردہ نہ ہو اور نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو۔

اس آیت میں جو فرمایا ہے: پرانی جاہلیت کی طرح۔ اس سے مراد ہے: اپنی زینت کو ظاہر کرتے ہوئے اور مردوں کے سامنے اپنے محاسن اور بناؤ سنگھار کو ظاہر کرتے ہوئے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ زمانۂ جاہلیت سے مراد سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کا زمانہ ہے' اور ابوالعالیہ نے کہا کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے' اور شعبی نے کہا: جاہلیت اولیٰ وہ زمانہ ہے جس میں ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اس زمانہ میں عورت ایسا دوپٹہ اوڑھتی تھی جس میں موتی جڑے ہوئے ہوتے تھے' وہ اس دوپٹہ کو اوڑھ کر بازاروں میں چلتی تھی اور اس دوپٹہ کے علاوہ اس کے اوپر اور کوئی چیز نہیں ہوتی تھی اور وہ اپنے آپ کو مردوں کے اوپر پیش کرتی تھی اور یہ نمرود کے دور کا واقعہ ہے اور اس زمانہ میں تمام لوگ کافر تھے۔

اور دوسری آیت حسب ذیل ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ. (الاحزاب: ۵۳)

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو' جب تک تمہیں کھانے کے لیے نہ بلایا جائے' (پہلے سے آ کر) کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو۔

اس آیت میں حجاب کا قصہ ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ بغیر اجازت کے نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو اور جب داخل ہو تو کھانا پکنے

کا انتظار نہ کرتے رہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں اور کھانا کھانے کے بعد منتشر نہیں ہوئے' آپس میں باتیں کرتے رہے اور ان کے اتنی دیر بیٹھنے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی۔

٣٠٩٩ - حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰى وَ مُحَمَّدٌ قَالَا اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَّيُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَاْذَنَ اَزْوَاجَهٗ اَنْ يُّمَرَّضَ فِيْ بَيْتِيْ فَاَذِنَّ لَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ اور محمد نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی کہ ہمیں معمر اور یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے تو آپ نے اپنی ازواج سے یہ اجازت طلب کی کہ آپ میرے گھر میں بیماری کے ایام گزاریں تو انہوں نے اس کی اجازت دے دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۸ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مناسبت ہے کہ اس باب کا عنوان تھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے گھر' اور اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر کی نسبت اپنی طرف کی ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رہتی تھیں۔

٣١٠٠ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ وَفِيْ نَوْبَتِيْ وَبَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ وَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيْقِيْ وَرِيْقِهٖ قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بِسِوَاكٍ فَضَعُفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ فَاَخَذْتُهٗ فَمَضَغْتُهٗ ثُمَّ سَنَنْتُهٗ بِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی' (انہوں نے کہا:) میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں اور میری باری میں اور میرے پھیپھڑے اور میرے سینہ کے بالائی حصہ کے درمیان وفات پائی اور اللہ نے میرے اور آپ کے لعابِ دہن کو جمع فرما دیا۔ حضرت عبدالرحمن مسواک لے کر آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس مسواک کو کرنے سے ضعف تھا تو میں نے اس مسواک کو لے کر چبایا' پھر اس مسواک کو آپ کے دانتوں پر ملا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۰ میں گزر چکی ہے۔

''نوبت' نحر'' اور ''سحر'' کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میری باری میں' یعنی ازواجِ مطہرات کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم باری باری جاتے تھے تو آپ کے بیمار ہونے سے پہلے جو میری باری کا دن تھا' اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے' نیز اس حدیث میں ''نحر'' کا لفظ ہے' ''نحر'' کا

معنیٰ جسم کا وہ حصہ ہے جہاں پر نحر کیا جاتا ہے یعنی سینہ کا بالائی حصہ اور اس میں ''سحر'' کا لفظ ہے اس سے مراد جسم کا وہ حصہ ہے جہاں پر پھیپھڑے ہوتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۱۰۱ - **حَدَّثَنَا** سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ اَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُوْرُهُ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ فَقَامَ مَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ قَرِيْبًا مِّنْ بَابِ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهِمَا رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَفَذَا فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رِسْلِكُمَا قَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الْاِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ وَاِنِّي خَشِيْتُ اَنْ يَّقْذِفَ فِي قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن خالد نے حدیث بیان کی از علی بن حسین کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنے آئیں اس وقت آپ رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں معتکف تھے پھر وہ جانے کے لیے کھڑی ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوئے تو جب آپ مسجد کے دروازے کے قریب پہنچے جہاں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا دروازہ تھا تو دو انصار کے مرد وہاں سے گزرے پس ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا پھر وہ آگے جانے لگے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے کہا کہ تم دونوں ٹھہر جاؤ (یہ صفیہ بنت حُیی ہیں) ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یا رسول اللہ! اور ان پر یہ بات گراں گزری تھی آپ نے فرمایا: بے شک شیطان انسان کے خون کی جگہوں میں پہنچ جاتا ہے اور مجھے یہ خوف ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی بدگمانی ڈال دے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۳۵ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن دونوں سے جو فرمایا تھا کہ تم ٹھہرو حتیٰ کہ تم دونوں یہ جان لو کہ میرے ساتھ صفیہ بنت حُیی ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ تھیں یہ اس لیے تھا تا کہ ان کے دل میں آپ کے متعلق کوئی بدگمانی نہ آئے۔

۳۱۰۲ - **حَدَّثَنَا** اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حِبَّانَ عَنْ وَّاسِعِ بْنِ حِبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِرْتَقَيْتُ فَوْقَ بَيْتِ حَفْصَةَ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي حَاجَتَهُ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از محمد بن یحییٰ بن حبان از واسع بن حبان از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کر رہے تھے آپ کی پیٹھ قبلہ کی طرف تھی اور منہ شام کی طرف تھا (یعنی بیت المقدس کی طرف تھا)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۵ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ ان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے گھروں کا ذکر ہے۔
پہلی حدیث میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے دروازے کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا ذکر ہے۔

۳۱۰۳ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از ہشام از والدخود روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے' حالانکہ ابھی سورج ان کے حجرے سے نہیں نکلا ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۲۲ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا ذکر ہے جو کہ ان کا گھر تھا۔

۳۱۰۴ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا فَأَشَارَ نَحْوَ مَسْكَنِ عَائِشَةَ فَقَالَ هُنَا الْفِتْنَةُ ثَلَاثًا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' پس آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسکن کی طرف اشارہ کیا' پھر تین مرتبہ فرمایا: یہاں فتنہ ہے' اور یہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

[اطراف الحدیث: ۳۲۷۹-۳۵۱۱-۵۲۹۶-۷۰۹۲-۷۰۹۳] [صحیح مسلم: ۲۹۰۵' الرقم المسلسل: ۷۱۸۶' مسند ابویعلیٰ: ۵۴۴۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۴۱۰- ج ۹ ص ۳-۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث باب کے مطابق نہیں ہے اور ازواجِ مطہرات اپنے حجروں کی مالک تھیں یا نہیں؟ اس بارے میں دو قول اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس جگہ پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں' کیونکہ امام بخاری کی مراد ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر اور اس حدیث میں مسکن عائشہ کا ذکر ہے اور مسکن کو یہ لازم نہیں ہے کہ جو اس میں رہتا ہو' وہ اس کا گھر ہو' کیونکہ ہوسکتا ہے وہ اس کا عاریۃً مسکن ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اس کا کرایہ دیتا ہو' تو مسکن کو یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اس گھر کا مالک ہو' اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ علماء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو زوجہ بھی اس مسکن میں رہتی تھیں' وہ آپ کی حیات میں بھی اس گھر میں رہتی تھیں اور اس کی مالک تھیں اور آپ کی وفات کے بعد بھی اس گھر میں رہتی تھیں اور اس کی مالک تھیں' اور اگر وہ اس گھر کی مالک نہ ہوتیں تو ازواجِ مطہرات کے گھر بھی آپ کے ترکہ اور میراث میں داخل ہوتے' اور اس کی قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدتنا فاطمہ علیہا السلام جنہوں نے آپ کی میراث کو طلب کیا تھا' انہوں نے آپ کی ازواج کے گھروں کا مطالبہ نہیں کیا اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جو ازواج ان گھروں میں رہتی تھیں وہ ان گھروں کی مالک تھیں' آپ کی حیات میں بھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی' لہٰذا اس قرینہ سے معلوم ہوگیا کہ مسکن عائشہ سے مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر ہے' اور

دوسرے علماء نے کہا ہے کہ ازواج کو ان ہی مسکنوں میں رہنے دیا گیا جن مسکنوں میں وہ نبی ﷺ کی حیات میں رہتی تھیں کیونکہ جو چیزیں نبی ﷺ کی حیات میں آپ کے قبضہ میں تھیں' ان میں آپ کی ازواج آپ کے ترکہ کے صدقہ سے مستثنیٰ تھیں جس طرح ان کا خرچ مستثنیٰ تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ کی ازواج نے اپنی وفات کے بعد کسی کو ان مسکنوں کا وارث نہیں بنایا اور نہ ان کے ورثاء نے ان مسکنوں کو طلب کیا' پھر جب وہ اللہ کے پاس چلی گئیں تو ان کے مساکن کو مسجد نبوی میں شامل کر لیا گیا۔

نبی ﷺ نے حضرت عائشہ کے مسکن کی طرف اشارہ کر کے کہا: اس جانب فتنہ ہوگا' اس سے آپ کی مراد تھی کہ مشرق کی جانب میں فتنہ ہوگا اور وہ عراق ہے اور عراق میں ہی فتنہ بھڑکنے کی جگہ تھی۔ اس حدیث میں ''قرن الشیطان'' کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: شیطان کے سر کی ایک جانب' وہ اس وقت میں اپنے سر کو مشرق کی جانب کر دیتا ہے تو جو کفار سورج کو سجدہ کرتے ہیں وہ گویا شیطان کو سجدہ کرتے ہیں' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''قرن الشیطان'' کا معنی ہے: اس کے متبعین' اس کے محبین اور اس کا گروہ' اور اس لفظ کو ''قرن الشمس'' بھی پڑھا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

مذکور الصدر دو قولوں کی مزید وضاحت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہم نے جو بھی چھوڑا وہ صدقہ ہے' تو پھر ازواجِ مطہرات آپ کی وفات کے بعد اپنے مساکن اور حجروں میں کیوں رہتی رہیں اور جب کہ وہ ان مساکن اور حجروں کی وارث نہیں تھیں تو ان کو نکالا کیوں نہیں گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی حیات میں ازواجِ مطہرات کو ان حجروں کا مالک بنا دیا تھا اور آپ کی وفات کے بعد بھی وہ اس ملکیت کے سبب سے ان میں رہتی رہیں' اور اگر ان کو یہ حجرے آپ کی وراثت سے ملے ہوتے تو ان کو صرف آٹھواں حصہ دیا جاتا' کیونکہ اگر شوہر کی اولاد ہو تو اس کی بیویوں کو شوہر کے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ دیا جاتا ہے' پھر اس آٹھویں حصہ میں تمام ازواج مشترک ہوتیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ. (الاحزاب: ۳۳) اور اے نبی کی ازواج! آپ اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان گھروں کی ازواج کی طرف نسبت کی ہے تا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کوئی ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالے' اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ازواجِ مطہرات کو ان کے ان حجروں میں رہنے دیا گیا جن میں وہ نبی ﷺ کی حیات میں رہتی تھیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو املاک نبی ﷺ کی حیات میں آپ کے قبضہ میں تھیں' ان املاک سے آپ نے ازواجِ مطہرات کو مستثنیٰ رکھا ہے جیسا کہ آپ نے ان کے خرچ کو مستثنیٰ رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے اپنی ازواج کے خرچ اور اپنے عاملین کی مشقت کے معاوضہ کے بعد جو کچھ چھوڑا ہے' وہ صدقہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ازواج کو ان حجروں میں رہنے کا حق تھا لیکن وہ ان کی مالک نہیں تھیں' کیونکہ اگر وہ ان حجروں کی مالک ہوتیں تو ان کی وفات کے بعد ان کے ورثاء ان حجروں کے مالک ہو جاتے' حالانکہ ان کی وفات کے بعد ان حجروں کو مسجد نبوی میں شامل کر دیا گیا۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

۳۱۰۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ ابْنَةِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن ابی بکر از عمرہ بنت عبدالرحمٰن' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت

اَخْبَرَتْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهَا وَاَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ اِنْسَانٍ يَّسْتَاْذِنُ فِيْ بَيْتِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ يَّسْتَاْذِنُ فِيْ بَيْتِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرَاهُ فُلَانًا لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَاَنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ.

عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے پاس تھیں اور انہوں نے کسی انسان کی آواز سنی جو حضرت حفصہ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کر رہا تھا' حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: پس میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ مرد آپ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کر رہا ہے' آپ نے فرمایا: میں یہ گمان کرتا ہوں کہ یہ فلاں شخص ہے جو حفصہ کا رضاعی چچا ہے' اور رضاعت ان چیزوں کو حرام کر دیتی ہے جن چیزوں کو ولادت حرام کر دیتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۴۶ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا ذکر ہے۔

۵ - بَابُ مَا ذُكِرَ مِنْ دِرْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عَصَاهُ وَسَيْفِهٖ وَقَدَحِهٖ وَخَاتَمِهٖ وَمَا اسْتَعْمَلَ الْخُلَفَاءُ بَعْدَهٗ مِنْ ذٰلِكَ مِمَّا لَمْ يُذْكَرْ قِسْمَتُهٗ وَمِنْ شَعَرِهٖ وَنَعْلِهٖ وَ اٰنِيَتِهٖ مِمَّا يَتَبَرَّكُ اَصْحَابُهٗ وَغَيْرُهُمْ بَعْدَ وَفَاتِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زرہ اور آپ کے عصا اور آپ کی تلوار اور آپ کے پیالہ اور آپ کی انگوٹھی کے متعلق جو ذکر کیا گیا ہے اور ان میں سے جن چیزوں کو خلفاء نے آپ کے بعد استعمال کیا' اور آپ کے بال اور آپ کی نعلین اور آپ کے برتنوں میں سے جن کی تقسیم کا ذکر نہیں کیا گیا اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے اصحاب اور دوسروں نے جن چیزوں کو بہ طور تبرک حاصل کیا

اس باب میں امام بخاری نے چھ حدیثیں ذکر کی ہیں: (۱) تلوار کے ذکر میں (۲) نعلین کے ذکر میں (۳) دبیز چادر کے ذکر میں (۴) پیالہ کے ذکر میں (۵) انگوٹھی کے ذکر میں (۶) صدقہ کے ذکر میں۔

اور امام بخاری نے یہاں پر زرہ اور عصا کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ بال کا ذکر کیا ہے اور نہ برتن کا ذکر کیا ہے۔

زرہ کا ذکر صحیح البخاری: ۲۵۰۸ میں ہے اور عصا کا ذکر صحیح البخاری: ۱۳۶۲ میں ہے' بال کا ذکر صحیح البخاری: ۱۷۱ میں ہے اور برتن کا ذکر صحیح البخاری: ۱۹۵ میں ہے۔

۳۱۰۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ ثُمَامَةَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَمَّا اسْتُخْلِفَ بَعَثَهٗ اِلَى الْبَحْرَيْنِ وَكَتَبَ لَهٗ هٰذَا الْكِتَابَ وَخَتَمَهٗ وَكَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلٰثَةَ اَسْطُرٍ مُّحَمَّدٌ سَطْرٌ وَّرَسُوْلٌ سَطْرٌ وَّاللّٰهُ سَطْرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ انصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ثمامہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے حضرت انس کو بحرین کی طرف بھیجا اور ان کو یہ مکتوب لکھ کر دیا اور اس پر یہ مہر لگا دی اور آپ کی انگوٹھی میں تین سطریں تھیں' ایک سطر میں لکھا ہوا تھا: محمد' اور

دوسری سطر میں لکھا ہوا تھا: رسول' اور تیسری سطر میں لکھا ہوا تھا:
اللہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۴۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں آپ کی انگوٹھی کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں بحرین کا ذکر ہے' یہ بصرہ اور عمان کے درمیان مشہور شہر ہے' یہاں کے رہنے والوں نے نبی ﷺ سے صلح کر لی تھی' آپ نے حضرت العلاء بن الحضرمی کو اس شہر کا امیر بنایا تھا۔

۳۱۰۷ - **حَدَّثَنِیْ** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْاَسَدِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا عِیْسَی بْنُ طَهْمَانَ قَالَ اَخْرَجَ اِلَیْنَا اَنَسٌ نَعْلَیْنِ جَرْدَاوَیْنِ لَهُمَا قِبَالَانِ فَحَدَّثَنِیْ ثَابِتٌ الْبُنَانِیُّ بَعْدُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّهُمَا نَعْلَا النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۵۸۵۷-۵۸۵۸] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ الاسدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن طھمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے نعلین نکالیں جو ایسے چمڑے کی تھیں جن پر بال نہیں تھے' ان نعلین میں دو تسمے لگے ہوئے تھے' اس کے بعد ثابت البنانی نے مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی کہ یہ نبی ﷺ کی نعلین تھیں۔

اس حدیث میں ''جرداوین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ایسا چمڑا جس پر بال نہ ہوں' یعنی اس چمڑے کے اوپر سے بال صاف کر لیے گئے ہوں' اور اس میں ''قبالان'' کا لفظ ہے' یہ ''قبال'' کا تثنیہ ہے' اس کا معنی ہے: جوتی کا تسمہ۔

۳۱۰۸ - **حَدَّثَنِیْ** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ عَنْ حُمَیْدِ ابْنِ هِلَالٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَیْنَا عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا كِسَاءً مُّلَبَّدًا وَّقَالَتْ فِیْ هٰذَا نُزِعَ رُوْحُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَزَادَ سُلَیْمَانُ عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَیْنَا عَائِشَةُ اِزَارًا غَلِیْظًا مِّمَّا یُصْنَعُ بِالْیَمَنِ وَكِسَاءً مِّنْ هٰذِهِ الَّتِیْ تَدْعُوْنَهَا الْمُلَبَّدَةَ.

[طرف الحدیث: ۵۸۱۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از حمید بن ھلال از حضرت ابی بردہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے سامنے ایک پیوند لگی ہوئی اُونی چادر نکالی اور بتایا کہ یہ وہ چادر ہے جس میں نبی ﷺ کی روح قبض کی گئی تھی' اور سلیمان نے از حمید از ابی بردہ یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہماری طرف ایک دبیز تہ بند نکالا جو یمن میں بنایا گیا تھا اور ایک چادر نکالی جس کو تم پیوند لگی ہوئی کہہ رہے ہو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے دوسرے جز کے ساتھ بھی مطابقت ہو سکتی ہے' یعنی جس چیز کو آپ کے بعد خلفاء نے استعمال کیا ہو۔

۳۱۰۹ - **حَدَّثَنَا** عَبْدَانُ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ قَدَحَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ انْكَسَرَ فَاتَّخَذَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزۃ از عاصم از ابن سیرین از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کا پیالہ ٹوٹ گیا تو آپ نے ٹوٹی

مَكَانَ الشَّعْبِ سِلْسِلَةً مِّنْ فِضَّةٍ قَالَ عَاصِمٌ رَأَيْتُ الْقَدَحَ وَشَرِبْتُ فِيهِ. [طرف الحدیث:۵۶۳۸]

ہوئی جگہوں کو چاندی کی زنجیر سے جوڑ لیا۔ عاصم نے کہا: میں نے وہ پیالہ دیکھا ہے اور اس میں پیا ہے۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اس حدیث میں ''شعب'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کسی چیز میں ٹوٹ پھوٹ کا یا چٹخنے کا نشان ہو۔

۳۱۱۰- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي أَنَّ الْوَلِيدَ بْنَ كَثِيرٍ حَدَّثَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ الدُّؤَلِيِّ قَالَ حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ مِنْ عِنْدِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ مَقْتَلَ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ لَقِيَهُ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَقَالَ لَهُ هَلْ لَكَ إِلَيَّ مِنْ حَاجَةٍ تَأْمُرُنِي بِهَا فَقُلْتُ لَهُ لَا فَقَالَ لَهُ فَهَلْ أَنْتَ مُعْطِيَّ سَيْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَغْلِبَكَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ وَايْمُ اللَّهِ لَئِنْ أَعْطَيْتَنِيهِ لَا يُخْلَصُ إِلَيْهِمْ أَبَدًا حَتَّى تُبْلَغَ نَفْسِي إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ خَطَبَ ابْنَةَ أَبِي جَهْلٍ عَلَى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ فِي ذَلِكَ عَلَى مِنْبَرِهِ هَذَا وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مُحْتَلِمٌ فَقَالَ إِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّي وَأَنَا أَتَخَوَّفُ أَنْ تُفْتَنَ فِي دِينِهَا ثُمَّ ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ فَأَثْنَى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ إِيَّاهُ قَالَ حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي وَوَعَدَنِي فَوَفَى لِي وَإِنِّي لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلَالًا وَلَا أُحِلُّ حَرَامًا وَلَكِنْ وَاللَّهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللَّهِ أَبَدًا.

[طرف الحدیث:۵۲۳۰] (صحیح مسلم:۲۴۴۹، الرقم المسلسل: ۶۲۰۱، سنن ابوداؤد:۲۰۷۱، سنن ترمذی: ۳۸۹۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۹۸، السنن الکبریٰ: ۸۳۰۷، الآحاد والمثانی: ۲۹۵۵، شرح مشکل الآثار: ۴۹۸۳، صحیح ابن حبان: ۶۹۵۵، المعجم الکبیر: ۱۰۱۰۔ج ۲۲، حلیۃ الاولیاء ج ۲ص ۴۰، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۰۷، شرح السنۃ: ۴۳۵۸، مسند احمد

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن محمد الجرمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی کہ الولید بن کثیر نے ان کو حدیث بیان کی از محمد بن عمر بن حلحلۃ الدؤلی' انہوں نے کہا: ان کو ابن شہاب نے حدیث بیان کی کہ حضرت علی بن حسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی' انہوں نے بتایا کہ جب ہم حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد یزید بن معاویہ کے پاس سے مدینہ میں آئے تو ان سے حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ ملے' پس ان سے کہا: اگر آپ کو مجھ سے کوئی ضرورت ہو تو آپ مجھے حکم دیں' پس میں نے کہا: نہیں! پھر انہوں نے حضرت زین العابدین سے کہا: کیا آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار عطاء فرمائیں گے کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ یہ لوگ (بنوامیہ) آپ پر غالب آ کر آپ سے وہ تلوار لے لیں گے' اور اللہ کی قسم! اگر آپ نے مجھے وہ تلوار دے دی تو وہ اس کی طرف کبھی بھی نہیں پہنچ سکیں گے حتیٰ کہ میری جان تک پہنچ جائیں' بے شک حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا اور اس وقت حضرت فاطمہ علیہا السلام بھی ان کے نکاح میں تھیں' پس میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بارے میں منبر پر لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور میں اس وقت بالغ تھا' پس آپ نے فرمایا: بے شک فاطمہ مجھ سے ہے اور مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں وہ اپنے دین میں فتنہ میں مبتلا ہو جائے' پھر آپ نے اپنے اس داماد کا ذکر کیا جو بنوعبد شمس سے تھے' پھر ان کا آپ کے ساتھ جو مصاہرت کا رشتہ تھا' اس میں ان کی تحسین کی۔ آپ نے فرمایا: اس نے مجھ سے جب بات کی تو سچ بولا اور جب وعدہ کیا تو پورا کیا اور میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا

ہوں، لیکن اللہ کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک محل میں جمع نہیں ہوں گی۔

ج ۴ ص ۳۲۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۹۲۶۔ ج ۳۱ ص ۲۴۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

یہ حدیث، صحیح البخاری: ۹۲۶ میں گزر چکی ہے۔

یہ حدیث نعمۃ الباری ج ۲ ص ۷۸۴ میں مذکور ہے، لیکن وہاں اس حدیث میں صرف اتنا مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچھلے پہر نماز کے بعد کھڑے ہوئے، پھر آپ نے کلمہ شہادت پڑھا اور اللہ کی ایسی حمد کی جس کا وہ اہل ہے، پھر فرمایا: اما بعد!

اور یہاں صحیح البخاری: ۳۱۱۰ میں اس حدیث کا مکمل متن مذکور ہے، اس لیے یہاں پر اس کی مفصل شرح کی جا رہی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن محمد الجرمی الکوفی، ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف القرشی الزہری، ان کی کنیت ابویوسف ہے، یہ اصل میں مدنی تھے، پھر عراق چلے گئے (۳) سعد بن ابراہیم، یہ اپنے والد ابراہیم بن سعد سے اور ولید بن کثیر سے روایت کرتے ہیں، یہ المخزومی ہیں اور اہل مدینہ سے ہیں (۴) محمد بن عمرو بن حلحلہ الدؤلی (۵) علی بن حسین بن علی بن ابی طالب زین العابدین رضی اللہ عنہم۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر استعمال اشیاء میں سے صرف تلوار کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر استعمال اشیاء کا آپ کی وفات کے بعد کوئی مالک نہیں ہوا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر استعمال اشیاء میں سے آپ کی زرہ، آپ کا عصا، آپ کی تلوار، آپ کا پیالہ، آپ کی انگوٹھی اور آپ کی نعلین کا ذکر ہے، اور اس پر امت کا اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ان چیزوں کا کوئی بھی مالک نہیں ہوا، اور یہ اس کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو ارشاد ہے ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، اس سے امت نے یہ سمجھا کہ آپ کا یہ ارشاد تمام چیزوں میں عام ہے خواہ وہ چھوٹی ہوں یا بڑی ہوں اور یہ اجماع معصوم ہو گیا، کیونکہ جماعتِ صحابہ کی تاویل کو خطاء قرار دینا جائز نہیں، اور اس میں ان شیعہ کا ردّ ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے حضرت سیّدتنا فاطمہ علیہا السلام اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث سے محروم کر دیا۔

امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابواسحاق نے ابوجعفر سے پوچھا: یہ بتاؤ کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ عراق کے والی ہوئے تو انہوں نے ذوی القربیٰ کے حصے کس طرح دیئے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا: اللہ کی قسم! انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے طریقہ پر عمل کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں اور نعلین کو بہ طور تبرک رکھنا آپ کی خصوصیت تھی اور آپ کی استعمال شدہ باقی اشیاء میں آپ کی سنت پر عمل کرنا مقصود تھا

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ امام بخاری نے یہ تمام آثار اس باب میں اس لیے ذکر کیے ہیں تاکہ انگوٹھی رکھنے میں اور ضرورت کے موقع پر انگوٹھی سے مہر لگانے میں اور جنگوں میں تلوار اور زرہ رکھنے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل ہو۔ باقی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک کو جن صحابہ اور بعد کے مسلمانوں نے بہ طور تبرک اپنے پاس رکھا، یہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی، اور آپ کے علاوہ کسی

دوسرے شخص کا یہ مرتبہ نہیں تھا کہ اس کے بالوں کو بہ طور تبرک رکھا جائے۔ اسی طرح آپ کی نعلین مبارک کو اپنے پاس بہ طور تبرک کے رکھنا یہ بھی صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے اور کسی اور کا ہرگز یہ مرتبہ نہیں ہے کہ لوگ اس کے بالوں کو اور اس کی نعلین کو بہ طور تبرک اپنے پاس رکھیں۔

حضرت مسعود بن مخرمہ نے حضرت زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار مانگی تھی' انہوں نے بھی اس کو بہ طور تبرک رکھنے کا ارادہ کیا تھا' اور یہ تلوار پہلے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی' پھر جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو حضرت مسور نے ارادہ کیا کہ حضرت زین العابدین سے یہ تلوار لے لیں' کہیں بنو امیہ ان سے یہ تلوار چھین نہ لیں' پھر انہوں نے یہ قسم کھائی کہ اگر حضرت زین العابدین نے ان کو یہ تلوار عطاء کر دی تو بنو امیہ ان سے کبھی بھی وہ تلوار چھین نہ سکیں گے۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام کے اوپر کسی اور عورت کے ساتھ نکاح کو ناپسند کرنے کی وجہ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی حضرت فاطمہ علیہا السلام کے اوپر ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا اور ان کو نکاح کا پیغام دیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا اور لوگوں کو خطبہ میں یہ بتایا کہ جس چیز کو اللہ نے حلال کیا ہے' آپ اس کو حرام نہیں کر رہے' لیکن آپ کی صاحب زادی کی عزت اور حرمت اس سے بہت زیادہ ہے کہ ان کو اللہ کے دشمن کی بیٹی کی وجہ سے تکلیف پہنچے' اور آپ نے اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے قسم کھا کر فرمایا کہ رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک محل میں جمع نہیں ہوں گی۔ آپ کو یہ توقع تھی کہ اللہ آپ کی یہ قسم پوری کر دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی کھائی ہوئی قسم کو پورا کر دیتا ہے' جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بعض لوگوں کے بال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کو دروازوں سے بھگا دیا جاتا ہے' وہ اگر اللہ پر کسی کام کے کرنے کی قسم کھا لیں تو اللہ ان کو ان کی قسم میں سچا کر دیتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۲۲' الرقم المسلسل: ۶۵۷۷' صحیح مسلم: ۲۸۵۴' الرقم المسلسل: ۷۰۸۴)

اور جب عام مسلمانوں کا یہ مرتبہ ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ آپ کوئی قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس قسم میں سچا کر دے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ. اور (اے مسلمانو!) تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایذاء پہنچاؤ۔ (الاحزاب: ۵۳)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی کے متعلق فرمایا کہ جس سے ان کو ایذاء پہنچتی ہے' اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچتی ہے۔ سو کسی مؤمن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایسا کام کرے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچے۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے' جو چیز ان کو ایذاء پہنچاتی ہے' وہ مجھے ایذاء پہنچاتی ہے اور جو چیز ان کو پریشان کرتی ہے وہ مجھے پریشان کرتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۲۳۰' سنن ترمذی: ۳۸۶۹)

حدیث مذکور کے بعض مجمل جملوں کی تفصیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زین العابدین سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس تلوار کا سوال کیا تھا' ہوسکتا ہے کہ وہ تلوار حضرت

علی رضی اللہ عنہ کی آل کے پاس ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی حیات میں وہ تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطاء کر دی ہو پھر وہ تلوار حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ تک منتقل ہو گئی ہو اور ظاہر یہ ہے کہ یہ وہی تلوار ہے جو ذوالفقار تھی اور علامہ ابن جوزی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ ذوالفقار ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس رہی حتیٰ کہ آپ نے اپنی وفات سے پہلے وہ تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی پھر وہ تلوار حضرت علی کی آل کی طرف منتقل ہوئی اور حضرت علی کے پاس دس تلواریں تھیں ان میں سے ایک ذوالفقار تھی جو ان کو جنگِ بدر میں ملی تھی۔

حضرت مسور بن مخرمہ نے حضرت زین العابدین سے کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ بنوامیہ اپنے زور اور طاقت کے بل بوتے پر آپ سے یہ تلوار چھین لیں گے۔ حضرت مسور بن مخرمہ نے حضرت زین العابدین کے سامنے یہ واقعہ ذکر کیا کہ حضرت علی نے ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا تھا اس کی بیٹی کا نام جویریہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: فاطمہ مجھ سے ہے یعنی میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور فرمایا کہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ وہ اپنے دین میں کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائے گی۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ وہ غیرت کے سبب سے سوکن پر صبر نہیں کر سکیں گی۔ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے جس داماد کی تعریف کی ہے ان کا نام ابوالعاص بن الربیع تھا اور وہ آپ کی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہوں۔ اس کلام سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بتایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا مباح تھا لیکن آپ نے دو وجہوں سے حضرت علی کو اس سے نکاح کرنے سے منع فرمایا: ایک وجہ یہ تھی کہ اس نکاح سے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو ایذاء پہنچتی اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کی ایذاء سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایذاء پہنچتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نکاح سے حضرت فاطمہ علیہا السلام پر فتنہ کا خوف تھا کیونکہ وہ غیرت کی وجہ سے سوکن کے وجود پر صبر نہ کر سکتیں۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایذاء پہنچانا ہر حال میں اور ہر وجہ سے حرام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۷-۴۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس اشکال کا جواب کہ کیا حضرت فاطمہ علیہا السلام کی دل آزاری کی رعایت کرنا دل آزاری ہے؟

میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ غیر مسلم مستشرقین اور آزاد خیال مسلمان اس جگہ یہ اعتراض کریں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی صاحب زادی کی دل آزاری کا خیال رکھا کہ ان کے نکاح میں ہوتے ہوئے کسی دوسری عورت سے نکاح کرنے کو حرام کر دیا کہ اس سے آپ کی صاحب زادی کی دل آزاری ہوگی ان کو ایذاء پہنچے گی اور سوکن پر صبر نہ کرنے کی وجہ سے ہوسکتا ہے وہ اپنے دین میں کسی فتنہ سے دوچار ہو جائیں لیکن امتِ مسلمہ کی دوسری بیٹیوں کے لیے آپ نے یہ رعایت نہیں رکھی اور ان کی دل آزاری کا خیال نہیں فرمایا تو کیا اس سے اقرباپروری کی بو نہیں آتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی فعل بھی اللہ کی مرضی اور منشاء کے خلاف نہیں ہوتا اور نہ وحیِ الٰہی کے منافی ہوتا ہے قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ. (الاعراف: ۲۰۳) آپ کہیے: میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میرے رب کی طرف سے میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

اس کا معنی یہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کی حیات میں حضرت علی کو دوسرے نکاح سے جو منع فرمایا تھا تو آپ کا یہ منع فرمانا اپنی طرف سے نہیں تھا بلکہ اللہ کی وحی اور اس کے حکم کے مطابق تھا اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیّدنا محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسرے انبیاء پر بے شمار فضیلتیں اور خصوصیات عطاء فرمائی ہیں' اسی طرح آپ کی پیاری صاحب زادی سیدتنا فاطمہ زہراء علیہا السلام کو بھی متعدد خصوصیات عطاء فرمائی ہیں۔ مثلاً دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل سیّدہ فاطمہ کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد میں ہی رکھی ہے' اور دنیا میں سیّدہ فاطمہ علیہا السلام کو حیض اور نفاس سے پاک رکھا ہے اور آخرت میں جب ان کی سواری میدانِ محشر سے گزرے گی تو سب لوگوں کو حکم دیا جائے گا کہ سروں کو جھکا لو' نگاہوں کو پست کر لو' حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد کی سواری گزر جائے۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام کی فضیلت کے متعلق احادیث

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی پردے کی اوٹ سے یہ اعلان کرے گا کہ اے اہلِ محشر! اپنی نظریں جھکا لو' حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد گزر جائیں۔ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (المستدرک:۴۷۸۱۔ج۵' المعجم الکبیر:۱۸۰۔ج۱' المعجم الاوسط:۲۴۰۷)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتہ اپنے رب سے اجازت لے کر مجھے سلام کرنے آیا تھا اور مجھے یہ بشارت دینے کے لیے کہ حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ (السنن الکبریٰ للنسائی:۸۳۶۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک فاطمہ نے اپنی عفت کی حفاظت کی ہے تو اللہ نے ان کی اولاد کو دوزخ پر حرام کر دیا۔ (المستدرک:۴۷۷۹' مسند البزار:۱۶۵۱' المعجم الکبیر:۲۶۲۵' حلیۃ الاولیاء ج۴ ص۱۸۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی' اس میں آپ نے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہو' اور اس امت کی عورتوں کی سردار ہو اور مؤمنین کی عورتوں کی سردار ہو۔

(صحیح البخاری:۳۴۲۶' صحیح مسلم:۲۴۵۰' سنن ترمذی:۳۸۷۱' سنن ابوداؤد:۵۲۱۷' سنن ابن ماجہ:۱۶۲۰' المستدرک:۴۷۹۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا: تمہارے غضب کی وجہ سے اللہ غضب ناک ہوتا ہے اور تمہارے راضی ہونے کی وجہ سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ (المستدرک:۴۷۸۳' المعجم الکبیر:۱۸۲' مسند فاطمہ:۱۲۰)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی' حضرت فاطمہ' حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا: میں اس شخص سے جنگ کرنے والا ہوں جو ان سے جنگ کرے۔

(سنن ترمذی:۳۸۷۰' سنن ابن ماجہ:۱۴۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۲ ص۹۷' صحیح ابن حبان:۶۹۷۷' المعجم الکبیر:۲۶۱۹)

سو جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے اصحاب کو یہ خصوصیت عطا کی کہ بعد کا کوئی مسلمان کتنی ہی عبادت کر لے' وہ اس صحابی کا مرتبہ نہیں پا سکتا' جس نے ایمان کے ساتھ آپ کو دیکھا ہو اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہوا ہو' اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی ازواج کو یہ عزت اور خصوصیت عطاء کی ہے کہ کوئی خاتون کتنی ہی عابدہ' زاہدہ ہو وہ آپ کی ازواج کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتی' اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے اہل بیت کو یہ عزت وخصوصیت عطاء کی ہے کہ ان کی محبت کو امت پر واجب کر دیا اور ان پر صدقہ واجبہ کو حرام کر دیا اور ہر نماز میں ان پر صلوٰۃ بھیجنے اور ان پر برکت کی دعا کرنے کو مستحب کر دیا' اسی طرح سیدتنا فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو یہ عزت و خصوصیت عطاء کی ہے کہ ان کی حیات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر دوسری عورت کے نکاح کو حرام کر دیا۔

۳۱۱۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْقَةَ عَنْ مُنْذِرٍ عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ لَوْكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ذَاكِرًا عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ذَكَرَهُ يَوْمَ جَاءَهُ نَاسٌ فَشَكَوْا سُعَاةَ عُثْمَانَ فَقَالَ لِيْ عَلِيٌّ اِذْهَبْ اِلٰى عُثْمَانَ فَاَخْبِرْهُ اَنَّهَا صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمُرْ سُعَاتَكَ يَعْمَلُوْنَ فِيْهَا فَاَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ اَغْنِهَا عَنَّا فَاَتَيْتُ بِهَا عَلِيًّا فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ضَعْهَا حَيْثُ اَخَذْتَهَا.

[طرف الحدیث: ۳۱۱۲] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از محمد بن سوقہ از منذر از ابن الحنفیہ وہ بیان کرتے ہیں کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان کے متعلق نامناسب بات کرنے والے ہوتے تو اس دن وہ بات کرتے جس دن لوگ حضرت عثمان کے (زکوٰۃ کے) عاملین کی شکایت کر رہے تھے پس مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عثمان کے پاس جاؤ پس ان کو یہ خبر دو کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقات کے متعلق حکم نامہ ہے آپ اپنے عاملین کو حکم دیں کہ اس کے مطابق عمل کریں پس میں وہ حکم نامہ لے کر حضرت عثمان کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: ہم اس سے مستغنی ہیں (کیونکہ ہمارے پاس اس کی نقل موجود ہے) پھر میں حضرت علی کے پاس آیا اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی تو انہوں نے فرمایا: اس کو وہیں رکھ دو جہاں سے تم نے اس کو اٹھایا تھا۔

ملک کے سربراہ کی اگر کوئی ناگوار چیز معلوم ہو تو خیر خواہی سے اس کی اصلاح کرنی چاہیے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جب ریاست کے سربراہ کی طرف کوئی نامناسب بات منسوب کی جائے تو اس کے اصحاب پر یہ واجب ہے کہ وہ خیر خواہی کے جذبہ سے سربراہ کو اس کی خبر دیں اور صحیح طریقہ سے عمل کرنے کی اس کو خبر دیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ کیا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عاملین کے متعلق لوگوں نے جو شکایت کی تھی ہوسکتا ہے کہ وہ شکایت باطل ہو جیسا کہ لوگوں نے حضرت عمر سے حضرت سعد بن ابی وقاص کی شکایت کی تھی کہ وہ نماز درست نہیں پڑھاتے اور یہ شکایت غلط تھی اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۷۵۵ میں مذکور ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عاملوں سے بشری تقاضے سے کوئی خطاء ہوگئی ہو۔

حضرت عثمان نے حضرت علی کا صحیفہ قبول نہیں کیا اس کی توجیہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھیجا ہوا صحیفہ قبول نہیں کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھی اس کی مثل صحیفہ موجود تھا اور وہ اس سے ناواقف نہیں تھے اور اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ اس صحیفہ میں مندرج احکام سے ناواقف تھے پھر بھی انہوں نے اس صحیفہ کو مسترد کر دیا اور حضرت عثمان اس صحیفہ میں درج احکام کے مطابق اپنے عاملین کو ہدایت دے چکے تھے اس معنی کے سوا حضرت عثمان کے متعلق کوئی اور گمان کرنا جائز نہیں ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کوئی عالم سلطان کا کوئی ناپسندیدہ کام دیکھے تو اس کو بہت نرمی اور لطافت سے تنبیہ کرنی چاہیے۔

۳۱۱۲- قَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُوْقَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُنْذِرًا الثَّوْرِيَّ عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ اَرْسَلَنِيْ اَبِيْ خُذْ هٰذَا الْكِتَابَ فَاذْهَبْ بِهٖ

الحمیدی نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سوقہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے منذر الثوری سے سنا از ابن الحنفیہ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے میرے

اِلٰی عُثْمَانَ فَاِنَّ فِیْهِ اَمْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الصَّدَقَةِ.

والد نے بھیجا کہ یہ کتاب لو اور اس کو حضرت عثمان کے پاس لے کر جاؤ کیونکہ اس میں صدقہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۱۱ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ الدَّلِیْلِ عَلٰی اَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَسَاكِیْنِ وَاِیْثَارِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَ الصُّفَّةِ وَالْاَرَامِلَ حِیْنَ سَاَلَتْهُ فَاطِمَةُ وَشَكَتْ اِلَیْهِ الطَّحْنَ وَالرَّحٰی اَنْ یُّخْدِمَهَا مِنَ السَّبْیِ فَوَكَلَهَا اِلَی اللّٰهِ

اس پر دلیل کہ خمس' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروریات اور مساکین کے لیے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب صفہ اور بیواؤں کو حضرت فاطمہ پر ترجیح دی' جب انہوں نے چکی میں آٹا پیسنے کی مشقت بتا کر کہا کہ آپ قیدیوں میں سے ان کو کوئی خادم دے دیں تو آپ نے ان کے معاملہ کو اللہ کی طرف سونپ دیا

اس باب میں یہ دلیل ہے کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروریات پر خرچ کرنے کے لیے تھا' مثلاً آپ کو جو مہمات درپیش ہوتیں' کوئی مہمان آ جاتا یا کوئی سائل آ جاتا یا گھر کے خرچ کے لیے ضرورت ہوتی تو آپ اس میں سے خرچ کرتے' اس عنوان میں ''نوائب'' کا ذکر ہے جو ''نائبۃ'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: پیش آمدہ مسئلہ۔

اس عنوان میں اصحاب صفہ کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ فقراء اور مساکین ہیں جو مسجد کے چبوترے میں رہتے تھے اور انہوں نے حصول علم کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا تھا' اور اس عنوان میں ''ارامل'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: بیوہ عورتیں اور مسکین مردوں اور عورتوں پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سوال کیا تھا کہ چکی میں جو پیسنے سے ان کو مشقت ہوتی ہے' لہٰذا آپ کے پاس جو قیدی آتے ہیں' ان میں سے ان کو کوئی خادم دے دیا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معاملہ کو اللہ کی طرف سونپ دیا۔

٣١١٣ - حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِی الْحَكَمُ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ لَیْلٰی اَخْبَرَنَا عَلِیٌّ اَنَّ فَاطِمَةَ عَلَیْهَا السَّلَامُ اشْتَكَتْ مَا تَلْقٰی مِنَ الرَّحٰی مِمَّا تَطْحَنُ فَبَلَغَهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِسَبْیٍ فَاَتَتْهُ تَسْاَلُهٗ خَادِمًا فَلَمْ تُوَافِقْهُ فَذَكَرَتْ لِعَائِشَةَ فَجَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ عَائِشَةُ لَهٗ فَاَتَانَا وَقَدْ دَخَلْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا لِنَقُوْمَ فَقَالَ عَلٰی مَكَانِكُمَا حَتّٰی وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَیْهِ عَلٰی صَدْرِیْ فَقَالَ اَلَا اَدُلُّكُمَا عَلٰی خَیْرٍ مِّمَّا سَاَلْتُمَا اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا فَكَبِّرَا اللّٰهَ اَرْبَعًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بدل بن المحبر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے الحکم نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی لیلیٰ سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی' انہوں نے بتایا کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے شکایت کی کہ ان کو چکی میں (جو یا گندم پیسنے سے) مشقت ہوتی ہے' پھر حضرت فاطمہ کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں تو حضرت فاطمہ آپ کے پاس کسی خادم کا سوال کرنے کے لیے گئیں' پس آپ سے ملاقات نہیں ہوئی' تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر آئے تو حضرت عائشہ نے آپ سے

وَثَلَاثِيْنَ وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ فَاِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِمَّا سَاَلْتُمَاهُ.

[اطراف الحدیث: ۳۷۰۵-۵۳۶۱-۵۳۶۲-۶۳۱۸] (صحیح مسلم: ۲۷۲۷ الرقم المسلسل: ۶۸۰۹ سنن ابوداؤد: ۵۰۶۲)

اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس آئے جبکہ ہم اپنے بستروں میں داخل ہو گئے تھے ہم اُٹھنے لگے تو آپ نے فرمایا: تم دونوں اپنی جگہ پر رہو حتیٰ کہ میں نے آپ کے پیروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کی آپ نے فرمایا: کیا میں تم دونوں کو اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں جس کا تم نے سوال کیا ہے! جب تم دونوں اپنے بستروں پر جاؤ تو چونتیس مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہو اور تینتیس مرتبہ ''الحمد للہ'' کہو اور تینتیس مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہو تو تم دونوں نے جس چیز کا سوال کیا ہے یہ تسبیح اس سے زیادہ بہتر ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل صفہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ترجیح دی ایک اور سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اس طرح مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اہل الصفہ کو چھوڑ کر تم کو خادم نہیں دوں گا جو بھوکے رہتے ہیں اور میرے پاس ان پر خرچ کرنے کے لیے کچھ میسر نہیں ہے لیکن میں ان قیدیوں کو فروخت کر کے اس کی آمدنی کو ان کے اوپر خرچ کروں گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۹)

حدیث مذکور کی تفصیل اور اس حدیث کی سنن ابوداؤد میں روایت اور دیگر فوائد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت علی نے کہا: حتیٰ کہ میں نے آپ کے پیروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کی۔ حتیٰ سے پہلے عبارت اس طرح مقدر ہے: آپ ہمارے بستر میں داخل ہو گئے اور وہ سخت سردی کی رات تھی اور حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بستر میں داخل ہو چکے تھے اور حضرت فاطمہ نے اپنا سر لحاف میں داخل کر لیا تھا' حضرت علی نے کہا: حتیٰ کہ میں نے آپ کے پیروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کی۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث کی اس طرح روایت کی ہے: ام الحکم یا ضباعہ بنت الزبیر بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ قیدی حاصل کیے' پس میں اور میری بہن حضرت فاطمہ بنت محمد رسول اللہ کے پاس گئیں' پس ہم نے اپنے حال کی شکایت کی اور ہم نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ہمارے لیے کچھ قیدیوں کا حکم دیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پر بدر کے قیدیوں نے سبقت کر لی ہے' پھر آپ نے تسبیح کا قصہ ذکر کیا۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ تسبیح پڑھنا خادم سے کس طرح بہتر ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس ذکر سے آخرت میں ثواب ہوگا' اور خادم کی وجہ سے چکی پیسنے کی مشقت سے راحت ملے گی اور آخرت کا ثواب دنیا کی مشقت کی راحت کے مقابلہ میں بہت زیادہ بہتر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

خمس کی تقسیم میں مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی ترجیح

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ امام اپنے اجتہاد کے مطابق خمس کو تقسیم کرے گا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو قیدی ملے تھے وہ خمس میں سے تھے' ان قیدیوں کے پانچ حصے تھے' چار تو وہیں مجاہدین کو دے دیئے گئے تھے اور ان کا پانچواں حصہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس روانہ کیا گیا تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خمس اپنے اقربین کو نہیں دیا اور دوسروں کو دے دیا اور اسی کے موافق امام مالک اور فقہاء احناف کا مذہب ہے۔

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ خمس میں سے ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کو عطاء کرنا فرض ہے اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ خمس میں سے رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کا حصہ معین نہیں ہے البتہ اگر وہ فقراء ہوں تو پھر وہ فقراء اور مساکین میں داخل ہیں اور جس طرح دیگر فقراء کو حصہ دیا جائے گا' اسی طرح ان کو بھی حصہ دیا جائے گا' اور اگر وہ غنی ہوں تو پھر ان کو خمس میں سے نہیں دیا جائے گا۔

اس حدیث میں امام مالک اور فقہاء احناف کے مسلک کی تائید ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو جو قیدی حاصل ہوئے تھے وہ خمس میں سے تھے اور اگر خمس میں قرابت داروں کا حصہ ہوتا تو آپ کی صاحب زادی سیدتنا فاطمہ علیہا السلام نسب اور رحم کے لحاظ سے آپ کے سب سے زیادہ قریب تھیں' آپ نے قیدیوں میں ان کا حصہ نہیں رکھا اور نہ ان کو کوئی خادم دیا' اور آپ نے ان کو اللہ کے ذکر اور تحمید اور تہلیل کی طرف سونپ دیا اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے کامیابی کی اُمید رکھی۔ اس حدیث کے بقیہ فوائد حسب ذیل ہیں:

دینی طلباء کے حصہ کا مقدم ہونا' جب بیٹی اور داماد سوئے ہوئے ہوں تو ان کے درمیان بیٹھنے کا جواز' عبادت کا دنیا کے عظیم نفع سے بہتر ہونا

(۱) مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ میں علم دین کے طلبہ کا حصہ باقی حصہ داروں پر مقدم ہے۔ علامہ المہلب نے کہا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ دنیا سے اپنا کم سے کم حصہ لے۔ اور اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کے لیے آخرت میں جو حصہ رکھا ہے' اس کی توقع رکھے۔ (۲) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی کے پاس اس وقت بھی جا سکتا ہے جب وہ اپنے خاوند کے ساتھ لیٹی ہوئی ہو یا سوئی ہوئی ہو۔ (۳) بیٹی اور داماد جب سوئے ہوئے ہوں یا لیٹے ہوئے ہوں تو ان کے درمیان بیٹھنا اور اپنے قدموں کو ان میں سے کسی کے جسم کے ساتھ ملانا۔ (۴) اعمالِ صالحہ میں سے تھوڑا عمل بھی اُمورِ دنیا کے زیادہ فوائد سے بہتر ہے' اور جب تسبیح و تہلیل کا اجر دنیا کے خادم اور اس کی خدمت سے بہت زیادہ ہے تو سوچیے نماز' حج' روزے اور زکوٰۃ کا اجر دنیاوی فوائد کے مقابلے میں کتنا زیادہ ہوگا۔

۷ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ﴾ (الانفال: ٤١)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس بے شک خمس اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے (الانفال: ۴۱)

يَعْنِيْ لِلرَّسُوْلِ قَسْمُ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّخَازِنٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ.

یعنی رسول کے لیے خمس کو تقسیم کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: میں صرف قاسم اور خازن ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے

یعنی اس باب میں الانفال: ۴۱ کا معنی بیان کیا گیا ہے اور یہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ. (الانفال: ۴۱)

اور جان لو کہ تم نے مالِ غنیمت میں سے جو کچھ حاصل کیا ہے تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے اور قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں کے لیے ہے اور مسکینوں کے لیے ہے اور مسافروں کے لیے ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے کہ اس نے تمام امتوں میں سے صرف اس امت کے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا

ہے اور غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو کفار سے گھوڑے اور اونٹ دوڑا کر چھین کر حاصل کیا جائے' اور جو مال ان سے اس کے بغیر حاصل کیا جائے وہ فئے ہے۔ جیسے وہ اموال جو ان سے صلح کے ذریعہ حاصل کیے جائیں یا کفار مر جائیں اور مال چھوڑ جائیں' ان کا کوئی وارث نہ ہو' اور جزیہ اور خراج اور اس کی مثل دیگر اموال۔

اس عنوان میں امام بخاری نے کہا ہے: یعنی رسول نے اس کو تقسیم کرنا ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ اس کو تقسیم کرنا رسول کے ذمہ ہے' اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام بخاری کا مقصود ان فقہاء کے قول کو ترجیح دینا ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خمس کے پانچویں حصہ کے مالک نہیں ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں مفسرین کا اختلاف ہے' بعض نے کہا کہ خمس میں اللہ کا بھی حصہ ہے جس کو کعبہ میں صَرف کیا جائے گا' اور دوسرے فقہاء نے کہا کہ اللہ کا ذکر صرف تبرک کے لیے ہے' اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو خمس حاصل ہوگا' آپ اس کو اپنی ضروریات میں خرچ کریں گے اور مسلمانوں کی مصلحتوں میں صرف کریں گے۔ اس کے بعد امام بخاری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں صرف قاسم اور خازن ہوں اور اللہ تعالیٰ عطاء فرماتا ہے۔ امام بخاری نے اس تعلیق سے ان لوگوں کے قول کا رد کرنے کا ارادہ کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ خمس کا پانچواں حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت ہے۔ امام عبدالرزاق نے حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں صرف خازن ہوں اور اس مال کو وہاں رکھتا ہوں جہاں مجھے اس کے رکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۵۲۔ ۵۰ ملخصاً)

٣١١٤ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ وَمَنْصُوْرٍ وَّقَتَادَةَ سَمِعُوْا سَالِمَ ابْنَ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِّنَّا مِنَ الْاَنْصَارِ غُلَامٌ فَاَرَادَ اَنْ يُّسَمِّيَهُ مُحَمَّدًا قَالَ شُعْبَةُ فِيْ حَدِيْثِ مَنْصُوْرٍ اِنَّ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ حَمَلْتُهُ عَلٰى عُنُقِيْ فَاَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ وُلِدَ لَهُ غُلَامٌ فَاَرَادَ اَنْ يُّسَمِّيَهُ مُحَمَّدًا قَالَ سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِيْ فَاِنِّيْ اِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ وَقَالَ حُصَيْنٌ بُعِثْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ قَالَ عَمْرٌو اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا عَنْ جَابِرٍ اَرَادَ اَنْ يُّسَمِّيَهُ الْقَاسِمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ. (صحیح مسلم: ٢١٣٣' الرقم المسلسل: ٥٤٨١' سنن ابوداؤد: ٤٩٦٥' سنن ابن ماجہ: ٣٧٣٥' الادب المفرد: ٨٣٩' المستدرک ج ٤ ص ٢٧٧' مسند احمد ج ٣ ص ٣٠١ طبع قدیم' مسند احمد: ١٤٢٢٧۔ ج ٢٢ ص ١٣٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان و منصور وقتادہ' انہوں نے سالم بن ابی الجعد سے سنا' از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم انصار میں سے ایک آدمی کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس نے ارادہ کیا کہ اس کا نام محمد رکھیں۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ شعبہ نے منصور کی حدیث میں کہا کہ اس انصاری نے کہا کہ میں نے اس لڑکے کو اپنی گردن پر سوار کیا' پس میں اس لڑکے کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا اور سلیمان کی حدیث میں ہے کہ اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا تو اس نے ارادہ کیا کہ اس کا نام محمد رکھے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو پس بے شک میں قاسم بنایا گیا ہوں' تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں' اور حُصین نے کہا: میں قاسم مبعوث کیا گیا ہوں' تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔ عمرو نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قتادہ' انہوں نے کہا: میں نے سالم سے سنا از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' کہ اس نے ارادہ کیا کہ اس لڑکے کا نام قاسم رکھے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

کنیت کی تعریف، قاسم کا معنی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام اور کنیت کو جمع کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کنیت کا ذکر ہے، کنیت ہر اس مرکب اضافی کو کہتے ہیں جس کے شروع میں ''اَب'' یا ''اُم'' کا ذکر ہو جیسے ابوبکر اور اُم کلثوم اور یہ اَعْلام کی اقسام سے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں قاسم بنایا گیا ہوں اور تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں، اس کا معنی یہ ہے کہ میں میراث میں اور غنیمتوں میں اموال کو تقسیم کرتا ہوں، اور یہ آپ کے سوا اور کسی کا منصب نہیں ہے، اس لیے قاسم کا بھی حقیقت کے اعتبار سے صرف آپ ہی پر اطلاق ہے۔ اس لیے ابوالقاسم کنیت رکھنا مطلقاً ممنوع ہے اور یہ محمد بن سیرین، امام شافعی اور اہلِ ظاہر کا مذہب ہے، خواہ اس شخص کا نام احمد ہو یا محمد ہو۔

علامہ المنذری نے کہا ہے: اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ ممانعت عام ہے یا خاص ہے۔ ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ صرف ابوالقاسم کنیت رکھنا منوع ہے، خواہ نام جو بھی ہو، اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ ابوالقاسم کنیت رکھنا اور بیٹے کا نام قاسم رکھنا یہ ممنوع ہے، اور علماء کی تیسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ جس کا نام محمد یا احمد ہو، اس کے لیے ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز نہیں ہے۔ اور علماء کی چوتھی جماعت نے یہ کہا ہے کہ یہ ممانعت منسوخ ہے۔ علامہ قرطبی نے جمہور متقدمین اور متاخرین سے یہ نقل کیا ہے کہ ان میں سے ہر صورت جائز ہے اور حدیث یا تو منسوخ ہے یا پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ کے بعد میرے ہاں لڑکا پیدا ہو تو میں آپ کے نام پر اس کا نام رکھوں اور آپ کی کنیت پر اس کی کنیت رکھوں تو کیا یہ جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (سنن ترمذی: ۲۸۴۳)

۳۱۱۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِّنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ لَا نَكْنِيْكَ اَبَا الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُكَ عَيْنًا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وُلِدَ لِيْ غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ الْقَاسِمَ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ لَا نَكْنِيْكَ اَبَا الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُكَ عَيْنًا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْسَنَتِ الْاَنْصَارُ سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِيْ فَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از سالم بن ابی الجعد از حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک مرد کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، اس نے اس کا نام القاسم رکھا، تو انصار نے کہا: ہم تمہیں ابوالقاسم کنیت نہیں رکھنے دیں گے اور اس سے تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا نہیں ہونے دیں گے، پس وہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور کہا: یارسول اللہ! میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے، پس میں نے اس کا نام قاسم رکھا ہے تو انصار نے کہا: ہم تمہیں ابوالقاسم کنیت نہیں رکھنے دیں گے اور تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا نہیں ہونے دیں گے، تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: انصار نے اچھا کیا، تم میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو، کیونکہ صرف میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

اس حدیث کی شرح: ۳۱۱۴ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے نام رکھنے میں اور فرشتوں کے نام رکھنے میں مذاہب علماء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھنے کا ثبوت ہے کیونکہ محمد نام رکھنے میں نیک شگون ہے۔اس نام میں حمد کا معنی ہے تاکہ جس کا نام محمد ہو وہ محمود ہو جائے' اور اس حدیث میں کنیت رکھنے کی ممانعت ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی کو نداء کی: اے ابوالقاسم! پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مڑ کر دیکھا' تو اس شخص نے کہا: میں نے آپ کو بلانے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ (سنن ترمذی:۲۸۴۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۴) اور یہود سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ آپ کو ابوالقاسم کے نام سے نداء کرتے تھے' پھر جب آپ مڑ کر دیکھتے تو وہ کہتے: ہم نے آپ کا ارادہ نہیں کیا تھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فتنہ کو جڑ سے کاٹنے کے لیے ابوالقاسم نام رکھنے سے منع فرما دیا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا محمد نام رکھنے سے بھی منع کیا جائے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ محمد نام رکھنے سے منع کیا جائے گا' اور صحابہ میں سے کوئی شخص یہ جرأت نہیں کرتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے نام سے پکارے' کیونکہ نام کے ساتھ پکارنے میں کوئی توقیر و تکریم نہیں ہوتی۔علامہ عینی کا یہ لکھنا درست نہیں ہے' کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: ''یا محمد اخبرنی عن الاسلام'' اور ظاہر ہے انہوں نے توقیر اور عزت سے آپ کو نداء کی ہے۔اسی طرح حضرت ابن عمر نے ''یا محمداہ'' کہہ کر فریاد کی' نیز ہجرت کے موقع پر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ شریف پہنچے تو تمام صحابہ نے یا محمد! یا رسول اللہ! کہا اور جنگوں میں مسلمانوں کا معمول تھا کہ وہ یا محمد! کہتے تھے' اور ظاہر ہے یہ سب تعظیم اور توقیر سے نداء کرتے تھے۔آپ کو آپ کے نام کے ساتھ اعرابی پکارتے تھے جو ایمان نہیں لائے تھے یا جن کے دل میں ایمان راسخ نہیں تھا۔ایک قول یہ ہے کہ محمد نام رکھنے کی ممانعت آپ کی حیات میں تھی اور بعض اہل علم کا یہی مذہب ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کی طرف لکھا: تم کسی شخص کا نام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر نہ رکھو اور انہوں نے یہ حکم دیا کہ مدینے میں جن لوگوں نے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا ہے' وہ اس کو بدل دیں' حتیٰ کہ بعض صحابہ نے حضرت عمر کو بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محمد نام رکھنے کی اجازت دی ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ محمد نام رکھنے کی ممانعت کی حدیث اہلِ نقل کے نزدیک غیر معروف ہے اور اگر اس ممانعت کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جس کا نام محمد رکھا جائے' اس کو بُرا نہ کہا جائے' اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر کے منع کرنے کا سبب یہ ہے کہ حضرت عمر نے سنا کہ ایک شخص ان کے بھتیجے محمد بن زید بن خطاب سے کہہ رہا تھا: یا محمد! اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ بُرا کرے! تو حضرت عمر نے کہا: تم ہمارے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بُرا کہہ رہے ہو' اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں' میں کسی شخص کا نام محمد نہیں رہنے دوں گا اور انہوں نے اپنے بھتیجے کا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا۔لیکن اب اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے نام رکھنا جائز ہیں' اور صحابہ کی ایک جماعت نے انبیاء علیہم السلام کے نام رکھے۔قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ملائکہ کے نام رکھنا مکروہ ہے' اور امام مالک نے کہا ہے کہ جبریل' اسرافیل' میکائیل اور دیگر فرشتوں کے نام رکھنا مکروہ ہے۔حضرت عمر نے کہا: تم نے بنو آدم کے ناموں پر قناعت نہیں کی حتیٰ کہ فرشتوں کا نام رکھنے لگے۔(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا نام رکھنے کی تحقیق

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ مناوی نے کہا ہے کہ عبداللہ نام رکھنا مطلقاً افضل ہے' اس کے بعد عبدالرحمٰن ہے' اس کے بعد محمد نام رکھنا افضل ہے' پھر احمد

نام رکھنا' پھر ابراہیم نام رکھنا' ایک اور جگہ یہ ہے کہ عبداللہ اور عبدالرحمان کے ساتھ ان کی مثل دوسرے نام لاحق ہیں' مثلاً عبدالرحیم اور عبدالمالک وغیرہ' اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ محمد اور احمد نام اللہ تعالیٰ کو تمام ناموں میں سب سے زیادہ محبوب ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا وہی نام رکھا ہے جو اس کو تمام ناموں میں سب سے زیادہ محبوب ہے' اور حدیث میں ہے کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور اس نے اس کا نام محمد یا احمد رکھا تو وہ شخص اور اس کا بچہ دنوں جنت میں ہوں گے۔ اس حدیث کو امام ابن عساکر نے حضرت ابوامامہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے' حافظ سیوطی نے کہا ہے کہ اس باب میں یہ سب سے عمدہ حدیث ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

محمد نام رکھنے کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کے ہاں تین بیٹے ہوئے اور اس نے کسی کا نام محمد نہیں رکھا' اس نے جہالت کا کام کیا۔

(الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۱۰۷' المعجم الکبیر: ۱۱۰۷۷۔ ج ۱۱' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۴۹' کنزالعمال: ۴۵۲۰۴' مسند الحارث ص ۲۰۰۔ ۱۹۹)

حافظ سیوطی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں موسیٰ لیث سے متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے' لیکن اس کا ضعف وضع تک نہیں پہنچا' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام ابن ماجہ اور امام طبرانی نے اس سے احادیث کو روایت کیا ہے' اور امام ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے' یہ حدیث مسند الحارث میں بھی ہے۔ (اللآلی المصنوعہ ج ۱ ص ۹۴۔ ۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے تین بیٹے ہوں اور وہ کسی کا نام محمد نہ رکھے تو یہ بے وفائی کے کاموں میں سے ہے' اور جب تم اس کا نام محمد رکھو تو نہ اس کو بُرا کہو اور نہ اس پر سختی کرو' نہ اس پر ناک چڑھاؤ اور نہ اس کو مارو' اس کی قدر ومنزلت اور تعظیم وتکریم کرو اور اس کی قسم پوری کرو۔ (الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۸۹۰)

امام ابن عدی متوفی ۳۶۵ھ نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔ حافظ سیوطی لکھتے ہیں: اس حدیث کی تقویت اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام دیلمی متوفی ۵۰۹ھ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے چار بیٹے ہوں اور وہ کسی کا نام میرے نام پر نہ رکھے' اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔ (الفردوس بماثور الخطاب: ۵۹۸۱۔ ج ۳) نیز امام بکیر نے اپنی سند کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے: جب تم کسی کا نام محمد رکھو تو اس نام کی تعظیم کے سبب سے اس کی تعظیم اور توقیر کرو اور اس پر سختی نہ کرو۔

(جمع الجوامع: ۲۰۱۰' اللآلی المصنوعہ ج ۱ ص ۹۴' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی کا نام محمد رکھو تو نہ اس کو مارو نہ محروم کرو۔ امام دیلمی کی روایت میں یہ اضافہ ہے: (نام) محمد میں برکت رکھی گئی ہے اور جس گھر میں (نام) محمد (والا) ہو اور جس مجلس میں (نام) محمد (والا) ہو (اس میں برکت ہوگی)۔ (مسند البزار: ۱۳۵۹' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۴۸' الفردوس بماثور الخطاب: ۱۳۵۴' کنزالعمال: ۴۵۱۹۷)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور اس نے میری محبت کی وجہ سے اور میرے نام سے برکت حاصل کرنے کی وجہ سے اس کا نام محمد رکھا تو وہ شخص اور اس کا بچہ دونوں جنت میں ہوں گے۔

(تنزیہہ الشریعۃ ج ۱ ص ۱۹۸' جامع الاحادیث الکبیر: ۲۳۲۵۵' کنزالعمال: ۴۵۲۲۳)

حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ اس باب میں جتنی احادیث وارد ہیں' یہ ان میں سب سے عمدہ حدیث ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

(اللآلی المصنوعہ ج ۱ ص ۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ان احادیث میں سے بعض احادیث کی سند ضعیف ہے لیکن ہم نے ان کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف السند حدیث معتبر ہوتی ہے۔

٣١١٦ - حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّـهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاللّٰهُ الْمُعْطِي وَاَنَا الْقَاسِمُ وَلَا تَزَالُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از یونس از الزہری از حمید بن عبدالرحمٰن' انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطاء فرماتا ہے اور اللہ عطاء فرمانے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں اور یہ امت ہمیشہ اپنے مخالفین پر غالب رہے گی' حتیٰ کہ اللہ کا حکم آ جائے گا اور یہ لوگ غالب ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں صرف قاسم ہوں۔

٣١١٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي عَمْرَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اُعْطِيكُمْ وَلَا اَمْنَعُكُمْ اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَيْثُ اُمِرْتُ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہلال نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن ابی عمرۃ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو (ازخود) عطاء کرتا ہوں نہ منع کرتا ہوں' میں صرف قاسم ہوں' میں وہیں مال رکھتا ہوں جہاں مجھے حکم دیا جاتا ہے۔

یعنی حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی عطاء کرنے والا ہے اور وہی منع کرنے والا ہے' میں صرف اسی کو عطاء کرتا ہوں یا منع کرتا ہوں جس کے متعلق مجھے وحی کی جاتی ہے۔

٣١١٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِي اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُو الْاَسْوَدِ عَنِ ابْنِ اَبِي عَيَّاشٍ وَّاِسْمُهٗ نُعْمَانُ عَنْ خَوْلَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ رِجَالًا يَّتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوالاسود نے حدیث بیان کی از ابن ابی عیاش اور ان کا نام نعمان ہے از خولۃ الانصاریہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں' ان کو قیامت کے دن آگ کا عذاب دیا جائے گا۔

ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کی روایت میں تو امام بخاری منفرد ہیں لیکن اس کے متقارب المعنی حدیث درج ذیل ہے:

ابوالولید بیان کرتے ہیں کہ میں نے خولۃ بنت قیس سے سنا' جو حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ مال سرسبز میٹھا ہے جس نے اس مال کو حق کے ساتھ حاصل کیا' اس کو اس مال میں برکت دی جائے گی اور بعض لوگ اللہ اور اس کے رسول کے مال میں اپنی خواہش کے مطابق تصرف کرتے ہیں' قیامت کے دن ان کو صرف آگ کا عذاب ہوگا۔ (سنن ترمذی: ۲۳۷۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۶۴)

۸ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحِلَّتْ لَكُمُ الْغَنَائِمُ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ تمہارے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ذکر کیا گیا ہے: تمہارے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور تمہارے سوا اور کسی کے لیے غنیمتوں کو حلال نہیں کیا گیا تھا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ﴾ (الفتح: ۲۰)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جو تم (آئندہ) حاصل کرو گے' پس یہ نعمت تم کو جلدی عطاء فرما دی۔ (الفتح: ۲۰)

امام بخاری نے اس آیت کا شروع کا حصہ ذکر کیا ہے' آخری حصہ ذکر نہیں کیا' وہ آخری حصہ درج ذیل ہے:

وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا۝ (الفتح: ۲۰)

اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تاکہ یہ (نعمت) مؤمنوں کے لیے نشانی ہو جائے اور (اللہ) تمہیں سیدھی راہ پر قائم رکھے۝

اس آیت میں جو فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے' اس سے مراد وہ غنیمتیں ہیں جو مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاصل کیں اور آپ کے بعد قیامت تک حاصل کرتے رہیں گے' نیز فرمایا: پس یہ نعمت تم کو جلدی عطا فرما دی' اس سے مراد ہے: خیبر کی غنیمتیں' اور فرمایا: لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا' یعنی صلح حدیبیہ کے ذریعہ قریش کے حملوں کو تم سے روک دیا' قتادہ نے کہا: اس سے مراد ہے: یہود کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا' اور مقاتل نے کہا: اس سے مراد اسد اور غطفان ہیں جو اہل خیبر کے حلیف تھے' وہ اہل خیبر کی مدد کرنے کے لیے آئے تھے' پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تو وہ واپس چلے گئے۔ (الوسیط ج ۴ ص ۱۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

۳۱۱۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ وَالْاَجْرُ وَالْمَغْنَمُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از عامر از عروۃ البارقی رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں سے قیامت تک (آخرت میں) خیر اور اجر اور (دنیا میں) غنیمت بندھی ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۵۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں مال غنیمت کا ذکر ہے۔

۳۱۲۰ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ اَخْبَرَنَا اَبُو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث

الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا هَلَكَ كِسْرٰی فَلَا كِسْرٰی بَعْدَهٗ وَاِذَا هَلَكَ قَیْصَرُ فَلَا قَیْصَرَ بَعْدَهٗ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہو گیا تو پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو گیا تو پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم ضرور ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

اس حدیث کی شرح: ۳۰۲۷ میں گزر چکی ہے' بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

قیصر وکسریٰ اور ان کے ملکوں کا مختصر تعارف

حافظ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

رہا کسریٰ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی جڑ کاٹ دی اور اس کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کیے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی زمین اور اس کے ملک کا مسلمانوں کو وارث بنا دیا۔

اور رہا قیصر تو وہ شام کا بادشاہ تھا اور وہیں پر بیت المقدس ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں پر عیسائیوں کی تمام عبادات مکمل ہوتی ہیں' اور شام قریش کی تجارت کی جگہ تھا اور ان کے آنے جانے کی جگہ تھا اور مسلمانوں نے جو شام پر حملہ کیا تھا' اس سے ان کا مقصود اس مملکت پر قبضہ کرنا تھا اور اس پر قبضہ کر لیا گیا اور اس کے خزانوں کو اور اس کے اموال کو لوٹ لیا گیا اور بعد میں کوئی قیصر اس ملک کا حکمران نہیں ہوا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آخری زمانے میں قسطنطنیہ کی فتح سے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور بے شک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ (اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۱۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

۳۱۲۱ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ سَمِعَ جَرِیْرًا عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا هَلَكَ كِسْرٰی فَلَا كِسْرٰی بَعْدَهٗ وَاِذَا هَلَكَ قَیْصَرُ فَلَا قَیْصَرَ بَعْدَهٗ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۱۹-۶۶۲۹] (صحیح مسلم: ۷۲۲۴-۲۹۱۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے جریر سے سنا از عبدالملک از حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہو گیا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا' اور جب قیصر ہلاک ہو گیا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم ضرور ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۱۲۰ میں آ چکی ہے۔

۳۱۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَیْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا سَیَّارٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ الْفَقِیْرُ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سیار نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید الفقیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے لیے غنیمتیں حلال کر دی گئی ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٥ میں گزر چکی ہے۔

٣١٢٣ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِىْ مَالِكٌ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَكَفَّلَ اللّٰهُ لِمَنْ جَاهَدَ فِىْ سَبِيْلِهٖ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا الْجِهَادُ فِىْ سَبِيْلِهٖ وَتَصْدِيْقُ كَلِمَاتِهٖ بِاَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ يَرْجِعَهٗ اِلٰى مَسْكَنِهِ الَّذِىْ خَرَجَ مِنْهُ مَعَ اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: جس شخص نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور اس کو صرف اللہ کی راہ میں جہاد نے اور اس کے کلمات کی تصدیق نے گھر سے نکالا' تو اس کے لیے اللہ اس کا ضامن ہو گیا کہ وہ اس کو جنت میں داخل کرے گا یا اسے اجر کے ساتھ یا غنیمت کے ساتھ اس کے اس گھر میں لوٹائے گا جس سے وہ نکلا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی بھی یہاں صرف اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں غنیمت کا ذکر ہے

٣١٢٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا نَبِىٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهٖ لَا يَتْبَعْنِىْ رَجُلٌ مَّلَكَ بُضْعَ امْرَاَةٍ وَهُوَ يُرِيْدُ اَنْ يَّبْنِىَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ بِهَا وَلَا اَحَدٌ بَنٰى بُيُوْتًا وَّلَمْ يَرْفَعْ سُقُوْفَهَا وَلَا اَحَدٌ اشْتَرٰى غَنَمًا اَوْ خَلِفَاتٍ وَّهُوَ يَنْتَظِرُ وِلَادَهَا فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلٰوةَ الْعَصْرِ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ اِنَّكِ مَاْمُوْرَةٌ وَّاَنَا مَاْمُوْرٌ اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا فَحُبِسَتْ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ فَجَاءَتْ يَعْنِى النَّارَ لِتَاْكُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا فَقَالَ اِنَّ فِيْكُمْ غُلُوْلًا فَلْيُبَايِعْنِىْ مِنْ كُلِّ قَبِيْلَةٍ رَجُلٌ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ فَلْيُبَايِعْنِىْ قَبِيْلَتُكَ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ فَجَاؤُوْا بِرَاْسٍ مِّثْلِ رَاْسِ بَقَرَةٍ مِّنَ الذَّهَبِ فَوَضَعُوْهَا فَجَاءَتِ النَّارُ فَاَكَلَتْهَا ثُمَّ اَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا الْغَنَائِمَ رَاٰى ضَعْفَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام بن منبہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی نے جہاد کیا تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا: میرے ساتھ جہاد کے لیے وہ مرد نہ جائے جس نے کسی عورت کے ساتھ عقد نکاح کیا ہو اور وہ اس کے ساتھ شب زفاف منانے کا ارادہ کر رہا ہو اور ابھی تک اس نے اس کے ساتھ شب زفاف نہ کی ہو' اور نہ وہ شخص جائے جس نے گھر بنایا ہو اور ابھی اس پر چھت نہ ڈالی ہو اور نہ وہ شخص جائے جس نے بکریاں یا حاملہ اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کی ولادت کا انتظار کر رہا ہو' پس وہ نبی جہاد کے لیے گئے اور عصر کی نماز کے وقت یا اس کے وقت کے قریب ایک بستی کے پاس پہنچے اور سورج سے کہا: بے شک تو بھی محکوم ہے اور میں بھی محکوم ہوں' اے اللہ! اس سورج کو ہمارے اوپر روک لے' پس سورج کو روک لیا گیا حتیٰ کہ اللہ نے ان کو فتح عطاء فرما دی' پس انہوں نے غنیمتوں کو جمع کیا' پھر ان غنیمتوں کو کھانے کے لیے آسمان سے ایک آگ آئی' پس اس آگ نے ان

وَعِجْزَنَا فَاَحَلَّهَا لَنَا.

[طرف الحدیث:۵۱۵۷] (صحیح مسلم:۱۷۴۷، الرقم المسلسل: ۴۴۴۶، مصنف عبدالرزاق:۹۴۹۲، صحیح ابن حبان:۴۸۰۸، سنن بیہقی ج۶ ص۲۹۰، شرح السنہ:۲۷۱۹، سنن کبریٰ:۸۸۷۸، المستدرک ج۲ ص۱۳۹، مسند احمد ج۲ ص۳۱۸ طبع قدیم، مسند احمد:۸۲۳۸۔ج۳ ص۵۳۸۔۵۳۹، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

غنیمتوں کو نہ کھایا تو اس نبی علیہ السلام نے فرمایا: بے شک تم میں کوئی خیانت کرنے والا ہے، پس تم میں سے ہر قبیلہ کا ایک آدمی آ کر مجھ سے بیعت کرے یعنی ہاتھ ملائے۔تو ایک شخص کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چمٹ گیا تو انہوں نے فرمایا: تم میں خیانت کرنے والا ہے، پس تمہارے پورے قبیلہ کو مجھ سے بیعت کرنی چاہیے، پھر دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چمٹ گیا، پس انہوں نے فرمایا: تم میں خیانت کرنے والا ہے، تو وہ گائے کے سر کے برابر ایک سونے کا سر لے کر آئے اور اس کو لا کر رکھ دیا، پھر آگ آ کر ان غنیمتوں کو کھا گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا، اللہ تعالیٰ نے ہمارے عجز اور ہماری کمزوری کو دیکھا تو ہمارے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ اللہ نے ہمارے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن العلاء ابوکریب الہمدانی الکوفی (۲) عبداللہ بن المبارک المروزی (۳) معمر (۴) ہمام بن منبہ (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ان کا ذکر کئی مرتبہ کیا جا چکا ہے۔(عمدۃ القاری ج۱۵ ص۵۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

نوشادی شدہ کو جہاد میں ساتھ نہ لے جانے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ایک نبی علیہ السلام نے یہ کہا کہ جس نے عقدِ نکاح کیا ہو اور ابھی شبِ زفاف نہ کی ہو، وہ ہمارے ساتھ نہ جائے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ دنیا کے فتنے نفس کو ان کی حرص کی طرف بلاتے ہیں، کیونکہ جس آدمی کا نکاح ہو چکا ہو اور اس نے ابھی شبِ زفاف نہ گزاری ہو اور وہ جہاد میں چلا جائے تو اس کا دل جہاد سے واپس جانے میں معلق رہے گا اور شیطان اس کو نبی کی اطاعت سے منحرف کرے گا اور اس کے دل میں بے صبری ڈال دے گا، اسی طرح دنیا کی اور چیزوں میں اور دنیا کی متاع میں انسان کا دل اٹکا رہتا ہے۔

حدیث مذکور سے علامہ المہلب کے استنباط کردہ فوائد

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ انہوں نے سورج سے کہا کہ تو بھی محکوم ہے اور میں بھی محکوم ہوں۔یعنی سورج غروب ہونے والا تھا اور ابھی انہوں نے دشمن کے اوپر فتح حاصل کرنی تھی تو اس لیے انہوں نے سورج سے کہا کہ تو اپنے غروب ہونے کو مؤخر کر دے۔

(۲) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دن کے آخری حصہ میں کفار سے قتال کرنا چاہیے اور جب اللہ کی مدد کی ہوائیں چلتی ہوں تو اس وقت قتال کرنا چاہیے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے۔

(۳) اس حدیث میں مذکور ہے کہ انہوں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! سورج کو ہمارے لیے روک لے، اس دعا کا معنی یہ ہے کہ ان کے

لیے وقت کو اتنا لمبا کر دے کہ وہ اس شہر کو فتح کر لیں۔ اور ان کی اس دعا کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ غروب ہونے کے بعد سورج کو لوٹا دے اور یہ بھی معنی کیا گیا ہے کہ سورج کو سفر کرنے سے روک دیا جائے اور یہ بھی معنی کیا گیا ہے کہ سورج کی رفتار کو آہستہ کر دے اور یہ تمام اقوال میں زیادہ قریب ہے کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ سورج اپنی عادت کے مطابق چلتا رہے لیکن آہستہ چلے اگرچہ انبیاء علیہم السلام کے لیے عادتِ جاریہ کے خلاف کرنا جائز ہے۔

(۴) انبیاء متقدمین غنیمتوں کو ایک جگہ جمع کر دیتے تھے' پھر آسمان سے آگ آکر ان غنیمتوں کو جلا دیتی تھی اور یہ اس بات کی علامت ہوتی تھی کہ ان کا جہاد مقبول ہے اور اگر مالِ غنیمت میں خیانت ہو یا اس میں کوئی ناجائز مال ہو تو پھر آگ اس مالِ غنیمت کو نہیں کھاتی تھی۔ اسی طرح وہ لوگ اللہ کی راہ میں جو قربانی کرتے تھے' اگر وہ قربانی مقبول ہوتی تو آگ آکر اس کو جلا دیتی اور اگر وہ غیر مقبول ہوتی تو قربانی اسی حال میں پڑی رہتی اور آگ اس کو نہیں کھاتی تھی' اور اس نبی علیہ السلام نے جو اپنی قوم کو بیعت کے لیے بلایا تو وہ اس آزمائش کے لیا تھا کہ جس نے خیانت کی ہوگی' اس کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چمٹ جائے گا۔

(۵) انبیاء علیہم السلام کبھی بعض چیزوں میں حکم کرتے ہیں یا حکم دیتے ہیں اور اس سے اُن چیزوں میں ان کا معجزہ ظاہر ہوتا ہے جیسے اس نبی علیہ السلام نے لوگوں کو ان کے ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا حکم دیا اور اس سے ان کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ جس نے خیانت کی تھی' اس کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔

(۶) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سوائے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے اور کسی کے لیے مالِ غنیمت حلال نہیں ہے۔

(۷) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر ضرورت ہو تو بیعت کی تجدید کرنا جائز ہے جیسا کہ اس نبی علیہ السلام نے لوگوں کو تجدیدِ بیعت کا حکم دیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بیعتِ رضوان میں صحابہ سے تجدیدِ بیعت کی تھی۔

(۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین کے اموال اور ان کے مالِ غنیمت کو جلانا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ مہلب کا یہ فائدہ بیان کرنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ اموالِ مشرکین اور ان کے مالِ غنیمت کو اس نبی علیہ السلام نے یا ان کی امت نے نہیں جلایا تھا بلکہ آسمان سے ایک آگ آکر اس مالِ غنیمت کو جلا دیتی تھی اور یہ اس جہاد کے مقبول ہونے کی علامت تھی۔ (سعیدی غفرلہٗ) (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۸۹۔۲۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سورج کو ٹھہرانا اور سورج کو لوٹانا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انبیاء میں سے ایک نبی نے جہاد کیا۔ امام ابن اسحاق نے کہا: یہ نبی سیدنا یوشع بن نون علیہ السلام تھے اور سورج کو صرف ان کے لیے ٹھہرایا گیا تھا اور ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سورج کو ٹھہرانے کی اصل یہ ہے کہ جب شبِ معراج کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس سے واپس آرہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضجنان میں بنو فلاں کا ایک قافلہ ملا' اور جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس کی خبر دی اور فرمایا: اب وہ قافلہ التنعیم البیضاء کی گھاٹی میں پہنچ چکا ہے' اس قافلہ کے آگے ایک خاکی رنگ کا اونٹ ہے' اس پر دو بوریاں لدی ہوئی ہیں' ایک سیاہ رنگ کی ہے اور دوسری دھاری دار ہے' پھر لوگ جلدی جلدی اس گھاٹی پر پہنچے تو وہاں پر انہوں نے ایسا ہی قافلہ پایا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی خبر دی تھی۔

سدّی نے بیان کیا ہے کہ اس قافلہ کے پہنچنے سے پہلے سورج غروب ہونے والا تھا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ

نے اس سورج کو ٹھہرا لیا' حتیٰ کہ جس طرح آپ نے بیان فرمایا تھا' اس کے مطابق وہ قافلہ پہنچ گیا۔ امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ کسی کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا صرف آپ کے لیے اس دن سورج کو ٹھہرایا گیا اور حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لیے سورج کو ٹھہرایا گیا' اسی طرح امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ (سنن بیہقی ج ٦ ص ٢٩٠' المستدرک ج ٣ ص ١٣٩)

علامہ عینی فرماتے ہیں: سورج کو غزوۂ خندق کے دن بھی ٹھہرایا گیا تھا' جب آپ عصر کی نماز کے وقت خندق میں مشغول رہے اور سورج غروب ہو گیا تو آپ نے عصر کی نماز پڑھ لی' اس کا قاضی عیاض نے اکمال میں ذکر کیا ہے' امام طحاوی نے کہا: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے طلوعِ فجر کو مؤخر کیا گیا' کیونکہ اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوں اور آپ کو یہ بھی حکم دیا تھا کہ آپ حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت ساتھ لے کر جائیں اور تابوت کی نشان دہی نہیں کی گئی حتیٰ کہ فجر طلوع ہونے والی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے یہ وعدہ کیا تھا کہ فجر طلوع ہوتے ہی وہ ان کو لے کر روانہ ہوں گے' پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ وہ طلوعِ فجر کو مؤخر کر دے' حتیٰ کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کو تلاش کرنے سے فارغ ہو جائیں' سو اللہ تعالیٰ نے ایسا کر دیا' اس کا ذکر بھی امام ابن اسحاق نے المبتداء میں یحییٰ بن عروہ از والد خود کی روایت سے کیا ہے۔

امام الضحاک نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے بھی ایسا واقعہ ہوا ہے:

امام حاکم نے حضرت اسماء بنت عمیس سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے' حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو حضرت علی نے کہا: یارسول اللہ! میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! بے شک تیرا بندہ علی تیرے نبی کی خدمت میں مصروف تھا تو اس کے اوپر سورج کو لوٹا دے! حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ پھر سورج پہاڑوں پر اور زمین پر طلوع ہو گیا' پھر حضرت علی نے اُٹھ کر وضوء کیا اور عصر کی نماز پڑھی' یہ واقعہ مقام صہباء میں ہوا تھا' اور امام طحاوی نے اس کا مشکل الآثار میں ذکر کیا ہے۔ (المعجم الکبیر: ٣٩٠۔ ج ٢٤ ص ١٥٠' مشکل الآثار للطحاوی: ٣٨٥٠۔ ج ٤ ص ٢٦٨' مختصر تاریخ دمشق ج ١٧ ص ٣٧٨' سبل الہدیٰ والرشاد ج ٩ ص ٤٣٩۔ ٤٣٥)

علامہ عینی نے امام طحاوی سے نقل کیا ہے کہ ہر عالم کو حضرت اسماء بنت عمیس کی حدیث کو حفظ کر لینا چاہیے کیونکہ اس میں علامت نبوت کا بیان ہے اور علامہ ابن جوزی نے اس حدیث پر جو اعتراض کیا ہے' اس کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٥٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

سورج کو ٹھہرانے اور لوٹانے میں مُسند احمد کی روایت سے تعارض کا جواب

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے بھی اس کے ثبوت میں احادیث کو ذکر کیا ہے کہ ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی سورج کو ٹھہرایا گیا ہے جیسا کہ شام سے قافلہ آنے کی حدیث میں ہے اور آپ کے لیے سورج کو غروب ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نمازِ عصر کے لیے لوٹایا بھی گیا ہے جیسا کہ حضرت اسماء بنت عمیس کی حدیث میں ہے' نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج کو کسی بشر کے لیے نہیں ٹھہرایا گیا سوائے حضرت یوشع بن نون کے' جن راتوں میں وہ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ الحدیث (مسند احمد

ج ۲ ص ۳۲۵) اور یہ حدیث ان حدیثوں کے معارض ہے جن میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سورج کو ٹھہرانے کا ثبوت ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ مسند احمد کی حدیث کا محمل یہ ہے کہ انبیاءِ سابقین میں سے کسی نبی کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا سوائے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے' لہٰذا یہ حدیث ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سورج کے ٹھہرانے کے خلاف نہیں ہے۔

علامہ ابن جوزی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سورج ٹھہرانے کی حدیث کو موضوعات میں درج کر کے خطاء کی ہے' اسی طرح ابن تیمیہ نے حضرت علی کے لیے سورج لوٹانے کی حدیث کو کتاب الرد علی الروافض میں موضوع قرار دیا ہے' سو یہ ابن تیمیہ کی خطاء ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۱۰۴' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

سابقہ امتوں اور اس امت کی قربانی کے مقبول ہونے کی کیفیت میں فرق

سابقہ امتوں میں مالِ غنیمت کو آسمانی آگ جلا دیتی تھی اور یہ ان کے جہاد کے مقبول ہونے کی علامت تھی' اسی طرح ان کی قربانی کے مقبول ہونے کی علامت یہ بھی تھی کہ ایک آسمانی آگ ان کی قربانی کو جلا دیتی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کی وجہ سے ہم پر یہ فضل فرمایا کہ ہمارے لیے مالِ غنیمت کو بھی حلال کر دیا اور قربانی کو بھی حلال کر دیا اور یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔

۹ - بَابُ الْغَنِيْمَةِ لِمَنْ شَهِدَ الْوَقْعَةَ — غنیمت کا وہی مستحق ہوگا جو موقع پر حاضر ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ غنیمت کا مستحق وہی ہوگا جو دشمن سے مقابلہ کے وقت حاضر ہو' یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہی قول ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو مالِ غنیمت سے حصہ دیا اور جو صحابہ حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ کشتی میں آئے تھے' ان کو خیبر کی غنیمتوں میں سے حصہ دیا اور یہ لوگ جنگ کے موقع پر حاضر نہیں تھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں ان صحابہ کو مال کی شدید احتیاج تھی اور انصار نے ان کو اپنے کھجور کے درخت اور مویشی ان کی ضرورت کے تحت ان کو عطاء کیے تھے اور اس عطاء سے انصار کے احوال میں تنگی آ گئی تھی اور مہاجرین بھی مختلف کاموں میں مشغول تھے' پھر جب اللہ تعالیٰ نے خیبر کو فتح کر دیا تو مہاجرین نے انصار کے عطیات واپس کر دیئے اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ غنیمت کی دل جوئی فرمائی' جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

۳۱۲۵ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَوْ لَا اٰخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ مَا فَتَحْتُ قَرْيَةً اِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ اَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے خبر دی از امام مالک از زید بن اسلم از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مسلمانوں میں سے کوئی آخری شخص نہ ہوتا تو میں جس بستی کو بھی فتح کرتا اس کو وہاں کے رہنے والوں کے درمیان تقسیم کر دیتا' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر میں کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۳۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں غنیمت کو تقسیم کرنے کا ذکر ہے۔

مفتوحہ زمینوں کو مجاہدین میں تقسیم کرنے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نظریہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر مسلمانوں میں سے آخری شخص نہ ہوتا' اس کا معنی یہ ہے کہ اگر میں کسی شہر کو فتح کرنے کے بعد اس کا تمام مالِ غنیمت فاتحین کے درمیان تقسیم کر دیتا تو بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لیے کوئی چیز نہ بچتی۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے: جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر میں کیا تھا' اس کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے تمام اموال مجاہدین میں تقسیم نہیں کیے تھے بلکہ مال کا ایک حصہ مجاہدین میں تقسیم کر دیا تھا اور مال کے دوسرے حصہ کو تقسیم نہیں کیا تھا اور اس کو وہیں کے لوگوں کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مفتوحہ زمین کو تقسیم نہ کرنے پر اس آیت سے استدلال کیا تھا:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ. (الحشر:۷)

اللہ نے جو اموال بستیوں والوں سے نکال کر اپنے رسول پر لوٹا دیئے' سو وہ اللہ اور رسول کے لیے ہیں اور قرابت داروں کے لیے ہیں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہیں تاکہ وہ مال تمہارے مال داروں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ. (الحشر:۱۰)

اور (اس مال میں ان کا بھی حق ہے) جو ان کے بعد (ہجرت کر کے) آئے' وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔

حضرت عمر نے کہا: اس آیت نے تمام لوگوں کا احاطہ کر لیا ہے اور جتنے بھی لوگ باقی تھے ان سب کو اس مال سے حصہ مل چکا ہے' حتیٰ کہ میرے بعد چرواہے کو بھی۔ ابوعبید نے کہا کہ حضرت علی اور حضرت معاذ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں اسی طرح کہا ہے اور حضرت عمر نے کہا ہے کہ جو لوگ ان کے بعد آئیں گے' ان کو بھی اس زمین میں سے حصہ ملے گا۔

مفتوحہ زمینوں کو تقسیم کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

مفتوحہ زمین کے حکم کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' ابوعبید نے کہا کہ مفتوحہ زمین کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور آثار صحابہ میں تین قسم کے احکام ہیں:

(۱) جس زمین پر رہنے والے اس زمین پر اسلام قبول کر لیں تو وہ زمین ان کی ملکیت ہے اور یہ عشری زمین ہے' اس کے سوا اس میں اور کوئی حکم نہیں ہے۔

(۲) وہ زمین جس کو صلح سے فتح کیا گیا اور ان سے ایک معین خراج لینے پر صلح کی گئی تو ان سے جس معین خراج پر صلح کی گئی اس کے سوا ان سے اور کچھ وصول نہیں کیا جائے گا۔

(۳) جس زمین کو ان سے جنگ کر کے حاصل کیا گیا' اس زمین کے متعلق اہل اسلام کے حسب ذیل مسالک ہیں:

(ا) بعض فقہاء نے کہا: اس زمین سے جو مال حاصل کیا جائے گا اس کے پانچ حصے کیے جائیں گے' چار حصے تو فاتحین کے درمیان تقسیم کر دیئے جائیں گے اور پانچواں حصہ ان کو دیا جائے گا جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے الانفال: ۴۱ میں کیا ہے۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ یہ امام شافعی اور ابوثور کا قول ہے' اور جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر فتح کیا تو حضرت زبیر بن العوام نے اسی طرف اشارہ کیا تھا۔

(ب) ابوعبید نے کہا کہ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس کا حکم سربراہ مملکت کی صواب دید پر موقوف ہے' اگر وہ مناسب سمجھے تو ان اموال کو غنیمت قرار دے اور اس کے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر کے خمس کو اپنے لیے رکھ لے' اور اگر مناسب سمجھے تو ان تمام اموال کو

مسلمانوں کے اوپر وقف کر دے جس طرح حضرت عمر رضی اللہ نے سوادِ عراق میں کیا تھا اور یہی امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف امام محمد اور ثوری کا قول ہے جیسا کہ امام طحاوی نے اس کی حکایت کی ہے۔

(ج) امام مالک نے کہا ہے کہ سربراہ ملک اس مسئلہ میں اجتہاد کرے۔

(د) صاحب قنیہ نے کہا ہے کہ جو زمین جنگ سے فتح کی گئی ہو اس میں حضرت عمر رضی اللہ کے طریقہ پر عمل کرے کہ اس زمین کو مجاہدین پر تقسیم نہ کیا جائے اور اس کو اپنے حال پر برقرار رکھا جائے کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ اور ان کے اصحاب نے اس زمین کو تقسیم کرنے کے لیے بہت اصرار کیا تھا لیکن حضرت عمر نے ان کی رائے نہیں مانی پھر حضرت عمر نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے ان سے کافی کر دے پھر ایک سال گزر گیا اور ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۶۲-۶۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۱۰ - بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِلْمَغْنَمِ هَلْ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ

جس نے مالِ غنیمت کے لیے قتال کیا آیا اس کے اجر میں کمی کی جائے گی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے مالِ غنیمت کے حصول کے لیے قتال کیا آیا اس کے اجر میں کچھ کمی کی جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو بالکل اجر ہی نہیں ملے گا چہ جائیکہ اس کے اجر میں سے کچھ کمی کی جائے کیونکہ مجاہد وہ ہے جو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اللہ کی راہ میں قتال کرتا ہے۔

۳۱۲۶ - **حَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ اَعْرَابِيٌّ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ وَيُقَاتِلُ لِيُرٰى مَكَانُهُ مَنْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو انہوں نے کہا: میں نے ابو وائل سے سنا انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ایک مرد مالِ غنیمت کے لیے قتال کرتا ہے اور ایک مرد اس لیے قتال کرتا ہے تاکہ اس کا ذکر کیا جائے اور ایک مرد اس لیے قتال کرتا ہے کہ اللہ کی راہ میں اس کا مقام دکھائی دے؟ آپ نے فرمایا: جو اس لیے قتال کرتا ہے کہ اللہ کا دین سربلند ہو وہ اللہ کی راہ میں ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۳ میں گزر چکی ہے۔

کسی نیک عمل کی ابتداء میں اللہ کی رضا جوئی کی نیت ہو تو عمل کے بعد کسی وسوسہ سے اس کے اخلاص میں فرق نہیں پڑتا

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ جس نے ابتداء میں اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرنے کی نیت کی تھی پھر بعد میں اس نے کچھ اور نیت کر لی تو وہ اللہ کی راہ میں ہی شمار کیا جائے گا اور ہم پہلے اس حدیث کی شرح میں لکھ چکے ہیں کہ "اعمال کا

مدار نیات پر ہے'' کہ جس کے عمل کی ابتداء اللہ کے لیے ہو' پھر اگر بعد میں اس کے دل میں اور خیال آ جائیں تو اس سے اس کے اخلاص میں ضرر نہیں ہوگا' مثلاً اس کے دل میں اس عمل کے سنانے اور دکھانے کا خیال آ جائے اور وہ اپنا عمل کسی کو سنائے یا شیطان کوئی اور وسوسہ ڈالے اور اس کو اس سے خوشی ہو کہ لوگ اس کے اس نیک عمل پر مطلع ہوں اور وہ اس سے خوش ہو تو اس سے اس کے اخلاص میں کوئی ضرر نہیں ہوگا' اس کے اخلاص میں اس سے ضرر ہوگا کہ وہ ابتداء میں اللہ کی رضاء جوئی کے علاوہ کوئی اور نیت کرے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۱ - بَابُ قِسْمَةِ الْإِمَامِ مَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ وَيَخْبَأُ لِمَنْ لَّمْ يَحْضُرْهُ أَوْ يَغِيبَ عَنْهُ

جو لوگ سربراہ کے پاس پہلے آ جائیں تو ان کو وہ تقسیم کر دے اور جو اس وقت حاضر نہ ہوں ان کے لیے چھپا کر رکھ لے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سربراہ کے پاس جو مشرکین کے ہدیے آتے ہیں وہ ان کو حاضرین میں تقسیم کر دے' اور جو اصحاب اس وقت حاضر نہ ہوں' ان کے لیے ان ہدیوں کو چھپا کر رکھ لے۔

۳۱۲۷ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُهْدِيَتْ لَهُ أَقْبِيَةٌ مِّنْ دِيبَاجٍ مُزَرَّرَةٌ بِالذَّهَبِ فَقَسَمَهَا فِي أُنَاسٍ مِّنْ أَصْحَابِهِ وَعَزَلَ مِنْهَا وَاحِدًا لِّمَخْرَمَةَ بْنِ نَوْفَلٍ فَجَاءَ وَمَعَهُ ابْنُهُ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَقَامَ عَلَى الْبَابِ فَقَالَ ادْعُهُ لِي فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَهُ فَأَخَذَ قَبَاءً فَتَلَقَّاهُ بِهِ فَاسْتَقْبَلَهُ بِأَزْرَارِهِ فَقَالَ يَا أَبَا الْمِسْوَرِ خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ وَكَانَ فِي خُلُقِهِ شِدَّةٌ وَّرَوَاهُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ وَقَالَ حَاتِمُ ابْنُ وَرْدَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ قَالَ قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبِيَةٌ تَابَعَهُ اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از عبداللہ بن ابی ملیکہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہدیے میں کچھ ریشم کی قبائیں (شیروانیاں) آئیں جن میں سونے کے بٹن لگے ہوئے تھے' آپ نے وہ شیروانیاں اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیں اور ان میں سے ایک شیروانی حضرت مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کے لیے الگ رکھ دی' پس حضرت مخرمہ اپنے بیٹے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ آئے' پس وہ دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے لیے بلاؤ' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آواز سن لی' پس آپ نے ایک قباء اُٹھائی اور اس کو لے کر حضرت مخرمہ سے ملے اور اس کے بٹن ان کے سامنے کر دیئے' پس فرمایا: اے ابوالمسور! میں نے یہ قباء تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی اور حضرت مخرمہ کے مزاج میں شدت تھی۔ اس حدیث کی ابن علیہ نے ایوب سے روایت کی ہے اور حاتم بن وردان نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از المسور' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قبائیں آئی تھیں۔ اس حدیث میں لیث نے ایوب کی متابعت کی ہے از ابن ابی ملیکہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۹۹ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور کی شرح بیان کی جا رہی ہے:

مشرکین کے ہدیوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تصرف اور آپ کے اخلاقِ حسنہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

مشرکین کے جو ہدیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیش کیے جاتے تھے' آپ کے لیے ان کو لینا حلال تھا' کیونکہ یہ ہدیے اس مالِ فئے میں ہیں جو آپ کو کفار سے قتال کے بغیر حاصل ہوئے تھے اور ان اموال میں دوسرے مسلمانوں کا حق نہیں تھا' اور آپ کے لیے یہ جائز تھا کہ آپ ان ہدیوں میں سے جس کو جتنا چاہیں عطاء کر دیں' اور جس کو چاہیں ان ہدیوں میں سے نہ عطاء کریں' جیسا کہ اموالِ فئے میں کیا جاتا ہے' اسی وجہ سے آپ نے حضرت مخرمہ کے لیے ایک قباء چھپا کر رکھ لی' اور آپ کے بعد جو خلفاء تھے ان کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ مشرکین کی طرف سے ان کے پاس جو ہدیے آئیں وہ ان کو صرف اپنی ملکیت میں رکھ لیں اور دوسرے مسلمانوں کو ان میں سے نہ دیں کیونکہ ان کو وہ ہدیے مسلمانوں کے امیر ہونے کی وجہ سے پیش کیے گئے تھے۔

نیز اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تواضع اور آپ کے اخلاقِ کریمانہ کا پتا چلتا ہے کیونکہ آپ نے حضرت مخرمہ کے لیے اس قباء کو چھپا کر رکھا اور چونکہ وہ تیز مزاج تھے' اس لیے آپ نے ان سے بہت نرمی سے گفتگو فرمائی اور ان کو یہ بتایا کہ ان کی غیر حاضری میں بھی آپ نے ان کا خیال رکھا تھا اور آپ نے ان کی کنیت رکھی اور ان کو ابوالمسور سے خطاب کیا۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۹۴۔ ۲۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۲ - بَابُ كَيْفَ قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرَ وَمَا اَعْطَى مِنْ ذٰلِكَ فِي نَوَائِبِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بنوقریظہ اور بنوالنضیر (کے اموال) کی کس طرح تقسیم کی اور اپنی ضرورتوں میں کس طرح خرچ کیا؟

بنوقریظہ اور بنونضیر یہود کے دو قبیلے تھے اور اس باب میں ان کے درمیان تقسیم کی کیفیت بیان کی گئی ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اچانک جو ضرورتیں پیش آتی تھیں' آپ ان میں کس طرح خرچ کرتے تھے۔

۳۱۲۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي الْاَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخَلَاتِ حِيْنَ افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرَ فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کھجور کے درخت (ہدیۃً) پیش کرتے تھے' پھر جب آپ نے بنوقریظہ اور بنونضیر پر فتح حاصل کی تو آپ نے ان کے درخت واپس کر دیئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۳۰ میں گزر چکی ہے۔

اموالِ بنونضیر اور اموالِ بنوقریظہ کی تقسیم کی تفصیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جو ذکر ہے کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کھجور کے درخت پیش کرتے تھے' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کو یہ درخت بہ طور ہدیہ دیتے تھے نہ کہ بہ طور صدقہ' کیونکہ صدقہ آپ پر حرام تھا' اور رہے باقی مہاجرین تو ان میں سے ہر مہاجر کسی انصار کے پاس

رہتا تھا اور انصار اس کی ہم دردی اور غم گساری کرتے تھے' اور انہوں نے اپنے اموال تقسیم کر کے مہاجرین کو دے دیئے اور جب تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتوح حاصل نہیں ہوئیں' اس وقت تک یہ سلسلہ جاری رہا اور جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتوحات کے ذریعہ خمس اور اموالِ فئے عطاء کر دیئے تو آپ نے ان کے درخت واپس کر دیئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنونضیر کے ان اموال میں سے کچھ مال اپنی ضروریات کے لیے رکھ لیا اور ان میں سے اکثر حصہ مہاجرین کو عطاء فرما دیا نہ کہ انصار کو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار سے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں بنونضیر کے اموال تمہارے اور مہاجرین دونوں کے درمیان تقسیم کر دوں اور تم نے جو اپنے درختوں کے پھلوں کے ساتھ مہاجرین کی غم گساری کی ہے تم اس پر قائم رہو' اور اگر تم چاہو تو میں یہ اموال صرف مہاجرین کو دے دوں اور تم نے جو مہاجرین کو اپنے درختوں کے پھل دیئے تھے وہ تم کو واپس کر دوں' انصار نے کہا: بلکہ آپ ان اموال سے صرف مہاجرین کو عطاء کریں اور ہم نے مہاجرین کی غم گساری کے لیے ان کو جو کچھ دیا تھا ہم اس پر برقرار رہیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اموال سے صرف مہاجرین کو عطاء کیا' پھر مہاجرین اس عطیہ سے غنی ہو گئے اور انصار کو ان کے دیئے ہوئے عطیات واپس مل گئے اور وہ اس سے غنی ہو گئے۔

رہے بنوقریظہ تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑ دیا اور کفار کی جماعتوں کے ساتھ مل کر مدینہ کا محاصرہ کیا' پھر اللہ تعالیٰ نے ایسی زبردست آندھی بھیجی کہ ان سب کی ہوا اُکھڑ گئی' کفار اپنے گھروں کو واپس مکہ میں بھاگ گئے اور بنوقریظہ اپنے قلعوں میں لوٹ گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے حکم سے بنوقریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کیا اور وہ لوگ حضرت سعد بن معاذ کے حکم پر اپنے قلعوں سے اتر آئے اور حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ کے مطابق بنوقریظہ کے چار سو جنگ جوؤں کو قتل کر دیا گیا اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا گیا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۹۵۔ ۲۹۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۳ - بَابُ بَرَكَةِ الْغَازِىْ فِىْ مَالِهٖ حَيًّا وَّمَيِّتًا مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُلَاةِ الْاَمْرِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا دوسرے حکمرانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کے مال کی برکت خواہ وہ زندہ ہوں یا فوت شدہ

اس باب میں غازی کے مال کی برکت بیان کی گئی ہے' برکت کا لفظ ''بَرَكَ الْبَعِير'' سے ماخوذ ہے' یہ الفاظ اس وقت کہتے ہیں جب اونٹ بیٹھ جائے' کسی چیز کے زیادہ ہونے اور بڑھنے کو بھی برکت کہتے ہیں' ''تبرك به'' کا معنی ہے: اس نے کسی چیز سے برکت حاصل کی۔

۳۱۲۹ - حَدَّثَنِىْ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِىْ اُسَامَةَ اَحَدَّثَكُمْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ لَمَّا وَقَفَ الزُّبَيْرُ يَوْمَ الْجَمَلِ دَعَانِىْ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَقَالَ يَا بُنَىَّ اِنَّهٗ لَا يُقْتَلُ الْيَوْمَ اِلَّا ظَالِمٌ اَوْ مَظْلُوْمٌ وَّاِنِّىْ لَا اُرَانِىْ اِلَّا سَاُقْتَلُ الْيَوْمَ مَظْلُوْمًا وَّاِنَّ مِنْ اَكْبَرِ هَمِّىْ لَدَيْنِىْ اَفَتُرٰى يُبْقِىْ دَيْنُنَا مِنْ مَّالِنَا شَيْئًا فَقَالَ يَا بُنَىَّ بِعْ مَالَنَا فَاقْضِ دَيْنِىْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابواسامہ سے کہا: کیا تم کو ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ جمل کے دن حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا' پس میں ان کے پہلو کی طرف کھڑا ہوا تو انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! آج کے دن صرف وہی قتل کیا جائے گا جو ظالم ہوگا یا مظلوم ہوگا' اور بے شک

وَاَوْصٰی بِالثُّلُثِ وَثُلُثِهٖ لِبَنِيْهِ يَعْنِىْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ ثُلُثُ الثُّلُثِ فَاِنْ فَضَلَ مِنْ مَّالِنَا فَضْلٌ بَعْدَ قَضَاءِ الدَّيْنِ شَيْءٌ فَثُلُثُهٗ لِوَلَدِكَ قَالَ هِشَامٌ وَّكَانَ بَعْضُ وَلَدِ عَبْدِ اللّٰهِ قَدْ وَازٰى بَعْضَ بَنِى الزُّبَيْرِ خُبَيْبٌ وَّعَبَّادٌ وَّلَهٗ يَوْمَئِذٍ تِسْعَةُ بَنِيْنَ وَتِسْعُ بَنَاتٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَجَعَلَ يُوْصِيْنِىْ بِدَيْنِهٖ وَيَقُوْلُ يَا بُنَىَّ اِنْ عَجَزْتَ عَنْهُ فِىْ شَيْءٍ فَاسْتَعِنْ عَلَيْهِ مَوْلَاىَ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَادَرَيْتُ مَا اَرَادَ حَتّٰى قُلْتُ يَا اَبَةِ مَنْ مَّوْلَاكَ قَالَ اَللّٰهُ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَاوَقَعْتُ فِىْ كُرْبَةٍ مِّنْ دَيْنِهٖ اِلَّا قُلْتُ يَا مَوْلَى الزُّبَيْرِ اِقْضِ عَنْهُ دَيْنَهٗ فَيَقْضِيْهِ فَقُتِلَ الزُّبَيْرُ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَلَمْ يَدَعْ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا اِلَّا اَرَضِيْنَ مِنْهَا الْغَابَةُ وَاِحْدٰى عَشَرَةَ دَارًا بِالْمَدِيْنَةِ وَدَارَيْنِ بِالْبَصْرَةِ وَدَارًا بِالْكُوْفَةِ وَدَارًا بِمِصْرَ قَالَ وَاِنَّمَا كَانَ دَيْنُهُ الَّذِىْ عَلَيْهِ اَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَاْتِيْهِ بِالْمَالِ فَيَسْتَوْدِعُهٗ اِيَّاهُ فَيَقُوْلُ الزُّبَيْرُ لَا وَلٰكِنَّهٗ سَلَفٌ فَاِنِّىْ اَخْشٰى عَلَيْهِ الضَّيْعَةَ وَمَا وَلِىَ اِمَارَةً قَطُّ وَلَا جِبَايَةَ خَرَاجٍ وَلَاشَيْئًا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِىْ غَزْوَةٍ مَّعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ مَعَ اَبِىْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ فَحَسِبْتُ مَا عَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ فَوَجَدْتُّهٗ اَلْفَىْ اَلْفٍ وَّمِائَتَىْ اَلْفٍ قَالَ فَلَقِىَ حَكِيْمُ بْنُ حِزَامٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ يَا ابْنَ اَخِىْ كَمْ عَلٰى اَخِىْ مِنَ الدَّيْنِ فَكَتَمَهٗ فَقَالَ مِائَةُ اَلْفٍ فَقَالَ حَكِيْمٌ وَاللّٰهِ مَااُرٰى اَمْوَالَكُمْ تَسَعُ لِهٰذِهٖ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ اَفَرَاَيْتَكَ اِنْ كَانَتْ اَلْفَىْ اَلْفٍ وَّمِائَتَىْ اَلْفٍ قَالَ مَااُرَاكُمْ تُطِيْقُوْنَ هٰذَا فَاِنْ عَجَزْتُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ فَاسْتَعِيْنُوْا بِىْ قَالَ وَكَانَ الزُّبَيْرُ اِشْتَرَى الْغَابَةَ بِسَبْعِيْنَ وَمِائَةِ اَلْفٍ فَبَاعَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بِاَلْفِ اَلْفٍ وَّسِتِّ مِائَةِ اَلْفٍ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ

مجھے صرف یہ گمان ہے کہ میں مظلوماً قتل کیا جاؤں گا اور مجھے سب سے بڑی پریشانی اپنے قرض کے متعلق ہے' کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ہمارے مال سے کچھ قرض بچ جائے گا! پس انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! میرا سب مال فروخت کر دو پھر میرا قرض ادا کر دو' اور انہوں نے ایک تہائی مال کی وصیت کی اور (اس کے) ایک تہائی کی اپنے بیٹوں کے لیے یعنی حضرت عبداللہ بن الزبیر کے بیٹوں کے لیے' وہ کہہ رہے تھے کہ تہائی کا تیسرا ان کو دینا (حضرت الزبیر کے پوتوں کو)' پھر اگر قرض ادا کرنے کے بعد ہمارا کچھ مال بچ جائے تو اس کا ایک تہائی تمہارے بیٹوں کے لیے ہے' اور ہشام نے کہا: حضرت عبداللہ کے بعض بیٹوں کا حصہ حضرت الزبیر کے بعض بیٹوں کے برابر تھا یعنی خبیب اور عباد کے اور اس دن ان کے نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں' حضرت عبداللہ نے کہا: پھر حضرت الزبیر مجھے اپنے قرض کے متعلق وصیت کرتے رہے اور وہ کہہ رہے تھے: اے بیٹے! اگر تم قرض کی کچھ ادائیگی میں عاجز ہو جاؤ تو میرے مولیٰ (اللہ تعالیٰ) سے مدد طلب کرنا' حضرت عبداللہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھا کہ ان کا کیا ارادہ تھا' حتیٰ کہ میں نے پوچھا: اے ابا جان! آپ کا مولیٰ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ! حضرت عبداللہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں جب بھی اس قرض کی ادائیگی میں کسی مشکل میں پڑا تو میں نے کہا: اے زبیر کے مولیٰ! زبیر کی طرف سے ان کے قرض کو ادا کر دے' تو اللہ اس قرض کو ادا کر دیتا' پھر حضرت زبیر رضی اللہ شہید ہو گئے اور انہوں نے کوئی دینار چھوڑا تھا نہ درہم' مگر زمینیں چھوڑی تھیں' ان میں سے ایک غابہ میں تھی اور مدینہ میں گیارہ گھر چھوڑے تھے اور بصرہ میں دو گھر چھوڑے تھے اور ایک گھر کوفہ میں چھوڑا تھا اور ایک گھر مصر میں چھوڑا تھا' اور ان پر جو قرض ہوا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ کوئی مرد ان کے پاس امانت رکھوانے کے لیے مال لاتا تو حضرت زبیر اس سے کہتے کہ نہیں! یہ امانت نہیں ہے یہ قرض ہے' کیونکہ مجھے اس رقم کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے اور میں کسی جگہ کا امیر نہیں ہوں اور نہ میں خراج وصول کرنے کا افسر ہوں اور نہ میرے پاس اور کوئی چیز ہے' سوا اس کے

مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ حَقٌّ فَلْيُوَافِنَا بِالْغَابَةِ فَأَتَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ وَكَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ أَرْبَعُ مِائَةِ أَلْفٍ فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ إِنْ شِئْتُمْ تَرَكْتُهَا لَكُمْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا قَالَ فَإِنْ شِئْتُمْ جَعَلْتُمُوهَا فِيمَا تُؤَخِّرُونَ إِنْ أَخَّرْتُمْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا قَالَ قَالَ فَاقْطَعُوا لِي قِطْعَةً فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَكَ مِنْ هٰهُنَا إِلٰى هٰهُنَا قَالَ فَبَاعَ مِنْهَا فَقَضٰى دَيْنَهُ فَأَوْفَاهُ وَبَقِيَ مِنْهَا أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفٌ فَقَدِمَ عَلٰى مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَهُ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ وَالْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ كَمْ قُوِّمَتِ الْغَابَةُ؟ قَالَ كُلُّ سَهْمٍ مِائَةُ أَلْفٍ قَالَ كَمْ بَقِيَ قَالَ أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفٌ قَالَ الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ قَالَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ وَقَالَ ابْنُ زَمْعَةَ قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ كَمْ بَقِيَ فَقَالَ سَهْمٌ وَنِصْفٌ قَالَ أَخَذْتُهُ بِخَمْسِينَ وَمِائَةِ أَلْفٍ قَالَ وَبَاعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ نَصِيبَهُ مِنْ مُعَاوِيَةَ بِسِتِّ مِائَةِ أَلْفٍ فَلَمَّا فَرَغَ ابْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ قَضَاءِ دَيْنِهِ قَالَ بَنُو الزُّبَيْرِ اقْسِمْ بَيْنَنَا مِيرَاثَنَا قَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ حَتّٰى أُنَادِيَ بِالْمَوْسِمِ أَرْبَعَ سِنِينَ أَلَا مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا فَلْنَقْضِهِ قَالَ فَجَعَلَ كُلَّ سَنَةٍ يُنَادِي بِالْمَوْسِمِ فَلَمَّا مَضٰى أَرْبَعُ سِنِينَ قَسَمَ بَيْنَهُمْ قَالَ فَكَانَ لِلزُّبَيْرِ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ وَرَفَعَ الثُّلُثَ فَأَصَابَ كُلَّ امْرَأَةٍ أَلْفُ أَلْفٍ وَمِائَتَا أَلْفٍ فَجَمِيعُ مَالِهِ خَمْسُونَ أَلْفَ أَلْفٍ وَمِائَتَا أَلْفٍ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ یا حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ جہاد میں مشغول رہا ہوں' حضرت عبداللہ بن الزبیر نے کہا: میں نے ان کے قرض کا حساب کیا تو وہ بائیس لاکھ (۲،۲۰۰،۰۰۰) تھا' راوی نے کہا: پھر حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی' پس کہا: اے میرے بھتیجے! میرے بھائی کے اوپر کتنا قرض ہے؟ پس میں نے اصل قرض کو چھپا کر کہا: ایک لاکھ ہے' پس حضرت حکیم نے کہا: اللہ کی قسم! میں تمہارے اموال میں اس قرض کی ادائیگی کی صلاحیت نہیں پاتا' پھر ان سے حضرت عبداللہ نے کہا: یہ بتائیں کہ اگر وہ قرض بائیس لاکھ ہو تو؟ حضرت حکیم نے کہا: میرا گمان ہے کہ تم اس کو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے' پس اگر تم اس قرض میں سے کچھ ادا نہ کر سکو تو مجھ سے مدد طلب کر لینا' حضرت عبداللہ نے بتایا کہ حضرت زبیر نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی' پس اس زمین کو عبداللہ نے ایک کروڑ چھ لاکھ میں فروخت کر دیا' پھر وہ کھڑے ہوئے تو کہا: جس کا حضرت زبیر پر کوئی حق ہو تو وہ ہمارے پاس آ کر غابہ میں لے لے' پس ان کے پاس عبداللہ بن جعفر آئے۔ پس وہ زمین ان سے حضرت عبداللہ بن جعفر نے خرید لی اور انہوں نے حضرت زبیر سے چار لاکھ روپے لینے تھے' پس انہوں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر سے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں یہ رقم آپ پر چھوڑ سکتا ہوں' حضرت عبداللہ بن الزبیر نے کہا: نہیں! حضرت عبداللہ بن جعفر نے کہا: اگر آپ اس رقم کی ادائیگی جتنا مؤخر کرنا چاہیں میں اتنی تاخیر کر دیتا ہوں' تو حضرت عبداللہ بن الزبیر نے کہا: نہیں! حضرت عبداللہ بن جعفر نے کہا: پھر آپ میرے لیے زمین کا ایک قطعہ مقرر کر دیں' تو حضرت عبداللہ بن الزبیر نے کہا: آپ کے لیے یہاں سے یہاں تک کی زمین ہے' راوی نے کہا: حضرت ابن الزبیر نے غابہ کی زمینوں میں سے کچھ کو فروخت کیا' پس اس سے اپنا قرض ادا کر دیا اور پورا قرض ادا کر دیا اور غابہ کی زمینوں میں سے ابھی ساڑھے چار حصے باقی بچ گئے تھے' پس وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' اور ان کے پاس عمرو

بن عثمان' المنذر بن الزبیر اور ابن زمعۃ بیٹھے ہوئے تھے تو ان سے حضرت معاویہ نے پوچھا کہ غابہ کی زمین کی کتنی قیمت لگائی گئی ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہر حصہ ایک لاکھ کا ہے' تو حضرت معاویہ نے پوچھا کہ اب کتنا باقی ہے؟ پس حضرت ابن الزبیر نے کہا: چار حصے اور نصف باقی ہے' پس المنذر بن الزبیر نے کہا: ایک حصہ ایک لاکھ کا میں نے لے لیا' عمرو بن عثمان نے کہا: ایک حصہ ایک لاکھ کا میں نے لیا' اور ابن زمعۃ نے کہا: ایک حصہ ایک لاکھ کا میں نے لے لیا' حضرت معاویہ نے پوچھا: اب کتنا حصہ بچا ہے؟ حضرت ابن الزبیر نے کہا: ایک حصہ اور نصف' حضرت معاویہ نے کہا: اس کو ایک لاکھ اور پچاس ہزار کا میں نے لے لیا' راوی نے کہا: اور حضرت عبداللہ بن جعفر نے اپنا حصہ حضرت معاویہ کو چھ لاکھ میں فروخت کر دیا' پھر جب حضرت ابن الزبیر اپنے قرض کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے تو حضرت ابن الزبیر کے بیٹوں نے کہا: اب ہمارے درمیان ہماری میراث کو تقسیم کیجئے' حضرت ابن الزبیر نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں تمہارے درمیان میراث کو تقسیم نہیں کروں گا حتیٰ کہ میں چار سال حج کے موسم میں یہ اعلان کر دوں کہ جس کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پر کوئی قرض ہے وہ ہمارے پاس آئے ہم اس کا قرض ادا کر دیں گے' پھر حضرت ابن الزبیر ہر سال حج کے موسم میں اعلان کرتے رہے' پھر جب چار سال گزر گئے تو پھر انہوں نے حضرت زبیر کے بیٹوں کے درمیان میراث کو تقسیم کیا' پس حضرت زبیر کی چار بیویاں تھیں اور انہوں نے (وصیت کا) ایک تہائی مال الگ کر لیا تو ہر ہر بیوی کو بارہ لاکھ مل گئے اور حضرت زبیر کی کل جائیداد پانچ کروڑ دو لاکھ کی ہوئی۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) اسحاق بن ابراہیم بن مخلد' یہ ابن راھویہ الحنظلی المروزی کے نام سے معروف ہیں (٢) ابو اسامہ حماد بن اسامہ اللیثی (٣) ہشام بن عروہ بن الزبیر بن العوام (٤) عروہ بن الزبیر (5) عبداللہ بن الزبیر (٦) حضرت الزبیر بن العوام' یہ ان دس اصحاب میں سے ایک ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی تھی' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حواری ہیں اور آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے ہیں' یہ غزوۂ بدر میں اور اس کے بعد تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں' انہوں نے دو ہجرتیں کیں اور سولہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں تلوار نکالی۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٦٦-٦٥)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں حکمرانوں کے ساتھ جہاد کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ جہاد کیا' اور اس قصہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو جہاد کی برکت اپنی زندگی میں اور اپنی وفات کے بعد حاصل ہوئی۔

جنگ جمل کا قصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بصرہ روانہ ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

سانحہ جمل ۳۶ ھ میں ہوا ہے' اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت ۳۵ ھ میں ہوئی ہے' اس وقت حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا مکہ میں تھیں' اسی طرح باقی امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے بھی ۳۵ ھ کو حج کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں چلی گئی تھیں تاکہ باغیوں کے فتنہ سے محفوظ رہیں' اور جب مکہ مکرمہ میں یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ میں شہید کر دیا گیا ہے تو انہوں نے مکہ میں ہی قیام رکھا' پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی اور وہ سب سے زیادہ بیعت کے مستحق تھے' اور اس میں حضرت علی کا اختیار نہیں تھا کہ ان کی بیعت کرنے والے وہ لوگ تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والوں کے سردار تھے' بنوامیہ اور ان کے ساتھ جو دیگر لوگ تھے وہ بھی بھاگ کر مکہ مکرمہ چلے گئے تھے' حضرت طلحہ اور حضرت الزبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھ بہت لوگ مکہ مکرمہ چلے گئے تھے' حضرت یعلیٰ بن امیہ' اور ان کے پاس ساٹھ لاکھ درہم اور چھ سو اونٹ تھے' وہ بھی مکہ چلے گئے تھے' بنوامیہ وادیٔ ابطح میں جمع ہو گئے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان کے خون کے قصاص کا مطالبہ کرنے کے لیے کھڑی ہوئیں اور ان تمام لوگوں نے آپ کی موافقت کی اور یہ سب بصرہ کی طرف روانہ ہوئے' حضرت عائشہ کو عسکر نامی اونٹ کے ہودج میں بٹھایا گیا' یہ سب بصرہ کی طرف سفر کر رہے تھے۔ حَوْءَب نامی ایک جگہ پر پانی تھا' وہ جگہ بصرہ کے قریب تھی' اس جگہ پر کتے بھونکنے لگے' ان لوگوں نے پوچھا: یہ کون سی جگہ ہے؟ تو کسی نے جواب دیا: یہ حَوْءَب کا پانی ہے' جب حضرت عائشہ نے یہ سنا تو انہوں نے اپنے اونٹ کو بٹھا لیا اور بلند آواز سے فرمایا: اللہ کی قسم! میں حوءب والی ہو جاؤں گی' مجھے واپس لے چلو' مجھے واپس لے چلو' پھر لوگوں نے بھی اپنے اپنے اونٹ حضرت عائشہ کے اونٹ کے پاس بٹھا دیئے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت آگے جانے سے انکار فرما رہی تھیں' اور اسی دوران حضرت عبداللہ بن الزبیر نجات' نجات کا نعرہ لگاتے ہوئے آئے' انہوں نے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تم لوگوں کا پیچھا کرتے ہوئے آ رہے ہیں' پھر وہ لوگ بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

حَوْءَب کے کتوں کے بھونکنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رات کے وقت بنو عامر کے پانی پر پہنچیں تو کتے بھونکنے لگے' حضرت عائشہ نے پوچھا کہ یہ پانی کس جگہ پر ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حوءب کا پانی ہے' حضرت عائشہ نے فرمایا: اب میں صرف یہ سوچ رہی ہوں کہ میں واپس جاؤں' آپ کے بعض ہمراہیوں نے کہا: بلکہ آپ آگے بڑھیں' کیونکہ مسلمان آپ کو دیکھیں گے تو اللہ ان کے درمیان صلح کرا دے گا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمایا تھا: اس وقت تم میں سے کسی ایک کا کیا حال ہوگا جب حَوْءَب کے کتے اس پر بھونکیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۲۶۰۔۲۵۹' مسند البزار: ۳۲۷۵' مسند ابویعلیٰ: ۴۸۶۸' صحیح ابن حبان: ۶۷۳۲' الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۶۲۷' المستدرک ج ۳ ص ۱۲۰' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۴۱۱۔۴۱۰' مسند احمد ج ۶ ص ۵۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد' امام ابویعلیٰ اور امام بزار نے روایت کیا

ہے اور امام احمد کی سند کے رجال' حدیث صحیح کے رجال ہیں' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۳۴' دارالکتاب العربی' بیروت)

جنگ جمل کا قصہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اصحاب جمل پر فتح پانا اور حضرت عائشہ کو احترام کے ساتھ مکہ روانہ کرنا

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ تو وہ ۳۶ھ ربیع الثانی کے آخر میں مدینہ سے نکلے' ان کے ساتھ نو سو جنگجو تھے' ایک روایت یہ ہے کہ جب حضرت علی کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عائشہ' حضرت طلحہ اور حضرت الزبیر بصرہ کی طرف چلے گئے ہیں تو حضرت علی ان کے پیچھے روانہ ہوئے' ان کے ساتھ چار ہزار اہل مدینہ تھے اور ان میں چار سو وہ صحابہ تھے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی اور آٹھ سو انصار تھے اور ان کا جھنڈا ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ کے پاس تھا' دائیں جانب حضرت حسن تھے اور بائیں جانب حضرت حسین تھے' گھوڑے سواروں کے امیر حضرت عمار بن یاسر تھے اور پیادوں کے امیر محمد بن ابی بکر الصدیق تھے اور مقدمۃ الجیش میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم تھے۔

پھر یہ سب عبید اللہ بن زیاد کے محل کے پاس جمع ہو گئے' حضرت علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیس ہزار افواج تھیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوئے جن کے ساتھ تیس ہزار لوگ تھے' پھر انہوں نے صف بندی کی اور جنگ شروع ہو گئی' حضرت الزبیر اور حضرت عمار بالمقابل ہوئے' حضرت عمار نے حضرت الزبیر پر نیزہ سے حملہ کیا' حضرت الزبیر نے اس کا دفاع کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمایا تھا کہ تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا' بہت لوگ قتل کر دیئے گئے اور حضرت الزبیر قتال سے واپس آ گئے۔

علامہ واقدی نے کہا ہے کہ اونٹ کی مہار کعب بن مسور کے ہاتھ میں تھی اور اونٹ کی مہار وہی شخص ہاتھ میں پکڑتا تھا اور جس شخص نے بھی اونٹ کی مہار اپنے ہاتھ میں پکڑی' اس کو قتل کر دیا گیا۔ بنوضبہ اونٹ کے گرد جمع ہو گئے اور اس اونٹ کے گرد ایسی زبردست لڑائی ہوئی جس کی مثل نہیں سنی گئی' اس اونٹ کے گرد ایک ہزار ہاتھ کاٹ دیئے گئے اور ایک ہزار مسلمان قتل کر دیئے گئے اور جنگ کا پانسہ پلٹتا رہا' کبھی اہل بصرہ غالب آ جاتے اور کبھی اہل کوفہ' بالآخر مجیر بن ولجہ کوفی نے اونٹ کی تین ٹانگوں کو کاٹ ڈالا' اونٹ بیٹھ گیا اور ھودج زمین پر گر پڑا' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور آپ کو سلام کیا' حضرت ام المؤمنین نے ان کے سلام کا جواب دیا' حضرت علی نے کہا: اللہ آپ کی مغفرت فرمائے! حضرت ام المؤمنین نے کہا: اللہ آپ کی بھی مغفرت فرمائے! اور اونٹ کے گرد جو مسلمان تھے وہ شکست کھا گئے' حضرت علی نے حکم دیا کہ مقتولین کے درمیان سے ھودج کو اٹھایا جائے اور محمد بن ابی بکر اور حضرت عمار بن یاسر کو حکم دیا کہ وہ حضرت ام المؤمنین کے لیے خیمہ لگائیں' رات کے آخری حصہ میں محمد بن ابی بکر' حضرت عائشہ کو بصرہ میں لے کر گئے اور ان کو عبداللہ بن خلف الخزاعی کے گھر میں ٹھہرایا' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ روئیں اور کہا: کاش! میں یہ دن دیکھنے سے بیس سال پہلے مر جاتی' امراء اور اعیان سلطنت آپ کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہو رہے تھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ تین دن کوفہ میں ٹھہرے اور آپ نے دونوں فریقوں کے مقتولین کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ابن الکلبی نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ کے اصحاب میں سے آٹھ ہزار افراد شہید کر دیئے گئے اور حضرت علی کے اصحاب میں سے ایک ہزار افراد شہید کیے گئے اور ایک قول یہ ہے کہ اہل بصرہ میں دس ہزار افراد قتل کیے گئے اور اہل کوفہ میں سے پانچ ہزار افراد قتل کر دیئے گئے اور مقتولین میں سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ بھی تھے' جو ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی ہے' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ میں آئے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہایت عزت اور احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ ان کے لیے

بہترین سواری، زادِ سفر اور متاع کو مہیا کیا اور اہل بصرہ کی چالیس معزز خواتین کو ان کے ساتھ بھیجا' حضرت عائشہ یکم رجب ٣٦ھ کو وہاں سے روانہ ہوئیں اور حضرت علی کئی میل تک ان کو رخصت کرنے کے لیے گئے' حضرت عائشہ مکہ میں داخل ہوئیں اور حج کرنے تک وہیں قیام کیا' مکہ کی خواتین آپ سے حالات معلوم کرتی رہیں' آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہت تحسین کی اور بتایا کہ وہ آپ کے ساتھ بہت عزت اور احترام کے ساتھ پیش آئے تھے۔

حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

عمرو بن جرموز حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا: مجھے آپ سے ایک کام ہے' حضرت الزبیر نے کہا: قریب آؤ' حضرت زبیر کے غلام عطیہ نے کہا: اس کے پاس ہتھیار ہیں' انہوں نے کہا: خواہ اس کے پاس ہتھیار ہوں' حضرت الزبیر اس سے باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ نماز کا وقت آ گیا' حضرت الزبیر نماز پڑھانے لگے' عمرو بن جرموز نے ان پر نیزہ کا وار کیا اور ان کو قتل کر دیا' دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت زبیر وادی السباع میں دوپہر کے وقت سوئے ہوئے تھے' عمرو بن جرموز نے اچانک حملہ کر کے آپ کو قتل کر دیا اور آپ کا سر کاٹ کر حضرت علی کے پاس لے گیا' حضرت علی کو بتایا گیا کہ یہ ابن جرموز ہے اور آپ کے پاس حضرت زبیر کا سر لے کر آیا ہے' حضرت علی نے فرمایا کہ حضرت الزبیر کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دو۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت الزبیر حضرت عائشہ کے لشکر سے نکل کر جا رہے تھے کہ ابن جرموز نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت الزبیر کا تعاقب کر کے ان کو قتل کر دیا۔

حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ ان دس صحابہ میں سے ایک تھے' جن کو جنت کی بشارت دی گئی ہے' وہ تمام غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے' وہ جنگ اُحد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور آپ سے موت پر بیعت کی' شہادت کے وقت ان کی کتنی عمر تھی' اس میں کئی اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر پچاس سال سے زیادہ تھی' دوسرا قول یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال تھی' تیسرا قول یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر پینسٹھ سال تھی۔

یوم الجمل کی تاریخ

اس حدیث میں یوم الجمل کا ذکر ہے یعنی جس دن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان جنگ ہوئی' اس وقت حضرت عائشہ اونٹ کے ہودج (پالان) میں بیٹھی ہوئی تھیں' اور یہ جنگ جمادی الاولیٰ ٣٦ھ میں بابِ بصرہ پر ہوئی تھی' اس جنگ کی اضافت جمل (اونٹ) کی طرف کی گئی ہے کیونکہ حضرت عائشہ اونٹ پر بیٹھی ہوئی تھیں اور یہ پہلی جنگ ہے جو مسلمانوں کے درمیان ہوئی۔

ظالم یا مظلوم کے قتل کیے جانے کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت الزبیر نے کہا: آج وہی شخص قتل کیا جائے گا جو ظالم ہو گا یا مظلوم ہو گا۔ علامہ ابن بطال نے کہا کہ اس کلام کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص فریقِ مخالف کے نزدیک ظالم ہو گا یا حضرت الزبیر کے نزدیک وہ مظلوم ہو گا کیونکہ دونوں فریق یہ تاویل کرتے تھے کہ وہ حق پر ہیں اور ان کا مخالف باطل پر ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے یا تو وہ تاویل کرنے والا صحابی ہو گا' پھر وہ مظلوم ہے یا غیر صحابی ہو گا اور وہ دنیا کے حصول کے لیے قتل کرے گا' پھر وہ ظالم ہے' اور علامہ کرمانی نے کہا کہ حضرت الزبیر نے جو یہ کہا کہ آج کے دن جو قتل کیا جائے گا وہ ظالم ہو گا' اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو دنیا میں ہی سزا دے گا اور وہ قتل ہو جائے گا اور یہ جو انہوں نے کہا تھا کہ آج صرف مظلوم قتل کیا جائے گا' اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو جلد شہادت عطاء فرمائے گا' اور ہر دو تقدیر پر ان کا گمان یہ تھا کہ وہ مظلوماً قتل کیے جائیں گے کیونکہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ اس جنگ میں برحق ہیں'

یا اس لیے کہ انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ ارشاد سنا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنا تھا اور وہ یہ ہے کہ جب ابن جرموز نے حضرت علی کو آ کر یہ خبر دی کہ اس نے حضرت الزبیر کو قتل کر دیا ہے' تو انہوں نے کہا: ابن صفیہ کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دو۔

یہ حدیث درج ذیل ہے:

زر بن حبیش بیان کرتے ہیں کہ ابن جرموز نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی اور میں بھی ان کے پاس تھا' پس حضرت علی نے کہا کہ صفیہ کے بیٹے کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دو' پھر حضرت علی نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری الزبیر ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۷۴۴' الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۰۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۹۳' ابن ابی عاصم: ۱۳۸۹' مسند احمد ج ۱ ص ۸۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۸۱۔ ج ۲ ص ۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

(ابن صفیہ سے مراد حضرت الزبیر بن العوام ہیں' ان کی والدہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی تھیں' اور حواری کا معنی ہے: مددگار)

حضرت زبیر کے کلام میں ''اَوْ'' (یا کا لفظ) تقسیم کے لیے ہے' یعنی دو فریقوں میں سے ایک فریق ظالم ہے اور دوسرا فریق مظلوم ہے' حضرت زبیر کی مراد یہ تھی کہ صحابہ کا باہم قتال کرنا ظالموں اور باغیوں کے قتال کی طرح نہیں ہے کیونکہ باغیوں کے باہم قتال میں قاتل اور مقتول دونوں ظالم ہوتے ہیں' جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے ایک دوسرے پر حملہ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں' میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ تو قاتل ہے اور مقتول کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ بھی تو اپنے مخالف کے قتل پر حریص تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۱' صحیح مسلم: ۲۸۸۸' سنن ابوداؤد: ۴۲۶۸' سنن نسائی: ۴۱۲۰)

کیونکہ جب فاسق اور ظالم ایک دوسرے کے ساتھ باہم قتال کرتے ہیں تو ان میں سے کسی کی بھی ایسی تاویل نہیں ہوتی جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معذور ہو اور نہ اس پر حق مشتبہ ہوتا ہے' ان میں سے کوئی شخص بھی مظلوم نہیں ہوتا بلکہ ان میں سے ہر ایک ظالم ہوتا ہے' اور حضرت الزبیر اور حضرت طلحہ اور اکابر صحابہ کی جماعت حضرت عائشہ کے ساتھ قاتلینِ عثمان کا مطالبہ کرنے کے لیے نکلے تھے اور ان سے قصاص لینے کے لیے نکلے تھے' وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لیے نہیں نکلے تھے' کیونکہ امت کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس وقت حضرت علی اپنے تمام اہل زمان سے خلافت اور امامت کے سب سے زیادہ حق دار تھے' اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین حضرت علی کی پناہ میں تھے' اور حضرت علی کے نزدیک ان کو اس وجہ سے قتل کے لیے پیش کر دینا صحیح نہیں ہے' یہ حضرت علی کے نزدیک ان کو قتل نہ کرنے کی وجہ تھی (بلکہ حضرت علی کے نزدیک ان پر حضرت عثمان کے قتل کا حکم لگانا صحیح نہیں تھا کیونکہ انہوں نے حضرت عثمان کے قتل کا اعتراف کیا تھا نہ اس پر گواہی قائم ہوئی تھی کہ انہوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) پھر اللہ تعالیٰ نے جس طرح مقدر کیا تھا اسی طرح ہوا' پھر حضرت زبیر نے جب یہ دیکھا کہ دونوں فریق اپنے اپنے موقف میں سخت ہیں تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ میں عنقریب مظلوماً قتل کیا جاؤں گا کیونکہ انہوں نے حضرت علی سے قتال کی نیت نہیں کی تھی اور نہ یہ ان کا عزم تھا اور جب دو فریق ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہوئے تو وہ درمیان سے نکل کر بھاگ گئے' پس ابن جرموز نے ان کا تعاقب کر کے ان کو قتل کر دیا۔

غابہ کا محل وقوع

اس حدیث میں حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کی زمینوں کے بیان میں غابہ کا ذکر ہے' مدینہ کے بالائی علاقوں میں غابہ ایک عظیم اور وسیع

اور مشہور جگہ ہے' یاقوت نے کہا ہے کہ غابہ شام کی سمت پر مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے اور یہاں پر یہی جگہ مراد ہے' ویسے بحرین کی ایک بستی کا نام بھی غابہ ہے' بصرہ کے آخر میں یمامہ کی جانب ایک جگہ کا نام بھی غابہ ہے۔

مجاہد کے لیے دورانِ جنگ وصیت کرنے کا استحباب' پوتوں کے لیے وصیت کرنے کا جواز اور دیگر مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص جنگ میں مشغول ہو' اس کو وصیت کرنی چاہیے کیونکہ جنگ میں موت کا خطرہ ہوتا ہے۔

اس حدیث سے پتا چلا کہ وصی کے لیے ترکہ کی تقسیم کو مؤخر کرنا جائز ہے حتیٰ کہ میت کے تمام قرض ادا ہو جائیں اور تہائی مال سے اس کی وصیت نافذ کر دی جائے اور حضرت ابن الزبیر نے ایسا ہی کیا تھا۔

حضرت الزبیر نے اپنے پوتوں کے لیے وصیت کی تھی' اس سے معلوم ہوا کہ جب پوتوں کے وارث ہونے سے کوئی مانع ہو تو ان کے لیے وصیت کرنا جائز ہے۔

حضرت الزبیر نے کہا: اگر تم کو قرض ادا کرنے میں کوئی مشکل پیش آئے تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا' لفظ مولیٰ کے متعدد معانی ہیں' یعنی مالک' غلام' دوست اور محب وغیرہ' اس لیے حضرت ابن الزبیر نے پوچھا: مولیٰ سے آپ کی کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے بیان کیا کہ مولیٰ سے مراد اللہ ہے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت زبیر کا ایمان بہت قوی تھا اور ان کو ایسے پر خطر حالات میں بھی اللہ تعالیٰ پر قوی اعتماد تھا' وہ پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھے اور اس کے حکم پر راضی تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابن الزبیر کو اپنے اوپر کامل اعتماد تھا' اسی وجہ سے جب حضرت حکیم بن حزام نے ان کو قرض کی ادائیگی میں مدد کی پیش کش کی تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا' اور اس سے حضرت حکیم بن حزام کی سخاوت اور دریا دلی کا بھی پتہ چلا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٤ - بَابُ إِذَا بَعَثَ الْإِمَامُ رَسُوْلًا فِيْ حَاجَةٍ أَوْ أَمَرَهُ بِالْمُقَامِ هَلْ يُسْهَمُ لَهُ

جب سربراہ کسی شخص کو کسی کام سے بھیجے یا اس کو کسی جگہ ٹھہرنے کا حکم دے تو کیا اس کا مالِ غنیمت سے حصہ نکالا جائے گا؟

امام بخاری نے یہ نہیں بیان کیا کہ اس صورت میں اس کا مالِ غنیمت سے حصہ نکالا جائے گا یا نہیں؟ کیونکہ اس صورت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

٣١٣٠ حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَوْهَبٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ إِنَّمَا تَغَيَّبَ عُثْمَانُ عَنْ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِّمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَّسَهْمَهُ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۹۸۔ ۳۷۰۴۔ ۴۰۶۶۔ ۴۵۱۳۔ ۴۶۵۰۔ ۴۶۵۱۔ ۷۰۹۵] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن موہب نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر سے غیر حاضر تھے کیونکہ ان کے عقدِ نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی تھیں اور وہ بیمار تھیں تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارے لیے اس مرد کا اجر ہوگا جو غزوۂ بدر میں حاضر ہوا اور اس کا (مالِ غنیمت سے) حصہ ہوگا۔

امیر مسلمین کی اطاعت میں میدانِ جہاد سے غیر حاضر شخص کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ نکالنے میں۔۔۔

مذاہبِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص کسی جہاد میں حاضر نہ ہو تو اس کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ نکالا جائے گا یا نہیں؟ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کو امام کسی کام سے بھیجے حتیٰ کہ امام غنیمت کو تقسیم کرے تو اس کا حصہ نکالا جائے گا' اور انہوں نے حضرت ابن عمر کی اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

اہل سیرت نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعید بن زید کو کسی کام سے بھیجا اور حضرت طلحہ کو کسی جگہ ٹھہرنے کا حکم دیا اور آپ نے ان دونوں کا (مالِ غنیمت سے) حصہ نکالا اور آپ نے ان دونوں سے فرمایا: تم کو اسی کا حصہ ملے گا جو میدانِ جہاد میں حاضر ہو۔

امام مالک' سفیان ثوری' لیث' اوزاعی' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ مالِ غنیمت سے اُسی شخص کو حصہ ملے گا جو قتال پر حاضر ہو' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی یہی حکم دیا تھا اور کوفہ میں اپنے عاملین کی طرف بھی یہی حکم روانہ کیا تھا' ان کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت آپ خیبر میں تھے اور مسلمانوں نے خیبر کو فتح کر لیا تھا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مالِ غنیمت سے میرا حصہ بھی نکالیے! تو سعید بن العاص کے ایک بیٹے نے کہا: یارسول اللہ! اس کا حصہ نہ لگائیں' تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا: یہ شخص تو ابن قوقل کا قاتل ہے' سعید بن العاص کے بیٹے (ابان) نے کہا: کتنا تعجب ہے کہ یہ بلّی جیسا جانور پہاڑ کی چوٹی سے بکریاں چراتے چراتے یہاں تک آ گیا اور مجھ پر ایک مسلمان کے قتل کی تہمت لگا رہا ہے' جس کو اللہ نے میرے ہاتھوں سے عزت دی ہے اور مجھے اس کے ہاتھوں سے ذلیل ہونے سے بچا لیا' راوی کہتا ہے: مجھے پتا نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ کا مالِ غنیمت سے حصہ نکالا یا نہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۸۲۷)

امام طحاوی نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی ائمہ ثلاثہ کے خلاف یہ دلیل ہے کہ حضرت عثمان' اللہ اور اس کے رسول کے کام سے گئے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالِ غنیمت سے ان کا حصہ نکالا اور ان کے علاوہ کسی اور کا حصہ نہیں نکالا۔

امام طحاوی نے کہا کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی اطاعت میں غائب ہو' اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بمنزلہ حاضر قرار دیا ہے' اسی طرح ہر وہ شخص جو اہلِ حرب کے خلاف جہاد سے امیرِ مسلمین کے کسی کام کی وجہ سے غائب ہو تو وہ بھی حاضر کے قائم مقام ہے' رہی حضرت ابو ہریرہ کی حدیث تو ہمارے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابان کو نجد کی طرف بھیجا تھا' قبل اس کے کہ ان کا خیبر کی طرف نکلنا ہوتا' حضرت ابان کو بتایا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر کی طرف چلے گئے ہیں' تو وہ اس وجہ سے خیبر سے غائب رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی کام کی وجہ سے خیبر سے غائب نہیں ہوئے تھے' جب کہ ان کا ارادہ خیبر کا تھا تو گویا وہ بھی خیبر میں حاضر تھے' پس یہ دونوں حدیثیں اس بات کی دلیل ہیں کہ جو دشمن سے قتال کر کے امیرِ مسلمین کے ساتھ نکلنے کا ارادہ کرے' پھر امیرِ مسلمین اس کو مسلمانوں سے متعلق کسی دوسرے کام کے لیے بھیج دے اور وہ اس کام میں مشغول رہے حتیٰ کہ امیر مالِ غنیمت کی تقسیم کر دے تو وہ شخص بھی میدانِ جہاد میں حاضر ہونے کے قائم مقام ہے اور اس کا بھی مالِ غنیمت سے حصہ نکالا جائے گا اور وہ شخص جو اپنے کسی کام میں مشغول رہے یا مسلمانوں کے کسی کام میں مشغول ہو' پھر اس کو بتایا جائے کہ امیرِ مسلمین دشمن سے قتال کر رہے ہیں' پھر وہ میدانِ

جہاد میں جائے تو وہ میدانِ جہاد میں حاضر ہونے والوں کے قائم مقام نہیں ہوگا' لہٰذا اس کا مالِ غنیمت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

ائمہ ثلاثہ نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کو مالِ غنیمت سے حصہ دیا تھا جبکہ وہ غزوۂ بدر میں حاضر نہیں تھے' یہ ان کی خصوصیت ہے اور خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا کہ تمہیں اس شخص کا اجر ملے گا جو غزوۂ بدر میں حاضر ہوا اور ان کا مالِ غنیمت سے بھی حصہ نکالا' اور امام طبری نے یہ کہا ہے کہ بعض اہل علم نے یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن حضرت عثمان کو غنیمت میں سے ان کا حصہ نہیں دیا تھا بلکہ اپنے خمس میں سے ان کا حصہ دیا تھا اور انہوں نے اس پر اس سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے دن فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ نے جو مجھے مالِ فئے عطا کیا ہے' اس میں سے میرے لیے صرف خمس ہے اور وہ بھی تمہاری طرف لوٹا دیا جائے گا' پس یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ آپ نے کسی ایسے شخص کو غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا جو جہاد میں شامل نہ ہوا ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۰۰-۲۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے دلائل کے جوابات

علامہ ابن بطال نے ائمہ ثلاثہ کی طرف سے پہلی دلیل یہ قائم کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت عثمان کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دینا حضرت عثمان کی خصوصیت تھی' کیونکہ وہ جہاد میں شامل نہیں ہوئے تھے اور آپ نے ان کو مالِ غنیمت سے حصہ دیا۔ میں کہتا ہوں: علامہ ابن بطال کی یہ دلیل اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت عثمان کی خصوصیت پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ عدم خصوصیت پر دلیل ہے کیونکہ خود علامہ ابن بطال نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعید بن زید کو اپنے کسی کام کے لیے بھیجا اور حضرت طلحہ کو کسی جگہ پر ٹھہرنے کا حکم دیا اور ان دونوں کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ نکالا اور ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں کو وہی اجر ملے گا جو جہاد میں شامل ہونے والے کو ملے گا' سو جب آپ نے حضرت سعید بن زید اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما کو بھی جہاد میں شرکت کے بغیر مالِ غنیمت سے حصہ دیا ہے' پھر یہ حضرت عثمان کی خصوصیت کیسے ہوئی!

علامہ ابن بطال نے امام طبری کے حوالہ سے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن مالِ غنیمت سے حصہ نہیں دیا تھا بلکہ خمس میں سے جو آپ کا حصہ تھا' اس میں سے حضرت عثمان کو حصہ دیا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ جواب بھی دو وجہ سے صحیح نہیں ہے' اوّل اس لیے کہ امام طبری نے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کو مالِ غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا تھا بلکہ خمس میں سے دیا تھا اور جو دعویٰ بلا دلیل ہو' وہ مقبول نہیں ہوتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خمس میں سے ان لوگوں کو حصہ دیتے تھے جو فقراء اور مساکین ہوں' جیسا کہ حسبِ ذیل آیت سے ظاہر ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ. (الانفال:۴۱)

اور اے مسلمانو! جان لو کہ تم جو کچھ مالِ غنیمت حاصل کرو' اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے اور (رسول کے) قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خمس میں سے جو حصہ ہے وہ فقراء' یتامٰی اور مساکین کے لیے ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فقیر تھے' نہ یتیم تھے' نہ مسکین تھے اور نہ مسافر تھے' وہ مدینہ کے بہت خوش حال اور امیر کبیر شخص تھے اور انہوں نے بارہا اللہ تعالیٰ کی راہ میں بڑھ چڑھ کر اپنا مال خرچ کیا' سو امام طبری کا یہ کہنا کہ حضرت عثمان کو آپ نے خمس میں سے حصہ دیا' قطعاً باطل ہے۔

اور ہماری ذکر کی ہوئی اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا مؤقف ہی صحیح ہے اور ائمہ ثلاثہ کا مؤقف صحیح نہیں ہے' لہٰذا جو امیر کے حکم کی اطاعت میں میدانِ جہاد سے غیر حاضر رہے' اس کو مالِ غنیمت سے حصہ دیا جائے گا۔

۱۵ - بَابٌ وَّمِنَ الدَّلِيلِ عَلٰى اَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ الْمُسْلِمِينَ

خمس مسلمانوں کی ضروریات کے لیے ہے

مَا سَالَ هَوَازِنُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَضَاعِهِ فِيهِمْ فَتَحَلَّلَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعِدُ النَّاسَ اَنْ يُّعْطِيَهُمْ مِنَ الْفَيْءِ وَالْاَنْفَالِ مِنَ الْخُمُسِ وَمَا اَعْطَى الْاَنْصَارَ وَمَا اَعْطٰى جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ مِنْ تَمْرِ خَيْبَرَ.

اور ھوازن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دودھ کے رشتہ کی وجہ سے سوال کیا تھا (کہ آپ ان کے اموال اور قیدی واپس کر دیں) تو آپ نے اس کو مسلمانوں سے معاف کرایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے جو کچھ عطاء کرنے کا وعدہ فرماتے تھے تو وہ مالِ فئے سے عطاء فرماتے تھے اور انفال (مالِ غنیمت) کے خمس میں سے عطاء فرماتے تھے' اور آپ نے جو انصار کو عطاء کیا اور حضرت جابر بن عبداللہ کو خیبر کی کھجوریں عطاء کیں (تو وہ بھی آپ نے خمس میں سے ہی عطاء کی تھیں)۔

ابوجعفر رازی نے ابوالعالیہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مالِ غنیمت لایا جاتا تو آپ اس کے پانچ حصے کرتے' چار حصے ان مجاہدین کو عطاء فرماتے جو میدانِ جنگ میں حاضر تھے' پھر خمس یعنی پانچویں حصہ میں سے ایک حصہ کعبہ پر خرچ کرنے کے لیے مختص کرتے اور یہ اللہ کا حصہ ہے اور پھر جو باقی بچتا اس کے پانچ حصے کرتے' اس میں ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا اور ایک حصہ آپ کے قرابت داروں کا اور ایک حصہ یتیموں کا اور ایک حصہ مسکینوں کا اور ایک حصہ مسافروں کا' اور علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ غنیمت کے پانچ حصے کیے جاتے اور اس میں سے چار حصے تو مجاہدین کو دیئے جاتے اور پانچویں حصہ میں سے ایک حصہ اللہ کے لیے ہوتا اور ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوتا اور جو حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہوتا' وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کو دیا جاتا اور آپ کے لیے کچھ نہ بچتا۔

اس عنوان میں ذکر ہے کہ ھوازن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سوال کیا تھا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کے رشتہ کی بناء پر تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ' جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا' وہ ھوازن میں سے تھیں۔

اور اس عنوان میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت حاصل کرنے والے مسلمانوں سے ان کا حصہ معاف کرایا (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ھوازن کو مال نہیں دیا تھا بلکہ ان کے جن لوگوں کو غلام اور باندی بنایا گیا تھا' وہ ان کو واپس کر دیئے تھے اور اس کے لیے آپ نے مسلمانوں سے اجازت لی تھی)۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۷۸-۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱۳۲'۳۱۳۱ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ وَزَعَمَ عُرْوَةُ اَنَّ مَرْوَانَ ابْنَ الْحَكَمِ وَمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَاهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ فَسَاَلُوهُ اَنْ يَّرُدَّ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا کہ عروہ نے یہ گمان کیا کہ مروان بن الحکم اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ھوازن کے

وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الْحَدِيْثِ إِلَىَّ أَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوْا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ وَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَظَرَ اٰخِرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوْا فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ فَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هٰؤُلَاءِ قَدْ جَاءُوْنَا تَائِبِيْنَ وَإِنِّيْ قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّطَيِّبَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُوْنَ عَلٰى حَظِّهِ حَتّٰى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا لَا نَدْرِيْ مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِيْ ذٰلِكَ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتّٰى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوْا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوْهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوْا فَأَذِنُوْا فَهٰذَا الَّذِيْ بَلَغَنَا عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ.

مسلمانوں کا وفد آیا' پس انہوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کے اموال اور ان کے قیدی ان کی طرف واپس کر دیں' تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے نزدیک پسندیدہ بات وہ ہے جو سب سے سچی ہو' سو تم دو چیزوں میں سے ایک چیز کو اختیار کر لو: قیدیوں کو یا مال کو' اور میں نے ان کا یہ معاملہ مؤخر کر دیا تھا' اور رسول اللہ ﷺ جب طائف سے واپس لوٹے تو آپ نے دس راتوں سے زیادہ تک ان کے آخری آدمی کا انتظار کیا اور جب ہوازن پر یہ منکشف ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کی طرف صرف دو میں سے ایک چیز کو واپس کریں گے تو انہوں نے کہا: ہم اپنے قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں' تب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہوئے' پس پہلے اللہ کی ایسی حمد و ثناء کی جو اس کی شان کے لائق ہے' پھر فرمایا: اس کے بعد تمہیں معلوم ہو کہ تمہارے یہ بھائی ہمارے پاس توبہ کرتے ہوئے آئے ہیں اور میں نے یہ مناسب سمجھا ہے کہ ان کے قیدی ان کی طرف واپس کر دوں (سو) جو شخص خوش دلی سے اس کو پسند کرے وہ کر لے اور تم میں سے جو شخص یہ پسند کرے کہ وہ اپنے حصہ پر قائم رہے حتیٰ کہ جب اللہ ہم کو پہلا مالِ فئے عطاء فرمائے گا تو ہم اسے اس کے حصہ کا عوض دے دیں گے تو وہ ایسا کر لے' تو مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے ان کے لیے خوش دلی سے اس فیصلہ کو قبول کیا ہے' تب ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم نہیں جانتے کہ تم میں سے کس نے اس کی اجازت دی ہے اور کس نے اجازت نہیں دی' پس تم لوگ واپس جاؤ حتیٰ کہ تم ہمارے پاس اپنے معاملات کے کارندوں اور وکیلوں کو بھیجو' پھر وہ لوگ واپس چلے گئے اور انہوں نے اپنے کارندوں سے مشورہ کیا' پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف واپس گئے اور آپ کو یہ خبر دی کہ انہوں نے خوش دلی سے (قیدیوں کو واپس کرنے کی) اجازت دی ہے' (زہری نے کہا:) سو یہ ہے وہ خبر جو ہم کو ھوازن کے قیدیوں کے متعلق پہنچی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۸۔ ۲۳۰۷ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ہوازن کے سوال کا ذکر ہے اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا تھا

کہ اس کے بعد نبی ﷺ کو جو اللہ تعالیٰ پہلا مالِ فئے عطاء فرمائے گا تو اس میں سے مسلمانوں کو ھوازن کے قیدیوں کے عوض اور قیدی عطاء فرمادیں گے۔

۳۱۳۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ قَالَ وَحَدَّثَنِی الْقَاسِمُ بْنُ عَاصِمٍ الْكُلَيْبِیُّ وَاَنَا لِحَدِيْثِ الْقَاسِمِ اَحْفَظُ عَنْ زَهْدَمٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ اَبِیْ مُوْسٰی فَاُتِیَ ذِكْرُ دَجَاجَةٍ وَّعِنْدَهٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ تَيْمِ اللّٰهِ اَحْمَرُ كَاَنَّهٗ مِنَ الْمَوَالِیْ فَدَعَاهُ لِلطَّعَامِ فَقَالَ اِنِّیْ رَاَيْتُهٗ يَاْكُلُ شَيْئًا فَقَذِرْتُهٗ فَحَلَفْتُ لَا اٰكُلُ فَقَالَ هَلُمَّ فَلَاُ حَدِّثُكُمْ عَنْ ذَاكَ اِنِّیْ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ نَفَرٍ مِّنَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ نَسْتَحْمِلُهٗ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَحْمِلُكُمْ وَمَا عِنْدِیْ مَا اَحْمِلُكُمْ وَاُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَهْبِ اِبِلٍ فَسَاَلَ عَنَّا فَقَالَ اَيْنَ النَّفَرُ الْاَشْعَرِيُّوْنَ فَاَمَرَ لَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرٰی فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قُلْنَا مَا صَنَعْنَا لَا يُبَارَكُ لَنَا فَرَجَعْنَا اِلَيْهِ فَقُلْنَا اِنَّا سَاَلْنَاكَ اَنْ تَحْمِلَنَا فَحَلَفْتَ اَنْ لَّا تَحْمِلَنَا اَفَنَسِيْتَ؟ قَالَ لَسْتُ اَنَا حَمَلْتُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَمَلَكُمْ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰی يَمِيْنٍ فَاَرٰی غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا اَتَيْتُ الَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ وَتَحَلَّلْتُهَا. [اطراف الحدیث: ۴۳۸۵-۴۴۱۵-۵۵۱۷-۵۵۱۸-۶۶۲۳-۶۶۴۹-۶۶۷۸-۶۶۸۰-۶۷۱۸-۶۷۱۹-۶۷۲۱-۷۵۵۵]

(صحیح مسلم: ۱۶۴۹، الرقم المسلسل: ۴۱۵۴، سنن ابوداؤد: ۳۲۷۶، سنن نسائی: ۳۷۸۰، سنن ابن ماجہ: ۲۱۰۷، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۵۱-۵۲، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۰۰، السنن الکبریٰ: ۴۷۲۱، مسند ابویعلیٰ: ۷۲۵۱، شرح السنۃ: ۲۴۳۶، مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۸، مسند احمد: ۱۹۵۵۷-ج ۳۲ ص ۳۲۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ، انہوں نے کہا: اور مجھے القاسم بن عاصم الکلیبی نے حدیث بیان کی اور میں القاسم کی حدیث کو زھدم سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوں، انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، پس مرغی کا ذکر چل پڑا اور ان کے پاس بنوتیم کا ایک شخص تھا: تیم اللہ، اور اس کا رنگ سرخ تھا، گویا کہ وہ روم کے قیدیوں میں سے تھا، پس حضرت ابوموسیٰ نے اس کو کھانے کے لیے بلایا تو اس نے کہا: میں نے دیکھا یہ مرغی کوئی ایسی چیز کھا رہی تھی جس سے مجھے گھن آئی، تو میں نے قسم کھائی کہ میں (مرغی) نہیں کھاؤں گا، تو حضرت ابوموسیٰ نے کہا: ادھر آؤ! میں تم کو اس کے متعلق ایک حدیث سناتا ہوں، میں اشعریین کی ایک جماعت کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، ہم آپ سے سواری طلب کر رہے تھے، آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تم کو سوار نہیں کروں گا اور میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے جس پر میں تم کو سوار کروں، اور رسول اللہ ﷺ کے پاس غنیمت کے اونٹ لائے گئے تو آپ نے ہمارے متعلق پوچھا، پس فرمایا: وہ اشعریین کہاں گئے، پس آپ نے سفید کوہان والے پانچ اونٹ ہمیں دینے کا حکم دیا، پس جب ہم روانہ ہوئے تو ہم نے کہا: ہم نے جو کام کیا ہے اس میں ہمیں برکت نہیں دی جائے گی، پھر ہم نبی ﷺ کے پاس واپس گئے تو ہم نے کہا: ہم نے آپ سے سواری کا سوال کیا تھا، پس آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ہم کو سوار نہیں کریں گے، کیا آپ بھول گئے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے تم کو سواری پر سوار نہیں کیا، لیکن اللہ نے تم کو سواری پر سوار کیا ہے، اور بے شک اللہ کی قسم! میں ان شاء اللہ کسی کام (کے نہ کرنے) کی قسم نہیں کھاتا، پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس قسم کے خلاف کرنا بہتر ہے تو میں اس کام کو کرتا ہوں جو بہتر ہو اور اس قسم کا کفارہ دے دیتا

ہوں۔

اگر قسم کے خلاف کرنا بہتر ہو تو قسم توڑنا مستحب ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جس شخص نے کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی اور اس قسم کو توڑنا اس قسم کو پورا کرنے سے بہتر ہو تو اس کے لیے اس قسم کو توڑنا مستحب ہے اور اس پر کفارہ لازم ہے' اس پر سب کا اتفاق ہے اور اس پر اجماع ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے اس پر کفارہ واجب نہیں ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ کفارہ ادا کرنے کو قسم توڑنے سے مؤخر کرنا جائز ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ کفارہ کو قسم پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے۔

قسم توڑنے پر کفارہ کو مقدم کرنے میں مذاہب فقہاء

اختلاف اس میں ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ سو امام مالک' امام اوزاعی' امام ثوری اور امام شافعی نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور امام شافعی نے روزہ کے ساتھ قسم کا کفارہ دینے کو مستثنیٰ کیا ہے' پس انہوں نے کہا کہ قسم توڑنے سے پہلے یہ کفارہ دینا جائز نہیں ہے اور مال کے ساتھ کفارہ دینا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور اشہب مالکی نے کہا ہے: کفارہ کو قسم توڑنے پر مقدم کرنا کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

کھانا کھانے کے درمیان اگر کوئی دوست آ جائے تو اس کو کھانے میں شریک کرنا اور گندگی کھانے والی مرغی کو کھانے سے پہلے چند دن بند رکھنا

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوموسیٰ نے ایک شخص کو مرغی کھانے کے لیے بلایا' اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کھانا کھا رہا ہو اور اس حال میں اس کے پاس کوئی شخص آئے تو اس میں حرج نہیں ہے' لیکن یہ اس وقت مستحسن ہے' جب ان کے درمیان پختہ دوستی ہو۔

اور اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ جب کسی شخص کے گھر کوئی آدمی آئے اور وہ شخص کھانا کھا رہا ہو تو وہ آنے والے کے لیے کھانے کو قریب کر دے اور اس کے مشروع ہونے کی بہت تاکید ہے' خواہ کھانا کم ہو یا زیادہ ہو اور ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو کافی ہوتا ہے اور دو آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو کافی ہوتا ہے اور چار کا کھانا آٹھ آدمیوں کو کافی ہوتا ہے اور ایک جماعت کا کھانے کے اوپر جمع ہونا برکت کے حصول کا تقاضا کرتا ہے۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرغی کا کھانا جائز ہے اور اس کے جواز پر اجماع ہے۔ اختلاف اس مرغی کے متعلق ہے کہ جو کوڑا کرکٹ اور گندگی کھاتی ہو' آیا اس کا کھانا مکروہ ہے یا حرام ہے۔ اس سلسلہ میں درج ذیل حدیث ہے:

امام ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی المتوفی ۳۶۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مرغی کھانے کا ارادہ کرتے تو آپ چند دن اسے بند کرنے کا حکم دیتے' پھر اس کے بعد اس کو کھاتے۔ (الکامل ج ۷ ص ۱۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مرغی گندگی وغیرہ کھاتی ہو اس کو چند دن بند رکھنا چاہیے' تاکہ اس کے جسم سے اس گندگی کا اثر زائل ہو جائے اور اس کو پکا کر کھایا جائے اور جو جانور بھی گندگی کھاتا ہو' اس کا یہی حکم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۷۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

۳۱۳۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً فِيْهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوْا اِبِلًا كَثِيْرًا فَكَانَتْ سِهَامُهُمْ اثْنَىْ عَشَرَ بَعِيْرًا اَوْ اَحَدَ عَشَرَ بَعِيْرًا وَ نُفِّلُوْا بَعِيْرًا بَعِيْرًا. [طرف الحدیث:۴۳۳۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر نجد کی طرف روانہ کیا' اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے' انہیں مالِ غنیمت میں بہت زیادہ اونٹ ملے' پس ان کا حصہ بارہ بارہ یا گیارہ گیارہ اونٹ تھا اور ایک ایک اونٹ مزید انہیں بہ طورِ انعام ملا۔

(صحیح مسلم:۱۷۴۹' الرقم المسلسل:۴۴۴۹' سنن ابوداؤد:۲۷۴۴' مسند الحمیدی:۶۹۴' سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۱۲' مصنف عبدالرزاق:۹۳۳۶' المنتقی:۱۰۷۴' مسند ابویعلیٰ:۵۸۲۶' صحیح ابن حبان:۴۸۳۲' المعجم الکبیر:۱۳۴۲۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۴۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۰ طبع قدیم' مسند احمد:۴۵۷۹۔ ج ۸ ص ۱۸۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

''نفّلوا'' اور ''سرية'' کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''نُفِّلوا'' کا لفظ ہے' یہ ''تنفیل'' سے بنا ہے' علامہ خطابی نے کہا ہے: ''تنفیل'' وہ عطیہ ہے جو امیر المسلمین کے ساتھ خاص ہے اور جو شخص کوئی جاں فشانی کا کام کرتا ہے اور بہت جدوجہد کرتا ہے' اس کو امیر جو عطیہ دیتا ہے' اس کو ''تنفیل'' کہتے ہیں' اور کسی کافر کو قتل کرنے کے بعد اس کا سامان اور مال جو قاتل کو دیا جاتا ہے' اس کو ''تنفیل'' کہتے ہیں۔

اور اس حدیث میں ''سریہ'' کا لفظ ہے' سریہ اس لشکر کو کہتے ہیں جس میں زیادہ سے زیادہ چار سو مجاہدین ہوں۔

مالِ غنیمت کے علاوہ انعام دینے میں مذاہب فقہاء

اس حدیث سے سعید بن المسیب' الحسن البصری' اوزاعی' امام احمد اور اسحاق نے یہ استدلال کیا ہے کہ مجاہدین کو مالِ غنیمت سے ان کا حصہ دینے کے علاوہ ان کو انعام دینا بھی جائز ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بتایا کہ مالِ غنیمت سے ان کو گیارہ یا بارہ اونٹ دینے کے علاوہ ایک ایک اونٹ انعام میں بھی دیا' تو اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہیں فرمایا۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ ان کو انعام اصل مالِ غنیمت سے دیا جائے گا یا خمس کے پانچویں حصہ میں سے؟ اور اس میں امام شافعی کے تین قول ہیں اور ہر قول کو فقہاء کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور ہمارے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ خمس کے پانچویں حصہ میں سے انعام دیا جائے گا' ابن المسیب' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء کا یہی مختار ہے اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ انعام اصل مالِ غنیمت سے دیا جائے گا' یہ حسن بصری' اوزاعی اور امام احمد اور دوسرے فقہاء کا مختار ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۸۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

۳۱۳۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں لیث نے خبر دی از عقیل از ابن شہاب از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَّبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِاَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً سِوٰى قِسْمِ عَامَّةِ الْجَيْشِ.

ﷺ جن لشکروں کو بھیجتے تھے ان میں شریک ہونے والے مجاہدین کو مالِ غنیمت کے علاوہ الگ سے انعام بھی دیا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۷۵۰، الرقم المسلسل: ۴۴۵۴، سنن ابوداؤد: ۲۷۴۶)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مجاہدین کو جو انعام دیا جائے گا وہ مالِ غنیمت سے خمس ادا کرنے کے بعد دیا جائے گا' اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

معن بن یزید سُلَمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ انعام صرف خمس ادا کرنے کے بعد دیا جائے گا۔ (شرح معانی الآثار: ۵۱۰۵، سنن ابوداؤد: ۲۷۵۳، مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۰)

۳۱۳۶ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ فَخَرَجْنَا مُهَاجِرِيْنَ اِلَيْهِ اَنَا وَاَخَوَانٌ لِّىْ اَنَا اَصْغَرُهُمْ اَحَدُهُمَا اَبُوْ بُرْدَةَ وَالْاٰخَرُ اَبُوْ رُهْمٍ اِمَّا قَالَ فِىْ بِضْعٍ وَّاِمَّا قَالَ فِىْ ثَلَاثَةٍ وَّخَمْسِيْنَ اَوْ اِثْنَيْنِ وَخَمْسِيْنَ رَجُلًا مِّنْ قَوْمِىْ فَرَكِبْنَا سَفِيْنَةً فَاَلْقَتْنَا سَفِيْنَتُنَا اِلَى النَّجَاشِىِّ بِالْحَبْشَةِ وَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِىْ طَالِبٍ وَاَصْحَابَهُ عِنْدَهُ فَقَالَ جَعْفَرٌ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنَا هٰهُنَا وَاَمَرَنَا بِالْاِقَامَةِ فَاَقِيْمُوْا مَعَنَا فَاَقَمْنَا مَعَهُ حَتّٰى قَدِمْنَا جَمِيْعًا فَوَافَقْنَا النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَاَسْهَمَ لَنَا اَوْقَالَ فَاَعْطَانَا مِنْهَا وَمَا قَسَمَ لِاَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَيْبَرَ مِنْهَا شَيْئًا اِلَّا لِمَنْ شَهِدَ مَعَهُ اِلَّا اَصْحَابَ سَفِيْنَتِنَا مَعَ جَعْفَرٍ وَّاَصْحَابِهٖ قَسَمَ لَهُمْ مَعَهُمْ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۷۶-۴۲۳۰-۴۲۳۳] (صحیح مسلم: ۲۵۰۲، الرقم المسلسل: ۶۳۰۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں برید بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہمیں نبی ﷺ کی ہجرت کی خبر پہنچی تو اس وقت ہم یمن میں تھے' پس ہم وہاں سے آپ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے' میں تھا اور میرے دو بھائی تھے اور میں ان سب سے چھوٹا تھا۔ ان دو بھائیوں میں سے ایک حضرت ابوبردہ تھے اور دوسرے حضرت ابورُہم تھے رضی اللہ عنہما' یا انہوں نے کہا کہ ہم چند آدمی تھے' یا انہوں نے کہا کہ ہم ترپن (۵۳) مرد تھے یا باون (۵۲) مرد تھے جو میری قوم سے تھے' پس ہم کشتی میں سوار ہوئے' پس اس کشتی نے ہم کو نجاشی کی طرف حبشہ میں پہنچا دیا' وہاں ہماری حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب سے ملاقات ہوئی جو ان کے ساتھ تھے' پس حضرت جعفر نے کہا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہاں بھیجا ہے اور ہمیں یہاں ٹھہرنے کا حکم دیا ہے' پس آپ لوگ بھی یہاں ہمارے ساتھ ٹھہریں' پس ہم ان کے ساتھ ٹھہرے حتیٰ کہ ہم ایک ساتھ آئے' پس ہماری نبی ﷺ سے ملاقات ہوئی' جس وقت آپ خیبر کو فتح کر چکے تھے' پس آپ نے مالِ غنیمت سے ہمارا حصہ نکالا' یا انہوں نے کہا: پس آپ نے ہمیں مالِ غنیمت سے عطاء کیا اور آپ نے کسی ایسے شخص کو مالِ غنیمت میں سے کچھ بھی حصہ نہیں دیا تھا جو فتح خیبر سے غائب رہا ہو' آپ نے صرف اسی کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا تھا جو آپ کے ساتھ فتح خیبر میں شریک تھا' مگر جو ہماری کشتی کے اصحاب تھے

اوران کے ساتھ حضرت جعفر اوران کے اصحاب تھے' آپ نے ان کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ نکالا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالِ غنیمت میں سے ہمارا حصہ نکالا اور ہمارے علاوہ کسی اور ایسے شخص کو مالِ غنیمت سے حصہ نہیں دیا جو آپ کے ساتھ جہاد میں شریک نہ رہا ہو۔

حضرت ابوموسیٰ اور حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو بغیر جہاد کے مالِ غنیمت عطاء کرنے کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے معنی میں علماء کی کئی تاویلات ہیں:

(۱) موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غنیمت حاصل کرنے والوں کے دلوں کو اپنے عطیات سے خوش کیا' جیسا کہ آپ نے ھوازن کے قیدیوں کے معاملہ میں کیا تھا۔

(۲) آپ نے ان کو ان اموال سے عطاء کیا تھا جو آپ کو جنگ کے ذریعے حاصل نہیں ہوئے تھے' یعنی اموالِ فئے سے۔

(۳) آپ نے ان کو خمس کے اس حصے سے عطاء کیا تھا جو آپ کو اموالِ فئے سے حاصل ہوا تھا' اور آپ کے لیے یہ جائز تھا کہ آپ اس کو اپنے اجتہاد سے جہاں چاہیں صرف کریں۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ امام بخاری کا میلان اس تیسری تاویل کی طرف ہے' کیونکہ انہوں نے اسی کے مطابق حدیث کا عنوان بنایا ہے اور اس کی یہ بھی دلیل ہے کہ آپ نے مجاہدین سے اجازت نہیں لی تھی' اگر آپ ان کو مالِ غنیمت سے عطاء کرتے تو مجاہدین سے اجازت طلب کرتے' جیسا کہ آپ نے ھوازن کے قیدیوں کے معاملہ میں کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۸۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱۳۷ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ جَاءَنِيْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَقَدْ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَلَمْ يَجِئْ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَمَرَ اَبُوْبَكْرٍ مُّنَادِيًا فَنَادٰى مَنْ كَانَ لَهٗ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ اَوْ عِدَةٌ فَلْيَاْتِنَا فَاَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ كَذَا وَ كَذَا فَحَثَا لِيْ ثَلَاثًا وَّجَعَلَ سُفْيَانُ يَحْثُوْ بِكَفَّيْهِ جَمِيْعًا ثُمَّ قَالَ لَنَا هٰكَذَا قَالَ لَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ وَقَالَ مَرَّةً فَاَتَيْتُ اَبَابَكْرٍ فَسَاَلْتُ فَلَمْ يُعْطِنِيْ ثُمَّ اَتَيْتُهٗ فَلَمْ يُعْطِنِيْ ثُمَّ اَتَيْتُهُ الثَّالِثَةَ فَقُلْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المنکدر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے پاس بحرین کا مال آیا تو میں تم کو اتنا' اور اتنا اور اتنا دوں گا' پس وہ مال نہیں آیا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی' پھر جب بحرین کا مال آیا تو حضرت ابوبکر نے منادی کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی قرض لینا ہو یا آپ نے اس سے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ ہمارے پاس آئے' تو میں ان کے پاس آیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے اس طرح اور اس طرح (عطاء کرنے کا) فرمایا تھا' تو حضرت ابوبکر نے تین مرتبہ لپ بھر کر مجھے عطاء کیا' اور سفیان نے اس کو اس طرح بیان کیا کہ

سَأَلْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ثُمَّ سَأَلْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ثُمَّ سَأَلْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي فَإِمَّا أَنْ تُعْطِيَنِي وَإِمَّا أَنْ تَبْخَلَ عَنِّي قَالَ قُلْتُ تَبْخَلُ عَلَيَّ مَا مَنَعْتُكَ مِنْ مَرَّةٍ إِلَّا وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُعْطِيَكَ قَالَ سُفْيَانُ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرٍ فَحَثَا حَثْيَةً وَقَالَ عُدَّهَا فَوَجَدْتُهَا خَمْسَ مِائَةٍ قَالَ فَخُذْ مِثْلَهَا مَرَّتَيْنِ وَقَالَ يَعْنِي ابْنَ الْمُنْكَدِرِ وَأَيُّ دَاءٍ أَدْوَأُ مِنَ الْبُخْلِ.

حضرت ابوبکر نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جوڑ کر تین بار بھر بھر کر دیا' پھر سفیان نے ہم سے کہا: اس طرح ہم سے ابن المنکدر نے کہا ہے اور کبھی یوں بیان کیا کہ حضرت جابر نے کہا: میں حضرت ابوبکر کے پاس گیا' پس میں نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے نہیں دیا' میں پھر ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے نہیں دیا' میں پھر ان کے پاس تیسری بار آیا' پس میں نے اُن سے کہا: میں نے آپ سے سوال کیا تھا تو آپ نے مجھے نہیں دیا تھا' میں نے پھر آپ سے سوال کیا تو آپ نے مجھے نہیں دیا' میں نے پھر آپ سے سوال کیا تو آپ نے مجھے نہیں دیا' سو اب یا تو آپ مجھے دے دیجئے یا آپ میرے ساتھ بخل سے کام لیتے ہیں! حضرت ابوبکر نے فرمایا: آپ کہتے ہیں کہ تم میرے ساتھ بخل کرتے ہو' میں نے تم کو جس مرتبہ بھی منع کیا تو میں دل میں یہ ارادہ رکھتا تھا کہ میں تمہیں دوں' سفیان نے کہا: اور ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از محمد بن علی از حضرت جابر کہ حضرت ابوبکر نے مجھے ایک لپ بھر کر دیا' اور فرمایا: اسے گنو' میں نے گنا تو وہ پانچ سو تھے' پھر فرمایا: اتنا ہی دوبارہ لے لو' اور ابن المنکدر نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ بخل سے زیادہ بدترین بیماری اور کون سی ہو سکتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۹۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ جملہ ہے: جس شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی قرض ہو یا آپ نے اس سے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ ہم سے آ کر لے لے۔

۳۱۳۸ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ غَنِيمَةً بِالْجِعْرَانَةِ إِذْ قَالَ لَهُ رَجُلٌ اِعْدِلْ فَقَالَ لَهُ شَقِيتُ إِنْ لَّمْ أَعْدِلْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قرہ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعرانہ کے مالِ غنیمت کو تقسیم فرما رہے تھے' اچانک ایک شخص نے آپ سے کہا: عدل کیجئے' تو آپ نے فرمایا: اگر میں نے بھی عدل نہیں کیا پھر تو میں خیر سے محروم ہو جاؤں گا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۶۳' الرقم المسلسل: ۲۳۳۹' سنن ابن ماجہ: ۱۷۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۸۷' صحیح ابن حبان: ۴۸۱۹' المعجم الکبیر: ۱۷۵۳' المعجم الاوسط: ۹۰۵۶' المستدرک ج ۲ ص ۱۲۱۔ ج ۵ ص ۱۸۶۔ ۱۸۵' مسند الحمیدی: ۱۲۷۱' الادب المفرد: ۷۷۴' مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۸۰۴۔ ج ۲۳ ص ۱۱۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لوگوں کو تقسیم میں ترجیح دی' اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیئے اور عیینہ کو بھی اتنے ہی اونٹ دیئے' اور عرب کے بعض سرداروں کو بھی اتنا دیا اور اس دن انہیں تقسیم میں ترجیح دی' ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا ہے' نہ اللہ کی رضامندی کا ارادہ کیا گیا ہے' حضرت ابن مسعود نے کہا: بخدا! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرور بتلاؤں گا' حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو اس کی باتیں بتلائیں' حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ آپ کا چہرہ متغیر ہو کر خون کی مانند ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: اگر اللہ اور رسول عدل نہ کریں تو پھر کون عدل کرے گا؟ پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے' ان کو اس سے زیادہ ایذاء دی گئی تھی اور انہوں نے اس پر صبر کیا۔ (صحیح البخاری: ٤٣٣٦' صحیح مسلم: ١٠٦٢' الرقم المسلسل: ٢٣٣٦)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حنین سے واپسی پر جعرانہ میں تھے تو آپ کے پاس ایک شخص آیا' اس وقت حضرت بلال کے کپڑے میں چاندی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مٹھی بھر بھر کر لوگوں کو دے رہے تھے' ایک شخص نے کہا: اے محمد! عدل کیجئے! آپ نے فرمایا: تمہیں عذاب ہو! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون عدل کرے گا' اگر میں عدل نہ کرتا تو (اپنے مشن میں) ناکام اور نامراد ہو جاتا' حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے' میں اس شخص کو قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا: معاذ اللہ! کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں' یہ شخص اور اس کے اصحاب قرآن پڑھتے ہیں' مگر قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترتا' اور یہ لوگ قرآن مجید سے اس طرح صاف نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: ١٠٦٣' الرقم المسلسل: ٢٣٣٨' مسند احمد ج ٣ ص ٣٥٣)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یمن سے کچھ سونا بھیجا جس میں کچھ مٹی بھی تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سونے کو چار آدمیوں میں تقسیم فرما دیا' اقرع بن حابس' حنظلی' عیینہ بن بدر الفزاری اور علقمہ بن علاثہ عامری' پھر بنو کلاب کے ایک شخص کو اور زید خیر طائی کو' پھر بنونبہان کے ایک شخص کو وہ سونا تقسیم کیا۔ حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ قریش ناراض ہو گئے کہ حضور نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان لوگوں کو اس لیے عطاء کیا کہ میں ان لوگوں کی دل جوئی کروں' پھر ایک شخص آیا جس کی ڈاڑھی گھنی تھی' گال اُبھرے ہوئے تھے اور آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں' پیشانی اونچی تھی اور سر منڈا ہوا تھا' وہ کہنے لگا: اے محمد! اللہ سے ڈریئے! حضرت ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو پھر اس کی اطاعت کون کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین پر امین بنا کر بھیجا ہے اور تم مجھے امین نہیں مانتے' پھر وہ شخص پشت پھیر کر چل دیا' قوم میں سے ایک شخص نے اس کو قتل کرنے کی اجازت چاہی' لوگوں کا خیال ہے کہ وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کی نسل سے ایک ایسی قوم پیدا ہو گی جو قرآن پڑھے گی اور قرآن اس کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا' یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور کافروں کو چھوڑ دیں گے' اور یہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے' اگر میں ان لوگوں کو (یعنی ان کا زمانہ) پا لیتا تو قوم عاد کی طرح ان کو قتل کر ڈالتا۔ (صحیح البخاری: ٤٣٥١' صحیح مسلم: ١٠٦٤' الرقم المسلسل: ٢٣٤٠' سنن ابوداؤد: ٤٧٦٤' سنن نسائی: ٢٥٧٤' متن صحیح مسلم کا ہے)

١٦ - بَابُ مَا مَنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْأُسَارٰى مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّخَمِّسَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیدیوں پر احسان کرنا اور خمس نہ نکالنا

امام بخاری نے اس باب سے یہ اشارہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حسبِ مصلحت مالِ غنیمت میں تصرف فرماتے تھے' بعض اوقات آپ مالِ غنیمت سے خمس لیتے تھے اور اس خمس میں سے اپنا حصہ رکھتے تھے اور بعض اوقات آپ قیدیوں سے فدیہ لیے بغیر ان کو چھوڑ دیتے تھے۔

۳۱۳۹ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ اُسَارٰى بَدْرٍ لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِيْ فِيْ هٰؤُلَآءِ النَّتْنٰى لَتَرَكْتُهُمْ لَهٗ.

(سنن ابوداؤد: ۲۶۸۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام عبدالرزاق نے خبردی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبردی از زہری از محمد بن جبیر از والد خود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے متعلق فرمایا: اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا' پھر وہ مجھ سے ان بدبودار لوگوں کی سفارش کرتا تو میں اس کی خاطر ان کو چھوڑ دیتا۔

اس حدیث میں مطعم بن عدی کا ذکر ہے' یہ غزوۂ بدر سے سات ماہ پہلے صفر کے مہینہ میں کفر پر فوت ہو گیا تھا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین ماہ تک شعب ابی طالب میں محصور رہے تھے اور قریش نے وہاں ایک صحیفہ پر یہ لکھ کر لگا دیا تھا کہ ہاشمیہ اور مطلبیہ سے کوئی نکاح کرے نہ خرید و فروخت کرے' تو اس نے کوشش کر کے اس کو ختم کرایا تھا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم طائف گئے تھے اور اہل طائف نے آپ کے ساتھ بدسلوکی کی تھی تو آپ نے اس کے گھر میں پناہ لی تھی' اس کے اس حسنِ سلوک کی وجہ سے آپ نے اس کی سفارش قبول کرنے کا ذکر فرمایا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۸۶)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں کہ علامہ المہلب نے کہا:

اس حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ جنگی قیدیوں پر احسان کرنا جائز ہے اور ان سے فدیہ لیے بغیر ان کو چھوڑ دینا جائز ہے' بعض تابعین کا اس میں اختلاف ہے' وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں یہ جائز نہیں ہے کہ آپ کسی چیز کے متعلق یہ خبر دیں کہ اگر ایسا ہوتا تو آپ ایسا کر لیتے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ بدکار لوگوں کے متعلق کسی معزز آدمی کی شفاعت قبول کر لینی چاہیے تا کہ اس کی دل جوئی ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر یہی معمول تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے یہ تھی کہ جنگی قیدیوں کو قتل کرنے یا ان کو غلام بنانے سے بہتر یہ ہے کہ ان پر احسان کر کے ان کو چھوڑ دیا جائے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے کہ بغیر خمس لیے ہوئے جنگی قیدیوں پر احسان کر کے ان کو چھوڑ دینا۔ ابن القصار نے کہا ہے کہ اس حدیث میں امام مالک اور امام ابوحنیفہ کی یہ دلیل ہے کہ صرف نفس غنائم کے جمع ہو جانے سے وہ غنائم مجاہدین کی ملکیت میں نہیں آتیں' جب تک کہ لشکر کا امیر ان کو مجاہدین کے درمیان تقسیم نہ کر دے' امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ صرف نفس غنیمت کے تحقق سے مجاہدین غنیمتوں کے مالک ہو جاتے ہیں۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: اگر نفس غنیمت سے مجاہدین غنیمتوں کے مالک ہو جاتے تو جس کا باپ یا بیٹا یا کوئی اور ذی رحم محرم جنگی قیدی ہوتا تو نفس غنیمت سے اس مجاہد پر اس جنگی قیدی کو آزاد کرنا واجب ہو جاتا اور اس کے حصہ سے اس جنگی قیدی کا حساب کیا جاتا' اور اگر مالِ غنیمت تاخیر سے تقسیم ہوتا تو جس کے حصہ میں سونا چاندی آتا' اس پر اسی وقت سے زکوٰۃ واجب ہو جاتی' جب مالِ غنیمت

جمع ہوا تھا اور اگر نفسِ غنیمت سے مجاہدین مالِ غنیمت کے مالک ہو جاتے تو اگر کوئی مجاہد تقسیم سے پہلے کسی باندی سے جنسی عمل کر لیتا تو اس پر حد واجب نہ ہوتی۔

امام شافعی نے ان اعتراضات کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ذی رحم کا آزاد کرنا اس وقت لازم آتا جب وہ معین ہو جاتا' اور زکوٰۃ کے جواب میں انہوں نے کہا ہے کہ امام مالک کے نزدیک زکوٰۃ میں ایک سال کی مدت کا تعین اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب سے وہ مال اس کے قبضہ میں آتا ہے اور انہوں نے باندی سے مباشرت پر جو اعتراض کیا ہے کہ پھر اس پر حد نہیں ہونی چاہیے' یہ اعتراض اس لیے ساقط ہے کہ حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۰۸۔۳۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ بحث اپنی جگہ پر ہے لیکن بہر حال اس باب کی حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے' اور اس سے یہ ثابت ہے کہ جب تک مالِ غنیمت کو مجاہدین پر تقسیم نہ کیا جائے' وہ از خود ان کی ملکیت میں نہیں آتا۔

امام شافعی کی طرف سے ایک یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ. (الانفال:۴۱) اور (اے مسلمانو!) جان لو کہ تم جو کچھ مالِ غنیمت حاصل کرو۔

اس آیت میں مالِ غنیمت کی اضافت مسلمانوں کی طرف کی گئی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مالِ غنیمت کا تحقق ہوتے ہی وہ مال مجاہدین کی ملکیت ہو جاتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اس معنی میں ہے: مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد جب تم اس کو حاصل کر لو' یا اس کا معنی یہ ہے کہ کفار کو شکست دینے کے بعد تم ان سے جو کچھ حاصل کرو تو اس کا ایک حصہ اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے اور قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ کفار سے اموال حاصل ہوتے ہی وہ تمہاری ملکیت میں آ جائیں گے۔

علامہ داؤدی کے اعتراض کا جواب علامہ عینی اور حافظ ابن حجر سے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ بدر کے جنگی قیدیوں میں صرف دو چیزیں تھیں: (۱) ان پر احسان کر کے ان کو بغیر فدیہ کے چھوڑ دینا (۲) ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دینا' اور جن کے پاس مال نہیں تھا' ان سے کہا گیا تھا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھائیں' اس لیے امام بخاری کا اس حدیث کے عنوان میں یہ لکھنا: اور خمس نہ نکالنا' صحیح نہیں ہے کیونکہ بدر کے قیدیوں میں تو صرف دو چیزیں تھیں' اور وہاں خمس تھا ہی نہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض صحیح نہیں ہے' کیونکہ جس چیز میں اختیار ہو' اس میں ایک یا دو چیزوں کے وقوع سے اس اختیار کا مرتفع ہونا لازم نہیں آتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۸۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس اعتراض کا یہی جواب لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۱۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ داؤدی کے اعتراض کا جواب مصنف کی طرف سے

میں کہتا ہوں کہ علامہ داؤدی کے اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ بدر کے مالِ غنیمت سے خمس نکالنے کا حدیثِ صحیح میں ذکر اور ثبوت ہے' اس لیے علامہ داؤدی کا امام بخاری پر یہ اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے کہ بدر کے قیدیوں میں صرف دو چیزیں تھیں۔ جس حدیث کا ہم نے حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک اونٹنی میرے مالِ غنیمت میں سے میرے حصہ میں سے تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ایک اونٹنی مجھے خمس میں سے عطاء کی تھی۔ (صحیح البخاری:۳۰۹۱۔۳۰۸۹)

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر ان دونوں بزرگ شارحین کو علامہ داؤدی کے اعتراض کے جواب میں اس حدیث کو پیش کرنے کا خیال نہیں آیا' یا اس وقت ان کی نظر اس حدیث پر نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس ناکارہ کے ذہن کو اس حدیث کی طرف متوجہ کر دیا۔ وللہ الحمد!

۱۷ - بَابٌ وَّمِنَ الدَّلِيلِ عَلٰى اَنَّ الْخُمُسَ لِلْاِمَامِ وَاَنَّهٗ يُعْطِى بَعْضَ قَرَابَتِهٖ دُوْنَ بَعْضٍ مَاقَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِى الْمُطَّلِبِ وَبَنِى هَاشِمٍ مِّنْ خُمُسِ خَيْبَرَ

اس پر دلیل کہ خمس میں امام کو اختیار ہے' وہ چاہے تو اپنے کسی قرابت دار کو دے اور کسی کو نہ دے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو مطلب اور بنو ہاشم کو خیبر کے خمس میں سے عطا فرمایا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ امیر المسلمین اپنی صواب دید سے خمس کو مسلمانوں کی ضروریات میں خرچ کر سکتا ہے' امام بخاری نے عنوان میں امام کا ذکر کیا ہے' اس سے مراد ہے: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب اور خلیفہ ہو اور مسلمانوں کا امیر ہو' نیز اس عنوان میں بنوالمطلب کا ذکر ہے' اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد ہیں' ہاشم اور مطلب آپس میں اخیافی (ماں شریک) بھائی ہیں اور ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت مُرّہ ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوالمطلب اور بنو ہاشم کو خمس میں سے عطا فرمایا اور بنو نوفل اور بنو عبد شمس کو ترک کر دیا' اس سے معلوم ہوا کہ خمس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار ہے جس کو چاہیں عطاء فرمائیں اور جس کو چاہیں نہ عطا فرمائیں اور جہاں چاہیں خرچ فرمائیں۔

قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ لَمْ يَعُمَّهُمْ بِذٰلِكَ وَلَمْ يَخُصَّ قَرِيْبًا دُوْنَ مَنْ اَحْوَجُ اِلَيْهِ وَاِنْ كَانَ الَّذِىْ اَعْطٰى لِمَا يَشْكُوْا اِلَيْهِ مِنَ الْحَاجَةِ وَلِمَا مَسَّتْهُمْ فِىْ جَنْبِهٖ مِنْ قَوْمِهِمْ وَحُلَفَائِهِمْ.

عمر بن عبد العزیز نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام قرابت داروں کو خمس عطاء نہیں کیا اور زیادہ محتاج کو چھوڑ کر اپنے قرابت دار کو نہیں دیا بلکہ جو زیادہ ضرورت مند تھا اسی کو عطاء فرمایا' خواہ وہ قرابت میں دور کا کیوں نہ ہو اور آپ اسی کو عطاء فرماتے تھے جو اپنی ضرورت کی شکایت کرتا تھا' اور آپ ان لوگوں کو عطاء فرماتے جن کو آپ کی طرف داری کرنے کی وجہ سے اور آپ کی مدد کرنے کی وجہ سے نقصان اٹھانا پڑا تھا۔

اس تعلیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قرابت کی وجہ سے نہیں عطا فرماتے تھے بلکہ اسلام کے لیے ایثار کی جہت سے عطاء فرماتے تھے۔

۳۱۴۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ مَشَيْتُ اَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابن المسیب از حضرت جبیر بن مطعم' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ' رسول اللہ

اللّٰهِ اَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ وَتَرَكْتَنَا وَنَحْنُ وَهُمْ مِنْكَ بِمَنْزِلَةٍ وَّاحِدَةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَنُو الْمُطَّلِبِ وَبَنُو هَاشِمٍ شَيْءٌ وَّاحِدٌ وَّقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ وَزَادَ قَالَ جُبَيْرٌ وَّلَمْ يَقْسِمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ وَّلَا لِبَنِي نَوْفَلٍ وَّقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ عَبْدُ شَمْسٍ وَّهَاشِمٌ وَّالْمُطَّلِبُ اِخْوَةٌ لِّاُمٍّ وَاُمُّهُمْ عَاتِكَةُ بِنْتُ مُرَّةَ وَكَانَ نَوْفَلٌ اَخَاهُمْ لِاَبِيهِمْ. [اطراف الحدیث: ۳۵۰۲-۴۲۲۹] (سنن ابوداؤد: ۲۹۷۸، سنن نسائی: ۴۱۴۷، سنن ابن ماجہ: ۲۸۸۱)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے، پس ہم نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے بنوالمطلب کو عطاء فرمایا ہے اور ہم کو آپ نے چھوڑ دیا ہے، حالانکہ ہمارا آپ سے وہی رشتہ ہے جو بنوالمطلب کا آپ سے رشتہ ہے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنوالمطلب اور بنو ہاشم کا واحد رشتہ ہے۔ اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی اور یہ اضافہ کیا: جبیر نے کہا: اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوعبد شمس کے لیے تقسیم کیا اور نہ بنونوفل کے لیے۔ اور ابن اسحاق نے کہا: عبد شمس اور ہاشم اور مطلب اخیافی بھائی تھے اور ان کی ماں عاتکہ بنت مرہ تھیں اور نوفل ان کا علاتی بھائی تھا۔

ذوی القربیٰ کے مصداق میں فقہاء کے مختلف اقوال اور ان کے حصے کے متعلق تفصیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں امام شافعی کے اس قول کا رد ہے کہ ذوی القربیٰ کا حصہ خمس کا پانچواں حصہ ہے جو ان کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔

اسماعیل بن اسحاق نے کہا: اس باب میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قرابت داروں میں خمس کا پانچواں حصہ تقسیم کیا اور یہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے ان کے درمیان زیادہ تقسیم کیا ہو یا کم تقسیم کیا ہو، کیونکہ اس حدیث میں یہ بیان نہیں کیا ہے کہ ان کا حصہ کتنا تھا، اس حدیث میں یہ بیان کیا ہے کہ بنو ہاشم اور بنوالمطلب اور باقی بنوعبد مناف میں کیا فرق ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا تھا کہ ذوی القربیٰ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہیں، اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو معین نہیں کیا تھا، آپ جس کو چاہتے تھے عطاء فرماتے تھے اور جو زیادہ ضرورت مند ہوتا تھا، آپ اس کو زیادہ دیتے تھے، سو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اس حدیث کے معارض ہے۔

امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حسن بن محمد بن علی سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ذوی القربیٰ کے حصہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض فقہاء نے کہا: ذوی القربیٰ سے مراد خلیفہ کے قرابت دار ہیں اور بعض فقہاء نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ آپ کے بعد خلیفہ کے لیے ہے، پھر اس کے بعد ان سب کا اس پر اتفاق ہوگیا کہ یہ دونوں حصے جہاد کے ساز وسامان اور گھوڑوں پر خرچ کیے جائیں گے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں اسی پر عمل رہا۔

امام طحاوی نے کہا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس پر اجماع ہوگیا ہے اور اگر ذوی القربیٰ کے حصہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کا حصہ مراد ہوتا تو صحابہ اس سے منع نہ کرتے اور آپ کے قرابت داروں کے غیر پر اس کو خرچ نہ کرتے اور یہ چیز حسن بن محمد سے مخفی نہ رہتی، باوجود اس کے کہ ان کا علم میں بہت بڑا مقام ہے۔

اس حدیث میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ ذوی القربیٰ کا خمس میں سے ایک حصہ مقرر ہے۔ اس کی تفصیل اس باب میں گزر چکی ہے جس میں آپ کی زرہ، آپ کی لاٹھی اور آپ کی تلوار کا بیان ہے۔ دیکھئے: صحیح البخاری: ۳۱۱۰-۳۱۰۹-۳۱۰۸-۳۱۰۷-۳۱۰۶۔

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ ذوی القربیٰ کے حصوں میں سے مرد کو دو حصے دیئے جائیں گے اور عورت کو ایک حصہ دیا جائے گا۔
امام شافعی کے اصحاب میں سے المزنی' ابوثور اور تمام فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے اور یہ کہا ہے کہ اس میں مرد اور عورت برابر ہیں کیونکہ ان کو قرابت کی وجہ سے دیا جاتا ہے اور قرابت تفضیل کا تقاضا نہیں کرتی' جیسے کوئی شخص کسی کی اولاد کے لیے وصیت کرے تو لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر برابر دیا جاتا ہے اور لڑکوں کو لڑکیوں سے دگنا نہیں دیا جاتا' یہ تو اللہ تعالیٰ نے وراثت میں مختلف اُمور کی وجہ سے حصے مقرر کیے ہیں اور میت کی اولاد میں اور اس کے عینی اور علاتی بھائی بہنوں میں لڑکے کا حصہ لڑکی سے دگنا رکھا ہے اور اخیافی بھائی بہنوں میں برابر برابر حصہ رکھا ہے' وہ مالک الملک ہے جس طرح چاہے حصے مقرر فرمائے۔
عمر بن عبدالعزیز نے کہا: ذوی القربیٰ سے مراد صرف بنوہاشم ہیں' اصبغ بن الفرج نے کہا: اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے تمام قریش مراد ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد آلِ محمد ہیں۔
(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۱۱-۳۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۸ - بَابُ مَنْ لَّمْ يُخَمِّسِ الْاَسْلَابَ   جس نے مقتول کے سامان سے خمس نہیں نکالا

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ مقتول سے چھینے ہوئے سامان کے علاوہ ہر قسم کی غنیمت سے خمس نکالا جائے گا' امام احمد' ابن جریر اور محدثین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے' امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ امیر المسلمین کو اس میں اختیار ہے' وہ چاہے تو اس میں سے خمس نکالے اور چاہے تو نہ نکالے' ایک قول یہ ہے کہ اگر چھینا ہوا سامان بہت زیادہ ہو تو اس میں سے خمس نکالا جائے گا' حضرت عمر بن الخطاب سے بھی اسی طرح مروی ہے اور یہی امام مالک کا مذہب ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ مقتول سے چھینا ہوا سامان انفال میں سے ہے اور انفال میں سے خمس نکالا جاتا ہے۔
امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ مقتول سے چھینا ہوا مال لشکر کا مالِ غنیمت ہے اور اس کا وہی حکم ہے جو باقی مالِ غنیمت کا حکم ہے' سوا اس صورت کے کہ امیر المسلمین یہ اعلان کر دے کہ جس شخص نے کسی کافر کو قتل کیا تو اس سے چھینے ہوئے سامان کا بھی وہی مالک ہے' اس صورت میں وہ چھینا ہوا سامان قاتل کا ہوگا' علامہ ابن قدامہ نے کہا ہے کہ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے' امام احمد نے یہ کہا ہے کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ امیر المسلمین کی اجازت کے بغیر مقتول سے چھینا ہوا سامان لیا جائے اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ وہ امیر کی اجازت کے بغیر بھی مقتول سے چھینا ہوا مال لے سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۹۰)

وَمَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا فَلَهٗ سَلَبُهٗ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّخَمَّسَ وَحُكْمِ الْاِمَامِ فِيْهِ.   اور جس نے کسی مقتول کو قتل کیا تو اس سے چھینے ہوئے سامان کا وہی مالک ہے بغیر خمس کے اور بغیر امام کے حکم کے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث موصولہ ہیں:
حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین کے لیے نکلے' جب ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا تو (ابتداء میں) مسلمان بھاگنے لگے' پس میں نے دیکھا کہ ایک مشرک مسلمان پر غالب تھا' میں مسلمان کی مدد کے لیے چکر کاٹ کر پیچھے سے آیا اور اس مشرک کی گردن پر تلوار سے وار کیا' اس نے مڑ کر مجھے دبوچا اور اس کے دبانے سے مجھے موت کی خوشبو آ رہی تھی کہ اچانک وہ مر گیا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا' پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے' میں نے ان سے پوچھا کہ مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے (وہ کیوں پسپا ہو رہے ہیں)؟ انہوں نے کہا: یہ اللہ کی تقدیر ہے' پھر لوگ واپس آ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جگہ بیٹھ گئے اور آپ نے فرمایا: جس نے کسی مقتول کو قتل کیا اور اس کے پاس گواہ ہو تو اس سے چھینے ہوئے سامان کا وہی مالک ہے۔ (الحدیث بطولہ)

(صحیح البخاری: ۲۱۰۰' صحیح مسلم: ۱۷۵۱' سنن ترمذی: ۱۵۶۲' سنن ابوداؤد: ۲۷۱۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کے دن فرمایا: جس نے کسی کافر کو قتل کیا تو اس سے چھینے ہوئے سامان کا وہی مالک ہے' سو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس دن بیس مردوں کو قتل کیا اور ان سے چھینا ہوا سامان لے لیا۔ الحدیث (سنن ابوداؤد: ۲۷۱۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری نے ان احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ بغیر خمس کے اور بغیر امام کے حکم کے کافر کو قتل کرنے والا اس سے چھینے ہوئے سامان کو لے سکتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں خمس کی قید لگائی ہے نہ امام کے حکم کی قید لگائی ہے۔

٣١٤١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ الْمَاجِشُوْنَ عَنْ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ بَيْنَا اَنَا وَاقِفٌ فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ فَنَظَرْتُ عَنْ يَّمِيْنِيْ وَشِمَالِيْ فَاِذَا اَنَا بِغُلَامَيْنِ مِنَ الْاَنْصَارِ حَدِيْثَةٍ اَسْنَانُهُمَا تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ بَيْنَ اَضْلَعَ مِنْهُمَا فَغَمَزَنِيْ اَحَدُهُمَا فَقَالَ يَا عَمِّ هَلْ تَعْرِفُ اَبَا جَهْلٍ قُلْتُ نَعَمْ مَا حَاجَتُكَ اِلَيْهِ يَا ابْنَ اَخِيْ قَالَ اُخْبِرْتُ اَنَّهٗ يَسُبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَئِنْ رَّاَيْتُهٗ لَا يُفَارِقُ سَوَادِيْ سَوَادَهٗ حَتّٰى يَمُوْتَ الْاَعْجَلُ مِنَّا فَتَعَجَّبْتُ لِذٰلِكَ فَغَمَزَنِي الْاٰخَرُ فَقَالَ لِيْ مِثْلَهَا فَلَمْ اَنْشَبْ اَنْ نَّظَرْتُ اِلٰى اَبِيْ جَهْلٍ يَّجُوْلُ فِي النَّاسِ قُلْتُ اَلَا اِنَّ هٰذَا صَاحِبُكُمَا الَّذِيْ سَاَلْتُمَانِيْ فَابْتَدَرَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا فَضَرَبَاهُ حَتّٰى قَتَلَاهُ ثُمَّ انْصَرَفَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَاهُ فَقَالَ اَيُّكُمَا قَتَلَهٗ قَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اَنَا قَتَلْتُهٗ فَقَالَ هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا قَالَا لَا فَنَظَرَ فِي السَّيْفَيْنِ فَقَالَ كِلَاكُمَا قَتَلَهٗ سَلَبُهٗ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ وَكَانَا مُعَاذَ بْنَ عَفْرَاءَ وَمُعَاذَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ. قَالَ مُحَمَّدٌ سَمِعَ يُوْسُفُ صَالِحًا وَاِبْرَاهِيْمُ اَبَاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یوسف بن الماجشون نے حدیث بیان کی از صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف از والد خود از جد خود' انہوں نے بیان کیا کہ غزوۂ بدر کے دن جب میں صف میں کھڑا ہوا تھا تو میں نے اپنی دائیں اور بائیں جانب دیکھا تو اس وقت انصار کے دو کم عمر نوجوان لڑکے تھے' اس وقت میں نے یہ تمنا کی کہ کاش! میں ان سے زیادہ قوی لڑکے کے ساتھ ہوتا' پھر ان دونوں میں سے کسی ایک نے مجھے اشارہ کر کے کہا: اے چچا! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ اے میرے بھتیجے!' اس نے کہا: مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر میں نے اس کو دیکھ لیا تو میں اس سے اس وقت تک جدا نہیں ہوں گا حتیٰ کہ ہم میں سے جس کی موت پہلے مقدر کی گئی ہے وہ مر نہ جائے' مجھے اس بات پر تعجب ہوا' پھر دوسرے نے مجھے اشارہ کیا' اس نے بھی اسی طرح کہا' پھر تھوڑی دیر گزری تھی کہ میں نے دیکھا کہ ابوجہل لوگوں کے درمیان گھوم رہا تھا' میں نے کہا: سنو! جس شخص کے متعلق تم نے سوال کیا تھا وہ یہ رہا' پس وہ دونوں اپنی اپنی تلواریں لے کر جھپٹے اور اس پر وار کیے' حتیٰ کہ ان دونوں نے اس کو قتل کر دیا' پھر دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر آپ کو اس کے قتل کی خبر دی' آپ نے پوچھا: تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ تو ان میں سے ہر ایک نے کہا: میں نے اس کو قتل کیا ہے' پھر آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنی تلواروں کو صاف کر لیا ہے؟ ان دونوں نے کہا: نہیں! پس آپ نے ان دونوں کی

تلواروں کو دیکھا' پس فرمایا: تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے اور اس سے چھینا ہوا سامان معاذ بن عمرو بن الجموح کو ملے گا' وہ دونوں نوجوان حضرت معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہما تھا۔ محمد نے کہا: (اس حدیث کو) یوسف نے صالح سے سنا اور ابراہیم نے اپنے باپ سے سنا۔

[اطراف الحدیث: ۳۹۶۴-۳۹۸۸] (صحیح مسلم: ۱۷۵۲' الرقم المسلسل: ۴۴۶۰' مسند ابو یعلیٰ: ۸۶۶' صحیح ابن حبان: ۴۸۴۰' المستدرک ج ۳ ص ۴۲۵' سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۰۶-۳۰۵' مسند البزار: ۱۰۱۳' مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۷۳-ج ۳ ص ۲۰۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوجہل سے چھینے ہوئے مال سے خمس نہیں نکالا۔

ابوجہل کا سامان صرف حضرت معاذ بن عمرو کو دینے کی توجیہات' جب کہ حضرت معاذ بن عمرو اور حضرت معاذ بن عفراء دونوں نے اس کو قتل کیا تھا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ مقتول سے چھینا ہوا سامان ہر صورت میں قاتل کو ملتا ہے' خواہ امیر المسلمین نے اس کا اعلان کیا ہو یا نہ کیا ہو' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مواقع پر یہی فیصلہ فرمایا ہے اور اس میں امام کے اعلان اور اس کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن ابوجہل سے چھینا ہوا مال حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو عطاء فرمایا تھا۔

امام شافعی کے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن عمرو کو چھینا ہوا سامان عطاء فرمایا تھا کیونکہ حضرت معاذ نے ابوجہل کا خون بہایا تھا اور حضرت معاذ بن عفراء نے زخمی ابوجہل کو مار کر اس کا کام تمام کر دیا تھا' انہوں نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک جب کوئی مسلمان کسی مشرک کا خون بہا دے اور دوسرا مسلمان اس کو ذبح کر دے تو اس مشرک کا سامان خون بہانے والے مسلمان کو دیا جائے گا اور ذبح کرنے والے کو نہیں دیا جائے گا۔

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کی تلواروں کو دیکھا اور ان تلواروں کو دیکھ کر یہ استدلال کیا کہ ان میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ مقتول کا سامان صرف اس کو دیا جائے گا جس نے اس کا خون بہایا ہو اور جس نے اس کو قتل کیا ہے اس کو فضیلت حاصل ہو گی۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کی تلواروں پر لگا ہوا خون دیکھا اور یہ دیکھا کہ ابوجہل کے جسم کی گہرائی تک کس کی تلوار پہنچی' اسی لیے آپ نے ان سے یہ سوال کیا تھا کہ تم نے اپنی تلواروں سے خون پونچھا تو نہیں تھا' کیونکہ اگر انہوں نے اس کے خون کو پونچھا ہوتا تو ان تلواروں کے اس کے جسم میں دخول کی مقدار متغیر ہو جاتی۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ "تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے"' پس اگر چھینے ہوئے سامان کا قتل کی وجہ سے استحقاق ہوتا تو چونکہ وہ دونوں قتل میں شریک تھے تو آپ ابوجہل سے چھینے ہوئے سامان میں ان دونوں کو شریک کر دیتے' امام طحاوی نے کہا ہے کہ اس وقت تک آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ جس نے کسی کافر کو قتل کیا تو اس سے چھینا ہوا سامان اس قاتل کو ملے گا کیونکہ آپ نے یہ ارشاد غزوۂ حنین میں فرمایا تھا' اور یہاں پر ابوجہل کے قتل میں دونوں شریک تھے اور آپ نے ابوجہل کا چھینا ہوا سامان صرف حضرت معاذ بن عمرو کو عطاء کیا' اس سے معلوم ہوا کہ کافر کو قتل کرنے کی وجہ سے قاتل کو مقتول کا سامان نہیں ملتا بلکہ امام اپنی صواب دید سے جس کو عطاء فرمائے' اس کو ملتا ہے۔

علامہ ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں میں سے صرف ایک کو مقتول کا سامان عطاء کیا تو اس سے

معلوم ہوا کہ کافر کو قتل کرنے کی وجہ سے قاتل مقتول کے سامان کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ امام کے عطیہ کی وجہ سے اس کو مقتول کا سامان ملتا ہے کیونکہ ہمارے نزدیک امام خمس میں سے عطاء کرتا ہے اور جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جس نے کسی مقتول کو قتل کیا' اس کا سامان قاتل کو ملے گا' یعنی اس کو خمس میں سے وہ سامان ملے گا نہ کہ مجاہدین کے مالِ غنیمت سے۔

امام شافعی کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ نے صرف حضرت معاذ بن عمرو کو ابوجہل سے چھینا ہوا مال دیا تھا' حالانکہ حضرت معاذ بن عمرو اور حضرت معاذ بن عفراء دونوں نے ابوجہل کو قتل کیا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے حضرت معاذ بن عفراء سے حضرت معاذ بن عمرو کو عطاء کرنے کی اجازت حاصل کر لی تھی جیسا کہ ہوازن کے قیدیوں کو واپس کرنے کے لیے آپ نے مجاہدین سے اجازت حاصل کر لی تھی۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۱۴۔۳۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے جو آخری توجیہ نقل کی ہے' وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث صحیح میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے ہوازن کے قیدیوں کو واپس کرنے کی مجاہدین سے اجازت طلب کر لی تھی۔ (دیکھئے: صحیح البخاری: ۳۱۳۲۔۳۱۳۱) جب کہ باب مذکور کی اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ بن عمرو کو ابوجہل کا سامان عطاء فرمانے کے لیے حضرت معاذ بن عفراء سے اجازت طلب کر لی تھی نہ کسی اور حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ بن عمرو کو ابوجہل کا سامان دیا اور حضرت معاذ بن عفراء کو نہیں دیا' حالانکہ قتل دونوں نے کیا تھا' امام شافعی نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ مقتول کا سامان قاتل کا خون بہانے کی وجہ سے ملتا ہے اور ابوجہل کا خون حضرت معاذ بن عمرو نے بہایا تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف کے نزدیک اس مسئلہ میں امام اور امیر المسلمین کو اختیار ہے' وہ اپنی صواب دید سے جس کو چاہے مقتول کا سامان عطاء کر دے' اور تیسری وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ دونوں نے ابوجہل کو قتل کیا تھا لیکن ابوجہل پر تلوار سے وار کرنے میں حضرت معاذ بن عمرو سابق تھے اور پہلے انہوں نے وار کیا تھا' اس لیے آپ نے ان کو ابوجہل کا سامان عطاء فرمایا۔

٣١٤٢ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ اَفْلَحَ عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ مَّوْلٰی اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِيْنَ جَوْلَةٌ فَرَاَيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاسْتَدَرْتُ حَتّٰی اَتَيْتُهٗ مِنْ وَّرَائِهٖ حَتّٰی ضَرَبْتُهٗ بِالسَّيْفِ عَلٰی حَبْلِ عَاتِقِهٖ فَاَقْبَلَ عَلَیَّ فَضَمَّنِیْ ضَمَّةً وَّجَدْتُّ مِنْهَا رِيْحَ الْمَوْتِ ثُمَّ اَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَاَرْسَلَنِیْ فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ لَهٗ مَابَالُ النَّاسِ قَالَ اَمْرُ اللّٰهِ ثُمَّ اِنَّ النَّاسَ رَجَعُوْا وَجَلَسَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از یحییٰ بن سعید از ابن افلح از ابی محمد مولیٰ ابی قتادہ از حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ حنین کے لیے نکلے' پس جب ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا تو (ابتداء میں) مسلمان پسپا ہونے لگے' پھر میں نے دیکھا کہ ایک مشرک مسلمان پر غالب تھا' میں گھوم کر واپس آیا اور اس کے پیچھے سے اس پر حملہ کیا حتیٰ کہ اس کی گردن کی شہ رگ پر تلوار ماری' اس نے پلٹ کر مجھے بہت زور سے اس طرح دبوچا کہ مجھے اس کے دبوچنے سے موت کی خوشبو آئی' پھر اس مشرک پر موت آ گئی تو اس نے مجھ کو چھوڑ دیا' پھر میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ملا' میں نے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ (مسلمان کیوں

مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا لَـهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَّشْهَدُ لِيْ ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَّشْهَدُ لِيْ ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ الثَّالِثَةَ مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقَالَ رَجُلٌ صَدَقَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَلَبُهُ عِنْدِيْ فَأَرْضِهِ عَنِّيْ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَاهَا اللّٰهِ إِذًا يَّعْمِدُ إِلٰى أَسَدٍ مِّنْ أُسْدِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْكَ سَلَبَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَأَعْطَاهُ فَبِعْتُ الدِّرْعَ فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِيْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ.

پسپا ہو رہے ہیں؟) حضرت عمر نے کہا: یہ اللہ کی تقدیر ہے پھر لوگ (کافروں پر) پلٹ پڑے اور نبی ﷺ بیٹھ گئے پس آپ نے فرمایا: جس نے کسی مقتول کو قتل کیا اور اس پر گواہ ہو تو اس سے چھینے ہوئے سامان کا وہ مالک ہوگا پس میں کھڑا ہوا پس میں نے (دل میں) کہا: میرے حق میں کون گواہی دے گا! پھر میں بیٹھ گیا آپ نے پھر فرمایا: جس نے کسی مقتول کو قتل کیا اور اس کے حق میں اس پر گواہ ہو تو اس سے چھینے ہوئے سامان کا وہ مالک ہوگا پس میں نے (دل میں) کہا: میرے حق میں کون گواہی دے گا! پھر میں بیٹھ گیا آپ نے پھر تیسری بار اسی طرح فرمایا میں پھر کھڑا ہو گیا تو ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا اس مقتول سے چھینا ہوا سامان میرے پاس ہے آپ حضرت ابوقتادہ کو مجھ سے راضی کر دیجئے تب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! اللہ کے ایک شیر کے ساتھ جو اللہ اور رسول کی خاطر جنگ کرے رسول اللہ ﷺ اس کے ساتھ ایسا نہیں کریں گے کہ رسول اللہ ﷺ اس کو ملنے والا سامان تمہیں دے دیں تب نبی ﷺ نے فرمایا: ابوبکر نے سچ کہا پس وہ سامان مجھے دے دیا پھر میں نے اس کی زرہ کو بیچا اور اس کی قیمت سے بنوسلمہ میں ایک باغ خرید لیا اور یہ وہ پہلا مال تھا جس کو میں نے اسلام لانے کے بعد حاصل کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۱۰۰ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ کو کافر سے چھینا ہوا جو مال دیا گیا تھا اس میں سے خمس نہیں نکالا گیا تھا۔

١٩ - بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي الْمُؤَلَّفَةَ قُلُوْبُهُمْ وَغَيْرَهُمْ مِنَ الْخُمُسِ وَنَحْوِهٖ

نبی ﷺ مؤلفۃ القلوب اور دوسروں کو جو خمس وغیرہ سے عطاء فرماتے تھے

مؤلفۃ القلوب سے مراد وہ لوگ ہیں جو اخلاص کے ساتھ اسلام نہیں لائے تھے لیکن ان کے اخلاص کی توقع تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ ان کو خمس میں سے مال عطاء فرما کر ان کی دل جوئی فرماتے تھے تا کہ وہ اخلاص پر راغب ہوں اور خمس کی مثل سے مراد ہے: خراج جزیہ اور فئے کے اموال۔

رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(باب کے عنوان میں جو (حدیث) مذکور ہے اس کو) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی تفصیل صحیح البخاری: ۴۳۳۰ میں آئے گی۔

٣١٤٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ قَالَ لِي يَا حَكِيمُ إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى قَالَ حَكِيمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى أُفَارِقَ الدُّنْيَا فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَدْعُو حَكِيمًا لِيُعْطِيَهُ الْعَطَاءَ فَيَأْبٰى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا ثُمَّ أَنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَأَبٰى أَنْ يَقْبَلَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ إِنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِي قَسَمَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ فَيَأْبٰى أَنْ يَأْخُذَهُ فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيمٌ أَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُوُفِّيَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید بن المسیب وعروۃ بن الزبیر کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (کچھ دینے کا) سوال کیا تو آپ نے مجھے عطاء فرمایا، میں نے پھر سوال کیا تو آپ نے مجھے عطاء فرمایا، پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: اے حکیم! یہ مال سرسبز میٹھا ہے، جس نے اس کو سخاوت نفس (استغناء) سے لیا تو اس کو اس مال میں برکت دی جائے گی اور جس نے اپنے نفس کو جھکا کر وہ مال لیا تو اسے اس مال میں برکت نہیں دی جائے گی اور وہ اس شخص کی طرح ہوگا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے، حضرت حکیم نے بتایا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں آپ کے بعد کسی کے مال میں بالکل کمی نہیں کروں گا حتیٰ کہ میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں! پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ حضرت حکیم کو حصہ عطاء کرنے کے لیے بلاتے تھے تو وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کرتے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ نے ان کو عطاء کرنے کے لیے بلایا تو انہوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا، پس حضرت عمر نے کہا: اے مسلمانوں کی جماعت! اس مالِ فئے میں اللہ نے جو ان کا حصہ رکھا ہے، میں اس کو دینے کے لیے انہیں بلاتا ہوں اور یہ اس کو لینے سے انکار کرتے ہیں، سو حضرت حکیم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے کسی کے مال میں کمی نہیں کی حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٤٧٢ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ حضرت حکیم بن حزام مؤلفۃ القلوب میں سے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں عطاء فرماتے تھے۔

٣١٤٤ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ كَانَ عَلَيَّ اعْتِكَافُ يَوْمٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَمَرَهُ أَنْ يَفِيَ بِهِ قَالَ وَأَصَابَ عُمَرُ جَارِيَتَيْنِ مِنْ سَبْيِ حُنَيْنٍ فَوَضَعَهُمَا فِي بَعْضِ بُيُوتِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھ پر زمانۂ جاہلیت کے ایک دن کے اعتکاف کی نذر ہے، تو آپ نے ان کو نذر پوری کرنے کا حکم دیا،

مَكَّةَ قَالَ فَمَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سَبْيِ حُنَيْنٍ فَجَعَلُوْا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ فَقَالَ عُمَرُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ انْظُرْ مَاهٰذَا فَقَالَ مَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّبْيِ قَالَ اِذْهَبْ فَاَرْسِلِ الْجَارِيَتَيْنِ قَالَ نَافِعٌ وَّلَمْ يَعْتَمِرْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ وَلَوِ اعْتَمَرَ لَمْ يَخْفَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ وَزَادَ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مِنَ الْخُمُسِ وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِي النَّذْرِ وَلَمْ يَقُلْ يَوْمٌ.

نافع نے بیان کیا کہ حضرت عمر کو حنین کے قیدیوں میں سے دو باندیاں ملی تھیں جن کو انہوں نے مکہ کے بعض گھروں میں رکھا تھا' نافع نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے قیدیوں پر احسان کیا تھا (اور ان کو بلا فدیہ آزاد کر دیا تھا) سو وہ گلیوں میں دوڑ رہے تھے' پس حضرت عمر نے کہا: اے عبداللہ! دیکھو یہ کیا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں پر احسان کیا ہے تو حضرت عمر نے کہا: پس تم جاؤ اور (ان) دو باندیوں کو چھوڑ دو' نافع نے کہا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے عمرہ نہیں کیا' اور اگر آپ نے عمرہ کیا ہوتا تو وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مخفی نہ رہتا۔ اور جریر بن حازم نے از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر یہ اضافہ کیا ہے کہ (وہ دو باندیاں) خمس میں سے تھیں' اور اس کو معمر نے از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نذر میں روایت کیا ہے اور یہ نہیں کہا کہ وہ ایک دن کی نذر تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٣٢ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں حضرت ابن عمر کا یہ قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے عمرہ نہیں کیا' لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت ابن عمر اس عمرہ کو بھول گئے تھے' ورنہ آپ نے مقام جعرانہ سے عمرہ کیا ہے۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٤٢٦' عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٩٧)

٣١٤٥ - **حَدَّثَنَا** مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا وَّمَنَعَ اٰخَرِيْنَ فَكَاَنَّهُمْ عَتَبُوْا عَلَيْهِ فَقَالَ اِنِّيْ اُعْطِيْ قَوْمًا اَخَافُ ظَلَعَهُمْ وَجَزَعَهُمْ وَاَكِلُ اَقْوَامًا اِلٰى مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْغِنٰى مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِيْ بِكَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمْرَ النَّعَمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کو عطاء کیا اور دوسری قوم کو منع کیا' پس گویا کہ وہ لوگ آپ سے ناخوش ہوئے تو آپ نے فرمایا: میں ایسی قوم کو دیتا ہوں جس کے متعلق مجھے ایمان کی کمزوری اور بے صبری کا خدشہ ہوتا ہے' اور میں ایسے لوگوں پر بھروسا کرتا ہوں جن کے دلوں میں اللہ نے خیر اور استغناء کو رکھا ہے' ان میں سے عمرو بن تغلب ہیں' تو حضرت عمرو بن تغلب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے اس کے بدلہ میں اگر مجھے سرخ اونٹ بھی مل جائیں تو وہ مجھے پسند نہیں ہیں۔

وَزَادَ اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ

اور ابو عاصم نے از جریر یہ اضافہ کیا ہے کہ میں نے حسن سے

يَقُوْلُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِىَ بِمَالٍ اَوْ بِسَبْيٍ فَقَسَمَهُ بِهٰذَا.

سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ ہمیں حضرت عمرو بن تغلب نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مال یا قیدی لائے گئے تو آپ نے ان کو اس طرح تقسیم کیا جس طرح اس حدیث میں مذکور ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۲۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''ظلع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کج روی' راہِ مستقیم سے انحراف' نیز اس میں ''جزع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ایمان کی کمزوری اور دل کی بیماری اور اس حدیث میں ''غناء'' کا لفظ ہے' یہ فقر کی ضد ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۲۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۱۴۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ اُعْطِىْ قُرَيْشًا اَتَاَلَّفُهُمْ لِاَنَّهُمْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں قریش کو ان کی تالیفِ قلب کے لیے عطاء کرتا ہوں کیونکہ وہ زمانہ جاہلیت سے نئے نئے نکلنے والے ہیں۔

[اطراف الحدیث: ۳۱۴۷-۳۵۲۸-۳۷۷۸-۳۷۹۳-۴۳۳۱-۴۳۳۲-۴۳۳۳-۴۳۳۴-۴۳۳۷-۵۸۶۰-۶۷۶۲-۷۴۴۱] (صحیح مسلم: ۱۰۵۹' الرقم المسلسل: ۲۳۲۸' سنن ترمذی: ۳۹۲۷' سنن نسائی: ۲۶۰۶)

اس حدیث کی مفصل شرح غزوۂ حنین کے باب میں آئے گی۔

۳۱۴۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَمْوَالِ هَوَازِنَ مَا اَفَاءَ فَطَفِقَ يُعْطِىْ رِجَالًا مِّنْ قُرَيْشٍ الْمِائَةَ مِنَ الْاِبِلِ فَقَالُوْا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِىْ قُرَيْشًا وَّيَدَعُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ قَالَ اَنَسٌ فَحُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَقَالَتِهِمْ فَاَرْسَلَ اِلَى الْاَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِىْ قُبَّةٍ مِّنْ اَدَمٍ وَّلَمْ يَدْعُ مَعَهُمْ اَحَدًا غَيْرَهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا جَاءَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا كَانَ حَدِيْثٌ بَلَغَنِىْ عَنْكُمْ قَالَ لَهٗ فُقَهَاؤُهُمْ اَمَّا ذَوُوْ رَاْيِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَمْ يَقُوْلُوْا شَيْئًا وَّاَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو ھوازن کے اموال سے فئے عطا فرمایا تھا' انصار کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس وقت کہا جب آپ نے اس مالِ فئے سے قریش کے لوگوں کو سو اونٹ عطاء فرمائے (تو انصار نے کہا:) اللہ (عزوجل) رسول اللہ ﷺ کی مغفرت فرمائے! آپ قریش کو عطاء فرماتے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے کفار کا خون ٹپک رہا ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کو ان کی یہ بات بتا دی گئی' تب رسول اللہ ﷺ نے انصار کو بلایا اور ان سب کو چمڑے کے خیمہ میں جمع کیا' اور ان کے علاوہ کسی اور کو ان کے ساتھ نہیں بلایا' جب

أُنَاسٌ مِنَّا حَدِيثَةٌ أَسْنَانُهُمْ فَقَالُوا يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُ الْأَنْصَارَ وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أُعْطِي رِجَالًا حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ وَتَرْجِعُونَ إِلَى رِحَالِكُمْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللَّهِ مَا تَنْقَلِبُونَ بِهِ خَيْرٌ مِمَّا يَنْقَلِبُونَ بِهِ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ رَضِينَا فَقَالَ لَهُمْ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أُثْرَةً شَدِيدَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوُا اللَّهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْحَوْضِ قَالَ أَنَسٌ فَلَمْ نَصْبِرْ.

وہ سب جمع ہو گئے تو ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' پس پوچھا: وہ کیسی بات ہے جو مجھے تمہاری طرف سے پہنچی ہے تو ان میں سے دانش مند لوگوں نے آپ سے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے جو لوگ عقل مند ہیں انہوں نے تو کچھ نہیں کہا اور جو لوگ کم عمر ہیں' انہوں نے کہا: اللہ (عزوجل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت فرمائے! آپ قریش کو عطاء فرماتے ہیں اور انصار کو چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے کفار کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان لوگوں کو عطاء کرتا ہوں جو نئے نئے کفر سے نکلنے والے ہیں' کیا تم اس سے راضی نہیں ہوتے کہ لوگ مال لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر لوٹو' پس اللہ کی قسم! تم جس چیز کے ساتھ لوٹ رہے ہو' وہ اس سے بہت بہتر ہے جس چیز کے ساتھ وہ لوٹ رہے ہیں' انصار نے کہا: کیوں نہیں' یارسول اللہ! تحقیق یہ ہے کہ ہم راضی ہیں' پس آپ نے فرمایا: بے شک عنقریب تم میرے بعد یہ دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو زیادہ ترجیح دی جا رہی ہے' پس تم صبر کرنا حتیٰ کہ تم اللہ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حوض پر ملاقات کرو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر ہم سے صبر نہ ہو سکا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی تالیف قلب کے لیے ان کو مال فئے سے عطاء فرماتے تھے۔

۳۱۴۸ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأُوَيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ أَنَّهُ بَيْنَا هُوَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ النَّاسُ مُقْبِلًا مِنْ حُنَيْنٍ عَلِقَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَعْرَابُ يَسْأَلُونَهُ حَتَّى اضْطَرُّوهُ إِلَى سَمُرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَاءَهُ فَوَقَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعْطُونِي رِدَائِي فَلَوْ كَانَ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُونِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عمر بن محمد بن جبیر بن مطعم نے خبر دی کہ محمد بن جبیر نے کہا: مجھے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ کے ساتھ (دیگر) صحابہ بھی تھے' آپ غزوۂ حنین سے واپس آ رہے تھے کہ چند اعرابی آپ کے ساتھ چمٹ گئے' وہ آپ سے مالِ غنیمت مانگ رہے تھے (وہ آپ سے اس طرح چمٹے کہ انہوں نے) آپ کو ایک کیکر کے درخت کی طرف دھکیل دیا حتیٰ کہ آپ کی چادر اس میں اٹک گئی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بَخِيلًا وَّلَا كَذُوبًا وَّلَا جَبَانًا.

کھڑے رہ گئے اور آپ نے فرمایا: مجھے میری چادر دو' پس اگر میرے پاس ان کانٹے دار درختوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں ان کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا' پھر تم مجھ کو بخیل پاتے نہ جھوٹا نہ بزدل۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۲۱ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے اعراب کے درمیان اونٹ تقسیم کرنے کا ذکر فرمایا۔

۳۱۴۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَذَبَهُ جَذْبَةً شَدِيدَةً حَتّٰى نَظَرْتُ إِلٰى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَثَّرَتْ بِهِ حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَذْبَتِهِ ثُمَّ قَالَ مُرْ لِي مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِي عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ فَضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ. [اطراف الحدیث: ۵۸۰۹-۶۰۸۸] (صحیح مسلم: ۱۰۵۷' الرقم المسلسل: ۲۳۱۸' سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۵۴۸-ج ۲۰ ص ۲۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا' آپ کے اوپر ایک نجرانی چادر تھی جس کا کنارہ بہت موٹا تھا' ایک اعرابی نے اس چادر کو پکڑ کر بہت زور سے کھینچا حتیٰ کہ میں نے آپ کے کندھے کی طرف دیکھا' اس کے کھینچنے کی شدت سے اس پر نشان پڑ گیا تھا' پھر اس نے کہا: آپ کے پاس جو اللہ کا مال ہے اس میں سے مجھے دینے کا حکم دیجئے' آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے' پس آپ ہنسے' پھر آپ نے اسے عطاء کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس اعرابی کا آپ کے ساتھ درشت اور ناشائستہ رویہ تھا' پھر بھی آپ نے اس کی تالیف قلب کے لیے اس کو عطاء کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حکام کو جاہل لوگوں کے سخت رویہ اور ان کی دی ہوئی ایذاء پر صبر کرنا چاہیے۔

۳۱۵۰- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَّنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ آثَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُنَاسًا فِي الْقِسْمَةِ فَأَعْطَى الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِائَةً مِّنَ الْإِبِلِ وَأَعْطَى عُيَيْنَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَأَعْطَى أُنَاسًا مِّنْ أَشْرَافِ الْعَرَبِ فَآثَرَهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْقِسْمَةِ قَالَ رَجُلٌ وَّاللّٰهِ إِنَّ هٰذِهِ الْقِسْمَةَ مَا عُدِلَ فِيهَا وَمَا أُرِيدَ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَأُخْبِرَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: فَمَنْ يَّعْدِلُ إِذَا لَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب غزوۂ حنین کا دن تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقسیم میں کچھ لوگوں کو ترجیح دی' پس اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیئے اور عیینہ کو بھی اس کی مثل دیئے اور عرب کے معزز لوگوں کو بھی اس دن عطاء کیا' پس ان کو بھی اس دن ترجیح دی تو ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا اور اس سے اللہ کی رضا جوئی کا ارادہ نہیں کیا گیا' پس میں نے (دل میں) کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

يَعْدِلِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ رَحِمَ اللّٰهُ مُوْسٰى قَدْ اُوْذِيَ بِاَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ.

[اطراف الحدیث: ۳۴۰۵-۴۳۳۶-۴۳۳۵-۶۰۵۹-۶۱۰۰-۶۲۹۱-۶۳۳۶] (صحیح مسلم: ۱۰۶۲، الرقم المسلسل: ۲۳۳۶، مسند احمد ج ۱ ص ۴۱۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۳۹۰۲، ج ۷ ص ۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

کو اس کی خبر دوں گا، پس میں آپ کے پاس آیا اور میں نے آپ کو اس کی خبر دی، تو آپ نے فرمایا: جب اللہ اور اس کا رسول عدل نہیں کرے گا تو پھر کون عدل کرے گا، اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے! ان کو اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی تھی، انہوں نے اس پر صبر کیا۔

اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اقرع بن حابس کا ذکر ہے، یہ مؤلفۃ القلوب میں سے ایک ہیں، اقرع اور عیینہ بن حصن دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ، حنین اور طائف کے مواقع پر حاضر تھے، ابن درید نے کہا: ان کا نام فراش تھا اور ان کا لقب اقرع تھا کیونکہ ان کا سر گنجا تھا، یہ معززین میں سے ایک تھے، حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو اس لشکر کا امیر بنایا تھا جس کو انہوں نے خراسان کی طرف بھیجا تھا، اس میں یہ جاں بحق ہو گئے تھے، اور عیینہ ابوحصن بن حذیفہ بن بدر الفزاری بھی مؤلفۃ القلوب میں سے تھے، علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ یہ احمق تھا، یہ بغیر اجازت کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گیا اور بے ادبی سے بات کی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بے ادبی اور گنوار پن پر صبر کیا، یہ مرتد ہو کر طلیحہ (مدعی نبوت) پر ایمان لے آیا تھا، پھر اس کو قید کیا گیا، پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس پر احسان کیا اور آزاد کر دیا، پھر یہ ہمیشہ اسلام کو ظاہر کرتا رہا، اس کا نام حذیفہ ہے اور اس کا لقب عیینہ ہے کیونکہ اس کی آنکھوں کی پلکیں پلٹی ہوئی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۱)

جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا: آپ عدل کریں، اس کو قتل نہ کرنے کی وجوہ

ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ کو چپکے سے یہ بتایا تو آپ سن کر سخت غضب ناک ہوئے اور آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا، حتیٰ کہ میں نے یہ تمنا کی کہ کاش! میں نے آپ کو نہ بتایا ہوتا۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶۲) قاضی عیاض نے کہا ہے کہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہا وہ کافر ہو گیا اور اس کو قتل کیا جائے گا، اور اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اس شخص کو قتل کیا گیا۔ علامہ مازری نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے کلام سے نبوت میں طعن کا مفہوم نہ نکلتا ہو اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف صرف تقسیم میں عدل کے ترک کرنے کو منسوب کیا ہو، اور ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو اس لیے سزا نہ دی ہو کہ اس کا یہ جرم ثابت نہیں ہوا تھا، صرف ایک شخص نے اس کی بدگوئی کو نقل کیا تھا، اور صرف ایک شخص کی گواہی سے خون نہیں بہایا جاتا۔ (اکمال المعلم ج ۳ ص ۶۰۷)

علامہ مازری کی تاویل کو لکھنے کے بعد قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

یہ تاویل اس لیے درست نہیں ہے کہ اس شخص نے کہا تھا کہ اے محمد! عدل کیجئے، اور کہا تھا: اے محمد! اللہ سے ڈریں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶۳-۱۰۶۴) اور اس نے صحابہ کی جماعت میں اس طرح کہا تھا، حتیٰ کہ حضرت عمر اور حضرت خالد رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: معاذ اللہ! لوگ کہیں گے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں، تو اس شخص کو قتل نہ کرنے کا یہ سبب ہے، اور آپ نے اس شخص کو ان منافقین کے حکم میں رکھا جنہوں نے متعدد بار آپ کو ایذاء دی اور آپ نے ان سے ناگفتنی باتیں سنیں، لیکن آپ نے ان کی باتوں پر صبر کیا اور تحمل کیا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ آپ اپنے اصحاب کو قتل کر رہے

ہیں اور ہم نے اپنی کتاب شفاء کی قسم رابع میں بہت تفصیل سے لکھا ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص کرے وہ کافر ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۶۰۸۔ ۶۰۷ دارالوفاء)

علامہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان منافقین کو قتل کیوں نہیں کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالعموم ایذاء پہنچاتے تھے اور اس یہودی کو کیوں قتل نہیں کیا جس نے آپ سے کہا تھا: ''السام علیکم'' (تم پر موت آئے) حالانکہ یہ بدعا تھی اور اس شخص کو کیوں قتل نہیں کیا جس نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس تقسیم سے اللہ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا' اور ایک مرتبہ کہا: عدل کر! اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے منافقین کو اس لیے قتل نہیں کیا کہ وہ اسلام کا ابتدائی دور تھا' اس وقت آپ لوگوں کے ایمان لانے کی خاطر ان کی تالیف قلب (دل جوئی) کرتے تھے' اور اسلام کو ان کے دلوں میں مزین کرتے تھے' اور اس وقت مسلمانوں کی کثرت کی ضرورت تھی' اور اس وقت آپ صحابہ سے فرماتے تھے کہ لوگوں کو اپنی طرف راغب کرو اور ان کو متنفر نہ کرو' اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے بھی آپ سے یہی ارشاد فرمایا تھا:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ. (المؤمنون:۹۶) اچھے طریقہ سے بُرائی کو دُور کیجئے۔

اور آپ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں کے قتل سے منع فرمایا ہے' اس وجہ سے آپ ان کی ایذاء رسانی کو برداشت کرتے تھے' یہی وجہ ہے کہ جب دین اسلام پھیل گیا اور تمام ادیان پر غالب آ گیا تو آپ جن گستاخوں کو قتل کرنے پر قادر ہوئے' ان کے قتل کا حکم دیا' اسی طرح آپ نے بعض گستاخوں کے خون کو مباح کر دیا' جیسے کعب بن زہیر اور ابن زبعری وغیرہ۔

منافقین کو قتل نہ کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ منافقوں کا بہ ظاہر مسلمانوں میں شمار ہوتا تھا' اور بارگاہِ رسالت میں منافقوں کے جو گستاخانہ کلمات پہنچائے گئے تھے' ان کو کسی ایک صحابی نے نقل کیا تھا' اور منافقین ان کلمات سے بَری ہونے پر قسم کھا لیتے تھے' علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ایمان کے خواہش مند تھے' اس لیے ان کی ایذاء رسانیوں پر صبر کرتے تھے' جیسا کہ ہمیشہ اولوالعزم رسول کرتے رہے ہیں' یہاں تک کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کر لیا' اور ان کی وجہ سے اسلام کو بہت تقویت پہنچی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ان سے وہ گستاخانہ کلمات قطعی طور پر ثابت نہیں تھے' کیونکہ ان کلمات کو کسی بچہ نے نقل کیا تھا' یا غلام نے یا عورت نے اور نصابِ شہادت یعنی دو مردوں کی گواہی کے بغیر کسی کا خون بہانا جائز نہیں ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے علمِ نبوت سے ان کے خلاف فیصلہ اس لیے نہیں کیا کہ بہ ظاہر ان کا شمار مسلمانوں اور صحابہ میں ہوتا تھا' اور اگر آپ ان کو اس وجہ سے قتل کر دیتے کہ آپ کے علم میں وہ منافق تھے تو مخالفین اور معاندین آپ کے خلاف پروپیگنڈا کرتے کہ آپ جس کو قتل کرنا چاہتے ہیں' اس پر نفاق کی تہمت لگا کر قتل کر دیتے ہیں اور اس سے اسلام کی تبلیغ اور اشاعت میں رکاوٹ ہوتی' یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس شخص کو قتل کرنے سے منع فرمایا جس نے آپ سے کہا تھا: ''اعدل'' اور قتل کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں' اسی وجہ سے ابن معاذ اور ابن قصار نے کہا ہے کہ یہ لوگ اگر اپنے نفاق کو ظاہر کرتے تو آپ ان کو قتل کر دیتے۔ رہا یہ کہ آپ نے اس یہودی کو قتل نہیں کیا جس نے کہا تھا: ''السّام علیکم'' (تم پر موت آئے) اس کی وجہ یہ تھی کہ اس یہودی کا مسلمانوں سے معاہدہ تھا اور یہ ابتداء اسلام کا واقعہ تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کو قتل نہ کرنے کی وجہ یہ ہو کہ آپ کو یہ توقع تھی کہ اس کے ساتھ نرمی کرنے کی وجہ سے کچھ لوگ اسلام قبول کر لیں گے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۹۳۔ ۱۹۲ بیروت)

قاضی عیاض مالکی نے اپنی کتاب الشفاء میں جو گستاخِ رسول کے متعلق فقہاء کے قول کا ذکر کیا ہے' وہ عبارت یہ ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کرنے والے کے متعلق ائمہ اربعہ کے مسالک

جان لو کہ امام مالک ان کے اصحاب سلف صالحین اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس نے گالی دی اور اس کے بعد توبہ کر لی تو اس کو بہ طور حد قتل کیا جائے گا نہ بہ طور کفر' شیخ ابوالحسن قابسی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب کسی شخص نے آپ کو گالی دینے کا اقرار کیا اور اس کے بعد توبہ کر لی اور توبہ کا اظہار کر دیا تو اس کو گالی دینے کے سبب سے قتل کیا جائے گا کیونکہ یہ اس کی حد ہے' ابو محمد بن ابی زید نے بھی یہی کہا ہے' البتہ اس کی توبہ اس کو آخرت میں نفع دے گی اور وہ عنداللہ مؤمن قرار پائے گا۔

(الشفاء ج ۲ ص ۲۲۳۔ ۲۲۲' مطبوعہ ملتان)

علامہ سید محمد ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی ہو' اس کی توبہ قبول نہ کرنا امام مالک کا مشہور مذہب ہے' اور امام احمد بن حنبل کا مشہور مذہب بھی یہی ہے اور ایک روایت ان سے یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی' لہٰذا ان کا مذہب امام مالک کی طرح ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کا حکم مرتد کی طرح ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے جیسا کہ تتف وغیرہ سے منقول ہے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم یہ ہے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دینے والے کا حکم بہ طریق اولیٰ یہی ہوگا کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے' بہرحال یہ بات ظاہر ہوگئی کہ احناف اور شوافع کا مذہب یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور امام مالک سے بھی یہ ایک ضعیف روایت سے ثابت ہے۔

(ردالمحتار ج ۳ ص ۴۰۴۔ ۴۰۱' مطبوعہ عثمانیہ' استنبول)

٣١٥١ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ اَسْمَاءَ ابْنَةِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ كُنْتُ اَنْقُلُ النَّوٰى مِنْ اَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِيْ اَقْطَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاْسِيْ وَهِيَ مِنِّيْ عَلٰى ثُلُثَيْ فَرْسَخٍ وَقَالَ اَبُوْ ضَمْرَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ الزُّبَيْرَ اَرْضًا مِّنْ اَمْوَالِ بَنِي النَّضِيْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود بن غیلان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت اسماء بت ابی بکر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کو جو زمین کا ایک قطعہ دیا تھا' میں اس میں سے (کھجور کی) گٹھلیاں اپنے سر پر رکھ کر لایا کرتی تھی' وہ جگہ میرے گھر سے دو تہائی فرسخ پر تھی' اور ابوضمرۃ نے کہا از ہشام از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بنونضیر کے اموالِ فئے سے ایک زمین کا قطعہ دیا تھا۔

[طرف الحدیث: ۵۲۲۴] (صحیح مسلم: ۲۱۸۲' الرقم المسلسل: ۵۵۸۵' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۹۳' طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۵۱۔ ۲۵۰' سنن کبریٰ: ۹۱۷۰' صحیح ابن حبان: ۴۵۰۰' مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۹۳۷۔ ج ۴۴ ص ۵۰۳۔ ۵۰۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس باب کے عنوان میں مؤلفۃ القلوب اور غیر مؤلفۃ القلوب کو عطاء کرنے کا ذکر تھا' اس سے پہلی احادیث میں مؤلفۃ القلوب کو عطاء کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں غیر مؤلفۃ القلوب کو عطاء کرنے کا ذکر ہے۔

باب مذکور کی وضاحت میں صحیح مسلم کی حدیث

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے نکاح کیا' اس وقت ان کے پاس ان کی زمین میں کوئی مال تھا' نہ غلام تھا نہ کوئی اور چیز تھی' صرف ایک گھوڑا تھا' میں اس گھوڑے کو چارا ڈالتی تھی اور حضرت الزبیر کی طرف سے میں اس کی خبر گیری اور نگہداشت کرتی تھی' اور ان کے اونٹ کے لیے کھجور کی گٹھلیوں کو کوٹتی تھی' ان کو چارا ڈالتی تھی اور پانی پلاتی تھی' ڈول سے پانی نکالتی تھی اور آٹا گوندھتی تھی' میں اچھی طرح روٹی نہیں پکا سکتی تھی' میرے پڑوس میں جو انصار کی عورتیں تھیں وہ مجھے روٹیاں پکا دیتی تھیں' وہ بہت مخلص عورتیں تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت الزبیر کو جو زمین عطاء فرمائی تھی' میں اس میں سے کھجور کی گٹھلیاں اٹھا کر لاتی تھی' یہ زمین دو تہائی فرسخ دور تھی' ایک دن میں سر پر کھجور کی گٹھلیاں اُٹھا کر لا رہی تھی کہ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی' آپ کے ساتھ آپ کے چند اصحاب بھی تھے' آپ نے مجھے بلایا' پھر اپنے اونٹ کو (بٹھانے کے لیے) اِخ اِخ فرمایا تا کہ آپ مجھے اپنے پیچھے بٹھالیں' حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ مجھے حیاء آئی اور مجھے تمہاری (حضرت زبیر کی) غیرت یاد آئی' آپ نے فرمایا: کیا تمہارا گٹھلیوں کو اپنے سر پر اٹھانا میرے ساتھ سوار ہونے سے زیادہ سخت نہیں ہے۔ حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت ابوبکر نے ایک خادمہ بھیجی' پھر میرے بجائے وہ گھوڑے کا کام کاج کرنے لگی' گویا کہ اس خادمہ نے مجھے آزاد کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۸۲' الرقم المسلسل: ۵۵۸۵)

بیوی پر گھر کے کام کرنے کا شرعی حکم

حضرت اسماء کا اپنے خاوند کے لیے کھانا پکانا اور گھر کے دیگر کام کاج کرنا ان اُمورِ معروفہ میں سے ہے جن کو بہ طور مروت کرنے پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے' عورت خاوند کے لیے روٹی پکاتی ہے' کپڑے دھوتی ہے اور دیگر معاملات میں اس کی خدمت کرتی ہے اور یہ تمام کام عورت کی طرف سے تبرع اور احسان ہیں اور حسنِ معاشرت اور نیک کام ہیں' بیوی پر ان میں سے کوئی چیز واجب نہیں ہے' بلکہ بیوی اگر ان کاموں میں سے کوئی کام نہ کرے تو وہ گناہ گار نہیں ہوگی اور خاوند پر لازم ہوگا کہ وہ بیوی کے لیے پکے پکائے کھانے اور دھلے دھلائے کپڑے مہیا کرے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. (البقرہ: ۲۳۳)

اور جس کا بچہ ہے (ان دودھ پلانے والی ماؤں) کا کھانا اور ان کا لباس عرف کے مطابق اس کے ذمہ ہے۔

تاہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور صحابہ کرام اور اہل بیت کی ازواج اور بعد کے تابعین کی ازواج گھر کے کام کاج اور خاوند کی خدمت شروع سے کرتی چلی آئی ہیں' اس لیے یہ حکم تعامل مسلمین سے ثابت ہے۔

٣١٥٢ - حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ قَالَ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَجْلَى الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلٰى اَهْلِ خَيْبَرَ اَرَادَ اَنْ يُّخْرِجَ الْيَهُوْدَ مِنْهَا وَكَانَتِ الْاَرْضُ لَمَّا ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلْيَهُوْدِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن المقدام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے الفضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہود اور نصاریٰ کو سرزمین حجاز سے نکال دیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اہل خیبر پر غالب ہوئے تھے تو آپ نے یہود کو اس سرزمین سے نکالنے کا ارادہ فرمایا تھا اور جب آپ

فَقَالَ الْيَهُودُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَتْرُكَهُمْ عَلٰى اَنْ يَكْفُوا الْعَمَلَ وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُقِرُّكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ مَاشِئْنَا فَاُقِرُّوْا حَتّٰى اَجْلَاهُمْ عُمَرُ فِيْ اِمَارَتِهٖ اِلٰى تَيْمَاءَ وَاَرِيْحَا.

نے اس زمین پر قبضہ کیا تھا تو وہ زمین یہود کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کی تھی، پھر یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کو اس زمین پر چھوڑ دیں اور آپ کی جگہ وہ اس زمین پر کام کریں گے اور ان کو نصف پھل ملیں گے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم جب تک چاہیں گے تم کو اس سرزمین پر برقرار رکھیں گے، پھر ان کو اس زمین پر برقرار رکھا گیا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے دورِ خلافت میں تیماء اور اریحاء کی طرف جلا وطن کر دیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: مؤلفۃ القلوب اور غیر مؤلفۃ القلوب کو عطاء کرنا، اور اس حدیث میں عطاء کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہود کو مزارعت پر زمین دینے کا ذکر ہے۔

تیماء اور اریحاء کا جغرافیائی محل وقوع

اس حدیث میں تیماء کا ذکر ہے۔ ابن قرقول نے کہا ہے کہ یہ جگہ بہت بڑی بستی ہے اور طے کے شہروں میں ساحل سمندر پر واقع ہے، شام کی طرف جانے والے اس بستی سے گزر کر جاتے ہیں۔

اَریحاء ملک شام کی ایک بستی ہے، یہ حضرت نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے کے نام کے ساتھ موسوم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۰- بَابُ مَا يُصِيبُ مِنَ الطَّعَامِ فِيْ اَرْضِ الْحَرْبِ

دار الحرب میں کھانے کی چیزوں کے ملنے کا شرعی حکم

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ اگر دار الحرب میں مجاہدین کو کھانے کی چیزیں مل جائیں تو ان کا شرعی حکم کیا ہے، آیا ان سے خمس نکالا جائے گا یا مجاہدین کے لیے ان کا کھانا مباح ہے، اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک مجاہدین جب تک دار الحرب میں رہیں، ان کے لیے سربراہ ملک کی اجازت کے بغیر اپنی ضرورت کے مطابق وہاں سے کھانا پینا جائز ہے اور مال کی تقسیم سے پہلے گائے اور بکری کا ذبح کرنا بھی جائز ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ حالت جنگ میں ان کے جانوروں پر سواری کرنا، ان کے کپڑوں کو اور ان کے ہتھیاروں کو استعمال کرنا بھی جائز ہے اور جنگ کے بعد ان کی چیزیں واپس کر دیں اور الزہری نے کہا ہے کہ کھانا ہو یا اور کوئی چیز، امیر لشکر کی اجازت کے بغیر اس کو لینا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۳)

۳۱۵۳- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مُحَاصِرِيْنَ قَصْرَ خَيْبَرَ فَرَمٰى اِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيْهِ شَحْمٌ فَنَزَوْتُ لِاٰخُذَهٗ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ.

[اطراف الحدیث: ۴۲۱۴-۵۵۰۸] (صحیح مسلم: ۱۷۷۲، الرقم

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حمید بن ہلال از حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم خیبر کے قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے کہ کسی شخص نے ایک کپی پھینکی جس میں چربی بھری ہوئی تھی، میں اسے اُٹھانے کے لیے بڑھا، پھر میں نے مڑ کر دیکھا تو وہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے پس مجھے

المسلسل:۴۴۹۶، سنن ابوداؤد:۲۷۰۲، سنن نسائی:۴۴۰۲) آپ سے حیاء آئی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کس قدر تعظیم اور توقیر کرتے تھے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو چربی یہود نے رکھی ہو' اس کا کھانا جائز ہے' یہ چربی یہود پر حرام تھی' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک اس کو کھانے کے متعلق دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۴)

۳۱۵۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا نُصِيبُ فِي مَغَازِينَا الْعَسَلَ وَالْعِنَبَ فَنَأْكُلُهُ وَلَا نَرْفَعُهُ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے غزوات میں شہد اور انگور ملتے تھے ہم اس کو (اسی وقت) کھا لیتے تھے لیتے تھے اور اُٹھا کر نہیں رکھتے تھے۔

اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ ہمیں غزوات میں شہد اور گھی مل جاتا تھا اور ہم اس کو وہیں کھا لیتے تھے اور جریر کی روایت میں ہے کہ جنگ یرموک کے ایام میں ہمیں طعام اور بکریاں ملیں' اور ہم ان کو ذخیرہ کرنے کے لیے نہیں اُٹھاتے تھے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ ہم ان کو تقسیم کرنے والے کے پاس نہیں لے جاتے تھے یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اجازت طلب کرنے کے لیے نہیں لے جاتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱۵۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ أَصَابَتْنَا مَجَاعَةٌ لَيَالِيَ خَيْبَرَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ وَقَعْنَا فِي الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ فَانْتَحَرْنَاهَا فَلَمَّا غَلَتِ الْقُدُورُ نَادٰى مُنَادِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْفِئُوا الْقُدُورَ وَلَا تَطْعَمُوا مِنْ لُحُومِ الْحُمُرِ شَيْئًا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقُلْنَا إِنَّمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهَا لَمْ تُخَمَّسْ قَالَ وَقَالَ آخَرُونَ حَرَّمَهَا الْبَتَّةَ وَسَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ فَقَالَ حَرَّمَهَا الْبَتَّةَ.

[اطراف الحدیث: ۴۲۲۰-۴۲۲۲-۴۲۲۴-۵۵۲۶] (صحیح مسلم: ۱۹۳۷' الرقم المسلسل: ۴۹۰۳' سنن نسائی: ۴۳۳۴' سنن ابن ماجہ: ۳۱۹۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خیبر کی راتوں میں ہمیں سخت بھوک لگی' پھر جب خیبر کی فتح کا دن آیا' تو ہم کو پالتو گدھے ملے' سو ہم نے ان کو ذبح کر دیا' پس جب پتیلیوں میں ان کا سالن جوش مارنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے یہ اعلان کیا: اپنی پتیلیاں اُلٹا دو اور (پالتو) گدھوں کے گوشت میں سے بالکل نہ کھاؤ۔ حضرت عبد اللہ نے بیان کیا: ہم نے دل میں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گدھوں کا گوشت کھانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ ان گدھوں میں سے خمس کو نہیں نکالا گیا' یہ انہوں نے بیان کیا اور دوسروں نے کہا کہ آپ نے گدھوں کے گوشت کو قطعی طور پر حرام کر دیا تھا' اور میں نے سعید بن جبیر سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: آپ نے گدھوں کو قطعی طور پر حرام فرما دیا تھا۔

پالتو گدھوں کی تحریم کی علت میں فقہاء صحابہ کا اختلاف اور ان کی تحریم کے ثبوت میں احادیث

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ گدھے کی تحریم کے متعلق صحابہ نے آپس میں گفتگو کی۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ صحابہ کا اس میں اختلاف تھا کہ گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دینے کی علت کیا ہے؟ آیا ان کا گوشت اپنی ذات میں حرام ہے یا کسی عارض کی وجہ سے ان کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے؟ پس حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اس وجہ سے پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا کہ ان میں سے خمس نہیں نکالا گیا تھا' اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ جب ان سے خمس نکال لیا جائے تو پھر ان کا گوشت کھالیا جائے گا' بعض علماء نے کہا ہے کہ ان کا گوشت کھانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ گدھے گندگی کھاتے ہیں۔ مسند دارمی میں سعید بن جبیر کا اسی طرح قول مروی ہے اور عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ نے کہا ہے کہ گدھوں کا گوشت کھانے سے اس لیے منع فرمایا ہے تاکہ وہ سواری کے لیے اور بوجھ لادنے کے لیے باقی رہیں اور لوگ ذبح کر کے کھا کر ان کی نسل کو ختم نہ کر دیں۔

پالتو گدھوں کا گوشت کھانے کے جواز میں درج ذیل حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے:

حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم کو قحط آن پہنچا' پس میرے مال میں سے کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے میں اپنے گھر والوں کو کھلا سکتا' سوائے گدھوں کے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما چکے تھے' پھر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! ہم فاقے کر رہے ہیں اور میرے پاس اپنے گھر والوں کو کھلانے کے لیے فربہ گدھوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے اور بے شک آپ پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دے چکے ہیں! آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کو فربہ گدھوں کے گوشت سے کھلاؤ' میں نے ان کو اس لیے حرام قرار دیا تھا کہ وہ بستی کی گندگی کو کھاتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۳۸۰۸)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ احادیث صحیحہ اس روایت کو مسترد کرتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۶)

میں کہتا ہوں کہ پالتو گدھوں کی تحریم پر حسبِ ذیل احادیث صحیحہ ہیں:

حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما دیا۔

(صحیح البخاری: ۵۵۲۷' صحیح مسلم: ۱۹۳۶' سنن ابن ماجہ: ۳۳۳۴)

عدی بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت البراء اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہم سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ ہمیں (خیبر کے دن) گدھے ملے' ہم نے ان کو پکا لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ پتیلیوں کو اُلٹا دو۔

(صحیح البخاری: ۴۲۲۱' صحیح مسلم: ۱۹۳۸)

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ خیبر کی طرف گئے' پھر اللہ نے مسلمانوں کے لیے خیبر کو فتح کر دیا' پھر جس دن خیبر فتح ہوا تھا اس دن شام کو مسلمانوں نے آگ جلائی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: یہ کیسی آگ جل رہی ہے اور تم کس چیز پر آگ جلا رہے ہو' مسلمانوں نے کہا: گوشت پر' آپ نے پوچھا: کون سے گوشت پر؟ لوگوں نے بتایا: پالتو گدھوں کے گوشت پر' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا: پتیلیوں کو اُلٹ دو اور ان کو توڑ دو' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! یا ہم گوشت پھینک دیں اور پتیلیوں کو دھولیں؟ آپ نے فرمایا: یا اس طرح کر لو۔ (صحیح مسلم: ۱۹۳۹' الرقم المسلسل: ۴۹۱۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے پتا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالتو گدھوں کو کھانے سے اس لیے منع فرمایا کہ ان پر لوگوں کا سامان لادا جاتا ہے' تو آپ نے ناپسند فرمایا کہ لوگوں کے سامان لادنے کی سواری نہ رہے' یا آپ نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما دیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۲۲۷' صحیح مسلم: ۱۹۳۹' الرقم المسلسل: ۴۹۱۰)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے اور پالتو

گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرما دیا۔ (صحیح البخاری: ۵۱۱۵' صحیح مسلم: ۱۴۰۷' سنن ترمذی: ۱۷۹۴۔۱۱۲۱ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۱۱' مسند الحمیدی: ۳۷' سنن سعید ابن منصور: ۸۴۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۹۲۔ ج ۸ ص ۲۶۱' سنن دارمی: ۲۱۹۷' مسند ابویعلیٰ: ۵۷۶' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۱۔ ۲۰۲' مسند احمد ج ۱ ص ۷۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۹۲۔ ج ۲ ص ۳۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس سے پہلے ان احادیث کے خلاف امام ابوداؤد کی حضرت غالب بن ابجر سے یہ روایت ذکر کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کو فربہ گدھوں کے گوشت سے کھلاؤ' میں نے ان کو اس لیے حرام قرار دیا تھا کہ وہ بستی کی گندگی کو کھاتے ہیں۔اس حدیث کے متعلق علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

عامۃ العلماء کے نزدیک پالتو گدھوں کا گوشت حرام ہے' صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کی رخصت منقول ہے اور شاید تحریم کی حدیث ان کو نہیں پہنچی اور رہی ابن ابجر کی حدیث تو اس کی اسناد میں اختلاف ہے۔

(معالم السنن جز ۴ ص ۲۳۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ عبدالحق نے لکھا ہے: یہ حدیث متصل الاسناد نہیں ہے' اور علامہ سہیلی نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور ممانعت کی احادیث کی سند صحیح ہے' اس لیے یہ حدیث ان سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

کتاب الخمس کی تکمیل

الحمد للہ رب العٰلمین! والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین' آج ۱۸ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ/ ۱۷ دسمبر ۲۰۰۸ء بروز بدھ کتاب الخمس مکمل ہو گئی' اے بارِ الٰہ! جس طرح صحیح البخاری کی اس کتاب کو مکمل فرما دیا ہے' صحیح البخاری کی باقی کتب کی بھی تکمیل کرا دیں اور اپنے اس عاجز بندہ کی اور جملہ قارئین کی مغفرت فرما دیں۔ (آمین یارب العٰلمین!)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۵۸- کِتَابُ الْجِزْيَةِ وَالْمُوَادَعَةِ

جزیہ اور اہل الذمہ اور اہل حرب کے ساتھ موادعۃ کا بیان

۱ - بَابُ الْجِزْيَةِ وَالْمُوَادَعَةِ مَعَ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَالْحَرْبِ

جزیہ اور اہل الذمۃ اور اہل حرب کے ساتھ موادعۃ

اس کتاب میں جزیہ وغیرہ کے احکام کا بیان ہے' جزیہ کا لفظ جزاء سے ماخوذ ہے' یہ وہ مال ہے جو اہل کتاب سے دارالاسلام میں رہائش کے عوض لیا جاتا ہے۔ دوسری تعریف یہ ہے کہ یہ وہ مال ہے جو اہل کتاب کو قتل کرنے کے بدلہ میں ان سے لیا جاتا ہے' یعنی جو شخص اسلام قبول نہ کرے اس کو قتل کرنے کا حکم ہے' لیکن ان سے مالی فدیہ لے کر ان کو قتل نہیں کیا جاتا۔ اس عنوان میں ''موادعۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: متارکت' یعنی کسی مصلحت کی وجہ سے مدتِ معینہ تک اہل حرب کو چھوڑ دینا' ایک قول یہ ہے کہ جزیہ کا تعلق اہل الذمۃ کے ساتھ ہے اور موادعۃ کا تعلق اہل حرب کے ساتھ ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۝﴾ (التوبہ:۲۹)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روزِ آخرت پر اور نہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حرام کیے ہوئے کو حرام قرار دیتے ہیں اور نہ وہ دین حق کو قبول کرتے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جن کو کتاب دی گئی (تم ان سے قتال کرتے رہو) حتیٰ کہ وہ ذلت کے ساتھ ہاتھ سے جزیہ دیں۝ (التوبہ: ۲۹)

يَعْنِيْ اَذِلَّاءُ وَمَا جَاءَ فِيْ اَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوْسِ وَالْعَجَمِ.

یعنی ذلیل لوگوں کے متعلق اور یہود' نصاریٰ' مجوس اور عجمیوں سے جزیہ لینے کے متعلق جو احادیث وارد ہیں۔

جزیہ کے مشروع ہونے کی تاریخ اور فقہاءِ اسلام کے نزدیک جن لوگوں پر جزیہ مقرر ہوتا ہے

مشرکین کے احکام بیان کرنے کے بعد یہ پہلی آیت ہے' جس میں اہل کتاب کے ساتھ قتال کرنے کا حکم دیا ہے' اس وقت لوگ فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہو رہے تھے اور جزیرۂ عرب میں اسلام پھیل چکا تھا' اور اللہ اور اس کے رسول نے یہود اور نصاریٰ کے ساتھ قتال کرنے کا حکم دیا تھا' اور یہ نو ہجری کا واقعہ ہے' اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے روم (شام) کے ساتھ قتال کرنے کی

تیاری کی اور مسلمانوں کو ان سے قتال کرنے کی دعوت دی' اور مدینہ کے گرد رہنے والے قبائل کو بھی طلب کیا' وہ بھی آپ کے ساتھ قتال کے لیے تیار ہو گئے اور تقریباً تیس ہزار لڑنے والے مہیا ہو گئے' مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں رہنے والے بعض لوگ جو منافق تھے' وہ اس لڑائی سے پیچھے رہے' یہ قحط کا سال تھا اور سخت گرمی کا موسم تھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رومیوں سے قتال کرنے کے لیے ملک شام روانہ ہونے کا قصد کر رہے تھے' پس آپ تبوک کے مقام پر پہنچے اور وہاں ایک چشمہ پر تقریباً بیس دن قیام فرمایا' پھر آپ نے واپس لوٹنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا' پھر لوگوں کے ضعف اور موسم کی سختی کی وجہ سے آپ واپس آ گئے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ O (التوبہ:۲۹)

ان لوگوں سے قتال کرو جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ روز آخرت پر اور نہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حرام کئے ہوئے کو حرام قرار دیتے ہیں اور نہ وہ دین حق کو قبول کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کو کتاب دی گئی (تم ان سے قتال کرتے رہو) یہاں تک وہ کو ذلت کے ساتھ ہاتھ سے جزیہ دیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حتیٰ کہ وہ ذلت کے ساتھ ہاتھ سے جزیہ دیں' یعنی اگر وہ اسلام کو قبول نہ کریں تو پھر وہ مقہور اور مغلوب ہو کر اور ذلیل اور حقیر ہو کر جزیہ ادا کریں' اسی وجہ سے اہل کتاب کو عزت دینا جائز نہیں ہے اور نہ ان کو مسلمانوں سے بلند حیثیت دینا جائز ہے' بلکہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ذلیل اور کم حیثیت قرار دیئے جائیں۔

اَذِلَّاءُ: یہ امام بخاری نے ''وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ'' (التوبہ:۲۹) کی تفسیر کی ہے اور ابو عبید نے ذکر کیا ہے کہ ''صاغر'' کا معنی ذلیل اور حقیر ہے۔

امام بخاری نے جو ذکر کیا ہے' یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے' کیونکہ ان کے نزدیک تمام عجمیوں سے جزیہ لیا جائے گا' خواہ وہ اہل کتاب سے ہوں یا مشرکین سے ہوں' اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک صرف اہل کتاب سے جزیہ لیا جائے گا' اور امام مالک کے نزدیک تمام کفار پر جزیہ مقرر کرنا جائز ہے' خواہ وہ اہل کتاب ہوں' مجوسی ہوں یا بت پرست ہوں ماسوا مرتدین کے۔ امام اوزاعی اور فقہاء شام کا بھی یہی قول ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ قُلْتُ لِمُجَاهِدٍ مَا شَاْنُ اَهْلِ الشَّامِ عَلَيْهِمْ اَرْبَعَةُ دَنَانِيْرَ وَاَهْلُ الْيَمَنِ عَلَيْهِمْ دِيْنَارٌ قَالَ جُعِلَ ذٰلِكَ مِنْ قِبَلِ الْيَسَارِ.

اور ابن عیینہ نے کہا از ابن ابی نجیح: میں نے مجاہد سے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے کہ اہل شام پر (جزیہ) چار دینار ہیں اور اہل یمن پر جزیہ ایک دینار ہے؟ مجاہد نے کہا: یہ آسانی اور خوش حالی کی وجہ سے ہے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' مصنف عبد الرزاق: ۱۰۱۲۸ میں مذکور ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جزیہ کی مقدار میں اختلاف جائز ہے اور اس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۸۔۱۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱۵۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرًا قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَّعَمْرِو بْنِ اَوْسٍ فَحَدَّثَهُمَا بَجَالَةُ سَنَةَ سَبْعِيْنَ عَامَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عمرو سے سنا' انہوں نے کہا: میں جابر بن

حَجَّ مُصْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ بِاَهْلِ الْبَصْرَةِ عِنْدَ دَرَجِ زَمْزَمَ قَالَ كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْاَحْنَفِ فَاَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ فَرِّقُوْا بَيْنَ كُلِّ ذِيْ مَحْرَمٍ مِّنَ الْمَجُوْسِ وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ اَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوْسِ.

زید اور عمرو بن اوس کے پاس بیٹھا ہوا تھا' پس ان دونوں کو سن ستر میں جس سال مصعب بن زبیر نے اہل بصرہ کے ساتھ حج کیا تھا' بجالہ نے زمزم کی سیڑھی کے پاس یہ بیان کیا تھا کہ میں احنف بن قیس کے چچا جزء بن معاویہ کا کاتب تھا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی وفات سے ایک سال پہلے ہمارے پاس ان کا ایک خط آیا' اس میں یہ حکم تھا کہ جس مجوسی نے اپنے کسی محرم سے نکاح کیا ہو' ان میں علیحدگی کر دو' اور حضرت عمر مجوسی سے جزیہ نہیں لیتے تھے۔

۳۱۵۷- حَتّٰى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَهَا مِنْ مَّجُوْسِ هَجَرَ. وَفِي الْحَدِيْثِ قَبُوْلُ خَبَرِ الْوَاحِدِ.

(سنن ابوداؤد: ۳۰۴۳' سنن ترمذی: ۱۵۸۷-۱۵۸۶)

حتیٰ کہ جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے یہ شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ھَجَر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا تو پھر حضرت عمر بھی ان سے جزیہ لینے لگے۔ اور اس حدیث میں خبر واحد کو قبول کرنے کا ثبوت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) جابر بن زید ابوالشعثاء البصری (۵) عمرو بن اوس المکی (۶) بجالۃ بن عبدۃ' یہ کبار تابعین میں سے ہیں اور اہل بصرہ میں سے ہیں (۷) مصعب بن زبیر بن العوام ابوعبداللہ' یہ تابعین اہل مدینہ سے ہیں اور ان کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا۔ انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے حکایت کی ہے اور اپنے والد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' اور حضرت سعد اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کی ہے' یہ بہت حسین وجمیل اور بہت بہادر تھے' یہ پانچ سال عراق کے گورنر رہے' انہیں ایک ارب درہم ملے اور وہ سب انہوں نے لوگوں میں تقسیم کر دیئے' دریائے دجلہ کے کنارے ان کو شہید کر دیا گیا تھا' یہ پندرہ جمادی الثانی ۷۲ ھ کا واقعہ ہے' اس وقت ان کی عمر ۳۵ سال تھی۔ مصعب بن الزبیر کی قبر دریائے دجلہ کے کنارے معروف ہے' یہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے بھائی تھے۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر سرزمین حجاز میں خلیفہ تھے' اور مصعب بن الزبیر ان کی طرف سے بصرہ اور کوفہ کے گورنر تھے' اسی سال میں عبدالملک بن مروان شام سے بہت بڑا لشکر لے کر ان پر حملہ آور ہوا' عبدالملک کے لشکر میں پچاس ہزار افراد تھے اور مصعب کے لشکر میں تیس ہزار افراد تھے' مصعب کے لشکر میں کچھ غدار بھی تھے' جن کی وجہ سے مصعب کو شکست ہوئی اور دونوں طرف سے بہت مسلمان شہید ہوئے' مصعب کو زائدہ بن قدامہ نے شہید کیا تھا' ایک قول یہ ہے کہ ان کو یزید بن الھمار القابسی نے شہید کیا تھا' عبیداللہ بن ظبیان ان کا سر کاٹ کر عبدالملک کے پاس لے گیا تھا' عبدالملک نے اس کو ایک ہزار دینار انعام میں دیئے تھے (۸) جزء بن معاویہ بن حُصین' یہ اھواز میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گورنر تھے' حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ ان کا صحابہ میں شمار کیا جاتا تھا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۳۳' دار المعرفۃ' بیروت) علامہ عینی نے کہا ہے کہ یہ حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ جُزء بن معاویہ جو احنف بن قیس کے چچا ہیں' ان کا صحابی ہونا صحیح نہیں ہے۔ (الاستیعاب ج ۱ ص ۳۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ) (۹) الاحنف بن قیس' ان کا نام الضحاک بن قیس ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام صخر بن قیس بن معاویہ ہے' حافظ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا' مگر آپ کی زیارت نہیں کی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اسلام لے آئے تھے اور یہ نہایت اجلہ حکماء میں سے تھے' ان کا شمار بصرہ کے

کبار تابعین میں کیا جاتا ہے اور یہ کوفہ میں مصعب بن الزبیر کی امارت میں ۶۷ ھ میں فوت ہو گئے تھے اور مصعب بن الزبیر ان کے جنازہ میں شریک ہوئے تھے علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ یہ مخضرمین میں سے تھے (۱۰) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (۱۱) حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ' یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو جنت کی خوش خبری دی گئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۱۰۔۱۰۹)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مجوس کا ذکر ہے۔

جن کفار اور مشرکین سے جزیہ لینے کا حکم ہے' ان کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جزیہ کس سے لیا جائے؟ ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ اہل کتاب سے' مجوس سے' بت پرستوں سے اور تمام مشرکین سے جزیہ لیا جائے گا ماسوا مرتدین اور قریش کے۔

امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سے روایت کیا ہے کہ اہل کتاب سے اور تمام کفار عجم سے جزیہ لیا جائے گا اور مشرکین عرب سے اسلام یا تلوار کے سوا اور کوئی چیز قبول نہیں کی جائے گی۔

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جزیہ صرف اہل کتاب سے قبول کیا جائے گا' خواہ وہ عرب ہوں یا عجم ہوں' اور ان کا یہ زعم ہے کہ مجوس اہل کتاب ہیں' اس لیے ان سے جزیہ لیا جائے گا' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ عمرو بن عوف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بحرین کی طرف بھیجا کہ وہ بحرین سے جزیہ لے کر آئیں اور اہل بحرین فارسی مجوسی تھے' اور وہ عرب نہیں تھے' اس لیے ان سے جزیہ قبول فرمالیا اور آپ نے ان کو ان کی مجوسیت پر برقرار رکھا۔ امام شافعی نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے' اس کو حرام نہیں قرار دیتے اور دین حق کو قبول نہیں کرتے' یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو کتاب دی گئی ہے' ان سے قتال کرو حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھ سے اس حال میں جزیہ دیں کہ وہ ذلیل ہوں O (التوبہ:۲۹)

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جو لوگ اہل کتاب میں سے ہیں وہ اہل جزیہ سے نہیں ہو سکتے کیونکہ دوسروں کے متعلق حدیث میں یہ حکم ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس وقت تک لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں' پس جب وہ یہ کام کر لیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جانوں کو اور اپنے مالوں کو محفوظ کر لیں گے' ماسوا اس کے جو اسلام کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

(صحیح البخاری:۲۵' صحیح مسلم:۲۲۔۲۱' سنن ابوداؤد:۲۶۴۰' سنن ترمذی:۲۶۱۵' سنن نسائی:۳۹۸۳' سنن ابن ماجہ:۳۹۲۷' مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۴)

اور اہل کتاب کو اس حکم کے تحت داخل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس کلمہ کا اقرار کر لیا' اس کی جان اور اس کا مال محفوظ ہو گا۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے امام شافعی کی طرف سے جو یہ دلیل قائم کی ہے' وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں صرف توحید کے اقرار کا ذکر نہیں بلکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے اقرار کا بھی ذکر کرے اور اہل کتاب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا

اقرار نہیں کرتے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں کہ امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ھَجَر (بحرین) سے مجوس سے جزیہ لیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۱۵۷) اور ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے:

امام مالک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے مجوس کا ذکر کیا' پس فرمایا: میں نہیں جانتا کہ میں ان کے معاملہ میں کیا کروں؟ تب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ نے کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان کے ساتھ اہل کتاب کا معاملہ کرو۔

(موطأ امام مالک: ۴۲۔ ج۱ ص ۱۸۰۔ کتاب الصدقۃ' باب جزیۃ اھل الکتاب والمجوس' المکتبۃ التوفیقیہ)

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لشکر بھیجتے تو اس کے امیر کو یہ ہدایت دیتے کہ جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو' اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو فبہا ورنہ ان سے کہو کہ وہ جزیہ ادا کر دیں۔ اگر وہ جزیہ ادا کرنے کو مان لیں تو فبہا ورنہ پھر ان سے قتال کرو' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ تصریح نہیں کی کہ فلاں مشرک کو جزیہ کی پیش کش کرنا اور فلاں مشرک کو جزیہ کی پیش کش نہ کرنا' بلکہ آپ نے تمام مشرکین کے لیے بالعموم یہ حکم دیا ہے کیونکہ کفر میں یہ تمام شریک ہیں' نیز جب تمام مشرکین کو غلام بنانا جائز ہے تو ان تمام سے جزیہ لینا بھی جائز ہے۔ البتہ مرتدین کو غلام بنانا جائز نہیں ہے' اس لیے ان سے جزیہ لینا بھی جائز نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مشرکین سے قتال کرنے سے پہلے انہیں اسلام اور جزیہ کی دعوت دینی چاہیے' اس کے متعلق درج ذیل حدیث میں ذکر ہے:

حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی شخص کو لشکر کا امیر بنا کر روانہ کرتے تو اس کو وصیت فرماتے کہ وہ اللہ سے ڈرتا رہے اور جو اس کے ساتھ مسلمان ہیں' ان کے ساتھ نیک سلوک کرے' پھر تم اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں کفار کے خلاف جہاد کرنا' تم جہاد کرو اور جوش میں نہ آؤ' عہد شکنی نہ کرو' کسی کو مثلہ نہ کرو (اعضاء نہ کاٹو) اور کسی بچہ کو قتل نہ کرو' اور جب تمہارا مشرکین سے مقابلہ ہو' تو ان کو تین خصلتوں کی دعوت دینا' پس وہ ان میں سے جس خصلت کو بھی مان لیں تو اس کو ان سے قبول کر لینا' اور ان کے خلاف قتال کرنے سے رک جانا' پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو' اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کا اسلام قبول کر لینا' اور ان کے خلاف قتال کرنے سے رُک جانا' پھر ان سے کہنا کہ وہ اپنا ملک چھوڑ کر مہاجرین کے ملک میں آ جائیں اور ان کو یہ خبر دینا کہ اگر انہوں نے اس کو قبول کر لیا تو ان کے وہ حقوق ہوں گے جو مہاجرین کے حقوق ہیں اور ان کے وہ فرائض ہوں گے جو مہاجرین کے فرائض ہیں' اور اگر وہ دار مہاجرین میں جانے سے انکار کریں تو ان کو بتانا کہ وہ دیہاتی مسلمانوں کی طرح ہوں گے' اور ان پر اللہ کے وہ احکام جاری ہوں گے جو مسلمانوں پر جاری ہیں' اور ان کو مال غنیمت اور مال فئے سے کوئی حصہ نہیں ملے گا' سوا اس کے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد کریں اور اگر وہ اس پیش کش کا انکار کریں تو ان سے جزیہ کا سوال کرنا' پس اگر وہ جزیہ ادا کرنے کو مان لیں تو تم اس کو ان سے قبول کر لینا اور ان کے خلاف قتال کرنے سے رُک جانا اور اگر وہ جزیہ دینے سے انکار کریں تو پھر تم اللہ سے مدد طلب کر کے ان کے خلاف قتال کرنا۔ (الحدیث)

(صحیح مسلم: ۱۷۳۱' سنن ابوداؤد: ۲۶۱۳۔ ۲۶۱۲' سنن ترمذی: ۱۶۱۷' سنن ابن ماجہ: ۲۸۵۸)

نیز جب تمام مشرکین کو غلام بنانا جائز ہے تو تمام سے جزیہ لینا بھی جائز ہوگا' اس کے برعکس مرتدین کو غلام بنانا جائز نہیں ہے تو ان سے جزیہ لینا بھی جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال کا امام شافعی کے اس قول کا رد کرنا کہ غیر اہل کتاب سے جزیہ لینا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ پر یہ اعتراض کہ مجوس سے جزیہ لینے میں غیر عرب کی قید لگانا بلا دلیل ہے

امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں۔ (التوبہ:۲۹) اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اہل کتاب کے غیر سے جزیہ لینا جائز نہیں ہے' امام شافعی کا یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کے غیر سے جزیہ لینے سے منع نہیں فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی آیت کے بیان میں کوئی اضافہ فرمادیں اور اس چیز کو فرض فرمادیں جو کتاب میں مذکور نہیں ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے امہات کے ساتھ نکاح کو حرام کیا اور ان کے ساتھ دیگر رشتے دار عورتوں کے ساتھ بھی نکاح کو حرام کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر یہ اضافہ فرمایا کہ کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ جب پھوپھی اس کے نکاح میں ہو تو وہ اس کے اوپر اس کی بھتیجی کے ساتھ نکاح کرے اور خالہ اس کے نکاح میں ہو تو وہ اس کے اوپر اس کی بھانجی کے ساتھ نکاح کرے' حالانکہ یہ تحریم اور ممانعت کتاب اللہ میں نہیں ہے۔

پس اسی طرح تمام مجوسیوں سے جزیہ لینا سنتِ ثابتہ کی بناء پر جائز ہے اور اس سے امام ابوحنیفہ کے اس قول کا رد ہو جاتا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ عرب کے مجوسیوں سے جزیہ لینا جائز نہیں ہے اور ان کے علاوہ باقی مجوسیوں سے جزیہ لینا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً فرمایا ہے کہ مجوسیوں سے جزیہ لینا جائز ہے' کیونکہ آپ کا ارشاد ہے: مجوسیوں کے ساتھ اہلِ کتاب کا معاملہ کرو اور جو شخص اس میں خصوصیت کا دعویٰ کرے اور یہ کہے کہ عرب کے مجوسیوں سے جزیہ لینا جائز نہیں ہے' تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس خصوصیت پر دلیل پیش کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۲۹)

علامہ ابن بطال کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجوسیوں کے ساتھ اہلِ کتاب کا معاملہ کرو' اس ارشاد میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو عموم کا تقاضا کرتا ہو اور اس کا یہ معنی ہو کہ ان کا ہر معاملہ اہلِ کتاب کے معاملہ کی طرح ہوگا۔ ثانیاً: ہم کہتے ہیں کہ اہلِ کتاب کی عورت سے مسلمان کا نکاح کرنا جائز ہے' لیکن اس پر اتفاق ہے کہ مجوسیوں کی عورت سے مسلمان کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اس ارشاد میں عموم مراد نہیں ہے۔ ثالثاً: علامہ ابن بطال نے بھی یہ لکھا ہے کہ تمام مشرکین سے جزیہ لینا جائز ہے سوا مرتدین اور قریش کے' تو جس طرح امام مالک نے جزیہ لینے میں مرتدین اور قریش کے ماسوا کی تخصیص کی ہے' تو اسی طرح سے آپ کے اس ارشاد میں مجوسِ عرب کی بھی تخصیص کی جاسکتی ہے' سو جس طرح مشرکین عرب سے جزیہ نہیں قبول کیا جاتا' اسی طرح مجوسِ عرب سے بھی جزیہ نہیں قبول کیا جائے گا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جزیہ قبول کرنے میں مجوسِ عرب کے ماسوا کی جو تخصیص کی ہے' اس پر یہ قرائن ہیں۔

علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر یہ قوی اعتراض ہے اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی حنفی عالم نے اس کے جواب سے تعرض کیا ہو' یہ اللہ تعالیٰ کا اس ناکارہ پر خصوصی فضل اور انعام ہے کہ اس نے اس اعتراض کے جواب کے لیے اس عاجز کے ذہن کو کھول دیا۔

علامہ ابن القصار کی عبارت نقل کرنے میں علامہ ابن بطال کا تسامح

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ مجوس پہلے اہلِ کتاب تھے' پھر ان سے کتاب اُٹھالی گئی' ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ہمارے لیے ان کا ذبیحہ کھانا بھی جائز ہوتا اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا بھی جائز ہوتا اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے' نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: مجوس کے ساتھ اہلِ کتاب کا معاملہ کرو' آپ کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے پاس کوئی کتاب نہیں ہے' ورنہ اگر وہ اہلِ کتاب ہوتے اور کتاب ان سے اٹھالی گئی ہوتی تو ضروری ہوتا کہ وہ ان لوگوں کی طرح ہوتے جن کے پاس کوئی

کتاب نہیں ہے۔ کیونکہ جب کسی چیز کے لیے کوئی چیز ثابت ہو' پھر وہ چیز اُٹھالی جائے تو پھر اس کا حکم بھی اٹھالیا جاتا ہے' اور یہ ابن القصار کا قول ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۲۹)

میرے نزدیک یہ عبارت واضح نہیں ہے اور علامہ ابن بطال سے ابن القصار کا قول نقل کرنے میں تسامح ہوا ہے' غالباً ابن القصار نے اس طرح کہا ہوگا کہ جب کسی چیز کے لیے کوئی وصف ثابت ہو' پھر وہ وصف اٹھالیا جائے تو اس کا حکم نہیں اٹھایا جاتا' تب ہی یہ کہا جائے گا کہ اہل کتاب کی عورتوں سے ہمارا نکاح جائز ہے اور ان کا ذبیحہ کھانا ہمارے لیے جائز ہے اور جب ان سے کتاب اُٹھالی گئی تو ان کا یہ حکم نہیں اُٹھایا جائے گا اور ان کی عورتوں سے ہمارا نکاح اور ہمارے لیے ان کا ذبیحہ کھانا جائز ہونا چاہیے' حالانکہ فی الواقع اس طرح نہیں ہے۔

جزیہ کی مقدار کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب

جزیہ کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ جن کے پاس سونا ہو' ان پر جزیہ کی زیادہ سے زیادہ مقدار چار دینار ہے اور جن کے پاس چاندی ہو' ان پر جزیہ کی زیادہ سے زیادہ مقدار چالیس درہم ہے اور کم سے کم جزیہ کی مقدار کی کوئی حد نہیں ہے اور اس مسئلہ میں امام مالک کا ماخذ یہ اثر ہے:

نافع از اسلم روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سونے والوں پر چار دینار جزیہ مقرر کیا اور چاندی والوں پر چالیس درہم جزیہ مقرر کیا اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا کھانا اور تین دن کی ضیافت مقرر کی۔

(موطأ امام مالک: ۴۳۔ ج ۱ ص ۱۸۰۔ کتاب الصدقۃ۔ باب جزیہ اھل الکتاب' المکتبۃ التوفیقیہ)

اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ غنی سے اڑتالیس درہم لیے جائیں گے' اور متوسط سے چوبیس درہم لیے جائیں گے اور فقیر سے بارہ درہم لیے جائیں گے' امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے اور ان کا ماخذ یہ اثر ہے:

حارثۃ بن مضرب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن حنیف کو بھیجا' پس اہل سواد پر اڑتالیس اور چوبیس اور بارہ درہم مقرر کیے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا کہ سربراہ مسلمین کی صواب دید کے مطابق جزیہ دینے والوں کی حیثیت کے اعتبار سے ان پر جزیہ مقرر کیا جائے گا۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ غنی اور فقیر دونوں پر جزیہ ایک دینار ہے' ان کے اصحاب نے اس پر درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا: ہر بالغ سے ایک دینار وصول کرنا اور ان سے یمن کے کپڑے کا شمار کیا۔ (سنن ترمذی: ۶۲۳' سنن نسائی: ۲۴۵۰' سنن ابوداؤد: ۱۵۷۶)

ثوری نے کہا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جزیہ کے متعلق مختلف اقوال منقول ہیں' پس مسلمانوں کے سربراہ کے لیے جائز ہے کہ وہ اس میں سے جس قول پر چاہے عمل کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۳۰۔ ۳۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اہل کتاب کے ساتھ معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دورائیں اور دیگر فوائد

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے ایک سال پہلے یہ حکم لکھ کر بھیجا کہ جس مجوسی نے اپنی کسی محرم سے نکاح کیا ہو' ان میں علیحدگی کردو۔

اس کی شرح میں علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ ھ لکھتے ہیں:

رہا حضرت عمر کا یہ قول کہ جس مجوسی نے اپنی کسی محرم سے نکاح کیا ہو'ان میں علیحدگی کر دو تو اس قول کے دو محمل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے صرف اہل کتاب سے جزیہ لینے کا حکم دیا ہے' اور اہل کتاب محارم سے نکاح نہیں کرتے' پس جب ان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث پر عمل کیا جائے گا کہ مجوس کے ساتھ اہل کتاب کے طریقہ پر عمل کرو تو اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ ان سے صرف اس صورت میں جزیہ قبول کیا جائے کہ جب وہ نکاح کرنے میں اہل کتاب کے طریقہ پر عمل کریں۔

(۲) دوسرا محمل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طاقت سے مجوس پر غلبہ حاصل کیا' پھر ان کو ان کی زمینوں پر عمل کرنے پر برقرار رکھا' اس شرط کے ساتھ کہ وہ زمینیں مسلمانوں کی ملکیت میں رہیں گی اور وہ بہ طور غلام ان زمینوں پر کام کریں گے' پھر حضرت عمر کی رائے یہ ہوئی کہ ان غلاموں کے نکاح کے معاملات کو بھی اہل کتاب کے طریقہ کے مطابق کیا جائے اور جس طرح اہل کتاب میں محارم کے درمیان نکاح نہیں ہوتا' ان سے بھی اسی طریقہ پر عمل کرایا جائے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: مجوس کے ساتھ اہل کتاب کے طریقہ پر عمل کرو۔

اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں صورتوں میں سے کس صورت کا ارادہ فرمایا تھا۔

اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ پہلے حضرت عمر مجوس سے جزیہ نہیں لیتے تھے لیکن جب حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنایا کہ مجوس کے ساتھ اہل کتاب کے طریقہ پر عمل کرو تو پھر وہ مجوس سے جزیہ لینے لگے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ کبھی عالم اور مجتہد سے بھی کوئی علم مخفی رہ جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خبر واحد کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۱۵۸ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ الْاَنْصَارِيَّ وَهُوَ حَلِيْفٌ لِّبَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَّكَانَ شَهِدَ بَدْرًا اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ اِلَى الْبَحْرَيْنِ يَاْتِيْ بِجِزْيَتِهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ صَالَحَ اَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَاَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ فَقَدِمَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْاَنْصَارُ بِقُدُوْمِ اَبِيْ عُبَيْدَةَ فَوَافَتْ صَلٰوةَ الصُّبْحِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صَلّٰى بِهِمُ الْفَجْرَ انْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوْا لَهٗ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاٰهُمْ وَقَالَ اَظُنُّكُمْ قَدْ سَمِعْتُمْ اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ قَدْ جَاءَ بِشَيْءٍ قَالُوْا اَجَلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاَبْشِرُوْا وَاَمِّلُوْا مَا يَسُرُّكُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروۃ بن الزبیر نے حدیث بیان کی از حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت عمرو بن عوف الانصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور وہ بنو عامر بن لؤی کے حلیف تھے اور وہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے' ان کو یہ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بحرین کی طرف بھیجا کہ وہ وہاں سے جزیہ لے کر آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحرین والوں سے صلح کر لی تھی اور ان پر العلاء بن الحضرمی کو امیر بنا دیا تھا' پھر حضرت ابوعبیدہ بحرین کا مال لے کر آئے' سو انصار نے حضرت ابوعبیدہ کے آنے کی خبر سنی' پس سب لوگوں نے صبح کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھی' پس جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو فجر کی نماز پڑھا دی تو آپ لوگوں کی طرف مڑے' لوگ آپ کے سامنے پیش ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انہیں دیکھا تو آپ مسکرائے اور آپ نے فرمایا:

فَوَاللّٰهِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ.

[اطراف الحدیث: ۴۰۱۵-۶۴۲۵] (صحیح مسلم: ۲۹۶۱' الرقم المسلسل: ۷۳۱۹' سنن کبریٰ للنسائی: ۸۷۶۷' سنن بیہقی ج۹ ص۱۹۱' سنن ابن ماجہ: ۳۹۹۷' الاحاد والمثانی: ۱۷۶۷' مشکل الآثار: ۲۰۲۷' دلائل النبوۃ ج۶ ص۳۱۹' مسند احمد ج۴ ص۱۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۲۳۴-ج۲۸ ص۴۶۹)

فرمایا: میرا گمان ہے کہ تم نے یہ خبر سن لی ہے کہ حضرت ابوعبیدہ کچھ مال لے کر آئے ہیں' صحابہ نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ! پس آپ نے فرمایا: سو تم خوش ہو جاؤ اور اس کی اُمید رکھو جو تم کو خوش کر دے' پس اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں ہے لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ دنیا تم پر اس طرح کشادہ کر دی جائے گی' جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر دنیا کشادہ کر دی گئی تھی' پھر تم دنیا میں اسی طرح رغبت کرو گے جس طرح انہوں نے دنیا میں رغبت کی تھی اور دنیا کی کشادگی تم کو اسی طرح ہلاک کر دے گی جس طرح اس نے ان کو ہلاک کیا تھا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بحرین سے مال لے کر آئے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان' ان کا نام الحکم بن نافع ہے (۲) شعیب' ان کا پورا نام شعیب بن ابی حمزہ الحمصی ہے (۳) الزہری' یہ محمد بن مسلم ابن شہاب زہری ہیں (۴) عروہ بن الزبیر (۵) حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ (۶) حضرت عمرو بن عوف الانصاری رضی اللہ عنہ' ابوعمر نے کہا: یہ عمرو بن عوف الانصاری ہیں جو بنو عامر بن لؤی کے حلیف ہیں' یہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے' ان کو عمیر کہا جاتا ہے (۷) حضرت ابوعبیدہ' ان کا نام عامر بن عبداللہ بن الجراح ہے' یہ اس امت کے امین ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۵ ص ۱۱۲-۱۱۱)

حدیث مذکور کے بعض جملوں کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بحرین سے صلح کی تھی' یہ ۹ ہجری کا واقعہ ہے۔

اس میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت العلاء بن حضرمی کو بحرین کا امیر بنایا تھا' یہ مشہور صحابی ہیں' الحضرمی کا نام عبداللہ بن مالک بن ربیعہ ہے' یہ حضرموت کے رہنے والے تھے' پھر یہ مکہ میں آ گئے' حضرت العلاء بہت پہلے اسلام لا چکے تھے' حضرت ابوعبیدہ اور حضرت العلاء یمن میں فوت ہوئے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام سے کسی وظیفہ کو طلب کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام کو چاہیے کہ وہ اپنے پیروکاروں کو اس چیز کے عطاء کرنے کی بشارت دے جس کی وہ اُمید رکھتے ہیں اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ ثبوت ہے کہ دنیا میں رغبت کرنا بعض اوقات دین کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۵ ص ۱۱۲' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱۵۹ - حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوْبَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ وَزِيَادُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ قَالَ بَعَثَ عُمَرُ النَّاسَ فِيْ اَفْنَاءِ الْاَمْصَارِ يُقَاتِلُوْنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَاَسْلَمَ الْهُرْمُزَانُ فَقَالَ اِنِّيْ مُسْتَشِيْرُكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الفضل بن یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن جعفر الرقی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المعتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عبیداللہ الثقفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن عبداللہ المزنی اور زیاد بن جبیر نے حدیث بیان کی از جبیر بن حیہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر نے

فِيْ مَغَازِيْ هٰذِهٖ قَالَ نَعَمْ مَثَلُهَا وَمَثَلُ مَنْ فِيْهَا مِنَ النَّاسِ مِنْ عَدُوِّ الْمُسْلِمِيْنَ مَثَلُ طَائِرٍ لَّهٗ رَأْسٌ وَّلَهٗ جَنَاحَانِ وَلَهٗ رِجْلَانِ فَإِنْ كُسِرَ أَحَدُ الْجَنَاحَيْنِ نَهَضَتِ الرِّجْلَانِ بِجَنَاحٍ وَّالرَّأْسُ فَإِنْ كُسِرَ الْجَنَاحُ الْآخَرُ نَهَضَتِ الرِّجْلَانِ وَالرَّأْسُ وَإِنْ شُدِخَ الرَّأْسُ ذَهَبَتِ الرِّجْلَانِ وَالْجَنَاحَانِ وَالرَّأْسُ فَالرَّأْسُ كِسْرٰى وَالْجَنَاحُ قَيْصَرُ وَالْجَنَاحُ الْآخَرُ فَارِسُ فَمُرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلْيَنْفِرُوْا إِلٰى كِسْرٰى.

مسلمان فوجوں کو بڑے بڑے شہروں میں مشرکین سے قتال کرنے کے لیے بھیجا تو ھرمُزان مسلمان ہو گیا' پس حضرت عمر نے اس سے کہا: میں تم سے اپنی ان جنگوں کے متعلق مشورہ کر رہا ہوں' اس نے کہا: جی ہاں! اس نے کہا: ان جنگوں کی مثال اور ان شہروں میں جو لوگ مسلمانوں کے دشمن ہیں' ان کی مثال ایک پرندہ کی ہے' جس کا ایک سر ہے اور اس کے دو بازو ہیں اور اس کی دو ٹانگیں ہیں' اگر اس کا ایک بازو ٹوٹ گیا تو وہ دو ٹانگوں' ایک بازو اور سر کے ساتھ کھڑا ہو جائے گا' پس اگر اس کا دوسرا بازو (بھی) ٹوٹ گیا تو وہ ٹانگوں اور سر کے ساتھ کھڑا ہو جائے گا اور اگر اس کا سر توڑ دیا جائے تو اس کی دونوں ٹانگیں دونوں بازو اور سر بے کار ہو جائیں گے' پس سر کسریٰ ہے اور ایک بازو قیصر ہے اور دوسرا بازو فارس ہے' سو آپ مسلمانوں کو حکم دیں کہ وہ کسریٰ کی طرف حملہ کرنے روانہ ہوں۔

وَقَالَ بَكْرٌ وَّزِيَادٌ جَمِيْعًا عَنْ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ قَالَ فَنَدَبَنَا عُمَرُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْنَا النُّعْمَانَ بْنَ مُقَرِّنٍ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِأَرْضِ الْعَدُوِّ وَخَرَجَ عَلَيْنَا عَامِلُ كِسْرٰى فِيْ أَرْبَعِيْنَ أَلْفًا فَقَامَ تَرْجُمَانٌ فَقَالَ لِيُكَلِّمْنِيْ رَجُلٌ مِّنْكُمْ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ سَلْ عَمَّا شِئْتَ قَالَ مَا أَنْتُمْ قَالَ نَحْنُ أُنَاسٌ مِّنَ الْعَرَبِ كُنَّا فِيْ شَقَاءٍ شَدِيْدٍ وَّبَلَاءٍ شَدِيْدٍ نَمَصُّ الْجِلْدَ وَالنَّوٰى مِنَ الْجُوْعِ وَنَلْبَسُ الْوَبَرَ وَالشَّعَرَ وَنَعْبُدُ الشَّجَرَ وَالْحَجَرَ فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَرَبُّ الْأَرَضِيْنَ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ وَجَلَّتْ عَظَمَتُهٗ إِلَيْنَا نَبِيًّا مِّنْ أَنْفُسِنَا نَعْرِفُ أَبَاهُ وَأُمَّهٗ فَأَمَرَنَا نَبِيُّنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُّقَاتِلَكُمْ حَتّٰى تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ أَوْ تُؤَدُّوا الْجِزْيَةَ وَأَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رِّسَالَةِ رَبِّنَا أَنَّهٗ مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ إِلَى الْجَنَّةِ فِيْ نَعِيْمٍ لَّمْ يَرَ مِثْلَهَا قَطُّ وَمَنْ بَقِيَ مِنَّا مَلَكَ رِقَابَكُمْ.

[طرف الحديث: ٧٥٣٠] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اور بکر بن عبد اللہ اور زیاد بن جبیر دونوں نے بیان کیا' از جبیر بن حیہ' کہ حضرت عمر نے ہمیں طلب کیا اور ہم پر النعمان بن مقرن کو افسر بنایا حتیٰ کہ جب ہم دشمن کی سرزمین پر پہنچے تو ہمارے مقابلہ میں کسریٰ کا فوجی افسر چالیس ہزار افواج کے ساتھ نکلا' پھر (ان کا ایک) ترجمان کھڑا ہوا' پس اس نے کہا: تم میں سے کوئی شخص مجھ سے معاملات پر گفتگو کرے' تب حضرت المغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جو (سوال کرنا) چاہتے ہو وہ سوال کرو' اس نے پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ حضرت المغیرہ نے کہا: ہم عرب لوگ ہیں' ہم سخت بدبختی اور مصائب میں مبتلا تھے' ہم لوگ بھوک کی شدت سے کھال کھا لیتے تھے اور گٹھلیاں چوستے تھے' ہم اُون اور بالوں کے کپڑے پہنتے تھے' اور ہم درختوں اور پتھروں کی عبادت کرتے تھے' ہم اسی حال میں تھے کہ آسمانوں اور زمینوں کے رب نے جس کا ذکر اپنی عظمت اور جلال کے ساتھ بلند ہے' اس نے ہماری طرف ہم ہی میں سے ایک نبی بھیجا' جن کے والد اور والدہ کو ہم پہچانتے تھے' پس ہمارے نبی اور اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تم سے اس وقت تک قتال کریں حتیٰ کہ تم اللہ وحدہٗ کی عبادت کرو یا تم جزیہ ادا کرو' اور ہمارے نبی ﷺ نے ہم کو ہمارے رب کا یہ پیغام پہنچایا ہے کہ ہم

میں سے جو شخص قتل کیا جائے گا تو وہ جنت کی ایسی نعمت کی طرف جائے گا' جس کی مثل اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی ہوگی اور جو ہم میں سے زندہ رہیں گے وہ تمہاری گردنوں کے مالک بن جائیں گے۔

۳۱۶۰ - فَقَالَ النُّعْمَانُ رُبَّمَا اَشْهَدَكَ اللّٰهُ مِثْلَهَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنَدِّمْكَ وَلَمْ يُخْزِكَ وَلٰكِنِّيْ شَهِدْتُ الْقِتَالَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا لَمْ يُقَاتِلْ فِيْ اَوَّلِ النَّهَارِ اِنْتَظَرَ حَتّٰى تَهُبَّ الْاَرْوَاحُ وَتَحْضُرَ الصَّلَوٰاتُ.

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

پس النعمان نے کہا: تم کو ایسی کئی جنگوں میں اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے ساتھ شریک رکھ چکا ہے' پس اس نے (تاخیر کی وجہ سے) تم کو شرمندہ کیا نہ رسوا کیا' لیکن میں ایک جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھا' آپ جب دن کے اوّل حصہ میں جنگ نہ کرتے تو آپ انتظار کرتے حتیٰ کہ ہوائیں چلتیں اور نمازوں کا وقت آ جاتا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الفضل بن یعقوب الرخامی البغدادی' ان سے روایت میں امام بخاری منفرد ہیں (۲) عبداللہ بن جعفر بن غیلان ابوعبدالرحمٰن الرقی (۳) المعتمر بن سلیمان (۴) سعید بن عبید اللہ الثقفی (۵) بکر بن عبداللہ المزنی البصری (۶) زیاد بن جبیر بن حیہ الثقفی (۷) جبیر بن حیہ (۸) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۱۴ - ۱۱۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ النعمان بن مقرن نے دشمن سے مقابلہ کرنے میں تاخیر کی اور ہواؤں کے چلنے کا انتظار کیا' حتیٰ کہ سورج ڈھل گیا اور نمازوں کا وقت آ پہنچا۔

ھُرمُزان کا تذکرہ اور مسلمانوں کا ایران کو فتح کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ھُرمُزان کے مسلمان ہونے کا ذکر ہے' ھرمزان' عجم کے بادشاہوں میں سے بہت بڑا بادشاہ تھا اور اس کے ماتحت متعدد شہر تھے' یہ اس لشکر میں تھا جس کو یزدجرد نے مسلمانوں سے لڑنے کے لیے بھیجا تھا' اس وقت مسلمان القادسیہ میں تھے' یہ جگہ کوفہ سے ایک مرحلہ کے فاصلہ پر تھی اور اس وقت مسلمانوں کے لشکر کے امیر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے اور عجم (ایران) کے لشکر کا امیر رستم تھا' اس کے پاس ایک لاکھ بیس ہزار فوج تھی اور اس کی مدد کے لیے اسّی ہزار فوج تھی' اور ان کے ساتھ تینتیس (۳۳) ہاتھی تھے' ہرمزان میمنہ (لشکر کے داہنے حصہ) کا سردار تھا' ان کے درمیان زبردست قتال ہوا جس کی اس سے پہلے مثال نہیں تھی' ان کے درمیان یہ جنگ یکم محرم ۱۴ھ کو پیر کے دن ہوئی' اس دن اللہ تعالیٰ نے زبردست آندھی بھیجی جس نے ایرانیوں کے خیمے ان کی جگہوں سے اکھاڑ دیئے' اور رستم کا تخت آندھی نے لشکر کے ابتدائی حصہ میں اُڑا کر پھینک دیا' رستم ایک خچر پر سوار ہو کر بھاگا' مسلمانوں نے اس کو پکڑ کر قتل کر دیا' ایرانیوں کو شکست ہوگئی' مسلمانوں نے اس جنگ میں تیس ہزار ایرانیوں کو قتل کیا' مسلمان ایرانیوں کا تعاقب کرتے ہوئے ایرانیوں کے شہر مدائن میں داخل ہو گئے' اسی شہر میں کسریٰ کا محل تھا' ھرمزان بھی بھاگنے والے ایرانیوں میں سے تھا' پھر اس کے اور مسلمانوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی' بعد میں اس کے اور مسلمانوں کے درمیان صلح ہوگئی' پھر اس نے صلح کو توڑ دیا' پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے لشکر کو اکٹھا کیا اور تُستر شہر میں ھرمزان کا محاصرہ کیا' جب محاصرہ طویل ہو گیا تو ھرمزان

نے امان طلب کی' حضرت ابوموسیٰ نے کہا: وہ اس کو حضرت عمر رضی اللہ کے پاس بھیجتے ہیں وہ اس کا فیصلہ کریں گے' حضرت ابوموسیٰ نے ھرمزان کے ساتھ مال غنیمت کا خمس (پانچواں حصہ) بھی روانہ کیا' جب یہ چیزیں حضرت عمر کے پاس پہنچیں اور حضرت عمر نے ان کو دیکھا تو آپ سجدۂ شکر بجالائے' پھر حضرت عمر اور ھرمُزان کے درمیان طویل مذاکرات ہوئے' پھر اس کے بعد ھرمزان بغیر کسی جبر کے خوشی سے مسلمان ہو گیا' ھرمزان کے ساتھ اس کے اہل و عیال اور خدام سب مسلمان ہو گئے' حضرت عمر اس کے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے اور انہوں نے اس کو اپنا مقرب بنالیا' پھر ھرمزان تاحیات حضرت عمر رضی اللہ کے ساتھ رہا حتیٰ کہ حضرت عمر شہید ہو گئے۔

ھرمزان کی بیان کردہ مثال کی وضاحت' اور النعمان بن مقرن کو امیر لشکر بنانے کا واقعہ

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ھُرمُزان نے حضرت عمر رضی اللہ کے مشورہ طلب کرنے پر کہا:

باز و قیصر ہے۔ یہ روم کا بادشاہ تھا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ کسریٰ روم کا سردار نہیں تھا' ہم اس کی تقسیم اس طرح کرتے ہیں کہ کسریٰ سب کا سردار تھا' کیونکہ اس زمانہ میں اس سے بڑا بادشاہ اور کوئی نہیں تھا اور تمام ممالک کے بادشاہ کسریٰ سے خوف زدہ رہتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے لشکر اسلام کو کسریٰ کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا کیونکہ وہ ملکوں کا بہ منزلہ سر تھا اور جب سر کٹ جائے تو پورا جسم کٹ جاتا ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر دونوں بازو یا دونوں ٹانگیں کٹ جائیں پھر بھی انسان کھڑا نہیں ہو سکتا' اس کا جواب یہ ہے کہ جو مرکزی عضو ہو' وہی اصل ہوتا ہے' جب وہ عضو درست ہو تو پھر جسم درست ہوتا ہے اور جب وہ عضو فاسد ہو تو پھر جسم فاسد ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے نعمان بن مقرن کو ہمارا امیر مقرر کیا۔

النعمان بن مقرن' حضرت عمر کے پاس قادسیہ کی فتح کی بشارت لے کر آئے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر مسجد میں داخل ہوئے تو النعمان وہاں نماز پڑھ رہے تھے' حضرت عمر بیٹھ گئے' جب النعمان نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت عمر نے فرمایا: میں تم کو فوج کا افسر بنانا چاہتا ہوں' النعمان نے کہا: اگر آپ مجھے ٹیکس وصول کرنے والا بنائیں گے تو میں نہیں بنوں گا اور اگر غازی بنائیں گے تو میں بن جاؤں گا' حضرت عمر نے فرمایا: تم غازی بنو گے' اور امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے النعمان کو بھیجا اور ان کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بھیجا اور ایک جماعت تھی' اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ کو لکھا کہ وہ اہل بصرہ کو لے جائیں اور حضرت حذیفہ کو لکھا کہ وہ اہل کوفہ کو لے جائیں' حتیٰ کہ وہ سب نہاوند میں جمع ہو جائیں اور جب تم سب جمع ہو جاؤ تو تمہارے امیر النعمان بن مقرن ہوں گے۔

حضرت مغیرہ کا کسریٰ کے سامنے اسلام کی فضیلت بیان کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کسریٰ کے عامل نے کہا: تم میں سے کسی شخص کو مجھ سے بات کرنی چاہیے؟ تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ نے کہا: تم جو چاہو سوال کرو' کسریٰ نے پوچھا: تم کون لوگ ہو؟

امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے: کسریٰ نے کہا کہ تم عرب لوگ بہت بھوکے ہو' اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے کچھ کھانے کی چیزوں کا حکم دیتا ہوں تم وہ لے کر چلے جاؤ' اور امام طبری کی روایت میں ہے: اس نے کہا کہ تم عرب لوگوں کو سب سے زیادہ بھوک لگتی ہے اور تم لوگ تمام لوگوں سے زیادہ خیر سے دور ہو' اور میں تیراندازوں کو تم پر تیر برسانے کا حکم اس لیے نہیں دے رہا کہ تمہارے مُردہ

جسموں سے بدبو پھیلے گی‘ جو ہم کو بُری لگے گی۔ حضرت مغیرہ نے کہا: پھر میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی‘ پھر کہا: تم نے جو ہماری صفات کا نقشہ کھینچا ہے تو ہم پہلے ایسے ہی تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف اپنا رسول بھیجا‘ جن کے حسب و نسب کو ہم پہچانتے تھے اور وہ ہم میں سب سے زیادہ سچے تھے‘ پس ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے حکم دیا کہ ہم تم سے قتال کریں‘ حتیٰ کہ تم صرف اللہ وحدہٗ کی عبادت کرو‘ ورنہ پھر تم جزیہ ادا کرو۔

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

اس حدیث میں نعمان بن مقرن کی منقبت اور تعریف ہے‘ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی فصاحت و بلاغت کا بیان ہے‘ اور رسول اللہ ﷺ کے معجزہ کا ذکر ہے اور یہ بیان ہے کہ آپ نے جس طرح فرمایا تھا‘ اسی طرح واقع ہوا‘ آپ نے فرمایا تھا: جو ہم میں سے زندہ رہیں گے وہ تمہاری گردنوں کے مالک بن جائیں گے‘ سو ایسا ہی ہوا‘ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بڑے مرتبہ والے کو کم مرتبہ والے سے مشورہ لینا چاہیے‘ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہرمزان سے مشورہ لیا‘ اس میں مشورہ لینے کی فضیلت ہے اور یہ کہ مشورہ لینے سے کسی کی شان میں کمی نہیں آتی اور یہ کہ کبھی افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو سردار بنا دیا جاتا ہے‘ کیونکہ اس لشکر میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے‘ اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت النعمان بن مقرن کو لشکر کا امیر بنا دیا‘ حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ حضرت زبیر ان سے افضل تھے‘ اور اس میں ہرمزان کی مثال بیان کرنے کی خوبی کا ذکر ہے‘ اسی وجہ سے حضرت عمر نے ان سے مشورہ طلب کیا تھا اور اس حدیث میں زوالِ آفتاب کے بعد دشمن پر حملہ کرنے کی فضیلت ہے‘ نیز اس حدیث میں امیر المؤمنین کی طرف فتح کی خوش خبری بھیجنے کا ذکر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۱۸‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

مشرکین سے جزیہ لینے اور مسلمانوں سے جزیہ نہ لینے کی توجیہ

ان احادیث میں مشرکین عرب‘ مجوس عرب اور مرتدین کے علاوہ تمام کفار اور مشرکین سے جزیہ لینے کا حکم دیا گیا ہے‘ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کفار اور مشرکین سے جزیہ لینے اور مسلمانوں سے جزیہ نہ لینے کی کیا توجیہ ہے:

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ فرماتے ہیں کہ سنت جاریہ یہ ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں پر اور ان کے بچوں پر جزیہ نہیں ہے‘ جزیہ صرف ان مردوں سے لیا جاتا ہے جو حد بلوغ تک پہنچ چکے ہوں‘ اور اہل ذمہ اور مجوس کے کھجور کے باغات اور انگوروں کے باغات اور ان کے کھیتوں پر اور ان کے مویشیوں پر صدقہ واجب نہیں ہے کیونکہ صدقہ صرف مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے تاکہ ان کا مال پاک ہو جائے اور وہ صدقہ ان کے فقراء پر لوٹا دیا جائے گا‘ اہل کتاب پر ان کی تذلیل کی وجہ سے جزیہ واجب کیا گیا ہے‘ پس جس شہر میں اہل کتاب سے صلح کی گئی ہے‘ اس شہر میں ان کے اموال میں سے ان پر صرف جزیہ واجب کیا گیا ہے‘ ماسوا اس صورت کے کہ وہ مسلمانوں کے شہروں میں تجارت کریں اور وہاں ان کی آمد و رفت ہو تو ان کی تجارت پر ان سے عشر (آمدنی کا دسواں حصہ) لیا جائے گا‘ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان پر جزیہ اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ ان کو اس شہر میں رہنے دیا جائے‘ جس شہر میں ان سے صلح کی گئی ہے اور اس شہر پر حملہ کرنے والوں سے ان کی طرف سے قتال کیا جائے‘ پھر ان میں سے جو شخص اس شہر سے نکل کر دوسرے شہروں میں تجارت کے لیے جائے گا‘ اس سے اس کی آمدنی کا دسواں حصہ لیا جائے گا‘ اور اہل کتاب سے اور مجوس سے‘ ان کے اموال سے اور ان کے مویشیوں سے اور ان کے باغات سے اور ان کے کھیتوں سے صدقہ نہیں لیا جائے گا‘ اسی کے مطابق سنت جاری ہے‘ اور ان کو ان کے دین پر برقرار رہنے دیا جائے گا۔ (موطأ امام مالک: ۵۰۴۔ کتاب الصدقۃ۔ باب جزیۃ اھل الکتاب)

خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اموال سے زکوٰۃ‘ عشر اور دیگر صدقات بہ طور عبادت لیے جاتے ہیں اور کفار اور مشرکین چونکہ

عبادت کے اہل نہیں ہیں' اس لیے ان سے جزیہ وصول کیا جاتا اور اس کے عوض میں ان کو اس شہر میں رہنے دیا جاتا ہے جس میں ان سے قتال کے بجائے جزیہ پر صلح کی گئی ہے اور اگر کوئی دشمن اس شہر پر حملہ کرے تو اس شہر کی حفاظت کے لیے صرف اس شہر میں رہنے والے مسلمانوں کو دشمن سے جہاد اور قتال کرنے کا مکلّف کیا جاتا ہے اور جن کفار اور مشرکین سے جزیہ لیا جاتا ہے' ان کو اس شہر کی حفاظت کے لیے جہاد کا مکلّف نہیں کیا جاتا۔

کیا مسلم ممالک کو غیر مسلم اقلیتوں سے جزیہ لینا چاہیے؟

اب اس زمانہ میں جو مسلم ممالک میں کفار اور مشرکین رہتے ہیں' ان سے جزیہ نہیں لیا جاتا کیونکہ ان کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ ان سے قتال کے بجائے جزیہ پر صلح کی گئی ہو' ان کی مسلم ممالک میں رہائش اقلیتوں کے بین الاقوامی قانون کے طور پر ہے' جس طرح غیر اسلامی ممالک میں جہاں کفار کی حکومت ہے وہاں مسلم اقلیتوں کو بغیر کسی معاوضہ کے رہنے دیا جاتا ہے اور وہاں کی حکومت ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی ضامن ہوتی ہے اور ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہے' اسی طرح مسلم ممالک میں مسلم حکومت کو کافر اقلیتوں کے جان اور مال کی حفاظت کرنی ہوگی اور بین الاقوامی قوانین کے اعتبار سے ہر ملک اقلیتوں کے تحفظ کا ضامن ہوتا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ. (التوبہ:۵)

پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور انہیں پکڑو اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب مسلمان تبلیغ اسلام کے لیے کفار کے ملکوں پر حملہ کریں اور تبلیغ اسلام کے لیے کفار پر حملہ کرنا اس وقت مشروع ہے جب مسلمان مادی اسلحہ کے اعتبار سے اتنے طاقتور ہوں کہ وہ دشمن کو مغلوب کر سکیں اور جب مسلمان کمزور ہوں اور حملہ کرنے کی صورت میں غلبہ اور کامیابی کے بجائے انہیں اپنی پسپائی کا غالب گمان ہو تو پھر ان کے لیے اپنے سے قوی کافروں پر حملہ کرنا جائز نہیں ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کے لیے اپنے آپ کو ذلیل کرنا جائز نہیں ہے' صحابہ نے پوچھا: وہ اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرے گا؟ آپ نے فرمایا: وہ ایسی آزمائش کے درپے ہو جس کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

(سنن ترمذی: ۲۲۵۴' سنن ابن ماجہ: ۴۰۱۶' مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۵)

اب حال یہ ہے کہ مسلمان امریکا' روس' برطانیہ' فرانس اور چین ایسے ایٹمی ممالک سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے' بلکہ اسلحہ کے حصول کے لیے ان ہی ممالک کی مدد کے محتاج ہیں تو ایسے ایٹمی ممالک کے کافروں پر اگر مسلمان حملہ کریں تو سوائے ذلت اور پسپائی کے ان کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا یا پھر مسلمان ان سے بڑھ کر ایٹمی طاقت حاصل کریں کیونکہ اب تلواروں اور نیزوں سے حملہ کا دور نہیں ہے' بلکہ ایٹمی اور لیزر گائیڈڈ میزائلوں اور ایٹمی آبدوزوں اور طیاروں سے جنگ کا زمانہ ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض کوئی مسلم ملک اپنے ملک میں رہنے والی غیر مسلم اقلیتوں کا قتل عام کرنا شروع کر دے اور اس کے ردِ عمل میں کافر ملک اپنے ملک میں رہنے والی مسلم اقلیتوں کا قتل عام شروع کر دے تو جزیہ کے چند روپوں کے بدلہ میں اَن گنت مسلمانوں کا خون برداشت کرنا پڑے گا اور کچھ بعید نہیں کہ دوسرے کافر ملک اس وجہ سے مسلمانوں پر حملہ کر دیں اور مسلمانوں کو ناقابل بیان نقصان اُٹھانا پڑے۔

اس لیے اب اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ مسلمان جیو اور جینے دو کے اصول پر عمل کریں اور جس طرح کافر ملک مسلمان اقلیتوں کا تحفظ کر رہے ہیں' اسی طرح مسلمان بھی غیر مسلم اقلیتوں کی حفاظت کریں' تاوقتیکہ وہ بھی اتنے طاقت ور ہو جائیں کہ وہ اپنے زورِ بازو سے دنیا سے کفر و الحاد کا خاتمہ کر سکیں اور کوشش کریں کہ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کریں' اس موضوع پر مقالات لکھیں' نئی نئی ایجادات کریں' تن آسانی' آرام طلبی اور عیاشی کو چھوڑ کر سخت کوشی' لگن اور محنت سے کام لیں' اپنے ملک میں متعدد ایٹمی پلانٹ لگائیں اور دنیا میں باعزت مقام حاصل کرنے کے لیے دن رات ایک کر دیں اور سر دھڑ کی بازی لگا دیں' یوں اسلام کی نشاۃ ثانیہ حاصل ہو جائے۔

۲ - بَابٌ إِذَا وَادَعَ الْإِمَامُ مَلِكَ الْقَرْيَةِ هَلْ يَكُونُ ذٰلِكَ لِبَقِيَّتِهِمْ

مسلمانوں کا امیر جب کسی (کافر) بستی کے بادشاہ سے صلح کرلے تو آیا یہ بستی والوں سے بھی صلح ہو گئی؟

اس باب میں ''وَادَعَ'' کا لفظ ہے' اور یہ ''موادعۃ'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: مصالحت اور جنگ نہ کرنے پر فریقین کا متفق ہونا' اور حقیقت میں ''موادعۃ'' کا معنی ہے: ''متارکہ'' یعنی ہر فریق اپنے مؤقف کو ترک کر دے' امام بخاری نے اس عنوان میں استفہام ذکر کیا ہے کہ امیر مسلمین کا کسی کافر بستی کے بادشاہ سے صلح کرنے کو آیا اس بستی والوں سے بھی صلح قرار دیا جائے گا؟ اور اس کا جواب ذکر نہیں کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں!

۳۱۶۱ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَبَّاسٍ السَّاعِدِيِّ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبُوْكَ وَأَهْدٰى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ وَكَسَاهُ بُرْدًا وَّكَتَبَ لَهٗ بِبَحْرِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سہل بن بکار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عمرو بن یحییٰ از عباس الساعدی از ابوحمید الساعدی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے اور ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سفید خچر پیش کی اور آپ کو ایک چادر پہنائی اور آپ نے اس کے لیے اس بستی کی حکومت لکھ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''ایلۃ'' کا ذکر ہے' یہ شام کے شہروں کے پاس ساحل سمندر پر ایک بستی ہے۔

ایلہ کے بادشاہ کو امان دینے کی تفصیل

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبوک پہنچے تو آپ کے پاس یحنہ بن روبہ ایلہ کا بادشاہ آیا' اس نے آپ سے صلح کی اور جزیہ پیش کیا اور آپ نے اس کے لیے ایک مکتوب لکھ دیا' جو حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! یہ اللہ کی طرف سے اور محمد نبی رسول اللہ کی طرف سے یحنہ بن روبہ اور اہل ایلہ کے لیے امان ہے اور جو ان کے ساتھ اہل شام اور اہل یمن ہیں۔

علامہ ابن المنیر نے کہا ہے کہ امام بخاری کی ذکر کردہ حدیث میں امان دینے کے الفاظ مذکور نہیں ہیں اور نہ ایلہ کے بادشاہ کی طرف سے امان طلب کرنے کے الفاظ مذکور ہیں' لیکن عرف یہ ہے کہ جب بادشاہ کسی فریق کو ہدیہ پیش کرتا ہے تو وہ اس سے اس کا طالب ہوتا ہے کہ اس کے ملک کو باقی رکھا جائے اور اس ملک کی بقاء وہاں کے رہنے والوں کی بقاء سے ہو گی' اس سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ بادشاہ سے صلح اس کی رعیت کے ساتھ صلح کے قائم مقام ہے' اور اس سے اس حدیث کی' عنوانِ باب کے ساتھ مطابقت ظاہر ہو گئی۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۳۸ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب امیر مسلمین کسی بستی کے بادشاہ سے صلح کرلے تو یہ بستی کے باقی لوگوں سے بھی صلح قرار پائے گی کیونکہ بادشاہ اپنی ذات کے لیے اور اپنی رعیت کے لیے اور اپنی مملکت کا نظام چلانے والوں کے لیے صلح کرتا ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایلہ کے بادشاہ اور وہاں کے رہنے والوں کے لیے امان لکھ کردی تھی۔

اگر کسی شہر کے معین لوگوں کو امان دی جائے تو اس امان میں ان کا امیر داخل ہے یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے کہ جب امیر مسلمین معین لوگوں کے لیے امان لکھ کردے تو آیا اس میں ان کا بادشاہ داخل ہے یا نہیں؟

حضرت ابوموسیٰ اشعری نے تُستر کے قلعہ کا محاصرہ کیا' اس قلعہ کے امیر نے کہا: آپ میرے ایک سو ساتھیوں کے لیے امان لکھ دیں' تو میں آپ کے لیے قلعہ کا دروازہ کھول دیتا ہوں' حضرت ابوموسیٰ نے اس طرح لکھ دیا اور اس کے ایک سو آدمیوں کو امان دے دی اور اس قلعہ کے امیر کو قتل کردیا۔ اس حدیث کو ابوعبید نے الفزاری سے روایت کیا ہے۔

النخعی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں اشعث بن قیس کچھ لوگوں کے ساتھ مرتد ہوگیا اور قلعہ میں محصور ہوگیا' پھر اس نے ستر آدمیوں کے لیے امان طلب کی' حضرت ابوبکر نے ستر آدمیوں کے لیے امان دے دی' وہ ستر آدمیوں کے ساتھ قلعہ سے باہر آگیا' اس نے اپنے لیے امان طلب نہیں کی' سو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے لیے امان نہیں ہے' ہم تم سے قتال کریں گے' پس وہ مسلمان ہوگیا اور اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہن سے نکاح کرلیا۔

اصبغ اور سحنون مالکی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص معین تعداد کے لیے امان طلب کرے تو وہ خود بھی اس امان میں داخل ہوتا ہے' خواہ اس نے اپنا ذکر نہ کیا ہو اور اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اس معین تعداد میں اپنا بھی ذکر کرے کیونکہ وہ دوسروں کے لیے تب ہی امان طلب کرے گا جب خود اس کے لیے امان حاصل ہو اور انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے فعل کا اعتبار نہیں کیا' انہوں نے کہا: اس سے کم تعداد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ھرمزان کو امان دے دی تھی۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۳۳-۳۳۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳ - بَابُ الْوَصَاةِ بِاَهْلِ ذِمَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امان دی' اس امان کو قائم رکھنے کی وصیت کرنا

اس باب کے عنوان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اہل ذمہ کو امان دینے کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے معاہدہ تھا' اور اس عنوان میں ''وصاۃ'' کا ذکر ہے' اس کا معنی وصیت ہے۔

وَالذِّمَّةُ الْعَهْدُ وَالْاِلُّ الْقَرَابَةُ. اور ''الذمہ'' کا معنی عہد ہے اور ''الال'' کا معنی قرابت ہے۔

امام بخاری نے ذمہ کی تفسیر عہد کے ساتھ کی ہے اور ذمہ کے لیے یہ معانی بھی ہیں: عہد' امان' ضمان' حرمت اور حق یہ ہے کہ اہل ذمہ کو اہل ذمہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے عہد اور ان کی امان میں ہوتے ہیں اور ''اِلّ'' کا معنی انہوں نے قرابت بیان کیا ہے اور ''اِلّ'' کا معنی اصل میں جید ہے اور ''اَلٌّ'' کا معنی شدت ہے۔

۳۱۶۲ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے

حَدَّثَنَا اَبُوْ جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ جُوَيْرِيَةَ بْنَ قُدَامَةَ التَّمِيْمِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قُلْنَا اَوْصِنَا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ اُوْصِيْكُمْ بِذِمَّةِ اللّٰهِ فَاِنَّهُ ذِمَّةُ نَبِيِّكُمْ وَ رِزْقُ عِيَالِكُمْ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوجمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے جویریہ بن قدامہ التمیمی سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ سے سنا' ہم نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہمیں وصیت کیجئے! انہوں نے کہا: میں تم کو اللہ کے ذمہ (کو پورا کرنے کی) وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے نبی کا ذمہ ہے' اور تمہاری اولاد کا رزق ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۲ میں گزر چکی ہے۔

عمرو بن میمون کی روایت میں ہے: حضرت عمر نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کے ذمہ اور اس کے رسول کے ذمہ کو پورا کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ اہل ذمہ کے پس پشت قتال کیا جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہ کیا جائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ حدیث کے اس اضافہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ذمہ سے صرف اتنا جزیہ لیا جائے جس کو وہ آسانی سے ادا کر سکیں۔

اس حدیث میں فرمایا: اس میں تمہاری اولاد کا رزق ہے' یعنی اہل ذمہ سے جو جزیہ اور خراج لیا جاتا ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۳۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں عہد پورا کرنے کی ترغیب ہے اور یہ بتایا ہے کہ جزیہ کے علاوہ اہل ذمہ سے اور کوئی رقم نہ لی جائے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عہد کرنے کے بعد عہد توڑنے کی مذمت فرمائی ہے اور اس کو منافقین کی عادات میں سے شمار فرمایا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٤ - بَابُ مَا اَقْطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَحْرَيْنِ وَمَا وَعَدَ مِنْ مَّالِ الْبَحْرَيْنِ وَالْجِزْيَةِ وَلِمَنْ يُّقْسَمُ الْفَيْءُ وَالْجِزْيَةُ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحرین کے مال سے جو عطا فرمایا اور بحرین کے مال اور جزیہ میں سے جو وعدہ فرمایا اور جس کے لیے فئی اور جزیہ کو تقسیم کیا جائے

اس باب کے عنوان میں ''اقطع'' کا لفظ ہے' یہ ''اقطاع'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے کہ امیر المسلمین اللہ کے مال سے جس کو مستحق سمجھے' عطاء کر دے اور اس کا زیادہ تر استعمال زمین کو عطاء کرنے پر ہوتا ہے کہ امیر المسلمین کسی مستحق کو زمین آباد کرنے کے لیے عطاء کر دے اور ''اقطاع'' میں کبھی زمین کا مالک بنا دیا جاتا ہے اور کبھی مالک نہیں بنایا جاتا' فئی کا معنی پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ کفار کے جو اموال بغیر جنگ اور جہاد کے حاصل ہوں وہ فئی ہوتے ہیں۔

۳۱۶۳ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَنْصَارَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ سے سنا کہ نبی

لِيَكْتُبَ لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ فَقَالُوْا لَا وَاللّٰهِ حَتّٰى تَكْتُبَ لِإِخْوَانِنَا مِنْ قُرَيْشٍ بِمِثْلِهَا فَقَالَ ذَاكَ لَهُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ يَقُوْلُوْنَ لَهٗ قَالَ فَإِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِىْ أَثْرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِىْ.

صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا تا کہ ان کے لیے بحرین کا مال لکھ دیں' انہوں نے کہا: نہیں! حتیٰ کہ آپ ہمارے بھائی قریش کے لیے بھی اتنا مال لکھ دیں' آپ نے فرمایا: یہ ان کے لیے ہو جائے گا جب تک اللہ چاہے گا یہ مال ان کو ملتا رہے گا' آپ نے فرمایا: تم میرے بعد کچھ ترجیحات دیکھو گے تم ان پر صبر کرنا حتیٰ کہ تمہاری مجھ سے ملاقات ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۷۶ میں گزر چکی ہے۔

انصار کا اپنے اوپر مہاجرین کو ترجیح دینا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تھا کہ خصوصیت سے انصار کو مال عطاء کریں کیونکہ وہ مہاجرین پر فضل اور احسان کرتے تھے اور ان کو اپنے اموال میں شریک کرتے تھے' سو انہوں نے کہا: ہم اس مال کو ہرگز قبول نہیں کریں گے حتیٰ کہ آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اتنا ہی عطاء نہ کریں' یہ ان کی خصوصیت تھی کہ وہ اپنی ضروریات پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

انصار نے جو یہ کہا تھا کہ ہم اس وقت تک اس مال کو نہیں لیں گے جب تک کہ آپ اتنا ہی مال ہمارے قریشی بھائیوں کو بھی عطاء نہ کر دیں' انہوں نے اپنے اس قول سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے یہ سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے احسان کا بدلہ اتارنا چاہتے ہیں اور انہوں نے اپنے احسان کا عوض دنیا میں لینا ناپسند کیا' وہ اپنے احسان کا اجر آخرت میں لینا چاہتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عطاء کرنے کے لیے مکرر ارشاد فرمایا اور ان کے اس انکار کو مستحسن قرار دیا' نیز آپ نے فرمایا: تم میرے بعد کچھ ترجیحات دیکھو گے' یعنی بعض حکام تم کو تمہارے حقوق ادا نہیں کریں گے۔

(الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۳۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٣١٦٤ - حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَخْبَرَنِىْ رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِىْ لَوْ قَدْ جَاءَ نَا مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ مَّنْ كَانَتْ لَهٗ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ فَلْيَأْتِنِىْ فَأَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے روح بن القاسم نے خبر دی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ہمارے پاس بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اتنا اور اتنا اور اتنا عطاء کروں گا' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور البحرین کا مال آ گیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عطاء کرنے کا وعدہ کیا ہو' وہ میرے پاس آئے' پس میں ان کے پاس گیا' پس میں نے کہا: بے شک

لِیْ لَوْ قَدْ جَاءَ نَا مَالُ الْبَحْرَیْنِ لَاَعْطَیْتُکَ هٰکَذَا وَهٰکَذَا وَهٰکَذَا فَقَالَ لِیْ اُحْثُهْ فَحَثَوْتُ حَثْیَةً فَقَالَ لِیْ عُدَّهَا فَعَدَدْتُّهَا فَاِذَا هِیَ خَمْسُ مِائَةٍ فَاَعْطَانِیْ اَلْفًا وَّخَمْسَ مِائَةٍ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا: اگر ہمارے پاس بحرین کا مال آیا تو میں تم کو اتنا اور اتنا اور اتنا عطاء کروں گا تو حضرت ابوبکر نے مجھ سے کہا: تم ایک لپ بھرو' سو میں نے لپ بھرا' پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا: اس کو شمار کرو' میں نے اس کو شمار کیا تو وہ پانچ سو تھا' پس انہوں نے مجھے ڈیڑھ ہزار عطاء فرمایا' یعنی تین لپ۔

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۹۶ میں گزر چکی ہے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حکام اور معزز لوگوں پر یہ لازم ہے کہ جس سے وعدہ کریں' اس کو پورا کریں۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ امیر المسلمین پر یہ لازم ہے کہ اس سے پہلے جس امیر نے کسی سے وعدہ کیا ہو' اس کو پورا کرے' اور یہ کہ جس چیز کو اصل میں اندازہ سے دینا ہو' اس کو بغیر ماپ تول کے دے اور بیوع میں اور قرض میں ماپ تول کر دے۔

اموالِ فئے لوگوں کو عطاء کرنے میں خلفاء راشدین اور ائمہ اربعہ کے نظریات

اموالِ فئے کی تقسیم میں صحابہ کا اختلاف تھا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس کی تقسیم میں آزاد اور غلام اور معزز اور غیر معزز کو برابر برابر دیا جائے' انہوں نے کہا: ان کی ایک دوسرے پر جو فضلت ہے' سو وہ اللہ کے نزدیک ہے لیکن اس معاش میں ان کو برابر برابر دینا بہتر ہے' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعی کا بھی یہی مختار ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو زیادہ عطاء کرتے تھے جو پہلے ایمان لایا ہو اور جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت ہو' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو عطاء کرنے میں وہ ان کو تمام لوگوں پر فضیلت دیتے تھے' پس وہ ہر زوجہ مطہرہ کو بارہ ہزار دیتے تھے اور سوائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے' انہوں نے اور کسی کو ان کے ساتھ نہیں ملایا' پس ان کو انہوں نے دس ہزار دیئے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کو ان کی فضیلت کے اعتبار سے دیتے تھے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے سب لوگوں کو برابر برابر دیا' اور کہا: میں حضرت عمر کے طریقہ کی مذمت نہیں کرتا' لیکن میں اس طرح کروں گا جس طرح میرے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے' آپ کے پاس جو مال آتا تھا' اسے آپ مسلمانوں کے درمیان برابر برابر تقسیم کر دیتے تھے۔

رہے فقہاء احناف تو ان کے نزدیک مال کو تقسیم کرنا امیر المسلمین کی صواب دید پر موقوف ہے' اگر وہ مناسب سمجھے تو کسی کو دوسروں سے زیادہ دے دے اور اگر مناسب سمجھے تو سب کو برابر برابر دے اور اس باب کی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ کسی کو زیادہ دے اور یہ ان کی دلیل ہے جو اس کے قائل ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۱۶۵- وَقَالَ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ صُهَیْبٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَیْنِ فَقَالَ انْثُرُوْهُ فِی الْمَسْجِدِ فَکَانَ اَکْثَرَ مَالٍ اُتِیَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْطِنِیْ

اور ابراہیم بن طہمان نے کہا: از عبد العزیز بن صہیب از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بحرین سے مال آیا' آپ نے فرمایا: اس کو مسجد میں پھیلا دو' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اب تک جو مال آئے تھے یہ ان میں سب سے زیادہ مال تھا' اچانک آپ کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے' پس

إِنِّي فَادَيْتُ نَفْسِي وَفَادَيْتُ عَقِيلًا قَالَ خُذْ فَحَثَا فِي ثَوْبِهِ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَالَ أُمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ إِلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ مِنْهُ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ فَلَمْ يَرْفَعْهُ فَقَالَ أُمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ عَلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ ثُمَّ احْتَمَلَهُ عَلَى كَاهِلِهِ ثُمَّ انْطَلَقَ فَمَا زَالَ يُتْبِعُهُ بَصَرَهُ حَتَّى خَفِيَ عَلَيْنَا عَجَبًا مِنْ حِرْصِهِ فَمَا قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَمَّ مِنْهَا دِرْهَمٌ.

کہا: یارسول اللہ! مجھے عطاء کیجئے' بے شک میں نے اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا فدیہ بھی دیا تھا' آپ نے فرمایا: آپ لے لیں' سوانہوں نے اپنے کپڑے میں لپ بھر کر ڈالے' پھر اس کو اونچا ڈھیر بنانے لگے' پھر اس کو اٹھا نہ سکے تو انہوں نے کہا: آپ کسی سے کہئے کہ وہ اس کو میری طرف اٹھائے' آپ نے فرمایا: نہیں! آپ خود اٹھائیں۔ راوی نے کہا: انہوں نے اس سے کچھ مال گرایا' پھر اس کو اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھا' پھر چلے گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی حرص پر تعجب سے ان کو مسلسل دیکھتے رہے' حتیٰ کہ وہ ہم سے اوجھل ہو گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے نہیں اُٹھے' جب تک وہاں پر اس مال سے ایک درہم بھی تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۱ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابُ إِثْمِ مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا بِغَيْرِ جُرْمٍ

اس شخص کا گناہ جس نے کسی ذمی کو بغیر جرم کے قتل کر دیا

اس باب کی احادیث میں اس شخص کا گناہ بیان کیا ہے جس نے کسی ذمی کو ناحق قتل کر دیا۔

اس قتل کی تحریم میں درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی ذمی کو اس کے وقت کے بغیر قتل کر دیا' اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۷۶۰' سنن نسائی: ۴۷۶۱)

۳۱۶۶ - حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَّمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَّسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا.

[طرف الحدیث: ۶۹۱۴] (سنن ابن ماجہ: ۲۶۸۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحسن بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مجاہد نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس نے کسی ذمی کو (ناحق) قتل کیا وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا اور بے شک جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آتی ہے۔

ذمی کو ناحق قتل کرنے والا کتنی مسافت سے جنت کی خوشبو نہیں پائے گا' اس سلسلہ میں احادیث اور ان کے محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ذمی کو ناحق قتل کرنے والا چالیس سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔

چالیس سال کی تخصیص اس لیے ہے کہ چالیس سال کی عمر میں انسان اپنی قوت کے کمال کو پہنچ جاتا ہے' اس کا عمل اور اس کا یقین زیادہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خشیت میں اس کی بصیرت قوی ہو جاتی ہے اور اپنی گزشتہ کوتاہیوں پر اس کی ندامت زیادہ ہو جاتی ہے' پس ایسا شخص چالیس سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو پالیتا ہے۔

بعض احادیث میں ستر سال کی مسافت کا ذکر ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی ایسے ذمی کو قتل کیا جو اللہ کے ذمہ اور اس کے رسول کے ذمہ میں تھا' اس نے اللہ کے ذمہ کو توڑ دیا تو وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا اور جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے آتی ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۴۰۳' سنن ابن ماجہ: ۲۶۸۷)

ستر سال کی وجہ یہ ہے کہ اس عمر میں انسان کے دل میں اللہ کا خوف اور ندامت بہت زیادہ ہو جاتی ہے کیونکہ اس کو اپنی موت بہت نزدیک معلوم ہوتی ہے' پس وہ ستر سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو پالیتا ہے۔

موطأ امام مالک میں پانچ سو سال کی مسافت کا ذکر ہے' یعنی جو عورتیں مکروہ لباس پہنیں گی' وہ پانچ سو سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو نہیں پائیں گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دو نبیوں کے درمیان زمانہ فترت کی مدت پانچ سو سال ہے' پس جو شخص فترت کے آخر میں آیا اور اس نے اس نبی کی ہدایت کی اتباع کی جو فترت سے پہلے تھا تو وہ پانچ سو سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو پالے گا۔

(موطأ امام مالک ج ۲ ص ۲۸۶' المکتبۃ التوفیقیہ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مؤمن تو ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن مسلمانوں نے کوئی کبیرہ گناہ نہیں کیا' وہ جس وقت جنت کی خوشبو پاتے ہیں' یہ اس وقت جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔

ان احادیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ جنت میں بالکل نہیں جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے: جس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا' وہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا' جیسا کہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس کو یقین تھا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۸۲۷' صحیح مسلم: ۲۶' سنن ترمذی: ۲۶۳۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ جس نے کسی ذمی کو ناحق قتل کیا' اس شخص کو یہ سزا دی جائے گی کہ وہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے جنت کی خوشبو نہیں پائے گا' یا یہ احادیث اس پر محمول ہیں کہ جو ذمی کو ناحق قتل کرے گا اور وہ اس قتل کو حلال اور جائز سمجھے گا تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا یا یہ احادیث قتل ناحق سے ڈرانے کے لیے تغلیظ (سختی) پر محمول ہیں۔

(الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۳۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٦ - بَابُ إِخْرَاجِ الْيَهُوْدِ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ

یہود کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا

جزیرۂ عرب طول میں عدن سے عراق تک ہے اور عرض میں جدہ سے شام تک ہے اور یہاں اس سے مراد سرزمین حجاز ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللّٰهُ بِهِ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم تم کو (یہاں) اس وقت تک برقرار رکھیں گے جب تک تم کو اللہ برقرار

رکھے گا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۱۶۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْطَلِقُوْا اِلٰى يَهُوْدَ فَخَرَجْنَا حَتّٰى جِئْنَا بَيْتَ الْمِدْرَاسِ فَقَالَ اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُجْلِيَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْاَرْضِ فَمَنْ يَجِدْ مِنْكُمْ بِمَالِهٖ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ وَاِلَّا فَاعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۶۹۴۴۔ ۷۳۴۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید المقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ جس وقت ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور آپ نے فرمایا: یہود کی طرف چلو' سو ہم نکلے حتیٰ کہ ہم بیت المدراس پر آئے' آپ نے (یہود سے) فرمایا: تم اسلام قبول کرلو' تم سلامت رہو گے اور جان لو کہ زمین اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی ہے اور بے شک میں ارادہ کرتا ہوں کہ تم کو اس سرزمین سے نکال دوں' پس تم میں سے جو شخص اپنے کسی مال کو پائے وہ اس کو فروخت کردے' ورنہ تم یاد رکھو کہ زمین اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۷۶۵' الرقم المسلسل: ۴۴۸۲' سنن ابوداؤد: ۳۰۰۳' السنن الکبریٰ: ۸۶۸۷' شرح مشکل الآثار: ۴۲۷۸' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۸۲۶۔ ج ۱۵ ص ۵۱۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو سرزمین حجاز سے نکالنے کا ارادہ کیا کیونکہ ان کی کئی بار آزمائش کی گئی اور انہوں نے آپ کی مخالفت کی' جب تحویل قبلہ ہوئی اور آپ نے بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ یعنی کعبہ کو اپنا قبلہ بنالیا تو انہوں نے اس پر نکتہ چینی کی' پھر بنونضیر نے آپ کے خلاف سازش کی اور آپ کے اوپر پتھر گرانے کا ارادہ کیا' تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ بنونضیر کو مدینہ سے نکال دیں اور باقی یہود کو آپ نے چھوڑ دیا' پھر آپ کے وصال سے پہلے آپ پر یہ وحی کی گئی کہ جزیرۂ عرب میں دو دین باقی نہیں رکھے جائیں گے اور آپ نے اپنی وفات کے وقت اس کی وصیت کی' پھر حضرت عمر رضی اللہ نے اپنے دورِ خلافت میں حکم دیا: جس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عہد ہو وہ اس کو لائے' ورنہ میں تم کو حجاز سے نکال دوں گا' سو انہوں نے ان کو حجاز سے نکال دیا۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ اور اس پر مصنف کا محاکمہ

اس حدیث میں مذکور ہے: حتیٰ کہ ہم بیت المدراس پر آئے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ اس جملہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

بیت المدراس سے مراد وہ عمارت ہے جس میں یہودی اپنی کتاب کا درس دیتے تھے یا مِدراس سے مراد وہ یہودی عالم ہے جو ان کی کتاب کا درس دیتا ہے اور پہلی تفسیر راجح ہے کیونکہ دوسری روایت میں مذکور ہے کہ آپ مِدراس پر آئے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۱۴۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدرالدین عینی اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس میں ترجیح کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ مدراس پر آنے کا معنی یہ ہے کہ آپ اس جگہ پر آئے جو تورات کا درس دینے کی جگہ تھی۔ (عمدۃ القاری ج۱۵ص ۱۲۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ رد کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ حافظ ابن حجر یہ کہہ رہے ہیں کہ مدراس کے دو معنی ہیں: (۱) تورات کا درس دینے والا عالم (۲) تورات کا درس دینے کی جگہ اور چونکہ دوسری روایت میں مذکور ہے کہ آپ مدراس پر آئے' اس لیے یہاں عالم والا معنی نہیں ہو سکتا بلکہ دوسرے معنی کو ترجیح ہے کہ آپ ان کے مدرسہ میں آئے جہاں تورات کا درس دیا جاتا تھا' اور حافظ ابن حجر نے یہ نہیں کہا کہ دوسرے معنی کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔

٣١٦٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ اَبِىْ مُسْلِمِ الْاَحْوَلِ قَالَ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ يَوْمُ الْخَمِيْسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ ثُمَّ بَكٰى حَتّٰى بَلَّ دَمْعُهُ الْحَصٰى قُلْتُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَّا يَوْمُ الْخَمِيْسِ. قَالَ اِشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ ائْتُوْنِىْ بِكَتِفٍ اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَّاتَضِلُّوْا بَعْدَهٗ اَبَدًا فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِىْ عِنْدَ نَبِىٍّ تَنَازُعٌ. فَقَالُوْا مَالَهٗ اَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوْهُ فَقَالَ ذَرُوْنِىْ فَالَّذِىْ اَنَافِيْهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُوْنِىْ اِلَيْهِ فَاَمَرَهُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَاكُنْتُ اُجِيْزُهُمْ وَالثَّالِثَةُ خَيْرٌ اِمَّا اَنْ سَكَتَ عَنْهَا وَاِمَّا اَنْ قَالَهَا فَنَسِيْتُهَا. قَالَ سُفْيَانُ هٰذَا مِنْ قَوْلِ سُلَيْمَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از سلیمان بن ابی مسلم الاحول' انہوں نے کہا کہ انہوں نے سعید بن جبیر سے سنا' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا: جمعرات کا دن اور کیسا تھا جمعرات کا دن' پھر وہ روئے حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے کنکریاں بھیگ گئیں' میں نے پوچھا: اے ابن عباس! جمعرات کا دن کیسا تھا؟ انہوں نے بتایا: اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد زیادہ ہو گیا' آپ نے فرمایا: ایک شانہ کی (چوڑی) ہڈی لاؤ تا کہ میں تمہارے لیے ایسا مکتوب لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گم راہ نہیں ہو گے' تو صحابہ نے اس (حکم کی تعمیل) میں بحث کی اور نبی کے پاس بحث نہیں کرنی چاہیے تھی' انہوں نے کہا: آپ کو کیا ہوا ہے؟ کیا آپ (دنیا سے) رخصت ہو رہے ہیں؟ آپ سے دریافت کر لو' تب آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو' میں جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو' پھر آپ نے صحابہ کو تین باتوں کا حکم دیا: (۱) مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو (۲) وفود کو اسی طرح انعام واکرام دو جس طرح میں ان کو انعام واکرام دیتا تھا (۳) راوی نے کہا: تیسری بات کوئی نیک سلوک کرنے کی تھی' یا تو سعید نے اس کو بتایا نہیں یا میں اس کو بھول گیا۔ سفیان نے کہا: یہ سلیمان احول کا قول ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں آپ کا یہ ارشاد ہے کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔

اگر کفار کی کسی علاقہ میں ضرورت ہو تو ان کو وہاں رہنے دیا جائے گا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے اپنی امت کے مؤمنین کے سامنے یہ بیان فرمایا کہ مسلمانوں کے تمام شہروں سے ان لوگوں کو نکال دیا جائے جو دین اسلام کے سوا کسی اور دین کی پیروی کرتے ہیں خواہ وہ شہران شہروں میں سے ہوں، جہاں کے رہنے والے اسلام قبول کر چکے ہوں یا وہ شہران شہروں میں سے ہو جن کو مسلمانوں نے جنگ سے فتح کیا ہو جب کہ مسلمانوں کو اس شہر والوں کی ضرورت نہ ہو مثلاً وہاں کے لوگ اس شہر کی زمینوں کو آباد کرنے والے ہوں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آیا یہ حکم صرف مدینہ منورہ اور باقی جزیرۂ عرب کے ساتھ مخصوص ہے یا یہ حکم اسلام کے تمام شہروں کے لیے عام ہے؟ کیونکہ اگر یہ حکم اسلام کے تمام شہروں کے لیے عام ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو بیان فرماتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو اس جگہ کی ضرورت ہو تو ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا' کیا یہ معلوم نہیں ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کو جنگ سے فتح کرنے کے باوجود یہود کو وہاں کی زمین پر برقرار رکھا تا کہ وہ خیبر کی زمین کو آباد کرتے رہیں' اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خیبر کے یہود اور نجران کے نصاریٰ کے ساتھ معاملہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے نصاریٰ کے ساتھ معاملہ کیا' کیونکہ ان سے زمین کی آبادکاری کے لیے کام کرانے کی ضرورت تھی کیونکہ اس وقت مسلمان جہاد میں مشغول تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہود کا مشرکین میں داخل ہونا' جزیرۂ عرب کی تخصیص کی وجہ اور اس کی توجیہ کہ حضرت عمر نے اس حکم پر تاخیر سے عمل کیا

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو' تو پھر امام بخاری نے اس بات کا یہ عنوان کیوں قائم کیا ہے: یہود کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہود بھی مشرک ہیں کیونکہ وہ کہتے تھے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے' یا اس لیے کہ مشرکین کی بہ نسبت یہود کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا زیادہ لائق ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ جزیرۂ عرب کی تخصیص کی کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو یہ خطرہ تھا کہ یہود آپ کے بعد مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش کریں گے' کیونکہ جب آپ دو آدمیوں کی دیت کے مسئلہ میں ان سے بات کرنے کے لیے بنو نضیر کے پاس گئے تھے تو انہوں نے مکان کی چھت سے آپ پر پتھر گرانے کا ارادہ کیا تھا' پس اللہ نے آپ کو وحی سے مطلع فرما دیا اور آپ ان کی سازش کا شکار نہیں ہوئے اور چونکہ آپ کے بعد وحی کا سلسلہ موقوف ہو جانا تھا تو آپ نے مسلمانوں کو ان کے فتنہ سے محفوظ رکھنے کے لیے فرمایا: مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر فوراً عمل کیوں نہیں کیا' حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں یہود کو خیبر سے جلاوطن کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امر اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ اس پر فوراً عمل کیا جائے' نیز مسلمانوں کو ان ایام میں یہود سے کام لینے کی ضرورت تھی' یا پھر انہوں نے یہ انتظار کیا کہ جب یہود کی طرف سے کوئی شرارت ہو تو پھر ان کو خیبر سے نکال دیا جائے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اہل خیبر نے ان کے ہاتھ پیر توڑ ڈالے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' آپ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے ان کی زمینوں کا معاملہ کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا: جب تک اللہ تمہیں برقرار رکھے گا ہم بھی برقرار رکھیں گے' اور عبداللہ بن عمر و خیبر میں اپنے اموال کے سلسلہ میں گئے تھے تو' رات میں ان کو زدوکوب کیا گیا اور ان کے ہاتھ پیر توڑ ڈالے گئے اور خیبر میں یہود کے سوا ہمارا کوئی دشمن نہیں ہے' وہی ہمارے دشمن ہیں اور ہم ان ہی پر الزام لگاتے ہیں اور میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کو جلاوطن کر دیا جائے' جب حضرت عمر نے اس کا پختہ ارادہ کر لیا تو بنی ابو الحقیق سے ایک یہودی آیا' پس اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ ہمیں جلاوطن کر رہے ہیں؟ حالانکہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں یہاں برقرار رکھا تھا؟ اور ہم کو زمینوں پر عامل بنایا تھا؟ حضرت عمر نے فرمایا: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد بھول گیا ہوں؟ (آپ نے فرمایا تھا:) اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا' جب تمہیں خیبر سے نکال دیا جائے گا' تمہارے اونٹ تمہیں راتوں کو لے کر دوڑتے پھریں گے! اس نے کہا: یہ تو ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مذاق سے کہا تھا' حضرت عمر نے فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تم نے جھوٹ بولا' پھر حضرت عمر نے ان کو جلاوطن کر دیا اور ان کے پھلوں کی قیمت کچھ نقد اور اونٹ اور سامان اور رسیاں کجاوے میں ڈال کر دے دیں۔

(صحیح البخاری: ۲۷۳۰' سنن ابوداؤد: ۳۰۰۷' مسند البزار: ۱۵۴' مسند احمد ج ۱ ص ۱۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۰۔ ج ۱ ص ۲۵۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں ہے: سلیمان نے کہا کہ رہی تیسری بات تو اس کو سعید نے بتایا نہیں یا میں بھول گیا۔ علامہ احمد بن اسماعیل کورانی نے کہا کہ دوسری روایت میں مذکور ہے: تیسری بات یہ تھی کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شام کی طرف لشکر روانہ کر دیا جائے۔

(الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۴۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے اس جملہ کی شرح میں لکھا ہے:

المہلب نے کہا ہے کہ تیسری وصیت لشکر اسامہ کے متعلق تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تیسری وصیت یہ ہو کہ میری قبر کی پرستش اور عبادت نہ شروع کر دینا' کیونکہ امام مالک کی روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جزیرۂ عرب میں دو دین باقی نہیں رکھے جائیں گے' پھر آپ نے خیبر کے یہود کو جلاوطن کر دیا۔ (موطأ امام مالک: ۸۱۔ کتاب الجامع)

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۵ ص ۳۸۳' دارالوفاء' بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۷ ص ۴۴۶۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' بیروت' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری وصیت کے متعلق احادیث

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت وفات میں فرما رہے تھے: نماز' نماز (پڑھتے رہنا) اور اپنے غلاموں اور باندیوں (سے حسن سلوک کرتے رہنا)۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک ساعت بے ہوشی طاری ہوئی' پھر آپ ہوش میں آئے تو فرمایا: اپنے غلاموں اور باندیوں کے متعلق اللہ سے ڈرو' اللہ سے ڈرو' ان کے جسموں پر کپڑے پہناؤ اور ان کے پیٹوں کو کھانے سے سیر کرو اور ان سے نرمی سے بات کرو۔

عمر بن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جو آخری کلام فرمایا' وہ یہ تھا: اللہ یہود اور نصاریٰ کو ہلاک کر دے! انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنا دیا اور سرزمین عرب میں دو دین باقی نہیں رکھے جائیں گے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

۷ - بَابٌ إِذَا غَدَرَ الْمُشْرِكُونَ بِالْمُسْلِمِينَ هَلْ يُعْفَى عَنْهُمْ

جب مشرکین مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی کریں تو کیا ان کو معاف کیا جائے گا؟

اس باب کے عنوان میں ''غدر'' کا لفظ ہے' اور ''غدر'' کا معنی ہے: خیانت کرنا اور عہد شکنی کرنا' امام بخاری نے اس عنوان میں مشرکین کی عہد شکنی کی سزا بیان نہیں کی' کیونکہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

۳۱۶۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ أُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيهَا سُمٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْمَعُوا إِلَيَّ مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ يَهُودَ فَجُمِعُوا لَهُ فَقَالَ لَهُمْ إِنِّي سَائِلُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْهُ فَقَالُوا نَعَمْ قَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَبُوكُمْ قَالُوا فُلَانٌ فَقَالَ كَذَبْتُمْ بَلْ أَبُوكُمْ فُلَانٌ قَالُوا صَدَقْتَ قَالَ فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُ عَنْهُ فَقَالُوا نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ وَإِنْ كَذَبْنَا عَرَفْتَ كَذِبَنَا كَمَا عَرَفْتَهُ فِي أَبِينَا فَقَالَ لَهُمْ مَنْ أَهْلُ النَّارِ قَالُوا نَكُونُ فِيهَا يَسِيرًا ثُمَّ تَخْلُفُونَا فِيهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْسَئُوا فِيهَا وَاللّٰهِ لَا نَخْلُفُكُمْ فِيهَا أَبَدًا ثُمَّ قَالَ هَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ فَقَالُوا نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ قَالَ هَلْ جَعَلْتُمْ فِي هٰذِهِ الشَّاةِ سُمًّا قَالُوا نَعَمْ قَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالُوا أَرَدْنَا إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا نَسْتَرِيحُ وَإِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ. [اطراف الحدیث: ۴۲۴۹-۵۷۷۷] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب خیبر فتح کیا گیا تو نبی ﷺ کو ایک زہر آلودہ بکری ہدیہ کی گئی' پس نبی ﷺ نے فرمایا: جتنے بھی یہاں یہودی ہیں ان سب کو میرے پاس جمع کرو' سو ان کو جمع کیا گیا تو آپ نے ان سے فرمایا: میں تم سے ایک چیز کے متعلق سوال کروں گا' کیا تم مجھ کو سچ سچ بتاؤ گے' انہوں نے کہا: جی ہاں! تو نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: تمہارا باپ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ فلاں شخص ہے' آپ نے فرمایا: تم نے جھوٹ بولا بلکہ تمہارا باپ فلاں شخص ہے' انہوں نے کہا: آپ نے سچ فرمایا' آپ نے فرمایا: اگر میں تم سے کسی چیز کے متعلق سوال کروں تو کیا تم مجھے سچ بتاؤ گے' انہوں نے کہا: جی ہاں! اے ابوالقاسم! اور اگر ہم نے جھوٹ بولا تو آپ ہمارے جھوٹ کو جان لیں گے' جیسے آپ نے ہمارے باپ کے متعلق جھوٹ کو جان لیا تھا' پس آپ نے پوچھا: اہل دوزخ میں سے کون ہے؟ انہوں نے کہا: ہم تھوڑا عرصہ دوزخ میں رہیں گے' پھر آپ لوگ ہمارے خلیفہ ہو کر دوزخ میں جائیں گے' تب نبی ﷺ نے فرمایا: تم دوزخ میں ذلت کے ساتھ رہنا' اللہ کی قسم! ہم کبھی بھی تمہارے خلیفہ ہو کر دوزخ میں نہیں جائیں گے' آپ نے پھر فرمایا: اگر میں تم سے کسی چیز کے متعلق سوال کروں تو تم اس کے متعلق سچ سچ بتاؤ گے؟ پس انہوں نے کہا: ہاں! اے ابوالقاسم! آپ نے پوچھا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ڈالا

تھا' انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم کو اس چیز پر کس نے
برانگیختہ کیا' انہوں نے کہا: ہمارا ارادہ یہ تھا کہ اگر آپ جھوٹے
(نبی) ہیں تو ہم کو راحت مل جائے گی اور اگر آپ (واقعی) نبی ہیں
تو یہ گوشت آپ کو ضرر نہیں دے گا۔

مشرکین کی غداری کی وجہ سے اگر مسلمانوں کو ضرر ہو تو ان کو سزا دینا جائز ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ مہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اگر مشرکین کوئی خیانت یا غداری کریں اور اس کا تدارک اور اس کی تلافی ہو سکتی ہو تو پھر ان کو معاف کر دیا جائے گا' اور اگر مسلمانوں کا امیر ان کو سزا دینا چاہے تو وہ اس پر ان کو سزا دے سکتا ہے اور اگر مشرکین غداری سے کسی مسلمان کو قتل کریں یا ایسا نقصان پہنچائیں جس کی اصلاح نہ ہو سکے یا ان کے کسی شر سے بچاؤ نہ ہو سکتا ہو تو پھر ان کو معاف کر دینا جائز نہیں ہے' جس طرح قبیلہ عرینہ کے لوگوں نے آپ کی اونٹنیوں کے چرواہوں کو قتل کر دیا تھا اور اونٹنیوں کو چُرا کر بھاگ گئے تو آپ نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

یہودیوں نے جو آپ کو زہر آلود بکری کھلائی تھی' اس کے متعلق حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا' اس مرض میں آپ نے فرمایا: میں ہمیشہ اس طعام کا درد پاتا رہا ہوں' جس کو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب وہ وقت آ گیا ہے کہ اس زہر کے اثر سے میں اپنے دل کی رگ کے کٹنے کو محسوس کر رہا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۸' سنن ابوداؤد: ۴۵۱۲)

لیکن آپ نے ان کو اس لیے معاف فرما دیا کہ پہلے آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ اس سے آپ کی وفات ہو جائے گی کیونکہ جب آپ یہود کی سازش پر مطلع ہو گئے اور خود اس گوشت نے آپ کو بتا دیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے تو آپ کو پوری زندگی اس زہر نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا' حتیٰ کہ جب آپ کی وفات قریب آ گئی تو آپ نے اس کا (شدید) درد محسوس کیا اور اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ تھا کہ اس زہر کے سبب سے آپ کی وفات کی وجہ سے آپ کو شہادت عطا فرمائے' اس لیے آپ نے ان کو سزا نہیں دی' نیز یہود نے یہ کہا تھا کہ ہم نے اس اقدام سے آپ کی نبوت کے صدق کے امتحان کا قصد کیا تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اس سے آپ کو ضرر نہیں ہوگا' تو ہو سکتا ہے کہ ان کی اس تاویل کی وجہ سے آپ نے ان کو معذور قرار دیا ہو' نیز آپ اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا کرتے تھے اور جن منافقین نے آپ سے عداوت رکھی اور آپ کو ایذائیں پہنچائیں' آپ نے کبھی ان سے انتقام نہیں لیا' اور ان میں سے کسی کو قتل نہیں کیا' کیونکہ آپ خلق عظیم سے متصف تھے اور عفو و درگزر سے کام لیتے تھے اور ان اخلاق میں آپ کی نبوت کے دلائل ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

زہر آلود بکری لانے والی یہودیہ کا قصہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اہل خیبر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غداری کی اور ایک یہودی عورت کے ہاتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک زہر آلود بکری بھیجی' پھر اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے اس کو قتل کر دیا تھا یا معاف کر دیا تھا۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی عورت' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک زہر آلود بکری لائی' آپ نے اس بکری سے کھا لیا' پھر اس عورت کو آپ کے پاس لایا گیا' آپ نے اس سے اس کا سبب معلوم کیا' اس نے کہا: میں نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا' آپ نے فرمایا: اللہ تجھ کو اس پر مسلط کرنے والا نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ نے پوچھا: ہم اس عورت کو قتل نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! حضرت علی نے کہا: میں اس زہر کا اثر ہمیشہ آپ کے حلق کے کوے میں دیکھتا رہا۔ (صحیح مسلم: ۲۱۹۰)

زہر آلود بکری کھلانے والی یہودیہ کو قتل کرنے اور قتل نہ کرنے کی احادیث میں تطبیق

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ نے لکھا ہے کہ اس یہودی عورت کا نام زینب بنت الحارث تھا اور یہ مرحب یہودی کی بہن تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے بتایا کہ میرا باپ اور چچا اور خاوند اور بھائی قتل کر دیا گیا تھا (سو میں نے ان کا بدلہ لیا)۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ ھ نے کہا ہے کہ اس میں آثار اور اقوالِ علماء مختلف ہیں کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قتل کیا تھا یا نہیں؟ صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ حضرت علی' حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر نے آپ سے پوچھا کہ اس کو قتل کریں؟ تو آپ نے منع فرما دیا۔

ابو سلمہ سے روایت ہے کہ آپ نے اس کو قتل کر دیا تھا۔

ابن سحنون نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ آپ نے اس کو قتل کر دیا تھا۔

امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ آپ کے حکم سے اس کو قتل کر دیا گیا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۱۱)

ان روایات اور اقوال میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ آپ نے اس کو ابتداء میں قتل نہیں کیا تھا لیکن بعد میں جب یہ معلوم ہوا کہ وہ جادو کرتی ہے تو پھر آپ نے اس کو قتل کر دیا تھا۔

زہر دینے والے سے قصاص لینے میں مذاہب ائمہ

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو زہر کھلا کر قتل کر دے تو اس سے بھی اسی طرح قصاص لیا جائے گا' جس طرح ہتھیار سے قتل کرنے والے سے قصاص لیا جاتا ہے اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اس میں قصاص نہیں ہے بلکہ اس کے عاقلہ سے دیت لی جائے گی۔

امام شافعی کے قصاص لینے کے متعلق دو قول ہیں اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہر معجزہ ہے کیونکہ آپ پر زہر نے اثر نہیں کیا تھا اور دوسرے جن لوگوں نے اس کو کھایا تھا' وہ فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

یہودیوں کے جواب کا ردّ اور آپ میں رسالت اور شہادت کا جمع ہونا

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم کبھی بھی تمہارے خلیفہ ہو کر دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض فساق مؤمنین تو دوزخ میں جائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ یہودیوں کے بعد دوزخ میں نہیں جائیں گے' بایں طور کہ وہ دخولِ جہنم میں یہودیوں کے خلیفہ ہوں۔

یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دینے کی وجہ یہ بتائی کہ اگر آپ جھوٹے نبی ہیں تو ہمیں آپ سے نجات مل جائے گی اور اگر

آپ سچے نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو ضرر نہیں دے گا۔ ان کا یہ قول جھوٹ تھا یا جہل تھا کیونکہ انبیاء علیہم السلام بشر ہیں اور دیگر انسانوں کی طرح ان پر بھی امراض طاری ہوتے ہیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ نے اس یہودی عورت کو معاف فرما دیا تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے آپ کی ذات کو جو ضرر پہنچایا تھا' اس کو آپ نے معاف فرما دیا تھا کیونکہ آپ اپنی ذات کا انتقام نہیں لیتے تھے' لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ نے اس کو قتل کرا دیا تھا کیونکہ اس زہر آلود گوشت کھانے کی وجہ سے حضرت بشر بن البراء رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تھے تو آپ نے ان کے قصاص میں اس کو قتل کرا دیا تھا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس زہر آلود بکری کی دستی کے کھانے کے بعد اس دستی نے آپ سے کہا: مجھ میں زہر ملا ہوا ہے' تو اس دستی نے کھانے سے پہلے آپ کو یہ کیوں نہیں بتایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ آپ میں رسالت اور شہادت کو جمع کر دیا جائے' اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی حیات کے آخر میں فرمایا: خیبر کے کھانے کی وجہ سے مجھے ہمیشہ درد ہوتا رہا حتیٰ کہ اب اس نے میرے دل کی رگ کو کاٹ دیا۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۸) (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۴۳-۱۴۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

زہر آلود بکری کی دستی کے خبر دینے اور حضرت بشر کے قصاص میں یہودیہ کو قتل کرانے کے متعلق احادیث

میں کہتا ہوں کہ علامہ کورانی نے ذکر کیا ہے کہ بکری کی دستی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دیا تھا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے' اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل خیبر کی ایک یہودی عورت نے ایک بھنی ہوئی بکری میں زہر ملا دیا' پھر اس نے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کی' آپ نے اس کی ایک دستی کو کھایا اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت نے بھی کھایا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم کھانے سے اپنے ہاتھ اُٹھا لو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یہودی کو بلایا اور اس سے پوچھا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟ اس نے کہا: آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا: میرے ہاتھ میں اس بکری کی جو دستی ہے اس نے مجھے خبر دی ہے' اس یہودی نے کہا: ہاں! (الحدیث) (سنن ابوداؤد: ۴۵۱۰)

نیز علامہ کورانی نے اس بکری کا گوشت کھانے سے حضرت بشر بن البراء کے فوت ہونے کا ذکر کیا ہے' اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت اُم بشر رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت بشر بن البراء بن معرور فوت ہو گئے تو آپ نے اس یہودیہ کو بلایا اور اس سے پوچھا: تم کو اس کام پر کس نے برانگیختہ کیا۔ تو اس نے حضرت جابر کی حدیث کی طرح جواب دیا' تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اس یہودی عورت کو قتل کر دیا گیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۱۴)

نیز سنن ابوداؤد میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس زہر آلود گوشت کھانے کی وجہ سے آپ نے اپنے بازو کی ایک رگ میں فصد لگوائی تھی جو بنو بیاضہ کے ایک شخص نے لگائی تھی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۱۰)

۸ - بَابُ الدُّعَاءِ عَلٰی مَنْ نَكَثَ عَهْدًا

جس نے عہد شکنی کی' اس کے خلاف دعا کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عہد شکنی کرنے والے کے خلاف دعا کرنا جائز ہے۔

۳۱۷۰ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث

يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ سَأَلْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ الْقُنُوْتِ قَالَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ فَقُلْتُ اِنَّ فُلَانًا يَزْعُمُ اَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ كَذَبَ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَنَتَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَدْعُوْ عَلٰى اَحْيَاءٍ مِّنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ قَالَ بَعَثَ اَرْبَعِيْنَ اَوْ سَبْعِيْنَ يَشُكُّ فِيْهِ مِنَ الْقُرَّاءِ اِلٰى اُنَاسٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَعَرَضَ لَهُمْ هٰؤُلَاءِ فَقَتَلُوْهُمْ وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَمَا رَاَيْتُهُ وَجَدَ عَلٰى اَحَدٍ مَّا وَجَدَ عَلَيْهِمْ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثابت بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دعائے قنوت کے متعلق سوال کیا' انہوں نے بتایا کہ وہ رکوع سے پہلے (پڑھی جاتی ہے)' میں نے کہا کہ فلاں شخص کا یہ زعم ہے کہ آپ نے بتایا ہے کہ وہ رکوع کے بعد (پڑھی جاتی ہے)' حضرت انس نے کہا: اس نے جھوٹ بولا' پھر انہوں نے ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی کہ آپ نے ایک مہینہ رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھی' آپ بنو سلیم کے کئی قبائل کے خلاف دعا کرتے تھے' حضرت انس نے کہا: آپ نے چالیس یا ستر (اس تعداد میں راوی کو شک ہے) قرآن کے قاری مشرکین کی طرف بھیجے تھے' بنو سلیم ان کے درپے ہوئے' پس انہوں نے ان کو قتل کر دیا' حالانکہ بنو سلیم اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان معاہدہ تھا' حضرت انس نے بتایا: میں نے کسی کی موت پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا غم زدہ نہیں دیکھا جتنا ان کی شہادت پر آپ کو غم زدہ دیکھا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں عہد شکنی کرنے والوں کے خلاف دعا کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار کے ایمان لانے سے مایوس ہونے کے بعد ان کے خلاف شر کی دعا کرتے تھے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی قوم یا فرد کے متعلق کفر اور شرک سے رجوع کرنے کی اُمید ہوتی تھی' آپ اس کے خلاف شر کی دعا نہیں کرتے تھے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ سے کہا گیا کہ آپ دوس کے خلاف دعا کریں تو آپ نے ان کے حق میں ہدایت کی دعا کی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو سلیم کے خلاف اس لیے شر کی دعا کی تھی کہ انہوں نے عہد شکنی کی تھی اور آپ ان کے گمراہی سے رجوع کرنے سے مایوس ہو چکے تھے' پس اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کے صدق اور آپ کی نبوت کی دلیل کو ظاہر فرما دیا۔

اور یہ حدیث نماز اور خطبہ میں مسلمانوں کے دشمنوں اور ان کے مخالفین کے خلاف شر کی دعا کرنے کی اصل اور دلیل ہے اور عہد شکنی کرنے والوں کے خلاف دعاءِ شر کرنے کی اصل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

دراصل یہ پوری عبارت علامہ ابن بطال مالکی کی ہے جس کو علامہ عینی نے ان کا ذکر کیے بغیر نقل کیا ہے' دیکھئے: شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۴۱' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے صحیح البخاری: ۱۰۰۲ میں بغیر کسی تردد کے قرآن کے قراء کی تعداد ستر لکھی ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۴۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

۹- بَابُ اَمَانِ النِّسَاءِ وَجِوَارِهِنَّ عورتوں کا کسی کو پناہ اور امان دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورتیں بھی کسی شخص کو پناہ اور امان دے سکتی ہیں۔

۳۱۷۱ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى اُمِّ هَانِيءٍ ابْنَةِ اَبِي طَالِبٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اُمَّ هَانِيءٍ ابْنَةَ اَبِي طَالِبٍ تَقُوْلُ ذَهَبْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ هَانِيءٍ بِنْتُ اَبِي طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا بِاُمِّ هَانِيءٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ قَامَ فَصَلّٰى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ ابْنُ اُمِّيْ عَلِيٌّ اَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ اَجَرْتُهُ فُلَانُ ابْنُ هُبَيْرَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ يَا اُمَّ هَانِيءٍ وَّذٰلِكَ ضُحًى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر، جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد شدہ غلام تھے کہ ابو مرہ جو حضرت اُم ھانیء بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کے آزاد شدہ غلام تھے انہوں نے اُم ھانیء بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے سنا وہ بیان کرتی ہیں کہ وہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئیں اس وقت آپ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ علیہا السلام آپ کو پردہ سے ستر کر رہی تھیں پس میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو میں نے کہا: میں اُم ھانیء بنت ابی طالب ہوں آپ نے فرمایا: اُم ھانیء کو خوش آمدید ہو! پھر جب آپ غسل سے فارغ ہو گئے تو آپ نے کھڑے ہو کر آٹھ رکعات پڑھیں آپ ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ماں کے بیٹے حضرت علی کا یہ گمان ہے کہ وہ اس شخص کو قتل کرنے والے ہیں جس کو میں پناہ دے چکی ہوں فلاں بن ھبیرہ کو تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اُم ھانیء! جس کو تم نے پناہ دی ہے اس کو ہم نے پناہ دی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۸۰ میں گزر چکی ہے۔

عورت کی امان میں مذاہب فقہاء

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عورت امان دے سکتی ہے اور جس کو عورت امان دے دے اس کو قتل کرنا حرام ہے اور بے شک حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوالعاص بن الربیع کو پناہ دی تھی حجاز اور عراق کے فقہاء کا یہی مختار ہے امام مالک امام ابوحنیفہ امام شافعی امام احمد اور دوسرے فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے بعض فقہاء کا یہ قول شاذ ہے کہ عورت کی امان امیر مسلمین کی امان پر موقوف ہے اگر وہ عورت کی امان کو برقرار رکھے تو صحیح ہے ورنہ صحیح نہیں ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو تم نے امان دی ہے اس کو ہم نے امان دی اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا امان دینا امیر مسلمین کی اجازت پر موقوف ہے۔ جمہور فقہاء نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کا یہ معنی ہے کہ ہماری سنت اور ہمارا طریقہ یہ ہے کہ جس کو تم پناہ دو یا تم جیسی کسی اور عورت نے پناہ دی ہو اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: تمام مسلمانوں کا خون ایک دوسرے کی مثل ہے ان میں سے ادنیٰ شخص بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے اور عورت مسلمانوں میں ادنیٰ درجہ کی ہے اور عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے سال میں کعبہ کی سیڑھیوں پر خطبہ دیا اور فرمایا: تمام مسلمانوں کا ہاتھ

اپنے ماسوا پر برابر ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۵) (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۴۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے بھی اپنی شرح میں اس عبارت کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

۱۰ - بَابٌ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَجِوَارُهُمْ وَاحِدَةٌ يَّسْعٰى بِهَا اَدْنَاهُمْ

تمام مسلمانوں کا ذمہ اور ان کا پناہ دینا برابر ہے' ان میں سے ادنیٰ مسلمان بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ تمام مسلمانوں کا کسی حربی کو پناہ دینا برابر ہے' یعنی اگر کسی مسلمان نے اہل حرب میں سے کسی کو پناہ دے دی تو یہ جائز ہے اور تمام مسلمان اس کو قبول کریں گے' خواہ پناہ دینے والا مسلمان کم درجہ کا ہو یا معزز ہو' غلام ہو یا آزاد' مرد ہو یا عورت ہو اور اس کے پناہ دینے کے بعد دوسرے کسی مسلمان کے لیے اس پناہ کو توڑنا جائز نہیں ہے' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک غلام کا کسی حربی کو پناہ دینا جائز ہے' خواہ اس نے قتال کیا ہو یا قتال نہ کیا ہو' امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک غلام کا امان دینا صرف اس وقت میں جائز ہے جب اس نے قتال کیا ہو' امام مالک نے نزدیک جب بچہ اسلام کے احکام سمجھتا ہو تو اس کا بھی امان دینا جائز ہے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور جمہور فقہاء نے اس سے منع کیا ہے' علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ بچہ اور مجنون کا کسی حربی کو امان دینا جائز نہیں ہے' اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۴۳' عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۸)

۳۱۷۲ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ خَطَبَنَا عَلِيٌّ فَقَالَ مَا عِنْدَنَا كِتَابٌ نَقْرَؤُهُ اِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ وَمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ فَقَالَ فِيْهَا الْجِرَاحَاتُ وَاَسْنَانُ الْاِبِلِ وَالْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَّا بَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى كَذَا فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰى فِيْهَا مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَايُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ وَّمَنْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ مِثْلُ ذٰلِكَ وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ مِثْلُ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از الاعمش از ابراہیم التیمی از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا' پس فرمایا: ہمارے پاس کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کو ہم پڑھیں سوائے کتاب اللہ کے اور جو اس صحیفہ میں ہے' پس فرمایا: اس میں زخموں (کی دیت مذکور ہے) اور (دیت کے) اونٹوں کی عمریں (مذکور ہیں) اور مدینہ عیر (پہاڑ) سے لے کر فلاں پہاڑ (اُحد) تک حرم ہے' جس نے اس میں کوئی جرم کیا یا کسی مجرم کو پناہ دی' اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی! اس کا کوئی فرض قبول کیا جائے گا اور نہ نفل اور جس نے اپنے آپ کو اپنے مالکوں کے غیر کی طرف منسوب کیا' اس پر بھی اسی کی مثل لعنت ہو اور تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ایک ہے' پس جس نے کسی مسلمان کے ساتھ عہد شکنی کی' اس پر بھی اسی کی مثل لعنت ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۱ میں مذکور ہے۔

۱۱ - بَابٌ اِذَا قَالُوْا صَبَاْنَا وَلَمْ يُحْسِنُوْا اَسْلَمْنَا

جب کافروں نے کہا: ہم نے دین بدل لیا اور وہ یہ نہیں کہہ سکے کہ ہم مسلمان ہو گئے

یعنی جب کفار نے جنگ کے دوران یہ کہا کہ ہم نے دین بدل لیا اور اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ہم مسلمان ہو گئے' تو آیا ان کا یہ قول ان سے جنگ موقوف کرنے کے لیے کافی ہے یا نہیں؟ امام بخاری نے عنوان میں اس کا جواب ذکر نہیں کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا یہ قول کافی ہے' کیونکہ الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت خالد بن ولید (یہ سن کر بھی) قتل کرتے رہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں خالد کے فعل سے تیرے سامنے بَری ہوتا ہوں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا' پس حضرت خالد نے ان کو اسلام کی دعوت دی' وہ عمدہ طریقہ سے یہ نہیں کہہ سکے کہ ہم مسلمان ہو گئے' وہ اس طرح کہنے لگے کہ ہم نے دین بدل لیا' ہم نے دین بدل لیا' پس حضرت خالد ان کو قتل کرنے لگے اور ہم میں سے ہر شخص کے حوالے اس کا قیدی کر دیا' حتیٰ کہ وہ دن آیا جب حضرت خالد نے ہم میں سے ہر شخص کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے قیدی کو قتل کر دے' تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اپنے قیدی کو ہرگز قتل نہیں کروں گا اور نہ میرے اصحاب میں سے کوئی شخص اپنے قیدی کو قتل کرے گا' حتیٰ کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گئے' پس ہم نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ اُٹھا کر دعا کی اور دو بار کہا: اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے میں تیرے سامنے اس سے بَری ہوتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۴۳۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۱' مصنف عبدالرزاق: ۹۴۳۴)

وَقَالَ عُمَرُ اِذَا قَالَ مَتَرْسْ فَقَدْ اٰمَنَهُ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ الْاَلْسِنَةَ كُلَّهَا وَقَالَ تَكَلَّمْ لَا بَاْسَ.

اور حضرت عمر نے کہا: جب کسی شخص نے کسی حربی سے کہا: ''مَتَرس'' (مت ڈرو) تو اس نے اس کو امان دے دی' بے شک اللہ تمام زبانوں کو جانتا ہے اور حضرت عمر نے (ھرمزان) سے کہا: بات کرو' کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق میں دو جُز ہیں' جز اوّل کے موافق حسبِ ذیل اثر ہے:

امام عبدالرزاق از اعمش از ابووائل روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہماری طرف مکتوب لکھا:

جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو تو یہ نہ کہو کہ اللہ کے حکم سے اور ہمارے حکم سے قلعہ سے اتر آؤ' بلکہ یہ کہو کہ تم ہمارے حکم سے اترو' پھر تم جو چاہو ان کے متعلق فیصلہ کرو اور جب کوئی شخص دوسرے شخص سے ملے اور وہ اس سے کہے: ''مترس'' (تم ڈرو مت) تو اس نے اس کو امان دے دی اور جب وہ اس سے کہے: ''لا تدھل'' تو اس نے اس کو امان دے دی اور جب وہ اس سے کہے: مت ڈرو' تو اس نے اس کو امان دے دی' کیونکہ اللہ تمام زبانوں کو جانتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۹۴۹۲۔ ج ۵ ص ۱۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس تعلیق کے جز ثانی کے متعلق علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

جب ھرمزان کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو اس کے منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی تو حضرت عمر نے کہا: تم کو کوئی تنگی نہیں ہوگی' تم بات کرو کیونکہ یہ عہد اور امان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۳۰۔ ۱۲۹)

اس باب میں امام بخاری نے صرف حضرت عمر کی دو تعلیقات ذکر کی ہیں اور کسی حدیث کو روایت نہیں کیا۔

۱۲ - بَابُ الْمُوَادَعَةِ وَالْمُصَالَحَةِ مَعَ الْمُشْرِكِينَ بِالْمَالِ وَغَيْرِهٖ وَاِثْمِ مَنْ لَّمْ يَفِ بِالْعَهْدِ

مشرکین کے ساتھ مال وغیرہ سے صلح کرنا اور جنگ چھوڑ دینا اور جو عہد پورا نہ کرے اس کا گناہ

اس عنوان میں ''الموادعة'' کا لفظ ہے' اس کا حقیقی معنی ہے: ہر فریق کا اپنے مؤقف کو ترک کر دینا اور یہاں اس سے مراد ہے: جنگ نہ کرنے پر صلح کرنا۔

وَقَوْلِهٖ ﴿وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾ (الانفال: ٦١). جَنَحُوْا. طَلَبُوا السَّلْمَ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہو جائیں۔ (الانفال:٦١) جَنَحُوْا کا معنی ہے: صلح کو طلب کریں۔

یہ آیت صلح کی مشروعیت میں نازل ہوئی ہے۔

مجاہد نے کہا: یہ آیت بنو قریظہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس آیت کا پورا سیاق واقعۂ بدر کے متعلق ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ آیت درج ذیل آیت سے منسوخ ہے:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ.

ان لوگوں سے قتال کرو جو نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ آخرت کے دن پر۔ (التوبہ:۲۹)

حافظ ابن کثیر نے کہا: اس پر بھی یہ اعتراض ہے کہ التوبہ:۲۹ کا معنی یہ ہے کہ مشرکین سے اس وقت قتال کرو جب ان سے قتال کرنا ممکن ہو' کیونکہ جب دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہو تو ان سے صلح کرنا جائز ہے' جیسا کہ اس آیت میں اس پر دلیل ہے اور جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حدیبیہ کے دن کیا تھا' پس آیت میں تخصیص کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اس کو منسوخ ماننے کی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۳۰)

۳۱۷۳ - **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ هُوَ ابْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِىْ حَثْمَةَ قَالَ انْطَلَقَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ وَّمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدِ بْنِ زَيْدٍ اِلٰى خَيْبَرَ وَهِىَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ فَتَفَرَّقَا فَاَتٰى مُحَيِّصَةُ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ يَتَشَحَّطُ فِىْ دَمٍ قَتِيْلًا فَدَفَنَهٗ ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَّمُحَيِّصَةُ وَحُوَيِّصَةُ ابْنَا مَسْعُوْدٍ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ كَبِّرْ كَبِّرْ وَهُوَ اَحْدَثُ الْقَوْمِ فَسَكَتَ فَتَكَلَّمَا فَقَالَ اَتَحْلِفُوْنَ وَ تَسْتَحِقُّوْنَ قَاتِلَكُمْ اَوْ صَاحِبَكُمْ قَالُوْا وَكَيْفَ نَحْلِفُ وَلَمْ نَشْهَدْ وَلَمْ نَرَ قَالَ فَتُبْرِيْكُمْ يَهُوْدُ بِخَمْسِيْنَ فَقَالُوْا كَيْفَ نَاْخُذُ اَيْمَانَ قَوْمٍ كُفَّارٍ فَعَقَلَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی اور وہ ابن المفضل ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از بشیر بن یسار از سہل بن ابی حثمہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ بن مسعود بن زید رضی اللہ عنہما خیبر کی طرف گئے اور وہ صلح کے ایام تھے' پس وہ متفرق ہو گئے' پس حضرت محیصہ' حضرت عبداللہ کے پاس گئے اور وہ اس وقت خون میں لت پت ہو رہے تھے' مقتول ہو چکے تھے' انہوں نے ان کو دفن کر دیا' پھر وہ مدینہ آئے' پس حضرت عبدالرحمٰن بن سہل اور حضرت محیصہ اور حضرت حویصہ' جو دونوں مسعود کے بیٹے تھے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس گئے' پس حضرت عبدالرحمٰن بات کرنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بڑے کو بات کرنے دو' بڑے کو بات کرنے دو' اور عبدالرحمٰن ان لوگوں میں سب سے کم عمر تھے' پس

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ.

وہ خاموش ہو گئے' پھر ان دونوں نے بات کی' آپ نے پوچھا: کیا تم حلف اُٹھاؤ گے اور اپنے قاتل یا اپنے صاحب کے مستحق ہو گے' انہوں نے کہا: ہم کیسے حلف اُٹھا سکتے ہیں جب کہ ہم اس موقع پر موجود نہ تھے اور نہ ہم نے (قاتل کو) دیکھا تھا' آپ نے فرمایا: پھر پچاس یہودی قسمیں کھا کر تم سے بَری ہو جائیں گے' انہوں نے کہا: ہم کفار کی قسموں کا کیسے اعتبار کریں گے' پھر نبی ﷺ نے اپنے پاس سے اس مقتول کی دیت ادا کر دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۰۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے پاس سے مال یعنی دیت دے کر مشرکین سے صلح کر لی۔

یہودیوں کی طرف سے دیت ادا کرنے کی حکمتیں اور مشرکین کو مال دے کر ان سے صلح کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں:

مشرکین کو مال دے کر ان سے مصالحت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جب کہ اس سے ان کی تالیف قلب مقصود ہو' البتہ جزیہ میں کمی کرنا جائز نہیں ہے' نبی ﷺ نے حضرت عبداللہ کی دیت جو اپنے پاس سے ادا کی تھی وہ بھی یہود کی تالیف قلب کے لیے تھی اور اس امید کی وجہ سے کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور تاکہ وہ نبی ﷺ کو اور مسلمانوں کو شر نہ پہنچا سکیں۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ مسلمان کسی حال میں بھی مشرکین کو کوئی چیز نہ دیں' مگر جب ان کو یہ خطرہ ہو کہ وہ اپنی اکثریت کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے یا وہ مسلمانوں کو قید کر لیں گے اور بغیر فدیہ لیے ان کو نہ چھوڑیں گے تو اس ضرورت کی بناء پر ان کو فدیہ دینا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کا فدیہ دے کر دو آدمی چھڑائے تھے۔

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ مشرکین سے صلح کرنے کی خاطر مال خرچ کرنے کے متعلق مجھے امام مالک اور فقہاء احناف کی کوئی صریح عبارت نہیں ملی' البتہ امام اوزاعی نے کہا ہے کہ اگر مسلمانوں کا امیر مسلمانوں کی بقاء کے لیے مشرکین کو خراج یا فدیہ ادا کیے بغیر ان سے صلح کرنا چاہے تو صلح کر سکتا ہے' جس طرح نبی ﷺ نے حدیبیہ کے سال مشرکین سے بغیر کسی خراج کی ادائیگی کے صلح کی تھی۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۴۶ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مشرکین کو مال دے کر ان سے صلح کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ علامہ المہلب کی پوری مذکورہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ مسلمانوں کے امیر کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ مشرکین سے کچھ مال لے کر ان سے صلح کر لے یا ان کو کچھ مال دے کر ان سے صلح کر لے' جب کہ اس صلح میں مسلمانوں کے لیے خیر ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہو جائیں۔ (الانفال: ۶۱) اور وہ مال جو اس سے صلح کے سبب سے لیا جائے گا' اس کو جزیہ کے مصارف میں خرچ کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۳ - بَابُ فَضْلِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ

عہد پورا کرنے کی فضیلت

۳۱۷۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي رَكْبٍ مِّنْ قُرَيْشٍ كَانُوا تِجَارًا بِالشَّامِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي مَادَّ فِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا سُفْيَانَ فِي كُفَّارِ قُرَيْشٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ' انہوں نے یہ خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ بے شک ابوسفیان بن حرب نے ان کو خبر دی کہ ھرقل نے ان کو قریش کے قافلہ والوں کے ساتھ بلالیا جو شام میں تجارت کے لیے آئے تھے' جس مدت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان سے کفار قریش کے متعلق صلح کی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ عہد شکنی کرنا ہر امت کے نزدیک مذموم ہے اور یہ رسولوں کی صفت نہیں ہے اور ھرقل نے ابوسفیان کو بلوا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوائے نبوت کے صدق کو آزمانا چاہا تھا کہ اگر آپ نے عہد شکنی کی اور آپ نے عہد کو پورا نہیں کیا تو آپ اللہ کے نبی نہیں ہو سکتے اور پیغمبروں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے اس شخص کی فضیلت بیان کرتے ہیں جو اپنے عہد کو پورا کرتا ہے' اور جب ابوسفیان نے ھرقل کو یہ بتایا کہ آپ عہد شکنی نہیں کرتے تو اس نے جان لیا کہ آپ کا دعوائے نبوت سچا ہے۔

۱۴ - بَابُ هَلْ يُعْفَى عَنِ الذِّمِّيِّ إِذَا سَحَرَ

جب ذمی جادو کرے تو آیا اس کو معاف کیا جائے گا؟

اس متن کا جواب اس باب کی حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ سُئِلَ أَعَلَى مَنْ سَحَرَ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ قَتْلٌ قَالَ بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ صُنِعَ لَهُ ذٰلِكَ فَلَمْ يَقْتُلْ مَنْ صَنَعَهُ وَكَانَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ.

اور ابن وہب نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب' ان سے یہ سوال کیا گیا کہ ذمیوں میں سے جس نے جادو کیا تو کیا اس کو قتل کیا جائے گا؟ انہوں نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسی طرح کیا گیا تو آپ نے جادو کرنے والے کو قتل نہیں کیا اور وہ جادو کرنے والا اہل کتاب میں سے تھا۔

مذکور الصدر تعلیق' جامع ابن وہب میں موصولاً مذکور ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کا حکم یہ ہے کہ اہل کتاب کے جادوگر کو امام مالک کے نزدیک قتل نہیں کیا جائے گا جیسا کہ ابن شہاب کا قول ہے لیکن اس کو سزا دی جائے گی' حتیٰ کہ وہ اپنے جادو کرنے کا اقرار کرلے' پھر اس کو قتل کر دیا جائے گا' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا تھا' اس کو آپ نے حسب ذیل وجوہ سے قتل نہیں کیا تھا:

(۱) آپ سے یہ چیز ثابت ہے کہ آپ اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے اور اگر آپ اس کو سزا دیتے تو آپ اپنی ذات کے

لیے حاکم ہو جاتے۔

(۲) اس جادو نے آپ کو ضرر نہیں پہنچایا تھا کیونکہ آپ پر نازل ہونے والی وحی میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا' اور نہ آپ کی شریعت میں کوئی غلط چیز داخل ہوئی تھی' صرف آپ کے خیال اور وہم میں کوئی چیز داخل ہوتی تھی' لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی حالت پر برقرار نہیں رکھا بلکہ آپ کی عصمت سے اس کا تدارک کر دیا' اور آپ کو جادو کی جگہ کی خبر دے دی اور آپ کو اس جادو کے نکالنے کا طریقہ بتا دیا' جس طرح بکری کی دستی کی خبر دینے سے آپ سے زہر کا اثر دور کیا تھا۔

(۳) اس زہر نے صرف آپ کے ظاہر پر اثر کیا تھا' لیکن آپ کے قلب اور آپ کی عقل پر کوئی اثر نہیں کیا تھا اور نہ آپ کے اعتقاد پر' اور جادو امراض میں سے ایک مرض ہے اور جس طرح آپ پر دوسرے امراض طاری ہوتے ہیں' اسی طرح آپ پر جادو کا اثر ہوا' سو یہ آپ کی نبوت اور رسالت کے منافی نہیں ہے اور آپ کے دنیاوی معاملات پر جادو کا اثر ہونا ممکن ہے اور آپ دیگر لوگوں کی طرح مصائب کے محل ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۳۴)

۳۱۷۵ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُحِرَ حَتّٰى كَانَ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهُ صَنَعَ شَيْئًا وَّلَمْ يَصْنَعْهُ.

[اطراف الحدیث: ۳۲۶۸۔ ۵۷۶۳۔ ۵۷۶۵۔ ۵۷۶۶۔ ۶۰۶۳۔ ۶۳۹۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا گیا' حتیٰ کہ آپ کے خیال میں آتا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے' حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۸۹' الرقم المسلسل: ۵۵۹۶' سنن ابن ماجہ: ۳۵۴۵' مسند احمد ج ۶ ص ۵۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۳۰۰۔ ج ۴۰ ص ۳۴۳)

علامہ عینی اور دوسرے متقدمین' شارحین حدیث کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کے اثر ہونے کا قصہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس یہودی نے آپ پر جادو کیا تھا' اس کا نام لبید بن اعصم تھا اور تفسیر نسفی میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ وہ ایک یہودی لڑکا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا' یہود اس لڑکے کے قریب ہوئے' حتیٰ کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کی کنگھی لے لی' پھر اس کنگھی میں یہود نے جادو کر دیا اور جو اُن کا بڑا تھا اس کا نام لبید بن اعصم تھا' پھر اس نے اس کنگھی کو بنو زریق کے کنویں میں ڈال دیا جس کا نام ذروان تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو گئے اور آپ کے سر کے بال منتشر ہو گئے اور چھ ماہ تک آپ اسی حالت پر رہے' آپ یہ گمان کرتے تھے کہ آپ اپنی ازواج کے پاس گئے ہیں' حالانکہ آپ ان کے پاس نہیں گئے ہوتے تھے' اور آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے' حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا' پھر ایک دن خواب میں آپ کے پاس دو فرشتے آئے' ایک آپ کے سر کے پاس بیٹھا اور دوسرا آپ کے پیروں کے پاس' پھر جو پیروں کے پاس تھا' اس نے اس فرشتے سے کہا جو آپ کے سر کے پاس تھا: ان کو کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا: ان پر جادو کیا گیا ہے' اس نے پوچھا: کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: لبید بن اعصم نے' اس نے پوچھا: کس چیز میں جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: ایک کنگھی میں' اس نے پوچھا: وہ کنگھی کہاں ہے؟ دوسرے نے کہا: وہ ذروان نامی کنویں میں ایک شگوفے کے چھلکے میں ہے' اس کنویں کا پانی مہندی کے تلچھٹ کی طرح ہے' وہ شگوفہ کنویں کی تہہ میں ایک پتھر کے نیچے دبا ہوا ہے' اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوف زدہ حالت میں

بیدار ہوئے اور آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میری بیماری کی خبر دے دی ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی' حضرت زبیر اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو بھیجا' انہوں نے اس کنویں کے پانی کو نکالا' پھر کنویں کی تہہ سے اس پتھر کو اُٹھایا' اس میں آپ کے سر کی کنگھی تھی' اس کے دندانوں میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں' تب اللہ تعالیٰ نے ''المعوذتین'' (''قل اعوذ برب الفلق'' اور ''قل اعوذ برب الناس'') نازل فرمائیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان آیات کو پڑھتے جاتے اور وہ گرہیں کھلتی جاتیں اور جب آخری گرہ کھل گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طبیعت میں بہت تخفیف پائی اور حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر کہا: میں اللہ کے نام سے آپ پر دَم کرتا ہوں' ہر اس چیز سے جو آپ کو ایذاء دے' نظرِ بد سے اور حاسد سے اور اللہ آپ کو شفاء دے' پھر صحابہ نے آپ سے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہم اس خبیث کو پکڑ کر قتل نہ کر دیں؟ تو آپ نے فرمایا: اب اللہ نے مجھے شفاء دے دی ہے اور میں لوگوں میں شر (کی خبر) پھیلانے کو ناپسند کرتا ہوں' حضرت عائشہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کے لیے غضب ناک ہو کر کسی سے انتقام نہیں لیا' مگر یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے غضب میں آئے ہوں تو پھر آپ اللہ کے لیے انتقام لیتے تھے' کتاب الطب میں حضرت عائشہ کی یہ روایت آئے گی (یہ حدیث' صحیح البخاری: ۵۷۶۳ میں مذکور ہے)۔

بعض ملحدین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا جانا کس طرح جائز ہوگا حالانکہ جادو کرنا کفر ہے اور شیاطین کا عمل ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس کا ضرر کس طرح پہنچ سکتا ہے' جب کہ آپ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہیں اور فرشتے آپ کو گھیرے رہتے ہیں اور شیاطین سے آپ کی وحی محفوظ ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض فاسد ہے اور اس میں قرآن مجید سے عناد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ○ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ○ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ○ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ○ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ○ (الفلق:۵۔۱)

آپ کہیے: میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں○ اس کی پیدا کی ہوئی ہر چیز کے شر سے○ اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے○ اور گرہوں میں (جادو کی) بہت پھونک مارنے والی عورتوں کے شر سے○ اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے○

میں کہتا ہوں کہ اس سورت سے علامہ عینی کا یہ استدلال کرنا درست نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا' کیونکہ اس سورت میں جادو کی گرہوں پر پھونک مارنے کا ذکر ہے لیکن یہ ذکر نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جادو کی گرہ پر پھونک ماری گئی تھی' نیز اس سورت میں جادو کرنے والی عورتوں کی گرہوں پر پھونک مارنے کا ذکر ہے' جب کہ اس حدیث کے مطابق کسی عورت نے آپ پر جادو کر کے پھونک نہیں ماری تھی بلکہ یہ کام لبید بن اعصم یہودی نے کیا تھا' اس لیے سورۂ فلق سے اس واقعہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: آپ پر جادو کے جواز سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ پر جادو کا اثر ہمیشہ لازم رہا' یا آپ کی ذات یا آپ کی شریعت میں کوئی چیز داخل ہوگئی' بلکہ آپ پر جادو کا اثر صرف اس طرح ہوا تھا جس طرح بخار کے مریض پر بخار کے ضرر کا اثر ہوتا ہے' آپ کے کلام میں ضعف ہوا تھا اور خیال میں فرق آیا تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس ضرر کو زائل کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے جادو کا مکر باطل کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۳۵۔۱۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

متقدمین علماء کی یہی رائے تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا اور چھ ماہ تک اس کے ضرر کا آپ کے اوپر اثر رہا اور انہوں نے

اس کو مقامِ نبوت اور شانِ رسالت کے منافی نہیں سمجھا لیکن متاخرین علماء کی تحقیق یہ ہے کہ آپ پر جادو نہیں کیا گیا اور آپ پر جادو کیا جانا مقامِ نبوت اور شانِ رسالت کے خلاف ہے' اس کے ثبوت میں ہر چند کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر کتب میں احادیث موجود ہیں' لیکن ان میں بہت زیادہ تعارض اور تصادم ہے اور چونکہ ان کا ظاہر' مقامِ نبوت اور شانِ رسالت کے خلاف ہے' اس لیے ان پر عقیدہ کی عمارت کی بناء کرنا صحیح نہیں ہے' علامہ عینی کی عبارت کو درج کر کے ہم نے متقدمین کا نظریہ بیان کر دیا ہے' اب ہم اسی نظریہ پر ایک مزید عبارت پیش کر رہے ہیں:

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی اُبّی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ آپ کو یہ خیال ہوتا کہ آپ ازواج کے پاس جائیں گے لیکن آپ اس پر قادر نہ ہوتے' ایک اور روایت میں فرمایا: آپ کا خیال ہوتا کہ آپ نے ایک کام کیا ہے لیکن آپ نے وہ کام کیا نہ ہوتا' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی بینائی میں خلل ہو گیا تھا اور آپ کو یہ گمان ہوتا کہ آپ نے اپنی ازواج میں سے کسی کو یا کسی اور شخص کو دیکھا ہے اور واقع میں ایسا نہیں ہوتا تھا کیونکہ آپ کی بصر میں کچھ قصور ہو گیا تھا' یہ وجہ نہیں تھی کہ آپ کی بصر کے علاوہ کسی اور عضو میں کچھ کمی ہو گئی تھی' کیونکہ جادو کے اثر سے آپ کی رسالت میں کوئی خلل نہیں ہو سکتا تھا' اور اس میں گمراہوں کے لیے آپ کی نبوت میں طعن کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

متقدمین کے نظریہ کو بیان کرنے کے بعد اب ہم اس موضوع پر متاخرین کا نظریہ پیش کر رہے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیے جانے کے متعلق متاخرین کا نظریہ

متاخرین میں سے علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ ھ نے بھی امام مازری کی تاویل اور توجیہ کو اختیار کیا ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات کی تائید اور توثیق کی ہے۔ (روح المعانی جز ۳۰ ص ۵۰۶-۵۰۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ۱۳۹۱ ھ لکھتے ہیں:

۷ ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد رؤسا یہود نے لبید بن اعصم یہودی سے کہا: تو اور تیری لڑکیاں جادوگری میں یکتا ہیں' حضور پر جادو کر' لبید نے حضور کے ایک یہودی غلام سے حضور کی شکستہ کنگھی کے دندانے اور کچھ بال شریف حاصل کر لیے اور موم کا ایک پتلا بنایا' اس میں گیارہ سوئیاں چبھوئیں' ایک تانت میں گیارہ گرہیں لگائیں' یہ سب کچھ اس پتلے میں رکھ کر بیر اوان میں پانی کے نیچے ایک پتھر کے نیچے دبا دیا' اس کا حضور کے خیال شریف میں یہ اثر ہوا کہ دنیاوی کاموں میں بھول ہو گئی' چھ ماہ تک اثر رہا' پھر جبرائیل یہ دونوں سورتیں: سورۂ فلق و ناس لائے' جن میں گیارہ آیتیں ہیں اور حضور کو اس جادو کی خبر دی' حضرت علی مرتضیٰ کو اس کنویں پر بھیجا گیا' آپ نے جادو کا یہ سامان پانی کی تہہ سے نکالا' حضور نے یہ سورتیں پڑھیں' ہر آیت پر ایک گرہ کھلتی تھی' تمام گرہیں کھل گئیں اور حضور کو شفاء ہو گئی' اس سے چند فائدے حاصل ہوئے' ایک یہ کہ جادو اور اس کی تاثیر حق ہے' دوسرے یہ کہ نبی کے جسم پر جادو کا اثر ہوتا ہے' جیسے تلوار' تیر اور نیزے کا' یہ اثر خلاف نبوت نہیں' موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جادوگر فیل ہوئے کیونکہ وہاں جادو سے معجزہ کا مقابلہ تھا بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے خیال پر بھی اس جادو نے اثر کیا۔ (نور العرفان حاشیہ قرآن ص ۹۶۵' مطبوعہ ادارہ کتب اسلامیہ' گجرات' تفسیر سورۂ فلق)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ ھ لکھتے ہیں:

کسی نبی اور پیغمبر پر جادو کا اثر ہو جانا ایسا ہی ممکن ہے جیسا بیماری کا اثر ہو جانا' اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام بشری خواص سے الگ نہیں ہوتے۔ جیسے ان کو زخم لگ سکتا ہے' بخار اور درد ہو سکتا ہے' ایسے ہی جادو کا اثر بھی ہو سکتا ہے' کیونکہ وہ بھی خاص اسبابِ طبعیہ جنات

وغیرہ کے اثر سے ہوتا ہے اور حدیث میں ثابت بھی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سحر کا اثر ہو گیا تھا' آخری آیت میں کفار نے جو آپ کو مسحور کہا اور قرآن نے اس کی تردید کی' اس کا حاصل وہ ہے جس کی طرف خلاصہ تفسیر میں اشارہ کر دیا گیا ہے کہ ان کی مراد درحقیقت مسحور کہنے سے مجنون کہنا تھا' اس کی تردید قرآن نے فرمائی ہے' اس لیے حدیث سحر اس کے خلاف اور متعارض نہیں ہے۔

(معارف القرآن ج ۵ ص ۴۹۱۔ ۴۹۰' مطبوعہ ادارۃ المعارف' کراچی' اکتوبر ۱۹۹۱ء)

بعض متقدمین اور متاخرین علماء نے ان روایات کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ نبی پر جادو کا اثر نہیں ہو سکتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کے اثر کا انکار کرنے والے علماء

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے یہ زعم کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی جادو کا عمل کیا گیا اور آپ پر جادو کا اثر ہوا' حتیٰ کہ آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے' حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا' اور ایک یہودی عورت نے کھجور کے کھوکھلے شگوفے میں اور کنگھی کے دندانوں میں اور کنگھی میں لگے ہوئے بالوں میں عمل کیا تھا حتیٰ کہ آپ کے پاس جبرائیل آئے اور انہوں نے بتایا کہ آپ پر ایک عورت نے کنگھی میں جادو کیا ہے جو راعوفہ کنویں کے نیچے ہے' اس کنگھی کو نکال لیا گیا اور آپ سے جادو کا اثر جاتا رہا' اور اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس دعویٰ کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا○ (بنی اسرائیل: ۴۷)

ظالم یہ کہتے ہیں کہ تم صرف ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو' جس پر جادو کیا ہوا ہے○

اور اس قسم کی احادیث ملحدین کی گھڑی ہوئی ہیں' جنہوں نے دین کو کھیل بنا لیا ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو باطل کرنے کی سعی میں لگے رہتے ہیں' اور وہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں اور جادوگروں کے افعال میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ ایک ہی قسم میں سے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰی○ (طٰہٰ: ۶۹)

اور جادوگر جہاں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا○

اللہ تعالیٰ جادوگروں کی تکذیب کرتا ہے اور یہ لوگ جادوگروں کی تصدیق کرتے ہیں' اور ہو سکتا ہے کہ ایک یہودی عورت نے اپنی جہالت سے یہ کام کیا ہو اور اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قصد کیا ہو اور یہ گمان کیا ہو کہ جادو کا اجسام میں اثر ہوتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی اثر ہو گا' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو جادو کی جگہ پر مطلع فرما دیا اور اس عورت کی جہالت اور اس کے کرتوتوں کو اور اس کی توقعات کو ظاہر فرما دیا تا کہ یہ واقعہ آپ کی نبوت کے دلائل میں سے ہو جائے اور ایسا نہیں ہوا کہ اس جادو کا آپ پر اثر ہوا ہو' اور اس سے آپ کو ضرر پہنچا ہو' اور کسی راوی نے یہ نہیں کہا کہ آپ پر معاملات مشتبہ ہو جاتے تھے' ان الفاظ کا حدیث میں اضافہ کیا گیا ہے اور ان کی کوئی اصل نہیں ہے اور معجزات اور جادو میں فرق ہوتا ہے کہ معجزات حقائق پر مبنی ہوتے ہیں اور ان کا باطن بھی ان کے ظاہر کی طرح ہوتا ہے' اور جادو میں باطن ظاہر کی طرح نہیں ہوتا بلکہ وہ باطن میں کسی چالاکی اور شعبدہ بازی پر مبنی ہوتا ہے' اور جادوگر اپنی قوتِ مخیلہ سے کام لیتا ہے اور انسان کو جو کچھ نظر آتا ہے وہ حقیقت نہیں ہوتی بلکہ جادوگر کی قوتِ مخیلہ کی کارستانی ہوتی ہے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۴۹' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

متاخرین سے سید محمد قطب شہید ۱۳۸۵ھ لکھتے ہیں:

یہ روایات فعل اور قول میں عصمت نبویہ کی اصل کے مخالف ہیں اور جب کہ اعتقاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال میں سے ہر

فعل اور آپ کے اقوال میں سے ہر قول سنت اور شریعت ہے اور یہ روایات اس اعتقاد کے مخالف ہیں' اسی طرح یہ روایات قرآن مجید کی نفی اور تکذیب کرتی ہیں' کیونکہ قرآن مجید نے کفار کے اس قول کو باطل قرار دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا گیا ہے اور اس کو ظلم اور گمراہی فرمایا ہے اور ان روایات میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے' اس وجہ سے ہم ان روایات کو مستبعد سمجھتے ہیں اور اخبارِ احاد کا عقائد میں اعتبار نہیں کیا جاتا' عقائد میں صرف قرآن عظیم کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور احادیث متواترہ کی طرف' اور عقائد اور اصول میں احادیث کو قبول کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ متواتر ہوں اور یہ روایات متواتر نہیں ہیں' نیز ان روایات کے مطابق یہ واقعہ مدینہ منورہ میں ہوا ہے اور سورۃ الفلق اور سورۃ الناس مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں اور یہ ایک اور وجہ ہے جو ان روایات کی بنیاد کو کم زور کرتی ہے۔ (فی ظلال القرآن جز ۳۰ ص ۲۹۴' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۳۸۶ ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کے متعلق امام رازی کا مؤقف

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

جمہور مفسرین نے یہ کہا ہے کہ لبید بن اعصم یہودی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گیارہ گرہوں میں جادو کیا تھا اور اس دھاگے کو زروان نامی کنویں کی تہہ میں ایک پتھر کے نیچے دبا دیا تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو گئے اور تین دن آپ پر سخت گزرے' پھر اس وجہ سے معوذتین نازل ہوئیں اور حضرت جبریل نے آکر آپ کو جادو کی جگہ کی خبر دی' تب آپ نے حضرت علی اور حضرت طلحہ کو بھیجا اور وہ اس دھاگے کو لے کر آئے اور حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپ آیت پڑھتے جائیں اور گرہ کھولتے جائیں اور جب آپ آیت پڑھنے لگے تو گرہ کھلنے لگی اور آپ کی طبیعت ٹھیک ہوتی گئی۔

نیز امام رازی فرماتے ہیں: جاننا چاہیے کہ معتزلہ نے اس کا سرے سے انکار کیا ہے' قاضی نے کہا: یہ روایت باطل ہے' یہ کیسے صحیح ہو سکتی ہے' جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ'' (المائدہ: ۶۷) اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ۝'' (طٰہٰ: ۶۹) جادوگر جہاں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہوگا ۝ اور اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا اثر ماننے سے نبوت میں طعن ہوتا ہے' اور اس لیے کہ آپ پر جادو کا اثر ہونا اگر صحیح ہو تو ضروری تھا کہ جادوگر تمام انبیاء اور صالحین کو جادو سے نقصان پہنچاتے اور وہ اس پر قادر ہوتے کہ اپنے لیے کوئی بڑا ملک حاصل کر لیتے اور یہ تمام لوازم باطل ہیں اور اس لیے کہ کفار آپ کو عار دلاتے تھے کہ آپ جادو زدہ ہیں اور اگر یہ واقعہ ہوا ہوتا تو کفار اپنے اس طعن میں صادق ہوتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ عیب ہوتا' اور معلوم ہے کہ آپ میں عیب جائز نہیں ہے' ہمارے اصحاب نے کہا: یہ قصہ جمہور اہل نقل کے نزدیک صحیح ہے' اور جن وجوہ کا معتزلہ نے ذکر کیا ہے' ہم ان پر سورۂ بقرہ میں کلام کر چکے ہیں' رہا ان کا یہ کہنا کہ کفار آپ پر عیب لگاتے تھے کہ آپ جادو زدہ ہیں تو اگر آپ پر جادو کیا جاتا تو کفار اپنے اس طعن میں صادق ہوتے' اس کا جواب یہ ہے کہ مسحور کہنے سے کفار کی مراد یہ تھی کہ آپ مجنون ہیں اور جادو کے ذریعہ آپ کی عقل زائل کر دی گئی ہے' اسی وجہ سے آپ نے کفار کے دین کو ترک کر دیا' رہا یہ کہ جادو کے اثر سے آپ کے بدن میں کوئی درد ہو گیا ہو تو ہم اس کا انکار نہیں کرتے' خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر کسی شیطان' کسی انسان اور جن کو اس طرح مسلط ہونے نہیں دے گا کہ وہ آپ کے دین' آپ کی شریعت اور آپ کی نبوت میں کوئی ضرر پہنچا سکے اور رہا آپ کے بدن میں ضرر پہنچانا تو وہ بعید نہیں ہے' ہم سورۃ البقرہ میں اس مسئلہ پر مکمل بحث کر چکے ہیں۔

امام رازی کی مذکور الصدر عبارت پر مصنف کا تبصرہ

امام رازی کی اس عبارت میں حسب ذیل اُمور لائقِ توجہ ہیں:

(۱) امام رازی نے یہاں سورۃ الفلق کی تفسیر میں سورۃ البقرہ کی تفسیر کا حوالہ دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ پوری تفسیر امام رازی کی لکھی ہوئی ہے اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ پوری تفسیر امام رازی کی نہیں ہے اور علامہ قمولی نے اس کو مکمل کیا ہے جیسا کہ ہم بہت جگہ اس پر تنبیہ کر چکے ہیں۔

(۲) امام رازی نے جو یہ فرمایا ہے کہ ہم سورۂ بقرہ میں معتزلہ کے دلائل کا جواب لکھ چکے ہیں یہ امام رازی کا تسامح ہے امام رازی نے سورۃ البقرہ کی تفسیر میں معتزلہ کی کسی دلیل کا جواب نہیں دیا دیکھئے: تفسیر کبیر ج ۱ ص ۶۲۶ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

(۳) امام رازی نے یہاں صرف جادو زدہ کے طعن کا جواب دیا ہے اور اس کو بہت مفسرین نے لکھا ہے لیکن معتزلہ کی قوی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: ''وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى O'' (طٰہٰ:۶۹) جادوگر جہاں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہوگا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جادو کا اثر ہو جاتا تو جادوگر آپ کو ضرر پہنچانے میں کامیاب ہو جاتے سو آپ پر جادو سے ضرر ماننا قرآن مجید کی اس آیت کی تکذیب کرنا ہے۔ علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد ج ۵ ص ۸۱-۷۹ میں جادو پر بحث کی ہے اور معتزلہ کی اس دلیل کا ذکر کیا ہے لیکن اس کا کوئی جواب نہیں دیا ہم نے بنی اسرائیل: ۴۷ میں اس پر تفصیل سے لکھا ہے ہمارے نزدیک یہ تو ہوسکتا ہے کہ لبید بن اعصم یا اس کی بیٹیوں نے آپ پر جادو کیا ہو لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ اس جادو کا آپ پر اثر ہوا ہو آپ نے کوئی کام نہ کیا ہو اور آپ کے دل میں یہ خیال ڈالا گیا ہو کہ آپ نے وہ کام کرلیا ہے آپ اس سے مامون ہیں کہ آپ کے دل میں کوئی خلافِ واقع خیال ڈالا جائے یا العیاذ باللہ! آپ دیکھیں کچھ اور آپ کو نظر کچھ آئے یا آپ کی قوتِ مردمی متاثر ہو ہمارے نزدیک اس قسم کی تمام باتیں بعض راویوں کی کارستانی ہے ہم نے ذکر کیا ہے کہ المعوذتان کے شانِ نزول میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں سورتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں اور جس قول کی بناء پر یہ دونوں سورتیں مکہ میں نازل ہوئی ہیں ان روایات کا غیر صحیح ہونا اور بھی واضح ہو جاتا ہے نیز اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ معجزہ کے اثر کا سبب بھی مخفی ہوتا ہے اور سحر کے اثر کا سبب بھی مخفی ہوتا ہے معجزہ کا صدور نبی سے ہوتا ہے اور اس کا سبب اللہ سبحانہ سے قرب اور دعائیہ کلمات ہیں اور سحر کا صدور کافر سے ہوتا ہے اور اس کا سبب شیطان سے قرب اور شرکیہ اور کفریہ کلمات کا پڑھنا ہے تو اگر نبی پر سحر کا اثر مان لیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ شیطان کا مقرب رحمان کے مقرب پر اثر انداز ہو گیا اور اس کو بیمار کرنے میں کامیاب ہو گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى O'' (طٰہٰ:۶۹) جادوگر جہاں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہوتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جادو کیے جانے کے متعلق مصنف کا نظریہ

ہمارے نزدیک حسب ذیل وجوہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جادو کا اثر کیے جانے کی روایات صحیح نہیں ہیں:

(۱) بعض روایات میں ہے کہ جس کنگھی اور جن بالوں پر جادو کیا گیا تھا ان کو کنویں سے نکال لیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۶۵)

(۲) اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے اس کو کنویں سے نہیں نکالا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۶۶)

(۳) بعض روایات میں ہے کہ جادو کے اثر سے آپ کو یہ خیال ہوتا کہ آپ نے کوئی کام کرلیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۶۵)

(۴) بعض احادیث میں ہے کہ آپ کی نظر متاثر ہوگئی تھی اور آپ دیکھتے کچھ تھے اور آپ کو نظر کچھ آتا تھا۔ (طبقاتِ کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۲)

(۵) بعض احادیث میں ہے کہ جادو کے اثر سے آپ کی مردانہ قوت متاثر ہوگئی یحییٰ بن یعمر کی روایت میں ہے کہ آپ ایک سال

تک حضرت عائشہ سے رکے رہے یعنی مقاربت نہیں کر سکے۔ (العیاذ باللہ!) (مصنف عبدالرزاق: ۱۹۷۶۵)

(۶) بعض احادیث میں ہے کنویں سے جب شگوفہ نکالا گیا تو اس میں گیارہ گرہیں تھیں' اس وقت آپ پر سورۃ الفلق اور سورۃ الناس نازل ہوئیں' آپ ان میں سے ایک ایک آیت پڑھتے جاتے تھے اور گرہیں کھلتی جاتی تھیں۔

(طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۳ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ایک تعارض تو یہ ہے کہ اور کسی روایت میں ان آیتوں سے گرہیں کھلنے کا ذکر نہیں ہے' اور دوسرا قوی اعتراض یہ ہے کہ ان کذابین کو یہ خیال نہیں رہا کہ یہ واقعہ مدینہ کا ہے اور ان سورتوں کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا تھا۔

(۷) جس حدیث کا متن اتنی وجوہ سے مضطرب ہو اس سے احکام میں بھی استدلال کرنا جائز نہیں ہے' چہ جائیکہ اس سے عقائد میں استدلال کیا جائے۔

(۸) جو خبر واحد صحیح ہو' وہ بھی قرآن مجید کے مزاحم نہیں ہو سکتی' جب کہ یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے' حدیث صحیح وہ ہوتی ہے جو غیر معلل ہو اور یہ حدیث معلل ہے کیونکہ اس میں علل خفیہ قادحہ ہیں' یہ حدیث منصب نبوت کے منافی ہے۔

(۹) اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ جادو کے اثر سے جماع پر قادر نہ ہوئے اور ایک سال تک حضرت عائشہ سے رکے رہے اور نامرد ہونا ایسی بیماری ہے جو لوگوں میں معیوب سمجھی جاتی ہے' نیز اس میں مذکور ہے کہ آپ کی نظر میں فرق آ گیا تھا اور بھینگا ہونا لوگوں میں معیوب سمجھا جاتا ہے اور نامردی اور بھینگے پن سے لوگ عار محسوس کرتے ہیں اور نبی کی شرائط میں سے یہ ہے کہ اس کو کوئی ایسی بیماری نہ ہو جو لوگوں میں معیوب اور باعثِ عار سمجھی جاتی ہو اور لوگوں کو اس بیماری سے گھن آتی ہو۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ لکھتے ہیں:

نبوت کی شرائط یہ ہیں: وہ مرد ہو' اس کی عقل کامل ہو' اس کی رائے قوی ہو' وہ ان چیزوں سے سلامت ہو جن کو لوگ برا جانتے ہیں' مثلاً اس کے آباء و اجداد زنا نہ کرتے ہوں اور اس کے سلسلہ نسب میں مائیں بدکار نہ ہوں اور وہ ایسی بیماریوں سے محفوظ ہو جن کو لوگ برا جانتے ہیں' مثلاً برص اور جذام وغیرہ اور کم تر پیشوں سے اور ہر اس چیز سے جو مروّت اور حکمت بعثت میں مخل ہو۔

(شرح المقاصد ج ۵ ص ۶۱ ' مطبوعہ منشورات الرضی' ایران' ۱۴۰۹ھ)

علامہ محمد بن احمد السفارینی متوفی ۱۱۸۸ھ لکھتے ہیں:

نبوت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ نبی ہر اس چیز سے سلامت ہو جس سے لوگ متنفر ہوں' جیسے ماں باپ کی بدکاری اور ایسے عیوب جن سے لوگ نفرت کرتے ہوں جیسے برص اور جذام وغیرہ۔ (لوامع الانوار ج ۲ ص ۲۷ ' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

اس پر دلیل قرآن مجید کی یہ آیتیں ہیں:

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ○ (صٓ: ۴۷)

بے شک وہ سب (نبی) ہمارے نزدیک پسندیدہ اور بہترین لوگ ہیں ○

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ (آل عمران: ۳۳)

بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آلِ ابراہیم کو اور آل عمران کو تمام لوگوں سے پسندیدہ بنایا ○

اور جس شخص کو ایسی بیماری ہو جائے جس سے ایک سال تک وہ اپنی ازواج سے مقاربت نہ کر سکے اور جس کو صحیح نظر نہ آئے' وہ تمام لوگوں سے پسندیدہ نہیں ہو سکتا' سو اس قسم کی وضعی روایات سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی بنیاد ہی منہدم کر دیتی ہیں۔

(۱۰) اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ آپ پر جادو کیا گیا تھا تو جادوگر آپ کو نقصان پہنچانے میں اور آپ کے حواس اور قُویٰ معطل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰیO (طٰہٰ:۶۹) اور جادوگر کہیں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہوسکتاO

اور اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا:

اِنَّ عِبَادِیْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَO (الحجر:۴۲) بے شک میرے (مقبول) بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہوگا' سوا ان کے جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں گےO

(۱۱) یہ درست ہے کہ یہ روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہیں' اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی عظمت اور حرمت ہمارے دلوں میں پیوست ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور حرمت ہمارے دلوں میں ان سے کہیں زیادہ ہے بلکہ تمام مخلوق سے زیادہ ہے' یہ احادیث اضطراب اور تعارض سے قطع نظر معلل ہیں' ان میں متعدد علل خفیہ قادحہ ہیں جن کا مخالف قرآن اور منافی عظمت رسول ہونا سب سے زیادہ نمایاں ہے' ہمارے لیے یہ زیادہ آسان ہے کہ ہم ایک سال یا چھ ماہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کے بجائے یہ مان لیں کہ اس حدیث کی صحت میں امام بخاری سے چوک ہوگئی' اور اس حدیث میں امام بخاری اور مسلم صحت حدیث میں اپنے مقرر کردہ معیار کو برقرار نہیں رکھ سکے' ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث روایتاً صحیح ہو لیکن یہ حدیث درایتاً صحیح نہیں ہے' اس سے پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ امام بخاری اور امام مسلم نے یہ روایت کیا ہے کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تو عباس اور حضور بھی کندھے پر پتھر رکھ کر لا رہے تھے' عباس نے آپ کا تہبند اتار کر آپ کے کندھے پر رکھ دیا' تاکہ پتھر کندھے میں نہ چبھے' آپ بے لباس ہو گئے اور بے ہوش ہو کر گر گئے اور ہوش میں آ کر فرمایا: میرا تہبند' میرا تہبند۔ یہ اعلانِ نبوت سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے' اس وقت آپ کی عمر شریف ۳۵ سال تھی' ہم نے اس جگہ بھی لکھا تھا: یہ حدیث معلل ہے اور درایتاً صحیح نہیں ہے' کسی کم عمر کے بچے کے متعلق تو یہ بات متصور ہو سکتی ہے کہ وہ اپنا تہبند کندھے پر رکھ لے' لیکن ۳۵ سال کے مرد کے لیے یہ قرین قیاس نہیں ہے اور اس عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے لباس ہو جانا ہمارے نزدیک لائق قبول نہیں ہے' اور یہ ناموسِ رسالت کے منافی ہے اور ہر ایسی حدیث لائق قبول نہیں ہے۔

(اس کی مفصل بحث کے لیے دیکھئے: تبیان القرآن ج ۴ ص ۱۰۵۔۱۰۱)

(۱۲) اس حدیث کی زیادہ سے زیادہ تاویل یہ ہوسکتی ہے جو علامہ ابوبکر جصاص نے کی ہے کہ یہودیوں نے اپنے منصوبہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کرایا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے منصوبہ کو ناکام کر دیا اور آپ پر جادو کا کوئی اثر نہیں ہوا اور جن احادیث میں یہ جملے مذکور ہیں کہ آپ کو خیال ہوتا تھا کہ میں نے یہ بات کہہ دی ہے' حالانکہ آپ نے نہیں کہی تھی یا آپ کو خیال ہوتا تھا کہ آپ نے یہ کام کرلیا ہے اور آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا' اسی طرح اور دوسری خرافات بیان کی ہیں' یہ سب کسی بے دین راوی کا اضافہ ہے اور حضرت ام المؤمنین پر بہتان ہے' یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے اور اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغی' تعلیمی اور فتوحات کے اعتبار سے بہت مصروف سال گزارا ہے' اگر جادو کے اثر سے آپ کے حواس اور قُویٰ ایک سال تک معطل رہے ہوتے تو اس سال یہ تمام کام کس طرح انجام دیئے جا سکتے تھے' حدیث کی صحت کی تحقیق کرنے میں امام بخاری اور امام مسلم کی شخصیت مسلم ہے' لیکن وہ بہرحال انسان ہیں نبی یا فرشتے نہیں ہیں' یہ ہوسکتا ہے کہ راویوں کی چھان پھٹک میں بعض اوقات ان سے کوئی سہو ہو گیا ہو' اور کسی ایک آدھ جگہ سہو ہو جانے سے ان کی عظمت اور مہارت میں کوئی

کمی نہیں آئے گی۔

۱۵ - بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنَ الْغَدْرِ

عہد شکنی سے ڈرانے کے متعلق احادیث

اس باب کی احادیث میں عہد شکنی کی برائی کے متعلق احادیث بیان کی گئی ہیں۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِىٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الانفال:٦٢) اَلْاٰيَةَ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر وہ آپ کو دھوکا دینے کا ارادہ کریں تو بے شک آپ کو اللہ کافی ہے وہی ہے جس نے اپنی مدد اور مسلمانوں کی جماعت سے آپ کی تائید فرمائی۔ (الانفال:٦٢)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے دشمن کی صلح کی پیش کش کو قبول کرنے کا حکم دیا تھا۔ (الانفال:٦١) اور اس آیت میں صلح کے احکام میں سے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر وہ آپ کو دھوکا دینے کے لیے صلح کی پیش کش کریں' تب بھی آپ بہ وقت ضرورت ان کی اس پیش کش کو قبول کر لیں' کیونکہ احکام کا مدار ظاہر پر ہوتا ہے اور صلح ایمان سے بڑی چیز تو ہے نہیں اور جب کوئی ایمان کا اظہار کرے خواہ دل میں کفر ہو تو اس کو قبول کر لیا جاتا ہے' تو پھر صلح کو بھی قبول کر لینا چاہیے۔

٣١٧٦ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ زَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ بُسْرَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا اِدْرِيْسَ قَالَ سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ مِّنْ اَدَمٍ فَقَالَ اُعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَوْتِيْ ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ مُوْتَانٌ يَّاْخُذُ فِيْكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ حَتّٰى يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَيَظَلُّ سَاخِطًا ثُمَّ فِتْنَةٌ لَّا يَبْقٰى بَيْتٌ مِّنَ الْعَرَبِ اِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُوْنُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْاَصْفَرِ فَيَغْدِرُوْنَ فَيَاْتُوْنَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِيْنَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا. (سنن ابوداؤد:٥٠٠٠' سنن ابن ماجہ:٤٠٩٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن العلاء بن زَبر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے بسر بن عبیداللہ سے سنا' انہوں نے ابوادریس سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت آپ چمڑے کے ایک خیمہ میں تھے' آپ نے فرمایا: قیامت سے پہلے چھ نشانیوں کو شمار کر رکھو: (١) میری وفات (٢) پھر بیت المقدس کی فتح (٣) پھر بہ کثرت اموات' جیسے بکریوں میں ایک وباء سے بہ کثرت اموات ہوتی ہیں (٤) پھر مال کا بہت زیادہ ہونا' حتیٰ کہ اگر ایک شخص کسی کو سو دینار بھی دے گا تو وہ اس پر بھی ناراض ہوگا (٥) پھر ایک ایسا عام فتنہ جو عرب کے ہر گھر میں داخل ہو جائے گا (٦) پھر تمہارے اور زرد رو اقوام کے درمیان صلح ہوگی' سو وہ تم سے غداری کریں گے' وہ اسی (٨٠) جھنڈوں کے نیچے تم پر حملہ کریں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار فوج ہوگی (ان کی فوج کی کل تعداد نو لاکھ ساٹھ ہزار ہوگی)۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) الحمیدی' یہ عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ ہیں (٢) الولید بن مسلم القرشی ابوالعباس (٣) عبداللہ بن العلاء بن زَبر (٤) بُسر بن عبیداللہ الحضرمی (٥) ابوادریس عائذ اللہ الخولانی (٦) حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ' یہ ٧٣ھ میں شام میں فوت ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۳۶)

مستقبل میں آنے والے فتنے‘ علامات نبوت اور بعض مشکل الفاظ کے معانی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں علامات نبوت کا ذکر ہے‘ اور یہ ذکر ہے کہ غداری اور عہد شکنی قیامت کی علامتوں میں سے ہیں اور اس آیت میں جو فرمایا ہے: بے شک اللہ آپ کو کافی ہے۔ (الانفال: ۶۲) اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پوری زندگی میں دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ رہیں گے‘ اور آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ بشارت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ آپ کے لیے فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ. (المائدہ: ۶۷) اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔

مسلمانوں کا اجماع ہے کہ آپ اپنی رسالت میں معصوم ہیں اور آپ لوگوں کی سازشوں اور غداریوں سے بھی معصوم ہیں۔

اس حدیث میں ''قعاص الغنم'' کا ذکر ہے‘ صاحب العین نے کہا ہے کہ ''القعاص'' ایک ایسی بیماری ہے جو مویشیوں میں ہوتی ہے اور ان کی ناک سے خون بہنے لگتا ہے۔

اس حدیث میں ''غایة'' کا لفظ ہے‘ اس کا معنی ہے: جھنڈا‘ جھنڈے کو ''غایة'' اس لیے کہتے ہیں کہ پورے لشکر کی غایت اور اس کا مقصود وہ جھنڈا ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں جن علامات کا ذکر فرمایا ہے‘ ان میں سے اکثر کا ظہور ہو چکا ہے‘ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بہت بڑے فتنہ کا ظہور ہوا‘ اس کے بعد امت مسلمہ زیادہ تر فتنوں کی آماجگاہ بنی رہی‘ اللہ تعالیٰ ہم کو ظاہری اور باطنی فتنوں سے محفوظ رکھے‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی تھی کہ آپ کی امت آپس کی لڑائیوں اور جھگڑوں سے محفوظ رہے‘ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا کے کرنے سے منع فرما دیا اور حضرت عثمان کے زمانہ سے لے کر اب تک اُمت مسلمہ ایک دوسرے کے قتل سے ہاتھ رنگ رہی ہے اور قیامت تک یہ فتنہ جاری رہے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۴۸۔ ۳۴۷‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۴ ھ)

۱۶ - بَابُ كَيْفَ يُنْبَذُ اِلٰى اَهْلِ الْعَهْدِ

جن سے معاہدہ کیا ہوا ہے‘ ان سے معاہدہ کس طرح ختم کیا جائے گا؟

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جس قوم سے معاہدہ کیا ہو‘ اس قوم سے معاہدہ کو کس طرح ختم کیا جائے گا؟

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ﴾ (الانفال: ۵۸) الْآيَةَ. اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کو جس قوم سے عہد شکنی کا خدشہ ہو تو ان کا عہد برابر ان کی طرف پھینک دیں۔ (الانفال: ۵۸)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب کسی قوم سے عہد شکنی کے آثار ظاہر ہوں اور اس کے دلائل ثابت ہوں تو پھر ان سے معاہدہ توڑ دینا واجب ہے‘ کیونکہ بنوقریظہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کیا‘ پھر انہوں نے ابوسفیان اور اس کے حامی مشرکوں کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مدد کی‘ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قوی گمان ہوا کہ یہ آپ کے اور آپ کے اصحاب کے ساتھ بدعہدی کریں گے۔ ایسی صورت میں امیر المسلمین پر واجب ہے کہ وہ ان سے کیے ہوئے عہد کو توڑ دے اور ان سے اعلان جنگ کر دے‘ اور جب دوسرے فریق کی طرف سے علی الاعلان عہد کی خلاف ورزی ہو اور ان کی عہد شکنی پر قطعی یقین حاصل ہو جائے تو پھر عہد توڑنے کے اعلان کی بھی ضرورت نہیں ہے‘ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کے ساتھ کیا‘ کیونکہ خزاعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں تھے اور اہل مکہ نے ان کو

قتل کر دیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاہدہ حدیبیہ ختم کر دیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لشکر مرّ الظہر ان تک پہنچ گیا اور وہ مکہ سے چار فرسخ پر تھا۔ علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ معاہدہ ختم کرنے کا اعلان اس وقت ضروری ہے جب معاہدہ کی مدت ختم نہ ہوئی ہو یا فریق ثانی کی عہد شکنی مشہور نہ ہوئی ہو یا ان کی عہد شکنی یقینی اور قطعی نہ ہو' اور اگر معاہدہ کی مدت ختم ہوگئی یا فریق ثانی کی عہد شکنی مشہور اور یقینی ہو تو پھر معاہدہ ختم کرنے کے اعلان کی ضرورت نہیں ہے' یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ سے کیے ہوئے معاہدہ کو ختم کرنے کے اعلان کے بغیر ان پر حملہ کیا' کیونکہ انہوں نے علی الاعلان معاہدہ کو توڑ دیا تھا' خزاعہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیف تھے اور انہوں نے بنو کنانہ کی مدد کرتے ہوئے خزاعہ کو قتل کیا۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۹۸۔ ۴۹۷' الجامع لاحکام القرآن جز ۷ ص ۳۹۰۔ ۳۸۹' روح المعانی جز ۱۰ ص ۲۳)

۳۱۷۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْمَنْ يُؤَذِّنُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى لَّا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَّيَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ يَوْمُ النَّحْرِ وَاِنَّمَا قِيْلَ الْاَكْبَرُ مِنْ اَجْلِ قَوْلِ النَّاسِ الْحَجُّ الْاَصْغَرُ فَنَبَذَ اَبُوْبَكْرٍ اِلَى النَّاسِ فِيْ ذٰلِكَ الْعَامِ فَلَمْ يَحُجَّ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ الَّذِيْ حَجَّ فِيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُشْرِكٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن عبدالرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں میں بھیجا جو قربانی کے دن منٰی میں اعلان کر رہے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ بیت اللہ میں برہنہ حج کرے گا' اور الحج الاکبر کا دن یوم النحر (دس ذوالحج) ہے' اور اس کو (الحج) الاکبر اس لیے کہا گیا ہے کہ لوگ (عمرہ کو) الحج الاصغر کہتے ہیں تو اس سال حضرت ابوبکر نے لوگوں کے ساتھ اس عہد کو توڑ دیا (جو مشرکین سے حدیبیہ کے موقع پر کیا گیا تھا) پس جس سال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کیا تھا' اس سال کسی مشرک نے حج نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۹ میں کردی گئی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مشرکین سے کیے ہوئے معاہدہ کو توڑنے کا ذکر ہے۔

مشرکین کو حرم میں طواف کرنے سے منع کرنے کی وجوہ اور یوم الحج الاکبر کے مصداق میں اقوالِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جب امیر المسلمین کو یہ خوف ہو کہ جن سے مسلمانوں کا معاہدہ ہے' وہ عہد شکنی' خیانت اور غداری کریں گے تو وہ ان سے کیے ہوئے معاہدہ کو توڑ دے' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت (الانفال: ۵۸) بنو قریظہ کے متعلق نازل ہوئی ہے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف مشرکین کی مدد کی اور اپنے کیے ہوئے عہد کو توڑ دیا۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خطرہ تھا کہ جب آپ بیت اللہ کا طواف کریں گے تو وہ خیانت کریں گے اور آپ کو ان کے مکر اور سازش کا بھی خدشہ تھا' پس اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ بیت اللہ کو ان کی نجاست سے پاک کر دے' سو اس نے فرمایا:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

اس کے سوا کچھ نہیں کہ سب مشرک ناپاک ہیں تو وہ اس سال

بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا. (التوبہ:۲۸) کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ ان کے برہنہ طواف کرنے سے بیت اللہ کو پاک اور صاف فرما دیں اور اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حجۃ الاسلام کیا تھا کیونکہ انہوں نے میدانِ عرفہ میں وقوف کیا تھا اور ذوالحجہ میں وقوف کیا تھا اور میدانِ عرفہ میں وقوف کرنا کتاب اللہ کی صریح آیت سے ثابت ہے:

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ. (البقرہ:۱۹۹) پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آئیں۔

یعنی اسی جگہ سے طواف کرو جہاں سے عرب طواف کرتے ہیں' اور اہل سیرت کا اس پر اتفاق ہے کہ عرب کے دو فرقے تھے' ایک فرقہ عرفہ میں وقوف کرتا تھا اور قریش المشعر الحرام میں وقوف کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ ہم الحمس ہیں' پس ہم غیر حرم کی تعظیم نہیں کرتے' سو جب یوم النحر آتا تو تمام قبائل منٰی میں جمع ہو جاتے۔

حضرت ابو ہریرہ نے کہا ہے: حجِ اکبر کا دن یوم النحر ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ کہتے تھے کہ یہ دن حج اصغر ہے اور امام مالک اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ حج اکبر کا دن یوم النحر (قربانی کا دن) ہے اور دوسرے فقہاء نے کہا: وہ یومِ عرفہ ہے۔

امام مالک کے قول کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو اعلان کیا تھا' اس میں کہا تھا کہ حج اکبر کا دن یوم النحر ہے اور اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ تمام مسلمان یوم النحر کو تکبیرات پڑھ کر یوم النحر کی تعظیم کرتے ہیں اور اس دن عید پڑھی جاتی ہے اور قربانی کی جاتی ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کون سا دن ہے؟ پس آپ نے یوم النحر کو تمام ایام پر فضیلت دی' جس طرح اس مہینہ کو تمام مہینوں پر فضیلت دی تھی اور اس شہر کو تمام شہروں پر فضیلت دی تھی۔

(شرح ابن بطال ج۵ ص۳۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۷- بَابُ اِثْمِ مَنْ عَاهَدَ ثُمَّ غَدَرَ جس نے معاہدہ کرنے کے بعد عہد شکنی کی' اس کا گناہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عہد کرنے کے بعد عہد شکنی کرنے کا کتنا گناہ ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَO﴾ (الانفال:۵۶) اَلْاٰيَةَ. وَفِيْ بَيَانِ مَا جَآءَ فِيْ تَحْرِيْمِ نَقْضِ الْعَهْدِ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ﴾ (الانفال:۵۶) اَلْاٰيَةَ وَالْغَدْرُ حَرَامٌ بِاتِّفَاقٍ سَوَاءٌ كَانَ فِيْ حَقِّ الْمُسْلِمِ اَوِ الذِّمِّيِّ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن سے آپ نے (بارہا) معاہدہ کیا' پھر وہ ہر بار اپنے عہد کو توڑتے رہے اور وہ ذرا بھی نہیں ڈرتےO (الانفال:۵۶) یعنی عہد توڑنے کے متعلق جو بعض روایات ہیں' جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''الذين عاهدت'' (الانفال:۵۶) سے مستفاد ہیں اور دھوکا دینا بالاتفاق حرام ہے خواہ مسلمان کو دھوکا دیا جائے یا ذمی کو۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ عہد شکنی کرنا حرام ہے خواہ مسلمانوں سے کیے ہوئے عہد کو توڑا جائے یا ذمیوں سے کیے ہوئے عہد کو توڑا جائے۔

۳۱۷۸- **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعُ خِلَالٍ مَّنْ كُنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از عبد اللہ بن مرہ از مسروق از حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار خصلتیں جس میں

فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَ إِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا.

ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا: وہ شخص جو بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب عہد کرے تو اس کو توڑ دے اور جب کسی سے لڑے تو بدکلامی کرے اور جس شخص کے اندر ان میں سے ایک خصلت ہوگی تو اس میں نفاق کی خصلت ہوگی' حتیٰ کہ وہ اس کو ترک کر دے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں عہد توڑنے کے گناہ کا ذکر ہے۔

۳۱۷۹ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا كَتَبْنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْقُرْاٰنَ وَمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةُ حَرَامٌ مَا بَيْنَ عَائِرٍ إِلٰى كَذَا فَمَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا أَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ عَدْلٌ وَّلَا صَرْفٌ وَّذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَّسْعٰى بِهَا أَدْنَاهُمْ فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ. وَمَنْ وَّالٰى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از ابراہیم التیمی از والد خود از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کے سوا اور کچھ نہیں لکھا' اور جو کچھ اس صحیفہ میں (مکتوب) ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ عائر سے لے کر فلاں مقام تک حرام ہے' جس نے مدینہ میں کوئی جرم کیا یا کسی مجرم کو پناہ دی' اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی! اس کا فرض قبول کیا جائے اور نہ نفل' اور تمام مسلمانوں کا پناہ دینا برابر ہے' ایک پس ماندہ مسلمان بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے' پس جو شخص کسی مسلمان کا کیا ہوا عہد توڑ ڈالے' اس پر اللہ کی لعنت ہو اور تمام فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی! اس کا کوئی فرض قبول کیا جائے گا اور نہ نفل' اور جو اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر کسی قوم کا غلام بن گیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہو اور تمام فرشتوں کی لعنت ہو اور تمام لوگوں کی' اس کا کوئی فرض قبول کیا جائے گا اور نہ نفل۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں بھی عہد توڑنے کے گناہ کا ذکر ہے۔

۳۱۸۰ - **قَالَ** أَبُوْ مُوْسٰى حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا لَمْ تَجْتَبُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا فَقِيْلَ لَهُ وَكَيْفَ تَرٰى ذٰلِكَ كَائِنًا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ إِيْ وَالَّذِيْ نَفْسُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ عَنْ قَوْلِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ قَالُوْا عَمَّ ذَاكَ قَالَ تُنْتَهَكُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ

ابوموسیٰ نے کہا: ہمیں ہاشم بن القاسم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن سعید نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تم کو (جزیہ اور خراج سے) کوئی دینار ملے گا نہ درہم' ان سے پوچھا گیا: اے ابوہریرہ! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ ایسا ہوگا؟ انہوں نے کہا: ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں

رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَشُدُّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قُلُوْبَ اَهْلِ الذِّمَّةِ فَيَمْنَعُوْنَ مَا فِيْ اَيْدِيْهِمْ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ابوہریرہ کی جان ہے! (یہ مجھے) صادق مصدوق کی حدیث سے (معلوم ہوا)' لوگوں نے پوچھا: وہ کس طرح ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ کے عہد کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کو توڑ دیا جائے گا تو اللہ اہل ذمہ کے دلوں کو سخت کر دے گا' پھر جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہے' وہ اس کو نہیں دیں گے۔

اہل ذمہ سے عہد شکنی کا وبال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۳۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اہل ذمہ سے عہد شکنی کرنا بھی جائز نہیں ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل ذمہ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے' کیونکہ مسلمانوں کا معاش اور ان کے عیال کا رزق' ان کے جزیہ اور خراج کے ساتھ وابستہ ہے' لہٰذا جب اہل ذمہ پر ظلم کیا جائے گا تو وہ جزیہ اور خراج ادا کرنا بند کر دیں گے اور مسلمانوں سے جنگ کریں گے اور دوبارہ فتنہ ڈالیں گے اور وہ اپنے گلوں سے ذمہ کا پٹا اتار پھینکیں گے اور مسلمانوں کو ایک درہم بھی نہیں ملے گا اور ان کی معیشت تنگ ہو جائے گی۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۵۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۱۸ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور یہ باب بہ منزلہ فصل ہے۔

۳۱۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَمْزَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْاَعْمَشَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا وَائِلٍ شَهِدْتَّ صِفِّيْنَ قَالَ نَعَمْ فَسَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ يَّقُوْلُ اِتَّهِمُوْا رَاْيَكُمْ رَاَيْتُنِيْ يَوْمَ اَبِيْ جَنْدَلٍ وَلَوْ اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَرُدَّ اَمْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَدَدْتُّهٗ وَمَا وَضَعْنَا اَسْيَافَنَا عَلٰى عَوَاتِقِنَا لِاَمْرٍ يُّفْظِعُنَا اِلَّا اَسْهَلْنَ بِنَا اِلٰى اَمْرٍ نَعْرِفُهٗ غَيْرَ اَمْرِنَا هٰذَا.

[اطراف الحدیث: ۳۱۸۳-۴۱۸۹-۴۸۴۴-۷۳۰۸] (صحیح مسلم: ۱۷۸۵' الرقم المسلسل: ۴۵۲۵' الاحاد والمثانی: ۱۹۱۱' المعجم الکبیر: ۵۵۹۸' مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۹۷۴-ج ۲۵ ص ۳۴۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحمزہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے الاعمش سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے ابووائل سے سوال کیا: آپ صفین میں موجود تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پس میں نے سہل بن حنیف سے سنا' وہ کہہ رہے تھے: تم لوگ خود اپنی رائے کو غلط قرار دو' (جو آپس میں لڑ رہے ہو) جس دن حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ آئے تھے اس دن میں نے اپنے متعلق غور کیا' اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو مسترد کر سکتا تو اس دن مسترد کر دیتا اور ہم نے جب بھی کسی مشکل کام کے لیے اپنے کندھوں پر تلواریں رکھیں تو وہ مشکل ہمارے لیے اس طرح آسان ہو گئی جس کا حل ہم پہچانتے تھے سوائے ہمارے اس فتنہ کے (یعنی جنگ صفین کے)۔

جنگ صفین کا واقعہ اور اس جنگ کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں صفین کا ذکر ہے' یہ وہ جگہ ہے جو فرات کے کنارے واقع ہے' اس جگہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان مشہور جنگ ہوئی تھی۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اپنی رائے کو غلط قرار دو۔ حضرت سہل نے یہ بات جنگ صفین کے دن کہی تھی' وہ اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' ان کی مراد یہ تھی کہ اس جنگ میں تمہاری رائے غلط تھی' وہ فریقین کو نصیحت کر رہے تھے' کیونکہ ان میں سے ہر فریق اپنی رائے اور اجتہاد کے موافق لڑ رہا تھا' تو ان سے حضرت سہل نے کہا: تم اپنی اپنی رائے کو غلط قرار دو' کیونکہ تم اپنے بھائیوں سے اسلام کی خاطر لڑ رہے ہو اور تمہاری رائے میں غلطی اور خطاء کی بھی گنجائش ہے' اس لیے تم احتیاط سے کام لو اور آپس میں نہ لڑو۔

حضرت سہل نے کہا: جس دن حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ آئے تھے' اس دن میں نے اپنے متعلق غور کیا' اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو مسترد کر سکتا تو اس دن مسترد کر دیتا!

اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش مکہ سے اس معاہدہ پر صلح کر چکے تھے کہ اہل مکہ کی طرف سے جو شخص مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس آئے گا تو مسلمانوں کو اسے قریش مکہ کی طرف واپس کرنا ہو گا' پھر حضرت ابوجندل مکہ سے مسلمانوں کی طرف بیڑیاں پہنے ہوئے آئے' انہیں اسلام لانے کی پاداش میں سخت عذاب دیا جا رہا تھا' حضرت ابوجندل کے والد نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! یہ پہلا معاملہ ہے جس میں' میں تمہارے خلاف فیصلہ کروں گا' پھر آپ نے حضرت ابوجندل کو اہل مکہ کی طرف واپس کر دیا' اور یہ فیصلہ مسلمانوں پر بہت شاق اور دشوار گزرا' لیکن آپ نے اس کے باوجود اس معاہدہ پر عمل کیا' حضرت سہل بن حنیف نے اس واقعہ کو سنا کر یہ بتایا کہ صلح میں خیر ہے۔

حضرت سہل نے کہا: اگر میں اس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو مسترد کرنے کی طاقت رکھتا تو مسترد کر دیتا' حضرت سہل نے اس کلام سے یہ اشارہ کیا ہے کہ تم لوگ مجھ پر جنگ صفین میں شامل نہ ہونے پر ملامت کر رہے ہو' تم لوگ میری طرف تقصیر کرنے کی نسبت کس طرح کر سکتے ہو' حالانکہ یوم حدیبیہ کے دن مجھ میں صلح کے حکم کو مسترد کرنے کی طاقت ہوتی تو میں اس صلح کو مسترد کر دیتا۔

حضرت سہل نے کہا کہ اس فتنۂ صفین کے علاوہ جب بھی ہم نے کسی مصیبت میں تلوار اٹھائی تو وہ مصیبت ہمارے لیے آسان ہو گئی' لیکن اس صفین کے فتنہ میں ایسا نہیں ہو سکا کیونکہ دونوں فریقوں کے پاس دلائل تھے' حضرت علی اور ان کے حامیوں کی دلیل یہ تھی کہ باغیوں کے خلاف اس وقت تک قتال کرنا ضروری ہے جب تک کہ وہ حق کی طرف رجوع نہ کر لیں اور حضرت معاویہ اور ان کے موافقین کی دلیل یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ظلماً قتل کیا گیا تھا اور ان کے معین قاتل حضرت علی کے لشکر میں موجود تھے' لہٰذا حضرت علی کے لشکر کے خلاف لڑنا جائز ہے' سو دونوں فریقوں کا شبہ بہت قوی تھا' حتیٰ کہ بہت سخت لڑائی ہوئی اور دونوں فریقوں میں سے بہت زیادہ مسلمان قتل کیے گئے' حتیٰ کہ واقعۂ تحکیم ہوا' پھر جو ہونا تھا وہ ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۴۲۔۱۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' حاشیہ مسند احمد ج ۲۵ ص ۳۴۷)

۳۱۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِي ثَابِتٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ وَائِلٍ قَالَ كُنَّا بِصِفِّيْنَ فَقَامَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّهِمُوْا اَنْفُسَكُمْ فَاِنَّا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَلَوْ نَرٰى قِتَالًا لَّقَاتَلْنَا فَجَاءَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی ثابت نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابووائل نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہم صفین میں تھے' پس حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ فَقَالَ بَلٰى فَقَالَ اَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ قَالَ بَلٰى قَالَ فَعَلٰى مَا نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِيْ دِيْنِنَا اَنَرْجِعُ وَلَمَّا يَحْكُمِ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَقَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَنْ يُّضَيِّعَنِي اللّٰهُ اَبَدًا فَانْطَلَقَ عُمَرُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَنْ يُّضَيِّعَهُ اللّٰهُ اَبَدًا فَنَزَلَتْ سُوْرَةُ الْفَتْحِ فَقَرَاَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عُمَرَ اِلٰى اٰخِرِهَا فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَ فَتْحٌ هُوَ قَالَ نَعَمْ.

کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا: اے لوگو! تم اپنی رائے کو غلط قرار دو' کیونکہ ہم حدیبیہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور اگر ہماری رائے لڑنے کی ہوتی تو ہم لڑتے' پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آئے' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور یہ (کفار) باطل پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! پھر انہوں نے کہا: کیا ایسا نہیں ہے کہ ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور ان کے مقتول دوزخ میں ہیں! آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! انہوں نے کہا: پھر ہم کیوں اپنے دین میں دباؤ کو قبول کریں؟ کیا ہم لوٹ جائیں اور ابھی تک اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان کوئی حکم نازل نہیں فرمایا' آپ نے فرمایا: اے ابن الخطاب! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز ضائع نہیں فرمائے گا' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے اس طرح کہا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا' حضرت ابوبکر نے اسی طرح جوابات دیئے تھے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوابات دیئے تھے' پس کہا: بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ ان کو ہرگز ہرگز کبھی بھی ضائع نہیں کرے گا' پھر سورۃ الفتح نازل ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ پوری سورت حضرت عمر کے سامنے پڑھی' پس حضرت عمر نے پوچھا: کیا یہ فتح ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۸۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۱۸۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَسْمَاءَ ابْنَةِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَيَّ اُمِّيْ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِيْ عَهْدِ قُرَيْشٍ اِذَا عَاهَدُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُدَّتِهِمْ مَعَ اَبِيْهَا فَاسْتَفْتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّيْ قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِبَةٌ اَفَاَصِلُهَا قَالَ نَعَمْ صِلِيْهَا.

سابقہ (۲۶۲۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس میری ماں آئیں اور وہ قریش کے عہد میں مشرکہ تھی جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ کیا تھا اور اس مدت میں حضرت اسماء اپنے والد کے پاس تھی' پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا' سو کہا: یارسول اللہ! بے شک میری ماں میرے پاس آئیں اور وہ اسلام سے اعراض کرنے والی ہیں' آیا میں ان سے صلۂ رحم کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم ان سے صلہ رحم کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۲۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۹ - بَابُ الْمُصَالَحَةِ عَلٰی ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اَوْ وَقْتٍ مَّعْلُوْمٍ
تین دن یا کسی اور معین مدت کے لیے صلح کرنا

اس باب میں مشرکین کے ساتھ تین دن کی مدت میں صلح کرنے کا ذکر ہے اور اگر تین دن سے زیادہ مدت ہو' مثلاً تین ماہ کی مدت کے لیے صلح کی جائے تو وہ بھی جائز ہے۔

۳۱۸۴ - **حَدَّثَنَا** اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ ابْنِ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ الْبَرَاءُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَرَادَ اَنْ يَّعْتَمِرَ اَرْسَلَ اِلٰی اَهْلِ مَكَّةَ يَسْتَاْذِنُهُمْ لِيَدْخُلَ مَكَّةَ فَاشْتَرَطُوْا عَلَيْهِ اَنْ لَّا يُقِيْمَ بِهَا اِلَّا ثَلَاثَ لَيَالٍ وَّلَا يَدْخُلَهَا اِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ وَلَا يَدْعُوَ مِنْهُمْ اَحَدًا قَالَ فَاَخَذَ يَكْتُبُ الشَّرْطَ بَيْنَهُمْ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَكَتَبَ هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالُوْا لَوْ عَلِمْنَا اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَمْ نَمْنَعْكَ وَلَبَايَعْنَاكَ وَلٰكِنْ اُكْتُبْ هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ اَنَا وَاللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَنَا وَاللّٰهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ وَكَانَ لَا يَكْتُبُ قَالَ فَقَالَ لِعَلِيٍّ اُمْحُ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ عَلِيٌّ وَّاللّٰهِ لَا اَمْحَاهُ اَبَدًا قَالَ فَاَرِنِيْهِ قَالَ فَاَرَاهُ اِيَّاهُ فَمَحَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ فَلَمَّا دَخَلَ وَمَضَى الْاَيَّامُ اَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوْا مُرْ صَاحِبَكَ فَلْيَرْتَحِلْ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ ثُمَّ ارْتَحَلَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عثمان بن حکیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: مجھے حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے مجھے اہل مکہ کی طرف ان سے یہ اجازت لینے کے لیے بھیجا تا کہ آپ مکہ میں داخل ہوں تو انہوں نے آپ پر یہ شرط لگائی کہ آپ مکہ میں صرف تین دن تک ٹھہریں گے اور مکہ میں اپنے ہتھیاروں کو صرف میان میں رکھ کر لائیں گے اور مکہ کے کسی آدمی کو نہیں بلائیں گے۔ راوی نے کہا: اور ان شرائط کو ان کے درمیان حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لکھ رہے تھے' پس انہوں نے لکھا: یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے' مشرکین نے کہا: اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ رسول اللہ ہیں تو ہم آپ کو (مکہ میں جانے سے) منع نہ کرتے اور ہم آپ سے ضرور بیعت کر لیتے لیکن آپ یہ لکھیں کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے' آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ہوں۔ راوی نے کہا: حضرت علی یہ نہیں لکھ رہے تھے۔ راوی نے کہا: پس آپ نے حضرت علی سے کہا: رسول اللہ (کے الفاظ) مٹا دو' تو حضرت علی نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان الفاظ کو کبھی بھی نہیں مٹاؤں گا' آپ نے فرمایا: پس مجھے یہ الفاظ دکھاؤ۔ راوی نے کہا: پس انہوں نے یہ الفاظ آپ کو دکھائے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ان الفاظ کو مٹا دیا' پس جب آپ (اگلے سال) مکہ میں داخل ہو گئے اور تین دن

گزر گئے تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اپنے پیغمبر سے عرض کریں کہ اب کوچ کریں' تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ہاں! پھر آپ (وہاں سے) روانہ ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۸۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں تین دن کی صلح کرنے کا ذکر ہے۔

۲۰ - بَابُ الْمُوَادَعَةِ مِنْ غَيْرِ وَقْتٍ — بغیر تعین مدت کے صلح کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بغیر تعین مدت کے بھی صلح کرنا جائز ہے۔

وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللّٰهُ بِهِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ہم تم کو اس وقت تک یہاں ٹھہرائیں گے جب تک اللہ تم کو یہاں ٹھہرائے گا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۴۲۸۵ میں مذکور ہے۔

اس باب کے ثبوت میں امام بخاری نے صرف اس تعلیق کو ذکر کیا ہے۔

۲۱ - بَابُ طَرْحِ جِيَفِ الْمُشْرِكِيْنَ فِي الْبِئْرِ وَلَا يُؤْخَذُ لَهُمْ ثَمَنٌ — مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینک دینا اور ان کے معاوضہ میں قیمت نہ لینا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنا جائز ہے' اور ان کے عوض قیمت لینا جائز نہیں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جن مشرکین کو کنوئیں میں پھینکا گیا تھا' وہ مشرکین مکہ کے رؤسا تھے اور اگر ان کے ورثاء کو یہ موقع دیا جاتا کہ وہ ان کی لاشوں کو کنویں سے نکال کر کہیں دفن کر دیں تو وہ اس کے لیے بہت زیادہ مال خرچ کر سکتے تھے' اور ان لاشوں کے عوض قیمت لینا اس لیے جائز نہیں ہے کہ وہ مردار ہیں اور مردار کو ملکیت میں لینا جائز نہیں ہے اور نہ اس کا معاوضہ لینا جائز ہے۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ مشرکین نے یہ ارادہ کیا کہ مشرکین کی لاشوں کو خرید لیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو فروخت کرنے سے انکار کیا۔ (سنن ترمذی: ۱۷۱۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۸)

امام ابن اسحاق نے مغازی میں ذکر کیا ہے کہ مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آپ نوفل بن عبداللہ بن المغیرہ کی لاش ان کو بیچ دیں' جو خندق میں گر کر مر گیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمیں اس کی قیمت کی ضرورت ہے نہ اس کے جسد کی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۴۴)

۳۱۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ وَّحَوْلَهٗ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ إِذْ جَاءَ عُقْبَةُ بْنُ أَبِي مُعَيْطٍ بِسَلٰى جَزُوْرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از ابی اسحاق از عمرو بن میمون از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں تھے اور آپ کے گرد مشرکین قریش کے لوگ تھے' اس وقت عقبہ بن ابی معیط اونٹنی

فَقَذَفَهُ عَلٰی ظَهْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَرْفَعْ رَأْسَهُ حَتّٰی جَاءَتْ فَاطِمَةُ عَلَیْهَا السَّلَامُ فَاَخَذَتْ مِنْ ظَهْرِهٖ وَدَعَتْ عَلٰی مَنْ صَنَعَ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلَیْكَ الْمَلَاَ مِنْ قُرَیْشٍ اَللّٰهُمَّ عَلَیْكَ اَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَّعُتْبَةَ بْنَ رَبِیْعَةَ وَشَیْبَةَ بْنَ رَبِیْعَةَ وَعُقْبَةَ بْنَ اَبِیْ مُعَیْطٍ وَ اُمَیَّةَ بْنَ خَلَفٍ اَوْ اُبَیَّ بْنَ خَلَفٍ فَلَقَدْ رَاَیْتُهُمْ قُتِلُوْا یَوْمَ بَدْرٍ فَاُلْقُوْا فِیْ بِئْرٍ غَیْرَ اُمَیَّةَ اَوْ اُبَیٍّ فَاِنَّهٗ كَانَ رَجُلًا ضَخْمًا فَلَمَّا جَرُّوْهُ تَقَطَّعَتْ اَوْصَالُهٗ قَبْلَ اَنْ یُّلْقٰی فِی الْبِئْرِ.

کا بچہ دان لے کر آیا اور اس نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر ڈال دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر اقدس نہیں اٹھایا حتیٰ کہ حضرت سیّدتنا فاطمہ علیہا السلام آئیں' انہوں نے اس بچہ دان کو آپ کی پشت انور سے اٹھایا اور جنہوں نے یہ کام کیا تھا ان کے خلاف دعا کی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! قریش کی اس جماعت کو پکڑ لے! اے اللہ! ابوجہل بن ہشام کو پکڑ لے اور عقبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو اور عقبہ بن ابی معیط کو اور امیہ بن خلف کو! اور ابی بن خلف کو (حضرت ابن مسعود نے کہا:) پس میں نے ان سب کو دیکھا وہ سب غزوۂ بدر میں قتل کر دیئے گئے تھے اور ان (کی لاشوں) کو کنویں میں ڈال دیا گیا سوائے امیہ یا ابی کے' کیونکہ وہ بہت بھاری بھرکم شخص تھا' جب انہوں نے اس کو گھسیٹا تو کنویں میں ڈالنے سے پہلے اس کے جوڑ الگ الگ ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینک دینے کا ذکر ہے' تاہم اس عنوان کے دوسرے جز کے مطابق اس حدیث میں ذکر نہیں ہے' اس کے مطابق ہم نے سنن ترمذی اور مسند احمد سے حدیث ذکر کی ہے۔

۲۲ - بَابُ اِثْمِ الْغَادِرِ لِلْبَرِّ وَالْفَاجِرِ

غداری کا گناہ' خواہ غداری کسی نیک آدمی کے ساتھ کی جائے یا بدکار کے ساتھ

غدار کا معنی ہے: بدعہدی کرنا اور عہد شکنی اور وعدہ خلافی کرنا۔

۳۱۸۷'۳۱۸۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَیْمَانَ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَعَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِّوَاءٌ یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ قَالَ اَحَدُهُمَا یُنْصَبُ وَقَالَ الْاٰخَرُ یُرٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُعْرَفُ بِهٖ.

(صحیح مسلم: ۱۷۳۶' الرقم المسلسل: ۴۴۲۴' سنن ابن ماجہ: ۲۸۷۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان الاعمش از ابووائل از عبداللہ اور از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہو گا' ایک راوی نے کہا: اس جھنڈے کو گاڑ دیا جائے گا' دوسرے راوی نے کہا: قیامت کے دن اس جھنڈے کو دکھایا جائے گا جس سے اس شخص کو پہچان لیا جائے گا۔

جھنڈا رئیسِ لشکر کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور تمام لشکر والے اس کے تابع ہوتے ہیں' اس حدیث میں ہے: ہر عہد شکن کا ایک جھنڈا ہوتا ہے' یعنی اس کی ایک علامت ہوتی ہے جس سے وہ لوگوں میں مشہور ہو جاتا ہے۔

۳۱۸۸ - حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از

عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يُّنْصَبُ بِغَدْرَتِهٖ.

[اطراف الحدیث: ٦١٧٧-٦١٧٨-٦٩٦٦-٧١١١] (صحیح مسلم: ١٧٣٥، الرقم المسلسل: ٤٤٢٠)

ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہر عہد شکن کے لیے اس کی عہد شکنی کی وجہ سے ایک جھنڈا گاڑ دیا جائے گا۔

عہد شکنی کے بالعموم حرام ہونے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ قیامت کے دن عہد شکن کی یہ سزا ہوگی کہ اس کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا تاکہ لوگ اس کی عہد شکنی کو پہچان لیں، پس لوگ اس جھنڈے کو دیکھ کر اس کے گناہ کو پہچان لیں گے اور یہ اس قسم کی سزا ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ (ھود: ١٨)

اور اس سے زیادہ ظالم اور کون ہے جس نے جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان باندھا، وہ لوگ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے: یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا، سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے! ۝

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں بہ طور عموم کہا ہے: عہد شکنی کا گناہ۔ خواہ عہد شکنی کسی نیک آدمی کے ساتھ کی جائے یا بدکار کے ساتھ، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً فرمایا ہے: ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا، پس اس عموم میں ہر وہ شخص داخل ہے جس کے ساتھ عہد شکنی کی جائے خواہ وہ نیک ہو یا بدکار ہو، اس سے معلوم ہوا کہ تمام لوگوں کے ساتھ عہد شکنی کرنا حرام ہے خواہ وہ نیک ہوں یا بد ہوں، کیونکہ عہد شکنی کرنا ظلم ہے اور جس طرح متقی پر ظلم کرنا حرام ہے، اسی طرح بدکار پر بھی ظلم کرنا حرام ہے اور اس لیے بھی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو تمام مکہ والوں پر احسان فرمایا، مؤمنوں پر بھی اور منافقوں پر بھی اور ان سب کو امان دے دی اور جب آپ کی امان سب کے لیے عام ہے اور آپ کا عفو و درگزر کرنا سب کو شامل ہے تو پھر کسی کے ساتھ بھی عہد شکنی کرنا جائز نہیں ہے، کسی نیک آدمی کے ساتھ نہ کسی بدکار آدمی کے ساتھ۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۶۰-۳۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

٣١٨٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَّاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا وَقَالَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَاِنَّهٗ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا يُعْضَدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اب ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد ہے اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو نکل پڑو، اور آپ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: بے شک اس شہر کو اللہ نے اس دن حرم بنایا ہے جس دن آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، پس وہ اللہ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے اور مجھ سے پہلے اس شہر میں کسی کے لیے بھی قتال کرنا جائز نہیں ہوا

شَوْكُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقْطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهُ فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ قَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ.

اور میرے لیے بھی صرف دن کی ایک ساعت کے لیے اس میں قتال حلال ہوا تھا' پس اب وہ اللہ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے' اس کا کوئی کانٹا توڑا جائے گا نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا اور نہ اس کی گری پڑی چیز اُٹھائی جائے گی' سوا اس شخص کے جو اس گری ہوئی چیز کا اعلان کرے اور نہ اس کی گھاس کاٹی جائے گی' پھر حضرت عباس رضی اللہ نے کہا: یا رسول اللہ! سوا اذخر کے کیونکہ وہ ان کے لوہاروں اور گھروں کے کام آتی ہے' تو آپ نے فرمایا: سوائے اذخر کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں عہد شکنی کے حرام ہونے کا ذکر ہے۔

آسمانوں کی تخلیق کے دن مکہ کو حرم بنانے کی وضاحت اور حدیث مذکور کو عہد شکنی کے گناہ کے باب میں ذکر کرنے کی وجوہ

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا' اسی دن مکہ کو حرم بنایا تھا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ مکہ کو حرم بنانا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم قدیم ہے' پھر اس حکم کو آسمانوں کی پیدائش کے ساتھ مربوط کرنے کی کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دن اس حکم کا لوحِ محفوظ میں اظہار فرمایا تھا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حدیث کو عہد شکن کے گناہ کے باب میں ذکر کرنے کی کیا مناسبت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ارشاد ہے: اور جب تم کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو نکل پڑو۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو ان کا جہاد کے لیے جانا واجب ہے اور جو شخص جہاد کے لیے نہیں گیا' اس نے عہد شکنی کی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے ایک ساعت کے لیے مکہ میں قتال کیا تھا' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ میں قتال کرنا عہد شکنی نہیں تھی' نیز یہ بتانا مقصود ہے کہ عہد شکنی سے صرف یہ مراد نہیں ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ جو عہد کرتے ہیں ان کی خلاف ورزی ممنوع ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف جو کام کیا جائے وہ بھی عہد شکنی ہے' چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (البقرہ:۲۷)

وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پکا کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز کو اللہ نے ملانے کا حکم دیا ہے اس کو کاٹ دیتے ہیں اور زمین میں دہشت گردی کرتے ہیں' وہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں ○

اور چونکہ قریش مکہ نے عہد شکنی کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیے ہوئے عہد کی خلاف ورزی کی تھی' اس لیے ان سے مکہ میں قتال کرنے کی اجازت دی گئی۔ (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۵۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

کتاب الجزیہ کی تکمیل

یہ کتاب الجزیہ ہے اور اس سے پہلے کتاب الخمس تھی اور یہ دونوں کتابیں کتاب الجہاد کا بقیہ ہیں' ان میں احادیث مرفوعہ کی تعداد ایک سو سالہ (۱۱۶) ہے' ان میں سترہ تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں اور ان میں سڑسٹھ (۶۷) مکررات ہیں اور باقی خالص احادیث ہیں۔

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّدنا محمد خاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین! آج ۱۲ محرم ۱۴۳۰ھ/ ۱۰ جنوری ۲۰۰۹ء بروز ہفتہ کتاب الجزیہ مکمل ہوگئی۔

الٰہ العلمین! اس کتاب کو قبول فرما اور قیامت تک کے لیے اس کو فیض آفرین بنادے' اور میری' میرے والدین کی اور قارئین کی مغفرت فرما! مجھے اس کتاب کو مکمل کرنے کی توفیق عطاء فرما! (آمین یارب العلمین!)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

٥٩- كِتَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ

مخلوقات کی پیدائش کی ابتداء کی کیفیت

اس عنوان میں ''بدء الخلق'' کا لفظ ہے' ''بدء'' کا معنی ہے: کسی چیز کی ابتداء کرنا' یہاں مراد ہے: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی پیدائش کی کس طرح ابتداء کی؟

١ - بَابُ مَاجَاءَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ (الروم:٢٧) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق: اور وہی ہے جو ابتداءً مخلوق کو پیدا کرتا ہے اور وہی پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے (الروم:٢٧)

یعنی مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے' اس میں مشرکین کا ردّ ہے جو مخلوق کے دوبارہ پیدا کرنے کا انکار کرتے تھے اور اس کو محال سمجھتے تھے۔

قَالَ الرَّبِيْعُ بْنُ خُثَيْمٍ وَّالْحَسَنُ كُلٌّ عَلَيْهِ هَيِّنٌ وَهَيْنٌ وَّهَيِّنٌ مِثْلُ لَيِّنٍ وَّلَيْنٍ وَّمَيْتٍ وَّمَيِّتٍ وَّضَيْقٍ وَّضَيِّقٍ ﴿اَفَعَيِيْنَا﴾ (ق:١٥) اَفَاَعْيَا عَلَيْنَا حِيْنَ اَنْشَاكُمْ وَاَنْشَاَ خَلْقَكُمْ ﴿لُغُوْبٌ﴾ (فاطر:٣٥) اَلنَّصَبُ ﴿اَطْوَارًا﴾ (نوح:١٤) طَوْرًا كَذَا وَطَوْرًا كَذَا عَدَا طَوْرَهٗ اَيْ قَدْرَهٗ.

الربیع بن خثیم اور حسن بصری نے کہا: ہر چیز اللہ پر آسان ہے' اور ''هَيِّن'' اور ''هَيْن'' کے الفاظ ''لَيِّن'' اور ''لَيْن'' کی مثل ہیں اور ''مَيِّت'' اور ''مَيْت'' کی مثل ہیں اور ''ضيق'' اور ''ضَيِّق'' کی مثل ہیں' تو کیا پہلی بار پیدا کر کے ہم تھک گئے ہیں؟ (ق:١٥) یعنی جب اس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے مادے کو پیدا کیا تو کیا اس (عمل) نے ہم کو تھکا دیا تھا؟ ''لغوب'' کا معنی ہے: تھکاوٹ' اور ''اطوارًا'' کے معنی ہیں: احوالِ مختلفہ' کبھی اس حالت میں کبھی دوسری حالت میں ''عدا طوره'' کا معنی ہے: فلاں اپنے مرتبہ سے بڑھ گیا۔

امام بخاری نے یہ بیان کرنے کے لیے کہ ہر چیز کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے آسان ہے' الربیع بن خثیم اور حسن بصری سے دو لفظ نقل کیے ہیں: ''هَيِّنٌ'' اور ''هَيْنٌ'' (یہ دو لغتیں ہیں اور دونوں کا معنی آسان ہے) جیسے ''لَيِّن'' اور ''لَيْن'' دو لغتیں ہیں اور دونوں کا

معنی نرم اور ملائم ہے اور جیسے ''مَیِّت'' اور ''مَیْت'' دو لغتیں ہیں اور دونوں کا معنی ہے: مرا ہوا' اور ''ضَیِّق'' اور ''ضَیْق'' دو لغتیں ہیں اور دونوں کا معنی تنگ یا تنگی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ (ق:۱۵) امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر کی' یعنی جب اس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے مادے کو پیدا کیا تو کیا اس عمل نے ہم کو تھکا دیا تھا' اس کے بعد امام بخاری نے کہا: ''لغوب'' کا معنی ہے: تھکاوٹ' اس قول میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍO (ق:۳۸)

اور بے شک ہم نے آسمانوں کو اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئیO

اس تعلیق میں امام بخاری نے ''طور'' کا لفظ بھی لکھا ہے' اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًاO (نوح:۱۴)

اور اس نے تمہیں کئی طور سے پیدا کیاO

یعنی پہلے تم نطفہ تھے' پھر تم کو خون کا لوتھڑا بنا دیا' پھر تم کو گوشت کا ٹکڑا بنا دیا' پھر اس گوشت پر ہڈیاں پہنا دیں۔

۳۱۹۰- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ نَفَرٌ مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا بَنِيْ تَمِيْمٍ اَبْشِرُوْا قَالُوْا بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا فَتَغَيَّرَ وَجْهُهٗ فَجَاءَهٗ اَهْلُ الْيَمَنِ فَقَالَ يَا اَهْلَ الْيَمَنِ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى اِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَبِلْنَا فَاَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ بَدْءَ الْخَلْقِ وَالْعَرْشِ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا عِمْرَانُ رَاحِلَتُكَ تَفَلَّتَتْ لَيْتَنِيْ لَمْ اَقُمْ.

[اطراف الحدیث: ۳۱۹۱-۳۳۶۵-۴۳۸۶-۷۴۱۸] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از جامع بن شداد از صفوان بن محرز از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ بنو تمیم کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی' آپ نے فرمایا: اے بنو تمیم! خوش خبری لو' انہوں نے کہا: آپ نے ہمیں خوش خبری دی ہے تو ہمیں (مال) عطاء فرمایئے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا' پھر یمن کے لوگ آئے' آپ نے فرمایا: اے اہل یمن! خوش خبری قبول کرو' کیونکہ بنو تمیم نے خوش خبری کو قبول نہیں کیا' انہوں نے کہا: ہم نے (خوش خبری کو) قبول کیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق کی اور عرش کی تخلیق کی ابتداء بیان کرنے لگے' پھر ایک شخص نے آ کر کہا: اے عمران! تمہاری اونٹنی بھاگ گئی' (حضرت عمران نے کہا:) کاش! میں اس مجلس سے نہ اُٹھتا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق اور عرش کی ابتداء کی کیفیت بیان فرمانے لگے تھے۔

مالِ دنیا کی طلب پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا افسوس کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خوش خبری دینے کا ذکر فرمایا تھا' اس سے یہ مراد تھی کہ مسلمانوں کو اُن کے نیک اعمال کی جزاء دی جائے گی اور ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا' پھر بنو تمیم میں سے جس شخص نے یہ کہا تھا کہ آپ ہمیں خوش خبری تو دے چکے ہیں' اب ہمیں مال عطاء کیجئے' اس کا نام اقرع بن حابس تھا' اس میں خانہ بدوشوں کی خصلت تھی۔

جب اقرع بن حابس نے مال کا سوال کیا تو آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا' اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے مالِ دنیا کو ترجیح دی یا اس کی وجہ یہ تھی کہ جب آپ نے مالِ غنیمت تقسیم کیا تھا تو اس موقع پر وہ حاضر نہیں تھے۔

اس حدیث میں اہل یمن کے آنے کا ذکر ہے' اس سے مراد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ کی قوم کے لوگ ہیں' ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ لوگ اسی وقت آئے تھے جب خیبر کی فتح کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ اور ان کے اصحاب حبشہ سے آئے تھے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے کہا: کاش! میں اونٹنی ڈھونڈنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں نہ اُٹھتا اور آپ کی احادیث سنتا رہتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱۹۱ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِىْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا جَامِعُ بْنُ شَدَّادٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقَلْتُ نَاقَتِىْ بِالْبَابِ فَاَتَاهُ نَاسٌ مِّنْ بَنِىْ تَمِيْمٍ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى يَابَنِىْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَدْ بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا مَرَّتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهِ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى يَا اَهْلَ الْيَمَنِ اِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالُوْا جِئْنَاكَ نَسْاَلُكَ عَنْ هٰذَا الْاَمْرِ قَالَ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَىْءٌ غَيْرُهٗ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ وَكَتَبَ فِى الذِّكْرِ كُلَّ شَىْءٍ وَّخَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ فَنَادٰى مُنَادٍ ذَهَبَتْ نَاقَتُكَ يَا ابْنَ الْحُصَيْنِ فَانْطَلَقْتُ فَاِذَا هِىَ يَقْطَعُ دُوْنَهَا السَّرَابُ فَوَاللّٰهِ لَوَدِدْتُّ اَنِّىْ كُنْتُ تَرَكْتُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جامع بن شداد نے حدیث بیان کی از صفوان بن محرز' ان کو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنی اونٹنی دروازہ کے ساتھ باندھ دی تھی' پھر آپ کے پاس بنوتمیم کے چند لوگ آئے' آپ نے فرمایا: اے بنوتمیم! خوش خبری کو قبول کرو' انہوں نے دو مرتبہ کہا: آپ ہمیں خوش خبری تو دے چکے ہیں' اب آپ ہمیں مال عطاء کیجئے' پھر آپ کے پاس اہل یمن کے چند لوگ آئے' آپ نے فرمایا: اے اہل یمن! خوش خبری کو قبول کرو کیونکہ بنوتمیم نے خوش خبری کو قبول نہیں کیا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے خوش خبری کو قبول کر لیا' انہوں نے کہا: ہم آپ کے پاس اس چیز کے متعلق سوال کرنے آئے تھے (یعنی تخلیق کائنات کے متعلق)' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا اور اس نے لوحِ محفوظ میں ہر چیز کو لکھ دیا اور آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا' پھر ایک منادی نے نداء کی: اے ابن الحصین! تمہاری اونٹنی بھاگ گئی' پس میں (مجلس سے) چلا گیا اور میں نے دیکھا وہ سراب کے پاس ہے' پس اللہ کی قسم! مجھے یہ پسند تھا کہ میں نے اونٹنی کو چھوڑ دیا ہوتا! (اور آپ کی احادیث سنی ہوتیں)

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے اور جو اس میں نئی باتیں ہیں' ان کی شرح ہم بیان کر رہے ہیں:

پانی پر عرش ہونے کا معنی' اوّل خلق کی متعدد احادیث میں تطبیق اور بعض مشکل الفاظ کے معانی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کا عرش پانی پر تھا۔

اس ارشاد کا معنی یہ ہے کہ عرش کے نیچے صرف پانی تھا' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ عرش اور پانی آسمانوں اور زمینوں سے پہلے پیدا کیے گئے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عرش اور پانی اس عالم کی تخلیق کا مبدأ ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث میں دوسری چیزوں کے متعلق تصریح ہے کہ ان کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا ہے' جیسا کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا' پس فرمایا: لکھ! اس نے کہا: میں کیا لکھوں؟ فرمایا: تقدیر لکھو جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ اَبد تک ہوگا۔

(سنن ترمذی: ۲۱۵۵' سنن ابوداؤد: ۴۷۰۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۷)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام محمد بن اسحاق نے یہ روایت کی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نور اور ظلمت کو پیدا کیا ہے' پھر ان کو ایک دوسرے سے ممتاز کیا' پس ظلمت کو سیاہ رات بنا دیا اور نور کو سفید دن بنا دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیّدنا محمد ﷺ کا نور پیدا کیا۔

ان روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ اوّلیت ایک امر اضافی ہے اور ہر وہ چیز جس کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ وہ اوّل ہے' وہ اپنے بعد والی چیزوں کے اعتبار سے اوّل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ان چیزوں میں تخلیق کی ترتیب اس طرح ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پانی کو پیدا کیا' پھر پانی کے اوپر عرش کو پیدا کیا' پھر قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا: جو کچھ ہونے والا ہے اس کو لکھو' پھر آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے' اس کو لکھو۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۵۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش سے پہلے عرش پانی پر تھا' اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ عرش پانی کی سطح پر تھا اور اس سے ملاصق تھا' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ عرش پانی کی محاذات میں تھا اور عرش اور پانی کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں تھی' اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارا رب تبارک وتعالیٰ کہاں تھا؟ آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی' اس کے نیچے بھی خلاء تھا اور اس کے اوپر بھی خلاء تھا اور اس نے اپنے عرش کو پانی پر پیدا کیا۔ (سنن ترمذی: ۳۱۰۹' سنن ابن ماجہ: ۱۸۲' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱)

ایک قول یہ ہے کہ پانی کے بعد قلم کو پیدا کیا اور جس حدیث میں ہے: سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا' وہ صحیح نہیں ہے۔

(کشف الخفاء: ۸۲۳۔ ج ۱ ص ۳۰۹)

آپ نے فرمایا: پھر اللہ نے ذکر میں ہر چیز کو لکھ دیا۔ اس سے مراد لوحِ محفوظ ہے' اس کو ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ اس میں ہر چیز کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں سراب کا لفظ ہے' اس سے مراد ریت کا قطعہ ہے جو دھوپ میں اس طرح چمکتا ہے کہ دیکھنے میں وہ پانی کا چشمہ

معلوم ہوتا ہے اور حضرت عمران بن حصین کی اونٹنی اس جگہ پر تھی۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ١٥٩ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ ھ)

٣١٩٢ - **وَرَوَاهُ عِيْسٰى عَنْ رَقَبَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ.**

اور اس حدیث کو عیسیٰ نے روایت کیا ہے از رقبہ از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان ایک جگہ کھڑے ہوئے' پس آپ نے ہم کو مخلوق کی ابتداء کی خبر دی حتیٰ کہ اہل جنت اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اور اہل دوزخ اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے' جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم ما کان و ما یکون کے متعلق احادیث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخلوق کی ابتداء سے لے کر ان کے جنت اور دوزخ میں استقرار تک کے احوال بیان کیے' یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجلس واحد میں مخلوقات کے تمام احوال بیان کر دیئے' ان کی پیدائش سے ان کے فناء ہونے تک اور پھر ان کی جزاء اور سزا پانے تک۔ پس اس حدیث میں مبدأ' معاش اور معاد کی خبر دی گئی ہے اور ان تمام احوال کو مجلس واحد میں بیان کر دینا آپ کا عظیم معجزہ ہے' علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جوامع الکلم عطاء کیے گئے تھے۔ اس حدیث کی مؤید امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں' آپ نے پوچھا: کیا تم یہ جانتے ہو کہ یہ کیسی دو کتابیں ہیں' ہم نے کہا: نہیں! یا رسول اللہ! سوا اس کے کہ آپ ہمیں بتائیں' سو آپ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی: یہ کتاب رب العلمین کی طرف سے ہے' اس میں اہل جنت کے اسماء ہیں اور ان کے باپ دادا کے اسماء ہیں اور ان کے قبائل کے اسماء ہیں' پھر ان کے آخر میں ان کا میزان لکھ دیا گیا ہے' پس اس میں کبھی بھی کمی اور بیشی نہیں ہو گی' پھر آپ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی: یہ کتاب رب العلمین کی طرف سے ہے' اس میں اہل دوزخ کے اسماء ہیں اور ان کے باپ دادا کے اسماء ہیں اور ان کے قبائل کے اسماء ہیں اور ان کے آخر میں ان کا میزان لکھ دیا گیا ہے' پس اس میں کبھی بھی کمی اور بیشی نہیں ہو گی' آپ کے اصحاب نے پوچھا: یا رسول اللہ! اگر اس کام سے فراغت ہو چکی ہے تو پھر ہم کس لیے عمل کریں؟ آپ نے فرمایا: ٹھیک ٹھیک کام کرو اور درستگی کے قریب کرو کیونکہ جنتی کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر کیا جاتا ہے خواہ وہ اس سے پہلے کوئی عمل کرتا رہا ہو' اور دوزخی کا خاتمہ دوزخیوں کے عمل پر کیا جاتا ہے خواہ وہ اس سے پہلے کوئی عمل کرتا رہا ہو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ جھاڑے اور ان دونوں کتابوں کو ایک طرف رکھ دیا' پھر فرمایا: تمہارا رب بندوں سے فارغ ہو چکا ہے' ایک فریق جنت میں ہو گا اور دوسرا فریق دوزخ میں ہو گا۔

(سنن ترمذی: ٢١٤١' مسند احمد ج ٢ ص ١٦٧)

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جنتیوں' دوزخیوں کا علم عطاء فرما دیا تھا۔

حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح بخاری کی حدیث مذکور کے مشابہ ہے' اور اس کی سند حسن ہے' صحیح

بخاری میں کم وقت میں زیادہ بیان کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں وسیع عبارت کو کم جگہ میں لکھنے کا ذکر ہے اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ جھاڑے اور ان کتابوں کو ایک طرف رکھ دیا' اس سے معلوم ہوا کہ وہ دونوں کتابیں صحابہ کو دکھائی دے رہی تھیں۔

حضرت حذیفہ کی حدیث میں بھی اس باب کی حدیث کے لیے شاہد ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے' پھر آپ نے اس مقام میں قیامت تک ہونے والے تمام اُمور بیان فرما دیئے اور کسی چیز کو ترک نہیں کیا' جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ (الحدیث) (صحیح البخاری: ۶۶۰۴' صحیح مسلم: ۲۸۹۱' سنن ابوداؤد: ۴۲۴۰)

میں کہتا ہوں: یہ حدیث امام ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس کے بعد لکھا ہے:

امام ابوعیسیٰ نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت مغیرہ بن شعبہ اور ابوزید بن اخطب' اور حضرت حذیفہ اور حضرت ابومریم سے بھی روایات ہیں' انہوں نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایسی حدیث بیان کی جس میں قیامت تک ہونے والے تمام اُمور کا ذکر تھا۔ (سنن ترمذی: ۲۱۹۱' مسند احمد ج ۳ ص ۷)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی زیادہ تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر چڑھے' پس آپ نے ہمیں خطبہ دیا' حتیٰ کہ ظہر کا وقت آ گیا' پھر آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی' پھر منبر پر چڑھے پس ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر کا وقت آ گیا' پھر آپ منبر سے اترے' پس نماز پڑھائی' پھر آپ منبر پر چڑھے' پس ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا' پس آپ نے ہمیں ما کان وما یکون کی خبر دی (یعنی جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے) پس ہم میں سے زیادہ جاننے والا وہ تھا جو زیادہ حافظہ والا تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۹۲' الرقم المسلسل: ۷۱۶۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام ترمذی نے حضرت ابوسعید کی طویل حدیث بیان کی ہے اور اس کا عنوان ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر قیامت تک ہونے والے تمام واقعات بیان کر دیئے اور اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی یہی مراد ہے کہ آپ نے دن کے اوّل حصہ سے لے کر غروب آفتاب تک منبر پر کھڑے قیامت تک ہونے والے تمام اُمور بیان فرما دیئے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۵۷' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے جوابات پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں: ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ما کان وما یکون کا علم عطاء فرمایا تھا' نیز ان احادیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ایک دن میں قیامت تک کے واقعات کو بیان کر دینا کس طرح ممکن ہے؟ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کا ایک جواب یہ لکھا ہے کہ یہ آپ کا معجزہ ہے اور یہ جواب درست ہے۔ دوسرا جواب یہ لکھا ہے کہ آپ کو جوامع الکلم عطاء کیے گئے تھے۔ اس جواب سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ آپ نے تمام واقعات کو تفصیلاً جزی جزی نہیں بیان فرمایا بلکہ اجمالی طور پر اہم اہم باتیں بیان فرما دیں' میرے نزدیک یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ اس پر مبنی ہے کہ زیادہ وقت میں ہونے والا کام کم وقت میں نہیں ہو سکتا' حالانکہ آپ دیکھیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتی آصف بن برخیاء نے تین ماہ کی مسافت پر واقع تخت بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے لا کر رکھ دیا تو جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک امتی تین ماہ میں ہونے والے کام کو پلک جھپکنے سے پہلے کر

سکتا ہے تو جن کے سامنے حضرت سلیمان بھی امتی کے درجہ میں ہیں' وہ ایک دن میں قیامت تک کے واقعات کیوں بیان نہیں کر سکتے بلکہ آپ چاہتے تو ایک دن کے بجائے ایک پل میں یہ تمام واقعات بیان فرما دیتے اور جو شخص ایک دن میں ان واقعات کے بیان کرنے کو مشکل سمجھتا ہو' وہ واقعۂ معراج پر کس طرح ایمان لائے گا' کیونکہ واقعۂ معراج میں آپ فرش سے عرش تک گئے اور واپس آئے اور یہ سب ایک پل میں ہو گیا۔

۳۱۹۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ عَنْ اَبِیْ اَحْمَدَ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُرَاهُ یَقُوْلُ اللّٰهُ شَتَمَنِی ابْنُ اٰدَمَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهٗ اَنْ یَّشْتِمَنِیْ وَیُكَذِّبُنِیْ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهٗ اَمَّا شَتْمُهٗ فَقَوْلُهٗ اِنَّ لِیْ وَلَدًا وَّاَمَّا تَكْذِیْبُهٗ فَقَوْلُهٗ لَیْسَ یُعِیْدُنِیْ كَمَا بَدَاَنِیْ.

[اطراف الحدیث: ۴۹۷۴۔۴۹۷۵] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی از ابی احمد از سفیان از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے دکھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم نے مجھے گالی دی اور اس کو نہیں چاہیے تھا کہ وہ مجھے گالی دیتا' اور مجھے جھٹلاتا ہے اور یہ اس کو نہیں چاہیے تھا' رہا اس کا گالی دینا تو وہ اس کا یہ کہنا ہے کہ میرا بیٹا ہے اور رہا اس کا جھٹلانا تو وہ اس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ مجھے دوبارہ پیدا نہیں کرے گا جیسا کہ اس نے مجھے ابتداءً پیدا کیا ہے۔

''شتم'' کا معنی

اس حدیث میں ''شتم'' کا لفظ ہے جس کو اُردو میں گالی دینے سے تعبیر کرتے ہیں اور دراصل ''شتم'' کا معنی ہے: کسی شخص کا ایسا وصف بیان کرنا جس میں اس کی توہین اور اس کا نقص ہو اور وہ وصف اس کی غیرت کے منافی ہو' کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہو تو بیٹا باپ کی مثل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ واجب اور قدیم ہے تو اس کا بیٹا بھی واجب اور قدیم ہوگا اور اس سے دو قدیموں کا ہونا لازم آئے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے منافی ہے۔

محدثین نے کہا ہے کہ یہ حدیث کلام قدسی ہے یا پھر اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الہام اور وحی کے ذریعہ اس بات کی خبر دی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے الفاظ سے اپنی امت کو اس معنی کی خبر دی۔

۳۱۹۴ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُغِیْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِیُّ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَضَی اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِیْ كِتَابِهٖ فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ اِنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ غَضَبِیْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن عبدالرحمان القرشی نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ مخلوق کو پیدا کر چکا تو اس نے اپنی اُس کتاب میں لکھا جو عرش کے اوپر ہے کہ بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

[اطراف الحدیث: ۷۴۰۴۔۷۴۱۲۔۷۴۵۳۔۷۵۵۳۔۷۵۵۴] (صحیح مسلم: ۲۷۵۱' الرقم المسلسل: ۶۸۶۳' سنن ترمذی: ۳۵۴۳' سنن ابن ماجہ: ۴۲۹۵۔۱۸۹)

قضاء کا معنی

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں قضا کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا جیسا کہ اس آیت میں ہے:

فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ. (فصلت: ۱۲) پس اللہ نے دو دنوں میں ان کو سات آسمان بنایا۔

یعنی ان کو پیدا کیا اور ہر وہ کام جو پختگی اور مضبوطی سے بنایا جائے اس کو قضاء کہتے ہیں۔

نیز فرمایا: اس نے اپنی اس کتاب میں لکھا جو عرش کے اوپر ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: جو کتاب عرش کے نیچے ہے انہوں نے عرش کی تعظیم کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ کوئی مخلوق اللہ کے عرش کے اوپر نہیں ہو سکتی اور انہوں نے کہا: ''فوق'' کا معنی نیچے بھی ہوتا ہے جیسے اس آیت میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا. (البقرہ: ۲۶) اللہ تعالیٰ کسی مثال کے بیان کو ترک نہیں فرماتا خواہ وہ مچھر کی مثال ہو یا اس سے بھی کم چیز کی ہو۔

اس آیت کی تاویل میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ خواہ مچھر کی مثال ہو یا اس سے بڑی چیز کی مثال ہو دوسری تاویل یہ ہے کہ خواہ وہ مچھر سے بھی چھوٹی کسی چیز کی مثال ہو کیونکہ یہاں پر مطلوب کسی چھوٹی چیز کو بیان کرنا ہے۔

لوحِ محفوظ کے عرش کے اوپر ہونے اور اللہ تعالیٰ کے عرش کے اوپر ہونے کا معنی

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: جب اللہ مخلوق کو پیدا کر چکا تو اس نے اپنی اس کتاب میں لکھا جو عرش کے اوپر ہے۔ اس حدیث میں کتاب سے مراد لوحِ محفوظ ہے جس میں تمام مخلوقات کی اقسام کا ذکر ہے اور ان کے اُمور کا بیان ہے اور ان کی مدتِ حیات اور ان کے رزق کی مقدار کا ذکر ہے اور جو ان کے متعلق فیصلے کیے گئے اور جو ان کا انجام ہے لوحِ محفوظ میں ان سب باتوں کا ذکر ہے اس حدیث میں ذکر ہے کہ وہ لوحِ محفوظ عرش کے اوپر ہے عرش اللہ عزوجل کی مخلوق ہے اور یہ محال نہیں ہے کہ اس کی مخلوق کتاب اس کو مَس کر رہی ہو کیونکہ جو فرشتے عرش کے حاملین ہیں ان کے متعلق روایت ہے کہ وہ عرش کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں اور یہ محال نہیں ہے کہ جب وہ عرش کو اُٹھائیں تو اس کو مَس کریں اگرچہ حقیقت میں عرش کا اٹھانے والا اللہ عزوجل ہے۔

مسلمان جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے تو اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کو مس کر رہا ہے یا اس پر بیٹھا ہوا ہے یا اس کی کسی جہت میں اور حیز میں ہے اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے مبائن اور الگ ہے اور وہ کس کیفیت سے عرش پر ہے اس کا ہم کو علم نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ. (الشوریٰ: ۱۱) اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

(اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۷۱۔ ۱۷۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ جب اللہ کی رحمت اس کے غضب پر سابق ہے تو پھر فساق مؤمنین کو پہلے ۔۔۔ عذاب کیوں ہوگا؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سابق ہے غضب سے مراد اس کا لازمی معنی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس پر غضب ہو اس سے انتقام لینے کا ارادہ کرے یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تعلق اس کے غضب کے تعلق پر سابق اور غالب ہے رحمت اس کی ذاتِ مقدسہ کا تقاضا ہے اور غضب کا تعلق بندے کے سابق عمل کے ساتھ ہے اور وہ حادث ہے۔

اب اس پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ بعض فساق مؤمنین کو پہلے ان کے گناہوں پر عذاب ہوگا' اس کے بعد انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا' جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا غضب اس کی رحمت پر سابق ہے اور یہ اس حدیث کے برعکس ہے اور اس اعتراض کے وارد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رحمت غضب پر سابق ہے' کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ پہلے رحم فرماتا ہے' پھر سزا دیتا ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ رحمت اس کی ذات کا تقاضا ہے اور غضب بندہ کے فعل حادث پر موقوف ہے اور ذات کا تقاضا بندہ کے فعل پر مقدم ہے۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ رحمت اور غضب اس کی صفاتِ فعل سے ہیں' صفاتِ ذات سے نہیں ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ بعض فعل بعض پر مقدم ہوں۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ رحمت غضب پر غالب ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن پر رحم فرماتا ہے' ان کی تعداد ان سے بہت زیادہ ہے جن پر وہ غضب فرماتا ہے' نیز اللہ تعالیٰ بغیر استحقاق کے رحم فرماتا ہے اور غضب اسی پر فرماتا ہے جو غضب کا مستحق ہوتا ہے کیونکہ اللہ اس وقت بھی رحم فرماتا ہے جب بندہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اور جب وہ دودھ پیتا ہے اور جب وہ روٹی کھانے لگتا ہے حالانکہ اس وقت اس نے کوئی ایسی اطاعت یا عبادت نہیں کی ہوتی جس کا تقاضا اس پر رحمت ہو اور بندہ پر غضب اسی وقت فرماتا ہے جب وہ گناہ کر کے غضب کا مستحق ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۵۳۔ ۱۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲ - بَابُ مَاجَاءَ فِیْ سَبْعِ اَرَضِیْنَ — سات زمینوں کے متعلق احادیث

اس باب میں سات زمینوں کے متعلق احادیث بیان کی گئی ہیں:

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۝﴾ (الطلاق: ۱۲) اَلْاٰیَةَ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ ہی ہے جس نے سات آسمانوں کو پیدا کیا اور اتنی ہی زمینوں کو پیدا کیا' ان کے درمیان (تقدیر کے موافق) اس کا حکم (تکوینی) نازل ہوتا ہے' تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے' اور بے شک اللہ کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۝ (الطلاق: ۱۲)

سات زمینوں کے متعلق مفسرین کی آراء

قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

مراد یہ ہے کہ زمینوں کے عدد آسمانوں کے عدد کی مثل ہیں۔

اس عبارت کی شرح میں علامہ احمد بن محمد بن عمر خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ سات آسمانوں کی طرح زمینوں کے بھی سات طبقات ہیں جو ایک دوسرے سے ممتاز اور منفصل ہیں اور احادیث صحیحہ میں بھی یہی معروف ہے۔

حضرت خالد بن ولید مخزومی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دعا اس طرح کی:

اے اللہ! سات آسمانوں کے رب اور جن پر ان کا سایا ہے اور زمینوں کے رب اور جن کو ان زمینوں نے اُٹھایا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سات اقالیم ہیں اور یہ مسئلہ ضروریاتِ دین میں سے نہیں ہے' حتیٰ کہ اس کا منکر یا اس میں متردد کافر ہو اور ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ سات آسمانوں کی طرح سات زمینوں کے بھی طبقات ہیں۔

(عنایۃ القاضی علی البیضاوی ج ۹ ص ۲۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

جمہور کا مختار یہ ہے کہ یہ مثلیت عدد سے ہے یعنی سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں ہیں' حدیث میں ہے: اللہ غاصب کے گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈال دے گا' ایک قول یہ ہے کہ یہ سات طبقات ہیں اور ہر دو طبقوں کے درمیان مسافت ہے اور ان میں اللہ کی مخلوق رہتی ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ ان میں جن اور فرشتے رہتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سات زمینیں پھیلی ہوئی ہیں' ایک دوسرے کے اوپر نہیں ہیں اور ان کے درمیان سمندر ہے اور ان سب کے اوپر آسمان ہے۔

(البحر المحیط ج ۱۰ ص ۲۰۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

سات زمینوں کے متعلق صریح احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب بیٹھے ہوئے تھے' اس وقت ان کے سروں پر سے ایک بادل گزرا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ بادل ہے اور یہ زمین کے کونے ہیں' اللہ تعالیٰ اس بادل کو اس قوم کی طرف بھیج رہا ہے جو شکر نہیں کرتی اور نہ اس کو پکارتی ہے' پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے اوپر کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ پہلا آسمان ہے' یہ محفوظ چھت ہے اور رکی ہوئی موج ہے' پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے درمیان اور اس آسمان کے درمیان کتنی مسافت ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں! آپ نے فرمایا: تمہارے درمیان اور اس آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے' آپ نے پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو اس آسمان کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: اس کے اوپر دو آسمان ہیں' ان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے حتیٰ کہ آپ نے سات آسمانوں کو گنا اور ہر دو آسمانوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی آسمان اور زمین کے درمیان مسافت ہے' پھر آپ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کے اوپر عرش ہے' اس کے اور آسمان کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا دو آسمانوں کے درمیان ہے' آپ نے پھر پوچھا: کیا تم جانتے ہو تمہارے نیچے کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ زمین ہے' پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اس زمین کے نیچے کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: اس کے نیچے ایک اور زمین ہے' ان دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے' پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! اگر تم کسی شخص کو زمین سے باندھ کر سب سے نچلی زمین تک لٹکاؤ تو وہ اللہ تعالیٰ پر گرے گا' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (الحدید: ۳) وہی اوّل ہے اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہے اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ۝

(سنن ترمذی: ۳۲۹۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۰' کتاب الاسماء والصفات ص ۳۹۹)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے کسی پر ظلم کر کے اس کی زمین چھینی' اس کے گلے میں اتنی زمین کا سات زمینوں تک طوق بنا کر ڈالا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۵۲' صحیح مسلم: ۱۶۱۰' سنن ابوداؤد: ۴۷۷۲' سنن ابن ماجہ: ۱۴۲۱)

﴿وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ﴾ (الطور: ۵) اَلسَّمَاءُ. اور ''السقف المرفوع'' سے مراد آسمان ہے۔

سورۃ الطّور کی آیت: ۵ میں ''السقف المرفوع'' کا لفظ ہے' امام بخاری نے کہا ہے: اس سے مراد آسمان ہے' وہ آیت یہ ہے:

وَالطُّوْرِO وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍO فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍO وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِO وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِO (الطور: ۵-۱)

قسم ہے طور کیO اور لکھی ہوئی کتاب کیO کشادہ ورق میںO اور (قسم ہے) بیت المعمور کیO اور اونچی چھت کیO

﴿سَمْكَهَا﴾ (النازعات: ۲۸). بِنَآءَ هَا. ''سمکھا'' کا معنی ہے: اس کی عمارت بنائی۔

امام بخاری نے اس عبارت سے یہ بتایا ہے کہ النّزٰعٰت: ۲۸ میں ''سمکھا'' کا معنی ہے: اس کی عمارت بنائی' وہ آیت یہ ہے:

رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَاO (النّزٰعٰت: ۲۸) اللہ نے اسے بنایا' اس کی چھت اونچی کی' پھر اس کو ہم وار کیا۔

﴿اَلْحُبُكُ﴾ (الذاریات: ۷) اِسْتِوَاؤُهَا وَحُسْنُهَا. ''الحبك'' کا معنی ہے: اس کی ہم واری اور اس کا حسن۔

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ الذّٰریٰت: ۷ میں ''الحبك'' کا معنی ہم واری اور حسن ہے' وہ آیت یہ ہے:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِO (الذاریات: ۷) قسم ہے راستوں والے آسمان کیO

﴿وَاَذِنَتْ﴾ (الانشقاق: ۲) سَمِعَتْ وَاَطَاعَتْ. اور ''اذنت'' کا معنی ہے: اس نے سنا اور اطاعت کی۔

امام بخاری نے اس عبارت سے یہ بتایا ہے کہ الانشقاق: ۲-۱ میں ''اذنت'' کا معنی ہے: اس نے سنا اور اطاعت کی۔ وہ آیت یہ ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْO وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْO (الانشقاق: ۲-۱) جب آسمان پھٹ جائے گاO اور اپنے رب کا حکم مانے گا اور یہ اس پر حق ہےO

﴿وَاَلْقَتْ﴾ اَخْرَجَتْ ﴿مَا فِيْهَا﴾ (الانشقاق: ٤). ''والقت'' کا معنی ہے: زمین میں جو مُردے ہیں اس نے ان کو باہر نکال دیا اور زمین ان سے خالی ہوگئی۔

اس کے بعد والی آیت میں جو ''القت'' کا لفظ ہے' امام بخاری اس کا معنی بیان کر رہے ہیں اور وہ آیت یہ ہے:

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْO وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْO وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْO (الانشقاق: ۴-۲)

اور اس نے اپنے رب کا حکم مانا اور اس پر حق تھا کہ وہ اس کا حکم مانےO اور جب زمین پھیلا دی جائے گیO اور جو کچھ اس کے اندر ہے اس کو نکال کر زمین خالی ہو جائے گیO

مِنَ الْمَوْتٰى ﴿وَتَخَلَّتْ﴾ (انشقاق: ٤) عَنْهُمْ ﴿طَحٰهَا﴾ (الشمس: ٦). مردوں سے (خالی ہو جائے گی) (انشقاق: ۴) اُن سے۔ اس نے اس کو پھیلا دیا ہے۔ (الشمس: ٦)

اس عبارت سے امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ الشمس: ٦ میں جو ''وما طحٰها'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اس کو پھیلا دیا۔ وہ آیت یہ ہے:

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَاO (الشمس: ٦) اور زمین کی قسم اور اس کی قسم جس نے اس کو پھیلایاO

دَحَاهَا ﴿السَّاهِرَةُ﴾ (النازعات: ١٤) وَجْهُ الْاَرْضِ كَانَ فِيْهَا الْحَيَوَانُ نَوْمُهُمْ وَسَهَرُهُمْ. ''بالساهرة'' کا معنی ہے: روئے زمین جس میں جانداروں کا سونا ہے اور ان کا بیدار ہونا ہے۔

امام بخاری نے اس عبارت سے یہ اشارہ کیا ہے کہ قرآن مجید میں جو ''الساهرة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی روئے زمین ہے' وہ

آیت یہ ہے:

فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ O (النزعت: ۱۴)

پس وہ اچانک حشر کے کھلے میدان میں ہوں گے O

۳۱۹۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِي كَثِيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَكَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اُنَاسٍ خُصُوْمَةٌ فِيْ اَرْضٍ فَدَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَذَكَرَ لَهَا ذٰلِكَ فَقَالَتْ يَا اَبَا سَلَمَةَ اِجْتَنِبِ الْاَرْضَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ظَلَمَ قِيْدَ شِبْرٍ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ. (صحیح مسلم: ۱۶۱۲، الرقم المسلسل: ۴۰۲۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے خبر دی از علی بن المبارک' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از محمد بن ابراہیم بن الحارث از ابی سلمہ بن عبدالرحمان اور ان کے اور لوگوں کے درمیان ایک زمین میں تنازع تھا' پس وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے اس (زمین کے) تنازع کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اے ابوسلمہ! زمین سے اجتناب کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے بالشت کے برابر (بھی) زمین ظلم سے لی تو اس زمین کے نیچے سات زمینوں تک کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس شخص کو اس غصب شدہ زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور یہ سات زمینیں اس کی گردن میں طوق کی طرح ہو جائیں گی۔

۳۱۹۶ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ شَيْئًا مِّنَ الْاَرْضِ بِغَيْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلٰى سَبْعِ اَرَضِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از موسیٰ بن عقبہ از سالم از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے تھوڑی سی زمین بھی ناحق لی' اس کو اس زمین میں قیامت تک سات زمینوں تک دھنسایا جاتا رہے گا۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

۳۱۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَلسَّنَةُ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِّنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُّتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِيْ بَيْنَ جُمَادٰى وَ شَعْبَانَ.

(صحیح مسلم: ۱۶۷۹، الرقم المسلسل: ۴۲۷۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین از حضرت ابن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: زمانہ گھوم کر پھر اسی حالت پر آ گیا ہے جس حالت پر اس دن تھا جب اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا تھا' سال کے بارہ مہینے ہیں' ان میں چار مہینے حرمت والے ہیں' تین مہینے تو لگاتار ہیں: ذوالقعدۃ' ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا مہینہ قبیلہ مضر کے رجب کا ہے جو جمادیٰ اور شعبان کے درمیان ہوتا ہے۔

اس باب کا عنوان ہے: سات زمینیں' اور اس حدیث میں سات زمینوں کا ذکر نہیں' اس لیے یہ حدیث اس باب کے مطابق نہیں ہے۔

٣١٩٨ - حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلٍ اَنَّهُ خَاصَمَتْهُ اَرْوٰی فِیْ حَقٍّ زَعَمَتْ اَنَّهُ انْتَقَصَهُ لَهَا اِلٰی مَرْوَانَ فَقَالَ سَعِیْدٌ اَنَا اَنْتَقِصُ مِنْ حَقِّهَا شَیْئًا اَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّهُ یُطَوَّقُهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرَضِیْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از سعید بن زید بن عمرو بن نفیل' وہ بیان کرتے ہیں کہ اروٰی سے ان کا ایک زمین کے متعلق تنازع ہوا' اروٰی کا یہ زعم تھا کہ انہوں نے اس کی زمین غصب کر لی ہے' اروٰی نے مروان کے پاس اس مقدمہ کو دائر کیا' سعید بن زید نے کہا: کیا میں اس کا حق دبا سکتا ہوں' حالانکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے ضرور سنا ہے: جس نے کسی شخص کی ایک بالشت کے برابر زمین بھی ظلماً غصب کر لی تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق اس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٥٢ میں گزر چکی ہے۔

قَالَ ابْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ لِیْ سَعِیْدُ بْنُ زَیْدٍ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

ابوالزناد نے کہا: از ہشام از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے سعید بن زید نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔

سات زمینوں کے متعلق اثر ابن عباس

امام ابن ابی حاتم متوفی ٣٢٧ھ روایت کرتے ہیں:

ابوالضحیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے الطلاق: ١٢ کی تفسیر میں روایت کیا ہے: یہ سات زمینیں ہیں' ہر زمین میں تمہارے نبی کی مثل ایک نبی ہے اور آدم کی مثل آدم ہیں اور نوح کی مثل نوح ہیں اور ابراہیم کی مثل ابراہیم ہیں اور عیسیٰ کی مثل عیسیٰ ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ١٨٩١٩' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا' حافظ ذہبی نے بھی کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ (المستدرک ج ٢ ص ٤٩٣' طبع قدیم)

جبکہ علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ٧٥٤ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ (البحر المحیط ج ١٠ ص ٢٠٥)

حافظ ابن کثیر متوفی ٧٧٤ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو اسرائیلیات سے اخذ کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ١ ص ٤٨' دار الفکر' بیروت' ١٤١٨ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

یہ اثر اجماع مسلمین اور صریح آیات کے مخالف ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ١٦٢ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

اثر ابن عباس پر اہم اشکال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس اثر پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ اگر ہر زمین میں سیدنا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہوں اور خاتم النبیین ہوں' پس اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد ہیں تو آپ خاتم النبیین نہ رہے' پس وہ آپ کی مثل نہ ہوئے کیونکہ آپ کے بعد ان زمینوں میں محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہیں اور اگر ان زمینوں میں آپ سے پہلے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہیں تو پھر وہ خاتم النبیین نہ رہے کیونکہ ان کے بعد آپ کی نبوت ہے اور جب وہ خاتم النبیین نہیں ہیں تو پھر آپ کی مثل نہ ہوئے' حالانکہ اس اثر میں یہ مذکور ہے کہ ہر زمین میں تمہارے نبی کی مثل نبی ہے۔

اشکال مذکور کا جواب شیخ قاسم نانوتوی سے

شیخ قاسم نانوتوی متوفی ١٢٩٧ھ نے اس اشکال کے جواب میں لکھا ہے:

سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں' مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ''ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین'' فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ (تحذیر الناس ص ٣' مطبوعہ دیوبند' ١٣٩٥ھ)

شیخ نانوتوی کے جواب پر علماء کے تبصرے

اس عبارت پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے تکفیر کی ہے' کیونکہ خاتم النبیین کا یہ معنی کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے بعد ہے' قطعی اور متواتر ہے اور اس کا انکار کفر ہے اور شیخ نانوتوی نے اس معنی کو عوام کا خیال لکھا ہے۔

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ١٣٥٢ھ' اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ اثر مرّہ کی وجہ سے شاذ ہے اور جو چیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے قطعی طور پر ثابت ہو' اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا انکار کفر ہے اور جو چیز آپ سے ثابت نہ ہو اس کا تسلیم کرنا اور اس پر ایمان لانا ہم پر واجب نہیں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ اثر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد نہیں ہے' لہٰذا اس کی شرح میں اپنے آپ کو تھکانا نہیں چاہیے۔ مولانا نانوتوی نے اس اثر کی شرح میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام انہوں نے ''تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس'' رکھا ہے اور اس میں یہ تحقیق کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اس کے منافی نہیں ہے کہ کسی اور زمین میں دوسرا خاتم ہو' جیسا کہ اثر ابن عباس میں ہے' اور مولانا نانوتوی کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر زمین کے لیے اسی طرح آسمان بھی ہے' جس طرح ہماری زمین کے لیے آسمان ہے' اور قرآن مجید سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام سات آسمان صرف اسی زمین کے لیے ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت ابن عباس کے اس اثر کے ساتھ ہماری نماز اور روزہ کا کوئی امر متعلق نہیں ہے تو اس اثر کی شرح کو چھوڑنا بہتر ہے۔ (فیض الباری ج ٣ ص ٣٣٤۔٣٣٣' مطبوعہ حجازی' قاہرہ' ١٣٥٧ھ)

٣ - بَابٌ فِي النُّجُوْمِ — ستاروں کے متعلق

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ستاروں کے متعلق کیا کہا گیا ہے۔

وَقَالَ قَتَادَةُ ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ﴾ (الملک:٥) خَلَقَ هٰذِهِ النُّجُوْمَ لِثَلَاثٍ جَعَلَهَا

اور قتادہ نے کہا: (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) اور بے شک ہم نے نزدیک کے آسمان کو چراغوں سے مزین فرمایا۔ (الملک:٥) ان

زِيْنَـةً لِّلسَّمَاءِ وَرُجُوْمًا لِّلشَّيَاطِيْنِ وَعَلَامَاتٍ يُّهْتَدٰى بِهَـا فَمَنْ تَاَوَّلَ فِيْهَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ اَخْطَاَ وَاَضَاعَ نَصِيْبَـهٗ وَتَكَلَّفَ مَا لَا عِلْمَ لَـهٗ بِهٖ.

ستاروں کو تین وجوہ سے پیدا کیا گیا: (۱)ان کو آسمان کے لیے زینت بنایا (۲)ان کو شیاطین پر مارنے کے لیے بنایا (۳)اوران کو راستے پر ہدایت کی علامات بنایا' سو جس شخص نے ان اُمور کے علاوہ کچھ اور کہا اس نے خطاء کی اور اس نے اپنا حصہ ضائع کر دیا' اور جس چیز کا اسے علم نہیں ہے' اس میں کوشش کی۔

اس تعلیق کی امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔
خطیب بغدادی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ستاروں میں نظر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ قیصر نے قس بن ساعدہ ایادی سے سوال کیا: کیا تم نے ستاروں میں نظر کی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے راستہ کی علامات دیکھنے کے لیے ستاروں پر نظر کی ہے اور اس میں غیب کا حال معلوم کرنے کے لیے نظر نہیں کی۔

امام ابوحنیفہ کی کتاب الانواء میں لکھا ہوا ہے کہ ستاروں میں اس حیثیت سے نظر کرنا کہ یہ کائنات میں تاثیر کرتے ہیں' مذموم ہے اور جس نے تاثیر کو ستاروں کے خالق کی طرف منسوب کیا اور اس کا یہ زعم تھا کہ آئندہ ہونے والے کاموں کے لیے یہ ستارے علامات ہیں' اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿هَشِيْمًا﴾ (الکہف:۴۵). مُتَغَيِّرًا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ''ہشیم'' کا معنی متغیر ہے۔

درج ذیل آیت میں ''ھشیم'' کا لفظ ہے' جس کا معنی امام بخاری نے متغیر بتایا ہے:

فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ. (الکہف:۴۵)

پھر (وہ سبزہ) سوکھی ہوئی گھاس ہو گیا جس کو ہوائیں اُڑاتی ہیں۔

وَالْاَبُّ مَايَاْكُلُ الْاَنْعَامُ.

اور ''الاب'' کا معنی وہ (چارا) ہے جس کو مویشی کھاتے ہیں۔

امام بخاری نے جس لفظ کا معنی بیان کیا ہے' وہ درج ذیل آیت میں ہے:

وَحَدَآئِقَ غُلْبًاO وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّاO (عبس:۳۱-۳۰)

اور گھنے باغ O اور میوے اور مویشیوں کا چارا O

وَ ﴿الْاَنَامُ﴾ (الرحمٰن:۱۰) اَلْخَلْقُ.

اور ''الانام'' کا معنی مخلوق ہے۔

''الانام'' کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِO (الرحمٰن:۱۰)

اور اس نے زمین کو مخلوق کے لیے (نیچے) رکھا O

﴿بَرْزَخٌ﴾ (المومنون:۱۰۰) حَاجِبٌ.

''برزخ'' کا معنی آڑ ہے۔

''برزخ'' کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِO (الرحمٰن:۲۰)

ان کے درمیان آڑ ہے وہ ایک دوسرے کی طرف بڑھ نہیں سکتے O

وَقَـالَ مُـجَـاهِدٌ ﴿اَلْفَـافًا﴾ (النباء:۱۶) مُـلْتَفَّةً

اور مجاہد نے کہا: ''الفافا'' کا معنی ہے: گھنے (ایک دوسرے

وَّالْغُلْبُ الْمُلْتَفَّةُ . سے ملے ہوئے) اور ''غلبًا'' کا معنی بھی گھنے باغ ہے۔

''الفافًا'' کا لفظ اس آیت میں ہے:

وَجَنّٰتٍ اَلْفَافًاO (النباء:١٦) اور گھنے باغاتO

اور ''غُلْبًا'' کا لفظ اس آیت میں ہے:

وَحَدَآئِقَ غُلْبًاO (عبس:٣٠) اور گھنے باغاتO

﴿فِرَاشًا﴾ (البقرہ:٢٢) مِهَادًا كَقَوْلِهٖ ﴿وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ﴾ (البقرہ:٣٦) ﴿نَكِدًا﴾ (الاعراف:٥٨) قَلِيْلًا. اور ''فراش'' کا معنی بچھونا ہے۔ (البقرہ:٢٢) جیسے اس آیت میں ہے: اور زمین تمہارے لیے ٹھکانا ہے۔ (البقرہ:٣٦) ''نکدا'' کا معنی قلیل ہے۔

''نکدًا'' کا لفظ اس آیت میں ہے:

وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا. (الاعراف:٥٨) اور جو زمین خراب ہو اس سے تھوڑی پیداوار نکلتی ہے۔

امام بخاری نے ان آیات کا اس لیے ذکر کیا ہے کہ ان آیات میں زمین اور اس کی پیداوار کا ذکر فرمایا ہے۔

ہر چند کہ اس باب کا عنوان ستارے ہے' لیکن امام بخاری نے اس باب میں درج صرف پہلی آیت ذکر کی ہے جس میں ستاروں کا ذکر ہے اور اس کے بعد جتنی آیات ذکر کی ہیں' ان سب میں زمین اور اس کی پیداوار کا ذکر ہے' تاہم ان آیات کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے' نیز اس باب کے عنوان کے ثبوت میں امام بخاری نے کسی حدیث کو بھی روایت نہیں کیا۔

٤ - بَابُ صِفَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ

اس کا بیان کہ سورج اور چاند کی گردش حساب سے ہے

اس باب میں سورج اور چاند کے حساب سے چلنے کی صفت بیان کی گئی ہے۔

﴿بِحُسْبَانٍ﴾ قَالَ مُجَاهِدٌ كَحُسْبَانِ الرَّحٰى . مجاہد نے کہا: جیسے چکی معین حساب سے گردش کرتی ہے۔

یعنی سورج اور چاند معین حساب سے گردش کرتے ہیں جیسے چکی کے پاٹ معین حساب سے گردش کرتے ہیں۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ بِحِسَابٍ وَّمَنَازِلَ لَا يَعْدُوَانِهَا . اور دوسروں نے کہا: سورج اور چاند کی حساب سے منازل مقرر ہیں جن سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔

اس معنی کو امام ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حُسْبَانٌ جَمَاعَةُ حِسَابٍ مِثْلُ شِهَابٍ وَّشُهْبَانٍ. ''حُسبان'' کا معنی حساب کرنے والوں کی جماعت ہے' جیسے ''شهاب'' اور ''شهبان'' ہے۔

یعنی ''حُسبان'' کا لفظ کبھی بہ طور جمع استعمال ہوتا ہے اور کبھی بہ طور مصدر۔

﴿ضُحٰهَا﴾ (الشمس:١) ضَوْءُهَا. ''ضحاها'' کا معنی ہے: سورج کی روشنی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَاO (الشمس:١) قسم ہے سورج کی اور اس کی چمک کیO

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ اس آیت میں ''ضحٰی'' کا معنی ہے: سورج کی روشنی۔

﴿اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ﴾ (یٰس:٤٠) لَايَسْتُرُ ضَوْءُ اَحَدِهِمَا ضَوْءَ الْاٰخَرِ وَلَايَنْبَغِيْ لَهُمَا ذٰلِكَ ﴿سَابِقُ النَّهَارِ﴾ (یٰس:٤٠) يَتَطَالَبَانِ حَثِيْثَانِ ﴿نَسْلَخُ﴾ (یٰس:٣٧) نُخْرِجُ اَحَدَهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ وَنُجْرِيْ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

(سورۂ یٰسین میں ہے:) سورج چاند کو نہیں پا سکتا' اس کا معنی ہے: ان میں سے ہر ایک دوسرے کی روشنی کو چھپا نہیں سکتا' اور نہ یہ ان کو چاہیے (نیز اسی سورت میں ہے: اور نہ رات) دن پر سبقت کر سکتی ہے' اس کا معنی ہے: دن اور رات ہر ایک دوسرے کو طلب کرنے کے لیے جلدی کر رہے ہیں (اور اسی سورت میں ''نسلخ'' کا لفظ ہے) اس کا معنی ہے: ہم دن اور رات میں سے ہر ایک کو دوسرے سے نکال لیتے ہیں۔

امام بخاری نے ''ان تدرك القمر'' سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ. (یٰس:٤٠)

نہ سورج کو لائق ہے کہ وہ چاند کو پالے اور نہ رات سبقت کرنے والی ہے دن پر۔

الضحاک نے کہا: دن کے آنے سے پہلے رات زائل نہیں ہوتی اور داؤدی نے کہا: رات اپنے وقت سے پہلے نہیں آتی۔ یعنی دونوں ایک دوسرے کو طلب کرنے کے لیے جلدی کر رہے ہیں۔

اور اس سورت میں ہے:

نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ. (یٰس:٣٧)

ہم رات سے دن کھینچ لیتے ہیں۔

''انسلخ'' کا معنی ہے: اخراج' کہا جاتا ہے: بکری سے کھال کھینچ کر نکال لی' اس کا معنی ہے: ہم نے دن کو کھینچ کر رات سے نکال لیا' اور ہم رات اور دن میں سے ہر ایک کو کھینچ کر دوسرے سے نکال لیتے ہیں۔

﴿وَاهِيَةٌ﴾ (الحاقۃ:١٦) وَهْيُهَا تَشَقُّقُهَا.

''واھیۃ'' اور اس کا معنی ہے: اس کو پھاڑتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ○ (الحاقۃ:١٦)

اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن (بالکل) کمزور ہو جائے گا ○

امام بخاری نے اس تفسیر سے یہ بتایا ہے کہ ''الوھی'' کا معنی تشقیق ہے' یعنی پھاڑنا۔

﴿اَرْجَآئِهَا﴾ (الحاقۃ:١٧) مَالَمْ يَنْشَقَّ مِنْهَا فَهِيَ عَلٰى حَافَتَيْهِ كَقَوْلِكَ عَلٰى اَرْجَاءِ الْبِئْرِ.

اور اسی سورت میں ''ارجائھا'' ہے' یعنی جب تک آسمان پھٹے گا نہیں' فرشتے آسمانوں کے کناروں پر ہوں گے' جیسے کہتے ہیں: فلاں کنویں کے کناروں پر ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَالْمَلَكُ عَلٰى اَرْجَآئِهَا. (الحاقۃ:١٧)

اور فرشتے اس کے کناروں پر (کھڑے) ہوں گے۔

امام بخاری یہ بتا رہے ہیں کہ اس آیت میں ''ارجاء'' کا معنی کنارہ ہے۔

﴿اَغْطَشَ﴾ (النازعات:٢٩) وَ ﴿جَنَّ﴾ (الانعام:٧٦) اَظْلَمَ.

اور ''اغطش'' کا اور ''جنّ'' معنی ہے: اندھیرا کر دیا' تاریک کر دیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا. (النزعت:۲۹) اور اس کی رات کو تاریک کر دیا۔

امام بخاری یہ بتا رہے ہیں کہ اس آیت میں "اغطش" کا معنی ہے: تاریک کر دیا۔

وَقَالَ الْحَسَنُ ﴿كُوِّرَتْ﴾ (التکویر:۱) تُكَوَّرُ حَتّٰى يَذْهَبَ ضَوْءُهَا. اور حسن بصری نے کہا: "کورت"، "تکور" سے ماخوذ ہے یعنی کسی چیز کو اس طرح لپیٹ دیا جائے کہ اس کی روشنی چلی جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ O (التکویر:۱) جب سورج لپیٹ دیا جائے گا O

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ اس آیت میں "کورت" کا معنی ہے کہ سورج کو اس قدر لپیٹ دیا جائے گا کہ اس کی روشنی باقی نہ رہے۔

﴿وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ O﴾ (الانشقاق:۱۷) جَمَعَ مِنْ دَابَّةٍ. اور "والیل وما وسق" کا معنی ہے: جو جمع کرے جیسے چوپایوں کو جمع کرے۔

امام بخاری نے جس آیت کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:

وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ O (الانشقاق:۱۷) اور رات کی قسم اور ان چیزوں کی جس کو رات اپنے اندر سمیٹ لے! O

﴿اِتَّسَقَ﴾ (الانشقاق:۱۸) اِسْتَوٰى. "اتسق" کا معنی ہے: سیدھا ہوا۔

"اتسق" کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ O (لانشقاق:۱۸) اور چاند کی قسم جب وہ پورا ہو جائے! O

﴿بُرُوْجًا﴾ (الحجر:۱۶) مَنَازِلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ. "بروجًا" کا معنی ہے: سورج اور چاند کی منزلیں۔

"بروج" کا ذکر قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا. (الفرقان:۶۱) بڑی برکت والا ہے جس نے آسمان میں (سورج اور چاند کی) منزلیں بنائیں۔

﴿اَلْحَرُوْرُ﴾ (الفاطر:۲۱) بِالنَّهَارِ مَعَ الشَّمْسِ. "الحرور" کا معنی ہے: دن میں دھوپ کی گرمی۔

"الحرور" کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ O (فاطر:۲۱) اور نہ سایا اور نہ تیز دھوپ O

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْحَرُوْرُ بِاللَّيْلِ وَالسَّمُوْمُ بِالنَّهَارِ. اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "الحرور" کا معنی ہے: رات کی گرمی اور "السموم" کا معنی ہے: دن کی گرمی۔

امام ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کی ہے کہ "ظل" سے مراد جنت ہے اور "الحرور" سے مراد دوزخ ہے۔

يُقَالُ ﴿يُوْلِجُ﴾ (الحج:۶۱) يُكَوِّرُ. "یولج" کا معنی ہے: لپیٹتا ہے، داخل کرتا ہے۔

''یولج'' کا لفظ اس آیت میں ہے:

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ. (الحج:٦١) وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے۔

﴿وَلِيْجَةً﴾ (التوبہ:١٦) كُلُّ شَيْءٍ اَدْخَلْتَهُ فِيْ شَيْءٍ. ''ولیجۃ'' کا معنی ہے: ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا۔

''ولیجۃ'' کا لفظ قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً. (التوبہ:١٦)

(اے مسلمانو!) کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ تم (یوں ہی) چھوڑ دیئے جاؤ گے' حالانکہ اللہ نے تم میں سے ابھی ان لوگوں کو ظاہر نہیں فرمایا جنہوں نے جہاد کیا اور اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہیں بنایا۔

(یہ تمام تشریحات عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۶۲۔۱۵۹ سے لی گئی ہیں)

٣١٩٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ ذَرٍّ حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَتَدْرِيْ اَيْنَ تَذْهَبُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاْذِنُ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَيُوْشِكُ اَنْ تَسْجُدَ فَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا وَتَسْتَاْذِنُ فَلَا يُؤْذَنُ لَهَا يُقَالُ لَهَا ارْجِعِيْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَّغْرِبِهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ (یٰس:٣٨).

[اطراف الحدیث: ۴۸۰۲۔ ۴۸۰۳۔ ۷۴۲۴۔ ۷۴۳۳] (صحیح مسلم:۱۵۹' سنن ابوداؤد: ۴۰۰۲' سنن ترمذی: ۲۱۹۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم التیمی از والد خود از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر سے اس وقت فرمایا جب سورج غروب ہو چکا تھا' کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: بے شک سورج چلتا رہتا ہے حتیٰ کہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے' پھر (طلوع کی) اجازت طلب کرتا ہے' پس اس کو اجازت دی جاتی ہے اور قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے اور اس کا سجدہ نہ قبول کیا جائے اور وہ (طلوع کی) اجازت طلب کرے' پس اس کو اجازت نہ دی جائے اور اس سے کہا جائے گا: وہیں لوٹ جا جہاں سے تو آیا ہے' پھر سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق ہے: اور سورج اپنی قرار گاہ تک چلتا رہتا ہے' یہ بہت غلبہ والے' بہت علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے O (یٰس:٣٨)

فرش کے نیچے سورج کے سجدہ کرنے کے اشکال پر علامہ عینی' حافظ ابن حجر اور علامہ کورانی کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ سجدہ کا معنی ہے: پیشانی کو رکھ دینا اور سورج کی پیشانی ہی نہیں ہے تو اس کا سجدہ کیسے ہوگا اور اگر سجدہ سے مراد اطاعت اور انقیاد ہو تو دائماً سورج اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ سورج کے غروب کے وقت کو سجدہ کرنے والے کے ساتھ تشبیہ دی جائے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ سورج تو زمین میں غروب ہوتا ہے تو یہ

عرش کے نیچے سجدہ کیسے ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عرش زمین کو محیط ہے لہٰذا زمین پر سجدہ کرنا عرش کے نیچے سجدہ کرنے کے حکم میں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اصحابِ ہیئت یہ کہتے ہیں کہ سورج فلک (مدار) میں نصب (گڑا ہوا) ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ چلنا اور گردش کرنا فلک کے لیے ہو اور ظاہر حدیث کا تقاضا یہ ہو کہ یہ چلنا سورج کے لیے ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جب اہل ہیئت کا قول کلام رسول سے متصادم ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور کلام رسول برحق ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے اور اہل ہیئت کا کلام اندازہ اور تخمین وظن پر مبنی ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ محال نہیں ہے کہ وہ سورج کو اپنے چلنے کی جگہ سے نکال کر عرش کے نیچے لے جائے اور وہاں سورج سجدہ کر کے لوٹ آئے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ O (یٰس: ۴۰) اور ہر سیارہ اپنے مدار میں تیر رہا ہے O

یعنی ہر سیارہ اپنے مدار میں گردش کر رہا ہے تو میں کہتا ہوں کہ سورج کا اپنے مدار میں گردش کرنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ عرش کے نیچے وہاں سجدہ نہ کر سکے جہاں اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۶۴۔ ۱۶۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ بعض لوگوں نے سورج کے سجدہ کرنے کا انکار کیا ہے حالانکہ اس کا سجدہ کرنا صحیح ہے اور ممکن ہے۔ بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ سورج کے سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا مطیع ہے اور اس کے احکام کا پابند ہے اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ سورج اپنے چلنے کی جگہ سے نکلے اور عرش کے نیچے سجدہ کر کے لوٹ آئے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اگر انہوں نے سورج کے نکلنے سے اس کا ٹھہرنا مراد لیا ہے پھر تو واضح ہے ورنہ اس کے نکلنے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں سجدہ کرنے سے مراد سورج کا سجدہ کرنا نہ ہو بلکہ سورج کے ساتھ جو فرشتے مقرر کیے گئے ہیں ان کا سجدہ کرنا مراد ہو یا سجدہ سے مراد یہ ہو کہ وہ اپنے حال سے سجدہ کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ مطیع اور فرماں بردار ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۶۴ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے حافظ ابن حجر کی اس توجیہ کا رد کیا ہے کہ سورج کے سجدہ کرنے سے مراد فرشتوں کا سجدہ کرنا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس توجیہ پر کوئی دلیل نہیں ہے اس لیے یہ غیر معتبر ہے نیز یہ توجیہ ظاہر حدیث کے خلاف ہے اور اس میں حقیقت سے انحراف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ عرش کے نیچے سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ عرش کی حکومت اور اس کی سلطنت کے نیچے سجدہ کیا جائے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ظاہر کلام اور اس کی حقیقت سے بھاگنے کی کیا ضرورت ہے علاوہ ازیں ہم یہ کہتے ہیں کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اور ان کے علاوہ تمام جہان کی چیزیں عرش کے نیچے ہیں پس جب سورج اس جگہ سجدہ کرے گا جہاں اللہ نے اس کے لیے سجدہ کرنا مقدر کر دیا ہے تو یہ کہنا صحیح ہوگا کہ سورج نے عرش کے نیچے سجدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ حیوانات اور جمادات کو سجدہ کرنے پر قادر کر دے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ سورج سجدہ کیسے کر سکتا ہے سجدہ تو پیشانی رکھنے کو کہتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں ایسی کوئی چیز وارد نہیں ہے جو اس پر دلالت کرے کہ سورج کا سر نہیں ہے بلکہ سورج کا طلوع کی اجازت طلب کرنا اس مطلب میں صریح

ہے کہ اس کا سر بھی ہے اور اس کی زبان بھی ہے اور وہ اپنے ارادہ سے حرکت کرتا ہے اور یہ توجیہ کی گئی ہے کہ سورج کے سجدہ کرنے سے مراد بہ طور تشبیہ اس کا غروب ہونا ہے' یہ توجیہ صحیح نہیں ہے' اس کی طرف توجہ نہ کی جائے' ان لوگوں نے سجدہ سے تو غروب مراد لے لیا' یہ لوگ اجازت طلب کرنے کی کیا توجیہ کریں گے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ١٦٦' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

ان بزرگ شارحین نے اشکالِ مذکور کے جو جوابات دیئے ہیں وہ اقناعی ہیں' یعنی ان کے شاگرد اور مرید تو ان جوابات سے مطمئن ہو سکتے ہیں اور قناعت کر سکتے ہیں لیکن مناظر خاموش نہیں ہوگا' خصوصاً اس دور کا کوئی سائنس کا طالب علم ان جوابات پر قناعت نہیں کرے گا' ہم نے مقدور بھر کوشش کی ہے کہ اس اشکال کی کوئی معقول توجیہ کریں جس کو سب تسلیم کر سکیں۔

فنقول وباللہ التوفیق!

سورج کے سجدہ کرنے اور سجدہ میں پڑے رہنے کی مصنف کی طرف سے توجیہ

سورج کے سجدہ کرنے کے متعلق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی جس قدر روایات بیان کی گئی ہیں' ان سب میں یہ مذکور ہے کہ غروب کے وقت سورج عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے اور پھر اسی حالت میں پڑا رہتا ہے' حتیٰ کہ اجازت لینے کے بعد پھر واپس لوٹتا ہے اور بلند ہو کر صبح کے وقت طلوع ہوتا ہے' جب کہ مشاہدہ اور عقل صریح اس کے سراسر خلاف ہے' کیونکہ سورج نہ کسی جگہ ٹھہرتا ہے نہ اُلٹے پاؤں واپس لوٹتا ہے بلکہ ہر آن اور ہر ساعت اس کا طلوع اور غروب دونوں عمل میں آ رہے ہیں' اور اس کا ایک اُفق میں غروب بعینہٖ دوسرے اُفق پر طلوع ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس حدیث سے کیا مراد ہے؟ اس کا حقیقی علم تو اللہ اور اس کے رسول ہی کو ہے' ان احادیث سے ہم جو کچھ سمجھ سکے ہیں وہ یہ ہے کہ رسول اللہ نے غروبِ آفتاب کو آفتاب کے سجدہ سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ہر چیز کی عبادت اس کے حال کے مطابق ہوتی ہے' لہٰذا سورج جب نصف النہار کے وقت حالت استواء پر ہوتا ہے تو اس کا یہ استواء قیام ہے' زوال کے بعد جب سورج ڈھل جاتا ہے تو اس کا ڈھلنا رکوع ہے اور جب اُفق پر غروب ہوتا ہے تو یہ سجدہ سے مشابہ ہے اور جس اُفق پر سورج غروب ہوتا ہے وہ چونکہ عرش کے نیچے واقع ہے' اس لیے اس کو عرش کے نیچے سجدہ کرنے سے تعبیر فرمایا۔ رہا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سورج کے سجدہ کرنے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ''فلا تزال كذالك'' اس کا یہ مطلب نہیں کہ رات بھر سورج سجدہ میں پڑا رہے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حالت سجدہ (یعنی غروب) ہی میں اس سے کہا جائے گا: ''ارجعي من حيث جئت'' جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ' اور لوٹنے کا مطلب اُلٹے پاؤں واپس جانا نہیں ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے نظامِ طبعی کے تحت لوٹنا ہے' یعنی معروف طریقہ کے مطابق جس اُفق سے غروب ہوا ہے' اس کے مقابل دوسرے اُفق پر طلوع ہو' پھر اپنی منازل طے کرتا ہوا اس اُفق پر غروب ہو کر سابق اُفق پر طلوع ہو جائے' اس طرح اپنا دورہ مکمل کرنے کے بعد سورج اس اُفق سے پھر طلوع ہوتا ہے جس سے غروب ہوا تھا' قیامت تک یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے گا لیکن جب قیامت قائم ہو گی تو سورج جس اُفق سے غروب ہوا تھا' اس اُفق پر جانب غروب سے ہی طلوع ہو جائے گا۔ ''لله الحمد على ما الهمني من حل اشكال هذا الحديث''

(شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۴۹-۶۴۸' فرید بک سٹال' لاہور)

اشکالِ مذکور کا مصنف کی طرف سے دوسرا جواب

اس اشکال کا ایک اور جواب میں اب پیش کر رہا ہوں' اس کی تقریر یہ ہے کہ اس سے پہلی آیتوں میں وجودِ باری تعالیٰ اور توحید باری پر دلائل قائم کیے گئے ہیں اور زمین کی روئیدگی اور اس کی پیداوار اور دن اور رات کے توارد سے یہ بتایا گیا ہے کہ زمین سے لے

کہ آسمانوں تک ہر چیز اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان ہے اور اس کے احکام کے مطابق اس کائنات کا نظام چل رہا ہے' اور اب اسی سلسلہ میں یہ دلیل قائم فرمائی ہے کہ اور سورج اپنی مقرر شدہ منزل تک چلتا رہتا ہے' یہ بہت غالب' بے حد علم والے کا بنایا ہوا نظام ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی یہ وضاحت فرمائی کہ جب سورج غروب ہوتا ہے تو عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ کے اذن سے اپنے نکلنے کی جگہ سے طلوع ہوتا ہے' اس ارشاد میں آپ نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے جو سورج کی پرستش کرتے ہیں' اس کو خدا مانتے ہیں اور اس کو عبادت کا مستحق قرار دیتے ہیں' آپ نے یہ بتایا کہ خدا تو وہ ہے جس کے احکام کی اطاعت کی جائے' سورج کہاں سے حاکم ہو گیا' وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کر رہا ہے' اور وہ عبادت کا مستحق کیسے ہو گیا وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے سامنے سر بہ سجود ہے' اور سورج کے عرش کے نیچے سجدہ کرنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اپنا سر عرش کے نیچے رکھ کر ہماری طرح سجدہ کرتا ہے کیونکہ ہر چیز کی عبادت اس کے حسب حال ہوتی ہے' درختوں کی ساخت حالت قیام کے مشابہ ہے' وہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے لیے حالت قیام میں عبادت کر رہے ہیں' چوپایوں اور مویشیوں کی جسمانی بناوٹ حالت رکوع کے مماثل ہے' وہ اس طرح حالت رکوع میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں' اور پہاڑوں کی ساخت قعود کے مشابہ ہے تو وہ اس طرح حالت قعود میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں' اور 1
حشرات الارض کی جسمانی بناوٹ حالت سجدہ کے مماثل ہے' سو وہ اس طرح سجدہ کی کیفیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں' غرض جو چیز جس حال میں ہے' وہ اسی حال میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہی ہے' جو چیزیں متحرک ہیں' وہ حالت حرکت میں اس کی عبادت کر رہی ہیں اور جو چیزیں ساکن ہیں' وہ حالت سکون میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہی ہیں' جو حقائق ناطق ہیں وہ حالت نطق میں اور جو حقائق ساکت ہیں' وہ حالت سکوت میں اس کی عبادت کر رہے ہیں اور ہر چیز نے اپنی عبادت کے طریقہ کو پہچان لیا ہے' جیسا کہ قرآن شریف میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ.

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمینوں کی کل مخلوق اور صف باندھے ہوئے اُڑنے والے پرندے' سب اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں اور ہر چیز کو اس کی نماز اور اس کی تسبیح کا علم ہے۔ (النور:۴۱)

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر چیز ہماری طرح نماز پڑھتی ہے اور ہماری طرح تسبیح کرتی ہے' بلکہ ہر چیز اپنے حسب حال نماز پڑھ رہی ہے اور تسبیح کر رہی ہے' اسی طرح سورج جو ہر روز عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور سجدہ میں پڑا رہتا ہے' تاوقتیکہ اس کو دوبارہ اپنے طلوع کی جگہ سے طلوع ہونے کا حکم دیا جائے اور قیامت تک یونہی ہوتا رہے گا' حتیٰ کہ اس کو حکم دیا جائے گا کہ وہ مغرب سے طلوع ہو' اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سورج حقیقۃً عرش کے نیچے پڑا رہتا ہے اور نظام شب و روز معطل ہو جاتا ہے' حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ یہ چیز مشاہدہ کے خلاف ہے اور سورج کا مسلسل ہر اُفق سے طلوع اور غروب اس کے تعطل کے منافی ہے' بلکہ اس حدیث کا معنی یہی ہے کہ سورج اپنے معمول کے مطابق طلوع اور غروب کر رہا ہے اور اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہے' وہ اسی کی اطاعت میں سر بہ سجود ہے' وہ اس طلوع اور غروب میں خود مختار نہیں ہے' وہ جو کچھ کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام کے مطابق کر رہا ہے' اور سورج کے عرش کے نیچے سجدہ کرنے کا یہ معنی نہیں ہے کہ سورج خود یا اس کا نفس چل کر عرش کے نیچے جاتا ہے' بلکہ اس کا محمل یہ ہے کہ عرشِ الٰہی تمام کائنات کو محیط ہے اور تمام افلاک' کواکب اور عناصر عرش کے نیچے ہیں' سو سورج بھی عرش کے نیچے ہے خواہ سورج کا طلوع ہو یا غروب ہو' اور حدیث میں غروب کے وقت کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ غروب کا وقت ہیئت سجدہ کے زیادہ مشابہ ہے' اور یہ بھی درست ہے کہ ہر وقت کہیں نہ کہیں سورج غروب ہو رہا ہے' لیکن یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ سورج کے تین سو ساٹھ (۳۶۰)

مطالع ہیں اور ہر روز سورج کا ایک نیا مطلع ہوتا ہے' کسی بھی اُفق پر غروب کے بعد اس کو طلوع کا حکم دیا جاتا ہے' سو کسی مخصوص اُفق (مثلاً کراچی کے اُفق) پر اس کو ہر روز طلوع کا حکم دیا جاتا ہے' اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر روز سورج کا اس اُفق پر نئے مطلع سے طلوع ہونا یہی سورج کی عبادت ہے۔ اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ہر چیز اپنے جس حال میں ہے خواہ وہ حالت حرکت میں ہے یا حالت سکون میں' اسی حال میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہی ہے' سو سورج حالت حرکت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہے' اور سورج کا اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام پر عمل کرنا اور اس کے احکام کی اطاعت کرنا ہی اس کی عبادت ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عبادت کو سجدہ سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا زیادہ اظہار سجدہ میں ہوتا ہے' کیونکہ عبادت معبود کے سامنے اظہارِ تذلل کو کہتے ہیں اور اقصیٰ غایت تذلل سجدہ میں ہوتا ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشاء یہ ہے کہ ہمیں اپنی آنکھوں سے اس کائنات میں جو سب سے عظیم اور قوی چیز دکھائی دیتی ہے وہ سورج ہے اور یہ عظیم ترین چیز بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے سجدہ ریز ہے تو عام انسانوں کی اس کے سامنے کیا حیثیت ہے' انہیں اس کی کس قدر اطاعت اور عبادت کرنی چاہیے۔ والحمد للہ رب العلمین!

قرآن مجید کی آیت (یٰسٓ: ۳۸) اور حدیث مذکور پر میں نے بہت مطالعہ کیا ہے' بے حد غور و فکر کیا اور میں نے ان کا مطلب اسی طرح سمجھا ہے جس طرح ذکر کیا ہے' اور اشکال مذکور کو دور کرنے کی اپنی بساط کے مطابق کوشش کی ہے' اگر یہ حق و صواب ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ہے اور اگر اس میں نقص اور قصور ہے تو دراصل یہ میری عقل کا نقص اور میری فہم کا قصور ہے' اللہ اور اس کا رسول اس سے بَری ہیں!!

۳۲۰۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الْمُخْتَارِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْفَتَّاحِ الدَّانَاجُ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُكَوَّرَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن المختار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالفتاح الداناج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: سورج اور چاند کو قیامت کے دن لپیٹ دیا جائے گا۔

سورج اور چاند کو دوزخ میں ڈالنے کی حکمت

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سورج کی روشنی کو جمع کر کے اس طرح لپیٹ دیا جائے گا جس طرح عمامہ کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں: اس حدیث میں ایسا اضافہ بھی ہے جس کو امام بخاری نے ذکر نہیں کیا' وہ اس طرح ہے:

عبداللہ الداناج بیان کرتے ہیں کہ میں اور سلمۃ بن عبدالرحمان بن عوف بصرہ کی جامع مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' اس وقت حسن بصری آئے اور وہ بھی وہیں بیٹھ گئے' پھر انہوں نے حدیث بیان کی اور کہا کہ ہمیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند قیامت کے دن دو بیل ہوں گے جن کو لپیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' حسن بصری نے پوچھا: ان کا کیا گناہ ہوگا' جو انہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا؟ تو عبداللہ داناج نے کہا: میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سنا رہا ہوں تو حسن بصری خاموش ہو گئے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سورج کو لپیٹ کر جو دوزخ میں ڈالا جائے گا' یہ ان کی کوئی سزا نہیں ہوگی بلکہ سورج اور چاند کی

پرستش کرنے والوں کی مذمت اور ان کو رسوا کرنے کے لیے سورج اور چاند کو دوزخ میں ڈالا جائے گا کہ دیکھو جن کو تم خدا سمجھتے تھے اور ان کی پرستش کرتے تھے' تم کو عذاب سے بچانا تو درکنار' آج وہ خود دوزخ میں پڑے ہیں اور خود کو دوزخ سے نہیں نکال سکتے۔

(اعلام السنن فی شرح البخاری ج ٢ ص ١٧٣۔ ١٧٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٨ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ کسی کو دوزخ میں ڈالنے سے اس کا عذاب یافتہ ہونا لازم نہیں آتا۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ١٦٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٢٠١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَمْرٌو اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَهُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ عبد الرحمن بن القاسم نے کہا: انہوں نے اپنے والد سے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ خبر دیتے تھے کہ آپ نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں' پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٤٢ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں سورج اور چاند کا ذکر ہے اور بعض نسخوں کے مطابق اس باب کا عنوان ہے: سورج اور چاند کی صفت۔ الکوثر الجاری شرح بخاری میں یہی عنوان ہے۔

٣٢٠٢ - حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس جب تم گہن دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩ میں گزر چکی ہے۔

٣٢٠٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ قَامَ فَكَبَّرَ وَقَرَاَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ جس دن سورج کو گہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ پڑھی اور طویل قراءت کی' پھر

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَقَامَ كَمَا هُوَ فَقَرَاَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً وَّهِيَ اَدْنٰى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ اَدْنٰى مِنَ الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ سَجَدَ سُجُوْدًا طَوِيْلًا ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ سَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ اِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَافْزَعُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ.

آپ نے طویل رکوع کیا' پھر آپ نے سر اٹھایا' پس فرمایا: ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' اور کھڑے ہو گئے جس طرح پہلے کھڑے تھے' پھر آپ نے طویل قراءت کی' مگر یہ پہلی قراءت سے کم تھی' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے طویل سجدہ کیا' پھر آپ نے دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی' پھر آپ نے سلام پھیر دیا اور اس وقت سورج کا گہن کھل گیا تھا' پس آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا' سو آپ نے سورج اور چاند کے گہن کے متعلق فرمایا: یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں' ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس جب تم ان میں گہن دیکھو تو نماز کی پناہ میں آ ؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۰۴ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَيْسٌ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی از حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' پس جب تم ان کا گہن دیکھو تو نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابُ مَا جَاءَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ﴾ (الاعراف:۵۷)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق جو کچھ وارد ہے: اور وہی ہے جو اپنی رحمت (کی بارش) سے پہلے خوش خبری دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے (الاعراف:۵۷)

یعنی یہ باب اس ارشاد کی وضاحت میں ہے۔

﴿قَاصِفًا﴾ (الاسراء:٦٩) تَقْصِفُ كُلَّ شَيْءٍ.

''قاصفًا'' کا معنی جو ہر چیز کو توڑ پھوڑ کو تباہ کر دے۔

''قاصفًا'' کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ. (بنی اسرائیل:٦٩)

پھر وہ تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج دے۔

﴿لَوَاقِحَ﴾ (الحجر:۲۲) مَلَاقِحَ مُلْقِحَةً.

''لواقح'' کا معنی ہے: بادلوں سے بوجھل ہوائیں۔

''لواقح'' کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ. (الحجر:۲۲)

اور ہم نے بادلوں کا بوجھ اُٹھانے والی ہوائیں بھیجیں۔

﴿إِعْصَارٌ﴾ (البقرہ:٢٦٦) رِيْحٌ عَاصِفٌ تَهُبُّ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ كَعَمُوْدٍ فِيْهِ نَارٌ.

''اعصار'' کا معنی ہے: ہلاک کرنے والی گرم ہوا' جو زمین سے اُٹھ کر آسمان کی طرف چلتی ہے جیسے کسی ستون میں آگ ہو۔

''اعصار'' کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

فَاَصَابَهَآ إِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ. (البقرہ:٢٦٦)

تو اسے گرم ہوا کا ایک بگولا پہنچا جس میں آگ تھی۔

﴿صِرٌّ﴾ (آل عمران:١١٧) بَرْدٌ.

''صِرٌّ'' کا معنی ہے: شدید سردی۔

''صِرٌّ'' کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

رِيْحٌ فِيْهَا صِرٌّ. (آل عمران:١١٧)

ایسی ہوا جس میں جلا دینے والی سخت سردی ہو۔

﴿نُشُرًا﴾ (الفرقان:٤٧) مُتَفَرِّقَةً.

''نُشرًا'' کا معنی ہے: ''متفرقة''۔

ہماری قراءت میں یہ لفظ ''بشرًا'' ہے اور اس کا معنی ہے: بشارت دینے والی ہوائیں' اور اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ. (الاعراف:٥٧)

اور وہی ہے جو اپنی رحمت کی بارش سے پہلے خوش خبری دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے۔

امام بخاری نے جو ''نشرًا'' کا لفظ لکھا ہے اس کا معنی ہے: وہ منتشر ہوائیں بھیجتا ہے' اس سے مراد ہے: بارش۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ لکھتے ہیں: اس لفظ کی قراءت میں اختلاف ہے۔ عاصم بن ابی النجود کے سوا عام قراء کوفیین نے اس لفظ کو ''نشرًا'' پڑھا ہے' اہل عرب ''نشرًا'' ان تیز ہواؤں کو کہتے ہیں جو بادلوں کو لے آتی ہیں' اور عاصم بن ابی النجود نے اس لفظ کو ''بشرًا'' پڑھا ہے' یعنی جو ہوائیں بارش کی بشارت دینے والی ہوتی ہیں۔

(جامع البیان جز ٨ ص ٢٤٦' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٢٠٥- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حکم از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: میری (بادِ) صبا سے مدد کی گئی ہے اور قومِ عاد کو (باد) دبور سے ہلاک کر دیا گیا تھا۔

بادِ صبا سے مراد ہے: مغرب سے چلنے والی ہوائیں اور بادِ دبور سے مراد ہے: مشرق سے چلنے والی ہوائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٣٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٢٠٦- حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَاٰى مَخِيْلَةً فِي السَّمَاءِ أَقْبَلَ وَأَدْبَرَ وَدَخَلَ وَخَرَجَ وَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ فَإِذَا أَمْطَرَتِ السَّمَاءُ سُرِّيَ عَنْهُ فَعَرَّفَتْهُ عَائِشَةُ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَدْرِيْ لَعَلَّهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از عطاء از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم آسمان میں بادل کا کوئی ٹکڑا دیکھتے تو کبھی آگے جاتے کبھی پیچھے جاتے' کبھی گھر کے اندر آتے' کبھی گھر سے باہر جاتے اور آپ کا چہرہ متغیرہ ہو جاتا' پھر جب وہ بادل برسنے لگتا تو آپ کی یہ کیفیت دور ہو جاتی'

كَمَا قَالَ قَوْمٌ ﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ﴾ (الاحقاف:٢٤) اَلْاٰيَةَ.

پس حضرت عائشہ نے آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو نبی ﷺ نے فرمایا: میں نہیں جانتا شاید یہ بادل بھی اس جیسا ہو جس کے متعلق قوم (عاد) نے کہا تھا: پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو اپنی وادیوں کی طرف آتے دیکھا۔ (الاحقاف:٢٤)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٣٢٠٦ میں گزر چکی ہے۔

آپ کی وجہ سے عذاب کے مستحقین سے عذاب اُٹھا دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ. (الانفال:٣٣)

اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کافروں کو عذاب دے جب کہ آپ ان میں ہوں۔

یہ آیت اس حدیث میں ذکر کیے ہوئے قصہ کے بعد نازل ہوئی ہے' یہ رسول اللہ ﷺ کی تکریم ہے اور آپ کے درجہ کی بلندی ہے کہ جب آپ اپنی امت کے درمیان ہوں تو اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو عذاب نہیں دے گا' اور یا آپ کے وصال کے بعد جب آپ کی امت کے لوگ استغفار کر رہے ہوں تو وہ ان کو عذاب نہیں دے گا اور صوفیاء کرام نے اس سے یہ مستنبط کیا ہے کہ مؤمنوں کے دلوں میں جو ایمان ہے وہ ان کے جسموں کو عذاب دینے سے مانع ہے جیسا کہ آپ کا وجود ان کو عذاب دینے سے مانع ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ١٦٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

٦ - بَابُ ذِكْرِ الْمَلَائِكَةِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ

ملائکہ صلوات اللہ علیہم کا تذکرہ

اس عنوان میں ملائکہ کا ذکر ہے' ملائکہ اجسام لطیفہ ہوائیہ ہیں جو مختلف اشکال سے متشکل ہونے پر قادر ہیں' ان کا مسکن آسمان ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ جوہر بسیط ہیں' ان کی زبان اور عقل ہے' یہ لوگ شہوت کی ظلمت اور غضب کی کدورت سے منزہ ہیں' ان کا کھانا تسبیح ہے اور ان کا پینا تقدیس ہے اور ان کا انس اللہ کا ذکر ہے' یہ مختلف صورتوں اور مختلف مقداروں پر پیدا کیے گئے ہیں' ان کی رہائش آسمانوں میں ہے' یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور اس کے ہر حکم کو بجالاتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ١٦٩)

وَقَالَ اَنَسٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ بے شک حضرت جبریل علیہ السلام ملائکہ میں سے یہود کے دشمن ہیں۔

یہ تعلیق اس حدیث موصول کا ایک قطعہ ہے' جس کو امام بخاری نے باب ھجرۃ النبی میں ذکر کیا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ۝﴾ (الصافات:١٦٥) اَلْمَلٰٓئِكَةُ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ قرآن مجید میں ''انا لنحن الصافون'' ہے' اس سے مراد ملائکہ ہیں۔

''انا لنحن الصافون'' کا ذکر درج ذیل آیت میں ہے:

وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ۝ (الصّٰفّٰت:١٦٥)

اور بے شک ضرور ہم ہی صف باندھنے والے ہیں۝

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات آسمانوں میں ایک قدم یا ایک بالشت یا ایک ہتھیلی کی جگہ بھی نہیں ہے' مگر اس میں ایک فرشتہ قیام میں ہے یا فرشتہ رکوع میں ہے یا فرشتہ سجود میں ہے' پس جب قیامت ہو گی تو وہ سب کہیں گے: ہم نے تیری اتنی عبادت نہیں کی جتنا عبادت کا حق ہے' مگر ہم نے شرک بالکل نہیں کیا۔

(المعجم الکبیر: ۱۷۵۱۔ ج ۲ ص ۱۸۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

۳۲۰۷ - **حَدَّثَنَا** هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ (ح) وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ وَهِشَامٌ قَالَا حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَنَا عِنْدَ الْبَيْتِ بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ وَذَكَرَ يَعْنِي رَجُلًا بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَأُتِيتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُلِئَ حِكْمَةً وَإِيمَانًا فَشُقَّ مِنَ النَّحْرِ إِلَى مَرَاقِّ الْبَطْنِ ثُمَّ غُسِلَ الْبَطْنُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مُلِئَ حِكْمَةً وَإِيمَانًا وَأُتِيتُ بِدَابَّةٍ أَبْيَضَ دُونَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ الْبُرَاقُ فَانْطَلَقْتُ مَعَ جِبْرِيلَ حَتّٰى أَتَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قِيلَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهِ وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَأَتَيْتُ عَلٰى آدَمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنِ ابْنٍ وَنَبِيٍّ فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ مَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهِ وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَأَتَيْتُ عَلٰى عِيسٰى وَيَحْيٰى فَقَالَا مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ الثَّالِثَةَ قِيلَ مَنْ هٰذَا قِيلَ جِبْرِيلُ قِيلَ مَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهِ وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَأَتَيْتُ يُوسُفَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ قَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ قِيلَ مَنْ هٰذَا قِيلَ جِبْرِيلُ قِيلَ مَنْ مَعَكَ قِيلَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهِ وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَأَتَيْتُ عَلٰى إِدْرِيسَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ھدبہ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ (ح) اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید اور ہشام نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں بیت اللہ میں تھا اور نیند اور بیداری کی کیفیت میں تھا اور آپ نے بتایا کہ ایک مرد اور دو مردوں کے درمیان لیٹا تھا' پس میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا' پھر میرے پیٹ کو ہنسلی کی ہڈی سے لے کر پیٹ کے آخری حصہ تک چاک کیا گیا' پھر میرے پیٹ کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا' پھر اس کو حکمت اور ایمان سے بھرا گیا اور ایک سفید چوپایا لایا گیا جو خچر سے نیچا اور گدھے سے اونچا تھا' پس میں جبریل کے ساتھ گیا حتیٰ کہ ہم آسمانِ دنیا پر آئے' کہا گیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل' کہا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد' کہا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: انہیں خوش آمدید ہو! بہت خوب آنے والے آئے ہیں' پھر میں حضرت آدم علیہ السلام کے پاس گیا' پس میں نے ان کو سلام کیا' انہوں نے کہا: آپ کو سلام ہو! جو میرے بیٹے ہیں اور نبی ہیں' پھر ہم دوسرے آسمان پر گئے' کہا گیا: یہ کون ہے؟ کہا: جبریل' پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' کہا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں! کہا: ان کو خوش آمدید ہو اور وہ کیا خوب آنے والے ہیں جو آئے ہیں' پھر میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے پاس گیا' پس ان دونوں نے کہا: آپ کو خوش آمدید ہو!

فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَّنَبِيٍّ فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَّعَكَ قِيلَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهِ وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَأَتَيْنَا عَلٰى هَارُوْنَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَّنَبِيٍّ فَأَتَيْنَا عَلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ قِيلَ مَنْ هٰذَا قِيلَ جِبْرِيلُ قِيلَ مَنْ مَّعَكَ قِيلَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ مَرْحَبًا بِهِ وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَأَتَيْتُ عَلٰى مُوْسٰى فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَّنَبِيٍّ فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَكٰى فَقِيلَ مَا أَبْكَاكَ قَالَ يَا رَبِّ هٰذَا الْغُلَامُ الَّذِيْ بُعِثَ بَعْدِيْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِهِ أَفْضَلُ مِمَّا يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِيْ فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ السَّابِعَةَ قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ مَنْ مَّعَكَ قِيلَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ مَرْحَبًا بِهِ وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَأَتَيْتُ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنَ ابْنٍ وَّنَبِيٍّ فَرُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ فَسَأَلْتُ جِبْرِيلَ فَقَالَ هٰذَا الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ يُصَلِّيْ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ إِذَا خَرَجُوْا لَمْ يَعُوْدُوْا إِلَيْهِ آخِرَ مَا عَلَيْهِمْ وَرُفِعَتْ لِيَ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فَإِذَا نَبِقُهَا كَأَنَّهُ قِلَالُ هَجَرَ وَوَرَقُهَا كَأَنَّهُ آذَانُ الْفُيُوْلِ فِيْ أَصْلِهَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ فَسَأَلْتُ جِبْرِيلَ فَقَالَ أَمَّا الْبَاطِنَانِ فَفِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ النِّيْلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ خَمْسُوْنَ صَلٰوةً فَأَقْبَلْتُ حَتّٰى جِئْتُ مُوْسٰى فَقَالَ مَا صَنَعْتَ قُلْتُ فُرِضَتْ عَلَيَّ خَمْسُوْنَ صَلٰوةً قَالَ أَنَا أَعْلَمُ بِالنَّاسِ مِنْكَ عَالَجْتُ بَنِيْ إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ وَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَسَلْهُ فَرَجَعْتُ فَسَأَلْتُهُ فَجَعَلَهَا أَرْبَعِينَ ثُمَّ مِثْلَهُ ثُمَّ ثَلَاثِينَ ثُمَّ مِثْلَهُ فَجَعَلَ عِشْرِينَ ثُمَّ مِثْلَهُ فَجَعَلَ عَشْرًا فَأَتَيْتُ مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهُ فَجَعَلَهَا خَمْسًا فَأَتَيْتُ مُوْسٰى فَقَالَ

بھائی اور نبی کی طرف سے' پھر ہم تیسرے آسمان پر آئے' کہا گیا: یہ کون ہیں؟ کہا: جبریل ہیں' کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا: محمد ہیں' کہا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا ہو! وہ کیا خوب آنے والے آئے ہیں' پھر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گیا' پس میں نے ان کو سلام کیا' انہوں نے کہا: آپ کو مرحبا ہو! بھائی کی طرف سے اور نبی کی طرف سے' پھر ہم چوتھے آسمان کی طرف گئے' کہا گیا: یہ کون ہیں؟ کہا: جبریل ہیں' کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا گیا: محمد ﷺ ہیں' کہا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو خوش آمدید ہو! کیا خوب آنے والے آئے ہیں' پھر میں حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس گیا' پس میں نے ان کو سلام کیا' انہوں نے کہا: آپ کو خوش آمدید ہو! بھائی اور نبی کی طرف سے' پھر ہم پانچویں آسمان پر آئے' کہا گیا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: جبریل ہیں' کہا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا گیا: محمد ﷺ ہیں' کہا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو خوش آمدید ہو! کیا خوب آنے والے آئے ہیں' پس ہم حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس آئے' سو میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے کہا: آپ کو خوش آمدید ہو! بھائی کی طرف سے اور نبی کی طرف سے' پھر ہم چھٹے آسمان پر گئے' کہا گیا: یہ کون ہے؟ کہا گیا: یہ جبریل ہیں' کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا گیا: (سیدنا) محمد ﷺ ہیں' کہا گیا: بے شک ان کو بلایا گیا ہے' ان کو خوش آمدید ہو! اور کیا ہی اچھے آنے والے آئے ہیں' پس میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آیا' سو میں نے ان کو سلام کیا' تو انہوں نے کہا: آپ کو خوش آمدید ہو! بھائی اور نبی کی طرف سے' پھر جب میں آگے گزرا تو وہ روئے' پس پوچھا گیا: آپ کو کس چیز نے رلایا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اے میرے رب! یہ نوجوان میرے بعد مبعوث ہوا ہے' اور اس کی امت میں سے جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے وہ ان لوگوں سے افضل ہوں گے جو میری امت میں سے جنت میں داخل ہوں گے' پھر ہم ساتویں آسمان پر آئے' کہا گیا: یہ کون ہیں؟ کہا: یہ جبریل ہیں' کہا گیا: آپ کے

مَاصَنَعْتَ قُلْتُ جَعَلَهَا خَمْسًا فَقَالَ مِثْلَهُ قُلْتُ فَسَلَّمْتُ بِخَيْرٍ فَنُودِيَ إِنِّيْ قَدْ أَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِي وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِيْ وَأَجْزِي الْحَسَنَةَ عَشْرًا وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ.

(صحیح مسلم:۱۶۴' الرقم المسلسل:۳۰۵' سنن ترمذی:۳۳۵۷' سنن نسائی:۴۴۵)

ساتھ کون ہیں؟ کہا گیا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں' کہا گیا: بے شک ان کو بلایا گیا ہے' ان کو خوش آمدید ہو! کیا خوب آنے والے آئے ہیں' پس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا' پھر میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے کہا: آپ کو خوش آمدید ہو! جو بیٹے اور نبی ہیں' پھر میرے لیے بیت المعمور بلند کیا گیا تو میں نے حضرت جبریل سے سوال کیا' پس انہوں نے کہا: یہ بیت المعمور ہے' اس میں ستر ہزار فرشتے ہر روز نماز پڑھتے ہیں' جب وہ نکل جاتے ہیں تو آخر وقت تک اس میں دوبارہ لوٹ کر نہیں آتے' پھر میرے لیے سدرۃ المنتہیٰ کو بلند کیا گیا' اس کے پھل ایسے تھے جیسے قلال ہجر کے مٹکے ہوتے ہیں اور پتے ایسے تھے جیسے ہاتھی کے کان' اس کی جڑ سے چار دریا نکلتے تھے' دو دریا باطنی تھے اور دو دریا ظاہری تھے' پس میں نے حضرت جبریل سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا: جو دو باطنی دریا ہیں وہ جنت میں ہیں اور جو دو ظاہری دریا ہیں' وہ نیل اور فرات ہیں' پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں' پھر جب میں واپس ہوا اور حضرت موسیٰ کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا: کیا کر کے آئے ہو؟ میں نے کہا: مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں' انہوں نے کہا: میں آپ کی بہ نسبت لوگوں کو زیادہ جانتا ہوں' میں بنو اسرائیل کا بہت سخت تجربہ کر چکا ہوں اور بے شک آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی' سو آپ اپنے رب کی طرف واپس جائیں' پس اس سے (تخفیف کا) سوال کریں' پس میں واپس لوٹا اور میں نے تخفیف کا سوال کیا تو اللہ نے چالیس نمازیں کر دیں' پھر اسی کی مثل ہوا' پھر تیس نمازیں کر دیں' پھر اس کی مثل ہوا تو بیس نمازیں کر دیں' پھر اس کی مثل ہوا تو دس نمازیں کر دیں' پھر میں حضرت موسیٰ کے پاس آیا' انہوں نے پھر اسی طرح کہا' پھر اللہ نے ان نمازوں کو پانچ نمازیں کر دیا' پھر میں حضرت موسیٰ کے پاس آیا' انہوں نے پوچھا: کیا کر کے آئے ہیں؟ میں نے کہا: اللہ نے ان کو پانچ نمازیں کر دیا ہے' انہوں نے پھر اسی طرح کہا' میں نے کہا: اب میں خیر کے ساتھ ان کو تسلیم کر چکا ہوں' پھر نداء کی گئی کہ میں نے اپنے فریضہ کو جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی اور میں ایک نیکی کا دس

گنا اجر دوں گا۔ اور ھمام نے کہا از قتادہ از حسن از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' انہوں نے البیت المعمور کے متعلق الگ روایت کی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۴۹ میں گزر چکی ہے' چند ضروری اُمور کی تفصیل یہاں کی جا رہی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر معراج کے متعلق علماء کے نظریات

قاضی عیاض بن موسیٰ متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

امام رازی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے ایک لمحہ میں جو سفر معراج کیا تھا' اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ تمام واقعہ خواب کا ہے' اور ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ. (بنی اسرائیل: ۶۰) اور ہم نے آپ کو جو جلوہ (شبِ معراج) دکھایا تھا' اس کو صرف لوگوں کے لیے آزمائش بنایا تھا۔

ان کا استدلال اس پر مبنی ہے کہ اس آیت میں رؤیا کا معنی خواب ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تمام واقعہ بیداری میں حقیقۃً ہوا ہے' ان کا استدلال اس آیت سے ہے: ''اسریٰ بعبدہ'' (بنی اسرائیل: ۱) جس نے اپنے عبد کو سیر کرائی' اور یہ نہیں فرمایا: جس نے اپنے عبد کی روح کو سیر کرائی' اور بغیر کسی دلیل کے حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کو اختیار نہیں کیا جاتا' نیز ان کا استدلال اس سے بھی ہے کہ اگر یہ محض خواب کا واقعہ ہوتا تو کفار مکہ اس کو مستبعد نہ سمجھتے اور اس کا انکار نہ کرتے اور اس کی تکذیب نہ کرتے اور فتنہ میں مبتلا نہ ہوتے اور بعض ضعیف مسلمان اس واقعہ کی وجہ سے مرتد ہو گئے' ایک قول یہ بھی ہے کہ بیداری میں مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک اسراء ہے اور اس کے بعد کا واقعہ خواب کا ہے۔

حق وہ ہے جو اکثر علماء متقدمین اور متاخرین فقہاء' محدثین اور متکلمین کا مختار ہے کہ آپ کو یہ تمام سیر جسم کے ساتھ کرائی گئی اور احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور ان کو ظاہر پر محمول کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے اور اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۴۹۸۔ ۴۹۴' دار الوفاء)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شق صدر کا بھی ذکر ہے اور صحیحین کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بچپن میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس تھے اس وقت بھی آپ کا شق صدر کیا گیا تھا اور اس کے بعد شبِ معراج سے پہلے آپ کا شق صدر کیا گیا' یہ اور معراج سے متعلق دیگر اُمور کی شرح' صحیح البخاری: ۳۴۹ میں کر دی گئی ہے۔

۳۲۰۸- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ قَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهٗ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ مَلَكًا فَيُؤْمَرُ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ وَّيُقَالُ لَهٗ اُكْتُبْ عَمَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَاَجَلَهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن الربیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی از الاعمش از زید بن وہب' انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور آپ صادق و مصدوق ہیں کہ بے شک تم میں سے کسی ایک کی خلقت اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک جمع رہتی ہے' پھر وہ اتنی ہی مدت میں جما ہوا خون بن جاتی ہے' پھر اتنی ہی مدت میں وہ گوشت کا ٹکڑا

وَشَقِیٌّ اَوْ سَعِیْدٌ ثُمَّ یُنْفَخُ فِیْهِ الرُّوْحُ فَاِنَّ الرَّجُلَ مِنْكُمْ لَیَعْمَلُ حَتّٰی مَا یَكُوْنُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجَنَّةِ اِلَّا ذِرَاعٌ فَیَسْبِقُ عَلَیْهِ كِتَابُهٗ فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ وَیَعْمَلُ حَتّٰی مَایَكُوْنُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ النَّارِ اِلَّا ذِرَاعٌ فَیَسْبِقُ عَلَیْهِ الْكِتَابُ فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ.

[اطراف الحدیث: ۳۳۳۲-۶۵۹۴-۷۴۵۴]

بن جاتی ہے' پھر اللہ ایک فرشتہ بھیجتا ہے' پس اس کو چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے' اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل لکھو اور اس کا رزق لکھو اور اس کی مدتِ حیات لکھو اور اس کا بدبخت (دوزخی) یا نیک بخت (جنتی) ہونا لکھو' پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے' پس بے شک ایک شخص تم میں سے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ رہ جاتا ہے' پھر اس پر اہل دوزخ کا لکھا ہوا عمل سبقت کرتا ہے' پھر وہ اہل دوزخ کے عمل کرتا ہے' اور ایک شخص عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ رہ جاتا ہے' پھر اس پر لکھا ہوا سبقت کرتا ہے' سو وہ اہل جنت کے عمل کرتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۴۳' الرقم المسلسل: ۶۶۱۸' سنن ابوداؤد: ۴۷۰۸' سنن ترمذی: ۲۱۴۴' سنن ابن ماجہ: ۷۶' مسند ابویعلیٰ: ۵۱۹۸' سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۲۱' شعب الایمان: ۱۸۷' کتاب الاسماء والصفات ص ۳۸۷-۳۸۶' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۹۸' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۰۹۳' مسند الحمیدی: ۱۲۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۲۴۶' شرح السنۃ: ۲۶۸۸' صحیح ابن حبان: ۶۱۷۴' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۰۹۰' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۲۶۵' تاریخ بغداد ج ۹ ص ۶۰' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۶۲۴-ج ۶ ص ۱۲۶-۱۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحسن بن الربیع البجلی الکوفی (۲) ابوالاحوص سلام ابن سلیم الحنفی الکوفی (۳) سلیمان الاعمش (۴) زید بن وہب ابوسلیمان الہمدانی الکوفی (۵) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۷۸)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اور فرشتوں کی اقسام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر اللہ ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے' اور اس باب کا عنوان ہے: ملائکہ کا تذکرہ' اور ملائکہ کی اتنی اقسام ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ان کی تعداد کا علم نہیں ہے' اکابر ملائکہ چار ہیں: جبرئیل' میکائیل' عزرائیل اور اسرافیل علیہم السلام اور ان میں سے کراماً کاتبین ہیں اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جن کے سپرد بارش ہے اور زمین کی پیداوار ہے' ہوائیں ہیں اور بادل ہیں اور ان میں سے قبروں کے ملائکہ ہیں' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو زمین میں سیر کرتے ہیں اور محافل ذکر کو ڈھونڈتے ہیں' اور ان میں سے کروبین ہیں اور حاملین عرش ہیں اور مقربین ہیں اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو شیاطین کو آگ کے گولے مارتے ہیں' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جن کے سپرد بیت المقدس کا پتھر ہے اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جن کے سپرد مدینہ طیبہ ہے' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو رحم میں نطفہ کی تصویر بناتے ہیں' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو امت کا سلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو میدانِ جہاد میں مجاہدین کے ساتھ ہوتے ہیں' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو آسمانوں کے دربانوں کے محافظ ہیں اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جن کے سپرد دوزخ ہے' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جن کو الزبانیہ کہا جاتا ہے' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو جنت میں درخت اُگاتے ہیں' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو اہل جنت کے زیورات ڈھالتے ہیں اور ان میں سے وہ

فرشتے ہیں جو اہل جنت کے خدام ہیں امام بخاری نے اس باب کی احادیث میں ان میں سے بعض کا ذکر کیا ہے۔

انسان کو دفعۃً پیدا کرنے کے بجائے تدریجاً پیدا کرنے کی حکمتیں

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ ایک لمحہ میں بچہ کو پیدا کر دے پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چالیس دن میں اس کو نطفہ بناتا ہے پھر چالیس دن بعد اس کو جما ہوا خون بناتا ہے پھر چالیس دن بعد اس کو گوشت کا ٹکڑا بناتا ہے پھر ایک سو بیس دن بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے اور فرشتہ رحم میں اس کی تصویر بناتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح بہ تدریج پیدا کرنے میں حسب ذیل حکمتیں ہیں:

(۱) اگر اللہ تعالیٰ نطفہ کو دفعۃً بچہ بنا دیتا تو یہ خلقت اس کی ماں پر دشوار ہوتی کیونکہ یہ چیز اس کی عادت کے خلاف ہوتی اور بعض اوقات عورت ہلاک ہو جاتی اس لیے پہلے نطفہ بنایا پھر جب وہ اس کی عادی ہو گئی تو پھر اس کو جما ہوا خون بنا دیا پھر اسی طرح ولادت تک کے مراحل طے کرا کے پورا بچہ بنا دیا۔

(۲) اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی نعمت کا اظہار ہے تاکہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کس طرح ان مراحل سے گزار کر حسین صورت میں انسان بنایا اس کو فہم اور عقل عطاء فرمائی اور اس کو ذہانت اور فطانت سے مزین فرمایا۔

(۳) لوگوں کو یہ بتایا ہے کہ اس کو حشر اور نشر پر کامل قدرت ہے جس طرح اس نے نجس پانی کے ایک قطرہ سے نطفہ بنایا پھر اس کو جما ہوا خون بنایا پھر اس کو گوشت کی بوٹی بنا دیا اور اس میں روح پھونکے جانے کی صلاحیت رکھی سو جس طرح وہ نجس قطرہ میں روح پھونک کر انسان بنا دیتا ہے اسی طرح مرنے کے بعد جب انسان کا جسم مٹی ہو جائے گا تو وہ اس میں بھی روح پھونک کر اس کو دوبارہ زندہ انسان بنا دے گا اور اس کو میدان حشر میں حساب کتاب اور جزاء اور سزا کے لیے جمع کر دے گا۔

* حدیث مذکور شرح صحیح مسلم: ۶۵۹۹۔ ج ۷ ص ۲۶۰ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① کیا اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں انسانوں کا جنتی یا جہنمی ہونا ان کے مکلف ہونے کے منافی ہے ② جبر اور قدر کے اعتبار سے مسئلہ تقدیر پر اشکال اور اس کا جواب۔

۳۲۰۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَابَعَهُ اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادٰى جِبْرِيْلَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ فَيُنَادِيْ جِبْرِيْلُ فِيْ اَهْلِ السَّمَاءِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ اَهْلُ السَّمَاءِ وَيُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مخلد نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع انہوں نے کہا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مخلد کی متابعت ابو عاصم نے کی ہے از ابن جریج انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ نے فرمایا: جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو نداء کرتا ہے کہ بے شک اللہ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے سو تم اس سے محبت کرو پس جبریل اس بندہ سے محبت کرتا ہے پھر (حضرت) جبریل آسمان والوں میں نداء کرتے ہیں کہ بے شک اللہ فلاں شخص

سے محبت کرتا ہے سوتم اس سے محبت کرو' پس اس سے آسمان والے محبت کرتے ہیں اور زمین میں اس کی مقبولیت رکھ دیتے ہیں۔

[اطراف الحدیث: ۶۰۴۰-۷۴۸۵] (صحیح مسلم: ۲۶۳۷-۶۶۰۰' سنن ترمذی: ۳۱۷۲' مصنف عبدالرزاق: ۱۹۶۷۳' مسند ابویعلیٰ: ۶۶۸۵' کتاب الزہد للبیہقی: ۷۹۸' شرح السنۃ: ۳۴۷۰' صحیح ابن حبان: ۳۶۵' شرح السنۃ: ۳۴۷۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۴۳۶' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۴۱' خلق افعال العباد للبخاری: ۲۶۷' المعجم الاوسط: ۲۸۲۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۶۲۵-ج ۱۳ ص ۶۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نداء فرماتا ہے اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کے لیے زمین میں مقبولیت رکھ دیتا ہے' یعنی جن مسلمانوں کو وہ پہچانتا ہے' ان کے دلوں میں اس کی محبت رکھ دیتا ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو اللہ کا محبوب ہو' وہ لوگوں کا بھی محبوب ہو جاتا ہے۔

۳۲۱۰- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّھَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ تَنْزِلُ فِی الْعَنَانِ وَھُوَ السَّحَابُ فَتَذْکُرُ الْاَمْرَ قُضِیَ فِی السَّمَآءِ فَتَسْتَرِقُ الشَّیَاطِیْنُ السَّمْعَ فَتَسْمَعُہٗ فَتُوْحِیْہِ اِلَی الْکُھَّانِ فَیَکْذِبُوْنَ مَعَھَا مِائَۃَ کَذْبَۃٍ مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِھِمْ. [اطراف الحدیث: ۳۲۸۸-۵۷۶۲-۶۲۱۳-۷۵۶۱] (صحیح مسلم: ۲۲۲۸' الرقم المسلسل: ۵۷۰۹' سنن ترمذی: ۳۲۲۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی جعفر نے حدیث بیان کی از محمد بن عبدالرحمٰن از عروۃ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک ملائکہ عنان میں نازل ہوتے ہیں اور وہ بادل ہے' پھر اس حکم کا ذکر کرتے ہیں جس کا آسمان میں فیصلہ کیا گیا ہے' پس شیاطین چوری چھپے اس بات کو سنتے ہیں' پھر اس بات کو کاہنوں کی طرف القاء کر دیتے ہیں' پھر کاہن اس بات میں اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا دیتے ہیں۔

اس حدیث کی اس باب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں فرشتوں کا ذکر ہے۔

''کُھّان'' کا معنیٰ

اس حدیث میں ''کُھّان'' کا ذکر ہے' یہ کاہن کی جمع ہے' کاہن اُس شخص کو کہتے ہیں جو مستقبل کی خبریں دیتے ہیں اور غیب دانی اور معرفتِ اسرار کا دعویٰ کرتے ہیں اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آسمانوں کی حفاظت کی گئی اور جنات اور شیاطین پر آگ کے گولے برسا کر انہیں آسمانوں پر جانے اور فرشتوں کی باتیں سننے سے روک دیا گیا۔

(القاموس المحیط ص ۱۲۲۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۲۱۱- **حَدَّثَنَا** اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِھَابٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ وَالْاَغَرِّ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ کَانَ عَلٰی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ اور اغر از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

كُلِّ بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّكْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ فَاِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ طَوَوُا الصُّحُفَ وَجَاؤُوْا يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ.

فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو مسجد کے دروازوں میں سے ہر دروازہ پر فرشتے لکھتے رہتے ہیں' جو پہلے آیا اور جو پھر اس کے بعد آیا' پس جب امام (خطیب منبر پر) بیٹھ جاتا ہے تو وہ صحیفے لپیٹ دیتے ہیں اور آ کر ذکر (نصیحت) سنتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۲۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں فرشتوں کا ذکر ہے۔

۳۲۱۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ مَرَّ عُمَرُ فِي الْمَسْجِدِ وَحَسَّانُ يُنْشِدُ فَقَالَ كُنْتُ اُنْشِدُ فِيْهِ وَفِيْهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْكَ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰى اَبِيْ هُرَيْرَةَ فَقَالَ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ اَسَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَجِبْ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ قَالَ نَعَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد کے پاس سے گزرے' اس وقت حضرت حسان رضی اللہ عنہ شعر پڑھ رہے تھے' پس حضرت حسان نے کہا: میں مسجد میں شعر پڑھتا تھا اور مسجد میں وہ ذات تھی جو آپ سے بہتر تھی' پھر حضرت حسان' حضرت ابو ہریرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میری طرف سے مدافعت کرو' اے اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما! حضرت ابو ہریرہ نے کہا: ہاں! میں نے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں روح القدس کا ذکر ہے اور اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور وہ رسل ملائکہ میں سے ہیں اور اس باب میں ملائکہ کا ذکر ہے۔

مشرکین اشعار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتے تھے اور حضرت حسان اشعار میں ان کی ہجو کا جواب دیتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مسجد میں سنتے تھے اور اس پر خوش ہوتے تھے اور حضرت حسان کے لیے دعا کرتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کمی اور نقص بیان کریں' ان کا مساجد میں ردّ کرنا جائز ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا باعث ہے۔

۳۲۱۳ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَسَّانَ اهْجُهُمْ اَوْ هَاجِهِمْ وَجِبْرِيْلُ مَعَكَ. [اطراف الحدیث: ۴۱۲۳-۴۱۲۴-۶۱۵۳] (صحیح مسلم: ۲۴۸۶' الرقم المسلسل: ۶۲۸۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا: ان کی ہجو کرو اور حضرت جبریل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: جبریل تمہارے ساتھ ہیں' یعنی وہ تمہاری مدد کریں گے۔

٣٢١٤ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ (ح) وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ قَالَ أَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ هِلَالٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى غُبَارٍ سَاطِعٍ فِي سِكَّةِ بَنِي غَنْمٍ زَادَ مُوْسٰى مَوْكِبَ جِبْرِيْلَ.

[طرف الحدیث: ۴۱۱۸] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی (ح) اور ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حمید بن ھلال سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ' انہوں نے کہا: گویا میں اس غبار کی طرف دیکھ رہا ہوں جو بنوغنم کی گلیوں میں اُٹھ رہا تھا' اور موسیٰ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت جبریل کے سواروں کی وجہ سے۔

حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت اور موکب کا معنی

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں موکب جبریل کا ذکر ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

موکب جبریل سے پہلے ایک لفظ مقدر ہے: ''انظر ''یعنی موکب جبریل کی طرف دیکھو' اور اس کی عبارت یوں بھی ہو سکتی ہے: یہ موکب جبریل ہے' موکب چلنے کی رفتار کی ایک قسم ہے' جو لوگ زینت کے لیے اونٹوں پر سوار ہوں ان کو موکب کہتے ہیں' اسی طرح گھوڑے سواروں کی جماعت کو بھی موکب کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

٣٢١٥ - حَدَّثَنَا فَرْوَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ قَالَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ قَالَ كُلُّ ذَاكَ يَأْتِي الْمَلَكُ أَحْيَانًا فِي مِثْلِ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ فَيَفْصِمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ مَا قَالَ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ وَيَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ أَحْيَانًا رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُوْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں فروہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ الحارث بن ہشام نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: آپ کے پاس وحی کس طرح آتی تھی؟ آپ نے فرمایا: ہر طرح (آتی تھی)' کبھی فرشتہ گھنٹی کی آواز کی مثل ہوتا تھا' پس وحی مجھ سے منقطع ہو جاتی اور میں اس کو یاد کر چکا ہوتا تھا اور وحی کی یہ قسم مجھ پر بہت سخت ہوتی تھی اور کبھی فرشتہ مرد کی شکل میں متشکل ہو جاتا تھا' پس وہ مجھ سے بات کرتا رہتا تھا اور میں اس کو یاد کرتا رہتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں فرشتہ کا ذکر ہے۔

٣٢١٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت

يَقُوْلُ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ دَعَتْهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ اَيْ فُلُ هَلُمَّ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ ذَاكَ الَّذِيْ لَا تَوٰى عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے اللہ کی راہ میں دو چیزیں خرچ کیں' اس کو جنت کے محافظ آواز دے کر بلائیں گے: اے فلاں! ادھر آؤ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر اسے کوئی ہلاکت نہیں ہوگی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اُمید ہے تم بھی ان ہی میں سے ہوگے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۷ میں گزر چکی ہے' نیز اس حدیث میں جنت کے محافظوں کا ذکر ہے اور وہ فرشتے ہیں' اس وجہ سے یہ حدیث باب کے مناسب ہے۔

۳۲۱۷- **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا يَا عَائِشَةُ هٰذَا جِبْرِيْلُ يَقْرَاُ عَلَيْكِ السَّلَامَ فَقَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ تَرٰى مَا لَا اَرٰى تُرِيْدُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابوسلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبریل ہیں' جو تم پر سلام پڑھ رہے ہیں' سو انہوں نے کہا: ''وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' آپ وہ چیزیں دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی' ان کی مراد تھی: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

[اطراف الحدیث: ۳۷۶۸-۶۲۰۱-۶۲۴۹-۶۲۵۳] (صحیح مسلم: ۶۱۹۵-۲۴۴۷' سنن ابوداؤد: ۵۲۳۲' سنن ترمذی: ۲۶۹۳' سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: یہ جبریل ہیں جو تم پر سلام پڑھ رہے ہیں۔

حضرت جبریل نے حضرت عائشہ کو سلام کیا اور احتراماً ان کے سامنے نہیں آئے اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عظیم منقبت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے جو فرشتوں کے رسول ہیں' آپ کو سلام کیا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت جبریل علیہ السلام' حضرت عائشہ کے سامنے کیوں نہیں آئے جس طرح حضرت مریم کے سامنے آئے تھے اور ان کو بالمشافہ سلام کیوں نہیں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت مقدر کی گئی جن کا کوئی باپ نہیں تھا' تاکہ حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہونے سے پہلے پتا چل جائے کہ ان سے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہونے والی ہے اور یہ معاملہ محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوگا تاکہ حضرت مریم حمل کے زمانہ میں پرسکون رہیں' پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت حضرت جبریل کو دوبارہ حضرت مریم کے پاس بھیجا گیا کیونکہ اس وقت وہ اکیلی تھیں اور حضرت جبریل نے کہا:

اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا.

(اے مریم!) غمگین نہ ہو' بے شک تمہارے رب نے تمہارے نیچے ایک نہر جاری کر دی ہے۔ (مریم: ۲۴)

پس حضرت جبریل نے حضرت مریم سے دونوں حالتوں میں خطاب کیا تھا' تا کہ وہ پرسکون رہیں اور مضطرب نہ ہوں' دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت مریم بے شوہر تھیں' اس لیے حضرت جبریل نے ان کے سامنے آ کر خطاب کیا اور حضرت اُم المؤمنین کے سامنے ان کے احترام کی وجہ سے نہیں آئے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیرت نہ آئے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عمر کی غیرت کی وجہ سے جنت میں ان کے محل میں داخل نہیں ہوئے' جس محل کو آپ نے خواب میں دیکھا تھا اور حضرت جبریل' حضرت عائشہ کے احترام کی وجہ سے ان کے سامنے نہیں آئے' حالانکہ ان میں بالکل شہوت نہیں ہے تو منافقین نے حضرت عائشہ کی حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہما کے ساتھ جو تہمت لگائی تھی' وہ تو بہت زیادہ بعید ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتوں کو دیکھتے تھے اور آپ کے ساتھ جو لوگ ہوتے تھے' وہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ نے سلام کے جواب میں اضافہ کیا اور کہا: ''وعليه السلام ورحمة الله وبركاته'' اور اس طرح سلام کا جواب دینا سنت ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور حضرت ابن عمر خواہ ابتداءً سلام کرتے یا سلام کا جواب دیتے' وہ صرف السلام علیکم کہتے تھے۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اجنبی مرد' اجنبی عورت کو سلام کر سکتا ہے جب کسی فتنہ اور فساد کا خوف نہ ہو اور اس زمانہ میں اس طریقہ کو ترک کرنا افضل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۸۶۔۱۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت جبریل نے جو اپنے آپ کو حضرت عائشہ پر ظاہر نہیں کیا' اس کی ایک یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ رسول کے سوا جو شخص اپنی آنکھوں سے فرشتہ کو دیکھ لے وہ آخر عمر میں نابینا ہو جاتا ہے' اس وجہ سے حضرت جبریل نے اپنے آپ کو حضرت عائشہ پر ظاہر نہیں کیا' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا' وہ آپ کے پیچھے سو گئے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مرد تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مڑ کر دیکھا اور فرمایا: اے میرے پیارے! تم کب آئے؟ انہوں نے کہا: ایک ساعت ہوئی' آپ نے پوچھا: کیا تم نے میرے پاس کسی مرد کو دیکھا' انہوں نے کہا: ہاں! میں نے ایک مرد کو دیکھا' آپ نے فرمایا: وہ جبریل علیہ السلام تھے اور جبریل کو مخلوق میں سے جو بھی دیکھے گا وہ نابینا ہو جائے گا سوا اس کے کہ وہ نبی ہو' لیکن تم کو آخر عمر میں نابینا کیا جائے گا۔ (المستدرک ج ۳ ص ۳۵۶)

۳۲۱۸- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ (ح) وَحَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عُمَرَ بْنِ ذَرٍّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِيْلَ اَلَا تَزُوْرُنَا اَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا فَنَزَلَتْ ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا﴾ (مریم: ۶۴) اَلْاٰيَةَ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۳۱۔۷۴۵۵] [سنن ترمذی: ۳۱۵۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن ذر نے حدیث بیان کی (ح) اور مجھے یحییٰ بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از عمر بن ذر از والد خود از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل سے فرمایا: آپ جتنی بار ہماری زیارت کرتے ہیں کیا اس سے زیادہ بار ہماری زیارت نہیں کر سکتے' تب یہ آیت نازل ہوئی: اور ہم (فرشتے) صرف آپ کے رب کے حکم سے نازل ہوتے

ہیں' اسی کی ملکیت ہے جو ہمارے آگے اور جو ہمارے پیچھے ہے۔
(مریم:۶۴)

اس حدیث کی مفصل شرح ان شاء اللہ سورۂ مریم کی تفسیر میں آئے گی۔

۳۲۱۹- حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقْرَاَنِیْ جِبْرِیْلُ عَلٰی حَرْفٍ فَلَمْ اَزَلْ اَسْتَزِیْدُهٗ حَتّٰی انْتَهٰی اِلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ. [طرف الحدیث:۴۹۹۱] (صحیح مسلم:۸۱۹' الرقم المسلسل:۱۷۸۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جبریل نے ایک حرف پر قرآن مجید پڑھایا' پس میں ہمیشہ ان سے اس میں اضافہ طلب کرتا رہا' حتیٰ کہ وہ (اضافہ) سات حرفوں پر ختم ہو گیا۔

قرآن مجید کو سات حرفوں پر پڑھنے کی وضاحت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سات حرفوں سے مراد عرب کی سات لغات ہیں' یعنی قرآن مجید میں یہ سات لغات متفرق ہیں' پس بعض لغت قریش پر ہیں اور بعض لغت ھزیل پر ہیں' اور بعض لغت ھوازن پر ہیں اور بعض لغت یمن پر ہیں' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر لفظ سات لغات پر نازل ہوا ہے' علاوہ ازیں قرآن مجید کو سترہ قراءات پر پڑھا گیا ہے جیسے ''مالك يوم الدين'' اور ''عَبَدَ الطَّاغُوْتَ'' ہے (المائدہ:۶۰) اس کی وضاحت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ میں نے قُرّاء کو سنا اور میں نے ان سب کو متقارب پایا' پس جس طرح تم کو قرآن مجید کی تعلیم دی گئی ہے تم اسی طرح پڑھو' پس یہ قراءات اس طرح ہیں جس طرح تم کہتے ہو: ''ھَلُمَّ' تعال'' اور ''اَقْبِل'' (ان سب کا معنی ہے: آؤ)۔ اس حدیث کی شرح میں اور بھی اقوال ہیں اور یہ سب سے عمدہ قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا یُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَکَانَ اَجْوَدَ مَا یَکُوْنُ فِیْ رَمَضَانَ حِیْنَ یَلْقَاهُ جِبْرِیْلُ وَکَانَ جِبْرِیْلُ یَلْقَاهُ فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ فَیُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ یَلْقَاهُ جِبْرِیْلُ اَجْوَدُ بِالْخَیْرِ مِنَ الرِّیْحِ الْمُرْسَلَةِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَرَوٰی اَبُوْ هُرَیْرَةَ وَفَاطِمَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ جِبْرِیْلَ کَانَ یُعَارِضُهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپ سب سے زیادہ سخاوت رمضان میں کرتے تھے' جب آپ سے حضرت جبریل ملاقات کرتے تھے اور حضرت جبریل رمضان کی ہر رات میں آپ سے ملاقات کرتے تھے' پس وہ آپ سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے' پس جب حضرت جبریل' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے تھے تو آپ اس وقت ضرور بارش برسانے والی ہواؤں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ اور حضرت عبد اللہ (بن

الْقُرْاٰنَ.

المبارک) سے روایت ہے انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے اسی سند کے ساتھ اس کی مثل حدیث روایت کی ہے اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبریل آپ پر قرآن مجید پیش کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری:۶ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۲۱ - **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ اَمَا اَنَّ جِبْرِيْلَ قَدْ نَزَلَ فَصَلّٰى اَمَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ. اِعْلَمْ مَا تَقُوْلُ يَاعُرْوَةُ قَالَ سَمِعْتُ بَشِيْرَ بْنَ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ يَّقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ يَّقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَزَلَ جِبْرِيْلُ فَاَمَّنِيْ فَصَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ يَحْسُبُ بِاَصَابِعِهٖ خَمْسَ صَلَوَاتٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب کہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک دن عصر کی نماز کچھ مؤخر کر دی، تو ان سے عروہ نے کہا: سنیے! بے شک جبریل نازل ہوئے، پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نماز پڑھائی تو عمر (بن عبدالعزیز) نے کہا: سنو! اے عروہ! تم کیا کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: میں نے بشیر بن ابی مسعود سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے کہ حضرت جبریل نازل ہوئے، پس انہوں نے مجھے امامت کرائی تو میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، انہوں نے اپنی انگلیوں سے گن کر پانچ نمازیں بتائیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری:۵۲۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۲۲ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ جِبْرِيْلُ مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِكَ لَايُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ اَوْلَمْ يَدْخُلِ النَّارَ قَالَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از حبیب بن ابی ثابت از زید بن وہب از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبریل نے مجھے بتایا کہ آپ کی امت میں سے جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کرتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، یا بتایا کہ وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا، عرض کیا گیا: خواہ اس نے زنا کیا ہو خواہ اس نے چوری کی ہو، فرمایا: خواہ۔

اس حدیث میں جو بتایا ہے کہ وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں داخل نہیں ہوگا، تاکہ دوسری آیات اور احادیث کے یہ حدیث مخالف نہ ہو۔

اس حدیث کی مکمل شرح، صحیح البخاری: ۱۲۲۳ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۲۳ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَلٰئِكَةُ يَتَعَاقَبُوْنَ مَلٰئِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلٰئِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَالْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْاَلُهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ فَيَقُوْلُ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ يُصَلُّوْنَ وَاَتَيْنَاهُمْ يُصَلُّوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہتے ہیں، رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے اور وہ فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں، پھر جن فرشتوں نے تمہارے پاس رات گزاری ہوتی ہے وہ اللہ کی طرف (آسمان پر) چڑھتے ہیں، پھر اللہ ان سے سوال کرتا ہے، حالانکہ وہ بہت جاننے والا ہے، پس فرماتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو اس حال میں چھوڑا کہ ہم گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۵۵ میں گزر چکی ہے۔

۷ - بَابٌ اِذَا قَالَ اَحَدُكُمْ اٰمِيْنَ وَالْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ فَوَافَقَتْ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰى غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

جب تم میں سے کوئی شخص آمین کہتا ہے اور فرشتے آسمان میں آمین (کہتے ہیں)، پھر ان میں سے ایک کی آمین دوسرے کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں

اس عنوان کے موافق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قرآن پڑھنے والا آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں، پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے، اس کے گزشتہ گناہوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۰۲، سنن ابن ماجہ: ۹۲۲)

۳۲۲۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ اَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهٗ اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهٗ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ حَشَوْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِسَادَةً فِيْهَا تَمَاثِيْلُ كَاَنَّهَا نُمْرُقَةٌ فَجَاءَ فَقَامَ بَيْنَ الْبَابَيْنِ وَجَعَلَ يَتَغَيَّرُ وَجْهُهٗ فَقُلْتُ مَا لَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا بَالُ هٰذِهِ الْوِسَادَةِ قَالَتْ وِسَادَةٌ جَعَلْتُهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مخلد نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از اسماعیل بن امیہ کہ بے شک نافع نے ان کو حدیث بیان کی کہ قاسم بن محمد نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک گدا بچھایا، جس میں تصویریں تھیں، گویا کہ وہ دبیز چادر تھی، پس آپ آ کر دونوں دروازوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور آپ کے چہرے

لَكَ لِتَضْطَجِعَ عَلَيْهَا قَالَ اَمَا عَلِمْتِ اَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَّاَنَّ مَنْ صَنَعَ الصُّوْرَةَ يُعَذَّبُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَقُوْلُ اَحْيُوْا مَاخَلَقْتُمْ.

کا رنگ بدلنے لگا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم سے کیا (خطاء) ہوگئی؟ آپ نے فرمایا: یہ گدا کیسا ہے' میں نے عرض کیا: میں نے آپ کے لیے یہ گدا بنایا ہے تا کہ آپ اس پر لیٹا کریں' آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتیں کہ فرشتے اس گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں تصویریں ہوں' اور جس نے تصویر بنائی اس کو قیامت کے دن عذاب دیا جاتا رہے گا' اللہ فرمائے گا: اس کو زندہ کرو جس کو تم نے بنایا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں فرشتوں کا ذکر ہے' نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کپڑے پر بنی ہوئی جان دار کی تصویر بھی ناجائز ہے اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ کی روایت سے کپڑے پر بنی ہوئی تصویر کا جواز معلوم ہوتا ہے' اس سے مراد بے جان چیزوں کی تصاویر ہیں اور اس حدیث میں جان دار چیزوں کی تصویر پر آپ نے وعید سنائی ہے۔

۳۲۲۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا طَلْحَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةُ تَمَاثِيْلَ. [اطراف الحدیث: ۳۲۲۶-۳۳۲۲-۴۰۰۲-۵۹۴۹-۵۹۵۸] (سنن ترمذی: ۲۸۰۴' سنن نسائی: ۴۲۸۲' سنن ابن ماجہ: ۳۶۴۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عبید اللہ بن عبد اللہ' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں جس میں تصویریں ہوں۔

علامہ خطابی کے نزدیک اگر گھر میں تصویروں کو اہانت سے رکھا جائے تو وہ رحمت کے فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہیں اور علامہ نووی کے نزدیک یہ ممانعت مطلقاً ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جس کتے کی ممانعت ہے' اس سے مراد گھر میں رکھا ہوا کتا ہے اور جن فرشتوں کے داخل ہونے کی نفی ہے اس سے مراد کراماً کاتبین کے علاوہ دوسرے فرشتے ہیں' علامہ نووی نے بھی اسی طرح کہا ہے' کیونکہ دوسرے فرشتے رحمت' برکت اور استغفار کے ساتھ طواف کرتے ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جب کسی گھر میں وہ کتے اور وہ تصویریں ہوں جن کا رکھنا حرام ہے تو پھر اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے' لیکن جن کتوں کا رکھنا حرام نہیں ہے جیسے شکار کے کتے ہوں' یا کھیت کی حفاظت یا مویشیوں کی حفاظت کے کتے ہوں تو وہ رحمت کے فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہیں' اسی طرح جن تصویروں کو گدوں' بستروں اور تکیوں پر بہ طور اہانت بنایا گیا ہو' وہ بھی رحمت کے فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہیں۔

علامہ نووی شافعی متوفی ٦٧٦ ھ نے لکھا ہے: ظاہر یہ ہے کہ یہ ممانعت ہر کتے اور ہر تصویر کو عام ہے۔

رحمت کے فرشتوں کے نہ داخل ہونے کا سبب' اس پر علامہ عینی کا اعتراض اور مصنف کا جواب

پھر یہ کہا گیا ہے کہ رحمت کے فرشتوں کے دخول کی نفی کا سبب کسی معصیت فاحشہ کا ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے مشابہت ہے اور ان تصاویر میں وہ بھی ہیں جن کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جاتی ہے اور کتوں کی وجہ سے رحمت کے فرشتوں کے داخل نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر کتے نجاستوں کو کھاتے ہیں اور بعض کتوں کا نام شیطان رکھا گیا ہے اور فرشتے ان کی ضد ہیں اور کتوں سے بدبو آتی ہے اور فرشتے بدبو کو ناپسند کرتے ہیں اور جن کتوں کو رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی' ان کو رکھنے کی وجہ سے رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے' اس وجہ سے ان کتوں کے رکھنے والوں کو یہ سزا دی جاتی ہے کہ ان کے گھروں میں رحمت کے فرشتوں کو داخل ہونے سے منع کر دیا جاتا ہے اور وہ لوگ فرشتوں کی دعاؤں' ان کی رحمتوں اور برکتوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔

علامہ عینی' علامہ نووی کی اس تقریر پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خنزیر کا معاملہ کتے سے بدتر ہے' کیونکہ وہ نجس العین ہے اور کتا نجس العین نہیں بلکہ اس کے نجس ہونے میں بھی اختلاف ہے' تو بتلانے والی بات یہ تھی کہ جب خنزیر نجس العین ہے تو اس کو گھر میں رکھنے کے متعلق اتنے سخت احکام کیوں نہیں ہیں' جتنے سخت احکام کتے کو رکھنے کے متعلق ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ اس کی یہ وجہ ہو کہ اس زمانہ میں لوگ کتوں کے ساتھ بہت شغف رکھتے تھے' اس لیے ان کو کتوں کے ساتھ اختلاط رکھنے سے سختی سے منع کیا گیا' اس کے برخلاف خنزیر کے ساتھ لوگ اختلاط نہیں کرتے تھے بلکہ اس سے شدید نفرت کرتے تھے' اس وجہ سے ان کو خنزیر سے روکنے کے لیے سختی کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی بلکہ اس کے کھانے کو حرام قرار دینا کافی تھا۔

٣٢٢٦ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو اَنَّ بُكَيْرَ بْنَ الْاَشَجِّ حَدَّثَهُ اَنَّ بُسْرَ بْنَ سَعِيْدٍ حَدَّثَهُ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ وَمَعَ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عُبَيْدُ اللّٰهِ الْخَوْلَانِيُّ الَّذِيْ كَانَ فِيْ حَجْرِ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَهُمَا زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ اَنَّ اَبَا طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ قَالَ بُسْرٌ فَمَرِضَ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ فَعُدْنَاهُ فَاِذَا نَحْنُ فِيْ بَيْتِهِ بِسِتْرٍ فِيْهِ تَصَاوِيْرُ فَقُلْتُ لِعُبَيْدِ اللّٰهِ الْخَوْلَانِيِّ اَلَمْ يُحَدِّثْنَا فِي التَّصَاوِيْرِ فَقَالَ اِنَّهُ قَالَ اِلَّا رَقْمٌ فِيْ ثَوْبٍ اَلَا سَمِعْتَهُ قُلْتُ لَا قَالَ بَلٰى قَدْ ذَكَرَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی کہ ان کو بکیر بن الاشج نے حدیث بیان کی کہ ان کو بسر بن سعید نے حدیث بیان کی کہ بے شک حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی اور بسر بن سعید کے ساتھ عبید اللہ الخولانی بھی تھے' جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھے' جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں۔ راوی نے کہا: ان دونوں کو حضرت زید بن خالد جہنی نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہوں نے حضرت زید بن خالد کو یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں تصویر ہو۔ بُسر نے کہا: پھر حضرت زید بن خالد بیمار ہو گئے' سو ہم ان کی عیادت کے لیے گئے' پس جس وقت ہم ان کے گھر میں تھے تو ہم نے ان کے پردہ میں تصاویر دیکھیں تو میں نے عبید اللہ الخولانی سے کہا: کیا حضرت زید بن خالد نے ہم کو تصویر کی ممانعت

کے متعلق احادیث نہیں بیان کی تھیں؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! مگر انہوں نے کہا تھا: سوا اس تصویر کے جو کپڑے میں نقش ہو کیا تم نے ان سے یہ نہیں سنا تھا؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے اس (استثناء) کا ذکر کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۲۲۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۲۷ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرٌو عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ وَعَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيلُ فَقَالَ إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَّلَا كَلْبٌ. [طرف الحدیث: ۵۹۶۰]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا، پس انہوں نے کہا: ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو اور نہ اس گھر میں جس میں کتا ہو۔

۳۲۲۸ - **حَدَّثَنَا** إِسْمٰعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ قَوْلَ الْمَلٰئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از سمی از ابو صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام "سمع اللّٰه لمن حمده" کہے تو تم کہو: "اللّٰهم ربنا لك الحمد"، پس جس نے فرشتوں کے قول کی موافقت کر لی، اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۷۹۶ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۲۹ - **حَدَّثَنَا** إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ فِي صَلٰوةٍ مَّا دَامَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهُ وَالْمَلَائِكَةُ تَقُولُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ مَالَمْ يَقُمْ مِنْ صَلٰوتِهِ أَوْ يُحْدِثْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از ھلال بن علی از عبد الرحمان بن ابی عمرۃ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: بے شک تم میں سے کسی شخص کا اس وقت تک نماز میں ہی شمار ہوتا ہے جب تک نماز اس کو (مسجد میں) روکے رکھتی ہے اور فرشتے دعا کرتے رہتے ہیں: اے اللہ! اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما! جب تک وہ نماز کے لیے کھڑا نہ ہو یا وضوء نہ توڑے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۳۰ - **حَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث

عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلٰى عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ عَلَى الْمِنْبَرِ ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ﴾ (الزخرف:۷۷) قَالَ سُفْيَانُ فِيْ قِرَاءَةِ عَبْدِاللّٰهِ وَنَادَوْا يَامَالِ.

[اطراف الحدیث:۳۲۶۶-۴۸۱۹] (صحیح مسلم:۸۷۱ الرقم المسلسل: ۱۸۹۵ سنن ترمذی:۵۰۸ سنن ابوداؤد:۳۹۹۲)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از عطاء از صفوان بن یعلیٰ از والد خود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا نبی ﷺ منبر پر یہ آیت پڑھ رہے تھے: اور وہ (داروغہ جہنم کو) پکاریں گے: اے مالک! (الزخرف:۷۷) اور سفیان نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) کی قراءت میں کہا: اور وہ پکاریں گے: اے مالِ (آخری حرف ک کو ترخیم کی وجہ سے گرادیا)۔

''مالك'' دوزخ کے داروغہ کا نام ہے اور وہ فرشتہ ہے اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں روایت کی ہے۔ امام بخاری نے یہ آیت پوری ذکر نہیں کی پوری آیت اس طرح ہے:

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ O (الزخرف:۷۷)

اور وہ (داروغہ جہنم کو) پکاریں گے: اے مالک! آپ کا پروردگار ہمارا کام تمام کردے! وہ فرمائے گا: بے شک تم دوزخ میں ہی ٹھہرے رہو گے O

۳۲۳۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ اَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ اَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ اَشَدَّ مِنْ يَوْمِ اُحُدٍ قَالَ لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكِ مَالَقِيْتُ وَكَانَ اَشَدُّ مَا لَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيْلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِيْ اِلٰى مَا اَرَدْتُّ فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا وَاَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا اَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ اَظَلَّتْنِيْ فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِيْهَا جِبْرِيْلُ فَنَادَانِيْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ اِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَهُ بِمَاشِئْتَ فِيْهِمْ فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ ذٰلِكَ فِيْ مَا شِئْتَ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْاَخْشَبَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ اَرْجُوْ اَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا.

[طرف الحدیث:۷۳۸۹] (صحیح مسلم:۱۷۹۵ الرقم المسلسل:۴۵۴۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ نے ان کو حدیث بیان کی انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: کیا آپ کے اوپر کوئی ایسا دن بھی آیا جو آپ کے نزدیک غزوۂ اُحد کے دن سے بھی زیادہ شدید تھا؟ آپ نے فرمایا: تمہاری قوم سے مجھے جو مصائب پہنچے سو پہنچے اور ان تمام مصائب میں سے سب سے زیادہ سخت مصیبت وہ تھی جو مجھے عقبہ کے دن پہنچی جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا اس نے میرے ارادہ کے مطابق میری دعوت کو قبول نہیں کیا میں وہاں سے بہت مغموم حالت میں چل پڑا پھر جب میں قرن الثعالب پر پہنچا تو میری حالت سنبھلی پس میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو مجھ پر ایک بادل نے سایا کیا ہوا تھا پھر میں نے غور کیا تو اس میں (حضرت) جبریل تھے انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا: بے شک اللہ نے آپ کی قوم کی باتیں سن لی ہیں اور انہوں نے آپ کو جو جواب دیا ہے وہ بھی سن لیا ہے اور اللہ نے آپ کی طرف پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپ اس کو ان لوگوں کے متعلق جو چاہیں حکم دے دیں پھر مجھ کو

پہاڑوں کے فرشتہ نے آواز دی' پس اس نے مجھ کو سلام کیا' پھر اس نے کہا: اے محمد! اس نے بھی یہی کہا: آپ جو چاہیں' اگر آپ چاہیں تو جن دو پہاڑوں کے درمیان یہ لوگ ہیں' ان دو پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں (جس سے یہ ان کے درمیان پس جائیں)' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ مجھے یہ امید ہے کہ اللہ ان لوگوں کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جو صرف اللہ وحدہٗ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔

طائف کے سرداروں کے پاس آپ کے جانے کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اُحد کے دن کا ذکر ہے' یہ غزوۂ اُحد کا دن تھا جو تین ہجری میں ہوا تھا۔

اس حدیث میں ''یوم العقبة'' کا ذکر ہے' یہ منٰی میں وہ جگہ ہے جس کی طرف جمرۃ العقبہ منسوب ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے: جب میں نے ابن عبد یالیل پر اپنے آپ کو پیش کیا۔ یہ بعثت کے دس سال بعد کا واقعہ ہے اور یہ ابوطالب کی موت اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کا قصہ ہے' موسیٰ بن عقبہ نے از ابن شہاب یہ روایت ذکر کی ہے کہ جب ابوطالب فوت ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کی طرف اس توقع پر گئے کہ شاید وہ آپ کو پناہ دیں گے' پس آپ طائف کے تین سرداروں کے پاس گئے اور وہ آپس میں بھائی تھے: عبد یالیل' حبیب اور مسعود' آپ نے اپنے آپ کو ان کی پناہ میں پیش کیا اور آپ کو اپنی قوم سے جو تکلیفیں پہنچی تھیں ان کا ذکر کیا تو ان لوگوں نے بہت بے دردی سے آپ کو مسترد کر دیا۔

اس حدیث میں قرن الثعالب کا ذکر ہے' یہ مکہ کے قریب ایک جگہ ہے' علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ یہ اہل نجد کا میقات ہے اور اس کو قرن المنازل بھی کہا جاتا ہے' یہ مکہ سے دو مرحلہ کے فاصلہ پر ہے اور قرن اصل میں اس چھوٹے پہاڑ کو کہتے ہیں جو بڑے پہاڑ سے کٹ گیا ہو۔

اس حدیث میں پہاڑوں کے فرشتے کا ذکر ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف پہاڑوں کے فرشتہ کو بھیجا ہے' یہ وہ فرشتہ ہے جس کے لیے اللہ نے پہاڑوں کو مسخر کر دیا ہے اور پہاڑوں کے معاملات اس کے ہاتھ میں کر دیئے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

پہاڑوں کے فرشتہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر کہا: اگر آپ حکم دیں تو میں طائف کی بستی کو اس کے گرد دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں! آپ نے فرمایا: نہیں! مجھے امید ہے کہ اللہ ان لوگوں کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جو صرف اللہ وحدہٗ کی عبادت کریں گے۔

یہ رحمۃ للعلمین کی شان ہے' آپ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرح یہ نہیں فرمایا:

لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ○ اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ

(نوح:۲۶) چھوڑO

اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح یہ فرمایا:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا. (یونس:۸۸)

اے ہمارے رب! ان کے اموال پر ہلاکت ڈال دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ وہ ایمان نہ لا سکیں۔

(الکوثر الجاری ج۶ ص ۱۸۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

۳۲۳۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَاَلْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰیO فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰیO﴾ (النجم:۹-۱۰) قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ رَاٰی جِبْرِيْلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ.

[اطراف الحدیث:۴۸۵۶-۴۸۵۷] [صحیح مسلم:۱۷۴' الرقم المسلسل: ۴۳۲۱' سنن ترمذی:۳۲۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق الشیبانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے زر بن حبیش سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق پوچھا: پھر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے رب سے دو کمانوں کی مقدار نزدیک ہوئے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریبO تو اللہ نے اپنے عبد مکرم کی طرف وحی فرمائی جو وحی فرمائیO (النجم:۱۰-۹) تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں حدیث بیان کی کہ آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا' ان کے چھ سو پَر تھے۔

اس آیت کی تفسیر ان شاءاللہ سورۃ النجم میں بیان کی جائے گی۔

۳۲۳۳ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ ﴿لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی﴾ (النجم:۱۸) قَالَ رَاٰی رَفْرَفًا اَخْضَرَ سَدَّ اُفُقَ السَّمَاءِ.

[طرف الحدیث:۴۸۵۸] (امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا:) بے شک انہوں نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں ضرور دیکھیںO (النجم:۱۸) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبز تخت کو دیکھا جس نے آسمانوں کے کناروں کو بھر لیا تھا۔

''رفرف'' کا معنی

علامہ حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

سبز رنگ کی بچھائی جانے والی چادر کو ''رفرف'' کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

مُتَّكِئِيْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍO (الرحمٰن:۷۶)

تکیے لگائے ہوں گے سبز قالینوں اور نہایت نفیس خوب صورت فرشوں پرO

ایک قول یہ ہے کہ یہ جنت کے باغ ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تکیے ہیں' اور اس آیت میں ''رفرف'' سے مراد سبز رنگ کی چادر ہے' اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے حضرت جبریل کو سبز رنگ کے زیورات میں دیکھا' جنہوں نے زمین اور آسمان کے درمیان کو بھر لیا تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ''رفرف'' سے مراد حضرت جبریل کے پَر ہوں۔

(اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۷۸۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ)

۳۲۳٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ اَنْبَاَنَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهٗ فَقَدْ اَعْظَمَ وَلٰكِنْ قَدْ رَاٰى جِبْرِيْلَ فِيْ صُوْرَتِهٖ وَخَلْقِهٖ سَادًّا مَّابَيْنَ الْاُفُقِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ انصاری نے حدیث بیان کی از ابن عون انہوں نے کہا: ہمیں القاسم نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے فرمایا: جس نے یہ زعم کیا کہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے رب کو دیکھا ہے اس نے بہت سنگین بات کہی لیکن آپ نے حضرت جبریل کو ان کی صورت اور خلقت میں دیکھا تھا انہوں نے آسمانوں کے کناروں کو بھر لیا تھا۔

[اطراف الحدیث: ۳۲۳۵-۳۲۱۲-۴۶۱۲-۴۸۵۵-۷۳۸۰-۷۵۳۱] (صحیح مسلم: ۱۷۷ الرقم المسلسل: ۳۲۸ سنن ترمذی: ۳۰۶۸ مسند ابویعلیٰ: ۴۹۰۱ تفسیر عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۵۲ دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۶۷ کتاب الاسماء والصفات ص ۹۲۱ السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۴۷۷ مسند احمد ج ۶ ص ۴۹ طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۲۲۷ ج ۴۰ ص ۲۷۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کی زیادہ تفصیل اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے سلسلہ میں حضرت عائشہ اور مسروق کا مباحثہ

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اے ابو عائشہ! تین باتیں ایسی ہیں جس نے ان میں سے کوئی ایک بات بھی کہی تو اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا میں نے پوچھا: وہ کون سی باتیں ہیں؟ انہوں نے بتایا: جس نے یہ زعم کیا کہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے رب کو دیکھا ہے اس نے اللہ پر سنگین جھوٹ باندھا مسروق نے کہا: میں ٹیک لگائے ہوئے تھا میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا میں نے کہا: اے ام المؤمنین! مجھے مہلت دیں اور جلدی نہ کریں کیا اللہ عزوجل نے یہ نہیں فرمایا:

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝ (التکویر: ۲۳) — اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا ۝

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ (النجم: ۱۳) — اور بے شک انہوں نے اسے دوسری بار ضرور دیکھا ۝

پس حضرت عائشہ نے کہا: میں اس امت میں پہلی شخصیت ہوں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا ہے آپ نے فرمایا: وہ حضرت جبریل ہیں جس صورت میں حضرت جبریل کو پیدا کیا گیا ہے میں نے ان دو مرتبوں کے علاوہ ان کو اس صورت میں نہیں دیکھا میں نے ان کو دیکھا کہ وہ آسمان سے اتر رہے تھے اور ان کی عظیم خلقت نے آسمان سے لے کر زمین تک کو بھر لیا تھا حضرت عائشہ نے کہا: کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝ (الانعام: ۱۰۳) — نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ سب نگاہوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہی ہر باریکی کو جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے ۝

اور کیا تم نے نہیں سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ — اور کسی بشر کے لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا وہ کسی فرشتہ کو بھیج دے جو اس کے حکم

اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیْمٌ O (الشوریٰ:۵۱) سے پہنچا دے جو کچھ اللہ چاہے بے شک وہ بہت بلندی والا بڑی حکمت والا ہے O

اور جس نے یہ زعم کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی کتاب سے کچھ چھپالیا تو بے شک اس نے اللہ تعالیٰ پر سنگین جھوٹ باندھا' اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ. (المائدہ:۶۷) اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ سب پہنچا دیجئے' اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا۔

اور جس نے یہ زعم کیا کہ آپ آئندہ کل کے واقعہ کی خبر دیتے ہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ پر سنگین جھوٹ باندھا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ. (النمل:۶۵) آپ کہیے کہ آسمانوں میں اور زمینوں میں کوئی بھی اللہ کے سوا از خود غیب نہیں جانتا۔

(صحیح مسلم:۱۷۷' الرقم المسلسل:۳۲۸)

حضرت جبریل کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا' ان کے چھ سو پَر تھے اور ان کے ہر پَر نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا اور ان کے پَر سے رنگ برنگ کے موتی اور یاقوت گر رہے تھے۔

اور یہ ثابت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام' نبی ﷺ کے پاس کبھی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آتے تھے اور کبھی اعرابی کی صورت میں آتے تھے اور وہ اپنی صورت میں دو مرتبہ آپ کے پاس آئے' ایک مرتبہ آسمان سے اترتے ہوئے اور ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور حضرت جبریل وحی کے امین ہیں اور ان کو ''الروح الامین' روح القدس'' اور ''الناموس الاکبر'' کہا جاتا ہے۔ جبریل کے لفظ میں جبر کا معنی ہے: عبد' اور ایل اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے' اس کا معنی ہے: عبداللہ' یعنی اللہ کا بندہ۔

اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے ثبوت میں احادیث' آثار اور اقوالِ علماء

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا انکار کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے' اور حضرت عائشہ نے اپنے موقف کے ثبوت میں کوئی حدیث پیش نہیں کی بلکہ متعدد آیات سے اللہ تعالیٰ کے دکھائی نہ دینے پر استدلال کیا ہے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا بھی مشہور قول یہی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے' اور یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے۔

ابوالعالیہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں فرمایا:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی O (النجم:۱۱) قلب نے اس کے خلاف نہ کہا جو (آنکھ نے) دیکھا O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اپنے رب عزوجل کو دو بار دیکھا۔ (صحیح مسلم:۱۷۶' کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۴۳۷' سنن ترمذی:۳۲۸۱' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۳ طبع قدیم' مسند احمد:۱۹۵۶۔ ج ۳ ص ۴۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا ہے۔ (الاسماء والصفات للبیہقی ص ۴۴۴' الشریعۃ ص ۴۹۴' سنن کبریٰ للنسائی:۱۱۵۳۹' صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۷۲' المستدرک ج ۱ ص ۶۵' سنن ترمذی: ۳۲۷۹' المعجم الکبیر:۱۱۶۱۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۵ طبع قدیم' مسند احمد:۲۵۸۰۔ ج ۴ ص ۳۵۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کیا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور تھا۔ (صحیح مسلم:۱۷۸' الرقم المسلسل:۴۴۲' سنن ترمذی:۳۲۹۳)

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا ہوتا تو میں آپ سے سوال کرتا' انہوں نے کہا: تم کس چیز کے متعلق سوال کرتے؟ انہوں نے کہا: میں آپ سے یہ سوال کرتا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت ابوذر نے کہا: میں نے سوال کیا تھا' آپ نے فرمایا: میں نے نور کو دیکھا۔ (صحیح مسلم:۱۷۸' الرقم المسلسل:۴۴۳)

نیز علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں الضحاک اور عکرمہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے' اس میں مذکور ہے:

میرے رب نے اپنے دیدار سے میری تکریم کی' بایں طور کہ میری بصر کو میرے قلب میں ثابت رکھا' میں نے اپنی بصر میں اپنے رب کے نور کو اور عرش کے نور کو دیکھا۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کسی کو حضرت ابن عباس کے پاس بھیجا اور ان سے یہ سوال کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کلام کے ساتھ خاص کر لیا اور سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رؤیت کے ساتھ خاص کر لیا' پس سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو مرتبہ اپنے رب کو دیکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو مرتبہ کلام فرمایا۔

امام عبدالرزاق نے حسن بصری سے روایت کیا ہے: وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

نقاش نے امام احمد سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس کی حدیث کے مطابق کہتا ہوں کہ آپ نے اپنی آنکھ سے اپنے رب کو دیکھا ہے' وہ بار بار یہ کہتے رہے' حتیٰ کہ ان کا سانس منقطع ہو گیا۔

امام اشعری اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ آپ نے اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے اور ہر نبی کو جو کمال دیا گیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی اس کی مثل کمال عطاء کیا گیا اور اپنے رب کے دیدار کی آپ کو فضیلت عطاء فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو دیکھنے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اعتراض کا جواب

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ قرآن مجید میں ہے: ''لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ'' نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ (الانعام:۱۰۳) تو اس کا جواب یہ ہے کہ احاطہ کی نفی نفس رؤیت کی نفی کو مستلزم نہیں ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے کہ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور ہم بھی یہی کہتے ہیں' اس آیت کا دوسرا جواب یہ ہے کہ کفار کی آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں اور اگر اس سے مراد سب

کی آنکھیں ہوں تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ جلال اور غضب میں ہوگا' اس وقت اس کو کوئی نہیں دیکھ سکے گا اور شریعت میں کسی موجود چیز کو دیکھنا ممتنع اور محال نہیں ہے اور ہر موجود چیز کو دیکھنا جائز ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: ''لن ترانی'' ''آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ (الاعراف: ۱۴۳) اس کا معنی ہے: آپ مجھے دنیا میں نہیں دیکھ سکتے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۳۵ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا زَکَرِیَّاءُ ابْنُ اَبِیْ زَائِدَةَ عَنِ ابْنِ الْاَشْوَعِ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ مَّسْرُوْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا فَاَیْنَ قَوْلُهٗ ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ○ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی﴾ (النجم: ۸-۹). قَالَتْ ذَاکَ جِبْرِیْلُ کَانَ یَاْتِیْهِ فِیْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ وَاِنَّهٗ اَتَاهُ هٰذِهِ الْمَرَّةَ فِیْ صُوْرَتِهِ الَّتِیْ هِیَ صُوْرَتُهٗ فَسَدَّ الْاُفُقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء بن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از ابن الاشوع از الشعبی از مسروق' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ پھر اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا کیا معنی ہوگا: پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رب سے دو کمانوں کی مقدار نزدیک ہوئے ○ بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ○ (النجم: ۹-۸) حضرت عائشہ نے کہا: یہ جبریل ہیں جو آپ کے پاس ایک مرد کی صورت میں آتے تھے اور بے شک اس مرتبہ وہ اپنی اصلی صورت میں آئے' پس انہوں نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۳۶ - حَدَّثَنَا مُوْسٰی قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ اللَّیْلَةَ رَجُلَیْنِ اَتَیَانِیْ قَالَا الَّذِیْ یُوْقِدُ النَّارَ مَالِکٌ خَازِنُ النَّارِ وَاَنَا جِبْرِیْلُ وَهٰذَا مِیْکَائِیْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی از سمرہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے آج رات خواب دیکھا کہ دو مرد میرے پاس آئے' انہوں نے کہا: جو دوزخ کی آگ بھڑکا رہا تھا' اس کا نام مالک ہے' وہ دوزخ کا داروغہ ہے اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۳۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَیْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِکَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ تَابَعَهٗ شُعْبَةُ وَاَبُوْ حَمْزَةَ وَابْنُ دَاوٗدَ وَاَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے' پس وہ انکار کرے' پس مرد اس پر غصہ میں رات گزارے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے۔ ابوعوانہ کی متابعت

شعبہ اور ابوحمزہ اور ابن داؤد اور ابومعاویہ نے کی ہے از الاعمش۔ [اطراف الحدیث: ۵۱۹۳-۵۱۹۴] (صحیح مسلم: ۱۴۳۶، الرقم المسلسل: ۳۴۲۸)

خاوند کا بیوی پر عظیم حق ہے

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ خاوند کا بیوی پر بہت عظیم حق ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو یہ حکم دیتا کہ وہ دوسرے کو سجدہ کرے تو بیوی کو یہ حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (سنن ترمذی: ۱۱۵۹، سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۲، سنن دارمی: ۱۴۶۴)

اور اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی کام کے لیے بلائے تو وہ اس کے پاس فوراً آ جائے خواہ وہ اس وقت تنور پر ہو۔ (سنن ترمذی: ۱۱۶۰، مسند احمد ج ۴ ص ۲۲)

۳۲۳۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ثُمَّ فَتَرَ عَنِّي الْوَحْيُ فَتْرَةً فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِيْ قِبَلَ السَّمَاءِ فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِيْ جَاءَنِيْ بِحِرَاءٍ قَاعِدٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَجُئِثْتُ مِنْهُ حَتّٰى هَوَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ فَجِئْتُ اَهْلِيْ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُO اِلٰى قَوْلِهٖ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْO﴾ (المدثر: ۱-۵) قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ وَالرِّجْزُ اَ لْاَوْثَانُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے لیث نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے سنا، انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے پاس وحی کا آنا رک گیا، پس جس وقت کہ میں جا رہا تھا تو میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، پس میں نے آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا تو وہاں پر وہی فرشتہ تھا جو میرے پاس حراء میں آیا تھا، وہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، میں اس کو دیکھ کر اس قدر خوف زدہ ہو گیا کہ زمین پر گر پڑا، پھر میں اپنے گھر آیا، پس میں نے کہا: مجھے کچھ اُوڑھا دو، مجھے کچھ اُوڑھا دو، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: اے چادر اوڑھنے والے!O (یہ آیت یہاں تک ہے) اور بتوں کو چھوڑے رکھیےO (المدثر: ۵-۱) ابوسلمہ نے کہا: رجز کا معنی بت ہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۳۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ لَيْلَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی العالیہ، انہوں نے کہا: ہمیں

اُسْرِیَ بِیْ مُوْسٰی رَجُلًا اٰدَمَ طُوَالًا جَعْدًا کَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَیْتُ عِیْسٰی رَجُلًا مَّرْبُوْعًا مَّرْبُوْعَ الْخَلْقِ اِلَی الْحُمْرَةِ وَالْبَیَاضِ سَبْطَ الرَّاْسِ وَرَاَیْتُ مَالِکًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِیْ اٰیَاتٍ اَرَاهُنَّ اللّٰهُ اِیَّاهُ ﴿فَلَاتَکُنْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ﴾ (السجدہ:٢٣) قَالَ اَنَسٌ وَّاَبُوْبَکْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَحْرُسُ الْمَلَائِکَةُ الْمَدِیْنَةَ مِنَ الدَّجَّالِ.

تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چچا نے حدیث بیان کی' یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی' اس رات میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا' ان کا گندمی رنگ' قد لمبا اور بال گھنگریالے تھے' وہ ایسے لگتے تھے جیسے قبیلہ شنوءہ کا کوئی شخص ہو اور میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا' ان کا درمیانہ قد' درمیانہ جسم' رنگ سرخ و سفید اور سر کے بال سیدھے تھے' اور میں نے مالک کو دیکھا جو دوزخ کے داروغہ ہیں' اور دجال کو بھی دیکھا' یہ ان نشانیوں میں سے ہیں جو اللہ نے مجھے دکھائی تھیں' پس تم ان سے ملاقات کے متعلق کوئی شک اور شبہ نہ کرنا (السجدہ:٢٣) حضرت انس اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہما نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح روایت کیا ہے کہ فرشتے مدینے کی دجال سے حفاظت کریں گے۔

''ادم'' اور قبیلہ شنوءۃ کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ''ادم'' کی صفت ذکر کی ہے' یہ لفظ ''ادمة'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: زمین کا رنگ' اور انسانوں میں اس شخص کو آدم کہتے ہیں جو سخت گندم کے رنگ کی طرح ہو' جو اونٹ سفید رنگ کا ہو اور اس کی سفیدی سیاہی مائل ہو اس کو بھی آدم کہتے ہیں' حضرت آدم علیہ السلام کا بھی گندمی رنگ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بال گھنگریالے تھے اور دوسری احادیث میں ہے: ان کے بال سیدھے تھے' اور یہ اس پر محمول ہے کہ ان کے بال بالکل سیدھے تھے نہ سخت گھنگریالے تھے۔

اس حدیث میں قبیلہ شنوءۃ کا لفظ ہے' یہ قبیلہ ازد کی ایک شاخ ہے' اس قبیلہ کے لوگ لمبے قد کے ہوتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٠٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٨- بَابُ مَا جَاءَ فِیْ صِفَةِ الْجَنَّةِ وَاَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ

جنت کی صفت میں احادیث اور اس کے مخلوق ہونے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنت پیدا کی جا چکی ہے اور اس وقت موجود ہے' اور اس میں معتزلہ کا رد ہے' جنہوں نے کہا ہے کہ جنت کو قیامت کے دن پیدا کیا جائے گا' یعنی ابھی وہ موجود نہیں ہے' اسی طرح انہوں نے دوزخ کے متعلق کہا ہے کہ وہ قیامت کے دن پیدا کی جائے گی' جنت کا معنی ایسا باغ ہے جس میں بہت گھنے اور سایہ دار درخت ہوں' اور جنت کے لفظ کا مادہ ''جَنٌّ'' ہے اور جس لفظ میں یہ حروف ہوں' اس میں پوشیدگی کا معنی ہوتا ہے' جنت بھی ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے' اسی سے ''جنان'' بنا ہے' اس کا معنی دل ہے جو سینہ میں پوشیدہ ہے' پیٹ کے بچہ کو جنین کہتے ہیں' یہ بھی پیٹ میں پوشیدہ ہوتا ہے' جن بھی ایسی مخلوق ہے جو انسان کی نظر سے پوشیدہ ہے اور جنون بھی دماغ کی پوشیدہ بیماری ہے۔

قَالَ اَبُو الْعَالِیَةِ ﴿مُطَهَّرَةٌ﴾ مِنَ الْحَیْضِ وَالْبَوْلِ وَالْبُزَاقِ. ابوالعالیہ نے کہا ہے کہ جنت کو حیض اور پیشاب سے اور تھوک سے مطہر (پاک) رکھا گیا۔

اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَلَهُمْ فِیهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ. (البقرہ:۲۵) اور ان کے لیے جنت میں پاک بیویاں ہوں گی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ منی سے اور بچہ کی پیدائش سے پاک ہوں گی اور وہ گھناؤنی چیزوں سے اور گناہ سے پاک ہوں گی۔

﴿کُلَّمَا رُزِقُوْا﴾ اُتُوْا بِشَیْءٍ ثُمَّ اُتُوْا بِاٰخَرَ ﴿قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ﴾ اُوْتِیْنَا مِنْ قَبْلُ ﴿وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا﴾ (البقرہ:۲۵) ''کلما رزقوا'' اس کا معنی ہے: انہیں ایک چیز (پھل) دی جائے گی' پھر دوسری چیز دی جائے گی' تو وہ کہیں گے: یہ وہی ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا تھا' اور ان کو ایک دوسرے سے ملتے جلتے پھل دیئے جائیں گے۔ (البقرہ:۲۵)

اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

کُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا. (البقرہ:۲۵) جب بھی انہیں جنت سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے: یہ وہی ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا تھا' اور ان کو صورت میں ایک جیسے پھل دیئے جائیں گے۔

اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ وہ کہیں گے: یہ وہی پھل ہے جو اس سے پہلے ہمیں دنیا میں دیا گیا تھا اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ کہیں گے کہ یہ وہی پھل ہے جو ہمیں کل دنیا میں دیا گیا تھا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جنت کے پھل ایک دوسرے کے بہت زیادہ مشابہ ہوں گے۔

یُشْبِهُ بَعْضُهٗ بَعْضًا وَّیَخْتَلِفُ فِی الطُّعُوْمِ. وہ ایک دوسرے سے صورت میں مشابہ ہوں گے اور ذائقہ میں مختلف ہوں گے۔

اس تعلیق میں درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا. (البقرہ:۲۵) اور ان کو صورت میں ایک جیسے پھل دیئے جائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ جنت کے پھل رنگ میں اور دیکھنے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے اور ذائقہ میں مشابہ نہیں ہوں گے۔ عکرمہ نے کہا ہے کہ جنت کے پھل دیکھنے میں دنیا کے پھلوں کے مشابہ ہوں گے' مگر جنت کے پھل زیادہ لذیذ ہوں گے اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ جنت کے پھل صرف نام میں دنیا کے پھلوں کے مشابہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۰۲)

﴿قُطُوْفُهَا﴾ یَقْطِفُوْنَ کَیْفَ شَاءُ وْا ﴿دَانِیَةٌ﴾ (الحاقۃ:۲۳) قَرِیْبَةٌ ''قطوفها'' کا معنی ہے: وہ جس طرح چاہیں جنت کے پھلوں کو چن لیں ''دانیة'' کا معنی ہے: قریب۔

اس تعلیق میں درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌO (الحاقۃ:۲۳) جنت کے پھلوں کے خوشے جھکے ہوئے ہیںO

یعنی جنتیوں کے لیے آسانی ہے' وہ جس طرح چاہیں جنت کے پھلوں کو خوشوں سے توڑ لیں۔

﴿الْأَرَآئِكُ﴾ (الکہف:۳۱) اَلسُّرُرُ. ''الارائك'' کا معنی ٹیک لگانے کی جگہیں۔

اس تعلیق میں درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْأَرَآئِكِ. (الکہف:۳۱) وہ جنت میں مسندوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔

''الاریکه'' کا معنی تخت ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ النَّضْرَةُ فِي الْوُجُوْهِ وَالسُّرُوْرُ فِي الْقَلْبِ. حسن بصری نے کہا ہے کہ ''النضرة'' کا معنی ہے: چہروں کی تروتازگی اور ''السرور'' کا معنی ہے: دل میں خوشی۔

اس تعلیق میں حسبِ ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًاO (الدھر:۱۱) اور انہیں تازگی اور فرحت بخشے گاO

اس آیت سے پہلی آیت اس طرح ہے:

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ. (الدھر:۱۱) تو اس دن کی مصیبت سے اللہ انہیں بچا لے گا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو اس دن کے ان مصائب سے بچا لے گا جن مصائب سے وہ ڈر رہے ہوں گے اور ان کو ایسی نعمتیں عطاء فرمائے گا' جن سے ان کے دلوں میں خوشی ہوگی اور ان نعمتوں کے آثار ان کے چہروں کی تازگی سے ان پر نظر آئیں گے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ. ﴿سَلْسَبِيْلًا﴾ (الانسان:۱۸) حَدِيْدَةُ الْجِرْيَةِ. مجاہد نے کہا کہ ''سلسبیل'' کا معنی ہے: ایسا چشمہ جو بہت تیزی سے جاری ہوگا۔

اس تعلیق میں درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًاO (الدھر:۱۸) یہ ایک چشمہ ہے جس کو جنت میں سلسبیل کہا جاتا ہےO

اس کو سلسبیل اس لیے کہتے ہیں کہ اس چشمہ کا پانی سلامتی اور سہولت کے ساتھ حلق سے نیچے جائے گا۔

﴿غَوْلٌ﴾ وَجَعُ الْبَطْنِ. ''غول'' کا معنی ہے: پیٹ کا درد۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَO (الصّٰفّٰت:۴۷) نہ اس سے سر چکرائے گا اور نہ وہ اس سے بہکیں گےO

امام بخاری نے ''غول'' کی تفسیر پیٹ کے درد سے کی ہے' یہ تفسیر از مجاہد از حضرت ابن عباس مروی ہے اور قتادہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد سر کا درد ہے۔

﴿يُنْزَفُوْنَ﴾ (الصافات:٤٧) لَا تَذْهَبُ عُقُوْلُهُمْ. ''ینزفون'' کا معنی ہے: ان کی عقلیں زائل نہیں ہوں گی۔

یعنی جنت کی شراب پینے سے ان کی عقلیں زائل نہیں ہوں گی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ. ﴿دِهَاقًا﴾ (النباء:٣٤) مُمْتَلِئًا. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''دھاقا'' کا معنی ہے: بھرے ہوئے۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَكَأْسًا دِهَاقًاO (النباء:۳۴) اور چھلکتے ہوئے جامO

﴿كَوَاعِبَ﴾ (النباء:۳۳) نَوَاهِدَ. ''کواعب'' کا معنی ہے: ''نواھد'' یعنی وہ جوان لڑکیاں

جن کے پستان اُبھرے ہوئے ہوں۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ۝ (النباء: ۳۳)
اور نو جوان ہم عمر بیویاں ۝

﴿الرَّحِيقُ﴾ الْخَمْرُ.
''الرحیق'' کا معنی ہے: انگور کی شراب۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

رَحِيقٍ مَّخْتُومٍ ۝ (المطففین: ۲۵)
صاف شفاف شراب جس پر مشک کی مہر لگی ہوئی ہو ۝

اس آیت میں ''رحیق'' کی تفسیر انگور کی شراب سے کی گئی ہے' یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۰۳)

﴿التَّسْنِيمُ﴾ يَعْلُوْا شَرَابَ أَهْلِ الْجَنَّةِ.
''تسنیم'' کا معنی ہے: اہل جنت کی شراب کے اوپر جنت کے چشمہ تسنیم کا پانی ہوگا۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ ۝ (المطففین: ۲۷)
اور اس شراب میں چشمہ تسنیم کے پانی کی آمیزش ہے ۝

﴿خِتَامُهُ﴾ طِينُهُ ﴿مِسْكٌ﴾ (المطففین: ۲٦)
''ختامہ'' کا معنی ہے: وہ مشک کی مٹی سے مہر زدہ ہوگی۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ۝ (المطففین: ۲۵)
ان کو صاف شفاف شراب پلائی جائے گی جو مشک سے مہر زدہ ہوگی ۝

﴿نَضَّاخَتَانِ﴾ (الرحمٰن: ٦٦) فَيَّاضَتَانِ.
''نضاختان'' کا معنی ہے: بہنے والے۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

فِيهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝ (الرحمٰن: ٦٦)
ان میں دو بہنے والے چشمے ہیں ۝

يُقَالُ ﴿مَوْضُوْنَةٌ﴾ (الواقعہ: ۱۵) مَنْسُوْجَةٌ وَّمِنْهُ وَضِيْنُ النَّاقَةِ.
''موضونة'' کا معنی ہے: زر و جواہر سے بنی ہوئی' اور اسی سے ''وطین الناقة'' ماخوذ ہے' یعنی اونٹنی کی بنی ہوئی جھول۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝ (الواقعہ: ۱۵)
وہ زر و جواہر کے مرصع تختوں پر ہوں گے ۝

وَالْكُوْبُ مَالَا أُذُنَ لَهُ وَلَا عُرْوَةَ وَالْأَبَارِيْقُ ذَوَاتُ الْأٰذَانِ وَالْعُرَا.
اور ''کوب'' کا معنی ہے: جس کا نہ کان ہو نہ کنڈا' اور ''اباریق'' کا معنی ہے: جس کا کان اور کنڈا ہو۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

بِأَكْوَابٍ وَّأَبَارِيْقَ (الواقعہ: ۱۸)
سادہ پیالے اور کنڈے والے پیالے۔

﴿عُرُبًا﴾ (الواقعہ: ۳۷) مُثَقَّلَةً وَاحِدُهَا عُرُوْبٌ مِثْلُ صَبُوْرٍ يُسَمِّيْهَا أَهْلُ مَكَّةَ الْعَرِبَةَ وَأَهْلُ الْمَدِيْنَةِ
''عربًا'' ثقیل ہے' اس کا واحد ''عروب'' ہے' جیسے ''صبور'' اور ''صُبر'' ہے' اہل مکہ ''عروب'' کو ''العربة'' کہتے ہیں اور اہل

الْغَنِجَةَ وَاَهْلُ الْعِرَاقِ الشَّكِلَةَ. مدینہ "غنجه" کہتے ہیں اور اہل عراق "شکله" کہتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًاO عُرُبًا اَتْرَابًاO (الواقعہ: ۳۷-۳۶) پس ہم نے ان کو کنواری بنایاO اپنے شوہر سے محبت کرنے والیاں ہم عمرO

امام بخاری نے "مثقلہ" کہا ہے اس کا معنی ثقیل ہے را پر پیش ہے کیونکہ پیش ثقیل ہوتا ہے اور اگر را پر جزم ہو تو وہ مسکنہ ہے "عرب" کا واحد "عروب" ہے جیسے "صُبر" کا واحد "صبور" ہے جو عورت متواضع اور منکسر المزاج ہو اس کو "غنسجه" کہتے ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿رَوْحٌ﴾ (الواقعہ:۸۹) جَنَّةٌ وَّرَخَاءٌ ﴿وَالرَّيْحَانُ﴾ الرِّزْقُ. مجاہد نے کہا: "روح" کا معنی جنت اور فراخی ہے اور "ریحان" کا معنی رزق ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍO (الواقعہ:۸۹) تو اس کے لیے راحت ہے اور پاکیزہ رزق اور آرام کی جنتO

﴿وَالْمَنْضُوْدُ﴾ اَلْمَوْزُ ﴿وَالْمَخْضُوْدُ﴾ الْمُوْقَرُ حَمْلًا وَّيُقَالُ اَيْضًا لَاشَوْكَ لَهٗ. اور "منضود" کا معنی کیلے ہیں اور "مخضود" کا معنی ہے: جو پھلوں کے بوجھ سے جھکا ہوا ہو یا وہ بیر کا درخت جس میں کانٹا نہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍO وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍO (الواقعہ:۲۹-۲۸) وہ بے کانٹوں کی بیریوں میں ہوں گےO اور تہ بہ تہ کیلوں میںO

وَالْعُرُبُ الْمُحَبَّبَاتُ اِلٰى اَزْوَاجِهِنَّ. "العرب" کا معنی ہے: وہ عورتیں جو اپنے شوہروں کو محبوب ہوں۔

اس کا ذکر الواقعہ: ۳۶ میں ہے۔

وَيُقَالُ ﴿مَسْكُوْبٌ﴾ (الواقعہ:۳۱) جَارٍ. "مسکوب" کا معنی ہے: بہتا ہوا پانی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَاءٍ مَّسْكُوْبٍO (الواقعہ:۳۱) اور بہتے ہوئے پانی میںO

﴿وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ﴾ (الواقعہ:۳٤) بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ. "فرش مرفوعه" کا معنی ہے: اوپر تلے بچھے ہوئے بستر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍO (الواقعہ:۳۴) اور اونچے بچھونوں میںO

﴿لَغْوًا﴾ بَاطِلًا ﴿تَاْثِيْمًا﴾ (الواقعہ:۲۵) كَذِبًا. اور "لغوا" کا معنی ہے: بے فائدہ اور گناہ کا معنی ہے:

جھوٹ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۝ (الواقعہ:۲۵)

وہ جنت میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ گناہ کی بات ۝

﴿اَفْنَانٌ﴾ (الرحمٰن:٤٨) اَغْصَانٌ.

''افنان'' کا معنی ہے: شاخیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۝ (الرحمٰن:۴۸)

گھنی شاخوں والی جنتیں ۝

﴿وَجَـنَـا الْـجَـنَّـتَيْنِ دَانٍ ۝﴾ (الرحمٰن:٥٤) مَا يُجْتَنٰى قَرِيْبٌ.

''وجنی الجنتین دان'' کا معنی ہے: جنتوں کے پھل جنتیوں کے قریب ہوں گے' خواہ وہ کھڑے ہوں یا بیٹھے ہوں' ان کے لیے پھلوں کو توڑنا آسان ہوگا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝ (الرحمٰن:۵۴)

اوران دونوں جنتوں کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے ۝

﴿مُدْهَآمَّتَانِ﴾ (الرحمٰن:٦٤) سَوْدَاوَانِ مِنَ الرِّيِّ.

''مدھامتان'' (الرحمٰن:۶۴) گہرے سبز۔

یعنی وہ دونوں باغ گہرے سبز اور سیاہی مائل ہوں گے۔

٣٢٤٠ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَاِنَّهٗ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ فَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث بن سعد نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس پر صبح اور شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے' اگر وہ شخص اہل جنت میں سے ہو تو اہل جنت میں سے اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے اور اگر وہ اہل دوزخ میں سے ہو تو اہل دوزخ میں سے اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۳۷۹ میں گزر چکی ہے۔

٣٢٤١ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ زَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءَ. [اطراف الحدیث:۵۱۹۸۔۶۴۴۹۔۶۵۴۶] (صحیح مسلم:۲۷۳۸' الرقم المسلسل:۶۸۳۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلم بن زریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی از حضرت عمران بن حصین از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: میں جنت پر مطلع ہوا تو میں نے دیکھا کہ اکثر اہل جنت فقراء ہیں اور میں دوزخ پر مطلع ہوا تو میں نے دیکھا کہ اکثر اہل دوزخ عورتیں ہیں۔

دوزخ میں عورتوں کی کثرت اور جنت میں فقراء کی کثرت کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

لال کائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن شبلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک فساق ہی اہل دوزخ ہیں' پھر آپ نے فساق کی تفسیر میں فرمایا: وہ عورتیں ہیں' صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ ہماری مائیں' بہنیں اور بیٹیاں نہیں ہیں! آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! لیکن جب انہیں کوئی چیز دی جائے تو وہ شکرادا نہیں کرتیں اور جب وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوں تو صبر نہیں کرتیں۔

المہلب نے کہا ہے کہ عورتیں دوزخ کی اس وجہ سے مستحق ہوں گی کہ وہ اپنے خاوند کی نافرمانی کرتی ہیں۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ عورتیں جنت میں کم اس لیے ہوں گی کہ ان پر خواہشات غالب ہیں اور وہ دنیا کی طرف زیادہ مائل ہیں اور وہ دنیا کی زیب و زینت زیادہ اختیار کرتی ہیں اور وہ آخرت کے لیے نیک عمل کم کرتی ہیں اور عبادات سے اعراض کرتی ہیں اور جو شخص ان کو عبادات کی طرف بلائے' اس کا کہنا مشکل سے مانتی ہیں۔

فقراء کے زیادہ جنتی ہونے کا سبب یہ ہے کہ انسان کو مال و دولت کی کثرت گناہوں میں مبتلا کرتی ہے اور جب فقراء کے پاس زیادہ مال نہیں ہوتا تو وہ گناہوں میں مبتلا نہیں ہوتے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس سے فقراء کی فضیلت ظاہر ہوئی تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فقر سے پناہ کیوں مانگی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فقر سے پناہ مانگنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے آپ نے مال و دولت کے فتنہ سے پناہ مانگی تھی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جنت میں کوئی شخص کنوارہ نہیں ہوگا اور ہر مرد کی دو بیویاں ہوں گی تو جب جنت میں عورتیں کم ہوں گی اور زیادہ عورتیں دوزخ میں ہوں گی تو پھر یہ کیسے ہوگا؟ حکیم ترمذی وغیرہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت سے پہلے' زیادہ عورتیں دوزخ میں ہوں گی اور جب آپ ان کی شفاعت فرمادیں گے تو پھر وہ جنت میں زیادہ ہوں گی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۴۲ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِيْ فِي الْجَنَّةِ فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلٰى جَانِبِ قَصْرٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ فَقَالُوْا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا فَبَكٰى عُمَرُ وَقَالَ أَعَلَيْكَ أَغَارُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۸۰-۵۲۲۷-۷۰۲۳-۷۰۲۵] (صحیح مسلم: ۲۳۹۵' الرقم المسلسل: ۶۰۹۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس تھے تو آپ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو خواب میں جنت میں دیکھا' پس وہاں ایک عورت ایک محل کی ایک جانب میں وضوء کر رہی تھی' میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے' تو انہوں نے بتایا: یہ حضرت عمر بن الخطاب کا محل ہے تو مجھے ان کی غیرت یاد آئی' پس میں نے واپس پیٹھ پھیری تو حضرت عمر رونے لگے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں آپ کے اوپر غیرت کروں گا۔

جنت میں وضوء کرنے کی توجیہ اور غیرت کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ آپ نے جس عورت کو وضوء کرتے ہوئے دیکھا تھا' ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد لغوی وضوء ہو اور وہ عورت محض اپنے حسن کو نکھارنے کے لیے ہاتھ منہ دھو رہی ہو' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے شرعی وضوء مراد ہو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جنت میں کوئی عمل نہیں ہوگا' نہ وضوء اور نہ کوئی اور عمل' کیونکہ وہ دارالجزاء ہے' دارالعمل نہیں ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس عورت کا وضوء کرنا اپنے حسن اور نور میں اضافہ کرنے کے لیے تھا نہ کہ اپنے چہرے سے میل کچیل اور گرد و غبار کو زائل کرنے کے لیے تھا کیونکہ جنت میں میل کچیل نہیں ہوتا۔

علامہ ابن التین نے کہا کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وضوء کرنا ایسا عمل ہے جو جنت کی نعمتوں کی طرف پہنچاتا ہے۔

اس حدیث میں غیرت کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: حمیت' عار اور کسی کو ناپسندیدہ بات پر ملامت کرنا۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٠٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٢٤٣ - **حَدَّثَنَا** حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عِمْرَانَ الْجَوْنِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ الْاَشْعَرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْمَةُ دُرَّةٌ مُّجَوَّفَةٌ طُوْلُهَا فِي السَّمَاءِ ثَلٰثُوْنَ مِيْلًا فِيْ كُلِّ زَاوِيَةٍ مِّنْهَا لِلْمُؤْمِنِ اَهْلٌ لَا يَرَاهُمُ الْاٰخَرُوْنَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ الصَّمَدِ وَالْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ سِتُّوْنَ مِيْلًا.

[طرف الحدیث: ٤٨٧٩] (صحیح مسلم: ٢٨٣٨' الرقم المسلسل: ٧٠٥٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوعمران الجونی سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے ہیں از ابوبکر بن عبداللہ بن قیس الاشعری از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (جنتیوں کا) خیمہ ایک خول دار موتی ہے جس کی بلندی آسمان تک تیس میل ہے' اس کے ہر کونے پر مؤمن کی ایک بیوی ہوگی جس کو دوسرے نہیں دیکھ سکیں گے۔ ابوعبدالصمد اور حارث بن عبید نے کہا از ابی عمران: ساٹھ میل۔

اس حدیث میں بیوی سے مراد عام ہے' خواہ وہ حور ہو یا اس کی دنیاوی بیوی ہو۔

٣٢٤٤ - **حَدَّثَنَا** الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ اَعْدَدْتُّ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ فَاقْرَؤُوْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ﴾ (السجدہ: ١٧).

[اطراف الحدیث: ٤٧٧٩-٤٧٨٠-٧٤٩٨] (صحیح مسلم: ٧٠٢٦-٢٨٢٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے قلب میں کھٹکی ہیں' پس اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: سو کسی کو معلوم نہیں جو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے۔ (السجدہ: ١٧)

جنت کی نعمتوں سے صرف انسان اور بشر ہی لطف اندوز ہو سکتے ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی ہے کہ جنت میں جو نعمتیں عطاء کی جائیں گی' ان کو اس سے پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ وہ نعمتیں اس سے پہلے کسی بشر کے دل میں کھٹکی ہوں گی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں بشر کی تخصیص کیوں کی گئی ہے' یوں کیوں نہیں فرمایا کہ کسی مخلوق نے ان کو نہیں دیکھا ہوگا' نہ کسی کے دل میں ان کا خیال آیا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے کی صلاحیت صرف انسان اور بشر میں ہے' جنات اور ملائکہ ان نعمتوں سے لطف اُٹھانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

صالحین کی تخصیص کی توجیہ

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں' اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس ارشاد میں صالحین کے لیے ان نعمتوں کا ذکر ہے اور انبیاء' صدیقین اور شہداء کا ذکر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء' صدیقین اور شہداء ''صالحین'' میں بہ طریق اولیٰ داخل ہیں' اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کی صفات میں صالحین کا بھی ذکر فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ O (الانعام:۸۵)

اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس' تمام انبیاء صالحین میں سے ہیں O

جنت کی نعمتوں کو مخفی رکھنے کی توجیہ

جنت کی ہر نعمت کا نمونہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رکھا ہے تا کہ انسان کا دل جنت کی نعمتوں کی طرف راغب ہو اور جنت کی نعمتوں کو مخفی اس لیے رکھا ہے کہ جب لوگوں کو یہ بتایا جائے گا کہ تم دنیا کی فلاں نعمت میں جو لذت پاتے ہو' اس کے مقابلہ میں جنت کی نعمت کی جو لذت ہے دنیا کی نعمت کی لذت اس سے کوئی نسبت نہیں رکھتی تو پھر انسان اس نعمت کے حصول کی بہت زیادہ کوشش کرے گا' اور بشر اور انسان کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ فرشتوں اور جنات میں ان نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے کی بالکل صلاحیت نہیں ہے۔

(الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۹۰-۱۸۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ ھ)

۳۲۴۵- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ صُوْرَتُهُمْ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا يَبْصُقُوْنَ فِيْهَا وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ اٰنِيَتُهُمْ فِيْهَا الذَّهَبُ اَمْشَاطُهُمْ مِّنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَجَامِرُهُمُ الْاَلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرٰى مُخُّ سُوْقِهِمَا مِنْ وَّرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہوگا ان کی صورت چودھویں رات کے چاند پر ہوگی' وہ جنت میں نہ تھوکیں گے نہ ناک سے رطوبت نکالیں گے اور نہ پاخانہ کریں گے' جنت میں ان کے برتن سونے اور کے ہوں گے' ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی' ان کی انگیٹھیوں کا

الْحُسْنِ لَا اِخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ قُلُوْبُهُمْ قَلْبٌ وَّاحِدٌ يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا.

[اطراف الحدیث: ۳۲۴۶۔ ۳۲۵۴۔ ۳۳۲۷] (صحیح مسلم: ۲۸۳۴، الرقم المسلسل: ۷۰۴۵، سنن ترمذی: ۲۵۳۷، سنن ابن ماجہ: ۴۳۳۳)

ایندھن عود ہوگا' ان کے پسینہ میں مشک کی خوشبو ہوگی' اور اہل جنت میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی' ان کے حسن کا یہ عالم ہوگا کہ ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اوپر سے دکھائی دے گا' ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہوگا اور نہ ان کے دلوں میں بغض ہوگا' ان سب کا دل ایک طرح ہوگا' وہ صبح اور شام اللہ کی تسبیح کریں گے۔

جنت میں بیویوں اور حوروں کی تعداد اور کھانے اور پینے کی تفصیل

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کھائیں گے اور پئیں گے' وہ پاخانہ کریں گے' نہ ناک سے رطوبت نکالیں گے اور نہ پیشاب کریں گے' ان کا طعام ایک ڈکار کی صورت میں خارج ہوگا جس میں مشک کی خوشبو ہوگی اور ان کو تسبیح اور حمد الہام کی جائے گی۔ (صحیح مسلم: ۲۸۳۵، الرقم المسلسل: ۷۰۴۸)

علامہ عینی نے امام نسائی کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب کے ایک شخص نے آ کر کہا: اے ابوالقاسم! آپ یہ کہتے ہیں کہ اہل جنت کھائیں گے اور پئیں گے' آپ نے فرمایا: ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! ایک جنتی مرد کو جنت میں کھانے' پینے اور جماع کرنے میں سو آدمیوں کی قوت دی جائے گی' اس نے کہا: جو کھاتا اور پیتا ہے اس کو حاجت بھی ہوتی ہے اور جنت میں نجاست نہیں ہوگی! آپ نے فرمایا: ان کو حاجت کے وقت پسینہ آئے گا جو ان کی پوری کھال سے نکلے گا اور اس میں مشک کی خوشبو ہوگی۔ (المعجم الاوسط: ۱۷۴۳، المعجم الکبیر: ۵۰۰۴، مسند البزار: ۳۵۲۲)

اس حدیث میں جو فرمایا ہے: اہل جنت میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی' اس سے مراد دنیاوی بیویاں ہیں' اور جو جنتی مردوں کو حوریں ملیں گی وہ اس کے علاوہ ہوں گی' ان کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک شخص کی ستر بیویاں ہوں گی' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کیا وہ ان کی طاقت رکھے گا؟ آپ نے فرمایا: ان کو سو مردوں کی طاقت دی جائے گی۔ (مسند البزار: ۳۵۲۶، سنن ترمذی: ۲۵۳۶)

جنت میں تسبیح کرنے کا وقت اور اس کا مکلف نہ ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے: اہل جنت صبح اور شام تسبیح کریں گے' اس کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

یہ تسبیح اہل جنت پر لازم اور واجب نہیں ہوگی' اور نہ وہ اس کے مکلّف ہوں گے' اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی معرفت سے منور ہوں گے اور اس کی محبت سے معمور ہوں گے' اور جس کو کسی سے محبت ہوتی ہے وہ اس کا بہ کثرت ذکر کرتا ہے' اس لیے اہل جنت صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ صبح اور شام کا وقت تو سورج کے طلوع اور غروب سے متحقق ہوتا ہے اور جنت میں سورج کا طلوع اور غروب نہیں ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اس سے مقدار مراد ہے' یعنی وقت کی جتنی مقدار میں صبح اور شام کا وقت ہوتا ہے' اتنی مقدار میں وہ تسبیح کرتے رہیں گے اور تسبیح سے روحانی لذت حاصل کرتے رہیں گے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دن اور رات کے بغیر وہ ان وقتوں کو کیسے پہچانیں گے؟ تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ عرش کے نیچے ایک ستارہ معلق ہے' اس کو ایک فرشتہ سکیڑتا ہے اور پھیلاتا

ہے' وہ اس کو پھیلائے گا تو اہل جنت جان لیں گے کہ اس وقت دنیا میں صبح ہوتی تھی اور جب وہ اس کو سکیڑے گا تو اہل جنت جان لیں گے کہ اس وقت دنیا میں شام ہوتی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۴٦ - **حَدَّثَنَا** اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوالزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّذِيْنَ عَلٰى اَثَرِهِمْ كَاَشَدِّ كَوْكَبٍ اِضَاءَةً قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ لَّا اِخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا يُرٰى مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَّرَاءِ لَحْمِهَا مِنَ الْحُسْنِ يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا لَّا يَسْقَمُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَبْصُقُوْنَ اٰنِيَتُهُمُ الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ وَاَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَوَقُوْدُ مَجَامِرِهِمُ الْاَلُوَّةُ قَالَ اَبُو الْيَمَانِ يَعْنِي الْعُوْدَ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْاِبْكَارُ اَوَّلُ الْفَجْرِ. وَالْعَشِيُّ مَيْلُ الشَّمْسِ اِلٰى اَنْ اُرَاهُ تَغْرُبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہوگا' اس کی صورت ایسی ہوگی جیسے چودھویں رات کا چاند ہو' اور جو گروہ ان کے بعد داخل ہوگا وہ ایسا ہوگا جیسے بہت روشن ستارہ ہو' سب کے دل ایک مرد کے دل کی طرح ہوں گے' ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہوگا اور نہ اُن میں آپس میں بغض ہوگا' ان میں سے ہر مرد کی دو بیویاں ہوں گی' ان کا حسن ایسا ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک کی پنڈلی کے گوشت کے پار سے اس کا مغز دکھائی دے رہا ہوگا' وہ صبح اور شام اللہ کی تسبیح کریں گے' وہ نہ بیمار ہوں گے نہ ناک کی رطوبت نکالیں گے اور نہ تھوکیں گے' ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے اور ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی' ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن الوہ ہوگا' اور ابوالیمان نے کہا: اس سے مراد عود ہے اور ان کا پسینہ مشک ہوگا اور مجاہد نے کہا: ''الابکار'' کا معنی ہے: فجر کا ابتدائی وقت' اور ''العشی'' کا معنی ہے: جب سورج ڈھل جائے' یعنی غروب تک۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۴۷ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَدْخُلَنَّ مِنْ اُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا اَوْ سَبْعُ مِائَةِ اَلْفٍ لَا يَدْخُلُ اَوَّلُهُمْ حَتّٰى يَدْخُلَ اٰخِرُهُمْ وُجُوْهُهُمْ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ. [اطراف الحدیث: ۶۵۴۳۔ ۶۵۵۴] (صحیح مسلم: ۲۱۹' الرقم المسلسل: ۴۱۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: میری امت میں سے ضرور ستر ہزار یا سات لاکھ (جنت میں) داخل ہوں گے' ان میں سے اوّل گروہ اس وقت تک نہیں داخل ہوگا جب تک کہ آخر نہ داخل ہو جائے' ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔

بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہونے والوں کے مصادیق

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے رب نے مجھ سے یہ

وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار کو جنت میں داخل فرمائے گا' جن سے کوئی حساب نہیں ہو گا اور نہ ان کو عذاب ہو گا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور میرے رب کے لپوں میں سے تین لپ ہوں گے۔

(سنن ترمذی: ۲۴۳۷' سنن ابن ماجہ: ۴۲۸۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۷۱' مسند احمد ج ۴ ص ۱۶)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نظر لگنے اور زہریلے جانور کے کاٹنے کے سوا اور کسی چیز کے لیے دم کرانا جائز نہیں ہے' میں نے اس بات کا سعید بن جبیر سے ذکر کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے سامنے تمام امتیں پیش کی گئیں اور ایک ایک اور دو دو نبی اور ان کے ساتھ ان کے ماننے والے گزر رہے تھے' اور بعض نبی ایسے بھی تھے کہ ان کے ساتھ ان کا کوئی ماننے والا نہیں تھا' حتیٰ کہ میرے سامنے سے ایک عظیم جماعت گزری' میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ کیا یہ میری امت ہے؟ بتایا گیا: یہ حضرت موسیٰ اور ان کی امت ہے' پھر کہا گیا کہ آپ آسمان کے کناروں کی طرف دیکھیں' تو وہاں ایک بہت بڑی جماعت تھی جس نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا' بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے' اس کے بعد آپ اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے' اور آپ نے اس کی تفصیل نہیں بیان کی' پھر لوگ اس کے متعلق بحث کرنے لگے' اور کہنے لگے کہ ہم ہی اللہ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے ہی اس کے رسول کی پیروی کی ہے' سو ہم یا ہماری وہ اولاد جو دین اسلام پر پیدا ہوئی ہے (اس کا مصداق ہیں) کیونکہ ہم زمانۂ جاہلیت میں پیدا ہوئے تھے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نہ (شرکیہ کلمات سے) دم کرائیں گے نہ بدشگونی کریں گے' اور نہ داغ لگوا کر علاج کرائیں گے اور صرف اپنے رب پر توکل کریں گے' تب عکاشہ بن محصن نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا: کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا: تم پر عکاشہ سبقت کر چکے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۵۷۰۵)

علامہ بدرالدین عینی نے الکلابازی کے حوالہ سے اس باب میں یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گم پایا تو میں نے آپ کو تلاش کیا تو آپ اپنے مچان میں نماز پڑھ رہے تھے' میں نے آپ کے سر پر تین انوار دیکھے' جب آپ نماز پڑھ چکے تو آپ نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے بتایا: میں عائشہ ہوں! آپ نے پوچھا کہ تم نے انوار دیکھے' آپ نے فرمایا: میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے یہ بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ستر ہزار کو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل کرے گا' پھر دوسرے دن میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے یہ بشارت دی کہ بے شک اللہ تعالیٰ ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کی جگہ ستر ہزار بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل کرے گا' پھر تیسرے دن میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے یہ بشارت دی کہ ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کی جگہ ستر ہزار کے دو گنے چوگنے بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل فرمائے گا' میں نے عرض کیا: اے میرے رب! میری پوری امت اس عدد کو نہیں پہنچ سکے گی! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ عدد ان اعراب سے مکمل ہو جائے گا جو روزہ رکھتے ہیں نہ نماز پڑھتے ہیں۔

الکلابازی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ایمان لانے کے تقاضے سے جو احکام ان پر لازم ہیں' ان کو انہوں نے پورا نہیں کیا اور جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا اور آپ کی دعوت کے تقاضے پر عمل کیا' یہ لوگ آپ کی امتِ اجابت اور اتباع ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٢٤٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُبَّةُ سُنْدُسٍ وَّكَانَ يَنْهٰى عَنِ الْحَرِيْرِ فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ اَحْسَنُ مِنْ هٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ کو ایک سندس (ایک قسم کا ریشم) کا جبہ ہدیہ کیا گیا اور آپ ریشم پہننے سے منع فرماتے تھے' پس لوگوں کو اس ریشمی جبہ سے بہت تعجب ہوا' تو آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیّدنا) محمد (ﷺ) کی جان ہے! (حضرت) سعد بن معاذ کے جنت میں رومال اس سے زیادہ حسین ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٦١٥ میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث میں ہدیہ قبول کرنے کا ثبوت ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں جنت کا ذکر ہے۔

٣٢٤٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ مِّنْ حَرِيْرٍ فَجَعَلُوْا يَعْجَبُوْنَ مِنْ حُسْنِهٖ وَلِيْنِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ اَفْضَلُ مِنْ هٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے ابو اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ریشم کا ایک کپڑا لایا گیا تو صحابہ اس کے حُسن اور اس کی ملائمت پر تعجب کر رہے تھے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے افضل ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٨٠٢ میں گزر چکی ہے۔

٣٢٥٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد ساعدی' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں چابک جتنی جگہ بھی دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧٩٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٢٥١ - حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں روح بن عبدالمؤمن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں

قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَّا يَقْطَعُهَا. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے' ایک سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے' تب بھی اس سائے کو منقطع نہیں کر سکے گا۔

۳۲۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ وَاقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ ﴿وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍO﴾ (الواقعہ: ۳۰). [طرف الحدیث: ۴۸۸۱] (صحیح مسلم: ۲۸۲۶، الرقم المسلسل: ۷۰۳۰، سنن ترمذی: ۲۵۲۳، سنن ابن ماجہ: ۴۳۳۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھلال بن علی نے حدیث بیان کی از عبد الرحمٰن بن ابی عمرۃ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: بے شک جنت میں ایک درخت ہے' ایک سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے گا اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: اور پھیلے ہوئے لمبے سائے میں O (الواقعہ: ۳۰)

۳۲۵۳ - وَلَقَابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ أَوْ تَغْرُبُ.

اور ضرور تم میں سے کسی ایک کے لیے جنت میں کمان جتنی جگہ ان سب چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے۔

جنت کے درخت کا نام اور جنت کے سائے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جس درخت کا ذکر فرمایا ہے اس کو طوبیٰ کہا جاتا ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے حضرت عتبہ بن عبد السلمی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: درخت طوبیٰ' اخروٹ کے درخت کے مشابہ ہے' ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! اس کی جڑ کتنی بڑی ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر تم اونٹ پر سوار ہو تو وہ اونٹ چلتے چلتے بوڑھا ہو جائے اور تم اس کی جڑ کا احاطہ نہیں کر سکو گے' اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ نے کہا کہ طوبیٰ جنت کا ایک درخت ہے' جس کی شاخیں جنت کے ہر گھر میں ہیں' اور خوب صورت پھل اس درخت میں ہیں اور ہر حسین پرندہ اس درخت پر بیٹھا ہے۔

اس حدیث میں اس درخت کے سائے کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: اس درخت کی راحتیں اور اس کی نعمتیں' اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہے: اس درخت کا گھر اور اس کی سمت' کیونکہ سایا سورج کی حرارت' اس کی تمازت اور اس کی اذیت سے بچاتا ہے' اور جنت میں سورج نہیں ہے' وہاں تو پے در پے انوار ہیں' جن کی کوئی حرارت اور تمازت نہیں ہے' بلکہ وہاں پر تو پے در پے نعمتیں ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۵۴ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی'

اَبِیْ عَمْرَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰی صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّذِيْنَ عَلٰی اٰثَارِهِمْ كَاَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِی السَّمَاءِ اِضَاءَةً قُلُوْبُهُمْ عَلٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ لَّا تَبَاغُضَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَحَاسُدَ لِكُلِّ امْرِئٍ زَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ يُرٰی مُخُّ سُوْقِهِنَّ مِنْ وَّرَاءِ الْعَظْمِ وَاللَّحْمِ.

انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از ہلال از عبدالرحمٰن بن ابی عمرۃ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہوگا' اس کی صورت ایسی ہو گی جیسے چودھویں رات کا چاند ہو' اور جو لوگ ان کے بعد داخل ہوں گے وہ ایسے ہوں گے جیسے آسمان میں سب سے زیادہ حسین اور روشن ستارہ ہو' ان لوگوں کے دل ایک مرد کے دل کی طرح ہوں گے' ان میں آپس میں بغض نہیں ہوگا اور نہ حسد ہوگا اور ہر مرد کے لیے بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے دو بیویاں ہوں گی' ان کی پنڈلی کی ہڈی اور گوشت کے پیچھے سے ان کا مغز دکھائی دے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۵۵ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ عَدِیُّ بْنُ ثَابِتٍ اَخْبَرَنِیْ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ قَالَ اِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم: جب حضرت ابراہیم رضی اللہ فوت ہوئے تو آپ نے فرمایا: ان کے لیے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۵۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَتَرَاءَوْنَ اَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا يَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّیَّ الْغَابِرَ فِی الْاُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ اَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تِلْكَ مَنَازِلُ الْاَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ قَالَ بَلٰی وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِيْنَ.

[طرف الحدیث: ۶۵۵۶] (صحیح مسلم: ۲۸۳۱' الرقم المسلسل: ۷۰۳۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے مالک بن انس نے حدیث بیان کی از صفوان بن سلیم از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اہل جنت اپنے بالا خانے والوں کو اوپر اس طرح دیکھیں گے جیسے صبح کے وقت اس چمک دار ستارے کو دیکھتے ہیں جو آسمان کے مشرقی یا مغربی کنارے میں غروب ہو گیا ہو' وہ ستارہ ایک دوسرے سے افضل ہوگا۔ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ تو انبیاء علیہم السلام کے درجات ہیں جہاں ان کے سوا اور کوئی شخص نہیں جا سکے گا؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں جا سکے گا! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی (وہ جا سکیں گے)۔

اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اس طرح ایمان لائے جو ایمان لانے کا حق ہے اور انہوں نے رسولوں کی اس طرح تصدیق کی جو تصدیق کرنے کا حق ہے' سو وہ لوگ ان بلند درجات میں ہوں گے' ورنہ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرے' وہ نفس جنت میں داخل ہوگا۔

۹ - بَابُ صِفَةِ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ جنت کے دروازوں کی صفت

جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور ان کی مختلف صفات ہیں' جیسے ایک دروازہ ریان ہے' اس دروازہ سے صرف روزہ دار گزریں گے' اس دروازہ کے اندر ایک دریا ہے' روزے دار اس سے پانی پی کر سیراب ہو جائیں گے' پھر ان کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجَنَّةِ.

اور نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے (اللہ کی راہ میں) کسی چیز کا ایک جوڑا خرچ کیا' اس کو جنت کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' کتاب الصیام' صحیح البخاری: ۱۸۹۷' میں مذکور ہے اور کتاب الجہاد میں صحیح البخاری: ۲۸۴۱ میں بھی مذکور ہے۔

فِيْهِ عُبَادَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور اس باب میں حضرت عبادہ بن الصامت نے نبی ﷺ سے حدیث روایت کی ہے۔

اس تعلیق سے درج ذیل حدیث کی طرف اشارہ ہے:

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے یہ شہادت دی کہ اللہ واحد عبادت کا مستحق ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور (سیدنا) محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور حضرت عیسیٰ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جس کو اس نے حضرت مریم کی طرف ڈالا تھا اور اس کی پسندیدہ روح ہیں اور (اس نے شہادت دی) کہ جنت حق ہے اور نار حق ہے' اللہ اس کو اس کے عمل کے اعتبار سے جنت میں داخل فرما دے گا' اور جنادہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ وہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازہ سے چاہے گا' داخل ہو جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۳۴۳۵)

۳۲۵۷ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةَ اَبْوَابٍ فِيْهَا بَابٌ يُّسَمَّى الرَّيَّانَ لَا يَدْخُلُهُ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن مطرف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابو حازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: جنت میں آٹھ دروازے ہیں' ان میں سے ایک دروازہ کا نام الریان ہے' اس میں سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابُ صِفَةِ النَّارِ وَاَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ دوزخ کی صفت کا بیان اور یہ کہ وہ پیدا کی جا چکی ہے

اس باب میں دوزخ کی صفات کا ذکر ہے اور اس کا بیان ہے کہ وہ پیدا کی جا چکی ہے اور موجود ہے اور اس میں معتزلہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ جنت اور دوزخ اب موجود نہیں ہیں اور جزاء اور سزا کے دن ان کو پیدا کیا جائے گا حالانکہ اس قول سے متعدد آیات اور

احادیث کا انکار لازم آتا ہے۔

﴿وَغَسَّاقًا﴾ (النبا:٢٥) يُقَالُ غَسَقَتْ عَيْنُهُ وَيَغْسِقُ الْجُرْحُ وَكَأَنَّ الْغَسَاقَ وَالْغَسَقَ وَاحِدٌ.

(النبا: ٢٥) میں ''غساق'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پیپ اور خون' کہا جاتا ہے: ''غسقت عينه'' یعنی اس کی آنکھ بہہ رہی ہے' اور ''یغسق الجرح'' یعنی اس کا زخم بہہ رہا ہے' اور ''غساق'' اور ''غسق'' کا معنی واحد ہے۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًاO (النبا. ٢٥)

(وہ دوزخ میں کوئی چیز نہیں چکھیں گے) سوائے کھولتے ہوئے پانی اور (زخموں کی) پیپ کے۔

ابن درید نے کہا ہے کہ دوزخیوں کی پیپ ایک حوض میں جمع کی جائے گی اور دوزخی اس سے پئیں گے۔

﴿غِسْلِيْنَ﴾ (الحاقۃ:٣٦) كُلُّ شَيْءٍ غَسَلْتَهُ فَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ فَهُوَ غِسْلِيْنٌ فِعْلِيْنٌ مِّنَ الْغَسْلِ مِنَ الْجُرْحِ وَالدَّبَرِ.

(الحاقۃ: ٣٦) میں ''غسلین'' کا لفظ ہے' یہ فعلین کے وزن پر ہے' اس کا معنی ہے: دھوون' کسی چیز کو دھونے سے جو پانی نکلتا ہے خواہ (انسان کے) زخم کو دھونے سے پانی نکلے یا دَبَر کو دھونے سے' یعنی اونٹ کے زخم کے دھونے سے۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍO (الحاقۃ:٣٦)

اور نہ کوئی طعام ہے سوائے دوزخیوں کی پیپ کےO

امام بخاری نے اس تعلیق میں فعلین کا لفظ ذکر کیا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ ''غسلین'' ''فعلین'' کے وزن پر ہے اور اس میں یاء اور نون زائد ہیں۔ اور دبر کا لفظ ذکر کیا ہے' اس کا معنی ہے: اونٹ کا زخم۔ خلاصہ یہ ہے کہ دوزخیوں کو زخموں کے دھوون سے پلایا جائے گا۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ (الانبياء:٩٨) حَطَبٌ بِالْحَبَشِيَّةِ وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿حَاصِبًا﴾ (الاسراء:٦٨) اَلرِّيْحُ الْعَاصِفُ. وَالْحَاصِبُ مَاتَرْمِيْ بِهِ الرِّيْحُ وَمِنْهُ حَصَبُ جَهَنَّمَ يُرْمٰى بِهٖ فِيْ جَهَنَّمَ هُمْ حَصَبُهَا وَيُقَالُ حَصَبَ فِي الْاَرْضِ ذَهَبَ. وَالْحَصَبُ مُشْتَقٌّ مِّنْ حَصْبَاءِ الْحِجَارَةِ

(الانبیاء:٩٨) میں ''حصب جهنم'' کا لفظ ہے' اس کا معنی حبشی زبان میں لکڑیاں ہیں' دوسروں نے کہا: (بنی اسرائیل:٦٨) میں ''حاصبا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی تند و تیز ہوا اور آندھی ہے' اور ''حاصب'' اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس کو ہوا اُڑا کر لائے اور اسی سے ''حصب جهنم'' بھی ماخوذ ہے' یعنی وہ ایندھن جس کو جہنم میں ڈالا جائے یعنی ان کو دوزخ میں جھونکا جائے گا اور وہ اس کا ایندھن بنیں گے' اور ''حصب فی الارض'' کا معنی ہے: زمین میں دھنس گیا' اور ''حصب'' کا لفظ ''حصباء الحجارة'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی ہے: کنکریاں۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی حاتم نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے' ابن عرفہ نے کہا: یہ لفظ (حصب) اصل میں حبشی زبان کا لفظ ہے' عرب لوگوں نے اس کو سن کر بولنا شروع کر دیا تو یہ عربی ہو گیا' ورنہ قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ نہیں ہیں اور خلیل نے کہا کہ

''حصب'' جلانے والی لکڑیوں کو کہتے ہیں۔

عکرمہ کے غیر نے کہا: ''حاصب'' کا معنی آندھی ہے' قرآن مجید میں ہے:

اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا. (بنی اسرائیل:۶۸) یا وہ تم پر پتھر برسا دے۔

ہوا جن کنکریوں کو برسائے اس کو''حاصب'' کہتے ہیں' اس لحاظ سے ''حاصب'' کا معنی ہے: پھینکی ہوئی چیز اور دوزخیوں کو جہنم میں جھونکا جائے گا' اس اعتبار سے وہ ''حصب'' ہیں۔

﴿صَدِيدٌ﴾ (ابراہیم:۱۶) قَيْحٌ وَّدَمٌ. ''صدید'' کا معنی ہے: پیپ اور خون۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍO (ابراہیم:۱۶) اور ان کو پیپ کا پانی پلایا جائے گاO

﴿خَبَتْ﴾ (الاسراء:۹۷) طَفِئَتْ. ''خبت'' کا معنی ہے: بجھ گئی۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

كُلَّمَا خَبَتْ. (بنی اسرائیل:۹۷) جب بھی وہ آگ بجھنے کے قریب ہوگی۔

﴿تُوْرُوْنَ﴾ (الواقعہ:۷۱) تَسْتَخْرِجُوْنَ اَوْرَيْتُ اَوْقَدْتُ. ''تورون'' کا معنی ہے: تم جلاتے ہو' ''اوریتُ'' کا معنی ہے: میں نے جلایا۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِىْ تُوْرُوْنَO (الواقعہ:۷۱) ذرا بتاؤ تو وہ آگ جسے تم روشن کرتے ہوO

﴿لِلْمُقْوِيْنَ﴾ (الواقعہ:۷۳) لِلْمُسَافِرِيْنَ وَالْقِيُّ الْقَفْرُ. ''المقوین'' کا معنی ہے: مسافرین' اور ''القی'' کا معنی ہے: ویران زمین۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَO (الواقعہ:۷۳) ہم نے اسے نصیحت بنایا اور مسافروں کے لیے فائدہ کی چیزO

امام بخاری نے ''مقوین'' کی تفسیر ''مسافرین'' سے کی ہے اور ''مقوین'' ''اقوی الرجل'' سے ماخوذ ہے' یہ اس وقت کہا جاتا ہے: جب کوئی شخص ویران جگہ پر ٹھہرے' اور ''القیّ'' اس جگہ کو کہتے ہیں: جہاں پر سبزہ ہو نہ پانی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿صِرَاطِ الْجَحِيْمِ﴾ (الصافات: ۲۳) سَوَاءُ الْجَحِيْمِ وَوَسَطُ الْجَحِيْمِ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''صراط الجحیم'' کی تفسیر میں فرمایا: دوزخ کا درمیانی حصہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِO (الصّٰفٰت:۲۳) پھر ان سب کو دوزخ کے راستہ پر لے چلوO

﴿لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ﴾ (الصافات:۶۷) يُخْلَطُ طَعَامُهُمْ وَيُسَاطُ بِالْحَمِيْمِ. ''لشوبا من حمیم'' کا معنی ہے کہ دوزخیوں کے طعام میں کھولتا ہوا پانی ملایا جائے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ O (الصّٰفّٰت:۶۷) پھر بے شک ان کے لیے اس پر (پیپ کا) ملا ہوا پانی ہوگاO

اس تعلیق میں ''شوب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ملانا اور اس میں ''یساط'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ملایا جائے گا۔

﴿زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ﴾ (ھود:۱۰۶) صَوْتٌ شَدِيْدٌ وَّصَوْتٌ ضَعِيْفٌ. ''زفیر'' اور ''شھیق'' کا معنی ہے: سخت آواز سے رونا اور آہستہ آواز سے رونا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَفِى النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ O (ھود:۱۰۶) بد بخت لوگ دوزخ میں ہوں گے' وہاں ان کا چیخنا اور چلّانا ہوگاO

ابو العالیہ نے کہا: ''زفیر'' وہ آواز ہے جو حلق سے نکلتی ہے اور ''شھیق'' وہ آواز ہے جو سینہ سے نکلتی ہے' قتادہ نے کہا: گدھے کی ابتدائی آواز کو ''زفیر'' کہتے ہیں اور اس کی آخری آواز کو ''شھیق'' کہتے ہیں۔

﴿وِرْدًا﴾ (مریم:۸۶) عِطَاشًا. ''وردًا'' کا معنی ہے: پیاسے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا O (مریم:۸۶) اور ہم مجرموں کو دوزخ کی طرف ہانک کر لے جائیں گے جس حال میں وہ پیاسے ہوں گے O

امام بخاری نے ''وردًا'' کی تفسیر پیاسوں کے ساتھ کی ہے اور اہل لغت نے کہا ہے کہ ''وردًا'' ان لوگوں کو کہتے ہیں جو پانی کے گھاٹ پر آئیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جو لوگ پانی کے گھاٹ پر آئیں' وہ پیاسے کیسے ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پانی کے گھاٹ پر آنا پانی پینے کو مستلزم نہیں ہے۔

﴿غَيًّا﴾ (مریم:۵۹) خُسْرَانًا. ''غیًا'' کا معنی ہے: نقصان۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا O (مریم:۵۹) سو عنقریب وہ غی (کے گڑھے) میں پہنچیں گے O

امام بخاری نے ''غی'' کی تفسیر نقصان کے ساتھ کی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ''الغی'' جہنم میں ایک وادی ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ عنقریب ''غـــی'' کی گرمی کو پائیں گے' ان سے یہ بھی مروی ہے کہ جہنم میں ایک گڑھا ہے' جس کو ''غیّ'' کہتے ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿يُسْجَرُوْنَ﴾ (الغافر:۷۲) تُوْقَدُ بِهِمُ النَّارُ. اور مجاہد نے کہا ہے کہ ''یسجرون'' کا معنی ہے: وہ آگ کا ایندھن بنیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

ثُمَّ فِى النَّارِ يُسْجَرُوْنَ O (المؤمن:۷۲) پھر ان کو بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گاO

امام بخاری نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ ان کو آگ کا ایندھن بنایا جائے گا۔

﴿وَنُحَاسٌ﴾ (الرحمٰن:۳۵) الصُّفْرُ يُصَبُّ عَلٰى رُءُوْسِهِمْ. اور ''نحاس'' کا معنی ہے: پگھلا ہوا پیتل' جو اُن کے سروں کے اوپر انڈیلا جائے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِO (الرحمٰن:۳۵)

قیامت کے دن آگ کا خالص شعلہ اور نرا کالا دھواں تم پر چھوڑا جائے گا سوتم اس کو دفع نہ کر سکو گےO

امام سعید بن منصور نے اس آیت کی تفسیر میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ''نحاس'' کا معنی ہے: پگھلا ہوا پیتل جس کو دوزخ میں کافروں کے سروں پر انڈیلا جائے گا۔

﴿ذُوْقُوْا﴾ (الحج:۲۲) بَاشِرُوْا وَجَرِّبُوْا. وَلَیْسَ هٰذَا مِنْ ذَوْقِ الْفَمِ.

''ذوقوا'' کا معنی ہے: جھیلو اور برتو' اس سے مراد منہ سے چکھنا نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِO (الحج:۲۲)

(اور ان سے کہا جائے گا:) آگ کا عذاب چکھوO

امام بخاری نے ''باشروا'' کا لفظ لکھ کر یہ بتایا ہے کہ یہاں ''ذوقوا'' کا معنی برداشت کرنا اور تجربہ کرنا ہے' منہ سے چکھنا نہیں ہے۔

﴿مَارِجٌ﴾ (الرحمٰن:۱۵) خَالِصٌ مِّنَ النَّارِ. مَرَجَ الْاَمِیْرُ رَعِیَّتَهٗ اِذَا خَلَّاهُمْ یَعْدُوْا بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ﴿مَرِیْجٍ﴾ (ق:۵) مُلْتَبِسٌ. مَرِجَ اَمْرُ النَّاسِ اِخْتَلَطَ ﴿مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ﴾ (الرحمٰن:۱۹) مَرَجْتَ دَابَّتَكَ تَرَكْتَهَا.

''مارج'' کا معنی ہے: خالص آگ' عرب کہتے ہیں: ''مرج الامیر رعیته'' بادشاہ نے اپنی رعایا کو چھوڑ دیا تو وہ ایک دوسرے پر ظلم کر رہے ہیں' ''مریج'' کا معنی ہے: مشتبہ۔ عرب کہتے ہیں: ''مرج امر الناس'' لوگوں کا معاملہ مختلط ہو گیا' ''مرج البحرین'' یہ ''مرجت دابتك'' سے ماخوذ ہے' یعنی تو نے اپنا جانور چھوڑ دیا۔

''مارج'' کا لفظ قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں ہے:

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍO (الرحمٰن:۱۵)

اور جنات کو خالص آگ کے شعلے سے پیدا کیاO

''مریج'' کا لفظ اس آیت میں ہے:

فَهُمْ فِیْٓ اَمْرٍ مَّرِیْجٍO (ق:۵)

سو اب تک وہ اُلجھن میں پڑے ہوئے ہیںO

''مرج'' کا لفظ اس آیت میں ہے:

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِO (الرحمٰن:۱۹)

اس نے دو سمندر بہا دیے جو ملتے ہیںO

ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۲۴۔۲۲۰ سے ماخوذ ہے۔

۳۲۵۸- **حَدَّثَنَا** اَبُو الْوَلِیْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّهَاجِرٍ اَبِی الْحَسَنِ قَالَ سَمِعْتُ زَیْدَ ابْنَ وَهْبٍ یَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَقَالَ اَبْرِدْ ثُمَّ قَالَ اَبْرِدْ حَتّٰی فَاءَ الْفَیْءُ یَعْنِیْ لِلتُّلُوْلِ ثُمَّ قَالَ اَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از مہاجر ابو الحسن' انہوں نے کہا: میں نے زید بن وہب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے' آپ نے فرمایا: ٹھنڈا کرو' پھر فرمایا: ٹھنڈا کرو حتیٰ کہ سایا ٹیلوں کے نیچے سے ڈھل گیا' پھر فرمایا: نماز کو

ٹھنڈا کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہوتی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۳۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں دوزخ کا ذکر ہے۔

۳۲۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْرِدُوا بِالصَّلٰوةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ذکوان از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہوتی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۳۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۶۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَكَتِ النَّارُ إِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ يَا رَبِّ أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ فَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ فِي الْحَرِّ وَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الزَّمْهَرِيرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا کہ مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی کہ اے میرے رب! میرے بعض اجزاء بعض کو کھا گئے ہیں تو اللہ نے اس کو دو مرتبہ سانس لینے کی اجازت دی' ایک مرتبہ سردی میں سانس لینے کی اور دوسری بار گرمی میں سانس لینے کی' پس یہ وہ ہے جو تم گرمی میں سب سے زیادہ شدت پاتے ہو اور سب سے زیادہ سردی میں شدت پاتے ہو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۳۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۶۱ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ هُوَ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ قَالَ كُنْتُ أُجَالِسُ ابْنَ عَبَّاسٍ بِمَكَّةَ فَأَخَذَتْنِي الْحُمّٰى فَقَالَ أَبْرِدْهَا عَنْكَ بِمَاءِ زَمْزَمَ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوهَا بِالْمَاءِ أَوْ قَالَ بِمَاءِ زَمْزَمَ شَكَّ هَمَّامٌ. (صحیح مسلم: ۲۲۱۰' الرقم المسلسل: ۵۶۴۸' سنن ترمذی: ۲۰۷۴' سنن ابن ماجہ: ۳۴۷۲' مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعامر نے حدیث بیان کی وہ العقدی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از ابی جمرة الضبعی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا' پس مجھے بخار چڑھ گیا تو انہوں نے کہا: اس بخار کو تم زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بخار جہنم کے جوش سے چڑھتا ہے' سو تم اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو' یا فرمایا: زمزم کے پانی سے۔ ہمام کو شک ہے۔

۳۲۶۲ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن عباس نے حدیث

الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ قَالَ اَخْبَرَنِي رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْحُمّٰى مِنْ فَوْرِ جَهَنَّمَ فَابْرُدُوْهَا عَنْكُمْ بِالْمَاءِ. [طرف الحدیث:۵۷۲۶] (صحیح مسلم:۲۲۱۲، الرقم المسلسل: ۵۶۵۲، سنن ترمذی: ۲۰۷۳، سنن ابن ماجہ: ۳۴۷۳)

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از والد خود از عبایہ بن رفاعۃ انہوں نے کہا: مجھے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بخار جہنم کے جوش سے ہے پس تم اپنے آپ سے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

۳۲۶۳ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَابْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ.

(صحیح مسلم: ۲۲۱۰، الرقم المسلسل: ۵۶۴۸، سنن ابن ماجہ: ۳۴۷۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: بخار جہنم کے جوش سے ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

۳۲۶۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَابْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ. [طرف الحدیث: ۵۷۲۳] (صحیح مسلم: ۲۲۰۹، الرقم المسلسل: ۵۶۴۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبیداللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: بخار جہنم کے جوش سے ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

۳۲۶۵ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ اَبِي اُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُكُمْ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً قَالَ فُضِّلَتْ عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّيْنَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا.

(صحیح مسلم: ۲۸۴۳، الرقم المسلسل: ۷۰۵۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری (دنیا کی) آگ دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہے کہا گیا: یا رسول اللہ! اگر (دنیا جتنی بھی ہوتی تو کفار کے لیے) کافی تھی؟ آپ نے فرمایا: وہ دنیا کی آگ پر انہتر درجہ زائد ہے ہر درجہ میں دنیا کی آگ کی مثل گرمی ہے۔

دوزخ کی آگ کی کیفیت اور جنت و دوزخ کا محل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری یہ آگ جس کو بنو آدم جلاتے ہیں وہ جہنم کی آگ کی گرمی کا سترواں حصہ ہے مسلمانوں نے کہا: اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! اگر یہ آگ بھی ہوتی تو کافی ہوتی آپ نے فرمایا: جہنم کی آگ دنیا کی آگ پر انہتر درجہ زائد ہے اس کا ہر درجہ دنیا کی آگ کی مثل ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۰۸۹۷، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳)

اس کا بیان یہ ہے کہ اگر تمام دنیا کی لکڑیوں کو جلایا جائے تو یہ آگ دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہوگی۔

امام ابن المبارک نے از معمر از محمد بن المنذر روایت کیا ہے کہ جب دوزخ کو پیدا کیا گیا تو فرشتے خوف زدہ ہو گئے اور ان کے دلوں پر گھبراہٹ طاری ہو گئی اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو وہ پرسکون ہو گئے اور میمون بن مہران نے کہا: جب اللہ نے دوزخ کو پیدا کیا تو اس نے ایک زبردست چیخ ماری اور سات آسمانوں اور زمینوں میں جو بھی فرشتہ تھا' وہ سجدہ میں گر گیا' تب ان سے رب تعالیٰ نے فرمایا: تم اپنے سروں کو اُٹھاؤ' کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں نے تم کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور دوزخ کو نافرمانوں کے لیے پیدا کیا ہے' پھر فرشتوں نے کہا: اے ہمارے رب! جب تک ہم اہل جہنم کو دیکھ نہ لیں' ہم مطمئن نہیں ہوں گے' اس کے مصداق یہ آیت ہے:

هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَO (المومنون:۵۷) وہ اپنے رب کے خوف سے کانپتے رہتے ہیںO

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک سمندر کے نیچے آگ ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: سمندر جہنم کا ایک طبقہ ہے' اس حدیث کو علامہ ابن عبدالبر نے روایت کیا ہے اور اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن النقیب نے ''يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ ''(ابراہیم:۴۸) (جس دن زمین تبدیل کر دی جائے گی) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ زمین کو جہنم بنا دیا جائے گا اور آسمانوں کو جنت۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۶۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعَ عَطَاءً يُّخْبِرُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلٰى عَنْ اَبِيْهِ اَنَّـهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ عَلَى الْمِنْبَرِ ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ﴾ (الزخرف:۷۷).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے کہا کہ انہوں نے عطاء سے سنا' وہ صفوان بن یعلیٰ سے خبر دیتے تھے از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر پڑھ رہے تھے: اور انہوں نے نداء کی: اے مالک! (الزخرف:۷۷)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۳۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۶۷ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ قِيْلَ لِاُسَامَةَ لَوْ اَتَيْتَ فُلَانًا فَكَلَّمْتَهُ قَالَ اِنَّكُمْ لَتَرَوْنَ اَنِّيْ لَا اُكَلِّمُهُ اِلَّا اُسْمِعُكُمْ اِنِّيْ اُكَلِّمُهُ فِي السِّرِّ دُوْنَ اَنْ اَفْتَحَ بَابًا لَّا اَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ فَتَحَهُ وَلَا اَقُوْلُ لِرَجُلٍ اَنْ كَانَ عَلَيَّ اَمِيْرًا اِنَّهُ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا وَمَا سَمِعْتَهُ يَقُوْلُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُهُ فِي النَّارِ فَيَدُوْرُ كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ اَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ اَيْ فُلَانُ مَا شَانُكَ اَلَيْسَ كُنْتَ تَاْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ كُنْتُ اٰمُرُكُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل' انہوں نے کہا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کہا گیا: اگر آپ فلاں شخص (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے پاس جا کر بات کریں (تو بہت اچھا ہو' تاکہ وہ باغیوں کی شورش دبائیں)' انہوں نے کہا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرف تمہیں سنانے کے لیے ہی ان سے بات کرتا ہوں! میں ان سے تنہائی میں بھی اسی طرح بات کرتا ہوں' میں فساد کا دروازہ نہیں کھولتا' اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میں سب سے پہلے فساد کا دروازہ کھولوں اور میں کسی شخص سے یہ نہیں کہتا خواہ وہ میرا امیر ہو کہ وہ سب لوگوں سے افضل ہے' جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث سنی ہے' لوگوں نے پوچھا:

بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِيْهِ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتِيْهِ رَوَاهُ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ.

[طرف الحدیث:۷۰۹۸] (صحیح مسلم:۲۹۸۹، الرقم المسلسل:۷۳۷۷)

آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون سی حدیث سنی ہے؟ حضرت اسامہ نے کہا: میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ایک شخص کو دوزخ میں جھونکا جائے گا' اس کی آنتیں آگ میں باہر نکل آئیں گی اور وہ شخص آگ میں اس طرح گردش کرے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد گردش کرتا ہے' پس اہل جہنم اس کے گرد جمع ہو کر اس سے پوچھیں گے: اے فلاں شخص! تم دوزخ میں کیسے ڈالے گئے' کیا تم ہمیں نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور بُرائی سے نہیں روکتے تھے؟ وہ کہے گا: میں تم کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور میں تم کو بُرائی سے روکتا تھا اور خود بُرے کام کرتا تھا۔ اس حدیث کو غندر نے از شعبہ از الاعمش روایت کیا ہے۔

حاکم کو نیک مشورہ دینا اور جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق بلند کرنے کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بات کی۔

علامہ کرمانی نے کہا کہ لوگوں میں جو فتنہ پیدا ہو گیا تھا اور حضرت عثمان کے خلاف باغی شورش کر رہے تھے' حضرت اسامہ نے اس شورش کو ختم کرنے کے لیے حضرت عثمان سے بات کی۔

التوضیح میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت عثمان کے ماں شریک بھائی الولید بن عتبہ کے خلاف لوگوں کو شکایات تھیں اور حضرت اسامہ' حضرت عثمان کے خواص اور مقربین میں سے تھے تو لوگوں نے حضرت اسامہ سے کہا کہ آپ اس مسئلہ میں حضرت عثمان سے بات کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: کیا تم یہ سمجھتے ہو' یعنی کیا تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ میں اس مسئلہ میں ان سے بات نہیں کروں گا! اور کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرف تمہارے سامنے اور تم کو سنا کر ان سے بات کرتا ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ میں صرف مصلحت کی خاطر ان سے بات کرتا ہوں' فتنہ بھڑکانے کے لیے ان سے بات نہیں کرتا' اور میں یہ نہیں چاہتا کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جو مسلمانوں کے درمیان فتنہ پھیلائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اہل دوزخ نے اس شخص سے کہا: جس کی دوزخ میں آنتیں باہر نکل آئی تھیں: کیا تم نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے! نیکی سے مراد ہے: اللہ عزوجل کی عبادت کرنا اور لوگوں سے نیک سلوک کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا اور ہر وہ کام جو شریعت میں مطلوب ہو' اور تمام بُرے کاموں سے مجتنب رہنا' اس کو معروف کہتے ہیں' اور اس کے مقابلہ میں منکر ہے یعنی ہر وہ کام جس سے شریعت نے منع کیا ہو اور اس کو حرام یا مکروہ قرار دیا ہو' حکام کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو ایسے کاموں سے نرمی اور لطف سے منع کیا جائے اور ان کو تنہائی میں نصیحت کی جائے اور لوگوں کی شکایات کو ان تک پہنچایا جائے' تا کہ حتی الامکان وہ ان کاموں سے باز آئیں' اور اگر ان کو تنہائی میں نصیحت کرنا ممکن نہ ہو تو پھر ان کو علانیہ اور برسر مجلس منع کریں تا کہ ان پر حق واضح ہو جائے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ظالم حکمران کے سامنے حق بات کہنا سب سے افضل جہاد ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۴۴' سنن ترمذی: ۲۱۷۴' سنن ابن ماجہ: ۲۱۱۱' کنز العمال: ۵۵۱۲)

امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا' اس وقت واجب ہے جب اس کو یہ اطمینان ہو کہ اس حق گوئی سے اسے کوئی ضرر نہیں ہوگا' حضرت حذیفہ' حضرت ابن مسعود اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم کا یہی مؤقف ہے' اور حضرت عمر اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما اور دوسروں کا مؤقف یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی حکمران کی کوئی بُرائی دیکھے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس کا رد کرے' اور دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ اس کو دل سے بُرا جانے اور جو شخص کسی کو نیکی کا حکم دے' اس میں خود کوئی عیب نہیں ہونا چاہیے' اور ایک جماعت کے نزدیک جو شخص نیکی کے کام نہ کرے اور بُرائی کے کام کرے' اس پر بھی واجب ہے کہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے روکے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۱ - بَابُ صِفَةِ إِبْلِيسَ وَجُنُودِهِ ابلیس اور اس کے لشکر کی صفت

اس باب میں ابلیس اور اس کے لشکر کی صفت کا بیان ہے اور اس کی حقیقت اور اس کی صفت کا بیان کئی انواع پر مشتمل ہے:

ابلیس کا نام

ایک بحث یہ ہے کہ ابلیس کا اسم مشتق ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ عجمی اسم ہے' اور یہ اسم علمیت اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ علامہ ابن الانباری نے کہا کہ اگر یہ اسم عربی ہوتا تو یہ منصرف ہوتا' اور بعض علماء نے کہا: یہ عربی اسم ہے اور "أَبْلَسَ" سے ماخوذ ہے' جب کوئی شخص مایوس ہو جائے تو اسے ابلیس کہتے ہیں' جوہری نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو گیا' اس وجہ سے اس کو ابلیس کہا گیا' ورنہ اس کا نام عزازیل تھا۔

ابلیس کی خلقت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ فرشتوں کا ایک قبیلہ جنات سے ہے اور ابلیس بھی ان ہی میں سے تھا' حضرت ابن عباس سے دوسری روایت یہ ہے کہ ابلیس فرشتوں کے اس قبیلہ سے ہے جس کو جن کہا جاتا ہے' اس کو دھوئیں والی آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور تمام فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے سوا اس قبیلہ کے' حسن بصری نے کہا ہے کہ ابلیس شیاطین سے ہے فرشتوں سے نہیں ہے' اور انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ. (الکہف: ۵۰) سوائے ابلیس کے وہ جنات میں سے تھا۔

مقاتل نے کہا ہے کہ وہ جنات سے تھا نہ ملائکہ سے' بلکہ وہ آگ کی ایک منفرد مخلوق ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے بنائی ہوئی منفرد مخلوق ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ ابلیس تمام جنات اور شیاطین کی اصل ہے اور وہ سب کا باپ ہے اور مجاہد سے روایت ہے کہ الجان تمام جنات کا باپ ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام تمام انسانوں کے باپ ہیں۔

ابلیس کی تعریف اور اس کی صفت

علامہ الماوردی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ ابلیس روحانی شخص ہے جس کو دھوئیں والی آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور یہ تمام شیاطین کا باپ ہے اور اس میں شہوات رکھی گئی ہیں اور یہ لفظ ابلاس سے ماخوذ ہے' یعنی جو شخص خیر سے مایوس ہو چکا ہو۔

امام طبری نے کہا ہے کہ اس کی صفت یہ ہے کہ اس کی تخلیق حسین ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کو آسمانِ دنیا اور زمین پر شرف اور

فضیلت عطا فرمائی اور اس کے ساتھ ساتھ اس کو جنت کے خزانوں پر مامور کیا' پھر اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے تکبر کیا اور ربوبیت کا دعویٰ کیا اور اپنے ماتحتوں کو اپنی اطاعت اور عبادت کی دعوت دی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت کو مسخ کر کے اس کو شیطانِ رجیم بنا دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو جو خصوصیات عطاء کی تھیں وہ اس سے سلب کر لیں اور اس کو بدصورت بنا دیا اور اس پر لعنت کی اور اس کو آسمانوں سے دھتکار دیا اور آخرت میں اس کا مسکن اور ٹھکانا جہنم کی آگ بنا دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابلیس حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے پاس ان کو فتنہ میں ڈالنے کی طمع میں گیا' وہ ان کے پاس مختلف صورتوں میں آتا تھا' انہوں نے اس سے کہا: میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی اصلی صورت میں آؤ تو وہ بہت کریہ المنظر صورت میں آیا' اس کا جسم خنزیر کی طرح تھا' اور اس کا چہرہ بندر کی طرح تھا' اس کی آنکھیں طول میں شق کی ہوئی تھیں' اس کے تمام دانت ایک ہڈی تھے' اس کی ڈاڑھی نہیں تھی' حضرت یحییٰ علیہ السلام نے پوچھا: تجھ پر افسوس ہے! تیرے بدصورت ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا: میں فرشتوں میں مور کی شکل پر تھا' میں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس صورت میں مسخ کر دیا۔

ابلیس کی اولاد

مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے' انہوں نے کہا کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ابلیس کی بہ کثرت اولاد ہے جیسے عفاریت ہیں' اور غیلان ہیں اور سانپ ہیں اور ان کے مختلف نام ہیں اور وہ سب بنو آدم کے دشمن ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے شر سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے' اور ابلیس بنو آدم کو گم راہ کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجتا ہے۔

ابلیس کے لشکر' اور جو لشکری اس کے نزدیک قابل تحسین ہے' ان کے متعلق احادیث

امام ابن حبان' امام حاکم اور امام طبرانی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب صبح ہوتی ہے تو ابلیس اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے' اور یہ کہتا ہے کہ جس نے کسی مسلمان کو گم راہ کیا' میں اس کو تاج پہناؤں گا۔

(صحیح ابن حبان: ۶۱۸۹' المستدرک ج ۴ ص ۳۵۰' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۲۸)

امام مسلم نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ابلیس کا عرش (تخت) سمندر پر ہے' وہ اپنے لشکروں کو لوگوں میں فتنہ ڈالنے کے لیے بھیجتا ہے اور ابلیس کے نزدیک سب سے معظم وہ ہوتا ہے' جو سب سے بڑا فتنہ ڈالتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۳۔ ۲۱۵۳' سنن ابوداؤد: ۴۷۲۲' سنن ترمذی: ۳۵۱' سنن بیہقی ج ۲ ص ۵' شرح السنۃ: ۱۰۳۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابلیس اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے' پھر اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے' پھر اس کے نزدیک جو سب سے بڑے مرتبہ کا ہوتا ہے اس کو اپنے قریب کرتا ہے اور اس کے نزدیک بڑے مرتبہ کا وہ ہوتا ہے جو بڑا فتنہ ڈالتا ہے' اس کے لشکر میں سے کوئی شخص آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے ایسا ایسا کام کیا ہے' ابلیس کہتا ہے: تم نے کچھ نہیں کیا' پھر ایک اور لشکری آ کر کہتا ہے کہ میں نے شوہر اور بیوی میں تفرقہ ڈال دیا' تو ابلیس اس کو اپنے قریب کر کے اپنے سینہ سے لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں! تم نے ہی کارنامہ انجام دیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۳' مسند ابویعلیٰ: ۱۹۰۹' صحیح ابن حبان: ۶۱۸۷' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۵)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب صبح ہوتی ہے تو ابلیس اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے' پھر کہتا ہے: جس نے آج کسی مسلمان کو گم راہ کیا میں اس کو تاج پہناؤں گا' تو ایک لشکری کہتا ہے کہ میں نے خوب کوشش کی حتیٰ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی' ابلیس کہتا ہے کہ عنقریب وہ دوسری شادی کر لے گا' پھر دوسرا لشکری کہتا ہے: میں نے خوب کوشش کی حتیٰ کہ ایک شخص نے اپنے ماں باپ کی نافرمانی کی' ابلیس کہتا ہے: عنقریب وہ کوئی نیکی کر لے گا' پھر ایک اور لشکری کہتا ہے:

میں نے بہت کوشش کی حتیٰ کہ ایک شخص نے شرک کرلیا' ابلیس کہتا ہے: تم نے کارنامہ انجام دیا ہے' پھر ایک لشکری کہتا ہے کہ میں نے بہت کوشش کی حتیٰ کہ ایک شخص نے زنا کرلیا' ابلیس کہتا ہے: تم نے ہی کارنامہ انجام دیا ہے' پھر ایک اور لشکری آتا ہے اور وہ کہتا ہے: میں مسلسل کوشش کرتا رہا حتیٰ کہ ایک شخص نے کسی کو قتل کر دیا' پس ابلیس کہتا ہے: تم نے ہی کارنامہ انجام دیا ہے' پھر اس کو تاج پہنا دیتا ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۶۱۸۹' المستدرک ج ۴ ص ۳۵۰' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۱۴' اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے رجال صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے رجال ہیں)

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ابلیس سے پوچھا: تم کہاں رہتے ہو؟ اس نے کہا: میں انسانوں کے سینوں میں رہتا ہوں اور ان کی رگوں میں دوڑتا رہتا ہوں' حضرت یحییٰ علیہ السلام نے پوچھا: لوگ کس طرح تمہارے شر سے محفوظ رہ سکتے ہیں؟ اس نے کہا: وہ دنیا سے بغض رکھیں اور آخرت سے محبت رکھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۳۰-۲۲۹ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿يُقْذَفُوْنَ﴾ (الصافات:۸). يُرْمَوْنَ. ﴿دُحُوْرًا﴾ (الصافات:۹). مَطْرُوْدِيْنَ

اور مجاہد نے کہا: ''یقذفون'' کا معنی ہے: ان کو پھینکا جاتا ہے' اور ''دحورًا'' کا معنی ہے: وہ دھتکارے ہوئے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍO دُحُوْرًا. (الصّٰفّٰت:۹-۸)

اور ان کو ہر طرف سے مارا جاتا ہےO دھتکارنے کے لیے۔

﴿وَاصِبٌ﴾ (الصافات:۹) دَائِمٌ.

''واصب'' کا معنی ہے: دائم۔

اس تعلیق سے امام بخاری نے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌO (الصّٰفّٰت:۹)

اور ان کے لیے دائمی عذاب ہےO

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿مَدْحُوْرًا﴾ (الاعراف:۱۸) مَطْرُوْدًا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''مدحورًا'' کا معنی ہے: دھتکارے ہوئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًاO (بنی اسرائیل:۳۹)

تو ملامت کیا ہوا دھتکارا ہوا دوزخ میں جھونک دیا جائے گاO

يُقَالُ. ﴿مَرِيْدًا﴾ (النساء:۱۱۷) مُتَمَرِّدًا.

''مرید'' کا معنی ہے: سرکش۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًاO (النساء:۱۱۷)

اور مشرکین صرف سرکش شیطان کی پرستش کرتے ہیںO

﴿بَتَّكَهُ﴾ قَطَّعَهُ.

''بتکہ'' کا معنی ہے: اس کو کاٹ دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ. (النساء:۱۱۹)

اور قسم ہے میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا اور میں ضرور ان کے دلوں میں (جھوٹی) آرزوئیں ڈالوں گا اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا کہ وہ مویشیوں کے کان چیر ڈالیں۔

قتادہ نے کہا: اس مویشی سے مراد بحیرہ ہے' جب کوئی اونٹنی پانچ بچے جنتی' جن میں سے آخری مذکر ہوتا تو وہ اس کا کان چیر دیتے اور اس سے فائدہ نہ اُٹھاتے' یعنی اس کو اپنے اوپر حرام کر لیتے۔

﴿وَاسْتَفْزِزْ﴾ (الاسراء: ٦٤) اِسْتَخِفَّ ﴿بِخَيْلِكَ﴾ (الاسراء: ٦٤) اَلْفُرْسَانُ ﴿وَالرَّجْلُ﴾ اَلرَّجَّالَةُ وَاحِدُهَا رَاجِلٌ مِثْلُ صَاحِبٍ وَّصَحْبٍ وَّتَاجِرٍ وَّتَجْرٍ.

''استفزز'' کا معنی ہے: اپنے گھوڑوں کو آہستہ چلاؤ''خیل'' کا معنی ہے: سواروں کی جماعت''رجل''اور''رجالہ''کا معنی ہے: پیدل چلنے والے'اس کا واحد''راجل''ہے جیسے''صحب''کا واحد''صاحب''ہے اور''تجر''کا واحد''تاجر''ہے۔

اس تعلیق میں''استفزز''کا لفظ ہے'اس کا ذکر درج ذیل آیت میں ہے:

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ. (بنی اسرائیل: ۶۴)

اور تو ان میں سے جن کو ڈگمگا سکتا ہے ان کو اپنی آواز سے ڈگمگا دے' اور ان پر اپنے سواروں کے ساتھ اور اپنے پیادوں کے ساتھ دھاوا بول دے۔

- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: گھوڑے سوار اور پیادے جب کسی معصیت میں چلیں تو وہ شیطان کے تابع ہیں۔

﴿لَاَحْتَنِكَنَّ﴾ (الاسراء: ٦٢) لَاَسْتَاْصِلَنَّ.

''لاحتنکن''کا معنی ہے: میں ان کو ضرور جڑ سے اکھاڑ دوں گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۶۲)

میں چند کے سوا تمام اولادِ آدم کو (گمراہ کر کے) جڑ سے اکھاڑ دوں گا ۝

﴿قَرِيْنٌ﴾ (الزخرف: ٣٦) شَيْطَانٌ.

''قرین''کا معنی شیطان ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ (الزخرف: ۳۶)

اور جو رحمٰن کے ذکر کی طرف سے اندھا بن گیا' ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ (ہروقت) اس کا ساتھی ہے ۝

٣٢٦٨ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سُحِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللَّيْثُ كَتَبَ اِلَيَّ هِشَامٌ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ وَوَعَاهُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُحِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهٗ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا يَفْعَلُهٗ حَتّٰى كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ دَعَا وَدَعَا ثُمَّ قَالَ اَشَعَرْتِ اَنَّ اللّٰهَ اَفْتَانِيْ فِيْمَا فِيْهِ شِفَائِيْ اَتَانِيْ رَجُلَانِ فَقَعَدَ اَحَدُهُمَا عِنْدَ رَاْسِيْ وَالْاٰخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِلْاٰخَرِ مَا وَجَعُ الرَّجُلِ قَالَ مَطْبُوْبٌ قَالَ وَمَنْ طَبَّهٗ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا اور لیث نے بیان کیا کہ میری طرف ہشام نے لکھا کہ انہوں نے اس کو اپنے والد سے سنا اور اس کو یاد رکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا' حتیٰ کہ آپ کو خیال ہوتا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے اور واقع میں آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا' حتیٰ کہ ایک دن آپ نے (اس کے ازالہ کے لیے) دعا کی اور پھر دعا کی' پھر فرمایا: (اے عائشہ!) کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہے کہ کس چیز میں میری شفاء ہے'

لَبِيْدُ بْنُ الْأَعْصَمِ قَالَ فِيْمَا ذَا قَالَ فِيْ مُشْطٍ وَّمُشَاقَةٍ وَّجُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ قَالَ فَأَيْنَ هُوَ قَالَ فِيْ بِئْرِ ذَرْوَانَ فَخَرَجَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لِعَائِشَةَ حِيْنَ رَجَعَ نَخْلُهَا كَأَنَّهَا رُؤُسُ الشَّيَاطِيْنِ فَقُلْتُ اِسْتَخْرَجْتَهُ فَقَالَ لَا أَمَّا أَنَا فَقَدْ شَفَانِي اللّٰهُ وَ خَشِيْتُ أَنْ يُّثِيْرَ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ شَرًّا ثُمَّ دُفِنَتِ الْبِئْرُ.

میرے پاس دو آدمی آئے' ان میں سے ایک میرے سر کی جانب بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پیروں کی جانب بیٹھ گیا' ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: اس مرد کا درد کیسا ہے؟ اس نے کہا: اس پر جادو کیا گیا ہے' اس نے پوچھا: کس نے جادو کیا ہے؟ اس نے کہا: لبید بن اعصم نے' اس نے پوچھا: کس چیز میں جادو کیا ہے؟ اس نے کہا: کنگھی میں اور سوتی دھاگے میں اور نر کھجور کے خشک خوشے کے غلاف میں' اس نے پوچھا: وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ وہ ذروان کے کنویں میں ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے' جب واپس آئے تو حضرت عائشہ سے فرمایا: وہاں پر کھجور کے درخت ایسے ہیں جیسے شیطان کی کھوپڑی ہو' میں نے عرض کیا: آپ نے اس کو نکلوایا؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن اب اللہ نے مجھے شفا دے دی ہے' اور مجھے خطرہ ہے کہ اس کی وجہ سے لوگوں میں کوئی شر نہ پھیلے' اس کے بعد اس کنویں کو پاٹ دیا گیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۱۷۵ میں گزر چکی ہے' وہاں پر دلائل سے واضح کیا گیا ہے کہ مصنف کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرنے کی روایت صحیح نہیں ہے اور کوئی جادوگر آپ پر جادو کر کے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

۳۲۶۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلٰثَ عُقَدٍ يَّضْرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ مَكَانَهَا عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ كُلُّهَا فَأَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان بن بلال از یحییٰ بن سعید از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی میں تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ کی جگہ پر یہ پھونک دیتا ہے کہ لمبی رات ہے تم سو جاؤ' پھر جب وہ بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے' پس اگر وہ وضوء کرے تو دوسری گرہ (بھی) کھل جاتی ہے' پس اگر وہ نماز پڑھ لے تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں' پس وہ صبح کو تر و تازہ اور شاداب اُٹھتا ہے ورنہ وہ نحوست کا مارا ہوا اور سست اُٹھتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از

عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ نَامَ لَيْلَةً حَتّٰى اَصْبَحَ قَالَ ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ اُذُنَيْهِ اَوْقَالَ فِيْ اُذُنِهٖ.

منصور از ابووائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا جو ساری رات سوتا رہتا ہے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے' آپ نے فرمایا: یہ وہ شخص ہے جس کے کانوں میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے' یا فرمایا: اس کے کان میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۱ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَتٰى اَهْلَهٗ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا فَرُزِقَا وَلَدًا لَّمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از منصور از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے اور یہ دعا کرے: اللہ کے نام سے (میں عمل زوجیت کرتا ہوں) اے اللہ! ہم کو شیطان سے دور رکھ' اور ہم کو جو اولاد عطاء فرمائے اس کو بھی شیطان سے دور رکھنا' پھر ان کو اولاد عطاء کی جائے تو اس کو شیطان ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَبْرُزَ وَ اِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَغِيْبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے خبر دی از ہشام بن عروۃ از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب سورج کی بھوں طلوع ہو جائے تو تم نماز چھوڑ دو حتیٰ کہ وہ پوری طرح ظاہر ہو جائے' اور جب سورج کی بھوں غائب ہو جائے تو تم نماز چھوڑ دو حتیٰ کہ سورج مکمل غروب ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۸۳ میں گزر چکی ہے۔

سورج کی بھوں یا اَبرو سے مراد اس کا کنارہ ہے۔

۳۲۷۳ - وَلَا تَحَيَّنُوْا بِصَلٰوتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ اَوِ الشَّيْطَانِ لَا اَدْرِيْ اَيَّ ذٰلِكَ قَالَ هِشَامٌ.

اور تم سورج کے طلوع اور غروب کے وقت نماز کا قصد نہ کرو کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں یا شیاطین کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔ عبدۃ نے کہا: میں نہیں جانتا کہ ہشام نے کیا کہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۸۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں

اَبِیْ سَعِیْدٌ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَّ بَیْنَ یَدَیْ اَحَدِکُمْ شَیْءٌ وَّھُوَ یُصَلِّیْ فَلْیَمْنَعْہُ فَاِنْ اَبٰی فَلْیَمْنَعْہُ فَاِنْ اَبٰی فَلْیُقَاتِلْہُ فَاِنَّمَا ھُوَ شَیْطَانٌ۔

نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از حمید بن ھلال از ابوصالح از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور تمہارے سامنے سے کوئی آدمی گزرے تو اس کو روکو' اگر وہ انکار کرے تو اس کو پھر روکو' اگر وہ پھر انکار کرے تو اس سے لڑو کیونکہ وہ شیطان ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۵۰۹ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۵ - **وَقَالَ** عُثْمَانُ بْنُ الْھَیْثَمِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ وَکَّلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَکٰوۃِ رَمَضَانَ فَاَتَانِیْ اٰتٍ فَجَعَلَ یَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُہٗ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّکَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ فَقَالَ اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی فِرَاشِکَ فَاقْرَاْ اٰیَۃَ الْکُرْسِیِّ لَنْ یَّزَالَ مِنَ اللّٰہِ حَافِظٌ وَّلَا یَقْرُبُکَ شَیْطَانٌ حَتّٰی تُصْبِحَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَدَقَکَ وَھُوَ کَذُوْبٌ ذَاکَ الشَّیْطَانُ۔

اور حضرت عثمان بن الہیثم نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رمضان کے صدقہ کی حفاظت پر مقرر کیا' میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس طعام سے لپ بھر بھر کر اٹھانے لگا' تو میں نے اس کو پکڑ لیا' پس میں نے کہا: میں تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کروں گا' پھر انہوں نے پورا واقعہ بیان کیا' اس شخص نے کہا: جب تم بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو تو اللہ تمہاری مسلسل حفاظت کرتا رہے گا اور شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا' حتیٰ کہ صبح ہو جائے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے تم سے سچ کہا اور وہ ہے جھوٹا' وہ شیطان ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۳۱۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۶ - **حَدَّثَنَا** یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ قَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِی الشَّیْطَانُ اَحَدَکُمْ فَیَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ کَذَا مَنْ خَلَقَ کَذَا حَتّٰی یَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّکَ فَاِذَا بَلَغَہٗ فَلْیَسْتَعِذْ بِاللّٰہِ وَلْیَنْتَہِ۔

(صحیح مسلم:۱۳۴' الرقم المسلسل:۲۴۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ تم میں سے کسی ایک کے پاس شیطان آتا ہے' پس کہتا ہے کہ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا' فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا' حتیٰ کہ کہتا ہے کہ تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا' پس جب شیطان یہاں تک پہنچے تو اس کو اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہیے اور رک جانا چاہیے۔

دل میں آنے والے خیالوں کی دو قسمیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سنن ابوداؤد میں مذکور ہے: جب لوگ اس طرح کہیں تو تم کہو: ''اللہ احد' اللہ الصمد'' پھر بائیں جانب تین بار تھوکو اور یہ کہو: ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' یعنی شیطان کے شبہات سے اعراض کرو۔

اس حدیث میں ہے: اس کو رک جانا چاہیے اور دلائل قطعیہ سے بیان کرے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی خالق نہیں ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ اس کا فلاں خالق ہے تو پھر سوال ہوگا کہ اس کا خالق کون اور پھر اس کا خالق کون ہے؟ اور یہ سلسلہ کہیں ختم نہیں ہوگا اور اس سے تسلسل لازم آئے گا اور تسلسل باطل ہے' اس لیے یہ سوال بھی باطل ہے۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ وہ اپنے دل میں ان تفکرات سے رک جائے اور شیطان کے وسوسہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔

علامہ المازری نے کہا ہے کہ دل میں آنے والے تفکرات کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ خیال جو دل میں جمتا نہیں اور نہ اس پر کوئی شبہ قائم ہوتا ہے' یہ خیال اس سے اعراض کرنے سے دور ہو جاتا ہے اور اس حدیث کا بھی یہی محمل ہے اور دل میں آنے والے ایسے خیال کو وسوسہ کہتے ہیں' اور دل میں جو ایسے خیال آئیں جو جم جائیں اور ان کی بنیاد کسی شبہ پر ہو' ان کو غور وفکر کر کے دلائل سے زائل کرنا ضروری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۷۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي أَنَسٍ مَوْلَى التَّيْمِيِّينَ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی انس نے حدیث بیان کی جو تیمیین کے آزاد شدہ غلام ہیں کہ ان کے والد نے ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان داخل ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۸ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ مُوسٰى قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَآءَنَا ﴿قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ﴾ (الکہف: ۶۳) وَلَمْ يَجِدْ مُوسَى النَّصَبَ حَتّٰى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِي أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا تو انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگرد سے کہا: ہمارا ناشتہ لاؤ' تو انہوں نے کہا: یہ بتایئے جب ہم نے چٹان کی طرف پناہ لی تھی تو میں آپ سے مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا اور اس کے ذکر کرنے کو مجھے صرف شیطان نے بھلایا تھا (الکہف: ۶۳)' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف اسی وقت تھکاوٹ محسوس کی

تھی جب وہ اس جگہ سے گزر رہے تھے' جس کا اللہ نے حکم دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيْرُ اِلَى الْمَشْرِقِ فَقَالَ هَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هَا هُنَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرق کی طرف اشارہ کرکے فرمارہے تھے: بے شک فتنہ یہاں ہو گا' بے شک فتنہ یہاں ہوگا' جہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۰۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۸۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَجْنَحَ اللَّيْلُ اَوْ كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ فَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ تَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ فَاِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِّنَ الْعِشَاءِ فَخَلُّوْهُمْ وَاَغْلِقْ بَابَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَاَطْفِئْ مِصْبَاحَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَاَوْكِ سِقَائَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَخَمِّرْ اِنَائَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَلَوْ تَعْرُضُ عَلَيْهِ شَيْئًا. [اطراف الحدیث: ۳۳۰۴- ۳۳۱۶- ۵۶۲۳- ۵۶۲۴- ۶۲۹۵- ۶۲۹۶] (صحیح مسلم: ۲۰۱۲' الرقم المسلسل: ۵۱۴۰' سنن ابن ماجہ: ۳۴۱۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب رات کا اندھیرا پھیلے یا رات پر پھیلائے تو اپنے بچوں کو روک لو کیونکہ اس وقت شیاطین منتشر ہوتے ہیں' پھر جب عشاء کی ایک ساعت گزر جائے تو بچوں کو چھوڑ دو اور اپنا دروازہ بند کر دو اور اللہ کے نام کا ذکر کرو اور اپنا چراغ بجھا دو' اور اللہ کے نام کا ذکر کرو اور اپنی مشک کا منہ باندھ دو اور اللہ کے نام کا ذکر کرو اور اپنے برتن ڈھانپ دو اور اللہ کے نام کا ذکر کرو (اور اگر ڈھکن نہ ہو تو) درمیان میں کوئی چیز رکھ دو۔

رات کو شیاطین کے شر سے اپنے بچوں اور اپنے برتنوں کو محفوظ رکھنا

علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رات ہو جائے تو اپنے بچوں کو روک لو یعنی ان کو اپنے گھروں میں لازم رکھو۔ بچوں کو گھروں سے باہر نکلنے سے دو وجہوں سے منع فرمایا ہے:

(۱) شیاطین نجاست کے پاس جاتے ہیں اور چونکہ عام طور پر بچے طہارت کا اہتمام نہیں کرتے' اس لیے ان پر نجاست لگی ہوتی ہے' اس لیے وہ شیاطین کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔

(۲) شیاطین اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دوڑ جاتے ہیں اور چھوٹے بچوں سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا متصور نہیں ہے۔

(۳) برتن ڈھانپنے کے وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر کا حکم دیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر شیاطین کو ان کے تصرف سے باز رکھتا ہے۔

(کشف المشکل ج ۴ ص ۲۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث میں آپ نے جن کاموں کا حکم دیا ہے وہ استحبابی حکم ہے' وجوبی حکم نہیں ہے۔

۳۲۸۱ - حَدَّثَنِیْ مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ صَفِيَّةَ ابْنَةِ حُيَيٍّ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا فَاَتَيْتُهُ اَزُوْرُهُ لَيْلًا فَحَدَّثْتُهُ ثُمَّ قُمْتُ فَانْقَلَبْتُ فَقَامَ مَعِيَ لِيَقْلِبَنِيْ وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِيْ دَارِ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَلَمَّا رَاَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْرَعَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رِسْلِكُمَا اِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَقَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يَّقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَا سُوْءًا اَوْ قَالَ شَيْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود بن غیلان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از علی بن الحسین از حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف میں تھے' پس میں رات کے وقت آپ کی زیارت کرنے کے لیے آئی' سو میں نے آپ سے گفتگو کی' پھر میں کھڑی ہوگئی' پس میں مڑی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ کھڑے ہوئے' تاکہ مجھے رخصت کریں اور حضرت صفیہ کا گھر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی حویلی میں تھا' پس انصار کے دو مرد گزرے' جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو جلدی جلدی چلے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں ٹھہر جاؤ' یہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ہیں' ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: بے شک شیطان انسان کے خون کی جگہوں میں دوڑتا رہتا ہے اور مجھے یہ خطرہ تھا کہ وہ تم دونوں کے دلوں میں کوئی بُرا وسوسہ ڈال دے گا یا کچھ کہے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلَانِ يَسْتَبَّانِ فَاَحَدُهُمَا احْمَرَّ وَجْهُهٗ وَانْتَفَخَتْ اَوْدَاجُهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ لَوْ قَالَهَا ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ لَوْ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ فَقَالُوْا لَهٗ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَقَالَ وَهَلْ بِيْ جُنُوْنٌ.

[اطراف الحدیث: ۶۰۴۸-۶۱۱۵] (صحیح مسلم: ۲۶۱۰' الرقم المسلسل: ۶۵۴۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزۃ از الاعمش از عدی بن ثابت از حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور دو مرد ایک دوسرے کو بُرا کہہ رہے تھے' ان میں سے ایک کا چہرہ سرخ ہوگیا اور اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایک ایسے ذکر کا علم ہے اگر یہ اس کو پڑھ لیتا تو اس کے دل میں جو غیظ و غضب ہے' وہ جاتا رہتا' اگر یہ پڑھتا: ''اعوذ باللہ من الشیطان'' تو اس کے دل میں جو غیظ و غضب ہے وہ نکل جاتا' پس لوگوں نے اس شخص سے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تم ''اعوذ باللہ من الشیطان'' پڑھو' اس شخص نے کہا: کیا میں دیوانہ ہوں۔

جس شخص نے ''اعوذ باللہ من الشیطن'' پڑھنے سے اعراض کیا' اس کی وضاحت اور غصہ کے وقت پانی پینے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ اُس شخص کا کلام ہے جس کو اللہ کے دین کی سمجھ نہیں تھی اور جو شریعت مطہرہ کے انوار سے منور نہ تھا' اور اس کا یہ گمان تھا کہ ''اعوذ باللہ من الشیطان'' پڑھنا صرف دیوانوں کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کو یہ علم نہیں تھا کہ غضب شیطان کے آثار سے ہوتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ شخص منافقین میں سے ہو یا سخت دل بدوؤں میں سے ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ شیطان سے پناہ مانگنا غضب کو دور کر دیتا ہے' اور شیطان کے مکر کو دور کرنے کے لیے یہ سب سے قوی ہتھیار ہے' اور حضرت عطیہ سے روایت ہے کہ غضب شیطان کے اثر سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھ جاتی ہے' سو جب تم میں سے کوئی شخص غضب ناک ہو تو وہ وضوء کر لے' اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بندہ اللہ کے غضب سے سب سے زیادہ اس وقت قریب ہوتا ہے جب وہ خود غضب میں ہوتا ہے' اور بکر بن عبداللہ نے کہا: غضب کی آگ کو دوزخ کی آگ کے ذکر سے بجھاؤ' اور بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے ابن آدم! جب تو غضب میں ہو تو میرا ذکر کر اور جب میں غضب میں ہوں گا تو میں تیرا ذکر کروں گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۸۳ - **حَدَّثَنَا** اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَتٰى اَهْلَهٗ قَالَ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنِي فَاِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَّمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ وَلَمْ يُسَلَّطْ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص جب اپنی بیوی کے پاس جائے (اور) یہ دعا کرے: اے اللہ! مجھ سے شیطان کو دور رکھ اور مجھ کو جو اولاد عطاء فرمائے' اس سے (بھی) شیطان کو دور رکھ' پھر اگر ان کے درمیان اولاد ہو تو شیطان اس کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا اور اس پر مسلط نہیں ہو سکے گا۔

قَالَ وَحَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهٗ.

شعبہ نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی از سالم از کریب از حضرت ابن عباس' اسی حدیث کی مثل۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۸۴ - **حَدَّثَنَا** مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ صَلّٰى صَلٰوةً فَقَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِي فَشَدَّ عَلَيَّ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ عَلَيَّ فَاَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْهُ فَذَكَرَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' کہ آپ نے نماز پڑھی تو آپ نے بتایا کہ شیطان میرے پاس آیا' سو اس نے مجھ پر حملہ کیا' وہ میری نماز توڑنا چاہتا تھا تو اللہ نے مجھ کو اس پر قدرت دی' پھر آپ نے پورا قصہ بیان کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۸۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيْرٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ فَاِذَا قُضِيَ اَقْبَلَ فَاِذَا ثُوِّبَ بِهَا اَدْبَرَ فَاِذَا قُضِيَ اَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطِرَ بَيْنَ الْاِنْسَانِ وَقَلْبِهِ فَيَقُوْلُ اُذْكُرْ كَذَا وَكَذَا حَتّٰى لَا يَدْرِيَ اَثَلَاثًا صَلّٰى اَمْ اَرْبَعًا فَاِذَا لَمْ يَدْرِ ثَلَاثًا صَلّٰى اَوْ اَرْبَعًا سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہے اور اس کی آواز کے ساتھ ہوا خارج ہوتی ہے اور جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو وہ آ جاتا ہے پھر جب اقامت کہی جاتی ہے تو وہ پھر پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہے پس جب اقامت پوری ہو جاتی ہے تو وہ آ جاتا ہے حتیٰ کہ انسان اور اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے پس کہتا ہے: فلاں چیز یاد کر فلاں چیز یاد کر حتیٰ کہ نمازی کو یاد نہیں رہتا کہ اس نے تین رکعت نماز پڑھی ہے یا چار پس جب اس کو یاد نہ رہے کہ اس نے تین رکعت نماز پڑھی ہے یا چار تو وہ دو سہو کے سجدے کرے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۰۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۸۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِي اٰدَمَ يَطْعُنُ الشَّيْطَانُ فِي جَنْبَيْهِ بِاِصْبَعِهِ حِيْنَ يُوْلَدُ غَيْرَ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ ذَهَبَ يَطْعُنُ فَطَعَنَ فِي الْحِجَابِ.

[اطراف الحدیث: ۳۴۳۱-۴۵۴۸] (صحیح مسلم: ۲۳۶۶، الرقم المسلسل: ۶۰۶۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اولادِ آدم کا ہر فرد جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کے پہلوؤں میں اپنی انگلی چبھوتا ہے ماسوا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے جب شیطان ان کو انگلی چبھونے گیا تو (بچہ دان کے) پردہ میں انگلی چبھو سکا (اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام محفوظ رہے۔)

تمام انبیاء علیہم السلام کا شیطان کے کچوکوں سے محفوظ رہنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کی ظاہر فضیلت ہے کہ شیطان ان کے پہلو میں کچوکے لگانے میں ناکام رہا کیونکہ حضرت مریم کی والدہ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی:

وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ (آل عمران: ۳۶)

اور بے شک میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ○

امام عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو شیاطین ابلیس کے پاس آئے اور کہا: تمام بت اوندھے منہ گرے ہوئے ہیں ابلیس نے کہا: کوئی نئی چیز رونما ہوئی ہے پھر ابلیس نے تمام روئے زمین کو اور تمام سمندروں کو دیکھا تو اس کو پتا چلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہو چکے ہیں اور فرشتوں نے ان کو اپنے احاطہ میں لیا ہوا ہے تب اس نے شیاطین سے کہا کہ

گزشتہ شب ایک نبی پیدا ہو چکے ہیں' کوئی عورت حاملہ نہیں ہوئی تھی اور نہ کسی نے کوئی بچہ جنا تھا' مگر یں وہاں موجود تھا' سوا اس نبی کے' پس وہ سب اس شہر میں بت پرستی سے مایوس ہو گئے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اس فضیلت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شریک ہیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور صالحین اس سے مامون ہیں کہ ان کی پیدائش کے وقت شیطان ان کی کوکھ میں کچوکے لگائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اپنے فضل سے شیطان کے شر سے محفوظ رکھا ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ○ (الحجر:۴۲)

بے شک میرے خاص بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں' ہاں! جو گم راہوں میں سے تیری پیروی کرے○

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۲-۲۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۸۷ - **حَدَّثَنَا** مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيلُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ فَقُلْتُ مَنْ هَا هُنَا قَالُوْا اَبُو الدَّرْدَاءِ قَالَ اَفِيْكُمُ الَّذِيْ اَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطَانِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از المغیرہ از ابراہیم از علقمہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں شام میں آیا تو میں نے کہا: یہاں کون ہے؟ تو لوگوں نے کہا: حضرت ابو درداء رضی اللہ آئے ہوئے ہیں' انہوں نے پوچھا: کیا تم لوگوں میں وہ شخص ہیں' جن کو اللہ نے اپنے نبی کی زبان پر شیطان کے شر سے مامون رکھا ہے۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُغِيْرَةَ وَقَالَ الَّذِيْ اَجَارَهُ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ عَمَّارًا.

ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از مغیرہ' جس کو اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر شیطان کے شر سے محفوظ رکھا تھا' اس سے آپ کی مراد حضرت عمار رضی اللہ تھے۔

[اطراف الحدیث: ۳۷۴۲-۳۷۴۳-۳۷۶۱-۴۹۴۳-۴۹۴۴-۶۲۷۸] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما اسلام لانے میں سابق تھے اور ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی:

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ. (النحل:۱۰۶)

مگر جس پر جبر کیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۸۸ - **قَالَ** وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِلَالٍ اَنَّ اَبَا الْاَسْوَدِ اَخْبَرَهٗ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلَائِكَةُ تَتَحَدَّثُ فِي الْعَنَانِ وَالْعَنَانُ الْغَمَامُ بِالْاَمْرِ يَكُوْنُ فِي الْاَرْضِ فَتَسْمَعُ الشَّيْطَانُ الْكَلِمَةَ فَتَقُرُّهَا

امام بخاری نے کہا: اور لیث نے بیان کیا کہ مجھے خالد بن یزید نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی ہلال کہ ابوالاسود نے خبر دی' ان کو عروہ نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرشتے العنان میں باتیں کرتے ہیں' اور العنان بادل ہے' وہ زمین میں واقع ہونے والے کسی کام کے متعلق باتیں کرتے ہیں تو

فِی اُذُنِ الْکَاهِنِ کَمَا تُقَرُّ الْقَارُوْرَۃُ فَیَزِیْدُوْنَ مَعَھَا مِائَۃَ کِذْبَۃٍ.

شیاطین ان باتوں میں سے کوئی بات سن لیتے ہیں اور شیاطین ان باتوں کو کاہن کے کانوں میں ڈال دیتے ہیں' جیسے بوتل میں کوئی چیز ڈالی جاتی ہے' پس کاہن ان باتوں کے ساتھ اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا دیتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۱۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۸۹ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّیْطٰنِ فَاِذَا تَثَاءَ بَ اَحَدُکُمْ فَلْیَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا قَالَ هَا ضَحِكَ الشَّیْطَانُ.

[اطراف الحدیث: ۶۲۲۳-۶۲۲۶] (صحیح مسلم: ۲۹۹۴' الرقم المسلسل: ۷۳۸۴' سنن ترمذی: ۲۷۵۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جماہی لینا شیطان کی طرف سے ہے' سو جب تم میں سے کوئی شخص جماہی لے تو اس کو جہاں تک ہو سکے روکے' کیونکہ جب تم میں سے کوئی شخص (جماہی لیتے وقت) کہتا ہے: ''ہا'' تو شیطان ہنستا ہے۔

جماہی کو ناپسند کرنے کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماہی کی کراہت کی وجہ سے اس کو شیطان کی طرف منسوب کیا ہے' کیونکہ انسان کو جماہی اس وقت آتی ہے جب وہ خوب پیٹ بھر کر کھا لیتا ہے اور اس کا بدن بھاری ہو جاتا ہے' اور اس پر سستی چڑھتی ہے اور اس کو نیند آتی ہے اور اس کی اضافت شیطان کی طرف اس لیے فرمائی ہے کہ شیطان انسان کو پُرخوری' کھانے اور پینے کی لذتوں کی طرف اُکساتا ہے' جس سے سستی اور غفلت پیدا ہوتی ہے اور اس وجہ سے انسان عبادت' اطاعت اور نیکی کے کام کرنے سے قاصر ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۹۰ - حَدَّثَنَا زَکَرِیَّاءُ بْنُ یَحْیٰی حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَۃَ قَالَ هِشَامٌ اَخْبَرَنَا عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا کَانَ یَوْمَ اُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِکُوْنَ فَصَاحَ اِبْلِیْسُ اَیْ عِبَادَ اللّٰهِ اُخْرَاکُمْ فَرَجَعَتْ اُوْلَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِیَ وَ اُخْرَاهُمْ فَنَظَرَ حُذَیْفَۃُ فَاِذَا هُوَ بِاَبِیْهِ الْیَمَانِ فَقَالَ اَیْ عِبَادَ اللّٰهِ اَبِیْ اَبِیْ فَوَاللّٰهِ مَا احْتَجَزُوْا حَتّٰی قَتَلُوْهُ فَقَالَ حُذَیْفَۃُ غَفَرَ اللّٰهُ لَکُمْ. قَالَ عُرْوَۃُ فَمَا زَالَتْ فِیْ حُذَیْفَۃَ مِنْهُ بَقِیَّۃُ خَیْرٍ حَتّٰی لَحِقَ بِاللّٰهِ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۲۴-۴۰۶۵-۶۶۶۸-۶۶۸۳-۶۸۹۰]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریاء بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی' ہشام نے کہا: ہمیں خبر دی از والد خود' از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب اُحد کے دن مشرکین شکست کھا گئے تو ابلیس نے چلّا کر کہا: اے اللہ کے بندو! (یعنی اے مسلمانو!) اپنے پیچھے والوں سے بچو' پس آگے کے مسلمانوں نے پیچھے کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا' حضرت حذیفہ نے دیکھا کہ ان کے والد یمان بھی پچھلوں میں تھے' تو حضرت حذیفہ نے کہا: اے اللہ کے بندو! یہ میرے والد ہیں' یہ میرے والد ہیں' سو اللہ کی قسم! جب تک اگلے مسلمانوں نے ان کو قتل نہیں کیا نہیں چھوڑا' پھر حضرت حذیفہ نے

(صرف) اتنا کہا: اللہ تمہاری مغفرت فرمائے! عروہ نے کہا: پھر حضرت حذیفہ اپنے والد کے قاتلوں کے لیے مسلسل مغفرت کی دعا کرتے رہے' حتیٰ کہ وہ اللہ سے جا ملے۔

مسلمانوں کا غلط فہمی سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد کو قتل کرنا اور حضرت حذیفہ کا ان کو معاف کر دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابلیس نے جو کہا تھا: اے مسلمانو! اپنے پیچھے والوں سے بچو! اس سے ابلیس نے مسلمانوں کو مغالطہ دیا تھا' تا کہ مسلمان ایک دوسرے کو قتل کر دیں' پس مسلمانوں کی اگلی جماعت پیچھے والے مسلمانوں کو مشرک سمجھ کر ان کو قتل کرنے کے لیے بڑھی۔

حضرت حذیفہ کے والد کا لقب یمان تھا اور ان کا نام حسیل بن جابر العبسی تھا' وہ حضرت حذیفہ کے ساتھ اسلام لائے تھے اور انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی' وہ غزوہ اُحد میں حاضر ہوئے تھے' اور مسلمانوں نے غلط فہمی سے ان کو مشرک سمجھ کر مار ڈالا' حضرت حذیفہ کہتے رہے: یہ میرے والد ہیں ان کو قتل نہ کرو' لیکن ان کی بات کسی نے نہیں سنی اور لوگ ان کے والد کو قتل کرنے سے نہیں رکے۔

حضرت حذیفہ نے ان مسلمانوں کے لیے دعا کی جنہوں نے لاعلمی سے ان کے والد کو قتل کر دیا تھا' کیونکہ حضرت حذیفہ نے ان کو معذور قرار دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے: جس نے ان کے والد کو قتل کیا تھا وہ حضرت عقبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے' سو حضرت حذیفہ نے ان کو معاف کر دیا تھا' حضرت حذیفہ تا حیات اپنے والد کے قتل کیے جانے پر غمگین رہے اور ان کے قاتلوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہے۔

۳۲۹۱- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْتِفَاتِ الرَّجُلِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ أَحَدِكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن الربیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی از اشعث از والد خود از مسروق' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ جو شخص نماز میں اِدھر اُدھر دیکھے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ شیطان کا تم سے کسی ایک کی نماز کا کچھ حصہ اُچک لینا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۵۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۹۲- حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَ) حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطٰنِ فَإِذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالمغیرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اور مجھے سلیمان بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ

حَلَمَ اَحَدُكُمْ حُلْمًا يَخَافُهُ فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ. [اطراف الحدیث: ۵۷۴۷-۶۹۸۴-۶۹۸۶-۶۹۹۵-۶۹۹۶-۷۰۰۵-۷۰۴۴] (صحیح مسلم: ۲۲۶۱ الرقم المسلسل: ۵۷۹۰، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۱، سنن ترمذی: ۲۲۷۷، سنن ابن ماجہ: ۳۹۰۹، مسند الحمیدی: ۴۱۸، المعجم الاوسط: ۸۷۱۹، المطالب العالیہ: ۳۱۲۶، شعب الایمان: ۴۷۶۰، شرح مشکل الآثار: ۲۱۷۸، صحیح ابن حبان: ۶۰۴۲، مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۵۲۵- ج ۳۷ ص ۲۰۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

بن ابی قتادہ نے حدیث بیان کی از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اچھے خواب اللہ کی جانب سے ہیں اور پریشان کن خواب شیطان کی طرف سے ہیں، سو جب تم میں سے کوئی شخص پریشان کن خواب دیکھے جس سے وہ خوف زدہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ بائیں جانب تھوکے اور اس خواب کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرے تو بے شک وہ خواب اس کو ضرر نہیں پہنچائے گا۔

خواب کی اقسام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "الرؤيا الصالحة" کا ذکر ہے، یعنی صالح خواب اور اس خواب کو یا تو صورت کے اعتبار سے صالح فرمایا ہے یا اس کی تعبیر کے اعتبار سے، اس خواب کو "الرؤيا الصادقة" (سچے خواب) اور "الرؤيا الحسنة" (اچھے خواب) بھی کہتے ہیں۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفسیر "المبشرات" کے ساتھ فرمائی ہے کیونکہ بشارت ہر اس سچی خبر کو کہتے ہیں جس کو سن کر انسان کا چہرہ متغیر ہو اور اس پر خوشی کے آثار ہوں۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: 'حُلم' شیطان کی طرف سے ہے، اس سے مراد جھوٹے خواب یا بُرے خواب ہیں، 'حُلم' کا اصل معنی ہے: خواب، خواہ اس میں اچھی صورت نظر آئے یا بُری صورت، جب انسان بُرا خواب دیکھے تو وہ بائیں جانب تھوک دے، یہ شیطان کو دھتکارنے کے لیے فرمایا، جیسے جمرات میں شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں یا جیسے انسان کسی نجس چیز کو دیکھ کر تھوک دیتا ہے، اور شیطان سے بڑھ کر تو کوئی نجس چیز ہے نہیں۔ جو خواب ناپسندیدہ ہوتا ہے وہ جھوٹا اور مکروہ ہوتا ہے، اس کو حُلم کہتے ہیں، اسی طرح جس خواب کو دیکھ کر انسان ڈر جاتا اور بیدار ہو کر پریشان ہو جاتا ہے، اس کو بھی حُلم کہتے ہیں۔ اسی قسم کے خواب دیکھ کر شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۶ ملخصاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خواب تین قسم کا ہے: (۱) خواب میں شیطان ڈراتا ہے تاکہ ابن آدم غمگین ہو (۲) انسان دن میں جن کاموں کا ارادہ کرتا ہے، خواب میں ان کاموں کو دیکھتا ہے (۳) خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۹۰۷، صحیح ابن حبان: ۶۰۴۲)

۳۲۹۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی جو ابوبکر کے غلام ہیں از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن میں سو مرتبہ یہ پڑھا: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، (وہ) ایک ہے اس کا کوئی شریک

فِیْ یَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ کَانَتْ لَهٗ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَّکُتِبَتْ لَـهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِیَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَیِّئَةٍ وَّکَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِّنَ الشَّیْطَانِ یَوْمَهٗ ذٰلِكَ حَتّٰی یُمْسِیَ وَلَمْ یَاْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَآءَ بِهٖ اِلَّا اَحَدٌ عَمِلَ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ.

[طرف الحدیث: ٦٤٠٣] (صحیح مسلم: ٢٦٩١ ' الرقم المسلسل: ٦٧٣٧ ' سنن ترمذی: ٣٤٦٨)

نہیں' اسی کی حکومت ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے تو اس کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر اجر ملے گا' اور اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے سو گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور اس دن اس کی شیطان سے حفاظت ہوگی' حتیٰ کہ شام ہو جائے اور اس سے افضل عمل کوئی نہیں کر سکے گا مگر جو شخص ان کلمات کو اس سے زیادہ مرتبہ پڑھے۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''عــدل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مثل' اور اس میں ''حِــرز'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جو چیز حفاظت کا سبب ہو۔

٣٢٩٤ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْـرَاهِیْمَ حَـدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُالْحَمِیْدِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَیْدٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْـنَ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَـاهُ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ اِسْتَاْذَنَ عُمَرُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ نِسَاءٌ مِّنْ قُرَیْشٍ یُکَلِّمْنَهٗ وَیَسْتَکْثِرْنَهٗ عَـالِیَةً اَصْوَاتُهُنَّ فَـلَمَّا اسْتَاْذَنَ عُمَرُ قُمْنَ یَبْتَدِرْنَ الْـحِـجَابَ فَاَذِنَ لَـهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَضْحَكُ فَقَالَ عُمَرُ اَضْحَكَ الـلّٰـهُ سِـنَّكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ عَجِبْتُ مِنْ هٰٓؤُلَاءِ اللَّاتِیْ کُنَّ عِنْدِیْ فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ قَالَ عُمَرُ فَاَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کُنْتَ اَحَقَّ اَنْ یَّهَبْنَ. ثُمَّ قَالَ اَیْ عَدُوَّاتِ اَنْفُسِهِنَّ اَتَهَبْنَنِیْ وَلَا تَهَبْنَ رَسُوْلَ الـلّٰـهِ صَـلَّـی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ نَعَمْ اَنْتَ اَفَظُّ وَاَغْـلَـظُ مِـنْ رَّسُـوْلِ الـلّٰـهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَالَقِیَكَ الشَّیْطَانُ قَطُّ سَالِکًا فَجًّا اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّكَ. [اطراف الحدیث: ٣٦٨٣-٦٠٨٥] (صحیح مسلم: ٢٣٩٦ ' الرقم المسلسل: ٦٠٩٦ ' صحیح ابن حبان: ٦٨٩٣ ' مسند احمد ج ١ ص ١٨٢ طبع قدیم' مسند احمد: ١٥٨١ ' مؤسسة الرسالة' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبدالحمید بن عبدالرحمان بن زید نے خبر دی کہ ان کو محمد بن سعد بن ابی وقاص نے خبر دی کہ ابو سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی اور اس وقت آپ کے پاس قریش کی خواتین تھیں' جو آپ سے باتیں کر رہی تھیں اور آپ سے زیادہ چیزیں طلب کر رہی تھیں' ان کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں' جب حضرت عمر نے اجازت طلب کی تو وہ جلدی سے اُٹھ کر حجاب میں چلی گئیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو اجازت دی اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس رہے تھے' حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ آپ کو ہمیشہ ہنستا رکھے! آپ نے فرمایا: جو عورتیں میرے پاس بیٹھی تھیں' مجھے ان پر تعجب ہو رہا ہے' جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو یہ جلدی سے حجاب میں چلی گئیں' حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ یہ آپ سے ڈریں' پھر حضرت عمر نے کہا: اے اپنی جان کی دشمنو! کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ڈرتیں! انہوں نے کہا: ہاں! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہ نسبت بہت سخت اور درشت ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان

ہے! جب بھی شیطان تم سے کسی راستہ میں ملتا ہے تو وہ تمہارے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلا جاتا ہے۔

خواتین قریش کے اضافہ کے مطالبہ پر حضرت عمر کا ان کو ملامت کرنا اور حضرت عمر کی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ قریش کی خواتین آپ سے کلام کر رہی تھیں (بہ ظاہر یہ خواتین ازواجِ مطہرات تھیں) اور آپ سے خرچ میں اور عطاء میں اضافہ کو طلب کر رہی تھیں اور ان کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ کے سامنے تو آواز بلند کرنا منع ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہے۔

حضرت عمر نے کہا: اللہ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تو یہ ارشاد ہے:

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا. (التوبہ:۸۲) سو تم کو کم ہنسنا چاہیے۔

تو پھر حضرت عمر نے یہ دعا کیوں کی اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ہنسنے سے مراد اس کا لازم ہے یعنی خوشی اور سرور' یعنی اللہ آپ کو ہمیشہ مسرور رکھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں عام افراد امت کو حکم ہے' اس حکم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم داخل نہیں ہیں' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ شیطان حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دور دور رہتا تھا اور اس کے لیے حضرت عمر کے دل میں وسوسہ ڈالنا ممکن نہیں تھا' سو شیطان آپ کو وسوسہ ڈالنے سے مایوس ہو گیا تھا' لہٰذا یہ حضرت عمر کی بہت بڑی فضیلت ہے' اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو وسوسہ ڈالنے پر بھی شیطان قادر نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ کورانی کی طرف سے اس کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بھی شدت اور سختی تھی اور مصنف کا اس جواب کو رد کرنا اور اپنے جوابات دینا' اور آپ کی نرم دلی کے متعلق احادیث

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ خواتین قریش نے حضرت عمر سے کہا: ہاں! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ سخت اور درشت ہیں' اس پر یہ اعتراض ہے کہ خواتین قریش کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بھی سختی اور شدت تھی' لیکن حضرت عمر سے کم تھی اور یہ چیز آپ کے مکارمِ اخلاق کے مناسب نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بھی سختی اور شدت تھی' لیکن وہ کفار اور منافقین کے لیے تھی۔ قرآن مجید میں ہے:

يَاۤاَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ. (التوبہ:۷۳) اے نبی! کفار اور مشرکین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔

(دراصل یہ علامہ عینی کا جواب ہے۔ عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۸' الکوثر الجاری ج ۶ ص ۲۱۴)

تاہم علامہ کورانی کے جواب پر پھر یہ اعتراض ہوگا کہ خواتینِ قریش کفار اور منافقین کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سختی اور شدت کا انکار نہیں کرتی تھیں' ان کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان پر سختی اور شدت کر رہے ہیں' لیکن یہ حضرت عمر کی سختی اور شدت سے کم ہے' اس لیے میرے نزدیک اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم احکامِ شرعیہ کے نفاذ میں مسلمانوں پر اور ازواجِ مطہرات پر بھی سختی اور شدت کرتے تھے اور ازواجِ مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مالِ دنیا اور خرچ میں اضافہ کا جو مطالبہ کر

رہی تھیں' یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ تھا' جیسا کہ اس پر یہ آیت دلالت کرتی ہے:

يَاۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًاO وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًاO (الاحزاب:۲۹۔۲۸)

اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ! میں تمہیں مالی فائدہ دوں اور حسن سلوک کے ساتھ تمہیں چھوڑ دوںO اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت والے گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کیا ہےO

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام مسلمانوں پر احکامِ شرعیہ نافذ کرنے میں بھی بہت سخت تھے اور کسی کی رعایت نہیں فرماتے تھے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش کے نزدیک یہ بڑا سنگین واقعہ تھا کہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی' پس انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی کون سفارش کرے گا؟ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سوا اس کی کون جرأت کر سکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت عزیز ہیں' تب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی سفارش کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں سفارش کر رہے ہو! پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے گم راہ ہو گئے تھے کہ جب ان میں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور اگر کوئی پس ماندہ شخص چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی چوری کرتی تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کا ہاتھ کاٹ دیتے!

(صحیح البخاری:۶۷۸۸' صحیح مسلم:۱۶۸۸' سنن ترمذی:۱۴۳۰' سنن نسائی:۴۸۹۹' سنن ابن ماجہ:۲۵۴۷)

اس کی تائید درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب بھی دو کاموں میں سے کسی ایک کام کا اختیار دیا گیا تو آپ اس کام کو اختیار کرتے جو دونوں میں سے زیادہ آسان ہو' بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو پس اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ اس سے سب سے زیادہ دور ہونے والے ہوتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا' سوا اس کے کہ اللہ کی حدود کو پامال کیا جائے تو آپ اس کا انتقام لیتے تھے۔ (صحیح البخاری:۳۵۶۰' صحیح مسلم:۲۳۲۷' سنن ابوداؤد:۴۷۸۵)

امام ترمذی اور دیگر ائمہ کی روایت میں اس طرح ہے:

اگر کوئی شخص اللہ کی حد کو توڑتا تو آپ اس پر سب سے زیادہ غضب فرماتے تھے۔

(شمائل ترمذی:۳۵۰' مسند احمد ج ۶ ص ۸۵' مصنف عبد الرزاق:۱۷۹۴۲)

مصنف کے نزدیک اصل اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقین' کفار اور فساق پر جو سختی کی ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی ہے' ورنہ آپ اپنی سرشت اور طبیعت کے اعتبار سے بہت نرم ہیں' جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ. (آل عمران:۱۵۹)

آپ اللہ کی بے انتہاء رحمت کی وجہ سے (مسلمانوں کے لیے) نرم دل ہیں' اگر آپ بدمزاج اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپکے گردوپیش سے بھاگ جاتے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا

تو کہیں فرطِ غم سے ان کے پیچھے آپ اپنی جان دے بیٹھیں

بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ (الکہف:۶) گے اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں ۝

اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت دل ہوتے تو آپ کو اس کی کیا پرواہ ہوتی کہ کفار قرآن مجید پر ایمان نہ لا کر دوزخ میں جا رہے ہیں۔

نیز غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اُٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا:

یارسول اللہ! میں ان سے اس وقت تک جنگ کروں گا جب تک کہ وہ ہماری مثل (مسلمان) نہ ہو جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! ٹھہرو! حتیٰ کہ ان کے میدان میں اتر کر پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان کو بتاؤ کہ اللہ کا ان پر کیا حق ہے اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت مل جائے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۲۱۰ صحیح مسلم: ۲۴۰۶)

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت دل ہوتے تو مطلقاً کفار کو قتل کرنے کا حکم دے دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نرم دل ہونے پر درج ذیل حدیث بھی دلالت کرتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب غزوۂ بدر میں کفار قریش کو گرفتار کر لیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ان قیدیوں کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: اے اللہ کے نبی! یہ آپ کے چچا کے بیٹے اور آپ کے خاندان کے لوگ ہیں میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں (اور ان کو آزاد کر دیں) اس (فدیہ) سے ہمیں کفار کے خلاف قوت حاصل ہوگی پس ہو سکتا ہے کہ ان کو اللہ اسلام کی ہدایت دے دے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اے خطاب کے بیٹے! تمہاری کیا رائے ہے؟ تو حضرت عمر نے کہا: نہیں! یارسول اللہ! میری رائے وہ نہیں ہے جو ابوبکر کی رائے ہے! لیکن میری رائے یہ ہے کہ آپ ہمیں ان پر قدرت دیں اور ہم ان کی گردنیں اُڑا دیں آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عقیل پر قدرت دیں سو وہ ان کی گردن اُڑا دیں اور مجھے میرے فلاں رشتہ دار پر قدرت دیں تو میں اس کی گردن اُڑا دوں کیونکہ یہ لوگ کفر کے امام اور سردار ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر کی رائے کی طرف مائل ہوئے اور میری رائے کی طرف مائل نہیں ہوئے۔ الحدیث

(صحیح مسلم: ۱۷۶۳ سنن ابوداؤد: ۲۶۹۰ سنن ترمذی: ۳۰۸۴ مسند احمد ج ا ص ۳۸۳)

اور اس حدیث سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نرم دلی کا پتا چلتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کیا غزوہ اُحد سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آپ پر گزرا ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری قوم کی طرف سے میں نے جو مصائب اُٹھائے ہیں سو اُٹھائے ہیں! اور سب سے زیادہ مصیبت میں نے عقبہ کے دن اُٹھائی تھی جب میں نے اپنے آپ کو (طائف کے سردار) ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا سو اس نے میری دعوت کو قبول نہیں کیا اور میری دعوت کو مسترد کر دیا میں وہاں سے افسردہ ہو کر چلا گیا پھر جب میں قرن الثعالب پر پہنچا تو میرا غم کچھ کم ہوا پھر میں نے سر اُٹھایا تو ایک بادل نے مجھ پر سایا کیا ہوا تھا میں نے غور کیا تو اس میں حضرت جبریل علیہ السلام تھے پس انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی بات اور ان کا جواب سن لیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تا کہ آپ ان لوگوں کے متعلق جو چاہیں حکم دیں پس پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے آواز دی اور مجھے سلام کیا پھر کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اگر آپ چاہیں تو میں ان (طائف کے) لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں اور یہ چکنا چور ہو جائیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ان لوگوں کو نکالے گا جو اللہ وحدہٗ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ بالکل شرک نہیں کریں گے۔ (صحیح البخاری: ۳۲۳۱ صحیح مسلم: ۱۷۹۵)

ان صحیح احادیث سے واضح ہو گیا کہ نبی ﷺ کفار کے متعلق بھی نرم دل تھے اور فساق کے متعلق نرم دل ہونے پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے عہد میں عبداللہ نام کا ایک شخص تھا جس کا لقب حمار تھا' اور وہ رسول اللہ ﷺ کو ہنسایا کرتا تھا' اور نبی ﷺ نے اس کو شراب پینے پر کوڑے مارے تھے' ایک دن پھر اس کو نبی ﷺ کے پاس لایا گیا اور آپ کے حکم سے اس کو کوڑے مارے گئے' تو قوم میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت فرما! اس کو کتنی بار حد جاری کرنے کے لیے لایا گیا ہے' تب نبی ﷺ نے فرمایا: اس پر لعنت نہ کرو' پس اللہ کی قسم! مجھے اس کے متعلق صرف یہ علم ہے کہ یہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۷۸۰)

خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ سب پر نرم دل تھے اور سب کے لیے رحمت تھے اور علامہ عینی اور علامہ کورانی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ آپ کے دل میں بھی سختی تھی اور کفار اور منافقین سے جہاد کرنا اور فساد پر حد جاری کرنا' آپ کے دل کی سختی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے تھا۔ والحمد للہ رب العلمین!

۳۲۹۵ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أُرَاهُ أَحَدُكُمْ مِنْ مَّنَامِهٖ فَتَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيْتُ عَلٰى خَيْشُوْمِهٖ.

(صحیح مسلم: ۲۳۸' الرقم المسلسل: ۴۵۲' سنن نسائی: ۹۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از یزید از محمد بن ابراہیم از عیسیٰ بن طلحہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا' میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو وہ وضو کرے' پس تین مرتبہ ناک کو صاف کرے' کیونکہ شیطان اس کے نتھنوں میں رات گزارتا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۶۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ ذِكْرِ الْجِنِّ وَثَوَابِهِمْ وَعِقَابِهِمْ جنات کا ذکر اور ان کے ثواب اور عقاب کا بیان

اس باب میں جنات کے وجود کا بیان ہے اور یہ بتایا ہے کہ ان کو نیک کاموں پر ثواب ملتا ہے اور برے کاموں پر ان کو عذاب ہوتا ہے' علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس کی تفصیل میں لکھتے ہیں:

جنات کے وجود کے متعلق مذاہب اسلام

جنات کے وجود کے متعلق اسلام کے فرقوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے' اور جمہور کفار کے نزدیک بھی جنات کا وجود ثابت ہے' اور بعض کفار جنات کا انکار کرتے ہیں' اسی طرح مسلمانوں کے بعض فرقے مثلاً جہمیہ اور معتزلہ بھی جنات کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔

جنات کے وجود کی دلیل یہ ہے کہ تواتر کے ساتھ انبیاء علیہم السلام سے جنات کے وجود کی خبریں ثابت ہیں۔ قاضی ابوبکر باقلانی نے کہا ہے کہ اکثر قدریہ پہلے جنات کے وجود کے قائل تھے اور اب انکار کرتے ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ ان کے اجسام بہت رقیق ہوتے ہیں اس لیے وہ دکھائی نہیں دیتے' بعض یہ کہتے ہیں کہ چونکہ ان کا رنگ نہیں ہوتا' اس لیے وہ دکھائی نہیں دیتے' بعض معتزلہ نے کہا کہ جنات کا وجود عقل سے ثابت نہیں ہے' کتاب و سنت کی تصریحات سے ثابت ہے۔

جنات کی تخلیق کی ابتداء

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا تھا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جنات زمین پر رہنے والے تھے اور فرشتے آسمانوں پر رہنے والے تھے۔

اسحاق بن بشر نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو پیدا کیا اور انہیں زمین کو آباد کرنے کا حکم دیا' سو وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے' جب ان کو زیادہ مدت ہو گئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور خون ریزی کی' ان میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام یوسف تھا' انہوں نے اس کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف آسمانِ دنیا کے ملائکہ کا لشکر بھیجا جس میں ابلیس بھی تھا' انہوں نے جنات کو زمین سے نکال دیا اور ان کو سمندر کے جزائر میں جلاوطن کر دیا اور ابلیس اور اس کے ساتھ جو لشکر تھا وہ زمین میں رہا۔

جنات کا مادہ تخلیق

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍO (الرحمٰن: ۱۵)　اور جن کو خالص آگ کے شعلہ سے پیدا کیاO

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا اور جنات کو خالص آگ کے شعلہ سے پیدا کیا گیا اور آدم کو اس چیز سے پیدا کیا گیا جس کو تمہارے لیے بیان فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۹۶' الرقم المسلسل: ۷۳۷۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح انسان کی اصل مٹی ہے' اسی طرح جنات کی اصل آگ ہے۔

نیز جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا کہ تو نے میرے حکم کے باوجود آدم کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو اس نے کہا:

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍO (الاعراف: ۱۲)　میں اس سے بہتر ہوں (کیونکہ) تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہےO

سو یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ جنات کی اصل آگ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آگ خشک ہوتی ہے اور زندگی کے لیے رطوبت ضروری ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ بغیر رطوبت کے بھی حیات پیدا فرما دے۔

جنات کا مختلف صورتوں میں ہونا

قاضی ابو یعلیٰ محمد بن الحسین الفراء الحنبلی نے کہا ہے کہ جنات کئی قسم کے اجسام پر ہیں' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ رقیق ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کثیف ہوں' علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ جنات کی تین اقسام ہیں' جیسا کہ حدیث میں ہے: ایک قسم وہ ہے جو سانپوں کی صورتوں میں ہے' دوسری قسم وہ ہے جو سیاہ کتوں کی صورتوں میں ہے' تیسری قسم وہ ہے جو اُڑنے والی ہواؤں کی صورتوں میں ہے اور جنات' سانپ' بچھو' اونٹ' گائے' بکری' گھوڑوں' خچروں اور گدھوں' پرندوں اور بنو آدم کی صورتوں میں آ سکتے ہیں' قاضی ابو یعلیٰ نے کہا کہ شیاطین اس پر قادر نہیں ہیں کہ اپنی خلقت کو تبدیل کر لیں' اور از خود کسی دوسری صورت میں منتقل ہو جائیں' ہاں! یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے کلمات سکھا دیئے ہوں جن کو پڑھنے سے ان کی صورت بدل جائے یا کوئی ایسا فعل سکھا دیا ہو جس کو کرنے سے ان کی صورت بدل جائے۔

جنات کی انواع

جنات کی ایک قسم غول ہے' اس کو عفریت کہتے ہیں' علماء نے کہا ہے کہ یہ ایک حیوان ہے جو جنگلات کو پسند کرتا ہے' یہ مختلف

صورتوں میں ہوتا ہے اور رات میں دکھائی دیتا ہے اور خلوت کے اوقات میں' ان لوگوں کے لیے جو تنہا سفر کر رہے ہوں' ان کو یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ انسان ہے اور یہ مسافر کو راستہ سے گم راہ کر دیتا ہے۔

دوسری قسم سعلاۃ ہے' یہ غول سے مختلف ہے' یہ اکثر جنگلوں میں ہوتا ہے جب یہ انسان کو دیکھتا ہے تو ناچتا ہے اور اس کے ساتھ اس طرح کھیلتا ہے جس طرح بلی چوہے کے ساتھ کھیلتی ہے۔

تیسری قسم غداء ہے' یہ مصر اور یمن کے علاقہ میں پایا جاتا ہے' انسان اس کو دیکھ کر بے ہوش ہو جاتا ہے۔

چوتھی قسم ولھان ہے' یہ سمندری جزائر میں ہوتا ہے' یہ انسان کی صورت میں شتر مرغ پر سوار ہوتا ہے' ان میں سے بعض انسانوں کے ساتھ مانوس ہوتے ہیں لیکن ان کو ایذاء نہیں دیتے' ان میں سے بعض کنواری لڑکیوں کو اُچک کر لے جاتے ہیں' بعض چھپکلی کی صورت میں آتے ہیں اور بعض کتے کی صورت میں آتے ہیں۔

جنات کی وجہ تسمیہ

جن کا معنی ہے: مستور اور چھپا ہوا' جیسے انس کا معنی ہے: ظاہر' جنات چونکہ انسانوں کو دکھائی نہیں دیتے' اس لیے ان کو جن کہتے ہیں' اسی طرح جو چیز بھی انسان کی آنکھوں سے مستور ہو' اس کو جن کہتے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ فرشتوں کو بھی جن کہتے تھے کیونکہ وہ بھی انسان کی آنکھوں سے مستور ہیں' اسی طرح جنت بھی ہم سے مستور ہے' ''جُنّہ'' ڈھال کو کہتے ہیں وہ بھی ہتھیاروں سے ستر کرتی ہے' پیٹ میں بچے کو جنین کہتے ہیں کیونکہ وہ پیٹ میں مستور ہوتا ہے' دل کو جنان کہتے ہیں کیونکہ وہ سینہ میں مستور ہوتا ہے۔

جنات کا کھانا پینا

جنات کھاتے پیتے ہیں' نکاح کرتے ہیں اور ان کی اولاد بھی ہوتی ہے اور اس میں درج ذیل اقوال ہیں:

(۱) تمام جنات کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں' یہ قول ساقط الاعتبار ہے۔

(۲) جنات کی ایک قسم کھاتی پیتی ہے اور دوسری قسم کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔

(۳) جنات کھاتے ہیں اور پیتے ہیں' چباتے ہیں اور نگلتے ہیں' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور ایک آدمی کھا رہا تھا' اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی' حتیٰ کہ جب اس کے کھانے سے صرف ایک لقمہ بچ گیا تو اس نے پڑھا: ''بسم اللّٰہ اوّلہ و آخرہ'' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے' پھر فرمایا: شیطان مسلسل اس کے ساتھ کھاتا رہا' پھر جب اس نے اللہ عزوجل کا نام لیا تو اس کے پیٹ میں جو کچھ گیا تھا' اس نے اس کی قے کر دی۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۶۸)

(۴) وہب بن منبہ سے سوال کیا گیا کہ جنات کیا ہیں؟ اور کیا وہ کھاتے اور پیتے ہیں اور نکاح کرتے ہیں اور ان کی اولاد ہوتی ہے اور وہ مرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: جنات کی کئی اقسام ہیں: جو خالص جن ہیں وہ ہوا ہیں' وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں' نہ نکاح کرتے ہیں اور نہ ان کی اولاد ہوتی ہے' ان کی ایک قسم سعالیٰ' غول اور قطرب ہے' یہ کھاتے پیتے ہیں' نکاح کرتے ہیں اور ان کی اولاد بھی ہوتی ہے' اس کو ابو عمر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

جنات کا مکلّف ہونا

علامہ ابو عمر نے کہا ہے کہ ایک جماعت کے نزدیک جنات مکلف اور مخاطب ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ اے جنات اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں

يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا. (الانعام:۱۳۰) سے رسول نہیں آئے جو تمہارے سامنے میری آیات تلاوت کرتے تھے اور تمہیں اس دن کے پیش آنے سے ڈراتے تھے؟

الحشویہ نے کہا ہے: وہ اپنے افعال میں مجبور ہیں اور وہ مکلف نہیں ہیں۔

اور جو کہتے ہیں: وہ مکلف ہیں' ان کا اس میں اختلاف ہے کہ ان کو ثواب یا عذاب ہوگا یا نہیں؟

ایک جماعت نے کہا ہے کہ ان کو صرف اتنا ثواب ہوگا کہ ان کو دوزخ سے نجات مل جائے گی' پھر ان سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ' جیسا کہ بہائم سے کہا جائے گا' اور یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے جس کو ابن حزم وغیرہ نے ان سے نقل کیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کو اطاعت پر ثواب دیا جائے گا اور معصیت پر عذاب دیا جائے گا۔ یہ امام مالک' امام ابو یوسف' امام محمد کا قول ہے اور امام شافعی اور امام احمد سے بھی اسی طرح منقول ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: ہاں! ان کے لیے ثواب ہے اور ان کو عذاب بھی ہوگا اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جو جن کافر ہیں' ان کو آخرت میں عذاب ہوگا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ. (الانعام:۱۲۸)

اے جنات کے گروہ! تم نے بہت سے انسانوں کو گم راہ کیا اور انسانوں میں سے ان کے دوست کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارے بعضوں نے بعض سے (ناجائز) فائدے اٹھائے اور ہم اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی' (اللہ) فرمائے گا: دوزخ ہمیشہ کے لیے تمہارا ٹھکانا ہے مگر جس کو اللہ چاہے۔

جنات میں سے مؤمنین جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں؟ اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) جمہور کے نزدیک وہ جنت میں داخل ہوں گے' امام ابو یوسف کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(۲) سفیان ثوری نے کہا: وہ جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے۔

(۳) مجاہد نے کہا: وہ جنت میں داخل ہوں گے' مگر کھائیں گے پئیں گے نہیں' ان کو تسبیح اور تقدیس کا الہام کیا جائے گا جس سے وہ ایسی لذت پائیں گے جیسی لذت اہل جنت کھانے اور پینے سے پاتے ہیں۔

(۴) الحارث المحاسبی نے کہا ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ہم کو نہیں دیکھ سکیں گے اور ہم ان کو دیکھیں گے اور یہ دنیا کے برعکس ہوگا۔

دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ جنات جنت میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ جنت کے گرد ونواح میں ہوں گے' انسان ان کو دیکھیں گے اور وہ انسانوں کو نہیں دیکھ سکیں گے' یہ امام مالک' امام شافعی' امام احمد' امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے' اس کو ابن تیمیہ نے نقل کیا ہے اور یہ ابن حزم کی نقل کے خلاف ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ جنات اعراف میں ہوں گے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ اس مسئلہ میں توقف کرنا چاہیے۔

جنات کے فرقے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جنات نے کہا:

وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ

اور یہ کہ ہم میں سے کچھ نیک ہیں' اور کچھ اس کے خلاف' سو

قِدَدًاO (الجن:۱۱) ہم کئی راہوں میں متفرق ہیںO

یعنی جنات میں کئی مذاہب ہیں' ان میں مسلمان بھی ہیں' یہودی بھی ہیں' امام احمد نے کتاب الناسخ والمنسوخ میں لکھا ہے: ان میں قدریہ' مرجئہ اور شیعہ بھی ہیں' سدی نے کہا ہے: ان میں تمام فرقے ہیں۔

حسن بصری نے کہا ہے کہ شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں' وہ شیطان کے ساتھ مریں گے اور جنات اس سے پہلے مر جائیں گے۔

(عمدۃ القاری ج۱۵ ص ۲۵۳-۲۵۰ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ اِلٰی قَوْلِهٖ عَمَّا یَعْمَلُوْنَO﴾ (الانعام: ۱۳۰-۱۳۲)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے جنات اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے جو تمہارے سامنے میری آیات تلاوت کرتے تھے۔ یہ آیت ''عما یعملون'' تک پڑھیںO (الانعام: ۱۳۲-۱۳۰)

اس آیت کا بقیہ حصہ جس کو امام بخاری نے ذکر نہیں کیا' یہ ہے:

اور اس دن کے پیش آنے سے تمہیں ڈراتے تھے' وہ کہیں گے کہ ہم نے اپنی جانوں کے خلاف گواہی دی اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا اور وہ خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھےO (الانعام: ۱۳۰)

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں مذکور ہے کہ رسول ان کو ڈراتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے ان کو عذاب ہوگا' نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَO (الانعام: ۱۳۲)

اور ہر ایک کے لیے ان کے اعمال کے اعتبار سے (ثواب کے) درجات ہیں اور آپ کا رب ان کے کاموں سے بے خبر نہیں ہےO

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنات میں سے جو نیک کام کریں گے' ان کو ثواب ملے گا۔

﴿بَخْسًا﴾ (الجن: ۱۳). نَقْصًا. ''بخسًا'' کا معنی ہے: نقص۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًاO (الجن: ۱۳)

سو جو اپنے رب پر ایمان لائے تو اسے (اپنی نیکی میں) کمی کا اور (بدی میں) اضافہ کا کوئی خوف نہیں ہوگاO

پس یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ جنات مکلّف ہیں اور ان کو ثواب اور عذاب ہوگا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿وَجَعَلُوْا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا﴾ (الصافات: ۱۵۸) قَالَ كُفَّارُ قُرَیْشٍ اَلْمَلٰٓئِكَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ وَاُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ قَالَ اللّٰهُ ﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَO﴾ (الصافات: ۱۵۸) سَیُحْضَرُوْنَ لِلْحِسَابِ. ﴿جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ﴾ (یٰس: ۷۵) عِنْدَ الْحِسَابِ.

اور مجاہد نے کہا: اور مشرکوں نے اللہ اور جنات کے درمیان نسب (کا رشتہ) ٹھہرا دیا (الصّٰفّٰت: ۱۵۸) کی تفسیر میں کہا: کفار قریش نے کہا: فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کی مائیں جنات کے سرداروں کی بیٹیاں ہیں' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: حالانکہ جنات یقیناً جانتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور اللہ کے سامنے حاضر کیے جائیں گےO (الصّٰفّٰت: ۱۵۸) یعنی عنقریب وہ حساب کے لیے حاضر کیے

جائیں گے۔ "جند محضرون" (یٰس:۷۵) یعنی (ان کے معبودوں کا) لشکر اللہ کے سامنے حاضر کیا جائے گا' یعنی حساب کے وقت۔

مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان نسب کا رشتہ گھڑتے تھے اور ان کا یہ زعم تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور وہ فرشتوں کو جنات کہتے تھے' کیونکہ وہ انسانوں کی نظروں سے چھپے ہوئے تھے اور جن چھپی ہوئی چیز کو کہتے ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے درمیان ایک نسبت جامعہ ہے' حالانکہ ان کو خوب علم ہے کہ جنات اور شیاطین اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ میں حاضر کرے گا اور ان کو عذاب دے گا۔

امام بخاری نے یٰس:۷۵ کی پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت اس طرح ہے:

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ○ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ○ (یٰس:۷۵-۷۴)

اور انہوں نے اس اُمید پر اللہ کے سوا معبود بنا لیے کہ ان کی مدد کی جائے○ وہ ان کی مدد کی طاقت نہیں رکھتے' وہ اپنے معبودوں کے لشکر ہوں گے (اللہ کے پاس) حاضر کیے ہوئے○

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مشرکین کی انتہائی گمراہی کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ان پر واجب تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے' لیکن انہوں نے اللہ کی نعمتوں کا کفر کیا اور وہ اس توقع پر ان (معبودانِ باطلہ) کی عبادت کرنے لگے جو ان کو نفع پہنچا سکتے تھے نہ نقصان' کہ وہ ان کی مدد کریں گے' یعنی ان کو اللہ کے عذاب سے بچائیں گے' حالانکہ وہ ان کی مدد کی طاقت نہیں رکھتے' سو ان کی اُمید پوری نہ ہوئی اور وہ ناکام ہو گئے۔

۳۲۹۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ صَعْصَعَةَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَهٗ اِنِّىْ اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَاِذَا كُنْتَ فِىْ غَنَمِكَ وَبَادِيَتِكَ فَاَذَّنْتَ بِالصَّلٰوةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ فَاِنَّهٗ لَا يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ اِلَّا شَهِدَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ الانصاری از والد خود' انہوں نے ان کو خبر دی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں سے اور جنگل سے محبت کرتے ہو' پس جب تم اپنی بکریوں میں اور اپنے جنگل میں ہو تو نماز کے لیے اذان دینا اور اپنی آواز بلند کرنا کیونکہ مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے تو خواہ جن ہو یا انسان یا کوئی چیز بھی ہو' وہ اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گی۔ حضرت ابوسعید نے کہا: میں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۶۰۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ اِلٰى قَوْلِهٖ اُولٰٓئِكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ○﴾

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور یاد کیجئے جب ہم جنات کی ایک جماعت آپ کی طرف پھیر لائے' اس کے بعد یہاں تک ہے: وہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں

(الاحقاف:۲۹-۳۲)

ہیں O (الاحقاف:۳۲-۲۹)

نصیبین کے جنات کی تعداد

امام بخاری نے عنوان میں پوری آیات ذکر نہیں کیں، پوری آیات اس طرح ہیں:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَO قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍO يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍO وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍO
(الاحقاف:۳۲-۲۹)

اور یاد کیجئے جب ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف پھیر لائے بہ غور قرآن سنتے ہوئے تو جب وہ اس کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے (آپس میں) کہا: خاموش رہو، پھر جب (قرآن کی) قراءت ہو چکی تو وہ اپنی قوم کو ڈراتے ہوئے واپس گئے O انہوں نے کہا: اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک کتاب سنی جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے، پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہوئی، حق کی طرف ہدایت کرتی ہے اور سیدھی راہ کی طرف O اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ، اللہ تمہارے گناہوں میں سے بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا O اور جو اللہ کی طرف بلانے والے کی بات نہ مانے تو وہ زمین کے (کسی گوشہ میں) اللہ کے قابو سے باہر نکلنے والا نہیں ہے اور اللہ کے سوا اس کا کوئی مددگار نہیں ہے، وہ لوگ کھلی گم راہی میں ہیں O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جن جنات کا اس آیت میں ذکر ہے، یہ نصیبین کے جنات میں سے سات جن تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ان کی قوم کی طرف قاصد بنایا، ایک قول یہ ہے کہ یہ نو جن تھے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی تعداد بارہ تھی۔

ابن درید نے ان جنات میں سے پانچ کے نام ذکر کیے ہیں: (۱) سام (۲) مام (۳) منسی (۴) ماسی (۵) احقب۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۵۷-۲۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

﴿مَصْرِفًا﴾ (الکہف:۵۳) مَعْدِلًا۔ ''مصرفًا'' کا معنی ہے: ''معدلًا'' یعنی پھرنے کی جگہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًاO (الکہف:۵۳) اور وہ اس سے بچنے کی جگہ نہ پائیں گے O

﴿صَرَفْنَا﴾ اَيْ وَجَّهْنَا. ''صرفنا'' کا معنی ''وجھنا'' یعنی ہم نے پھیر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ. (الاحقاف:۲۹) اور یاد کیجئے جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف پھیر دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف مائل کیا، دوسرا قول یہ ہے کہ ہم نے ان کو آپ کی طرف متوجہ

کیا' تیسرا قول یہ ہے کہ ہم نے ان کو ان کے شہروں سے آپ کی طرف روانہ کر دیا۔

١٤ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ﴾ (البقرہ: ١٦٤) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس نے زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے۔ (البقرہ: ۱۶۴)

اس باب میں جانوروں کا بیان کیا گیا ہے:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الثُّعْبَانُ الْحَيَّةُ الذَّكَرُ مِنْهَا. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''ثعبان'' ان میں سے نر سانپ کو کہتے ہیں۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌO (الاعراف: ۱۰۷) تو اسی وقت وہ عصا ظاہراً اژدھا بن گیاO

امام بخاری نے اس کی تفسیر نر سانپ سے اس لیے کی ہے کہ لفظ ''حیة'' کا اطلاق نر اور مادہ دونوں قسم کے سانپوں پر ہوتا ہے۔ عرب کہتے ہیں: میں نے ''حیة'' کو ''حیة'' پر دیکھا' یعنی نر کو مادہ پر دیکھا' اور ''حیة'' میں تا' تانیث کی نہیں ہے بلکہ یہ تا' ایسی ہے جیسے ''تمرة'' اور ''درة'' میں تا ہے۔

يُقَالُ الْحَيَّاتُ أَجْنَاسٌ اَلْجِنَّانُ وَالْأَفَاعِيْ وَالْأَسَاوِدُ. کہا جاتا ہے: ''حیات'' کی کئی اجناس ہیں'' جنان' افاعی'' اور ''اساود''۔

''جنان''، ''جان'' کی جمع ہے' ابن اثیر نے کہا ہے: یہ باریک سانپ ہے اور گھروں میں ہوتا ہے' اور ''افاعی''، ''افعٰی'' کی جمع ہے' یہ کالا سانپ ہوتا ہے اور اس کی عمر بہت طویل ہوتی ہے اور یہ ہزار سال تک زندہ رہتا ہے اور ''اساود''، ''اسود'' کی جمع ہے' یہ بہت بڑا سانپ ہوتا ہے اور اس میں سیاہی ہوتی ہے۔

﴿اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا﴾ (ہود: ٥٦) فِيْ مِلْكِهٖ وَسُلْطَانِهٖ. (اللہ) نے اس کی پیشانی کو پکڑ لیا' یعنی وہ اس کی ملک اور تصرف میں ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا. (ہود: ٥٦) اللہ نے اس کو اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑا ہوا ہے۔

یعنی ہر جانور اس کا مملوک ہے اور اس کی قدرت اور اس کے تصرف میں ہے۔

يُقَالُ ﴿صَآفَّاتٍ﴾ بُسُطٌ اَجْنِحَتَهُنَّ. ﴿يَقْبِضْنَ﴾ (الملک: ١٩) يَضْرِبْنَ بِاَجْنِحَتِهِنَّ. سورۂ ملک میں ''صافات'' کا لفظ ہے' یعنی پرندوں نے اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں اور اسی سورت میں ''یقبضن'' کا لفظ ہے' یعنی انہوں نے پر سمیٹے ہوئے ہیں۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ. (الملک: ١٩) اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نہیں دیکھا جو کبھی پَر پھیلاتے ہیں اور کبھی پَر سمیٹتے ہیں۔

٣٢٩٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی'

عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ وَاقْتُلُوْا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ وَالْاَبْتَرَ فَاِنَّهُمَا يَطْمِسَانِ الْبَصَرَ وَيَسْقِطَانِ الْحَبَلَ.

[اطراف الحدیث:۳۳۱۰-۳۳۱۲-۴۰۱۶] (صحیح مسلم:۲۲۳۳، الرقم المسلسل:۵۷۱۸)

انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا' آپ فرمار ہے تھے: سانپوں کو قتل کر دو اور ان سانپوں کو جن کے سروں پر دو نقطے ہوتے ہیں اور دُم کٹے سانپ کو بھی' کیونکہ یہ نظر کی روشنی ختم کر دیتے ہیں اور حمل ساقط کر دیتے ہیں۔

''ذا الطفیتین'' اور ''ابتر'' کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: جن سانپوں کے سروں پر دو نقطے ہوتے ہیں:

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ سانپوں کی ایک قسم ہے جس کی پشت پر سفید دھاریاں ہوتی ہیں' خلیل نے کہا: یہ خبیث سانپ ہوتا ہے۔

اس حدیث میں ''ابتر'' کا لفظ ہے' یہ وہ سانپ ہے جس کی دُم کٹی ہوئی ہوتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سانپوں کو اس لیے قتل کرنے کا حکم دیا ہے کہ جن ان سانپوں کی شکل میں متمثل نہیں ہوتے' علامہ داؤدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ گھروں میں رہنے والے سانپوں کو قتل نہ کرو کیونکہ ان کی شکلوں میں جن ہوتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۵۹-۲۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۹۸ - قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَبَيْنَا اَنَا اُطَارِدُ حَيَّةً لِّاَقْتُلَهَا فَنَادَانِيْ اَبُوْ لُبَابَةَ لَا تَقْتُلْهَا فَقُلْتُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَ بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ قَالَ اِنَّهُ نَهٰى بَعْدَ ذٰلِكَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوْتِ وَهِيَ الْعَوَامِرُ.

[اطراف الحدیث:۳۳۱۱-۳۳۱۳-۴۰۱۷] (صحیح مسلم:۲۲۳۳، الرقم المسلسل:۵۷۱۸)

حضرت عبداللہ نے کہا: جس وقت میں ایک سانپ کو مارنے کے لیے ڈھونڈ رہا تھا تو مجھے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے آواز دے کر کہا: اس کو مت مارو' میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سانپوں کو مارنے کا حکم دیا ہے' تو انہوں نے کہا: اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع کر دیا ہے' یہ عوامر ہیں۔

حضرت ابولبابہ کا تذکرہ اور ''العوامر'' کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت عبداللہ سے مروی ہے' اس سے مراد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

اس حدیث میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' توضیح میں مذکور ہے کہ ان کا نام بشیر بن عبدالمنذر بن رفاعہ ہے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ بدر کی طرف نکلے تو آپ نے ان کو روحاء کی طرف لوٹا دیا تھا' آپ نے ان کو مدینہ کا عامل بنایا اور مال غنیمت سے ان کا حصہ نکالا' یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فوت ہو گئے تھے اور ان کے بھائی مبشر بن عبدالمنذر غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے اور شہید ہوئے' ان کے ایک اور بھائی رفاعہ بن عبدالمنذر بیعت عقبہ اور بدر میں حاضر ہوئے اور غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔

حضرت ابولبابہ نے بیان کیا کہ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع فرما دیا تھا' ایسے سانپوں کو جنان کہتے ہیں' ان کی بہت لمبی حیات ہوتی ہے۔

اس حدیث کے آخر میں ''العوامر'' کا ذکر ہے' یہ زہری کا کلام ہے جس کو انہوں نے حدیث میں درج کر دیا ہے' ان کو عوامر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ گھروں میں بہت عرصہ تک رہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۹۹ - **وَقَالَ** عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ فَرَاٰنِي اَبُوْ لُبَابَةَ اَوْ زَيْدُ بْنُ الْخَطَّابِ. (صحیح مسلم: ۲۲۳۳' الرقم المسلسل: ۵۷۱۸)

اور عبدالرزاق نے کہا از معمر: پس مجھے حضرت ابولبابہ نے دیکھا یا زید بن الخطاب نے۔

امام بخاری کا اس تعلیق سے یہ ارادہ ہے کہ معمر نے اس حدیث کو زہری سے شک کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَتَابَعَهُ يُوْنُسُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَإِسْحَاقُ الْكَلْبِيُّ وَالزُّبَيْدِيُّ.

اور معمر کی متابعت یونس' ابن عیینہ' اسحاق کلبی اور زبیدی نے کی ہے۔

اس تعلیق کو امام مسلم نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ صَالِحٌ وَّابْنُ اَبِي حَفْصَةَ وَابْنُ مُجَمِّعٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَاٰنِي اَبُوْ لُبَابَةَ وَزَيْدُ بْنُ الْخَطَّابِ.

اور صالح اور ابن ابی حفصہ اور ابن مجمع نے کہا از زہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما: مجھے حضرت ابولبابہ اور حضرت زید بن الخطاب دونوں نے دیکھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے دونوں روایتوں میں تطبیق دی ہے۔

۱۵ - بَابُ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَّتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ

مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہیں جن کو چرانے کے لیے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھرتا رہے

۳۳۰۰ - **حَدَّثَنَا** اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِي اُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الرَّجُلِ غَنَمٌ يَّتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن عبداللہ بن عبدالرحمان بن ابی صعصعہ از والد خود از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب کسی مرد کا بہترین مال ایسی بکریاں ہوں گی جن کو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور بارش کی جگہ پر چرائے گا اور اپنے دین (کو بچانے) کے سبب سے فتنوں سے بھاگے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۰۱ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي اَهْلِ الْخَيْلِ وَالْاِبِلِ وَالْفَدَّادِيْنَ مِنْ اَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِيْنَةُ فِي اَهْلِ الْغَنَمِ. [اطراف الحدیث: ۳۴۹۹۔ ۴۳۸۸۔ ۴۳۸۹۔ ۴۳۹۰] (صحیح مسلم: ۵۲' الرقم المسلسل: ۹۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کفر کا سر مشرق کی طرف ہے اور فخر اور تکبر کرنا گھوڑے والوں' اونٹ والوں اور خانہ بدوشوں میں سے مال داروں میں ہوتا ہے' اور سکون اور طمانیت بکریوں والوں میں ہوتی ہے۔

مشرق میں کفر کے سر کا معنی اور ''خیلاء' فدّادین' اھل و بر ''اور'' سکینہ'' کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کفر کا سر مشرق کی طرف ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ مجوس کا کفر بہت شدید ہے' کیونکہ فارسیوں کا ملک اور ان کے موافقین عرب' مدینہ سے مشرق کی جانب تھے اور یہ لوگ بہت قوی اور کثیر تھے' حتیٰ کہ انہوں نے اپنی طاقت کے گھمنڈ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب پھاڑ ڈالا تھا' اور دجال بھی مدینہ کی مشرقی جانب سے آئے گا' ان کے کفر کی شدت یہ ہے کہ یہ آگ کی پرستش کرتے تھے' ان کی جلائی ہوئی آگ ایک ہزار سال تک نہیں بجھی تھی۔

اس میں ''خُیَلَاء'' کا لفظ ہے: اس کا معنی ہے: تکبر کرنا اور دوسروں کو حقیر جاننا۔

اس میں ''فدّادین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بہت زور سے آواز نکالنا جیسے اونٹ والے آواز نکالتے ہیں۔

اس میں ''اھل الوبر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ لوگ جو رہائش کے لیے خیمے گاڑتے ہیں۔

اس میں ''سکینہ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سکون' طمانیت اور وقار۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۳۔ ۲۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)۔

۳۳۰۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَيْسٌ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ نَحْوَ الْيَمَنِ فَقَالَ الْاِيْمَانُ يَمَانٍ هٰهُنَا اَلَا اِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَّادِيْنَ عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاِبِلِ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ فِيْ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ.

[اطراف الحدیث: ۳۴۹۸۔ ۴۳۸۷۔ ۵۳۰۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی از عقبہ بن عمرو ابی مسعود' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ایمان تو یہاں ہے یمن میں' سنو قساوت اور سخت دلی ان لوگوں میں ہے جو اونٹوں کی دُمیں پکڑ کر چلاتے ہیں جہاں شیطان کے دو سینگ طلوع ہوں گے' ربیعہ اور مضر میں۔

یمن کو ایمان کی جگہ قرار دینے کی توجیہ اور ربیعہ اور مضر کو شیطان کی جگہ قرار دینے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اشارہ کیا تھا' اس وقت آپ تبوک میں تھے' اور آپ مکہ کا ارادہ فرما رہے تھے' اور مدینہ اس وقت آپ کے اور یمن کے درمیان تھا' ایک قول یہ ہے کہ جس وقت آپ نے یہ اشارہ کیا تھا اس وقت آپ مدینہ میں تھے۔ علامہ نووی نے کہا: جس وقت آپ نے یمن کی طرف اشارہ کیا تھا' اس وقت آپ مکہ اور مدینہ کا ارادہ فرما رہے تھے۔

آپ نے فرمایا: ایمان یمن میں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان کی ابتداء مکہ سے ہوئی تھی اور مکہ تہامہ میں سے ہے اور تہامہ یمن میں ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ کعبہ یمانیہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد انصار کے لیے تھا کیونکہ وہ یمنی ہیں اور انہوں نے ایمان اور مسلمانوں کی نصرت کی تھی اور ان کو اپنے گھروں میں جگہ دی تھی' اس لیے آپ نے ایمان کی ان کی طرف نسبت کی تھی' مگر یہ قول غریب ہے۔

آپ نے ربیعہ اور مضر کا ذکر فرمایا کیونکہ یہ لوگ اونٹوں کی دُمیں پکڑ کر چلاتے تھے اور ان دونوں قبیلوں کا مسکن مشرق کی سمت میں تھا۔

آپ نے مشرق کو اس جگہ سے تعبیر فرمایا جہاں شیطان کے دو سینگ ہیں کیونکہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو شیطان اپنے سر کی دونوں جانبیں اس کی طرف کر لیتا ہے اور شیطان کی عبادت کرنے والے اس کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۴ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۳۳۰۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ فَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا وَّإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ رَاٰى شَيْطَانًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ وہ فرشتہ کو دیکھتا ہے اور جب تم گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرو کیونکہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

مرغ کو اوقاتِ نماز کی معرفت اور مرغ کی تکریم اور مرغ کا فرشتہ کو پہچاننا اور گدھے کا شیطان کو

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

چونکہ مرغ بانگ دیتے وقت فرشتہ کو دیکھتا ہے' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بانگ کے وقت اللہ تعالیٰ سے فضل طلب کرنے کی دعا کا حکم دیا ہے' تاکہ فرشتے اس کی دعا پر آمین کہیں اور اس کے لیے مغفرت طلب کریں اور اس کے اخلاص پر گواہی دیں اور اس کی دعا قبول ہو' اس سے یہ مسئلہ نکالا گیا ہے کہ صالحین کی آمد کے وقت دعا کرنی چاہیے۔

صحیح ابن حبان میں یہ حدیث ہے کہ مرغ کو برا نہ کہو کیونکہ وہ نماز کی طرف بلاتا ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۵۷۳۱)

مسند بزار میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مرغ نے بانگ دی تو ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت فرما! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رہنے دو' یہ نماز کی طرف بلاتا ہے۔

مرغ کو وقت کی معرفت میں ایسی معرفت حاصل ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں ہے' کیونکہ وہ قسط وار بانگ دیتا ہے اور فجر سے پہلے اذان دیتا ہے اور اس میں کبھی فرق نہیں ہوتا خواہ رات چھوٹی ہو یا بڑی ہو۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرغ میں یہ ادراک پیدا کیا ہے کہ وہ فرشتے کو پہچان لیتا ہے اور اسی طرح گدھے میں یہ ادراک پیدا کیا ہے کہ وہ شیطان کو پہچان لیتا ہے اور اس سے پناہ مانگنے کا اس لیے حکم دیا ہے کہ انسان اس کے شر سے محفوظ رہے۔

علامہ ابو موسیٰ الاصبہانی نے اپنی کتاب الترغیب میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تک گدھا شیطان کو دیکھ نہ لے اس وقت تک نہیں بولتا' پس جب اس طرح ہو تو اللہ عزوجل کا ذکر کرو اور مجھ پر درود پڑھو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۳۳۰۴ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ قَالَ أَخْبَرَنَا رَوْحٌ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں روح نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی کہ انہوں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ أَوْ أَمْسَيْتُمْ فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَحُلُّوهُمْ وَأَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا. قَالَ وَأَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ نَحْوَ مَا أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ وَلَمْ يَذْكُرْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ.

نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب رات کا وقت آئے یا تمہاری شام کا وقت ہو تو اپنے بچوں کو (گھر سے باہر نکلنے سے) روک لو کیونکہ اس وقت شیاطین منتشر ہوتے ہیں' پس جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو ان کو چھوڑ دو اور گھر کے دروازے بند کر دو اور اللہ کے نام کا ذکر کرو کیونکہ شیطان بند دروازہ کو نہیں کھولتا۔ انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ سے اس حدیث کی مثل سنی' جس طرح مجھے عطاء نے خبر دی تھی اور اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اللہ کے نام کا ذکر کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۸۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۰۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُقِدَتْ أُمَّةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا يُدْرَى مَا فَعَلَتْ وَإِنِّي لَا أُرَاهَا إِلَّا الْفَارَ إِذَا وُضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الْإِبِلِ لَمْ تَشْرَبْ وَإِذَا وُضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الشَّاءِ شَرِبَتْ فَحَدَّثْتُ كَعْبًا فَقَالَ أَنْتَ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لِي مِرَارًا فَقُلْتُ أَفَأَقْرَأُ التَّوْرَاةَ.

(صحیح مسلم: ۲۹۹۷' الرقم المسلسل: ۷۳۹۰' مسند ابویعلیٰ: ۶۰۳۱' شرح السنۃ: ۳۲۷۱' المعجم الصغیر: ۸۸۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۱۹۷۔ ج ۱۲ ص ۱۲۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از خالد از محمد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ' آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے لوگوں کا ایک گروہ غائب ہو گیا اور یہ پتا نہیں چل سکا کہ ان کا کیا ہوا اور میرا یہی گمان ہے کہ ان کو چوہوں کی صورت میں مسخ کر دیا گیا' جب ان چوہوں کے سامنے اونٹنی کا دودھ رکھا جائے تو وہ اس کو نہیں پیتے اور جب ان کے سامنے بکری کا دودھ رکھا جائے تو وہ اس کو پی لیتے ہیں (کیونکہ بنو اسرائیل پر اونٹ حرام تھے)۔ میں نے یہ حدیث کعب کے سامنے بیان کی' انہوں نے پوچھا: کیا تم نے اس کو خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' میں نے کہا: ہاں! آپ نے مجھ سے یہ متعدد بار فرمایا ہے' پس میں نے کہا: اور کیا میں نے یہ تورات میں پڑھا تھا۔

جس قوم کو مسخ کر دیا جائے' آیا اُس کی نسل باقی رہتی ہے یا نہیں؟

علامہ سندھی نے کہا ہے کہ بظاہر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو چوہے آج کل موجود ہیں وہ ان ہی چوہوں کی نسل سے ہیں' کیونکہ ان چوہوں میں بنو اسرائیل کی خصلت ہے کہ وہ اونٹ کا دودھ نہیں پیتے' سو اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس قوم کو مسخ کر دیا جائے اس کی نسل باقی رہتی ہے' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف یہ حدیث مروی ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے بندروں کا ذکر کیا گیا' مسعر نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ خنزیر بھی مسخ شدہ ہیں' تو حضرت ابن مسعود نے کہا کہ جن کو مسخ کیا گیا تھا ان کی نسل نہیں چلی اور بندر اور خنزیر تو اس سے پہلے بھی ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۶۳)

علامہ سندھی نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی نازل ہونے سے پہلے اپنے گمان سے اس طرح فرمایا تھا' پس کوئی

اشکال نہیں ہے۔

ہوسکتا ہے کہ بعض بنواسرائیل کو چوہوں کی شکل میں مسخ کر دیا گیا ہو اور وہ اونٹنی کا دودھ نہ پیتے ہوں اور ان کی دیکھا دیکھی دوسرے چوہے بھی اونٹنی کا دودھ نہ پیتے ہوں اور بکری کا دودھ پی لیتے ہوں اور یہ چیز ممکن ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں ہے۔

(حاشیہ مسند احمد ج ۱۲ ص ۱۲۵ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے اوپر اونٹ کو حرام کرنے کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یہ بتائیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کس چیز کو اپنے اوپر حرام کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: حضرت یعقوب کو عرق النساء (ران سے لے کر گھٹنے تک کا درد) کی بیماری ہو گئی اور سوائے اونٹ کے گوشت اور دودھ کے اور کوئی چیز ان کو موافق نہ آئی تو اس وجہ سے انہوں نے اس کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔

(سنن ترمذی: ۳۱۱۷ مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۴)

حضرت کعب کا تذکرہ

اس حدیث میں کعب کا ذکر ہے حضرت ابوہریرہ نے کہا: میں نے یہ حدیث کعب کے سامنے بیان کی۔

ان کا نام کعب بن مانع ہے اور یہ کعب احبار سے مشہور ہیں علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسلام لائے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ کعب بن مانع الحمیری یہ ذوالکلاع سے تھے پھر بنومیتم سے تھے اور وہ اہل کتاب میں سے تھے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کو پایا تھا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں اسلام لائے تھے انہوں نے زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں کو پایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسلاً روایت کی ہے امام ابن سعد نے کہا ہے کہ یہ پہلے دین یہود پر تھے پھر اسلام لائے پھر مدینہ میں آئے پھر شام کی طرف نکل گئے پھر حمص میں رہے حتیٰ کہ وہاں ۳۲ ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں فوت ہو گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۳۳۰۶ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْوَزَغِ الْفُوَيْسِقُ وَلَمْ اَسْمَعْهُ اَمَرَ بِقَتْلِهٖ وَزَعَمَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی از ابن وہب انہوں نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ وہ حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلی کو ''فویسق'' فرمایا اور میں نے نہیں سنا کہ آپ نے اس کو مارنے کا حکم دیا ہو اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا یہ گمان ہے کہ آپ نے اس کو مارنے کا حکم دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۸۳۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۰۷ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی انہوں

الْمُسَيَّبِ أَنَّ أُمَّ شَرِيكٍ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهَا بِقَتْلِ الْأَوْزَاغِ. [طرف الحدیث: ۳۳۵۹]
(صحیح مسلم: ۲۲۳۷، الرقم المسلسل: ۵۷۱۳، سنن ترمذی: ۳۲۲۴)

نے کہا: ہمیں عبدالحمید بن جبیر بن شیبہ نے حدیث بیان کی' از سعید بن المسیب کہ ان کو اُم شریک نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپکلیوں کو مارنے کا حکم دیا۔

چھپکلی کو مارنے کا ثبوت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۳۳۰۶ میں مذکور ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے نہیں سنا کہ آپ نے چھپکلی کو مارنے کا حکم دیا ہو' علامہ ابن التین نے کہا: اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ کے نہ سننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے یہ حکم نہ دیا ہو' جب کہ دوسروں نے آپ کا یہ حکم سنا ہے' جب کہ امام احمد نے ایک اور سند سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عائشہ کے گھر میں ایک نیزہ رکھا ہوا تھا' حضرت عائشہ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: ہم اس نیزے سے چھپکلیوں کو مارتے ہیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا' اس وقت چھپکلی کے سوا روئے زمین کا ہر جانور آگ کو بجھانے کی کوشش کر رہا تھا اور چھپکلی پھونکیں مار کر آگ کو بھڑکا رہی تھی' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپکلی کو مارنے کا حکم دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۷)

میں کہتا ہوں کہ اس کے ثبوت میں حسب ذیل حوالہ جات ہیں:

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۴۰۲' سنن ابن ماجہ: ۳۲۳۱' مسند ابویعلیٰ: ۴۳۵۷' مصنف عبدالرزاق: ۸۴۰۰' مسند احمد ج ۶ ص ۸۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۵۳۴۔ ج ۴۱ ص ۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت

۳۳۰۸ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْتُلُوا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ فَإِنَّهُ يَطْمِسُ الْبَصَرَ وَيُصِيبُ الْحَبَلَ. تَابَعَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، أَخْبَرَنَا أُسَامَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سانپ کے سر پر دو نقطے ہوں اس کو مار دو کیونکہ وہ نظر کی روشنی ختم کر دیتے ہیں اور حمل ساقط کر دیتے ہیں۔ ابوسلمہ کی متابعت حماد بن سلمہ نے کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت اسامہ نے خبر دی۔

۳۳۰۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْأَبْتَرِ وَقَالَ إِنَّهُ يُصِيبُ الْبَصَرَ وَيُذْهِبُ الْحَبَلَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دُم کٹے سانپ کو مارنے کا حکم دیا اور فرمایا: یہ نظر کی روشنی ختم کر دیتا ہے اور حمل ساقط کر دیتا ہے۔

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۱۰ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ عَدِيٍّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث

عَنْ أَبِي يُونُسَ الْقُشَيْرِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ ثُمَّ نَهَى قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدَمَ حَائِطًا لَهُ فَوَجَدَ فِيهِ سِلْخَ حَيَّةٍ فَقَالَ انْظُرُوا أَيْنَ هُوَ فَنَظَرُوا فَقَالَ اقْتُلُوهُ فَكُنْتُ أَقْتُلُهَا لِذٰلِكَ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از ابی یونس القشیری از ابن ابی ملیکہ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سانپوں کو مارتے تھے پھر انہوں نے منع کیا اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک دیوار گروائی تو اس کے نیچے سے سانپ کی کینچلی نکلی' آپ نے فرمایا: دیکھو سانپ کہاں ہے' تو صحابہ نے ڈھونڈ لیا' آپ نے فرمایا: اس کو مار دو' تو میں اسی وجہ سے سانپوں کو مارتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۱۱ - **فَلَقِيتُ** أَبَا لُبَابَةَ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقْتُلُوا الْجِنَّانَ إِلَّا كُلَّ أَبْتَرَ ذِي طُفْيَتَيْنِ فَإِنَّهُ يُسْقِطُ الْوَلَدَ وَيُذْهِبُ الْبَصَرَ فَاقْتُلُوهُ.

پھر میں ابولبابہ سے ملا تو انہوں نے مجھے یہ خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سانپوں کو نہ مارو سوا ہر دُم کٹے سانپ کے جس کے سر پر دو نقطے ہوں کیونکہ یہ (پیٹ کے) بچے کو ساقط کر دیتا ہے اور نظر کی روشنی ختم کر دیتا ہے' سو اس کو مار دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹۸' اور ۳۲۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۱۲ - **حَدَّثَنَا** مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ وہ سانپوں کو مار دیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۱۳ - **فَحَدَّثَهُ** أَبُو لُبَابَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ قَتْلِ جِنَّانِ الْبُيُوتِ فَأَمْسَكَ عَنْهَا.

پس ان کو حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان کو مارنے سے رک گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۶ - بَابٌ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ

پانچ جانور فاسق ہیں ان کو حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے گا

اس عنوان میں ''دواب'' کا لفظ ہے اور یہ ''دابة'' کی جمع ہے' ''دابّة'' اس جاندار کو کہتے ہیں جو زمین پر چلتا ہے۔

۳۳۱۴ - **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ الْفَأْرَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْحُدَيَّا وَالْغُرَابُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: پانچ جانور فاسق ہیں' ان کو حرم میں (بھی) مار دیا جائے گا' چوہا' بچھو' چیل' کوا

اور کاٹنے والا کتا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٨٢٩ میں گزر چکی ہے۔

٣٣١٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ مَنْ قَتَلَهُنَّ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَلْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْغُرَابُ وَالْحِدَاَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور فاسق ہیں جس نے ان کو حالت احرام میں (بھی) مار دیا اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، بچھو، چوہا، کاٹنے والا کتا، کوا اور چیل۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٨٢٦ میں گزر چکی ہے۔

٣٣١٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ كَثِيْرٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَفَعَهُ قَالَ خَمِّرُوا الْاٰنِيَةَ وَاَوْكُوا الْاَسْقِيَةَ وَاَجِيْفُوا الْاَبْوَابَ وَاكْفِتُوْا صِبْيَانَكُمْ عِنْدَ الْعِشَاءِ فَاِنَّ لِلْجِنِّ انْتِشَارًا وَّخَطْفَةً وَاَطْفِؤُا الْمَصَابِيْحَ عِنْدَ الرُّقَادِ فَاِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ رُبَّمَا اجْتَرَّتِ الْفَتِيْلَةَ فَاَحْرَقَتْ اَهْلَ الْبَيْتِ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَّحَبِيْبٌ عَنْ عَطَاءٍ فَاِنَّ لِلشَّيْطَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از کثیر از عطاء از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: برتنوں کو ڈھانپ دو اور مشکوں کا منہ بند کر دو اور دروازوں کو بند کر دو اور عشاء کے وقت بچوں کو گھروں میں روک لو، کیونکہ اس وقت جنات پھیل جاتے ہیں اور اُچکنے کی تاک میں رہتے ہیں اور سوتے وقت چراغوں کو بجھا دو، کیونکہ فاسق (چوہا) بعض اوقات چراغ کی بتی کھینچ کر لے جاتا ہے، پس گھر والوں کو جلا دیتا ہے۔ ابن جریج اور حبیب نے کہا از عطاء: کیونکہ شیطان کے لیے (انتشار ہوتا) ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٢٨٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٣١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَارٍ فَنَزَلَتْ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا﴾ (المرسلات:١) فَاِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيْهِ اِذْ خَرَجَتْ حَيَّةٌ مِّنْ جُحْرِهَا فَابْتَدَرْنَاهَا لِنَقْتُلَهَا فَسَبَقَتْنَا فَدَخَلَتْ جُحْرَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيْتُمْ شَرَّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدة بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے خبر دی از اسرائیل از منصور از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غار میں تھے، پس یہ آیت نازل ہوئی: ان ہواؤں کی قسم جو بھیجی جاتی ہیں! (المرسلٰت:١) ہم اس آیت کو آپ کے منہ سے سن رہے تھے کہ اچانک ایک سانپ اپنے سوراخ سے نکلا، ہم اس کو مارنے کے لیے جھپٹے تو وہ ہم پر سبقت کر کے اپنے سوراخ میں داخل ہو گیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ تمہارے شر سے اسی طرح بچایا گیا ہے جس طرح تم اس

کے شر سے بچائے گئے ہو۔

وَعَنْ اِسْرَائِیْلَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مِثْلَهٗ قَالَ وَاِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِیْهِ رَطْبَةً وَّتَابَعَهٗ اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ مُّغِیْرَةَ وَقَالَ حَفْصٌ وَّاَبُوْ مُعَاوِیَةَ وَ سُلَیْمَانُ ابْنُ قَرْمٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ.

از اسرائیل از اعمش از ابراہیم از علقمہ از عبداللہ اسی کی مثل مروی ہے انہوں نے کہا: ہم اس کو آپ کے منہ سے تروتازہ سن رہے تھے۔ اسرائیل کی متابعت ابوعوانہ نے کی ہے از مغیرہ اور حفص اور ابومعاویہ اور سلیمان بن قرم نے کہا از الاعمش از ابراہیم از اسود از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۸۳۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۱۸ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی قَالَ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَخَلَتِ امْرَاَةٌ النَّارَ فِیْ هِرَّةٍ رَّبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ قَالَ وَحَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں نصر بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: ایک عورت بلی کے سبب سے دوزخ میں داخل ہوگئی، اس نے اس بلی کو باندھ دیا تھا، پس اس کو کچھ کھانے کو نہیں دیا اور نہ اس کو کھولا تاکہ وہ زمین کا کوڑا کرکٹ کھالیتی۔ اور عبدالاعلیٰ نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی مثل۔

۳۳۱۹ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اَبِیْ اُوَیْسٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَزَلَ نَبِیٌّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَلَدَغَتْهُ نَمْلَةٌ فَاَمَرَ بِجَهَازِهٖ فَاُخْرِجَ مِنْ تَحْتِهَا ثُمَّ اَمَرَ بِبَیْتِهَا فَاُحْرِقَ بِالنَّارِ فَاَوْحَی اللّٰهُ اِلَیْهِ فَهَلَّا نَمْلَةً وَّاحِدَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء (سابقین) میں سے کوئی نبی ایک درخت کے نیچے اترا، پس اس کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تو انہوں نے حکم دیا کہ ان کا سامان درخت کے نیچے سے اٹھالیا جائے، پھر انہوں نے حکم دیا کہ چیونٹیوں کا پورا گھر جلا دیا جائے، تب اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ آپ نے ایک چیونٹی کو کیوں نہیں جلایا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۰۱۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۷ - بَابٌ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ شَرَابِ اَحَدِكُمْ فَلْیَغْمِسْهُ فَاِنَّ فِیْ اِحْدٰی جَنَاحَیْهِ دَاءً وَّفِی الْاُخْرٰی شِفَاءً

جب تم میں سے کسی ایک کے مشروب میں مکھی گر جائے تو وہ اس کو ڈبو دے کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفاء ہے

۳۳۲۰ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث

بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُتْبَةُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ بْنُ حُنَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ فَإِنَّ فِي إِحْدٰى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَّالْأُخْرٰى شِفَاءً.

[طرف الحدیث:۵۷۸۲] (سنن ابن ماجہ:۳۵۰۵)

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عتبہ بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبید بن حنین نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے مشروب میں مکھی گر جائے تو وہ اس مکھی کو ڈبو کر پھینک دے' کیونکہ اس کے دو پَروں میں سے ایک میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفاء ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) خالد بن مخلد ابوالہیثم البجلی الکوفی (۲) سلیمان بن بلال ابوایوب القرشی التیمی (۳) عتبہ بن مسلم مولیٰ بنو تمیم المدنی (۴) عبید بن حنین (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۷۵)

مکھی کے پہلے بیماری کے پَر گرانے اور پھر شفاء کے پَر گرانے پر ایک اشکال کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ بعض جاہل معاندین نے کہا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ مکھی کے دو پَروں میں سے ایک میں بیماری ہو اور دوسرے میں شفاء ہو' اور مکھی کو از خود یہ کیسے علم ہوگا کہ وہ بیماری کو مقدم کرے اور شفاء کو مؤخر کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عام حیوانوں میں حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست جمع ہوتی ہیں اور یہ متضاد چیزیں جب آپس میں ملتی ہیں تو فساد ہو جاتا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور قدرت سے ان کو ایک جاندار میں جمع فرما دیا ہے اور جس نے شہد کی مکھی کو یہ الہام کیا کہ وہ اپنا بہترین گھر بنا لیتی ہے اور اس میں اپنی خوراک کا ذخیرہ کر لیتی ہے تو اگر اللہ تعالیٰ مکھی کو یہ الہام کر دے کہ وہ پہلے بیماری والا پَر مشروب میں گرائے پھر شفاء والا پَر گرائے تو کون سی حیرت کی بات ہے! (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۷۶)

۳۳۲۱ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَابْنِ سِيرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُفِرَ لِامْرَأَةٍ مُّوْمِسَةٍ مَّرَّتْ بِكَلْبٍ عَلٰى رَأْسِ رَكِيٍّ يَّلْهَثُ قَالَ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ فَنَزَعَتْ خُفَّهَا فَأَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ فَغُفِرَ لَهَا بِذٰلِكَ.

[طرف الحدیث:۳۴۶۷] (صحیح مسلم:۲۲۴۵' الرقم المسلسل:۵۷۵۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن الصباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق ازرق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از الحسن و ابن سیرین از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اُس زانیہ عورت کی مغفرت کر دی گئی جو کنویں کے قریب ایک پیاسے کتے کے پاس سے گزری جو کیچڑ چاٹ رہا تھا اور قریب تھا کہ وہ پیاس سے مر جاتا' اس عورت نے اپنا موزہ اُتارا اور اس کو اپنے دوپٹہ سے باندھا' پھر اس کتے کے لیے پانی نکالا' پس اس عمل کی وجہ سے اس عورت کی مغفرت کر دی گئی۔

اللہ تعالیٰ کی بے نیازی

اس حدیث میں ''مومسۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: زانیہ' اور اس میں ''رکی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کنواں۔ اس

حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو مسلمان گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اللہ تعالیٰ اس کا عمل بھی قبول فرما لیتا ہے اور تھوڑے سے نیک عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بہت زیادہ اجر عطاء فرماتا ہے' وہ بے نیاز ذات ہے' وہ چاہے تو اس عورت کو دوزخ میں ڈال دے جس نے بلی کو باندھ کر رکھا اور کھانے کو کچھ نہیں دیا اور وہ چاہے تو ایک زانیہ عورت کو پیاسے کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے بخش دے۔ اس لیے بندۂ مؤمن کو اللہ عزوجل کے فضل کی اُمید بھی ہونی چاہیے اور عذاب کا خوف بھی۔

٣٣٢٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْتُهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ كَمَا اَنَّكَ هٰهُنَا قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے زہری سے اس حدیث کو اسی طرح یاد رکھا ہے' جس طرح تم یہاں ہو' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو' نہ اس گھر میں جس میں تصویر ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٢٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٢٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ.

(صحیح مسلم: ١٥٧٠' الرقم المسلسل: ٣٩٠٧' سنن نسائی: ٤٢٧٧' سنن ابن ماجہ: ٣٢٠٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

کتوں کو قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور اکثر علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو کتے قتل کرنے کے حکم سے مستثنیٰ ہیں' ان کے علاوہ ہر کتے کو قتل کرنا جائز ہے اور انہوں نے کہا کہ کتوں کو قتل کرنے کا یہ حکم منسوخ نہیں ہے بلکہ محکم ہے' اور انہوں نے کہا کہ اس پر اجماع ہے کہ کاٹنے والے کتے کو قتل کرنا جائز ہے اور جس کتے سے کوئی ضرر نہ ہو' اس کو قتل کرنے میں اختلاف ہے۔ امام الحرمین نے کہا ہے کہ پہلے شارع علیہ السلام نے سیاہ کتے کے سوا تمام کتوں کو قتل کرنے سے منع کیا' جیسا کہ سنن ترمذی' سنن ابوداؤد' سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کتے اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق نہ ہوتے تو میں سب کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیتا۔

حسن بصری اور ابراہیم نخعی سیاہ کتے کے شکار کو مکروہ قرار دیتے تھے' امام احمد اور بعض شافعیہ کا بھی یہی مذہب ہے' علامہ ابوعمر نے کہا ہے کہ جب تک کوئی کتا ضرر نہ دے' اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ حدیث میں کتے کو پانی پلانے پر ثواب کی بشارت دی گئی ہے اور آپ نے فرمایا: ہر تر جگر میں اجر ہے' اور امام شافعی کے نزدیک بغیر ضرورت کے کتوں کو رکھنا جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٧٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

۳۳۲۴ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا يَنْقُصْ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ كَلْبَ مَاشِيَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از یحییٰ' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کتے کو رکھا' اس کے عمل میں سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا سوا کھیتوں کی حفاظت کے کتے کے اور مویشیوں کی حفاظت کے کتے کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۲۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي يَزِيْدُ بْنُ خُصَيْفَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي السَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ أَبِي زُهَيْرٍ الشَّنَئِيَّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا لَا يُغْنِيْ عَنْهُ زَرْعًا وَّلَا ضَرْعًا نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ فَقَالَ السَّائِبُ أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيْ وَ رَبِّ هٰذِهِ الْقِبْلَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یزید بن خصیفہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے السائب بن یزید نے خبر دی' انہوں نے سفیان بن ابی زہیر الشنی سے سنا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپ فرما رہے تھے: جس نے ایسا کتا رکھا جو کھیتوں کی حفاظت کرتا ہو نہ مویشیوں کی' اس کے عمل میں سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا۔ السائب نے پوچھا: کیا تم نے اس کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' انہوں نے کہا: ہاں! اس قبلہ کے رب کی قسم!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۲۳ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب بدء الخلق'' کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین O

آج ۱۵ ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ/ ۱۳ مارچ ۲۰۰۹ء بروز جمعہ ''کتاب بدء الخلق'' کی تکمیل ہوگئی' اس کتاب میں ایک سو ساٹھ احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں سے بائیس احادیث معلّقہ ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں' ان میں ترانوے احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث سڑسٹھ ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ نعمۃ الباری کو مکمل فرمائے اور تا قیامِ قیامت اس کا فیض جاری رکھے' موافقین کے لیے اس کو موجب استقامت اور طمانیت بنائے اور مخالفین کے لیے اس کو ذریعۂ ہدایت بنائے۔

میری' میرے والدین' میرے معاونین اور جملہ قارئین کی مغفرت فرمائے' ہمیں آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھے اور جنت الفردوس عطا فرمائے!

تقریباً دو اڑھائی ماہ پہلے رات کو گلوکوز کی کمی کی وجہ سے میرے دماغ کی کارکردگی کم ہوگئی تھی اور لکھنے کا کام رک گیا تھا' کیونکہ

دماغ کی طرف خون کی ترسیل میں کمی آ گئی تھی' اللہ تعالیٰ ڈاکٹر عارف صاحب کو جزائے خیر عطاء فرمائے' ان کی تجویز کردہ دواؤں سے میری صحت بحال ہو گئی اور دوبارہ لکھنے کا سلسلہ الحمد للہ شروع ہو گیا۔

مجھے لوگ بہت زیادہ فون کرتے تھے' ان تمام کے فون سننا اور ان کو جواب دینا میرے لیے ممکن نہیں تھا' اس لیے میں نے اپنا نمبر تبدیل کر دیا ہے اور یہ نمبر سوائے چند مخصوص احباب کے اور کسی کو نہیں دیا' میں اپنے تمام قارئین سے معذرت خواہ ہوں' اور ان کے لیے دنیا اور آخرت میں صحت اور سلامتی کی دعا کرتا ہوں' والسلام!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

٦٠ - كِتَابُ اَحَادِيْثِ الْاَنْبِيَاءِ

انبیاء علیہم السلام کی احادیث کا بیان

اس کتاب میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی احادیث کا ذکر ہے انبیاء علیہم السلام کے عدد کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! انبیاء کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! رسول کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تین سو تیرہ جم غفیر ہیں میں نے کہا: بہت اچھے ہیں میں نے پوچھا: یارسول اللہ! پہلا نبی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: آدم میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ نبی مرسل ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی پھر ان کو اپنے سامنے بنایا پھر آپ نے فرمایا: اے ابوذر! چار نبی سریانی ہیں: آدم شیث اور خنوخ یہ ادریس ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قلم سے خط کھینچا اور نوح اور چار نبی عرب ہیں: ھود صالح شعیب اور تمہارے نبی اے ابوذر! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں نازل کیں؟ آپ نے فرمایا: سو صحیفے اور چار کتابیں شیث پر پچاس صحیفے نازل کیے گئے خنوخ پر تیس صحیفے نازل کیے گئے اور ابراہیم پر دس صحیفے نازل کیے گئے اور موسیٰ پر تورات سے پہلے دس صحیفے نازل کیے گئے اور تورات زبور انجیل اور فرقان کو نازل کیا گیا۔

(حلیۃ الاولیاء ج١ ص١٦٧ دارالکتاب العربی ١٤٠٧ھ مسند احمد ج٥ ص٢٦٦۔١٧٩ مکتب اسلامی بیروت)

مسند احمد کی روایت میں تین سو پندرہ رسولوں کا ذکر ہے۔

١ - بَابُ خَلْقِ اٰدَمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ ذُرِّيَّتِهٖ

حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت کی تخلیق

حضرت آدم علیہ السلام کو آدم اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ ''ادمۃ الارض'' یعنی زمین کے رنگ پر پیدا کیے گئے ہیں لفظ آدم کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ سریانی زبان کا لفظ ہے اور الجوہری نے کہا ہے کہ یہ عربی زبان کا لفظ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ابومحمد ہے قتادہ نے کہا ہے کہ جنت میں صرف حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ہوگی اور ان کا شرف ظاہر کرنے کے لیے ان کو ابومحمد کہا جائے گا اللہ تعالیٰ نے ستائیس جگہ آدم کا ذکر کیا ہے اور ذریت سے مراد اولاد ہے۔

﴿صَلْصَالٍ﴾ (الحجر:٢٦) طِيْنٌ خُلِطَ بِرَمْلٍ فَصَلْصَلَ كَمَا يُصَلْصِلُ الْفَخَّارُ.

''صلصال'' کا معنی ایسا گارا ہے جس میں ریت ملی ہوا اور وہ اس طرح بجنے لگے جس طرح ٹھیکرا بجتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِO (الرحمٰن:١٤) انسان کو اس نے ٹھیکری کی طرح بجتی ہوئی مٹی سے بنایاO

وَيُقَالُ مُنْتِنٌ يُرِيْدُوْنَ بِهٖ صَلَّ. كَمَا يُقَالُ صَرَّ الْبَابُ وَصَرْصَرَ عِنْدَ الْاِغْلَاقِ مِثْلُ كَبْكَبْتُهٗ.

''صلصال'' کا لفظ ''صل'' سے نکلا ہے' کہا جاتا ہے: اس کا معنی بدبودار ہے' جیسے ''صر صر''' ''صر'' سے نکلا ہے' دروازہ بند کرتے وقت ''صر الباب'' کہتے ہیں' جب دروازہ بند کرنے سے آواز نکلے' جیسے ''کبکبته''' ''کب'' سے نکلا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ ارادہ کیا ہے کہ ''صلصال'' کا معنی بدبودار ہے'' صلّ اللحم'' اس وقت کہتے ہیں جب گوشت بدبودار ہو جائے' خواہ کچا ہو یا پکا یا ہوا' اسی طرح ''صرّ الباب'' اس وقت کہتے ہیں جب دروازہ بند کرنے سے آواز آتی ہے۔

يَعْنِىْ كَبْكَبْتُهٗ ﴿فَمَرَّتْ بِهٖ﴾ (الاعراف:١٨٩) اِسْتَمَرَّ بِهَا الْحَمْلُ فَاَتَمَّتْهُ. الاعراف میں مذکور ہے: ''فمرت به'' اس کا معنی ہے: وہ چلتی پھرتی رہی اور اس نے مدتِ حمل پوری کی۔

اس تعلیق سے امام بخاری نے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ. (الاعراف:١٨٩) جب مرد نے اس کو ڈھانپ لیا تو وہ خفیف حمل کے ساتھ حاملہ ہوگئی تو وہ اس حمل کے ساتھ چلتی پھرتی رہی۔

یعنی حضرت حوا اس حمل کے ساتھ چلتی پھرتی رہیں۔

﴿اَنْ لَّا تَسْجُدَ﴾ (الاعراف:١٢) اَنْ تَسْجُدَ. ''ان لا تسجد'' کا معنی ہے: تجھ کو سجدہ کرنے سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ. (الاعراف:١٢) فرمایا: کس چیز نے تجھ کو سجدہ کرنے سے روکا۔

امام بخاری نے اس پر متنبہ کیا ہے کہ اس آیت میں لفظ ''لا'' زائدہ ہے۔

٠٠٠ - بَابٌ وَّقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً﴾ (البقرة:٣٠)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا: بے شک میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں (البقرہ:٣٠)

جو قوم دوسری قوم کے بعد آئے' اس کو خلیفہ کہتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ. (الانعام:١٦٥) اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں نائب بنایا۔

جب اصل شخص فوت ہو جائے تو اس کے بعد جو اس کے مشن کو انجام دے' اس کو خلیفہ کہتے ہیں' جیسے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے تو آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے خلیفہ ہوئے یا جب اصل شخص کہیں چلا جائے تو کسی دوسرے کو اپنا خلیفہ مقرر کر جائے' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ مقرر کر گئے۔

اللہ تعالیٰ فوت ہونے سے یا کہیں جانے سے پاک ہے' اللہ تعالیٰ کو خلیفہ کی ضرورت نہیں تھی بلکہ بندوں کو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کی ضرورت تھی' کیونکہ بندے براہِ راست اللہ تعالیٰ سے احکام وصول نہیں کر سکتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے اور بندوں کے درمیان ایک خلیفہ بنایا اور اس کا نام نبی اور رسول رکھا اور انبیاء علیہم السلام کو ایسی صلاحیت اور استعداد عطاء فرمائی کہ وہ فرشتوں کے واسطے سے یا

بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے احکام حاصل کر سکیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾ (الطارق:٤) إِلَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''لما علیھا حافظ'' میں ''لما'' کا معنی ''الا'' ہے یعنی مگر اس پر کوئی محافظ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ O (الطارق:٤) کوئی شخص نہیں مگر اس پر نگہبان مقرر ہے O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں یعنی کراماً کاتبین' قتادہ نے کہا: یہ وہ فرشتے ہیں جو تمہارے عمل کی' تمہارے رزق کی اور تمہاری مدتِ حیات کی حفاظت کرتے ہیں۔

﴿فِي كَبَدٍ﴾ (البلد:٤) فِي شِدَّةِ خَلْقٍ. ''کبد'' کا معنی ہے: تخلیق کی شدت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ O (البلد:٤) بے شک ہم نے انسان کو اس کی مشقت میں پیدا کیا O

﴿وَرِيَاشًا﴾ (الاعراف:٢٦) الْمَالُ وَقَالَ غَيْرُهُ الرِّيَاشُ وَالرِّيشُ وَاحِدٌ وَهُوَ مَا ظَهَرَ مِنَ اللِّبَاسِ. ''وریاشا'' کا معنی ہے: مال' دوسروں نے کہا: ''ریاش'' اور ''ریش'' واحد ہیں اور اس سے مراد انسان کا ظاہری لباس ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا. (الاعراف:٢٦) اے اولادِ آدم! بے شک ہم نے تمہاری طرف ایسا لباس نازل کیا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور تمہارے لیے باعث زینت ہے۔

امام بخاری نے ''ریاش'' کی تفسیر مال کے ساتھ کی ہے اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ''ریش'' کا معنی جمال اور زینت ہے۔

﴿مَا تُمْنُونَ﴾ (الواقعہ:٥٨) النُّطْفَةُ فِي أَرْحَامِ النِّسَاءِ. ''ما تمنون'' کا معنی ہے: جو تم عورتوں کے رحم میں نطفہ ڈالتے ہو۔

اس تعلیق سے امام بخاری نے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ O (الواقعہ:٥٨) ذرا بتاؤ تو تم جو نطفہ گراتے ہو O

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿إِنَّهُ عَلٰى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ﴾ (الطارق:٨) النُّطْفَةُ فِي الْإِحْلِيلِ. مجاہد نے کہا: وہ اس کو لوٹانے پر قادر ہے' یعنی نطفہ کو آلۂ تناسل کے سوراخ میں لوٹانے پر قادر ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ O (الطارق:٨) بے شک اللہ اس کے لوٹانے پر ضرور قادر ہے O

امام بخاری نے مجاہد کی تفسیر ذکر کی ہے' ابن زید نے کہا: وہ اس پانی کو روکنے پر ضرور قادر ہے' قتادہ نے کہا: اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ انسان کو اس کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر ضرور قادر ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ خَلَقَهُ فَهُوَ شَفْعٌ. السَّمَاءُ شَفْعٌ وَالْوَتْرُ ہر چیز جس کو اللہ نے پیدا کیا وہ جوڑا ہے' آسمان جوڑا ہے اور

اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ. فرد اللہ عزوجل کی ذات ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ. (الذاریات:٤٩) اور ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا بنایا۔

امام بخاری نے کہا: آسمان جوڑا ہے اس کا معنی ہے: آسمان زمین کے ساتھ مل کر جوڑا ہے جیسا کہ حرارت' برودت کے ساتھ مل کر جوڑا ہے۔

﴿فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ (التین:٤) فِي أَحْسَنِ خَلْقٍ. ''احسن تقویم'' کا معنی ہے: سب سے حسین تخلیق میں پیدا کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْٓ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ O (التین:٤) بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں بنایاO

ہر چیز کا چہرہ جھکا ہوا ہے اور انسان کا چہرہ اُٹھا ہوا ہے' ہر جاندار اپنا منہ کھانے کی طرف جھکا تا ہے اور انسان اپنے ہاتھ سے کھانا اُٹھا کر اپنے منہ میں لے جاتا ہے۔

﴿أَسْفَلَ سَافِلِيْنَ﴾ (التین:٥) إِلَّا مَنْ اٰمَنَ. سب نیچوں سے زیادہ نیچے سوائے مؤمنین کے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ أَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ O (التین:٥) إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا. پھر ہم اسے پھیر لائے سب نیچوں سے زیادہ نیچے O ماسوا مؤمنین کے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں بنایا ہے لیکن اگر وہ ہمارا شکر ادا نہ کرے تو وہ سب نیچوں سے زیادہ نیچے ہوگا' ایک قول یہ ہے کہ ''اسفل سافلین'' کا معنی ہے: وہ ارزل عمر کو پہنچ جائے گا' اس کو دکھائی دے گا نہ سنائی دے گا' نہ وہ اپنے اعضاء سے اپنے کام کر سکے گا' لیکن جو صالحین ہوں گے وہ بڑھاپے اور اس کی صعوبتوں اور بیماریوں پر صبر کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہیں گے' اللہ تعالیٰ ان کو غیر متناہی اجر عطاء فرمائے گا' اور وہ صحت اور جوانی کے ایام میں جس طرح عبادت کرتے تھے ان کا اجر اسی طرح لکھا جاتا رہے گا۔

﴿خُسْرٍ﴾ (العصر:٢). ضَلَالٍ ثُمَّ اسْتَثْنٰى إِلَّا مَنْ اٰمَنَ. ''خسر'' کا معنی ہے: گمراہی' پھر اس سے ایمان والوں کو مستثنیٰ فرمالیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ O (العصر:٢) بے شک انسان ضرور خسارہ میں ہےO

امام بخاری نے خسارہ کی تفسیر گم راہی کے ساتھ کی ہے۔

﴿لَازِبٍ﴾ (الصافات:١١). لَازِمٍ. ''لازب'' کا معنی ہے: لازم۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ O (الصّٰفّٰت:١١) بے شک ہم نے ان کو لیس دار مٹی سے پیدا کیاO

﴿وَنُنْشِئَكُمْ﴾ (الواقعہ:٦١) فِيْٓ أَيِّ خَلْقٍ نَشَاءُ. اور ''وننشئکم'' کا معنی ہے: ہم جس طرح چاہیں تمہاری

صورت بناتے ہیں۔

امام بخاری اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَنُنْشِئَكُمْ فِي مَالَا تَعْلَمُوْنَO (الواقعہ:٦١) اور تمہیں ایسی صورت میں بنا دیں جسے تم جانتے ہی نہیںO

﴿نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ﴾ (البقرہ:٣٠) نُعَظِّمُكَ. "نسبح بحمدك" کا معنی ہے: ہم آپ کی حمد کے ساتھ آپ کی تعظیم کرتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ. (البقرہ:٣٠) اور ہم آپ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں۔

مجاہد سے بھی یہی تفسیر مروی ہے۔

وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ ﴿فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمَاتٍ﴾ (البقرہ:٣٧) فَهُوَ قَوْلُهٗ ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا﴾ (الاعراف: ٢٣). پس آدم نے اپنے رب سے چند کلمات حاصل کر لیے۔ (البقرہ:٣٧) اس کی تفسیر میں ابوالعالیہ نے کہا: وہ کلمات یہ ہیں: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

ابوالعالیہ کا نام رفیع بن مہران الریاحی ہے' یہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد اسلام لائے تھے' انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے احادیث روایت کی ہیں۔ یہ تفسیر مجاہد' سعید بن جبیر' حسن بصری' ربیع بن انس' قتادہ' محمد بن کعب القرظی' خالد بن معدان' عطاء خراسانی اور عبدالرحمان بن زید بن اسلم سے بھی مروی ہے۔

﴿فَاَزَلَّهُمَا﴾ (البقرہ:٣٦) فَاسْتَزَلَّهُمَا "فازلهما" کا معنی ہے: پس ان دونوں کو لغزش میں مبتلا کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ. (البقرہ:٣٦) پس شیطان نے انہیں اس درخت کے ذریعہ پھسلایا اور جہاں وہ رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا۔

﴿يَتَسَنَّهْ﴾ (البقرہ:٢٥٩) يَتَغَيَّرْ. ﴿اٰسِنٌ﴾ (محمد:١٥) مُتَغَيِّرٌ وَّالْمَسْنُوْنُ الْمُتَغَيِّرُ. اور "يتسنه" کا معنی ہے: متغیر ہوتا ہے" "آسن" کا معنی ہے: متغیر' اور "مسنون" کا معنی بھی ہے: متغیر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ. (البقرہ:٢٥٩) سو آپ اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کو دیکھیں وہ اب تک بدبودار نہیں ہوئیں۔

﴿حَمَاٍ﴾ (الحجر:٣٣) جَمْعُ حَمْاَةٍ وَّهُوَ الطِّيْنُ الْمُتَغَيِّرُ. "حما" یہ "حماة" کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: سڑی ہوئی مٹی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍO (الحجر:٣٣-٢٨-٢٦) سڑی ہوئی مٹی سےO

ابوعبیدہ نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

﴿يَـخْصِفَانِ﴾ (الاعراف:٢٢) اَخَـذَا الْخِصَافَ مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ يُؤَلِّفَانِ الْوَرَقَ وَيَخْصِفَانِ بَعْضَهُ اِلٰى بَعْضٍ.

''یخصفان'' کا معنی ہے: وہ دونوں چپکانے لگے یعنی حضرت آدم اور حواء جنت کے پتے ایک دوسرے پر رکھ کر اپنے اوپر چپکانے لگے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ. (طٰہٰ:١٢١)

پس ان کی شرم گاہیں ان کے لیے کھل گئیں اور وہ دونوں جنت کے پتوں سے اپنے جسم کو چھپانے لگے۔

''یخصفان''،''خصف'' سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے: کپڑے پر پیوند لگانا یا جوتی کی مرمت کرنا۔

﴿سَوْاٰتُهُمَا﴾ (الاعراف:٢٢) كِنَايَةٌ عَنْ فَرْجِهِمَا.

''سواٰتھما'' کا لفظ ان کی شرم گاہوں سے کنایہ ہے۔

یہ لفظ طٰہٰ:١٢١ میں ہے اس کا ذکر ابھی گزرا ہے۔

﴿وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ﴾ (الاعراف:٢٤) هَاهُنَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالْحِيْنُ عِنْدَ الْعَرَبِ مِنْ سَاعَةٍ اِلٰى مَا لَا يُحْصٰى عَدَدُهٗ.

''ومتاع الٰی حین'' میں ''حین'' کا معنی ہے: اب سے لے کر روزِ قیامت تک اور ''حین'' عرب کے نزدیک ایک گھنٹہ سے لے کر غیر متناہی وقت کے لیے ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍO (البقرہ:٣٦)

اور تمہارے لیے ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھکانا اور فائدہ اُٹھانا ہےO

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی ''حین'' کا معنی اسی طرح بیان کیا ہے۔

﴿وَقَبِيْلُهٗ﴾ (الاعراف:٢٧) جِيْلُهُ الَّذِيْ هُوَ مِنْهُمْ.

''قَبِیْلُهٗ'' سے مراد شیطان کا وہ گروہ ہے جس میں وہ خود بھی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّهٗ يَرٰكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ. (الاعراف:٢٧)

بے شک وہ (شیطان) اور اس کا کنبہ تمہیں دیکھتا ہے۔

اس تعلیق میں ''قبیل'' کا لفظ ہے جس کا معنی ہے: جماعت' مجاہد نے کہا: ''قبیل'' سے مراد جن اور شیاطین ہیں۔

ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٨٧-٢٨١ سے ماخوذ ہے۔

٣٣٢٦ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ وَطُوْلُهٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰى اُولٰٓئِكَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّوْنَكَ تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالُوْا السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَكُلُّ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ نے آدم کو پیدا کیا اور ان کا طول ساٹھ ہاتھ (نوے فٹ) تھا' پھر فرمایا: جاؤ! ان فرشتوں کو سلام کرو اور سنو! وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں' وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کے سلام کا طریقہ ہوگا پس حضرت آدم نے کہا: السلام علیکم! تو انہوں نے جواب دیا:

عَلٰى صُوْرَةِ اٰدَمَ فَلَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ حَتَّى الْاٰنَ.

[طرف الحدیث: ٦٢٢٧] (صحیح مسلم: ٢٨٤١، الرقم المسلسل: ٧٠٥٧)

السلام علیک ورحمۃ اللہ، پس فرشتوں نے رحمۃ اللہ کے الفاظ زیادہ کیے، پس ہر شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت آدم کی صورت پر ہوگا، پھر مخلوق کا قد کم ہوتا رہا، حتیٰ کہ وہ ہوگیا ہے جو اب ہے۔

سلام کرنے کا طریقہ اور جنت میں کامل اور حسین صورت میں دخول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ جائیں اور ان فرشتوں کو سلام کریں، یہ سلام کرنے کی پہلی مشروعیت ہے، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ سلام کو پھیلانا دینی محبت اور دخولِ جنت کا سبب ہے، علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ سلام کرنا واجب ہے، اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنے والا بیٹھے ہوئے لوگوں کو سلام کرے اور افضل یہ ہے کہ وہ السلام علیکم کہے اور اگر سلام علیکم کہا پھر بھی جائز ہے اور سلام کے جواب میں اضافہ کرنا چاہیے، جیسے فرشتوں نے رحمۃ اللہ کا اضافہ کیا اور سلام کے جواب میں واؤ کو ترک کرنا بھی جائز ہے۔

نیز فرمایا: جو بھی جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوگا، یعنی جس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جنت میں داخل فرمائے گا وہ حسن اور جمال میں حضرت آدم کی صورت پر ہوگا، اور خواہ وہ دنیا میں سیاہ فام ہو، وہ جنت میں کالے رنگ کا نہیں ہوگا، اسی طرح دنیا میں اگر وہ ناقص الخلقت ہو یا اپاہج ہو تو وہ جنت میں اس طرح داخل نہیں ہوگا۔

پھر فرمایا: پھر مخلوق کا طول کم ہوتا رہا یعنی ہر بعد والی صدی میں آدمیوں کے قد کی لمبائی پہلی صدی کی لمبائی سے کم ہوتی رہی، حتیٰ کہ اس امت کا طول اس حد کو پہنچ گیا، یعنی پانچ، چھ فٹ اور اسی پر ٹھہر گیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٨٨، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٣٣٢٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ عَلٰى اَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ اِضَاءَةً لَّا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَتْفِلُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ اَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَمَجَامِرُهُمُ الْاَلُوَّةُ الْاَلَنْجُوْجُ عُوْدُ الطِّيْبِ وَاَزْوَاجُهُمُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ عَلٰى صُوْرَةِ اَبِيْهِمْ اٰدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی، از عمارہ از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جو گروہ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اس کی صورت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی، پھر جو لوگ ان کے قریب ہوں گے وہ آسمان میں اس چمک دار ستارے کی طرح ہوں گے جو بہت روشن ہوں گے، وہ نہ پیشاب کریں گے، نہ پاخانہ کریں گے اور نہ تھوکیں گے اور نہ ناک سے رینٹھ نکالیں گے۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کا پسینہ مشک ہوگا اور ان کی انگیٹھیوں میں خوشبودار عُود جلتا ہوگا، یہ نہایت خوشبودار عُود ہوگا۔ ان کی بیویاں بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی، ان میں سے ایک مرد کی بناوٹ اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوگی جو آسمان میں ساٹھ ہاتھ کی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٢٤٥ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۲۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ اُمَّ سُلَيْمٍ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْاَةِ الْغُسْلُ اِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ نَعَمْ اِذَا رَاَتِ الْمَاءَ فَضَحِكَتْ اُمُّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ تَحْتَلِمُ الْمَرْاَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِمَا يُشْبِهُ الْوَلَدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از زینب بنت ابی سلمہ از حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کہ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق کو بیان کرنے سے حیاء نہیں فرماتا' کیا عورت پر بھی احتلام سے غسل واجب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب وہ پانی دیکھ لے' تو حضرت اُم سلمہ ہنسیں' سو کہنے لگیں: یارسول اللہ! کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر کس وجہ سے بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۲۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ اَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَلَغَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ مَقْدَمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَّا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا نَبِيٌّ قَالَ مَا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا اَوَّلُ طَعَامٍ يَّاْكُلُهُ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَمِنْ اَيِّ شَيْءٍ يَنْزِعُ الْوَلَدُ اِلٰى اَبِيْهِ وَمِنْ اَيِّ شَيْءٍ يَنْزِعُ اِلٰى اَخْوَالِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَّرَنِيْ بِهِنَّ اٰنِفًا جِبْرِيْلُ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ وَاَمَّا اَوَّلُ طَعَامٍ يَّاْكُلُهُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوْتٍ وَاَمَّا الشَّبَهُ فِي الْوَلَدِ فَاِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَشِيَ الْمَرْاَةَ فَسَبَقَهَا مَاؤُهُ كَانَ الشَّبَهُ لَهُ وَاِذَا سَبَقَ مَاؤُهَا كَانَ الشَّبَهُ لَهَا قَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهُتٌ اِنْ عَلِمُوْا بِاِسْلَامِيْ قَبْلَ اَنْ تَسْاَلَهُمْ بَهَتُوْنِيْ عِنْدَكَ فَجَاءَتِ الْيَهُوْدُ وَدَخَلَ عَبْدُ اللّٰهِ الْبَيْتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ رَجُلٍ فِيْكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا اَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا وَاَخْيَرُنَا وَابْنُ اَخْيَرِنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں آنے کی خبر پہنچی تو وہ آپ کے پاس آئے اور کہا: میں آپ سے تین ایسی چیزوں کے متعلق سوال کروں گا جن کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا' انہوں نے کہا: قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ اور اہل جنت پہلے کون سا طعام کھائیں گے؟ اور کس چیز کے سبب سے بچہ اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے؟ اور کس چیز کے سبب سے وہ اپنے ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ابھی حضرت جبریل نے ان چیزوں کی خبر دی ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: فرشتوں میں سے وہی یہود کا دشمن ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رہی قیامت کی پہلی علامت تو وہ ایک آگ ہے جو تمام لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی' اور رہا اہل جنت کا طعام تو وہ مچھلی کی کلیجی کا لٹکا ہوا ٹکڑا ہوگا' اور رہا بچہ کی مشابہت کا سوال تو جب مرد عورت کو ڈھانپ لیتا ہے' پس اس کا پانی عورت پر سبقت کرے تو وہ بچہ مرد کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کا پانی سبقت کرے تو بچہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' پھر انہوں نے کہا: یارسول اللہ!

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُاللّٰهِ قَالُوْا اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُاللّٰهِ اِلَيْهِمْ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالُوْا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَوَقَعُوْا فِيْهِ.

[اطراف الحدیث:٣٩١١-٣٩٣٨-٤٤٨٠] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

یہود جھوٹے لوگ ہیں' اگر آپ کے سوال کرنے سے پہلے انہیں میرے اسلام لانے کا پتا چل گیا تو وہ مجھے آپ کے سامنے جھوٹا قرار دیں گے' پس یہود آئے اور حضرت عبداللہ گھر میں داخل ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: عبداللہ بن سلام تم میں کیسے شخص ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ ہم میں سب سے بڑے عالم ہیں اور ہمارے سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں اور وہ ہم میں سب سے بہترین اور سب سے بہتر کے بیٹے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: یہ بتاؤ! اگر عبداللہ اسلام لے آئیں' انہوں نے کہا: اللہ ان کو اسلام سے اپنی پناہ میں رکھے! پس حضرت عبداللہ نکل کر ان کی طرف آئے' پس کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ (سیّدنا) محمد اللہ کے رسول ہیں' پس یہود نے کہا: یہ ہم میں سب سے بُرا ہے اور ہم میں سب سے بُرے کا بیٹا ہے اور ان کی مذمت کرنے لگے۔

اس حدیث میں ''بهت'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بہتان لگانے والا۔

٣٣٣٠ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ يَعْنِي لَوْلَا بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ وَلَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ اُنْثٰى زَوْجَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اسی کی مثل' یعنی اگر بنو اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت نہ سڑتا اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔

[طرف الحدیث:٣٣٩٩] (صحیح مسلم:١٤٧٠' الرقم المسلسل:٣٥٤٠' المستدرک ج ٤ ص ١٧٥' مسند احمد ج ٢ ص ٣٠٤ طبع قدیم' مسند احمد:٨٠٣٢- ج ١٣ ص ٤٠٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری کے اثناء سند میں ''مثلہٗ'' کا لفظ لکھنے پر اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حدیث مذکور کو ہمام کی سند سے روایت کر کے کہا: اسی کی مثل یہ حدیث ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ''نحوہٗ'' یا ''مثلہٗ'' یعنی اسی کی مثل' اس وقت کہا جاتا ہے جب ایک حدیث ایک سند اور ایک متن کے ساتھ گزر چکی ہو' پھر محدث اس حدیث کو دوسری سند کے ساتھ دوبارہ روایت کرنے کا ارادہ کرے تو پھر کہتا ہے کہ اس دوسری سند کے ساتھ بھی اس کی مثل مروی ہے اور متن حدیث کو دوبارہ ذکر نہیں کرتا' فقط اس کی دوسری سند کے ذکر پر اکتفاء کرتا ہے' کیونکہ مثل کا لفظ اس کی خبر دیتا ہے' اور یہاں پہلے اس متن حدیث کا ذکر نہیں ہے تو پھر اس کی مثل کہنا غلط ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے اس سے پہلے اس طرح روایت کی تھی:

از محمد بن رافع از عبدالرزاق از معمر از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اگر بنو اسرائیل نہ ہوتے تو طعام خراب نہ ہوتا اور گوشت نہ سڑتا اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت کبھی بھی اپنے خاوند کی نافرمانی نہ کرتی' پھر امام بخاری نے اس کی دوسری سند سے روایت کی از بشر بن محمد از عبداللہ از معمر از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' پھر کہا: اس سند سے بھی اسی کی مثل مروی ہے' پھر بعد میں اس کی مثل کی تفسیر کی کہ اگر بنو اسرائیل نہ ہوتے تو کھانا نہ سڑتا اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔ لیکن ناقلین نے اس روایت کا پہلا حصہ ذکر نہیں کیا جس کی وجہ سے ''مثلہٗ'' کے لفظ پر اعتراض ہوا۔

بنی اسرائیل کی وجہ سے گوشت کے سڑنے اور حضرت حوّاء کی خیانت کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر بنو اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت نہ سڑتا۔ اس کی توضیح حسب ذیل ہے:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ بنو اسرائیل پر طلوع فجر سے لے کر طلوع شمس تک مَن اور سلویٰ برف باری کی طرح نازل ہوتا تھا' وہ اس میں سے اتنی مقدار اُٹھاتے تھے جو انہیں اس دن کے لیے کافی ہوتی تھی' سوا جمعہ کے دن کے' چنانچہ وہ جمعہ اور ہفتہ کے لیے اس میں سے بچا کر رکھ لیتے تھے' پھر جب انہوں نے بہ کثرت اس طرح کرنا شروع کیا تو جو طعام وہ بچا کر رکھتے تھے وہ خراب ہونا شروع ہو گیا۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ جب ان پر دسترخوان نازل ہوا تو ان سے کہا گیا تھا کہ اس کو ذخیرہ نہ کرنا' لیکن انہوں نے اس کو ذخیرہ کیا' پھر وہ خراب ہونے لگا' ایک قول یہ ہے کہ ان سے کہا گیا تھا کہ سلویٰ کو ذخیرہ نہ کرنا' پھر جب انہوں نے ذخیرہ کیا تو اس وقت سے ذخیرہ کرنے کی وجہ سے گوشت بدبودار ہونے لگا۔

حضرت حوّاء کے خیانت کرنے کی تفصیل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس ممنوع درخت سے کھانے کی دعوت دی تھی۔ الماوردی نے کہا ہے کہ وہ گندم کا درخت تھا' ایک قول ہے: وہ انجیر کا درخت تھا' دوسرا قول ہے: وہ انگور کا درخت تھا' اور ایک قول یہ ہے کہ وہ دوام کا درخت تھا جس سے فرشتے کھاتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۹۱۔ ۲۹۰ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

میں نے بعض علماء سے یہ سنا ہے کہ حضرت حواء کی خیانت یہ تھی کہ انہوں نے اس درخت سے تین دانے توڑے' ایک دانہ انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیا اور ایک دانہ خود کھالیا اور ایک دانہ چھپالیا' ان کی اس خیانت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میراث میں بیٹیوں کا حصہ مرد کے حصہ کا نصف رکھا ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ۲۳۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

۳۳۳۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّ مُوْسَى بْنُ حِزَامٍ قَالَا حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَّيْسَرَةَ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ فَاِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَّاِنَّ اَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ. [اطراف الحدیث: ۵۱۸۴۔ ۵۱۸٦] (صحیح مسلم: ۱۴٦۸' الرقم المسلسل: ۳۵۳۴' سنن ترمذی: ۱۱۹۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوکریب اور موسیٰ بن حزام نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں حسین بن علی نے حدیث بیان کی از زائدہ از میسرہ الاشجعی از ابی حازم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو کیونکہ عورت کو ایک پسلی سے بنایا گیا ہے' اور پسلی کی اوپر والی ہڈی ٹیڑھی ہے' پس اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو تو توڑ دو گے اور اگر تم اس کو چھوڑ دو گے تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی' سو تم عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوکریب اوران کا نام محمد بن العلاء ہے (۲) موسیٰ بن حزام ابوعمران الترمذی العابد (۳) حسین بن علی بن الولید ابوعبداللہ الجعفی (۴) زائدہ بن قدامہ ابوالصلت الثقفی (۵) میسرہ بن عمار الاشجعی (٦) ابوحازم' ان کا نام سلیمان الاشجعی الغطفانی ہے (۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۹۳۔۲۹۱)

بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت نہیں ہے' کیونکہ یہ باب انبیاء علیہم السلام کی احادیث میں ہے' لیکن اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ عورت کو ایک پسلی سے بنایا گیا ہے اور اس سے مراد حضرت حواء ہیں جن کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے بنایا گیا ہے۔

عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو۔ قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: میں تم کو عورتوں کے ساتھ نیکی کرنے کی وصیت کرتا ہوں' سو تم ان کے متعلق میری وصیت کو قبول کرو۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ تم عورتوں کے حق میں دوسروں سے نیکی کی وصیت طلب کرو۔

دیگر علماء نے کہا کہ اس کا معنی ہے: ان کے متعلق میری وصیت کو قبول کرو اور اس پر عمل کرو اور ان پر صبر کرو اور ان کے ساتھ نرمی کرو اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔

حضرت حواء کو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا کرنے میں اقوال

نیز فرمایا: عورت کو ایک پسلی سے پیدا کیا گیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں رکھا تو ایک مدت کے بعد ان کو گھبراہٹ ہوئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے تنہائی کی شکایت کی' پس انہوں نے خواب میں ایک حسین عورت کو دیکھا' پھر جب وہ بیدار ہوئے تو وہ ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھی' حضرت آدم نے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: میں حواء ہوں' مجھے اللہ تعالیٰ نے اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ تم مجھ سے سکون پاؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت حواء کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا۔

مجاہد نے کہا کہ عورت کو ''مَرْاَۃٌ'' اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ ''المرء'' یعنی حضرت آدم سے پیدا کی گئی ہے۔

مقاتل بن سلیمان نے کہا: حضرت آدم جنت میں سو گئے تو حضرت حواء کو ان کی دائیں جانب سے بغیر کسی درد کے پیدا کیا گیا اور اگر انہیں درد ہوتا تو کبھی کوئی مرد عورت پر رحم نہ کرتا۔

الربیع بن انس نے کہا: حضرت حواء کو حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی سے پیدا کیا گیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍO (الانعام:۲) وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہےO

لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (الاعراف:۱۸۹) وہی (اللہ) ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔

پسلی کوتوڑنے سے مراد عورت کوطلاق دینا ہے

پھر فرمایا: اگر تم اس پسلی کو سیدھا کرنے لگو تو توڑ دو گے۔

اس ارشاد میں طلاق کی مثال دی گئی ہے یعنی اگر تم یہ ارادہ کرو کہ اس کے ٹیڑھے پن کو ترک کر دو تو یہ معاملہ اس کی طلاق کی طرف لے جائے گا' اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک عورت ایک پسلی سے پیدا کی گئی ہے' وہ پسلی تمہارے لیے ہرگز سیدھی نہیں ہوگی' اگر تم اس عورت سے فائدہ حاصل کرو تو اس حال میں فائدہ حاصل کرو گے کہ اس میں وہ میڑھ برقرار ہوگی اور اگر تم اس ٹیڑھ کو سیدھا کرو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اس کو توڑنا اس کو طلاق دینا ہے۔

(صحیح مسلم: ٦٨ ۱۴٦٨' الرقم المسلسل: ٣٥٣٦)

اس حدیث میں عورتوں کا ذکر ایک تمثیل سے کیا گیا ہے اور ان کے اخلاق میں جو کجی ہے' اس کی مثال پسلی کے میڑھے پن سے دی گئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٩٣ ۔ ٢٩٢ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٣٣٢ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ اِنَّ خَلْقَ اَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ اِلَيْهِ مَلَكًا بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَيَكْتُبُ عَمَلَهٗ وَاَجَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَشَقِیٌّ اَوْسَعِيْدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ فَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَايَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَايَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُ النَّارَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہم کو عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو زید بن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث بیان کی اور آپ سب سے زیادہ سچے ہیں' (آپ نے فرمایا:) تم میں سے کسی شخص کی تخلیق (نطفہ) کو اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک جمع کیا جاتا ہے' پھر اتنے دنوں میں وہ نطفہ جما ہوا خون ہو جاتا ہے' پھر اتنے دنوں میں وہ گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے' پھر اللہ اس کی طرف فرشتہ کو چار کلمات کے ساتھ بھیجتا ہے' پس وہ اس کا عمل' اس کی مدتِ حیات اور اس کا رزق لکھتا ہے اور اس کا بدبخت یا نیک بخت ہونا لکھتا ہے' پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے' پس بے شک مرد اہل دوزخ کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے' پھر اس پر لکھا ہوا غالب آتا ہے تو وہ اہل جنت کے عمل کرتا ہے' پس وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور بے شک مرد اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے' پھر اس پر لکھا ہوا غالب آتا ہے' پھر وہ اہل دوزخ کے عمل کرتا ہے' پس وہ دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۰۸' اور ۳۱۸ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ یہ باب کے مطابق نہیں ہے' کیونکہ اس باب کا عنوان ہے: انبیاء علیہم السلام کی احادیث' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی پیدائش کا بیان ہے اور باب کے ساتھ اتنی مناسبت کافی ہے۔

٣٣٣٣ - **حَدَّثَنَا** اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا فَيَقُوْلُ يَارَبِّ نُطْفَةٌ يَارَبِّ عَلَقَةٌ يَارَبِّ مُضْغَةٌ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْلُقَهَا قَالَ يَارَبِّ اَذَكَرٌ اَمْ اُنْثٰى يَارَبِّ شَقِيٌّ اَمْ سَعِيْدٌ فَمَا الرِّزْقُ فَمَا الْاَجَلُ فَيُكْتَبُ كَذٰلِكَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عبیداللہ بن ابی بکر بن انس از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رحم (شکم مادر) کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کیا ہے' وہ کہتا ہے: اے رب! یہ نطفہ ہے' اے رب! یہ جما ہوا خون ہے' اے رب! یہ گوشت کا ٹکڑا ہے' پس جب اللہ اس کی تخلیق کا ارادہ کرے تو وہ کہتا ہے: اے رب! مذکر بناؤں یا مؤنث؟ اے رب! یہ بدبخت ہوگا یا نیک بخت؟ اس کا رزق کتنا ہے؟ اس کی مدتِ حیات کتنی ہے؟ پھر اسی طرح اس کی ماں کے پیٹ میں لکھ دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۸ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٣٤ - **حَدَّثَنَا** قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ اَنَسٍ يَّرْفَعُهٗ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لِاَهْوَنِ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا لَّوْ اَنَّ لَكَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ اَكُنْتَ تَفْتَدِيْ بِهٖ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَقَدْ سَاَلْتُكَ مَاهُوَ اَهْوَنُ مِنْ هٰذَا وَاَنْتَ فِيْ صُلْبِ اٰدَمَ اَنْ لَّا تُشْرِكَ بِيْ فَاَبَيْتَ اِلَّا الشِّرْكَ.

[اطراف الحدیث: ٦٥٣٨-٦٥٥٧] (صحیح مسلم: ۲۸۰۵' الرقم المسلسل: ٦٩٧٧' شرح السنۃ: ۴۴۰۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۴۳' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۶' مسند ابویعلیٰ: ۴۱۹۸' صحیح ابن حبان: ۷۳۴۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۳۱۲- ج ۱۹ ص ۳۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی عمران الجونی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ (قیامت کے دن) اس شخص سے پوچھے گا جسے دوزخ کا سب سے کم عذاب دیا ہوگا: اگر تمام روئے زمین تمہاری ملکیت میں ہوتی تو کیا تم اس عذاب سے نجات کے لیے اس کو فدیہ میں دیتے' وہ شخص کہے گا: جی ہاں! تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جب تم آدم کی پشت میں تھے تو میں نے تم سے اس سے بھی کم چیز کا سوال کیا تھا' (میں نے فرمایا تھا:) تم کسی کو میرا شریک نہ بنانا' سو تم نے شریک بنانے کا بالکل انکار کیا تھا۔

یعنی اس شخص نے دنیا میں آ کر شرک کیا اور اس نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں جو اللہ تعالیٰ سے شرک نہ کرنے کا عہد کیا تھا' اس کو پورا نہیں کیا۔

٣٣٣٥ - **حَدَّثَنَا** عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُرَّةَ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث

مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن مرہ نے حدیث بیان کی از مسروق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا' اس کے قتل کے گناہ کا ایک حصہ آدم کے پہلے بیٹے پر ہو گا کیونکہ اس نے سب سے پہلے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔

[اطراف الحدیث: ٦٨٦٧-٧٣٢١] (صحیح مسلم: ١٦٧٧' الرقم المسلسل: ٤٢٧٠' سنن ترمذی: ٢٦٧٧' سنن نسائی: ٣٩٨٥' سنن ابن ماجہ: ٢٦١٦' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٨ ص ٣٦٤' مصنف عبدالرزاق: ١٩٧١٨' مسند الحمیدی: ١١٨' السنن الکبریٰ: ١١١٤٢' مسند ابویعلیٰ: ٥١٧٩' صحیح ابن حبان: ٥٩٨٣' المعجم الکبیر: ١٠٤٢٩' شرح السنۃ: ١١١' مسند احمد ج ١ ص ٣٨٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٦٣٠- ج ٦ ص ١٣٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا پہلا بیٹا قابیل تھا' جس نے ھابیل کو قتل کیا تھا۔

قابیل نے ھابیل کو کس سبب سے قتل کیا تھا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

جس وقت قابیل نے ھابیل کو قتل کیا تھا اس وقت قابیل کی عمر پچیس سال تھی اور ھابیل کی عمر بیس سال تھی۔

ھابیل کو قتل کرنے کا سبب یہ تھا' جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے دونوں بیٹوں کو قربانی کرنے کا حکم دیا' جس کی بکریاں تھیں اس نے سب سے عمدہ بکری کی قربانی دی' اور جس کے کھیت تھے اس نے سب سے ردّی کھیت کا صدقہ کیا' پس اللہ تعالیٰ نے پہلی قربانی کو قبول فرما لیا ہے۔

مجاہد' سعید بن جبیر' عطاء وغیرہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت حوّاء کے ہاں ہر بار ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے' جب حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں اترے ہوئے ایک سو سال ہو گئے تو ان کے ہاں قابیل اور ایک لڑکی پیدا ہوئی' پھر ھابیل اور ان کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی' حضرت آدم اپنے بیٹے کا نکاح اُس کے ساتھ کرتے تھے جو اس کی جڑواں بہن نہیں ہوتی تھی' جب قابیل اور ھابیل دونوں بالغ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو حکم دیا کہ وہ قابیل کا نکاح' ھابیل کی بہن یوزا سے کر دیں' اور ھابیل کا نکاح قابیل کی بہن اقلیما سے کر دیں اور وہ تمام عورتوں سے زیادہ حسین و جمیل تھی' قابیل اس پر راضی نہیں ہوا' اس نے کہا: میں اپنی بہن کے ساتھ نکاح کرنے کا زیادہ حق دار ہوں' میں اور میری بہن جنت کی اولاد سے ہیں اور ھابیل اور اس کی بہن دنیا کی اولاد سے ہیں' تب حضرت آدم نے کہا: تم دونوں قربانی پیش کرو' قابیل کے کھیت تھے اور ھابیل کی بکریاں تھیں' قابیل نے اپنے ردّی کھیت سے طعام کے ڈھیر کی قربانی دی اور دل میں یہ رکھا کہ جب ھابیل میری بہن سے نکاح کرے گا تو پھر مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میری قربانی قبول ہوتی ہے یا نہیں' ھابیل نے اپنی بکریوں میں سے ایک بہترین اور فربہ بکری کی قربانی دی اور دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو رکھا' اور جب کسی کی قربانی قبول ہوتی تھی تو آسمان سے ایک سفید آگ نازل ہو کر اس کو کھا جاتی تھی' سو آگ نازل ہو کر ھابیل کی قربانی کو کھا گئی اور قابیل کی قربانی میں سے کچھ بھی نہیں کھایا تو قابیل نے اپنے دل میں یہ بات رکھی اور ھابیل کو قتل کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٩٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

٢ - بَابُ الْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ

روحیں جھنڈ کے جھنڈ لشکر ہیں

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد جھنڈ کے جھنڈ لشکر ہیں۔

٣٣٣٦ - قَالَ وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ قَالَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ بِهٰذَا. (صحیح مسلم: ٢٦٣٨، الرقم المسلسل: ٦٦٠٣، صحیح ابن حبان: ٦١٦٨، الادب المفرد: ٩٠١، تاریخ بغداد ج ٣ ص ٣٢٩، شرح السنۃ: ٣٤٧١، مسند احمد ج ٢ ص ٢٩٥، مسند احمد: ٧٩٣٥۔ ج ١٣ ص ٣١٩، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری نے کہا کہ لیث نے یحییٰ بن سعید سے روایت کی از عمرۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ روحیں جھنڈ کے جھنڈ لشکر ہیں، جو وہاں ایک دوسرے سے متعارف ہوتی ہیں، وہ یہاں ایک دوسرے سے محبت کرتی ہیں اور جو وہاں ایک دوسرے سے اجنبی ہوتی ہیں، وہ یہاں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ یحییٰ بن ایوب نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے اسی طرح حدیث بیان کی۔

ارواح کا معنی اور ارواح کے مجتمع لشکر ہونے کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''الارواح'' کا ذکر ہے، یہ ''الروح'' کی جمع ہے، روح وہ جوہر ہے جو جسم کے ساتھ قائم ہے اور اسی کی وجہ سے جسم میں حیات ہوتی ہے۔

اور اس حدیث میں ''جنود مجندہ'' کا ذکر ہے، اس سے جماعاتِ مجتمعہ اور انواعِ مختلفہ مراد ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ اجناسِ مجنسہ ہیں، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ارواح اعراض نہیں ہیں اور وہ اجسام سے پہلے موجود ہیں اور وہ اجسام کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہیں اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے بھائی اُحد میں شہید ہو گئے تو اللہ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیا۔ (سنن ابوداؤد: ٢٥٢٠)

نیز فرمایا: جو روحیں آپس میں متعارف ہوں۔ تعارف کا معنی یہ ہے کہ جن صفات پر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا، وہ ان صفات میں ایک دوسرے کے موافق ہوں، علامہ خطابی نے کہا: اس کی حسبِ ذیل دو صورتیں ہیں:

(١) اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ خیر اور شر میں ہم شکل ہوں، جن روحوں میں خیر ہو وہ اپنی نظیر کی طرف مائل ہوتی ہیں اور جن روحوں میں شر ہو، وہ اپنی جیسی روحوں کی طرف مائل ہوتی ہیں اور جب یہ شکلیں متفق ہوں تو روحیں ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں اور جب یہ شکلیں مختلف ہوں تو پھر روحیں ایک دوسرے سے اجنبی ہوتی ہیں۔

(٢) روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا اور وہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتی تھیں، پھر جب ارواح اجساد میں منتقل ہوئیں تو ان کو وہ پہلا تعارف یاد آ گیا، پھر ہر ایک ان میں سے دوسرے شخص کو پہچانتی تھیں یا اجنبی رہتی تھیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص کسی نیک آدمی سے متنفر ہو تو اس کو اپنے اوصاف کی تفتیش کرنی چاہیے، ضرور اس میں کوئی بُرائی ہو گی جس کی وجہ سے وہ اس نیک آدمی سے متنفر ہے، پھر اس کو چاہیے کہ وہ اس بُری خصلت کے ازالہ کی کوشش کرے، اسی طرح جب کوئی شخص کسی بُری عادتوں والے شخص کی طرف مائل ہو تو اس کو سمجھنا چاہیے کہ اس میں کوئی بُری خصلت ہے، جب ہی وہ اس بُرے آدمی کی طرف مائل ہوا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٩٧، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ارواح مجتمع لشکر ہیں' میں کہتا ہوں: یہ معنی صرف ارواح کی کثرت پر دلالت کرتا ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نیک اور شریف لوگ نیک اور شریف لوگوں سے محبت کرتے ہیں' اسی طرح بُرے لوگ بُرے لوگوں سے محبت کرتے ہیں' لیکن یہ معنی حدیث سے ظاہر نہیں ہوتا' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب ارواح کو پیدا کیا گیا تو بعض ارواح بعض سے متعارف ہوئیں تو دنیا میں جن جسموں میں وہ روحیں آئیں ایک دوسرے سے متعارف ہوئیں اور جو روحیں وہاں متعارف نہیں ہوئی تھیں' وہ دنیا میں بھی متعارف نہیں ہوئیں' اسی وجہ سے تم دیکھتے ہو کہ انسان اپنی بعض اولاد سے محبت کرتا ہے اور بعض سے محبت نہیں کرتا' اگرچہ وہ جن سے محبت نہیں کرتا وہ دوسری اولاد سے زیادہ نیک ہوتی ہے' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ارواح کو اجساد سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور یہ کہ ارواح لطیف اجسام ہیں اور ان میں عقل اور نطق بھی ہے' جیسا کہ اہل حق کا مذہب ہے۔

(الکوثر الجاری ج ۱۵ ص ۲۳۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٣ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ﴾ (هود:٢٥)

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا (ھود:۲۵)

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو قابیل کی اور ان کے موافقین کی طرف بھیجا جو شیث کی اولاد سے تھے' اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کی عمر باون سال تھی' ایک قول یہ ہے کہ اس وقت اُن کی عمر ساڑھے تین سو سال تھی اور ایک قول یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر چار سو اسّی سال تھی۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿بَادِيَ الرَّأْيِ﴾ (هود:٢٧) مَا ظَهَرَ لَنَا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''بادی الرأی'' کا معنی ہے: جو بات ہم پر ظاہر ہوئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ. (هود:٢٧)

تو ان کی قوم میں سے کافر سرداروں نے کہا: (اے نوح!) ہم تمہیں اپنے جیسا ہی بشر سمجھتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ان لوگوں نے کی ہے جو بہ ظاہر ہم میں سے حقیر اور ذلیل ہیں۔

اس آیت میں ''اراذل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ شخص جو ہر ایک سے کم تر ہو۔

﴿اَقْلِعِيْ﴾ (هود:٤٤) اَمْسِكِيْ.

''اقلعی'' کا معنی ہے: رک جا اور ٹھہر جا!

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ.

اور حکم دیا گیا: اے زمین! اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان! رک جا! (ھود:۴۴)

﴿وَفَارَ التَّنُّوْرُ﴾ (هود:٤٠) نَبَعَ الْمَاءُ.

اور ''فار التنور'' کا معنی ہے: پانی اُبل پڑا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ. (ھود:٤٠) حتیٰ کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور نے جوش مارا۔

''فار'' کا معنی ہے: دیگچی کا جوش میں آنا' اور تنور فارسی کا لفظ ہے' جس کو عربی بنایا گیا ہے۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَجْهُ الْاَرْضِ. اور عکرمہ نے کہا: (تنور سے مراد ہے:) زمین کا چہرا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿الْجُوْدِيُّ﴾ (ھود:٤٤) جَبَلٌ بِالْجَزِيْرَةِ. اور مجاہد نے کہا: ''الجودی'' جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ. (ھود:٤٤) اور کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔

''الجودی'' دجلہ اور فرات کے درمیان ایک پہاڑ ہے جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ٹھہر گئی تھی۔

﴿دَاْبٌ﴾ (المؤمن:٣١) مِثْلُ حَالٍ. ''داب'' کا معنی عادت کی مثل ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ. (المؤمن:٣١) جیسے نوح کی قوم کا طریقہ تھا۔

٢ - قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌO﴾ (نوح:١) اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ آپ اپنی قوم کو دردناک عذاب کے آنے سے پہلے ڈرائیںO(نوح:١) آخر سورت تک

اس باب میں سورۂ نوح کا ذکر ہے' اس میں بائیس آیات ہیں اور دردناک عذاب سے مراد ہے: ان پر طوفان کا جو عذاب آیا تھا جس میں حضرت نوح علیہ السلام کے منکر کافر غرق ہو گئے تھے۔

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (یونس:٧١-٧٢)

اور آپ ان پر نوح کا قصہ بیان کیجئے جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر میرا تمہارے درمیان رہنا اور اللہ کی آیتوں کے ساتھ میرا نصیحت کرنا تم پر شاق گزرتا ہے تو (یاد رکھو) کہ میں نے صرف اللہ پر بھروسا کیا ہے' یہ آیت ''مسلمین'' تک پڑھی۔ (یونس:٧٢-٧١)

امام بخاری نے ان آیتوں کا بقیہ حصہ جو ذکر نہیں کیا' ان کا ترجمہ درج ذیل ہے:

سو اب تم سب مل کر اپنی تدبیر پکی کر لو اور اپنے معبودوں کو (بھی ساتھ) ملا لو پھر تمہاری تدبیر تم پر بالکل مخفی نہ رہے' پھر تم جو کچھ میرے ساتھ کر سکتے ہو کر لو' اور مجھے مہلت نہ دوO پس اگر تم اعراض کرو تو میں تم سے (اپنی نصیحت کا) کچھ صلہ نہیں مانگتا' میرا اجر تو صرف اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے' اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں مسلمانوں میں سے رہوںO (یونس:٧٢-٧١)

٣٣٣٧ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَالِمٌ وَّقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از یونس از زہری'

عَنْهُمَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنِّي لَمُنْذِرُكُمُوْهُ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ لَقَدْ أَنْذَرَ نُوْحٌ قَوْمَهُ وَلٰكِنِّي أَقُوْلُ لَكُمْ فِيْهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ تَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ أَعْوَرُ وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ.

سالم نے کہا: اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے' پس آپ نے اللہ عزوجل کی ایسی حمد وثناء کی جو اس کی شان کے لائق ہے' پھر آپ نے دجال کا ذکر کیا' پس فرمایا: میں تم کو دجال سے ڈرا رہا ہوں اور ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے' حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا' لیکن میں تم کو دجال کے متعلق ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی' تم جانتے ہو وہ کانا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۳۸ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ بِهِ نَبِيٌّ قَوْمَهُ إِنَّهُ أَعْوَرُ وَإِنَّهُ يَجِيْءُ مَعَهُ بِمِثَالِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِي يَقُوْلُ إِنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ وَإِنِّي أُنْذِرُكُمْ بِهِ كَمَا أَنْذَرَ بِهِ نُوْحٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَوْمَهُ. (صحیح مسلم: ۲۹۳۶' الرقم المسلسل: ۷۲۶۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو دجال کی خبر نہ دوں؟ کسی نبی نے اپنی قوم کو یہ نہیں بتایا کہ دجال کانا ہے' بے شک وہ کانا ہے' وہ اپنے ساتھ جنت اور دوزخ کی مثال لائے گا' پس جس کے متعلق وہ کہے گا: یہ جنت ہے' وہ دراصل دوزخ ہے اور میں تم کو اس سے اس طرح ڈراتا ہوں جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔

جنت کی مثال سے مراد ہے: جنت کی تصویر' حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ڈرانے کی مشابہت اس میں ہے کہ وہ جنت کی تصویر لائے گا ورنہ دجال سے ڈرانا حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

۳۳۳۹ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيْءُ نُوْحٌ وَأُمَّتُهُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُوْلُ نَعَمْ أَيْ رَبِّ فَيَقُوْلُ لِأُمَّتِهِ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ لَا مَا جَاءَنَا مِنْ نَبِيٍّ فَيَقُوْلُ لِنُوْحٍ مَنْ يَشْهَدُ لَكَ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمَّتُهُ فَنَشْهَدُ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ وَهُوَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (البقرۃ: ۱۴۳) وَالْوَسَطُ الْعَدْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن زیاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابوصالح از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت آئیں گے' پس اللہ تعالیٰ پوچھے گا: کیا آپ نے تبلیغ کی تھی' وہ کہیں گے: جی ہاں! اے میرے رب! پس اللہ تعالیٰ ان کی امت سے پوچھے گا: کیا انہوں نے تم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: نہیں! ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا' پھر اللہ تعالیٰ حضرت نوح سے فرمائے گا: تمہارے حق میں کون

[اطراف الحدیث: ۴۴۸۷-۷۳۴۹] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

گواہی دے گا' پس وہ کہیں گے: (سیّدنا) محمد ﷺ اور ان کی امت' پس ہم گواہی دیں گے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی' اور یہ اللہ عز وجل کے ارشاد کا مصداق ہے: (اے مسلمانو!) اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ (البقرہ: ۱۴۳) اور وسط سے مراد بہترین ہے۔

دوسری احادیث میں ہے کہ حضرت نوح کی قوم کہے گی: سیّدنا محمد ﷺ کی امت ہمارے متعلق کیسے گواہی دے گی جب کہ ہم پہلی امت ہیں اور وہ آخری اُمت ہیں' پھر ہم کہیں گے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف رسول بھیجا اور ان پر کتاب نازل کی اور اس کتاب میں تمہاری خبر تھی۔

٣٣٤٠ - **حَدَّثَنِیْ** اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْحَيَّانَ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ دَعْوَةٍ فَرُفِعَ اِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهٗ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً وَّقَالَ اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هَلْ تَدْرُوْنَ بِمَنْ يَّجْمَعُ اللّٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فِیْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَيُبْصِرُهُمُ النَّاظِرُ وَ يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِیْ وَتَدْنُوْ مِنْهُمُ الشَّمْسُ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ اَلَا تَرَوْنَ اِلٰی مَا اَنْتُمْ فِيْهِ اِلٰی مَابَلَغَكُمْ اَلَا تَنْظُرُوْنَ اِلٰی مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ اِلٰی رَبِّكُمْ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ اَبُوْكُمْ اٰدَمُ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ يَا اٰدَمُ اَنْتَ اَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ وَاَسْكَنَكَ الْجَنَّةَ اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰی رَبِّكَ اَلَا تَرٰی مَانَحْنُ فِيْهِ وَمَا بَلَغَنَا فَيَقُوْلُ رَبِّیْ غَضِبَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَنَهَانِیْ عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهٗ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی غَيْرِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی نُوْحٍ فَيَاْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُوْنَ يَانُوْحُ اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ وَسَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا اَمَا تَرٰی اِلٰی مَانَحْنُ فِيْهِ اَلَا تَرٰی اِلٰی مَابَلَغَنَا اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰی رَبِّكَ فَيَقُوْلُ رَبِّیْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِئْتُوا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحیان نے حدیث بیان کی از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک دعوت میں تھے' پس نبی ﷺ کے پاس ایک بکری کی دستی لائی گئی اور آپ کو وہ پسند تھی' آپ نے اس کا کچھ حصہ دانتوں سے کھایا اور فرمایا: میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا' کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اوّلین اور آخرین کو ایک زمین میں جمع فرمائے گا' (اس طرح کہ) دیکھنے والا ان سب کو دیکھ سکے گا اور ان کو بلانے والا ان تک آواز پہنچا سکے گا اور سورج ان سے قریب ہو جائے گا' پس کوئی شخص کہے گا: کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ تم کس حال میں ہو اور تمہیں کہاں تک مصیبت پہنچ چکی ہے' کیا تم کسی شخص کو نہیں دیکھتے جو تمہارے رب تک تمہاری سفارش کر سکے' پس کوئی شخص کہے گا: تمہارے باپ حضرت آدم ہیں' پھر لوگ ان کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے آدم! آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے' اور آپ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے اور فرشتوں کو آپ کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے' سو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا ہے اور آپ کو جنت میں ٹھہرایا تھا' کیا آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش نہیں کرتے' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کتنی سخت مصیبت میں ہیں اور ہماری مصیبت کہاں تک پہنچ چکی ہے' تو حضرت آدم کہیں گے کہ آج میرا رب اتنے شدید

وَسَلَّمَ فَيَأْتُوْنِي فَاَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ لَّا اَحْفَظُ سَائِرَهٗ.

[اطراف الحدیث:٣٣٦١-٣٣٤٠-٤٧١٢] (صحیح مسلم:١٩٤ الرقم المسلسل: ٣٦٨ سنن ابن ماجہ:٤٣١٢)

غضب میں ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں نہیں آیا اور نہ آج کے بعد کبھی اتنے غضب میں آئے گا اور میرے رب نے مجھے ایک درخت سے منع کیا تھا' پس میں نے (بھول کر یا اپنے اجتہاد سے) اس کی نافرمانی کی' مجھے اپنے نفس کی فکر ہے' مجھے اپنے نفس کی فکر ہے' تم لوگ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ' تم نوح کے پاس جاؤ' پھر لوگ حضرت نوح کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے نوح! آپ زمین والوں کی طرف پہلے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت شکر گزار بندہ فرمایا ہے' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس مصیبت میں ہیں اور ہماری مصیبت کہاں تک پہنچ چکی ہے' کیا آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت نہیں کریں گے' پس وہ کہیں گے کہ آج میرا رب اتنے شدید غضب میں ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں نہیں آیا اور نہ اس کے بعد کبھی اتنے غضب میں آئے گا' مجھے اپنے نفس کی فکر ہے' مجھے اپنے نفس کی فکر ہے' تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ' پھر لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں عرش کے نیچے سجدہ کروں گا' پس کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھائیے اور شفاعت کیجئے' آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطاء کیا جائے گا۔ محمد بن عبید نے کہا: مجھے پوری حدیث یاد نہیں ہے۔

بکری کی دستی کو پسند فرمانے کی وجہ اور دنیا اور آخرت میں آپ کی سیادت پر اشکال کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کی دستی پسند تھی' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اچھی طرح پک جاتی ہے' زود ہضم ہوتی ہے اور زیادہ لذیذ ہوتی ہے۔

نیز اس حدیث میں فرمایا: میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا' قیامت کے دن کی تخصیص اس لیے فرمائی ہے کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوگی۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہونا' دنیا میں آپ کے سردار ہونے کے منافی نہیں ہے' سو آپ دنیا اور آخرت دونوں میں تمام لوگوں کے سردار ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مجھے انبیاء کے درمیان فضیلت مت دو۔ (صحیح البخاری: ٦٩١٦' صحیح مسلم: ٢٣٧٤' سنن ابوداؤد: ٤٦٦٨' مصنف ابن ابی شیبہ ج١١ ص٥٢٦' مسند احمد ج٣ ص٥٣١' مشکوۃ: ٥٧٠٩' کنز العمال: ٣٢٣٧٤)

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بندہ کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں

یونس بن متی سے افضل ہوں۔ (صحیح البخاری: ۳۴۱۳، صحیح مسلم: ۲۳۷۷، سنن ابوداؤد: ۴۶۶۹، اتحاف ج ۲ ص ۱۰۵)

یہ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا اور آخرت میں سردار ہونے کے منافی ہیں، ان احادیث کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ ارشاد اس زمانہ پر محمول ہیں جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی سیادت کی خبر نہیں دی تھی۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا: مجھے یونس بن متی پر فضیلت مت دو، یہ آپ کی تواضع اور انکسار ہے۔

(۳) ان احادیث کا یہ معنی ہے کہ نفس نبوت اور رسالت میں مجھے کسی نبی پر فضیلت مت دو کیونکہ نفس نبوت اور رسالت میں سب نبی اور رسول برابر ہیں، اور آپ کی فضیلت آپ کے بلند درجات اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ قرب اور اللہ تعالیٰ کی آپ سے زیادہ محبت اور لطف اور آپ کی زیادہ کرامات کے اعتبار سے ہے۔

(۴) ان احادیث کا محمل یہ ہے کہ مجھے تم فضیلت مت دو کیونکہ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے۔

(۵) مجھے دوسرے رسولوں پر اس طرح فضیلت نہ دو جو دوسرے رسولوں کی تنقیص کو مستلزم ہو۔

جیسے یہ شعر ہے:

آج یوسف بھی ان کی غلامی میں ہے تم نے دیکھا زلیخا ہمارا نبی

مؤخر الذکر دو جواب اس ناکارہ کا اضافہ ہیں۔

نوٹ: یہ شعر حدائق بخشش میں نہیں ہے، لہٰذا اعلیٰ حضرت کی طرف اس شعر کی نسبت صحیح نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے غضب میں ہونے پر اعتراض کا جواب اور حضرت نوح علیہ السلام کے اوّل الرسل ہونے کی توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آج اللہ اتنے شدید غضب میں ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں نہیں آیا۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ غضب کا معنی ہے: خون کا جوش میں آنا اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غضب سے مراد ہے: عذاب دینے کا ارادہ کرنا، اور یہ غضب کا لازمی معنی ہے، اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے نافرمانوں سے انتقام لینے کا ارادہ فرمائے اور میدانِ محشر میں جن ہولناک چیزوں کا ظہور ہوگا، جیسے جب اس دن بچے بوڑھے ہو جائیں گے، آسمان اس دن کی شدت سے پھٹ جائے گا تو ایسی ہولناک چیزوں کا پہلے کبھی ظہور ہوا تھا اور نہ بعد میں کبھی ہو گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''نفسی نفسی'' اس کا معنی ہے: آج تو مجھے خود اپنے لیے شفاعت کی ضرورت ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام سے لوگوں نے کہا: آپ پہلے رسول ہیں، اس پر یہ اعتراض ہے کہ پہلے رسول تو حضرت آدم ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نوح تمام زمین والوں کے رسول ہیں اور حضرت آدم کے زمانہ میں زمین والے موجود نہ تھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی رسالت تشریع کے لیے نہ تھی، صرف اولاد کی تربیت کے لیے تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت تشریع کے لیے تھی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام صرف نبی تھے، رسول نہ تھے اور حضرت نوح رسول تھے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم رسول تھے مگر اولوالعزم رسول نہ تھے اور حضرت نوح اولوالعزم رسول تھے۔

پانچواں جواب علامہ داؤدی نے دیا ہے کہ ایک روایت میں ہے: حضرت آدم مرسل تھے، اس لیے یہی صحیح ہے کہ حضرت نوح

زمین والوں کی طرف پہلے رسول تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۰۴ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

قیامت کے دن نبیوں کے پاس طلب شفاعت کے لیے جانے کی تفصیل

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت آدم رسول نہیں ہیں' اس قول کو علامہ کرمانی نے نقل کیا ہے' علامہ عینی فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ حضرت آدم نبی اور رسول ہیں' ان پر حضرت جبریل نازل ہوئے اور ان پر صحیفے نازل کیے گئے اور انہوں نے اپنی اولاد کو احکامِ شرعیہ کی تعلیم دی اور علامہ ابن بطال کا قول صحیح نہیں ہے۔

اور جس نے یہ کہا کہ حضرت آدم رسول ہیں اور نبی نہیں ہیں' اس کا قول فاسد ہے کیونکہ ہر رسول نبی ہوتا ہے اور نبوت رسالت کے لوازم میں سے ہے۔

حضرت نوح نے کہا: تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ۔ اس سے مراد ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' کیونکہ آپ نے فرمایا: پھر لوگ میرے پاس آئیں گے۔

اس حدیث کے راوی محمد بن عبید نے کہا: مجھے یہ حدیث مکمل یاد نہیں ہے کیونکہ یہ بہت طویل حدیث ہے' اور دوسری روایات میں دیگر انبیاء علیہم السلام کا بھی ذکر ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت نوح علیہ السلام کے اس قول کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ' یہ محمد بن عبید کا وہم ہے' ان لوگوں کو حضرت نوح علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف رہنمائی کی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف رہنمائی کی تھی' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رہنمائی کی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رہنمائی کی۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ لوگوں کے حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف جانے میں ایک ہزار سال کا عرصہ لگا' اسی طرح ہر نبی کی طرف جانے میں ایک ہزار سال کا عرصہ لگا' حتیٰ کہ لوگ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے۔ (میں کہتا ہوں: یہ قول بھی مخدوش ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

جو رسولوں کی سب سے زیادہ اتباع کرنے والے ہوں گے' وہ بھی قیامت کے دن شفاعت کریں گے اور سب سے پہلے ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کریں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۰۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

قیامت کے دن لوگوں کا طلبِ شفاعت کے لیے تمام نبیوں کے پاس جانا

میں کہتا ہوں کہ ان احادیث میں مذکور ہے کہ لوگ پانچ نبیوں کے پاس طلبِ شفاعت کے لیے جائیں گے' لیکن صحیح یہ ہے کہ لوگ تمام نبیوں کے پاس طلبِ شفاعت کے لیے جائیں گے اور ہر نبی انہیں دوسرے نبی کے پاس بھیج دے گا' اور آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیج دیں گے' اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ دو زانو بیٹھے ہوں گے' ہر امت اپنے اپنے نبی کے پاس جائے گی' وہ کہیں گے: اے فلاں! شفاعت کیجئے حتیٰ کہ یہ (طلب) شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر ختم ہو گی' پس یہی وہ دن ہے جب اللہ آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔ (صحیح البخاری: ۴۷۱۸)

ہمارے بعض کرم فرماؤں نے دو وجہوں سے اس صحیح حدیث کو مسترد کر دیا ہے' ایک وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے بلکہ حضرت ابن عمر کا قول ہے اور حدیث موقوف ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں

ایک راوی ہے: اسماعیل بن ابان اور وہ شیعہ ہے پہلے ہم پہلے اعتراض کا جواب ذکر کرتے ہیں:

قیامت کے دن تمام نبیوں کے پاس طلبِ شفاعت کے لیے جانے کی حدیث حکماً مرفوع ہے

ہم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول حکماً مرفوع ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کیونکہ اس قول کا تعلق احوالِ آخرت کے ساتھ ہے اور صحابی کے جس قول کا تعلق قیاس اور اجتہاد سے نہ ہو بلکہ احوالِ آخرت کے ساتھ ہو وہ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہوتا ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

جو حدیث قولی حکماً مرفوع ہو اس کی مثال یہ ہے کہ جو صحابی اسرائیلیات سے اخذ نہ کرتا ہو اور اس قول میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو اور اس کا تعلق لغوی معنی کے بیان یا غیر مانوس لفظ کی شرح سے نہ ہو جیسے ابتداء خلق کی ماضی کی خبریں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خبریں یا جنگوں اور فتنوں کی مستقبل کی خبریں اور یومِ قیامت کے احوال کی خبریں۔

(شرح نخبۃ الفکر ص ۷۸۔۷۷ الرحیم اکیڈمی کراچی ۱۴۱۸ھ)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول میں احوالِ یومِ قیامت کی خبر ہے لہٰذا ان کا یہ قول حکماً حدیث مرفوع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

متشیع اور شیعہ رافضی کا فرق

ہمارے کرم فرمانے صحیح بخاری کی اس صحیح حدیث کو مسترد کرنے کے لیے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ اس کا ایک راوی اسماعیل بن ابان ازدی شیعہ ہے اور اس کے ثبوت میں انہوں نے یہ لکھا ہے کہ حافظ شمس الدین ذہبی نے ان کے متعلق لکھا ہے: ''کان یتشیع'' (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۱۲) اور اس کا ترجمہ انہوں نے یہ کیا ہے کہ وہ شیعہ مذہب کے پیرو تھے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کے متعلق لکھا ہے: ''اسماعیل بن ابان تکلم فیه للتشیع'' (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۳۱) اور اس عبارت کا ترجمہ انہوں نے اس طرح کیا ہے: یعنی اسماعیل بن ابان شیعہ ہونے کی وجہ سے مختلف فیہ ہیں۔ (الذنب فی القرآن ص ۵۱۷۔۵۱۶ ملخصاً)

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر دونوں نے ''تشیع'' کا لفظ لکھا ہے اور اس کا ترجمہ شیعہ مذہب کا پیرو کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ یہ غلط فہمی یا مغالطہ آفرینی پر مبنی ہے حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر دونوں نے تشیع اور شیعہ کا فرق بیان کیا ہے:

حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

بدعت کی دو قسمیں ہیں: ایک بدعت صغریٰ جیسے تشیع کا غلو یا غلو اور تحریف کے بغیر تشیع اور یہ اکثر تابعین اور تبع تابعین میں ہے جو متقی اور صادق تھے اگر ان کی احادیث کو مسترد کر دیا جائے تو بہ کثرت احادیث نبویہ مسترد ہو جائیں گی اور اس بات کا فساد بالکل واضح ہے۔

دوسری قسم بدعت کبریٰ ہے جیسے مکمل رافضی ہونا اور اس میں غلو کرنا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا مرتبہ کم کرنا اور اس کی دعوت دینا سو اس قسم کے راویوں کی روایت سے استدلال نہیں کیا جاتا۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۱۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کے عرف میں تشیع یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی جائے اور یہ کہا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی تمام جنگوں میں حق پر تھے اور ان کا مخالف خطاء پر تھا اور وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو حضرت علی پر مقدم رکھتا ہو

اور افضل قرار دیتا ہو اور ان میں سے بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل تھے اور جب وہ شخص اس اعتقاد کے ساتھ متقی اور صادق ہو تو اس وجہ سے اس کی روایت مسترد نہیں کی جائے گی' اور متاخرین کے عرف میں تشیع محض رافضی ہونے کو کہتے ہیں' لہٰذا رافضی غالی کی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۸۶۔۸۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نیز اگر متقدمین راویوں میں سے کسی کے متعلق یہ لکھا ہو کہ وہ تشیع کرتا تھا اور اس وجہ سے اس کی روایت کو مسترد کر دیا جائے تو بہت ساری مستند اور صحیح احادیث کو مسترد کرنا پڑے گا' دیکھئے امام احمد اور امام بخاری کے استاد امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ کے متعلق بھی لکھا ہوا ہے کہ وہ تشیع کرتے تھے' حالانکہ تمام محدثین کے نزدیک ان کی روایت حجت ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر متوفی ۸۵۲ھ' امام عبدالرزاق کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابن عدی نے کہا کہ امام عبدالرزاق کی بہ کثرت روایات ہیں اور بہت ثقہ مسلمانوں اور اماموں نے ان سے حدیث لینے کے لیے ان کی طرف سفر کیا ہے اور ان کی روایات کو لکھا ہے' مگر انہوں نے ان کی طرف تشیع کی نسبت کی ہے اور انہوں نے فضائل میں ایسی احادیث روایت کی ہیں جن کی کسی نے متابعت نہیں کی' اس وجہ سے ان کی روایت کی مذمت کی گئی ہے اور جہاں تک ان کے صدق کا تعلق ہے تو مجھے امید ہے' اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ٦ ص ۲۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیوت' ۱۴۱۵ھ)

اسماعیل بن ابان کے متعلق ائمہ حدیث کی آراء

ہمارے کرم فرما نے صحیح بخاری کی حدیث صحیح کو اسماعیل بن ابان کی وجہ سے مسترد کر دیا ہے۔ آیئے! دیکھتے ہیں کہ اسماعیل بن ابان کے متعلق ائمہ حدیث کی کیا آراء ہیں:

امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ' اسماعیل بن ابان کے متعلق لکھتے ہیں:

اسماعیل بن ابان ابو اسحاق الوراق الازدی الکوفی' انہوں نے یعقوب القمی اور عبدالحمید بن بہرام سے سماع کیا ہے اور یہ بہت صادق ہیں۔ (التاریخ الکبیر: ۱۰۹۲۔ ج ۱ ص ۳۲٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حافظ جمال الدین ابی الحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ' اسماعیل بن ابان کے متعلق لکھتے ہیں:

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے والد سے روایت کی کہ وہ ثقہ ہے۔

احمد بن منصور الرمادی' امام ابوداؤد اور محمد بن عبداللہ الحضرمی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

امام بخاری نے کہا: وہ بہت صادق ہے۔

امام نسائی نے کہا: اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عباس الدوری نے یحییٰ بن معین سے روایت کی کہ اسماعیل بن ابان الوراق ثقہ ہے اور اسماعیل بن ابان الغنوی کذاب ہے۔

ابو احمد بن عدی نے کہا کہ وہ کوفیوں کے تشیع کی طرف مائل تھا اور جہاں تک صدق کا تعلق ہے تو وہ روایت میں بہت سچا تھا۔

(تہذیب الکمال ج ۲ ص ۱۲۰۔۱۱۹' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ' اسماعیل بن ابان کے متعلق لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کہا: یہ بہت صادق ہیں' اور دوسروں نے کہا: یہ تشیع کرتے تھے' اور حاکم نے دارقطنی سے روایت کی ہے کہ یہ میرے نزدیک قوی نہیں ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳٦۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱٦ھ)

واضح رہے کہ یہ دارقطنی کی منفرد رائے ہے' اور انہوں نے تو امام اعظم رحمہ اللہ کو بھی ضعیف کہا ہے۔ ہمارے کرم فرما نے میزان

الاعتدال کی عبارت سے امام بخاری کا یہ قول نقل نہیں کیا کہ وہ بہت صادق تھے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اسماعیل بن ابان کے متعلق لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل احمد بن منصور رمادی امام ابوداؤد اور مطین نے کہا: یہ ثقہ ہیں۔

امام بخاری نے کہا: یہ بہت سچے ہیں امام نسائی نے کہا: ان میں کوئی حرج نہیں ابن معین نے کہا: اسماعیل بن ابان الوراق ثقہ ہیں اور اسماعیل بن ابان الغنوی کذاب ہیں الجوزجانی نے کہا: یہ حق سے اعراض کرتے تھے لیکن حدیث میں جھوٹ نہیں بولتے تھے ابن عدی نے کہا: ان میں کوفیوں کا تشیع تھا اور رہا صدق تو وہ روایت کرنے میں بہت سچے تھے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ان کا عیب شدتِ تشیع تھا سماعِ حدیث میں اِن کا کوئی عیب نہیں ہے۔ دارقطنی نے کہا: وہ ثقہ مامون ہیں امام احمد نے ان کی تحسین کی لیکن میرے نزدیک وہ قوی نہیں ہیں ابن شاہین نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے عثمان بن ابی شیبہ نے کہا: اسماعیل بن الوراق ثقہ اور صحیح الحدیث ہیں اور ابواحمد الحاکم نے کہا: وہ ثقہ ہیں اور ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے ابن المدینی نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے اور جعفر بن محمد نے کہا: وہ ثقہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۴۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اسماعیل بن ابان الوراق الازدی کو دارقطنی کے سوا تمام محدثین نے ثقہ اور صدوق لکھا ہے اور رہا ان کے متعلق تشیع کا قول تو ہم اس کی پہلے وضاحت کر چکے ہیں کہ متقدمین میں تشیع کوئی عیب نہیں تھا ہاں! متاخرین میں تشیع رفض کے مترادف ہے اور اسماعیل بن ابان الازدی متقدمین میں سے ہیں ان کی وفات ۲۱۶ھ میں ہوئی ہے اور وہ امام بخاری کے بلاواسطہ استاذ ہیں اور ان کی وجہ سے صحیح بخاری کی حدیث کو ضعیف قرار دینا سراسر تعصب اور ہٹ دھرمی ہے۔

تمام انبیاء سے طلبِ شفاعت کے لیے لوگوں کے جانے کے متعلق مستند علماء کی تصریحات

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے بھی صحیح بخاری کی زیرِ بحث حدیث (۴۷۱۸) سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت پر استدلال کیا ہے۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۳۸۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ یوسف نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں:

شیخ عزالدین عبدالسلام نے اپنی کتاب "نہایت السؤل فی ما نسخ من تفضیل الرسول" میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء پر کئی وجوہ سے فضیلت عطاء فرمائی ہے از اں جملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب (بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں) کو بخش دیا ہے اور یہ منقول نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باقی انبیاء علیہم السلام میں سے کسی اور کے متعلق بھی اس طرح خبر دی ہو بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ خبر نہیں دی کیونکہ ان میں سے ہر نبی سے جب محشر میں شفاعت طلب کی جائے گی تو وہ اپنی (ظاہری) خطاء کو یاد کریں گے اور نفسی نفسی کہیں گے اور اگر ان میں سے ہر نبی کو اپنی اس (ظاہری) خطاء کی مغفرت کا علم ہوتا تو وہ اس طرح نہ کہتے اور جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخلوق شفاعت طلب کرے گی تو آپ فرمائیں گے: "انا لھا" میں ہی اس شفاعت کے لیے نامزد ہوں۔ (جواہر البحار ج ۴ ص ۲۵۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد الخفاجی المتوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

ہر امت اپنے نبی کا نام لے کر یہ سوال کرے گی کہ وہ اپنے رب کے پاس ان کے لیے شفاعت کریں تاکہ وہ محشر کی ہولناکی سے نجات پا جائیں اور ہر نبی ان کو یہ جواب دے گا کہ وہ اس شفاعت پر قادر نہیں ہیں پھر وہ دوسرے رسولوں کے پاس جائیں گے اور

وہ بھی ان کو اسی طرح جواب دیں گے، حتیٰ کہ نبی ﷺ تک شفاعت پہنچے گی یعنی تمام امتیں اور ان کے رسول ایک کے بعد ایک کر کے نبی ﷺ تک پہنچیں گے اور آپ سے شفاعت کی التجاء کریں گے سو آپ ان کی التجاء قبول کریں گے اور ان کے لیے شفاعت کریں گے پس آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۹۶ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ ھ لکھتے ہیں:

اور صحیح یہ ہے کہ تمام انبیاء اور مرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین اس مقام پر شفاعت کرنے سے عاجز اور قاصر ہوں گے اور سوائے سیّد المرسلین و امام النبیین کے سب عذر پیش کریں گے کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نہایت قرب اور عزت مخصوص ہے اور آپ محمود اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اسی وجہ سے دوسری احادیث میں یہ وارد ہے کہ تمام انبیاء یہ کہیں گے کہ ہم اس کام کے لائق نہیں ہیں اور عذر پیش کریں گے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۰۸ ' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ' بلوچستان)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو کہیں گے کہ میں شفاعت کا اہل نہیں ہوں' تو یہ ان کی تواضع ہے اور لوگوں کے سوال پورا کرنے کو اپنے مقام سے بڑا اور برتر سمجھنا ہے' یعنی یہ مقام ان کے لیے نہیں بلکہ دوسرے کے لیے ہے اور ان نبیوں میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف رہنمائی کرے گا' حتیٰ کہ شفاعت کرنے کا مرتبہ اس کے اہل تک پہنچ جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان نبیوں کو یہ علم ہو کہ یہ شفاعت ہمارے نبی سیّدنا محمد ﷺ کا منصب ہے' اسی وجہ سے نبی ﷺ نے لوگوں کی اس درخواست کو قبول فرمایا کیونکہ یہ عزت اور یہ مقام آپ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۵۷۷ ' دارالوفاء' ۱۴۱۹ ھ)

علامہ محی الدین نووی متوفی ۶۷۶ ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ تمام رسل' بشر' ملائکہ مقربین بلکہ تمام مخلوق سے افضل ہیں کیونکہ اس عظیم مقام اور اس شفاعت عظمیٰ پر آپ کے سوا کوئی اور قادر نہیں ہوا۔

(شرح صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۲ ص ۱۰۵۶ ' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ ھ' مرقات ج ۹ ص ۵۱۶ ' المکتبۃ الحقانیہ' پاکستان)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ ھ لکھتے ہیں:

اس دن آدمی صفی اللہ سے عیسیٰ کلمۃ اللہ تک سب انبیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نفسی نفسی فرمائیں گے اور حضور اقدس ﷺ ''انا لها انا لها'' میں ہوں شفاعت کے لیے' میں ہوں شفاعت کے لیے (فرمائیں گے)' انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین سب ساکت ہوں گے اور وہ متکلم' سب سر بگریباں' وہ ساجد و قائم' سب محلِ خوف میں وہ امن و ناعم' سب اپنی فکر میں انہیں فکرِ عوالم' سب زیرِ حکومت وہ مالک و حاکم' بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کریں گے' ان کا رب انہیں فرمائے گا: ''یا محمد! ارفع رأسك وقل تسمع وسل تعطه واشفع تشفع'' اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمہاری عرض سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں عطاء ہوگا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہے۔ اس وقت اوّلین و آخرین میں حضور (ﷺ) کی حمد و ثناء کا غلغلہ پڑ جائے گا اور دوست' دشمن' موافق' مخالف ہر شخص حضور (ﷺ) کی افضلیت کبریٰ و سیادتِ عظمیٰ پر ایمان لائے گا۔ والحمد للہ رب العلمین!

(فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۱۷۱-۱۷۰ ' رضاء فاؤنڈیشن' لاہور' تجلی الیقین ص ۳۵)

حرفِ آخر اور پانچ نبیوں کے خصوصی ذکر کی توجیہ

الحمد للہ رب العلمین! ہم نے صحیح حدیث سے بیان کر دیا کہ قیامت کے دن لوگ طلبِ شفاعت کے لیے تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس جائیں گے اور اس حدیث پر جو یہ اعتراض کیا گیا تھا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث موقوف ہے' تو ہم نے واضح کر دیا کہ یہ

حدیث حکماً مرفوع ہے اور اس حدیث کی سند پر یہ اعتراض کیا گیا تھا کہ اسماعیل بن ابان شیعہ راوی ہے' سو ہم نے یہ بتا دیا کہ یہ راوی شیعہ نہیں ہے متشیع ہے اور قدیم راویوں میں متشیع صحیح العقیدہ ہوتا ہے اور اس کی روایت مقبول اور حجت ہوتی ہے اور ہم نے اس پر اسماء رجال کے ماہرین کی توثیق بھی پیش کر دی اور آخر میں ان مستند علماء کے حوالہ جات پیش کر دیئے' جنہوں نے اس حدیث سے استدلال کر کے یہ لکھا ہے کہ میدانِ حشر میں لوگ تمام نبیوں کے پاس جائیں گے اور آخر میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جائیں گے۔

بعض احادیث میں یہ مذکور ہے کہ قیامت کے دن لوگ پانچ نبیوں کے پاس جائیں گے' پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس' پھر حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس جائیں گے' اس کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ لوگ جائیں گے تو سب نبیوں کے پاس لیکن ان احادیث میں خصوصیت کے ساتھ ان پانچ نبیوں کا ذکر کیا گیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام تمام نبیوں بلکہ تمام انسانوں کے باپ ہیں اور باقی چار نبی اولوالعزم نبی ہیں' اس لیے ان کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا۔

اس مقام پر دو حدیثوں کا ذکر ہے' ایک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح مرفوع حدیث ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ عرصہ محشر میں لوگ پانچ نبیوں کے پاس طلبِ شفاعت کے لیے جائیں گے' دوسری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکماً مرفوع حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن لوگ دوزانو بیٹھے ہوں گے' ہر امت اپنے اپنے نبی کے پاس جائے گی' وہ کہیں گے: اے فلاں! شفاعت کیجئے! حتیٰ کہ یہ (طلب) شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر ختم ہو گی' پس یہی وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔ (صحیح البخاری: ۴۷۱۸)

ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے' ایک کے ثبوت سے دوسری کی نفی اور ایک کے اقرار سے دوسری کا انکار لازم نہیں آتا' جس حدیث میں صرف پانچ نبیوں کا ذکر ہے اس میں اجمال ہے اور جس حدیث میں سب نبیوں کا ذکر ہے' اس میں تفصیل ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

ایک حدیث میں اس طرح مذکور ہے: اس حدیث کو ہمارے کرم فرما نے تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۴۲ کے حوالے سے ذکر کیا ہے' لیکن تفسیر ابن کثیر کوئی حدیث کی کتاب نہیں ہے' اس لیے ہم اس حدیث کو اصل ماخذ سے لکھ رہے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر امتیں پیش کی گئیں' پس ایک نبی کے ساتھ امت گزر رہی تھی' اور ایک نبی کے ساتھ جماعت گزر رہی تھی' اور ایک نبی کے ساتھ دس آدمی گزر رہے تھے اور ایک نبی کے ساتھ پانچ آدمی گزر رہے تھے اور ایک نبی تنہا اور اکیلے گزر رہے تھے۔ (الحدیث) (صحیح البخاری: ۶۵۴۱' صحیح مسلم: ۲۲۰' سنن ترمذی: ۲۴۴۶' صحیح ابن حبان: ۶۴۳۰' شعب الایمان: ۱۱۶۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۴۸۔ ج ۴ ص ۲۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سنن ترمذی اور سنن نسائی میں ہے کہ یہ واقعہ شبِ معراج کا ہے اور اس کے الفاظ یوں ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نبی اور نبیوں کے ساتھ گزرتے اور ان کے ساتھ لوگ ہوتے اور نبی اور نبیوں کے ساتھ گزرتے اور ان کے ساتھ جماعت ہوتی اور ایک نبی اور نبیوں کے ساتھ گزرتے اور ان کے ساتھ ایک شخص بھی نہ ہوتا۔ (الحدیث) (سنن ترمذی: ۲۴۴۶)

پس اگر یہ حدیث محفوظ ہے تو یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ معراج متعدد بار ہوئی ہے اور مدینہ میں بھی ہوئی ہے' سوا اس معراج کے جو مکہ میں ہوئی تھی' کیونکہ امام احمد اور امام بزار نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج رات

تمام انبیاء مجھ پر پیش کیے گئے' ایک نبی گزرتا اور اس کے ساتھ تین آدمی ہوتے اور ایک نبی گزرتا اور اس کے ساتھ ایک جماعت ہوتی اور امام بزار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی' حتیٰ کہ بعض اصحاب مسجد میں سو گئے (الیٰ ان قال) اس کے سوا اور بھی کئی بار ایسا ہوا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں انبیاء کو دیکھا' ان میں سے آپ نے بعض مرتبہ مکہ میں دیکھا اور بعض مرتبہ مدینہ میں ہجرت کے بعد دیکھا' اور زیادہ تر آپ نے انبیاء کو خواب میں دیکھا ہے' حاصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے متبعین کا عدد مختلف ہے۔ (فتح الباری ج ٧ ص ٦١٤ - ٦١٣ ملتقطاً' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ:

جب ایسے بھی نبی ہیں جن کے ساتھ ایک امتی بھی نہیں ہے تو پھر (طلبِ شفاعت کی بحث میں) تمام انبیاء کرام مراد نہیں ہیں اور نہ ہی ہو سکتے ہیں۔ (الذنب فی القرآن ص ٥٢٢)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث میں جو یہ مذکور ہے کہ ہر امت اپنے نبی کے پاس جائے گی' اس سے مراد وہی نبی ہیں جن کے ساتھ ان کی امتیں ہوں گی اور جس نبی کے ساتھ کوئی امت نہیں ہوگی' وہ اس عموم اور استغراق سے خارج ہے اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اس سے مراد استغراقِ حقیقی نہیں ہے' استغراقِ عرفی ہے اور اس کی بہت نظائر ہیں' جیسے ''كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ'' (آل عمران:١٨٥) (ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر بھی نفس کا اطلاق فرمایا ہے' فرمایا: ''كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ'' (الانعام:٥٤) (تمہارے رب نے اپنے نفس پر رحمت کو لازم کر لیا ہے) سو جس طرح اللہ کا موت کو نہ چکھنا ''كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ'' کے عموم کے منافی نہیں' اسی طرح کسی نبی کے امتی کا نہ ہونا بھی ہر امت کے اپنے نبی کے پاس جانے کے منافی نہیں ہے۔ فتدبر وتشکر۔

اس مسئلہ کی جس قدر مفصل تحقیق یہاں نعمۃ الباری میں کی گئی ہے' اس میں اس ناکارہ کا کوئی کمال نہیں ہے' یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور نعمۃ الباری ہے اور اس کے رسولِ برحق کی عنایت اور فیضان ہے اور شاید کہ قارئین کو اس موضوع پر اس قدر جامع اور مکمل بحث کہیں اور نہیں ملے گی۔ وللہ الحمد!

٣٣٤١ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ عَنْ سُفْيٰنَ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (القمر:١٥) مِثْلَ قِرَاءَةِ الْعَامَّةِ. [اطراف الحدیث: ٣٣٤٥-٣٣٧٦-٤٨٦٩-٤٨٧٠-٤٨٧١-٤٨٧٢-٤٨٧٣-٤٨٧٤] (صحیح مسلم: ٨٢٣' الرقم المسلسل: ١٧٩٨' سنن ابوداؤد: ٣٩٩٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں نصر بن علی بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو احمد نے خبر دی از سفیان از ابی اسحاق از اسود بن یزید از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا (القمر:١٥) آپ نے عام قراءت کی مثل پڑھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے قصہ سے عبرت حاصل کرنے کی تفصیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت اس طرح ہے:

وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر:١٥)

بے شک ہم نے اس (کشتی نوح کے واقعہ) کو نشانی بنا کر

چھوڑا ہے' تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا O

یعنی ہم نے کشتی نوح کو عبرت کی علامت بنا کر چھوڑ دیا' حتیٰ کہ اس امت سے پہلے لوگوں نے دیکھا کہ وہ کشتی بعد میں راکھ ہو چکی تھی۔ قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کو جزیرہ کی زمین پر ڈال دیا' ایک قول یہ ہے کہ وہ کشتی ایک بڑے عرصہ تک جودی پہاڑ پر پڑی رہی۔ حتیٰ کہ اس امت سے پہلے لوگوں نے اس کو دیکھا' تو کیا ان میں سے کوئی اس کشتی سے نصیحت حاصل کرنے والا تھا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنے والا تھا! یعنی وہ طوفانِ نوح کے عذاب سے ڈرے کہ جن لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا تھا' ان پر طوفان کا کیسا سخت عذاب آیا' پھر وہ اس عذاب سے ڈر کر اور عبرت پکڑ کر سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان لے آئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے عام لوگوں کی قراءت کی مثل پڑھا' یعنی ''مدکر'' پڑھا اور اس آیت کی یہی مشہور قراءت ہے' ورنہ اصل میں یہ لفظ ''مذتکر'' ہے' ذال کو دال سے تبدیل کیا گیا اور تاء کو دال بنا کر دال میں ادغام کر دیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٠٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤ - بَابٌ ﴿وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ O اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ O اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ O اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ O فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ O اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ O وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ O﴾ (الصافات: ١٢٣-١٢٩) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُّذْكَرُ بِخَيْرٍ ﴿سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ O اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ O اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ O﴾ (الصافات: ١٣٠-١٣٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک الیاس ضرور پیغمبروں میں سے ہیں O جب انہوں نے اپنے (مخاطبین) سے کہا: تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو O کیا تم بعل کی عبادت کرتے ہو اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑتے ہو O اللہ کو جو تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے O تو انہوں نے ان کی تکذیب کی' سو وہ بے شک ضرور (عذاب میں) حاضر کیے جائیں گے O سوا اللہ کے برگزیدہ بندوں کے O اور بعد میں آنے والوں میں ہم نے ان کا ذکر چھوڑا O (الصّفّت: ١٢٩-١٢٣) سلام ہو الیاس پر O ہم نیکوکاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں O بے شک وہ ہمارے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں O (الصّفّت: ١٣٢-١٣٠)

آیاتِ مذکورہ کی مختصر تفسیر

اس باب میں حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر ہے' ان کا نام ہے: حضرت الیاس بن نسبی بن فنحاص بن العیز ار بن ہارون بن عمران۔ یہ امام ابن اسحاق کا قول ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت الیاس ہی حضرت ادریس ہیں اور وہ رسولوں میں سے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ الیسع کے چچا ہیں۔

جب حضرت الیاس نے کہا: کیا تم ڈرتے نہیں ہو! یعنی کیا تم اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرتے کہ اس پر ایمان لے آؤ۔

کیا تم بعل کی عبادت کرتے ہو؟ یہ ایک بت کا نام ہے جس کی وہ عبادت کرتے تھے' اسی وجہ سے ان کے شہر کا نام بعلبک پڑ گیا' یہ شہر شام میں تھا۔

اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑتے ہو! یعنی تم اللہ کی عبادت نہیں کرتے جو تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا رب ہے۔

تو انہوں نے ان کی تکذیب کی' یعنی حضرت الیاس کی۔

سو بے شک وہ ضرور (عذاب میں) حاضر کیے جائیں گے' یعنی دوزخ کے عذاب میں' سوا ان لوگوں کے جو ان کی قوم کے مخلص بندے تھے' کیونکہ وہ عذاب سے نجات پا گئے۔

سلام ہو الیاس پر! ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام یاس تھا' پھر اس پر الف لام داخل ہو گیا۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٠٨۔٣٠٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ اِلْيَاسَ هُوَاِدْرِيْسُ.

اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے کہ بے شک حضرت الیاس ہی حضرت ادریس ہیں' علیہما السلام۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تعلیق کو امام ابن ابی حاتم نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تعلیق کو امام ابن جریر نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٥٢٥' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٥ - بَابُ ذِكْرِ اِدْرِيْسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ — حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر

اس باب میں حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیا گیا ہے۔

وَهُوَ جَدُّ اَبِىْ نُوْحٍ وَّيُقَالُ جَدُّ نُوْحٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ.

اور وہ حضرت نوح کے والد کے دادا ہیں اور ان کو حضرت نوح علیہ السلام کا دادا کہا جاتا ہے۔

کیونکہ حضرت نوح' ابن لمک بن متوشلخ بن خنوخ ہیں اور وہ حضرت ادریس ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٠٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ (مريم:٥٧).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے انہیں بلند مکان پر اُٹھا لیا (مریم:٥٧)

حضرت ادریس علیہ السلام کا تذکرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

بلند مکان سے مراد چوتھا آسمان ہے اور بلاشبہ وہ بلند مقام ہے' بعض علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت ادریس کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم السلام ان سے بھی زیادہ بلند مکان پر ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ادریس کے علاوہ کسی اور نبی کو زندہ بلند مکان پر نہیں اُٹھایا گیا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی زندہ چوتھے آسمان پر اُٹھایا گیا ہے' جیسا کہ صحیح حدیث مرفوع میں ہے' اور حضرت ادریس کا زندہ چوتھے آسمان پر اُٹھایا جانا قوی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہے' بلکہ سند ضعیف سے ثابت ہے۔

امام طبری نے مریم:٥٧ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ ایک فرشتہ حضرت ادریس علیہ السلام کا دوست تھا' حضرت ادریس نے اس سے سوال کیا تو وہ حضرت ادریس کو اپنے پروں پر اُٹھا کر آسمانوں پر لے گیا' جب وہ چوتھے آسمان

پر پہنچے تو ان کی حضرت ملک الموت سے ملاقات ہوئی' اس فرشتہ نے ملک الموت سے پوچھا کہ حضرت ادریس کی کتنی زندگی باقی ہے' ملک الموت نے پوچھا: حضرت ادریس کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ میرے ساتھ ہیں' ملک الموت نے کہا: یہ عجیب بات ہے' مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں چوتھے آسمان میں ان کی روح قبض کروں' میں نے کہا: اگر وہ زمین میں ہوتے تو پھر کیسے ہوتا' پس انہوں نے ان کی روح کو قبض کر لیا اور یہ اس آیت کا معنی ہے کہ ہم نے انہیں بلند مکان پر اٹھایا۔ (مریم:٥٧) یہ حدیث اسرائیلیات میں سے ہے اور اس کی صحت کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے' ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو ساڑھے تین سو سال کی عمر میں آسمان پر اُٹھایا گیا تھا' اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس طویل حدیث میں ہے جس کو امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت ادریس نبی رسول تھے اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم سے لکیر کھینچی۔ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے بہت کام پہلی مرتبہ کیے ہیں' ان میں سے یہ ہے کہ انہوں نے پہلی مرتبہ کپڑا سیا۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٥٢٧' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٣٣٤٢ - قَالَ عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح). حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ اَنَسٌ كَانَ اَبُوْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ سَقْفُ بَيْتِيْ وَاَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ فَفَرَجَ صَدْرِيْ ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُّمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّاِيْمَانًا فَاَفْرَغَهَا فِيْ صَدْرِيْ ثُمَّ اَطْبَقَهٗ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِيْ فَعَرَجَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ فَلَمَّا جَاءَ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ اِفْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا جِبْرِيْلُ قَالَ مَعَكَ اَحَدٌ قَالَ مَعِيْ مُحَمَّدٌ قَالَ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَافْتَحْ فَلَمَّا عَلَوْنَا السَّمَاءَ اِذَا رَجُلٌ عَنْ يَّمِيْنِهٖ اَسْوِدَةٌ وَّعَنْ يَّسَارِهٖ اَسْوِدَةٌ فَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا يَاجِبْرِيْلُ قَالَ هٰذَا اٰدَمُ وَهٰذِهِ الْاَسْوِدَةُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ نَسَمُ بَنِيْهِ فَاَهْلُ الْيَمِيْنِ مِنْهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْاَسْوِدَةُ الَّتِيْ عَنْ شِمَالِهٖ اَهْلُ النَّارِ فَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى ثُمَّ عَرَجَ بِيْ جِبْرِيْلُ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ لِخَازِنِهَا اِفْتَحْ فَقَالَ لَهٗ خَازِنُهَا مِثْلَ مَاقَالَ الْاَوَّلُ فَفَتَحَ.

عبدان نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از زہری (ح) انہوں نے کہا: ہمیں احمد بن صالح نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور میں اس وقت مکہ میں تھا' پس حضرت جبریل نازل ہوئے' پس انہوں نے میرے سینہ میں شگاف کیا' پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا' پھر وہ سونے کا ایک تھال لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا' پس اس تھال کو میرے سینہ میں انڈیل دیا' پھر میرے سینہ کو منطبق کر دیا' پھر مجھے آسمان کی طرف معراج کرائی گئی' پس جب وہ آسمانِ دنیا کی طرف آئے تو حضرت جبریل نے آسمان کے محافظ سے کہا: (دروازہ) کھولو' اس نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ جبریل ہے' اس نے پوچھا: تمہارے ساتھ کوئی ہے؟ انہوں نے کہا: میرے ساتھ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں' اس نے پوچھا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ حضرت جبریل نے کہا: ہاں! پس آسمان (کا دروازہ) کھول دیا گیا' جب آسمان کے اوپر چڑھے تو وہاں ایک آدمی تھا' اس کے دائیں طرف بھی لوگ تھے اور بائیں طرف بھی لوگ تھے' جب وہ دائیں طرف کے لوگوں کو دیکھتے تو ہنستے اور جب وہ بائیں طرف کے لوگوں کو دیکھتے تو روتے' پس انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید! میں نے کہا: اے جبریل!

یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آدم ہیں اور جو لوگوں کی جماعتیں ان کی دائیں جانب اور بائیں جانب ہیں یہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں پس ان میں سے دائیں جانب والے اہل جنت ہیں اور ان میں سے بائیں جانب والے اہل دوزخ ہیں پس وہ جب دائیں جانب والوں کو دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب وہ بائیں جانب والوں کو دیکھتے ہیں تو روتے ہیں پھر حضرت جبریل مجھے لے کر اوپر چڑھے حتیٰ کہ دوسرے آسمان پر آئے پس اس کے محافظ سے کہا: (دروازہ) کھولو اس کے محافظ نے بھی پہلے محافظ کی طرح بات کی پس (دروازہ) کھول دیا۔

قَالَ اَنَسٌ فَذَكَرَ اَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمٰوٰتِ اٰدَمَ وَ اِدْرِيْسَ وَمُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَاِبْرَاهِيْمَ وَلَمْ يُثْبِتْ لِيْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ غَيْرَ اَنَّهُ قَدْ ذَكَرَ اَنَّهُ وَجَدَ اٰدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَاِبْرَاهِيْمَ فِي السَّادِسَةِ.

حضرت انس نے کہا کہ حضرت ابوذر نے بتایا کہ آپ نے آسمانوں میں حضرت آدم حضرت ادریس حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم کو پایا اور یہ نہیں بتایا کہ ان کے کہاں کہاں ٹھکانے تھے سوا اس کے کہ انہوں نے یہ بتایا کہ آپ نے حضرت آدم کو آسمانِ دنیا میں پایا اور حضرت موسیٰ کو چھٹے آسمان میں پایا۔

وَقَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيْلُ بِاِدْرِيْسَ قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَ الْاَخِ الصَّالِحِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوْسٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا مُوْسٰى ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيْسٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ عِيْسٰى ثُمَّ مَرَرْتُ بِاِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اِبْرَاهِيْمُ.

اور حضرت انس نے بتایا کہ جب حضرت جبریل حضرت ادریس کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا کہ نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید ہو! پس میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت ادریس ہیں پھر میں حضرت موسیٰ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید ہو! میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت موسیٰ ہیں پھر میں حضرت عیسیٰ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید ہو! میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو حضرت جبریل نے بتایا کہ یہ حضرت عیسیٰ ہیں پھر میں حضرت ابراہیم کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید ہو! میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت ابراہیم ہیں۔

قَالَ وَاَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَاَبَا حَيَّةَ الْاَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُوْلَانِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُرِجَ بِيْ حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى اَسْمَعُ

مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو حیہ انصاری دونوں یہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے اوپر چڑھایا گیا حتیٰ کہ میں مقامِ مستویٰ پر پہنچا وہاں پر میں قلموں کے چلنے کی

صَرِيْفَ الْاَقْلَامِ.

قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَّاَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ حَتّٰى اَمُرَّ بِمُوْسٰى فَقَالَ لِيْ مُوْسٰى مَاالَّذِيْ فُرِضَ عَلٰى اُمَّتِكَ قُلْتُ فُرِضَ عَلَيْهِمْ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً قَالَ فَرَاجِعْ رَبَّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَرَجَعْتُ فَرَاجَعْتُ رَبِّيْ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَاتُطِيْقُ ذٰلِكَ فَرَجَعْتُ فَرَاجَعْتُ رَبِّيْ فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ وَّهِيَ خَمْسُوْنَ لَايُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَقُلْتُ قَدِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَّبِّيْ ثُمَّ انْطَلَقَ حَتّٰى اَتَى السِّدْرَةَ الْمُنْتَهٰى فَغَشِيَهَا اَلْوَانٌ لَّا اَدْرِيْ مَاهِيَ ثُمَّ اُدْخِلْتُ فَاِذَا فِيْهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ وَاِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ.

آواز سن رہا تھا۔

ابن حزم اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ پھر مجھ پر اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کر دیں' میں ان نمازوں کو لے کر لوٹا حتیٰ کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا' حضرت موسیٰ نے پوچھا: آپ کی امت پر کیا فرض کیا گیا؟ میں نے کہا: ان پر پچاس نمازیں فرض کر دی گئی ہیں' انہوں نے کہا: آپ اپنے رب کے پاس واپس جائیں' پس بے شک آپ کی امت ان نمازوں کی طاقت نہیں رکھے گی' پس میں واپس گیا' پس میں نے اپنے رب سے رجوع کیا تو اس نے نمازوں کی آدھی مقدار کم کر دی' میں پھر حضرت موسیٰ کی طرف لوٹا تو انہوں نے کہا: اپنے رب کی طرف واپس جائیں' آپ نے پھر اس کی مثل ذکر کیا' پس اللہ تعالیٰ نے نمازوں کا ایک حصہ کم کر دیا' پھر میں حضرت موسیٰ کی طرف گیا' پس ان کو خبر دی' پس انہوں نے کہا: آپ پھر اپنے رب کے پاس جائیں کیونکہ آپ کی امت اتنی نمازوں کی طاقت نہیں رکھے گی' پس میں واپس گیا اور اپنے رب سے رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ (عدد میں) پانچ (نمازیں) ہیں اور (اجر وثواب میں) پچاس نمازیں ہیں' میرے قول میں تبدیلی نہیں کی جاتی' پس میں حضرت موسیٰ کی طرف لوٹا تو انہوں نے کہا: اپنے رب کے پاس واپس جائیے' میں نے کہا: اب مجھے اپنے رب سے حیاء آتی ہے' پھر میں گیا' حتیٰ کہ میں السدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا جس کو کئی رنگوں نے ڈھانپا ہوا تھا' میں از خود نہیں جانتا وہ کیسے رنگ تھے' پھر مجھے (ان میں) داخل کیا گیا تو اس میں موتیوں کی رسیاں تھیں اور اس کی مٹی مشک تھی۔

اس باب کا عنوان ہے: حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر' اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پس جب حضرت جبریل حضرت ادریس کے پاس سے گزرے' اور اس جملہ میں انہوں نے آسمانوں میں حضرت ادریس علیہ السلام کو پایا۔

٦ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ اَلْاٰيَةَ

(الاعراف:٦٥' ھود:٥٠)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی (ہم قبیلہ) ھود کو بھیجا' انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو (الاعراف:٦٥' ھود:٥٠)

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا۔

وَقَوْلِهِ ﴿إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ إِلَى قَوْلِهِ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ﴾ (الاحقاف:٢١-٢٥)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کیجئے جب قوم عاد کے بھائی (ہم قبیلہ) نے اپنے مخاطبین کو احقاف (ریگستانی بستی) میں اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔ (یہ آیت یہاں تک پڑھیں:) ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں○ (الاحقاف:٢٥-٢١)

امام بخاری نے یہ پوری آیات ذکر نہیں کی' ہم ان آیات کا مربوط ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

اور یاد کیجئے جب قوم عاد کے بھائی (ہم قبیلہ) نے اپنے مخاطبین کو احقاف (ریگستانی بستی) میں اللہ کے عذاب سے ڈرایا' اور ان سے پہلے کئی ڈرانے والے پیغمبر گزر چکے تھے اور ان کے بعد (بھی) کہ اللہ کے سوا تم کسی کی عبادت نہ کرو' بے شک مجھے تمہارے متعلق بہت بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے○ انہوں نے جواب دیا: کیا آپ ہمارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہمارے معبودوں سے ہم کو بے زار کر دیں' تو آپ ہمارے اوپر وہ عذاب لے آیئے جس سے آپ ہم کو ڈرا رہے ہیں' اگر آپ سچے ہیں○ پیغمبر نے کہا: (اس کا) علم تو اللہ ہی کے پاس ہے' اور میں تمہیں وہی پیغام سناتا ہوں جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے' لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم جاہل لوگ ہو○ پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو بادل کی طرح اپنے میدانوں کی طرف آتے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا' (نہیں!) بلکہ یہ تو وہ (عذاب) ہے جس کو تم نے جلدی طلب کیا تھا' یہ سخت آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے○ یہ ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے برباد کر ڈالے گی' پھر وہ اس طرح ہو گئے کہ سوا ان کے گھروں کے اور کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی' ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں○ (الاحقاف:٢٥-٢١)

حضرت ہود علیہ السلام کا مختصر تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت ہود علیہ السلام نے جب اپنی قوم کے لیے ہلاکت کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر سات راتیں اور آٹھ دن تک لگاتار سخت آندھی بھیجی' اس کی ابتداء بدھ کے دن صبح سے ہوئی تھی اور آٹھویں دن کی شام تک یہ آندھی چلتی رہی' حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھ جو مؤمنین تھے وہ محفوظ مقام پر رہے اور ان کے لیے نرم اور خوش گوار ہوا چلتی رہی' مجاہد نے کہا: حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ چار ہزار لوگ ایمان لائے اور وہ سب آندھی کے عذاب سے محفوظ اور مامون رہے' جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے:

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا. (ھود:٥٨)

اور جب ہمارا عذاب آ گیا تو ہم نے ہود اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی۔

پس وہ آندھی درختوں کو جڑ سے اکھاڑ رہی تھی اور گھروں کو منہدم کر رہی تھی اور جو لوگ اپنے گھروں میں نہیں تھے' ان کو جنگلوں اور پہاڑوں نے ہلاک کر دیا۔

سدی نے کہا ہے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ اونٹ اور انسان آسمان اور زمین کے درمیان فضاء میں اُڑ رہے ہیں تو وہ اپنے گھروں کی طرف دوڑے' جب وہ اپنے گھروں میں گھسے تو ان کے پیچھے آندھی بھی ان کے گھروں میں گھس گئی' آندھی نے ان کو گھروں سے باہر نکال پھینکا اور ہلاک کر دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے سیاہ پرندے بھیجے جنہوں نے ان کے مردہ جسموں کو اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیا' پھر ان کے ہلاک ہونے کے بعد حضرت ہود علیہ السلام جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا زندہ رہے' پھر وہ فوت ہو گئے اور ان کی عمر

اس وقت ایک سو پچاس سال تھی اور خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ وہ چار سو ساٹھ سال زندہ رہے اور ان کے اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان آٹھ سو سال کا عرصہ تھا۔

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کس جگہ فوت ہوئے؟ ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرموت کے شہروں میں ارض شحر میں فوت ہوئے اور ان کی قبر اس جگہ ظاہر ہے' اس قول کو امام ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے' اور عبد الرحمان بن سابط سے روایت ہے کہ رکن' مقام اور زمزم کے درمیان ننانوے نبیوں کی قبریں ہیں' اور حضرت ہود' حضرت شعیب' حضرت صالح' اور حضرت اسماعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبریں بھی اسی جگہ ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی قبر جامع دمشق میں دیوارِ قبلہ میں ہے اور بعض لوگوں کا گمان ہے کہ وہی حضرت ہود کی قبر ہے' واللہ اعلم! اور ابن الکلبی نے کہا ہے کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے درمیان صرف حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣١٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

فِيْهِ عَنْ عَطَاءٍ وَّ سُلَيْمَانَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں از عطاء وسلیمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی روایت ہے۔

یہ تعلیق سورۃ الاحقاف کی تفسیر میں ہے:

٠٠٠ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ﴾ شَدِيْدَةٍ ﴿عَاتِيَةٍ﴾ (الحاقۃ:٦) قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ. عَتَتْ عَلَى الْخُزَّانِ ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمَانِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا﴾ (الحاقۃ:٧) مُتَتَابِعَةً ﴿فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ اُصُوْلُهَا ﴿فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ﴾ (الحاقۃ:٦-٨) بَقِيَّةً.

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور رہے قومِ عاد کے لوگ تو وہ ایک سخت گرجتی ہوئی نہایت تیز آندھی سے ہلاک کیے گئے ۝ ابن عیینہ نے اس آیت کے لفظ ''عاتیہ'' کی تشریح میں کہا: وہ اپنے محافظ فرشتوں کے قابو میں نہ رہی جسے اللہ نے ان پر مسلط کر دیا تھا سات راتوں اور آٹھ دن تک متواتر (تو اے مخاطب!) تو ان لوگوں کو ان (راتوں اور دنوں میں) اس طرح گرا ہوا (ان کی لاشوں کو) دیکھتا ہے گویا وہ کھجور کے گرے ہوئے درختوں کی جڑیں ہیں ۝ تو کیا تو ان میں سے کسی کو باقی دیکھتا ہے ۝ (الحاقۃ:٨-٦)

اس باب میں الحاقۃ:٨-٦ کی تفسیر بیان کی گئی ہے جس کا کچھ بیان اس سے پہلے باب میں گزر چکا ہے۔

ابن عیینہ نے کہا: اس سے مراد سفیان بن عیینہ ہیں' اس آیت میں ''صرصر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: حد سے زیادہ تیز۔

ابن عیینہ کے قول میں ''خزّان'' کا لفظ ہے' یہ ''خازن'' کی جمع ہے' اس سے مراد ہے: آندھی کے محافظ فرشتے' یعنی وہ آندھی اس قدر تیز تھی کہ اپنے محافظ فرشتوں کے قابو میں نہ رہی' ''صرصر'' کا معنی شدید گرج دار آواز بھی ہے' ''سخرھا'' کا معنی ہے: وہ آندھی ان پر بھیج کر مسلط کر دی گئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہوا یا بارش کا جو قطرہ بھی بھیجتا ہے وہ معین حساب سے بھیجتا ہے' سوا یوم عاد اور یوم نوح کے' اس دن ہوا اور بارش محافظ فرشتوں کے قابو سے باہر تھی۔

اس آیت میں ''حسوما'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مسلسل اور متواتر۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣١٤)

٣٣٤٣ - حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: میری صبا (مشرقی ہوا) سے مدد کی گئی ہے اور قوم عاد کو دبور (مغربی ہوا) سے ہلاک کر دیا گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٣٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٤٤ - قَالَ وَقَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ اَبِىْ نُعْمٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذُهَيْبَةٍ فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْاَرْبَعَةِ الْاَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيِّ ثُمَّ الْمَجَاشِعِيِّ وَعُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ الْفَزَارِيِّ وَزَيْدٍ الطَّائِيِّ ثُمَّ اَحَدِ بَنِىْ نَبْهَانَ وَعَلْقَمَةَ بْنِ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيِّ ثُمَّ اَحَدِ بَنِىْ كِلَابٍ فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ وَّالْاَنْصَارُ قَالُوْا يُعْطِىْ صَنَادِيْدَ اَهْلِ نَجْدٍ وَّيَدَعُنَا قَالَ اِنَّمَا اَتَاَلَّفُهُمْ فَاَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِيْنِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوْقُ الرَّاْسِ فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ اِذَا عَصَيْتُ اَيَاْمَنُنِىَ اللّٰهُ عَلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَلَا تَاْمَنُوْنِىْ فَسَاَلَهٗ رَجُلٌ قَتْلَهٗ اَحْسِبُهٗ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَمَنَعَهٗ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ اِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا اَوْ فِىْ عَقِبِ هٰذَا قَوْمٌ يَّقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَيَدَعُوْنَ اَهْلَ الْاَوْثَانِ لَئِنْ اَنَا اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ.

[اطراف الحدیث: ٣٦١٠-٤٣٥١-٤٦٦٧-٥٠٥٨-٦١٦٣-٦٩٣١-٦٩٣٣-٧٤٣٢-٧٥٦٢] (صحیح مسلم: ١٠٦٤' الرقم المسلسل: ٢٣٤٠' سنن ابوداؤد: ٤٧٦٤' سنن نسائی: ٢٥٧٨)

امام بخاری نے کہا: اور ابن کثیر نے بیان کیا از سفیان از والد خود از ابن ابی نعم از حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سونے کا ایک چھوٹا ٹکڑا بھیجا' سو آپ نے اس کو چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا' الاقرع بن حابس الحنظلی' پھر المجاشعی اور عیینہ بن بدر الفزاری اور زید الطائی کے درمیان' پھر بنو نبہان میں سے ایک شخص اور علقمہ بن علاثہ العامری' پھر بنو کلاب میں سے ایک شخص (کے درمیان تقسیم کر دیا) تو قریش اور انصار غضب ناک ہوئے اور کہا کہ آپ اہل نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں' آپ نے فرمایا: میں صرف ان کی تالیف قلب کرتا ہوں' پھر ایک ایسا شخص آیا جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں اور کلّے اُبھرے ہوئے تھے' پیشانی اُٹھی ہوئی تھی' ڈاڑھی گھنی تھی' سر منڈا ہوا تھا' پس اس نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ سے ڈریئے! تو آپ نے فرمایا: جب میں اللہ کی نافرمانی کروں گا تو کون اللہ کی اطاعت کرے گا! اللہ تعالیٰ تو مجھے زمین والوں پر امین قرار دیتا ہے' کیا پس تم مجھے امین نہیں سمجھتے! پھر ایک شخص نے اس کو قتل کرنے کا سوال کیا' میرا گمان ہے وہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ تھے' تو آپ نے ان کو منع کیا' پھر جب وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا: اس شخص کی اصل سے یا اس شخص کی پشت سے ایسے لوگ نکلیں گے جو قرآن مجید کی تلاوت کریں گے اور قرآن مجید ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا' وہ

دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے (دوسری
طرف) نکل جاتا ہے' یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت
پرستوں کو چھوڑ دیں گے' اگر میں نے ان لوگوں کا زمانہ پایا تو ان کو
اس طرح قتل کروں گا جس طرح قوم عاد کو قتل کیا گیا تھا۔

اس حدیث کے باب کے عنوان میں قوم عاد کا ذکر ہے' اس طرح اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے' تاہم اس پر یہ اعتراض ہے کہ قوم عاد کو تو ایک گرج دار تند و تیز آندھی سے ہلاک کیا گیا تھا اور اس حدیث میں ان کو قتل کرنے کا ذکر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آندھی نے بھی ان کو بالکلیہ ہلاک کر دیا تھا اور اس حدیث میں بھی ان کو قتل کرنے سے مراد ہے: ان کو بالکلیہ ہلاک کر دینا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن کثیر ابوعبداللہ العبدی البصری (۲) سفیان ثوری (۳) ان کے والد سعید بن مسروق بن حبیب الثوری الکوفی (۴) ابن ابی نُعم البجلی' ان کا نام عبدالرحمٰن ابوالحکم البجلی الکوفی العابد ہے اور یہ اہل کوفہ کے ان عابدوں میں سے تھے جو دائمی بھوک پر صبر کرتے تھے' حجاج نے ان کو قتل کرنے کے لیے گرفتار کر لیا' اور ان کو ایک اندھیری کوٹھڑی میں پندرہ روز تک بند رکھا' پھر پندرہ روز بعد کوٹھڑی کا دروازہ کھولا تاکہ ان کو نکال کر دفن کرے' جب وہ کوٹھڑی کھول کر اندر گئے تو دیکھا کہ وہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' پھر ان سے حجاج نے کہا: آپ جہاں جانا چاہتے ہیں' چلے جائیں (۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' ان کا نام سعید بن مالک بن سنان الانصاری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۱۴)

اس حدیث میں مذکور بعض اسماء کا تعارف اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان چار آدمیوں کا ذکر ہے جن کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کے ٹکڑے کو تقسیم کیا تھا' ان میں سے ایک الاقرع بن حابس ہیں' یہ مؤلفۃ القلوب میں سے ایک ہیں۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد الاقرع بن حابس تمیمی' عطارد بن حاجب کے ساتھ آئے تھے اور الاقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن فتح مکہ' حنین اور طائف میں حاضر تھے' ابوعبیدہ نے لکھا ہے کہ ان کی بائیں ٹانگ لنگڑی تھی اور یہ تیرہ ہجری میں جنگ یرموک میں اپنے دس بیٹوں سمیت شہید ہو گئے تھے۔

ان چار میں دوسرے عیینہ بن بدر الفزاری تھے' ان کا نام حذیفہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر تھا' اور ان کا لقب عیینہ تھا' کیونکہ ان کی ایک آنکھ میں زخم لگ گیا تھا' یہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لے آئے تھے' ان کی بیٹی کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شادی کی تھی' ان کو الاحمق المطاع کہا جاتا تھا۔

تیسرے شخص زید الطائی تھے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ ان کا نام زید الخیر الطائی ہے اور ایک روایت میں زید الخیل ہے' کیونکہ عرب میں ان سے زیادہ گھوڑے پر سواری کرنے والا اور کوئی نہیں تھا' ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ یہ شاعر' خطیب' بہادر اور فیاض تھے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے جانے کے بعد بخار میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے تھے' ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں فوت ہوئے تھے۔

یہ نو ہجری میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام زید الخیر رکھا اور ان کے علاقہ میں ان کو زمینیں عطاء کیں اور ان کی کنیت ابومنذر رکھی' جب یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو تکیہ دیا' انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے تکیہ پر بیٹھنا ادب کے خلاف سمجھا' اور تکیہ واپس کر دیا' آپ نے پھر ان کو تین بار لوٹایا' رسول اللہ ﷺ نے ان کو کئی دعائیں سکھائیں' ان کی دعاؤں کا قبول ہونا معروف تھا' یہ بارش کے لیے دعا کرتے تھے تو بارش ہو جاتی تھی' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے سو گھوڑے عطاء کیجئے' میں ان کی مدد سے رومیوں (شامیوں) کے خلاف جہاد کروں گا' واپس آنے کے بعد وہ چند دن زندہ رہے' پھر بخار چڑھا اور فوت ہو گئے۔

ایک شخص وہ ہیں جو بنونبہان میں سے ایک تھے اور وہ ابن عمرو بن الغوث بن طی ہیں' یہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔

اور چوتھے شخص علقمہ بن علاثہ ہیں' یہ اپنی قوم کے سرداروں میں سے تھے اور حلیم اور عاقل تھے' جب رسول اللہ ﷺ طائف کی طرف گئے تو یہ مرتد ہو گئے تھے' پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں دوبارہ اسلام لے آئے تھے' پھر اسلام لا کر انہوں نے بہت نیک کام کیے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حوران کا عامل بنایا تھا' یہ پھر وہیں فوت ہو گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: میں صرف ان کی تالیف قلب کرتا ہوں' یعنی میں ان کے ساتھ نرمی کرتا ہوں' تاکہ یہ اسلام پر ثابت قدم رہیں' اور ان کو جو مال ملے' اس کی وجہ سے اسلام میں رغبت کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر ایک شخص آگے بڑھا' صحیح مسلم میں مذکور ہے: وہ شخص بنوتمیم سے تھا' اس کو ذوالخویصرۃ کہا جاتا تھا اور اس کا نام حرقوص بن زہیر تھا اور اس کا لقب ذوالثدیہ تھا' ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ ذوالثدیہ ان خوارج میں سے ایک تھا جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حروراء (کوفہ کی ایک جانب) میں قتل کیا تھا' یہ سیاہ فام شخص تھا۔

حضرت خالد بن ولید نے کہا: میں اس شخص کو قتل کر دوں' تو آپ نے منع فرمایا' اس کی وجہ یہ تھی کہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ آپ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣١٩۔ ٣١٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

٣٣٤٥ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۝﴾ (القمر: ١٧).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از الاسود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا: کوئی ہے نصیحت قبول کرنے والا۝ (القمر: ١٥)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٤١ میں گزر چکی ہے۔

٧ - بَابُ قِصَّةِ يَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ — یاجوج اور ماجوج کا قصہ

اس پر اتفاق ہے کہ یاجوج اور ماجوج حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں' یہ مجاہد کا قول ہے' زمخشری نے کہا: یاجوج ترک سے ہیں اور ماجوج جیل اور دیلم سے ہیں اور یہ بہت جنگجو اور فساد پھیلانے والے ہیں' ثعلبی نے کعب احبار سے روایت کی ہے کہ یہ بغیر حواء کے حضرت آدم کی اولاد سے ہیں' کیونکہ حضرت آدم سو گئے اور آپ کو احتلام ہوا اور آپ کی منی مٹی سے لتھڑ گئی' جب آپ بیدار ہوئے تو آپ کو اس منی کے خروج پر افسوس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس منی سے یاجوج اور ماجوج کو پیدا فرما دیا۔ علامہ نووی نے بھی اس قول کو نقل کیا ہے' لیکن علماء نے اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے' حافظ ابن

کثیر نے کہا ہے کہ یہ ردّ کرنے کے لائق ہے کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ نصوص کے خلاف ہے' کیونکہ نص قرآن سے ثابت ہے کہ اب تمام لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حدیث میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر احتلام ممنوع ہے۔

علامہ قرطبی نے حدیث مرفوع ذکر کی ہے کہ یاجوج ایک امت ہے اس کے چار سو امیر ہیں' اسی طرح ماجوج ان کی ایک قسم ہے' اس کا طول ایک سو بیس ہاتھ ہے' روایت ہے کہ یہ سانپ اور بچھو غیرہ تمام حشرات الارض کھا جاتے ہیں' اسی طرح تمام جان دار پرندوں کو کھا جاتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ کی ایسی اور کوئی مخلوق نہیں جس کی ایک سال میں ان کی طرح نشو ونما ہوتی ہو' ان میں سے بعض کے سینگ ہیں اور دُم ہے اور ان کی ڈاڑھیں ظاہر ہیں' اور یہ کچا گوشت کھا جاتے ہیں۔

امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یاجوج اور ماجوج کا ذکر کیا اور فرمایا: ان میں سے ایک فرد اس وقت فوت ہوتا ہے جب اس کی پشت سے ایک ہزار مرد پیدا ہو جاتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان میں سے ایک قسم کی لمبائی ایک بالشت ہے اور اس کے درندوں کی طرح پنجے ہیں اور درندوں کی طرح ڈاڑھیں ہیں' اس کے لمبے لمبے بال ہیں جو اس کو سردی اور گرمی سے بچاتے ہیں اور اس کے بڑے بڑے کان ہیں۔

مقاتل بن حیان نے عکرمہ سے یہ مرفوع روایت ذکر کی ہے کہ شبِ معراج اللہ تعالیٰ نے مجھے یاجوج ماجوج کی طرف بھیجا' میں نے ان کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دی' انہوں نے میری دعوت کو قبول کرنے سے انکار کیا' سو وہ دوزخ میں اولادِ آدم میں سے دوسرے نافرمانوں کے ساتھ ہوں گے اور اولادِ ابلیس کے ساتھ ہوں گے۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٢١-٣١٩ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت ١٤٢١ھ)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ﴾ (الکہف: ٩٤)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں۔ (الکہف: ٩٤)

حضرت ذوالقرنین کا تذکرہ

قرآن مجید میں جو ذوالقرنین کا ذکر ہے' یہ لوگوں کی زبانوں میں اسکندر نام سے معروف ہے اور یہ اسکندر یونانی نہیں ہے کیونکہ وہ مشرک تھا' اور اس کا وزیر ارسطا طالیس تھا اور جس اسکندر کا قرآن مجید میں ذکر ہے وہ مؤمن تھا' اس کا نام عبداللہ بن الضحاک بن معد ہے' یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف بھی یہ قول منسوب ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام مُصعب بن عبداللہ بن قنان بن عبداللہ بن منصور بن عبداللہ ہے۔

وہب بن منبہ نے کہا: اس کا نام اسکندر ہے' میں کہتا ہوں: وہ نام میں اسکندر یونانی کا شریک ہے اور بہت سے لوگ مغالطہ سے دونوں کو ایک سمجھتے ہیں اور یہ فاسد گمان ہے' کیونکہ اسکندر یونانی جس نے اسکندریہ کی بنیاد رکھی وہ کافر اور مشرک تھا اور ذوالقرنین نیک بندہ تھا' اس نے زمین کے مشرق اور مغرب کا سفر کیا تھا' حتیٰ کہ ایک جماعت نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ نبی تھا' الضحاک اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہی مؤقف ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ وہ رسول تھے' الثعلبی نے کہا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ نبی تھا اور رسول نہیں تھا' اور اس کے وزیر حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔

ذوالقرنین کے زمانہ میں بھی اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ قرنِ اوّل میں تھے اور یافث بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے تھے' یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور یہ سرزمین روم میں پیدا ہوئے تھے' حسن بصری نے یہ کہا ہے کہ یہ نمرود لعنہ اللہ کے بعد پیدا ہوئے' مقاتل نے کہا: یہ حضرت اسحاق کی اولاد میں سے عیص کی اولاد تھے' ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے زمانوں کے درمیان پیدا ہوئے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں پیدا ہوئے تھے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے اور ان کے ساتھ شام میں مجتمع ہوئے تھے' جب ان سے آبِ حیات فوت ہو گیا اور حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو حاصل کر لیا تو ان کو بہت رنج ہوا اور ان کو موت کا یقین ہو گیا اور وہ دومۃ الجندل میں فوت ہو گئے اور وہیں ان کا گھر تھا' یہ قصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' ایک قول شہرزور کا ہے اور دوسرا قول ارضِ بابل کا ہے' انہوں نے دنیا کو ترک کر دیا تھا اور زاہد ہو گئے تھے اور یہی زیادہ صحیح ہے' ابوبکر واسطی نے کہا ہے: ان کی عمر پانچ سو سال تھی' اور مجاہد نے کہا ہے کہ ان کی عمر حضرت آدم کی طرح ایک ہزار سال تھی' ابن عساکر نے کہا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ان کی عمر چھتیس سال تھی اور ایک قول بتیس سال کا ہے۔ (ہو سکتا ہے کہ امام ابن عساکر نے اس اسکندر کو اسکندر یونانی سمجھا ہو)۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان کا نام ذوالقرنین کیسے پڑ گیا' حضرت علی سے یہ روایت ہے کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو دعوت دی تو انہوں نے ان کی دائیں جانب ضرب لگائی' پس یہ فوت ہو گئے' پھر ان کو زندہ کیا گیا' تو پھر انہوں نے ان کو دعوت دی تو پھر انہوں نے ان کی بائیں جانب ضرب لگائی' پس یہ فوت ہو گئے' پھر ان کو زندہ کیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ فارس اور روم کے بادشاہ تھے اس لیے ان کو ذوالقرنین کہا گیا اور یہ بھی کہ ان کے سر میں دو مینڈھیاں تھیں اس لیے ان کو ذوالقرنین کہا گیا' ایک قول یہ ہے کہ ان کے سر میں سینگوں کے مشابہ کوئی چیز تھی' ثعلبی نے کہا ہے کہ ان کو ظاہر اور باطن کا علم دیا گیا تھا' اس لیے ان کو ذوالقرنین کہا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۲۲-۳۲۱ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا○ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا○ فَاَتْبَعَ سَبَبًا○﴾ طَرِيْقًا اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ﴾ (الکہف: ۸۳-۹۶)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے نبی مکرم!) یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھتے ہیں' آپ کہیے کہ میں ابھی تم سے ان کا ذکر بیان کرتا ہوں○ بے شک ہم نے انہیں زمین میں سلطنت عطا فرمائی اور ہم نے انہیں ہر چیز سے ساز و سامان عطا فرما دیا○...... تم میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ۔ (الکہف: ۹۶-۸۳)

ان آیتوں کے بعد ذوالقرنین کے قصہ میں جو آیتیں امام بخاری نے ترک کر دی ہیں' ان کا ترجمہ یہ ہے:

تو وہ (سفرِ مغرب کے لیے) سامان تیار کرنے کے درپے ہوئے○ حتیٰ کہ وہ اس جگہ پہنچے جہاں سورج ڈوب رہا تھا' انہوں نے سورج کو سیاہ دلدل کے چشمے میں ڈوبتا ہوا محسوس کیا اور وہاں انہوں نے ایک قوم کو پایا' ہم نے فرمایا: اے ذوالقرنین! (اگر یہ ایمان نہ لائیں) تو آپ انہیں عذاب دیں (اور اگر یہ ایمان لے آئیں) تو آپ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کریں○ (ذوالقرنین نے) عرض کیا: جس نے ظلم کیا تو ہم اس کو عنقریب سزا دیں گے' پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اسے بدترین عذاب دے گا○ اور جو ایمان لایا اور اس نے نیک کام کیے تو (آخرت میں) اس کی نیک جزاء ہے اور عنقریب ہم اس کو ایسا حکم دیں گے جس پر عمل کرنا اس کے لیے آسان ہو گا○ پھر وہ (سفرِ مشرق کے) سامان کے درپے ہوئے○ حتیٰ کہ جب وہ طلوعِ آفتاب کی جگہ پہنچے تو انہوں نے

سورج کو ایسی قوم پر طلوع ہوتے ہوئے پایا جن کے لیے ہم نے سورج سے کوئی حجاب نہیں رکھا تھاO اسی طرح (قصہ ہے) اور جو کچھ ان ذوالقرنین کے پاس تھا ہم نے اپنے علم سے اس کا احاطہ کیا ہوا ہےO پھر وہ (ایک اور مقصد کے لیے) سامان کے درپے ہوئےO حتیٰ کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو انہوں نے ان پہاڑوں کی دوسری طرف ایسی قوم کو پایا جو (ان کی) کوئی بات نہیں سمجھتے تھےO انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں' تو کیا ہم آپ کے لیے اس شرط پر کچھ مال مہیا کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان (آڑ کے لیے) ایک (اونچی اور مضبوط) دیوار بنا دیںO انہوں نے کہا: جس چیز پر میرے رب نے مجھے قدرت دی ہے وہ (تمہارے مال) سے بہتر ہے' سو تم محنت (کے کام) میں میری مدد کرو' میں تمہارے اور ان کے درمیان نہایت مضبوط دیوار بنا دوں گاO تم میرے پاس لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لاؤ' حتیٰ کہ جب انہوں نے اس دیوار کو دو پہاڑوں کے کناروں کے ساتھ برابر کر دیا تو فرمایا: پوری طاقت سے آگ دہکاؤ' یہاں تک کہ جب اسے (سرخ آگ) کر دیا تو فرمایا: میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ' میں اسے اس پر انڈیل دوںO پس یاجوج ماجوج اس پر نہ چڑھ سکے اور نہ اس میں سوراخ کر سکےO ذوالقرنین نے کہا: یہ میرے رب کی رحمت (کے اثر) سے ہے' پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو وہ اس (دیوار) کو ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہےO (الکہف: ٩٨-٨٥)

وَاحِدُهَا زُبْرَةٌ وَّهِيَ الْقِطَعُ.

(الکہف: ٩٦ میں ''زبر'' کا لفظ ہے) اس کا واحد ''زبرۃ'' ہے اور اس کا معنی ہے: ٹکڑے۔

ابوعبیدہ نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے اور کہا ہے کہ ''زبر الحدید'' کا معنی ہے: لوہے کے ٹکڑے۔

﴿حَتّٰى إِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ﴾ (الكهف: ٩٦) يُقَالُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْجَبَلَيْنِ. وَالسَّدَّيْنِ الْجَبَلَيْنِ.

(الکہف: ٩٦ میں یہ الفاظ ہیں:) ''حتی اذا ساوٰی بین الصدفین'' حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر میں کہا ہے: دو پہاڑ' اور ''سدین'' کا معنی بھی دو پہاڑ ہیں۔

ابوعبیدہ نے کہا: پہاڑوں کے دو کناروں کے درمیان' حضرت ابن عباس کی تفسیر کو امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے۔

﴿خَرْجًا﴾ (الكهف: ٩٤) أَجْرًا.

(الکہف: ٩٤ میں) ''خرجا'' (کا لفظ ہے)' اس کا معنی ہے: اجر۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس کی روایت سے ذکر کیا ہے' اس کا معنی ہے: اجر عظیم۔

﴿قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰى إِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِيْٓ أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًاO﴾ (الكهف: ٩٦) أَصُبُّ عَلَيْهِ رَصَاصًا وَّيُقَالُ الْحَدِيْدُ وَيُقَالُ الصُّفْرُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ النُّحَاسُ.

ذوالقرنین نے کہا: اس پر آگ دہکاؤ حتیٰ کہ جب اسے سرخ آگ کر دیا تو کہا: میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ جس کو میں اس پر انڈیل دوںO (الکہف: ٩٦) ''قطرا'' کا معنی سیسہ ہے اور اس کو لوہا بھی کہا جاتا ہے اور پیتل بھی کہا جاتا ہے' اور حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر تانبے کے ساتھ کی ہے۔

مفسرین نے کہا ہے کہ دو پہاڑوں کے درمیان جو خلا تھا' اس کو انہوں نے پگھلے ہوئے لوہے سے بھر دیا تھا۔

﴿فَمَا اسْطَاعُوْٓا أَنْ يَّظْهَرُوْهُ﴾ (الكهف: ٩٧) يَعْلُوْهُ اِسْطَاعَ اِسْتَفْعَلَ مِنْ أَطَعْتُ لَهٗ فَلِذٰلِكَ فُتِحَ اَسْطَاعَ

(الکہف: ٩٧ میں ہے:) ''فما اسطاعوا ان یظهروه'' یعنی یاجوج ماجوج اس دیوار پر چڑھ نہ سکے۔ یہ ''اطاع'' سے باب استفعال

يَسْطِيْعُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِسْتَطَاعَ يَسْتَطِيْعُ.

ہے اور بعض علماء نے کہا: یہ "استطاع" "یستطیع" سے بنا ہے اس کا معنی ہے: وہ اس پر چڑھ نہ سکے۔

یعنی یاجوج ماجوج اس دیوار پر چڑھنے پر قادر نہ ہو سکے اس کے بعد امام بخاری نے "اسطاعوا" کی لفظی اور صرفی تحقیق کی ہے۔

﴿وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهُ نَقْبًا ۝ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهُ دَكَّآءَ﴾ (الکہف:٩٧۔ ٩٨) اَلْزَقَهُ بِالْأَرْضِ وَنَاقَةٌ دَكَّاءُ لَاسَنَامَ لَهَا وَالدَّكْدَاكُ مِنَ الْأَرْضِ مِثْلُهُ حَتّٰى صَلُبَ مِنَ الْأَرْضِ وَتَلَبَّدَ ﴿وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ۝ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ﴾ (الکہف:٩٨۔ ٩٩).

اور نہ وہ اس دیوار میں سوراخ کر سکے (ذوالقرنین نے) کہا: یہ میرے رب کی رحمت سے ہے جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو وہ اسے ریزہ ریزہ کر دے گا ۝ (الکہف:٩٨) "دَكَّـاء" کا معنی ہے: زمین کے ساتھ چپکا دیا' جس اونٹنی کا کوہان نہ ہو اس کو کہا جاتا ہے: "ناقة دكّاء" اور "الدكداك من الارض" اس مثال کے لیے بولتے ہیں جو زمین ہموار ہو کر سخت ہو گئی ہو اور فی نفسہ سخت نہ ہو' (اور انہوں نے کہا:) میرے رب کا وعدہ برحق ہے اور اس دن ہم بعض یاجوج اور ماجوج کو چھوڑ دیں گے حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو جائیں گے۔ (الکہف:٩٩۔ ٩٨)

اس تعلیق سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اس سدّ اور دیوار کو قائم کرنا اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے اور عظیم نعمت ہے۔

نیز امام بخاری نے اس تعلیق میں کہا: اور اس دن ہم بعض یاجوج اور ماجوج کو چھوڑ دیں گے۔

روایت ہے کہ یاجوج اور ماجوج سمندر پر آئیں گے اور اس کا پانی پی جائیں گے اور سمندر کے جانوروں کو کھا جائیں گے' اور درختوں کو کھا جائیں گے اور جو لوگ محفوظ نہیں ہوں گے' ان کو بھی کھا جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ وہ لوگوں کی طرف نکلیں گے اور سارا پانی پی جائیں گے۔

مقاتل نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے جب وہ نکلیں گے تو سب سے پہلے دجلہ اور فرات کا پانی پی جائیں گے' پھر کہیں گے کہ کبھی یہاں پانی تھا!

﴿حَتّٰى إِذَا فُتِحَتْ يَاجُوْجُ وَمَاجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝﴾ (الانبیاء:٩٦) قَالَ قَتَادَةُ حَدَبٌ اَكَمَةٌ

حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے دوڑ پڑیں گے ۝ (الانبیاء:٩٦) قتادہ نے کہا: "حدب" کا معنی ہے: ٹیلا۔

یعنی جب سدّ سکندری یا اس دیوار کو کھول دیا جائے گا تو یاجوج ماجوج ہر بلندی یا ہر ٹیلے سے دوڑ پڑیں گے۔

قَالَ رَجُلٌ لِّلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ السَّدَّ مِثْلَ الْبُرْدِ الْمُحَبَّرِ قَالَ قَدْ رَاَيْتَهُ.

ایک صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں نے اس دیوار کو دھاری دار چادر کی طرح دیکھا ہے' آپ نے فرمایا: واقعی تم نے اس کو دیکھا ہے۔

اس تعلیق میں دھاری دار چادر کا ذکر ہے کیونکہ اس دیوار کی ایک لکیر سفید تھی اور دوسری لکیر سیاہ یا سرخ تھی۔

نعیم بن حماد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے وہ دیوار دیکھی ہے اور لوگ مجھے جھٹلاتے ہیں' آپ نے پوچھا: تم نے کس طرح دیکھی تھی؟ انہوں نے کہا: میں نے دھاری دار چادر کی طرح دیکھی تھی' آپ نے فرمایا: تم نے سچ کہا' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں نے شب معراج اس دیوار کو دیکھا' اس کی ایک اینٹ چاندی کی تھی اور ایک اینٹ سونے کی تھی۔

الحوفی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک سو فرسخ کا بُعد تھا' ذوالقرنین نے اُن کے درمیان پچاس فرسخ گہری بنیاد کھودی اور ان دو پہاڑوں کے درمیان پتھروں' لوہے' پیتل اور تانبے کو پگھلا کر بھرائی کی۔

ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٢٦-٣١٩ سے ملخصاً لی گئی ہے۔

بعض ظاہر بین لوگ اس قصہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر یہ دیوار دنیا میں کہیں ہوتی تو اس ترقی یافتہ دور میں ضرور اس کا پتا چل جاتا اور سیٹلائٹ کے ذریعہ اس دیوار کی نشان دہی ہو جاتی' لیکن ایک صحابی نے اس دیوار کو دیکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تصدیق کی اور مزید احادیث ان شاء اللہ کتاب الفتن میں آئیں گی' ہمارے نزدیک یہ احادیث حجت ہیں اور ہو سکتا ہے کہ سائنسی آلات میں کوئی کمی ہو یا کوئی خرابی ہو جس کی وجہ سے اس دیوار کا پتا نہ چل سکا ہو' بعض لوگ دیوارِ چین کو اس دیوار کا مصداق قرار دیتے ہیں' لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

٣٣٤٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ زَيْنَبَ ابْنَةَ اَبِيْ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ عَنْ اُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُنَّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلَ هٰذِهِ وَحَلَّقَ بِاِصْبَعِهِ الْاِبْهَامِ وَالَّتِيْ تَلِيْهَا قَالَتْ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ.

[اطراف الحدیث: ٣٥٩٨-٧٠٥٩-٧١٣٥] (صحیح مسلم: ٢٨٨٠' سنن ترمذی: ٢١٩٤' سنن ابن ماجہ: ٣٩٥٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت اُم حبیبہ بنت ابی سفیان از حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس گھبرائے ہوئے آئے' آپ فرما رہے تھے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' عرب کی ہلاکت ہو! اس شر سے جو قریب آ گیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی سے حلقہ بنا کر فرمایا: آج یاجوج ماجوج نے دیوار میں اتنا سوراخ کر دیا ہے' حضرت زینب بنت جحش نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک لوگ موجود ہیں' آپ نے فرمایا: ہاں! جب خبث زیادہ ہو جائے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) یحییٰ بن بکیر' یہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر ابوزکریا المخزومی ہیں (٢) حضرت لیث بن سعد رضی اللہ عنہ (٣) عقیل بن خالد مولیٰ عثمان بن عفان (٤) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (٥) عروہ بن زبیر بن عوام (٦) حضرت زینب بنت ابی سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد المخزومی' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لے پالک تھیں' اور حضرت عمر بن ابی سلمہ کی بہن تھیں اور ان دونوں کی والدہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں (٧) حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا' ان کا نام رملہ بنت ابی سفیان ہے' ابوسفیان کا نام صخر بن حرب بن امیہ ہے'

یہ بھی نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں (٨) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا' یہ بھی نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٢٧)

نبی ﷺ نے جوانگوٹھے اور ساتھ والی انگلی سے حلقہ بنایا' اس سے مراد نوے کا عقد ہے اور اللہ ہی جانتا ہے' اس سے آپ کی کیا مراد تھی' اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے: جب خبث زیادہ ہو جائے گا' اس سے آپ کی مراد ہے: جب زنا بہ کثرت ہوگا' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مطلقاً معاصی ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب زنا بہ کثرت ہو یا گناہ زیادہ ہوں تو نیک لوگوں کے ہونے کے باوجود عذاب آ جاتا ہے۔

٣٣٤٧ - **حَدَّثَنَا** مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوٗسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَتَحَ اللّٰهُ مِنْ رَدْمِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلَ هٰذَا وَعَقَدَ بِيَدِهٖ تِسْعِيْنَ.

[طرف الحدیث: ٧١٣٦] (صحیح مسلم: ٢٨٨١' الرقم المسلسل: ٧١٣٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والدخود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یاجوج ماجوج کی دیوار سے اتنا کھول دیا ہے' پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے نوے کا عقد بنایا۔

٣٣٤٨ - **حَدَّثَنَا** اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْاُسَامَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ حَدَّثَنَا اَبُوْصَالِحٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا اٰدَمُ فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِىْ يَدَيْكَ فَيَقُوْلُ اَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ فَعِنْدَهٗ يَشِيْبُ الصَّغِيْرُ ﴿وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَاهُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌO﴾ (الحج: ٢) قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَيُّنَا ذٰلِكَ الْوَاحِدُ قَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ مِنْكُمْ رَجُلًا وَّمِنْ يَّاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ اَلْفٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنِّىْ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ مَا اَنْتُمْ فِى النَّاسِ اِلَّا كَالشَّعَرَةِ السَّوْدَاءِ فِىْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَبْيَضَ اَوْ كَشَعَرَةٍ بَيْضَاءَ فِىْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَسْوَدَ. [اطراف الحدیث: ٤٧٤١-٦٥٣٠-٧٤٨٣] (صحیح مسلم: ٢٢٢' الرقم المسلسل: ٤٢٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اے آدم! وہ کہے گا: میں حاضر ہوں' تیرا حکم بجالانے کے لیے کھڑا ہوں' اور تمام بھلائی تیرے ہاتھوں میں ہے' پس وہ فرمائے گا: دوزخ میں جانے والوں کو نکال لو' وہ پوچھیں گے: دوزخ میں جانے والے کتنے ہیں؟ وہ فرمائے گا: ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے' پس اس وقت بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرا دے گی' اور تم لوگوں کو مدہوش دیکھو گے اور وہ مدہوش نہیں ہوں گے' لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے O (الحج: ٢) صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! وہ ایک شخص ہم میں سے کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: تمہیں بشارت ہو تم میں سے ایک شخص ہوگا اور ایک ہزار یاجوج ماجوج میں سے ہوں گے' پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! مجھے اُمید ہے کہ تم (تمام) اہل جنت کے چوتھائی ہو گے' پس ہم نے کہا: اللہ اکبر! پھر آپ نے فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ تم اہل جنت کے تہائی ہو گے'

پس ہم نے کہا: اللہ اکبر! پھر آپ نے فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ تم اہل جنت کے نصف ہو گے' پس ہم نے کہا: اللہ اکبر! پھر آپ نے فرمایا: تم لوگوں میں اسی طرح ہو گے جس طرح سفید بیل میں کالا بال ہوتا ہے یا کالے بیل میں سفید بال ہوتا ہے۔

قیامت کی ہولناکی اور جنت میں دیگر اُمتوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس وقت ہر بچہ بوڑھا ہو جائے گا' اس کا معنی ہے کہ قیامت کے دن کی ہولناکی اور شدت سے ہر بچہ بوڑھا ہو جائے گا۔

ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرا دے گی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قیامت کے دن کسی عورت کا حمل ہوگا اور نہ کوئی عورت بچہ جنے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ وقوعِ قیامت کے وقت جو زلزلہ آئے گا' اس سے حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں مجاز مراد ہے یعنی قیامت کے دن اتنی سخت ہولناکی ہو گی کہ اگر کوئی عورت حاملہ ہوتی تو اس وقت اس کا حمل ساقط ہو جاتا۔

ہم نے کہا: اللہ اکبر! یعنی ہم نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو بہت عظیم جان کر خوشی سے نعرۂ تکبیر لگایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے یہ بتایا کہ تم اہل جنت کے چوتھائی ہو گے' پھر بتایا کہ تم اہل جنت کے تہائی ہو گے' پھر بتایا کہ تم اہل جنت کے نصف ہو گے۔ آپ نے پہلی بار ہی یہ نہیں بتایا کہ تم اہل جنت کے نصف ہو گے بلکہ بتدریج بتایا' کیونکہ بار بار عطاء کا ذکر کرنا فرحت اور سرور کا باعث ہوتا ہے تاکہ مسلمان بار بار اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور اس کی نعمت پر اس کا شکر ادا کریں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب مسلمان سفید بیل میں ایک سیاہ بال کی طرح ہوں گے تو وہ اہل جنت کے نصف کیوں کر ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس مثال میں یہ دلیل ہے کہ اہل دوزخ بہت زیادہ ہیں اور ان کی اہل جنت کی طرف کوئی نسبت نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٨ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًاO﴾ (النساء:١٢٥)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایاO (النساء:١٢٥)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اس لیے بنایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بہت شدید محبت رکھتے تھے' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا کے لیے اس کی عبادت میں بہت کوشش کرتے تھے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا' اسی طرح مجھے بھی خلیل بنایا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۳۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَوْلِهٖ ﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا﴾ (النحل: ١٢٠).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ابراہیم (بہ نفس نفیس) فرماں بردار امت تھے۔ (النحل:١٢٠)

النحل: ۱۲۰' میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پوری امت فرمایا' یعنی پوری اُمت مل کر جتنا عمل کرتی ہے تنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام اتنا عمل کرتے تھے' اور التوبہ: ۱۱۴' میں حضرت ابراہیم کو ''اَوّاہ'' فرمایا ہے' ''اَوّاہ'' کا معنی ہے: خوفِ خدا سے بہت زیادہ رونے والا' بہت زیادہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا اور بہت زیادہ دعا کرنے والا۔

وَقَوْلِهٖ ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيْمٌO﴾ (التوبہ:١١٤)
وَقَالَ أَبُوْمَيْسَرَةَ الرَّحِيْمُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ابراہیم بہت نرم دل نہایت حلم والے تھےO (التوبہ:۱۱۴) ابومیسرہ نے کہا: (''اوّاہ'' کا معنی) حبشی زبان میں رحیم ہے۔

اس تعلیق کو امام وکیع نے اپنی تفسیر میں سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

٣٣٤٩ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَأَ ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَO﴾ (الانبیاء:١٠٤) وَأَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيْمُ وَإِنَّ أُنَاسًا مِّنْ أَصْحَابِيْ يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُوْلُ أَصْحَابِيْ أَصْحَابِيْ فَيُقَالُ إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ فَأَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ إِلٰى قَوْلِهٖ الْحَكِيْمُO﴾ (المائدہ:١١٧) [اطراف الحدیث: ۳۴۴۷ـ ۴۶۲۵ـ ۴۶۲۶ـ ۴۷۴۰ـ ۶۵۲۴ـ ۶۵۲۵ـ ۶۵۲۶] (صحیح مسلم: ۲۸۶۰، الرقم المسلسل: ۷۰۹۴، سنن ترمذی: ۲۴۳۱، سنن نسائی: ۲۰۸۱، مسند الحمیدی: ۴۸۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۴۷ـ ۲۴۶، مسند ابویعلیٰ: ۲۳۹۶، مسند احمد ج ۱ ص ۱۲۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۱۳ـ ج ۳ ص ۳۹۵، مؤسسة الرسالة، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں المغیرہ بن النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے ارشاد فرمایا: تمہارا حشر اس حال میں کیا جائے گا کہ تم ننگے پیر، ننگے بدن اور غیر مختون ہو گے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: جس طرح ہم نے پہلے تخلیق کی ابتداء کی تھی (اسی طرح) ہم اس کا اعادہ کریں گے، یہ ہمارا وعدہ ہے، ہم اسے ضرور پورا کرنے والے ہیں۔ (الانبیاء:۱۰۴) اور قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے اور بے شک میرے اصحاب میں سے بعض لوگوں کو بائیں جانب لے جایا جائے گا، پس میں کہوں گا: یہ میرے اصحاب ہیں، یہ میرے اصحاب ہیں، پس کہا جائے گا کہ جب سے آپ ان سے جدا ہوئے تھے یہ ہمیشہ (دین سے) اپنی ایڑیوں پر پھرے رہے، پھر میں اس طرح کہوں گا جس طرح (اللہ کے) نیک بندے نے کہا تھا: اور میں جب تک ان میں رہا ان پر نگہبان تھا (اور جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ان پر تو ہی نگہبان تھا) یہ آیت ''الحکیمO'' تک پڑھی۔ (المائدہ:۱۱۷)

حشر کے دن برہنہ اُٹھانے کے خلاف احادیث کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ننگے بدن اُٹھایا جائے گا، اس کے خلاف حسب ذیل احادیث ہیں:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے چند نئے کپڑے منگا کر ان کو پہنا، پھر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میت کو ان ہی کپڑوں میں اُٹھایا جائے گا جن کپڑوں میں وہ فوت ہوا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۱۴)

امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ بہز بن حکیم نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے

کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمہارا حشر پیدل اور سواری پر کیا جائے گا اور تمہیں اپنے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۴۲۴، دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)

ان احادیث کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کو ان کی قبروں سے ان کے اُن کپڑوں میں اُٹھایا جائے گا جن میں یہ فوت ہوں گے، پھر حشر کے وقت ان سے وہ کپڑے اُتار لیے جائیں گے اور ان کا ننگے بدن حشر کیا جائے گا یا یہ حساب کی جگہ پر ننگے بدن آئیں گے، پھر ان کو جنت کے کپڑے پہنائے جائیں گے اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ جس حدیث میں ہے: ان کو ان کے لباس میں اُٹھایا جائے گا، اس سے مراد ہے: ان کو ان کے اعمال کے لباس میں اُٹھایا جائے گا خواہ وہ اعمال اچھے ہوں یا بُرے ہوں، کیونکہ قرآن مجید میں نیک اعمال پر بھی لباس تقویٰ کا اطلاق ہے۔

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ. (الاعراف: ٢٦) اور تقویٰ کا لباس سب سے بہتر ہے۔

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بندے کو اس حال میں اُٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۷۸، سنن ابن ماجہ: ۴۲۳۰)

بعض علماء نے اس حدیث کو شہداء پر محمول کیا ہے جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کو ان کے کپڑوں میں لپیٹ دیا جائے اور ان ہی میں دفن کر دیا جائے، اور ان کے حال میں کسی چیز کی تبدیلی نہ کی جائے، علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوسعید نے اس حدیث کو شہداء کے متعلق سنا ہو، پھر اس کو عموم پر محمول کر دیا ہو۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس باب کی حدیث پر درج ذیل آیت دلالت کرتی ہے:

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ. (الانعام: ۹۴) اور بے شک اب تم ہمارے پاس اسی طرح تنہا آئے ہو جس طرح ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔

اور اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝ (الاعراف: ۲۹) اللہ نے جس طرح تمہیں پہلے پیدا کیا تھا، اسی طرح تم لوٹو گے۔

قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنانے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔

اس حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم منقبت اور فضیلت ہے اور ان کی خصوصیت ہے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ سب سے پہلے ہمارے نبی سیّدنا محمد ﷺ قبر سے اُٹھیں گے اور اس وقت آپ دیکھیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پائے کے ساتھ مُعلق ہیں اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ سے افضل ہوں، بلکہ قیامت کے دن آپ ہی سب سے افضل ہوں گے اور اگر کسی شخص کو کسی ایک وصف میں فضیلت حاصل ہو جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مطلقاً افضل ہو، اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ قائل اپنے کلام کے عموم سے خارج ہوتا ہے، یعنی یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اوّلیت اضافی ہے گویا دوسرے لوگوں کی بہ نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے کپڑے پہنائے جائیں گے نہ کہ رسول اللہ ﷺ سے بھی پہلے ان کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے، پھر ہمارے نبی ﷺ کو

کپڑے پہنائے جائیں گے۔

امام ابونعیم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارا رب عزوجل فرمائے گا: میرے خلیل کو کپڑے پہناؤ' پھر دو سفید کپڑے ان کو پہنائے جائیں گے' پس وہ عرش کے سامنے کھڑے ہوں گے' پھر میرے کپڑے لائے جائیں گے تو میں ان کو پہن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دائیں جانب کھڑا ہوں گا' پھر تمام اوّلین اور آخرین میری تحسین کریں گے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنت سے حلّہ پہنایا جائے گا اور ایک کرسی لا کر عرش کی دائیں جانب رکھی جائے گی' پھر مجھے لایا جائے گا اور مجھے حلّہ پہنایا جائے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے حُلّہ پہنانے کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ ان کو برہنہ کر کے آگ میں ڈالا گیا تھا' دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ستر میں مبالغہ کرنے کے لیے سب سے پہلے شلوار پہنی تھی' خصوصاً نماز میں اور جب انہوں نے ایسا کیا تو اس کی جزاء میں قیامت کے دن سب سے پہلے ان کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ میرے بعض اصحاب کو بائیں جانب لے جایا جائے گا تو میں یہ کہوں گا کہ یہ میرے اصحاب ہیں' یہ میرے اصحاب ہیں تو کہا جائے گا کہ جب آپ ان سے جدا ہوئے تھے' اس کے بعد یہ ہمیشہ (دین سے) اپنی ایڑیوں پر پھرے رہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ سے ان کا حال کیسے مخفی رہا' حالانکہ آپ نے یہ خبر دی ہے کہ آپ کے اوپر آپ کی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ آپ کی امت نہ تھے' آپ پر صرف اہل ایمان کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں نہ کہ مرتدین اور منافقین کے۔

علامہ نووی نے کہا: ان لوگوں سے مراد منافقین اور مرتدین ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کے زمانہ میں مسلمان تھے' پھر آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے' اور آپ پر مؤمنین کے احوال پیش کیے جاتے ہیں نہ کہ مرتدین اور منافقین کے۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٣٥۔ ٣٣٣ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو میدانِ حشر میں ان منافقین یا مرتدین کا علم تھا یا نہیں' یہ بحث بہت اہم ہے کیونکہ دیوبندی علماء اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم ما کان وما یکون کی نفی کرتے ہیں' ہم نے شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ٧٥٣۔ ٧٤٦ میں اس پر کافی مفصل بحث کی ہے' ہم چاہتے ہیں کہ اس بحث کو نعمۃ الباری میں بھی من وعن نقل کر دیں تاکہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی ہماری دونوں شرحوں میں یہ بحث آ جائے اور ہماری دونوں شرحوں کے قارئین اس بحث سے مستفیض ہو سکیں:

جن لوگوں کو حضور نے حوض پر آنے سے روک دیا' ان کے متعلق حضور کا علم اور حدیث عرض اعمال

اس حدیث میں ہے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے تھے' وہ جب حوض پر آئیں گے تو آپ فرمائیں گے: یہ میرے صحابہ ہیں' پھر آپ سے کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے یہ لوگ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے' تب آپ فرمائیں گے: دوری ہو' دوری ہو۔ اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ صحابہ میں سے کون اسلام پر قائم رہا اور کون بعد میں مرتد ہو گیا اور یہ کہ آپ کو قیامت تک کے تمام لوگوں کے اسلام اور کفر کا حال معلوم نہیں تھا' ورنہ آپ ان مرتدین کو دیکھ کر ''اصیحابی اصیحابی'' نہ فرماتے اور آپ سے یہ نہ کہا جاتا کہ آپ نہیں جانتے' انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعات نکالی تھیں۔

حالانکہ مسند بزار میں ہے کہ آپ پر امت کے تمام اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

اس سوال کے چند جوابات ہیں: پہلا جواب یہ ہے کہ حدیث میں یہ عبارت ہے:

پس کہا جائے گا: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا عمل کیا ہے؟ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۹)

یہ استفہام انکاری ہے، یعنی آپ کو معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ زیادہ تر احادیث میں یہ الفاظ ہیں:

''انك لا تدری ما احدثوا بعدك'' آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعات نکالی ہیں۔

اس حدیث میں درایت کی نفی ہے اور درایت علم سے خاص ہے کیونکہ درایت کے معنی ہیں: کسی چیز کو اٹکل اور حیلہ سے جاننا۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

خاص حیلوں سے کسی چیز کے جاننے کو درایت کہتے ہیں۔ (المفردات ص ۱۶۸، ایران)

علامہ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

درایت علم سے خاص ہے، کسی چیز کو کسی حیلہ سے جاننا درایت ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے علم پر درایت کا اطلاق نہیں ہوتا۔

(تاج العروس ج ۱۰ ص ۱۲۶، مصر)

اور جب یہ واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں درایت کی نفی کی ہے اور درایت علم سے خاص ہے اور خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی، اس لیے درایت کی نفی سے علم کی نفی نہیں ہوگی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان مرتدین کا علم وحی ربانی سے تھا، اٹکل اور حیلہ سے نہیں تھا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن آپ اپنی امت کو دوسری امتوں سے متمیز کریں گے، امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت حوض پر آئے گی، درآں حالیکہ میں لوگوں کو اس سے منع کر رہا ہوں گا، جیسا کہ کوئی شخص دوسرے اونٹوں کو اپنے اونٹوں سے الگ کرتا ہے، صحابہ نے پوچھا: یا نبی اللہ! آپ ہم کو پہچان لیں گے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ایک نشانی ہوگی جو تمہارے علاوہ اور کسی میں نہیں ہوگی، تم میرے پاس آؤ گے، درآں حالیکہ تمہارا چہرہ اور ہاتھ پیر آثارِ وضوء سے چمک رہے ہوں گے اور تم میں سے ایک جماعت کو مجھ سے دُور کیا جائے گا وہ مجھ تک نہیں آ سکیں گے، میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرے صحابہ ہیں! پھر فرشتہ آ کر مجھ سے کہے گا: کیا آپ جانتے ہیں انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالی تھیں؟ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ کراچی)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جن لوگوں کو حضور حوض سے دور کریں گے، اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس میں کئی اقوال ہیں:

(۱) اس سے مراد منافقین اور مرتدین ہیں اور یہ جائز ہے کہ ان کا حشر بھی چہرہ اور ہاتھ پیروں کی سفیدی کے ساتھ ہو اور اس علامت کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو (''اصیحابی'' فرما کر) نداء کریں، پھر آپ کو یہ بتایا جائے گا کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں جن سے آپ نے وعدہ کیا تھا، ان لوگوں نے آپ کے بعد دین بدل لیا اور ان کی موت اسلام پر نہیں ہوئی۔

(۲) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کے زمانہ میں مسلمان تھے اور پھر بعد میں مرتد ہو گئے، اگرچہ ان لوگوں پر آثار وضوء کی نشانی نہیں ہوگی، لیکن آپ ان کو دنیا کی واقفیت کی بناء پر پکاریں گے، کیونکہ آپ کی حیات میں یہ مسلمان تھے، پھر آپ کو بتایا جائے

گا کہ یہ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

(۳) اس سے مراد گناہ کبیرہ کرنے والے وہ لوگ ہیں جو دین اسلام پر فوت ہو گئے' یا وہ بدعتی لوگ مراد ہیں جو اپنی بدعات کی بناء پر اسلام سے خارج نہیں ہوئے' اس تقدیر پر یہ قطعی طور پر نہیں کہا جائے گا کہ یہ لوگ عذابِ نار کی بناء پر حوض سے دُور کیے گئے' بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلے زجر وتوبیخ کی وجہ سے ان کو ہٹایا گیا ہو اور پھر اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو اور اللہ تعالیٰ ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کر دے' اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان لوگوں کا چہرہ اور ہاتھ پیر آثارِ وضوء سے سفید ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے ہوں یا بعد کے ہوں' اور آپ نے ان کو وضوء کی علامت سے پہچانا ہو۔

امام حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ جس شخص نے بھی دین میں کوئی بدعت نکالی وہ حوض سے دور کر دیا جائے گا' جیسے خوارج' روافض اور دیگر باطل فرقے اور ظالم' فاسق وفاجر اور علی الاعلان گناہ کبیرہ کرنے والے یہ سب وہ لوگ ہیں جن کے متعلق یہ خدشہ ہے کہ ان کو حوض سے دور کر دیا جائے گا۔ (نعوذ باللہ منہم) (شرح مسلم مع صحیح مسلم ج۱ ص ۱۲۶' کراچی)

شیخ عثمانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان دور کیے جانے والوں میں تین احتمال ہیں: (۱) مرتدین (۲) تارکین سنت (۳) تارکین استقامت' اور ان تین میں سے پہلا قول مختار ہے' لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: میری حیات بھی تمہارے لیے خیر ہے اور میری ممات بھی تمہارے لیے خیر ہے' تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں' پس جو اچھا عمل ہوتا ہے میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جو بُرا عمل ہوتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ امام بزار نے اس حدیث کو سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج۱ ص ۲۰۷' کراچی' الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۴' بیروت' ۱۳۸۸ھ' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۷۵' دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴)

(یعنی جب آپ کو امت کے احوال معلوم ہوتے ہیں تو پھر آپ ان مرتدین کو ''اصیحابی'' کیوں فرمائیں گے؟) اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آپ پر امت کے اعمال اجمالاً پیش کیے جاتے ہیں' پس کہا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے بُرا کام کیا یا اچھا کام کیا' اور کام کرنے والوں کی تعیین کیے بغیر اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ اس جواب کو علامہ وشتانی ابی مالکی نے ذکر کیا ہے لیکن یہ جواب مستبعد ہے' کیونکہ ابن مبارک نے ابن مسیب سے روایت کیا ہے کہ ہر روز صبح اور شام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ امت کو وضوء کے آثار اور ان کے اعمال سے پہچانیں گے' اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کو ''اصیحابی'' کہہ کر نداء کرنا ان میں زیادہ حسرت اور عذاب پیدا کرنے کے لیے ہے' کیونکہ جب آپ ان کو ''اصیحابی'' کہہ کر نداء فرمائیں گے تو ان کو نجات کی اُمید ہو جائے گی اور جب ''سحقًا سحقًا'' فرمائیں گے تو اُمید ٹوٹ جائے گی اور اُمید بندھ کر پھر ٹوٹ جانا زیادہ حسرت اور عذاب کا باعث ہے' اور فرشتوں کا یہ کہنا کہ انہوں نے دین کو بدل دیا تھا' یہ بھی ان کے عذاب میں زیادتی کا سبب ہے' علامہ زرقانی نے شرح الموطا میں یہی جواب دیا ہے' (شیخ عثمانی لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ حدیث بزار کے سیاق وسباق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جس امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' وہ امت اجابت ہے کیونکہ اچھے اعمال پر اللہ کی حمد کرنا اور بُرے اعمال پر استغفار کرنا انہی کے حق میں متصور ہے۔

شیخ عثمانی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر حشر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرتدین کو نہیں پہچانا (یعنی ان کو مرتد نہیں جانا) تو کوئی حرج نہیں کیونکہ آپ کو ان کا پہلے علم بھی نہیں تھا' آپ کو تو صرف اپنی امت کا علم تھا جن کے اعمال آپ پر پیش کیے جاتے تھے۔ رہے مرتد اور کافر تو ان کے اعمال آپ پر پیش کیے جاتے تھے' نہ آپ کو ان کا علم تھا' اب اگر اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ کو

حشر کے دن ان کے کفر اور ارتداد کا علم نہ ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے' اور اس کا حدیث عرض اعمال سے کوئی تعارض نہیں ہے۔

(فتح الملہم ج ا ص ۱۲۶ 'مکتبۃ الحجاز' کراچی)

مصنف کے نزدیک شیخ عثمانی کی یہ تقریر صحیح نہیں ہے کیونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے' جس شخص کو نور اور حیات کا علم ہو' وہ نور اور حیات کی نفی سے ظلمت اور موت کو جان لے گا' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان اور اعمالِ صالحہ کی علامات کو جان لیا تو آپ کے لیے کفر اور فسق کی علامات متعین ہو گئیں' یعنی جن لوگوں میں ایمان اور اعمالِ صالحہ کی علامات نہیں ہوں گی وہ کافر اور فاسق ہوں گے' خصوصاً جبکہ قرآن مجید میں کفر کی علامات بتا دی گئی ہیں کہ کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے: "یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ" (آل عمران:۱۰۶) جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ۔ اور کفار بائیں طرف ہوں گے: "وَاَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝" (الواقعہ:۹) اور بائیں طرف والے (بدبخت) کیا (ہی بُرے) ہیں بائیں طرف والے ۝ مارے خوف کے کفار کی آنکھیں نیلی ہوں گی: "وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَىٕذٍ زُرْقًا ۝" (طٰہٰ:۱۰۲) اور اس دن ہم مجرموں کو ایسی حالت میں اُٹھائیں گے ان کی آنکھیں (خوف سے پتھرا کر) نیلگوں ہوں گی ۝ کفار کے چہرے خاک آلود ہوں گے اور ان پر سیاہی چھائی ہو گی: "وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝" (العبس:۴۰-۴۲) کتنے منہ اس دن خاک آلود ہوں گے ۝ ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہو گی ۝ یہی لوگ کافر بدکار ہیں ۝ اس دن کفار زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے: "وَتَرَى الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَىٕذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ۝" (ابراہیم:۴۹) اور اس دن آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ (ایک دوسرے کے ساتھ) زنجیروں میں جکڑے ہوں گے ۝ ان نشانیوں سے کفار' منافقین اور مرتدین کسی شخص پر میدانِ حشر میں مشتبہ نہیں ہوں گے اور ہر شخص کو ان کا علم ہو گا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ" (الرحمٰن:۴۱) اس دن مجرم اپنی صورتوں سے پہچانے جائیں گے۔ اس لیے شیخ عثمانی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ آپ کو صرف اپنی امت کا علم تھا اور کفار اور منافقین کا علم نہیں تھا' اس لیے آپ نے ان کو نہیں جانا۔

علاوہ ازیں یہاں اشکال تو اس وجہ سے ہے کہ آپ نے ان مرتدین کو "اصیحابی" فرمایا اور جب آپ پر اپنی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ اپنی امت کو پہچانتے ہیں تو پھر آپ نے ان مرتدین کے متعلق "میرے صحابہ" کیسے فرمایا' نیز عرض اعمال کے علاوہ آپ کی امت کا چہرہ سفید ہو گا بلکہ وہ غر محجل (جن کے چہرے اور ہاتھ پیر سفید ہوں) ہوں گے وہ دائیں جانب ہوں گے' ان کی عبادات کا نور ان کے آگے آگے ہو گا' ان کے چہرے خوش و خرم ہوں گے' وہ اپنے رب کے دیدار میں محو ہوں گے' ان علامات سے قیامت کے دن کسی شخص کو بھی مؤمن اور کافر میں اشتباہ نہیں ہو گا اور ہر شخص کے نزدیک وہ متمیز ہوں گے' اس لیے یہ اشکال پیدا ہو گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مرتدین کو "اصیحابی" "میرے اصحاب" کیسے فرمایا؟

اس لیے اس سوال کا صحیح جواب وہی ہے جو علامہ زرقانی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلے ان کو "اصیحابی" فرمانا' اس لیے تھا کہ ان کی اُمید قائم تھی اور بعد میں "سحقًا سحقًا" فرما کر ان کی اُمید کو توڑ دیا اور امید بندھ کر ٹوٹ جانا زیادہ حسرت اور عذاب کا موجب ہوتا ہے' علامہ زرقانی نے دوسرا جواب یہ لکھا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پہلے منافقین کو مسلمانوں کے حکم میں رکھا اور پھر ان کا نفاق ظاہر کر کے ان کو رسوا کر دیا۔ اسی طرح ان منافقین کو پہلے مسلمانوں کی علامت کے ساتھ اُٹھایا جائے گا اور یہ بھی غر محجل ہوں گے اور پھر ان کا نفاق اور ارتداد ظاہر کر کے ان کو رسوا کر دیا جائے گا' لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کو "اصیحابی" فرمانا ان کے غر محجل ہونے کے اعتبار سے ہے اور بعد میں "سحقًا سحقًا" فرما کر ان کو اپنے حوض سے دُور کر دینا ایسے ہی ہے جیسے دنیا میں آپ

نے منافقین کو مسجد نبوی سے نکال دیا تھا اور مرتدین پر یہ توجیہ اس طرح منطبق ہوتی ہے کہ مرتدین پہلے اسلام لائے اور پھر دین اسلام سے منحرف ہوگئے تو آپ کا ان کو ''اصیحابی'' فرمانا ان کے پہلے حال اسلام کے اعتبار سے ہے اور بعد میں ''سحقًا سحقًا'' فرما کر ان کو حوض سے دور کر دینا ان کے ارتداد کی سزا ہے۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ یہ توجیہ زیادہ ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ منافقین کو ایک نور دیا جائے گا اور ان کی ضرورت کے وقت اس نور کو بجھا دیا جائے گا' پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے ظاہر ایمان کی وجہ سے ان کو نور عطا کیا تاکہ وہ اس سے دھوکا کھائیں اور ان کی ضرورت کے وقت پل صراط پر اس نور کو بجھا دیا' اسی طرح یہ مستبعد نہیں ہے کہ پہلے ان کے چہرے اور ہاتھ پیروں کو سفید کر کے غرّہ اور تحجیل کے ساتھ ان کا حشر کیا جائے اور آپ اس علامت کی وجہ سے ان کو ''اصیحابی'' فرمائیں اور جب ان کو حوض پر پانی پینے کی ضرورت ہو تو آپ ان کو ''سحقًا سحقًا'' فرما کر حوض سے دور کر دیں' اور اللہ تعالیٰ مکر کرنے والوں کو ان کے مکر کی یونہی جزاء دیتا ہے۔ (شرح الموطا للزرقانی ج ا ص ٦٠' مصر)

میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اگر عرض اعمال کی حدیث صحیح ہو' تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر وقت آپ کے ذہن میں وہ لوگ محفوظ رہیں' خاص طور پر حشر کے وقت بھی۔ (اوجز المسالک ج ا ص ٦٢' ھند)

یعنی یہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو ان کے ارتداد اور نفاق کا علم ہو لیکن محشر کی حشر سامانیوں کی بناء پر اس طرف توجہ نہ رہے' یہ جواب بھی صحیح اور درست ہے۔

شیخ تھانوی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم غیب کی نفی ثابت کرنے کے بیان میں لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں ہے کہ بعض امتیوں کی نسبت قیامت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا جائے گا: ''انك لا تدری ما احدثوا بعدك'' اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے بعض ازمنہ تک بھی کہ آخر عمر سے بہت متاخر ہے' آپ پر بعض کونیات ظاہر نہیں ہوئے نہ بالذات نہ بالعطاء۔ (بسط البنان مع حفظ الایمان ص ١٧' مکتبہ نعمانیہ' دیوبند)

تھانوی صاحب کی تصریح کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لوگوں کے کفر اور ارتداد کا علم نہیں تھا' حالانکہ قرآن مجید کے مطابق میدانِ حشر میں کافروں اور مرتدوں کی علامات ہر شخص پر عیاں اور بیاں ہوں گی' ان کے چہرے کالے اور غبار آلود ہوں گے' آنکھیں پتھرائی ہوئی نیلگوں ہوں گی اور وہ زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہوں گے' اور ان کی علامات کی وجہ سے ان کی پہچان کا تعلق علمِ غیب کی بجائے علمِ شہادت سے ہوگا' اور میدانِ حشر میں موجود ہر شخص جان لے گا کہ کافر کون ہے اور مسلمان کون ہے' کس قدر حیرت کی بات ہے کہ علمِ رسالت کے انکار میں یہ لوگ اس قدر جری ہوگئے کہ علمِ غیب تو الگ رہا' اب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علمِ شہادت کی بھی نفی کرنے لگے!

میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہٗ العزیز نے بھی اس حدیث کی روشنی میں علم رسالت پر گفتگو کی ہے جس کو میں یہاں من وعن تبرکاً نقل کر رہا ہوں:

رہا قیامت کا واقعہ جس میں مذکور ہے کہ جماعت مرتدین کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''اصیحابی اصیحابی'' فرما کر بلائیں گے اور اس وقت آپ سے کہا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم' انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور کو قیامت کے دن بھی بعض باتوں کا علم نہ ہوگا۔ یہ عجیب قسم کا شبہ ہے' جو حدیث مثبتِ علم ہو اس کو نفی میں پیش کیا جا رہا ہے۔ غور فرمایئے! یہ واقعہ قیامت کے دن ہوگا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو پہلے بیان فرما رہے ہیں' علم نہ تھا تو بیان کیسے فرمایا۔

رہی یہ بات کہ پھر حضور سے یہ کیوں کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ

مسلم شریف جلد ثانی، مطبوعہ مطبع انصاری، دہلی، ص ۲۴۹ میں منکرین کی یہی پیش کردہ حدیث بایں الفاظ موجود ہے:

''فیقال اما شعرت ما عملوا بعدك'' حضور ﷺ سے کہا جائے گا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کام کیے۔

''ما شعرت'' جملہ منفیہ پر ہمزہ استفہام انکاری داخل ہوا، نفی کا انکار اثبات ہوتا ہے۔ لہٰذا حدیث مبارکہ سے مرتدین کے اعمال کا علم حضور سیّد عالم ﷺ کے لیے ثابت ہوا۔ چونکہ واقعہ ایک ہے، صرف اس کی روایتوں میں تعدد ہے، اس لیے جب ایک روایت میں ہمزۂ استفہام مذکور ہو گیا تو ہر روایت میں اس کے معنی ملحوظ رہیں گے اور جس روایت میں وہ مذکور نہیں، وہاں محذوف ماننا پڑے گا، مثلاً ''انك لا تدری'' والی حدیث میں ہمزہ مذکور نہیں تو یہاں محذوف مانیں گے اور اصل عبارت یوں ہوگی کہ ''أإنك لا تدری'' کیا آپ نہیں جانتے!...... ورنہ حدیثوں میں تعارض ہوگا کیونکہ ہمزہ استفہام کا محذوف ہونا تو صحیح ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں محذوف ہے، حضرت ابراہیم کا مقولہ ''ھذا ربی'' میں مفسرین نے ''اھذا ربی'' فرمایا ہے۔ یعنی کیا یہ میرا رب ہے لیکن اس کا زائد ہونا صحیح نہیں ہے۔

اگر ''انك لا تدری'' والی روایت میں ہمزہ استفہام محذوف نہ مانیں تو ''اما شعرت'' والی روایت میں ہمزہ کو زائد ماننا پڑے گا جو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا، خصوصاً جبکہ حضور سیّد عالم ﷺ کے کمال علمی کی نفی ہوتی ہو۔

پھر یہ کہ احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو اپنی امت کے تمام اچھے اور بُرے اعمال کا علم ہے، ترمذی شریف میں حدیث وارد ہے:

''عرضت علی اعمال امتی حسنھا وقبیحھا'' میری امت کے تمام اچھے اور بُرے اعمال مجھ پر پیش کیے گئے۔

اب غور فرمائیے کہ مرتدین بھی حضور ﷺ کی امت میں داخل تھے، ان کا مرتد ہونا عمل قبیح ہے۔ اعاذنا اللّٰہ تعالٰی منه.

جب امت کے تمام اعمالِ حسنہ اور قبیحہ حضور کے سامنے پیش کیے گئے تو ان کا ارتداد جو عمل قبیح ہے، وہ بھی ضرور پیش ہوا، پھر حضور ﷺ کو ان کے عملوں کا علم نہ ہونا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیث مذکور کے یہی معنی صحیح ہیں کہ اے حبیب ﷺ! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے کیا عمل کیے۔ آپ کو معلوم تو ہے، پھر بھی آپ غلبۂ رحمت کے حال میں ان کو اپنی طرف لے جا رہے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ جب کریم کو سخاوت کرنے کے لیے بٹھا دیا جائے تو اس وقت اس کے دریائے سخا میں ایسا جوش ہوتا ہے کہ دشمن کی دشمنی کی طرف اس کی توجہ نہیں رہتی اور وہ بے اختیار اپنے کرم کا دامن اس کی طرف پھیلا دیتا ہے اور جب اسے توجہ دلائی جائے تو اس وقت متوجہ ہوتا ہے۔

یہاں بالکل یہی معاملہ ہے۔

ساقیٔ کوثر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ حوضِ کوثر پر رونق افروز ہیں، اپنے غلاموں کو چھلکتے ہوئے جام پلا رہے ہیں۔ مرتدین کی جماعت ادھر سے گزرتی ہے، حضور کو ان کے عملوں کا پورا پورا علم ہے، مگر اس وقت دریائے جود و سخا موجزن اور شانِ رحمت کا ظہور اتم ہے، اس لیے ان کی بداعمالیوں کی طرف خیال مبارک جاتا ہی نہیں اور اپنے لطفِ عمیم اور کرمِ جسیم کے غلبہ حال میں بے اختیار فرما دیتے ہیں: ''اصیحابی، اصیحابی''۔

لیکن جب توجہ دلائی جاتی ہے کہ ''اما شعرت ما احدثوا بعدك'' پیارے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے

کیا کیا؟

پس فوراً توجہ مبارکہ ان کی بداعمالیوں کی طرف مبذول ہو جاتی ہے اور ارشاد فرماتے ہیں:

''سحقًا سحقًا''انہیں دور لے جاؤ' دور لے جاؤ۔

طالب حق کے لیے اس حدیث کا صحیح مطلب سمجھنے کے لیے یہ بیان کافی ہے۔

(مقالات کاظمی ج ۲ ص ۱۲۵۔ ۱۲۳' مکتبہ فریدیہ ساہیوال ۱۳۹۷ھ)

۳۳۵۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِي اَخِي عَبْدُالْحَمِيدِ عَنِ ابْنِ اَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَلْقٰى إِبْرَاهِيمُ اَبَاهُ اٰزَرَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلٰى وَجْهِ اٰزَرَ قَتَرَةٌ وَّغَبَرَةٌ فَيَقُولُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ لَاتَعْصِنِي فَيَقُولُ اَبُوْهُ فَالْيَوْمَ لَااَعْصِيكَ فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ يَارَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَّنِي اَنْ لَّاتُخْزِيَنِي يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ فَاَيُّ خِزْيٍ اَخْزٰى مِنْ اَبِي الْاَبْعَدِ فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى إِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ ثُمَّ يُقَالُ يَا إِبْرَاهِيمُ مَاتَحْتَ رِجْلَيْكَ فَيَنْظُرُ فَإِذَا هُوَ بِذِيْخٍ مُّلْتَطِخٍ فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهٖ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۶۸۔ ۴۷۶۹] (سنن کبریٰ للنسائی: ۱۱۳۷۵' المستدرک ج ۲ ص ۲۳۸' کنز العمال: ۳۲۲۹۲' مشکوٰۃ: ۵۵۳۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی عبدالحمید نے خبر دی از ابن ابی ذئب از سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے (عرفی) باپ آزر سے قیامت کے دن ملاقات کریں گے اور آزر کے چہرے پر سیاہی اور گرد وغبار ہوگا' حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے کہیں گے: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میری نافرمانی نہ کرو' ان کا (عرفی) باپ کہے گا: پس آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا' پس حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے: اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے قیامت کے دن رسوا نہیں کرے گا تو اس سے بڑھ کر اور کیا رسوائی ہوگی کہ میرا (عرفی) باپ تیری رحمت سے بہت زیادہ دور ہے' پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے' پھر کہا جائے گا: اے ابراہیم! آپ کے پیروں کے نیچے کیا ہے؟ تو حضرت ابراہیم دیکھیں گے تو وہاں ایک ذبح شدہ جانور خون میں لتھڑا ہوا پڑا ہوگا! پھر اس کے پاؤں کو پکڑ کر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

آزر کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کی توجیہ

حضرت ابراہیم کے عرفی باپ کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کا اس آیت میں ذکر ہے:

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرٰهِيمَ لِاَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرٰهِيمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيمٌ O (التوبہ: ۱۱۴)

اور ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ کے لیے استغفار کرنا صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو ابراہیم نے اس سے کیا تھا اور جب ان پر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے' بے شک ابراہیم بہت نرم دل اور بہت بردبار تھے O

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس اصول سے لاعلم نہیں تھے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کی مغفرت نہیں فرمائے گا' پھر انہوں نے آزر کی سفارش کیوں کی؟ نیز اس آیت میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر سے بیزار ہو گئے تھے' پھر وہ قیامت کے دن آزر

کی شفاعت کیوں کریں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم اللہ تعالیٰ سے آزر کے لیے جو دعا کریں گے اس سے آزر کی شفاعت کرنا مقصود نہیں ہوگا بلکہ اس دعا سے آزر کے سامنے یہ عذر پیش کرنا مقصود ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اللہ تعالیٰ سے ان کی شفاعت کر دی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ کافروں کو جنت میں داخل نہیں فرماتا اور اللہ تعالیٰ اپنے قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتا' سو تمہاری مغفرت ممکن ہی نہیں ہے' اگر تمہاری مغفرت ممکن ہوتی تو ضرور میری شفاعت سے تمہاری مغفرت ہو جاتی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آزر کے کفر اور شرک کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زندگی میں ہی اس سے بیزار ہو چکے تھے' لیکن قیامت کے دن کی ہولناکی اور میدانِ محشر کی دہشت سے آپ کا ذہن اس کے شرک اور کفر کی طرف متوجہ نہیں ہوگا اور آپ اس کی شفاعت کریں گے' پھر جب اللہ تعالیٰ آزر کے کفر اور شرک کو بجو کی صورت میں مسخ کر کے گندگی میں لتھڑا ہوا آپ کے پیروں میں ڈال دے گا تو پھر آپ کا ذہن اس کے شرک کی طرف متوجہ ہوگا اور جس طرح آپ اپنی زندگی میں اس سے بیزار ہوئے تھے' قیامت کے دن بھی اس سے بیزار ہو جائیں گے۔

٣٣٥١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو اَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ وَجَدَ فِيْهِ صُوْرَةَ اِبْرَاهِيْمَ وَصُوْرَةَ مَرْيَمَ فَقَالَ اَمَا هُمْ فَقَدْ سَمِعُوْا اَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ هٰذَا اِبْرَاهِيْمُ مُصَوَّرٌ فَمَالَهُ يَسْتَقْسِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ بکیر نے ان کو حدیث بیان کی از کریب مولیٰ ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت مریم کی (مجسم) تصویر دیکھی تو آپ نے فرمایا: رہے یہ (قریش) لوگ تو انہوں نے یہ سنا ہوا ہے کہ فرشتے اس گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں تصویر ہو اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی (مجسم) تصویر بنی ہوئی ہے' پس وہ فال کے تیر نہیں نکالتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٩٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٥٢ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَاَى الصُّوَرَ فِي الْبَيْتِ لَمْ يَدْخُلْ حَتّٰى اَمَرَبِهَا فَمُحِيَتْ وَرَاٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ بِاَيْدِيْهِمَا الْاَزْلَامُ فَقَالَ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهِ اِنِ اسْتَقْسَمَا بِالْاَزْلَامِ قَطُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں مجسم تصویریں دیکھیں تو آپ بیت اللہ میں داخل نہیں ہوئے' حتیٰ کہ آپ نے ان تصویروں کو مٹانے کا حکم دیا' سو وہ تصویریں مٹائی گئیں اور آپ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے ہاتھوں میں فال نکالنے کے تیر دیکھے تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہلاک کر دے! اللہ کی

قسم! انہوں نے کبھی فال کے تیر نہیں نکالے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۵۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ أَتْقَاهُمْ فَقَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَيُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنَ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا قَالَ أَبُوْ أُسَامَةَ وَمُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۳۳۷۴-۳۳۸۳-۳۴۹۰-۳۴۸۹-۴۶۸۹] (صحیح مسلم: ۲۳۷۸' الرقم المسلسل: ۶۰۵۵' سنن دارمی: ۲۲۳' السنن الکبریٰ: ۱۱۲۴۹' صحیح ابن حبان: ۶۴۸' الادب المفرد: ۱۲۹' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۵۶۸- ج ۱۵ ص ۳۴۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! (اللہ کے نزدیک) سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو سب سے زیادہ متقی ہو' صحابہ نے عرض کیا: ہم اس کے متعلق آپ سے سوال نہیں کر رہے' تو آپ نے فرمایا: وہ یوسف نبی اللہ ہیں جو ابن نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ ہیں' صحابہ نے کہا: ہم آپ سے اس کے متعلق سوال نہیں کر رہے' آپ نے فرمایا: تم عرب کے معادن کے متعلق سوال کر رہے ہو' ان میں جو زمانۂ جاہلیت میں سب سے بہتر تھے وہ زمانہ اسلام میں بھی سب سے بہتر ہیں جب وہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔ ابو اسامہ اور معتمر نے کہا از عبیداللہ از سعید از حضرت ابو ہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث کی مثل۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس حیثیت سے ہے کہ اس حدیث میں خلیل اللہ کا ذکر ہے۔

سب سے زیادہ متقی' معادن اور فقہ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سب سے زیادہ معزز کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: جس کا تقویٰ سب سے زیادہ ہو' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ. (الحجرات: ۱۳)

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔

حدیث مذکور میں فرمایا: پس یوسف نبی اللہ ہیں' یعنی سب سے زیادہ مکرم اور مشرف حضرت یوسف علیہ السلام ہیں' کیونکہ جو اپنے رب عزوجل سے ڈرتا ہے وہ سب سے زیادہ معزز ہوتا ہے' کیونکہ خوفِ خدا اس کو عزت کے اسباب پر برانگیختہ کرتا ہے' اس لیے وہ خوفِ خدا کی وجہ سے اکثر مباحات سے بھی پرہیز کرتا ہے' چہ جائیکہ وہ گناہوں کا ارتکاب کرے۔

اس حدیث میں معادن عرب کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: عرب کے وہ اجداد جن پر وہ فخر کرتے تھے' ان کو معادن جمع کے صیغہ سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ان کی صلاحیتیں مختلف ہیں۔ ان کو معادن سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ جس طرح معادن جواہر نفیسہ کا ظرف ہوتے ہیں' اسی طرح وہ اجداد علوم کا ظرف ہوتے ہیں' پھر اس میں یہ قید لگائی کہ جب وہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں' کیونکہ جو شخص زمانۂ جاہلیت میں شریف ہے وہ اس شخص سے بہتر ہے جو زمانۂ جاہلیت میں شریف نہیں تھا' فقہ سے مراد علم ہے اور عرف میں اس

سے مراد علم شریعت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۳۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٣٣٥٤ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ حَدَّثَنَا عَوْفٌ حَدَّثَنَا اَبُوْرَجَاءٍ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِيَ اللَّيْلَةَ اٰتِيَانِ فَاَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ طَوِيْلٍ لَا اَكَادُ اَرٰى رَاْسَهٗ طُوْلًا فِى السَّمَآءِ وَاِنَّهٗ اِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قَوْلُهٗ فَاَتَيْنَا اَىْ فَذَهَبَا بِىْ حَتّٰى اَتَيْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مؤمل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات میرے پاس دو آنے والے آئے سو ہم ایک طویل مرد کے پاس آئے وہ اس قدر لمبے تھے کہ میں ان کا سر نہیں دیکھ سکا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۴۵ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٥٥ - حَدَّثَنِىْ بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا النَّضْرُ اَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَذَكَرُوْا لَهُ الدَّجَّالَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوْبٌ كَافِرٌ اَوْ ك ف ر. قَالَ لَمْ اَسْمَعْهُ وَلٰكِنَّهٗ قَالَ اَمَّا اِبْرَاهِيْمُ فَانْظُرُوْا اِلٰى صَاحِبِكُمْ وَاَمَّا مُوْسٰى فَجَعْدٌ اٰدَمُ عَلٰى جَمَلٍ اَحْمَرَ مَخْطُوْمٍ بِخُلْبَةٍ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ انْحَدَرَ فِى الْوَادِىْ يُكَبِّرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے بیان بن عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از مجاہد انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے ان سے دجال کا ذکر کیا کہ اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا یا ک ف ر لکھا ہوگا حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے اس کو نہیں سنا لیکن آپ نے یہ فرمایا تھا کہ رہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تو تم اپنے پیغمبر کی طرف دیکھو اور رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام تو ان کا جسم گٹھا ہوا ہے اور وہ گندم گوں رنگ کے ہیں وہ سرخ اونٹ پر سوار تھے اس کی ناک میں کھجور کی چھال کی مہار تھی گویا کہ میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ اللہ اکبر کہتے ہوئے ایک وادی میں اتر رہے ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۵۲ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٥٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِىُّ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَتَنَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً بِالْقَدُّوْمِ. حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ بِالْقَدُوْمِ مُخَفَّفَةً تَابَعَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ وَتَابَعَهٗ عَجْلَانُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن عبدالرحمان القرشی نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مقام قدوم میں اسی (۸۰) سال کی عمر میں ختنہ کرایا۔ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی کہ القدوم بغیر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ.

[طرف الحدیث: ٦٢٩٨] (صحیح مسلم: ٢٣٧١، الرقم المسلسل: ٦٠٣٩)

تشدید کے ہے، عبدالرحمان بن اسحاق نے شعیب کی متابعت کی ہے از ابی الزناد اور عبدالرحمان بن اسحاق کی متابعت عجلان نے کی ہے از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور اس حدیث کو محمد بن عمرو نے از ابی سلمہ روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں ہے۔

ختنہ کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اور ختنہ کے مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ختنے کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اسّی سال تھی۔ قاضی عیاض نے کہا کہ امام مالک اور اوزاعی نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس میں مذکور ہے کہ اس وقت ان کی عمر ایک سو بیس سال تھی، اور اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اَسّی سال زندہ رہے، امام حبان نے اپنی صحیح میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ اس وقت ان کی عمر ستر سال تھی، ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم ایک سو ستر سال زندہ رہے۔

اس حدیث میں ''القدوم'' کا ذکر ہے ''القدوم'' دال کی تشدید کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور بغیر تشدید کے بھی پڑھا گیا ہے، بغیر تشدید کے اس کا معنی ہے: لکڑی کاٹنے کی آری اور تشدید کے ساتھ اس کا معنی ہے: شام کی ایک بستی، اور بعض نے کہا ہے کہ ہر صورت میں اس کا معنی بستی ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ختنہ کرایا تو ان کی اولاد میں ختنہ کرانا سنت ہو گیا، اور بنو اسرائیل بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک ختنہ کراتے رہے تھے اور عیسائیوں نے اس حکم کو بدل دیا، امام شافعی کے نزدیک ختنہ کرانا واجب ہے اور اکثر علماء کے نزدیک ختنہ کرانا سنت ہے اور بلوغ کے بعد ختنہ کرانا واجب ہو جاتا ہے، مستحب یہ ہے کہ ولادت کے ساتویں دن ختنہ کرایا جائے۔

(عمدة القاری ج ١٥ ص ٣٤٠، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٣٣٥٧ - **حَدَّثَنَا** سَعِیْدُ بْنُ تَلِیْدٍ الرُّعَیْنِیُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ جَرِیْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکْذِبْ اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلَّا ثَلَاثًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن تلید الرعینی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے جریر بن حازم نے خبر دی از ایوب از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین (ظاہری) جھوٹ بولے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٢١٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٥٨ - **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمْ یَکْذِبْ اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلَّا ثَلٰثَ کَذَبَاتٍ ثِنْتَیْنِ مِنْهُنَّ فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَوْلُهٗ ﴿اِنِّیْ سَقِیْمٌ﴾ (الصافات: ٨٩) وَقَوْلُهٗ ﴿بَلْ فَعَلَهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ہمیں محمد بن محبوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین ظاہری جھوٹ بولے تھے، ان میں سے دو تو اللہ عزوجل کی ذات کے متعلق تھے، ایک ان کا قول یہ

كَبِيرُهُمْ هٰذَا﴾ (الانبیاء:٦٣)وَقَالَ بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَّسَارَةُ إِذْ أَتٰى عَلٰى جَبَّارٍ مِّنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ هَاهُنَا رَجُلًا مَّعَهُ امْرَاةٌ مِّنْ أَحْسَنِ النَّاسِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهَا فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ قَالَ أُخْتِي فَأَتٰى سَارَةَ قَالَ يَاسَارَةُ لَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرَكِ وَإِنَّ هٰذَا سَأَلَنِي فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّكِ أُخْتِي فَلَا تُكَذِّبِينِي فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهٖ فَأُخِذَ فَقَالَ ادْعِي اللّٰهَ لِي وَلَا أَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَأُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِيَةَ فَأُخِذَ مِثْلَهَا أَوْ أَشَدَّ فَقَالَ ادْعِي اللّٰهَ لِي وَلَا أَضُرُّكِ فَدَعَتْ فَأُطْلِقَ فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهٖ فَقَالَ إِنَّكُمْ لَمْ تَأْتُونِي بِإِنْسَانٍ إِنَّمَا أَتَيْتُمُونِي بِشَيْطَانٍ فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّي فَأَوْمَأَ بِيَدِهٖ مَهْيَمْ قَالَتْ رَدَّ اللّٰهُ كَيْدَ الْكَافِرِ أَوِ الْفَاجِرِ فِي نَحْرِهٖ وَأَخْدَمَ هَاجَرَ. قَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ فَتِلْكَ أُمُّكُمْ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ.

تھا کہ بے شک میں بیمار ہوں (الصافات:٨٠) دوسرا قول یہ تھا کہ یہ کام ان کے اس بڑے نے کیا ہے (الانبیاء:٦٣) اور (تیسرا ظاہری جھوٹ یہ تھا) کہ ایک دن وہ اور حضرت سارہ ظالموں میں سے ایک ظالم بادشاہ (کے ملک میں) آئے' اس بادشاہ کو بتایا گیا کہ بے شک یہاں ایک آدمی آیا ہے اور اس کے ساتھ ایسی عورت ہے جو تمام لوگوں سے زیادہ حسین ہے' بادشاہ نے ان کی طرف کسی کو بھیجا اور اس عورت کے متعلق سوال کیا' پس پوچھا کہ یہ کون ہے؟ حضرت ابراہیم نے کہا: یہ میری (دینی) بہن ہے' پھر حضرت ابراہیم حضرت سارہ کے پاس آئے اور کہا: اے سارہ! اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا اور کوئی مؤمن نہیں ہے اور اس نے مجھ سے سوال کیا ہے تو میں نے اس کو بتایا ہے کہ تم میری (دینی) بہن ہو' سو تم میری تکذیب نہ کرنا' ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا' جب وہ ان کے پاس گیا اور اپنے ہاتھ سے ان کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا' پس اس نے کہا: آپ اللہ سے میرے لیے دعا کریں اور میں آپ کو کوئی ضرر نہیں دوں گا' حضرت سارہ نے اللہ سے دعا کی تو اس کا ہاتھ درست کر دیا گیا' اس نے دوسری بار ان کو پکڑا' وہ پھر اسی طرح مفلوج ہو گیا یا اس سے زیادہ' اس نے پھر کہا: آپ اللہ سے میرے لیے دعا کریں اور میں آپ کو ضرر نہیں دوں گا' حضرت سارہ نے دعا کی تو اس کو درست کر دیا گیا' پھر اس نے اپنے کسی محافظ کو بلایا اور کہا: تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں لائے ہو' تم تو میرے پاس جنّیہ کو لائے ہو' پھر اس نے حضرت سارہ کو حضرت ھاجَر بہ طور خادمہ دے دی' حضرت ابراہیم کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' انہوں نے ہاتھ کے اشارہ سے پوچھا: کیا ہوا؟ انہوں نے بتایا: اللہ تعالیٰ نے کافر یا فاجر کی سازش کو اس کے اوپر اُلٹ دیا اور ھاجَر بہ طور خادمہ دے دی۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: یہ تمہاری ماں ہیں' اے بارش کے بیٹو!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٢٢١٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٥٩ - **حَدَّثَنَا** عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى أَوِ ابْنُ سَلَامٍ عَنْهُ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ سَعِيدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی یا ان سے ابن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے

بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أُمِّ شَرِيْكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزْغِ وَقَالَ كَانَ يَنْفُخُ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

کہا: ہمیں ابن جریج نے خبردی از عبدالحمید بن جبیر از سعید بن المسیب از حضرت اُم شریک رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپکلی کو مارنے کا حکم دیا اور فرمایا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام (کی آگ) پر پھونک مار رہی تھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٣٠٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٦٠ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الانعام:٨٢) قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهٗ قَالَ لَيْسَ كَمَا تَقُوْلُوْنَ لَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ بِشِرْكٍ أَوَلَمْ تَسْمَعُوْا إِلٰى قَوْلِ لُقْمَانَ لِابْنِهٖ ﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۝﴾ (لقمان:١٣).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے باپ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا۔ (الانعام:٨٢) تو ہم نے کہا: یارسول اللہ! ہم میں سے کون شخص ہے جو اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا؟ آپ نے فرمایا: اس طرح نہیں ہے جس طرح تم کہہ رہے ہو۔ "لم یلبسو ایمانهم بظلم" کا معنی ہے جس نے اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ نہیں ملایا۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا: اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ (کسی کو) شریک نہ بنانا، بے شک شرک کرنا (سب سے) بڑا ظلم ہے۝ (لقمان:١٣)

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٢ میں گزر چکی ہے۔

٩ - بَابٌ ﴿يَزِفُّوْنَ﴾ اَلنَّسَلَانُ فِي الْمَشْيِ "یزفون" (الصّٰفّٰت:٩٤) کا معنی ہے: دوڑ کر چلے

امام بخاری نے اس آیت کا ایک لفظ ذکر کیا ہے، پوری آیات حسب ذیل ہیں:

فَقَالَ إِنِّيْ سَقِيْمٌ۝ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ۝ فَرَاغَ إِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُوْنَ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ۝ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ۝ فَأَقْبَلُوْٓا إِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ۝ قَالَ أَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ۝ (الصّٰفّٰت:٩٥-٨٩)

پس (ابراہیم نے) کہا: بے شک میں بیمار ہونے والا ہوں۝ تو وہ ان سے پیٹھ پھیر کر چلے گئے۝ پھر (ابراہیم) ان کے معبودوں کی طرف خاموشی سے گئے، پس فرمایا: کیا تم کھاتے نہیں؟۝ تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم بولتے نہیں۝ پھر چپکے سے جا کر ان کے دائیں ہاتھ پر کاری ضرب لگائی۝ تو لوگ ان کی طرف دوڑتے ہوئے آئے۝ (ابراہیم نے) کہا: تم ان بتوں کو پوجتے ہو جن کو تم خود تراشتے ہو۝

٣٣٦١ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ نَصْرٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ أَبِيْ حَيَّانَ عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بِلَحْمٍ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَجْمَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ وَيُنْفِذُهُمُ الْبَصَرُ وَتَدْنُو الشَّمْسُ مِنْهُمْ فَذَكَرَ حَدِيْثَ الشَّفَاعَةِ فَيَاْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيْلُهُ مِنَ الْاَرْضِ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ فَيَقُوْلُ فَذَكَرَ كَذَبَاتِهِ نَفْسِيْ نَفْسِيْ اِذْهَبُوْا اِلٰى مُوْسٰى تَابَعَهُ اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

بیان کی از ابی حیان از ابی زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت بھیجا گیا' پس آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام اوّلین اور آخرین کو ایک میدان میں اس طرح جمع کرے گا کہ پکارنے والا سب کو اپنی بات سنا سکے گا اور سب کو دیکھ سکے گا' اور سورج ان کے قریب ہو جائے گا' پھر آپ نے شفاعت کی حدیث کا ذکر کیا' پس لوگ حضرت ابراہیم کے پاس آئیں گے' سو کہیں گے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور زمین والوں میں سے اللہ کے خلیل ہیں' آپ ہمارے لیے اپنے رب کے پاس شفاعت کیجئے' پس حضرت ابراہیم اپنی ظاہری خلافِ واقع باتوں کا ذکر کریں گے (اور) کہیں گے: مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' تم حضرت موسیٰ کی طرف جاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ کی متابعت حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کی ہے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٤٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٦٢ - **حَدَّثَنِيْ** اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَرْحَمُ اللّٰهُ اُمَّ اِسْمٰعِيْلَ لَوْلَا اَنَّهَا عَجِلَتْ لَكَانَ زَمْزَمُ عَيْنًا مَّعِيْنًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن سعید ابو عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی از والد خود از ایوب از عبد اللہ بن سعید بن جبیر از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل کی ماں پر رحم فرمائے! اگر وہ جلدی نہ کرتیں (اور اس کے گرد منڈیر نہ بناتیں) تو زمزم ایک بہنے والا چشمہ (دریا) ہوتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٦٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٦٣ - **قَالَ** الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَمَّا كَثِيْرُ بْنُ كَثِيْرٍ فَحَدَّثَنِيْ قَالَ اِنِّيْ وَعُثْمَانُ ابْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ جُلُوْسٌ مَعَ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ مَا هٰكَذَا حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ اَقْبَلَ اِبْرَاهِيْمُ بِاِسْمَاعِيْلَ وَاُمِّهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَهِيَ تُرْضِعُهُ مَعَهَا شَنَّةٌ لَّمْ يَرْفَعْهُ ثُمَّ جَاءَ بِهَا اِبْرَاهِيْمُ وُبِابْنِهَا اِسْمَاعِيْلَ.

انصاری نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' رہے کثیر بن کثیر سو انہوں نے مجھے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں اور عثمان بن ابی سلیمان' سعید بن جبیر کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح حدیث نہیں بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیٰ علیہ السلام' حضرت اسماعیل اور ان کی ماں علیہا السلام کو لے کر آئے اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلا رہی تھیں' ان کے ساتھ ایک پرانی مشک تھی' حضرت ابن عباس نے اس حدیث کو مرفوع بیان نہیں کیا' پھر حضرت ابراہیم

علیہ السلام ان کو اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل کو لے کر آئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳٦۸ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٦٤- وَحَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَكَثِيْرِ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ اَبِيْ وَدَاعَةَ يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلَى الْاٰخَرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَوَّلَ مَا اتَّخَذَ النِّسَاءُ الْمِنْطَقَ مِنْ قِبَلِ اُمِّ اِسْمَاعِيْلَ اِتَّخَذَتْ مِنْطَقًا لِّتُعَفِّيَ اَثَرَهَا عَلٰى سَارَةَ ثُمَّ جَاءَ بِهَا اِبْرَاهِيْمُ وَبِابْنِهَا اِسْمٰعِيْلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ حَتّٰى وَضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِيْ اَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ اَحَدٌ وَّلَيْسَ بِهَا مَاءٌ فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيْهِ تَمْرٌ وَّسِقَاءٌ فِيْهِ مَاءٌ ثُمَّ قَفّٰى اِبْرَاهِيْمُ مُنْطَلِقًا فَتَبِعَتْهُ اُمُّ اِسْمٰعِيْلَ فَقَالَتْ يَا اِبْرَاهِيْمُ اَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهٰذَا الْوَادِي الَّذِيْ لَيْسَ فِيْهِ اِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ فَقَالَتْ لَهٗ ذٰلِكَ مِرَارًا وَّجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ اِلَيْهَا فَقَالَتْ لَهُ اَللّٰهُ الَّذِيْ اَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَتْ اِذَنْ لَا يُضَيِّعُنَا. ثُمَّ رَجَعَتْ فَانْطَلَقَ اِبْرَاهِيْمُ حَتّٰى اِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهٗ اِسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ ﴿رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ حَتّٰى بَلَغَ يَشْكُرُوْنَ﴾ (ابراہیم:۳۷) وَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ تُرْضِعُ اِسْمَاعِيْلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ حَتّٰى اِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ اِلَيْهِ يَتَلَوّٰى اَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَيْهِ فَوَجَدَتِ الصَّفَا اَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْاَرْضِ يَلِيْهَا فَقَامَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرٰى اَحَدًا فَلَمْ تَرَ اَحَدًا فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْاِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ ثُمَّ اَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ایوب السختیانی اور کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وداعۃ' ان میں سے ایک دوسرے پر اضافہ کرتا تھا از سعید بن جبیر' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ سب سے پہلے عورتوں میں کمر پر پٹی باندھنے کا رواج حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سے چلا ہے' سب سے پہلے انہوں نے کمر میں پٹی اس لیے باندھی تھی تا کہ ان کے نشانات کو حضرت سارہ نہ پاسکیں' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر آئے اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلا رہی تھیں' حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں کو بیت اللہ کے پاس ایک گھنے درخت کے نیچے بٹھا دیا' وہ اس جگہ تھا جہاں زمزم ہے' مسجد کی بلند جانب میں اور ان دنوں مکہ میں کوئی نہیں تھا' نہ وہاں پانی تھا' پس حضرت ابراہیم نے ان کو وہاں بٹھا دیا اور ان کے پاس ایک تھیلا رکھ دیا جس میں کھجوریں تھیں اور ایک مشک رکھ دی جس میں پانی تھا' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام پیٹھ موڑ کر روانہ ہوئے' پس حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں ان کے پیچھے گئیں' پس کہا: اے ابراہیم! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ اور ہم کو ایسی وادی میں چھوڑ رہے ہیں' جس میں کوئی انسان ہے نہ کوئی اور چیز ہے' حضرت ھاجَرَ نے یہ بات کئی مرتبہ کہی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے' تب حضرت ھاجَرَ نے یہ کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم نے کہا: ہاں! حضرت ھاجَرَ نے کہا: تب اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع ہونے نہیں دے گا' پھر وہ لوٹ گئیں' پس حضرت ابراہیم روانہ ہو گئے' حتیٰ کہ جب وہ ثنیہ (پہاڑی) پر پہنچے جہاں سے لوگ ان کو نہیں دیکھ رہے تھے تو انہوں نے بیت اللہ کی طرف اپنا چہرہ کیا' پھر انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ دعا کی اور اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے: اے ہمارے

وَنَظَرَتْ هَلْ تَرٰى اَحَدًا فَلَمْ تَرَ اَحَدًا فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ.

رب! بے شک میں نے اپنی کچھ اولاد کو ایسی وادی میں ٹھہرایا ہے جو بنجر (بے آباد) ہے تیرے حرمت والے گھر کے پاس! یہ دعا انہوں نے ''یشکرون'' تک پڑھی' حضرت اسماعیل کی ماں' حضرت اسماعیل کو دودھ پلاتی تھیں اور (مشک سے) پانی پیتی تھیں' حتیٰ کہ جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو وہ بھی پیاسی رہیں اور ان کا بیٹا بھی پیاسا رہا' وہ اپنے بیٹے کی طرف دیکھ رہی تھیں' جو (پیاس کی شدت سے) مضطرب ہو رہا تھا' یا (راوی نے) کہا: وہ زمین پر بل کھا رہا تھا' وہ اس کی طرف دیکھنے سے آزردگی کی وجہ سے وہاں سے ہٹ گئیں' انہوں نے دیکھا کہ ان کے نزدیک ترین صفا پہاڑ ہے' وہ اس پر کھڑی ہو گئیں' پھر وہ وادی کی طرف منہ کر کے دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی انسان دکھائی دے' سو انہوں نے کسی کو نہیں دیکھا' پھر وہ صفا پہاڑ سے اُتریں' حتیٰ کہ جب وہ وادی میں پہنچیں تو انہوں نے اپنی قمیص کے دامن کو اٹھایا (تاکہ اس سے نہ اُلجھیں) پھر کسی بے کل انسان کی طرح پوری قوت کے ساتھ دوڑیں' حتیٰ کہ وادی سے نکل گئیں' پھر مروہ پہاڑ پر آئیں' پھر اس پر کھڑی ہو گئیں اور دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی نظر آئے' پس انہیں کوئی نظر نہیں آیا' پس انہوں نے اسی طرح سات بار کیا۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذٰلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا اَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا فَقَالَتْ صَهٍ تُرِيْدُ نَفْسَهَا ثُمَّ تَسَمَّعَتْ فَسَمِعَتْ اَيْضًا فَقَالَتْ قَدْ اَسْمَعْتَ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ غُوَاثٌ فَاِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ فَبَحَثَ بِعَقِبِهٖ اَوْ قَالَ بِجَنَاحِهٖ حَتّٰى ظَهَرَ الْمَاءُ فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ وَتَقُوْلُ بِيَدِهَا هٰكَذَا وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِيْ سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُوْرُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا: اس کی اتباع میں لوگ صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ دوڑتے ہیں۔ (ساتویں بار) جب انہوں نے مروہ پر چڑھ کر جھانکا تو انہوں نے ایک آواز سنی: انہوں نے کہا: خاموش! یہ انہوں نے اپنے آپ سے کہا' انہوں نے پھر دوبارہ آواز سنی تو انہوں نے کہا: تم نے اپنی آواز سنا دی ہے' اگر تمہارے پاس کوئی مدد ہے (تو مدد کرو)' اچانک جس جگہ زمزم ہے وہاں ایک فرشتہ تھا' اس نے اپنی ایڑی سے گڑھا کیا۔ حضرت ابن عباس نے کہا: یا اس نے اپنے پَر سے گڑھا گیا' حتیٰ کہ پانی نکل آیا۔ وہ اس پانی کو جمع کرنے لگیں اور اپنے ہاتھ سے اس کو اس طرح (حوض کی شکل میں) بنانے لگیں اور چلّو سے پانی لے کر اس کو اپنی مشک میں ڈالنے لگیں' اور چلّو سے پانی لینے کے بعد وہاں چشمہ اُبل پڑا۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ أَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَّعِينًا قَالَ فَشَرِبَتْ وَأَرْضَعَتْ وَلَدَهَا فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ لَا تَخَافُوا الضَّيْعَةَ فَإِنَّ هٰهُنَا بَيْتَ اللّٰهِ يَبْنِيهِ هٰذَا الْغُلَامُ وَأَبُوهُ وَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَهْلَهُ وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِّنَ الْأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ تَأْتِيهِ السُّيُولُ فَتَأْخُذُ عَنْ يَّمِينِهِ وَشِمَالِهِ فَكَانَتْ كَذٰلِكَ حَتّٰى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِّنْ جُرْهُمَ أَوْ أَهْلُ بَيْتٍ مِّنْ جُرْهُمَ مُقْبِلِينَ مِنْ طَرِيقِ كَدَاءٍ فَنَزَلُوا فِي أَسْفَلِ مَكَّةَ فَرَأَوْا طَائِرًا عَائِفًا فَقَالُوا إِنَّ هٰذَا الطَّائِرَ لَيَدُورُ عَلٰى مَاءٍ لَّعَهْدُنَا بِهٰذَا الْوَادِي وَمَا فِيهِ مَاءٌ فَأَرْسَلُوا جَرِيًّا أَوْ جَرِيَّيْنِ فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ فَرَجَعُوا فَأَخْبَرُوهُمْ بِالْمَاءِ فَأَقْبَلُوا قَالَ وَأُمُّ إِسْمٰعِيلَ عِنْدَ الْمَاءِ فَقَالُوا أَتَأْذَنِينَ لَنَا أَنْ نَّنْزِلَ عِنْدَكِ فَقَالَتْ نَعَمْ وَلٰكِنْ لَّا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ قَالُوا نَعَمْ.

حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل کی ماں پر رحم فرمائے! اگر وہ اس کو یوں ہی چھوڑ دیتیں تو وہ بہتا ہوا چشمہ (دریا) ہوتا' یا فرمایا: اگر وہ پانی کے چلو نہ بھرتیں تو زمزم بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ حضرت ابن عباس نے بتایا: انہوں نے پانی پیا اور اپنے بچہ کو دودھ پلایا' پس ان سے فرشتہ نے کہا: آپ لوگ اپنے ضائع ہونے کا خوف نہ کریں کیونکہ اسی جگہ یہ لڑکا اور اس کا والد بیت اللہ بنائیں گے' اور بے شک اللہ اپنے (خاص) بندوں کو ضائع نہیں کرتا اور بیت اللہ کی جگہ ٹیلہ کی طرح زمین سے بلند تھی' سیلاب اس کے دائیں اور بائیں سے زمین کاٹ کر لے جاتا تھا' یوں ہی وقت گزرتا رہا' حتیٰ کہ وہاں سے جُرہم کا قافلہ گزرا یا جُرہم کے گھر والے گزرے' وہ مقام کداء (بلند جگہ) کے راستے سے آ رہے تھے' پھر وہ مکہ کے نشیب میں اتر کر ٹھہرے' انہوں نے چند پرندوں کو اُڑتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ پرندے پانی کے گرد چکر لگا رہے ہیں' ہم اس وادی میں پہلے ٹھہرے تھے اور اس وقت یہاں پر بالکل پانی نہیں تھا' پس انہوں نے اپنا ایک آدمی یا دو آدمی بھیجے تو انہوں نے واقعی وہاں پانی دیکھا' وہ واپس آئے اور ان کو پانی کی خبر دی' پھر وہ لوگ وہاں آئے' راوی نے کہا: اور حضرت اسماعیل کی ماں پانی کے پاس بیٹھی تھیں' تو انہوں نے پوچھا: کیا آپ اجازت دیتی ہیں کہ ہم آپ کے پاس ٹھہر جائیں' انہوں نے کہا: ہاں! لیکن تمہارا پانی میں کوئی حق نہیں ہوگا' انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَلْفٰى ذٰلِكَ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُحِبُّ الْإِنْسَ فَنَزَلُوا وَأَرْسَلُوا إِلٰى أَهْلِيهِمْ فَنَزَلُوا مَعَهُمْ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِهَا أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِّنْهُمْ وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ وَأَنْفَسَهُمْ وَأَعْجَبَهُمْ حِينَ شَبَّ فَلَمَّا أَدْرَكَ زَوَّجُوهُ امْرَأَةً مِّنْهُمْ وَمَاتَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ فَجَاءَ إِبْرَاهِيمُ بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيلَ فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا ثُمَّ سَأَلَهَا

حضرت ابن عباس نے بتایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حضرت اسماعیل کو لوگ مل گئے اور وہ (حضرت ھاجرؑ) انسانوں کا قرب پسند کرتی تھیں' پس وہ لوگ وہاں ٹھہر گئے اور انہوں نے اپنے گھر والوں کو بھی بلا لیا' پس وہ بھی وہاں ٹھہر گئے حتیٰ کہ وہاں ان کے کئی گھر آباد ہو گئے اور حضرت اسماعیل جوان ہو گئے اور انہوں نے ان سے عربی زبان سیکھ لی' حضرت اسماعیل جب جوان ہوئے تو وہ جُرہم میں سب سے زیادہ حسین اور خوب صورت تھے' پس انہوں نے اپنی ایک عورت کی ان سے شادی کر دی' حضرت اسماعیل کی والدہ

عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ نَحْنُ بِشَرٍّ نَحْنُ فِي ضِيقٍ وَشِدَّةٍ فَشَكَتْ إِلَيْهِ قَالَ فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ وَقُولِي لَهُ يُغَيِّرُ عَتَبَةَ بَابِهِ فَلَمَّا جَاءَ إِسْمٰعِيلُ كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا فَقَالَ هَلْ جَاءَكُمْ مِّنْ أَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا فَسَأَلَنَا عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ. وَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَا فِي جَهْدٍ وَّشِدَّةٍ قَالَ فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ قَالَ ذَاكِ أَبِي وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُفَارِقَكِ اِلْحَقِي بِأَهْلِكِ فَطَلَّقَهَا وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرٰى فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدَ فَلَمْ يَجِدْهُ فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ فَسَأَلَهَا عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ نَحْنُ بِخَيْرٍ وَّسَعَةٍ وَّأَثْنَتْ عَلَى اللّٰهِ فَقَالَ مَا طَعَامُكُمْ قَالَتِ اللَّحْمُ قَالَ فَمَا شَرَابُكُمْ قَالَتِ الْمَاءُ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَاءِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ وَّلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيهِ قَالَ فَهُمَا لَا يَخْلُو عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ.

فوت ہوگئیں' حضرت اسماعیل کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم اپنے چھوڑے ہوئے لوگوں کو دیکھنے کے لیے آئے' تو آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا' پس آپ نے ان کی بیوی سے ان کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا: وہ ہماری روزی کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں' پھر حضرت ابراہیم نے اس سے ان کی معاشی حالت اور گزارے کے متعلق سوال کیا تو اس نے کہا: ہم بُری حالت میں ہیں' اور کہا: ہم بہت تنگی اور سختی میں ہیں اور ان سے شکایت کی' حضرت ابراہیم نے کہا: جب تمہارا خاوند آ جائے تو ان کو میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ وہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ کو تبدیل کر لیں' پس جب حضرت اسماعیل آئے تو گویا انہوں نے کوئی مانوس خوشبو محسوس کی' سو پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا' ان کی بیوی نے کہا: ہمارے پاس اس طرح' اس طرح کے ایک بوڑھے آئے تھے' انہوں نے ہم سے آپ کے متعلق سوال کیا' تو میں نے ان کو بتایا اور انہوں نے مجھ سے پوچھا: تمہارے معاشی حالات کیسے ہیں تو میں نے ان کو بتایا کہ ہم بہت تنگی اور سختی میں ہیں' حضرت اسماعیل نے پوچھا: کیا انہوں نے تمہیں کوئی اور وصیت کی؟ اس نے کہا: انہوں نے آپ کو سلام کہنے کے لیے کہا اور یہ کہا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل لیں' حضرت اسماعیل نے کہا: وہ میرے والد تھے اور انہوں نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تم کو الگ کر دوں' تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ' پھر حضرت اسماعیل نے اس کو طلاق دے دی اور بنو جرہم کی ایک دوسری لڑکی سے شادی کر لی' پھر جب تک اللہ کو منظور ہوا حضرت ابراہیم رُکے رہے' پھر ان کے پاس گئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا' پس وہ ان کی بیوی کے پاس گئے اور ان کی بیوی سے حضرت اسماعیل کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بتایا: وہ ہماری روزی کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں' حضرت ابراہیم نے پوچھا: تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ اور ان کی معاشی حالت اور گزارے کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا: ہم بہت اچھے حال اور کشادگی میں ہیں' اور اس نے اللہ تعالیٰ کی بہت حمد و ثناء کی' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے کھانے کے متعلق دریافت کیا تو

اس نے بتایا: ہم گوشت کھاتے ہیں' پھر حضرت ابراہیم نے ان کے مشروب کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا: ہم پانی پیتے ہیں' پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی: اے اللہ! ان کے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نے فرمایا: ان دنوں ان کے ہاں اناج اور غلہ نہیں ہوتا تھا' اور اگر ان کے ہاں اناج ہوتا تو آپ اس کے لیے بھی دعا فرماتے' آپ نے فرمایا: صرف گوشت اور پانی پر زندگی گزارنا مکہ مکرمہ کے علاوہ اور کسی جگہ کے موافق نہیں تھا۔

قَالَ فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِيْ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِيْهِ يُثْبِتُ عَتَبَةَ بَابِهِ فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيْلُ قَالَ هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ فَسَأَلَنِيْ عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ قَالَ فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ هُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثْبِتَ عَتَبَةَ بَابِكَ قَالَ ذَاكَ أَبِيْ وَأَنْتِ الْعَتَبَةُ أَمَرَنِيْ أَنْ أُمْسِكَكِ ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَإِسْمَاعِيْلُ يَبْرِيْ نَبْلًا لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيْبًا مِّنْ زَمْزَمَ فَلَمَّا رَاٰهُ قَامَ إِلَيْهِ فَصَنَعَا كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ ثُمَّ قَالَ يَا إِسْمٰعِيْلُ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِيْ بِأَمْرٍ قَالَ فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ قَالَ وَتُعِيْنُنِيْ قَالَ وَأُعِيْنُكَ قَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِيْ أَنْ أَبْنِيَ هٰهُنَا بَيْتًا وَّأَشَارَ إِلٰى أَكَمَةٍ مُّرْتَفِعَةٍ عَلٰى مَا حَوْلَهَا قَالَ فَعِنْدَ ذٰلِكَ رَفَعَا الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ فَجَعَلَ إِسْمَاعِيْلُ يَأْتِيْ بِالْحِجَارَةِ وَإِبْرَاهِيْمُ يَبْنِيْ حَتّٰى إِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ جَاءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْنِيْ وَإِسْمٰعِيْلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَهُمَا يَقُوْلَانِ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُO﴾ قَالَ فَجَعَلَا يَبْنِيَانِ حَتّٰى يَدُوْرَا حَوْلَ الْبَيْتِ وَهُمَا يَقُوْلَانِ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُO﴾ (البقرہ:١٢٧)

حضرت ابراہیم نے اس سے فرمایا: جب تمہارے شوہر آئیں تو ان کو میرا اسلام کہنا اور ان سے کہنا کہ وہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ کو قائم رکھیں' جب حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے تو انہوں نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی شخص آیا تھا؟ تو ان کی بیوی نے کہا: ایک خوب صورت بزرگ آئے تھے اور اس نے ان کی تعریف کی' انہوں نے آپ کے متعلق پوچھا تو میں نے ان کو بتادیا' انہوں نے پوچھا: تمہاری زندگی کیسی گزر رہی ہے تو میں نے ان کو بتایا کہ ہم بہت اچھے حال میں ہیں۔ حضرت اسماعیل نے پوچھا: کیا انہوں نے تمہیں کوئی وصیت کی؟ اس نے کہا: ہاں! انہوں نے آپ کو سلام کیا تھا اور آپ کو یہ حکم دیا تھا کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھیں۔ حضرت اسماعیل نے فرمایا: وہ میرے والد ہیں اور تم دروازہ کی چوکھٹ ہو' انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اپنے نکاح میں برقرار رکھوں' پھر جتنا عرصہ اللہ کو منظور ہوا' اتنا عرصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے دور ٹھہرے رہے' پھر حضرت ابراہیم اس کے بعد آئے' اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام زمزم کے قریب ایک گھنے درخت کے نیچے اپنا تیر درست کر رہے تھے' جب حضرت اسماعیل نے حضرت ابراہیم کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور جس طرح باپ بیٹے اور بیٹا باپ سے ملتا ہے' اسی طرح وہ دونوں ایک دوسرے سے ملے' پھر حضرت ابراہیم نے کہا: اے اسماعیل! بے شک اللہ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے' حضرت اسماعیل نے کہا: آپ کے رب نے جو آپ کو حکم دیا ہے' آپ اس کام کو کیجئے' حضرت ابراہیم نے پوچھا: تم میری مدد کرو گے؟ حضرت اسماعیل نے کہا: میں آپ

کی مدد کروں گا' حضرت ابراہیم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں یہاں پر ایک گھر بناؤں اور انہوں نے ایک بلند ٹیلہ اور اس کے اردگرد کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت ابن عباس نے بتایا: پس اس وقت ان دونوں نے بیت اللہ کی بنیادیں بلند کیں' پس حضرت اسماعیل پتھر لے کر آتے تھے اور حضرت ابراہیم تعمیر کرتے تھے' حتیٰ کہ جب اس کی دیوار بلند ہوگئی تو حضرت اسماعیل اس پتھر کو لے کر آئے اور اس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم تعمیر کرنے لگے' حضرت اسماعیل انہیں پتھر لالا کر دیتے تھے اور وہ دونوں یہ دعا کرتے تھے: اے ہمارے رب! اس کو ہم سے قبول فرما! بے شک تو بہت سننے والا بہت جاننے والا ہے O (البقرۃ: ١٢٧) حضرت ابن عباس نے بتایا: وہ دونوں تعمیر کرتے رہے اور اس کے گرد طواف کرتے رہے اور وہ دونوں یہ دعا کرتے رہے: اے ہمارے رب! اس کو ہم سے قبول فرما! بے شک تو بہت سننے والا بہت جاننے والا ہے O (البقرۃ: ١٢٧)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٦٨ میں گزر چکی ہے' مگر وہاں چند سطروں کی مختصر حدیث ہے اور یہاں پر مفصل حدیث ہے۔

''منطقه'' کا معنی اور اس کے استعمال کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

سب سے پہلے عورتوں میں کمر پر پٹی باندھنے کا رواج حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سے چلا ہے۔

اس پٹی کو عربی میں ''منطقه'' کہتے ہیں' اور اس حدیث میں یہی لفظ ہے'' منطقه'' اس چیز کو کہتے ہیں جس کو کمر پر تہبند کے اوپر باندھا جاتا ہے' اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت سارہ نے حضرت ھاجر' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی تھیں' پھر وہ حضرت اسماعیل کی حاملہ ہوگئیں' جب حضرت اسماعیل پیدا ہو گئے تو حضرت سارہ کو ان پر غیرت آئی اور انہوں نے قسم کھائی کہ وہ حضرت ھاجر کے تین اعضاء کاٹ ڈالیں گی' تب حضرت ھاجر نے اپنی کمر پر'' منطقه'' باندھ لیا اور اپنی قمیص کے دامن کو لمبا چھوڑ دیا' تا کہ ان کے قدموں کے نشانات حضرت سارہ سے مخفی رہیں' حدیث میں جو مذکور ہے: تا کہ ان کے نشانات کو حضرت سارہ نہ پا سکیں' اس کا یہی مطلب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم نے حضرت ھاجر کی سفارش کی اور فرمایا کہ آپ اپنی قسم اس طرح پوری کر لیں کہ ھاجر کے کانوں میں سوراخ کر دیں۔

غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کا ثبوت اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عربی میں کلام کرنے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ھاجر نے آواز سن کر کہا: اگر تمہارے پاس کوئی مدد ہے تو میری مدد کرو' اسی طرح حدیث: ٣٣٦٥ میں ہے:

اغث ان کان عندك خیرٌ. اگر تمہارے پاس کوئی خیر ہے تو مدد کرو۔

حدیث کے اس جملہ میں یہ دلیل ہے کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا مطلقاً شرک نہیں ہے' شرک اس وقت ہوتا ہے جب جس سے مدد طلب کی جائے اس کو مدد کرنے میں مستقل بالذات اعتقاد کیا جائے' اور حضرت ھاجر اور دیگر متقدمین نے جو غیر اللہ سے مدد طلب کی ہے' انہوں نے جس سے مدد طلب کی اس کو مستقل بالذات نہیں اعتقاد کیا' بلکہ ان کا یہی اعتقاد تھا کہ وہ خدا کی دی ہوئی طاقت سے مدد کرتے ہیں' اصل اور حقیقی مدد کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ مقربین اللہ تعالیٰ کی مدد کے مظہر ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جرہم سے عربی سیکھ لی' اس پر یہ اعتراض ہے کہ حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت اسماعیل نے عربی زبان میں کلام کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حاکم کی روایت کا محمل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی میں کلام کیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پہلی بیوی کا نام

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جرہم نے اپنے قبیلہ کی ایک عورت کے ساتھ حضرت اسماعیل کی شادی کر دی۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے: اس عورت کا نام جداءہ بنت سعد تھا' اور امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اس کا نام عمارۃ بنت سعد بن اسامہ تھا۔

حضرت اسماعیل کی والدہ فوت ہو گئیں' عطاء بن السائب نے بیان کیا ہے: پس حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے اور حضرت ھاجر فوت ہو چکی تھیں' اس وقت ان کی عمر نوے سال تھی' حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان کو اس جگہ دفن کیا جہاں اب حطیم ہے۔

اس کی تحقیق کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں یا حضرت اسحاق علیہ السلام؟

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چھوڑے ہوئے لوگوں کو دیکھنے کے لیے آئے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام تھے' کیونکہ حضرت ابراہیم کے بیٹے کو اس وقت ذبح کرنے کا حکم دیا تھا جب وہ دوڑنے کے قابل ہوئے تھے اور اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل کو اس وقت چھوڑ کر گئے تھے جب وہ دودھ پیتے تھے اور لوٹ کر اس وقت آئے جب ان کی شادی ہو چکی تھی' پس اگر حضرت اسماعیل کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا ہوتا تو حضرت ابراہیم ان کے دودھ پینے کے زمانہ اور ان کی شادی کے زمانہ کے درمیان آتے' جب وہ لڑکپن میں دوڑنے کی عمر کو پہنچے تھے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ○ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ○ (الصّٰفّٰت:١٠٢۔١٠١)

تو ہم نے انہیں حلم والے لڑکے کی بشارت دی○ پس جب وہ ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچے تو انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! بے شک میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں' تو اب غور کرو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے عرض کی کہ اے ابا جان! آپ وہی کام کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے' آپ ان شاء اللہ! مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے○

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بچپن کی عمر میں ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور صحیح بخاری کی اس حدیث

سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے بیٹے سے ملاقات ان کے دودھ پینے کے زمانہ کے بعد اس وقت ہوئی جب ان کی شادی ہو چکی تھی تو اس سے معلوم ہوا کہ ذبیح حضرت اسحاق ہیں نہ کہ حضرت اسماعیل علیہما السلام۔

علامہ کرمانی نے اس دلیل کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں مذکور نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دودھ پینے کے زمانہ سے لے کر ان کی شادی تک کے درمیان میں ان سے ملنے نہیں آئے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: بلکہ اس حدیث میں ان کے درمیان میں آنے کی بالکل نفی نہیں ہے بلکہ حدیث میں ان کے بار بار آنے کا ذکر ہے کیونکہ حضرت ابوجہم سے یہ روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر مہینہ براق پر سوار ہو کر حضرت ھاجر سے ملنے کے لیے آتے تھے' وہ صبح مکہ میں پہنچ جاتے اور شام کو واپس اپنے گھر میں پہنچ جاتے تھے۔ مصنف کے نزدیک پیغمبر کی سیرت کا یہی تقاضا ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کی خبر گیری کرتے رہیں اور یہ ان کی سیرت سے بہت بعید ہے کہ وہ دودھ پیتے بچے کو چھوڑ جائیں' پھر اپنی اہلیہ کی وفات اور اپنے بیٹے کی شادی کے بعد ان سے ملنے کے لیے آئیں۔

باپ کے حکم سے بیوی کو طلاق دینے کا وجوب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان سے کہنا وہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ تبدیل کر لیں۔

حضرت اسماعیل نے اپنی بیوی سے کہا کہ وہ میرے والد تھے اور انہوں نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تم کو الگ کر دوں' لہٰذا تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر باپ حکم دے تو بیٹے کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ سو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس کو طلاق دے دی اور بنو جرھم کی دوسری لڑکی سے شادی کر لی۔

علامہ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ اس (دوسری) لڑکی کا نام سامہ بنت مھلھل تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام عاتکہ تھا' اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

بیٹے کا باپ سے ملنے کا طریقہ اور تعمیر کعبہ کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت اسماعیل' حضرت ابراہیم سے اس طرح ملے جس طرح بیٹا باپ اور باپ بیٹے سے ملتا ہے۔ یعنی ان کو گلے لگایا اور مصافحہ کیا اور ان کے ہاتھ چومے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے ایک کام کا حکم دیا ہے' کیا تم اس میں میری مدد کرو گے' یعنی کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا ہے' جس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا' اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال تھی اور اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیس سال تھی۔

حضرت ابوجہم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی بنیادوں پر کعبہ کی بنیاد اٹھائی تھی' اس کا طول نو ہاتھ تھا اور زمین میں اس کا عرض تیس ہاتھ تھا اور انہوں نے حطیم کو کعبہ میں داخل رکھا تھا' انہوں نے پتھر ایک دوسرے پر رکھ کر کعبہ کی دیواریں بنائیں اور اس کی چھت نہیں بنائی' اس کا ایک دروازہ بنایا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۵۴' عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۵۶-۳۵۲)

٣٣٦٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا كَانَ بَيْنَ اِبْرَاهِيْمَ وَبَيْنَ اَهْلِهٖ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر عبدالملک بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن نافع نے حدیث بیان کی از کثیر بن کثیر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما'

مَا كَانَ خَرَجَ بِإِسْمَاعِيلَ وَأُمِّ إِسْمَعِيلَ وَمَعَهُمْ شَنَّةٌ فِيهَا مَاءٌ فَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ فَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ فَوَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ ثُمَّ رَجَعَ إِبْرَاهِيمُ إِلَى أَهْلِهِ فَاتَّبَعَتْهُ أُمُّ إِسْمَعِيلَ حَتَّى لَمَّا بَلَغُوا كَدَاءً نَادَتْهُ مِنْ وَرَائِهِ يَا إِبْرَاهِيمُ إِلَى مَنْ تَتْرُكُنَا قَالَ إِلَى اللّٰهِ قَالَتْ رَضِيتُ بِاللّٰهِ قَالَ فَرَجَعَتْ فَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا حَتَّى لَمَّا فَنِيَ الْمَاءُ قَالَتْ لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّي أُحِسُّ أَحَدًا قَالَ فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ هَلْ تُحِسُّ أَحَدًا فَلَمْ تُحِسَّ أَحَدًا فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِيَ سَعَتْ وَأَتَتِ الْمَرْوَةَ فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ أَشْوَاطًا ثُمَّ قَالَتْ فَإِذَا هُوَ عَلَى حَالِهِ كَأَنَّهُ يَنْشَغُ لِلْمَوْتِ فَلَمْ تُقِرَّهَا نَفْسُهَا فَقَالَتْ لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّي أُحِسُّ أَحَدًا فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ فَلَمْ تُحِسَّ أَحَدًا حَتَّى أَتَمَّتْ سَبْعًا ثُمَّ قَالَتْ لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ فَإِذَا هِيَ بِصَوْتٍ فَقَالَتْ أَغِثْ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ فَإِذَا جِبْرِيلُ قَالَ فَقَالَ بِعَقِبِهِ هٰكَذَا وَغَمَزَ عَقِبَهُ عَلَى الْأَرْضِ قَالَ فَانْبَثَقَ الْمَاءُ فَدَهَشَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ فَجَعَلَتْ تَحْفِرُ قَالَ فَقَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ كَانَ الْمَاءُ ظَاهِرًا قَالَ فَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الْمَاءِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا قَالَ فَمَرَّ نَاسٌ مِنْ جُرْهُمَ بِبَطْنِ الْوَادِي فَإِذَا هُمْ بِطَيْرٍ كَأَنَّهُمْ أَنْكَرُوا ذَاكَ وَقَالُوا مَا يَكُونُ الطَّيْرُ إِلَّا عَلَى مَاءٍ فَبَعَثُوا رَسُولَهُمْ فَنَظَرَ فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ فَأَتَاهُمْ فَأَخْبَرَهُمْ فَأَتَوْا إِلَيْهَا فَقَالُوا يَا أُمَّ إِسْمَعِيلَ أَتَأْذَنِينَ لَنَا أَنْ نَكُونَ مَعَكِ أَوْ نَسْكُنَ مَعَكِ فَبَلَغَ ابْنُهَا فَنَكَحَ فِيهِمِ امْرَأَةً قَالَ ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِأَهْلِهِ إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرِكَتِي قَالَ فَجَاءَ فَسَلَّمَ فَقَالَ أَيْنَ إِسْمَاعِيلُ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ ذَهَبَ يَصِيدُ قَالَ قُولِي لَهُ إِذَا جَاءَ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ فَلَمَّا

انہوں نے بیان کیا کہ جب حضرت ابراہیم اور ان کی اہلیہ کے درمیان جو ہوا سو ہوا' تو حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل اور حضرت اسماعیل کی والدہ کو لے کر نکلے' اور ان کے ساتھ ایک مشک تھی جس میں پانی تھا' پس حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں اس مشک سے پانی پیتی تھیں اور اپنے بچے کو دودھ پلاتی تھیں' حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ میں آئے' پس انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کو ایک گھنے درخت کے نیچے ٹھہرایا' پھر حضرت ابراہیم اپنے گھر کی طرف لوٹ گئے' حضرت اسماعیل کی ماں نے ان کا پیچھا کیا' حتیٰ کہ جب وہ مقامِ کداء پر پہنچے تو انہوں نے ان کو پیچھے سے آواز دی: اے ابراہیم! آپ ہمیں کس پر چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضرت ابراہیم نے کہا: اللہ (کے سہارے) پر' حضرت اسماعیل کی والدہ نے کہا: میں اللہ پر راضی ہوں' حضرت ابن عباس نے بتایا: پھر وہ لوٹ آئیں' پس وہ مشک سے پانی پیتیں اور اپنے بچے کو دودھ پلاتیں' حتیٰ کہ جب پانی ختم ہو گیا تو انہوں نے اپنے دل میں کہا: اگر میں جاؤں اور ادھر اُدھر دیکھوں' شاید میں کسی شخص کو پا لوں' حضرت ابن عباس نے بتایا: پھر وہ گئیں اور صفا پہاڑ پر چڑھیں' پس انہوں نے دیکھا اور دیکھا کہ شاید وہ کسی کو پا لیں' پس انہوں نے کسی کو نہیں پایا' پھر جب وہ وادی میں پہنچیں تو پھر وہ دوڑیں اور مروہ پر آئیں' پھر انہوں نے کئی بار چکر لگائے' پھر انہوں نے دل میں کہا: اگر میں جاؤں' پس دیکھوں کہ بچہ کیا کر رہا ہے! پھر وہ گئیں اور دیکھا تو بچہ اپنے حال پر تھا' گویا وہ تکلیف کی شدت سے موت کے لیے تڑپ رہا تھا' وہ پھر بے قرار ہوئیں اور انہوں نے دل میں کہا: پھر دیکھوں شاید کوئی نظر آئے' وہ پھر گئیں اور صفا پہاڑ پر چڑھیں' پس انہوں نے دیکھا اور دیکھا تو انہوں نے کسی کو نہیں پایا' حتیٰ کہ انہوں نے سات چکر پورے کر لیے' پھر انہوں نے دل میں کہا کہ میں دیکھوں کہ بچہ کیا کر رہا ہے' تو اچانک انہوں نے ایک آواز سنی تو انہوں نے کہا: اگر تیرے پاس کوئی خیر ہے تو مدد کر' پس وہ حضرت جبریل تھے' حضرت ابن عباس نے بتایا کہ انہوں نے اپنی ایڑی سے اس طرح کیا' اور اپنی ایڑی سے زمین کو کھودا' حضرت ابن عباس نے بتایا:

جَاءَ اَخْبَرَتْهُ قَالَ اَنْتِ ذَاكِ فَاذْهَبِيْ اِلٰى اَهْلِكِ قَالَ ثُمَّ اَتَّهُ بَدَا لِاِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ لِاَهْلِهٖ اِنِّيْ مُطَّلِعٌ تَرِكَتِيْ قَالَ فَجَاءَ فَقَالَ اَيْنَ اِسْمَاعِيْلُ فَقَالَتِ امْرَاَتُهٗ ذَهَبَ يَصِيْدُ فَقَالَتْ اَلَا تَنْزِلُ فَتَطْعَمَ وَتَشْرَبَ فَقَالَ وَمَا طَعَامُكُمْ وَمَا شَرَابُكُمْ قَالَتْ طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا الْمَاءُ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ قَالَ فَقَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَكَةٌ بِدَعْوَةِ اِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ اِنَّهٗ بَدَا لِاِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِاَهْلِهٖ اِنِّيْ مُطَّلِعٌ تَرِكَتِيْ فَجَاءَ فَوَافَقَ اِسْمٰعِيْلُ مِنْ وَّرَاءِ زَمْزَمَ يُصْلِحُ نَبْلًا لَّهٗ فَقَالَ يَا اِسْمٰعِيْلُ اِنَّ رَبَّكَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَبْنِيَ لَهٗ بَيْتًا قَالَ اَطِعْ رَبَّكَ قَالَ اِنَّهٗ قَدْ اَمَرَنِيْ اَنْ تُعِيْنَنِيْ عَلَيْهِ قَالَ اِذَنْ اَفْعَلَ اَوْكَمَا قَالَ. قَالَ فَقَامَا فَجَعَلَ اِبْرَاهِيْمُ يَبْنِيْ وَاِسْمَاعِيْلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَيَقُوْلَانِ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُO﴾ قَالَ حَتّٰى ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ وَضَعُفَ الشَّيْخُ عَلٰى نَقْلِ الْحِجَارَةِ فَقَامَ عَلٰى حَجَرِ الْمَقَامِ فَجَعَلَ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَيَقُوْلَانِ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُO﴾ (البقرہ:۱۲۷).

پھر وہاں سے پانی پھوٹ نکلا' پھر حضرت اسماعیل کی ماں ڈریں (کہیں یہ پانی غائب نہ ہو جائے)' پس وہ زمین کھودنے لگیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ابوالقاسم ﷺ نے بتایا کہ اگر اُم اسماعیل اس کو یوں ہی چھوڑ دیتیں تو وہ پانی زمین پر (دریا کی طرح) بہتا رہتا۔ حضرت ابن عباس نے بتایا: پس وہ اس پانی سے پینے لگیں اور اپنے بچہ کو دودھ پلانے لگیں' حضرت ابن عباس نے بتایا: پھر جُرھم کے چند لوگ وادی کے نشیب سے گزرے تو انہوں نے وہاں پر پرندے دیکھے' ان کو یہ خلافِ عادت لگا اور انہوں نے کہا کہ پرندے تو صرف پانی پر آتے ہیں تو انہوں نے وہاں اپنا سفیر بھیجا' اس سفیر نے دیکھا تو وہاں پر پانی موجود تھا' وہ جرھم کے پاس گیا اور ان کو خبر دی تو وہ لوگ حضرت ھاجَر کے پاس آئے' پس انہوں نے کہا: اے اسماعیل کی ماں! کیا آپ ہم کو یہ اجازت دیتی ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہوں' یا آپ کے ساتھ رہیں؟ پھر ان کے بیٹے (حضرت اسماعیل) بالغ ہو گئے' اور انہوں نے جرھم کی ایک عورت سے نکاح کر لیا' حضرت ابن عباس نے بتایا کہ پھر حضرت ابراہیم کو اپنے اہل کا خیال آیا اور انہوں نے اپنی اہلیہ (حضرت سارہ) سے کہا: میں جن لوگوں کو مکہ چھوڑ آیا تھا ان کی خبر لینے جاؤں گا' حضرت ابن عباس نے بتایا: پھر وہ (مکہ) آئے اور انہوں نے سلام کیا' پس کہا: اسماعیل کہاں ہیں؟ ان کی بیوی نے بتایا کہ وہ شکار کرنے گئے ہیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جب وہ آئیں تو ان سے کہنا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ تبدیل کر لیں' پھر جب حضرت اسماعیل آئے تو حضرت اسماعیل کی بیوی نے ان کو خبر دی' حضرت اسماعیل نے کہا: وہ چوکھٹ تم ہو' سو تم اپنے گھر والوں کی طرف چلی جاؤ' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خیال آیا تو انہوں نے اپنی اہلیہ (سارہ) سے کہا: میں اپنے چھوڑے ہوئے اہل کو جا کر دیکھتا ہوں' حضرت ابن عباس نے بتایا کہ پھر حضرت ابراہیم آئے' پس پوچھا کہ اسماعیل کہاں ہیں؟ حضرت اسماعیل کی بیوی نے بتایا کہ وہ شکار کرنے گئے ہیں' پھر ان کی بیوی نے کہا: کیا آپ کچھ دیر ٹھہرتے نہیں! تاکہ میں آپ کو کچھ کھلاؤں اور پلاؤں! حضرت ابراہیم نے پوچھا: تمہارا

طعام کیا ہے اور تمہارا مشروب کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہمارا طعام گوشت ہے اور ہمارا مشروب پانی ہے' حضرت ابراہیم نے دعا کی: اے اللہ! ان کے طعام میں اور ان کے مشروب میں برکت عطاء فرما! حضرت ابن عباس نے بتایا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی برکت ہے (جواب تک چلی آ رہی ہے)' حضرت ابن عباس نے بتایا کہ پھر حضرت ابراہیم کو اپنے چھوڑے ہوئے اہل کا خیال آیا تو انہوں نے اپنی بیوی (حضرت سارہ) سے کہا: میں اپنے چھوڑے ہوئے لوگوں کو (جاکر) دیکھتا ہوں' پھر وہ آئے تو زمزم کے پیچھے حضرت اسماعیل سے ملاقات ہوئی' وہ اس وقت اپنے تیر کو درست کر رہے تھے' پس حضرت ابراہیم نے کہا: اے اسماعیل! بے شک میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس کا گھر بناؤں۔ حضرت اسماعیل نے کہا: آپ اپنے رب کے حکم کی اطاعت کیجئے' حضرت ابراہیم نے کہا: بے شک میرے رب نے فرمایا ہے کہ تم اس کام میں میری مدد کرو گے' حضرت اسماعیل نے کہا: میں (مدد) کروں گا' یا جس طرح انہوں نے کہا۔ حضرت ابن عباس نے بتایا کہ پس وہ دونوں کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے' حضرت اسماعیل' حضرت ابراہیم کو پتھر لا کر دیتے تھے اور وہ دونوں یہ دعا کرتے تھے: اے ہمارے رب! (اس کو) ہم سے قبول فرما! بے شک تو بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے O (البقرہ: ١٢٧) حضرت ابن عباس نے بتایا: حتیٰ کہ وہ دیوار بہت بلند ہو گئی اور حضرت ابراہیم کو پتھر منتقل کرنے میں ضعف عارض ہوا تو وہ مقام (ابراہیم) کے پتھر پر کھڑے ہو گئے' پھر حضرت اسماعیل ان کو پتھر لا کر دیتے رہے اور وہ دونوں یہ دعا کرتے تھے: اے ہمارے رب! (اس تعمیر کو) ہم سے قبول فرما! بے شک تو بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے O (البقرہ: ١٢٧)

١٠ - بَابٌ

٣٣٦٦ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

اللّٰهِ اَیُّ مَسْجِدٍ وُّضِعَ فِی الْاَرْضِ اَوَّلُ قَالَ اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَلْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی قُلْتُ کَمْ کَانَ بَیْنَهُمَا قَالَ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً ثُمَّ اَیْنَمَا اَدْرَکَتْكَ الصَّلٰوةُ بَعْدُ فَصَلِّهٖ فَاِنَّ الْفَضْلَ فِیْهِ.

[طرف الحدیث: ٣٤٢٥] (صحیح مسلم: ٥٢٠، الرقم المسلسل: ١٠٤٨، سنن نسائی: ٦٨٦، سنن ابن ماجہ: ٧٥٣)

ہمیں ابراہیم التیمی نے حدیث بیان کی از والد خود انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! روئے زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی تھی؟ آپ نے فرمایا: مسجد حرام' میں نے پوچھا: پھر کون سی مسجد بنائی گئی تھی؟ آپ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ' میں نے پوچھا: ان دونوں کے درمیان کتنا عرصہ تھا؟ آپ نے فرمایا: چالیس سال' پھر اس کے بعد جہاں تمہیں نماز کا وقت آ جائے تم وہیں نماز پڑھ لینا کیونکہ اسی میں فضیلت ہے۔

اس حدیث کا باب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ہے اور یہ حدیث باب کے عنوان کے ساتھ اس وجہ سے مطابق ہے کہ اس میں مسجد حرام کا ذکر ہے اور مسجد حرام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔

کعبہ اور بیت المقدس کی تعمیر کے درمیانی عرصہ پر ایک اشکال کا جواب

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو بنایا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کو بنایا ہے اور ان کے درمیان ایک ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہے؟ علامہ قرطبی نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ آیت کریمہ اور حدیث کی اس پر دلالت نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت سلیمان نے سب سے پہلے کعبہ اور بیت المقدس کو بنایا تھا' بلکہ انہوں نے ان مسجدوں کی تعمیر کی تجدید کی ہے جن کو دوسروں نے بنایا تھا اور روایت ہے کہ سب سے پہلے بیت اللہ کو حضرت آدم نے بنایا تھا' سو یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی اولاد میں سے کسی نے کعبہ کی تعمیر کے چالیس سال بعد بیت المقدس کو بنایا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٦١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٣٦٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِیْ عَمْرٍو مَوْلَی الْمُطَّلِبِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهٗ اُحُدٌ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ یُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ حَرَّمَ مَکَّةَ وَاِنِّیْ اُحَرِّمُ مَابَیْنَ لَابَتَیْهَا وَرَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از عمرو بن ابی عمرو مولی المطلب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اُحد پہاڑ نظر آیا تو آپ نے فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں' اے اللہ! بے شک حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور بے شک میں اس کے درمیان کی دو پتھریلی زمینوں کو حرم قرار دیتا ہوں۔ اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٧٣٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٦٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ ابْنَ اَبِیْ بَکْرٍ اَخْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ کہ ابن ابی بکر نے حضرت عبداللہ بن

تَعَالٰی عَنْهُمْ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَمْ تَرٰی اَنَّ قَوْمَكَ بَنُوا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَرُدُّهَا عَلٰی قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ لَوْ لَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُرٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ اِلَّا اَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلٰی قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ.

عمر رضی اللہ عنہما کو خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتیں کہ جب تمہاری قوم نے کعبہ کو بنایا تو انہوں نے حضرت ابراہیم کی بنیادوں سے کمی کی' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ اس کو حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر نہیں لوٹا دیتے؟ آپ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کفر سے نئی نئی نکلی ہوئی نہ ہوتی (تو میں ایسا کر دیتا)' پس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے تو میرا یہی گمان ہے کہ کعبہ کے جو دو کونے حطیم کے قریب ہیں' ان کی تعظیم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لیے ترک کر دیتے تھے کہ اس وقت بیت اللہ حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر نہیں تھا (اور حطیم کعبہ سے خارج تھا)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن انس نے خبر دی از عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم از والد خود از عمرو بن سلیم الزرقی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم آپ پر کیسے صلوٰۃ پڑھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کہو: اے اللہ! سیّدنا محمد پر صلوٰۃ نازل فرما اور ان کی ازواج پر اور ان کی اولاد پر! جس طرح تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے اور سیّدنا محمد پر برکت نازل فرما اور ان کی ازواج پر اور ان کی اولاد پر جس طرح تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل فرمائی ہے' بے شک تو تعریف کیا ہوا بہت بلند ہے۔

[طرف الحدیث: ٦٣٦٠] (صحیح مسلم: ۴۰۷' الرقم المسلسل: ۷۹۷' سنن ابوداؤد: ۱۵۳۰' سنن ترمذی: ۴۸۵' مصنف عبدالرزاق: ۳۱۰۵' شرح مشکل الآثار: ۲۲۳۱' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۵۶' السنن الکبریٰ: ۱۲۱۱' المعجم الاوسط: ۶۸۳۴' مسند الحمیدی: ۱۷۲' مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۱۰۴- ج ۳۰ ص ۳۱-۳۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ نازل کرنے' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دینے اور برکت کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اے اللہ! (سیّدنا) محمد پر صلوٰۃ نازل فرما! اس کا معنی ہے: دنیا میں ان کے ذکر کو بلند کر کے اور ان کی دعوت کو غلبہ دے کر اور ان کی شریعت کو بقاء عطاء کر کے ان کو عظمت عطاء فرما اور آخرت میں ان کی شفاعت کو قبول فرما کر اور ان کے اجر و ثواب کو دگنا چوگنا کر کے ان کو مکرم فرما' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تو نے ہم کو ان پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا ہے' ہم ان کے مرتبہ اور مقام سے واقف نہیں ہیں' اے اللہ! تو ہی ان کے مرتبہ اور مقام کو جاننے والا ہے' سو تو ہی ان پر صلوٰۃ نازل فرما۔

نیز اس حدیث میں ہے: جس طرح تو نے حضرت ابراہیم پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم مشبہ بہ ہیں' اور مشبہ بہٖ مشبہ سے اقویٰ ہوتا ہے' اس لیے حضرت ابراہیم کی صلوٰۃ ہمارے نبی سیّدنا محمد کی صلوٰۃ سے قوی ہے بلکہ اس کا یہ معنی ہے کہ ہمیں اس صلوٰۃ کی کیفیت معلوم نہیں ہے' تو جس طرح کی صلوٰۃ تو نے حضرت ابراہیم پر نازل فرمائی ہے' اسی طرح کی صلوٰۃ ہمارے نبی پر نازل فرما اور یا یہ کاف تعلیل کا ہے' یعنی کیونکہ تو نے حضرت ابراہیم پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے' اس لیے ہمارے نبی پر بھی صلوٰۃ نازل فرما۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ: تو (سیّدنا) محمد پر برکت نازل فرما! اس کا معنی ہے: تو ان کے لیے برکت کو ثابت کر' اور ان کو جو شرف و کرامت عطاء فرمائی ہے اس کو دوام عطا فرما! عرب والے جب اونٹ کو اپنی جگہ پر بٹھاتے ہیں تو ''بَرَكَ البَعِير'' کہتے ہیں اور اس کا اطلاق مطلقاً زیادتی اور اضافہ پر بھی کیا جاتا ہے۔

٣٣٧٠ - حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ وَّمُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ قُرَّةَ مُسْلِمُ بْنُ سَالِمٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيْسٰى سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِيْ لَيْلٰى قَالَ لَقِيَنِيْ كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ فَقَالَ أَلَا أُهْدِيْ لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ بَلٰى فَاهْدِهَا لِيْ فَقَالَ سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

[اطراف الحدیث: ٤٧٩٧-٦٣٥٧] [صحیح مسلم: ٤٠٦' الرقم المسلسل: ٧٩٤' سنن ترمذی: ٤٨٣' سنن ابن ماجہ: ٩٠٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص اور موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن زیاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوقرہ مسلم بن سالم الہمدانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے سنا' انہوں نے کہا: مجھ سے کعب بن عجرہ نے ملاقات کی تو انہوں نے کہا: کیا میں آپ کو وہ ہدیہ پیش نہ کروں جس کو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! آپ مجھے وہ ہدیہ پیش کریں! تو انہوں نے بتایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا' پس ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم آپ اہل بیت پر کس طرح صلوٰۃ بھیجیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو ہمیں تعلیم دے دی ہے کہ آپ پر کس طرح سلام بھیجیں! آپ نے فرمایا: تم کہو: اے اللہ! (سیّدنا) محمد پر اور آلِ (سیّدنا) محمد پر ایسی صلوٰۃ نازل فرما جیسی صلوٰۃ تو نے حضرت ابراہیم پر اور حضرت ابراہیم کی آل پر نازل فرمائی ہے' بے شک تو تعریف کیا ہوا بلند ہے' اے اللہ! (سیّدنا) محمد پر اور (سیّدنا) محمد کی آل پر ایسی برکت نازل فرما جیسی تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل فرمائی ہے'

بے شک تو تعریف کیا ہوا بلند ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ہمیں اللہ تعالیٰ نے سلام کی تعلیم دے دی ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے تشہد میں بتا دیا ہے کہ "السلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰه وبركاته" پڑھو باقی صلوٰۃ نازل کرنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دینے اور برکت کے معنی کا بیان حدیث سابق میں کیا جا چکا ہے۔

٣٣٧١ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنِ الْمِنْهَالِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَيَقُوْلُ إِنَّ أَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُ بِهَا إِسْمَاعِيْلَ وَإِسْحٰقَ أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ.

(سنن ابوداؤد: ٤٧٣٧، سنن ترمذی: ٢١٦٠، سنن ابن ماجہ: ٣٥٢٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از المنہال از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے تھے اور فرماتے تھے: بے شک تم دونوں کے والد (حضرت ابراہیم علیہ السلام) ان کلمات کے ساتھ حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق کو (اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے تھے وہ فرماتے تھے:) میں اللہ کے پورے کلمات کے ساتھ ہر شیطان سے ہر زہریلے جانور سے اور ہر نظر بد سے تم کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

اللہ کے کلمات کے معانی اور اللہ تعالیٰ کے کلام کے غیر مخلوق ہونے پر دلیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں کلمات اللہ کا ذکر ہے اس سے مراد مطلقاً اللہ کا کلام ہے ایک قول یہ ہے کہ اس سے یہ کلمات مراد ہیں:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ. اور آپ کے رب کا اچھا وعدہ بنو اسرائیل پر پورا ہو گیا۔

(الاعراف: ١٣٧)

اس حدیث میں جو تامہ کا ذکر ہے اس سے مراد ہے: کاملہ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نافعہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد شافیہ ہے اور ایک قول ہے: اس سے مراد مبارکہ ہے اور ایک قول ہے: اس سے مراد فیصلہ کن کلمات ہیں جن کو کوئی چیز تبدیل نہیں کر سکتی۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ امام احمد اس حدیث سے یہ استدلال کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی پناہ طلب کی ہے اور آپ کسی مخلوق کی پناہ نہیں طلب کر سکتے تھے۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٥٥٢، دار المعرفہ بیروت ١٤٢٦ھ)

١١ - بَابٌ قَوْلُهٗ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيْمَ ۝ إِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ﴾ اَلْآيَةَ (الحجر: ٥١-٥٢) لَا تَوْجَلْ لَا تَخَفْ ﴿وَإِذْ قَالَ

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا حال سنائیے ۝ جب وہ ان کے پاس آئے (الحجر: ٥٢-٥١) "لاتوجل" کا معنی ہے: آپ مت ڈریں اور جب ابراہیم نے کہا: اے

اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ﴾ (البقرۃ: ٢٦٠)

میرے رب! مجھے دکھا تو کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا (یہاں تک پڑھیں) لیکن اس لیے تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے (البقرۃ: ٢٦٠)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصوں میں سے ایک قصہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کے آنے کا قصہ ہے' یہ وہ فرشتے تھے جنہیں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے گوشت کھانے کے لیے رکھا' انہوں نے گوشت کھانے سے انکار کیا' اس سے حضرت ابراہیم ڈرے کہ وہ بغیر طے شدہ وقت کے اور بغیر اجازت کے آئے تھے۔ ان آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ میرے بندوں کو حضرت ابراہیم کے مہمانوں کا قصہ سنایئے' اور ان کے مہمانوں کا قصہ یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بہت بے حیائی کے کام کرتی تھی' اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے باز نہیں آتی تھی اور حضرت لوط جتنا منع کرتے وہ اتنی زیادہ نافرمانی کرتی اور انہوں نے حضرت لوط سے کہا: اگر آپ سچے ہیں تو اللہ کے پاس سے عذاب لے کر آئیں' تب حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ ان کی قوم کے خلاف ان کی مدد فرمائے! پس اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حضرت جبریل' حضرت میکائیل' حضرت اسرافیل اور حضرت دردائیل' چار فرشتوں کو انہیں ہلاک کرنے کے لیے بھیجا اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دینے کے لیے بھی آئے تھے' سو وہ حسین اور بے ریش لڑکوں کی صورت میں حضرت ابراہیم کے گھر آئے' وہ مہمان پندرہ راتوں تک حضرت ابراہیم کے پاس رہے' حضرت ابراہیم بغیر مہمان کے کھانا نہیں کھاتے تھے' حضرت ابراہیم نے اس سے پہلے اتنے حسین وجمیل مہمان نہیں دیکھے تھے' حضرت ابراہیم ان کے لیے ایک بھنا ہوا بچھڑا لے کر آئے' انہوں نے اس کو ان کے سامنے رکھا تو انہوں نے اپنے ہاتھ کھینچ لیے' پھر حضرت ابراہیم نے کہا: میں تم سے خوف زدہ ہوں' انہوں نے کہا: آپ مت ڈریں' ہم تو آپ کو ایک حلم والے بیٹے کی خوش خبری دینے آئے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٦٦۔٣٦٥)

﴿وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ﴾ (البقرہ: ٢٦٠). لیکن اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ (البقرہ: ٢٦٠)

یہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ. (البقرہ: ٢٦٠)

اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھا دے تو کس طرح مردے زندہ کرے گا! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپ کو اس پر یقین نہیں ہے' عرض کیا: کیوں نہیں! مگر اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔

یہ سوال اس لیے تھا کہ جیسے انسان کو کسی بات پر یقین ہوتا ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس کو دیکھ لے' یعنی وہ علم الیقین سے عین الیقین کی طرف مشاہدہ کرنا چاہتا ہے' اسی طرح حضرت ابراہیم یہ جاننا چاہتے تھے کہ مردے کے اجزاء متفرق اور منتشر ہو جاتے ہیں تو وہ کس کیفیت سے جمع ہوں گے اور ان کی کھال پٹھوں سے کس طرح متصل ہو گی؟ اس لیے انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ علم الیقین' عین الیقین اور حق الیقین کو جمع کر لیں۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ایسے جانور کے پاس سے گزرے جس کو دوسرے جانوروں اور درندوں

نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا تو انہوں نے کہا: اے رب! مجھے دکھا دے تو کس طرح مردے زندہ کرے گا! (البقرہ:۲٦٠) تاکہ وہ اس کا مشاہدہ کر لیں' کیونکہ انسان دیکھنے کا مشتاق ہوتا ہے' جیسا کہ حدیث میں ہے: خبر معائنہ کی مثل نہیں ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۱)

ابن درید نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم ایک مچھلی کے پاس سے گزرے جو آدھی خشکی میں تھی اور آدھی پانی میں تھی' اس کا جو حصہ پانی میں تھا اس کو سمندری جانوروں نے کھالیا تھا اور جو حصہ خشکی پر تھا اس کو خشکی کے جانوروں نے کھالیا تھا' تب ابلیس خبیث نے حضرت ابراہیم سے کہا: اے ابراہیم! اللہ تعالیٰ ان جانوروں کے پیٹوں سے اس مچھلی کو کب جمع کرے گا' تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے رب! مجھے دکھا دے تو کس طرح مردے زندہ کرے گا' اور عرض کیا: مگر اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ادب سے یہ سوال کیا تھا کہ مجھے مردوں کے زندہ کرنے پر قادر کر دے' تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔

مجاہد نے بیان کیا کہ یہ چار پرندے' مرغ' مور' کوا اور کبوتر تھے' حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ وہ ان چار پرندوں کو ذبح کر دیں' اس میں یہ اشارہ ہے کہ انسان کو حیاتِ ابدیہ اس وقت حاصل ہو گی کہ جب وہ اپنی شہوت اور حسن و زیبائش کو ذبح کر دے جو مور کی صفت ہے اور دوسروں پر حملہ کرنے کے جذبہ کو فنا کر دے جو مرغ کی صفت ہے اور نفس کی خساست اور گھٹیا پن کو فنا کر دے جو کوے کی صفت ہے اور اپنی خواہشات کو جلدی پورا کرنے کی عادت کو دور کر دے جو کبوتر کی صفت ہے' روایت ہے کہ حضرت ابراہیم کو حکم دیا تھا کہ وہ ان پرندوں کو ذبح کر دیں' ان کے پَر نوچ ڈالیں اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو خلط ملط کر دیں' پھر ان منتشر اجزاء کو مختلف پہاڑوں پر ڈال دیں' پھر ان کو بلائیں' جب حضرت ابراہیم نے ان کو بلایا تو وہ اجزاء متمیز ہوئے اور ہر جسم کے اجزاء آپس میں مل گئے اور اخیر میں ان کا سر ان کے ساتھ جڑ گیا۔ (انوار التنزیل ص ٦٠' مصر) (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳٦۷-۳٦٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۳۳۷۲- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ اَحَقُّ مِنْ اِبْرَاهِیْمَ اِذْ قَالَ ﴿رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ﴾ (البقرہ:۲٦۱) وَیَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ یَاْوِیْ ﴿اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ﴾ (ھود:۸٠) وَلَوْ لَبِثْتُ فِی السِّجْنِ طُوْلَ مَا لَبِثَ یُوْسُفُ لَاَجَبْتُ الدَّاعِیَ.

[اطراف الحدیث: ۳۳۷۵-۳۳۸۷-۴۵۳۷-۴٦۹۴-٦۹۹۲] (صحیح مسلم: ۱۵۱' الرقم المسلسل: ۳۷۵' سنن ابن ماجہ: ۴٠۲٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن و سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم حضرت ابراہیم کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں' جب انہوں نے یہ کہا تھا: اے میرے رب! مجھے دکھا دے تو کس طرح مُردے زندہ کرے گا! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپ کو اس پر یقین نہیں ہے؟ عرض کیا: کیوں نہیں! مگر اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ (البقرہ:۲٦٠) اور اللہ حضرت لوط پر رحم فرمائے! جو کسی مضبوط جائے پناہ کی پناہ لینے کی تمنا کرتے تھے اور اگر میں قید خانے میں اتنی لمبی مدت گزارتا جتنی لمبی مدت حضرت یوسف نے گزاری تھی تو میں (قید خانے سے نکل کر) بلانے والے کی بات مان لیتا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن صالح' یہ ابوجعفر المصری ہیں (۲) ابن وہب' یہ عبداللہ بن وہب المصری ہیں (۳) یونس' یہ ابن زید الایلی ہیں (۴) ابن شہاب' یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں' باقی رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۶۸)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی توجیہات کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم حضرت ابراہیم کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں۔ حدیث کے اس جملہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بہ ظاہر اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مردوں کے زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک تھا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک کرنا تو کفر ہے' پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے فرمایا: ہم حضرت ابراہیم کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں' یہ اور بھی زیادہ قابل اعتراض ہے' اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) امام شافعی وغیرہ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرنا محال ہے' اس لیے اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر بہ فرض محال انبیاء علیہم السلام کا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرنا ممکن ہوتا تو میں ان کی بہ نسبت اللہ کی قدرت میں شک کرنے کا زیادہ حق دار تھا' لیکن جب انبیاء علیہم السلام کا اللہ کی قدرت میں شک کرنا ممکن ہی نہیں ہے تو نہ حضرت ابراہیم کو اس میں شک تھا اور نہ میں اس میں شک کرنے کا زیادہ حق دار ہوں۔

(۲) اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کی اس دعا کو تم شک گمان کرتے ہو یہ شک نہیں ہے' اگر یہ شک ہوتا تو میں یہ شک کرنے کا زیادہ حق دار تھا لیکن یہ شک نہیں ہے' انہوں نے یہ دعا اس لیے کی تھی تا کہ ان کو مزید یقین حاصل ہو جائے۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا: ہم شک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ ہماری امت شک کرنے کی زیادہ حق دار ہے۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تواضعاً اس طرح فرمایا۔

حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ حضرت لوط پر رحم فرمائے!

حضرت لوط' حضرت ابراہیم کے عم زاد تھے' یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے ان کے ساتھ مصر کی طرف ہجرت کی' پھر ان کے ساتھ ہی شام کی طرف لوٹ آئے' حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں ٹھہرے اور حضرت لوط علیہ السلام اُردن میں ٹھہرے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اہل سدوم کی طرف بھیج دیا اور یہ ایک دوسری بستی ہے۔

مقاتل نے کہا ہے کہ ان کے شہر شام اور حجاز کے درمیان زغر کی جانب ہیں' یہ بارہ بستیاں ہیں جن کا نام المؤتفکات ہے' یہ لوگ بتوں کی پرستش کرتے تھے اور بے حیائی کے کام کرتے تھے' اس کے علاوہ اور بھی بُرے کام کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سترہ جگہ پر حضرت لوط کا ذکر فرمایا ہے' لفظ لوط علَمْ ہے اور عجمہ ہے' اس کے باوجود یہ اس لیے اسم منصرف ہے کہ یہ اسم ساکن الاوسط ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ کسی مضبوط جائے پناہ کی پناہ لینے کی تمنا کرتے تھے۔

اس حدیث میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍO (ھود:۸۰)

لوط نے کہا: کاش! تمہارے مقابلہ کی مجھ میں قوت ہوتی' یا میں کسی مضبوط جائے پناہ کی پناہ لیتاO

علامہ الطیبی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ کلام اس لیے فرمایا کہ حضرت لوط علیہ السلام اس بستی کے فحش لوگوں کے خلاف کسی مدد کے آنے سے بالکل مایوس ہو گئے تھے اور آپ نے ان کے اس قول کو بہت نادر اور غیر معروف جانا۔

زمخشری نے کہا: مضبوط جائے پناہ سے ان کی مراد پہاڑ کی طرح کوئی مضبوط جگہ تھی۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ لینا بھول گئے ہوں جس کی پناہ لے کر وہ اپنے مہمانوں کی عزت کی حفاظت کریں کیونکہ ان کی قوم کے بدمعاش لوگ ان کے مہمانوں کے ساتھ بدفعلی کرنا چاہتے تھے' یا انہوں نے اللہ کی پناہ لی تھی اور اپنے مہمانوں کے سامنے" رکن شدید" کا اس لیے ذکر کیا تا کہ ان کے سامنے اپنا عذر بیان کریں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے مقابلہ میں نبی ﷺ کی تواضع

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: اگر میں قید خانہ میں اتنی لمبی مدت گزارتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ میں سات سال' سات مہینہ اور سات دن گزارے تھے۔

فرماتے ہیں: تو میں قید خانہ سے نکالنے والے کی بات مان لیتا۔ یعنی میں قید خانہ سے نکلنے میں جلدی کرتا کیونکہ میں اپنا عذر پیش کر چکا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌO (یوسف:۵۰)

اور بادشاہ نے کہا: تم یوسف کو میرے پاس لے آؤ' پس جب ان کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا: اپنے رب کے پاس واپس جاؤ' پھر اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے' بے شک میرا رب ان کے مکر وفریب کو خوب جانتا ہےO

ہمارے نبی ﷺ نے حضرت یوسف کے قید سے نہ نکلنے کو صبر فرمایا' یہ آپ کی تواضع ہے ورنہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی جگہ ہوتے تو جلد نکل آتے' اور اگر کوئی بڑا آدمی تواضع کرے تو وہ چھوٹا نہیں ہو جاتا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۶۹۔۳۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک یہ تواضع نہیں تھی بلکہ تنبیہ تھی

مصنف کے نزدیک نبی ﷺ کے اس ارشاد میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تواضع نہیں ہے' بلکہ یہ تنبیہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے اولیٰ اور افضل یہی تھا کہ جب ان کو قید سے نکالا جا رہا تھا تو وہ قید سے نکل آتے' کیونکہ عالم کے لیے قید خانہ میں رہنے کے بجائے قید خانہ سے باہر رہنا افضل ہے کیونکہ عالم کا منصب ہے: نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا' اور یہ کام وہ قید خانہ سے باہر رہ کر ہی احسن طریقہ سے انجام دے سکتا ہے' اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا منصب ہے: ایمان کی دعوت دینا اور اعمالِ صالحہ کی ترغیب

دینا' شرک اور کفر اور حرام کام سے روکنا اور اس تبلیغ کے زیادہ مواقع قید خانہ سے باہر ہی میسر ہوتے ہیں' اس لیے آپ نے فرمایا: اگر میں اتنی لمبی مدت قید خانہ میں گزارتا تو میں قید خانہ سے نکالنے والے کی بات مان لیتا' کیونکہ فرائضِ نبوت کے ادا کرنے کے لیے یہی مناسب تھا۔

١٢ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾ (مریم:٥٤)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے نبی مکرم!) آپ کتاب میں اسماعیل کو یاد کیجئے بے شک وہ وعدہ کے سچے تھے۔ (مریم:٥٤)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا صادق الوعد ہونا

اس باب میں حضرت اسماعیل کا تذکرہ ہے' اس آیت کے آخر میں ہے: وہ رسول نبی تھے۔ (مریم:٥٤) مفسرین نے ان کے صادق الوعد کی تفسیر میں کہا ہے کہ انہوں نے ایک شخص سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا اور وہ ایک طویل مدت تک اس کا انتظار کرتے رہے' اس مدت میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک سال تک اس کا انتظار کرتے رہے' حتیٰ کہ حضرت جبریل نے آ کر آپ کو بتایا کہ جس شخص نے آپ سے وعدہ کیا تھا وہ جھوٹا تھا اور ابلیس علیہ اللعنۃ تھا' اور اس آیت میں آپ کے رسول ہونے کا ذکر ہے کیونکہ آپ جُرھم کی طرف رسول تھے۔ (تفسیر کبیر ج ٧ ص ٥٤٩' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صادق الوعد ہونا

عبداللہ بن ابی الحمساء بیان کرتے ہیں: میں نے بعثت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی چیز فروخت کی اور آپ کا کچھ بقایا میرے پاس رہ گیا' میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں آپ کے پاس اسی جگہ آؤں گا' پھر میں بھول گیا اور مجھے تین دن بعد یاد آیا' جب میں آیا تو آپ اسی جگہ میرا انتظار فرما رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے شخص! تم نے مجھے بہت مشکل میں ڈالا' میں تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (سنن ابوداؤد:٤٩٩٦)

٣٣٧٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَفَرٍ مِّنْ اَسْلَمَ يَنْتَضِلُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْمُوْا بَنِيْ اِسْمَاعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا وَّاَنَا مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ قَالَ فَاَمْسَكَ اَحَدُ الْفَرِيْقَيْنِ بِاَيْدِيْهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَكُمْ لَا تَرْمُوْنَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نَرْمِيْ وَاَنْتَ مَعَهُمْ قَالَ اِرْمُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (قبیلہ) اسلم کے چند لوگوں کے پاس سے گزرے جو تیراندازی کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بنو اسماعیل! تیراندازی کرو کیونکہ تمہارے والد بھی تیرانداز تھے اور بے شک میں بنو فلاں کے ساتھ ہوں' پھر دو فریقوں میں سے ایک نے اپنے ہاتھوں کو روک لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا وجہ ہے تم کیوں تیراندازی نہیں کر رہے' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم کیسے تیراندازی کریں جب کہ آپ ان کے ساتھ ہیں' آپ نے فرمایا: تم تیراندازی کرو' میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۹۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابٌ قِصَّةُ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

حضرت اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کا قصہ

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت سارہ سے حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی' اس وقت حضرت سارہ کی عمر نوے سال تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور حضرت ھاجُر کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حمل ہو گیا اور دونوں کا ایک ساتھ حمل ہوا' علامہ ابن الجوزی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ایک سو اسی سال زندہ رہے اور وہب بن منبہ نے کہا ہے: وہ ایک سو پچاسی سال زندہ رہے اور وہ اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر کے پاس مدفون ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١۵ ص ٣٠٧-٣٠٦ ملخصاً)

فِيْهِ ابْنُ عُمَرَ وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث ہیں از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت ابن عمر کی حدیث حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں آئے گی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اگلے باب میں آ رہی ہے۔

١٤ - بَابٌ ﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ○﴾ (البقرة:١٣٣)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب کی وفات ہوئی' یہ آیت یہاں تک ہے: اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں○ (البقرہ: ١٣٣)

یہ آیت اور اس سے پہلی آیت کا ترجمہ اس طرح ہے:

اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اسی دین کی وصیت کی تھی اور یعقوب نے بھی کہ اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے یہ دین تمہارے لیے چن لیا ہے' سو تم اسی حال میں مرنا کہ مسلمان ہو○ کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب پر وفات آئی تھی' جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا: ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی' ایک معبود کی اور ہم سب اسی کے فرماں بردار ہیں○ (البقرۃ: ١٣٣-١٣٢)

٣٣٧٤ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ سَمِعَ الْمُعْتَمِرَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قِيْلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ اَكْرَمُهُمْ اَتْقَاهُمْ قَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَاَكْرَمُ النَّاسِ يُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَّعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْاَلُوْنِيْ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے المعتمر سے سنا از عبید اللہ از سعید بن ابی سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ (اللہ کے نزدیک) مکرم کون ہے؟ آپ نے فرمایا: سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو' صحابہ نے کہا: یا نبی اللہ! ہم آپ سے اس کے متعلق نہیں پوچھ رہے' آپ نے فرمایا: پھر لوگوں میں سب سے زیادہ مکرم یوسف نبی اللہ ہیں جو ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ ہیں' صحابہ

خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا.

نے کہا: ہم اس کے متعلق آپ سے سوال نہیں کر رہے' آپ نے فرمایا: پھر معادن عرب کے متعلق تم مجھ سے سوال کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر جاہلیت میں جو تم میں سب سے بہتر تھے وہی اسلام میں بھی سب سے بہتر ہیں' جب ان کو دین کی سمجھ ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۵۳ میں گزر چکی ہے۔

اس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام' حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں' اس طرح یہ حدیث باب کے مناسب ہے۔

١٥ - بَابٌ ﴿وَلُوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ○ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ○ فَمَا كَانَ جَوَابُ قَوْمِهِ إِلَّآ أَنْ قَالُوْا أَخْرِجُوْا آلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ○ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ○ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ○﴾ (النمل: ٥٤-٥٨).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (یاد کیجئے) جب لوط نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم دیکھتے ہوئے بے حیائی کے کام کرتے ہو! ○ کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر نفسانی خواہش کے لیے مردوں کے پاس ضرور جاتے ہو؟ بلکہ تم جاہل لوگ ہو ○ تو ان کی قوم کا صرف یہ جواب تھا: آلِ لوط کو اپنی بستی سے نکال دو' یہ بہت پاک باز بنتے ہیں ○ سو ہم نے لوط کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دے دی سوائے ان کی بیوی کے' ہم نے مقدر فرما دیا تھا کہ وہ رہ جانے والوں میں سے ہے ○ اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش کی تو وہ اُن پر کیسی بُری بارش تھی جن کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا تھا ○ (النمل: ۵۸-۵۴)

آیاتِ مذکورہ کی مختصر تفسیر

اس آیت میں ''الفاحشة'' کا ذکر ہے' اس سے مراد قومِ لوط کا عمل ہے' یعنی مرد کا مرد میں دخول کرنا' اور آگے فرمایا: تم دیکھتے ہوئے بے حیائی کے کام کرتے ہو' کیونکہ وہ اپنی مجالس میں ایک دوسرے کے سامنے یہ بے حیائی کا کام کرتے تھے اور وہ سرکشی سے اس کام کو چھپ کر نہیں کرتے تھے' اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حالانکہ تم کو اس بات کی بصیرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کی شہوت کو پورا کرنے کے لیے عورت کو پیدا کیا ہے اور مرد کو مرد سے اور عورت کو عورت سے قضاء شہوت کے لیے پیدا نہیں کیا اور اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حالانکہ تم کو خوب علم ہے کہ تم سے پہلے یہ قبیح کام کسی نے نہیں کیا۔

اور اس آیت میں فرمایا: تم جاہل لوگ ہو' یعنی تم اس قبیح فعل کی سزا سے جاہل ہو یا تم یوم الجزاء سے جاہل ہو' اور اس کی ایک تفسیر

یہ ہے کہ تم اس سے جاہل ہو کہ کس جگہ قضاء شہوت کرنی چاہیے۔

نیز اس آیت میں ان بدکاروں کا قول ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کے بارے میں کہتے ہیں: یہ بہت پاک باز بنتے ہیں یعنی مردوں کی دبروں میں قضاء شہوت سے اجتناب کرتے ہیں۔

آخر میں فرمایا: ہم نے اُن پر پتھروں کی بارش کی' یہ وہی عذاب تھا جس سے ان کو ڈرایا گیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۷۳۔۲۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٣٧٥ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لِلُوْطٍ اِنْ كَانَ لَيَاْوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام کی مغفرت فرمائے جو کسی مضبوط جائے پناہ کی پناہ لینے کی تمنا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۷۲ میں گزر چکی ہے۔

مضبوط جائے پناہ سے مراد ہے: مضبوط قبیلہ' لیکن حضرت لوط علیہ السلام نے اس کی پناہ نہیں لی' بلکہ اللہ تعالیٰ کی پناہ لی' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے دل میں اللہ تعالیٰ کی پناہ لی ہو اور اپنے مہمانوں کے سامنے بہ طور عذر یہ قول ظاہر کیا ہو' ان کے مہمان دراصل خوب صورت بے ریش لڑکوں کی شکل میں فرشتے تھے' ان کی قوم کے بدمعاش لوگ ان سے بدفعلی کرنا چاہتے تھے' حضرت لوط علیہ السلام نے ''رکن شدید'' یعنی مضبوط پہاڑ کا اس لیے ذکر کیا' تاکہ اس کے سبب سے وہ ان بدمعاشوں کو روک سکیں۔

١٦ - بَابٌ ﴿فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ نِ الْمُرْسَلُوْنَ ○ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ○﴾ (الحجر: ٦١۔ ٦٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس جب آلِ لوط کے پاس فرشتے آئے ○ تو لوط نے کہا: بے شک تم اجنبی لوگ ہو ○ (الحجر: ٦٢۔٦١)

اس باب میں ان آیتوں کی مختصر تفسیر ذکر کی جائے گی۔

اس آیت میں ''المرسلون'' کا لفظ ہے' اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے آئے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: بے شک تم اجنبی لوگ ہو یعنی میں تم کو نہیں پہچانتا' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قومِ لوط پر عذاب نازل کرنے کا قصہ بیان فرمایا۔

﴿بِرُكْنِهٖ﴾ (الذاریات: ٣٩) بِمَنْ مَّعَهٗ لِاَنَّهُمْ قُوَّتُهٗ.

اپنی قوت سے اور اپنے ساتھیوں کی قوت سے کیونکہ اس کے فوجی افسر اس کی قوت تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ○

پس اس (فرعون) نے اپنی قوت کے گھمنڈ میں (موسیٰ سے) روگردانی کی اور کہا: یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے ○ (الذاریات: ٣٩)

اس آیت سے پہلے یہ آیت ہے:

وَفِيْ مُوْسٰۤى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ○ (الذاریات:٣٨) اور موسیٰ (کے واقعہ) میں (ہماری نشانیاں ہیں) جب ہم نے انہیں واضح دلیل کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا○

﴿تَرْكَنُوْا﴾ (ھود:١١٣) تَمِيْلُوْا. ''ترکنوا'' کا معنی ہے: تم مائل ہوتے ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا. (ھود:١١٣) اور تم ظالموں کی طرف مائل نہ ہونا۔

اس آیت کا حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ سے کوئی تعلق نہیں ہے' لیکن امام بخاری نے اس آیت کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں بھی لفظ ''رکن'' کا مادہ ہے یعنی: ''ترکنوا'' اسی طرح الذاریات:٣٩ کا بھی ذکر کیا کیونکہ اس میں بھی ''رکن'' کا لفظ ہے جو کہ حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ میں بھی مذکور ہے: ''اَوْ اٰوِيْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ○'' (ھود:٨٠) یعنی میں کسی مضبوط جائے پناہ کی پناہ لیتا○

فَاَنْكَرَهُمْ وَنَكِرَهُمْ وَاسْتَنْكَرَهُمْ وَاحِدٌ. پس ان کو اجنبی پایا' اور ''نکرھم'' اور ''استنکرھم'' کا معنی واحد ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ. (ھود:٧٠) پھر جب (ابراہیم نے) دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھتے تو ابراہیم نے ان کو اجنبی سمجھا۔

اس تعلیق کو بھی حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ میں ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ فرشتوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اجنبی سمجھا تھا نہ کہ حضرت لوط علیہ السلام نے' تاہم امام بخاری کی طرف سے یہ توجیہ کی جا سکتی ہے کہ چونکہ یہ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو عذاب دینے کے لیے بھیجے گئے تھے' اس لیے امام بخاری نے اس آیت کا حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ میں ذکر کر دیا۔

﴿يُهْرَعُوْنَ﴾ (ھود:٧٨) يُسْرِعُوْنَ. ''یھرعون'' کا معنی ہے: وہ لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ. (ھود:٧٨) اور لوط کے پاس ان کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے ان کی قوم کو یہ خبر دے دی تھی کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بے ریش اور خوب صورت لڑکے بہ طور مہمان آئے ہیں' جو دراصل فرشتے تھے۔

﴿دَابِرَ﴾ (الحجر:٦٦) اٰخِرَ. ''دابر'' کا معنی ہے: آخر یا انجام۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَضَيْنَاۤ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ○ (الحجر:٦٦) اور ہم نے لوط کو اس فیصلہ سے آگاہ کر دیا کہ ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جائے گی جب وہ صبح کر رہے ہوں گے○

﴿صَيْحَةٌ﴾ (یٰسین:٢٩) هَلَكَةٌ. ''صیحۃ'' کا معنی ہے: ایسی چنگھاڑ جس کو سن کر لوگ ہلاک ہو جائیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَO (یٰس:٢٩) وہ صرف ایک چنگھاڑ تھی جس سے وہ اچانک بجھ کر رہ گئےO

اس آیت کا حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ سے کوئی تعلق نہیں اور یہاں کوئی تاویل بھی نہیں ہو سکتی۔

﴿لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ﴾ (الحجر:٧٥) لِلنَّاظِرِيْنَ. ''للمتوسمین'' کا معنی ہے: بصیرت والوں کے لیے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَO (الحجر:٧٥) بے شک اس (سزا) میں اہل بصیرت کے لیے نشانیاں ہیںO

ضحاک نے اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے اور مجاہد نے کہا: اس کا معنی ہے: فراست والوں کے لیے۔

﴿لَبِسَبِيْلٍ﴾ (الحجر:٧٦) لَبِطَرِيْقٍ. ''بسبیل'' کا معنی ہے: راستہ پر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍO (الحجر:٧٦) اور بے شک وہ (ہلاک شدہ بستیاں) ایسی راہ پر ہیں جس پر آمد و رفت اب تک جاری ہےO

ابوعبیدہ نے بھی اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے اور کہا ہے: اس سے مراد قوم لوط کے شہر ہیں۔

ان تمام تعلیقات کی شرح، عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٧٤۔٣٧٣ سے لی گئی ہے۔

٣٣٧٦ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَرَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍO﴾ (القمر:١٧).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو احمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از الاسود از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: پس کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والاO (القمر: ١٥۔١٧۔٢٢۔٣٢۔٤٠۔٥١)

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٣٤٩ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ اس آیت کے بعد قوم لوط کا ذکر ہے اور وہ یہ آیت ہے:

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ ۢ بِالنُّذُرِO (القمر:٣٣) قوم لوط نے رسولوں کو جھٹلایاO

١٧ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا﴾ (الاعراف:٧٣، ھود:٦١)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا (الاعراف: ٧٣، ھود: ٦١)

اس آیت میں حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کا بھائی فرمایا ہے، حالانکہ حضرت صالح ان کے نسبی بھائی نہیں تھے، بلکہ وہ ثمود کے قبیلہ سے تھے، اس لیے یہاں بھائی سے مراد ہم قبیلہ ہے۔

قوم ثمود کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ثمود کے متعلق اختلاف ہے، الجوہری نے کہا کہ ثمود قدیم عرب کا ایک قبیلہ ہے، اور یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ہے، الفراء نے

کہا: ان کو ثمود اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کا پانی بہت کم تھا' الزجاج نے کہا ہے کہ ثمد کا معنی ہے: کم پانی' ایک قول یہ ہے کہ ثمود ایک شخص کا نام ہے' عکرمہ نے کہا: ان کا نام ہے: ثمود بن جابر بن ارم بن سام بن نوح' الکلبی نے کہا: یہ وہ قبیلہ ہے جو وادی القریٰ میں شام کے کنارے ساحل سمندر پر آباد تھا' ان کی عمریں بہت طویل ہوتی تھیں' یہ لوگ رہنے کے لیے جو مکان بناتے تھے وہ منہدم ہو جاتے تھے' پھر جب بار بار ایسا ہونے لگا تو انہوں نے پہاڑوں کو تراش کر ان کے اندر مکان بنانے شروع کر دیئے' ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور غیر اللہ کی پرستش شروع کر دی' پس اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تو بہت کم لوگوں نے ان کی اتباع کی۔

حضرت صالح علیہ السلام کا تعارف

حضرت صالح علیہ السلام کا نام ہے: صالح بن عبید بن جاثر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام' اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

مجاہد نے کہا: حضرت صالح اور ثمود کے درمیان سو سال ہیں' اور ان کی قوم' قوم عاد کے بقایا میں سے ہے' اور ان کے قد کا طول اور ان کی ہیئت قوم عاد کی طرح ہے' انہوں نے لوہے کا ایک بت بنایا ہوا تھا' جس کے اندر سال میں ایک مرتبہ شیطان داخل ہوتا تھا' اور ان لوگوں سے کلام کرتا تھا' حضرت صالح کے والد نے اس بت کو توڑنے کا قصد کیا تھا تو لوگوں نے ان کو قتل کر دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ان کو زندہ کر دیا' جب حضرت صالح علیہ السلام بلوغت کے قریب پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو قوم ثمود کی طرف مبعوث کر دیا' یہ وہب بن منبہ کا قول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب ان کی عمر کے چالیس سال مکمل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو قوم ثمود کی طرف بھیجا' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کا پانچ مقامات پر ذکر فرمایا ہے اور ان کی قوم کے ساتھ ان کے قصہ کا ذکر فرمایا ہے' جب اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کو ہلاک کر دیا تو حضرت صالح علیہ السلام فلسطین میں آ کر آباد ہو گئے اور رملہ میں قیام کیا۔

السدی نے کہا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام اپنے مؤمن اصحاب کے ساتھ آ کر مکہ میں آباد ہو گئے اور وہاں عبادت کرتے رہے حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی' ان کی قبریں کعبہ کے غربی جانب دار الندوۃ اور حجر کے درمیان ہیں۔

ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم میں بیس سال رہے اور ایک سو پچاسی سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔

خطیب بغدادی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کی عمر تین سو چھتیس سال تھی اور یہ زیادہ ظاہر ہے' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام یمن میں فوت ہوئے تھے اور وہاں اس جگہ ان کی قبر ہے جس کو شبوہ کہا جاتا ہے' الفربری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام مؤمنین کے ساتھ شام کی طرف نکلے اور فلسطین میں رہے اور وہیں ان کی وفات ہوئی اور حضرت صالح اور حضرت ہود علیہ السلام کے درمیان ایک سو سال کا عرصہ تھا اور حضرت صالح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان چھ سو تیس سال کا عرصہ تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۷۵۔ ۳۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

﴿كَذَّبَ اَصْحَابُ الْحِجْرِ﴾ (الحجر: ۸۰). اور بے شک وادیٔ حجر والوں نے (رسولوں کو) جھٹلا دیا۔ (الحجر: ۸۰)

اَلْحِجْرُ مَوْضِعُ ثَمُوْدَ ﴿وَاَمَّا حَرْثٌ حِجْرٌ﴾ (الانعام: ۱۳۸) حَرَامٌ وَّكُلُّ مَمْنُوْعٍ فَهُوَ حِجْرٌ مَّحْجُوْرٌ وَّالْحِجْرُ كُلُّ بِنَاءٍ بَنَيْتَهٗ وَمَا حَجَرْتَ عَلَيْهِ مِنَ الْاَرْضِ

حجر' ثمود کی جگہ ہے' لیکن (سورۃ الانعام میں) جو ''حرث حجر'' کا لفظ ہے' وہاں حجر کے معنی حرام اور ممنوع ہیں' اور ہر ممنوع چیز حجر محجور ہے' اور حجر ہر اس عمارت کو بھی کہتے ہیں جس کو تم نے بنایا

فَهُوَ حِجْرٌ وَّمِنْهُ سُمِّيَ حَطِيْمُ الْبَيْتِ حِجْرًا كَأَنَّهُ مُشْتَقٌّ مِّنْ مَّحْطُوْمٍ مِثْلُ قَتِيْلٍ مِّنْ مَّقْتُوْلٍ وَّيُقَالُ لِلْاُنْثٰى مِنَ الْخَيْلِ الْحِجْرُ وَيُقَالُ لِلْعَقْلِ حِجْرٌ وَحِجًى. وَاَمَّا حَجْرُ الْيَمَامَةِ فَهُوَ مَنْزِلٌ.

ہو اور جس زمین کو تم (دیوار یا باڑ سے) گھیر لو اس کو بھی حجر کہتے ہیں' اسی اعتبار سے بیت اللہ کے حطیم کو حجر کہتے ہیں' یہ ''محطوم'' سے ماخوذ ہے جیسے ''قتیل'' ''مقتول'' سے ماخوذ ہے' اور گھوڑیوں کو بھی حجر کہا جاتا ہے' اور عقل کو بھی حجر اور حجی کہتے ہیں اور رہا حجر الیمامہ تو وہ ایک منزل ہے۔

لفظ ''حجر'' کی تحقیق

الحجر: ٨٠ میں فرمایا: وادیٔ حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ اس آیت میں وادیٔ حجر سے مراد ثمود کا مقام ہے اور یہ مدینہ اور شام کے درمیان ایک مقام ہے' اور رسولوں سے مراد حضرت صالح علیہ السلام ہیں' ہر چند کہ حضرت صالح واحد ہیں اور قواعد کے اعتبار سے ان کو رسول فرمانا چاہیے تھے لیکن ان کو جمع سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ ایک رسول کی تکذیب تمام رسولوں کی تکذیب کو مستلزم ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت صالح علیہ السلام اور مؤمنین میں سے ان کے اصحاب ہیں۔

امام بخاری نے کہا: رہا ''حرث حجر'' کا لفظ تو وہاں ''حرث'' کا معنی حرام اور ممنوع ہے۔ امام بخاری نے اس قول سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا. (الانعام: ١٣٨)

اور انہوں نے کہا: یہ مویشی اور کھیت ممنوع ہیں' ان کو وہی کھائے گا جس کو ہم چاہیں گے' ان کے زعم باطل کے مطابق اور کچھ ایسے مویشی ہیں جن پر سواری کرنا ممنوع ہے۔

امام بخاری نے کہا: ہر ممنوع چیز کو حجر کہا جاتا ہے' امام بخاری کی باقی عبارت واضح ہے' اخیر میں امام بخاری نے کہا: رہا حجر الیمامہ تو وہ ایک منزل اور مقام ہے' یعنی وہ شام کی جانب وادی القریٰ کے نزدیک ایک مقام ہے' وہاں ثمود رہتے تھے۔

٣٣٧٧ - **حَدَّثَنَا** الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ الَّذِيْ عَقَرَ النَّاقَةَ فَقَالَ اِنْتَدَبَ لَهَا رَجُلٌ ذُوْ عِزٍّ وَّمَنَعَةٍ فِيْ قُوَّةٍ كَاَبِيْ زَمْعَةَ.

[اطراف الحدیث: ٤٩٤٢-٥٢٠٤-٦٠٤٢] (صحیح مسلم: ٢٨٥٥' الرقم المسلسل: ٧٠٨٥' سنن ترمذی: ٣٣٥٤' سنن ابن ماجہ: ١٩٨٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ نے اس شخص کا ذکر کیا جس نے (حضرت صالح علیہ السلام) کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں' آپ نے فرمایا: اس اونٹنی کے درپے جو شخص ہوا تھا وہ (ظاہراً) بہت عزت اور شوکت والا شخص تھا' جیسے ابوزمعہ ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے کیونکہ اونٹنی کی کونچیں کاٹنا حضرت صالح علیہ السلام کے قصہ میں ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کے اونٹنی نکالنے کا معجزہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت صالح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دی تو انہوں نے اس معجزہ کا مطالبہ کیا کہ وہ اونٹنی

نکال کر دکھائیں کیونکہ وہ اونٹ پالنے والے لوگ تھے اور ان کے ہاں اونٹنیاں بہت کمیاب تھیں' انہوں نے کہا: وہ اونٹنی گہری سیاہ ہو اور وہ دس ماہ کی ہو' حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ ان کو کھلی جگہ پر لے جائیں' پس حضرت صالح ان کو لے گئے' پھر پوچھا: تم کہاں سے چاہتے ہو کہ میں اونٹنی نکالوں' تو انہوں نے ایک چٹان کی طرف اشارہ کیا' حضرت صالح علیہ السلام نے کہا: اللہ کے اذن سے نکل آ! تو وہ چٹان پھٹی اور اس کے اندر سے ایسی ہی اونٹنی نکل آئی' جس طرح کی اونٹنی کا انہوں نے مطالبہ کیا تھا' پھر اس کے پیچھے اس کا بچہ بھی نکل آیا' یہ دیکھ کر حاضرین میں سے بہت لوگ ایمان لے آئے' ان کا بادشاہ بھی ایمان لے آیا' اور بعض لوگوں نے تکذیب کی اور بادشاہ کے بھائی نے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔

ایک شخص جو بہت طاقت اور اقتدار والا تھا' جس طرح ابوزمعہ ہے' اس نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں' یعنی ٹخنوں کے اوپر کے پٹھے کاٹ ڈالے' اس شخص کا نام قدار بن سالف تھا' علامہ سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ وہ ولد الزنا تھا' وہ سرخ رنگ کا تھا اور اس رنگ کو ثمود منحوس سمجھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۷۸-۳۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۳۷۸ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ أَبُو الْحَسَنِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ بْنِ حَيَّانَ أَبُوزَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَ الْحِجْرَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ أَمَرَهُمْ أَنْ لَّايَشْرَبُوْا مِنْ بِئْرِهَا وَلَايَسْتَقُوْا مِنْهَا فَقَالُوْا قَدْعَجَنَّا مِنْهَا وَاسْتَقَيْنَا فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَطْرَحُوْا ذٰلِكَ الْعَجِيْنَ وَيُهْرِيْقُوْا ذٰلِكَ الْمَاءَ وَيُرْوٰى عَنْ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ وَأَبِى الشُّمُوْسِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِإِلْقَاءِ الطَّعَامِ وَقَالَ أَبُوْذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اعْتَجَنَ بِمَائِهٖ.

[طرف الحدیث: ۳۳۷۹] (صحیح مسلم: ۲۹۸۱' الرقم المسلسل: ۷۳۶۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مسکین ابوالحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حسان بن حیان ابوزکریاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوۂ تبوک میں وادی الحجر میں پہنچے تو آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس کے کنویں سے پانی نہ پئیں اور نہ اس سے (اپنے جانوروں کو) پانی پلائیں' صحابہ نے کہا: ہم تو اس کے پانی سے آٹا گوندھ چکے ہیں اور پانی نکال چکے ہیں' تو آپ نے حکم دیا کہ اس آٹے کو پھینک دیں اور اس پانی کو گرا دیں۔ سبرہ بن معبد اور ابی شموس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طعام کو پھینکنے کا حکم دیا اور حضرت ابوذر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس پانی سے آٹا گوندھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مسکین الیمانی' یہ امام بخاری اور امام مسلم کے شیخ ہیں (۲) یحییٰ بن حسان' یہ اسم منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح ہے' یہ ابن حیان التنیسی ہیں (۳) سلیمان' یہ ابن بلال ابو ایوب ہیں' قاسم بن محمد کے آزاد شدہ غلام ہیں' یہ بربری ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۷۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: جب آپ وادئ حجر میں پہنچے۔ اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں ثمود کے مکانات ہیں۔

اس میں مذکور ہے: اس پانی کو گرا دیں۔ آپ نے یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ صحابہ اس پانی کو نہ پئیں تا کہ ان میں قوم ثمود کی سنگ دلی نہ پیدا ہو جائے' یا اس سے انہیں کوئی اور ضرر نہ پہنچے۔

٣٣٧٩- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّاسَ نَزَلُوا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْضَ ثَمُودَ الْحِجْرَ فَاسْتَقَوْا مِنْ بِئْرِهَا وَاعْتَجَنُوا بِهِ فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُهْرِيقُوا مَا اسْتَقَوْا مِنْ بِئْرِهَا وَأَنْ يَعْلِفُوا الْإِبِلَ الْعَجِينَ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَسْتَقُوا مِنَ الْبِئْرِ الَّتِي كَانَتْ تَرِدُهَا النَّاقَةُ تَابَعَهُ أُسَامَةُ عَنْ نَافِعٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثمود کی وادیٔ حجر میں پہنچے تو انہوں نے ان کے کنویں سے پانی نکالا اور اس سے آٹا گوندھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا کہ انہوں نے ثمود کے کنویں سے جو پانی نکالا ہے' اس کو گرا دیں اور جو آٹا گوندھا ہے وہ اونٹوں کو کھلا دیں اور ان کو حکم دیا کہ اس کنویں سے پانی نکالیں جس پر اونٹنی آتی تھی۔عبید اللہ کی متابعت اسامہ نے کی ہے از نافع۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٧٨ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قوم ثمود کے کنوؤں سے پانی لینا مکروہ ہے اور اسی کے حکم میں ان کنوؤں اور چشموں کا پانی ہے' جن اقوام کو اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب دیا گیا تھا اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی ہے۔

٣٣٨٠- حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا مَرَّ بِالْحِجْرِ قَالَ لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ أَنْ يُصِيبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ ثُمَّ تَقَنَّعَ بِرِدَائِهِ وَهُوَ عَلَى الرَّحْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از معمر از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی از والد خود رضی اللہ عنہم کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وادی الحجر کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: تم ظالموں کے گھروں کے پاس سے نہ گزرنا مگر اس حال میں کہ تم رو رہے ہو' کہیں تم پر بھی وہ عذاب نازل نہ ہو جو ان پر نازل ہوا تھا' پھر آپ نے اپنے آپ کو اپنی چادر میں چھپا لیا اور اس وقت آپ اونٹ کے پالان پر تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٣٣ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٨١- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبٌ حَدَّثَنَا أَبِي سَمِعْتُ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی کہ میں نے یونس سے سنا از الزہری از سالم کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے' تم ان کے گھروں میں نہ داخل ہونا مگر اس حال میں کہ تم رونے والے ہو' کہیں تم پر بھی ایسا عذاب نازل نہ ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٤٣٣ میں گزر چکی ہے۔

١٨ - بَابٌ ﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ﴾ (البقرہ:١٣٣)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب فوت ہوئے (البقرہ:١٣٣)

یہ باب مکرر ہے، تین بار پہلے گزر چکا ہے اور صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں یہ باب نہیں ہے۔

٣٣٨٢ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّـهٗ قَالَ اَلْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. [اطراف الحدیث:٣٣٩٠-٤٦٨٨] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از والدخود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم' (حضرت) یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت جو وصیت کی تھی' اس میں حضرت یوسف علیہ السلام بھی داخل تھے۔

کریم کا معنی

اس حدیث میں حضرت یوسف علیہ السلام کی صفت کریم بیان کی گئی ہے۔ ''کریم'' لئیم (ملامت زدہ) کی ضد ہے' کریم اس شخص کو کہتے ہیں جو دنیا اور آخرت میں نیک ہو۔

علامہ نووی نے کہا: کریم اصل میں اس کو کہتے ہیں جس میں بہ کثرت خیر ہو' حضرت یوسف علیہ السلام نے شرفِ نبوت کے ساتھ تمام مکارمِ اخلاق کو جمع کر لیا تھا' اور وہ تین متناسل انبیاء (حضرت یعقوب' حضرت اسحاق اور حضرت ابراہیم) علیہم السلام کے بیٹے تھے اور جب وہ دنیاوی ریاست کے امیر ہوئے تو انہوں نے انتہائی عدل و انصاف سے کام کیا۔

١٩ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝﴾ (یوسف:٧)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک یوسف اور ان کے بھائیوں (کے قصہ) میں پوچھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں ۝ (یوسف:٧)

آیات کی تفسیر اور بارہ بھائیوں کے اسماء

اس آیت میں آیات کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: عبرت انگیز واقعات' اور اس میں ''سائلین'' کا لفظ ہے' اس سے مراد ہے: یہودی' ایک قول یہ ہے کہ آیات سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کی قدرت کی علامات اور اس پر دلائل اور ہر چیز میں اس کی حکمت' دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر علامات اور دلائل مراد ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے یہ نام ہیں: (١) فروبیل' یہ سب سے بڑے بھائی تھے (٢) شمعون (٣) لاوی (٤) یہودا (٥) رویالون (٦) یسخر یا ساخر' ان سب کی ماں لیا بنت لایان تھیں (٧) دانی (٨) یفتالی (٩) جاد (١٠) آشر' یہ سب دو باندیوں سے پیدا ہوئے تھے' پھر لیا فوت ہو گئیں تو حضرت یعقوب نے ان کی بہن راحیل سے شادی کر لی اور ان سے حضرت یوسف

اور بنیامین پیدا ہوئے' پس یہ کل بارہ بھائی تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٨٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٣٨٣ - **حَدَّثَنِیْ** عُبَیْدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَکْرَمُ النَّاسِ قَالَ اَتْقَاهُمْ لِلّٰهِ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَاَکْرَمُ النَّاسِ یُوْسُفُ نَبِیُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِیْلِ اللّٰهِ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَّعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْاَلُوْنِیْ النَّاسُ مَعَادِنُ خِیَارُهُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُهُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از عبیداللہ' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے خبر دی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ مکرم کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے' صحابہ نے کہا: ہم آپ سے اس کے متعلق سوال نہیں کر رہے' آپ نے فرمایا: پھر سب لوگوں سے زیادہ مکرم یوسف نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ ہیں' صحابہ نے کہا: ہم ان کے متعلق آپ سے سوال نہیں کر رہے' آپ نے فرمایا: پھر تم عرب کے معادن کے متعلق سوال کر رہے ہو' لوگ معادن ہیں' جو زمانہ جاہلیت میں سب سے بہتر تھے وہ زمانہ اسلام میں سب سے بہتر ہیں جب وہ دین میں سمجھ حاصل کر لیں۔

اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

ہمیں محمد بن سلام نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے خبر دی از عبیداللہ از سعید از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اسی طرح۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٥٣ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٨٤ - **حَدَّثَنَا** بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا مُرِیْ اَبَابَکْرٍ یُّصَلِّیْ بِالنَّاسِ قَالَتْ اِنَّهٗ رَجُلٌ اَسِیْفٌ مَتٰی یَقُمْ مَقَامَكَ رَقَّ فَعَادَتْ قَالَ شُعْبَةُ فَقَالَ فِی الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ اِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ مُرُوْا اَبَابَکْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بدل بن المحبر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از سعد بن ابراہیم' انہوں نے کہا: میں نے عروہ بن الزبیر سے سنا از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ نے کہا: وہ بہت رقیق القلب مرد ہیں' جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان پر رقت طاری ہوگی' پھر انہوں نے اپنی بات دہرائی۔ شعبہ نے کہا: آپ نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا: بے شک تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتیں ہو' ابوبکر سے کہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٩٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٨٥ - **حَدَّثَنَا** الرَّبِیْعُ بْنُ یَحْیَی الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ ابْنِ اَبِیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الربیع بن یحییٰ البصری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی

مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ اِنَّ اَبَابَكْرٍ رَجُلٌ فَقَالَ مِثْلَهٗ فَقَالَتْ مِثْلَهٗ فَقَالَ مُرُوْهُ فَاِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ فَاَمَّ اَبُوْبَكْرٍ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ رَجُلٌ رَقِيْقٌ.

از عبدالملک بن عمیر از ابی بردہ بن ابی موسیٰ از والد خود؛ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے تو آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بے شک ابوبکر ایسے مرد ہیں۔ پس راوی نے اس کی مثل کہا' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی مثل کہا' آپ نے فرمایا: ان سے کہو' تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتیں ہو' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں نمازیں پڑھائیں۔ پس حسین نے کہا: از زائدہ: وہ رقیق القلب مرد ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٧٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٨٦ - **حَدَّثَنَا** اَبُوالْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا اَبُوالزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے! اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے! اے اللہ! الولید بن الولید کو نجات دے! اے اللہ! ضعیف مؤمنین کو نجات دے! اے اللہ! مضر کو شدت سے روند ڈال! اے اللہ! ان پر حضرت یوسف کے زمانہ کے قحط کے سال مسلط کر دے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٩٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٨٧ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ ابْنِ اَخِيْ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ اَسْمَاءَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَاَبَا عُبَيْدٍ اَخْبَرَاهُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ يَاْوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ وَّلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَالَبِثَ يُوْسُفُ ثُمَّ اَتَانِي الدَّاعِيْ لَاَجَبْتُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی جو حضرت جویریہ کے بھتیجے ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے حدیث بیان کی از امام مالک از الزہری کہ بے شک سعید بن المسیب اور ابوعبید' دونوں نے ان کو خبر دی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط پر رحم فرمائے! وہ مضبوط قبیلہ کی پناہ کی تمنا کرتے تھے اور اگر میں قید خانہ میں اتنا عرصہ رہتا جتنا عرصہ حضرت یوسف علیہ السلام رہے تھے' پھر میرے پاس قید سے نکال کر بلانے والا آتا تو میں اس کی بات مان لیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٧٢ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٨٨ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث

حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَأَلْتُ أُمَّ رُومَانَ وَهِيَ أُمُّ عَائِشَةَ عَمَّا قِيلَ فِيهَا مَا قِيلَ قَالَتْ بَيْنَمَا أَنَا مَعَ عَائِشَةَ جَالِسَتَانِ إِذْ وَلَجَتْ عَلَيْنَا امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهِيَ تَقُولُ فَعَلَ اللّٰهُ بِفُلَانٍ وَفَعَلَ قَالَتْ فَقُلْتُ لِمَ قَالَتْ إِنَّهُ نَمٰى ذِكْرَ الْحَدِيثِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَيُّ حَدِيثٍ فَأَخْبَرَتْهَا قَالَتْ فَسَمِعَهُ أَبُوبَكْرٍ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ نَعَمْ فَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا فَمَا أَفَاقَتْ إِلَّا وَعَلَيْهَا حُمّٰى بِنَافِضٍ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لِهٰذِهِ قُلْتُ حُمّٰى أَخَذَتْهَا مِنْ أَجْلِ حَدِيثٍ تُحُدِّثَ بِهِ فَقَعَدَتْ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لَا تُصَدِّقُونِي وَلَئِنِ اعْتَذَرْتُ لَا تَعْذِرُونِي فَمَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ يَعْقُوبَ وَبَنِيهِ ﴿وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُونَ﴾ (یوسف:١٨) فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ مَا أَنْزَلَ فَأَخْبَرَهَا فَقَالَتْ بِحَمْدِ اللّٰهِ لَا بِحَمْدِ أَحَدٍ. [اطراف الحدیث: ٤١٤٣-٤٦٩١-٤٧٥١]

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از شقیق از مسروق، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت اُم رومان سے سوال کیا اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ماں تھیں، اس افواہ کے متعلق جو حضرت عائشہ کے بارے میں کہی گئی تھی، انہوں نے بیان کیا کہ میں جس وقت (حضرت) عائشہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی تو ہمارے پاس ایک انصاری خاتون آئی اور وہ کہہ رہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں (یعنی حضرت مسطح) کے ساتھ ایسا ایسا کرے، حضرت عائشہ نے پوچھا: آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں؟ انہوں نے کہا: اس نے بُری خبر پھیلائی ہے، حضرت عائشہ نے پوچھا: کون سی خبر پھیلائی ہے؟ تو انہوں نے (ان کے تہمت لگانے کا واقعہ) بتایا، حضرت عائشہ نے پوچھا: کیا اس خبر کو حضرت ابوبکر نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن لیا ہے؟ اس انصاری خاتون نے کہا: جی ہاں! پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان پر بے ہوش ہو کر گر گئیں، پھر جب ان کو ہوش آیا تو ان کو سردی کے ساتھ بخار چڑھا ہوا تھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو آپ نے پوچھا کہ ان کو کیا ہوا ہے؟ تو اس انصاریہ نے کہا: ان کو اس تہمت کی خبر سن کر بخار آ گیا جو تہمت آپ کو بتائی گئی ہے، پھر حضرت عائشہ اُٹھ کر بیٹھ گئیں اور کہا: اللہ کی قسم! اگر میں قسم کھا کر کہوں (کہ میں بے قصور ہوں) تو آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں عذر بیان کروں تو آپ لوگ مجھے معذور قرار نہیں دیں گے! پس میری اور آپ لوگوں کی مثال تو حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کی طرح ہے، پس آپ لوگ میرے متعلق جو کچھ کہتے ہیں تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی گئی ہےO پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس چلے گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ (کی برأت) کے متعلق وہ آیات نازل فرمائیں جو نازل فرمائیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کو ان (آیات) کی خبر دی، تو حضرت عائشہ نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گی اور کسی کی حمد نہیں کروں گی۔

امام بخاری کی اس روایت کی سند پر بحث ونظر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ حدیث از مسروق روایت کی ہے کہ مسروق نے یہ حدیث حضرت اُم رومان رضی اللہ عنہا سے سنی ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے' متصل نہیں ہے' ہوسکتا ہے کہ مسروق نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہو' امام ابن سعد نے کہا کہ حضرت اُم رومان ٦ یا ٥ یا ٤ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں فوت ہوگئی تھیں' اس وجہ سے مسروق کا ان سے تہمت کے واقعہ کو سننا ممکن نہیں ہے' لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث متصل ہے کیونکہ ابواسحاق حربی نے کہا ہے کہ مسروق نے حضرت اُم رومان سے اس وقت سوال کیا تھا جب ان کی عمر پندرہ سال تھی اور اٹھہتر سال کی عمر میں فوت ہوئے تھے اور حضرت اُم رومان مسروق سے مقدم تھیں' حافظ ابونعیم نے بیان کیا ہے کہ حضرت اُم رومان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بڑے عرصہ تک زندہ رہیں' لہٰذا یہ حدیث متصل ہے۔

الخطیب نے کہا ہے کہ الحربی پر تعجب ہے کہ ان سے یہ بات کیسے مخفی رہی کہ مسروق کا حضرت اُم رومان سے سوال کرنا محال ہے' اسی وجہ سے امام مسلم نے اس سند کے ساتھ حدیث کو روایت نہیں کیا اور انہوں نے اس حدیث کو مسترد کر دیا اور اگر مسروق' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں زندہ تھے تو انہوں نے اس حدیث کو آپ سے کیوں نہیں سنا۔

حضرت مسطح کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' ان کا پورا نام مسطح بن اُثاثہ بن عباد المطلب ہے۔ حافظ ابوعمر نے کہا ہے کہ ان کا نام عوف ہے لیکن اس پر مسطح کا غلبہ ہوگیا' یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے' غزوۂ بدر میں حاضر تھے اور چھپن سال کی عمر میں چونتیس ہجری میں فوت ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کا ساتھ دیا تھا اور جب قرآن مجید میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت نازل ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر حد قذف لگائی' یعنی اسّی کوڑے مارے۔ حضرت ابوبکر ان کے فقر اور افلاس کی وجہ سے ان کو خرچ دیتے تھے' جب ان پر حد لگی تو حضرت ابوبکر نے قسم کھائی کہ اب وہ ان کو خرچ نہیں دیں گے' تب یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوٓا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O (النور: ٢٢)

اور تم میں سے جو لوگ اصحابِ فضل اور وسعت ہیں وہ یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہیں دیں گے' انہیں چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کر دیں' (اے ایمان والو!) کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے O

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کر دے' پھر انہوں نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کا خرچ واگزار کر دیا اور قسم کھائی کہ میں اب کبھی یہ خرچ بند نہیں کروں گا۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٨١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت اُم المؤمنین عائشہ کے اس کلام کی توجیہ کہ میں آپ کی طرف نہیں کھڑی ہوں گی، اس کے متعلق دیگر شارحین کی تقریر

یہ حدیث دوسری جگہ بھی مذکور ہے، اس میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جب اللہ تعالیٰ نے تہمت سے برأت نازل کر دی تو حضرت اُم رومان نے حضرت عائشہ سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف (تعظیماً) قیام کرو، حضرت عائشہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ کی طرف نہیں کھڑی ہوں گی اور اللہ عز وجل کے سوا کسی کی حمد نہیں کروں گی۔ (صحیح البخاری: ۴۱۴۱)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس قول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تعریض کی ہے، یعنی اس اعلانِ برأت کی وجہ سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمد نہیں کروں گی کیونکہ ان کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقین کے اس قول کی بناء پر حضرت عائشہ سے تحقیق اور باز پرس کی تھی اور حضرت عائشہ کی برأت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل کی تھی جو تا قیامت پڑھا جاتا رہے گا اور حضرت عائشہ کی پاک دامنی بیان ہوتی رہے گی۔ (الکوثر الجاری ج۶ ص ۲۷۷، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

بعض اصحابِ عبداللہ بن مبارک نے یہ کہا ہے کہ میں حضرت عائشہ کے اس قول کو بہت سنگین قرار دیتا ہوں اور غالباً حضرت عائشہ نے یہ اس وجہ سے کہا تھا کہ بعض احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: اٹھ کر اللہ کی حمد کرو، سو انہوں نے اس سے یہ سمجھا کہ اس موقع پر وہ صرف اللہ کی حمد کریں۔ (ارشاد الساری ج ۷ ص ۳۶۴، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت اُم المؤمنین کے اس کلام کی توجیہ میں مصنف کی تقریر

ہر چند کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ جملہ بہت سنگین ہے کہ میں صرف اللہ کی حمد کروں گی، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمد نہیں کروں گی، لیکن بعض اوقات احباء مقامِ ناز میں اپنے محبوب کے ساتھ ایسا کلام کرتے ہیں جو بہ ظاہر بہت سخت اور سنگین ہوتا ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو اس کا وہ مطلب نہیں ہوتا جو ان لفظوں سے مفہوم ہوتا ہے، اس کی مثال درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر میں دعا کرتے ہوئے کہا: اے اللہ! میں تجھے تیرا عہد اور تیرا وعدہ یاد دلاتا ہوں، اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۲۹۱۵)

امام مسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور اپنے اصحاب کی طرف دیکھا تو وہ تین سو اور تیرہ مرد تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کیا، پھر اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے، پھر اپنے رب سے اس طرح دعا کی: اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا کر! اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو عطاء کر! اے اللہ! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت آج ہلاک ہوگئی تو روئے زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی، پھر آپ اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے مسلسل قبلہ کی طرف دعا کر کے اسی طرح اپنے رب سے دعا کرتے رہے، حتیٰ کہ آپ کی چادر آپ کے کندھوں سے ڈھلک گئی۔ الحدیث (صحیح مسلم: ۱۷۶۳، الرقم المسلسل: ۴۵۰۷، سنن ابوداؤد: ۲۶۹۰، سنن ترمذی: ۳۰۸۱)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ سے یہ کہنا کہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت آج ہلاک ہوگئی تو روئے زمین پر تیری عبادت نہیں ہوگی، بہ ظاہر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ جملہ بھی اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت سخت ہے لیکن احباء مقامِ ناز میں اپنے محبوبین سے اسی طرح کا کلام کرتے ہیں۔ اس کی دوسری مثال درج ذیل حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں ضرور جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ کیسے اس کو پہچان لیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو تم کہتی ہو: ربِ محمد کی قسم! اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: ربِ ابراہیم کی قسم! حضرت عائشہ نے بیان کیا: میں نے کہا: اسی طرح ہے اور اللہ کی قسم! یارسول اللہ! میں صرف آپ کے نام کو چھوڑتی ہوں (یعنی آپ کی ذات کو نہیں چھوڑتی ہوں)۔ (صحیح البخاری: ۵۲۲۸، صحیح مسلم: ۲۴۳۹، مسند ابویعلیٰ: ۴۸۹۴، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۷، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۶۱، شرح السنۃ: ۲۳۳۸، سنن کبریٰ: ۹۱۵۶، صحیح ابن حبان: ۴۳۳۱)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ جتنی مدت میری ناراضگی رہتی ہے، میں اس مدت میں آپ کے نام کو چھوڑ دیتی ہوں لیکن آپ کی ذاتِ شریف کو نہیں چھوڑتی اور حضرت عائشہ نے اس کو ہجرت سے تعبیر کیا جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کے نام کو چھوڑنے کی وجہ سے مجھے تکلیف ہوتی ہے لیکن ناراضگی کی وجہ سے اس پر اختیار نہیں ہوتا اور وہ آپ سے کامل وصال کی طلب میں رہتی ہیں۔

(مرقات ج ۶ ص ۳۹۳، مکتبہ حقانیہ پشاور)

یہ حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مقامِ ناز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ناراض ہوتیں اور آپ کا نام نہیں لیتیں اور ربِ ابراہیم کی قسم کھاتیں، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ جان لیتے تھے کہ کسی بات سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مجھ سے ناراض ہیں اور ان کا یہ ناراض ہونا بھی مقامِ ناز کی بناء پر تھا۔ امت کے کسی اور فرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی بات پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناراض ہو یا آپ پر غضب ناک ہو۔

علیٰ ھذا القیاس! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تہمت لگنے والی حدیث میں کہا: میں صرف اپنے رب کی حمد کروں گی، یعنی آپ کی حمد نہیں کروں گی۔ تو حضرت عائشہ کا یہ ارشاد بھی مقامِ ناز میں تھا، امت کے کسی اور فرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ آپ کے متعلق ایسا کہے اور اگر کہے تو اس کی گردن اُڑا دی جائے۔

دراصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ناراضگی اس وجہ سے تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس تہمت کے متعلق حضرت عائشہ سے باز پرس کی اور تفتیش کی تو اس طرح فرمایا: اے عائشہ! تمہارے متعلق جو مجھے تہمت کی خبر پہنچی ہے، اگر تم اس سے بَری ہو تو عنقریب اللہ تم کو اس سے بَری کر دے گا اور اگر تم نے کوئی گناہ کرلیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور اس سے توبہ کرو، کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے۔

اس کے جواب میں حضرت عائشہ نے کہا: بے شک اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ آپ لوگوں نے یہ بات سن لی ہے اور آپ لوگوں کے دلوں میں یہ بات جم گئی ہے اور آپ لوگوں نے اس کی تصدیق کر دی ہے، پس اگر میں آپ لوگوں سے یہ کہوں کہ میں اس تہمت سے بَری ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں کسی گناہ کا اعتراف کرلوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس گناہ سے بَری ہوں تو آپ لوگ میری ضرور تصدیق کریں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اللہ کی قسم! ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ سے نہیں اُٹھے تھے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں بَری کر دیا ہے، تو مجھ سے میری ماں نے کہا: آپ کی طرف کھڑی ہو، تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی، میں تو صرف اللہ عزوجل کی حمد کروں گی۔

(صحیح بخاری: ۱۴۱۴ سنن ابوداؤد: ۴۷۸۳ سنن ابن ماجہ: ۱۹۷۰ مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۷)

اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو اس طرح فرمایا تھا' یہ مقامِ ناز میں آپ کے کلمات ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس معاملہ میں باز پرس کی تھی اور اجنبیوں کی طرح کلام کیا تھا' وہ محض اتمامِ حجت کے لیے تھا تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ آپ نے اپنی اہلیہ کی جانب داری کی' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم تھا کہ حضرت عائشہ اس تہمت سے بَری ہیں اور اسی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے اپنی اہلیہ کے متعلق سوائے خیر اور بھلائی کے اور کسی چیز کو نہیں جانا۔

حافظ بدر الدین عینی' حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر نامور شارحین نے اس حدیث کی شرح کی ہے' لیکن انہوں نے حضرت عائشہ ام المؤمنین کے اس کلام کی توجیہ کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھا' اپنی اور تمام مؤمنوں کی ماں سے جو مجھے شدید محبت ہے' اس نے یہ گوارا نہیں کیا کہ میں اس مقام سے ایسے ہی گزر جاؤں' سو میں نے اُمّی واُمُّ المؤمنین کے اس کلام کی توجیہ کی اور اپنی ماں سے اس اعتراض کی گرد جھاڑ دی' لہٰذا یقین واثق ہے کہ قیامت کے دن آپ بھی میری شفاعت کر کے میرے چہرے سے گناہوں کی گرد جھاڑ دیں گی کہ ہر چند کہ یہ نکما اور ناکارہ ہے' مگر ہے تو میرا بیٹا' اس کو جانے دو۔

۳۳۸۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتِ قَوْلَهُ ﴿حَتّٰى اِذَا اسْتَيْاَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا﴾ (یوسف: ۱۱۰) اَوْ كُذِبُوْا قَالَتْ بَلْ كَذَّبَهُمْ قَوْمُهُمْ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَيْقَنُوْا اَنَّ قَوْمَهُمْ كَذَّبُوْهُمْ وَمَاهُوَ بِالظَّنِّ فَقَالَتْ يَا عُرَيَّةُ لَقَدِ اسْتَيْقَنُوْا بِذٰلِكَ قُلْتُ فَلَعَلَّهَا اَوْ كُذِبُوْا قَالَتْ مَعَاذَ اللّٰهِ لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذٰلِكَ بِرَبِّهَا. وَاَمَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ قَالَتْ هُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوْهُمْ وَطَالَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَاسْتَاْخَرَ عَنْهُمُ النَّصْرُ حَتّٰى اِذَا اسْتَيْاَسَتْ مِمَّنْ كَذَّبَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ وَظَنُّوْا اَنَّ اَتْبَاعَهُمْ كَذَّبُوْهُمْ جَاءَهُمْ نَصْرُ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عروہ نے خبر دی' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کیا: آپ یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں: حتیٰ کہ جب رسول (اپنی قوم کے ایمان سے) نا اُمید ہونے لگے اور لوگوں نے گمان کر لیا کہ ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا ہے (یوسف: ۱۱۰) (یہ لفظ ''کــذّبــوا'' ہے) یا ''کــذبــو'' (یعنی ان کی تکذیب کی گئی ہے یا ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا ہے) حضرت عائشہ نے فرمایا: بلکہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی تھی' تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! ان رسولوں کو تو یہ یقین تھا کہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی ہے اور ان کو اس کا گمان نہیں تھا' پس حضرت عائشہ نے کہا: اے عریّہ! بے شک ان کو اس کا یقین تھا' میں نے کہا: پس شاید یہ لفظ ''او کــذبــوا'' (ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا ہے) ہے' حضرت عائشہ نے فرمایا: معاذ اللہ! اللہ کے رسول اپنے رب کے ساتھ ایسا گمان نہیں کرتے اور رہی یہ آیت تو یہ لوگ رسولوں کے کے پیروکار تھے' جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی تھی اور ان پر مصائب کی مدت دراز ہو گئی اور مدد کے آنے میں تاخیر ہو گئی' حتیٰ کہ ان کی قوم کے جن

لوگوں نے تکذیب کی تھی وہ مایوس ہو گئے اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ رسولوں کے پیروکاروں نے ان سے جھوٹ کہا تھا تو ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی مدد آ گئی۔

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ ﴿اِسْتَيْاَسُوْا﴾ اِفْتَعَلُوْا مِنْ يَئِسْتُ ﴿مِنْهُ﴾ (یوسف: ٨٠) مِنْ يُوْسُفَ ﴿لَا تَيْاَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ﴾ (یوسف: ٨٧) مَعْنَاهُ الرَّجَاءُ.

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: ''استیئسوا''، ''افتعلوا'' کے وزن پر ہے یہ ''یئست'' سے ماخوذ ہے یعنی زلیخا حضرت یوسف سے نا امید ہو گئی اللہ کی رحمت سے نا اُمید مت ہو یعنی اس سے اُمید رکھو۔

[اطراف الحدیث: ٤٥٢٥-٤٦٩٥-٤٦٩٦] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

عروہ کے سوال اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

عروہ کو جو اشکال پیدا ہوا تھا' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسولوں کو یہ یقین تھا کہ ان کی تکذیب کی گئی' اور قرآن مجید میں مذکور ہے کہ ان کو گمان تھا کہ ان کی تکذیب کی گئی ہے' حضرت عائشہ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں گمان بہ معنی یقین ہے' یعنی رسولوں نے یہ خبر دی تھی کہ ان کے منکر کافروں پر عذاب آئے گا لیکن جب ان پر عذاب آنے میں تاخیر ہوئی تو رسولوں کے پیروکاروں کے متعلق کافروں نے یہ گمان کیا کہ ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا تھا تو پھر اللہ کی مدد آئی اور کافروں پر عذاب آ گیا۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٨٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٣٩٠- اَخْبَرَنِىْ عَبْدَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدۃ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم' یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٨٢ میں گزر چکی ہے۔

٢٠- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝﴾ (الانبیاء: ٨٣)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایوب کو (یاد کیجئے) جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے (سخت) تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ۝ (الانبیاء: ٨٣)

حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ اور اس کا بیان کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو کوئی گھناؤنی بیماری نہیں ہوئی تھی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ایوب' اسم عجمی ہے اور عجمہ اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے' اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کا پانچ جگہ ذکر فرمایا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے جوفرمایا تھا: اے رب! مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے اس تکلیف کے بیان میں حسبِ ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت ایوب کو اس سے تکلیف پہنچی کہ لوگوں نے کہا کہ حضرت ایوب جو اس مرض میں مبتلا ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کوئی بہت بڑا گناہ کیا تھا جس کی انہیں یہ سزا ملی ہے۔ (معاذ اللہ)

(۲) ان پر چالیس دن تک وحی نہیں آئی تھی' جس سے انہوں نے یہ گمان کیا کہ ان کے رب نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔

(۳) یہ انہوں نے اس وقت دعا کی تھی کہ جب کیڑوں نے ان کے تمام جسم کو کھالیا تھا' پھر کیڑے ان کے دل کی طرف چلنے لگے۔ مصنف کے نزدیک یہ قول محض باطل ہے' اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں پر ایسی بیماری نہیں ڈالتا جو لوگوں کے نزدیک قابلِ نفرت ہو' جسم میں کیڑے پڑنا دیکھنے والوں کے لیے موجبِ نفرت ہے' اللہ کے نبی پُرکشش ہوتے ہیں تاکہ لوگ ان کی طرف رغبت کریں اور ان کی بات سنیں' نہ کہ وہ ایسے حال میں ہوں کہ لوگ ان سے بھاگیں اور نفرت کریں۔

(۴) حضرت ایوب علیہ السلام نے یہ دعا اس وقت کی تھی جب ان کی بیوی ان کو چھوڑ کر چلی گئی تھی اور کوئی ان کی دیکھ بھال کرنے والا نہ تھا۔

(۵) حسن بصری نے بیان کیا کہ ابلیس لعین ان کی بیوی کے پاس ایک بکری کا بچہ لے کر آیا اور کہا: تم حضرت ایوب سے کہو کہ وہ اس کو میرے نام پر ذبح کردیں' پھر وہ تندرست ہو جائیں گے' وہ اس کو لے کر آئیں اور یہ پیغام پہنچایا تو حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: تم تو مجھ کو ہلاک کرنے لگی تھیں' جب اللہ نے مجھے شفاء دے دی تو میں تمہیں سو کوڑے ماروں گا' تم مجھ سے یہ کہتی تھیں کہ میں اس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کروں' پھر حضرت ایوب نے اپنی بیوی کو گھر سے نکال دیا اور گھر میں اکیلے رہ گئے' تب انہوں نے کہا کہ مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام کو ابتداءً تکلیف ہوئی تو انہوں نے اس وقت دعا کیوں نہیں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو علم تھا کہ یہ اللہ کی تقدیر ہے اور بندہ اپنے مولیٰ کی تقدیر میں تصرف نہیں کرسکتا' دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے ابتداءً بیماری کو دور کرنے کی دعا اس لیے نہیں کی تاکہ اس بیماری کی وجہ سے ان کو زیادہ ثواب ملے' لہٰذا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیماری کو دور کرنے کی دعا نہیں کی۔

اور اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے کہا: تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ بہ ظاہر یہ چاہیے تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے کہ تو میری اس سخت تکلیف کو دور فرما! لیکن انہوں نے یہ دعا کی کہ تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے' اور اس میں بیماری کو زائل کرنے کی تعریض ہے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی کہ وہ بہت رحیم ہے اور کریم کی ثناء کرنا اس سے سوال کو متضمن ہوتا ہے' گویا کہ انہوں نے کہا کہ تو میرے حال پر رحم فرما اور مجھے اس مرض سے شفاء عطاء فرما!

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کے قصہ کے متعلق امام ابن ابی حاتم' امام ابن جریر' امام ابن حبان اور حاکم نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام اپنے مرض میں تیرہ سال لگاتار مبتلا رہے اور ان کو ان کے تمام قریب اور بعید رشتہ داروں نے چھوڑ دیا' اور احمد بن وہب نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت ایوب علیہ السلام اپنی مصیبت میں اٹھارہ سال مبتلا رہے' اور خالد بن دریک نے کہا ہے: اسّی سال کی عمر میں ان پر یہ مصیبت آئی تھی' اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ وہ اس مصیبت میں سات سال مبتلا رہے اور ان پر یہ مصیبت ستر سال کی عمر میں آئی تھی۔

حسن بصری نے کہا ہے: حضرت ایوب علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے کچرا گھر میں پھینک دیا گیا تھا اور وہ سات سال تک اس میں پڑے رہے تھے۔

مصنف کے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے' اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو باوقار حالت میں رکھتا ہے اور ان کو کوڑے کرکٹ کی جگہ پھینک دینا اور سات سال تک ان کا وہاں پڑے رہنا' ان کے وقار اور ان کی عظمت کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کے متعلق فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ O (آل عمران: ٣٣)

بے شک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور آلِ ابراہیم اور آل عمران کو (ان کے زمانے کے) سارے جہان والوں پر O

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَوَہَبۡنَا لَہٗۤ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ ؕ کُلًّا ہَدَیۡنَا ۚ وَ نُوۡحًا ہَدَیۡنَا مِنۡ قَبۡلُ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیۡمٰنَ وَ اَیُّوۡبَ وَ یُوۡسُفَ وَ مُوۡسٰی وَ ہٰرُوۡنَ ؕ وَ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ O وَ زَکَرِیَّا وَ یَحۡیٰی وَ عِیۡسٰی وَ اِلۡیَاسَ ؕ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ O وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ الۡیَسَعَ وَ یُوۡنُسَ وَ لُوۡطًا ؕ وَ کُلًّا فَضَّلۡنَا عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ O (الانعام: ٨٤-٨٦)

اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطاء کیے' اور ہم نے سب کو ہدایت دی اور اس سے پہلے ہم نے نوح کو ہدایت دی اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو ہدایت دی اور ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں O اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس (سب کو ہدایت دی) یہ سب صالحین میں سے ہیں O اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط (کو ہدایت دی) اور ہم نے ان سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطاء فرمائی O

ہم نے جو آل عمران کی آیات نقل کی ہیں' ان میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا: ہم نے ان کو چن لیا' یعنی پسند کر لیا اور منتخب کر لیا اور جو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہو' اس کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ سات سال تک کچرا کنڈی یا کوڑے میں پڑا رہا' اور ہم نے سورۃ الانعام کی جو آیات نقل کی ہیں' ان میں حضرت ایوب علیہ السلام سمیت دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا ہے: ہم نے ان کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے' تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہو' وہ سات سال تک کچرا کنڈی یا کوڑے میں پڑا رہا ہو۔ (معاذ اللہ!)

اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو پسندیدہ اور مرغوب اور دلکش شخص بنا کر دنیا میں بھیجتا ہے تاکہ لوگ ان کی طرف رغبت کریں اور ان سے مانوس ہوں اور وہ جو اللہ کا پیغام سنائیں وہ اس کو قبول کریں اور جو شخص سات سال تک کچرا کنڈی پر پڑا رہے گا' اس سے لوگ متنفر ہوں گے یا اس کی شخصیت سے متاثر ہو کر اس کا پیغام سنیں گے۔ یہ روایت انبیاء علیہم السلام کے مقام اور منصب کے بالکل خلاف ہے' اور اللہ تعالیٰ جس حکمت کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں بھیجتا ہے' اس حکمت کے منافی ہے' علامہ عینی پر لازم تھا کہ وہ اس روایت کو اپنی شرح میں درج نہ کرتے اور اگر درج کر دیا تھا تو اس کو رد کر دیتے۔

حضرت ایوب علیہ السلام پر کوئی سخت بیماری مسلط کی گئی تھی لیکن وہ بیماری ایسی نہیں تھی جس سے لوگ گھن کھائیں' حدیث صحیح مرفوع میں اس قسم کی کسی چیز کا ذکر نہیں ہے' صرف ان کی اولاد اور ان کے مال مویشی کے مر جانے اور ان کے بیمار ہونے پر صبر کا ذکر ہے' علماء اور واعظین کو چاہیے کہ وہ حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف ایسے احوال منسوب نہ کریں جن سے لوگوں کو گھن آئے اور اس سلسلہ میں

درج ذیل آیت کو بھی ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے:

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ۝ اور یہ سب ہمارے پسندیدہ اور نیک لوگ ہیں۝

(ص:٤٧)

* اس مسئلہ کی مزید تحقیق کے لیے تبیان القرآن ج ۷ ص ٦٥٤۔٦٤٨ الانبیاء: ۸۳ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

طبری اور ابن الجوزی نے کہا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی عمر ترانوے سال تھی اور ملکِ شام میں ان کی قبر ظاہر ہے۔

﴿اُرْكُضْ﴾ (ص:٤٣) اِضْرِبْ ﴿يَرْكُضُوْنَ﴾ (الانبیاء:١٢). يَعْدُوْنَ. ''ارکض'' کا معنی ہے: ماریئے اور ''یرکضون'' کا معنی ہے: وہ اُچھلتے کودتے ہیں۔

امام بخاری نے اپنی اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ۝ (ہم نے حکم دیا:) زمین پر اپنا پاؤں ماریئے یہ ٹھنڈا چشمہ ہے نہانے اور پینے کے لیے۝ (ص:٤٢)

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم دیا تو انہوں نے اپنا پیر زمین پر مارا' پس اس سے چشمہ اُبل پڑا' سوانہوں نے اس چشمے میں غسل کیا اور ان پر بیماری کا کوئی اثر باقی نہیں رہا اور ان کا شباب اور حسن و جمال لوٹ آیا' پھر دوسرا پیر مارا تو اس سے دوسرا چشمہ اُبل پڑا' اور اس پانی کو انہوں نے پیا' تو اس سے ان کی تمام بیماریاں جاتی رہیں اور وہ تندرست ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایک بار پیر مارنا ہی کافی تھا تو انہیں دو بار پیر مارنے کا حکم کیوں دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی بار دفعِ ضرر کے لیے پیر مارا اور دوسری بار فرحت اور نشاط کے حصول کے لیے پیر مارا۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٨٣۔٢٨٢' ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر)

٣٣٩١ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا اَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا خَرَّ عَلَيْهِ رِجْلُ جَرَادٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ يَحْثِيْ فِيْ ثَوْبِهٖ فَنَادٰی رَبُّهٗ يَا اَيُّوْبُ اَلَمْ اَكُنْ اَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰی قَالَ بَلٰى يَارَبِّ وَلٰكِنْ لَّا غِنٰى لِيْ عَنْ بَرَكَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ غسل کر رہے تھے' تو ان پر ایک ٹڈی گر پڑی جو سونے کی تھی' حضرت ایوب اس کو اپنے کپڑے میں دونوں ہاتھوں سے جمع کرنے لگے تو ان کے رب نے ان کو نداء کی: اے ایوب! کیا میں نے آپ کو اس سے غنی نہیں کر دیا جس کو آپ دیکھ رہے ہیں' حضرت ایوب نے عرض کیا: کیوں نہیں! اے رب! لیکن میں تیری برکت سے مستغنی نہیں ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۹ میں گزر چکی ہے۔

٢١ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاذْكُرْ فِی الْكِتَابِ مُوْسٰی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسولِ مکرم!) آپ کتاب میں موسیٰ کو یاد کیجئے بے شک وہ چنے ہوئے

اِنَّہٗ کَانَ مُخْلَصًا وَّکَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّاO وَنَادَیْنٰہُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ وَقَرَّبْنٰہُ نَجِیًّاO ﴿کَلَّمَہٗ﴾ ﴿وَوَھَبْنَا لَہٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاہُ ھٰرُوْنَ نَبِیًّاO﴾ (مریم:۵۱-۵۳)

تھے اور رسول نبی تھے O اور ہم نے ان کو طور کی دائیں جانب سے نداء فرمائی اور ہم نے انہیں اپنا راز دار بنانے کے لیے مقرب بنایاO اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون عطاء فرمائےO (مریم:۵۳-۵۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان آیتوں میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا قصہ ہے' حضرت ہارون علیہ السلام عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے۔

مقاتل نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قرآن مجید میں ایک سو اٹھارہ جگہ ذکر کیا ہے' اور حضرت ہارون علیہ السلام کا گیارہ جگہ ذکر کیا ہے' ان دونوں کی ماں کا نام یوخایذ ہے۔

موسیٰ کا لغوی معنی بال مونڈنا ہے' لیث نے کہا: مو کا معنی پانی ہے اور سا کا معنی درخت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۹۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یُقَالُ لِلْوَاحِدِ وَلِلْاِثْنَیْنِ وَالْجَمْعِ نَجِیٌّ. وَیُقَالُ ﴿خَلَصُوْا نَجِیًّا﴾ (یوسف:۸۰) اِعْتَزَلُوْا نَجِیًّا. وَالْجَمْعُ اَنْجِیَۃٌ یَتَنَاجَوْنَ.

واحد' تثنیہ اور جمع کے لیے ''نجیی'' ہے' ''خلصو نجیا'' کا معنی ہے: اکیلے میں مشورہ کرنے لگے اور ''اعتزلوا نجیًا'' کا معنی ہے: وہ نکل کر مشورہ کرنے لگے اور اس کی جمع ''انجیہ'' بھی ہوتی ہے' ''یتناجون'' کا لفظ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔

امام بخاری نے ''خلصوا نجیّا'' سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا اسْتَیْئَسُوْا مِنْہُ خَلَصُوْا نَجِیًّاO (یوسف:۸۰)

پھر جب وہ اس کی طرف سے مایوس ہو گئے تو تنہائی میں مشورہ کرنے لگےO

امام بخاری نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ وہ بادشاہ کے دربار سے نکل کر مشورہ کرنے لگے۔

امام بخاری نے ''یتناجون'' کے لفظ سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نُھُوْا عَنِ النَّجْوٰی ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا نُھُوْا عَنْہُ وَیَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. (المجادلہ:۸)

(اے رسول مکرم!) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جن کو (بُری) سرگوشی کرنے سے منع کیا گیا تھا' پھر وہ اسی چیز کی طرف لوٹے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور بُری سرگوشی اور سرکشی کرنے لگے۔

یہ آیت ان یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی جن کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ تھا' جب ان یہودیوں کے پاس سے کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی گزرتا تو یہودی اس کو دیکھ کر آپس میں سرگوشی کرتے' جس سے وہ صحابی یہ گمان کرتا کہ یہ لوگ اس کو قتل

کرنے کے متعلق سرگوشی کر رہے ہیں' پس وہ ان کے خوف سے راستہ بدل دیتا' جب نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے یہودیوں کو سرگوشی کرنے سے منع فرمایا لیکن وہ باز نہیں آئے اور دوبارہ سرگوشی کرنے لگے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تَلَقَّفُ﴾ (الاعراف:١١٧) تَلَقَّمُ.

''تلقف'' کا معنی ہے: وہ نگلنے لگا۔

﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ. اِلٰى قَوْلِهٖ. مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌO﴾ (المؤمن:٢٨)

اور فرعون کے متبعین میں سے ایک مرد مومن جو (آل فرعون سے) اپنا ایمان مخفی رکھتا تھا (یہ آیت یہاں تک ہے:) جو حد سے تجاوز کرنے والا جھوٹا ہوO

اس تعلیق سے امام بخاری نے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَO (الاعراف:١١٧)

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی: اپنا عصا ڈال دو تو وہ فوراً ان (کے جادو) کی فریب کاری کو نگلنے لگاO

٣٣٩٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِىْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ سَمِعْتُ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَرَجَعَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى خَدِيْجَةَ يَرْجُفُ فُؤَادُهٗ فَانْطَلَقَتْ بِهٖ اِلٰى وَرَقَةَ بْنِ نَوْفَلٍ وَّكَانَ رَجُلًا تَنَصَّرَ يَقْرَاُ الْاِنْجِيْلَ بِالْعَرَبِيَّةِ فَقَالَ وَرَقَةُ مَاذَا تَرٰى فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِىْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى وَاِنْ اَدْرَكَنِىْ يَوْمُكَ اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُّؤَزَّرًا. اَلنَّامُوْسُ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِىْ يُطْلِعُهٗ بِمَا يَسْتُرُهٗ عَنْ غَيْرِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: میں نے عروہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پس نبی ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹ کر گئے' اس وقت آپ کا دل کپکپا رہا تھا' سو وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور وہ ایک نصرانی مرد تھے' عربی میں انجیل پڑھتے تھے' پس ورقہ نے پوچھا: آپ کیا دیکھتے ہیں؟ سو آپ نے بتایا' پس ورقہ نے کہا: یہ وہ ناموس (فرشتہ) ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا' اگر اس وقت تک میں زندہ رہا تو میں آپ کی نہایت قوی مدد کروں گا۔ ناموس اس محرم راز کو کہتے ہیں جو اس راز پر مطلع ہو جس کو انسان دوسروں سے چھپائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ اس جملہ میں مناسبت ہے کہ یہ وہ ناموس ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا' کیونکہ یہ باب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احوال کے متعلق ہے۔

٢٢ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰىO اِذْ رَاٰ نَارًا﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًىO﴾ (طٰہٰ:٩-١٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر آئیO جب انہوں نے آگ کو دیکھا...... پاک میدان طویٰ میں' تک (طٰہٰ:١٢-٩)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

امام بخاری نے پوری آیتیں ذکر نہیں کی' ہم ان کا ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

اور کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر آئیO جب انہوں نے آگ کو دیکھا تو اپنی بیوی سے فرمایا: ٹھہرو! بے شک میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں تمہارے لیے اس میں سے کوئی انگارا لے آؤں یا آگ پر کوئی راہ پاؤںO پھر جب وہ آگ کے پاس آئے تو انہیں نداء کی گئی: اے موسیٰ!O بے شک میں آپ کا رب ہوں تو آپ اپنے جوتے اتار دیں' یقیناً آپ پاک میدان طویٰ میں ہیںO (طٰہٰ:١٢-٩)

وہب نے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام سے اپنی والدہ کے پاس جانے کی اجازت طلب کی' پس وہ اپنی اہلیہ کو لے کر روانہ ہوئے' وہ سردی کی رات تھی' اندھیرا تھا اور برف باری ہو رہی تھی' وہ اسی طرح سفر کر رہے تھے کہ انہیں راستہ کے بائیں جانب آگ دکھائی دی' تو انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا: تم یہاں ٹھہرو' شاید میں اس آگ سے تمہارے لیے کچھ انگارے لے آؤں' یا شاید مجھے کوئی دین کا راستہ مل جائے' جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس آگ کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک سرسبز درخت ہے اور اس میں نیچے سے اوپر تک سفید آگ جل رہی ہے اور انہوں نے فرشتوں کی تسبیح سنی اور نورِ عظیم دیکھا' پہلے وہ خوف زدہ ہوئے' پھر ان کے دل پر طمانیت نازل کر دی گئی اور یہ نداء کی گئی: اے موسیٰ! بے شک میں آپ کا رب ہوں' آپ اپنے جوتے اتار دیں۔

جوتے اتارنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ جوتے مُردہ گدھے کی کھال سے بنائے گئے تھے' سو حضرت موسیٰ نے ان جوتوں کو اتار دیا اور ان کو وادی کے پیچھے پھینک دیا اور آپ کو بتایا گیا کہ آپ مقدس وادی میں ہیں۔

﴿اٰنَسْتُ﴾ (طٰہٰ:١٠) اَبْصَرْتُ ﴿نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ﴾ (طٰہٰ:١٠) اَلْاٰیَةَ

''آنست'' کا معنی ہے: میں نے دیکھا۔ بے شک میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں اس سے تمہارے پاس کوئی انگارہ لاؤں (طٰہٰ:١٠) الآیہ۔

یعنی ''آنست'' کا لفظ ''ایناس'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کو اچھی طرح دیکھنا حتیٰ کہ اس میں کوئی اشتباہ نہ رہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اَلْمُقَدَّسُ﴾ اَلْمُبَارَكُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: المقدس کا معنی ہے: المبارک۔

حضرت ابن عباس کا یہ قول سند متصل کے ساتھ تفسیر امام ابن ابی حاتم میں مذکور ہے۔

﴿طُوًى﴾ اِسْمُ الْوَادِیْ.

طویٰ' وادی کا نام ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس وادی کا نام طویٰ اس لیے ہے کہ طویٰ کا معنی ہے: لپیٹنا اور تہہ کرنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس وادی کی مسافت کو ایک رات میں لپیٹ لیا تھا۔

﴿سِیْرَتَهَا﴾ (طٰہٰ:٢١) حَالَتَهَا.

''سیرتھا'' کا معنی ہے: اپنی حالت پر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰیO (طٰہٰ:٢١)

ہم ابھی اس کو پہلی حالت کی طرف لوٹائے دیتے ہیںO

حضرت ابن عباس' مجاہد اور قتادہ سے مروی ہے کہ سیرت کا معنی ہے: ہیئت۔

﴿وَالنُّهٰی﴾ (طٰہٰ:٥٤).اَلتُّقٰی. ''النهی'' کا معنی بچانے والی چیز یعنی عقل۔
امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰیO(طٰہٰ:٥٤) بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیےO
امام ابن جریر طبری نے کہا ہے: ان نشانیوں کو عقل والوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے کیونکہ وہی لوگ غور وفکر کرتے ہیں اور عبرت حاصل کرتے ہیں۔
﴿بِمَلْکِنَا﴾ (طٰہٰ:٨٧)بِاَمْرِنَا. ''بملکنا'' کا معنی ہے: ہم نے اپنے اختیار سے۔
امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:
قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَکَ بِمَلْکِنَا .(طٰہٰ:٨٧) انہوں نے کہا: ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی۔
امام بخاری نے ''ملکنا'' کی تفسیر ''ہمارے اختیار سے'' کی ہے اور امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس اور قتادہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔
﴿هَوٰی﴾ (طٰہٰ:٨١)شَقِیَ. ''هوی'' کا معنی ہے: بد بخت ہوا۔
امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:
وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰیO(طٰہٰ:٨١) اور جس پر میرا غضب نازل ہوا تو بے شک وہ ہلاکت میں گراO
امام بخاری نے ''هوی'' کی تفسیر شقاوت سے کی ہے اور اسی طرح امام ابن جریر اور امام حاتم نے کی ہے۔
﴿فَارِغًا﴾ (القصص:١٠)اِلَّا مِنْ ذِکْرِ مُوْسٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. ''فارغًا'' کا معنی ہے: حضرت موسیٰ کی ماں کا دل موسیٰ علیہ السلام کی یاد کے سوا ہر چیز سے خالی ہوا۔
امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:
وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فٰرِغًا .(القصص:١٠) اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل ہر چیز سے خالی ہو گیا۔
یعنی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل حضرت موسیٰ کی یاد کے علاوہ ہر چیز سے خالی ہو گیا' اسی طرح امام ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے۔
﴿رِدْءًا﴾ (القصص:٣٤) کَیْ یُصَدِّقَنِی النَّامُوْسُ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِیْ یُطْلِعُهٗ بِمَا یَسْتُرُهٗ عَنْ غَیْرِهٖ . ''رِدًا'' کا معنی ہے: تاکہ وہ میری تصدیق کرے۔ ناموس اس محرم راز کو کہتے ہیں جو اس راز پر مطلع ہو جس کو انسان دوسرے سے چھپائے۔
امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّکَذِّبُوْنِO(القصص:٣٤) اور میرے بھائی ہارون جو مجھ سے زیادہ فصیح زبان والے ہیں' سو تو انہیں میری مدد کے لیے رسول بنا کر میرے ساتھ بھیج دے

تا کہ وہ میری تصدیق کرے' بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے O

امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ''یصدقنی'' سے پہلے لفظ ''کی'' محذوف ہے۔ اور مجاہد اور قتادہ نے بیان کیا ہے کہ ''رِدًا'' کا معنی ہے: مدد اور ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: مددگار۔

وَيُقَالُ مُغِيْثًا اَوْ مُعِيْنًا. اور اس کی تفسیر میں ''مغیث'' اور ''معین'' بھی کہا جاتا ہے' یعنی مددگار۔

امام بخاری نے ''ردا'' کی تفسیر ''مغیث'' اور ''معین'' کے ساتھ کی ہے اور ان دونوں کا معنی مددگار ہے۔

﴿يَبْطُشُ﴾ وَيَبْطِشُ. ''یبطُش'' اور یہ لفظ ''یبطِش'' بھی پڑھا گیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّآ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِىْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا. پھر جب موسیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ اس شخص پر حملہ کریں جو ان (القصص:۱۹) دونوں کا دشمن ہے۔

اس مقام پر قراءت مشہورہ ''یبطِش'' ہے یعنی طا کی زیر کے ساتھ' اور ''یبطُش'' طا کے پیش کے ساتھ بھی ہے' یہ حسن بصری اور ابن جعفر کی قراءت ہے۔

﴿يَأْتَمِرُوْنَ﴾ (القصص: ۲۰) يَتَشَاوَرُوْنَ. ''یأتمرون'' کا معنی ہے: وہ مشورہ کر رہے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ الْمَلَاَ يَأْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ. (القصص:۲۰) بے شک فرعون کے درباری آپ کو قتل کرنے کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں۔

ابوعبیدہ اور ابن قتیبہ نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے' اور مشورہ کا معنی ہے: کسی دوسرے کو حکم دینا۔

﴿وَالْجِذْوَةُ﴾ قِطْعَةٌ غَلِيْظَةٌ مِّنَ الْخَشَبِ لَيْسَ فِيْهَا لَهَبٌ. اور ''الجذوہ'' کا معنی ہے: جلتی ہوئی لکڑی کا موٹا ٹکڑا' جس میں شعلہ نہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ. (القصص:۲۹) آگ کی چنگاری۔

ابوعبیدہ نے بھی اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

﴿سَنَشُدُّ﴾ (القصص:۳۵) سَنُعِيْنُكَ. ''سنشد'' کا معنی ہے: ہم عنقریب آپ کی مدد کریں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ. (القصص:۳۵) ہم آپ کے بازو کو عنقریب آپ کے بھائی کے ساتھ مضبوط کر دیں گے۔

ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر میں کہا ہے: ہم عنقریب آپ کو آپ کے بھائی کے ساتھ طاقت دیں گے اور اس کے سبب سے مدد کریں گے۔

كُلَّمَا عَزَّرْتَ شَيْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهُ عَضُدًا. جب تم کسی چیز کو سہارا دو تو گویا تم نے اس کو بازو دیا۔

یہ بھی بازو کو مضبوط کرنے کی تفسیر ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ كُلَّمَا لَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ أَوْ فِيهِ تَمْتَمَةٌ أَوْ فَأْفَأَةٌ فَهِيَ عُقْدَةٌ. اور دوسروں نے کہا: جب بھی کوئی شخص کسی حرف کو نہ بول سکے یا اس کو اس میں تردد ہو یا ہکلاہٹ ہو تو کہا جاتا ہے: اس کی زبان میں گرہ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي O وَيَسِّرْ لِيٓ أَمْرِي O وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي O (طٰہٰ: ٢٧-٢٥) اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کشادہ کر دے O اور میرا کام میرے لیے آسان کر دے O اور میری زبان کی گرہ کھول دے O

امام ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ فرعون کی بیوی آسیہ حضرت موسیٰ کو ان کے بچپن میں گود میں لے کر جھلا رہی تھیں، پھر اس نے حضرت موسیٰ کو فرعون کی گود میں دے دیا' حضرت موسیٰ نے فرعون کی ڈاڑھی نوچ لی' فرعون نے غصے میں آ کر قصائیوں کو بلایا کہ ان کو ذبح کر دیں' تو آسیہ نے کہا: یہ ناسمجھ بچہ ہے' پھر اس نے حضرت موسیٰ کے سامنے کچھ انگارے اور یاقوت ڈال دیئے اور کہا کہ اگر یہ یاقوت کو اُٹھا لے تو اس کو ذبح کر دیں گے اور اگر یہ انگارہ اٹھا لے تو سمجھ لینا ناسمجھ بچہ ہے' پھر حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں انگارہ تھما دیا اور وہ انہوں نے منہ میں رکھ دیا۔ اس وجہ سے اس دن سے ان کی زبان میں گرہ پڑ گئی تھی۔

﴿أَزْرِيْ﴾ (طٰہٰ: ٣١) ظَهْرِيْ. ''ازری'' کا معنی ہے: میری پشت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اُشْدُدْ بِهٖٓ أَزْرِيْ O وَأَشْرِكْهُ فِيٓ أَمْرِيْ O (طٰہٰ: ٣٢-٣١) اس سے میری کمر کو مضبوط کر دے O اور اسے میرے کار (نبوت) میں میرا شریک بنا دے O

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کی ہے۔

﴿فَيُسْحِتَكُمْ﴾ (طٰہٰ: ٦١) فَيُهْلِكَكُمْ. ''فیسحتکم'' کا معنی ہے: پس وہ تم کو ہلاک کر دے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَّقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى O (طٰہٰ: ٦١) ان سے موسیٰ نے کہا: تم پر افسوس ہے! تم جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان نہ باندھو' وہ عذاب سے تم کو ملیامیٹ کر دے گا اور جس نے اللہ پر بہتان باندھا وہ ناکام ہوا O

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح تفسیر نقل کی ہے' اور ابوعبیدہ نے کہا: ''سحت'' اور ''اسحت'' کا معنی واحد ہے۔

﴿الْمُثْلٰى﴾ (طٰہٰ: ٦٣) تَأْنِيْثُ الْأَمْثَلِ يَقُوْلُ بِدِيْنِكُمْ. يُقَالُ خُذِ الْمُثْلٰى خُذِ الْأَمْثَلِ. ''المثلیٰ''، ''الامثل'' کی تانیث ہے' وہ کہتے تھے: تمہارے اچھے طریقہ کو' عرب کہتے ہیں: اچھا طریقہ لو' اچھا حکم لو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى O (طٰہٰ: ٦٣) کہنے لگے: بے شک یہ دونوں جادوگر ہیں' یہ چاہتے ہیں کہ تم کو اپنے جادو کے ذریعے تمہارے ملک سے نکال دیں اور تمہارے اچھے طریقہ کونیست و نابود کر دیں O

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ ''مثلٰی'' ''امثل'' کی تانیث ہے اور دین سے مراد پسندیدہ اور اچھا طریقہ ہے' یعنی درباریوں نے فرعون سے کہا کہ موسیٰ اور ہارون تمہارے پسندیدہ طریقہ کو مٹانا چاہتے ہیں' دوسری تفسیر یہ ہے کہ تمہارے طریقہ کو اپنانے والوں کو مٹانا چاہتے ہیں۔

﴿ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا﴾ (طٰہٰ: ٦٤). ''ثم ائتوا صفاً'' کا معنی ہے: پھر تم اپنی صفیں بنالو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى O (طٰہٰ: ٦٤) سو تم اپنے تمام داؤ پیچ جمع کر لو' پھر صفیں بنا کر آ ؤ بے شک آج وہ فلاح پائے گا جو غالب رہے گا O

یہ فرعون کی قوم کے جادوگروں نے اپنے ٹولوں سے خطاب کیا تھا۔

يُقَالُ هَلْ اَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ يَعْنِي الْمُصَلَّى الَّذِيْ يُصَلّٰى فِيْهِ. کہا جاتا ہے کہ آج تو صف میں گیا تھا؟ یعنی جائے نماز پر گیا تھا جہاں نماز پڑھی جاتی ہے۔

امام بخاری نے یہ صف کے متعلق ابوعبیدہ کی تفسیر نقل کی ہے اور بعض فصحاء عرب سے یہ جملہ منقول ہے کہ میں آج صف میں نہیں جا سکا' یعنی مصلّٰی پر نہیں جا سکا۔

﴿فَاَوْجَسَ﴾ اَضْمَرَ خَوْفًا. فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ ﴿خِيْفَةً﴾ (طٰہٰ: ٦٧) لِكَسْرَةِ الْخَاءِ. ''فاوجس'' کا معنی ہے: دل میں خوف رکھا' ''خیفة'' اصل میں ''خوف'' تھا' خاء کی کسرہ کی وجہ سے خوف کی واؤ یا سے بدل گئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى O (طٰہٰ: ٦٧) تو موسیٰ نے اپنے دل میں خوف پایا O

امام بخاری نے ''اوجس'' کی تفسیر یہ کی ہے کہ انہوں نے اپنے دل میں خوف رکھا' اور یہ بتایا ہے کہ ''خیفة'' دراصل خوف تھا' صرف کے قانون سے واؤ یا سے بدل گئی کیونکہ واؤ ساکن ہے اور اس کا ماقبل مکسور ہے۔

﴿فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾ (طٰہٰ: ٧١) عَلٰى جُذُوْعِ. ''فی جذوع النخل'' کا معنی ہے: کھجور کے تنے کے اوپر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ. (طٰہٰ: ٧١) اور میں ضرور کھجور کے تنوں پر تمہیں سولی چڑھاؤں گا۔

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ اس آیت میں ''فِی'' بہ معنی ''عَلٰی'' ہے۔

﴿خَطْبُكَ﴾ (طٰہٰ: ٩٥) بَالُكَ. ''خطبك'' کا معنی ہے: تمہارا حال۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّO (طٰہٰ:٩٥) موسیٰ نے کہا: اے سامری! اب تیرا کیا حال ہے؟O

سامری کا نام ہے: موسیٰ بن ظفر' اس کا قصہ مشہور ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر گئے ہوئے تھے' ان کے پیچھے سامری نے بنی اسرائیل کے مصر سے لائے ہوئے سونے کے زیورات کو پگھلا کر ایک بچھڑا بنالیا' اور حضرت جبریل کی سواری کے نقش قدم کی مٹی سے ایک مٹھی بھر لی اور اس مٹی کو بچھڑے میں ڈال دیا تو وہ خدا کی قدرت سے بولنے لگا' سامری نے کہا: یہی موسیٰ کا خدا ہے' اور لوگوں کو اس بچھڑے کی پرستش پر لگا دیا۔

﴿مِسَاسَ﴾ (طٰہٰ:٩٧) مَصْدَرُ مَاسَّهٗ مِسَاسًا. ''مساس'' (چھونا) یہ ''ماسه مساسًا'' کا مصدر ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِى الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ. (طٰہٰ:٩٧) موسیٰ نے (سامری سے) کہا: دفع ہو! یقیناً تا حیات تیری یہ سزا ہے کہ تو یہ کہتا رہے گا: مجھے نہ چھونا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا میں یہ وحشت ناک سزا دی کہ اس کا لوگوں سے ملنا جلنا ممنوع ہوگیا اور اس کا لوگوں سے باتیں کرنا' خرید و فروخت کرنا' ہر قسم کا معاملہ ممنوع ہوگیا اور جو مرد اور عورت اس کو چھوتے تھے' اس کو فوراً بخار چڑھ جاتا تھا اور وہ چیخ مار کر کہتا تھا: نہ چھونا۔

﴿لَنَنْسِفَنَّهٗ﴾ (طٰہٰ:٩٧) لَنُذْرِيَنَّهٗ. ''لننسفنّه'' کا معنی ہے: ہم اس کو دریا میں بہا دیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِى الْيَمِّ نَسْفًاO (طٰہٰ:٩٧) ہم اس کو ضرور جلا کر بھسم کر دیں گے' پھر اس (کی راکھ) کو (اُڑا کر) دریا میں بہا دیں گےO

حکایت ہے کہ وہ بچھڑا گوشت اور پوست کا بن گیا تھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ذبح کر کے جلا دیا' پھر اس کی راکھ کو دریا میں بہا دیا۔

﴿الضَّحَاءُ﴾ الْحَرُّ. ''الضحٰی'' کا معنی ہے: گرمی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰىO (طٰہٰ:١١٩) بے شک آپ وہاں نہ پیاسے ہوں گے نہ دھوپ کی تپش پائیں گےO

اس آیت کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے کوئی مناسبت نہیں ہے' اس آیت میں جنت کی کیفیت بتائی ہے کہ اس میں جنتیوں کو پیاس لگے گی نہ دھوپ کی تپش ہوگی۔

﴿قُصِّيْهِ﴾ (القصص:١١) اِتَّبِعِىْ اَثَرَهٗ. وَقَدْ يَكُوْنُ اَنْ تَقُصَّ الْكَلَامَ ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ﴾ (یوسف:٣) ''قصیه'' کا معنی ہے: ان کے قدم کے نشان کے پیچھے جاؤ' اور کبھی اس کا معنی ہوتا ہے: کلام سے قصہ بیان کرنا' جیسے (قرآن مجید میں ہے:) ہم آپ کے سامنے قصہ بیان کرتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ. (القصص:١١) اور موسیٰ کی ماں نے اس کی بہن سے کہا: اس کے پیچھے جاؤ۔

یعنی حضرت موسیٰ کی خبر معلوم کرو‘ حضرت موسیٰ کی بہن کا نام مریم بنت عمران تھا۔

اور قصہ بیان کرنے کے متعلق یہ آیت ہے:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ. (یوسف:٣) ہم آپ کے سامنے بہترین قصہ بیان کرتے ہیں۔

﴿عَنْ جُنُبٍ﴾ (القصص:١١) عَنْ بُعْدٍ. ''عن جنبٍ'' کا معنی ہے: دور سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ○ (القصص:١١) سو موسیٰ کی بہن نے ان کو دور سے دیکھا‘ اس حال میں کہ وہ لوگ بے خبر تھے○

امام بخاری نے ''جنب'' کی تفسیر بُعد سے کی ہے‘ یعنی حضرت موسیٰ کی بہن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دور سے دیکھا‘ اس حال میں کہ قوم فرعون کو اس کا پتا نہ چل سکا۔

وَّعَنْ جَنَابَةٍ وَّعَنِ اجْتِنَابٍ وَّاحِدٌ. ''عن جنابةٍ'' اور ''عن اجتنابٍ'' دونوں کا معنی واحد ہے (یعنی بُعد)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ''جنبٌ‘ جنابةٌ'' اور ''اجتنابٌ'' تینوں کا ایک معنی ہے: یعنی بُعد‘ اور اسی مادے کی اصل بُعد پر دلالت کرتی ہے۔ اسی وجہ سے ''مُحتلم'' کو جنبی کہتے ہیں‘ کیونکہ وہ نماز سے اور قراءتِ قرآن سے دور ہوتا ہے۔

قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿عَلٰى قَدَرٍ﴾ (طٰہٰ:٤٠) عَلٰى مَوْعِدٍ. مجاہد نے کہا: ''علٰی قدرٍ'' کا معنی ہے: مقرر کردہ وقت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى○ (طٰہٰ:٤٠) سو آپ کئی سال مدین والوں میں رہے‘ پھر اللہ کے مقرر کردہ وقت پر آپ آ گئے اے موسیٰ!○

امام بخاری نے ''علٰی قدرٍ'' کی تفسیر ''علٰی موعدٍ'' سے کی ہے‘ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام‘ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس مدین میں اٹھائیس سال رہے‘ ان میں دس سال خدمت ان کی بیوی صفورا بنت شعیب کا مہر تھا‘ پھر بعد میں اٹھارہ سال مزید رہے حتیٰ کہ مدین میں ان کی اولاد ہوئی‘ پھر اللہ کے مقرر کردہ وقت پر مصر میں آئے۔

﴿لَاتَنِيَا﴾ (طٰہٰ:٤٢) لَا تَضْعُفَا. ''لاتنیا'' کا معنی ہے: تم دونوں کمزور نہ پڑنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَاتَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ○ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى○ (طٰہٰ:٤٣-٤٢) اور تم دونوں میری یاد میں سستی نہ کرنا○ سو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ بے شک اس نے بہت سرکشی کی ہے○

امام بخاری نے ''لاتنیا'' کی تفسیر ''لا تضعف'' کے ساتھ کی ہے‘ کیونکہ ''ونٰی ینی'' کا معنی ضعف ہے‘ یعنی کمزوری اور سستی‘ اور اس آیت میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون (علیہما السلام) دونوں کو خطاب ہے۔

﴿مَكَانًا سُوًى﴾ (طٰہٰ:٥٨) مَنْصَفٌ بَيْنَهُمْ. ''مکانًا سوًی'' کا معنی ہے: وہ جگہ جو دونوں فریقوں کے درمیان برابر ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ أَنْتَ مَكَانًا سُوًى○ (طٰہٰ:٥٨)

پس تم ہمارے اور اپنے درمیان ایک میعاد مقرر کرو کہ نہ ہم اس کے خلاف کریں اور نہ تم' یہ مقابلہ کھلے میدان میں ہو○

''مکانًا سوًی'' کا معنی ہے: ایسی جگہ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہو۔ امام بخاری نے جو تفسیر کی ہے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے مستفاد ہے' یعنی ایسی جگہ جو فریقین کے درمیان مساوی ہو' یعنی اس کی مسافت فریقین کے درمیان برابر ہو' اور اس جگہ کی مسافت اتنی ہی ہو جتنی دوسرے فریق کی مسافت ہے۔

﴿يَبَسًا﴾ (طٰہٰ:٧٧) يَابِسًا.

''یبسًا'' کا معنی ہے: خشک۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى○ (طٰہٰ:٧٧)

اور بے شک ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ' پھر دریا میں ان کے لیے خشک راستہ نکال دو' آپ کو نہ پکڑے جانے کا خوف ہوگا اور نہ کوئی اور خطرہ○

امام بخاری نے ''یبسًا'' کی تفسیر ''یابس'' کے ساتھ کی ہے' یعنی خشک اور یہ بالکل واضح ہے۔

﴿مِنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ﴾ (طٰہٰ:٨٧). الْحُلِيِّ الَّذِى اسْتَعَارُوْهُ مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ.

''من زينة القوم'' کا معنی ہے: وہ زیورات جو بنی اسرائیل نے آلِ فرعون سے عاریۃً لیے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ. (طٰہٰ:٨٧)

لیکن (فرعون کی) قوم کے زیورات کے بھاری بوجھ ہم پر لاد دیئے گئے تھے تو ہم نے انہیں آگ میں ڈال دیا' پھر اسی طرح سامری نے اپنے حصے کے زیورات کو آگ میں ڈالا۔

اس آیت میں ''اوزار'' کا معنی گناہ نہیں ہے بلکہ بوجھ ہے' بنی اسرائیل نے عید کے دن پہننے کے لیے زیورات آلِ فرعون سے عاریۃً لیے تھے' پھر جب وہ مصر سے جانے لگے تو انہوں نے وہ زیورات واپس نہیں کیے' کیونکہ ان کو ڈر تھا کہ پھر آلِ فرعون ان کو مصر سے نکلنے نہیں دیں گے۔

﴿فَقَذَفْتُهَا﴾ اَلْقَيْتُهَا ﴿اَلْقٰى﴾ (طٰہٰ:٨٧) صَنَعَ.

''فقذفتها'' کا معنی ہے: میں نے اس کو ڈال دیا' ''القٰی'' کا معنی ہے: کوئی کام کیا۔

امام بخاری یہ بتا رہے ہیں کہ طٰہٰ:٨٧ میں جو ''فقذفنٰها'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ہم نے ان زیورات کو آگ میں ڈال دیا۔

﴿فَنَسِىَ مُوْسٰى﴾ (طٰہٰ:٨٨) هُمْ يَقُوْلُوْنَهٗ اَخْطَاَ الرَّبَّ ﴿اَنْ لَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا﴾ (طٰہٰ:٨٩) فِى الْعِجْلِ.

پس موسیٰ بھول گئے اور وہ یہ کہتے تھے کہ موسیٰ نے رب کو پہچاننے میں خطاء کی' وہ بچھڑا ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِىَ○ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ

پس اس نے ان کے لیے بچھڑے کا بے جان جسم (بنا کر) نکالا جو بیل کی (سی) آواز نکالتا تھا تو لوگوں نے کہا: یہ ہے تمہارا

قَوْلًا وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًاO (طٰہٰ ٨٩۔٨٨)

معبود اور موسیٰ کا معبود' موسیٰ تو بھول گئے O تو کیا یہ لوگ (اتنا بھی) نہیں سمجھتے کہ وہ انہیں کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا اور نہ وہ ان کے لیے کسی نقصان کا مالک ہے اور نہ کسی نفع کا O

یعنی سامری اور اس کے موافقین نے کہا کہ موسیٰ تمہیں یہ بتانا بھول گئے کہ یہ بچھڑا ان کا خدا ہے اور وہ لوگ یہ کہتے تھے کہ موسیٰ نے اپنے رب کو پہچاننے میں غلطی کی' ان کا رب تو بچھڑا تھا جو یہاں موجود تھا اور وہ طور پہاڑ پر اپنے رب کو ڈھونڈنے گئے اور ان لوگوں نے بچھڑے کو اپنا رب قرار دیا' جو ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا تھا۔ (معاذ اللہ!)

ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤٠٠۔ ٣٩٠ سے ماخوذ ہے۔

٣٣٩٣ - **حَدَّثَنَا** هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَّالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِىَ بِهٖ حَتّٰى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَاِذَا هَارُوْنُ قَالَ هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ تَابَعَهٗ ثَابِتٌ وَّعَبَّادُ بْنُ اَبِىْ عَلِيٍّ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ہدبۃ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو شبِ معراج کی خبر دی' حتیٰ کہ پانچویں آسمان کے متعلق بتایا کہ وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تھے' حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت ہارون ہیں' پس آپ ان کو سلام کیجئے سو میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے اس کا جواب دیا' پھر کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو سلام ہو! قتادہ کی متابعت ثابت نے اور عباد بن علی نے کی ہے از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٠٧ میں گزر چکی ہے۔

٢٣ - بَابٌ ﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ. ﴿مُسْرِفٌ كَذَّابٌ﴾ (المؤمن: ٢٨)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایک مردِ مؤمن نے فرعون والوں میں سے کہا جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا۔ یہ آیت: جو حد سے گزرنے والا سخت جھوٹا ہو' تک ہے۔ (المؤمن: ٢٨)

اَىْ هٰذَا بَابٌ يُّذْكَرُ فِيْهِ ﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ وَاِنْ يَّكُ كٰذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ يَعِدُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌO﴾ (المؤمن: ٢٨) وَقَعَتْ هٰذِهِ التَّرْجَمَةُ هٰكَذَا بِغَيْرِ حَدِيْثٍ

یعنی اس باب میں اس آیت کو ذکر کیا جائے گا: اور ایک مرد مؤمن نے فرعون والوں سے کہا جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا: کیا تم ایک مرد کو اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے' حالانکہ وہ یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے چمکتی ہوئی نشانیاں لے کر آئے اور اگر (بالفرض) وہ سچے نہ ہوں تو ان کے سچے نہ ہونے کا وبال ان ہی پر ہے اور اگر وہ سچے ہوں تو تم پر

فَكَأَنَّهُ أَرَادَ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا حَدِيثًا وَّلَمْ يَظْفَرْ بِهِ عَلَى شَرْطِهِ فَبَقِيَتْ كَذَا وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

وہ عذاب نازل ہوگا جس کا وہ تم سے وعدہ فرماتے ہیں' بے شک اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزرنے والا سخت جھوٹا ہو O (المؤمن:٢٨) یہ عنوان اسی طرح بغیر حدیث کے مذکور ہے' گویا کہ امام بخاری نے اس باب کے تحت کوئی حدیث وارد کرنے کا ارادہ کیا تھا اور ان کو اپنی شرط کے مطابق حدیث نہیں مل سکی تو پھر یہ باب اسی طرح باقی رہا۔ واللہ اعلم!

مردِ مؤمن کے نام کے متعلق اقوال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس مردِ مؤمن کے نام کے متعلق چھ اقوال ہیں:

(١) شمعان: امام دارقطنی نے کہا ہے کہ شمعان نام کا آدمی صرف یہی مردِ مؤمن تھا جو آلِ فرعون سے تھا۔

(٢) یوشع بن نون: ابن التین نے اس کا یقین سے ذکر کیا ہے اور یہ بعید ہے' کیونکہ یوشع' حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے' وہ آلِ فرعون میں سے نہیں تھے۔

(٣) حزقیل بن برھایا: اس پر اکثر علماء کا اتفاق ہے۔

(٤) حابوت: یہ وہ شخص ہے جس نے تابوت میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نکالا تھا۔

(٥) حبیب: یہ فرعون کا عم زاد تھا' یہ امام ابن اسحاق کا قول ہے۔

(٦) حیزور: یہ امام ابن جریر کا قول ہے' مقاتل نے کہا: یہ ایک قبطی شخص تھا' جو ایک سو سال سے فرعون سے اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھا۔

اس شخص نے کہا: کیا تم ایک مرد کو اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔

اس شخص نے آلِ فرعون پر انکار کیا تھا اور ان پر سخت غصہ کا اظہار کیا تھا اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف ایک دلیل نہیں لائے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت چمکتے ہوئے دلائل لائے ہیں' پھر انہوں نے کہا: حضرت موسیٰ دو حال سے خالی نہیں ہیں: یا وہ صادق ہیں یا کاذب ہیں' اگر وہ کاذب ہیں تو ان کے کذب کا وبال خود ان پر ہوگا اور اگر وہ صادق ہیں تو تم پر ضرور وہ عذاب نازل ہوگا جس کا انہوں نے تم سے وعدہ کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤٠١۔ ٤٠٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٤ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَهَلْ أَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى O﴾ (طٰہٰ:٩) ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ (النساء:١٦٤)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر آئی O (طٰہٰ:٩) اور اللہ نے موسیٰ سے بہ کثرت کلام فرمایا O (النساء:١٦٤)

اس پر دلائل کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقۃً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ فرماتے ہیں:

طٰہٰ: ۹ کی تشریح اس سے پہلے گزر چکی ہے:

النساء: ۱۶۴ میں فرمایا ہے: اور اللہ نے موسیٰ سے بہ کثرت کلام فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے انبیاء علیہم السلام کے احوال بیان فرمائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حال نہیں بیان کیا تھا تو لوگوں نے آپ کی نبوت میں شک کیا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ. (البقرہ: ۲۵۳) رسولوں میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حقیقۃً کلام فرمایا نہ کہ حکماً' اس کے برخلاف قدریہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے درخت میں کلام پیدا فرما دیا تھا جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سن لیا تھا' اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں تھا' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ یہ اللہ کا کلام ہے' کیونکہ مخلوق اس کلام کی مثل لانے سے عاجز ہے' نیز البقرہ: ۲۵۳ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے موسیٰ سے بہ کثرت کلام فرمایا اور اس کو تاکید سے بیان فرمایا' جب کہ درخت سے کلام سننے کا واقعہ صرف ایک بار ہوا تھا اور یہ اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے حقیقۃً کلام فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۰۱)

۳۳۹۴ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ رَاَيْتُ مُوْسٰى وَاِذَا هُوَ رَجُلٌ ضَرْبٌ رَجِلٌ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَيْتُ عِيْسٰى فَاِذَا هُوَ رَجُلٌ رَبْعَةٌ اَحْمَرُ كَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ وَّاَنَا اَشْبَهُ وَلَدِ اِبْرَاهِيْمَ بِهٖ ثُمَّ اُتِيْتُ بِاِنَاءَيْنِ فِيْ اَحَدِهِمَا لَبَنٌ وَّفِي الْاٰخَرِ خَمْرٌ فَقَالَ اِشْرَبْ اَيَّهُمَا شِئْتَ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهٗ فَقِيْلَ اَخَذْتَ الْفِطْرَةَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ.

[اطراف الحدیث: ۳۴۳۷-۴۷۰۹-۵۵۷۶-۵۶۰۳]

(صحیح مسلم: ۱۶۸' الرقم المسلسل: ۳۱۳' سنن ترمذی: ۳۱۳۰' مصنف عبد الرزاق: ۹۷۱۹' صحیح ابن حبان: ۵۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۳۸۷' سنن دارمی: ۲۰۸۸' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۸۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۴' طبع قدیم' مسند احمد: ۷۷۸۹- ج ۱۳ ص ۱۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی (اس رات) میں نے حضرت موسیٰ کو دیکھا وہ سیدھے بالوں والے تھے' گویا کہ وہ قبیلہ شنوءۃ کے مردوں میں سے تھے' اور میں نے حضرت عیسیٰ کو دیکھا' وہ متوسط قامت کے مرد تھے' وہ سرخ رنگ کے تر و تازہ تھے گویا کہ وہ ہمیشہ سائے میں رہے ہوں (ان پر دھوپ نہ پڑی ہو) اور میں حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے سب سے زیادہ ان کے مشابہ ہوں' پھر میرے پاس دو برتن لائے گئے' ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی' پس حضرت جبریل نے کہا: آپ ان میں سے جس برتن سے چاہیں پی لیں' سو میں نے دودھ کا پیالہ لے کر اس کو پی لیا' تو کہا گیا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا اور اگر آپ شراب کا پیالہ لے لیتے تو آپ کی اُمت گم راہ ہو جاتی۔

مشکل الفاظ کے معانی

''رَجِل'' وہ سیدھے بالوں والے تھے' یعنی ان کے بال گھونگھریالے نہیں تھے۔

''شنوءۃ'' یہ یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے' وہاں کے لوگوں کو شنائی کہتے ہیں۔

''ربعۃ'' وہ متوسط قد کے تھے' نہ لمبے نہ چھوٹے۔

''دیـمـاس''، جو شخص ہمیشہ سائے میں یا پردہ میں رہا ہو اس پر کبھی دھوپ نہ پڑی ہو اس کا معنی سراب اور حمام بھی ہے یعنی وہ ایسے تروتازہ تھے گویا ابھی غسل کر کے نکلے ہوں۔

آپ کو فطرت کی ہدایت دی گئی' یہ اس لیے کہا کہ انسان کی ابتدائی غذا دودھ ہے۔

(حاشیہ مسند احمد ج ۱۳ ص ۲۰۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر آپ شراب کا پیالہ لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی کیونکہ شراب اُم الخبائث ہے اور یہ حال اور مستقبل میں انواع واقسام کی خرابیوں کی حامل ہے۔

٣٣٩٥ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ اَنْ يَقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى وَنَسَبَهٗ اِلٰى اَبِيْهِ.

[اطراف الحدیث: ٣٤١٣-٤٦٣٠-٧٥٣٩] (صحیح مسلم: ٢٣٧٧' الرقم المسلسل: ٦٠٥٤' سنن ابوداؤد: ٤٦٦٩-٦٧٣' سنن ترمذی: ٣١٤٨' سنن ابن ماجہ: ٤٣٠٨' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٦ ص ٣١٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: میں نے ابوالعالیہ سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں تمہارے نبی کے عم زاد نے حدیث بیان کی' یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: کسی بندہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کہے کہ میں حضرت یونس بن متّٰی سے افضل ہوں' آپ نے ان کے نام کو ان کے والد کی طرف منسوب کیا۔

٣٣٩٦ - وَذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ فَقَالَ مُوْسٰى اٰدَمُ طُوَالٌ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَقَالَ عِيْسٰى جَعْدٌ مَّرْبُوْعٌ وَّذَكَرَ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَذَكَرَ الدَّجَّالَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی تو حضرت موسیٰ گندمی رنگ اور لمبے قد کے تھے گویا کہ وہ شنوءہ (قبیلہ) کے مردوں میں سے تھے' اور فرمایا: حضرت عیسیٰ گھونگھریالے بالوں والے متوسط قامت کے تھے اور آپ نے دوزخ کے محافظ مالک کا ذکر کیا اور دجال کا ذکر کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٣٩ میں گزر چکی ہے۔

حضرت یونس بن متی علیہ السلام کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ فربری نے کہا ہے کہ حضرت یونس کے والد متّی نیک مرد تھے' ان کی نرینہ اولاد نہیں تھی' وہ اور ان کی اہلیہ اس چشمہ پر گئے جس میں حضرت ایوب علیہ السلام نے غسل کیا تھا' اور دونوں نے وہاں غسل کیا اور نماز پڑھی اور دعا کی کہ اللہ ان کو مبارک مرد عطاء فرمائے جس کو وہ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمائے' اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کے ہاں حضرت یونس علیہ السلام پیدا ہوئے' ابھی حضرت یونس اپنی ماں کے پیٹ میں چار ماہ کے تھے کہ متی فوت ہو گئے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہی مچھلی والے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل موصل کی طرف بھیجا تھا' علماء نے کہا ہے کہ حضرت یونس کا تعلق اس بستی سے تھا جس کا نام نینویٰ تھا' ان کی قوم بتوں کی پوجا کرتی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت یونس کو اللہ تعالیٰ نے تیس سال کی عمر میں ان کی طرف مبعوث فرمایا تھا' وہ ان کو تیس

سال تک توحید کی دعوت دیتے رہے اور صرف دو آدمی ایمان لائے' ان میں سے ایک کا نام روبیل تھا اور وہ عالم اور حکیم تھا اور دوسرے کا نام تنوخ تھا' وہ زاہد اور عابد تھا۔

حضرت یونس بن متی کو ہمارے نبی پر فضیلت دینے سے منع کرنے کی توجیہ

(۱) نبی ﷺ نے جو فرمایا: مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو۔ یہ آپ کی تواضع اور انکسار ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور آپ نے یہ بہ طورِ فخر نہیں فرمایا تھا بلکہ اظہارِ حقیقت کے لیے فرمایا تھا' اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اعتراف کے لیے فرمایا تھا۔

(۲) آپ نے جو حضرت یونس بن متی پر فضیلت دینے سے منع فرمایا' یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ کو اس کی اطلاع نہیں دی گئی تھی کہ آپ افضل الخلق ہیں۔

(۳) اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مجھے حضرت یونس پر اس طرح فضیلت نہ دو جو ان کی تخفیف کو مستلزم ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤٠٤۔ ٤٠٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٣٩٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ عَنِ ابْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ وَجَدَهُمْ يَصُومُونَ يَوْمًا يَعْنِي عَاشُورَاءَ فَقَالُوا هٰذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ وَّهُوَ يَوْمٌ نَجَّى اللّٰهُ فِيهِ مُوسٰى وَأَغْرَقَ اٰلَ فِرْعَوْنَ فَصَامَ مُوسٰى شُكْرًا لِّلّٰهِ فَقَالَ أَنَا أَوْلٰى بِمُوسٰى مِنْهُمْ فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب سختیانی نے حدیث بیان کی از ابن سعید بن جبیر از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مدینہ میں آئے تو اہل مدینہ کو اس حال میں پایا کہ وہ ایک دن کا روزہ رکھتے تھے یعنی دس محرم کا' انہوں نے کہا: یہ وہ عظیم دن ہے' اس دن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو نجات دی تھی اور آلِ فرعون کو غرق کر دیا تھا تو حضرت موسیٰ نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس دن کا روزہ رکھا' آپ نے فرمایا: میں حضرت موسیٰ کی بہ نسبت اس دن کے روزہ (رکھنے) کا زیادہ مستحق ہوں' سو آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٠٤ میں گزر چکی ہے۔

٢٥ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَوَاعَدْنَا مُوسٰى ثَلٰثِينَ لَيْلَةً وَّأَتْمَمْنَاهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهٖ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً. وَقَالَ مُوسٰى لِأَخِيهِ هٰرُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور انہیں مزید دس راتوں سے پورا کیا تو ان کے رب کی مقرر فرمائی ہوئی مدت چالیس رات پوری ہوگئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے فرمایا: میری امت میں میرے نائب (کی حیثیت سے) رہو اور اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں کی راہ پر نہ

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ○﴾ (الاعراف:١٤٢-١٤٣)

چلنا○اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا تو انہوں نے عرض کیا: اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا میں تجھے دیکھوں' فرمایا: تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے' ہاں! اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر یہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تم مجھے دیکھ لو گے' پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گرے' پھر جب ہوش میں آئے تو عرض کیا: تو پاک ہے' تیری بارگاہ میں میری توبہ ہے اور میں سب سے پہلا مؤمن ہوں○ (الاعراف: ۱۴۳-۱۴۲)

آیاتِ مذکورہ کا خلاصہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصر میں بنو اسرائیل سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن کو ہلاک کر دیا تو وہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک کتاب لائیں گے' جس میں یہ لکھا ہوگا کہ ان پر کیا کام کرنے واجب ہیں اور کیا کام کرنے ممنوع ہیں' لہٰذا جب فرعون ہلاک ہو گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے اس کتاب کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تیس دن کے روزے رکھنے کا حکم دیا اور یہ ماہ ذوالقعدہ کے روزے تھے' ایک ماہ کے روزے رکھنے کے بعد حضرت موسیٰ نے اپنے منہ کی بو ناگوار محسوس کی تو انہوں نے اس کے ازالہ کے لیے مسواک کی تو فرشتوں نے کہا: ہمیں آپ کے منہ سے مشک کی خوشبو آتی تھی' آپ نے مسواک کر کے اس خوشبو کو زائل کر دیا' تب اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ذوالحجہ کے دس دن روزے اور رکھیں' اس لیے فرمایا: ہم نے ان کو دس دنوں سے مکمل کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا تو ان کو نصیحت کی کہ آپ مفسدین کا راستہ نہ اختیار کریں' یعنی آپ بنی اسرائیل کے ساتھ نرمی کریں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور یہ محض تنبیہ اور تذکیر تھی' ورنہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے اور بہت شریف اور کریم تھے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا بہت بڑا مرتبہ تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان سے بلاواسطہ کلام کیا تو ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا شوق ہوا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے زیادہ لطف کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے یعنی دنیا میں' کیونکہ احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اپنی ایک تجلی طور پہاڑ پر ڈالیں گے' اگر یہ اپنی جگہ قائم رہا تو آپ بھی ہم کو دیکھ لیں گے' لیکن ہوا یہ کہ اس تجلی کے اثر سے پہاڑ طور تو ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے' پھر جب حضرت

موسیٰ علیہ السلام ہوش میں آئے تو انہوں نے کہا: میں طلبِ دیدار کے سوال سے رجوع کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے اس پر ایمان لاتا ہوں کہ تجھ کو دنیا میں نہیں دیکھا جا سکتا۔

يُقَالُ دَكَّهُ. زَلْزَلَهُ. ''دکّہ'' کا معنی ہے: اس پر زلزلہ طاری کر دیا۔

اس تعلیق سے امام بخاری نے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

جَعَلَهُ دَكًّا. (الاعراف: ۴۳) اللہ نے اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق میں یہ بیان کیا ہے کہ ''دکّا'' کا معنی ہے: کسی چیز پر زلزلہ آنا۔

﴿فَدُكَّتَا﴾ (الحاقۃ: ١٤) فَدُكِكْنَ جَعَلَ الْجِبَالَ كَالْوَاحِدَةِ. زمین اور پہاڑوں کو ہلا دیا پس ان پر زلزلہ طاری ہو گیا اور یہاں پہاڑوں کو ایک چیز کی مثل قرار دیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝ اور زمین اور پہاڑوں کو اُٹھا لیا جائے گا تو وہ ایک ہی بار میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے ۝ (الحاقہ: ١٤)

قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ ''فدکتا'' (تثنیہ کے صیغہ کے بجائے) جمع کا صیغہ لایا جاتا اور ''فدککن'' کہا جاتا' کیونکہ ''جبال'' جمع ہے اور ''ارض'' بھی جمع کے حکم میں ہے' لیکن ان دونوں کو واحد کی مثل قرار دیا اور تثنیہ کا صیغہ لایا گیا۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا﴾ (الانبیاء: ٣٠) وَلَمْ يَقُلْ كُنَّ رَتْقًا مُلْتَصِقَتَيْنِ. جیسے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے: بے شک آسمان اور زمین دونوں بند تھے۔ (الانبیاء: ٣٠) (اور جمع کے صیغہ سے) یوں نہیں فرمایا: وہ سب بند اور جڑے ہوئے تھے۔

یعنی جس طرح ''فدکتا'' تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ فرمایا ہے اور جمع کے صیغہ کے ساتھ ''فدککن'' نہیں فرمایا' اسی طرح تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ ''کانتا رتقا'' فرمایا ہے اور جمع کے صیغہ کے ساتھ ''کنّ رتقا'' نہیں فرمایا۔ گویا الاعراف: ۴۳ کی نظیر الانبیاء: ٣٠ ہے۔

﴿اُشْرِبُوْا﴾ (البقرہ: ٩٣). ثَوْبٌ مُّشْرِبٌ مَصْبُوْغٌ. ''اشربوا'' (کا معنی ہے: وہ رنگے گئے' جیسے کہا جاتا ہے:) کپڑا پلایا ہوا یعنی رنگ پلایا ہوا' رنگا ہوا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ. (البقرہ: ٩٣) اور ان کے دلوں میں بچھڑے (کی محبت) پلائی گئی تھی۔

یعنی جس طرح کہا جاتا ہے: کپڑا رنگ پلایا ہوا ہے اور اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ کپڑا رنگا ہوا ہے' اسی طرح فرمایا ہے: ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت پلائی گئی تھی' یعنی وہ اس کے رنگ میں رنگے گئے تھے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اِنْبَجَسَتْ﴾ (الاعراف: ١٦٠) اِنْفَجَرَتْ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''انبجست'' کا معنی ہے: پھٹ گئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا. (الاعراف: ١٦٠) تو اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

یہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ. (الاعراف:١٦٠)

اور ہم نے بنواسرائیل کو بارہ قبیلوں میں گروہ در گروہ کر کے تقسیم کر دیا' اور جب موسیٰ کی امت نے موسیٰ سے پانی مانگا تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر گروہ نے اپنا اپنا گھاٹ پہچان لیا۔

﴿وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ﴾ (الاعراف:١٧١) رَفَعْنَا.

''واذ نتقنا الجبل'' کا معنی ہے: ہم نے ان کے اوپر پہاڑ اُٹھالیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ. (الاعراف:١٧١)

اور جب ہم نے ان کے اوپر پہاڑ اُٹھالیا گویا کہ وہ سائبان ہو۔

اس کا قصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ اپنی امت کے پاس تورات لے کر آئے تو انہوں نے اس کے احکام پر عمل کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ تورات میں بہت مشکل اور سخت احکام تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل (جو اس وقت چھ لاکھ تھے) کی تعداد کے مطابق پہاڑ اُٹھا کر ان کے سروں پر معلق کر دو' اگر انہوں نے تورات کے احکام پر عمل کرنے کا اقرار نہیں کیا تو وہ پہاڑ ان پر گرا دیا جائے گا۔

ان تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٤٠٧۔٤٠٥ سے ماخوذ ہے۔

٣٣٩٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ النَّاسُ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ فَاِذَا اَنَا بِمُوْسٰى اٰخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِّنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِيْ اَفَاقَ قَبْلِيْ اَمْ جُوْزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّوْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن یحییٰ از والد خود از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو جائیں گے' پس میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو اس وقت میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پایوں کو پکڑے ہوئے کھڑے ہوں گے' پس میں از خود نہیں جانتا کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے تھے یا پہاڑ طور کی بے ہوشی کی جزاء میں وہ اب بے ہوش نہیں ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤١٢ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٩٩ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ وَلَوْ لَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ اُنْثٰى زَوْجَهَا الدَّهْرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر بنواسرائیل نہ ہوتے (اگر وہ سلویٰ کا گوشت بچا کر نہ رکھتے) تو گوشت کبھی نہ سڑتا' اور

اگر حوا ء نہ ہوتیں (اگر وہ حضرت آدم کو نہ بہکاتیں) تو کوئی عورت اپنے خاوند سے کبھی بھی خیانت نہ کرتی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٣٣٠ میں گزر چکی ہے۔

٢٦ - بَابُ طُوْفَانٍ مِنَ السَّيْلِ سیلاب سے طوفان

امام بخاری نے اس عنوان سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ. (الاعراف: ١٣٣) پس ہم نے ان پر طوفان بھیج دیا اور ٹڈی دل اور جوئیں اور مینڈک اور خون یہ الگ الگ نشانیاں (بھیجیں)۔

طوفان کے مصداق میں اختلاف ہے۔ امام بخاری نے کہا: یہ طوفان اس سیلاب کی وجہ سے تھا جو زیادہ بارشوں کی وجہ سے آتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ طوفان سے مراد بہت زیادہ بارشیں ہیں جو فصلوں اور باغات کو تلف اور برباد کر دیتی ہیں اور امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: طوفان سے مراد موت ہے، امام ابن مردویہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی دوسری روایت اسی طرح ہے۔

وَ يُقَالُ لِلْمَوْتِ الْكَثِيْرِ طُوْفَانٌ اَرَادَ بِهِ الْمَوْتَ الْمُتَتَابِعَ بہ کثرت اموات کو بھی طوفان کہا جاتا ہے، بہ کثرت اموات سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ لوگوں کو لگا تار موت آئے۔

﴿اَلْقُمَّلُ﴾ (الاعراف: ١٣٣) اَلْحُمْنَانُ يُشْبِهُ صِغَارَ الْحَلَمِ. ''القمل'' اس چچڑی کو کہتے ہیں جو چھوٹی جوں کے مشابہ ہوتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''القمل'' سے مراد سُرسُریاں ہیں جو پرانے گندم یا آٹے میں رکھے رکھے پیدا ہو جاتی ہیں، حضرت ابن عباس سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس سے مراد چھوٹی ٹڈی ہے جس کے پر نہیں ہوتے۔ عبدالرحمان بن یزید بن اسلم نے کہا: قمل سے مراد پسو ہیں، ابن جریر نے کہا: قمل جمع ہے، اس کا واحد ''قملة'' ہے، اس سے مراد جوں کے مشابہ کوئی جانور ہے۔

﴿حَقِيْقٌ﴾ (الاعراف: ١٠٥). حَقٌّ. ''حقیق'' کا معنی ہے: برحق اور سچی بات۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

حَقِيْقٌ عَلٰى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ. (الاعراف: ١٠٥) میری شان یہی ہے کہ میں اللہ کے متعلق صرف سچی بات کہوں۔

امام ابوعبیدہ نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ میں اللہ کے متعلق صرف سچی بات کہنے پر حریص ہوں۔

﴿سُقِطَ﴾ (الاعراف: ١٤٩) كُلُّ مَنْ نَدِمَ فَقَدْ سُقِطَ فِيْ يَدِهٖ. ''سقط'' ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو نادم ہو، عرب کہتے ہیں: فلاں شخص اپنے ہاتھ میں گر گیا (یعنی نادم ہوا)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَمَّا سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا. (الاعراف: ١٤٩) اور جب وہ سخت نادم ہوئے اور سمجھے کہ ہم گمراہ ہو گئے۔

امام بخاری نے ''سقط'' کی تفسیر ندامت سے کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٤٠٩ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٧ - بَابٌ حَدِيْثُ الْخَضِرِ مَعَ مُوْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی حدیث

اس باب میں حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

٣٤٠٠ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ تَمَارٰى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسٍ الْفَزَارِيُّ فِيْ صَاحِبِ مُوْسٰى قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ خَضِرٌ فَمَرَّ بِهِمَا اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ اِنِّيْ تَمَارَيْتُ اَنَا وَصَاحِبِيْ هٰذَا فِيْ صَاحِبِ مُوْسٰى الَّذِيْ سَاَلَ السَّبِيْلَ اِلٰى لُقِيِّهٖ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَاْنَهٗ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا مُوْسٰى فِيْ مَلَاءٍ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ جَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمُ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْكَ قَالَ لَا فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى مُوْسٰى بَلٰى عَبْدُنَا خَضِرٌ فَسَاَلَ مُوْسَى السَّبِيْلَ اِلَيْهِ فَجُعِلَ لَهُ الْحُوْتُ اٰيَةً وَّقِيْلَ لَهٗ اِذَا فَقَدْتَّ الْحُوْتَ فَارْجِعْ فَاِنَّكَ سَتَلْقَاهُ فَكَانَ يَتْبَعُ الْحُوْتَ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ لِمُوْسٰى فَتَاهُ ﴿اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ﴾ (الکہف:٦٣) فَقَالَ مُوْسٰى ﴿ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ (الکہف:٦٤). فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَاْنِهِمَا الَّذِيْ قَصَّ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب کہ حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ نے ان کو خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کا اور حر بن قیس الفزاری کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صاحب کے متعلق مباحثہ ہوا' حضرت ابن عباس نے کہا: وہ حضرت خضر تھے' پس ان دونوں کے پاس سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ گزرے' حضرت ابن عباس نے ان کو بلایا' پس کہا: بے شک میرا اور میرے اس صاحب کا حضرت موسیٰ کے اس صاحب کے متعلق مباحثہ ہوا ہے جس سے ملاقات کرنے کا حضرت موسیٰ نے سوال کیا تھا' کیا آپ نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق کچھ ذکر فرمایا ہے؟ حضرت ابی بن کعب نے کہا: ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے ان سے ایک شخص نے آ کر پوچھا: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ سے بڑا کوئی عالم ہے؟ حضرت موسیٰ نے کہا: نہیں! تب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی کی: کیوں نہیں! ہمارا بندہ خضر ہے' تب حضرت موسیٰ نے اس کی طرف (جانے کا) راستہ پوچھا' پس مچھلی کو اس کی نشانی بنا دیا گیا اور ان سے کہا گیا: جب تم مچھلی کو گم پاؤ تو واپس آنا' پس بے شک تم عنقریب ان سے ملاقات کر لو گے' تو حضرت موسیٰ سمندر میں مچھلی کے نشان پر چلتے رہے' پھر حضرت موسیٰ سے ان کے شاگرد نے کہا: یہ بتائیں! جب ہم نے چٹان پر آرام کیا تھا' تو میں آپ سے مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا اور مجھے صرف شیطان نے اس کا ذکر کرنا بھلایا تھا (الکہف: ٦٣)' تو حضرت موسیٰ نے کہا: اسی چیز کو تو ہم ڈھونڈ رہے تھے' پھر وہ دونوں اپنے

پیروں کے نشانوں پر چل پڑے (الکہف: ٦٤) پس ان دونوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پالیا' پھر ان کا وہ مکالمہ ہوا جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٠١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ ابْنُ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ نَوْفًا الْبُكَالِيَّ يَزْعُمُ اَنَّ مُوْسٰى صَاحِبَ الْخَضِرِ لَيْسَ هُوَ مُوْسٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اِنَّمَا هُوَ مُوْسٰى اٰخَرُ فَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ مُوْسٰى قَامَ خَطِيْبًا فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ فَسُئِلَ اَيُّ النَّاسِ اَعْلَمُ فَقَالَ اَنَا فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ اِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ بَلٰى لِيْ عَبْدٌ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ اَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ اَيْ رَبِّ وَمَنْ لِّيْ بِهٖ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ اَيْ رَبِّ وَكَيْفَ لِيْ بِهٖ قَالَ تَاْخُذُ حُوْتًا فَتَجْعَلُهُ فِيْ مِكْتَلٍ حَيْثُمَا فَقَدْتَّ الْحُوْتَ فَهُوَ ثَمَّ وَرُبَّمَا قَالَ فَهُوَ ثَمَّهْ وَاَخَذَ حُوْتًا فَجَعَلَهُ فِيْ مِكْتَلٍ ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَفَتَاهُ يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ حَتّٰى اَتَيَا الصَّخْرَةَ وَضَعَا رُءُوْسَهُمَا فَرَقَدَ مُوْسٰى وَاضْطَرَبَ الْحُوْتُ فَخَرَجَ فَسَقَطَ فِي الْبَحْرِ ﴿فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا﴾ (الکہف: ٦١) فَاَمْسَكَ اللّٰهُ عَنِ الْحُوْتِ جِرْيَةَ الْمَاءِ فَصَارَ مِثْلَ الطَّاقِ فَقَالَ هٰكَذَا مِثْلُ الطَّاقِ فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَيَوْمِهِمَا حَتّٰى اِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ ﴿قَالَ لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾ (الکہف: ٦٢) وَلَمْ يَجِدْ مُوْسَى النَّصَبَ حَتّٰى جَاوَزَ حَيْثُ اَمَرَهُ اللّٰهُ قَالَ لَهُ فَتَاهُ ﴿اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطَانُ اَنْ اَذْكُرَهُ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا﴾ (الکہف: ٦٣) فَكَانَ لِلْحُوْتِ سَرَبًا وَّلَهُمَا عَجَبًا قَالَ لَهُ مُوْسٰى ﴿ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ نوف البکالی کا یہ زعم ہے کہ جو موسیٰ صاحب الخضر تھے وہ بنو اسرائیل کے موسیٰ نہیں تھے' وہ کوئی اور موسیٰ تھے' تو حضرت ابن عباس نے کہا: وہ اللہ کا دشمن جھوٹ بولتا ہے' ہمیں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو ان سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰ نے فرمایا: میں ہوں! تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف علم کو نہیں لوٹایا' پس ان سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیوں نہیں! مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے وہ آپ سے بڑا عالم ہے' حضرت موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! مجھے کون اس سے ملائے گا؟ اور کبھی سفیان نے یوں کہا: اے میرے رب! میں کیسے اس تک پہنچوں گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ایک مچھلی لے کر اس کو ٹوکری میں رکھو' پس جہاں تم اس مچھلی کو گم پاؤ گے' وہیں وہ ہوں گے اور بعض اوقات کہا: پس وہ اس جگہ ہوں گے' اور انہوں نے ایک مچھلی لی اور اس کو ٹوکری میں رکھا' پھر حضرت موسیٰ اور ان کے شاگرد یوشع بن نون روانہ ہوئے' حتیٰ کہ وہ دونوں ایک چٹان پر آئے اور ان دونوں نے اس پر سر رکھا' پس حضرت موسیٰ سو گئے' اور مچھلی ٹوکری میں مضطرب ہوئی' پس وہ نکلی اور سمندر میں کود گئی' پس اس نے سمندر میں سرنگ کی طرح راستہ بنا لیا' پس اللہ تعالیٰ نے مچھلی سے پانی کے بہاؤ کو روک دیا' پس وہ پانی محراب کی مثل ہو گیا' حضرت اُبی بن کعب نے اپنے ہاتھوں سے

قَصَصًا﴾ (الکہف:٦٤) رَجَعَا يَقُصَّانِ اٰثَارَهُمَا حَتّٰى انْتَهَيَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِذَا رَجُلٌ مُّسَجًّى بِثَوْبٍ فَسَلَّمَ مُوْسٰى فَرَدَّ عَلَيْهِ فَقَالَ وَاَنّٰى بِاَرْضِكَ السَّلَامُ قَالَ اَنَا مُوْسٰى قَالَ مُوْسٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ قَالَ نَعَمْ اَتَيْتُكَ لِتُعَلِّمَنِيْ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ يَا مُوْسٰى اِنِّيْ عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْهِ اللّٰهُ لَا تَعْلَمُهٗ وَاَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ لَا اَعْلَمُهٗ قَالَ هَلْ اَتَّبِعُكَ ﴿قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًاO وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَالَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًاO﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿اِمْرًا﴾ (الکہف:٦٨_٧١) فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِيْنَةٌ كَلَّمُوْهُمْ اَنْ يَّحْمِلُوْهُمْ فَعَرَفُوا الْخَضِرَ فَحَمَلُوْهُ بِغَيْرِ نَوْلٍ فَلَمَّا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ جَاءَ عُصْفُوْرٌ فَوَقَعَ عَلٰى حَرْفِ السَّفِيْنَةِ فَنَقَرَ فِي الْبَحْرِ نَقْرَةً اَوْ نَقْرَتَيْنِ قَالَ لَهُ الْخَضِرُ يَامُوْسٰى مَانَقَصَ عِلْمِيْ وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ اِلَّامِثْلَ مَا نَقَصَ هٰذَا الْعُصْفُوْرُ بِمِنْقَارِهٖ مِنَ الْبَحْرِ اِذْ اَخَذَ الْفَاْسَ فَنَزَعَ لَوْحًا قَالَ فَلَمْ يَفْجَاْ مُوْسٰى اِلَّا وَقَدْ قَلَعَ لَوْحًا بِالْقَدُوْمِ فَقَالَ لَهٗ مُوْسٰى مَا صَنَعْتَ قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَّ اِلٰى سَفِيْنَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا ﴿لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًاO قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًاO قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًاO﴾ (الکہف:٧١_٧٣) فَكَانَتِ الْاُوْلٰى مِنْ مُّوْسٰى نِسْيَانًا فَلَمَّا خَرَجَا مِنَ الْبَحْرِ مَرُّوْا بِغُلَامٍ يَّلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَاَخَذَ الْخَضِرُ بِرَاْسِهٖ فَقَلَعَهٗ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَاَوْمَاَ سُفْيَانُ بِاَطْرَافِ اَصَابِعِهٖ كَاَنَّهٗ يَقْطِفُ شَيْئًا فَقَالَ لَهٗ مُوْسٰى ﴿اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًاO قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًاO قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًاO فَانْطَلَقَا حَتّٰى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا

محراب کی مثل بنائی' پس وہ دونوں رات اور دن کے بقیہ حصے میں چلتے رہے' حتیٰ کہ جب دوسرا دن آیا تو حضرت موسیٰ نے اپنے شاگرد سے کہا: ہمارا ناشتہ لاؤ! ہم اس سفر سے تھک گئے ہیں' اور حضرت موسیٰ کو اسی وقت تھکاوٹ ہوئی تھی جب وہ اس جگہ سے آگے نکلے تھے جس جگہ کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا' ان کے شاگرد نے ان سے کہا: یہ بتایئے! جب ہم چٹان کی طرف گئے تھے تو میں آپ سے مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا اور مجھے اس کا ذکر کرنا صرف شیطان نے بھلایا تھا اور مچھلی نے عجیب طرح سے سمندر میں اپنا راستہ بنالیا تھا اور مچھلی کے لیے سمندر میں سرنگ بن گئی تھی اور یہ ان دونوں کے لیے تعجب کی بات تھی' حضرت موسیٰ نے ان سے کہا: یہی وہ جگہ تھی جس کی ہم کو تلاش تھی' پس وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات پر واپس لوٹے' حتیٰ کہ وہ اس چٹان پر پہنچ گئے تو وہاں ایک شخص چادر میں لپٹے ہوئے تھے' حضرت موسیٰ نے ان کو سلام کیا' انہوں نے ان کے سلام کا جواب دیا تو انہوں نے کہا: آپ کی سرزمین میں سلامتی کہاں ہے! حضرت موسیٰ نے بتایا کہ میں موسیٰ ہوں' انہوں نے پوچھا: بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ حضرت موسیٰ نے کہا: جی ہاں! میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ مجھے ان علوم میں سے بعض کی تعلیم دیں جو آپ کو علوم ہدایت عطاء کیے گئے ہیں' حضرت خضر نے کہا: اے موسیٰ! مجھے اللہ تعالیٰ کے (دیئے ہوئے) علم سے ان چیزوں کا علم ہے جن کا آپ کو علم نہیں ہے' اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم سے ان چیزوں کا علم ہے جو آپ کو اللہ نے تعلیم دی ہیں جن کا مجھے علم نہیں ہے' حضرت موسیٰ نے کہا: کیا میں آپ کی پیروی کروں؟ حضرت خضر نے کہا: آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے اور آپ کیسے اس بات پر صبر کریں گے جس کی آپ کو خبر نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کے ارشاد "امرًا" تک (پڑھیں' بہرحال) وہ دونوں سمندر کے کنارے کنارے چلنے لگے' پھر ان دونوں کے پاس سے ایک کشتی گزری' انہوں نے کشتی والوں سے بات کی کہ وہ ان کو سوار کرلیں' انہوں نے حضرت خضر کو پہچان لیا' اور ان کو بغیر اجرت کے سوار کرلیا' ایک چڑیا آئی اور وہ کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی' پھر اس

اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ﴾ مَائِلًا اَوْمَاَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَاَشَارَ سُفْيَانُ كَاَنَّهٗ يَمْسَحُ شَيْئًا اِلٰى فَوْقُ فَلَمْ اَسْمَعْ سُفْيَانَ يَذْكُرُ مَائِلًا اِلَّا مَرَّةً قَالَ قَوْمٌ اَتَيْنَاهُمْ فَلَمْ يُطْعِمُوْنَا وَلَمْ يُضَيِّفُوْنَا عَمَدْتَ اِلٰى حَائِطِهِمْ ﴿لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًاO قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًاO﴾ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِدْنَا اَنَّ مُوْسٰى كَانَ صَبَرَ فَقَصَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا مِنْ خَبَرِهِمَا قَالَ سُفْيَانُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى لَوْكَانَ صَبَرَ يُقَصُّ عَلَيْنَا مِنْ اَمْرِهِمَا وَقَرَاَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا وَاَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا وَّكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ ثُمَّ قَالَ لِيْ سُفْيَانُ سَمِعْتُهٗ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ وَحَفِظْتُهٗ مِنْهُ قِيْلَ لِسُفْيَانَ حَفِظْتَهٗ قَبْلَ اَنْ تَسْمَعَهٗ مِنْ عَمْرٍو اَوْ تَحَفَّظْتَهٗ مِنْ اِنْسَانٍ فَقَالَ مِمَّنْ اَتَحَفَّظُهٗ وَرَوَاهُ اَحَدٌ عَنْ عَمْرٍو غَيْرِيْ سَمِعْتُهٗ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ اَوْثَلَاثًا وَحَفِظْتُهٗ مِنْهُ.

نے سمندر میں ایک یا دو چونچیں ماریں' حضرت خضر نے حضرت موسیٰ سے کہا: میرے علم نے اور آپ کے علم نے اللہ تعالیٰ کے علم سے صرف اتنا کم کیا ہے جتنا (بہ ظاہر) اس چڑیا نے اپنی چونچ سے سمندر کا پانی لیا ہے' پھر حضرت خضر نے ایک کلہاڑا پکڑا اور کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا' حضرت موسیٰ کو اس وقت پتا چلا جب تختہ اکھڑ کر ان کے قدموں کے پاس گرا' حضرت موسیٰ نے ان سے کہا: یہ آپ نے کیا کیا؟ ان لوگوں نے ہمیں بغیر اجرت کے اپنی کشتی میں سوار کیا اور آپ نے ان کی کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا تاکہ آپ کشتی میں بیٹھنے والوں کو ڈبو دیں' آپ نے (بہت) بُرا کام کیا ہے' حضرت خضر نے کہا: کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے' حضرت موسیٰ نے کہا: آپ میری بھول پر میرا مواخذہ نہ کریں اور میرے کام میں مجھ پر دشواری نہ ڈالیں' سو پہلی بار حضرت موسیٰ سے بھول ہوئی' پھر جب وہ دونوں سمندر سے باہر آئے' تو وہ ایک لڑکے کے پاس سے گزرے جو دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا' حضرت خضر نے اپنا ہاتھ مار کر اس کا سر تن سے اس طرح الگ کر دیا۔ سفیان نے اپنی انگلیوں کے سروں سے اس طرح اشارہ کیا جیسے وہ کوئی چیز توڑ رہے ہوں تو حضرت موسیٰ نے ان سے کہا: کیا آپ نے پاکیزہ جان کو بغیر کسی جان کے عوض کے قتل کر دیا' یہ تو آپ نے (بہت) بُرا کام کیا' حضرت خضر نے کہا: کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ بے شک آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے! حضرت موسیٰ نے کہا: اگر میں اس کے بعد آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال کروں تو بے شک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں' بے شک آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ چکے ہیں' پھر وہ دونوں (آگے) چلے' یہاں تک کہ جب وہ ایک بستی والوں کے پاس پہنچے تو (مہمانی کے حق میں) ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے ان کی مہمان نوازی سے صاف انکار کر دیا' پھر انہوں نے اس بستی کی ایک دیوار ایسی پائی جو گرا ہی چاہتی تھی' حضرت خضر نے اپنے ہاتھ سے اس طرح درست کر دیا۔ سفیان نے اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا جیسے وہ کسی چیز پر اوپر تک ہاتھ پھیر رہے

ہوں' راوی نے کہا: میں نے سفیان سے دیوار کے گرا چاہنے کا ذکر صرف ایک بار سنا تھا' حضرت موسیٰ نے کہا: ہم ان لوگوں کے پاس آئے اور انہوں نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی' اور نہ ہم کو کھانا کھلایا' اور آپ نے ان کی دیوار کو بنانے کا قصد کیا' اگر آپ چاہیں تو اپنے اس کام کی اُجرت ہی لے لیں' حضرت خضر نے کہا: یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی (کا وقت) ہے' عنقریب میں آپ کو ان باتوں کی توجیہ بتاتا ہوں جن پر آپ صبر نہیں کر سکتے تھے' نبی ﷺ نے فرمایا: ہماری یہ خواہش تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کی خبر کا مزید قصہ بیان فرماتا' سفیان نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے! اگر وہ صبر کرتے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے واقعہ کا مزید قصہ بیان فرماتا' حضرت ابن عباس نے بتایا کہ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر صحیح اور سالم کشتی کو غصب کر لیتا تھا' اور رہا وہ لڑکا تو وہ کافر تھا اور اس کے والدین مؤمن تھے۔ راوی نے کہا: مجھ سے سفیان نے کہا: میں نے اس واقعہ کو حضرت ابن عباس سے دو مرتبہ سنا اور یاد رکھا' سفیان سے پوچھا گیا: کیا آپ نے اس کو اس طرح یاد رکھا ہے جس طرح آپ نے اس کو عمرو بن دینار سے سنا تھا یا آپ نے اس کو کسی اور انسان سے (سن کر) یاد رکھا ہے؟ تو انہوں نے کہا: کیا میں (عمرو بن دینار کے سوا) کسی اور سے سن کر یاد کرتا! کیا اس حدیث کو میرے سوا کسی اور نے بھی عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے! میں نے اس حدیث کو عمرو بن دینار سے دو یا تین مرتبہ سن کر یاد کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٠٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَصْبَهَانِيُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا سُمِّيَ الْخَضِرَ اَنَّهُ جَلَسَ عَلٰى فَرْوَةٍ بَيْضَاءَ فَاِذَا هِيَ تَهْتَزُّ مِنْ خَلْفِهِ خَضْرَاءَ. قَالَ الْحَمَوِيُّ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ بْنِ مَطَرٍ الْفَرَبْرِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ عَنْ سُفْيَانَ بِطُوْلِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سعید الاصبھانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے خبر دی از معمر از ہمام بن منبہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: حضرت خضر کا نام خضر اس لیے رکھا گیا کہ وہ سوکھی ہوئی زمین پر بیٹھے تو ان کے اٹھنے کے بعد وہ زمین سرسبز ہو کر لہلہانے لگی۔ الحموی نے بیان کیا کہ محمد بن یوسف بن مطر الفربری نے کہا: ہمیں علی بن خشرم نے طول کے ساتھ حدیث بیان کی از سفیان۔

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

حضرت خضر علیہ السلام کا نام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

مجاہد نے کہا: ان کا نام الیسع بن ملکان بن فالغ بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے' مقاتل نے کہا: ان کا نام بلیاء بن ملکان بن یقطن بن فالغ الخ ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام خضرون بن عمائیل بن لیفر بن العیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ہے' یہ کعب کا قول ہے' اور ابن اسحاق نے کہا: ان کا نام ارمیا بن حلقیا ہے اور یہ ہارون بن عمران کی اولاد سے ہیں' اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام کا نبی ہونا

جمہور کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اور یہی صحیح ہے' کیونکہ اس قصہ میں ان کے نبی ہونے کی دلیل ہے' حضرت ابن عباس کا بھی یہی قول ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ ولی تھے اور یہ حضرت علی سے مروی ہے کہ یہ ایک صالح مرد تھے' ایک قول یہ ہے کہ وہ فرشتہ تھے اور یہ بہت غریب قول ہے۔

مصنف کے نزدیک ان کے ولی ہونے کا قول تحقیق کے خلاف ہے کیونکہ اگر وہ ولی ہوتے تو ان پر الہام ہوتا اور الہام ایک ظنی چیز ہے اور انہوں نے بغیر کسی شرعی دلیل کے ایک لڑکے کو قتل کر دیا تھا اور ظنی دلیل سے کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے' نیز اگر وہ ولی ہوتے تو ولی سے نبی افضل ہوتا ہے اور افضل کا مفضول کے پاس حصولِ علم کے لیے جانا صحیح نہیں ہے اور رہا یہ قول کہ وہ فرشتہ تھے' (اور سید مودودی نے بھی اسی طرح کہا ہے) تو یہ بالکل مردود ہے' کیونکہ قرآنِ مجید میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر دونوں نے بستی والوں سے کھانا طلب کیا' جب کہ فرشتے کھانا نہیں کھاتے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی حیات

جمہور مشائخ طریقت اور اصحابِ مجاہدات اور مکاشفات کے نزدیک حضرت خضر زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے اور جنگلات میں ان کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز' ابراہیم بن ادھم' بشر حافی' معروف کرخی' سری السقطی' جنید بغدادی' ابراہیم الخواص وغیرہم رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے' اور اس حدیث میں ایسے دلائل ہیں جو ان کی حیات پر دلالت کرتے ہیں' جن کا ہم نے اپنی تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے۔

امام بخاری' ابراہیم الحربی' ابن الجوزی اور ابوالحسین منادی نے یہ تصریح کی ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں اور ان کا استدلال ان آیتوں سے ہے:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ○ (الانبیاء:٣٤)

اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے دائمی حیات مقدر نہیں کی' پس اگر آپ وفات پا جائیں تو کیا یہ لوگ یہاں ہمیشہ رہیں گے؟○

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ. (الانبیاء:٣٥)

ہر جان نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔

اور ان کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آخری حیات میں عشاء کی نماز پڑھائی' پھر فرمایا: مجھے بتاؤ!

یہ کون سی رات ہے' کیونکہ اس رات کے ایک سو سال بعد ان لوگوں میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا جو روئے زمین پر اب زندہ ہیں۔

(صحیح البخاری:١١٦' صحیح مسلم:٢٥٣٦' سنن ابوداؤد:٤٣٤٨' سنن ترمذی:٢٢٥٨)

جمہور نے الانبیاء:٣٥-٣٤ کا یہ جواب دیا ہے کہ ہم نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان کو دائمی حیات حاصل ہے اور یہ کہ وہ دنیا کے اختتام تک زندہ رہیں گے' بہرحال جب قیامت کا صور پھونکا جائے گا تو ان کی بھی وفات ہو جائے گی' اور صحیح بخاری کی اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا ظاہر متروک ہے کیونکہ ایک جماعت ایک سو سال سے زیادہ زندہ رہی ہے' ان میں سے حضرت سلمان فارسی ہیں جو تین سو سال تک زندہ رہے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشاہدہ کیا' اور حضرت حکیم بن حزام ایک سو بیس سال زندہ رہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بات تحقیق طلب ہے کہ کیا یہ حضرات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی ایک سو سال سے زیادہ زندہ رہے؟ بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا' اس وقت حضرت خضر علیہ السلام روئے زمین پر نہیں تھے' سمندر پر تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے اس ارشاد سے حضرت خضر مستثنیٰ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣١٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت خضر علیہ السلام کا مفصل قصہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے اپنی کتاب ''المبتداء'' میں اپنے اصحاب سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اپنی موت کے وقت طوفان کی خبر دی اور ان کو بلایا کہ ان کے جسم کی حفاظت کر کے ان کو دفن کر دیں' پھر اسی طرح جب طوفان آیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ وہ ان کے جسم کی حفاظت کر کے اس کو دفن کر دیں' حتیٰ کہ حضرت خضر نے ان کو دفن کیا۔

خیثمہ بن سلیمان نے حضرت جعفر صادق کی سند سے یہ روایت کی ہے کہ ایک فرشتہ ذوالقرنین کا دوست تھا' انہوں نے اس سے پوچھا کہ کوئی ایسی چیز بتائیں جس سے ان کی عمر لمبی ہو جائے تو اس نے ان کو آبِ حیات کے چشمہ کی طرف رہنمائی کی اور وہ اندھیرے میں تھا' وہ اس کی طرف روانہ ہوا اور حضرت خضر ان سے آگے تھے' پس حضرت خضر اس چشمہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور ذوالقرنین کامیاب نہیں ہوئے۔

مکحول نے کعب احبار سے یہ روایت کی ہے کہ چار انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور وہ زمین والوں کے لیے امان ہیں' اُن میں دو نبی زمین پر ہیں: حضرت خضر اور حضرت الیاس' اور دو نبی آسمان میں ہیں: حضرت ادریس اور حضرت عیسیٰ (علیہم السلام اجمعین)۔

ابن عطیہ البغوی نے اکثر اہل علم سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت خضر نبی ہیں' پھر ان کے رسول ہونے میں اختلاف ہے' القشیری نے کہا ہے کہ وہ ولی ہیں۔

النقاش نے بہ کثرت خبریں روایت کی ہیں جو حضرت خضر کی بقاء پر دلالت کرتی ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی حجت نہیں ہے' ابن عطیہ نے کہا: اگر وہ باقی ہوتے تو ابتداء اسلام میں ان کا ظہور ہوتا اور اس میں سے کوئی چیز بھی ثابت نہیں ہے' الثعلبی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ تمام اقوال کے مطابق وہ عمر رسیدہ ہیں لیکن لوگوں کی نگاہوں سے چھپے ہوئے ہیں' انہوں نے کہا کہ ایک قول یہ ہے کہ وہ صرف آخر زمانہ میں فوت ہوں گے' جب قرآن مجید اٹھا لیا جائے گا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جمہور کے نزدیک وہ نبی ہیں اور قرآن مجید کی آیت اس پر دلیل ہے کیونکہ نبی علیہ السلام اپنے سے کم علم والے سے علم حاصل نہیں کرتے اور اس لیے کہ باطن کے حکم پر صرف انبیاء علیہم السلام ہی مطلع ہوتے ہیں۔

علامہ ابن الصلاح نے کہا کہ جمہور علماء کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور عام لوگوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ بعض محدثین نے ان کی حیات کا انکار کیا ہے اور وہ شاذ ہے علامہ نووی نے بھی اسی کی اتباع کی ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ صوفیاء اور صالحین کا ان کی حیات پر اتفاق ہے اور ان کو دیکھنے اور ان سے ملاقات کے متعلق اتنی حکایات ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔

حیاتِ خضر کی نفی پر دلائل

اور جس چیز پر یقین ہے وہ یہ ہے کہ وہ اب موجود نہیں ہیں کیونکہ امام بخاری ابراہیم الحربی ابوجعفر المنادی ابویعلیٰ بن الفراء ابوطاہر العبادی ابوبکر بن العربی اور ایک جماعت کا یہی نظریہ ہے اور ان کی دلیل وہ حدیث مشہور ہے جس کی حضرت جابر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات کے آخر میں فرمایا: جو لوگ اب روئے زمین پر زندہ ہیں ایک سو سال کے بعد ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا اور جو لوگ حضرت خضر کی حیات کے قائل ہیں وہ اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ حضرت خضر اس وقت زمین پر نہیں تھے سمندر پر تھے یا وہ اس حدیث کے عموم سے مخصوص ہیں جس طرح ابلیس بھی بالاتفاق اس حدیث کے عموم سے مستثنیٰ ہے۔

مانعین حیاتِ خضر کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ. (الانبیاء: ٣٤) اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے دائمی حیات نہیں کی۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ہے:

اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر اس سے یہ پکا عہد لیا کہ اگر (سیدنا) محمد مبعوث ہو گئے اور وہ زندہ ہوا تو وہ ضرور اس پر ایمان لائے گا اور ضرور اس کی مدد کرے گا۔ امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہے حافظ ابن کثیر متوفی ٧٧٤ھ نے بھی اس حدیث کو امام بخاری کے حوالے سے درج کیا ہے۔ (البدایۃ والنہایہ ج ٤ ص ٦٧٣) مگر صحیح بخاری میں یہ حدیث نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ ان کی کسی اور کتاب میں یہ حدیث ہو۔

اور کسی صحیح حدیث میں یہ وارد نہیں ہے کہ حضرت خضر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور نہ کسی حدیث میں یہ وارد ہے کہ انہوں نے آپ کے ساتھ قتال کیا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن یہ دعا کی تھی: اے اللہ! اگر یہ جماعت آج ہلاک ہو گئی تو زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ (صحیح مسلم: ١٧٦٣ سنن ابوداؤد: ٢٦٩٠ سنن ترمذی: ٣٠٨١)

پس اگر حضرت خضر موجود ہوتے تو یہ نفی صحیح نہ ہوتی کیونکہ حضرت خضر زمین پر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے ہماری خواہش ہے کہ حضرت موسیٰ صبر کرتے حتیٰ کہ ہم پر ان کا مزید قصہ بیان کیا جاتا پس اگر حضرت خضر موجود ہوتے تو یہ تمنا مستحسن نہ ہوتی۔

جن حکایات سے حیاتِ خضر ثابت ہے ان پر تبصرہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت خضر کے اجتماع کی ایک ضعیف السند حدیث ہے جس کو امام ابن عدی نے اپنی سند کے ساتھ

روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے مسجد میں ایک کلام سنا' آپ نے فرمایا: اے انس! جاؤ دیکھو! یہ کون بات کر رہا ہے اور اس سے کہو کہ وہ میری مغفرت کے لیے دعا کرے' حضرت انس ان کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام نبیوں پر ایسی فضیلت عطاء کی ہے' جیسے رمضان کی تمام مہینوں پر فضیلت ہے۔ راوی نے کہا: پس صحابہ ان کو دیکھنے کے لیے گئے تو وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے' اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

امام ابن عساکر نے اس حدیث کی اس سے زیادہ ضعیف سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

امام دارقطنی نے ''الافراء'' میں حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت خضر اور حضرت الیاس ہر سال حج کے موسم میں پر جمع ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کا سر مونڈتا ہے اور وہ دونوں یہ کلمات پڑھ کر جدا ہوتے ہیں: ''بسم اللّٰه ما شاء اللّٰه''۔ (الحدیث)

اس حدیث کی سند میں محمد بن احمد بن زید ہے اور یہ ضعیف راوی ہے۔

امام ابن عساکر نے اس حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ دونوں زمزم سے اتنا پانی پیتے ہیں جو انہیں آئندہ سال تک کے لیے کافی ہوتا ہے' یہ حدیث معضل ہے۔

امام احمد نے کتاب الزہد میں یہ حدیث اس اضافہ کے ساتھ روایت کی ہے کہ وہ دونوں بیت المقدس میں رمضان کے روزے رکھتے ہیں' اس حدیث کی سند حسن ہے۔

امام طبری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ وہ طواف کرنے والوں میں داخل ہوئے تو انہوں نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: اے وہ جس کو ایک کی بات سننے سے دوسرے کی بات سننے میں کوئی ممانعت نہیں ہے' پس وہ حضرت خضر تھے۔

امام ابن عساکر نے اس حدیث کی دو سندوں کے ساتھ روایت کی ہے اور دونوں سندیں ضعیف ہیں۔

صحابہ کی حضرت خضر کے ساتھ ملاقات کی بہت خبریں ہیں اور ان میں سے اکثر کی اسانید ضعیف ہیں:

امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ جب نبی ﷺ وصال فرما گئے تو ایک شخص ان کو پھلانگتا ہوا آیا اور اس نے تعزیت کی' حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ حضرت خضر ہیں' اس حدیث کی سند میں عباد بن عبد الصمد ہے اور وہ ضعیف راوی ہے' ایک اور سند میں مجہول راوی ہے۔

ابن المنکدر کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی تو انہوں نے کسی کہنے والے سے یہ سنا کہ ہم پر سبقت نہ کرنا اور اس میں میت کے لیے دعا کا ثبوت ہے' حضرت عمر نے کہا: اس شخص کو بلاؤ تو وہ غائب ہو گیا اور اس کے قدم کا نشان ایک ہاتھ کا تھا' حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! یہ حضرت خضر تھے' اس حدیث کی سند میں مجہول راوی ہیں اور یہ سند منقطع ہے۔

امام احمد نے کتاب الزہد میں عون بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن الزبیر کے فتنہ کے زمانہ میں ایک شخص مصر میں مغموم بیٹھا تھا کہ ان سے ایک شخص نے ملاقات کی' انہوں نے اس سے اس فتنہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کو تفصیل سے بتایا تو انہوں نے دعا کی: اے اللہ! مجھے سلامت رکھ اور میری طرف سے سلامتی رکھ' مسعر نے کہا: ان کا خیال یہ تھا کہ وہ حضرت خضر تھے۔

یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ ابن عبیدہ نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ عمر بن عبد العزیز کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر چل رہا تھا' جب وہ شخص چلا گیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ یہ شخص کون تھا؟ انہوں نے پوچھا: کیا تم نے اس کو دیکھا؟ میں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے بتایا: وہ ایک مرد صالح تھا' اس نے مجھے یہ بشارت دی کہ میں عنقریب والی بنایا

جاؤں گا اور عدل کروں گا۔ اس اثر کی سند کے رجال میں کوئی سقم نہیں ہے۔

اس اثر کے علاوہ مجھے اب تک کوئی خبر یا اثر ایسی سند کے ساتھ نہیں مل سکا جو اس حدیث کے معارض ہو' جس میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ جو لوگ اب زندہ ہیں' سو سال بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا اور یہ واقعہ سو سال پورے ہونے سے پہلے کا ہے۔

امام ابن عساکر نے ابراہیم التیمی سے روایت کی ہے کہ میں صحنِ کعبہ میں بیٹھا ہوا اللہ کا ذکر کر رہا تھا تو ایک شخص آیا اور اس نے مجھے سلام کیا' وہ بہت حسین اور بہت خوشبودار تھا' میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں تمہارا بھائی خضر ہوں' پھر انہوں نے مجھے ایسے کاموں کی تعلیم کی جن کو میں کرلوں تو مجھے خواب میں نبی ﷺ کی زیارت ہوگی۔ اس اثر کی سند میں مجہول اور ضعیف راوی ہیں۔

امام ابن عساکر نے ابوزرعہ رازی کی سوانح میں سندِ صحیح کے ساتھ یہ روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے ان کو امراء کے دروازے پر جانے سے منع کیا' پھر جب وہ بہت بوڑھے ہوگئے تب بھی انہوں نے اس شخص کو پہلی حالت میں دیکھا اور اس نے اب بھی ان کو امراء کے دروازے پر جانے سے منع کیا' میں اس شخص سے بات کرنے کے لیے مڑا لیکن وہ مجھے نظر نہیں آیا' تب میرے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ حضرت خضر ہیں۔

الفاکہی نے تاریخ مکہ میں یہ روایت کی ہے کہ جعفر بن محمد نے بیان کیا: انہوں نے ایک بہت بوڑھے شخص کو دیکھا جو ان کے والد سے بات کر رہا تھا' پھر وہ چلا گیا' ان کے والد نے کہا: اس کو بلاؤ! انہوں نے کہا: میں نے اس کو تلاش کیا مگر وہ مجھے نہیں ملا' تو میرے والد نے کہا: وہ حضرت خضر تھے۔ اس روایت کی سند میں مجہول راوی ہیں۔

امام بیہقی نے حجاج بن قرافصہ کی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس دو آدمی خرید و فروخت کر رہے تھے تو ایک شخص آیا اور اس نے ان کو خرید و فروخت میں اللہ کی قسم کھانے سے منع کیا اور نصیحت کی' حضرت ابن عمر نے ان دونوں میں سے ایک سے کہا: اس نصیحت کو لکھ لو' اور ان کا گمان یہ تھا کہ یہ نصیحت کرنے والے حضرت خضر تھے۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٥٧٦-٥٧٥ ملخصاً' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس شرح سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کی طرح وہ بھی حیاتِ خضر کے قائل نہیں ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور حیات کے متعلق علامہ کورانی حنفی کا نظریہ

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی الحنفی المتوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت پر اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے علم حاصل کرنے گئے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کسی شرعی حکم کا علم حاصل نہیں کیا تھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی مرسل اور اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں' ان کے پاس تورات تھی جس میں ہر اس چیز کا واضح بیان تھا جس کی دین میں ضرورت ہوتی ہے' ان کا حضرت خضر علیہ السلام کی اتباع کرنا اللہ کی طرف سے ان کی آزمائش تھی' کیونکہ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اس کو جانتے ہیں جو آپ سے بڑا عالم ہے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں! اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ مناسب یہ تھا کہ وہ کہتے کہ اللہ سب سے بڑا عالم ہے۔

علامہ نووی متوفی ٦٧٦ھ نے کہا ہے کہ اکثر علماء اس پر متفق ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام اب بھی زندہ ہیں اور اس پر صوفیاء کا اتفاق ہے اور اس سلسلہ میں ان کی حکایات شمار سے باہر ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دجال جس شخص کو قتل کر کے پھر زندہ کرے گا وہ حضرت

خضر ہوں گے اور حقیقت حال کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۱ ص ۱۷۲ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت '۱۴۲۹ھ)

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور حیات کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء کا نظریہ' یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور ہمارے درمیان موجود ہیں' اور صوفیاء اور صالحین اور عارفین کا اس پر اتفاق ہے' حضرت خضر کی زیارت' ان سے ملاقات' ان سے علم اور فیض کے حصول اور ان سے سوال اور ان کے جواب کے متعلق اس قدر حکایات ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔

شیخ ابوعمرو بن الصلاح نے کہا ہے کہ جمہور علماء اور صالحین کے نزدیک وہ زندہ ہیں اور عام مسلمین بھی ان سے متفق ہیں' البتہ بعض محدثین نے اس کا انکار کیا ہے اور ان کا قول شاذ ہے۔

ابوعمرو نے کہا: وہ نبی ہیں اور ان کے رسول ہونے میں اختلاف ہے' القشیری اور دیگر صوفیاء نے کہا: وہ ولی ہیں۔

الماوردی نے اپنی تفسیر میں ان کے متعلق تین قول نقل کیے ہیں: (۱) وہ نبی ہیں (۲) وہ ولی ہیں (۳) وہ فرشتوں میں سے ہیں' یہ آخری قول غیر معروف اور باطل ہے۔

المازری نے کہا ہے کہ ان کی نبوت اور ولایت میں اختلاف ہے' جو ان کی نبوت کے قائل ہیں' وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک لڑکے کو بغیر وجوب قصاص کے قتل کر دیا اور یہ حرام ہے اور انہوں نے کہا: میں نے یہ کام اپنی طرف سے یعنی اپنے اجتہاد سے نہیں کیا۔ (الکہف: ۸۲) اس سے معلوم ہوا کہ اس کام کے متعلق ان پر وحی کی گئی تھی' ان کو ولی ماننے والے اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ممکن ہے اس زمانہ میں کوئی اور نبی ہو اور اس پر یہ وحی کی گئی ہو کہ خضر سے کہو کہ اس لڑکے کو قتل کر دیں' سو ان کا یہ فعل ان کے ولی ہونے کے خلاف نہیں۔

مصنف کے نزدیک یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ محض احتمال ہے' اس پر کوئی دلیل نہیں اور جو احتمال بلا دلیل ہو' وہ مردود ہوتا ہے۔

الثعلبی المفسر نے کہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام تمام اقوال کے مطابق نبی ہیں اور اکثر لوگوں کی نگاہوں سے مجوب ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ آخر زمانہ میں فوت ہوں گے' جب قرآن مجید اُٹھالیا جائے گا۔

ثعلبی نے ان کے متعلق تین قول ذکر کیے ہیں' ایک یہ ہے کہ وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے زمانہ میں تھے یا اس کے کچھ عرصہ بعد تھے یا بہت بعد تھے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۰ ص ٦٢٤٦ - ٦٢٤٥ 'مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ '۱۴۱۷ھ)

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور ان کی حیات کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

علماء اس مسئلہ میں مضطرب ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی تھے؟ جو ان کی نبوت کے قائل ہیں' وہ الکہف: ۸۲ سے استدلال کرتے ہیں اور اس سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ ان سے حصول علم کے لیے گئے تھے اور یہ بہت بعید ہے کہ نبی' ولی سے علم حاصل کرنے کے لیے جائے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۹ ص ۳٦۵ 'دارالوفاء)

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الأبی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ لکھتے ہیں:

حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے متعلق ابن الصلاح نے کہا ہے کہ جمہور علماء اور صالحین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام

زندہ ہیں اور مواضع خیر میں ان کو دیکھنے' ان سے ملاقات کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کے متعلق اتنی حکایات ہیں جو شمار سے باہر ہیں اور بعض محدثین کا انکار کرنا شاذ ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آخر زمانہ میں ان کی وفات ہوگی' جب قرآن مجید اُٹھ جائے گا۔

علامہ ابی کہتے ہیں کہ ان کی حیات کا طویل ہونا ممکن ہے اور اس سلسلہ میں بہ کثرت حکایات ہیں۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۸ ص ۱۴۶۔ ۱۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابی کے شاگرد علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ نے اپنی شرح میں اس عبارت کو من وعن نقل کردیا ہے۔

(معلم اکمال الاکمال ج ۸ ص ۱۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور ان کی حیات کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

بہ کثرت علماء کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ وہ نیک بندے تھے' علماء کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ وہ اب تک زندہ ہیں یا نہیں؟ الماوردی نے اس میں دو قول نقل کیے ہیں: حسن بصری یہ کہتے تھے کہ وہ انتقال کر چکے ہیں' ہمارے اصحاب میں سے ابن المنادی اس شخص کی مذمت کرتے تھے جو ان کو زندہ کہتا تھا' ابوبکر صحیح البخاری: ۱۱۶ سے استدلال کر کے کہتے تھے: وہ انتقال کر چکے ہیں۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۱۶۸' المکتب الاسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

شیوخ غیر مقلدین کا حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور حیات کے متعلق نظریہ

شیخ محمد صدیق حسن بھوپالی القنوجی المتوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

علامہ المازری نے لکھا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت الکہف: ۸۲ سے ثابت ہے اور اس سے کہ وہ حضرت موسیٰ سے زیادہ عالم تھے' اگر وہ ولی ہوتے تو نبی کا ولی کے پاس حصولِ علم کے لیے جانا بہت بعید ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ہمارے درمیان موجود ہیں اور اس پر صوفیاء اور صالحین اور عارفین کا اتفاق ہے اور ان کو دیکھنے' ان سے ملاقات کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کے متعلق اس قدر حکایات ہیں' جو شمار سے باہر ہیں۔

امام بخاری نے ان کی حیات کا انکار کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حق' مختار اور راجح قول ان ہی کا ہے اور وہ جوان کے زندہ ہونے اور ان سے ملاقات اور استفادہ کرنے کے متعلق حکایات ہیں تو ہو سکتا ہے کہ دیکھنے اور ملاقات کرنے اور استفادہ کرنے والے شخص نے کسی اور نیک آدمی سے ملاقات کی ہو اور اس نے اپنا نام خضر بتایا ہو اور دیکھنے والے نے یہ گمان کیا ہو کہ یہ وہ خضر ہیں جن کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی' جو اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں۔

امام بخاری نے اپنے مؤقف پر صحیح البخاری: ۱۱۶ سے استدلال کیا ہے اور اس کے جو جوابات دیئے گئے ہیں وہ بہت رکیک اور ضعیف ہیں۔ (السراج الوہاج فی کشف مطالب مسلم بن الحجاج ج ۷ ص ۲۸۔ ۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ وہ پیغمبر تھے یا نہیں؟ اور اب وہ زندہ ہیں یا نہیں؟ جمہور علماء اور صالحین یہ کہتے ہیں کہ خضر اب تک زندہ ہیں اور وہ قیامت تک زندہ رہیں گے اور امام بخاری اور ابن مبارک' حربی اور ابن جوزی اور ایک طائفہ علماء نے کہا ہے کہ وہ مر گئے اور اگر وہ زندہ ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ضرور حاضر ہوتے۔ واللہ اعلم بالصواب!

(تیسیر الباری ج ا ص ۷ ۱۲ 'نعمانی کتب خانہ لاہور'جون ۱۹۹۰ء)

شیخ محمد داؤد راز میواتی لکھتے ہیں:

اکثر علماء وصوفیاء کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں مگر حضرت امام بخاری اور محققینِ اُمت اہل حدیث نے کہا ہے کہ وہ موجود نہیں ہیں۔

(ترجمہ وحاشیہ صحیح البخاری ج ۴ ص ۶۸۶ ' مکتبہ قدوسیہ'لاہور)

شیوخ دیوبند کا حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور حیات کے متعلق نظریہ

سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

حضرت خضر نبی ہیں یا نہیں؟

صاحب روح المعانی نے آیت ''اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا'' کے تحت لکھا کہ رحمت سے مراد بعض کے نزدیک حلال رزق اور تنعم کی زندگی ہے' بعض نے کہا کہ لوگوں سے یکسوئی اور ان سے بے غرضی و استغناء کہ یہ اُمور بھی خصوصیت سے اہلِ علم کے لیے نہایت گرانقدر نعمتیں ہیں' کسی نے کہا کہ طویل زندگی مع عمدہ صحت وسلامتی اعضاء۔علامہ قشیری وغیرہ نے کہا کہ وہ ولی تھے' نبی ورسول نہیں لیکن جمہور علماء اُمت کی رائے یہ ہے کہ رحمت سے مراد وحی ونبوت ہے اور اس پر رحمت کا اطلاق قرآن مجید میں دوسرے مواضع میں بھی ہوا ہے' ابن ابی حاتم نے حضرت عباس سے بھی اسی کو نقل کیا ہے۔

حضرت خضر کو نبی ماننے والوں میں سے اکثر کی رائے یہ ہے کہ وہ نبی تھے' رسول نہیں تھے' اور بعض نے کہا کہ وہ رسول بھی تھے' مذہب منصور جمہور ہی کا ہے اور اس کے دلائل وشواہد آیات وحدیث میں بہ کثرت موجود ہیں' جن کے مجموعہ سے ان کی نبوت کا ثبوت قریب بدرجہ یقین ہو جاتا ہے۔(روح المعانی ج ۱۵ ص ۳۲۰)

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ میرا گمان ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام پیغمبر ہی ہوں گے۔

حضرت خضر زندہ ہیں یا نہیں؟

حافظ ابن حجر نے لکھا: ابن صلاح نے کہا کہ جمہور علماء کی رائے میں حضرت خضر زندہ ہیں اور رائے عامہ بھی ان ہی کے ساتھ ہے' صرف بعض محدثین نے اس سے انکار کیا ہے' امام نووی نے بھی ابن صلاح کا اتباع کیا ہے' بلکہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ حیاتِ خضر کا مسئلہ صوفیاء واہلِ صلاح میں متفق علیہا ہے اور ان کے دیکھنے اور ملاقاتوں کے واقعات غیر محصور ہیں' جن حضرات نے ان کی موجودہ زندگی سے انکار کیا ہے' وہ امام بخاری' ابراہیم حربی' ابوجعفر بن المناوی' ابویعلی بن الفراء' ابوطاہر العبادی' ابوبکر بن العربی وغیرہ ہیں' ان کا استدلال حدیث مشہور سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آخری حیات میں فرمایا کہ اب سے ایک سو سال کے بعد کوئی بھی جو آج موجود ہے' زندہ باقی نہ رہے گا۔

راوی حدیث حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرن ایک سو سال میں ختم ہو جائے گا' قائلین حیات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد زمین پر رہنے والوں سے ہے اور حضرت خضر اس وقت بحر پر تھے' یا وہ اس سے مخصوص ومستثنیٰ ہیں' جیسے کہ ابلیس کہ وہ بالاتفاق مستثنیٰ ہے۔

دوسری دلیل آیت: ''وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ'' ہے' تیسری دلیل حدیث ابن عباس ہے کہ ہر نبی سے عہد لیا جاتا تھا کہ اگر اس کی زندگی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تو وہ ان پر ایمان لائے گا اور مدد کرے گا۔(رواہ البخاری) اور کسی خبر صحیح سے ثابت نہیں ہوا کہ حضرت خضر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے ہوں اور آپ کے ساتھ ہو کر دشمنانِ اسلام سے قتال کیا ہو' چوتھی دلیل یہ

ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بدر کے موقع پر حق تعالیٰ سے عرض کیا: اگر یہ جماعت فنا ہوگئی تو آپ کی عبادت روئے زمین پر نہ ہو سکے گی۔ اگر حضرت خضر موجود ہوتے تو یہ عام و مطلق نفی صحیح نہ ہوتی' پانچویں دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے تمنا فرمائی: کاش! حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے اور ہمیں مزید اسرار کونیہ کا علم ہو جاتا' پس اگر حضرت خضر موجود ہوتے تو آپ ان کو بلا کر بہت سی باتیں معلوم کر لیتے' تمنا کی ضرورت نہ ہوتی' پھر ان کے عجائب و غرائب قصوں کے سبب بہت سے کٹر قسم کے کافر و مشرک بھی خصوصاً اہلِ کتاب اسلام لے آتے' اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کے اجتماع کی حدیث ضعیف ہے' پھر حافظ نے وہ آثار و روایات ذکر کی ہیں جن سے حیاتِ خضر کا ثبوت ہو سکتا ہے' اور ان سب کی تضعیف کی ہے بجز حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اثر کے کہ آپ نے فرمایا: خضر علیہ السلام مجھ سے ملے اور بشارت دی کہ میں والی بنوں گا اور عدل کروں گا۔ حافظ نے لکھا کہ اس روایت کے رجال اچھے ہیں اور مجھے ابھی تک کوئی خبر یا اثر اس کے سوا سند جید کے ساتھ نہیں ملی' اور یہ اثر ایک سو سال والی حدیث کے معارض نہیں' کیونکہ یہ بات ایک سو سال کے اندر کی ہے۔ (فتح الباری ج٦ ص ٤٧٥)

حافظ عینی نے لکھا: جمہور خصوصاً مشائخ طریقت و حقیقت اور اربابِ مجاہدات و مکاشفات کی رائے یہی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں' ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں اور ان کو صحراؤں میں دیکھا گیا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز' ابراہیم بن ادھم' بشر حافی' معروف کرخی' سری سقطی' جنید' ابراہیم خواص وغیرہم نے ان کو دیکھا ہے' اور بہت سے دلائل و حجج ان کی زندگی پر شاہد ہیں' جن کو ہم نے اپنی تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے۔

امام بخاری' ابن عربی' ابن جوزی' ابو الحسن مناوی کی رائے ہے کہ وہ مر چکے' ان کا استدلال آیت ''وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ'' اور حدیث ایک سو سال پر قرن ختم ہونے سے ہے' جمہور نے آیت کا یہ جواب دیا کہ ہم بھی حضرت خضر علیہ السلام کے لیے دائمی حیات نہیں مانتے کہ خلود لازم آئے' صرف یہ کہتے ہیں کہ وہ ختم دنیا تک رہیں گے اور نفخ صور قیامت پر وفات پا جائیں گے' حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کا ظاہر مراد نہیں ہے' کیونکہ بہت سے صحابہ کا انتقال ایک سو سال کے بعد ہوا ہے' حکیم بن حزام کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی اور سلیمان فارسی کی تو تین سو سال تک کہی گئی ہے' بعض نے جواب دیا کہ اس وقت حضرت خضر بحر کے علاقہ میں تھے زمین پر نہ تھے' بعض نے کہا کہ وہ مستثنیٰ ہیں جیسے ابلیس مستثنیٰ ہے۔ (عمدۃ القاری ج١٥ ص ٣٠٠' طبع منیریہ)

صاحب روح المعانی نے اس مسئلہ پر نہایت تفصیل سے بحث کی ہے اور طرفین کے دلائل و جوابات جمع کیے ہیں اور حافظ ابن تیمیہ کو بھی منکرینِ حیات میں لکھا' نقل کیا کہ ان سے پوچھا گیا تو فرمایا: اگر خضر زندہ ہوتے تو ضروری تھا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے' آپ سے استفادہ کرتے اور آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے' اور حضور ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر کے موقع پر ٣١٣ نفر تھے' جن کے نام و نسب سب ذکر کیے گئے ہیں' اس وقت حضرت خضر کہاں تھے؟

علامہ آلوسی نے اور جوابات کے ساتھ حافظ موصوف کے استدلال کے بھی جوابات نقل کیے ہیں' مثلاً لکھا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں واجب و ضروری طور پر آنے کا حکم صحیح نہیں کیونکہ بہت سے مؤمن حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں تھے جو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے' نہ آپ ﷺ سے براہِ راست استفادہ کیا' اور نہ آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شرکت کی' مثلاً خیر التابعین حضرت اویس قرنی یا نجاشی وغیرہ۔

دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام' آپ ﷺ کے پاس خفیہ طور سے آتے ہوں اور ان کو کسی حکمت و مصلحت کے تحت حکم خداوندی ملا ہو کہ علانیہ نہ آئیں اور شرکت جہاد کی تو روایت بھی موجود ہے (علامہ آلوسی نے اس کو ذکر بھی کیا ہے)۔

غزوۂ بدر والی دلیل کا یہ جواب دیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ غلبہ وظہور کے ساتھ عبادت نہ ہو سکے گی' یہ مطلب نہیں تھا کہ بالکل ہی کوئی عبادت کرنے والا باقی نہ رہے گا' کیونکہ ظاہر ہے بہت سے مسلمان مدینہ طیبہ میں بھی اس وقت موجود تھے' جو غزوۂ بدر میں اس وقت شریک نہیں ہوئے' دوسرے یہ کہ عدم ذکر سے ذکر عدم لازم نہیں آتا' لیلۃ المعراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء تمام انبیاء نے کی ہے۔ظاہر ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے وہاں حاضر نہ ہونے کی کوئی وجہ ہی نہیں ہو سکتی مگر وہاں بھی ان کی موجودگی کا ذکر کہیں نہیں آیا تو کیا یہ انصاف کی بات ہوگی کہ وہاں بھی ان کے وجود سے انکار کر دیا جائے۔

خلود والی آیت کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ قائلینِ حیات بھی حضرت خضر علیہ السلام کے لیے خلود نہیں مانتے۔بعض کی رائے ہے کہ وہ قتالِ دجال کے بعد وفات پا جائیں گے' بعض نے کہا کہ رفع قرآن کے زمانہ میں انتقال فرمائیں گے' بعض نے کہا کہ آخر زمانہ میں وفات ہوگی۔(روح المعانی ج ١٥ ص ٣٢٣)

اگرچہ علامہ آلوسی کا خود اپنا رجحان عدم حیات ہی کی طرف ہے مگر انہوں نے دلائل طرفین کے خوب تفصیل سے لکھے ہیں' واللہ اعلم بالصواب! کسی دوسری فرصت میں اس مسئلہ کی مزید تحقیق کی جائے گی۔ان شاء اللہ تعالیٰ!

(انوار الباری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۰۵۔ ۱۰۳' ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

علامہ آلوسی کی یہ مفصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ٨٥٧۔ ٨٥٤ میں نقل کر دی ہے' اس کے علاوہ دیگر فقہاء اسلام کی عبارات بھی نقل کی ہیں۔دیکھئے: شرح صحیح مسلم: ٦٠٤٢۔ج ٦ ص ٨٦٠۔ ٨٥٢' اتنی مفصل بحث شاید کسی اور شرح میں نہیں ملے گی' لیکن یہاں نعمت الباری میں جو ہم نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے' وہ شرح صحیح مسلم کی بحث سے کہیں زیادہ ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے متعلق خلاصۂ بحث اور مصنف کا نظریہ

علامہ عینی حنفی' علامہ کورانی حنفی' علامہ نووی شافعی' علامہ ابن الصلاح شافعی' علامہ ثعلبی شافعی' علامہ اُبی مالکی اور علامہ سنوسی مالکی کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اب تک زندہ ہیں اور قربِ قیامت میں فوت ہوں گے' شیوخ دیوبند کا بھی یہی نظریہ ہے اور علامہ ابن الجوزی مالکی اور علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی' علامہ آلوسی حنفی' امام بخاری' دیگر محدثین اور شیوخ غیر مقلدین کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اب زندہ نہیں ہیں' وہ وفات پا چکے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے حضرت خضر علیہ السلام کے وفات یافتہ ہونے پر جو دلائل نقل کیے ہیں' مصنف کے نزدیک وہ دلائل مضبوط اور راجح ہیں' تاہم یہ مسئلہ چونکہ اختلافی ہے اور دوسری جانب بھی کبار علماء ہیں' اس لیے مصنف کے نزدیک اس وقت ان کی حیات کو ماننے میں زیادہ حرج نہیں ہے اور اس کو رد کرنے میں شدت اختیار نہیں کرنی چاہیے۔

٢٨ - بَابٌ

باب

٣٤٠٣ - حَدَّثَنِی إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ لِبَنِی إِسْرَائِيلَ ﴿وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُولُوا حِطَّةٌ﴾ (البقرۃ:٥٨) فَبَدَّلُوا وَدَخَلُوا يَزْحَفُونَ عَلٰی أَسْتَاهِهِمْ وَقَالُوا حَبَّةٌ فِی شَعْرَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام بن منبہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ تم دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور یہ کہتے ہوئے کہ معاف کر دو (البقرۃ:٥٧) انہوں نے اس حکم کو

[اطراف الحدیث:٤٤٧٩-٤٦٤١] تبدیل کر دیا' وہ گھسٹتے ہوئے سرین کے بل دروازہ میں داخل ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ گندم جَو میں ہے۔

اس دروازہ سے مراد ہے: بستی کا دروازہ' اور سجدہ سے حقیقت سجدہ مراد نہیں ہے' بلکہ مراد یہ ہے کہ جھکتے ہوئے داخل ہوں' اس حدیث میں ''حِطَّةٌ'' کہنے کا حکم ہے' اس کا معنی ہے: معاف کر دو۔ بنی اسرائیل نے اس لفظ کو تبدیل کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہتے تھے: گندم جَو میں ہے' یہ مہمل کلام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٤١٤-٤١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤٠٤ - حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ وَّخِلَاسٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مُوْسٰی كَانَ رَجُلًا حَیِیًّا سِتِّیْرًا لَّایُرٰی مِنْ جِلْدِهٖ شَیْءٌ اِسْتِحْیَاءً مِّنْهُ فَاٰذَاهُ مَنْ اٰذَاهُ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ فَقَالُوْا مَا یَسْتَتِرُ هٰذَا التَّسَتُّرَ اِلَّا مِنْ عَیْبٍ بِجِلْدِهٖ اِمَّا بَرَصٌ وَّاِمَّا اُدْرَةٌ وَّاِمَّا اٰفَةٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ اَرَادَ اَنْ یُّبَرِّئَهٗ مِمَّا قَالُوْا لِمُوْسٰی فَخَلَا یَوْمًا وَّحْدَهٗ فَوَضَعَ ثِیَابَهٗ عَلَی الْحَجَرِ ثُمَّ اغْتَسَلَ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ اِلٰی ثِیَابِهٖ لِیَاْخُذَهَا وَاِنَّ الْحَجَرَ عَدَا بِثَوْبِهٖ فَاَخَذَ مُوْسٰی عَصَاهُ وَطَلَبَ الْحَجَرَ فَجَعَلَ یَقُوْلُ ثَوْبِیْ حَجَرُ ثَوْبِیْ حَجَرُ حَتّٰی انْتَهٰی اِلٰی مَلَاءٍ مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ فَرَاَوْهُ عُرْیَانًا اَحْسَنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ وَاَبْرَاَهُ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ وَقَامَ الْحَجَرُ فَاَخَذَ ثَوْبَهٗ فَلَبِسَهٗ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا بِعَصَاهُ فَوَاللّٰهِ اِنَّ بِالْحَجَرِ لَنَدَبًا مِّنْ اَثَرِ ضَرْبِهٖ ثَلَاثًا اَوْ اَرْبَعًا اَوْ خَمْسًا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا۝﴾ (الاحزاب:٦٩).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از الحسن' محمد اور خلاس از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ بہت حیاء والے اور پردہ دار شخص تھے' ان کی شدتِ حیاء کی وجہ سے ان کی کھال کا کوئی حصہ دکھائی نہیں دیتا تھا' پس ان کو بنی اسرائیل میں سے کسی شخص نے ایذاء پہنچائی جو پہنچائی' اس نے کہا: یہ اتنا سخت پردہ جو کرتے ہیں تو ضرور ان کی کھال میں کوئی عیب ہے' یا تو ان کو برص کی بیماری ہے یا ان کے خصیے سوجے ہوئے ہیں یا ان پر کوئی اور آفت ہے' اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو اس تہمت سے بَری کرنے کا ارادہ کیا' جو انہوں نے حضرت موسیٰ کے متعلق کہی تھی' پس ایک دن حضرت موسیٰ تنہائی میں گئے اور انہوں نے اپنے کپڑے پتھر پر رکھ دیئے' پھر انہوں نے غسل کیا' پھر جب وہ غسل سے فارغ ہو کر اپنے کپڑے لینے کے لیے گئے تو ایک پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ گیا' حضرت موسیٰ نے اپنی لاٹھی لی اور اس پتھر کے پیچھے بھاگے' اور وہ یہ کہتے جا رہے تھے کہ اے پتھر! میرے کپڑے دے! اے پتھر! میرے کپڑے دے! حتیٰ کہ وہ بنو اسرائیل کی جماعت تک پہنچے انہوں نے حضرت موسیٰ کو برہنہ دیکھ لیا' تو اللہ تعالیٰ نے ان کا بہت حسین جسم بنایا تھا اور وہ ان کی لگائی ہوئی تہمت سے بَری تھے' وہ پتھر ٹھہر گیا اور حضرت موسیٰ نے اپنے کپڑے اس سے لے کر پہن لیے' اور انہوں نے اس پتھر پر اپنی لاٹھی ماری' پس اللہ کی قسم! اس پتھر پر ان کی لاٹھی کے تین' چار یا پانچ نشان تھے' اور یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہے: اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح

نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ نے موسیٰ کو اس بات سے بَری فرما دیا جو لوگوں نے ان کے متعلق کہی تھی اور موسیٰ اللہ کے نزدیک بہت معزز ہیںO (الاحزاب:٦٩)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٣٢٧٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٠٥- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَسَمَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْمًا فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ هٰذِهٖ لَقِسْمَةٌ مَا اُرِيْدَ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ فَاَتَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَغَضِبَ حَتّٰى رَاَيْتُ الْغَضَبَ فِىْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى قَدْ اُوْذِىَ بِاَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: میں نے ابووائل سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند چیزیں تقسیم کیں تو ایک شخص نے کہا: بے شک اس تقسیم سے اللہ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا' پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس کی بات بتائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے' حتیٰ کہ میں نے آپ کے چہرے پر غضب کے آثار دیکھے' پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم فرمائے! ان کو اس سے بہت زیادہ ایذاء دی گئی تھی' پس انہوں نے صبر کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٣١٥٠ میں گزر چکی ہے۔

٢٩- بَابٌ ﴿يَعْكُفُوْنَ عَلٰى اَصْنَامٍ لَّهُمْ﴾ (الاعراف:١٣٨)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس وہ ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو اپنے بتوں پر جمے بیٹھے تھے (الاعراف:١٣٨)

امام بن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ وہ گائے کی صورت کے بُت بنا کر اس کی عبادت کرتے تھے۔

﴿مُتَبَّرٌ﴾ (الاعراف:١٣٩) خُسْرَانٌ. "متبر" کا معنی ہے: نقصان زدہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَO (الاعراف:١٣٩)

یقیناً جس کفر میں یہ لوگ ہیں' وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں' محض بے بنیاد ہےO

امام بخاری نے "متبر" کی تفسیر نقصان سے کی ہے اور "متبرٌ"' "تتبیر" کا اسم مفعول ہے اور اس کا معنی ہے: ہلاک کرنا' اور "تبار" کا معنی ہلاک ہے اور یہ اسم فاعل کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے' یعنی وہ لوگ جو گائے کے بت کی پرستش کر رہے تھے تو یہ کام ان کو ہلاک کرنے والا تھا۔

﴿وَلِيُتَبِّرُوْا﴾ (الاسراء:٧) يُدَمِّرُوْا. ﴿مَا عَلَوْا﴾ (الاسراء:٧) مَا غَلَبُوْا.

"ولیتبروا" کا معنی ہے: خراب کریں' "وما علوا" کا معنی ہے: جس جگہ حکومت پائیں' غالب ہوں۔

امام بخاری نے اس آیت سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًاO (الاسراء:۷) اور وہ جس چیز پر غلبہ پائیں اسے تباہ و برباد کر ڈالیںO

امام بخاری نے ''لیتبروا'' کی تفسیر ''یدمّروا'' سے کی ہے جو ''تدمیر'' سے بنا ہے اور اس کا معنی بھی ہلاک کرنا ہے اور ''ما علوا'' کی تفسیر ''ما غلبوا'' کے ساتھ کی ہے یعنی جس چیز پر غلبہ پائیں۔

۳۴۰۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجْنِي الْكَبَاثَ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَيْكُمْ بِالْاَسْوَدِ مِنْهُ فَاِنَّهُ اَطْيَبُهُ قَالُوْا اَكُنْتَ تَرْعَى الْغَنَمَ قَالَ وَهَلْ مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ رَعَاهَا. [طرف الحدیث: ۵۴۵۳] (صحیح مسلم: ۲۰۵۰، الرقم المسلسل: ۵۲۴۳، سنن کبریٰ: ۶۷۳۴، مسند ابو یعلیٰ: ۲۰۶۲، صحیح ابن حبان: ۵۱۴۳، دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۹، مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۴۴۹۷۔ ج ۲۲ ص ۳۸۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں پیلو کے پھل چن رہے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ تم سیاہ رنگ کے پھل چنو کیونکہ وہ زیادہ لذیذ ہوتے ہیں، صحابہ نے پوچھا: کیا آپ بکریاں چَراتے رہے تھے؟ آپ نے فرمایا: ہر نبی نے بکریاں چَرائی ہیں۔

حدیثِ مذکور کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ مناسبت اور نبیوں کے بکریاں چَرانے کی حکمتیں

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ ابواب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احوال کے متعلق ہیں اور بہ ظاہر اس حدیث کی ان ابواب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے، تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی بکریاں چَرائی ہیں اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہر نبی نے بکریاں چَرائی ہیں، اس اعتبار سے یہ حدیث ان ابواب کے مطابق ہے۔

اس حدیث میں ''الکباث'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: پیلو کے درخت کا پھل۔

نیز اس حدیث میں ہے: ہر نبی نے بکریاں چَرائی ہیں، علامہ خطابی نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا داروں اور سرمایہ داروں کو نبوت عطاء کرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ منکسرین اور متواضعین کو نبوت عطاء کرنا چاہتا تھا، اس لیے ہر نبی کو بکریاں چَرانے پر مامور کیا، نیز بکریاں چَرانے والا اپنی بکریوں کو بھیڑیوں سے بچاتا ہے، اسی طرح نبی بھی اپنی اُمت کو شیطان کے شر سے بچاتا ہے اور روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام درزی تھے اور حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے اور قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ. (الانعام: ۱۲۴) اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے گا۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بکریاں چَرانے کی حکمت یہ ہے کہ وہ تواضع کو اختیار کریں اور تنہائی میں اپنے باطن کو صاف رکھنے کی مشق کریں اور بکریوں کی حفاظت کے انتظام سے اپنی امت کی حفاظت اور سیاست کی طرف منتقل ہوں، اس کی کچھ تفصیل کتاب الاجارہ میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۱۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٣٠ - بَابٌ ﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً﴾ (البقرہ:٦٧) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کیجئے جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم گائے کو ذبح کرو (البقرہ:٦٧)

بنی اسرائیل کے گائے کو ذبح کرنے کا قصہ

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس الرازی ابن ابی حاتم متوفی ٣٢٧ھ لکھتے ہیں:

بنی اسرائیل میں ایک شخص بانجھ اور لاولد تھا اور اس کے پاس بہت زیادہ مال تھا' اور اس کا بھتیجا اس کا وارث تھا' اس نے اپنے چچا کو قتل کر دیا' پھر اس کی لاش کو اٹھا کر کسی اور آدمی کے گھر کے دروازہ پر رکھ دیا' پھر جب صبح ہوئی تو اس نے ان گھر والوں کے خلاف قتل کا دعویٰ کیا حتیٰ کہ وہ لوگ مسلح ہو کر گئے اور ایک دوسرے پر الزام رکھا' پھر ان میں سے ایک دانش مند شخص نے کہا: تم کیوں ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہو' حالانکہ اللہ کے رسول تمہارے درمیان موجود ہیں' پھر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور یہ قصہ بیان کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے' تو انہوں نے کہا: کیا آپ ہمارے ساتھ مذاق کر رہے ہیں' حضرت موسیٰ نے فرمایا: میں جاہلوں کا کام کرنے سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں: اگر وہ اس پر اعتراض نہ کرتے اور وہ کوئی بھی گائے ذبح کر دیتے تو ان کے لیے کافی ہوتا' لیکن انہوں نے گائے کی تعیین میں شدت کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر شدت کی' حتیٰ کہ وہ اس گائے تک پہنچ گئے جس کو ذبح کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا' پھر انہوں نے اس گائے کو ایسے شخص کے پاس پایا جس کے پاس اس گائے کے سوا اور کوئی گائے نہیں تھی' اس شخص نے کہا: میں اس گائے کو اس سے کم قیمت پر نہیں دوں گا کہ تم اس کی کھال میں سونا بھر دو' انہوں نے اس گائے کی کھال میں سونا بھر کر اس سے وہ گائے خرید لی' انہوں نے اس گائے کو خرید کر اس کو ذبح کیا اور اس کے کسی عضو کو اس مردہ شخص پر مار کر کہا: تم کو کس نے قتل کیا تھا؟ اس نے اپنے بھتیجے کی طرف اشارہ کر کے کہا: مجھے اس نے قتل کیا تھا' یہ کہہ کر وہ مر گیا' پھر اس کے مال سے اس کے بھتیجے کو کچھ نہیں دیا گیا اور اس کے وارث کو اس سے کچھ نہیں دیا گیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ١ ص ١٣٦' مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

قَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ ﴿الْعَوَانُ﴾ اَلنِّصْفُ بَيْنَ الْبِكْرِ وَالْهَرِمَةِ.

''العوان'' کا معنی ہے: جوانی اور بڑھاپے کے درمیان نصف۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ. (البقرہ:٦٨)

بے شک وہ ایسی گائے ہے جو نہ بوڑھی ہے اور نہ جوان ہے' ان کے درمیان ہے۔

یعنی بڑھاپے اور جوانی کے درمیان ہے۔

﴿فَاقِعٌ﴾ (البقرہ:٦٩). صَافٍ.

''فاقع'' کا معنی ہے: صاف اور چمک دار۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ○ (البقرہ:٦٩)

یقیناً وہ زرد گائے ہے گہرے چمک دار رنگ کی' دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہے ○

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اس کا رنگ گہرا زرد تھا' حضرت ابن عمر نے کہا: اس کے کھر زرد رنگ کے تھے' سعید بن جبیر نے کہا: اس کے سینگ اور کھر زرد رنگ کے تھے' حسن بصری نے کہا کہ وہ سخت سیاہ رنگ کے تھے' لیکن یہ قول غریب ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ا ص ۱۳۹ ـ ۱۳۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

﴿لَا ذَلُوْلٌ﴾ (البقرہ:۷۱) لَمْ يُذِلَّهَا الْعَمَلُ ﴿تُثِيْرُ الْاَرْضَ﴾ لَيْسَتْ بِذَلُوْلٍ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَعْمَلُ فِي الْحَرْثِ. ''لا ذلول'' کا معنی ہے: اس کو ہل چلانے کے کام نے کم زور اور لاغر نہ کر دیا ہو' ایسی کمزور نہ ہو کہ نہ زمین میں ہل چلا سکے اور نہ کھیت میں پانی دے سکے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ. (البقرہ:۷۱) وہ گائے نہ محنت کش ہو کہ کھیت میں ہل چلاتی ہو اور نہ وہ کھیت میں پانی دیتی ہو۔

- یعنی وہ گائے نہ کھیت میں ہل چلانے کے لیے رکھی گئی ہو اور نہ کھیت میں پانی دینے کے لیے۔

﴿مُسَلَّمَةٌ﴾ مِنَ الْعُيُوْبِ. ''مسلّمة'' کا معنی ہے: وہ عیب سے خالی ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

مُسَلَّمَةٌ لَّاشِيَةَ فِيْهَا. (البقرہ:۷۱) وہ صحیح وسالم ہو جس میں کوئی داغ دھبہ نہ ہو۔

﴿لَاشِيَةَ﴾ (البقرہ:۷۱) بَيَاضٌ. ''لاشية'' کا معنی ہے: اس میں سفیدی نہ ہو۔

یعنی اس کا رنگ مکمل زرد ہو اور اس میں سفیدی کا کوئی نشان نہ ہو۔

﴿صَفْرَاءُ﴾ (البقرہ:٦٩) اِنْ شِئْتَ سَوْدَاءُ وَيُقَالُ صَفْرَاءُ كَقَوْلِهِ ﴿جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝﴾ (المرسلات:۳۳). ''صفراء'' کا معنی تم چاہو تو سیاہ کرو اور صفراء زرد کو بھی کہتے ہیں اور کہا جاتا ہے: زردی مائل سیاہ اونٹ ۝ (المرسلٰت:۳۳)

امام بخاری کی اس تعلیق سے یہ غرض ہے کہ ''صفرة'' میں دو احتمال ہیں' ایک اس کا مشہور معنی ہے' یعنی زرد اور اس کا دوسرا معنی ہے: سیاہ' جیسے اس آیت میں ہے:

جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝ (المرسلٰت:۳۳) زردی مائل سیاہ اونٹ ۝

﴿فَادّٰرَءْتُمْ﴾ (البقرہ:۷۲) اِخْتَلَفْتُمْ. ''فادّا رأتم'' کا معنی ہے: تم نے اختلاف کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا. (البقرہ:۷۲) پھر جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا' پھر اس کے قتل کا الزام ایک دوسرے پر رکھنے لگے۔

''تدارٰی'' کا معنی ہے: آپس میں لڑنا۔

۳۱ - بَابُ وَفَاةِ مُوْسٰى وَذِكْرِهٖ بَعْدُ
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور اس کے بعد کا ذکر

اس باب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور اس کے بعد کے واقعات کا ذکر کیا جائے گا:

۳٤٠٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث

اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ اِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَلَمَّا جَاءَهُ صَكَّهُ فَرَجَعَ اِلٰى رَبِّهِ فَقَالَ اَرْسَلْتَنِيْ اِلٰى عَبْدٍ لَّا يُرِيْدُ الْمَوْتَ. قَالَ ارْجِعْ اِلَيْهِ فَقُلْ لَّهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهُ بِمَا غَطَّتْ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ قَالَ اَيْ رَبِّ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ قَالَ فَالْاٰنَ قَالَ فَسَاَلَ اللّٰهَ اَنْ يُّدْنِيَهُ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْكُنْتُ ثَمَّ لَاَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ اِلٰى جَانِبِ الطَّرِيْقِ تَحْتَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ قَالَ وَاَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ملک الموت کو بھیجا گیا جب وہ ان کے پاس آیا تو حضرت موسیٰ نے اس کو تھپڑ مارا (جس سے اس کی آنکھ نکل گئی) ملک الموت اپنے رب کے پاس گئے پس کہا: آپ نے مجھے ایسے بندہ کے پاس بھیجا ہے جو مرنے کا ارادہ ہی نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اس کے پاس واپس جاؤ' پس اس سے کہو: آپ اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھ دیں' آپ کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے تو ہر بال کے بدلہ میں آپ کی عمر کا ایک سال بڑھا دیا جائے گا' حضرت موسیٰ نے پوچھا: اے میرے رب! پھر کیا ہوگا؟ فرمایا: پھر موت ہوگی' حضرت موسیٰ نے کہا: پھر ابھی (موت) آ جائے' پھر حضرت موسیٰ نے اللہ سے یہ دعا کی کہ وہ ان کو ارضِ مقدسہ سے پتھر پھینکے جانے کی مقدار قریب کر دے۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اس جگہ ہوتا تو میں تمہیں راستہ کی جانب سرخ ٹیلہ کے نیچے ان کی قبر دکھاتا۔ امام بخاری نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابو ہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی مثل حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۳۹ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٠٨ - حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِيْ اصْطَفٰى مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ فِيْ قَسَمٍ يُّقْسِمُ بِهٖ فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ وَالَّذِي اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَى الْعٰلَمِيْنَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ عِنْدَ ذٰلِكَ يَدَهُ فَلَطَمَ الْيَهُوْدِيَّ فَذَهَبَ الْيَهُوْدِيُّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ الَّذِيْ كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ وَاَمْرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی (لڑے) اور ایک دوسرے کو بُرا کہا' مسلمان نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی! یہ ایسی قسم میں کہا جس کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے' یہودی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی! یہ سن کر اس مسلمان نے اپنا ہاتھ اُٹھایا اور اس یہودی

الْمُسْلِمِ فَقَالَ لَا تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسٰى فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ فَإِذَا مُوسٰى بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَكَانَ فِيمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ.

کے منہ پر تھپڑ مارا' تو یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی جو اس کے اور اس مسلمان کے درمیان ہوا تھا' پس آپ نے فرمایا: مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت مت دو' کیونکہ لوگ بے ہوش ہو جائیں گے' پس سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا تو حضرت موسیٰ عرش کی ایک جانب کو پکڑے کھڑے ہوں گے' پس میں (از خود) نہیں جانتا کہ وہ بے ہوش ہوئے تھے' پس مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ رکھا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۱۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۴۰۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَّ آدَمُ وَمُوسٰى فَقَالَ لَهُ مُوسٰى أَنْتَ آدَمُ الَّذِي أَخْرَجَتْكَ خَطِيئَتُكَ مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ لَهُ آدَمُ أَنْتَ مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ ثُمَّ تَلُومُنِي عَلٰى أَمْرٍ قُدِّرَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰى مَرَّتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حمید بن عبد الرحمان کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام میں مباحثہ ہوا' ان سے حضرت موسیٰ نے کہا: آپ وہ آدم ہیں جن کو آپ کی خطاء نے جنت سے نکال دیا' پس حضرت آدم نے ان سے کہا: آپ وہ موسیٰ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام کے لیے چن لیا' آپ مجھے ایسے کام پر ملامت کر رہے ہیں جس کام کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے پہلے مقدر کر دیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا: پس حضرت آدم' حضرت موسیٰ پر غالب آ گئے۔

[اطراف الحدیث: ۴۷۳۶-۴۷۳۸-۶۶۱۴-۷۵۱۵] (صحیح مسلم: ۲۶۵۲' الرقم المسلسل: ۶۶۳۷' سنن ابوداؤد: ۴۷۰۱' سنن ابن ماجہ: ۸۰' مسند الحمیدی: ۱۱۱۵' السنن الکبریٰ: ۱۱۱۸۷' مسند ابو یعلیٰ: ۶۲۴۵' صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۱۲۶' صحیح ابن حبان: ۶۱۸۰' کتاب الاسماء والصفات ص ۱۹۰' شرح السنۃ: ۶۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۳۸۷- ج ۱۲ ص ۳۴۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا مباحثہ کس وقت اور کس جگہ ہوا تھا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا یہ مباحثہ کس جگہ ہوا تھا' ایک احتمال یہ ہے کہ ان دونوں کی روحوں میں مباحثہ ہوا ہو' دوسرا احتمال یہ ہے کہ قیامت کے دن یہ مباحثہ ہوگا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ظاہر پر محمول کیا جائے اور یہ دونوں شخصی طور پر جمع ہوئے تھے۔ حدیث معراج سے یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بیت المقدس میں اور آسمانوں میں جمع ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھائی اور

یہ بعید نہیں ہے کہ وہ زندہ ہوں، جس طرح شہداء زندہ ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات کا واقعہ ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا ہو کہ وہ ان کی حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کرائے۔

آیا ہم بھی اپنے گناہوں پر تقدیر کو عذر بنا سکتے ہیں؟

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت موسیٰ کی ملامت کو اُٹھا کر غالب آ گئے، اس لیے کہ کسی آدمی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے آدمی کو تقدیری امر پر ملامت کرے، کیونکہ کسی آدمی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ تقدیر کے لکھے ہوئے کو ٹال سکے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ امر مقدر تھا، لہٰذا آپ اس پر مجھے ملامت نہ کریں، نیز یہ ملامت شرعی تھی عقلی نہیں تھی، کیونکہ جب حضرت آدم نے اپنی (ظاہری) خطاء پر توبہ کر لی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی تو ان سے ملامت زائل ہو گئی، لہٰذا اب جو اُن کو ملامت کرے گا وہ شرعاً مغلوب ہو گا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص گناہ کرنے کے بعد تقدیر میں پیشگی لکھے ہوئے کو عذر بنائے تو آیا یہ جائز ہے؟ اور کیا اس سے ملامت ساقط ہو جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اپنے گناہوں پر تقدیر میں پیشگی لکھے ہوئے کو عذر نہیں بنا سکتے اور ہم سے ملامت ساقط نہیں ہو گی، کیونکہ ہم دار التکلیف میں ہیں اور حضرت آدم بھی جب تک دار التکلیف میں رہے، اپنی ظاہری خطاء پر استغفار کرتے رہے اور معافی مانگتے رہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرمادیا اور ان کی توبہ قبول فرمالی۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٤٢٣۔ ٤٢٢، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٣٤١٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْاُمَمُ وَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَقِيْلَ هٰذَا مُوْسٰى فِيْ قَوْمِهٖ. [اطراف الحدیث: ٥٧٠٥۔ ٥٧٥٢۔ ٦٤٧٢۔ ٦٥٤١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حصین بن نمیر نے حدیث بیان کی از حصین بن عبد الرحمان از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: مجھ پر امتیں پیش کی گئیں اور میں نے ایک بہت بڑی جماعت کو دیکھا جس نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا، پس بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ اپنی امت میں ہیں۔

(صحیح مسلم: ٢٢٠، الرقم المسلسل: ٤١٥، سنن ترمذی: ٢٤٤٦، شعب الایمان: ١١٦٣، شرح السنۃ: ٤٣٢٢، مسند احمد ج ١ ص ٢٧١ طبع قدیم، مسند احمد: ٢٤٤٨۔ ج ٤ ص ٢٦١، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت) (یہ ایک طویل حدیث ہے، اس کا آخری حصہ متن میں مذکور ہے۔)

اس حدیث میں ''سواد'' کا لفظ ہے، اس کا معنی عظیم جماعت ہے، اور ''اُفق'' کا لفظ واحد ہے، اس کی جمع ''آفاق'' ہے، آسمان اور زمین کے کناروں کو آفاق کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٤٢٤)

٣٢ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَكَانَتْ مِنَ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایمان والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی، یہ آیت یہاں تک پڑھی جائے: اور وہ اطاعت

الْقٰنِتِیْنَ ○﴾ (التحریم: ١١-١٢). گزاروں میں سے تھی ○ (التحریم: ١٢-١١)

امام بخاری نے یہ پوری آیتیں ذکر نہیں کیں، ہم ان دونوں آیتوں کا مکمل ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

اور ایمان والوں کے لیے اللہ نے فرعون کی بیوی کی مثال ذکر فرمائی، جب کہ اس نے عرض کی کہ اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچا لے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے دے! ○ اور عمران کی بیٹی مریم (کی مثال بھی) جس نے اپنی عفت کی (ہر طرح) حفاظت کی تو ہم نے (جبریل کے واسطہ سے) اس کے چاک گریبان میں اپنی طرف سے روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھی ○ (التحریم: ١٢-١١)

حضرت آسیہ بنت مزاحم اور حضرت مریم بنت عمران کا تذکرہ

فرعون کی بیوی کا نام آسیہ بنت مزاحم ہے، جب فرعون کے جادوگروں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غلبہ پا لیا تو وہ حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئیں اور جب فرعون کو آسیہ کے ایمان کا پتہ چل گیا تو اس نے ان کے ہاتھوں اور پیروں میں کیلیں ٹھونک دیں اور ان کو دھوپ میں گرا دیا اور ان کے اوپر ایک بھاری پتھر رکھنے کا حکم دیا، جب وہ لوگ اس پتھر کو لائے تو حضرت آسیہ نے دعا کی: اے میرے رب! میرے لیے جنت میں گھر بنا دے! تو انہوں نے دیکھا کہ جنت میں ان کا گھر سفید موتیوں سے بنا ہوا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ان کی روح قبض فرمائی، جب ان پر وہ پتھر رکھا گیا تو ان کے جسم سے ان کی روح نکل چکی تھی، سو فرعون کے عذاب سے ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔

حسن بصری اور ابن کیسان سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی کو جنت کی طرف اُٹھا لیا، وہ وہاں کھاتی اور پیتی تھیں۔

(جامع البیان جز ٢٨ ص ١٩٢، دار احیاء التراث العربی بیروت، ١٤٢١ھ)

اور مریم بنت عمران ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ مریم بنت عمران کی مثال بیان فرماتا ہے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں کرامت ثابت ہے اور ان کو دنیا کی تمام عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے، باوجود اس کے کہ ان کی قوم کے لوگ کافر تھے اور وہ ان لوگوں میں سے تھیں جو اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار تھے، ایک قول یہ ہے کہ وہ عمالقہ میں سے تھیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے تھیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں (امام بخاری کا مقصد اس آیت سے صرف آسیہ بنت مزاحم کا ذکر کرنا تھا)۔

(معالم التنزیل ج ٥ ص ١٢٤-١٢٣، دار احیاء التراث العربی بیروت، ١٤٢٠ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے حضرت سعد بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے جنت میں مریم بنت عمران سے، فرعون کی بیوی (آسیہ) سے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے میرا نکاح کر دیا ہے۔

(الدر المنثور ج ٨ ص ٢١٤، دار احیاء التراث العربی بیروت، ١٤٢١ھ)

٣٤١١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از شعبہ از عمرو بن مرۃ از مرۃ الہمدانی از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں میں تو بہت لوگ کامل ہیں

النِّسَاءِ اِلَّا اٰسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ وَمَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ. اور عورتوں میں سے صرف آسیہ فرعون کی بیوی اور مریم بنت عمران کامل ہیں اور (حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی عورتوں پر فضیلت اس طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

[اطراف الحدیث: ٣٤٣٣-٣٧٦٩-٥٤١٨] (صحیح مسلم: ٢٤٣١ 'الرقم المسلسل: ٦١٦٦ 'سنن ترمذی: ١٨٣٤ 'سنن نسائی: ٣٩٥٧ 'سنن ابن ماجہ: ٣٢٨٠)

عورتوں میں نبوت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عورتوں میں سے کامل عورتوں کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: جن عورتوں کو مردوں کے تمام فضائل حاصل ہیں۔

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت آسیہ اور مریم نبیہ تھیں کیونکہ نوع انسان میں وہی کامل ہیں' یعنی انبیاء ہیں' پھر اولیاء ہیں' پھر صدیقین ہیں' پھر شہداء ہیں' اگر یہ دونوں نبیہ نہ ہوں تو لازم آئے گا کہ عورتوں میں نہ کوئی ولیہ ہو نہ صدیقہ ہو اور نہ شہیدہ ہو' حالانکہ واقع میں بہت سی خواتین ان صفات سے متصف ہیں' گویا کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ ان کے سوا عورتوں میں سے کسی کو نبیہ نہیں بنایا گیا۔

اس دلیل کو رد کر دیا گیا ہے کیونکہ ان خواتین کے کامل ہونے کی وجہ سے ان کا نبیہ ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ان کے کامل ہونے کا یہ معنی ہے کہ حضرت آسیہ اور حضرت مریم خواتین کے تمام فضائل کی جامع ہیں۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی خاتون کو نبیہ نہیں بنایا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت مریم نبیہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کی وساطت سے ان کی طرف وحی کی تھی اور حضرت آسیہ کی نبوت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ قرطبی کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نبی کی طرف وحی فرماتا ہے اور اس کو اپنے احکام کی تبلیغ کے لیے مخلوق کی طرف بھیجتا ہے' حضرت مریم کو احکام کی تبلیغ کے لیے مبعوث نہیں فرمایا تھا' نہ ان پر وحی کی گئی تھی' ان پر صرف الہام کیا گیا تھا' اور علامہ قرطبی کا یہ قول اجماع مسلمین کے خلاف ہے۔

حضرت فاطمہ' حضرت خدیجہ' حضرت مریم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن کی فضیلت کے متعلق احادیث

ثرید اس طعام کو کہتے ہیں جس میں گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑے ڈال دیئے جائیں اور گوشت تمام کھانوں کا سردار ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل دنیا اور اہل جنت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ٣٣٠٥ 'کشف الخفاء ج ١ ص ٤٦١)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دنیا اور آخرت میں تمام عورتوں کی سردار ہیں۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دنیا اور آخرت میں فضیلت تو لازم آتی ہے لیکن ان کا دنیا اور آخرت میں تمام عورتوں سے افضل ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ دوسری احادیث صحیحہ سے حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی

افضلیت کا ثبوت ہے اور وہ احادیث درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمام عورتوں میں سب سے بہتر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

(۲) امام احمد' امام ابن حبان' امام ابویعلیٰ' امام طبرانی' امام ابوداؤد نے کتاب الزہد اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل حضرت خدیجہ بنت خویلد' فاطمہ بنت محمد' مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم زوجۂ فرعون ہیں۔

(۳) امام نسائی' امام ابویعلیٰ' امام ابن عساکر اور امام احمد نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں ماسوا مریم بنت عمران کے۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت مریم ان چاروں عورتوں میں سب سے افضل ہیں' رہا یہ کہ ان دونوں میں کون زیادہ افضل ہے تو اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے:

(۴) امام ابن عساکر اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار مریم بنت عمران ہیں' پھر فاطمہ ہیں' پھر خدیجہ ہیں' پھر آسیہ زوجۂ فرعون ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۷۴۔۲۷۵ ملخصاً وموضحاً ومخرجاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۳ - بَابٌ
﴿اِنَّ قَارُوْنَ کَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰی﴾ (القصص:٧٦) اَلْاٰیَةَ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک قارون (پہلے) موسیٰ کی قوم سے تھا (القصص:٧٦) پوری آیت پڑھیں

امام بخاری نے مذکور الصدر پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہے:

بے شک قارون (پہلے) موسیٰ کی قوم سے تھا تو اس نے ان کے خلاف سرکشی کی' اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ بے شک ان کی کنجیاں مضبوط طاقت ور گروہ کو تھکا دیتیں' جب اس کی قوم نے اس سے کہا کہ تو (مارے خوشی کے) مغرور نہ ہو' بے شک اللہ غرور کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا O (القصص:٧٦)

القصص:٧٦ کی تفسیر

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

قارون کا لفظ علمیت اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

اس آیت میں قومِ موسیٰ کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ حضرت موسیٰ کے خاندان اور قبیلہ سے تھا' اس کے نسب کے متعلق تین قول ہیں: (۱) وہ حضرت موسیٰ کا عم زاد تھا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن جریج نے کہا: اس کا نام عبداللہ بن الحارث تھا (۲) عطاء نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ حضرت موسیٰ کا خالہ زاد بھائی تھا (۳) امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ کا چچا تھا۔

قارون پہلے حضرت موسیٰ پر ایمان لے آیا تھا اور وہ سب سے زیادہ تورات کا قاری تھا' لیکن وہ سامری کی طرح منافق تھا۔ اس نے کہا کہ نبوت حضرت موسیٰ کو ملی اور قربانی کرنے کا منصب حضرت ہارون کو ملا تو مجھے کیا ملا! سو اس نے حضرت موسیٰ کے خلاف سرکشی

کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ حضرت موسیٰ کے خلاف اس کی سرکشی یہ تھی کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک فاحشہ عورت کے ساتھ بدکاری کی تہمت لگائی تھی' الضحاک نے کہا: اس کی سرکشی یہ تھی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا' قتادہ نے کہا: اس نے تکبر کیا۔

اس کے خزانوں کی چابیوں کے بوجھ کو اٹھانے سے ایک جماعت تھک جاتی تھی۔

اس آیت میں ''العصبة اولی القوة'' کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: بڑی جماعت' اس میں سے دس سے چالیس تک لوگ مراد ہیں۔

روایت ہے کہ قارون کے خزانوں کی چابیوں کو ساٹھ خچر اُٹھاتے تھے' ہر خزانہ کی ایک چابی تھی اور ہر چابی ایک انگلی کے برابر تھی' اس چابی کے مادے کے متعلق تین قول ہیں: (۱) وہ اونٹ کی کھال کی چابی تھی (۲) وہ لوہے کی چابی تھی (۳) وہ لکڑی کی چابی تھی' وہ جہاں بھی جاتا' اپنے خزانوں کو ساتھ لے جاتا تھا۔

اس آیت میں فرمایا ہے: تو (مارے خوشی کے) مغرور نہ ہو' یعنی تو ان خزانوں پر اِترا نہیں' اللہ تعالیٰ اِترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا' دوسرا قول یہ ہے کہ تم فساد نہ پھیلاؤ' اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

(جامع البیان جز ۲۰ ص ۱۲۹۔ ۱۲۳ ملخصاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

﴿لَتَنُوْٓءُ﴾ (القصص:۷۶) لَتُثْقِلُ. ''لتنوء'' کا معنی ہے: وہ بھاری ہو جاتی تھیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ. (القصص:۷۶) بے شک ان کی کنجیاں طاقت ور گروہ کو تھکا دیتیں۔

''لتنوء'' کی تفسیر تھکانے کے ساتھ کی ہے' جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اُولِی الْقُوَّةِ﴾ (القصص:۷۶) لَا یَرْفَعُهَا الْعُصْبَةُ مِنَ الرِّجَالِ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''اولی القوة'' کا معنی ہے کہ مردوں کی ایک جماعت (چابیوں کے بوجھ کو) نہیں اُٹھا سکتی تھی۔

اس کی تفسیر ہم ابھی امام ابن جریر کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں۔

یُقَالُ ﴿اَلْفَرِحِیْنَ﴾ (القصص:۷۶). اَلْمَرِحِیْنَ. اترانے والوں کو ''الفرحین'' کہا جاتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَO (القصص:۷۶) بے شک اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتاO

یہ حضرت ابن عباس کی تفسیر ہے' جس کو امام ابن جریر نے ذکر کیا ہے۔

﴿وَیْکَاَنَّ اللّٰهَ﴾ (القصص:۸۲) مِثْلُ ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ﴾ ''ویکانّ اللّٰه'' کا معنی اس کی مثل ہے: کیا تم کو نہیں معلوم کہ بے شک اللہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَکَانَهٗ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُوْنَ اور کل جن لوگوں نے اس (قارون) کے مرتبہ کی تمنا کی تھی'

وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَوْلَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ○ (القصص:٨٢)

صبح کو کہنے لگے: افسوس! (ہمیں معلوم نہ تھا) اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے رزق) تنگ کر دیتا ہے' اور اگر اللہ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو ہمیں (بھی) زمین میں دھنسا دیتا' ہائے تعجب! (ہم کو معلوم نہیں تھا کہ) کافر فلاح نہیں پاتے○

ابوالحسن نے کہا: ''وَی'' اسم فعل ہے اور کاف حرفِ خطاب ہے اور اس کا معنی ہے: مجھے اس پر تعجب ہے کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے' رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

قتادہ نے کہا ہے کہ ''ویکانہ'' کا معنی ہے: کیا تم کو معلوم نہیں کہ......

کوفہ کے بعض نحویوں نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: کیا تم اللہ تعالیٰ کی کاری گری کو نہیں دیکھتے' انہوں نے بیان کیا ہے کہ ایک دیہاتی عورت نے اپنے خاوند سے پوچھا: ہمارا بیٹا کہاں ہے؟ تو اس کے شوہر نے کہا:

ویکانہ وراء البیت؟ کیا تم نہیں دیکھتیں کہ وہ گھر کے پیچھے ہے؟

بعض نحویوں نے کہا ہے کہ ''ویك'' اصل میں ''ویلك'' ہے اور اس میں لام محذوف ہے' یعنی تم پر افسوس ہے! تم جان لو کہ وہ گھر کے پیچھے ہے۔

بعض دوسرے نحویوں نے کہا: ''وی'' حرف تنبیہ ہے اور ''کانّ'' دوسرا حرف ہے اور ''لعلّ'' کے معنی میں ہے' یعنی شاید معاملہ اس طرح ہو اور میرا گمان ہے کہ معاملہ اس طرح ہے۔

ان اقوال میں زیادہ صحیح قول قتادہ کا ہے یعنی کیا تم کو معلوم نہیں کہ......

(جامع البیان جز ۲۰ ص ۱۴۱۔۱۴۰ ملخصاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

﴿يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ﴾ (الرعد:٢٦) وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ (الرعد:۲۶)

امام بخاری نے اس تعلیق سے دوسری آیت کی طرف اشارہ کیا ہے' جو درج ذیل ہے:

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ. آپ کہیے: بے شک میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے' اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ (سباء:۳۶)

يُوَسِّعُ عَلَيْهِ وَيُضَيِّقُ. فراخی کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے۔

امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ ''یبسط'' کا معنی فراخی کرتا ہے اور ''یقدر'' کا معنی ہے: تنگی کرتا ہے۔

٣٤ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا﴾ (الاعراف:٨٥' ھود:٨٤' العنکبوت:٣٦)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مدین کی طرف ان کے قومی بھائی شعیب کو بھیجا (الاعراف:۸۵' ھود:۸۴' العنکبوت:۳۶)

حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

شعیب عربی نام ہے' مقاتل نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نو جگہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر کیا ہے' ان کا پورا نام یہ ہے: شعیب بن میکیل بن یشجر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔

اہل مدین ایسے لوگ تھے جو راستوں میں لوٹ مار کرتے تھے اور ڈاکے ڈالتے تھے' ناپ تول میں کمی کرتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک ماننے کی دعوت دی اور ناپ تول کو درست رکھنے کا حکم دیا۔

علماء سیرت نے بیان کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کے ہلاک ہونے کے بعد کافی مدت تک مدین میں رہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس پہنچے اور ان کی صاحب زادی سے نکاح کیا۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ پھر حضرت شعیب علیہ السلام مکہ چلے گئے اور وہیں فوت ہو گئے' اس وقت ان کی عمر ایک سو چالیس سال تھی اور ان کو مسجد حرام میں حجر اسود کے سامنے دفن کیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۹ ۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

اِلٰی اَهْلِ مَدْيَنَ لِاَنَّ مَدْيَنَ بَلَدٌ وَ مِثْلُهٗ ﴿وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ﴾ وَاسْئَلِ ﴿الْعِيْرَ﴾ (یوسف:۸۲) يَعْنِيْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ وَاَهْلَ الْعِيْرِ.

مدین سے اہل مدین مراد ہیں' کیونکہ مدین شہر ہے' اسی کی مثل ہے: بستی سے پوچھیے۔ (یوسف:۸۲) اور مراد ہے: بستی والوں سے پوچھیے' اور فرمایا: قافلہ سے پوچھیے' اور مراد ہے: قافلہ والوں سے پوچھیے۔

امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ شہر اور قافلہ سے سوال نہیں کیا جاتا بلکہ شہر والوں اور قافلہ والوں سے سوال کیا جاتا ہے۔

مدین حضرت شعیب علیہ السلام کا شہر ہے' یہ بحر قلزم پر تبوک کی محاذات میں تبوک سے چھ مراحل دور ہے' یہیں پر وہ کنواں ہے جہاں سے پانی لینے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے تھے' اب یہ کنواں ویران ہو چکا ہے۔

﴿وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا﴾ (هود:۹۲). لَمْ تَلْتَفِتُوْا اِلَيْهِ وَيُقَالُ اِذَا لَمْ تَقْضِ حَاجَتَهٗ ظَهَرْتَ حَاجَتِيْ وَجَعَلْتَنِيْ ظِهْرِيًّا قَالَ الظِّهْرِيُّ اَنْ تَاْخُذَ مَعَكَ دَابَّةً اَوْ وِعَاءً تَسْتَظْهِرُ بِهٖ.

(اور تم نے اسے) پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے' (یعنی) تم اس کی طرف توجہ نہیں کرتے' جب کسی کی حاجت پوری نہ ہو تو کہا جاتا ہے: تم نے اسے پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے یا کہا جاتا ہے: تم نے مجھ کو پیٹھ کے پیچھے کر دیا۔ امام بخاری نے کہا: ''الظھری'' اس جانور یا اس تھیلے کو کہتے ہیں جس کو تم قوت کے حصول کے لیے اپنے ساتھ رکھو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا. (هود:۹۲)

شعیب نے کہا: اے میری قوم! کیا میرا قبیلہ تمہارے نزدیک اللہ سے زیادہ معزز ہے' اور تم نے اسے (گویا) پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے۔

پھر امام بخاری نے اس کی تفسیر کی کہ تم اللہ کی طرف توجہ نہیں کرتے' جب کسی شخص کی کوئی حاجت پوری نہ ہو تو وہ کہتا ہے: تم نے مجھے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے۔

اور جو شخص کسی جانور کو یا تھیلے کو قوت حاصل کرنے کے لیے اپنے ساتھ لے جائے' اس کو بھی ''ظھری'' کہتے ہیں۔

﴿مَكَانَتُهُمْ﴾ وَمَكَانُهُمْ وَاحِدٌ. ان کی مکانت اور ان کے مکان کا ایک معنی ہے (یعنی اپنی جگہ)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ. اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو۔

(الانعام:١٣٥' ھود:٩٣' الزمر:٣٩)

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ امام بخاری نے اپنی تعلیق میں ''مکانتھم'' لکھا ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام کے قصہ میں ''مکانتکم'' ہے' البتہ ''مکانتھم'' قرآن مجید میں ایک اور جگہ ہے: مگر وہ حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ نہیں ہے:

وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ. (یٰس:٦٧) اور اگر ہم چاہتے تو انہیں ان کی جگہ پر مسخ کر دیتے۔

﴿يَغْنَوْا﴾ (الاعراف:٩٢) يَعِيْشُوْا. ''یغنوا'' کا معنی ہے: وہ رہتے تھے۔

اس تعلیق سے امام بخاری نے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا. (ھود:٦٨) گویا کہ وہ ان میں کبھی رہتے ہی نہ تھے۔

﴿يَاْيَسُ﴾ يَحْزَنُ. ''یایس'' کا معنی ہے: وہ غم کرتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ○ (المائدہ:٢٦) سو آپ نافرمان لوگوں (کے انجام) پر غمگین نہ ہوں○

قرآن مجید میں ''لَا تَاْسَ'' ہے' لیکن امام بخاری نے ''تاس'' کا معنی بیان کیا ہے جیسے قرآن مجید میں ''لم یغنوا'' ہے اور امام بخاری نے ''یغنوا'' کا معنی بیان کیا ہے۔

﴿اٰسٰى﴾ (الاعراف:٩٣) اَحْزَنُ. ''اسٰی'' کا معنی ہے: میں غم کروں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ○ (الاعراف:٩٣) تو میں اب کافروں پر کیوں کر غم کروں○

وَقَالَ الْحَسَنُ ﴿اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ○﴾ (ھود:٨٧) يَسْتَهْزِءُوْنَ بِهٖ. اور حسن بصری نے کہا: بے شک آپ تو بڑے تحمل والے عقل مند ہیں○ (ھود:٨٧) یہ انہوں نے حضرت شعیب کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا تھا۔

ان کی اس کلام سے غرض یہ تھی کہ آپ غیر بردبار اور بے وقوف ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿لَيْكَةُ﴾ اَلْاَيْكَةُ. اور مجاہد نے کہا: ''لیکۃ''، ''الایکۃ'' ہے (یعنی جنگل)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ○ (الشعراء:١٧٦) جنگل والوں نے رسولوں کو جھٹلایا○

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے گھروں کا نام ''الایکہ'' ہے' یہ مدین میں سمندر کے کنارے پر ہے اور لغت میں ''الایکۃ'' کا معنی گھنے درخت ہیں' یعنی جنگل۔

﴿يَوْمِ الظُّلَّةِ﴾ (الشعراء:١٨٩) إِظْلَالُ الْغَمَامِ الْعَذَابُ عَلَيْهِمْ. ''یوم الظلۃ'' کا معنی ہے: بادلوں کا سایا جوان پر عذاب تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ. (الشعراء:١٨٩) تو انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا۔

روایت ہے کہ ان سے ہوا روک لی گئی اور ان پر سخت گرمی مسلط کر دی گئی' پس ان کا دم گھٹنے لگا تو وہ جنگل کی طرف بھاگے تو ان پر بادل نے سایا کیا' جس میں ٹھنڈک تھی' وہ سب اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے' پھر اس سے آگ برسنے لگی' پھر وہ سب جل کر مر گئے۔

ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ۱۳۱ ۴۳۔ ۴۲۸ سے اخذ کی گئی ہے۔

٣٥ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۝﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَهُوَ مُلِيْمٌ۝﴾ (الصافات:١٣٩_١٤٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک یونس ضرور رسولوں میں سے ہیں۝ یہ آیت یہاں تک ہے: وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے والے تھے۝ (الصّٰفّٰت: ۱۴۲_۱۳۹)

ان پوری آیات کا ترجمہ درج ذیل ہے:

اور بے شک یونس ضرور رسولوں میں سے ہیں۝ جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگے۝ پھر قرعہ اندازی کرائی گئی تو وہ مغلوبین میں سے ہو گئے۝ پس ان کو مچھلی نے نگل لیا' اس حال میں کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے والے تھے۝

(الصّٰفّٰت: ۱۴۲_۱۳۹)

حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ

ان کا نام یونس بن متّٰی ہے' متّٰی ان کی ماں کا نام ہے' ماں کی طرف نسبت سے صرف دو نبی مشہور ہیں: حضرت عیسیٰ اور حضرت یونس علیہما الصلوٰۃ والسلام۔

امام عبد الرزاق نے یہ روایت کی ہے کہ متّٰی ان کی ماں کا نام ہے' لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ ان کے باپ کا نام ہے' ان کے باپ اہلِ بیتِ نبوت سے ایک صالح مرد تھے' ان کا کوئی بیٹا نہیں تھا' پھر یہ اس چشمہ پر گئے جس پر حضرت ایوب علیہ السلام نے غسل کیا تھا' پس انہوں نے اور ان کی زوجہ نے غسل کیا' پھر ان دونوں نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو مبارک بیٹا عطاء فرمائے اور اس کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو حضرت یونس عطاء فرمائے۔ حضرت یونس ابھی اپنی ماں کے پیٹ میں چار ماہ کے تھے کہ ان کے والد متّٰی فوت ہو گئے' ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت بنیامین کے پوتے تھے اور یہ موصل کی اس بستی کے رہنے والے تھے' جس کا نام نینویٰ ہے۔

امام بخاری اور امام ابن جریر طبری کا تسامح

قَالَ مُجَاهِدٌ مُّذْنِبٌ. مجاہد نے کہا: (''ملیم'' کا معنی) گناہ گار ہے۔

امام ابن جریر طبری نے بھی مجاہد سے اسی طرح تفسیر نقل کی ہے۔ (جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۱۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری اور امام ابن جریر طبری دونوں نے ''ملیم'' کی تفسیر مذنب (گناہ کرنے والا) سے کی اور یہ دونوں

تفسیریں غلط ہیں' تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور حضرت یونس علیہ السلام بھی معصوم ہیں" مـلیم " کا معنی ہے: ملامت کرنے والا' اور ملامت صرف گناہ پر نہیں کی جاتی بلکہ اجتہادی خطاء پر بھی کی جاتی ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے اجتہادی خطاء سے شجر ممنوع سے کھالیا' پھر عرصہ دراز تک اس پر استغفار کرتے رہے' اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام بھی اپنی بستی سے اللہ تعالیٰ سے اذنِ مخصوص لیے بغیر نکل گئے اور یہ ان کی اجتہادی خطاء تھی اور اس پر وہ اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے اور یہ تسبیح پڑھتے رہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّی كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَO (الانبیاء:٨٧) اے اللہ! تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو پاک ہے' بے شک میں (اپنے نفس پر) زیادتی کرنے والوں میں سے تھاO

انبیاء علیہم السلام تواضع اور انکسار سے اپنے متعلق جو چاہیں کہیں' لیکن کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں کہ انہیں ظالم یا گناہ کرنے والا کہے' انبیاء علیہم السلام سے جو اجتہادی خطائیں ہوئیں' ان ظاہری خطاؤں پر انہیں اجر ملتا ہے اور ان کی اجتہادی خطائیں نیکوکاروں کی نیکیوں سے بڑھ کر ہیں' اس لیے کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ انہیں گناہ کرنے والا کہہ کر اپنی حد سے بڑھے' اللہ تعالیٰ امام بخاری اور امام ابن جریر طبری کو معاف فرمائے! یہ خوش عقیدہ لوگ تھے مگر ان سے خطاء ہوگئی۔

﴿اَلْمَشْحُوْنُ﴾ اَلْمُوْقَرُ. "المشحون" کا معنی ہے: بھری ہوئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِO (الصّٰفّٰت:١٤٠) جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگےO

امام ابن جریر متوفی ٣١٠ھ نے لکھا ہے کہ وہ کشتی لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔

(جامع البیان جز ٢٣ ص ١١٦' داراحیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢١ھ)

﴿فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَO﴾ الْآیَةَ (الصافات: ١٤٣) پس اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتےO (الصّٰفّٰت: ١٤٣) آیت کو پورا کرو۔

امام بخاری نے اس کے بعد والی آیت کا ذکر نہیں کیا اور وہ یہ ہے:

لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَO (الصّٰفّٰت:١٤٤) تو وہ ضرور مچھلی کے پیٹ میں حشر کے دن تک رہتےO

یعنی اگر اس واقعہ سے پہلے حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کا ذکر کرنے والے نہ ہوتے تو وہ قیامت تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وہ راحت کے ایام میں بہت طویل نماز پڑھتے تھے' اور اگر نیک عمل کرنے والے سے کوئی ظاہری خطاء ہو جائے تو اس کا نیک عمل اس کے لیے نجات کی راہ نکال دیتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں یہ تسبیح پڑھی: "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّی كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" تو عرش کے نیچے ان کی یہ دعا پہنچی' پس فرشتوں نے کہا: اے رب! یہ بہت ضعیف اور اچھی آواز ہے' جو کسی اجنبی جگہ سے آئی ہے' اللہ تعالیٰ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو' یہ کون ہے! فرشتوں نے پوچھا: اے رب! یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ میرا بندہ یونس ہے' فرشتوں نے کہا: یہ وہی تیرے بندے یونس ہیں جن کے ہمیشہ مقبول اعمال اور مقبول دعائیں یہاں پہنچتی تھیں' فرشتوں نے عرض کیا: اے رب! یہ راحت کے ایام میں جو نیک عمل کرتے تھے کیا تو ان کے وسیلہ سے ان کو

اس مصیبت سے نجات نہیں دے گا! فرمایا: کیوں نہیں! پھر مچھلی کو حکم دیا کہ وہ ان کو کھلے میدان میں ڈال دے۔

(جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۱۹' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ الحسین بن مسعود البغوی الشافعی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت یونس کتنی مدت مچھلی کے پیٹ میں رہے؟ اس میں اختلاف ہے' مقاتل بن حیان نے کہا: تین دن رہے' عطاء نے کہا: سات دن رہے' الضحاک نے کہا: بیس دن رہے' سدی' کلبی اور مقاتل بن سلیمان نے کہا: چالیس دن رہے۔

(معالم التنزیل ج ۴ ص ۴۸-۴۷' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

﴿فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ﴾ بِوَجْهِ الْاَرْضِ ﴿وَهُوَ سَقِیْمٌ﴾ (الصافات: ١٤٥). پس ہم نے ان کو کھلے میدان میں ڈال دیا' یعنی زمین پر' اس حال میں کہ وہ بیمار تھے۔ (الصّٰفّٰت: ۱۴۵)

امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ مچھلی نے ان کو ساحل پر ڈال دیا۔

قتادہ نے کہا: ایسی زمین پر ڈال دیا جہاں پر سبزہ تھا نہ کوئی اور چیز تھی۔

اس آیت میں فرمایا ہے: وہ بیمار تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ وہ نوزائیدہ بچے کی طرح کمزور تھے۔

(جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۲۱' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

﴿وَاَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ﴾ (الصافات: ١٤٦) مِنْ غَیْرِ ذَاتِ اَصْلٍ اَلدُّبَّآءِ وَنَحْوِهٖ. اور ہم نے ان پر زمین پر پھیلنے والی کدو (لوکی یا گھیا) کی بیل اُگا دی ○ (الصّٰفّٰت: ۱۴۶) اس درخت سے مراد ایسا درخت ہے جو اپنی جڑ پر کھڑا نہیں رہتا' جیسے کدو کی بیل وغیرہ۔

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں جو ''یقطین'' کا لفظ ہے تو تمام مفسرین کے نزدیک اس سے کدو (لوکی یا گھیا) مراد ہے' حسن اور مقاتل نے کہا ہے: اس سے مراد وہ سبزہ (بیل) ہے جو روئے زمین پر پھیل جاتا ہے اور اس کا تنا نہیں ہوتا اور وہ سردیوں میں باقی نہیں رہتا' جیسے کدو اور لوکی۔ مقاتل بن حیان نے کہا: پس حضرت یونس علیہ السلام درخت کے سائے میں رہتے' ان کے پاس ایک بکری آتی تھی جس کا وہ صبح اور شام دودھ پیتے تھے' حتیٰ کہ ان پر گوشت چڑھ گیا اور ان کے بال اُگ آئے اور وہ توانا ہو گئے' ایک دن وہ نیند سے بیدار ہوئے تو وہ درخت سوکھ چکا تھا' ان کو اس کا بہت غم ہوا اور جب ان پر دھوپ آئی تو وہ رونے لگے' تب اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس حضرت جبریل کو بھیجا اور فرمایا: آپ ایک درخت کی جدائی پر رو رہے ہیں اور اپنی امت کے ایک لاکھ افراد پر نہیں روتے' وہ اسلام لا چکے ہیں اور توبہ کر چکے ہیں۔

اللہ کے نزدیک حضرت یونس علیہ السلام کا ملامت زدہ نہ ہونا

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں فرمایا ہے: پس ہم نے ان کو کھلے میدان میں ڈال دیا۔ (الصّٰفّٰت: ۱۴۵)

اور دوسری آیت میں فرمایا ہے:

لَوْ لَاۤ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ○ (القلم: ۴۹) اگر ان کے رب کی نعمت ان کی دست گیری نہ فرماتی تو وہ ضرور کھلے میدان میں ڈال دیئے جاتے' مذمت کیے ہوئے ○

اس آیت میں جو اگر کا لفظ ہے' یہ نفی پر دلالت کرتا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو کھلے میدان میں نہیں ڈالا گیا اور یہ ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جب مقید پر نفی آئے تو وہ قید کی طرف راجع ہوتی ہے اور یہاں پر کھلے میدان میں ڈال دیئے جانے کا جملہ مقید ہے اور اس کی قید ہے' مذمت کیے ہوئے یعنی ان کو کھلے میدان میں اس حال میں ڈالا گیا کہ ان کی مذمت نہیں کی گئی تھی۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۴۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان کی دست گیری نہ فرماتا تو وہ مذمت کیے ہوئے ہوتے' لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کی دست گیری فرمادی تو وہ مذمت کیے ہوئے نہ تھے۔

﴿وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ۝﴾ (الصافات: ۱٤۷)

اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا زیادہ لوگوں کی طرف بھیجا۔ (الصّٰفّٰت: ۱۴۷)

اس زیادتی کے عدد میں اختلاف ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ بیس ہزار تھے' اور اس کی حضرت ابی بن کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے' حسن بصری نے کہا: وہ تیس ہزار سے زیادہ تھے' اور سعید بن جبیر نے کہا: وہ ستر ہزار تھے۔

(معالم التنزیل ج ۴ ص ۴۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

﴿فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ۝﴾ (الصافات: ۱٤۸)

سو وہ (لوگ) ان پر ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں ایک (مقرر) وقت تک فائدہ پہنچایا۝ (الصّٰفّٰت: ۱۴۸)

یعنی حضرت یونس علیہ السلام کو جن لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا' وہ عذاب کی علامات دیکھ کر حضرت یونس پر ایمان لے آئے تو ہم نے مقرر اور مقدر وقت تک ان کو فائدہ پہنچایا۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۴۸' بیروت)

﴿وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ﴾ (القلم: ٤٨) كَظِيْمٌ وَهُوَ مَغْمُوْمٌ.

اور آپ مچھلی والے کی طرح نہ ہوں جنہوں نے اپنے رب کو اس وقت پکارا جب وہ غمگین تھے۝ (القلم: ۴۸) "کظیم" کا معنی مغموم ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ آپ مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کی طرح جلدی نہ کریں اور اپنی اُمت پر غضب نہ کریں۔ (جامع البیان جز ۲۹ ص ۵۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٤١٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي الْاَعْمَشُ. (ح) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ اِنِّيْ خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ زَادَ مُسَدَّدٌ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے اعمش نے حدیث بیان کی' (ح) مجھے ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' از الاعمش از ابووائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں حضرت یونس سے بہتر ہوں۔ مسدد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ میں حضرت یونس بن متّٰی سے بہتر ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

٣٤١٣ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ اَنْ يَقُوْلَ اِنِّيْ خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى وَنَسَبَهُ اِلٰى اَبِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی العالیہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: کسی بندہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں حضرت یونس بن متّٰی سے بہتر ہوں' انہوں نے حضرت یونس کی ان کے باپ کی طرف نسبت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٣٣٩٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٤١٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنِ اللَّيْثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا يَهُوْدِيٌّ يَعْرِضُ سِلْعَتَهُ اُعْطِيَ بِهَا شَيْئًا كَرِهَهُ فَقَالَ لَا وَالَّذِيْ اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَى الْبَشَرِ فَسَمِعَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَامَ فَلَطَمَ وَجْهَهُ وَقَالَ تَقُوْلُ وَالَّذِي اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَى الْبَشَرِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا فَذَهَبَ اِلَيْهِ فَقَالَ اَبَا الْقَاسِمِ اِنَّ لِيْ ذِمَّةً وَّعَهْدًا فَمَا بَالُ فُلَانٍ لَطَمَ وَجْهِيْ فَقَالَ لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَهُ فَذَكَرَهُ فَغَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى رُئِيَ فِيْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ اَنْبِيَاءِ اللّٰهِ فَاِنَّهُ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَيَصْعَقُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ اُخْرٰى فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ بُعِثَ فَاِذَا مُوْسٰى اٰخِذٌ بِالْعَرْشِ فَلَا اَدْرِيْ اَحُوْسِبَ بِصَعْقَتِهٖ يَوْمَ الطُّوْرِ اَمْ بُعِثَ قَبْلِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی از لیث از عبدالعزیز بن ابی سلمۃ از عبداللہ بن الفضل از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ایک یہودی اپنا سودا پیش کر رہا تھا جس کے عوض اس کو اتنی قیمت دی جا رہی تھی جو اس کو ناپسند تھی تو اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ کو تمام بشروں پر فضیلت دی ہے! ایک انصاری نے یہ سنا تو کھڑے ہو کر اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا اور کہا: تو یہ کہتا ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ کو تمام بشروں پر فضیلت دی ہے! اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں' پس وہ یہودی آپ کے پاس گیا اور کہا: اے ابوالقاسم! بے شک میرا ذمہ اور عہد ہے تو فلاں شخص کو کیا ہوا کہ اس نے میرے منہ پر تھپڑ مارا' آپ نے اس شخص سے پوچھا: تم نے اس کے منہ پر تھپڑ کیوں مارا! تو انہوں نے یہ واقعہ سنایا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضب میں آ گئے' حتیٰ کہ آپ کے چہرے پر آثارِ غضب ظاہر ہوئے' پھر آپ نے فرمایا: انبیاء اللہ کے درمیان (کسی کو) فضیلت مت دو کیونکہ صور میں پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں اور زمینوں میں ہیں' وہ سب بے ہوش ہو جائیں گے سوا ان کے جن کو اللہ چاہے' پھر اس (صور) میں دوبارہ پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے مجھے اُٹھایا جائے گا تو اس وقت حضرت موسیٰ عرش کو پکڑے ہوئے کھڑے ہوں گے' پس میں از خود نہیں جانتا کہ آیا طور کے دن کی بے ہوشی سے ان کا حساب کر لیا گیا یا ان کو مجھ سے پہلے اٹھا لیا گیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤١١ میں گزر چکی ہے۔

٣٤١٥ - وَلَا اَقُوْلُ اِنَّ اَحَدًا اَفْضَلُ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى. اور میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی شخص (بھی) حضرت یونس بن متی سے افضل ہے۔

[اطراف الحدیث: ٣٤١٦-٤٦٠٤-٤٦٣١-٤٨٠٥] [صحیح مسلم: ٢٣٧٣، الرقم المسلسل: ٦٠٤٥، سنن ابوداؤد: ٤٦٧١، السنن الکبریٰ: ٨٠٧٧، شرح السنۃ: ٤٣٠٢، مسند احمد ج ٢ ص ٢٦٤ طبع قدیم، مسند احمد: ٧٥٨٦۔ ج ١٣ ص ٢٩، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس باب کی عنوان کے ساتھ مطابقت آخری حدیث سے واضح ہے، کیونکہ اس میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسرے نبیوں پر فضیلت نہ دینے کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک یہودی اپنا سودا پیش کر رہا تھا، یعنی وہ اپنا سامان لوگوں کو دکھا رہا تھا، تاکہ وہ اس سامان کو خریدنے میں رغبت کریں تو اس کو اس سامان کی قیمت اس کی مطلوبہ قیمت سے کم بتائی گئی، پس اس نے قسم کھائی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ذمہ اور عہد، یعنی اس یہودی کے منہ پر طمانچہ مار کر اس کی جان کی حفاظت کا مسلمانوں نے جو عہد کیا تھا، اس کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: انبیاء اللہ کے درمیان (کسی کو) فضیلت مت دو، یعنی کسی نبی کو دوسرے نبی پر اس طرح فضیلت مت دو جس سے اس نبی کی کمی ہو، ہر چند کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے انبیاء علیہم السلام سے مطلقاً افضل ہیں، یا اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم اپنی خواہش سے مجھے فضیلت مت دو، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش نہیں ہوئے تھے یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہوش میں آ گئے تھے اور ہر صورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فضیلت معلوم ہوتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فضیلت جزوی ہے اور یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کُلّی کے منافی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٦، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ) (جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو اوّل بشر ہونے کی فضیلت حاصل ہے یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باپ ہونے کی فضیلت حاصل ہے یا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اوّل کلیم اللہ ہونے کی فضیلت حاصل ہے لیکن یہ سب جزوی فضیلتیں ہیں اور یہ فضیلتیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کلی فضیلت کے منافی نہیں ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کلی فضیلت پر درج ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں:

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کلی کے متعلق احادیث

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا (یہ میں اظہارِ حقیقت کے لیے بتا رہا ہوں) مجھے اس پر فخر نہیں ہے، اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا، اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے، اور اس دن ہر نبی خواہ وہ حضرت آدم ہوں یا کوئی اور وہ سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، اور میں وہ ہوں جس سے سب سے پہلے زمین شق ہوگی (اور یہ بھی اظہارِ حقیقت اور تحدیث نعمت ہے) مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔

(سنن ترمذی: ٣٦١٥، مسند احمد ج ٣ ص ٢، سنن ابن ماجہ: ٤٣٠٨، مشکوٰۃ: ٥٧٦١)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب (آپ کے حجرے کے باہر) آپ کا انتظار کر رہے تھے، آپ باہر نکلے حتیٰ کہ ان کے قریب ہوئے اور آپ نے ان کی باتیں سنیں، ان میں سے کسی نے کہا: تعجب کی بات ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق میں کسی کو خلیل بنایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، دوسرے نے کہا: اس سے زیادہ تعجب اس پر ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا' پھر ایک اور نے کہا: پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ اور اس کی (پسندیدہ) روح ہیں' ایک اور نے کہا: حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے چن لیا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آئے اور آپ نے ان کو سلام کیا اور فرمایا: میں نے تمہاری باتیں اور تمہارا تعجب کرنا سن لیا' بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں اور وہ اسی طرح واقع میں ہیں' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں اور وہ اسی طرح واقع میں ہیں' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی (پسندیدہ) روح ہیں اور وہ واقع میں اسی طرح ہیں' اور حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا اور وہ واقع میں اسی طرح ہیں' اور سنو! میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں (اور یہ اظہارِ حقیقت ہے) مجھے اس پر فخر نہیں ہے' اور میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اُٹھانے والا ہوں اور مجھے (اس پر بھی) فخر نہیں ہے' اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میں وہ ہوں جس کی شفاعت قیامت کے دن سب سے پہلے قبول کی جائے گی' اور (مجھے اس پر بھی) فخر نہیں ہے' اور میں وہ ہوں کہ سب سے پہلے جنت کی کنڈی کو کھٹکھٹاؤں گا' پھر اللہ تعالیٰ اس کو میرے لیے کھول دے گا' پھر مجھے اس (جنت) میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ فقراء مؤمنین ہوں گے اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے' اور میں تمام اولین اور آخرین میں سب سے زیادہ معزز ہوں (اور یہ سب میں اظہارِ حقیقت اور تحدیثِ نعمت کے لیے بیان کر رہا ہوں) اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ٣٦١٦' سنن دارمی: ٤٨' مسند احمد ج ٢ ص ٢٤٣' مشکوٰۃ: ٥٧٦٢)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں (یہ اظہارِ حقیقت ہے) مجھے اس پر فخر نہیں ہے' اور میں خاتم النبیین ہوں (یہ تحدیثِ نعمت ہے) مجھے اس پر فخر نہیں ہے' اور میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں' اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی (یہ محض اللہ کا فضل و کرم ہے)' مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔

(سنن دارمی: ٥٠' مشکوٰۃ: ٥٧٦٤)

یعنی یہ میرے فخر کی بات نہیں ہے کہ میں رسولوں کا قائد ہوں' فخر تو ان رسولوں کو کرنا چاہیے جنہیں مجھ جیسا قائد مل گیا۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو میں تمام نبیوں کا امام اور خطیب ہوں گا اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا' (یہ محض بیانِ واقعہ ہے) مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ٣٦١٠' مشکوٰۃ: ٥٧٦٨' مسند احمد ج ٥ ص ٥٩)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وسیلہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جنت میں سب سے بلند درجہ ہے جو صرف ایک شخص کو ملے گا' اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا۔ (سنن ترمذی: ٣٦١٢' مشکوٰۃ: ٥٧٦٧' مسند احمد ج ٢ ص ٢٦٥)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے جنت کے حلوں میں سے ایک حلّہ پہنایا جائے گا اور میں عرش کی دائیں جانب کھڑا ہوں گا اور میرے سوا کوئی اور شخص اس مقام پر فائز نہیں ہوگا۔ (سنن ترمذی: ٣٦١١' مشکوٰۃ: ٥٧٦٦)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے پیروکار ہوں گے اور سب سے پہلے جنت کا دروازہ میں کھٹکھٹاؤں گا۔ (صحیح مسلم: ٣٣١' مشکوٰۃ: ٥٧٤٢)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر آ کر اس کو کھلواؤں گا تو جنت کا خازن کہے گا: آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا: میں محمد ہوں' وہ کہے گا: مجھے آپ کے لیے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔ (صحیح مسلم: ٣٣٣' مسند احمد ج ٣ ص ١٣٦' مشکوٰۃ: ٥٧٤٣)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے: مجھے جوامع

الکلم عطاء کیے گئے' رعب سے میری مدد کی گئی' میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا' تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور آلۂ تیمم بنا دیا گیا اور مجھے تمام مخلوق کا رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کیا گیا۔ (صحیح مسلم: ۵۲۳' مشکوٰۃ: ۵۷۴۸' مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو اتنے معجزات دیئے گئے ہیں جن کی مثل پر کوئی بشر ایمان لاسکتا ہے اور مجھے وحی دی گئی جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی (یعنی قرآنِ مجید) اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے پیروکار رہوں گے۔ (صحیح البخاری: ۴۹۸۱' صحیح مسلم: ۲۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۱' مشکوٰۃ: ۵۷۴۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بے ہوش نہ ہونے پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے: آیا طور کے دن بے ہوشی سے ان کا حساب کرلیا گیا' طور کے دن کی بے ہوشی کا ذکر اس آیت میں ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا. (الاعراف: ۱۴۳)

پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو فوت ہو چکے ہیں' اب وہ بے ہوش کیسے ہوں گے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور جب قیامت کے دن صور میں پھونکا جائے گا تو عام لوگ تو سب مر جائیں گے اور انبیاء علیہم السلام اور شہداء بے ہوش ہو جائیں گے' پھر جب دوبارہ صور میں پھونکا جائے گا تو تمام لوگ زندہ کر دیئے جائیں گے اور انبیاء علیہم السلام ہوش میں آجائیں گے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ سب سے پہلے مجھے اٹھایا جائے گا اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۶۱۵' سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۸' مسند احمد ج ۳ ص ۲' مشکوٰۃ: ۵۷۶۱)

پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا: میں ازخود نہیں جانتا کہ آیا طور کی بے ہوشی سے ان کا حساب کرلیا گیا (یعنی وہ بے ہوش نہیں ہوئے) یا ان کو مجھ سے پہلے اُٹھالیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ کلام تواضع اور انکسار پر محمول ہے۔ علامہ عینی نے بھی اس حدیث کی شرح میں اسی طرح لکھا ہے۔

٣٤١٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم' انہوں نے کہا: میں نے حمید بن عبدالرحمان سے سنا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: کسی بندہ کے لیے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ میں حضرت یونس بن متّی سے افضل ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۴۱۵ سے واضح ہو چکی ہے کہ آپ کا یہ کلام تواضع اور انکسار پر محمول ہے' ورنہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام سے مطلقاً افضل ہیں۔

٣٦ - بَابٌ

﴿وَاسْاَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِىْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِى السَّبْتِ﴾ (الاعراف:١٦٣)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان سے اس بستی کا حال پوچھئے جو دریا کے کنارے واقع تھی جب وہ ہفتہ کے دن کے بارے میں حد سے بڑھنے لگے (الاعراف:١٦٣)

امام بخاری نے یہ پوری آیت ذکر نہیں کی اس پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہے:

اور (اے نبی مکرم!) ان سے اس بستی کا حال پوچھئے! جو دریا کے کنارے واقع تھی' جب وہ ہفتہ کے دن کے بارے میں حد سے بڑھنے لگے' جب ان کی مچھلیاں ان کے ہفتہ کے دن (پانی پر) تیرتی ہوئیں ان کے پاس بہ کثرت آنے لگیں اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا تو وہ ان کے پاس نہ آتیں' اسی طرح ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا' اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے O (الاعراف: ١٦٣)

اس باب میں اس آیت کی تفسیر بیان کی جائے گی:

ہفتہ کے دن شکار کی ممانعت کا قصہ

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ٥١٦ھ لکھتے ہیں:

یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ ان سے سوال کیجئے' یہ سوال اس واقعہ کو جاننے کے لیے نہیں تھا کیونکہ وہ واقعہ تو اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو اس آیت میں بتا دیا ہے' بلکہ یہ سوال ان کو جھڑکنے اور ان کو ڈانٹنے کے لیے ہے۔ یہ سوال اس بستی کے متعلق ہے جو ساحل سمندر کے قریب آباد تھی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اس بستی کو ایلہ کہا جاتا تھا اور یہ بستی مدین اور پہاڑ طور کے درمیان ساحل سمندر کے قریب واقع تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب وہ ہفتہ کے دن کے بارے میں حد سے بڑھنے لگے۔

وہ اس دن مچھلی کا شکار کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے تجاوز کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب ان کی مچھلیاں ان کے ہفتہ کے دن (پانی پر تیرتی ہوئیں) ان کے پاس بہ کثرت آنے لگیں۔

اس آیت میں ''شُرَّعًا'' کا لفظ ہے' یہ ''شارع'' کی جمع ہے' یعنی اس دن بہت زیادہ مچھلیاں ظاہر ہوتیں اور ''شروع'' کا معنی ظہور ہے' ضحاک نے کہا کہ وہ مچھلیاں بہ کثرت لگاتار آتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا تو وہ ان کے پاس نہ آتیں۔

یعنی وہ مچھلیاں ہفتہ کے دن کے علاوہ ان کے پاس نہیں آتی تھیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ ہفتہ کے دن کی تعظیم نہیں کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسی طرح ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا' اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ (الانفال: ١٦٣)

اس کا قصہ یہ ہے کہ شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار کرنے سے منع نہیں کیا بلکہ ہفتہ کے دن مچھلیاں کھانے سے منع کیا ہے' سو تم ہفتہ کے دن مچھلیاں شکار کر لو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ شیطان نے ان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تم کو ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑنے سے منع کیا ہے' تم ایسا کرو کہ سمندر کے کنارے کے قریب ایک حوض بنا لو' ہفتہ کے دن جب بہ کثرت مچھلیاں سمندر میں آئیں گی تو تم ایک نالی کے ذریعہ سمندر کا پانی اس حوض میں جمع کر لو' پس پانی کے ساتھ وہ مچھلیاں بھی حوض میں آ جائیں گی' سو تم ہفتہ کے دن مچھلیاں نہ پکڑنا' دوسرے دن اتوار کو مچھلیاں پکڑ لینا' پس بنی اسرائیل کافی مدت تک

اس طرح کرتے رہے' پھر انہوں نے جسارت کر کے ہفتہ کے دن ہی مچھلیاں پکڑنی شروع کر دیں اور کہنے لگے: ہمارا گمان یہ ہے کہ ہفتہ کے دن شکار کرنا ہمارے لیے حلال کر دیا گیا ہے' پس وہ ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑتے اور کھاتے اور ان کی خرید وفروخت کرتے۔

(معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۴۲' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہفتہ کے دن کو معزز نہیں قرار دیا تھا' یہ ان کی خود اختیار کردہ بدعت تھی' انہوں نے ہفتہ کے دن کو مقدس قرار دیا اور اس دن شکار کرنے کو حرام کہا' پھر وہ آزمائش میں ڈالے گئے اور ان پر ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار کو ممنوع قرار دیا گیا۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمائش میں ڈالا اور ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار کو حرام قرار دیا' تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان میں سے کون اطاعت کرنے والا ہے اور کون نافرمانی کرنے والا ہے' اور بعض نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے آزمائش میں ڈالا کہ وہ چھپ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تھے تاکہ لوگوں پر ان کا فسق اور نافرمانی ظاہر نہ ہو جائے تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ان کو بغیر کسی فسق اور جرم کے عذاب دیا گیا ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۷۱۔۷۰ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

یَعْدُوْنَ یَتَعَدُّوْنَ یَتَجَاوَزُوْنَ فِی السَّبْتِ ﴿اِذْ تَاْتِیْهِمْ حِیْتَانُهُمْ یَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا﴾ (الاعراف:۱۶۳) شَوَارِعَ. اِلٰی قَوْلِهٖ ﴿كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِیْنَ ○﴾ (الاعراف: ۱۶۶)

''یعدون'' کا معنی ہے: وہ ہفتہ کے دن حد سے آگے بڑھتے تھے' جب ان کی مچھلیاں' ان کے ہفتہ کے دن (پانی پر تیرتی ہوئی) ان کے پاس بہ کثرت آئیں۔ (الاعراف:۱۶۳) ''شُرَّعًا'' کی تفسیر ''شوارع'' ہے۔ یہ آیت یہاں تک ہے: تم ذلیل بندر بن جاؤ○ (الاعراف:۱۶۶۔۱۶۴)

امام بخاری نے ''شُرَّعًا'' کی تفسیر ''شوارع'' سے کی ہے' یہ غلط ہے' کیونکہ ''شُرَّعًا''، ''شارعًا'' کی جمع ہے اور ''شوارع''، ''شارعۃٌ'' کی جمع ہے' اس کا مادہ ظہور پر دلالت کرتا ہے' یعنی اس دن مچھلیاں بہت ظاہر ہوتی تھیں۔

امام بخاری نے یہ آیتیں پوری ذکر نہیں کیں' ہم ان آیات کا مکمل ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

اور جب ان کے ایک گروہ نے (نصیحت کرنے والوں سے) کہا: تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے' انہوں نے (جواب میں) کہا: ہم (یہ نصیحت) تمہارے رب کی بارگاہ میں اپنی معذرت پیش کرنے کے لیے کرتے ہیں اور اس اُمید پر کہ شاید یہ لوگ نافرمانی سے باز آ جائیں○ تو جب انہوں نے ان سب باتوں کو بھلا دیا جن کے ساتھ انہیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو بُرائی سے روکتے تھے اور ظالموں کو بہت بُرے عذاب میں پکڑ لیا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے○ پھر جب وہ انتہائی سرکشی اختیار کر کے وہی کام کرتے رہے جس کام سے ان کو روکا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہا: تم ذلیل بندر بن جاؤ○ (الاعراف:۱۶۶۔۱۶۴)

ہفتہ کے دن شکار کے متعلق بنی اسرائیل کے تین فرقے

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ ان لوگوں کے تین فرقے تھے' ایک گروہ ان کو نصیحت کرتا تھا اور دوسرا فرقہ وہ تھا جو ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرتا تھا جس کو نصیحت کی جاتی تھی' اور تیسرا فرقہ وہ تھا جو نصیحت کرنے والوں سے کہتا تھا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت

کرتے ہو' جن کو اللہ تعالیٰ عذاب دینے والا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس تیسرے فرقہ کا کیا انجام ہوا۔

ابو صالح بیان کرتے ہیں کہ اتوار سے جمعہ تک چھ دن تھے' یہود نے اپنی طرف سے ایک دن مقرر کیا اور اس کا نام اپنی طرف سے سبت رکھا' اور اس سے پہلے سبت کا دن نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر جمعہ کے بعد سبت (ہفتہ) کا دن مقرر کر دیا اور اس دن انہیں مچھلیوں کے شکار کی ممانعت سے مکلّف کیا' پھر یہ لوگ ہفتہ کے دن شکار کرنے سے باز رہنے لگے' حتیٰ کہ ان میں سے ایک شخص نے کہا: اللہ نے سبت کا دن ہم پر مقرر نہیں کیا ہم نے خود اس دن کو مقرر کیا ہے' پس کاش! میں اس دن مچھلی کا شکار کروں' پھر اس نے ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کیا' اس کے پڑوسی نے یہ سنا تو وہ عذاب سے ڈرا اور گھر سے بھاگ گیا' پھر جب کافی عرصہ تک اس پر عذاب نہیں آیا تو دوسروں نے بھی ہفتہ کے دن شکار کیا' پھر وہ ہفتہ کے دن عید مناتے اور خوب شراب پیتے اور گاتے بجاتے' پھر ان میں جو نیک اور صالح لوگ تھے' انہوں نے کہا: تم پر افسوس ہے! تم کیا کر رہے ہو؟ ان کاموں سے رک جاؤ' ورنہ اللہ تم پر سخت عذاب نازل فرمائے گا' مگر یہ لوگ نہیں باز آئے تو صالحین نے کہا: ہم اپنے اور ان کے درمیان ایک دیوار کھینچ دیتے ہیں' سو انہوں نے ایسا ہی کیا' اور جب ہفتہ کی رات آتی تو ان نیک لوگوں کو ان لوگوں کے گانے بجانے اور شور وشغب سے ایذاء پہنچتی' حتیٰ کہ جس رات ان کو مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا اس رات صالحین کو ان کے شور وشغب کی آواز نہیں آئی تو انہوں نے آپس میں کہا: کیا وجہ ہے کہ آج رات ان کی آوازیں نہیں آئیں؟ بعض نے کہا: شاید یہ لوگ شراب کے نشہ میں سو چکے ہیں' پھر کسی نے کہا: چلو! دیوار پر چڑھ کر ان کا حال دیکھو' پھر انہوں نے دیوار پر چڑھ کر دیکھا تو بندروں کی ٹولیوں کی ٹولیاں آ رہی تھیں' انہوں نے ان میں سے کسی کو علامتوں سے پہچان کر پوچھا: کیا تم فلاں ہو؟ تو اس نے اپنے ہاتھ سے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا' یعنی میں وہی ہوں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ قصہ اسی طرح مروی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جوان میں سے پہلے جوان تھے ان کو بندر بنا دیا گیا اور جو ان میں سے بوڑھے تھے ان کو خنزیر بنا دیا گیا۔ (جامع البیان جز۹ ص ۱۲۲۔۱۱۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جنہوں نے ہفتہ کے دن شکار کرنے کو بُرا جانا اور منع نہیں کیا' ان کا انجام

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم نے یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو بُرائی سے روکتے تھے اور ظالموں کو بہت بُرے عذاب میں پکڑ لیا۔ (الاعراف:۱۶۵)

حضرت ابن عباس نے کہا: میں نہیں جانتا کہ اس فرقہ کا کیا انجام ہوا جو خاموش رہا تھا' یعنی جس نے بُرائی سے نہیں روکا تھا' عکرمہ نے اُن سے کہا: اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے! کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے تجاوز کرنے والوں کے کام کو بُرا جانا تھا اور کہا تھا: تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا ہے۔ (الاعراف:۱۶۴)

ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے ان خاموش رہنے والوں کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ میں نے ان کو نجات دے دی مگر ان کے متعلق یہ بھی نہیں فرمایا کہ میں نے ان کو ہلاک کر دیا' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو عکرمہ کا جواب بہت پسند آیا۔

(معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۴۳' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تبلیغ کرنا فرضِ کفایہ ہے' جب صالحین نے تبلیغ کر دی اور ہفتہ کے دن شکار کرنے

سے منع کر دیا تو جو خاموش رہے تھے ان سے تبلیغ کرنے کی فرضیت ساقط ہو گئی اور اس قاعدہ کے مطابق وہ بھی نجات یافتہ ہیں اگرچہ ان کا درجہ برائی سے روکنے والوں سے کم ہے۔

بَئِيْسٌ: شَدِيْدٌ. "بئیس" کا معنی ہے: شدید۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے الاعراف:١٦٦ کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس شدید عذاب سے مراد ہفتہ کے دن شکار کرنے والوں کو بندر بنا دینا ہے۔

امام بخاری نے اس باب میں صرف تعلیقات ذکر کی ہیں کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

٣٧ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاٰتَيْنَا دَاوُدَ زَبُوْرًا۝﴾ (بنی اسرائیل:٥٥)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے داؤد کو زبور دی۝ (النساء:١٦٣ بنو اسرائیل:٥٥)

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی ہم اس پوری آیت کا ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

(اے رسول مکرم!) ہم نے نوح کی طرف اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف وحی کی اور ہم نے وحی کی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں کی طرف اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف اور ہم نے داؤد کو زبور دی۝ (النساء:١٦٣)

حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ

داؤد اسم عجمی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عبرانی زبان میں اس کا معنی ہے: کم عمر والا کہا جاتا ہے کہ ان کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ انہوں نے دل کے زخموں کا علاج کیا تھا مقاتل نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کا بارہ جگہ ذکر کیا ہے ان کا پورا نام داؤد بن ایشا بن یہوذا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے۔

زبور اس کتاب کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل فرمائی تھی اس میں ایک سو پچاس سورتیں ہیں جن میں پچاس سورتوں میں نصیحتیں اور حکمتیں ہیں اس میں حلال اور حرام اور حدود اور احکام نہیں ہیں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زبور رمضان کے مہینے میں نازل فرمائی تھی۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص٨)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم مجھے گزشتہ رات دیکھتے اس وقت میں تمہاری قراءت سن رہا تھا بے شک تمہیں آل داؤد کی مزامیر میں سے ایک مزمار دی گئی ہے حضرت ابوموسیٰ نے کہا: سنئے! یا رسول اللہ! اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں آپ کی خاطر اس کو زیادہ عمدہ طریقہ سے پڑھتا۔

(صحیح مسلم:٧٩٣ ٢٣٦ صحیح ابن حبان:٧١٩٧ سنن بیہقی ج١٠ ص٢٣١-٢٣٠ صحیح البخاری:٥٠٤٨ سنن ترمذی:٣٨٥٥ المستدرک ج٣ ص٢٦١)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھانے کے لیے عبادت کرنا یا نیک عمل کرنا جائز ہے اور یہ ریاکاری نہیں ہے۔

زبور کی لفظی تحقیق اور اس کا تعارف

اَلزُّبُرُ. اَلْكُتُبُ وَاحِدُهَا زَبُوْرٌ. زَبَرْتُ. كَتَبْتُ "الزبر" کا معنی ہے: "الکتب" (کتابیں) اس کا واحد زبور ہے "زبرت" کا معنی ہے: میں نے لکھا۔

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ٥١٦ھ لکھتے ہیں:

الاعمش اور حمزہ نے زُبور پڑھا ہے اس کا معنی ہے: ہم نے داؤد کو لکھی ہوئی کتابیں اور صحیفے دیئے اور دوسروں نے زَبور پڑھا ہے اور یہ اس کتاب کا نام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل کیا تھا' اس میں اللہ عزوجل کی حمد وثناء ہے' حضرت داؤد علیہ السلام لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر زبور پڑھتے تھے' علماء بنی اسرائیل آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے اور عوام علماء کے پیچھے کھڑے ہوتے اور جنات عام لوگوں کے پیچھے کھڑے ہوتے اور جو جانور پہاڑوں پر ہوتے وہ بھی ان کے ساتھ آ کر کھڑے ہو جاتے اور پرندے ان کے سروں پر بولتے تھے۔ (معالم التنزیل ج ا ص ۲۲۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِى السَّرْدِ﴾ (سبا: ۱۰-۱۱)

اور ہم نے داؤد کو فضیلت عطاء فرمائی' اے پہاڑو! (خوش الحانی) سے داؤد کے ساتھ تسبیح پڑھو' اور اے پرندو! (تم بھی) اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا ۝ کہ آپ مکمل زرہیں بنائیں اور مناسب اندازے سے ان کی کڑیاں جوڑیں۔ (سباء: ۱۱-۱۰)

اس آیت میں فضیلت سے مراد ہے: نبوت اور کتابِ زبور کا عطاء فرمانا اور ان کو خوش الحانی عطاء فرمانا اور ان کو ایسی قوت اور قدرت عطاء فرمانا جس سے انہوں نے پہاڑوں کو مسخر کیا اور پرندوں کو تابع کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قَالَ مُجَاهِدٌ سَبِّحِىْ مَعَهٗ. مجاہد نے کہا: ''اوّبی'' کا معنی ہے: ان کے ساتھ تسبیح پڑھو۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا: اس کا معنی ہے: اے پہاڑو! ان کے ساتھ تسبیح پڑھو' ابومیسرہ نے کہا: یعنی حبشی زبان میں ان کے ساتھ تسبیح پڑھو۔ (جامع البیان جز ۲۲ ص ۷۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

﴿وَالطَّيْرَ﴾. اور پرندے۔

ابن زید نے کہا: جس طرح پہاڑوں کو نداء کر کے حضرت داؤد کے ساتھ تسبیح پڑھنے کا حکم دیا تھا' اسی طرح پرندوں کو بھی ان کے ساتھ تسبیح پڑھنے کا حکم دیا تھا' اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ ہم نے پرندوں کو ان کے لیے مسخر کر دیا تھا۔

(جامع البیان جز ۲۲ ص ۹۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

﴿وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ﴾. اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔ (سباء: ۱۰)

یعنی ہم نے ان کے لیے لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا تھا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ ان کے لیے آمدنی کا ایسا ذریعہ بنا دے جس کی وجہ سے وہ بیت المال سے مستغنی ہو جائیں' سو وہ لوہے سے زرہ بنا کر روزی کماتے اور اپنے اہل وعیال کو کھلاتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۹)

﴿اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ﴾ اَلدُّرُوْعَ. کہ پوری کشادہ زرہیں بنایئے۔ (سباء: ۱۱) ''سٰبِغٰتٍ'' کا معنی ہے: (کشادہ) زرہیں۔ ''الدروع'' اس کا معنی: زرہیں ہے۔

اس آیت میں ''اَنْ اعمَل'' کا لفظ ہے' یہ ''اَنْ'' تفسیر کے لیے ہے' جیسے اس آیت میں ہے:

فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ. (المؤمنون: ۲۷) پس ہم نے نوح کی طرف وحی فرمائی کہ کشتی بنائیں۔

﴿وَقَدِّرْ فِى السَّرْدِ﴾ (سبا: ۱۱) اَلْمَسَامِيْرِ. وَالْحَلَقِ وَلَا يُدِقُّ الْمِسْمَارَ فَيَتَسَلْسَلَ وَلَا تُعَظِّمْ فَيَفْصِمَ. اور اندازہ سے (زرہ کی کڑیاں) جوڑیں۔ (سباء: ۱۱) (یعنی زرہ کی) کیلوں اور حلقوں میں (اندازہ رکھیں)' کیلوں کو اتنا باریک

بھی نہ کریں کہ ڈھیلی ہو جائیں اور نہ اتنی بڑی رکھیں کہ ٹوٹ جائیں۔

امام بخاری نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ کیلوں کو درمیانی اندازہ پر رکھیں۔

اَفْرِغْ اَنْزِلْ. ''افرغ'' کا معنی ہے: نازل فرما!

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا. (البقرہ:٢٥٠) اور جب وہ جالوت اور اس کے لشکر کے سامنے آئے تو انہوں نے دعا کی کہ اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے۔

امام بخاری نے اس باب میں اس تعلیق کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ طالوت کے لشکر کا قصہ ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام اسی لشکر میں تھے۔

امام عبدالرحمان بن ادریس ابن ابی حاتم رازی متوفی ٣٢٧ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

طالوت نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا: اگر تم نے جالوت کو قتل کر دیا تو میں اپنی لڑکی سے تمہاری شادی کر دوں گا اور اپنے مال سے تم کو انعام دوں گا۔ الخ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ٢ ص ٤٧٧ ' مکتبہ نزار مصطفیٰ ' مکہ مکرمہ '١٤١٧ھ)

اس آیت میں صبر طلب کرنے کی دعا کا ذکر ہے ' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبر کے بجائے عافیت کی طلب کی دعا کا حکم دیا ہے۔

امام ترمذی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا ' ایک شخص دعا کر رہا تھا: اے اللہ! میں تجھ سے صبر کا سوال کرتا ہوں ' آپ نے فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ سے بلاء (مصیبت) کا سوال کیا ہے (یعنی مصیبت آئے تو تم اس پر صبر کرو گے) پس تم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو۔ (سنن ترمذی: ٣٥٢٧ ' مسند احمد ج ٥ ص ٢٣١)

اور اس آیت کا جواب یہ ہے کہ یہ سابقہ اُمت کی دعا ہے ' جب ان پر جالوت سے جنگ کی مصیبت نازل ہو چکی تھی اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مصیبت آنے سے پہلے صبر کی دعا نہ کی جائے ' اور مصیبت آنے کے بعد اس مصیبت پر صبر و استقامت کی دعا کی جائے۔

﴿بَسْطَةً﴾ زِيَادَةً وَّفَضْلًا. ''بسطة'' کا معنی ہے: زیادہ اور فضل۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ. (البقرہ:٢٤٧) بے شک اللہ نے اسے تم پر چن لیا اور اسے علم اور جسم میں زیادہ کشادگی عطاء فرمائی۔

یہ آیت بھی طالوت کے قصہ سے متعلق ہے ' اور امام بخاری نے ''بسطة'' کی تفسیر زیادہ قوت اور مال میں افزودگی سے فرمائی ہے اور جنگ میں مہارت کے ساتھ۔

﴿وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌO﴾ (سباء:١١) اور تم سب نیک عمل کرتے رہو ' بے شک میں تمہارے تمام کاموں کو خوب دیکھنے والا ہوں O (سباء:١١)

یعنی پھر میں تمہیں ان کا اچھا بدلہ عطاء کروں گا۔

٣٤١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ　امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے

الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُفِّفَ عَلٰی دَاوُدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ الْقُرْاٰنُ فَکَانَ یَاْمُرُ بِدَوَابِّهٖ فَتُسْرَجُ فَیَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهٗ وَلَا یَاْکُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ یَدِهٖ رَوَاهُ مُوْسَی بْنُ عُقْبَةَ عَنْ صَفْوَانَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام پر (زبور کی) قراءت میں آسانی کر دی گئی تھی وہ اپنی سواریوں پر زین بچھانے کا حکم دیتے پس زین بچھائی جاتی اور وہ سواریوں پر زین بچھائی جانے سے پہلے (زبور کی) قراءت مکمل کر لیتے اور وہ صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ نے از صفوان از عطاء بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٠٧٣ میں گزر چکی ہے۔

٣٤١٨- حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ اَخْبَرَهٗ وَاَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَاَصُوْمَنَّ النَّهَارَ وَلَاَقُوْمَنَّ اللَّیْلَ مَاعِشْتُ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ الَّذِیْ تَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَاَصُوْمَنَّ النَّهَارَ وَلَاَقُوْمَنَّ اللَّیْلَ مَا عِشْتُ قُلْتُ قَدْ قُلْتُهٗ قَالَ اِنَّكَ لَا تَسْتَطِیْعُ ذٰلِكَ فَصُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ فَاِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَذٰلِكَ مِثْلُ صِیَامِ الدَّهْرِ فَقُلْتُ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَصُمْ یَوْمًا وَّاَفْطِرْ یَوْمَیْنِ قَالَ قُلْتُ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَصُمْ یَوْمًا وَّاَفْطِرْ یَوْمًا وَّذٰلِكَ صِیَامُ دَاوُدَ وَهُوَ عَدْلُ الصِّیَامِ قُلْتُ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْهُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب کہ سعید بن مسیب نے ان کو خبر دی کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ رہوں گا میں ضرور دن میں روزہ رکھوں گا اور ضرور رات کو (نماز میں) قیام کروں گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیا (واقعی) تم نے یہ کہا ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں گا میں ضرور دن میں روزہ رکھوں گا اور میں ضرور (رات میں) قیام کروں گا! میں نے عرض کیا: بے شک میں نے یہ کہا ہے آپ نے فرمایا: تم اس کی طاقت نہیں رکھتے، تم روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو (یعنی روزہ نہ رکھو) اور رات کو قیام کرو اور نیند بھی کرو اور تم ایک مہینہ میں تین دن کے روزے رکھو کیونکہ ایک نیکی کا دس گنا اجر ہوتا ہے اور اس سے تمام عمر کے روزوں کا اجر حاصل ہوگا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا: پھر تم ایک دن روزہ رکھو اور دو دن افطار کرو، میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا: پھر تم ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور یہ متوسط روزے ہیں، میں نے عرض کیا: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: اس سے افضل کوئی چیز نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۴۱۹ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ اَبِي ثَابِتٍ عَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ اُنَبَّاْ اَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ فَاِنَّكَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتِ الْعَيْنُ وَنَفِهَتِ النَّفْسُ صُمْ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَذٰلِكَ صَوْمُ الدَّهْرِ اَوْ كَصَوْمِ الدَّهْرِ قُلْتُ اِنِّي اَجِدُنِي قَالَ مِسْعَرٌ يَعْنِي قُوَّةً قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَلَا يَفِرُّ اِذَا لَاقٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی ثابت نے حدیث بیان کی از ابی العباس از حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم رات کو (نماز میں) قیام کرتے ہو اور دن میں روزہ رکھتے ہو، میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم بے شک جب یہ کرو گے تو تمہاری آنکھیں کمزور ہو جائیں گی اور بدن لاغر ہو جائے گا، تم ہر مہینہ سے تین دن کے روزے رکھ لیا کرو تو یہ تمام عمر کے روزے ہیں، یا (فرمایا:) تمام عمر کے روزوں کی مثل ہیں، میں نے کہا: میں اپنے اندر اس کی طاقت پاتا ہوں، مسعر نے کہا: یعنی قوت، آپ نے فرمایا: پھر تم حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو، وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور جب میدانِ جہاد میں مقابلہ کرتے تو فرار نہیں ہوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے تینوں مؤخر الذکر احادیث اس لیے روایت کی ہیں کہ ان میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر ہے۔

۳۸ - بَابٌ اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوُدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ وَيَصُومُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ عَلِيٌّ وَّهُوَ قَوْلُ عَائِشَةَ مَا اَلْفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِي اِلَّا نَائِمًا.

اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں، حضرت داؤد علیہ السلام آدھی رات سوتے تھے اور تہائی رات قیام کرتے تھے اور (پھر) رات کے چھٹے حصے میں سوتے تھے، اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ سحر کے وقت میں نے آپ کو جب بھی پایا آپ میرے پاس سوئے ہوئے ہوتے تھے

٣٤٢٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَوْسٍ الثَّقَفِيِّ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا وَّاَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوٗدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از عمرو بن اوس الثقفی' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں' وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے' وہ آدھی رات تک سوتے تھے اور تہائی رات (نماز میں) قیام کرتے تھے اور (پھر رات کے) چھٹے حصہ تک سوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔

فرض کیجئے رات بارہ گھنٹے کی ہو تو حضرت داؤد علیہ السلام پہلے چھ گھنٹے تک سوتے تھے' پھر چار گھنٹے تک نماز میں قیام کرتے' پھر دو گھنٹے تک سوتے تھے' اور ظاہر ہے اس طرح سو کر درمیان میں اُٹھنا اور اُٹھ کر طویل قیام کرنا معمولی بات نہیں ہے۔

٣٩ - بَابٌ ﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗ اَوَّابٌ ○ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَفَصْلَ الْخِطَابِ﴾ (ص:١٧ _ ٢٠)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کیجئے ہمارے طاقت ور بندے داؤد کو' بے شک وہ (ہماری طرف) رجوع کرنے والے تھے ○ ان آیتوں کو ''قول فیصل'' تک پڑھیں (ص: ۲۰ـ۱۷)

امام بخاری نے یہ پوری آیات ذکر نہیں کیں' ہم ان آیات کا مکمل ترجمہ لکھ رہے ہیں:

اور یاد کیجئے ہمارے طاقت ور بندے داؤد کو بے شک وہ (ہماری طرف) بہت رجوع کرنے والے تھے ○ بے شک ہم نے پہاڑوں کو ان کے ساتھ تابع کر دیا' وہ شام کو اور سورج چمکتے (وقت) تسبیح کرتے تھے ○ اور پرندے جمع کیے ہوئے سب ان کے تابع فرمان تھے ○ اور ہم نے ان کی حکومت کو مضبوط کر دیا اور ہم نے ان کو حکمت دی اور قول فیصل عطاء فرمایا ○

حضرت داؤد علیہ السلام کے طاقتور ہونے کا بیان

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

ص: ۱۷ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا: وہ ہمارے طاقت ور بندے تھے۔

مجاہد اور قتادہ نے کہا ہے کہ ان کو عبادت کرنے کی بہت طاقت تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ وہ احکام جاری کرنے اور نافذ کرنے میں بہت طاقتور تھے' کیونکہ ان کے لیے لوہا نرم کر دیا گیا تھا اور وہ لوہے سے زرہ اور دیگر اسلحہ بنا لیتے تھے اور پہاڑوں اور پرندوں کو ان کے تابع کر دیا تھا اور وہ ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے' اور اس آیت میں ''اوّاب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ بہت زیادہ تسبیح کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ عبادت کرنے والے تھے' اور نیک عمل کرنے والے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کا تسبیح کرنا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر کنکریوں کا تسبیح کرنا

ص:١٨ میں پہاڑوں کی تسبیح کرنے کا ذکر ہے اور یہ خبر دی ہے کہ پہاڑ اور پرندے حضرت داؤد علیہ السلام کی تسبیح کے وقت تسبیح کرتے تھے' اس میں اللہ عزوجل نے یہ بتایا ہے کہ پہاڑ اپنی شدید سختی کے باوجود نرم ہو جاتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کی تسبیح کے وقت تسبیح کرتے تھے اور ان کی تسبیح کو جان لیتے تھے' اس آیت میں یہ تنبیہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو ملائم کر دیا' اسی طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار کے سخت دلوں کو بھی نرم کر دے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے جھک جائیں' کیونکہ وہ بہر حال پہاڑ سے زیادہ سخت تو نہیں ہیں اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو کافر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی تسبیح نہیں کرتے' وہ پہاڑوں اور پتھروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک خصوصیت عطاء کی ہے' حضرت داؤد کے ساتھ پہاڑ تسبیح کرتے تھے اور اس نوع کی تسبیح اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی عطاء فرمائی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند کنکریاں لیں تو وہ آپ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں' حتیٰ کہ حاضرین نے اس تسبیح کو سنا اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کی انگلیاں تسبیح کرتی تھیں اور اس کی مثالیں بہت زیادہ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ نے اس کے چند نظائر بیان کیے ہیں' ان میں سے ایک یہ ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم معجزات کو برکت شمار کرتے تھے اور تم ان کو خوف کی علامت شمار کرتے ہو' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' پس پانی کم ہو گیا' آپ نے فرمایا: فالتو پانی تلاش کرو' تو لوگ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لائے' آپ نے اپنا ہاتھ اس برتن میں داخل کیا اور فرمایا: آؤ مبارک پانی کی طرف اور اللہ کی برکت کی طرف! پس تحقیق یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کو (چشمہ کی طرح) اُبلتے ہوئے دیکھا اور تحقیق یہ ہے کہ ہم طعام کی تسبیح کو سنا کرتے تھے اور وہ کھایا جا رہا ہوتا تھا۔ (صحیح البخاری:٣٥٧٩' سنن ترمذی:٣٦٣٣' صحیح ابن خزیمہ:٢٠٤' مسند ابو یعلیٰ:٥٣٧٢' دلائل النبوۃ ج ٤ ص ١٢٩' شرح السنۃ:٣٧١٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١١ ص ٤٧٤' دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ٢ ص ٥٨١' مسند احمد ج ١ ص ٤٦٠ طبع قدیم' مسند احمد:٤٣٩٣۔ ج ٧ ص ٤٠١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' الدر المنثور ج ٥ ص ٢٥٨)

تحقیق یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ زبانِ قال سے تسبیح کرتے تھے نہ کہ زبانِ حال سے

ص:١٩ میں فرمایا: اور پرندے جمع کیے ہوئے' یعنی پرندے بھی ان کے لیے مسخر کر دیئے گئے تھے۔

وہ سب ان کے تابع تھے' اور فرمایا: وہ شام کو اور سورج چمکتے وقت تسبیح کرتے تھے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے حقیقۃً شام کا اور اشراق کا وقت مراد ہو' لیکن یہاں مراد یہ ہے کہ وہ ہر وقت ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے' لہٰذا شام کا وقت رات سے کنایہ ہے اور اشراق کا وقت دن سے کنایہ ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس سے ان کی تسبیح حالی مراد ہے' یعنی پہاڑوں کا مضبوطی سے اپنی جگہ قائم رہنا اور پرندوں کا اُڑنا اور چہچہانا' زبانِ حال سے یہ بتا رہا ہے کہ ان کے خالق نے ان میں یہ صفات پیدا کی ہیں اور اس سے زبانِ قال مراد نہیں ہے' یعنی وہ انسانوں کی طرح نطق اور کلام سے تسبیح نہیں کرتے' لیکن ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح تو صرف پہاڑ اور پرندے نہیں' کائنات کی ہر چیز زبانِ حال سے اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ. (بنی اسرائیل:٤٤) اور ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔

اس لیے صحیح یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ اور پرندے زبانِ قال کے ساتھ یعنی انسانوں کی طرح نطق اور کلام کے

ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتے تھے۔

حکمت اور قولِ فیصل کے معانی

ص: ٢٠ میں فرمایا: اور ہم نے ان کو حکمت دی اور قولِ فیصل عطاء فرمایا۔

حکمت سے مراد نبوت ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد ہو: ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرنا۔

اور فصل خطاب یعنی قولِ فیصل سے مراد ہے: مقدمات کا فیصلہ کرنا' ظالم کو ظلم سے روکنا اور حق دار کو اس کا حق پہنچانا۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ فصل خطاب سے مراد ہے: اما بعد کے کلمات' لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔

ابوعوسجہ نے کہا: فصل خطاب سے مراد ہے: جھگڑے کا فیصلہ کرنا۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ٨ ص ٦١٤ ۔ ٦١٠ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

قَالَ مُجَاهِدٌ اَلْفَهْمُ فِي الْقَضَاءِ.

مجاہد نے کہا: (''فصل الخطاب'' کا معنی ہے:) فیصلہ کی فہم۔

امام محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ نے اپنی سند سے یہ روایت کی ہے:

مجاہد نے کہا کہ ''فصل الخطاب'' سے مراد ہے: صحیح فیصلہ اور اس کی فہم۔

(جامع البیان جز ٢٣ ص ١٦٤' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام عبدالرحمان محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی ٣٢٧ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: جس نے سب سے پہلے اما بعد کہا وہ حضرت داؤد رضی اللہ عنہ ہیں اور یہی ''فصل الخطاب'' ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ١٨٣٢٤ ۔ ج ١٠ ص ٣٢٣٨' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

﴿وَلَا تُشْطِطْ﴾ لَا تُسْرِفْ.

''ولا تشطط'' کا معنی ہے: حد سے تجاوز نہ کرنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ○ (ص: ٢٢)

انہوں نے کہا: آپ گھبرائیں نہیں! ہم لڑنے والے دو فریق ہیں' ہمارے ایک فریق نے دوسرے پر زیادتی کی ہے' سو آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کریں اور حق سے تجاوز نہ کریں اور ہمیں سیدھی راہ بتائیں ○

﴿وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ○﴾ (ص: ٢٢)

اور ہمیں سیدھی راہ بتائیں ○ (ص: ٢٢)

حق سے تجاوز نہ کریں' کے بعد اس کا ذکر کیا ہے' سیدھی راہ سے مراد ہے: درمیانی راستہ۔

﴿اِنَّ هٰذَآ اَخِىْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِىَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا﴾ (ص: ٢٣)

بے شک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے اب یہ کہتا ہے کہ وہ (ایک دنبی بھی) مجھے دے دے۔ (ص: ٢٣)

امام بخاری نے اس تعلیق میں پوری آیت ذکر نہیں کی' ہم پوری آیت اور اس کا ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

اِنَّ هٰذَآ اَخِىْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِىَ نَعْجَةٌ

بے شک یہ میرا بھائی ہے اس کی ننانوے دُنبیاں ہیں اور

وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِO قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَO (ص: ۲۴-۲۳)

میرے پاس ایک (دُنبی) ہے تو اس نے کہا: وہ بھی مجھے دے دے اور اس نے بات میں مجھ پر دباؤ ڈالاO (داؤد نے) کہا: بے شک اس نے تیری دُنبی کو اپنی دُنبیوں کے ساتھ ملانے کا سوال کر کے تجھ پر ظلم کیا اور بے شک اکثر شریک ضرور دوسرے شریکوں پر زیادتی کرتے ہیں' سوا ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور وہ بہت کم ہیں اور داؤد نے یہ گمان کیا کہ ہم نے ان کی آزمائش کی ہے تو (فوراً) انہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور سجدہ میں گر گئے اور اللہ کی طرف رجوع کیاO

اس آیت میں ایک شخص نے دوسرے کو جو بھائی کہا ہے' اس سے مراد دینی بھائی یا کاروبار میں شریک مراد ہے' اور دُنبی سے مراد عورت ہے۔

يُقَالُ لِلْمَرْاَةِ نَعْجَةٌ وَّيُقَالُ لَهَا اَيْضًا شَاةٌ. مِثْلُ ﴿وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّآ﴾ (آل عمران:۳۷) ضَمَّهَا.

عورت کو دُنبی کہا جاتا ہے اور اس کو بکری بھی کہا جاتا ہے۔ اور زکریا کو اس کا کفیل بنایا۔ (آل عمران: ۳۷)

امام بخاری نے آل عمران: ۳۷ کو نقل کر کے یہ بتایا کہ حضرت زکریا نے مریم بنت عمران کو اپنے نفس کے ساتھ ملایا' اسی طرح ص: ۲۳ کا معنی ہے کہ وہ ایک دُنبی بھی میری دُنبیوں کے ساتھ ملا دے۔

امام ابو منصور ماتریدی نے بھی بعض مفسرین سے ''اِکْفِل'' کا یہ معنی نقل کیا ہے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۸ ص ۶۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

﴿وَعَزَّنِيْ﴾ غَلَبَنِيْ صَارَ اَعَزَّمِنِّيْ اَعْزَزْتُهٗ جَعَلْتُهٗ عَزِيْزًا.

''وعزنی'' کا معنی ہے: مجھ پر غالب آ گیا' (کہا جاتا ہے:) وہ مجھ سے زیادہ غالب ہو گیا' ''اعززتہ'' کا معنی ہے: میں نے اس کو کلام میں غالب کر دیا۔

اسی طرح تفسیر ماتریدی میں ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۸ ص ۶۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

فِي ﴿الْخِطَابِ﴾ يُقَالُ الْمُحَاوَرَةُ. ﴿قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ﴾ (ص:۲٤)

(خطاب کے لیے) کہا جاتا ہے: ''المحاورۃ'' یعنی خطاب کو ''محاورۃ'' بھی کہا جاتا ہے۔ (داؤد نے) کہا: بے شک اس نے تیری دُنبی کو اپنی دُنبیوں کے ساتھ ملانے کا سوال کر کے تجھ پر ظلم کیا۔ (ص: ۲۴)

حضرت داؤد علیہ السلام نے اس شریک کے دُنبی کے مطالبہ کو ظلم قرار دیا اور اس کی مذمت کی۔

﴿وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿اِنَّمَا فَتَنّٰهُ﴾ (ص: ٢٤)

اور بے شک اکثر شریک (''خلطاء'' کا معنی شرکاء ہے) زیادتی کرتے ہیں' یہ آیت یہاں تک پڑھیں: (داؤد نے گمان کیا کہ) ہم نے ان کی آزمائش کی۔ (ص: ۲۴)

ہم اس سے پہلے یہ پوری آیت ذکر کر چکے ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِخْتَبَرْنَاهُ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس کا معنی ہے: ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا۔

یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ یقین ہو گیا کہ دو آدمیوں کا ان کے پاس آ کر بہ ظاہر لڑنا' ان کو اس پر متنبہ کرنے کے لیے تھا کہ ان سے لغزش ہوئی ہے۔

وَقَرَاَ عُمَرُ فَتَّنَّاهُ بِتَشْدِيْدِ التَّاءِ. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھا: ''فتّناہ'' تاء پر تشدید کے ساتھ۔

علامہ عینی نے کہا: یہ قراءت شاذہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٤)

﴿فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَO﴾ (ص:٢٤) تو انہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور سجدہ میں گر گئے اور اللہ کی طرف رجوع کیاO (ص:٢٤)

اس آیت میں سجدہ کو رکوع سے تعبیر کیا ہے' کیونکہ دونوں میں جھکنا ہوتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہ کے محامل

موجودہ تورات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت داؤد کی ننانوے بیویاں تھیں' ان کی اوریاہ کی بیوی پر نظر پڑی اور انہوں نے اوریاہ کو قتل کرایا اور اس کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ (کتاب مقدس' پرانا عہد نامہ' ص ٣٠٥-٣٠٣ ملخصاً)

ہمارے مفسرین نے اس واقعہ کے حسب ذیل محامل بیان کیے ہیں:

علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ٥٩٧ھ لکھتے ہیں:

یہ اسرائیلی روایت سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے اور معنی کے اعتبار سے جائز نہیں ہے' کیونکہ انبیاء علیہم السلام ایسے فعل سے منزہ ہیں' اور حضرت داؤد علیہ السلام پر جس وجہ سے عتاب کیا گیا تھا' اس کے درج ذیل محامل ہیں:

(١) حضرت داؤد علیہ السلام نے اوریاہ سے کہا: تم اپنی بیوی کو چھوڑ دو اور اس کو میرے حوالہ کر دو۔

(٢) حضرت داؤد علیہ السلام نے اس عورت کو دیکھ کر یہ تمنا کی تھی: کاش! وہ میری بیوی ہوتی' پھر اتفاق سے اس کا خاوند جہاد میں گیا اور ہلاک ہو گیا' اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی کسی کارروائی کا دخل نہیں تھا' جب آپ کو اس کی موت کی خبر پہنچی تو آپ کو اس کی موت پر اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا دوسروں سپاہیوں کی موت پر افسوس ہوتا تھا' پھر آپ نے اس کی بیوی سے عقد کر لیا۔

(٣) اس کی بیوی پر آپ کی اتفاقاً نظر پڑی' پھر آپ نے نظر ہٹائی نہیں اور اس کو دیکھتے رہے۔

(٤) اوریاہ نے اس عورت کو نکاح کا پیغام دیا تھا' اس کے علم کے باوجود حضرت داؤد نے اس کو نکاح کا پیغام دیا' اس سے اوریاہ کو رنج ہوا۔ (زاد المسیر ج ٧ ص ١١٦-١١٥ مکتب اسلامی' بیروت' ١٤٠٧ھ)

امام رازی نے ان محامل کے علاوہ ایک یہ محمل بیان کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک فریق کی بات سنے بغیر دوسرے فریق کے حق میں فیصلہ کر دیا تھا' اس لیے ان پر عتاب ہوا۔ (تفسیر کبیر ج ٩ ص ٣٨١-٣٨٠' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ٧٥٤ھ نے لکھا ہے:

آنے والے دو آدمیوں کے متعلق آپ نے یہ گمان کیا تھا کہ وہ آپ کو ضرر پہنچانے آئے ہیں' لیکن جب ایسا نہیں ہوا تو آپ نے ان کے متعلق غیر صحیح گمان پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا۔ (البحر المحیط ج ٩ ص ١٥١' دار الفکر' بیروت' ١٤١٢ھ)

علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ مالکی متوفی ٥٤٣ھ نے اس پر دلائل قائم کیے ہیں کہ آنے والے دو شخص انسان نہیں تھے' بلکہ فرشتے

تھے اور انہوں نے ایک فرضی صورت بیان کر کے حضرت داؤد علیہ السلام سے سوال کیا تھا' علامہ محمود بن عمر الزمخشری متوفی ۵۳۸ ھ کا بھی یہی مختار ہے۔ (احکام القرآن ج ۴ ص ۴۷'الکشاف ج ۴ ص ۸۷)

امام رازی اور علامہ ابوالحیان اندلسی کا مختار یہ ہے کہ وہ فرشتے نہیں تھے' انسان ہی تھے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۸۲'البحر المحیط ج ۹ ص ۱۵۱)

* حضرت داؤد علیہ السلام کے اس واقعہ کی پوری تفصیل ہم نے تبیان القرآن' سورۃ ص: ۲۰۔۱۷ میں لکھ دی ہے' دیکھئے: تبیان القرآن ج ۱۰ ص ۸۵۔ ۵۳۔

تاہم اس مسئلہ میں میری رائے یہ ہے کہ علامہ ابن جوزی کے ذکر کردہ محامل میں سے پہلا محمل بہ ظاہر قرآن مجید کے مضمون کے زیادہ قریب ہے۔

تبیان القرآن میں حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ کے عنوانات

ہم نے تبیان القرآن میں اس کی جو تفسیر کی ہے' اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ (۲) حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت کی وجوہ (۳) چاشت اور اشراق پڑھنے کی فضیلت میں احادیث (۴) اشراق کی نماز کا وقت (۵) نمازِ چاشت کی رکعات کی تعداد اور اس کا وقت (۶) پہاڑوں اور پرندوں کا حضرت داؤد کے ساتھ تسبیح کرنا (۷) حضرت داؤد علیہ السلام کی ہیبت (۸) حضرت داؤد کا محافظ ان کا لشکر تھا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محافظ اللہ تعالیٰ تھا (۹) حکمت کی تعریفات (۱۰) فصل خطاب کی تفسیر میں متعدد اقوال (۱۱) مشکل الفاظ کے معانی (۱۲) حضرت داؤد علیہ السلام کے حجرہ کی دیوار پھاند کر آنے والے آیا انسان تھے یا فرشتے تھے؟ (۱۳) آنے والوں کے فرشتہ ہونے پر علامہ ابوبکر ابن العربی کے دلائل (۱۴) آنے والوں کے انسان ہونے پر امام رازی کے دلائل (۱۵) آنے والوں کے فرشتہ ہونے کی توجیہ (۱۶) مذکورہ توجیہ کا امام رازی کی طرف سے جواب (۱۷) مذکورہ توجیہ کا مصنف کی طرف سے جواب (۱۸) آنے والوں کے انسان ہونے پر علامہ ابوالحیان اندلسی کے دلائل (۱۹) حضرت داؤد علیہ السلام نے صرف ایک فریق کے بیان پر کیوں فیصلہ کیا؟ (۲۰) حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہات (۲۱) سورۂ ص کے سجدہ کے وجوب میں اختلافِ فقہاء (۲۲) سورۂ ص کے سجدۂ تلاوت کے متعلق احادیث اور آثار (۲۳) نماز اور خارج از نماز' رکوع سے سجدۂ تلاوت کا ادا ہونا (۲۴) حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے جس فعل پر اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی تھی' اس کے متعلق موجودہ تورات کا بیان (۲۵) بعض قدیم مفسرین کا تورات کی محرف روایت کو نقل کر کے اس سے استدلال کرنا (۲۶) جن محتاط مفسرین نے اس اسرائیلی روایت کو مسترد کر دیا (۲۷) حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہات اور محامل (۲۸) خلیفہ کا معنی اور اس سے حضرت داؤد علیہ السلام کی عصمت پر استدلال (۲۹) انسانی معاشرہ میں خلیفہ کی ضرورت (۳۰) انبیاء علیہم السلام کا عموماً اور سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خصوصاً خلیفۃ اللہ ہونا (۳۱) خلیفہ کا خواہش کی اتباع کرنا کیوں عذابِ شدید کا موجب ہے؟ (۳۲) خلافت علی منہاج النبوت کی تحقیق (۳۳) آیت استخلاف کی تحقیق (۳۴) خلافت کی تعریف (۳۵) خلافت منعقد کرنے کے طریقے (۳۶) خلیفہ کو منتخب کرنے والوں کے لیے شرائط (۳۷) موجودہ مغربی جمہوریت اور اسلامی ریاست کا فرق۔

۳۴۲۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ سَمِعْتُ الْعَوَّامَ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ نَسْجُدُ فِيْ ﴿ص﴾ فَقَرَأَ ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ. حَتّٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سہل بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے العوام سے سنا از مجاہد' انہوں نے کہا: میں نے

اَتٰی .﴿فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (الانعام: ٨٤ - ٩٠) فَقَالَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ اُمِرَ اَنْ يَّقْتَدِيَ بِهِمْ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۳۲-۴۸۰۶-۴۸۰۷] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: آیا ہم سورۂ ص میں سجدہ کریں' پس انہوں نے یہ آیت پڑھی: اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان ہیں' حتیٰ کہ یہاں تک پڑھا: پس آپ ان سب کی ہدایت کی پیروی کیجئے۔ (الانعام: ۹۰-۸۴) پس انہوں نے کہا: تمہارے نبی ان میں سے ہیں جن کو ان سب نبیوں کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

اس پر دلیل کہ ہم کو بھی سورۂ ص کا سجدہ کرنا چاہیے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منشاء یہ تھا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سب نبیوں کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور ان سب نبیوں میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی ہیں اور حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ سجدہ کیا تھا' سو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس سجدہ کا حکم دیا گیا ہے' اور آپ کی پیروی میں ہم کو بھی یہ سجدہ کرنا چاہیے۔

٣٤٢٢ - **حَدَّثَنَا** مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَيْسَ ﴿ص﴾ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُوْدِ. وَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: سورۂ ص (کا سجدہ) مؤکد سجدوں میں سے نہیں ہے اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۶۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٠ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ﴾ (ص: ٣٠)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمائے' وہ کیا ہی اچھے بندے ہیں' بے شک وہ (ہماری طرف) بہت رجوع کرنے والے ہیں O (ص: ۳۰)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی مدح کا سبب

اس آیت میں حضرت سلیمان کی مدح کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ وہ توبہ کے ذریعہ یا تسبیح کے ذریعہ ہماری طرف بہت رجوع کرنے والے ہیں۔

اَلرَّاجِعُ الْمُنِيْبُ .

(''اوّاب'' کا معنی ہے:) رجوع کرنے والا اور انابت کرنے والا۔

رجوع کا معنی ہے: گناہ سے رجوع کرنے والا' انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں' ان کے لیے جب یہ لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کا معنی ہوتا ہے: اس کام سے رجوع کرنے والے جو بہ ظاہر خلاف اولیٰ ہو' فی نفسہ وہ کام جائز ہوتا ہے مگر ان کی شان اور ان کے مقام

سے بعید ہوتا ہے' وہ توبہ کر کے اس کام سے اولیٰ اور افضل کام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

وَقَوْلِهٖ ﴿وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ﴾ (ص:٣٥) (حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی:) اور مجھے ایسی بادشاہی عطاء فرما! جو میرے بعد کسی کو سزاوار نہ ہو۔ (ص:٣٥)

علامہ ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ٣٣٣ھ لکھتے ہیں:

اس دعا میں درج ذیل تاویلات ہیں:

(١) اللہ تعالیٰ ان کو ایسا ملک عطاء فرمائے جوان کی زندگی میں کوئی ان سے چھین نہ سکے کیونکہ پہلے ان سے ملک چھن گیا تھا' جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔

(٢) جب تک وہ زندہ رہیں وہ ملک ان کے لیے ثابت رہے اور اس ملک کا تاحیات ان کے لیے ثابت رہنا' ان کی نبوت کی دلیل اور معجزہ ہو جائے۔

(٣) انہوں نے یہ دعا اس لیے کی کہ مخلوق کی زبان پر ان کا ذکر خیر جاری رہے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ٨ ص ٦٢٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

وَقَوْلِهٖ ﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰی مُلْكِ سُلَیْمٰنَ﴾ (البقرہ:١٠٢) اور وہ اس (جادو) کے پیچھے لگ گئے' جسے سلیمان کے عہد حکومت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔ (البقرہ:١٠٢)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ لکھتے ہیں:

شہر بن حوشب نے بیان کیا کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام سے ان کا ملک چھن گیا تھا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے غائب ہونے کی مدت میں شیاطین جادو لکھتے تھے' پھر انہوں نے اس جادو کے کاغذات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کے نیچے دفن کر دیا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام فوت ہو گئے تو ابلیس نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا: اے لوگو! (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) نبی نہیں تھے وہ صرف جادوگر تھے' پھر لوگ ان کے گھر کے سامان میں جادو کے آثار کو تلاش کرنے لگے تو شیطان نے اس جگہ کی رہنمائی کی جہاں اس نے جادو کے کاغذات رکھے تھے' تو لوگوں نے کہا: ہاں! اللہ کی قسم! (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) جادوگر تھے' پس مؤمنوں نے کہا: نہیں! بلکہ وہ نبی اور مؤمن تھے' پھر جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ نے انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا ذکر فرمایا تو یہودیوں نے کہا: دیکھو! (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حق کے ساتھ باطل کو ملاتے ہیں اور (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کا انبیاء میں ذکر کرتے ہیں حالانکہ وہ جادوگر تھے اور ہوا پر سواری کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے یہ براءت نازل فرمائی۔

اور وہ اس جادو کے پیچھے لگ گئے جس کو شیاطین سلیمان کے عہد حکومت میں پڑھا کرتے تھے' اور سلیمان نے کفر نہیں کیا' ہاں! شیطانوں نے ہی کفر کیا' وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ (البقرہ:١٠٢) (جامع البیان جز ١ ص ٥١٨' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی ٣٢٧ھ نے اس قصہ کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ٩٨٤۔ ٩٨٣۔ ٩٨٢۔ ج ١ ص ١٨٦۔ ١٨٥' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی متوفی ٣٣٣ھ نے اس قصہ کے علاوہ یہ روایت بھی ذکر کی ہے:

شیاطین نے جادو کے کلمات لکھ کر لوگوں میں پھیلا دیئے' جب حضرت سلیمان علیہ السلام اس پر مطلع ہوئے تو آپ نے جادو کے

کاغذات کو اپنے تخت کے نیچے دفن کر دیا تاکہ لوگ جادو کے فتنہ میں مبتلاء نہ ہوں' آپ کی وفات کے بعد شیاطین نے جادو کے کاغذات کو تخت کے نیچے سے نکالا اور کہا: یہی (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کا وہ علم ہے جس کو وہ چھپاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی برأت کی اور البقرہ: ۱۰۲ نازل فرمائی۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۱ ص ۵۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

آیا جادو صرف نظر بندی ہے یا اس سے حقیقت بھی بدل سکتی ہے؟

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

جادو کی حقیقت میں اختلاف ہے' بعض علماء کا قول ہے کہ وہ محض دھوکا ہے' نظر بندی ہے اور شعبدہ بازی ہے اور جادوگر کسی چیز کی حقیقت کو تبدیل نہیں کر سکتا' اور دوسرے علماء نے کہا کہ بعض اوقات جادوگر اپنے جادو سے انسان کو گدھا بنا دیتا ہے اور حقائق تبدیل کر دیتا ہے' انہوں نے کہا: اگر جادو سے حقیقت نہ بدلتی اور جادو صرف نظر بندی اور تخییل ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ کیوں خبر دیتا:

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ. (البقرہ: ۱۰۲)

پس لوگ ان فرشتوں سے اس جادو کو سیکھ لیتے جس کے ذریعہ وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈالتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جادو کی حقیقت تھی اور یہ محض نظر بندی نہیں تھی' ورنہ جادو کے ذریعہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کیسے ہوتی! (جامع البیان ج ۱ ص ۵۳۰-۵۲۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ﴾ (سباء: ۱۲)

اور سلیمان کے لیے ہوا کو قابو میں کر دیا' اس کی صبح کی رفتار ایک ماہ کی تھی' اور شام کی رفتار ایک ماہ کی تھی۔ (سباء: ۱۲)

یعنی ہم نے سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا' دوسری آیت میں فرمایا ہے:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ۝ (ص: ۳۶)

پس ہم نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا' وہ ان کے حسب فرمان نرمی سے چلتی تھی' جس جگہ کا وہ ارادہ کرتے تھے۝

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ' ابن وہب سے روایت کرتے ہیں:

حضرت سلیمان کے پاس لکڑی کی ایک سواری تھی' جس میں ایک ہزار رکن تھے' ہر رکن میں ایک ہزار گھر تھے جس میں جن اور انس سوار ہوتے تھے' جن اور انس مل کر اس سواری کو اوپر اٹھاتے تھے' جب وہ اوپر اٹھ جاتی تو پھر ہوا اس کو چلاتی تھی' حضرت سلیمان علیہ السلام ایک ماہ کی مسافت کے فاصلہ پر ایک قوم کے پاس قیلولہ کرتے اور ایک ماہ کی مسافت پر دوسری قوم کے پاس شام کو پہنچتے۔

(جامع البیان: ۲۱۹۴۶۔ جز ۲۲ ص ۸۵-۸۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

﴿ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ﴾ (سباء: ۱۲) اَذَبْنَا لَهٗ عَيْنَ الْحَدِيْدِ.

اور ہم نے ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا۔ (سباء: ۱۲) یعنی ان کے لیے لوہے کا چشمہ بہا دیا۔

''القطر'' کا معنی بیان کرنے میں امام بخاری کی خطاء

اس آیت میں ''القطر'' کا لفظ ہے' امام بخاری نے اس کا معنی لوہا کیا ہے' لیکن لغت میں اس کا معنی پگھلا ہوا تانبا ہے۔ علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی نے لکھا ہے:

''القطر: النحاس الذائب'' (القاموس المحیط ص ۴۶۳) قطر کا معنی ہے: پگھلا ہوا تانبا۔

اسی طرح المنجد اردو میں مذکور ہے۔ (ص ۸۱۶) نیز مفسرین نے بھی اسی طرح لکھا ہے:

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے حسن بصری' قتادہ' ابن زید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے لکھا ہے: اس کا معنی پگھلا ہوا تانبا ہے۔ (جامع البیان: ۲۱۹۵۰-۲۱۹۴۹-۲۱۹۴۸- جز ۲۲ ص ۸۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابومنصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ نے لکھا ہے کہ اس کا معنی تانبا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی پیتل ہے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۸ ص ۴۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

﴿وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿مِنْ مَّحَارِيْبَ﴾ (سباء:۱۲-۱۳)

اور جنات میں سے بعض ان کے سامنے کام کرتے تھے۔ (سبا:۱۳-۱۲) یہ آیت ''من محاریب'' تک پڑھیں۔

امام بخاری نے اپنی تعلیق میں ان آیات کا ذکر نہیں کیا' ہم ان آیات کو لکھ کر ان کا ترجمہ لکھ رہے ہیں:

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِO يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُO (سباء:۱۳-۱۲)

اور جنات میں سے بعض ان کے سامنے اپنے رب کے حکم سے کام کرتے تھے' (اور سلیمان نے کہا:) ان میں سے جو ہمارے حکم سے کجروی اختیار کرے گا ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب چکھائیں گےO وہ سلیمان کے لیے وہ سب بناتے تھے جو وہ چاہتے تھے' اونچے قلعے اور مجسمے اور حوض جیسی بڑی دیگ اور (چولہوں پر) جمی ہوئی بڑی دیگچی' اے آلِ داؤد! تم شکر گزاری کے لیے نیک کام کرو اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیںO

قَالَ مُجَاهِدٌ بُنْيَانٌ مَّادُوْنَ الْقُصُوْرِ.

مجاہد نے کہا: (''محراب'' کا معنی ہے:) قلعہ سے چھوٹی عمارت۔

امام ابن جریر طبری نے ''محاریب'' کی تفسیر میں لکھا ہے:

مجاہد نے کہا: وہ ایسی عمارت ہے جو محل یا قلعہ سے چھوٹی ہو۔ (۲۱۹۵۲)

قتادہ نے کہا: وہ قلعے اور مساجد ہیں۔ (۲۱۹۵۳)

ابن زید نے کہا. وہ مساکن ہیں۔ (۲۱۹۵۴)

ضحاک نے کہا: وہ مساجد ہیں۔ (۲۱۹۵۵) (جامع البیان جز ۲۲ ص ۸۶' دار الفکر' بیرت' ۱۴۱۵ھ)

﴿وَتَمَاثِيْلَ﴾

اور ''تماثیل'' یعنی مجسمے۔

ضحاک نے کہا: اس سے مراد شیشے کی مجسم صورتیں ہیں۔ (۲۱۹۵۸) (جامع البیان جز ۲۲ ص ۸۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

وَ﴿جِفَانٍ كَالْجَوَابِ﴾ كَالْحِيَاضِ لِلْاِبِلِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَالْجَوْبَةِ مِنَ الْاَرْضِ.

اور حوض جیسی بڑی دیگ۔ (سباء:۱۳) جیسے اونٹوں کے لیے حوض ہوتے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جیسے زمین میں بڑا گڑھا ہو۔

قرآن مجید میں ''جفان'' کا لفظ ہے' یہ نالہ یا ٹب کو کہتے ہیں' اور اس سے بڑی دیگ بھی مراد ہو سکتی ہے۔

﴿وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ اِلٰى قَوْلِهِ الشَّكُوْرُ﴾ (سباء:۱۳)

اور چولہوں پر جمی ہوئی بڑی دیگیں' یہ آیت ''الشکور'' تک مراد ہے۔ (سباء:۱۳)

قتادہ نے کہا: ''راسیات'' کا معنی ہے: وہ اپنی جگہ سے ہٹ نہ سکیں' جیسے پہاڑ اپنی جگہ ثابت ہوتے ہیں۔ (٢١٩٦٥)
قتادہ نے کہا: شکر کا معنی ہے: اللہ سے ڈرنا اور اس کے احکام کی اطاعت کرنا۔ (٢١٩٦٧)
ابن زید نے کہا: اس کا معنی ہے: میں نے تم کو نعمتیں عطاء کیں اور علم دیا اور تمہارے لیے ان چیزوں کو مسخر کر دیا جو دوسروں کے لیے مسخر نہیں کیں' سوائے آل داؤد! تم میرا شکر ادا کرو اور حمد بھی شکر کا ایک حصہ ہے۔ (٢١٩٦٩)
فرمایا: میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: میرے بندوں میں سے میری توحید کو ماننے والے کم ہیں۔ (٢١٩٧٠) (جامع البیان جز ٢٢ ص ٨٩۔٨٨' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَادَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ﴾ اَلْاَرْضَةُ ﴿تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ﴾ عَصَاهُ ﴿فَلَمَّا خَرَّ اِلٰى﴾ قَوْلِهٖ ﴿الْمُهِيْنُ﴾ (سباء:١٤)

سو جب ہم نے ان پر موت کا حکم نافذ کر دیا تو جنات کو کسی نے ان کی موت پر رہنمائی نہیں کی سوائے زمین کی دیمک کے جو سلیمان کے عصا کو کھاتی رہی۔ ''دابۃ الارض'' کا معنی ہے: زمین کی دیمک' اور ''منسأۃ'' کا معنی ہے: عصا' پھر جب سلیمان زمین پر آ رہے' یہ آیت ''المھین'' تک پڑھیں۔ (سباء:١٤)

دیمک سے مراد زمین کا وہ کیڑا ہے جو لکڑی کو کھا جاتا ہے' امام بخاری نے آیت کا جو حصہ چھوڑ دیا ہے' وہ درج ذیل ہے:

فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ○ (سبا:١٤)

جب سلیمان زمین پر آ رہے تو جنات پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اگر ان کو علم غیب ہوتا تو وہ اس ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے ○ (سبا:١٤)

وہ ذلت والا عذاب یہ تھا کہ وہ مسلسل حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق کام کرتے رہے' حالانکہ حضرت سلیمان علیہ السلام فوت ہو چکے تھے اور وہ انہیں زندہ سمجھ کر کام کرتے رہے۔

﴿حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ﴾ (ص:٣٣) مِنْ ذِكْرِ رَبِّيْ.

(بے شک میں نے) مال کی محبت اپنے رب کی یاد (کی) وجہ سے پسند کی (ص:٣٢) اپنے رب کے ذکر کی وجہ سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ○ (سباء:٣٢)

پس کہا: میں نے مال کی محبت اپنے رب کی یاد (کی) وجہ سے پسند کی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا ○

قتادہ نے بیان کیا ہے کہ خیر کی محبت سے مراد مال اور گھوڑوں کی محبت ہے۔ (٢٢٩٦١)
یعنی میں نے مال سے محبت کی' حتیٰ کہ میں اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا اور اس مشغولیت میں عصر کی نماز جو فرض تھی' وہ قضا ہو گئی۔

قتادہ نے کہا: رب کی یاد سے مراد عصر کی نماز ہے۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تورات بالحجاب'' سے مراد ہے: سورج مغرب میں غروب ہو گیا۔ (٢٢٩٦٧)
(جامع البیان جز ٢٣ ص ١٨٥۔١٨٤' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

﴿فَطَفِقَ مَسْحًا ۢبِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ﴾ (ص:٣٣)

پس وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

يَمْسَحُ اَعْرَافَ الْخَيْلِ وَعَرَاقِيْبَهَا. (ص: ٣٣) یعنی گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر۔

خلاصہ یہ ہے کہ پچھلے پہر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے نہایت اصیل اور تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے' حضرت سلیمان علیہ السلام ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور اس مشغولیت میں ان سے عصر کی نماز فوت ہو گئی تو وہ اس پر بہت غمگین ہوئے' انہوں نے کہا: ان گھوڑوں کو دوبارہ میرے پاس لاؤ اور اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے تلوار سے ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں کو کاٹ ڈالا' یعنی جس سبب سے ان کی نماز قضا ہوئی تھی' اس سبب کا قلع قمع کر دیا۔

(محصلہ جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۸۵۔ ۱۸۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

﴿الْاَصْفَادُ﴾ (ص: ٣٨) الْوَثَاقُ. ''الاصفاد'' کا معنی ہے: بیڑیاں اور زنجیریں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّ اٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ O (ص: ٣٨) اور دوسرے سرکش شیطان زنجیروں میں جکڑے ہوئے O

سدی نے بیان کیا ہے کہ ان کے ہاتھوں کو گردنوں کے ساتھ ملا کر زنجیروں سے باندھ دیا گیا تھا۔

(جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۹۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿اَلصّٰفِنٰتُ﴾ صَفَنَ الْفَرَسُ رَفَعَ اِحْدٰى رِجْلَيْهِ حَتّٰى تَكُوْنَ عَلٰى طَرَفِ الْحَافِرِ ﴿اَلْجِيَادُ﴾ (ص: ٣١) اَلسِّرَاعُ. اور مجاہد نے کہا: ''الصافنات'' ''صفن الفرس'' سے ماخوذ ہے' یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب گھوڑا ایک پاؤں اُٹھا کر کھر کی نوک پر کھڑا ہو جائے' ''الجیاد'' کا معنی ہے: تیز رفتار گھوڑے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ O (ص: ٣١) جب ان کے سامنے پچھلے پہر نہایت اصیل اور تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے O

امام بخاری نے ''الصافنات'' کی جو تفسیر کی' اسی تفسیر کو امام طبری نے ابن زید کی روایت سے لکھا ہے اور ''جیاد'' کی جو تفسیر کی ہے' اسی تفسیر کو امام طبری نے مجاہد کی روایت سے لکھا ہے۔

(جامع البیان: ۲۲۹۵۹۔ ۲۲۹۵۷۔ جز ۲۳ ص ۱۸۴۔ ۱۸۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام بخاری اور امام طبری دونوں کا اسرائیلی روایات کے مطابق ''جسدًا'' کی تفسیر شیطان کے ساتھ کرنا

﴿جَسَدًا﴾ (ص: ٣٤) شَيْطَانًا. ''جسدًا'' سے مراد ہے: شیطان۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ O (ص: ٣٤) بے شک ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا' پھر (انہوں نے) ہماری طرف رجوع کیا O

امام بخاری نے ''جسدًا'' کی تفسیر جو شیطان سے کی ہے' یہی تفسیر امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

اس جسد سے مراد شیطان ہے جو انسان کی شکل میں تھا' مفسرین نے کہا ہے: اس کا نام صخر تھا' اور ایک قول ہے: اس کا نام آصف تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ وہ جسد شیطان تھا جس کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی دی تھی اور اس نے

اس کو سمندر میں پھینک دیا تھا اور حضرت سلیمان کی حکومت اس انگوٹھی میں تھی اور اس شیطان کا نام صخر تھا۔(٢٢٩٧٦)

مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اس شیطان کا نام آصف تھا' ایک دن اس سے حضرت سلیمان نے پوچھا: تم لوگوں کو کس طرح فتنہ میں ڈالتے ہو؟ اس نے کہا: آپ مجھے اپنی انگوٹھی دکھائیں پھر میں آپ کو بتاتا ہوں' آصف نے اس انگوٹھی کو سمندر میں پھینک دیا اور حضرت سلیمان زمین میں پھرتے رہے' اور ان کا ملک ان کے ہاتھ سے نکل گیا اور آصف ان کی کرسی پر بیٹھ گیا' اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کو اس سے ممنوع رکھا' وہ ان سے مقاربت نہ کر سکا' انہوں نے اس کو اجنبی مرد گمان کیا۔ مجاہد نے کہا: پس حضرت سلیمان علیہ السلام کھانا طلب کرتے' پس فرماتے: کیا تم پہچانتے ہو میں سلیمان ہوں' پس لوگ ان کی تکذیب کرتے' حتیٰ کہ ایک عورت نے ان کو ایک مچھلی دی' انہوں نے اس کو چیرا تو اس کے پیٹ سے وہ انگوٹھی نکل آئی' پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف ان کا ملک واپس آ گیا۔(٢٢٩٨٠) (جامع البیان جز ٢٣ ص ١٨٧-١٨٦' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ٤٥٠ھ لکھتے ہیں:

ہر چند کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف اس قصہ کی سند صحیح ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے اس قصہ کو یہودی علماء سے سنا ہے اور یہودیوں میں ایک ایسا فرقہ بھی تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت کا معتقد نہیں تھا' اس لیے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر جھوٹ باندھتے تھے اور ان کا سب سے بڑا جھوٹ یہ تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج پر ایک جن مسلط تھا' اور تمام ائمہ سلف نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کو اس جن کے تسلط سے محفوظ رکھا اور یہ آپ کی ازواج کی تکریم کے لیے تھا۔ (النکت والعیون ج ٥ ص ٩٥-٩٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے مذکور الصدر روایت پر حسب ذیل تنقید کی ہے:

(١) یہ بہت بعید ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی انگوٹھی کسی دوسرے شخص کو دے دیں' جب کہ انہیں یہ علم ہو کہ ان کی حکومت اس انگوٹھی کی وجہ سے قائم ہے۔

(٢) شیطان کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ نبی مرسل کی کرسی پر بیٹھے' جس نبی کو اتنی عظیم حکومت دی گئی ہو۔

(٣) اس آیت میں جس جسد کا ذکر ہے' وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا تھا کیونکہ جب وہ پیدا ہوا تو شیاطین نے دھمکی دی تھی کہ ہم اس کو قتل کر دیں گے' جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے بادل کو حکم دیا کہ وہ ان کے بیٹے کو اٹھا کر لے جائے تا کہ شیاطین جنات ان کے بیٹے کو ضرر نہ پہنچا سکیں' اللہ تعالیٰ نے اس پر عتاب فرمایا (کہ انہوں نے بادل سے مدد چاہی) سو وہ بیٹا مر گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس مردہ بیٹے کو ان کی کرسی پر ڈال دیا۔ (ص: ٣٤) دوسرے محامل کی بہ نسبت اس آیت کا یہی محمل زیادہ مناسب ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے مقام کے زیادہ موافق اور زیادہ لائق ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام بخاری نے جسد کی تفسیر شیطان کے ساتھ کی ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو بلا تبصرہ نقل کر دیا ہے۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٥٩٥' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جسد کی تفسیر شیطان کے ساتھ کی ہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ان کا وہ بیٹا ہے جس کو انہوں نے جنات کے خوف سے بادلوں کے سپرد کر دیا تھا۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٠٤' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ٩١١ ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ تمام روایات اسرائیلیات میں سے ہیں' زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جسد کو اس ناتمام بچے پر محمول کیا جائے جس کے متعلق حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا تھا کہ میں آج رات نوے عورتوں سے مقاربت کروں گا تو ہر ایک سے ایک مجاہد پیدا ہوگا' انہوں نے بھول کر ان شاء اللہ نہیں کہا تھا تو صرف ایک بیوی سے ناتمام بچہ پیدا ہوا' سو اس آیت میں جسد سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ناتمام بچے کو ان کی کرسی پر ڈال دیا۔ (صحیح البخاری: ٣٤٢٤) اس حدیث کی شرح ان شاء اللہ عنقریب آ رہی ہے۔

(ارشاد الساری ج ٧ ص ٤٢٣' دار الفکر' بیروت' ١٤٢١ ھ)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ٧٨٦ ھ نے اس تعلیق پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

(شرح الکرمانی جز ١٤ ص ٧٠' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٠١ ھ)

صحیح بخاری کے مشہور شارحین میں سے علامہ عینی' علامہ کورانی اور علامہ قسطلانی نے امام بخاری کی اس تعلیق کو رد کر دیا ہے جس میں انہوں نے جسد کی تفسیر شیطان کے ساتھ کی ہے۔

دیگر مشہور علماء میں سے علامہ زمخشری متوفی ٥٣٨ ھ' امام رازی متوفی ٦٠٦ ھ' علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ٧٥٤ ھ' علامہ اسماعیل حقی متوفی ١١٣٧ ھ اور علامہ آلوسی متوفی ١٢٧٠ ھ نے قوی دلائل کے ساتھ ان اسرائیلی روایات کو رد کر دیا ہے' جن کی بناء پر جسد کی تفسیر شیطان کے ساتھ کی گئی ہے۔

* ان تمام مباحث کی تفصیل ہم نے سباء: ٣٤ میں ذکر کی ہے' دیکھئے تبیان القرآن ج ١٠ ص ١٠٤-٩٦۔

﴿رُخَآءً﴾ طَيِّبَةً ﴿حَيْثُ اَصَابَ﴾ (ص:٣٦) ''رخاءً'' کا معنی ہے: نرمی اور خوشی سے ''حیث اصاب'' حَيْثُ شَاءَ. کا معنی ہے: جہاں وہ جانا چاہتے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ○ (ص:٣٦) سو ہم نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا' وہ ان کے حسب حکم نرمی سے چلتی تھی جہاں کا وہ ارادہ کرتے تھے ○

اسی طرح امام طبری نے ''رخاءً'' کا معنی نرمی لکھا ہے۔ (جامع البیان جز ٢٣ ص ١٩٠' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ ھ)

﴿فَامْنُنْ﴾ اَعْطِ ﴿بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (ص:٣٩) بِغَيْرِ حَرَجٍ. ''فامنن'' کا معنی ہے: بغیر حساب کے اور بغیر تنگی کے عطاء کریں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (ص:٣٩) یہ ہماری عطاء ہے تو (آپ جس پر چاہیں) احسان کریں یا (جس سے چاہیں) روک لیں' آپ سے کچھ حساب نہیں ○

حسن بصری نے کہا: ہم نے آپ کو جو ملک عطاء کیا ہے' آپ اس میں سے جس کو جو چاہیں عطاء کر دیں اور جس کو جس سے چاہیں روک لیں' آپ سے اس کا کچھ حساب نہیں ہے۔ (٢٣٠١١)

ضحاک نے کہا: آپ جو چاہیں عطاء کریں اور جو چاہیں روک لیں' آپ پر کچھ تنگی نہیں ہے۔ (٢٣٠١٢)

عکرمہ نے کہا: آپ دیں یا روک لیں' آپ سے کوئی حساب نہیں ہے۔ (٢٣٠١٣)

(جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۹۴ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ ھ)

٣٤٢٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عِفْرِيْتًا مِّنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ الْبَارِحَةَ لِيَقْطَعَ عَلٰى صَلَاتِىْ فَاَمْكَنَنِىَ اللّٰهُ مِنْهُ فَاَخَذْتُهُ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَرْبُطَهٗ عَلٰى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِى الْمَسْجِدِ حَتّٰى تَنْظُرُوْا اِلَيْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ دَعْوَةَ اَخِىْ سُلَيْمَانَ ﴿رَبِّ هَبْ لِىْ مُلْكًا لَّايَنْبَغِىْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِىْ﴾ (ص:٣٥) فَرَدَدْتُّهٗ خَاسِئًا عِفْرِيْتٌ مُّتَمَرِّدٌ مِّنْ اِنْسٍ اَوْجَانٍّ مِثْلُ زِبْنِيَةٍ جَمَاعَتُهَا الزَّبَانِيَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے بتایا کہ ایک سرکش جن گزشتہ رات مجھ پر حملہ آور ہوا تاکہ میری نماز منقطع کردے سو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت عطاء کی میں نے اس کو پکڑ کر مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھنے کا ارادہ کیا حتیٰ کہ تم سب اس کو دیکھ لیتے پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آ گئی: اے میرے رب! مجھے ایسا ملک عطاء فرما جو میرے بعد کسی اور کے لائق نہ ہو۔ (ص:۳۵) پھر میں نے اس کو نامراد لوٹا دیا۔ ''عفریت'' کا معنی ہے: سرکش انسان یا جن یہ ''زبنیه'' کی مثل ہے اس کی جمع ''زبانية'' ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔

''زبنية''، ''زبن'' سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے: دھتکارنا اور دفع کرنا' اس کا اطلاق دوزخ کے سپاہیوں پر کیا جاتا ہے' کیونکہ وہ کفار کو دوزخ میں جھونک دیتے ہیں۔

٣٤٢٤ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَاَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى سَبْعِيْنَ امْرَاَةً تَحْمِلُ كُلُّ امْرَاَةٍ فَارِسًا يُّجَاهِدُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَمْ يَقُلْ وَلَمْ تَحْمِلْ شَيْئًا اِلَّا وَاحِدًا سَاقِطًا اِحْدٰى شِقَّيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَالَهَا لَجَاهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. قَالَ شُعَيْبٌ وَابْنُ اَبِى الزِّنَادِ تِسْعِيْنَ وَهُوَ اَصَحُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے بیان فرمایا: حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے کہا: میں آج رات ضرور ستر (۷۰) بیویوں کے پاس جاؤں گا' ان میں سے ہر بیوی ایک شہسوار سے حاملہ ہوگی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا' ان کے ایک صاحب نے ان سے کہا: آپ ان شاء اللہ کہیں' لیکن انہوں نے نہیں کہا' سو ان کی کسی بیوی کو حمل نہیں ہوا' سوا ایک بیوی کے' وہ ناتمام بچہ سے حاملہ ہوئی جس کی دو میں سے ایک جانب ساقط تھی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو (ان کے سب بیٹے) اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔ شعیب اور ابوالزناد نے نوے (۹۰) بیویوں کا ذکر کیا اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۱ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٢٥ - حَدَّثَنِیْ عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ التَّیْمِیُّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ مَسْجِدٍ وُّضِعَ اَوَّلُ قَالَ اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ ثُمَّ الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی قُلْتُ کَمْ کَانَ بَیْنَهُمَا قَالَ اَرْبَعُوْنَ ثُمَّ قَالَ حَیْثُمَا اَدْرَکَتْكَ الصَّلٰوةُ فَصَلِّ وَالْاَرْضُ لَكَ مَسْجِدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم التیمی نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوذر رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کون سی مسجد سب سے پہلے بنائی گئی تھی' آپ نے فرمایا: مسجد حرام' میں نے پوچھا: پھر کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ نے فرمایا: پھر مسجد اقصیٰ بنائی گئی' میں نے پوچھا: ان کے درمیان کتنی مدت تھی؟ آپ نے فرمایا: چالیس (سال)' پھر آپ نے فرمایا: تمہیں جہاں بھی نماز کا وقت آ جائے وہیں نماز پڑھ لو' اور (تمام) روئے زمین تمہارے لیے مسجد ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٦٦ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٢٦ - حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَثَلِیْ وَمَثَلُ النَّاسِ کَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ تَقَعُ فِی النَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان' انہوں نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے سنا ہے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری مثال اور لوگوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی تو پروانے اور کیڑے مکوڑے اس میں گرنے لگے۔

[طرف الحدیث: ٦٤٨٣] (صحیح مسلم: ٢٢٨٤' الرقم المسلسل: ٥٨٤٩' سنن ترمذی: ٢٨٨٣' شرح السنۃ: ٩٨' مسند احمد ج ٢ ص ٣١٢ طبع قدیم' مسند احمد: ٨١١٧۔ ج ١٣ ص ٤٧٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری نے اس حدیث کو جو یہاں روایت کیا ہے' اس کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔

پروانوں کے ساتھ دی گئی مثال کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخالفین کو پروانوں اور کیڑوں مکوڑوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح پروانے دنیا کی آگ میں گرتے ہیں' اسی طرح یہ مخالفین جہنم کی آگ میں گر رہے ہیں اور ان دونوں میں وجہ مشترک یہ ہے کہ یہ دونوں خواہش کی پیروی کرتے ہیں اور ہر ایک کو اپنی جان کو ہلاک کرنے کی حرص ہے۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے: یہ مثال کثیر المعانی ہے' اس سے مقصود یہ ہے کہ لوگ اپنی ظاہری منفعت اور اپنی خواہش کی پیروی کی وجہ سے جہنم کی آگ میں گر رہے ہیں اور ان کا مقصدا پنے آپ کو آگ میں جلانا نہیں ہے' جس طرح پروانوں کا مقصد اپنے آپ کو جلانا نہیں ہوتا بلکہ ان کا مقصد روشنی کا حصول اور روشنی کی مصاحبت ہوتا ہے۔

٣٤٢٧ - وَقَالَ كَانَتِ امْرَاَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ اِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ وَقَالَتِ الْاُخْرٰى اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَتَحَاكَمَا اِلٰى دَاوٗدَ فَقَضٰى بِهٖ لِلْكُبْرٰى فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ فَاَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِالسِّكِّيْنِ اَشُقُّهٗ بَيْنَهُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرٰى لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضٰى بِهٖ لِلصُّغْرٰى. قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ وَاللّٰهِ اِنْ سَمِعْتُ بِالسِّكِّيْنِ اِلَّا يَوْمَئِذٍ وَّمَا كُنَّا نَقُوْلُ اِلَّا الْمُدْيَةَ.

[طرف الحدیث:٦٧٦٩] (سنن نسائی:٥٤١٧)

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا: دو عورتیں تھیں' ان دونوں کے ساتھ ان کے بیٹے تھے' اچانک بھیڑیا آیا اور ان دونوں میں سے ایک کا بیٹا لے کر چلا گیا' ایک عورت کی ساتھ والی عورت نے کہا: بھیڑیا تمہارا بیٹا لے گیا ہے' دوسری نے کہا: نہیں! وہ تیرا بیٹا لے گیا ہے' پھر وہ دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس اپنا مقدمہ لے گئیں' حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا' پھر وہ دونوں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس گئیں اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی تو انہوں نے کہا: میرے پاس چھری لاؤ' میں اس بیٹے کے دو ٹکڑے کر کے تم دونوں کو دے دیتا ہوں' تب چھوٹی عورت نے کہا: ایسا نہ کریں! آپ پر اللہ رحم فرمائے! یہ اسی کا بیٹا ہے' تب حضرت سلیمان نے چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا' حضرت ابوہریرہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے ''سکین'' کا لفظ اسی دن سنا' ہم چھری کو ''مُدیہ'' کہتے تھے۔

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں کا اجتہاد سے حکم لگانا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے اجتہاد کی فضیلت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا تھا' اس کی توجیہ میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا فتویٰ تھا' ان کا حکم نہیں تھا' اسی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جائز ہوا کہ وہ اس فتوے سے اپنے اجتہاد کی بناء پر اختلاف کریں۔

علامہ قرطبی نے اس توجیہ کو ردّ کر دیا ہے کہ نبی علیہ السلام کا فتویٰ بھی ان کے حکم کی مثل ہوتا ہے' پھر اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے حضرت داؤد کے حکم کو توڑنا کس طرح جائز ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں کا حکم وحی کے مطابق تھا اور حضرت سلیمان کا حکم حضرت داؤد کے حکم کے لیے ناسخ تھا' اور اگر حضرت سلیمان کا حکم اجتہاد سے تھا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا اجتہاد زیادہ قوی تھا' کیونکہ انہوں نے ایک لطیف حیلہ سے معلوم کر لیا کہ حقیقت میں وہ بیٹا کون سی عورت کا ہے۔

علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے باہم مشورہ کیا تھا' حضرت داؤد کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی رائے صحیح لگی تو انہوں نے ان کی رائے پر عمل کو نافذ کر دیا۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ حیلہ حق کو ظاہر کرنے کے لیے کیا تھا اور چھوٹی عورت نے بیٹے کے ٹکڑے ہونے کے خوف سے بڑی کے لیے اس بیٹے کو مان لیا تو حضرت سلیمان نے سمجھ لیا کہ بیٹا درحقیقت اسی کا ہے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ ان دونوں نے اپنے اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا تھا' کیونکہ اگر یہ فیصلہ وحی سے ہوتا تو پھر اس کے خلاف کرنا جائز نہ تھا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذہانت اور فہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہبی ہوتی ہے' ہماری اُمت میں بھی

مجتہدین اجتہاد کرتے ہیں اور ان سے اجتہاد میں کبھی خطاء ہوتی ہے اور کبھی وہ صحت اور صواب کو پہنچتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو اجتہاد میں خطاء پر برقرار نہیں رکھا جاتا اور وحی کے ذریعہ ان کو صحت پر متنبہ کر دیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اس حدیث میں چھری کے لیے ''مدیہ'' اور ''سکین'' کا ذکر ہے۔

چھری کو ''مدیہ'' اس لیے کہتے ہیں کہ وہ مدتِ حیات کو منقطع کر دیتی ہے اور چھری کو ''سکین'' اس لیے کہتے ہیں کہ وہ حیوان کی حرکت کو ساکن کر دیتی ہے۔

٤١ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ﴾ اِلٰی قَوْلِهِ. ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ O﴾ (لقمان: ١٢-١٨)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر ادا کریں' یہ آیت یہاں تک پڑھیں: بے شک اللہ کسی اکڑنے والے متکبر کو پسند نہیں فرماتا O (لقمان: ١٨-١٢)

امام بخاری نے جن آیات کو چھوڑ دیا ہے' ان کا ترجمہ اس طرح ہے:

اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطاء فرمائی کہ اللہ کا شکر ادا کریں' اور جو شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً اللہ بے نیاز ہے حمد کیا ہوا O اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا' بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے O اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق (نیکی کرنے) کا حکم فرمایا' اس کی ماں نے اسے (پیٹ میں) اٹھایا کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر کہ میری ہی طرف لوٹنا ہے O اور اگر وہ (والدین) تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کر اور دنیا میں ان کی بھلائی کے ساتھ رفاقت اختیار کر اور جس نے میری طرف رجوع کیا تم اس کی پیروی کرو' پھر تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے' پھر میں تمہیں ان کاموں کی خبر دوں گا جو تم کرتے تھے O (لقمان نے کہا:) اے میرے بیٹے! بے شک اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر (بھی) ہو' پھر وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں یا زمینوں میں کہیں (چھپی ہو) اللہ اسے لے آئے گا' یقیناً اللہ ہر باریکی کو خوب جاننے والا ہر چیز سے باخبر ہے O اے میرے بیٹے! نماز قائم رکھ! اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روک اور جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کر' بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں O اور (تکبر کے ساتھ) لوگوں سے اپنا رخ نہ پھیر اور زمین میں اکڑتا ہوا نہ چل' بے شک اللہ کسی اکڑنے والے متکبر کو پسند نہیں فرماتا O (لقمان: ١٨-١٣)

لقمان کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ لقمان کا نام ہے: لقمان بن باعور بن ناعور بن تارخ اور وہ آذر ہیں جو حضرت ابراہیم کے عرفی باپ تھے' ان کے نام میں اور بھی اقوال ہیں۔

لقمان اہل ایلہ میں سے تھے' حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ نبوت کے دس سال بعد پیدا ہوئے۔

مقاتل نے کہا ہے کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے' ایک قول یہ ہے کہ وہ ان کے ماموں زاد بھائی تھے۔

امام ابن اسحاق نے کہا کہ وہ ایک ہزار سال بعد پیدا ہوئے اور انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا اور ان سے علم حاصل

کیا۔

علامہ ثعلبی نے ابن المسیب کی روایت سے بیان کیا کہ وہ سیاہ فام شخص تھے ان کے ہونٹ موٹے تھے اور وہ سوڈان کے لوگوں میں سے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: وہ حبشی تھے اور تجارت کرتے تھے ایک قول یہ ہے کہ وہ درزی تھے اور ایک قول ہے کہ وہ بکریاں چراتے تھے ایک قول ہے کہ وہ جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے تھے علامہ واقدی نے کہا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے قاضی تھے اور ایلہ اور مدین شہر میں رہتے تھے۔

اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ وہ حکیم تھے اور نبی نہیں تھے تاہم عکرمہ کا یہ قول ہے کہ وہ نبی تھے۔

علامہ واقدی اور سدی نے کہا ہے کہ وہ ایلہ میں فوت ہوئے تھے اور قتادہ نے کہا ہے کہ وہ رملہ (فلسطین) میں فوت ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص٢٦-٢٥ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

﴿وَلَا تُصَعِّرْ﴾ (لقمان:١٨) اَلْاِعْرَاضُ بِالْوَجْهِ. "ولا تصعر" کا معنی ہے: چہرے کے ساتھ کسی سے اعراض کرنا (یعنی اس کی طرف توجہ نہ کرنا)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ. (لقمان:١٨) اور تکبر کے ساتھ لوگوں سے اپنا رخ نہ پھیر۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ نے اس آیت کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

مجاہد نے کہا: چہرے کے ساتھ لوگوں سے اعراض نہ کرو۔ (٢١٤١٣)

جعفر بن میمون بن مہران نے کہا: "تصعیر" یہ ہے کہ کوئی اس سے بات کر رہا ہو اور وہ اپنا منہ دوسری طرف پھیر لے۔ (٢١٤١٥)

ضحاک نے کہا: یعنی لوگوں کی طرف توجہ کرو اور ان کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔ (٢١٤١٧)

ابن زید نے کہا: "تصعیر الخد" کا معنی ہے: لوگوں کے ساتھ تکبر سے پیش آنا اور ان کو حقیر جاننا۔ (٢١٤١٨)

(جامع البیان جز ٢٠ ص ٩٠ دار الفکر بیروت ١٤١٥ھ)

٣٤٢٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الانعام:٨٢) قَالَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّنَا لَمْ يَلْبِسْ اِيْمَانَهُ بِظُلْمٍ فَنَزَلَتْ ﴿لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝﴾ (لقمان:١٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملاتے۔ (الانعام:٨٢) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا: ہم میں سے کون اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملاتا تب یہ آیت نازل ہوئی: اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا بے شک شرک کرنا بہت بڑا ظلم ہے ۝ (لقمان:١٣)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٣٢ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٢٩ - حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا عِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الانعام:٨٢) شَقَّ ذٰلِكَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّنَا لَا یَظْلِمُ نَفْسَهٗ قَالَ لَیْسَ ذٰلِكَ اِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ اَلَمْ تَسْمَعُوْا مَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ ﴿یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ O﴾ (لقمان:١٣).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: جب یہ آیت نازل ہوئی: وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا۔ (الانعام:٨٢) تو یہ چیز مسلمانوں پر بہت دشوار ہوئی' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم میں سے کون ہے جو اپنے نفس پر (کوئی نہ کوئی) ظلم نہیں کرتا' آپ نے فرمایا: (ظلم سے) یہ مراد نہیں ہے' یہاں اس سے مراد صرف شرک ہے' کیا تم نے نہیں سنا کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا جب وہ اس کو نصیحت کر رہے تھے: اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا' بے شک شرک کرنا بہت بڑا ظلم ہے O (لقمان:١٣)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢ میں گزر چکی ہے۔

٤٢ - بَابٌ ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْیَةِ﴾ (یٰس:١٣)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے لیے بستی والوں کی مثال بیان کیجئے (یٰس:١٣)

پوری آیت کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

اور ان کے لیے بستی والوں کی مثال بیان کیجئے جب ان کے پاس رسول آئے O (یٰس:١٣)

اس بستی سے مراد انطاکیہ ہے۔

جب ان کے پاس رسول آئے۔ (یٰس:١٣)

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے رسول تھے' جن رسولوں کو پہلے بھیجا تھا ان کے ناموں میں اختلاف ہے' امام ابن اسحاق نے کہا: وہ قاروص اور ماروص تھے' وہب نے کہا: وہ یحییٰ اور یونس تھے' مقاتل نے کہا: وہ نومان اور مالوس تھے' وہ صادق اور صدوق تھے' اور تیسرے رسول کا نام شمعون الصفاد تھا جو تمام حواریوں کا سردار تھا' اور اکثر مفسرین کا یہی قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٧٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

﴿فَعَزَّزْنَا﴾ (یٰس:١٤) قَالَ مُجَاهِدٌ شَدَّدْنَا.

''فعززنا'' (کی تفسیر میں) مجاہد نے کہا: ہم نے قوت دی۔

مجاہد کے اس قول کو امام ابن جریر طبری نے نقل کیا ہے۔ (جامع البیان جز ١٢ ص ١٨٧' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿طَآئِرُكُمْ﴾ (یٰس:١٩) مَصَآئِبُكُمْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''طائر کم'' (کی تفسیر ہے:) تمہارے مصائب۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ

انہوں نے کہا: تمہاری بدشگونی تمہارے ساتھ ہے' کیا اگر

مُّسْرِفُوْنَO(یٰس:١٩) تمہیں نصیحت کی جائے (تو تم اسے بُرا سمجھتے ہو) بلکہ تم لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہوO

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کو تسامح ہوا ہے' حضرت ابن عباس نے ''طائر کم'' کی تفسیر تمہارے مصائب سے نہیں کی' بلکہ انہوں نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ ہیں۔ (جامع البیان جز ١٢ ص ١٨٩' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ عینی نے امام بخاری کی تفسیر کے لیے امام ابن ابی حاتم کا حوالہ دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٧)

میں کہتا ہوں: یہ بھی غلط ہے' امام ابن ابی حاتم نے بھی اس کی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ١٠ ص ٣١٩٢' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

٤٣ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّاO اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّاO قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًاO اِلٰى قَوْلِهٖ. لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّاO﴾ (مریم:٢-٧)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (یہ) ذکر (ہے) آپ کے رب کی رحمت کا اس کے بندے زکریا پرO جب انہوں نے اپنے رب کو پست آواز سے پکاراO عرض کیا: اے میرے رب! بے شک میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور سر بڑھاپے سے (شعلہ کی طرح) بھڑک اُٹھاO اس کے بعد یہاں تک پڑھیں: ہم نے اس سے پہلے ان کا کوئی ہم نام نہیں بنایاO (مریم:٧-٢)

سورۂ مریم کی باقی ماندہ آیات کا ترجمہ

(زکریا نے اپنی دعا میں کہا:) اور اے میرے رب! میں تجھے پکار کر (کبھی) ناکام نہیں رہاO اور بے شک مجھے اپنے بعد اپنے رشتہ داروں کا خوف ہے' اور میری بیوی بانجھ ہے' سو تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطاء فرما دےO جو میرا اور آلِ یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے رب! اس کو پسندیدہ (وارث) بناO اے زکریا! بے شک ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوش خبری سناتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے ہم نے اس سے پہلا اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایاO (مریم:٧-٣)

حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت زکریا علیہ السلام کا نام ہے: زکریا بن آدن بن مسلم بن صدوق بن نخشان بن داؤد بن سلیمان بن مسلم بن صدیق بن ناخور بن شلوم بن بہفا شاط بن اسا بن افیا بن رحیم بن سلیمان بن داؤد علیہم السلام۔ یہ نسب علامہ ثعلبی نے ذکر کیا ہے اور امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے: زکریا بن برخیا اور زکریا بن دان بھی کہا جاتا ہے اور زکریا بن آدن بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔

(صحیح مسلم:٦٠٧٩٣' سنن ابن ماجہ:٢١٥٠)

اور ان کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام ہیں' یہ لفظ حیات سے ماخوذ ہے' علامہ زمخشری نے کہا کہ لفظ یحییٰ عجمی ہے' اور یہ معرفہ اور عجمہ ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے جیسے لفظ موسیٰ اور لفظ عیسیٰ ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ ان کا نام یحییٰ کس وجہ سے ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیونکہ ان کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کی ماں کا بانجھ پن دور فرما دیا' قتادہ نے کہا: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو ایمان اور نبوت کے ساتھ زندہ رکھا اور لفظ یحییٰ' حیات سے ماخوذ ہے' ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ زندہ رکھا' حتیٰ کہ انہوں نے کوئی معصیت کی نہ معصیت کے متعلق دل میں سوچا' حضرت یحییٰ کی ماں کا نام اشیاع بنت فاقوذا ہے اور وہ حنہ کی بہن ہیں جو حضرت مریم کی ماں ہیں۔ امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت زکریا اور ان کے بیٹے حضرت یحییٰ علیہما السلام ان انبیاء میں سے ہیں جن کو بنو اسرائیل میں سے سب سے آخر میں مبعوث کیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٩۔٢٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ عینی نے اس بحث میں یہ بھی لکھا ہے کہ لفظ زکریا کو دو طرح پڑھنا جائز ہے' زکریاء اور زکریا' یعنی الف ممدودہ اور الف مقصورہ دونوں کے ساتھ' قرآن مجید میں زکریا ہے اور صحیح مسلم کی حدیث میں زکریاء ہے' دارالفکر کی مطبوعہ صحیح بخاری میں زکریاء ہے

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ. مِثْلًا. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''مِثْلًا''۔

یعنی مریم: ٧ میں جو ''سمیا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: یحییٰ کی مثل نام۔

یُقَالُ ﴿رَضِیًّا﴾ مَرْضِیًّا. کہا جاتا ہے: ''رضیا مرضیا'' یعنی پسندیدہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ○ (مریم: ٦) اور اے میرے رب! اس کو پسندیدہ (وارث) بنا○

﴿عِتِیًّا﴾ (مریم: ٨) ﴿عَصِیًّا﴾ (مریم: ١٤) عَتَا یَعْتُوْا. ''عتیًا'' کا معنی ہے: ''عصیًا'' یہ ''عتا یعتو'' سے ماخوذ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِیًّا ○ (مریم: ٨) اور میں بڑھاپے کی وجہ سے سوکھ جانے کی حد کو پہنچ گیا ہوں○

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ ''عتیًا'' کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ لفظ ''عتا یعتو عات'' بھی ہے اور ''عسٰی یعسو عاسٍ'' بھی ہے اور اس کا معنی ہے: ہر وہ شخص جو بڑھاپے' فساد یا کفر میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہو' اس کو ''عاتٍ'' اور ''عاسٍ'' کہتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے تمام معمولاتِ نبویہ کو جان لیا' سوا اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر اور عصر کی نمازوں میں کون سی سورت کی قراءت کرتے تھے اور یہ کہ آپ ''قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِیًّا'' پڑھتے تھے یا ''عسیًا'' پڑھتے تھے۔

(جامع البیان جز ١٨ ص ٦٤' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں بھی مذکور ہے:

سنن ابوداؤد: ٨٠٩' المستدرک ج ٢ ص ٣٤٤' مجمع الزوائد ج ٧ ص ١٥٥' مسند احمد ج ١ ص ٢٤٩ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٢٤٦۔ ج ٤ ص ١١٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت۔

شعیب الارنؤوط نے تحقیق کی ہے کہ اس حدیث کی اسناد امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

(حاشیہ مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۲ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

﴿قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلَامٌ﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ ﴿ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا﴾ وَیُقَالُ صَحِیْحًا.

(زکریا نے) عرض کیا. اے میرے رب! میرے لیے لڑکا کہاں سے ہوگا۔ اس کو یہاں تک پڑھیں: تم تین رات (دن) تندرست ہونے کے باوجود لوگوں سے کلام نہ کر سکو گے۔ (مریم: ۱۰۔۸) اور صحیح بھی کہا جاتا ہے یعنی تندرست۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے پوری آیتیں ذکر نہیں کیں' ہم پوری آیات ذکر کر کے ان کا ترجمہ لکھ رہے ہیں:

قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِیًّا○قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَیْـًٔا○قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَةً قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا○(مریم:۱۰۔۸)

(زکریا نے) عرض کیا: اے میرے رب! میرے لیے لڑکا کہاں سے ہوگا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی وجہ سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا ہوں○ فرمایا. اسی طرح ہوگا' آپ کے رب نے فرمایا: وہ میرے لیے آسان ہے اور اس سے پہلے میں نے تمہیں پیدا کیا تھا' اس وقت تم کچھ بھی نہ تھے○ (زکریا نے) کہا: اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرما دے' فرمایا: تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین رات (دن) تندرست ہونے کے باوجود لوگوں سے کلام نہ کر سکو گے○

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

قتادہ نے ''عتیاً'' کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس وقت حضرت زکریا کی عمر ستر اور چند سال تھی۔ (۱۷۷۱۱)

ابن زید نے کہا. وہ اولاد سے مایوس ہو چکے تھے۔ (۱۷۷۱۲)

امام طبری نے ''کذالک'' کی تفسیر میں لکھا: آپ بوڑھے ہیں اور آپ کی بیوی بانجھ ہے' اس حال میں آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہونا اس سے زیادہ حیرت انگیز تو نہیں ہے کہ جب آپ کچھ بھی نہ تھے تو میں نے آپ کو پیدا کر دیا تھا۔

حضرت زکریا تندرست ہونے کے باوجود تین دن تک لوگوں سے بات نہ کر سکے' اس کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا: بغیر کسی مرض کے ان کی زبان بند ہو گئی تھی۔ (۱۷۷۱۶)

مجاہد نے کہا: ان کو باتیں کرنے سے کوئی مرض مانع نہیں تھا۔ (۱۷۷۱۷)

قتادہ نے کہا: وہ بغیر کسی خوف اور گونگے پن کے باتیں نہیں کر سکتے تھے' ان پر یہ عتاب اس لیے کیا گیا کہ جب انہوں نے بالمشافہ فرشتوں کو دیکھ لیا تھا تو پھر انہیں مزید کسی علامت کا سوال نہیں کرنا چاہیے تھا' انہیں جب کوئی ضروری بات کرنی ہوتی تو وہ اشاروں سے بات کرتے تھے۔ (جامع البیان جز ۱۸ ص ۶۶' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

﴿فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا○(مریم:۱۱)﴾ فَاَوْحٰی فَاَشَارَ.

سو وہ اپنے لوگوں کے سامنے (عبادت کے) حجرہ سے باہر آئے' پس ان کی طرف اشارہ کیا کہ صبح اور شام (اللہ کی) تسبیح کرتے رہو○ (مریم:۱۱) ''فاوحٰی'' کا معنی ہے: اشارہ کیا۔

محراب کے پیچھے لوگ حضرت زکریا کا انتظار کر رہے تھے کہ ابھی وہ ان کے لیے دروازہ کھولیں گے اور لوگ ان کے ساتھ نماز

پڑھیں گے کہ اچانک ان کے پاس حضرت زکریا تشریف لائے' ان کا رنگ متغیر ہو رہا تھا تو لوگوں کو تعجب ہوا' انہوں نے کہا: اے زکریا! کیا ہوا ہے؟ تو حضرت زکریا نے اپنے ہاتھ سے اور سر سے اشارہ کیا کہ صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو' یہ اس صبح کا واقعہ ہے جس رات ان کی بیوی حاملہ ہوئی تھی۔ (معالم التنزیل ج ٣ ص ٢٢٧' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٠ھ)

﴿يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا﴾ (مریم:١٢-١٥)

اے یحییٰ! پوری قوت کے ساتھ کتاب تھام لو اس کو یہاں تک پڑھیں: جس دن وہ زندہ اُٹھائے جائیں۔ (مریم:١٥-١٢)

امام بخاری نے اس تعلیق میں جن آیات کا ذکر نہیں کیا' وہ درج ذیل ہیں:

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا○ وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً وَكَانَ تَقِيًّا○ وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا○ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا○ (مریم:١٥-١٢)

اے یحییٰ! پوری قوت کے ساتھ کتاب تھام لو' اور ہم نے انہیں بچپن ہی میں نبوت دی○ اور اپنے پاس سے نرم دلی اور پاکیزگی عطاء فرمائی اور وہ نہایت متقی تھے○ اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور سرکش اور نافرمانی کرنے والے نہ تھے○ اور یحییٰ پر سلامتی ہے! ان کی پیدائش کے دن اور ان کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اُٹھائے جائیں○

ان تین اوقات میں حضرت یحییٰ علیہ السلام پر سلام بھیجنے کی تخصیص کی گئی کیونکہ یہ تین اوقات بہت مشکل اور سخت اوقات ہیں۔

﴿حَفِيًّا﴾ (مریم:٤٧) لَطِيفًا.

''حفیًا'' کا معنی ہے: لطیف۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا○ (مریم:٤٧)

(ابراہیم نے آزر سے) کہا: تجھے سلام! عنقریب میں تیرے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا' بے شک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے○

تاہم جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ یہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔

﴿عَاقِرًا﴾ (مریم:٥). اَلذَّكَرُ وَالْاُنْثٰى سَوَاءٌ.

''عاقرًا'' کا معنی ہے: بانجھ' خواہ وہ مرد ہو یا عورت' اس میں برابر ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے مریم:٥' اور مریم:٨ کی طرف اشارہ کیا ہے' جس مرد سے اولاد نہ ہو اس کو بھی عاقر کہا جاتا ہے اور جس عورت سے اولاد نہ ہو اس کو بھی عاقر کہا جاتا ہے۔

٣٤٣٠ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَّالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِهٖ ثُمَّ صَعِدَ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا خَلَصْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ھدبۃ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو شبِ معراج کے متعلق یہ حدیث بیان کی کہ پھر آپ دوسرے آسمان پر چڑھے' پھر حضرت جبریل نے

فَاِذَا یَحْیٰی وَعِیْسٰی وَهُمَا ابْنَا خَالَةٍ قَالَ هٰذَا یَحْیٰی وَعِیْسٰی فَسَلِّمْ عَلَیْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ.

دروازہ کھلوایا' پس کہا گیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے' کہا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں' کہا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پس جب میں دوسرے آسمان پر پہنچ گیا تو وہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تھے اور وہ دونوں (آپس میں) خالہ زاد تھے' حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہیں' آپ ان دونوں کو سلام کیجئے' پس میں نے سلام کیا' سو ان دونوں نے جواب دیا' پھر ان دونوں نے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو سلام ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٠٧ میں گزر چکی ہے۔

٤٤ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَاذْكُرْ فِی الْكِتَابِ مَرْیَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِیًّا﴾ (مریم:١٦)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کتاب میں مریم کو یاد کیجئے جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر مشرقی جگہ میں چلی گئیں (مریم:١٦)

اس باب میں اس آیت کی تفسیر بیان کی جائے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: مجھے سب سے زیادہ اس کا علم ہے کہ نصاریٰ نے مشرق کو قبلہ کیوں بنایا ہے' کیونکہ حضرت مریم گھر والوں سے الگ ہو کر مشرقی جگہ چلی گئی تھیں' پس انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی جگہ کو قبلہ بنالیا۔ (١٧٧٦٠)

سدی نے کہا ہے کہ جب حضرت مریم کو حیض آ گیا تو وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر محراب کی مشرقی جانب چلی گئیں۔

(جامع البیان جز١٦ص ٧٥۔ ٧٤' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

﴿اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ﴾ (آل عمران:٤٥)

جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ تجھے ایک کلمہ کی خوش خبری دیتا ہے۔ (آل عمران:٤٥)

یہ آیت درج ذیل آیت سے بدل ہے:

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ (آل عمران:٤٢)

اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ نے تجھے چن لیا اور تجھے خوب پاک کیا اور تجھے تمام جہان کی عورتوں پر فضیلت دی

آل عمران:٤٥ میں فرمایا ہے: "بکلمة منه" یعنی تجھے ایسے بیٹے کی بشارت دیتا ہے جس کا وجود اللہ تعالیٰ کے کلمہ "کن" سے ہوگا اور وہ دنیا میں المسیح عیسیٰ ابن مریم کے نام سے مشہور ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام جہانوں کی عورتوں میں چار عورتیں سب سے افضل ہیں: مریم بنت عمران' آسیہ بنت مزاحم' خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (سنن ترمذی:٣٨٧٨' مسند احمد ج ٣ص ١٣٥' مصنف عبدالرزاق: ٢٠٩١٩' مسند ابویعلیٰ: ٣٠٣٩' صحیح ابن حبان: ٦٥٥١' المستدرک ج ٣ص ١٥٧' حلیۃ الاولیاء ج ٢ص ٣٤٤' شرح السنۃ ج ٧ص ٢٣٠)

﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ.﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ ﴿یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍO﴾ (آل عمران:٣٣_٣٧)

بے شک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو (ان کے زمانہ کے) سارے جہان (والوں) پرO (آل عمران: ٣٣) اس آیت کو یہاں تک پڑھیں: بے شک اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہےO

اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو فضیلت دی ہے' کیونکہ ان کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی اور اپنے فرشتوں سے ان کو سجدہ کرایا اور ان کو تمام چیزوں کے ناموں کا علم دیا اور ان کو اپنی جنت میں رکھا' اور حضرت نوح علیہ السلام کو یہ فضیلت دی کہ جب زمین پر لوگوں نے بتوں کی عبادت کی تو ان کو مخلوق کی ہدایت کے لیے پہلا تشریعی رسول بنا کر بھیجا اور آلِ ابراہیم کو فضیلت دی' ان ہی میں سے سیّد البشر اور خاتم الانبیاء سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آل عمران کو فضیلت دی' ان ہی میں سے حضرت عمران ہیں جو حضرت مریم اُمِ عیسیٰ علیہ السلام کے والد ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّاٰلُ عِمْرَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ وَ اٰلِ عِمْرَانَ وَاٰلِ یٰسِیْنَ وَ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ﴿اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ﴾ (آل عمران:٦٨) وَهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: آل عمران' آلِ ابراہیم میں سے مؤمنین ہیں اور آلِ عمران اور آلِ یاسین اور آلِ (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بے شک تمام لوگوں میں ابراہیم سے قریب تر وہی لوگ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی۔ (آل عمران:٦٨) اور وہی مؤمن ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کے الفاظ ہر چند کہ عام ہیں مگر اس سے مخصوص لوگ مراد ہیں' یعنی جو ان کی آل میں مؤمن ہیں' جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے' اور آلِ یاسین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے: بے شک الیاس رسولوں میں سے ہیں' اور ایک قول ہے: اس سے حضرت ادریس علیہ السلام مراد ہیں' نیز اس آیت میں فرمایا ہے: ابراہیم سے قریب تر وہی لوگ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی۔ (آل عمران:٦٨) اور وہ مؤمنین ہیں' یعنی جن لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی نہیں کی' ان کا ان کی آل میں شمار نہیں ہوگا' خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند کہ آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کے لفظ عام ہیں مگر ان سے مراد مخصوص ہے یعنی مؤمنین۔

(عمدة القاری ج ١٦ ص ٣٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَیُقَالُ اٰلُ یَعْقُوْبَ اَهْلُ یَعْقُوْبَ فَاِذَا صَغَّرُوْا اٰلَ ثُمَّ رَدُّوْهُ اِلَی الْاَصْلِ قَالُوْا اُهَیْلٌ.

اور اہل یعقوب کو آلِ یعقوب کہا جاتا ہے' پس جب وہ آل کی تصغیر کرتے ہیں تو اس کو اصل کی طرف لوٹاتے ہیں' وہ کہتے ہیں: ''اہیل''۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس طرح اشارہ کیا ہے کہ آل کی اصل اہل ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب وہ آل کی تصغیر بناتے ہیں تو ''اہیل'' کہتے ہیں' کیونکہ تصغیر میں الفاظ کو ان کی اصل کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔

٣٤٣١ - حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ بَنِيْ آدَمَ مَوْلُوْدٌ إِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ حِيْنَ يُوْلَدُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِّنْ مَّسِّ الشَّيْطَانِ غَيْرَ مَرْيَمَ وَابْنِهَا ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْهُرَيْرَةَ ﴿وَإِنِّيْٓ أُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِO﴾ (آل عمران:٣٦).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر بنو آدم جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کے انگلی چبھوتا ہے تو وہ شیطان کے (انگلی چبھونے سے) چیخ مار کر روتا ہے سوا مریم اور ان کے بیٹے کے۔ پھر حضرت ابو ہریرہ نے یہ آیت پڑھی: (عمران کی بیوی نے دعا کی:) میں مریم کو اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم (کے شر) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں!O (آل عمران:٣٦)

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری:٣٢٨٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٥ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَO يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَO ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُوْنَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُوْنَO﴾ (آل عمران:٤٢-٤٤)

اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ نے تم کو منتخب کر لیا اور تمہیں پاک کر دیا اور تمہیں تمام جہانوں کی عورتوں پر برگزیدگی دیO اے مریم! اپنے رب کی فرمانبرداری کرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کروO یہ غیب کی بعض خبریں ہیں جن کی ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں اور آپ (اس وقت) ان کے پاس نہ تھے جب وہ (قرعہ اندازی) کے لیے اپنے قلموں کو ڈال رہے تھے کہ ان میں کون مریم کی کفالت کرے گا؟ اور آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھےO (آل عمران: ۴۲-۴۴)

امام بخاری نے اس تعلیق میں آل عمران: ۴۷-۴۵ کے جس حصہ کو ذکر نہیں کیا' ہم اس کو ذکر کر کے اس کا ترجمہ کر رہے ہیں:

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَO وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَO قَالَتْ رَبِّ أَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ إِذَا قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُO (آل عمران: ۴۷-۴۵)

دنیا اور آخرت میں عزت والا' اور اللہ کے مقربین میں سے ہےO اور وہ لوگوں سے یکساں کلام کرے گا گہوارے میں اور پختہ عمر میں اور نیکوں میں سے ہوگاO مریم نے کہا: اے میرے رب! میرے بچہ کیسے ہوگا؟ مجھے تو کسی آدمی نے چھوا تک نہیں' فرمایا: اللہ یونہی پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے' جب کسی امر کا حکم فرمائے تو فرماتا ہے کہ ''ہو جا'' سو وہ فوراً ہو جاتا ہےO

يُقَالُ يَكْفُلُ. يَضُمُّ. كَفَلَهَا. ضَمَّهَا. مُخَفَّفَةً لَّيْسَ مِنْ كَفَالَةِ الدُّيُوْنِ وَشِبْهِهَا.

کہا جاتا ہے کہ ''یکفل'' کا معنی ہے: ملاتا ہے' ''کفلها'' کا معنی ہے: اس کو ملایا' اس پر تشدید نہیں ہے۔ یہ قرضہ جات کی کفالت اور اس کے مشابہ چیزوں سے نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق میں بعض مشکل الفاظ کے معانی بیان کیے ہیں۔

٣٤٣٢ - حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ خَیْرُ نِسَاءِ هَا مَرْیَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَخَیْرُ نِسَائِهَا خَدِیْجَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا. [طرف الحدیث:٣٨١٥]

(صحیح مسلم:٢٤٣٠، الرقم المسلسل:٦١٦٥، سنن ترمذی:٣٩٠٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن جعفر سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمام عورتوں میں سب سے افضل مریم بنت عمران ہیں اور تمام عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) احمد بن ابی رجاء ان کا نام عبداللہ بن ایوب ابوالولید الحنفی الھروی ہے (٢) النضر بن شمیل (٣) ہشام بن عروہ (٤) ان کے والد عروۃ بن الزبیر بن العوام (٥) عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب (٦) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ٣٣)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت مریم اور حضرت خدیجہ دونوں تمام عورتوں سے افضل کیسے ہو سکتی ہیں؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ تمام عورتوں میں سب سے افضل مریم بنت عمران ہیں اس کا محمل یہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کی تمام عورتوں میں سب سے افضل ہیں قاضی عیاض نے کہا: وہ روئے زمین کی تمام عورتوں سے افضل ہیں علامہ کرمانی نے کہا: وہ بنواسرائیل کی تمام عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔

نیز اس حدیث میں ہے: تمام عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ ہیں اس کا محمل یہ ہے کہ وہ عرب کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں یا اس امت کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔

امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی ہیں۔ (یہ حدیث المستدرک ج ٣ ص ١٨٥۔ ١٦٠ میں مذکور ہے)

(عمدۃ القاری ج١٦ ص ٣٤، دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

دراصل اس حدیث میں حضرت مریم اور حضرت خدیجہ دونوں کے متعلق ذکر ہے کہ وہ تمام عورتوں میں سب سے افضل ہیں اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سب سے افضل تو ایک ہی ہو گی دو تو سب سے افضل نہیں ہو سکتیں اس لیے علامہ عینی نے حضرت مریم اور حضرت خدیجہ دونوں کے افضل ہونے کے الگ الگ محمل بیان کیے کہ وہ اپنے اپنے زمانہ کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں یا ایک بنی اسرائیل کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں اور دوسری ہماری اُمت کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔

٤٦ - بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ.﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ. ﴿فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ○﴾

جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ تمہیں اپنی طرف سے ایک (خاص) کلمہ کی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے (اس آیت تک) تو اسے فرماتا ہے: "ہو جا" اور وہ

(آل عمران: ٤٥-٤٧)

فوراً ہو جاتی ہے O (آل عمران: ٤٧-٤٥)

﴿يُبَشِّرُكِ﴾ وَيَبْشُرُكِ وَاحِدٌ ﴿وَجِيهًا﴾ شَرِيفًا وَّقَالَ اِبْرَاهِيمُ ﴿الْمَسِيحُ﴾ الصِّدِّيقُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْكَهْلُ. اَلْحَلِيمُ ﴿وَالْاَكْمَهُ﴾ مَنْ يُّبْصِرُ بِالنَّهَارِ وَلَا يُبْصِرُ بِاللَّيْلِ. وَقَالَ غَيْرُهُ مَنْ يُّوْلَدُ اَعْمٰى.

''يُبَشِّرُكِ'' اور ''يَبْشُرُكِ'' دونوں کا معنی ایک ہے ''وجيها'' کا معنی ہے معزز اور ابراہیم نے کہا: (المسیح) کا معنی ہے صدیق اور مجاہد نے کہا: (الکھل) کا معنی ہے بردبار (الاکمه) کا معنی ہے جو دن میں دیکھتا ہو اور رات کو نہ دیکھتا ہو اور دوسروں نے کہا: جو شخص پیدائشی اندھا ہو۔

٣٤٣٣- حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَّلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ، انہوں نے کہا: میں نے مرہ الہمدانی سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ کی عورتوں پر فضیلت ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے، مردوں میں تو بہت کامل ہوئے ہیں اور عورتوں میں صرف مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کامل ہوئی ہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٤١١ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٣٤- وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نِسَاءُ قُرَيْشٍ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْاِبِلَ اَحْنَاهُ عَلٰى طِفْلٍ وَّاَرْعَاهُ عَلٰى زَوْجٍ فِيْ ذَاتِ يَدِهٖ يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَلٰى اِثْرِ ذٰلِكَ وَلَمْ تَرْكَبْ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ بَعِيْرًا قَطُّ تَابَعَهُ ابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ وَاِسْحٰقُ الْكَلْبِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

اور ابن وہب نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قریش کی عورتیں ان سب عورتوں سے بہتر ہیں جو اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں، بچے پر بہت شفیق ہوتی ہیں اور خاوند کے پاس جو مال ہوتا ہے اس کی بہت حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں، اس کے بعد حضرت ابوہریرہ نے یہ کہا کہ مریم بنت عمران کبھی کسی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں۔ یونس نے زہری کے بھتیجے اور اسحاق کلبی کی متابعت کی ہے از الزہری۔

[اطراف الحدیث: ٥٠٨٢-٥٣٦٥] (صحیح مسلم: ٢٥٢٧، الرقم المسلسل: ٦٣٥١، مصنف عبدالرزاق: ٢٠٦٠٣، صحیح ابن حبان: ٦٢٦٨، السنن الکبریٰ: ٩٦٣٤، مسند احمد ج ٢ ص ٢٦٩ طبع قدیم، مسند احمد: ٧٦٥٠-ج ١٣ ص ٨٨، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث میں مذکور بعض الفاظ کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ''احناه على طفل'' یعنی بچہ پر بہت شفیق اور مہربان ہے، قیاس کا تقاضا ''احناهن'' ہے لیکن عرب

ایسی مثالوں میں صرف مفرد کو استعمال کرتے ہیں' اسی طرح ''ارعاہ'' ہے جو کہ ''ارعاھن'' ہونا چاہیے تھا۔

''فی ذات یدہ'' کا معنی ہے: شوہر کا مال۔

مریم بنت عمران کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں' کیونکہ اونٹوں پر سوار ہونا عربوں کا خاصہ ہے۔

٤٧ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی

﴿يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَاۤ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا۝﴾ (النساء: ١٧١)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو' اور اللہ کے متعلق صرف سچ بات کہو' مسیح ابن مریم صرف اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں' جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا' اور اس کی (طرف سے) روح ہیں' سو تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور (یہ) نہ کہو کہ تین معبود ہیں' (ایسی بات کہنے سے) باز رہو' یہ تمہارے لیے بہتر ہے بے شک اللہ صرف اکیلا مستحق عبادت ہے' وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو' آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ صرف اسی کی ملکیت ہے اور اللہ کافی کارساز ہے۝ (النساء: ١٧١)

اس باب میں اس آیت کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی متوفی ٣٣٣ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے دین میں غلو نہ کرو' یعنی اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی بات نہ کہو جو اس کی شان کے لائق نہ ہو اور (بلاضرورت) دین کی گہرائی میں نہ جاؤ اور جو بات جائز نہ ہو اور اس کی شان کے مناسب نہ ہو' وہ نہ کہو۔

نیز فرمایا: اور اللہ کے متعلق صرف سچ بات کہو' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ نہ کہو کہ اس کا بیٹا ہے اور اس کی بیوی ہے اور نہ یہ کہو کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔

نیز فرمایا: مسیح ابن مریم صرف اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نصاریٰ کے ان کے متعلق تین فرقے ہو گئے' بعض نے کہا: وہ مستحق عبادت ہیں' اور بعض نے کہا: وہ اللہ کے بیٹے ہیں اور بعض نے کہا: وہ تین میں سے تیسرے ہیں' یعنی رب' مسیح اور ان کی ماں میں سے ایک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کی اور فرمایا: وہ مریم کے بیٹے ہیں' اور یہ بتایا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اگر حضرت عیسیٰ خدا ہوتے تو ان کی ماں بہ درجہ اولیٰ خدا ہوتیں کیونکہ وہ ان سے پہلے تھیں۔

نیز فرمایا: وہ اللہ کا کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا اور اس کی طرف سے روح ہیں۔

کلمہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کن'' (ہو جا!) سو وہ ہو گئے' اور تمام مخلوق اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثل ہے'

کیونکہ اس نے سب کے لیے فرمایا: ''کن'' سو وہ سب ہو گئے' تو اللہ کا کلمہ ہونے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو کلمۃ اللہ فرمایا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی طرف ایک کلمہ ڈالا تھا اور ہم نہیں جانتے کہ وہ کون سا کلمہ تھا اور اسی کلمہ سے حضرت عیسیٰ کو پیدا کیا گیا' جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا تو ان کی نسبت مٹی کی طرف کر دی اور حضرت حواء کو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا فرمایا تو ان کی نسبت حضرت آدم کی پسلی کی طرف کر دی اور تمام مخلوق کو نطفہ سے پیدا کیا تو ان کی نسبت نطفہ کی طرف کر دی' اسی طرح جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کلمہ سے پیدا فرمایا جس کو حضرت مریم کی طرف ڈالا تھا تو ان کی نسبت اس کلمہ کی طرف کر دی اور ان کو کلمۃ اللہ فرمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس میں خصوصیت یہ ہے کہ باقی مخلوق کی تخلیق میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال میں تغیر ہوتا ہے' یعنی وہ پہلے نطفہ ہوتا ہے' پھر جما ہوا خون ہوتا ہے' پھر گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے' پھر اس کو ہڈیاں پہنائی جاتی ہیں' پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں یہ انتقالات اور تغیرات نہیں تھے' وہ دفعۃً صرف اس کلمہ سے پیدا ہوئے اور یہ ان کی خصوصیت ہے۔

نیز فرمایا: اور وہ اس کی طرف سے روح ہیں۔ ان کو روح اس لیے فرمایا کہ وہ مُردوں کو زندہ کرتے ہیں جس طرح قرآن کو بھی روح فرمایا ہے۔ (الشوریٰ: ٥٢) کیونکہ وہ دلوں کو زندہ کرتا ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ روح سے مراد رسول ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ روح سے مراد اللہ کا امر ہے۔

نیز فرمایا: اور یہ نہ کہو کہ تین معبود ہیں (الیٰ قولہٖ) بے شک اللہ اکیلا مستحق عبادت ہے' وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اس سے منزہ کیا ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو' کیونکہ چار وجوہ سے بیٹے کی ضرورت ہوتی ہے: کسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے' یا تنہائی میں گھبراہٹ کو دور کرنے کے لیے یا دشمن کے غلبہ کے خوف سے یا اپنی موت کے بعد اس کو اپنا وارث بنانے کے لیے اور ان میں سے کوئی ضرورت اللہ تعالیٰ کو پیش نہیں آئی' اس لیے وہ اپنا بیٹا بنانے سے مستغنی ہے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ٣ ص ٢٤٧۔ ٢٤٤ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

قَالَ اَبُوْعُبَيْدٍ ﴿كَلِمَتُهٗ﴾ كُنْ فَكَانَ.

ابوعبید نے کہا: وہ اس کا کلمہ ''کــن'' (ہو جا!) ہیں' سو وہ ہو گئے۔

اسی کی مثل امام عبدالرزاق نے معمر سے روایت کی ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ ﴿وَرُوْحٌ مِّنْهُ﴾ اَحْيَاهُ فَجَعَلَهٗ رُوْحًا.

اور دوسروں نے کہا: ''روح منه'' کا معنی ہے: اللہ نے ان کو زندہ کیا' پھر ان کو روح بنا دیا۔

اور مجاہد نے کہا کہ ''روح منه'' کا معنی ہے: ''رسول منه'' اور دوسرا قول ہے: ''محبة منه'' یعنی وہ اللہ کی طرف سے رسول ہیں یا اللہ کی طرف سے محبت ہیں۔

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلَاثَةٌ﴾.

اور یہ نہ کہو کہ وہ تین ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ اور عیسیٰ اور ان کی ماں کے متعلق یہ نہ کہو کہ وہ تین خدا ہیں بلکہ اللہ صرف واحد ہے اور مستحق عبادت ہے' وہ اولاد اور بیوی سے منزہ ہے اور حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ دونوں اس کی مخلوق ہیں۔

٣٤٣٥ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ ابْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے

الْاَوْزَاعِيّ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنِ هَانِئٍ قَالَ حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ اَبِي اُمَيَّةَ عَنْ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ وَاَنَّ عِيْسٰى عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ وَكَلِمَتُهُ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَالْجَنَّةَ حَقٌّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مِنَ الْعَمَلِ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی از الاوزاعی' انہوں نے کہا: مجھے عمیر بن ھانیء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جنادہ بن ابی اُمیہ نے حدیث بیان کی از حضرت عبادہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس نے یہ شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور بے شک محمد اس کے بندہ اور اس کے رسول ہیں اور عیسیٰ اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم کی طرف ڈالا اور اس کی طرف سے روح ہیں اور جنت حق ہے' تو اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا خواہ اس کا جو بھی عمل ہو۔

قَالَ الْوَلِيْدُ حَدَّثَنِي ابْنُ جَابِرٍ عَنْ عُمَيْرٍ عَنْ جُنَادَةَ وَزَادَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ اَيُّهَا شَاءَ.

(صحیح مسلم: ۲۸' الرقم المسلسل: ۴۷)

الولید نے کہا: مجھے ابن جابر نے حدیث بیان کی از عمیر از جنادہ اور انہوں نے یہ اضافہ کیا کہ وہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازہ سے چاہے گا' چلا جائے گا۔

عیسائیوں کے اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کا جز ہیں ۔۔۔۔۔ اور ''روح منه'' اور ''کلمة اللّٰه'' کے معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ گمراہی پر مبنی ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں تمام ضروری عقائد کا بیان ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ انسان ان عقائد کی وجہ سے تمام انواعِ کفر سے نکل جاتا ہے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بندہ ہونے کے بعد ان کے رسول ہونے کا بھی ذکر فرمایا' کیونکہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا انکار کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ کے متعلق فرمایا ہے: ''وروح منه'' اس سے عیسائی یہ ثابت کرتے ہیں کہ قرآن مجید کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا جز ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ. (الجاثیہ: ۱۳)

اور اس نے تمہارے کام میں لگا دیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' سب کو اپنی طرف سے۔

پس جس طرح آسمانوں اور زمینوں کے ساتھ ''جميعا منه'' فرمانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آسمان اور زمین'' وما فيهما'' اللہ تعالیٰ کا جز ہوں' اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ''وروح منه'' فرمانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا جز ہوں۔

اور الجاثیہ: ۱۳ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور ان کو کام میں لگا دیا' وہ اس کی قدرت اور حکمت

سے موجود ہیں' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو پیدا کیا اور وہ اس کی طرف سے روح ہیں' یعنی اس کی قدرت اور حکمت سے موجود ہیں۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: وہ اللہ کا کلمہ ہیں' اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ بندوں پر اللہ کی حجت ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور ان کو اس وقت بولنے والا بنایا جس وقت میں بچے بولتے نہیں ہیں اور ان کے ہاتھ پر مُردوں کو زندہ کیا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے کلمہ کُن سے پیدا کیا' اس لیے ان کو ''کلمة اللّٰه'' فرمایا اور جس طرح کہا جاتا ہے: اللہ کی تلوار اور اللہ کا شیر' اس طرح ان کو اللہ کا کلمہ کہا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ انہوں نے پیدا ہوتے ہی کہا: میں اللہ کا بندہ ہوں' اس لیے ان کو ''کلمة اللّٰه'' کہا گیا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۰۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٨ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا﴾ (مریم:١٦)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کتاب میں مریم کو یاد کیجئے جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر (مشرقی جگہ میں چلی گئیں) (مریم:١٦)

اس باب میں حضرت مریم کے احوال بیان کیے گئے ہیں' امام بخاری نے یہاں جو عنوان قائم کیا ہے' باب: ۴۵ میں بھی یہی عنوان تھا۔

﴿نَبَذْنَاهُ﴾ أَلْقَيْنَاهُ اِعْتَزَلَتْ ﴿شَرْقِيًّا﴾ (مریم: ١٦) مِمَّا يَلِي الشَّرْقَ.

''نبذناه'' کا معنی ہے: ہم نے ان کو ڈال دیا' وہ مشرقی جانب نکل گئیں' یعنی اس جانب جو مشرق کے قریب ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق میں ''نبذناه'' کا معنی بیان کیا ہے' یہ لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ○ (الصّٰفّٰت: ۱۴۵) سو ہم نے انہیں کھلے میدان میں ڈال دیا' اس وقت وہ بیمار تھے ○

''نبذناه'' کا معنی بیان کرنے کی یہاں کوئی وجہ نہیں ہے' کیونکہ اس باب کے عنوان میں امام بخاری نے جو آیت ذکر کی ہے' اس میں ''نبذناه'' کا لفظ نہیں ہے' بلکہ اس میں ''انتبذت'' کا لفظ ہے اور ''انتبذت'' کا معنی وہ نہیں ہے جو ''نبذناه'' کا معنی ہے۔ ''انتبذت'' کا معنی وہ ہے جس کا امام بخاری نے اس طرح ذکر کیا: وہ مشرقی جانب نکل گئیں' یعنی ان کے گھر سے مشرق کی جانب جو جگہ تھی وہ وہاں چلی گئیں تاکہ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں۔

﴿فَأَجَآءَهَا﴾ (مریم:٢٣) أَفْعَلْتُ مِنْ جِئْتُ يُقَالُ أَلْجَأَهَا اِضْطَرَّهَا.

''فاجاء ها'' یہ ''جئت'' کے مادہ سے باب افعال کا صیغہ ہے' ''الجا ها'' کا معنی ہے: ان کو مجبور اور لاچار کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَأَجَآءَهَا الْمَخَاضُ إِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ. (مریم:۲۳) پھر انہیں دردِ زہ کھجور کے ایک درخت کی طرف لے آیا۔

امام بخاری نے جو کہا ہے: ''افعلت من جئت'' اس عبارت سے یہ لفظ بنایا ہے' لفظ ''اجاء'' مزید فیہ ہے کیونکہ ''جاء'' جو مجرد ہے وہ لازم ہے' اس کا معنی ہے: آیا' اور ''اجاء'' مزید فیہ ہے اور یہ متعدی ہے' اس کا معنی ہے: لے آیا' اور ''الجا'' کا معنی ہے: اس کو مجبور اور لاچار کر دیا۔

﴿تُسَاقِطْ﴾ (مریم:٢٥). تَسْقُطْ.

''تساقط'' کا معنی ''تسقط'' یعنی گریں گی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّاO (مریم:٢٥) اور کھجور کا تنا اپنی طرف ہلاؤ' وہ تم پر تروتازہ پکی کھجوریں گرائے گاO

حمزہ نے تاء کی زبر اور سین کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے' اور حفص نے از عاصم تاء کے پیش اور قاف کی زیر سے پڑھا ہے' ہماری بھی یہی قراءت ہے اور ''رطبًا'' کا معنی ہے: تروتازہ۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ٤٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

﴿قَصِيًّا﴾ (مریم:٢٢) قَاصِيًا. ''قصیا'' کا معنی ہے: ''قاصیًا'' یعنی دور دراز۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّاO (مریم:٢٢) سو مریم نے اسے پیٹ میں رکھ لیا' پھر اس کو لیے ہوئے ایک دور کے مقام پر چلی گئیںO

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: وہ اس حمل کے ساتھ دور دراز مقام پر چلی گئیں۔

(جامع البیان جز ١٦ ص ٨٠' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

﴿فَرِيًّا﴾ (مریم:٢٧) عَظِيمًا. ''فریًا'' کا معنی ہے: عظیم' یعنی سنگین کام۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّاO (مریم:٢٧) ان کی قوم کے لوگوں نے کہا: اے مریم! تم نے یقیناً بہت سنگین کام کیا ہےO

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ لکھتے ہیں:

جب قوم نے حضرت مریم کو دیکھا اور ان کے ساتھ ان کے نوزائیدہ بیٹے کو دیکھا تو انہوں نے کہا: اے مریم! تم بہت عجیب چیز لائی ہو اور تم نے بہت سنگین کام کیا ہے۔ (جامع البیان جز ١٦ ص ٩٦' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿نِسْيًا﴾ (مریم:٢٣) لَمْ اَكُنْ شَيْئًا. وَقَالَ غَيْرُهُ النِّسْيُ الْحَقِيْرُ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''نسیًا'' کا معنی ہے: میں کچھ بھی نہ ہوتی' اور دوسروں نے کہا: ''النسیء'' کا معنی ہے: حقیر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّاO (مریم:٢٣) مریم نے کہا: کاش! میں اس سے پہلے مر جاتی اور بھولی بسری ہو جاتیO

قتادہ نے اس کی تفسیر میں کہا: میں ایسی چیز ہو جاتی کہ جس کو نہ کوئی پہچانتا اور نہ اس کا ذکر کرتا۔

(جامع البیان جز ١٦ ص ٨٤' دارالفکر' بیرت' ١٤١٥ھ)

قَالَ اَبُوْ وَائِلٍ عَلِمَتْ مَرْيَمُ اَنَّ التَّقِيَّ ذُوْنُهْيَةٍ حِيْنَ قَالَتْ ﴿اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا﴾ (مریم:١٨). ابووائل نے کہا: حضرت مریم نے جان لیا کہ اللہ سے ڈرنے والا وہ شخص ہوتا ہے جو عقل والا ہو' جب انہوں نے یہ کہا: اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّاO (مریم:١٨)

مریم نے کہا: میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ لیتی ہوں (میرے قریب نہ آ) اگر تو متقی ہےO

جب اللہ کا فرشتہ انسانی پیکر میں مریم کے پاس آیا تو انہوں نے اسے مرد گمان کیا اور کہا: اے مرد! میں تجھ سے رحمان کی پناہ لیتی ہوں کہ تم مجھ سے وہ طلب کرو جس کو اللہ نے تم پر حرام کر دیا ہے' اگر تم اللہ کے حرام کردہ کاموں اور گناہوں سے اجتناب کرتے ہو' کیونکہ جو متقی ہو وہ ایسے کاموں سے اجتناب کرتا ہے۔ (جامع البیان جز۱۶ ص۷۷۔۷۶' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قَالَ وَكِيْعٌ عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ ﴿سَرِيًّا﴾ (مریم:٢٤) نَهْرٌ صَغِيْرٌ بِالسُّرْيَانِيَّةِ.

وکیع نے کہا از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء کہ سریانیہ میں ''سریًا'' کا معنی چھوٹا دریا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّاO (مریم:٢٤)

(فرشتہ نے) انہیں ان کے نیچے سے پکارا کہ (اے مریم!) غمگین نہ ہو! بے شک تمہارے رب نے تمہارے نیچے ایک (چھوٹا) دریا جاری کر دیا ہےO

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ نے کہا: تمہارے نیچے سے مراد ہے درخت کے نیچے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت مریم کو حضرت جبریل نے نداء کی تھی اور حضرت عیسیٰ نے اس وقت تک کلام نہیں کیا تھا حتیٰ کہ وہ اپنی قوم کے پاس آ ئیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ''سریًا'' سے مراد نہر ہے۔ (جامع البیان جز۱۶ ص۸۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

٣٤٣٦ - **حَدَّثَنَا** مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِى الْمَهْدِ اِلَّا ثَلَاثَةٌ عِيْسٰى وَكَانَ فِىْ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ جُرَيْجٌ كَانَ يُصَلِّىْ جَاءَتْهُ اُمُّهٗ فَدَعَتْهُ فَقَالَ اُجِيْبُهَا اَوْ اُصَلِّىْ فَقَالَتِ اللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتّٰى تُرِيَهٗ وُجُوْهَ الْمُوْمِسَاتِ وَكَانَ جُرَيْجٌ فِىْ صَوْمَعَتِهٖ فَتَعَرَّضَتْ لَهٗ اِمْرَاَةٌ وَّكَلَّمَتْهُ فَاَبٰى فَاَتَتْ رَاعِيًا فَاَمْكَنَتْهُ مِنْ نَّفْسِهَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقَالَتْ مِنْ جُرَيْجٍ فَاَتَوْهُ فَكَسَرُوْا صَوْمَعَتَهٗ وَاَنْزَلُوْهُ وَسَبُّوْهُ فَتَوَضَّاَ وَصَلّٰى ثُمَّ اَتَى الْغُلَامَ فَقَالَ مَنْ اَبُوْكَ يَا غُلَامُ قَالَ الرَّاعِىْ قَالُوْا نَبْنِىْ صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ لَا اِلَّا مِنْ طِيْنٍ وَّكَانَتِ امْرَاَةٌ تُرْضِعُ ابْنًا لَّهَا مِنْ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ فَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ رَّاكِبٌ ذُوْ شَارَةٍ فَقَالَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: گہوارہ میں صرف تین (بچوں) نے کلام کیا ہے: حضرت عیسیٰ نے اور بنی اسرائیل میں جریج نام کا ایک شخص تھا' وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی ماں اس کے پاس آئی اور اس کو بلایا' اس نے (دل میں کہا:) میں اس کے بلانے پر جاؤں یا نماز پڑھتا رہوں' اس کی ماں نے کہا: اے اللہ! اس کو اس وقت تک نہ مارنا حتیٰ کہ اس کو فاحشہ عورتوں کو چہرہ نہ دکھا دینا' اور جریج اپنے معبد میں تھے' ان کے پاس ایک عورت آئی اور ان سے بات کی (کہ اس کی خواہش پوری کریں)' جریج نے انکار کر دیا' وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اس کو اپنے نفس پر قدرت دی' پس اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا' اس عورت نے بتایا کہ یہ جریج سے ہے' پھر لوگوں نے آ کر

اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِي مِثْلَهُ فَتَرَكَ ثَدْيَهَا وَأَقْبَلَ عَلَى الرَّاكِبِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى ثَدْيِهَا يَمَصُّهُ قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَصُّ إِصْبَعَهُ ثُمَّ مَرَّ بِأَمَةٍ فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِي مِثْلَ هٰذِهٖ فَتَرَكَ ثَدْيَهَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا فَقَالَتْ لِمَ ذَاكَ فَقَالَ الرَّاكِبُ جَبَّارٌ مِّنَ الْجَبَابِرَةِ وَهٰذِهِ الْأَمَةُ يَقُوْلُوْنَ سَرَقْتِ زَنَيْتِ وَلَمْ تَفْعَلْ.

اس کے معبد کو توڑ دیا' اور اس کو وہاں سے نکال دیا اور اس کی مذمت کی' سو جریج نے وضوء کیا اور نماز پڑھی' پھر وہ اس لڑکے کے پاس گئے اور پوچھا: اے لڑکے! تمہارا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: وہ چرواہا ہے' تب لوگوں نے کہا: ہم آپ کا معبد سونے کا بنا دیتے ہیں' جریج نے کہا: نہیں! مٹی سے بنا دو! (تیسرے بچے کا قصہ اس طرح ہے:) بنی اسرائیل کی ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی تو وہاں گھوڑے پر سوار ایک شخص گزرا جو عمدہ پوشاک پہنے ہوئے تھا' اس عورت نے دعا کی: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس شخص کی مثل بنا دینا! بچہ نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور سوار کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: اے اللہ! مجھے اس کی مثل نہ بنانا' پھر وہ اس کے پستان سے دودھ چوسنے لگا' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: گویا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا آپ اپنی انگلی چوس رہے تھے' پھر وہ بچہ ایک باندی کے پاس سے گزرا تو اس کی ماں نے دعا کی: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس کی مثل نہ بنانا' بچہ نے پھر دودھ چھوڑ دیا' پس کہا: اے اللہ! مجھے اس کی مثل بنا دینا' اس عورت نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس بچہ نے کہا: وہ سوار ظالموں میں سے ایک ظالم تھا اور اس باندی کے متعلق لوگ الزام لگاتے تھے کہ اس نے چوری کی ہے اور زنا کیا ہے' اور اس نے کچھ نہیں کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٠٦ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٣٧ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ حَدَّثَنِي مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي لَقِيْتُ مُوْسٰى قَالَ فَنَعَتَهُ فَإِذَا رَجُلٌ حَسِبْتُهُ قَالَ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الرَّأْسِ كَأَنَّهُ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ قَالَ وَلَقِيْتُ عِيْسٰى فَنَعَتَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَبْعَةٌ أَحْمَرُ كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ يَعْنِي الْحَمَّامَ وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيْمَ وَأَنَا أَشْبَهُ وَلَدِهٖ بِهٖ قَالَ وَأُتِيْتُ بِإِنَاءَيْنِ أَحَدُهُمَا لَبَنٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر' انہوں نے کہا: مجھے محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی' اس رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملا' راوی نے کہا: پھر آپ نے ان کا حلیہ بیان کیا' اس نے کہا: میرا گمان ہے کہ وہ مضطرب تھے' ان کے بال سیدھے تھے جیسے قبیلہ شنوءۃ کے لوگ ہوتے ہیں' آپ نے فرمایا: میں نے حضرت عیسیٰ سے بھی

وَالْاٰخَرُ فِيهِ خَمْرٌ فَقِيلَ لِي خُذْ اَيَّهُمَا شِئْتَ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ فَقِيلَ لِي هُدِيْتَ الْفِطْرَةَ اَوْ اَصَبْتَ الْفِطْرَةَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ.

ملاقات کی' نبی ﷺ نے ان کا بھی حلیہ بیان کیا' آپ نے فرمایا کہ ان کا قد متوسط تھا اور وہ سرخ رنگ کے تھے جیسے وہ ابھی ''دیماس'' یعنی غسل خانے سے باہر آئے ہوں' اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور میں ان کی اولاد میں سب سے زیادہ ان کے مشابہ ہوں' آپ نے فرمایا: میرے پاس دو برتن لائے گئے' ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی' مجھ سے کہا گیا کہ آپ ان میں سے جو چاہیں لے لیں' میں نے دودھ کا برتن لے لیا اور پی لیا' مجھ سے کہا گیا کہ آپ نے فطرت کی ہدایت پالی' یا آپ نے فطرت کو پالیا' اگر آپ شراب کو لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۹۴ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٣٨ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا اِسْرَائِيلُ اَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ عِيْسٰى وَمُوْسٰى وَاِبْرَاهِيمَ فَاَمَّا عِيْسٰى فَاَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِيضُ الصَّدْرِ وَاَمَّا مُوْسٰى فَاٰدَمُ جَسِيمٌ سَبْطٌ كَاَنَّهُ مِنَ الرِّجَالِ الزُّطِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن المغیرہ نے خبر دی از مجاہد از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے حضرت عیسیٰ' حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا' رہے حضرت عیسیٰ تو وہ سرخ رنگ کے تھے' ان کے گھنگھریالے بال تھے اور چوڑا سینہ تھا' اور حضرت موسیٰ وہ گندم گوں رنگ کے جسیم شخص تھے' ان کے سیدھے بال تھے' جیسے کوئی شخص قبیلہ زط کا ہو۔

٣٤٣٩ - **حَدَّثَنَا** اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى عَنْ نَافِعٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَيْنَ ظَهْرَيِ النَّاسِ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ اَلَا اِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ نے بیان کیا کہ ایک دن نبی ﷺ نے لوگوں کے سامنے مسیح دجال کا ذکر کیا اور فرمایا: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے لیکن مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا' گویا اس کی آنکھ اُبھرے ہوئے انگور کی طرح ہوگی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۵۷ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٤٠ - **وَاَرَانِي** اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فِي الْمَنَامِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ كَاَحْسَنِ مَا يُرٰى مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ رَجِلُ الشَّعْرِ يَقْطُرُ رَاْسُهُ مَاءً وَّاضِعًا يَدَيْهِ

(آپ نے فرمایا:) اور مجھے آج رات کعبہ کے پاس خواب میں دکھایا کہ ایک مرد گندمی رنگ کا ہے' وہ گندمی رنگ کا حسین ترین شخص ہے' اس کے سر کے بال کندھوں کے درمیان لٹکے ہوئے تھے

عَلٰی مَنْكِبَیْ رَجُلَیْنِ وَهُوَ یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ثُمَّ رَاَیْتُ رَجُلًا وَّرَاءَهُ جَعْدًا قَطِطًا اَعْوَرَ عَیْنِ الْیُمْنٰی كَاَشْبَهِ مَنْ رَّاَیْتُ بِابْنِ قَطَنٍ وَاضِعًا یَّدَیْهِ عَلٰی مَنْكِبَیْ رَجُلٍ یَّطُوْفُ بِالْبَیْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا اَلْمَسِیْحُ الدَّجَّالُ تَابَعَهٗ عُبَیْدُ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ.

[اطراف الحدیث:۳۴۴۱-۵۹۰۲-۶۹۹۹-۷۰۲۶-۷۱۲۸]

اور بال سیدھے تھے' سر سے پانی ٹپک رہا تھا' وہ دونوں ہاتھ دو آدمیوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے کعبہ کا طواف کر رہے تھے' میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو فرشتوں نے کہا: یہ حضرت المسیح بن مریم علیہ السلام ہیں' پھر میں نے ان کے پیچھے ایک شخص کو دیکھا' جس کے بال گھنگھریالے تھے اور اس کی دائیں آنکھ کانی تھی وہ ابن قطن کے زیادہ مشابہ تھا' وہ اپنے دونوں ہاتھ ایک آدمی کے کندھوں پر رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا' میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو فرشتوں نے کہا: یہ مسیح الدجال ہے۔ موسیٰ بن عقبہ کی متابعت عبید اللہ نے کی ہے از نافع۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی اور بعض روایات میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حدیث:۳۴۳۹ میں مذکور ہے: ''بین ظهری الناس'' اور بعض روایات میں مذکور ہے:

''بین ظهرانی الناس'' اس کا معنی ہے: آپ لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے' اس سے مراد ہے: آپ لوگوں میں ظاہراً بیٹھے ہوئے تھے' چھپ کر نہیں بیٹھے ہوئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا اور سنن ابن ماجہ:۴۰۷۱ میں مذکور ہے: دجال بائیں آنکھ سے کانا ہو گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر یہ مقصد ہے کہ اس کی دونوں آنکھوں میں سے ایک آنکھ کانی ہوگی' ایک آنکھ درست ہوگی اور دوسری آنکھ میں عیب ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ گویا اس کی آنکھ اُبھرے ہوئے انگور کی طرح ہوگی۔ مسند ابوداؤد الطیالسی میں حضرت اُبی بن کعب سے روایت ہے: گویا اس کی ایک آنکھ سبز شیشہ کی ہوگی' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس کی ایک آنکھ رگڑی ہوئی ہوگی اور دوسری آنکھ خون آلود ہوگی' خلاصہ یہ ہے کہ اس کی دونوں آنکھیں مختلف ہوں گی۔

۳٤٤١ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّیُّ قَالَ سَمِعْتُ اِبْرَاهِیْمَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِی الزُّهْرِیُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِعِیْسٰی اَحْمَرُ وَلٰكِنْ قَالَ بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ سَبْطُ الشَّعَرِ یُهَادٰی بَیْنَ رَجُلَیْنِ یَنْطُفُ رَاْسُهٗ مَاءً اَوْ یُهْرَاقُ رَاْسُهٗ مَاءً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا ابْنُ مَرْیَمَ فَذَهَبْتُ اَلْتَفِتُ فَاِذَا رَجُلٌ اَحْمَرُ جَسِیْمٌ جَعْدُ الرَّاْسِ اَعْوَرُ عَیْنِهِ الْیُمْنٰی كَاَنَّ عَیْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِیَةٌ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا هٰذَا الدَّجَّالُ وَاَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شَبَهًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد المکی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابراہیم بن سعد سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے زہری نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیسیٰ کے متعلق یہ نہیں فرمایا: وہ سرخ رنگ کے ہیں' لیکن یہ فرمایا تھا کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا ہوں' پس وہاں گندمی رنگ کا ایک شخص تھا جس کے سیدھے بال تھے' وہ دو آدمیوں کے کندھوں کے درمیان چل رہا تھا' اس کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا' یا فرمایا: اس کا سر پانی گرا رہا تھا' میں نے

ابْنُ قَطَنٍ قَالَ الزُّهْرِيُّ رَجُلٌ مِّنْ خُزَاعَةَ هَلَكَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.

پوچھا: یہ کون ہے؟ تو (فرشتوں نے) کہا: یہ ابن مریم ہیں' پھر میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک سرخ رنگ کا جسیم مرد تھا' اس کے گھونگریالے بال تھے' اس کی سیدھی آنکھ کانی تھی' گویا اس کی آنکھ اُبھرا ہوا انگور تھا' میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو (فرشتوں نے) کہا: یہ دجال ہے' اور لوگوں میں اس کے سب سے زیادہ مشابہ ابن قطن ہے۔ الزہری نے بتایا: وہ شخص قبیلہ خزاعہ کا ایک مرد تھا جو زمانۂ جاہلیت میں ہلاک ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۴۴۰ میں گزر چکی ہے۔

۳٤٤۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ وَالْأَنْبِيَاءُ أَوْلَادُ عَلَّاتٍ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں تمام لوگوں کی بہ نسبت حضرت ابن مریم کے زیادہ قریب ہوں اور انبیاء باپ شریک بھائی ہیں' میرے اور حضرت ابن مریم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

[طرف الحدیث: ۳۴۴۳] (صحیح مسلم: ۲۳۶۵' الرقم المسلسل: ۶۰۲۴' سنن ابوداؤد: ۴۶۷۵' مصنف عبدالرزاق: ۲۳۶۵' صحیح ابن حبان: ۶۱۹۴' شرح السنۃ: ۳۶۱۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۲۴۸۔ ج ۱۳ ص ۵۴۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ہمارے نبی کے حضرت عیسیٰ سے زیادہ قریب ہونے کی توجیہ اور اس پر اعتراض کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قرب کی جو تخصیص فرمائی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور بعثت کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا کہ میں اپنے بعد ایک رسول کے آنے کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام احمد ہے' اس لیے آپ نے فرمایا: میں تمام لوگوں کی بہ نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ آپ کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہے' اس لیے آپ ان کے زیادہ قریب ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا. (آل عمران: ٦٨)

بے شک تمام لوگوں میں ابراہیم سے زیادہ قریب وہی لوگ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور جو ایمان لائے (وہ ان کے زیادہ قریب ہیں)۔

اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں۔

علامہ کرمانی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہ طور تابع زیادہ قریب ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہ طور متبوع زیادہ قریب ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کا جواب یہ دیا کہ اس آیت اور اس حدیث میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ آپ قوتِ اقتداء کے اعتبار سے حضرت ابراہیم کے زیادہ قریب ہیں اور زمانہ کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ کے زیادہ قریب ہیں۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٦٢٠' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

تمام انبیاء کے باپ شریک بھائی ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: اور انبیاء باپ شریک بھائی ہیں' اور امام مسلم کی روایت میں ہے: ان کی مائیں الگ الگ ہیں' یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کے اصول اور عقائد ایک ہیں اور ان کی شریعتیں الگ الگ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے دین اور اصول واحد ہونے پر یہ آیت دلیل ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ. (الشوریٰ: ١٣)

اُسی دین کا راستہ تمہارے لیے مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جس (دین) کی ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

اور ہر نبی کی شریعت اور فروعی احکام الگ الگ ہونے کی دلیل یہ آیت ہے:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا. (المائدہ: ٤٨)

ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے الگ شریعت اور واضح راہِ عمل بنائی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے اور حضرت ابن مریم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے اس حدیث سے استدلال کر کے یہ کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے' لیکن یہ استدلال قوی نہیں ہے کیونکہ روایات میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان جرجیس اور خالد بن سنان تھے اور یہ دونوں نبی تھے' اس بناء پر اس حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ میرے اور حضرت عیسیٰ کے درمیان شریعت مستقلہ کے ساتھ کوئی نبی نہیں ہے۔ مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ جرجیس اور خالد کے متعلق کوئی روایت ثابت نہیں ہے اور صحیح حدیث اس کو مسترد کرتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٥٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤٤٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَالْاَنْبِيَاءُ اِخْوَةٌ لِّعَلَّاتٍ اُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہلال بن علی نے حدیث بیان کی از عبد الرحمان بن ابی عمرہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں دنیا اور آخرت میں تمام لوگوں سے زیادہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے قریب ہوں اور انبیاء علیہم السلام باپ شریک بھائی ہیں' ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین واحد ہے۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور ابراہیم بن طہمان نے کہا از موسیٰ بن عقبہ از صفوان بن سلیم از عطاء بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۴۴۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۴۴۴- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاٰى عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَجُلًا يَسْرِقُ فَقَالَ لَهُ سَرَقْتَ قَالَ كَلَّا وَاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَقَالَ عِيْسٰى اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَكَذَّبْتُ عَيْنِي.

(صحیح مسلم: ۲۳۶۸، الرقم المسلسل: ۶۰۳۱، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۷، سنن ابوداؤد: ۲۹۴۹، شرح السنۃ: ۲۷۱۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۱۵۴۔ ج ۱۳ ص ۴۹۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے اس سے فرمایا: تم نے چوری کی ہے؟ اس نے کہا: ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ پر ایمان لایا اور میں نے اپنی آنکھوں کی تکذیب کی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد کی توجیہ کہ میں نے اپنی آنکھوں کی تکذیب کی!

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جو ارشاد ہے: تم نے چوری کی ہے۔ بہ ظاہر یہ انہوں نے یقین کے ساتھ خبر دی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ سوالیہ جملہ ہو اور وہ اس کی تحقیق کرنا چاہتے ہوں کہ اس نے چوری کی ہے یا نہیں، لیکن علامہ قرطبی کا یہ کلام صحیح نہیں ہے، کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یقین کے ساتھ بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

اس شخص نے قسم کھا کر کہا: میں نے ہرگز چوری نہیں کی! تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ پر ایمان لایا اور میں نے اپنی آنکھوں کی تکذیب کی! یعنی میں نے اللہ کی قسم کی تصدیق کی اور میں نے جو اس کو کوئی چیز لیتے ہوئے دیکھا تھا اس کو چوری قرار دینے کی تکذیب کی، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس نے جس مال کو لیا تھا اس میں اس کا حق ہو، یا اس مال کے مالک نے اس کو اس مال کے لینے کی اجازت دی ہو۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شبہات سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۵۲۔۵۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی التوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث کی کیا توجیہ ہوگی کہ پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس شخص پر چوری کا حکم لگایا، پھر اس سے رجوع فرمالیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے انہوں نے اس پر صورۃً اور ظاہراً چوری کا حکم لگایا، پھر انہوں نے اس اعتبار سے رجوع فرمایا کہ شاید وہ اس کا اپنا مال ہو یا مشترک مال ہو یا اس کے بیٹے کا مال ہو۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس پر چوری کا حکم نہ لگایا ہو بلکہ اس سے پوچھا ہو کہ کیا تم نے چوری کی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو چوری کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٢٠' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣٤٤٥ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُوْلُ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے زہری سے سنا' وہ کہتے ہیں: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ منبر پر بیان کر رہے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' آپ فرما رہے تھے: میری شان میں غلو نہ کرو جس طرح نصاریٰ نے حضرت ابن مریم کی شان میں غلو کیا ہے' پس میں صرف اللہ کا بندہ ہوں' پس تم کہو: اللہ کے بندے اور اس کے رسول۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٦٢ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''لا تطرونی'' کے الفاظ ہیں' یہ ''اطراء'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: باطل صفت کے ساتھ مدح کرنا' دوسرا قول ہے: کسی کی مدح میں حد سے تجاوز کرنا' جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کے متعلق کہا: وہ خدا ہیں یا خدا کے بیٹے ہیں' آپ نے فرمایا: میں صرف اللہ کا بندہ ہوں' یہ آپ کی تواضع اور انکسار ہے' ورنہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین اور رحمۃ للعلمین فرمایا اور حدیث میں ہے: آپ تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں اور قائد المرسلین ہیں۔

٣٤٤٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا صَالِحُ بْنُ حَيٍّ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ خُرَاسَانَ قَالَ لِلشَّعْبِيِّ فَقَالَ الشَّعْبِيُّ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَدَّبَ الرَّجُلُ اَمَتَهٗ فَاَحْسَنَ تَادِيْبَهَا وَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا كَانَ لَهٗ اَجْرَانِ وَاِذَا اٰمَنَ بِعِيْسٰى ثُمَّ اٰمَنَ بِيْ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَالْعَبْدُ اِذَا اتَّقٰى رَبَّهٗ وَاَطَاعَ مَوَالِيَهٗ فَلَهٗ اَجْرَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں صالح بن حی نے خبر دی کہ اہل خراسان کے ایک مرد نے شعبی سے کہا تو شعبی نے کہا: مجھے ابو بردہ نے خبر دی از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی باندی کو ادب سکھائے' پس اچھا ادب سکھائے اور اس کو تعلیم دے' پس اچھی تعلیم دے' پھر اس کو آزاد کر دے' پس اس سے شادی کرے تو اس کے لیے دو اجر ہیں' اور جب کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے' پھر مجھ پر ایمان لائے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور بندہ جب اپنے رب سے ڈرتا ہے اور اپنے مالکوں کی اطاعت کرتا ہے تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے

الْمُغِيْرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُحْشَرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَأَ ﴿كَمَا بَدَأْنَآ أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَآ إِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ O﴾ (الانبیاء:١٠٤) فَأَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى إِبْرَاهِيْمُ ثُمَّ يُؤْخَذُ بِرِجَالٍ مِّنْ أَصْحَابِيْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُوْلُ أَصْحَابِيْ فَيُقَالُ إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ فَأَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّادُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ O﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ O﴾ (المائدہ:١١٧-١١٨) قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الْفِرَبْرِيُّ ذُكِرَ عَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ قَبِيْصَةَ قَالَ هُمُ الْمُرْتَدُّوْنَ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰى عَهْدِ أَبِيْ بَكْرٍ فَقَاتَلَهُمْ أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از المغیرہ بن النعمان از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں ضرور قیامت کے دن اس حال میں جمع کیا جائے گا کہ تم ننگے بدن ننگے پیر غیر مختون ہو گے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: جیسے ہم نے پہلے تخلیق کی ابتداء کی تھی (اسی طرح) ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے یہ ہم پر وعدہ ہے ہم اس کو ضرور پورا کرنے والے ہیں O (الانبیاء:١٠٤) پس سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا پھر میرے اصحاب کو دائیں جانب اور بائیں جانب سے پکڑا جائے گا تو میں کہوں گا: یہ میرے اصحاب ہیں پس کہا جائے گا: جب سے آپ ان سے جدا ہوئے ہیں یہ مسلسل اپنی ایڑیوں پر پھرے رہے تو میں اس طرح کہوں گا جس طرح نیک بندے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کہا تھا: اور میں (اس وقت تک) ان پر نگہبان تھا جب تک ان میں رہا' پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ان پر تو ہی نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر نگہبان ہے O اس آیت کو ''العزیز الحکیم'' تک پڑھیں O (المائدہ:١١٨-١١٧) محمد بن یوسف الفربری نے کہا از ابوعبد اللہ از قبیصہ ذکر کیا گیا ہے: یہ وہ مرتدین ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں مرتد ہو گئے تھے پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٤٩ میں گزر چکی ہے۔

٤٩ - بَابُ نُزُوْلِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا زمین پر نازل ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر نزول ہوگا۔

٣٤٤٨ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ أَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ أَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب کہ سعید بن المسیب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! عنقریب تم میں ابن مریم علیہ السلام

وَيَفِيضُ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ حَتّٰى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا ثُمَّ يَقُولُ أَبُوهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَاقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ ﴿وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًاO﴾ (النساء:١٥٩).

نازل ہوں گے، وہ حکم دینے والے ہوں گے، عدل کرنے والے ہوں گے، پس وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو منسوخ کر دیں گے، اور مال اس قدر ہو جائے گا کہ اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا، حتیٰ کہ ایک سجدہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوگا، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ یہ کہتے تھے کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: (اور نزولِ عیسیٰ کے وقت) اور اہل کتاب میں سے ہر شخص عیسیٰ پر ان کی موت سے پہلے ضرور بہ ضرور ایمان لے آئے گا اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہ ہوں گےO (النساء:١٥٩)

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٢٢٢ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٤٩ - **حَدَّثَنَا** ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ نَافِعٍ مَوْلٰى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ أَبَاهُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ تَابَعَهُ عُقَيْلٌ وَالْأَوْزَاعِيُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از نافع مولیٰ ابوقتادہ الانصاری کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب حضرت ابن مریم علیہ السلام تم میں نازل ہوں گے اور امام تم میں سے ہوگا۔ اس حدیث میں یونس کی متابعت عقیل اور اوزاعی نے کی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٢٢٢ میں گزر چکی ہے۔

٥٠ - بَابُ مَا ذُكِرَ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ

بنی اسرائیل کے متعلق احادیث

اس باب میں بنی اسرائیل کے متعلق احادیث بیان کی جائیں گی۔

٣٤٥٠ - **حَدَّثَنَا** مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو لِحُذَيْفَةَ أَلَا تُحَدِّثُنَا مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنَّ مَعَ الدَّجَّالِ إِذَا خَرَجَ مَاءً وَنَارًا فَأَمَّا الَّذِي يَرَى النَّاسُ أَنَّهَا النَّارُ فَمَاءٌ بَارِدٌ وَأَمَّا الَّذِي يَرَى النَّاسُ أَنَّهُ مَاءٌ بَارِدٌ فَنَارٌ تُحْرِقُ فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِي يَرٰى أَنَّهَا نَارٌ فَإِنَّهُ عَذْبٌ بَارِدٌ.

[طرف الحدیث: ٧١٣٠] [(صحیح مسلم: ٢٩٣٤، الرقم المسلسل: ٧٢٦٢، سنن ابوداؤد: ٤٣١٥، شرح مشکل الآثار: ٥٦٩١، المعجم الاوسط:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک بن عمیر نے حدیث بیان کی از ربعی بن حراش، انہوں نے کہا کہ عقبہ بن عمرو نے حضرت حذیفہ رضی اللہ سے کہا: کیا آپ ہم کو وہ حدیث نہیں بیان کریں گے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک جب دجال خارج ہوگا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی، پس جس کو لوگ آگ سمجھیں گے وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور جس کو لوگ ٹھنڈا پانی سمجھیں گے وہ جلانے والی آگ ہوگی، پس تم میں سے جو شخص اس کو پائے، وہ اس

میں واقع ہو جس کو وہ آگ سمجھتا ہو کیونکہ وہ میٹھا اور ٹھنڈا پانی ہوگا۔　۲۵۲۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۳۴، مسند احمد ج ۵ ص ۳۹۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۳۳۳۸۔ ج ۳۸ ص ۳۶۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: اس حدیث کی شرح کتاب الفتن میں آئے گی، امام بخاری کی اس حدیث کو یہاں وارد کرنے سے غرض یہ ہے کہ اس مرد کا قصہ بیان کیا جائے جو لوگوں کو بیعت کرتا تھا۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۶۲۷، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں ایسا کوئی قصہ نہیں بیان کیا گیا جس کا حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے۔

۳۴۵۱ - قَالَ حُذَيْفَةُ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اَتَاهُ الْمَلَكُ لِيَقْبِضَ رُوْحَهُ فَقِيْلَ لَهُ هَلْ عَمِلْتَ مِنْ خَيْرٍ قَالَ مَا اَعْلَمُ قِيْلَ لَهُ اُنْظُرْ قَالَ مَا اَعْلَمُ شَيْئًا غَيْرَ اَنِّيْ كُنْتُ اُبَايِعُ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا فَاُجَازِيْهِمْ فَاُنْظِرُ الْمُوْسِرَ وَاَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَاَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے: تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا، اس کے پاس اس کی روح قبض کرنے کے لیے ملک الموت آیا، اس سے پوچھا گیا: کیا تم نے کوئی نیکی کا کام کیا ہے؟ اس نے کہا: مجھے معلوم نہیں! اس سے کہا گیا: تم غور کرو، اس نے کہا: میں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں جانتا کہ میں دنیا میں لوگوں کو چیزیں فروخت کرتا تھا، پس میں ان سے تقاضا کرتا تھا جو مال دار ہوتا اس کو مہلت دیتا اور جو تنگ دست ہوتا، اس سے درگزر کرتا، پس اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں داخل فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۰۷۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۴۵۲ - فَقَالَ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا حَضَرَهُ الْمَوْتُ فَلَمَّا يَئِسَ مِنَ الْحَيَاةِ اَوْصٰى اَهْلَهُ اِذَا اَنَا مُتُّ فَاجْمَعُوْا لِيْ حَطَبًا كَثِيْرًا وَّاَوْقِدُوْا فِيْهِ نَارًا حَتّٰى اِذَا اَكَلَتْ لَحْمِيْ وَخَلَصَتْ اِلٰى عَظْمِيْ فَامْتَحَشَتْ فَخُذُوْهَا فَاطْحَنُوْهَا ثُمَّ انْظُرُوْا يَوْمًا رَّاحًا فَاذْرُوْهُ فِي الْيَمِّ فَفَعَلُوْا فَجَمَعَهُ اللّٰهُ فَقَالَ لَهُ لِمَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ قَالَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَغَفَرَ اللّٰهُ لَهُ قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو وَّاَنَا سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ ذٰلِكَ وَكَانَ نَبَّاشًا. [اطراف الحدیث: ۳۴۷۹۔ ۶۴۸۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص کے پاس موت کا وقت نزدیک آیا، جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو نصیحت کی کہ جب میں مر جاؤں تو تم لوگ بہت سی لکڑیاں جمع کرنا اور مجھے ان میں ڈال دینا اور ان میں آگ لگا دینا، حتیٰ کہ جب آگ میرا گوشت کھا لے اور خالص ہڈیاں رہ جائیں اور آخری ہڈی بھی جل جائے، پھر تم ان ہڈیوں کو پیسنا اور اس دن کا انتظار کرنا جب بہت تیز ہوا چل رہی ہو، پھر میری ہڈیوں کے سفوف کو دریا میں بہا دینا، سو اس کے گھر والوں نے اسی طرح کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اجزاء کو جمع کیا اور اس سے پوچھا: تم نے اس طرح وصیت کیوں کی تھی! اس نے کہا: تیرے خوف سے، سو اللہ نے اس کو بخش دیا۔ حضرت عقبہ بن عمرو نے کہا: میں نے ربعی بن حراش سے سنا، وہ یہ بیان کرتے تھے اور وہ شخص کفن چور تھا۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے آخر میں ہے: وہ شخص کفن چور تھا' زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اضافہ ہے' لیکن امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ روایت کی ہے کہ ایک کفن چور نے اپنے بیٹوں کو یہ نصیحت کی تھی' اور امام طبرانی نے حضرت ابومسعود اور حضرت ابوحذیفہ دونوں سے روایت کی ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک مرد کفن چراتا تھا' پھر یہ حدیث ذکر کی اور اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری نے اسی وجہ سے اس حدیث کو بنی اسرائیل کے باب میں ذکر کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۷ ٦٢' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲٦ھ)

٣٤٥٣، ٣٤٥٤ - حَدَّثَنِی بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنِی مَعْمَرٌ وَّيُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِی عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَائِشَةَ وَابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ قَالَا لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً عَلٰی وَجْهِهٖ فَاِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَّجْهِهٖ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے معمر اور یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی تو آپ بار بار اپنے چہرۂ مبارک پر اپنی چادر ڈال لیتے' پھر جب شدت ہوتی تو اپنا چہرہ کھول لیتے' پھر آپ نے اسی حالت میں فرمایا: یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو! انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا' آپ ان کے کاموں سے ڈرا رہے تھے۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ٤٣٦-٤٣٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٥٥ - حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَازِمٍ قَالَ قَاعَدْتُّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ خَمْسَ سِنِيْنَ فَسَمِعْتُهٗ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ وَّاِنَّهٗ لَانَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ فُوْا بِبَيْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ.

(صحیح مسلم: ۱۸۴۲' الرقم المسلسل: ٤٦٦٦' سنن ابن ماجہ: ۲۸۷۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از فرات القزاز' انہوں نے کہا: میں نے ابوحازم سے سنا' انہوں نے کہا: میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس پانچ سال بیٹھا' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے' آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے انبیاء ان کی سیاست (اصلاح) کرتے تھے' جب بھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اس کا خلیفہ دوسرا نبی ہو جاتا اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور عنقریب بہت خلفاء ہوں گے' صحابہ نے پوچھا: آپ ان کے متعلق ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: پہلے کی بیعت پوری کرو پھر پہلے کی بیعت پوری کرو اور ان کے حقوق کو ادا کرو' پس بے شک اللہ ان سے ان کی رعایا کے ساتھ سلوک کے متعلق سوال کرے گا۔

سیاست کی تعریف، خَلَف اور خَلْف کا فرق اور دوسرے خلیفہ کی بیعت کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: بنی اسرائیل کے انبیاء ان کی سیاست کرتے تھے، یعنی وہ ان کے معاملات کی حفاظت کرتے تھے، جیسے امراء اور حکام اپنی قوم کے معاملات کی دیکھ بھال کرتے ہیں، سیاست کا معنی ہے: کسی چیز کی اصلاح کرنا، کیونکہ بنی اسرائیل میں جب کوئی خرابی یا بگاڑ یا فساد پیدا ہو جاتا تو اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کے لیے ان میں نبی مبعوث فرما دیتا، جو ان کے اس بگاڑ اور فساد کی اصلاح کر دیتا اور ان کے معاملات درست کر دیتا اور انہوں نے تورات کے احکام میں جو تغیر کیا تھا، اس کو زائل کر دیتا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: جب بھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اس کا خلیفہ دوسرا نبی ہو جاتا۔ ''خَلَف'' کا معنی ہے: جو پہلے کا قائم مقام ہو، یعنی ہر وہ شخص جو کسی گزشتہ کے بعد آئے وہ اس کا خلیفہ ہو، مگر جو بعد میں نیک آئے اس کو ''خَلَف'' کہتے اور جو بعد میں برا آئے اس کو ''خَلْف'' کہتے ہیں (جیسے خلفاء راشدین کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ''خَلَف'' ہیں اور یزید ''خَلْف'' ہے)۔

قرآن مجید میں ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ. پس ان کے بعد وہ برے لوگ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا۔ (الاعراف:١٦٩)

اس حدیث میں ہے: پہلے کی بیعت پوری کرو، پھر پہلے کی بیعت پوری کرو، یعنی جب ایک خلیفہ کے بعد دوسرے خلیفہ کی بیعت کی جائے اور پہلے خلیفہ کی بیعت صحیح ہو تو اس کی بیعت کو پورا کرنا واجب ہے اور دوسرے کی بیعت باطل ہے اور اس کی بیعت کو پورا کرنا حرام ہے، خواہ ان کو پہلے خلیفہ کی بیعت کا علم ہو یا نہ ہو، خواہ دو خلفاء دو شہروں میں ہوں یا زیادہ میں ہوں، کیونکہ دوسری حدیث میں ہے: دوسرے کی گردن اڑا دو، پس اس کو تلوار سے قتل کر دو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٦٠-٥٩، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

(اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ یزید کی بیعت ہونے کے بعد امام حسین اور ابن الزبیر نے خلافت کا دعویٰ کیا تو کیا وہ بھی گردن زنی کا مصداق ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب پہلے کی بیعت پر تمام امت متفق ہو جائے جیسا کہ خلفاء ثلاثہ کی بیعت پر امت متفق تھی اور حضرت امام حسین اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہم کا معاملہ اس طرح نہیں تھا۔ سعیدی غفرلہٗ)

علامہ عینی نے جو حدیث ذکر کی ہے، وہ درج ذیل ہے:

حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: عنقریب یہاں پر فتنے ہوں گے، سو جو شخص اس امت میں تفرقہ ڈالنے کا ارادہ کرے جب کہ یہ امت مجتمع ہو تو اس کو تلوار سے قتل کر دو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

(صحیح مسلم: ١٥٨٢، سنن ابوداؤد: ١٦٦٢، سنن نسائی: ٤٠٢٠)

٣٤٥٦ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَّذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ سَلَكُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ قُلْنَا يَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے زید بن اسلم نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور بہ ضرور پہلے لوگوں کی اتباع کرو گے، بالشت بہ بالشت اور ہاتھ بہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی قَالَ فَمَنْ.

[طرف الحدیث:٧٣٢٠] (صحیح مسلم:٢٦٦٩، الرقم المسلسل: ٦٦٧٦، سنن ابوداؤد الطیالسی:٢١٧٨، صحیح ابن حبان:٦٧٠٣، شرح السنۃ:٤١٩٦، مسند احمد ج ٣ ص ٨٥ طبع قدیم، مسند احمد:١١٨٠٠۔ ج ١٨ ص ٣٢٢، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

ہاتھ حتیٰ کہ اگر پہلے لوگ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے تو تم بھی ضرور اس راستہ پر چلو گے ہم نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا وہ لوگ یہود اور نصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر اور کون ہیں!

گوہ کے ذکر کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں گوہ کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ گوہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ حیوانوں کا قاضی ہے زیادہ ظاہر وجہ یہ ہے کہ گوہ کا سوراخ بہت تنگ اور ردی ہوتا ہے اس کے باوجود اگر پہلے لوگ مشقت برداشت کر کے اس کے سوراخ میں داخل ہوئے تو ضرور بعد کے لوگ ان کی پیروی کریں گے۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٦٢٨، دارالمعرفۃ بیروت ١٤٢٦ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

گوہ کے ذکر کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ گوہ زمین کھودنے میں بہت احتیاط کرتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تمام وحشی جانوروں اور پرندوں کا قاضی ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٢٦، داراحیاء التراث العربی بیروت ١٤٢٩ھ)

٣٤٥٧ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے (اذان کے اعلان کے لیے) آگ کا اور ناقوس کا ذکر کیا پس یہود اور نصاریٰ کا ذکر کیا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ دو دو بار اذان کے کلمات کہیں اور ایک ایک بار اقامت کے کلمات کہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٦٠٣ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے بنو اسرائیل کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہود بنو اسرائیل سے تھے۔

٣٤٥٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِی الضُّحٰی عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ تَكْرَهُ اَنْ يَّجْعَلَ يَدَهٗ فِیْ خَاصِرَتِهٖ وَتَقُوْلُ اِنَّ الْيَهُوْدَ تَفْعَلُهٗ. تَابَعَهٗ شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ کوکھ پر ہاتھ رکھنے کو مکروہ قرار دیتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ یہود اس طرح کرتے ہیں۔ اس حدیث کی شعبہ نے الاعمش سے متابعت کی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

کتاب الصلوٰۃ کے آخر میں اس مسئلہ پر بحث گزر چکی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا ممنوع

ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۲۸ 'دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

کوکھ پر ہاتھ رکھنا متکبرین کا طریقہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ دوزخی عذاب سے راحت حاصل کرنے کے لیے کوکھ پر ہاتھ رکھیں گے' دوسرا قول یہ ہے کہ جس پر اچانک مصیبت آئے وہ کوکھ پر ہاتھ رکھتا ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ جب شیطان کو زمین پر دھتکارا گیا تو اس نے کوکھ پر ہاتھ رکھے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۶۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی نے لکھا ہے کہ کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی کراہت نماز کے ساتھ مخصوص نہیں ہے' اگرچہ نماز میں اس طرح رکھنا شدید مکروہ ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۳۲۶ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۲۹ھ)

٣٤٥٩ - **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَجَلُكُمْ فِيْ اَجَلِ مَّنْ خَلَا مِنَ الْاُمَمِ مَابَيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ وَاِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ نِّصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰى مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ قَالَ اَلَا فَاَنْتُمُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ اَلَا لَكُمُ الْاَجْرُ مَرَّتَيْنِ فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلًا وَّاَقَلُّ عَطَاءً قَالَ اللّٰهُ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِّنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنَّهُ فَضْلِيْ اُعْطِيْهِ مَنْ شِئْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: گزشتہ امتوں کے مقابلہ میں دنیا میں تمہارے قیام کی مدت اتنی ہے جتنا نمازِ عصر سے نمازِ مغرب تک کا وقت ہے اور تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسے ہے' جیسے ایک شخص نے چند مزدوروں کو کام کرنے کے لیے بلایا اور کہا: کون میرے لیے ایک قیراط اُجرت پر دوپہر تک کام کرے گا' پس یہود نے دوپہر تک ایک ایک قیراط اُجرت کے عوض کام کیا' پھر اس نے کہا: کون میرے لیے ایک ایک قیراط اُجرت کے عوض دوپہر سے نمازِ عصر تک کام کرے گا' پس نصاریٰ نے دوپہر سے نمازِ عصر تک ایک ایک قیراط اُجرت کے عوض کام کیا' پھر اس نے کہا: کون میرے لیے دو دو قیراط اُجرت کے عوض نمازِ عصر سے نمازِ مغرب تک کام کرے گا؟ آپ نے فرمایا: سنو! تم وہ لوگ ہو جو دو دو قیراط اُجرت کے عوض نمازِ عصر سے نمازِ مغرب تک کام کر رہے ہو' سنو! تم کو دگنا اجر مل رہا ہے' تب یہود اور نصاریٰ غضب ناک ہوئے اور انہوں نے کہا: ہم نے عمل زیادہ کیا ہے اور ہم کو اُجرت کم ملی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تم کو تمہارے حق سے کچھ کم دیا ہے! انہوں نے کہا: نہیں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ میرا فضل ہے! میں جس کو جتنا چاہوں عطا فرماؤں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٦٠ - **حَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوٗسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ قَاتَلَ اللّٰهُ فُلَانًا اَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْیَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَیْهِمُ الشُّحُوْمُ فَجَمَّلُوْهَا فَبَاعُوْهَا. تَابَعَهٗ جَابِرٌ وَّ اَبُوْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ یہ کہہ رہے تھے: اللہ تعالیٰ فلاں کو ہلاک کر دے! کیا وہ نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت فرمائے! ان پر چربی حرام کی گئی تو انہوں نے چربی کو پگھلا کر فروخت کیا۔ حضرت ابن عباس کی متابعت حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے کی ہے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٢٣ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٦١ - حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ اَلضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِیُّ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ عَطِیَّةَ عَنْ اَبِیْ کَبْشَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً وَّحَدِّثُوْا عَنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَلَاحَرَجَ وَمَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

(سنن ترمذی: ٢٦٦٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم الضحاک بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حسان بن عطیہ نے خبر دی از ابی کبشہ از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری طرف سے پہنچا دو خواہ وہ ایک آیت ہو اور بنی اسرائیل سے حدیث بیان کرو اور کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے عمداً مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہوئی آیت کی تبلیغ کا محمل اور بنی اسرائیل کی احادیث کی تبلیغ کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: میری طرف سے پہنچا دو خواہ وہ ایک آیت ہو۔ قاضی بیضاوی نے کہا ہے: اس سے مراد قرآن مجید کی آیت ہے' آپ نے حدیث نہیں فرمایا حالانکہ تمام آیات کے پہنچانے کا اللہ تعالیٰ کفیل ہے' اور ان کو پہنچانا واجب ہے' کیونکہ حدیث کی تبلیغ بہ طریق اولیٰ معلوم ہے' اور آپ نے آیت اس لیے فرمایا تاکہ ہر سننے والا آپ سے سنی ہوئی بات کو پہنچانے میں جلدی کرے اگرچہ اس نے آپ سے کم بات سنی ہو' تاکہ اللہ کے پاس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بھی احکام لائے ہیں ان کو پہنچا دیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: بنی اسرائیل سے حدیث بیان کرو۔ امام مالک نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل جو اُمورِ مستحبہ بیان کریں ان کی روایت کرو اور جن باتوں کے متعلق معلوم ہو کہ وہ جھوٹ ہیں' ان کو نہ بیان کرو۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کی وہ احادیث روایت کرو جو قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ کے مطابق ہوں اور جو ان کے خلاف ہو ان کو نہ بیان کرو خواہ ان احادیث کی اسانید متصل ہوں یا منقطع ہوں۔

نیز اس حدیث میں ہے: اور کوئی حرج نہیں ہے' یعنی ان سے احادیث روایت کرنے میں تم پر کوئی تنگی نہیں ہے' یہ آپ نے اس لیے فرمایا ہے کہ پہلے آپ نے ان کی کتابوں کو پڑھنے سے منع فرمایا تھا اور یہ ممانعت قواعد دینیہ اور احکامِ شرعیہ کے مقرر ہونے سے پہلے تھی اور جب قواعدِ دینیہ مقرر ہو گئے اور ان کی احادیث بیان کرنے میں کسی خرابی کا اندیشہ نہیں رہا تو پھر آپ نے ان کی احادیث بیان کرنے کی اجازت دے دی۔ ایک قول یہ ہے کہ تم جو بنی اسرائیل سے عجیب و غریب واقعات سنو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ اس قسم کے واقعات بیان کرتے ہیں۔

اس کا ایک معنی یہ ہے کہ پہلے فرمایا: بنی اسرائیل سے احادیث بیان کرو' اور یہ امر کا صیغہ ہے' اس سے بہ ظاہر معلوم ہوتا تھا کہ ان سے احادیث روایت کرنا واجب ہے' بعد میں فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ اس پر قرینہ ہے کہ یہاں امر وجوب کے لیے نہیں ہے۔

اس حدیث کے آخر میں ہے: جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا' وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے' اس پر مفصل بحث کتاب العلم' صحیح البخاری: ١٠٧ میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ٦٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤٦٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ اَبُوْسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى لَايَصْبُغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے بتایا کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہود اور نصاریٰ بالوں کو نہیں رنگتے' سو تم ان کی مخالفت کرو۔

[طرف الحدیث: ٥٨٩٩] (صحیح مسلم: ٢١٠٣' الرقم المسلسل: ٥٤٠٣' سنن ابوداؤد: ٤٢٠٣' سنن نسائی: ٥٠٧٢-٥٢٤١' سنن ابن ماجہ: ٣٦٢١' مسند الحمیدی: ١١٠٨' مسند ابویعلیٰ: ٥٩٥٧' شرح مشکل الآثار: ٣٦٧٢' سنن بیہقی ج٧ ص٣٠٩' مصنف ابن ابی شیبہ ج٨ ص٤٣١' تاریخ بغداد ج٤ ص٧٧' مسند احمد ج٢ ص٢٤٠ طبع قدیم' مسند احمد: ٧٢٧٤- ج١٢ ص٢١٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سفید بالوں کو رنگنے کا حکم اور سیاہ رنگ سے رنگنے کی ممانعت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سفید بالوں کو رنگنے کا حکم ہے اور یہ مستحب ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود اور نصاریٰ کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے جو بالوں کو نہیں رنگتے تھے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بالوں کی سفیدی کو زائل کرنے کی ممانعت بھی وارد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں کوئی تعارض نہیں ہے' کیونکہ رنگنے سے سفیدی زائل نہیں ہوتی' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس ممانعت کا محمل یہ ہے کہ سفید بالوں کو اکھاڑا نہ جائے' امام مالک سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: مجھے یہ علم نہیں ہے کہ سفید بالوں کو اکھاڑنا حرام ہے اور اس کو ترک کرنا میرے نزدیک مستحب ہے' سفید بالوں کو رنگنے کے حکم میں یہ قید ہے کہ سیاہ رنگ سے اجتناب کیا جائے کیونکہ اس سلسلہ میں احادیث ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو پیش کیا گیا' ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال ثغامہ (سفید پھولوں) کی طرح سفید تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو کسی چیز سے تبدیل کرو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔
(صحیح مسلم: ٢١٠٢' سنن ابوداؤد: ٤٢٠٤' سنن نسائی: ٥٠٧٦)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں کچھ لوگ کبوتر کے پوٹوں کی طرح سیاہ رنگ سے اپنے بالوں کو رنگیں گے' وہ (میدانِ حشر میں) جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔ (سنن ابوداؤد: ٤٢٠٤' سنن نسائی: ٥٠٧٦)

علامہ نووی کا مختار یہ ہے کہ سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگنا مکروہ تحریمی ہے اور الحلیمی سے منقول ہے کہ یہ کراہت مردوں کے ساتھ خاص ہے' عورتوں کا اپنے خاوند کی خاطر بالوں کو سیاہ رنگ سے رنگنا مکروہ نہیں ہے' امام مالک نے کہا کہ مہندی اور سیاہ رنگ کو ملا

کر لگانے میں بہت وسعت ہے اور بغیر سیاہ رنگ کے رنگنا میرے نزدیک مستحب ہے اور مجاہد اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔

آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بالوں کو رنگا ہے یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بالوں کو رنگا ہے یا نہیں؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رہا زرد رنگ تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ساتھ اپنے بالوں کو رنگتے تھے اور میں بھی اس کے ساتھ رنگنا پسند کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری:١٦٦، صحیح مسلم:١١٨٧، سنن ابوداؤد:١٧٧٢، سنن نسائی:١١٧، سنن ابن ماجہ:٣٦٢٦)

ایک قول یہ ہے کہ اس زرد رنگ سے مراد کپڑوں کو رنگنا ہے، ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ایک بار رنگا۔ امام مالک نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالوں کو نہیں رنگا، نہ حضرت علی نے اور نہ حضرت ابی بن کعب نے اور نہ ابن المسیب نے اور نہ السائب بن یزید نے اور نہ ابن شہاب نے، امام مالک نے کہا: اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالوں کو نہیں رنگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بالوں کو نہیں رنگتے تھے اور اگر وہ رنگتے تو میں بھی رنگتی۔

امام مالک نے کہا: سیاہ رنگ کے ساتھ رنگنے کے متعلق میں نے کوئی چیز نہیں سنی اور اس کے علاوہ کسی رنگ سے رنگنا میرے نزدیک مستحب ہے اور مہندی اور سیاہ رنگ کو ملا کر رنگنے میں بہت گنجائش ہے۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ٦٤، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کو رنگنے کے متعلق احادیث

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بالوں کو رنگنے کے متعلق حسبِ ذیل احادیث ہیں:

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالوں کو رنگا تھا؟ تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید بال بہت کم تھے۔ (صحیح البخاری:٥٨٩٤، صحیح مسلم:٢٣٤١)

ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالوں کو رنگتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: آپ کے بال رنگنے کی حد کو نہیں پہنچے، اگر تم چاہو تو میں آپ کی ڈاڑھی کے سفید بال گن کر بتاؤں۔ (صحیح البخاری:٥٨٩٥، سنن ابوداؤد:٤٢٠٩)

عثمان بن عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے گھر والوں نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پانی کا ایک پیالہ دے کر بھیجا، اسرائیل نے تین انگلیاں پکڑ کر بتایا کہ وہ چھوٹا پیالہ تھا، حضرت اُم سلمہ چاندی کی ایک ڈبیا لے کر آئیں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں میں سے ایک بال تھا اور جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا کوئی تکلیف ہوتی تو وہ آپ کے پاس ایک برتن بھیجتا، پس میں نے اس ڈبیا میں دیکھا تو اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرخ بال تھے۔ (صحیح البخاری:٥٨٩٦، سنن ابن ماجہ:٣٦٢٣)

عثمان بن عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے ہمارے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک رنگا ہوا بال نکالا۔ (صحیح البخاری:٥٨٩٧)

ابن موہب بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک سرخ بال دکھایا۔ (صحیح البخاری:٥٨٩٨)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کو رنگنے اور نہ رنگنے کی احادیث میں تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

شیبان بن عبدالرحمان سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بال مہندی اور کتم (سیاہ رنگ) سے رنگا ہوا تھا۔

ابواسحاق نے عثمان بن موہب کی حدیث میں روایت کیا ہے کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈاڑھی کا ایک بال

تھا جس میں مہندی اور کتم سے رنگنے کا اثر تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن کو یقین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بالوں کو رنگا ہے جیسا کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ظاہر ہے اور جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: آپ نے زرد رنگ سے اپنے بالوں کو رنگا تو ان حضرات نے اپنے مشاہدہ کو بیان کیا ہے اور یہ بعض اوقات میں تھا اور جنہوں نے بالوں کو رنگنے کی نفی کی تو یہ آپ کے غالب احوال پر محمول ہے۔

امام مسلم‘ امام احمد‘ امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈاڑھی میں صرف چند بال سفید تھے اور جب آپ تیل لگاتے تھے تو وہ بال چھپ جاتے تھے تو ہوسکتا ہے کہ جن صحابہ نے رنگنے کو ثابت کیا ہے‘ انہوں نے آپ کے سفید بالوں کا مشاہدہ کیا ہو اور جب وہ بال تیل لگانے سے چھپ گئے تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ آپ نے بالوں کو رنگا ہے۔ واللہ اعلم! (فتح الباری ج ٧ ص ٨٦۔٨٥‘ دار المعرفہ‘ بیروت‘ ١٤٢٦ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید بالوں کی تعداد

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم میں یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید بال بہت کم تھے‘ اور قلیل کی تعداد میں اختلاف ہے‘ ایک قول یہ ہے کہ آپ کے انیس بال سفید تھے‘ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کے بیس بال سفید تھے‘ ابو القاسم نے کتاب الشیب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ کے پندرہ بال سفید تھے‘ امام محمد سعد کے نزدیک آپ کے سترہ یا اٹھارہ بال سفید تھے‘ الہیثم بن دھر کی حدیث میں ہے کہ آپ کے تیس بال سفید تھے‘ اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ کے سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں صرف چند بال سفید تھے۔

آپ کے بالوں کو رنگنے میں بھی اختلاف ہے‘ حضرت انس اور اکثر صحابہ نے کہا ہے کہ آپ نے بالوں کو نہیں رنگا اور بعض نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیثوں کی وجہ سے رنگنے کا اثبات کیا ہے‘ ان میں تطبیق یہ ہے کہ آپ رنگ دار خوشبو بالوں میں لگاتے تھے جس کو بعض نے رنگ گمان کیا۔ (عمدۃ القاری ج ٢٢ ص ٤٧‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ١٤٢١ھ)

٣٤٦٣ - **حَدَّثَنِیْ** مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنِیْ حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا جُنْدُبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فِیْ هٰذَا الْمَسْجِدِ وَمَا نَسِیْنَا مُنْذُ حَدَّثَنَا وَمَا نَخْشٰی اَنْ یَّكُوْنَ جُنْدُبٌ كَذَبَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِیْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهٖ جُرْحٌ فَجَزِعَ فَاَخَذَ سِكِّیْنًا فَحَزَّ بِهَا یَدَهٗ فَمَا رَقَاَ الدَّمُ حَتّٰی مَاتَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی بَادَرَنِیْ عَبْدِیْ بِنَفْسِهٖ حَرَّمْتُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: مجھے حجاج نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الحسن‘ انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جندب بن عبد اللہ نے اس مسجد میں حدیث بیان کی اور جب سے ہم نے اس کو سنا ہے ہم نہیں بھولے اور ہمیں حضرت جندب رضی اللہ عنہ پر یہ خطرہ نہیں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھا ہوگا‘ انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص زخمی ہوگیا‘ اس نے بے صبری کی اور چھری لے کر اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا‘ پھر اس کا خون نہیں رہا حتیٰ کہ وہ مر گیا‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندہ نے اپنی جان لینے میں مجھ پر سبقت کی‘ میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٦٤ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں تغلیظاً فرمایا ہے کہ میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا' یا اس نے خودکشی کو حلال سمجھا تھا' اس لیے اس پر جنت کو حرام کر دیا' یا اس پر کسی خاص جنت کو حرام کر دیا جیسے جنت الفردوس کو' اور اس پر مطلقاً جنت کو حرام نہیں فرمایا کیونکہ خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے' کفر بہر حال نہیں ہے۔

٥١ - بَابٌ حَدِيْثُ اَبْرَصَ وَاَقْرَعَ وَاَعْمٰى فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ

بنی اسرائیل میں کوڑھی' گنجے اور اندھے کی حدیث

اس باب میں بنی اسرائیل کے ان تین آدمیوں کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جن میں سے ایک کوڑھی تھا اور ایک گنجا تھا اور ایک اندھا تھا۔

٣٤٦٤ - **حَدَّثَنِيْ** اَحْمَدُ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ عَمْرَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ اَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ عَمْرَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ ثَلٰثَةً فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَبْرَصَ وَاَقْرَعَ وَاَعْمٰى بَدَا لِلّٰهِ اَنْ يَّبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ مَلَكًا فَاَتَى الْاَبْرَصَ فَقَالَ اَيُّ شَيْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ لَوْنٌ حَسَنٌ وَّجِلْدٌ حَسَنٌ قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ فَاُعْطِيَ لَوْنًا حَسَنًا وَّجِلْدًا حَسَنًا فَقَالَ اَيُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْاِبِلُ اَوْقَالَ الْبَقَرُ هُوَ شَكَّ فِيْ ذٰلِكَ اَنَّ الْاَبْرَصَ وَالْاَقْرَعَ قَالَ اَحَدُهُمَا الْاِبِلُ وَقَالَ الْاٰخَرُ الْبَقَرُ فَاُعْطِيَ نَاقَةً عُشَرَاءَ فَقَالَ يُبَارَكُ لَكَ فِيْهَا وَاَتَى الْاَقْرَعَ فَقَالَ اَيُّ شَيْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ شَعَرٌ حَسَنٌ وَّيَذْهَبُ عَنِّيْ هٰذَا قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ وَاُعْطِيَ شَعَرًا حَسَنًا قَالَ فَاَيُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْبَقَرُ قَالَ فَاَعْطَاهُ بَقَرَةً حَامِلًا. وَقَالَ يُبَارَكُ لَكَ فِيْهَا وَاَتَى الْاَعْمٰى فَقَالَ اَيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ نے حدیث بیان کی کہ ان کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے (ح) اور مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے خبر دی از اسحٰق بن عبداللہ' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن ابی عمرۃ نے خبر دی کہ ان کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے: کوڑھی' گنجا اور اندھا' اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کو آزمائش میں مبتلا کرے تو ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا' وہ کوڑھی کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: خوب صورت رنگ اور خوب صورت کھال' لوگ مجھ سے گھن کھاتے ہیں' آپ نے بتایا: پس فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس سے کوڑھ چلی گئی' پس اس کو خوب صورت رنگ اور خوب صورت کھال دی گئی' پھر اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: اونٹ' یا فرمایا: گائے' اس میں راوی کو

شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ يَرُدُّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِيْ فَأُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْغَنَمُ فَأَعْطَاهُ شَاةً وَّالِدًا فَأُنْتِجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِّنْ إِبِلٍ وَّلِهٰذَا وَادٍ مِّنْ بَقَرٍ وَّلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْغَنَمِ ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الْأَبْرَصَ فِيْ صُوْرَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّسْكِيْنٌ تَقَطَّعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِيْ سَفَرِيْ فَلَا بَلَاغَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ أَسْأَلُكَ بِالَّذِيْ أَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِيْرًا أَتَبَلَّغُ عَلَيْهِ فِيْ سَفَرِيْ فَقَالَ لَهُ إِنَّ الْحُقُوْقَ كَثِيْرَةٌ فَقَالَ لَهُ كَأَنِّيْ أَعْرِفُكَ أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِيْرًا فَأَعْطَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ لَقَدْ وَرِثْتُ لِكَابِرٍ عَنْ كَابِرٍ فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ إِلٰى مَا كُنْتَ وَأَتَى الْأَقْرَعَ فِيْ صُوْرَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا فَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلَيْهِ هٰذَا فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ إِلٰى مَا كُنْتَ وَأَتَى الْأَعْمٰى فِيْ صُوْرَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّسْكِيْنٌ وَّابْنُ سَبِيْلٍ وَتَقَطَّعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِيْ سَفَرِيْ فَلَا بَلَاغَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ أَسْأَلُكَ بِالَّذِيْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِيْ سَفَرِيْ فَقَالَ قَدْ كُنْتُ أَعْمٰى فَرَدَّ اللّٰهُ بَصَرِيْ وَفَقِيْرًا فَقَدْ أَغْنَانِيْ فَخُذْ مَا شِئْتَ فَوَاللّٰهِ لَا أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ أَخَذْتَهُ لِلّٰهِ. فَقَالَ أَمْسِكْ مَالَكَ فَإِنَّمَا ابْتُلِيْتُمْ فَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْكَ وَسَخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ.

[طرف الحدیث: ٦٦٥٣] (صحیح مسلم: ٢٩٦٤، الرقم المسلسل: ٧٣٢٥)

شک ہے کہ کوڑھی اور گنجے میں سے ایک نے اونٹ کہا تھا اور دوسرے نے گائے کہا تھا' سو اس کو دس اونٹنیاں دی گئیں' پس کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں ان میں برکت دے! اور فرشتہ گنجے کے پاس گیا' پس اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: خوب صورت بال اور میرا یہ گنج چلا جائے' لوگ مجھ سے گھن کھاتے ہیں' آپ نے بتایا کہ پھر فرشتہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کا گنج چلا گیا اور اس کو خوب صورت بال دیئے گئے' پھر اس سے پوچھا: تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے بتایا: گائے' تو فرشتہ نے اس کو ایک گابھن گائے دی اور کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے! اور فرشتہ اندھے کے پاس گیا' پس اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ میری بینائی لوٹا دے اور میں اس سے لوگوں کو دیکھوں' فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا دی' (پھر) کہا: کون سا مال تم کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: بکریاں' تو اس نے اس کو ایک گابھن بکری دی' تو ان دونوں کے ہاں بچے ہوئے اور اس کے ہاں بھی بچے ہوئے' پس اس کے ہاں اونٹوں سے وادی بھر گئی اور اس کے ہاں گایوں سے وادی بھر گئی اور اس کے ہاں بکریوں سے وادی بھر گئی' پھر کوڑھی کے پاس فرشتہ اسی شکل وصورت میں گیا اور کہا: میں ایک مسکین مرد ہوں' میرے سفر میں میرے ذرائع آمدنی منقطع ہو گئے' اللہ کے سوا اب میرا اور کوئی سہارا نہیں ہے' پھر میں تم سے اس ذات (کے نام) سے سوال کرتا ہوں جس نے تم کو خوب صورت رنگ اور خوب صورت کھال عطاء کی ہے اور اونٹوں کا مال عطاء کیا ہے' تم مجھے ایک اونٹ دے دو جس کے سبب سے میں اپنے سفر کو جاری رکھ سکوں' اس نے کہا: میرے ذمہ بہت زیادہ حقوق ہیں' پس فرشتہ نے کہا: شاید میں تمہیں پہچانتا ہوں' کیا تم کوڑھی نہیں تھے! تم سے لوگ گھن کھاتے تھے' تم فقیر تھے' پس تم کو اللہ تعالیٰ نے (مال) عطاء کیا' اس نے کہا: میں اس مال کا اپنے بڑوں سے' پھر بڑوں سے' وارث ہوا ہوں' فرشتہ نے کہا: اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں پہلی حالت کی طرف لوٹا

دے' (پھر) فرشتہ اسی شکل وصورت میں گنجے کے پاس گیا اور اس سے بھی اسی طرح سوال کیا' اس نے بھی اس کو اسی طرح جواب دیا' پس فرشتہ نے کہا: اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں پہلی حالت کی طرف لوٹا دے' (پھر) وہ اسی صورت میں اندھے کے پاس گیا' پس کہا: میں مسکین مرد ہوں' مسافر ہوں' میرے سفر میں میرے ذرائع آمدنی منقطع ہو چکے ہیں' اللہ کے سوا اب میرا اور کوئی سہارا نہیں ہے' پھر میں تم سے اس ذات (کے نام) سے سوال کرتا ہوں جس نے تمہاری بینائی تمہیں لوٹائی ہے کہ تم مجھے ایک بکری دے دو جس کے سبب سے میں اپنے سفر کو جاری رکھ سکوں' اس شخص نے کہا: میں اندھا تھا تو اللہ تعالیٰ نے میری بصارت لوٹا دی اور میں محتاج تھا تو اس نے مجھے غنی کر دیا' پس تم جو چاہتے وہ لے لو' پس اللہ کی قسم! آج تم جو کچھ بھی اللہ (کی رضا) کے لیے لو گے میں تم کو اس سے نہیں روکوں گا' فرشتہ نے کہا: تم اپنا مال اپنے پاس رکھو' تم سب کی آزمائش کی گئی تھی' اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو گیا اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہو گیا۔

عبرت اور نصیحت کے لیے گزشتہ اُمتوں کے واقعات بیان کرنے کا جواز اور ''بدا'' کی تاویل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اندھے کا مزاج اپنے دونوں ساتھیوں کے مزاج سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ کوڑھ وہ بیماری ہے جو مزاج کے فساد اور طبیعت کے خلل سے پیدا ہوتی ہے اور گنج کی بیماری بھی اسی سبب سے ہوتی ہے' اس کے برخلاف نابینا ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے' بلکہ کسی خارجی امر سے بھی انسان کبھی نابینا ہو جاتا ہے' اسی وجہ سے نابینا کی طبیعت اچھی ہوتی ہے اور دوسروں کی طبیعت خراب ہوتی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبرت اور نصیحت کے لیے گزشتہ اُمتوں کے واقعات بیان کرنا جائز ہیں اور یہ غیبت نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ حدیث میں ان تینوں کے نام نہیں لیے گئے اور نہ یہ بتایا گیا کہ بعد میں ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے سے ڈرایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنے اور ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کی ترغیب دی ہے۔

نیز اس حدیث میں صدقہ کرنے کی فضیلت ہے اور کمزوروں اور حاجت مندوں کے ساتھ نرمی کرنے کی اور ان کا اکرام کرنے کی اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی فضیلت ہے۔

نیز اس حدیث میں بخل کرنے کی مذمت ہے اور یہ بتایا ہے کہ بخل آدمی کو جھوٹ بولنے پر اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے پر برانگیختہ کرتا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۳۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ''بدء الله ان يبتليهم'' اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کی آزمائش کرے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ''بــدا'' کا معنی ہے: کسی چیز کا بعد میں اللہ تعالیٰ پر منکشف ہونا' اور یہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے' اس لیے یہ روایت خطاء ہے' میں کہتا ہوں کہ اس لفظ کے ظاہری معنی کا محال ہونا یہ تقاضا نہیں کرتا کہ اس روایت کو مسترد کیا جائے بلکہ اس کی تاویل کی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا اور اس کا یہ معنی نہیں کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ پر ظاہر ہوا۔

(الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٢٩' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

۵۲ - بَابٌ ﴿اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ﴾ (الکہف:۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے سمجھا کہ غار والے اور کتبے والے (الکہف:۹)

اس باب میں مذکور الصدر آیت کی تفسیر بیان کی جائے گی:

﴿اَلْكَهْفُ﴾ اَلْفَتْحُ فِي الْجَبَلِ. پہاڑ میں جو درہ ہو' اس کو کہف کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا۝ (الکہف:۹) کیا آپ نے سمجھا کہ غار والے اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے۝

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جن کا ذکر کیا ہے' یہ چند نوجوان تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر مسلمان تھے اور ان کا بادشاہ بت پرست تھا' اس نے ان کو بتوں کی عبادت کی طرف بلایا' وہ اس سے اپنے دین کو بچانے کے لیے بھاگ گئے اور ایک غار میں جا کر چھپ گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ ''الرقیم'' فلسطین کے پاس عسفان اور ایلہ کے درمیان ایک وادی ہے۔ کعب نے کہا: ''الرقیم'' ایک بستی ہے۔

سعید بن جبیر نے کہا: ''الرقیم'' پتھر کی ایک لوح ہے جس پر اصحاب الکہف کا قصہ لکھا ہوا ہے' پھر اس لوح کو غار کے دروازہ پر نصب کر دیا گیا۔ (جامع البیان جز ۱۵ ص ۲۴۸۔ ۲۴۷' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

﴿وَالرَّقِيْمُ﴾ اَلْكِتَابُ ﴿مَرْقُوْمٌ﴾ (المطففین:۹) مَكْتُوْبٌ مِنَ الرَّقْمِ. ''الرقیم'' کا معنی ہے: لکھا ہوا' یہ ''الرقم'' سے بنا ہے' جس کا معنی ہے: لکھنا۔

یہ تفسیر سعید بن جبیر سے منقول ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔

﴿وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ (الکہف:١٤) اَلْهَمْنَاهُمْ صَبْرًا. ''ربطنا علی قلوبهم'' کا معنی ہے: ہم نے ان پر صبر کا الہام کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. (الکہف:١٤) اور ہم نے ان کے دلوں کو قوت پہنچائی جب وہ (بادشاہ کے سامنے) کھڑے ہوئے' پس انہوں نے (بے دھڑک) کہا: ہمارا

رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے۔

امام بخاری نے جو ''ربطنا'' کی تفسیر کی ہے' یہی تفسیر امام ابن جریر نے کی ہے۔

(جامع البیان جز ۱۵ ص ۲۵۹ 'دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

﴿شَطَطًا﴾ (الکہف: ١٤) إِفْرَاطًا. ''شططًا'' کا معنی ہے: ظلم میں بہت غلو کرنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا○ (الکہف: ۱۴) ہم اللہ کے سوا کسی کی ہرگز عبادت نہیں کریں گے ورنہ یہ بہت ناحق کام ہوگا○

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

''شططًا'' کا معنی ہے: وہ بات جس میں جھوٹ غالب ہو' اور جس چیز میں حد سے زیادہ غلو ہو۔

(جامع البیان جز ۱۵ ص ۲۶۰ 'دارالفکر' بیروت)

﴿اَلْوَصِيْدُ﴾ اَلْفِنَاءُ وَجَمْعُهٗ وَصَائِدُ وَوُصُدٌ. وَيُقَالُ الْوَصِيْدُ الْبَابُ. ﴿مُؤْصَدَةٌ﴾ (البلد: ۲۰ 'الھمزہ: ۸) مُطْبَقَةٌ' اَصَدَ الْبَابَ وَاَوْصَدَ.

''وصید'' کا معنی ہے: صحن' اس کی جمع ''وصائد'' اور ''وُصد'' آتی ہے' ''وصید'' دہلیز کو بھی کہتے ہیں' ''مؤصدۃ'' (البلد: ۲۰ 'الھمزہ: ۸) کا معنی ہے: وہ مکان جس کا دروازہ ہر طرف سے بند کیا ہوا ہو' عرب کہتے ہیں: ''اصد الباب'' اور ''اوصد'' یعنی دروازہ بالکل بند کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ. (الکہف: ۱۸) اور ان کا کتا (غار کے) دہانے پر اپنے بازو پھیلائے بیٹھا تھا۔

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ ''وصید'' کا معنی صحن ہے۔

(جامع البیان جز ۱۵ ص ۲۶۷ 'دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ''مؤصدۃ'' کا معنی ''مطبقہ'' یا ''مغلقہ'' ہے یعنی جو جگہ ہر طرف سے بند ہو۔ (جامع البیان جز ۳۰ ص ۳۷۸ 'دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

﴿بَعَثْنَاهُمْ﴾ (الکہف: ۱۹) اَحْيَيْنَاهُمْ. ''بعثناھم'' کا معنی ہے: ہم نے ان کو زندہ کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ. (الکہف: ۱۹) اور اسی طرح ہم نے انہیں اُٹھایا تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے (احوال) پوچھیں۔

امام ابن جریر نے لکھا ہے: اس کا معنی ہے: ہم نے ان کو نیند سے اُٹھایا۔ (جامع البیان جز ۱۵ ص ۲۶۷ 'دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

﴿اَزْكٰى﴾ (الکہف: ۱۹) اَكْثَرُ رَيْعًا. ''ازکٰی'' کا معنی ہے: جو زیادہ پاکیزہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَا اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ. پس وہ غور سے دیکھے کہ کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے' سو وہ (الکہف:١٩) اس سے تمہارے لیے کھانے کو لائے۔

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی متوفی ٣٣٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انہوں نے زیادہ حلال اور پاکیزہ طعام لانے کے لیے اس وجہ سے کہا تھا کہ وہ لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے اور بتوں کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ٧ ص ١٥٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

﴿فَضَرَبَ اللّٰهُ عَلٰى اٰذَانِهِمْ﴾ فَنَامُوْا. پس اللہ نے غار میں ان کے کانوں پر ضرب لگائی' یعنی ان کو سلا دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًاO پھر ہم نے انہیں غار میں گنتی کے کئی سال گہری نیند سلا دیاO (الکہف:١١)

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ٣٣٣ھ لکھتے ہیں:

کانوں پر ضرب لگانے کا معنی یہ ہے کہ کانوں سے سماعت کو محو کر دیا' اس کا ایک معنی یہ ہے کہ ان ارواح کو محو کر دیا جن سے نفوس زندہ رہتے ہیں' یعنی ان پر موت طاری کر دی' دوسرا معنی یہ ہے کہ اس سے مراد موت نہیں ہے' بلکہ اس کا معنی ہے: ان کے سننے والی قوت کو معطل کر دیا۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ٧ ص ١٤٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

﴿رَجْمًا بِالْغَيْبِ﴾ (الکہف:٢٢) لَمْ يَسْتَبِنْ. ''رجما بالغیب'' کا معنی ہے: ان پر واضح نہیں ہوا تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ. (الکہف:٢٢) عنقریب لوگ کہیں گے: وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور (بعض) کہیں گے: وہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے' یہ محض اندازہ سے بلا دلیل اقوال ہیں۔

امام بخاری نے ''رجما بالغیب'' کا معنی یہ کیا ہے کہ ان پر واضح نہیں ہوا تھا' ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ وہ یہ عدد محض گمان سے بیان کرتے تھے اور قتادہ نے کہا ہے: وہ بغیر یقین کے غیب پر حکم لگاتے تھے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ٧ ص ١٥٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿تَقْرِضُهُمْ﴾ (الکہف:١٧) تَتْرُكُهُمْ. مجاہد نے کہا: ''تقرضھم'' کا معنی ہے: ان کو چھوڑ دیتی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ. (الکہف:١٧) اور (تم دیکھو گے کہ) جب سورج نکلتا ہے تو دھوپ ان کے غار سے دائیں طرف جھکی رہتی ہے' اور جب وہ غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف پھر جاتی ہے۔

امام ابن جریر متوفی ٣١٠ھ نے بھی مجاہد' سعید بن جبیر اور قتادہ سے نقل کیا ہے کہ ''تقرضھم'' کا معنی ہے: ان کو چھوڑ دیتی ہے۔

(جامع البیان جز ١٥ ص ٢٦٥' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

امام بخاری نے یہ باب اصحابِ کہف کے متعلق قائم کیا ہے' لیکن اس باب میں انہوں نے اصحاب کہف کے متعلق کوئی حدیث ذکر نہیں کی' غالباً اس موضوع پر امام بخاری کو اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں مل سکی' اس لیے انہوں نے صرف تعلیقات پر قناعت کر لی۔

٥٣ - بَابٌ حَدِيْثُ الْغَارِ　　غار کی حدیث

اس حدیث میں ان تین آدمیوں کا حال بیان کیا گیا ہے جنہوں نے غار میں پناہ لی تھی' اور غار کے منہ پر ایک پتھر گر گیا تھا' جس کے بعد ان کے غار سے نکلنے کا راستہ نہ رہا' پھر انہوں نے اپنے اپنے نیک عمل کے وسیلہ سے دعا کی' اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور غار کے منہ سے پتھر ہٹ گیا۔ اس باب سے پہلے اصحابِ کہف کا ذکر تھا اور کہف کا معنی بھی غار ہے' اس مناسبت سے امام بخاری نے اصحابِ کہف کے باب کے بعد غار کی حدیث کے باب کا ذکر کیا ہے۔

٣٤٦٥ - **حَدَّثَنَا** اِسْمٰعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا ثَلٰثَةُ نَفَرٍ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ يَمْشُوْنَ اِذَا اَصَابَهُمْ مَطَرٌ فَاَوَوْا اِلٰى غَارٍ فَانْطَبَقَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَنَّهٗ وَاللّٰهِ يَا هٰؤُلَآءِ لَا يُنْجِيْكُمْ اِلَّا الصِّدْقُ فَلْيَدْعُ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْكُمْ بِمَا يَعْلَمُ اَنَّهٗ قَدْ صَدَقَ فِيْهِ فَقَالَ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ كَانَ لِيْ اَجِيْرٌ عَمِلَ لِيْ عَلٰى فَرَقٍ مِّنْ اَرُزٍّ فَذَهَبَ وَتَرَكَهٗ وَاَنِّيْ عَمَدْتُّ اِلٰى ذٰلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهٗ فَصَارَ مِنْ اَمْرِهٖ اَنِّيْ اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَّاَنَّهٗ اَتَانِيْ يَطْلُبُ اَجْرَهٗ فَقُلْتُ لَهٗ اَعْمِدْ اِلٰى تِلْكَ الْبَقَرِ فَسُقْهَا فَقَالَ لِيْ اِنَّمَا لِيْ عِنْدَكَ فَرَقٌ مِّنْ اَرُزٍّ فَقُلْتُ لَهٗ اَعْمِدْ اِلٰى تِلْكَ الْبَقَرِ فَاِنَّهَا مِنْ ذٰلِكَ الْفَرَقِ فَسَاقَهَا فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا فَانْسَاحَتْ عَنْهُمُ الصَّخْرَةُ. فَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ كَانَ لِيْ اَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ فَكُنْتُ اٰتِيْهِمَا كُلَّ لَيْلَةٍ بِلَبَنِ غَنَمٍ لِّيْ فَاَبْطَاْتُ عَلَيْهِمَا لَيْلَةً فَجِئْتُ وَقَدْ رَقَدَا وَاَهْلِيْ وَعَيَالِيْ يَتَضَاغَوْنَ مِنَ الْجُوْعِ فَكُنْتُ لَا اَسْقِيْهِمْ حَتّٰى يَشْرَبَ اَبَوَايَ فَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا وَكَرِهْتُ اَنْ اَدَعَهُمَا فَيَسْتَكِنَّا لِشَرْبَتِهِمَا فَلَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے خبر دی از عبید اللہ بن عمر از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (تم سے پہلی امتوں میں سے) تین مرد جا رہے تھے' اس اثناء میں اچانک ان کو بارش نے آ لیا' تو انہوں نے ایک غار کی پناہ لی' وہ غار ان پر بند ہو گیا' تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: اللہ کی قسم! اے لوگو! آج سچ کے سوا کوئی چیز تم کو پناہ نہیں دے گی' تم میں سے ہر شخص ایسی دعا کرے جس کے متعلق اسے علم ہو کہ اس نے سچ کہا ہے' تب ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! بے شک تجھے علم ہے کہ میرا ایک مزدور تھا جس نے تین صاع (بارہ کلوگرام) چاولوں کے معاوضہ پر میرے لیے کام کیا' وہ اپنے چاولوں کو چھوڑ کر چلا گیا' پھر میں نے ان چاولوں کی کاشت کرنے کا قصد کیا' پس میں نے ان کو بویا' پھر ان کی آمدنی یہاں تک بڑھی کہ میں نے اس سے گائیں خرید لیں اور بے شک وہ اپنی اُجرت طلب کرنے کے لیے میرے پاس آیا' میں نے اس سے کہا: ان گایوں کو ہانک کر لے جاؤ' اس نے کہا: وہ اُجرت تو صرف تین صاع چاول تھے' میں نے اس سے کہا: تم ان گایوں کو لے جاؤ' یہ ان ہی تین صاع سے ہیں' سو وہ ان گایوں کو لے گیا' پس اگر تجھے یہ علم ہے کہ میں نے یہ کام محض تیرے خوف سے کیا ہے تو ہم پر تو اس غار کو کھول دے' تو وہ پتھر اس غار کے منہ سے (کچھ) ہٹ گیا' دوسرے نے کہا: اے اللہ! بے شک تجھے علم ہے کہ میرے ماں

اَزَلْ اَنْتَظِرُ حَتّٰی طَلَعَ الْفَجْرُ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّی فَعَلْتُ ذٰلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا فَانْسَاحَتْ عَنْهُمُ الصَّخْرَةُ حَتّٰی نَظَرُوْا اِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ كَانَ لِیْ اِبْنَةُ عَمٍّ مِّنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ وَاَنِّیْ رَاوَدْتُّهَا عَنْ نَّفْسِهَا فَاَبَتْ اِلَّا اَنْ اٰتِيَهَا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ فَطَلَبْتُهَا حَتّٰی قَدَرْتُ فَاَتَيْتُهَا بِهَا فَدَفَعْتُهَا اِلَيْهَا فَاَمْكَنَتْنِیْ مِنْ نَّفْسِهَا فَلَمَّا قَعَدْتُّ بَيْنَ رِجْلَيْهَا فَقَالَتْ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ اِلَّا بِحَقِّهٖ فَقُمْتُ وَتَرَكْتُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا فَفَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَخَرَجُوْا.

باپ بہت بوڑھے تھے' میں ہر رات ان کے لیے اپنی بکری سے دودھ نکال کر لاتا تھا' ایک مرتبہ مجھے تاخیر ہوگئی' پس جب میں آیا تو وہ دونوں سو چکے تھے اور میرے اہل اور میرے عیال (بال بچے) بھوک سے بلبلا رہے تھے' اور میں ان کو اس وقت تک دودھ نہیں پلاتا تھا حتیٰ کہ میرے ماں باپ (دودھ) نہ پی لیں' پس میں نے ان کو جگانا ناپسند کیا اور میں نے یہ (بھی) ناپسند کیا کہ وہ دونوں دودھ (نہ) پینے کی وجہ سے کمزور ہو جائیں' سو میں ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا حتیٰ کہ فجر طلوع ہوگئی' (اے اللہ!) اگر تجھے یہ علم ہے کہ میں نے یہ کام محض تیرے خوف کی وجہ سے کیا ہے تو تو ہم پر کشادگی کر دے' پھر وہ پتھر (کچھ اور) ہٹ گیا' حتیٰ کہ انہوں نے آسمان کی طرف دیکھ لیا' پھر تیسرے شخص نے کہا: اے اللہ! بے شک تجھے علم ہے کہ میری ایک چچازاد تھی جو مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھی' میں نے اس سے اپنی خواہش طلب کی' اس نے انکار کیا حتیٰ کہ میں اس کو سو دینار لا کر دوں' میں نے ان کو طلب کیا حتیٰ کہ میں ان پر قادر ہو گیا' پھر میں وہ دینار اس کے پاس لے کر آیا اور وہ اس کو میں نے دیئے' اس نے مجھے اپنے نفس پر قدرت دے دی' پس جب میں اس کی دو ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا: اللہ سے ڈر! اور ناحق (بکارت کی) مہر کو نہ توڑ! سو میں اُٹھ گیا اور سو دینار بھی چھوڑ دیئے' پس اگر تجھے یہ علم ہے کہ میں نے یہ کام محض تیرے خوف کی وجہ سے کیا ہے تو ہم پر اس غار کو کشادہ کر دے! پس اللہ تعالیٰ نے ان پر کشادگی کر دی اور وہ (سب) غار سے باہر نکل آئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۱۵ میں گزر چکی ہے۔

٥٤ - بَاب

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور یہ باب ابوابِ سابقہ سے فصل کے قائم مقام ہے۔

٣٤٦٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَا امْرَاَةٌ تُرْضِعُ ابْنَهَا اِذْ مَرَّبِهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن' ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں

رَاكِبٌ وَهِيَ تُرْضِعُهُ فَقَالَتِ اللّٰهُمَّ لَا تُمِتِ ابْنِي حَتّٰى يَكُونَ مِثْلَ هٰذَا فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَاتَجْعَلْنِي مِثْلَهُ ثُمَّ رَجَعَ فِي الثَّدْيِ وَمُرَّ بِامْرَأَةٍ تُجَرَّرُ وَيُلْعَبُ بِهَا فَقَالَتِ اللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِي مِثْلَهَا فَقَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا فَقَالَ أَمَّا الرَّاكِبُ فَإِنَّهُ كَافِرٌ وَّأَمَّا الْمَرْأَةُ فَإِنَّهُمْ يَقُولُونَ لَهَا تَزْنِي وَتَقُولُ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَيَقُولُونَ تَسْرِقُ وَتَقُولُ حَسْبِيَ اللّٰهُ.

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ فرمارہے تھے کہ (پچھلی امتوں میں) جس وقت ایک عورت اپنے بیٹے کو دودھ پلارہی تھی' اس وقت اس عورت کے پاس سے ایک سوار گزرا اور وہ اس وقت اس بچے کو دودھ پلارہی تھی' اس عورت نے دعا کی: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس وقت تک نہ مارنا جب تک کہ وہ اس شخص کی مثل نہ ہو جائے! اس بچے نے کہا: اے اللہ! مجھے اس شخص کی مثل نہ بنانا! پھر وہ دودھ پینے لگا' اور وہ بچہ ایک عورت کے پاس سے گزارا گیا جس کو گھسیٹا جارہا تھا اور اس کا مذاق اُڑایا جارہا تھا' اس عورت نے دعا کی: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس کی مثل نہ بنانا! اس کے بیٹے نے کہا: اے اللہ! مجھے اس کی مثل بنانا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا: وہ سوار کافر تھا' اور اس عورت کے متعلق لوگ کہہ رہے تھے کہ یہ زنا کرتی ہے' اور وہ کہتی تھی: مجھے اللہ کافی ہے! اور لوگ کہتے تھے کہ وہ چوری کرتی ہے' اور وہ کہتی تھی کہ مجھے اللہ کافی ہے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٠٦ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٦٧ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ تَلِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا كَلْبٌ يُطِيفُ بِرَكِيَّةٍ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ إِذَا رَأَتْهُ بَغِيٌّ مِّنْ بَغَايَا بَنِي إِسْرَائِيلَ فَنَزَعَتْ مُوقَهَا فَسَقَتْهُ فَغُفِرَ لَهَا بِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن تلید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جریر بن حازم نے خبر دی از ایوب از محمد بن سیرین از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (گزشتہ امتوں میں) ایک کتا کنویں کے گرد چکر کاٹ رہا تھا گویا کہ اس کو پیاس نے ہلاک کر دیا تھا' اچانک بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت نے اسے دیکھا' اس نے اپنا موزہ اتارا' پس اس کو پانی پلایا' سو اس سبب سے اس عورت کو بخش دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٢١ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٦٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ فَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِّنْ شَعَرٍ كَانَتْ فِي يَدَيْ حَرَسِيٍّ فَقَالَ يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ مِّثْلِ هٰذِهٖ وَيَقُولُ إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از حمید بن عبدالرحمان' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے اس سال منبر پر سنا جس سال انہوں نے حج کیا تھا' انہوں نے بالوں کا وہ گچھا لیا جو ایک سپاہی کے ہاتھوں میں تھا' پس کہا: اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی

اِسْرَائِيلَ حِيْنَ اتَّخَذَهَا نِسَاؤُهُمْ. [اطراف الحدیث:٣٤٨٨۔ ٥٩٣٢-٥٩٣٨] (صحیح مسلم:٧ ٢١٢٧ الرقم المسلسل:٥٤٧١ سنن ابوداؤد: ٤١٦٧ سنن ترمذی: ٢٧٨١ سنن نسائی: ٥٢٤٥)

مثل سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے آپ فرماتے تھے: بنی اسرائیل صرف اس وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے جب ان کی عورتوں نے یہ گچھے بنانے شروع کر دیئے تھے۔

علماءِ مدینہ کے بُرے کاموں پر انکار نہ کرنے کی توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ نے کہا: تمہارے علماء کہاں ہیں؟ اس میں یہ اشارہ ہے کہ اس وقت علماء کی تعداد کم تھی کیونکہ زیادہ تر صحابہ اس وقت فوت ہو چکے تھے اور عام جہلاء اس طرح کے کام کرتے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا کہ علماء کو بتائیں کہ انہوں نے ایسے کاموں پر انکار کرنے کو کیوں ترک کر دیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باقی صحابہ اور اکابر تابعین نے اس پر انکار کو ترک کر دیا ہو کیونکہ ان کے نزدیک یہ کام حرام نہیں تھا اور انہوں نے اس کو مکروہ تنزیہی پر محمول کیا تھا یا انہوں نے اس وجہ سے اس کام پر انکار نہیں کیا کہ اس زمانہ کے حکام اس انکار کو اپنے خلاف اعتراض سمجھیں گے یا اُن کو اس کام کی خبر بالکل نہیں پہنچی تھی یا ان کو اس کی خبر تو پہنچی تھی لیکن انہوں نے اس پر توجہ نہیں کی حتیٰ کہ حضرت معاویہ نے ان کو توجہ دلائی اس وقت جو علماء موجود تھے ان کی طرف سے یہ اعذار ممکن ہیں اور حضرت معاویہ نے جو خطبہ میں فرمایا تھا: تمہارے علماء کہاں ہیں؟ تو شاید یہ جمعہ کا خطبہ نہیں تھا اور اس خطبہ میں علماء حاضر نہیں تھے اس لیے حضرت معاویہ نے حاضرین سے فرمایا: تمہارے علماء کہاں ہیں؟ (فتح الباری ج ٤ ص ٦٤٧ دار المعرفہ بیروت ١٤٢٦ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا پیشانی کے بالوں کا گچھا بنانا بنی اسرائیل پر حرام تھا اسی وجہ سے اور دیگر حرام کاموں کی وجہ سے ان کو ہلاک کیا گیا نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب عام لوگ بُرائی میں مبتلا ہوں تو ان کی مذمت کرنی چاہیے۔

٣٤٦٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللهِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهُ قَدْ كَانَ فِيْمَا مَضٰى قَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ وَاِنَّهُ اِنْ كَانَ فِيْ اُمَّتِيْ هٰذِهِ مِنْهُمْ فَاِنَّهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ. [طرف الحدیث:٣٦٨٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: تم سے پہلے گزشتہ امتوں میں محدث ہوتے تھے اور بے شک اگر میری امت میں ان میں سے کوئی محدث ہے تو وہ عمر بن الخطاب ہیں۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ہماری امت میں بہ کثرت محدثین کا ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں بھی مذکور ہے اس میں فرمایا ہے: بنی اسرائیل میں محدث ہوتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ توقع تھی کہ آپ کی امت میں بھی محدث ہوں گے گویا آپ کو یہ اطلاع نہیں تھی کہ آپ کی امت میں محدث ہوں گے اور الحمد للہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توقع کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ محدث ہوئے اور ان کے علاوہ اور بھی بے شمار محدث گزرے ہیں۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٦٤٣ دار المعرفہ بیروت ١٤٢٦ھ)

محدث کی تعریفات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

محدث میں دال مشدد پر زبر ہے اور محدَّثون محدَّث کی جمع ہے۔

علامہ خطابی متوفی ۳۸۹ھ نے کہا ہے: محدَّث وہ شخص ہے جس کے دل پر الہام کیا جائے گویا وہ اپنے گمان کے مطابق جو بات کہتا ہے وہ درست ہوتی ہے اور یہ اولیاء اللہ کے درجات میں ایک عظیم درجہ ہے۔

دوسری تعریف یہ ہے کہ محدَّث وہ ہے جس کی زبان سے صحیح بات نکلے۔

تیسری تعریف یہ ہے کہ محدَّث وہ ہے جس کی زبان سے فرشتے کلام کریں۔

امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے کہا ہے کہ ابوعیینہ کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ محدَّث وہ شخص ہوتا ہے جس کو فہم عطاء کی جاتی ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: محدَّث صاحبِ فراست کو کہتے ہیں۔

علامہ نووی نے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ جس کی زبان سے صحیح بات نکلے وہ محدَّث ہوتا ہے۔

یہ تمام تعریفات متقارب المعنی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٦٧ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

علامہ اسماعیل بن احمد کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس میں شک نہیں تھا کہ آپ کی امت میں محدَّث ہوگا یا نہیں کیونکہ جب بنی اسرائیل میں محدَّث تھے تو آپ کی امت تو خیرالامم ہے بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر اس امت میں ایک بھی محدَّث ہوا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے اور اس میں ان کی انتہائی تعریف ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٢٥ داراحیاء التراث العربی بیروت ١٤٢٩ھ)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی کرامات قیامت تک منقطع نہیں ہوں گی۔

بنی اسرائیل کے قاتل کا قصہ

٣٤٧٠- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الصِّدِّيْقِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ فِيْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ إِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ يَسْأَلُ فَأَتٰى رَاهِبًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ هَلْ مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ لَا فَقَتَلَهُ فَجَعَلَ يَسْأَلُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ اِئْتِ قَرْيَةَ كَذَا وَكَذَا فَأَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا فَاخْتَصَمَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلٰئِكَةُ الْعَذَابِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى هٰذِهِ أَنْ تَقَرَّبِيْ وَأَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى هٰذِهِ أَنْ تَبَاعَدِيْ وَقَالَ قِيْسُوْا مَا بَيْنَهُمَا فَوُجِدَ إِلٰى هٰذِهِ أَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَلَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از قتادہ از ابوالصدیق الناجی از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: بنواسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے (۹۹) انسانوں کو قتل کر دیا پھر وہ یہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے نکلا پس وہ ایک راہب کے پاس آیا پس اس سے سوال کیا کہ کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں! اس نے اس کو بھی قتل کر دیا پھر اس نے اپنا مسئلہ معلوم کیا تو اس سے ایک (عالم) مرد نے کہا: تم فلاں فلاں بستی میں جانا پس اس کو (راستہ میں) موت نے آ لیا تو اس نے اپنے سینہ کو (اس) بستی کے قریب کر دیا تب رحمت کے فرشتوں میں اور عذاب کے فرشتوں میں اس کے متعلق بحث ہوئی پس اللہ

تعالیٰ نے اس فاصلہ کے متعلق وحی فرمائی کہ تو قریب ہو جا اور اس جگہ کے متعلق وحی فرمائی کہ تو بعید ہو جا اور فرمایا: ان دونوں جگہوں کی پیمائش کرو' ب بستی والی جگہ ایک بالشت قریب تھی' سو اس کو بخش دیا گیا۔

(صحیح مسلم:٢٧٦٦' الرقم المسلسل:٦٩٠٢' سنن ابن ماجہ:٢٦٢٢' صحیح ابن حبان:٦١٥' حلیۃ الاولیاء ج ٣ ص ١٠٢' مسند احمد ج ٣ ص ٢٠ طبع قدیم' مسند احمد:١١١٥٤۔ج ١٧ ص ٢٤٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

صحیح مسلم کی حدیث سے حدیث مذکور کی تفصیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر وہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے نکلا' یعنی یہ معلوم کرنے کے لیے نکلا کہ آیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں' صحیح مسلم میں قتادہ سے منقول ہے کہ وہ پوچھتا پھر رہا تھا کہ روئے زمین کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کی ایک راہب کی طرف رہنمائی کی گئی۔

پس وہ راہب کے پاس گیا' راہب رہبان نصاریٰ کا واحد ہے' اس کا معنی ہے: جو اللہ سے ڈرنے والا اور عبادت گزار ہو اور دنیا کے عیش وعشرت اور لذائذ کو ترک کرنے والا ہو' اس میں یہ خبر ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے بعد کا واقعہ ہے' کیونکہ رہبانیت کی بدعت حضرت عیسیٰ کے پیروکاروں نے نکالی تھی' جیسا کہ قرآن مجید میں منصوص ہے۔

اس سے ایک مرد نے کہا: تم فلاں فلاں بستی میں جاؤ۔ ہشام کی روایت میں ہے کہ وہاں ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں' تم ان کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرو' اور اپنے علاقہ میں لوٹ کر نہ جاؤ' کیونکہ وہ بُرا علاقہ ہے' پس وہ روانہ ہوا' ابھی وہ آدھے راستہ میں تھا کہ اس کو موت نے آلیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس پر موت کی علامات آ گئیں۔

تو اس نے اپنے سینہ کو اس بستی کے قریب کر دیا' تو اس کے متعلق فرشتوں نے بحث کی۔

ہشام کی روایت میں ہے: رحمت کے فرشتوں نے کہا: یہ ہمارے پاس توبہ کرتے ہوئے اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہوئے آیا تھا' اور عذاب کے فرشتوں نے کہا: اس نے کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا' تب ان کے پاس ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا اور اس نے کہا: ان دونوں زمینوں کے فاصلہ کی پیمائش کرلو اور وہ جس زمین کے قریب ہو' اس کو اسی کے ساتھ ملا دو۔

تب اللہ تعالیٰ نے وحی کی: یعنی جس بستی کی طرف وہ جا رہا تھا' اس زمین کی طرف وحی کی کہ تو سمٹ جا اور جس زمین سے وہ چلا تھا اس کی طرف وحی کی کہ تو پھیل جا اور دور دور ہو جا!

ابو اللیث سمرقندی نے تنبیہ الغافلین میں ذکر کیا کہ نیک لوگوں کی زمین کا نام نصرۃ تھا اور دوسری بستی کا نام کفرۃ تھا۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس نے سو آدمیوں کو قتل کیا تھا اور آدمیوں کے حقوق توبہ سے نہیں ساقط ہوتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کی توبہ قبول کر لیتا ہے تو جن لوگوں کے اس پر حقوق ہیں' ان کو راضی کر دیتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٧٧۔٧٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

قاتل کی مغفرت کی توجیہات اور اولیاء اللہ کی فضیلت اور کرامت

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ قتل سمیت تمام کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنا مشروع ہے' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ توبہ تمام گناہوں کی طرح قتل کے گناہ کو بھی مٹا دیتی ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ قتل کا گناہ معاف نہیں ہوتا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ○ (النساء: ۹۳)

اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے' وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہوگا اور وہ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے ○

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) جب مشتق پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس کا ماخذ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے اور یہاں مشتق ''مؤمنًا'' کا لفظ ہے اور اس کا ماخذ اشتقاقِ ایمان ہے' سو اس آیت کا معنی ہے: جس شخص نے کسی مؤمن کو اس کے ایمان کے سبب سے قتل کیا تو اس کی سزا دائمی جہنم ہے اور جو شخص کسی مؤمن کو اس کے ایمان کے سبب سے قتل کرے تو وہ کافر ہوگا اور اس کی سزا دائمی جہنم ہے اور جو شخص کسی مؤمن کو اس کے ایمان کی وجہ سے نہ قتل کرے بلکہ کسی اور سبب سے قتل کرے تو اس کی یہ سزا نہیں ہے۔

(۲) اس آیت میں ہر چند کہ عموم ہے' مگر اس سے مراد یہ ہے کہ جو کافر کسی مؤمن کو قتل کرے تو اس کی سزا دائمی جہنم ہے اور یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے۔

(۳) اور اگر بالفرض اس آیت میں کسی مسلمان کا دوسرے مسلمان کو قتل کرنا مراد ہو تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ مسلمان دائمی جہنم کی سزا کا مستحق ہے' اس کا یہ معنی نہیں کہ اس کو ضرور وہ سزا ملے گی۔

(۴) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس آیت میں خلود سے مراد دوام نہ ہو' بلکہ مکث طویل مراد ہو' یعنی وہ طویل عرصہ تک جہنم میں رہے گا' یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

(۵) اس آیت میں یہ شرط محذوف ہے کہ اگر اس کی مغفرت نہ کی گئی یا اس کی توبہ قبول نہ کی گئی' گویا اس صورت میں وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

(٦) یہ آیت انشاء تخویف پر محمول ہے' یعنی مسلمانوں کو ڈرانے کے لیے دائمی عذاب کا ذکر فرمایا ہے۔

(۷) اگر کسی مسلمان نے قتل کو معمولی کام سمجھا تو اس کی یہ سزا ہے' مطلقاً قتل کی یہ سزا نہیں ہے۔

(۸) اگر کسی نے قتل مسلم کے حرام ہونے کا انکار کر دیا تو پھر اس کی یہ سزا ہے۔

(۹) اگر کسی نے حلال اور جائز سمجھ کر مسلمان کو قتل کر دیا تو پھر اس کی یہ سزا ہے۔

(۱۰) یہ آیت تغلیظ کے لیے ہے اور زجر و توبیخ پر محمول ہے۔

اس حدیث میں عالم کی عابد پر فضیلت کا بیان ہے' کیونکہ جس نے پہلے اس قاتل سے کہا تھا: تمہاری بخشش نہیں ہوگی' وہ عابد تھا اور جس نے کہا تھا کہ تم فلاں بستی میں جا کر توبہ کرو اور عبادت کرو تو تمہاری توبہ قبول ہو جائے گی' وہ عالم تھا۔

اس حدیث میں اولیاء اللہ کی فضیلت ہے کہ ان کے پاس جا کر عبادت کرنے سے توبہ قبول ہو جاتی ہے۔

واقع میں اولیاء کی بستی کا فاصلہ زیادہ تھا' لیکن اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو سمٹنے کا حکم دیا' کیونکہ اگر وہ زمین نہ سمٹتی تو اولیاء اللہ کی فضیلت ظاہر نہ ہوتی' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی فضیلت کو ظاہر کرنے کے لیے زمین کی طبعی اور واقعی پیمائش کو بدل ڈالا' یعنی یہ تو ہوسکتا ہے کہ زمین کی پیمائش بدل جائے' یہ نہیں ہوسکتا کہ اولیاء اللہ کی فضیلت میں کمی آئے۔

یہ بنی اسرائیل کے اولیاء اللہ کی بستی تھی' تو سوچئے! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیاء اللہ کی بستی کی فضیلت کا کیا عالم ہوگا۔

پھر غور طلب بات یہ ہے کہ وہ قاتل ابھی اولیاء اللہ کی بستی تک پہنچا نہیں تھا' ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی' تو بہ نہیں کی تھی' اس جگہ عبادت نہیں کی تھی' صرف وہاں جانے کا قصد کیا تھا تو بخش دیا گیا تو جو اولیاء اللہ کے پاس پہنچا ہو' ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہو اور ان کے ساتھ عبادت کی ہو تو اس کی بخشش کا کیا عالم ہوگا اور یہ تو اسرائیلی اولیاء تھے جو محمدی اولیاء تک پہنچا ہو' غوث اعظم تک پہنچا ہو' خواجہ اجمیری کے پاس گیا ہو' داتا گنج بخش کے ہاتھ پر بیعت کی ہو' اس کی مغفرت اور اس کے فیوض کا کیا ٹھکانا ہوگا!

٣٤٧١ - **حَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ بَيْنَا رَجُلٌ يَّسُوْقُ بَقَرَةً اِذْ رَكِبَهَا فَضَرَبَهَا فَقَالَتْ اِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهٰذَا اِنَّمَا خُلِقْنَا لِلْحَرْثِ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ بَقَرَةٌ تَكَلَّمَ فَقَالَ فَاِنِّيْ اُوْمِنُ بِهٰذَا اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَمَاهُمَا ثَمَّ وَبَيْنَمَا رَجُلٌ فِيْ غَنَمِهٖ اِذْ عَدَا الذِّئْبُ فَذَهَبَ مِنْهَا بِشَاةٍ فَطَلَبَ حَتّٰى كَاَنَّهُ اسْتَنْقَذَهَا مِنْهُ فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ هٰذَا اسْتَنْقَذْتَهَا مِنِّيْ فَمَنْ لَّهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَارَاعِيَ لَهَا غَيْرِيْ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ ذِئْبٌ يَّتَكَلَّمُ قَالَ فَاِنِّيْ اُوْمِنُ بِهٰذَا اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَمَاهُمَا ثَمَّ. وَحَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مِّسْعَرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی' پھر آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: (گزشتہ امتوں میں) جس وقت ایک شخص گائے کو لے جا رہا تھا جب وہ اس پر سوار ہو گیا اور اس کو مارا تو گائے نے کہا: میں اس لیے نہیں پیدا کی گئی ہوں' ہم کو تو صرف ہل چلانے کے لیے پیدا کیا گیا ہے' تو لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! گائے نے کلام کیا ہے' پس بے شک اس پر میں ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر اور عمر' اور اس وقت اس مجلس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر حاضر نہیں تھے' پھر جس وقت ایک مرد اپنی بکریوں میں تھا' اچانک بھیڑیا حملہ کر کے ان میں سے ایک بکری لے گیا' اس مرد نے اس بکری کو تلاش کیا' حتیٰ کہ اس بکری کو بھیڑیے سے چھڑا لیا تو اس مرد سے بھیڑیے نے کہا: تو نے اس کو مجھ سے چھڑا لیا ہے' پس درندوں کی حکومت کے دن اس کو کون چھڑائے گا جس دن میرے سوا کوئی محافظ نہیں ہوگا' تو لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! بھیڑیے نے کلام کیا' آپ نے فرمایا: اس کلام پر میں ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر اور عمر اور اس وقت اس مجلس میں وہ دونوں حاضر نہیں تھے۔ اور ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از مسعر از سعد بن ابراہیم از ابی سلمہ از ابوہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے اس کی مثل فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٢٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٧٢ - **حَدَّثَنَا** اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرٰى رَجُلٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی از معمر از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مِّنْ رَّجُلٍ عَقَارًا لَّهُ فَوَجَدَ الرَّجُلُ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ فِي عَقَارِهِ جَرَّةً فِيهَا ذَهَبٌ فَقَالَ لَهُ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ خُذْ ذَهَبَكَ مِنِّي إِنَّمَا اشْتَرَيْتُ مِنْكَ الْأَرْضَ وَلَمْ أَبْتَعْ مِنْكَ الذَّهَبَ وَقَالَ الَّذِي لَهُ الْأَرْضُ إِنَّمَا بِعْتُكَ الْأَرْضَ وَمَا فِيهَا فَتَحَاكَمَا إِلَى رَجُلٍ فَقَالَ الَّذِي تَحَاكَمَا إِلَيْهِ أَلَكُمَا وَلَدٌ قَالَ أَحَدُهُمَا لِي غُلَامٌ وَقَالَ الْآخَرُ لِي جَارِيَةٌ قَالَ أَنْكِحُوا الْغُلَامَ الْجَارِيَةَ وَأَنْفِقُوا عَلَى أَنْفُسِهِمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقَا. (صحیح مسلم:١٧٢١' الرقم المسلسل:٤٣٨٨' صحیح ابن حبان: ٢٠٧' شعب الایمان:٥٢٩٠' شرح السنۃ:٢٢١٢' مسند احمد ج ٢ ص ٣١٦ طبع قدیم' مسند احمد:٨١٩١۔ ج ١٣ ص ٥١٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

(گزشتہ اُمتوں میں) ایک مرد نے دوسرے مرد سے زمین خریدی' پس خریدنے والے مرد نے اس زمین میں ایک گھڑا مدفون پایا جس میں سونے کی اشرفیاں تھیں' تو اس مرد نے جس سے زمین خریدی تھی' اس سے کہا: تم اپنا سونا لے لو' میں نے تم سے صرف زمین خریدی تھی سونا نہیں خریدا تھا' زمین فروخت کرنے والے نے کہا: میں نے تم کو زمین اور زمین میں جو کچھ تھا وہ فروخت کر دیا' پھر ان دونوں نے ایک تیسرے مرد کو حَکَم بنایا' پھر جس کو حَکَم بنایا تھا' اس نے پوچھا: کیا تم دونوں کی اولاد ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا: میرا لڑکا ہے' اور دوسرے نے کہا: میری لڑکی ہے' اس نے کہا: تم اس لڑکے کی لڑکی سے شادی کر دو اور ان دونوں پر اس سونے سے خرچ کرو اور صدقہ کرو۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس اعتبار سے ہے کہ وہ دونوں مرد بنی اسرائیل میں سے تھے۔

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''عقار'' کا لفظ ہے' ''عقار'' اصل میں زمین اور اس سے متصل مالیت کو کہتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ گھر اور اولاد کو ''عقار'' کہتے ہیں' بعض نے کہا: یہ کھجور کے درختوں کے ساتھ خاص ہے۔

اس میں ''جرّۃ'' کا لفظ ہے' مٹی کے برتن کو ''جرّہ'' کہتے ہیں' جیسے مٹکا یا گھڑا۔

کیا تم دونوں کی اولاد ہے؟ اس کا معنی ہے: کیا تم میں سے ہر ایک کی اولاد ہے' کیونکہ دونوں کی مشترک اولاد تو نہیں ہو سکتی۔

حَکَم کے حُکم نافذ ہونے میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں تیسرے مرد کو حَکَم (حاکم) بنانے کا ذکر ہے' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اگر حَکَم کی رائے قاضی شہر کی رائے کے موافق ہو گی تو اس کا حکم نافذ ہو گا ورنہ نہیں۔

امام مالک نے اس کو مطلقاً جائز کہا ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ اگر اس میں فیصلہ کرنے کی اہلیت ہے تو اس کا حکم نافذ ہو گا' خواہ اس کا حکم قاضی شہر کی رائے کے موافق ہو یا نہ ہو۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جس شخص کو انہوں نے حَکَم بنایا تھا' اس نے کسی فریق پر بھی حکم نہیں لگایا' بلکہ اس نے دونوں فریقوں کی دیانت اور تقویٰ کو دیکھ کر ان کی نسل اور ان کی اولاد کی خیر خواہی کے لیے ان کی بہتری کا فیصلہ کیا۔

دفینہ کا شرعی حکم

علامہ مازری نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص کوئی زمین خریدے اور اس میں کوئی چیز مدفون ہو تو اگر وہ چیز زمین کی جنس سے ہے جیسے ہیرے' جواہرات اور لعل اور یاقوت وغیرہ تو وہ خریدار کی ملکیت ہو گی اور اگر وہ زمانۂ جاہلیت کے دفینوں کی قسم سے ہو جیسے سونے اور چاندی کے سکے تو وہ رکاز کے حکم میں ہے اور اگر وہ مسلمانوں کے دفینوں کی قسم سے ہو تو وہ لقطہ کے حکم میں ہے اور اگر اس کا یقین

نہ ہو سکے کہ وہ مسلمانوں کا دفینہ ہے یا نہیں تو اگر وہاں بیت المال ہو تو اس مال کو بیت المال میں محفوظ کر لیا جائے گا' ورنہ اس مال کو فقراء اور مساکین میں اور دینی ضروریات میں اور مصالحِ مسلمین میں صرف کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج١٦ ص٨٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت'١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر مال مدفون زمانۂ جاہلیت کا ہو تو وہ رکاز کے حکم میں ہے اور اگر وہ زمانۂ اسلام کا ہو تو وہ لقطہ کے حکم میں ہے تو پھر حَکَم نے یہ فیصلہ کیوں کیا کہ وہ ان دونوں کی اولاد پر خرچ کیا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دفینہ کا حال معلوم نہیں تھا اور چونکہ وہ ارضِ مملوک میں موجود تھا' اس لیے وہ خریدار کی ملکیت تھا اور جب خریدار نے اس مال کو لینے سے انکار کر دیا تو حَکَم نے دونوں کی اولاد کے متعلق اس کا فیصلہ کر دیا' نیز شرائع مختلف ہوتی ہیں' اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس شخص نے اس زمانہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کیا ہو' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان کو زُہد اور دنیا سے بے رغبتی کرنی چاہیے اور تقویٰ کو اختیار کرنا چاہیے' کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی فریق بھی اپنے حق کے بغیر مال لینا نہیں چاہتا تھا۔ (الکوثر الجاری ج٦ ص٣٣٧' داراحیاء التراث العربی' بیروت'١٤٢٩ھ)

میں کہتا ہوں: یہ اس زمانے کے متقی لوگ تھے کہ کوئی فریق بھی بغیر شرعی دلیل کے دفینہ کو لینے پر تیار نہ تھا' آج ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر ہم ایسی صورتِ حال سے دوچار ہوں تو خریدار کہے گا: اس دفینہ پر میرا حق ہے اور زمین فروخت کرنے والا کہے گا: اس پر میرا حق ہے' اور اگر حکومت کو پتا چل جائے تو وہ اس پر قبضہ کر لے گی' دیانت اور خداخوفی سے ہم لوگ خالی ہو چکے ہیں۔

(اللہ تعالیٰ ہدایت عطاء فرمائے!)

٣٤٧٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَعَنْ اَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَهُ يَسْاَلُ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الطَّاعُوْنِ فَقَالَ اُسَامَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلطَّاعُوْنُ رِجْسٌ اُرْسِلَ عَلٰى طَائِفَةٍ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَوْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَاِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَّاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِّنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر اور از ابی النضر مولیٰ عمر بن عبیداللہ از عامر بن سعد بن ابی وقاص از والد خود' انہوں نے ان سے سنا' وہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سوال کر رہے تھے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے طاعون کے متعلق کیا سنا ہے؟ تو حضرت اسامہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: طاعون ایک عذاب ہے جو بنو اسرائیل کی ایک جماعت پر بھیجا گیا تھا یا تم سے پہلے لوگوں پر بھیجا گیا تھا' پس جب تم سنو کہ کسی زمین میں طاعون ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب اس زمین میں طاعون آ جائے جہاں تم ہو تو طاعون سے بھاگ کر اس زمین سے نہ نکلو۔

قَالَ اَبُو النَّضْرِ لَا يُخْرِجُكُمْ اِلَّا فِرَارًا مِّنْهُ.

ابوالنضر نے کہا: یعنی بھاگنے کے سوا اور کوئی غرض نہ ہو تو نہ نکلو۔

[اطراف الحدیث: ٥٧٢٨-٦٩٧٤] (صحیح مسلم: ٢٢١٨' الرقم المسلسل: ٥٦٦٥' سنن ترمذی: ١٠٦٧)

طاعون کے متعلق قدیم علماء کی تعریف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

طاعون' طعن سے ماخوذ ہے اور فاعول کے وزن پر ہے' اس کو اس موت کے لیے وضع کیا گیا ہے جس کا وقوع عام ہو' اس کو وباء کہتے ہیں' خلیل نے کہا ہے کہ وباء کا معنی طاعون ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ طاعون اس عام مرض کو کہتے ہیں جس میں بہ کثرت لوگ مبتلا ہوں اور یہ مرض ایک نوع کا ہو' حکماء نے کہا ہے کہ طاعون وباء ہے لیکن ہر وباء طاعون نہیں ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ طاعون کا معنی ہے: موتِ کثیر' چوتھا قول یہ ہے کہ طاعون ایک پھنسی ہے' جس پر ورم آتا ہے اور اس میں شدید درد ہوتا ہے اور اس کے اردگرد کی کھال سیاہ ہو جاتی ہے یا سبز ہو جاتی ہے' اس سے دل میں گھبراہٹ ہوتی ہے' اس کی وجہ سے قے آتی ہے' یہ پھنسی بغلوں میں نکلتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ نے لکھا ہے: طاعون وباء ہے۔

(القاموس المحیط ص ۱۲۱۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

طاعون کے متعلق جدید تحقیق

کیپٹن اختر ایم۔ بی۔ بی۔ ایس لکھتے ہیں:

طاعون یعنی پلیگ

پلیگ ایک گرام نیگیٹو بیکٹر یا وائی پسٹس کی وجہ سے ہوتی ہے' جو کہ جنگلی چوہوں سے گھریلو چوہوں میں منتقل ہوتا ہے' جب ان چوہوں کی تعداد کم ہونے لگتی ہے تو ان کو کاٹنے والی مکھیاں انسانوں کو کاٹ کر بیماری پھیلانے کا باعث بنتی ہیں۔ کبھی کبھار یہ متاثرہ شخص کا پاخانہ جلد کے ساتھ لگ جانے اور سانس کے بخارات کے ذریعے سے بھی پھیلتی ہے' اس کی چار قسمیں اب تک معلوم ہو چکی ہیں:

بوبونک' نمونک' سیپٹسمک اور کوٹینیس (جلدی)

(۱) بوبونک پلیگ: یہ سب سے عام قسم ہے اور نوے فیصد متاثرہ لوگوں کو یہی ہوتی ہے' انفیکشن لگنے کے ایک ہفتے کے بعد شدت سے ظاہر ہوتی ہے اور شدید بخار ہوتا ہے' سردی لگتی ہے' سر میں درد اور جسم میں درد اور متلی ہوتی ہے اور اُلٹی بھی آتی ہے' شدید کمزوری اور نقاہت ہوتی ہے' اس کے بعد بغل میں درد خاص طور پر رانوں کے جوڑوں میں سخت گلٹیاں بن جاتی ہیں' ایک سے دو ہفتے میں ان سے پیپ نکلنی شروع ہو جاتی ہے اور آنتوں میں یا پھیپھڑوں اور پیشاب کے راستے میں خون بھی آ سکتا ہے' قوتِ شنید کم ہو جاتی ہے' آواز بھرا جاتی ہے' زبان سوج جاتی ہے اور سفید اور خشک ہو جاتی ہے' زہر پھیل جانے پر مریض گھبرایا ہوا نظر آتا ہے۔

(۲) نمونک پلیگ: اس میں اچانک سخت نمونیا' خون والی بلغم اور سانس کی تنگی ہو جاتی ہے اور رنگ نیلا پڑ جاتا ہے اور اس میں تقریباً تمام متاثر مریض چل بستے ہیں۔

(۳) سیپٹسمک پلیگ: اس میں شدید انفیکشن ہوتا ہے اور نالیوں میں خون جم جاتا ہے اور مریض شاک میں چلا جاتا ہے' اگر علاج نہ ہو تو ۲ سے ۵ دن میں موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس میں ضروری نہیں ہے کہ جسم میں گلٹیاں بھی بنیں۔

(۴) کوٹینیس پلیگ: اس میں جلد پر دانے نکل آتے ہیں یا پسینے کے غدود یا بالوں کی جڑوں میں پیپ پڑ جاتی ہے' یا جلد اس طرح ہو جاتی ہے جیسے جل گئی ہو' یا سارے جسم پر نیلے دھبے (پرپرا) پڑ جاتے ہیں جو کہ گل جاتے ہیں یا گینگرین ہو جاتا ہے۔

تشخیص

لمف نوڈ کے مواد، خون کا کلچر اور بلغم کے معائنہ میں جراثیم کی موجودگی سے ہوتی ہے اور علاج کلچر کی رپورٹ آنے سے پہلے شروع ہو جانا چاہیے۔

سٹرپٹو مائی سین ٹیکے ۱/۲ گرام (Inj. Sreptomycine 1/2g.) ۴۸ گھنٹے تک ہر ۴ گھنٹے بعد پھر ۱/۲ گرام ہر چھ گھنٹے بعد پانچ دن کے لیے (الرجی سے محتاط رہیں)۔ یا، ٹیٹرا سائیکلین کیپسول (Tetracycline Cap.) دو یا تین کیپسول ہر چھ گھنٹے بعد ۱۴ دن کے لیے۔ یا، سٹرپٹو مائی سین ۱/۲ گرام (Inj. Sreptomycine 1/2g.) پنسلین ۴ لاکھ یونٹ (Inj. Penicilline 4 Lacunit) ملا کر ایک ٹیکہ روزانہ ۱۰ دن تک لگائیں، الرجی کا خیال رکھیں۔ یا، ہلکی صورت میں سلفا دایازین کی دو گولیاں صبح، دوپہر، شام دینی چاہئیں۔

الرجی کے لیے .Inj. Decadran 1ml (ڈیکا ڈران) فوراً لگائیں۔ (پریکٹس آف میڈیسن ص ۱۹۵۔ ۱۹۴، منہاس پبلشرز لاہور)

طاعون زدہ علاقہ میں جانے سے ممانعت کی توجیہ

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جب کسی زمین میں طاعون ہو اور تم اس زمین میں ہو تو طاعون سے بھاگ کر اس زمین سے نہ نکلو۔

اگر تم اعتراض کرو کہ یہ تو ظاہر ہے کیونکہ وہ شخص اللہ پر توکل کرے گا اور اس کو یہ یقین ہوگا کہ اس پر جو بھی مصیبت آئے گی، وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ ہے، لیکن جس زمین میں طاعون ہو، وہاں جانے سے بھی حدیث میں منع کیا گیا ہے اور بہ ظاہر یہ ممانعت توکل کے منافی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت اس لیے ہے کہ اگر اس جگہ جانے کے بعد اس کو طاعون ہو گیا تو شیطان اس کو یہ وسوسہ نہ ڈالے کہ اس جگہ جانے سے تم کو طاعون ہو گیا ہے، اگر وہاں نہ جاتے تو تم کو طاعون نہ ہوتا۔

(الکوثر الجاری ج ٦ ص ۳۳۸، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ ھ)

٣٤٧٤ - **حَدَّثَنَا** مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ وَأَنَّ اللّٰهَ جَعَلَهُ رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ يَّقَعُ الطَّاعُوْنُ فَيَمْكُثُ فِيْ بَلَدِهِ صَابِرًا مُّحْتَسِبًا يَّعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُصِيبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ شَهِيْدٍ.

[اطراف الحدیث: ۵۷۳۴۔ ٦٦١٩] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں داؤد بن ابی الفرات نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن یعمر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق سوال کیا تو آپ نے مجھے یہ خبر دی کہ طاعون ایک عذاب ہے، اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اس عذاب کو بھیج دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو مؤمنین کے لیے رحمت بنا دیا ہے، جس شہر میں طاعون ہو اس شہر میں جو شخص بھی صبر کر کے ثواب کی نیت سے اس یقین کے ساتھ وہاں ٹھہرا رہے گا کہ اس پر صرف وہی مصیبت آ سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دی ہے تو اس کو ایک شہید کی مثل اجر ملے گا۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر کتنا کرم فرمایا ہے کہ جو چیز دوسری اُمتوں کے لیے عذاب ہے اس کو اس امت کے لیے رحمت بنا دیا ہے۔

٣٤٧٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَاْنُ الْمَرْاَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ فَقَالُوْا وَمَنْ يُّكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا وَمَنْ يَّجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ اُسَامَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ ابْنَةَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ قریش کے لیے سخت پریشانی کا باعث یہ تھا کہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی تھی' انہوں نے کہا کہ اس کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون بات کرے گا' لوگوں نے کہا: اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے کی جرأت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سوا اور کون کر سکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں' سو حضرت اسامہ نے آپ سے بات کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد میں سفارش کر رہے ہو' پس آپ نے خطبہ دیا' پھر فرمایا: تم سے پہلی امتیں صرف اس لیے ہلاک ہوگئی تھیں کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور جب ان میں سے کوئی پس ماندہ آدمی چوری کرتا تو وہ اس پر حد جاری کر دیتے اور اللہ کی قسم! (بالفرض) اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹ ڈالتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٦٤٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٧٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّزَّالَ بْنَ سَبْرَةَ الْهِلَالِيَّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَاَ وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ خِلَافَهَا فَجِئْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ فَعَرَفْتُ فِيْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ وَقَالَ كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ وَّلَا تَخْتَلِفُوْا فَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اِخْتَلَفُوْا فَهَلَكُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الملک بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے نزال بن سبرہ الہلالی سے سنا' از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرد سے قراءت سنی اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف قراءت سنی تھی' سو میں اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آیا' پھر میں نے آپ کو (واقعہ) بتایا تو میں نے آپ کے چہرہ پر ناپسندیدگی پائی اور آپ نے فرمایا: تم دونوں ٹھیک ہو اور ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرو' کیونکہ تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تو وہ ہلاک ہو گئے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤١٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٧٧ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِي نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهِ وَيَقُولُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ.

[طرف الحدیث:٦٩٢٩] (صحیح مسلم:١٧٩٢، الرقم المسلسل: ٤٥٣٨، سنن ابن ماجہ:٤٠٢٥، مسند ابویعلیٰ:٥٢٠٥، صحیح ابن حبان: ٩٧٣، مسند احمد ج ٢ ص ٣٨٠ طبع قدیم، مسند احمد:٣٦١١۔ ج ٦ ص ١٠٣، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: گویا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا، آپ انبیاء میں سے کسی نبی کا واقعہ بیان کر رہے تھے، ان کو ان کی قوم نے مارا، پس خون آلود کر دیا اور وہ اپنے چہرے سے خون صاف کر رہے تھے اور یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ علم نہیں رکھتے!

آپ جس نبی کا واقعہ بیان فرما رہے تھے، اس نبی کے تعین میں اختلافِ شارحین اور علامہ قرطبی کا رد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ جس نبی کا آپ نے واقعہ بیان فرمایا ہے، وہ بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے کوئی نبی تھے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام ہوں، کیونکہ ان کی قوم ان کو پکڑ کر ان کا گلا گھونٹنے لگتی حتیٰ کہ ان پر غشی طاری ہو جاتی اور جب ان کو ہوش آتا تو وہ یہ دعا کرتے: اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ ان کو علم نہیں ہے!

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس صورت میں یہ حدیث باب کے مطابق نہیں ہو گی کیونکہ یہ باب بنی اسرائیل کے متعلق ہے اور حضرت نوح علیہ السلام بنی اسرائیل سے کافی مدت پہلے گزرے ہیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نبی کا قصہ بیان فرمایا ہے، اس سے مراد خود آپ کی اپنی ذاتِ گرامی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٨٤۔ ٨٣، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

علامہ قرطبی کا یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ اُحد میں مشرکین کی مغفرت کی دعا کی اور اس کا ابطال

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

ہوسکتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خود یہ واقعہ پیش آیا تو آپ نے اپنے اصحاب سے ذکر کیا کہ ایسا واقعہ آپ سے پہلے ایک اور نبی کے ساتھ بھی پیش آ چکا ہے، آپ کے ساتھ غزوۂ اُحد کے دن یہ واقعہ پیش آیا تھا، جب آپ کے سر پر چوٹ لگی اور اس سے خون بہا تو اس حال میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سے پہلے نبی کا قصہ یاد آ گیا تو آپ نے اپنے اصحاب کی دل جوئی کے لیے یہ قصہ سنایا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکایت بیان کی ہے اور آپ خود ہی اس کا محکی عنہ (مصداق) ہیں، گویا اس قصہ کے وقوع سے پہلے آپ کی طرف اس کی وحی کی گئی تھی اور اس نبی کا نام نہیں لیا گیا تھا، اور جب آپ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تو متعین ہو گیا کہ اس قصہ میں نبی سے مراد آپ ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔

علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ علامہ قرطبی کی اس تقریر پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کے باب کا عنوان بنی اسرائیل ہے، اس لیے

اس حدیث کو بنی اسرائیل کے انبیاء پر محمول کرنا متعین ہے اور صحیح ابن حبان میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما کیونکہ وہ علم نہیں رکھتے۔ (صحیح ابن حبان: ٩٧٣) امام ابن حبان نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ اُحد میں یہ دعا کی تھی' جب آپ کے سر پر چوٹ ماری گئی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! میرے سر پر چوٹ مارنے کے ان کے گناہ کو معاف فرما! یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ نے ان کے لیے مطلقاً مغفرت کی دعا کی تھی' کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ کی دعا مقبول ہوتی اور اگر آپ کی یہ دعا مقبول ہوتی تو غزوۂ اُحد کے تمام کفار مسلمان ہو جاتے' امام ابن حبان کا یہ کلام اس پر مبنی ہے کہ آپ کی دعا کا کسی کے حق میں قبول نہ ہونا جائز نہیں ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا میں سے دو چیزیں عطاء کیں اور ایک چیز سے مجھ کو منع کر دیا۔

پھر مجھے مسند احمد میں ایسی حدیث ملی جو علامہ قرطبی کی تاویل سے مانع ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الجعرانہ میں حنین کی غنیمتوں کو تقسیم کیا تو آپ پر لوگوں کا ازدحام ہو گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اپنے ایک بندے کو ایک قوم کی طرف مبعوث کیا تو انہوں نے اس کی تکذیب کی اور اس کا سر پھاڑ دیا' وہ نبی اپنی پیشانی سے خون کو پونچھ رہے تھے اور یہ دعا کر رہے تھے: اے میرے رب! میری قوم کو معاف فرما! کیونکہ یہ علم نہیں رکھتے۔ حضرت ابن مسعود نے کہا: گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا' آپ اپنی پیشانی پونچھ کر اس نبی کی حکایت کر رہے تھے۔ (مسند احمد ج١ ص ٤٢٧ طبع قدیم' مسند احمد: ٤٠٥٧۔ ج ٧ ص ١٤٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند ابویعلیٰ: ٤٩٩٢' علامہ شعیب الارنؤوط نے کہا ہے: اس حدیث کی سند حسن ہے)

اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی پیشانی سے خون نہیں پونچھا تھا بلکہ اس نبی علیہ السلام کے خون پونچھنے کی حکایت کی تھی' اس سے ظاہر ہو گیا کہ علامہ قرطبی کا یہ قول فاسد ہے کہ اس حکایت کے آپ خود ہی محکی عنہ (مصداق) ہیں۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٧٦٤' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس نبی سے مراد خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے' لیکن علامہ قرطبی کا یہ قول دو وجہ سے صحیح نہیں ہے' اوّلاً اس لیے کہ اس حدیث کے باب کا عنوان بنی اسرائیل ہے' اس لیے اس نبی سے مراد بنی اسرائیل کے کوئی نبی ہیں' ثانیاً اس لیے کہ غزوۂ اُحد کی حدیث کے آخر میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس قوم پر اللہ کا شدید غضب ہوتا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ خون آلود کر دے۔ (صحیح البخاری: ٤٠٧٤' صحیح مسلم: ٢٧٩٣) اور اس نبی کے قصہ کے آخر میں ہے کہ وہ نبی اپنی پیشانی سے خون پونچھ رہے تھے اور دعا کر رہے تھے: اے میرے رب! قوم کو معاف فرما! کیونکہ وہ علم نہیں رکھتے۔ (مسند احمد ج ٨ ص ٤٢٧) اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ اس نبی سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی ذات نہیں تھی۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٤٠۔ ٣٣٩' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ کورانی کی ذکر کردہ حدیث کی تفصیل یہ ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت اپنے چہرے سے خون صاف کر رہے تھے' اس وقت آپ نے فرمایا: وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا اور اس کے سامنے کے چار دانت شہید کر دیئے اور آپ انہیں اللہ کی طرف دعوت دے رہے تھے۔

(مسند احمد ج ٣ ص ٢٨٨ طبع قدیم' مسند احمد: ١٤٠٤٧- ج ٢١ ص ٤٥٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ الارنؤوط نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور اس حدیث میں یہ جملہ نہیں ہے کہ اے اللہ! میری قوم کی مغفرت کر دے کیونکہ وہ علم نہیں رکھتے' لہٰذا علامہ قرطبی کی تقریر کا صحیح نہ ہونا مزید ظاہر ہو گیا۔

٣٤٧٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَبْدِ الْغَافِرِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلًا كَانَ قَبْلَكُمْ رَغَسَهُ اللّٰهُ مَالًا فَقَالَ لِبَنِيْهِ لَمَّا حُضِرَ اَيَّ اَبٍ كُنْتُ لَكُمْ قَالُوْا خَيْرَ اَبٍ قَالَ فَاِنِّيْ لَمْ اَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ فَاِذَا مُتُّ فَاَحْرِقُوْنِيْ ثُمَّ اسْحَقُوْنِيْ ثُمَّ ذَرُوْنِيْ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ فَفَعَلُوْا فَجَمَعَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ مَاحَمَلَكَ قَالَ مَخَافَتُكَ فَتَلَقَّاهُ بِرَحْمَتِهٖ وَقَالَ مُعَاذٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ٦٤٨١- ٧٥٠٨] (صحیح مسلم: ٢٧٥٧' الرقم المسلسل: ٦٨٧٨' صحیح ابن حبان: ٦٤٩' کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ٥١١- ٥١٠' مسند احمد ج ٣ ص ٧٠ طبع قدیم' مسند احمد: ١١٦٦٤- ج ١٨ ص ٢٠٤- ٢٠٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از عقبہ بن عبدالغافر از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں سے ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطاء فرمایا' جب اس پر موت کی علامات آئیں تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: میں تمہارے لیے کیسا باپ تھا؟ انہوں نے کہا: آپ بہترین باپ تھے! اس نے کہا: میں نے بالکل کوئی نیک عمل نہیں کیا' پس جب میں مرجاؤں تو تم مجھے جلا دینا' پھر میری ہڈیوں کو پیسنا' پھر جس دن تیز ہوا چل رہی ہو اس دن مجھے چھوڑ دینا' انہوں نے ایسا کیا' پھر اللہ عزوجل نے اس (کے اجزاء) کو جمع کر کے پوچھا: تجھے اس بات پر کس نے برانگیختہ کیا! اس نے کہا: تیرے خوف نے' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس کے ساتھ ملاقات کی۔ اور معاذ نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: میں نے عقبہ بن عبدالغافر سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح عنقریب صحیح البخاری: ٣٤٨١ میں آ رہی ہے۔

٣٤٧٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ قَالَ عُقْبَةُ لِحُذَيْفَةَ اَلَا تُحَدِّثُنَا مَاسَمِعْتَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا حَضَرَهُ الْمَوْتُ لَمَّا اَيِسَ مِنَ الْحَيٰوةِ اَوْصٰى اَهْلَهٗ اِذَا مُتُّ فَاجْمَعُوْا لِيْ حَطَبًا كَثِيْرًا ثُمَّ اَوْرُوْا نَارًا حَتّٰى اِذَا اَكَلَتْ لَحْمِيْ وَخَلَصَتْ اِلٰى عَظْمِيْ فَخُذُوْهَا فَاطْحَنُوْهَا فَذَرُّوْنِيْ فِي الْيَمِّ فِيْ يَوْمٍ حَارٍّ اَوْ رَاحٍ فَجَمَعَهُ اللّٰهُ فَقَالَ لِمَ فَعَلْتَ قَالَ خَشْيَتَكَ فَغَفَرَلَهٗ قَالَ عُقْبَةُ وَاَنَا سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ. حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْمَلِكِ وَقَالَ فِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از عبدالملک بن عمیر از ربعی بن حراش' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عقبہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے کہا: کیا آپ ہمیں وہ حدیث نہیں سناتے جس کو آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص کے پاس موت (کی علامات) آئیں' جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو میرے لیے بہت لکڑیاں جمع کرنا' پھر ان میں آگ لگا دینا' حتیٰ کہ جب آگ میرا گوشت کھالے اور میری ہڈیوں تک پہنچ جائے تو پھر ان

يَوْمٍ رَاحٍ.

ہڈیوں کو لے کر پیسنا' پھر مجھے سخت گرمی' یا فرمایا: سخت آندھی کے ان دریا میں پھینک دینا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس (کے اجزاء) کو جمع کیا' پس پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا: تیرے خوف کی وجہ سے' پس اللہ نے اس کو بخش دیا' حضرت عقبہ رضی اللہ نے کہا: میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا۔ ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک نے حدیث بیان کی اور کہا: سخت آندھی کے دن میں۔

٣٤٨٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يُدَايِنُ النَّاسَ فَكَانَ يَقُوْلُ لِفَتَاهُ اِذَا اَتَيْتَ مُعْسِرًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنَّا قَالَ فَلَقِيَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی لوگوں کو قرض پر مال دیتا تھا' اور وہ اپنے نوکروں سے کہتا تھا کہ جب تمہارے پاس کوئی تنگ دست آئے تو اس سے درگزر کرنا' شاید کہ اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر کرے' آپ نے فرمایا: پس اس نے اللہ سے ملاقات کی تو اللہ نے اس سے درگزر کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٧٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٨١ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُّسْرِفُ عَلٰى نَفْسِهٖ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ لِبَنِيْهِ اِذَا اَنَا مُتُّ فَاحْرِقُوْنِیْ ثُمَّ اطْحَنُوْنِیْ ثُمَّ ذَرُّوْنِیْ فِي الرِّيْحِ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّیْ لَيُعَذِّبَنِیْ عَذَابًا مَا عَذَّبَهٗ اَحَدًا فَلَمَّا مَاتَ فُعِلَ بِهٖ ذٰلِكَ فَاَمَرَ اللّٰهُ الْاَرْضَ فَقَالَ اِجْمَعِیْ مَا فِيْكِ مِنْهُ فَفَعَلَتْ فَاِذَا هُوَ قَائِمٌ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ قَالَ يَا رَبِّ خَشْيَتُكَ فَغَفَرَ لَهٗ. وَقَالَ غَيْرُهٗ مَخَافَتُكَ يَا رَبِّ. [طرف الحدیث: ٧٥٠٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از حمید بن عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: ایک شخص اپنی جان پر زیادتی کرتا تھا' جب اس پر موت (کی علامات) آئیں تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا' پھر (میری ہڈیوں کو) پیس دینا' پھر مجھے سخت ہوا میں اُڑا دینا' پس اللہ کی قسم! اگر اللہ نے مجھ پر تنگی کی تو وہ مجھے ایسا عذاب دے گا کہ ایسا عذاب اس نے کسی کو نہیں دیا ہوگا' پھر جب وہ مر گیا تو اس کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا' پس اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ تم میں جو اس کے اجزاء ہیں ان کو جمع کر لو' پس زمین نے ایسا کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوا' اللہ تعالیٰ نے پوچھا: تم نے جو کام کیا اس پر تم کو کس نے برانگیختہ

کیا! اس نے کہا: اے رب! تیرے خوف نے' سو اللہ نے اس کو بخش دیا' دوسروں نے کہا: یارب! تیری خشیت (خوف) کی وجہ سے۔

اگر دہشت سے مغلوب ہو کر یا جہالت سے کلمۂ کفر نکل جائے تو اس کا اعتبار نہیں ہوتا

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اگر اللہ نے مجھ پر تنگی کی' یہاں پر متن حدیث میں یہ الفاظ ہیں: "لئن قدر علیّ ربی"۔ بعض علماء نے قدر کو قدرت سے ماخوذ قرار دے کر اس کا یہ معنی کیا ہے: اگر میرا رب مجھ پر قادر ہوا' پھر اس پر یہ اعتراض کیا کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک تھا' پھر تو وہ مؤمن بھی نہیں تھا' تو اس کی مغفرت کیسے ہو سکتی تھی' پھر اس کا یہ جواب دیا کہ قدر کا معنی تنگی کرنا ہے۔

علامہ نووی نے کہا: یہ لفظ اپنے ظاہر پر محمول ہے کیونکہ اس نے دہشت سے مغلوب ہو کر یہ الفاظ کہے یا غفلت سے اور بھول کر کہے' اس لیے اس سے ان الفاظ پر مواخذہ نہیں ہوا' یا وہ اس زمانہ میں تھا جس میں صرف توحید کا عقیدہ رکھنا نجات کے لیے کافی تھا یا ان کے زمانہ میں کافر کی مغفرت بھی ہو سکتی تھی۔

علامہ خطابی نے کہا: چونکہ اس شخص نے کہا تھا کہ میں نے تیرے خوف کی وجہ سے یہ وصیت کی تھی' اس سے معلوم ہوا کہ وہ شخص مؤمن تھا' رہا یہ کہ اس نے کہا تھا: اگر میرا رب مجھ پر قادر ہوا تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا منکر نہیں تھا' بلکہ اس نے لاعلمی کی وجہ سے کہا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٨٧-٨٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر اس حدیث میں قدر کا معنی تنگی کیا جائے جیسا کہ ہم نے کیا ہے تو پھر اس تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

٣٤٨٢ - **حَدَّثَنِیْ** عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ اَسْمَاءَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُذِّبَتِ امْرَاَةٌ فِيْ هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ لَاهِيَ اَطْعَمَتْهَا وَلَا هِيَ سَقَتْهَا اِذْ حَبَسَتْهَا وَلَاهِيَ تَرَكَتْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ایک عورت کو بلّی کے سبب سے عذاب دیا گیا جس کو اس نے قید کر دیا تھا' حتیٰ کہ وہ بلّی مر گئی' پس وہ عورت اس وجہ سے دوزخ میں داخل ہو گئی' اس عورت نے بلّی کو کھلایا تھا نہ پلایا تھا' جب (سے) اس کو قید کیا تھا اور نہ اس بلّی کو چھوڑا تھا کہ وہ زمین کا کوڑا کرکٹ کھا لیتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٨٣ - **حَدَّثَنَا** اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ عَنْ زُهَيْرٍ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَافْعَلْ مَاشِئْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی از زہیر' انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی از ربعی بن حراش' انہوں نے کہا: ہمیں ابومسعود عقبہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں نے انبیاء

[اطراف الحدیث: ٣٤٨٤-٦١٢٠] (سنن ابوداؤد: ٤٧٩٧، سنن ابن ماجہ: ٤١٨٣) سابقین کے جن بعض ارشادات کو پایا' ان میں یہ کلام بھی تھا: جب تم حیاء نہ کرو تو جو چاہے کرو۔

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: ''بنی اسرائیل کی احادیث'' اور اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں جن انبیاء کا ذکر ہے' ان سے مراد انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔

جب انسان میں حیاء نہ رہے تو وہ جو چاہے کرتا ہے' اس کلام کے محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی حسبِ ذیل توجیہات ہیں:

(١) جب تمہیں کسی کے ڈانٹنے سے حیاء نہ آئے اور نہ کسی کے ملامت کرنے کا خوف ہو تو پھر جو تمہارے جی میں آئے وہ کرو' خواہ وہ کام اچھا ہو یا بُرا ہو' اس حدیث میں بہ ظاہر امر کا صیغہ ہے مگر اس سے مراد زجر و توبیخ ہے۔

(٢) اس کا معنی وعید ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے: ''اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ (حٰمٓ السجدہ: ٤٠)'' جو چاہو کیے جاؤ' یعنی تم جو بھی ناجائز کام کرو گے' اس پر تم کو سزا ملے گی۔

(٣) تم کو نیکی کے کام سے حیاء منع نہیں کرے گی۔

(٤) یہ کلمہ تہدید ہے' یعنی اس میں دھمکایا گیا ہے کہ تم جو چاہو کرو' تم کو اللہ تعالیٰ سزا دے گا۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٨٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

اس کا معنی یہ ہے کہ انسان کو بُرے اور مذموم کام سے حیاء روکتی ہے اور جب انسان میں حیاء نہ رہے تو وہ جو چاہے کرتا ہے۔

(الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٤٢' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤٨٤ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رِبْعِيَّ بْنَ خِدَاشٍ يُّحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' از منصور انہوں نے کہا: میں نے ربعی بن خداش سے سنا' وہ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک لوگوں نے جو کلامِ نبوت حاصل کیا اس میں سے یہ ہے کہ جب تم حیاء نہ کرو تو جو چاہو کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٤٨٣ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صحیح لفظ ربعی بن خداش نہیں بلکہ ربعی بن حراش ہے جیسا کہ صحیح البخاری: ٣٤٨٣ میں مذکور ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

٣٤٨٥ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَّجُرُّ اِزَارَهٗ مِنَ الْخُيَلَاءِ خُسِفَ بِهٖ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

الْاَرْضِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ تَابَعَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ. [طرف الحدیث: ٥٧٩٠] [سنن نسائی: ٥٣٤١]

نے فرمایا: جس وقت ایک مرد تکبر سے اپنا تہبند گھسیٹ رہا تھا تو اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا' پس وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔ یونس کی متابعت عبدالرحمان بن خالد نے کی از زہری۔

اس حدیث میں ''یتجلجل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: آواز کے ساتھ حرکت کرنا' ابن فارسی نے کہا: اس کا معنی ہے: کسی چیز کا مزاحمت کے ساتھ زمین میں دھنسا۔

٣٤٨٦ - حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا وُهَیْبٌ قَالَ حَدَّثَنِی ابْنُ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بَیْدَ کُلِّ اُمَّةٍ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِیْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ فَهٰذَا الْیَوْمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ فَغَدًا لِّلْیَهُوْدِ وَبَعْدَ غَدٍ لِّلنَّصَارٰی.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والدخود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: ہم (بعثت میں) آخر ہیں اور قیامت کے دن مقدم ہوں گے' تاہم ہر امت کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور ہمیں ان کے بعد کتاب دی گئی ہے' پس یہ وہ (جمعہ کا) دن ہے جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا' پس یہود نے آئندہ کل کا دن بنایا' اور نصاریٰ نے اس کے بعد کا دن بنایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٨٧ - عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ کُلِّ سَبْعَةِ اَیَّامٍ یَوْمٌ یَّغْسِلُ رَاْسَهٗ وَجَسَدَهٗ.

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ہر سات دن میں ایک دن اپنا سر اور (باقی) جسم دھوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٩٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٨٨ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ قَالَ قَدِمَ مُعَاوِیَةُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ الْمَدِیْنَةَ اٰخِرَ قَدْمَةٍ قَدِمَهَا فَخَطَبَنَا فَاَخْرَجَ کُبَّةً مِّنْ شَعَرٍ فَقَالَ مَا کُنْتُ اُرٰی اَنَّ اَحَدًا یَّفْعَلُ هٰذَا غَیْرَ الْیَهُوْدِ وَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَمَّاهُ الزُّوْرَ یَعْنِی الْوِصَالَ فِی الشَّعَرِ تَابَعَهٗ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما مدینہ میں آئے اور وہ ان کا مدینہ میں آخری بار آنا تھا' پس انہوں نے ہمیں خطبہ دیا اور بالوں کا گچھا نکال کر فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ یہود کے علاوہ کوئی اور اس طرح کرتا ہوگا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام جھوٹی تزیین رکھا ہے' یعنی بالوں کو (مصنوعی) بالوں سے جوڑنا۔ آدم کی متابعت غندر نے کی ہے از شعبہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٤٦٨ میں گزر چکی ہے۔

کتاب احادیث الانبیاء وبنی اسرائیل کی تکمیل

الحمد للہ رب العٰلمین! آج تیرہ جمادی الثانی ١٤٣٠ھ/ سات جون ٢٠٠٩ء بروز اتوار بعد از نماز ظہر کتاب احادیث الانبیاء اور

احادیث بنی اسرائیل کی تکمیل ہوگئی' ان میں دوسونو (٢٠٩) احادیث مرفوعہ ہیں' جن میں ایک سوستائیس (١٢٧) احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث بیاسی (٨٢) ہیں' ان میں تیس تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں۔

الٰہ العٰلمین! جس طرح یہاں تک محض اپنے فضل وکرم سے پہنچا دیا ہے' صحیح البخاری کی باقی کتب اور ابواب کو بھی مکمل کرا دے' اور مصنف کی' اس کے والدین کی اور تمام قارئین کی مغفرت فرما دے! اس کتاب کو تا قیام قیامت باقی اور فیض آفریں کر دے!

(آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علٰی رسوله الکریم

٦١ - كِتَابُ الْمَنَاقِبِ
فضائل کا بیان

اس کتاب کا عنوان ہے: ''المناقب'' یہ ''المنقبة'' کی جمع ہے' اس کا معنی سوراخ ہے۔ فضیلت کو منقبت اس لیے کہتے ہیں کہ کسی کی فضیلت کو سن کر اس کے مخالف کے دل میں سوراخ ہو جاتا ہے' یہ مجاز ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے دل میں تکلیف ہوتی ہے۔

١ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ (الحجرات:١٣).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تم کو قومیں اور قبیلے بنا دیا تا کہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو' بے شک تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو (الحجرات:١٣)

وَقَوْلِهٖ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۝﴾ (النساء:١)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ سے ڈرو جس کے سبب سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے سے ڈرو' بے شک تم پر اللہ نگہبان ہے۝ (النساء:١)

الحجرات:١٣ کے بعض الفاظ کی تفسیر

اس آیت میں ایک مرد اور ایک عورت کا ذکر ہے' مرد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور عورت سے مراد حضرت حوّاء ہیں۔

نیز اس آیت میں ''شعوب'' کا لفظ ہے' یہ ''شعب'' کی جمع ہے' قبائل کے مجموعہ کو ''شعب'' کہتے ہیں اور قبیلہ کا معنی جماعت ہے' یہ ''قبائل الشجرة'' سے ماخوذ ہے' یعنی ایک درخت کی شاخیں' حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ایک قبیلہ ہے' اسی طرح حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد ایک قبیلہ ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ١٢٧٠ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں' امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں زہری سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی عورت کا ابو ہند سے نکاح کر دیں' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنے

آزاد کردہ غلاموں سے کردیں؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔

امام بیہقی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے باپ دادا کی وجہ سے جاہلیت کی نخوت اور تکبر کو دور کر دیا ہے' تم سب آدم اور حواء کی اولاد ہو' جس طرح دو صاع برابر ہوتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو' لہٰذا تمہارے پاس جو بھی ایسا شخص آئے جس کے دین اور امانت پر تم راضی ہو' اس سے (اپنی لڑکیوں) کا نکاح کردو۔ اس حدیث کو امام احمد اور ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

(شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۹۔۲۸۸' طبع بیروت)

النساء:۱ کی تفسیر

اس آیت میں رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور قطع تعلق کرنے سے منع کیا ہے' اور اس کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ تم سب ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیے گئے ہو' سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں' اس لیے رنگ اور نسل میں اختلاف کے باوجود ان سب کو ایک دوسرے پر رحم کرنا چاہیے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۵۹۸۴' صحیح مسلم: ۲۵۵۶' سنن ترمذی: ۱۹۰۹)

امام احمد بن عمرو بزار متوفی ۲۹۲ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کی عمر بڑھائی جائے' اس کے رزق میں وسعت کی جائے اور اس سے بُری موت کو دور کیا جائے' وہ اللہ سے ڈرے اور رشتہ داروں سے تعلق جوڑے۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار: ۱۸۷۹' المعجم الاوسط: ۵۶۲۲)

یہ بھی باب کے عنوان کا ایک حصہ ہے' یعنی زمانۂ جاہلیت میں میت پر جس طرح نوحہ کیا جاتا تھا' جیسے کہا جاتا تھا: ہائے فلاں! اس کی ممانعت کے متعلق جو احادیث وارد ہیں۔

اَلشُّعُوْبُ وَمَا يُنْهٰى عَنْ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ النَّسَبُ الْبَعِيْدُ وَالْقَبَائِلُ دُوْنَ ذٰلِكَ.

''شعوب'' نسب بعید ہیں اور قبائل اس سے کم ہیں' ان کا معنی: اور وہ جو زمانۂ جاہلیت کی چیخ و پکار سے منع کیا جاتا ہے۔

نسب بعید سے مراد ہے: جیسے مُضر اور ربیعہ' اور قبائل سے مراد ہے: جیسے قریش اور تمیم۔

۳۴۸۹- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ الْكَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا﴾ (الحجرات:۱۳) قَالَ اَلشُّعُوْبُ الْقَبَائِلُ الْعِظَامُ وَالْقَبَائِلُ الْبُطُوْنُ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن یزید الکاہلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از ابی حصین از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے (الحجرات: ۱۳ کی تفسیر) اور ہم نے تم کو قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو' میں فرمایا: ''شعوب'' سے مراد ہے: بڑے قبیلے اور قبائل سے مراد بڑے قبیلہ کی شاخیں ہیں۔

یہ حدیث باب کے عنوان میں مذکور آیت کے مطابق ہے' کیونکہ اس میں ''شعوب'' اور قبائل کا ذکر ہے۔

۳۴۹۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ ابْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از

عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ اَتْقَاهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَيُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ.

عبیداللہ انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو سب سے زیادہ متقی ہو' انہوں نے کہا: ہم اس کے متعلق نہیں سوال کر رہے؟ آپ نے فرمایا: پھر حضرت یوسف نبی اللہ ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٥٣ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٩١ - حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا كُلَيْبُ بْنُ وَائِلٍ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ رَبِيْبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبُ ابْنَةُ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ قُلْتُ لَهَا اَرَاَيْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَانَ مِنْ مُّضَرَ قَالَتْ فَمِمَّنْ كَانَ اِلَّا مِنْ مُّضَرَ مِنْ بَنِي النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ. [طرف الحدیث: ٣٤٩٢] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں کلیب بن وائل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لے پالک حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا: یہ بتائیں کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم (قبیلہ) مضر سے تھے؟ انہوں نے کہا: پھر آپ کس قبیلہ سے تھے! آپ مضر (کی شاخ) بنونضر بن کنانہ سے تھے۔

یہ حدیث اس باب کے عنوان کے اس طرح مطابق ہے کہ مُضر ''شعوب'' سے ہے۔

٣٤٩٢ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا كُلَيْبٌ حَدَّثَتْنِيْ رَبِيْبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَظُنُّهَا زَيْنَبَ قَالَتْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُقَيَّرِ وَالْمُزَفَّتِ وَقُلْتُ لَهَا اَخْبِرِيْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ كَانَ مِنْ مُّضَرَ كَانَ قَالَتْ فَمِمَّنْ كَانَ اِلَّا مِنْ مُّضَرَ كَانَ مِنْ وَّلَدِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں کلیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لے پالک نے حدیث بیان کی اور میرا گمان ہے کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خشک کدو' سبز گھڑے' کھوکھلی لکڑی اور تارکول ملے ہوئے برتن میں مشروب پینے سے منع فرمایا' اور میں نے ان سے پوچھا کہ مجھے یہ خبر دیں کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم (قبیلہ) مضر سے تھے؟ انہوں نے کہا: اگر آپ مضر میں سے نہیں تھے تو پھر اور کس (قبیلہ) سے تھے! آپ نضر بن کنانہ کی اولاد میں سے تھے۔

مضر کے فضائل اور نسب کی معرفت حاصل کرنے کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مضر کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ مسلمان تھے اور حضرت ابراہیم علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی ملت پر تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مضر کو بُرا نہ کہو اور نہ ربیعہ کو بُرا کہو کیونکہ وہ دونوں مسلمان تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب لوگوں میں اختلاف ہو تو حق مضر کے ساتھ ہوتا ہے اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے: بے شک اللہ عزوجل نے مضر میں سے اس قبیلہ کو اختیار فرمالیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ انساب کی معرفت ضروری ہے اور اس کی تعلیم کا حکم وارد ہے' امام ابونعیم نے حضرت العلاء بن خارجہ المدنی سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اپنے انساب کا علم حاصل کرو جس کی وجہ سے تم اپنے رشتہ داروں سے میل جول رکھو گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب کی معرفت' اُمہات المؤمنین کے اسماء اور اکابر صحابہ کی معرفت ضروری ہے

یہ جاننا فرض ہے کہ سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم محمد بن عبداللہ القریشی الہاشمی ہیں' آپ مکہ میں تھے' پھر آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی' اور جس نے اس میں شک کیا کہ آپ قریشی تھے یا یمانی تھے یا تمیمی تھے یا عجمی تھے' تو وہ کافر ہے اور وہ اپنے دین کو پہچاننے والا نہیں ہے مگر یہ کہ وہ بہت جاہل ہو' تب بھی اس پر اس کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح اُمہات المؤمنین کے اسماء کی معرفت اور مہاجرین اور انصار میں سے اکابر صحابہ کی معرفت اور ان سے محبت رکھنا ضروری ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ایمان کی علامت انصار سے محبت رکھنا ہے اور نفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٩٥۔ ٩٤ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤٩٣ - حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ اَخْبَرَنَا جَرِیْرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ خِیَارُهُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُهُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا وَتَجِدُوْنَ خَیْرَ النَّاسِ فِیْ هٰذَا الشَّاْنِ اَشَدَّهُمْ لَهٗ كَرَاهِیَةً. [اطراف الحدیث: ٣٤٩٦۔ ٣٥٨٨]
(صحیح مسلم: ٢٥٢٦' الرقم المسلسل: ٦٣٤٩' صحیح ابن حبان: ٥٧٥٧' شرح السنۃ: ٣٨٤٤' مسند احمد ج ٢ ص ٥٢٥ طبع قدیم' مسند احمد: ١٠٧٩١۔ ج ١٦ ص ٤٦١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از عمارہ از ابوزرعۃ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' آپ نے فرمایا: تم لوگوں کو معدنیات پاؤ گے' جو (ان میں سے) جاہلیت میں عمدہ تھے وہ اسلام میں عمدہ ہوں گے' جب ان کو دین کی فہم ہو' اور تم خلافت یا امارت میں سب سے عمدہ ان لوگوں کو پاؤ گے جو اس کو سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہوں۔

٣٤٩٤ - وَتَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَیْنِ الَّذِیْ یَاْتِیْ هٰٓؤُلَآءِ بِوَجْهٍ وَّیَاْتِیْ هٰٓؤُلَآءِ بِوَجْهٍ.
[اطراف الحدیث: ٦٠٥٨۔ ٧١٧٩] (صحیح مسلم: ٢٥٢٦' الرقم المسلسل: ٦٣٤٩)

اور تم سب سے زیادہ بُرا اس کو پاؤ گے جس کے دو چہرے ہوں' وہ اِن لوگوں کے ساتھ ایک چہرے سے ملاقات کرے اور اُن لوگوں کے ساتھ دوسرے چہرے سے ملاقات کرے۔

معادن کے ساتھ لوگوں کی وجہ تشبیہ' امارت کو ناپسند کرنے کی وجہ اور دو چہرے والوں کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "معادن" کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں اس کی وضاحت ہے' آپ نے فرمایا: لوگ معدنیات ہیں جیسے سونے اور چاندی کی معدنیات ہوتی ہیں۔لوگوں کو معدنیات کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح معدنیات مختلف جواہر پر مشتمل ہوتی ہیں' ان میں بڑھیا اور گھٹیا ہر قسم کے جواہر ہوتے ہیں' اسی طرح لوگ بھی ہر طرح کے ہوتے ہیں' پس جو شخص زمانۂ جاہلیت میں شریف ہو' اسلام لا کر اس کی شرافت میں اور اضافہ ہوتا ہے اور اگر وہ دین کی فہم حاصل کر لے تو وہ شرافت کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے اور زمانۂ جاہلیت میں ان کے اندر عمدہ لوگ تھے جو بُرے کاموں سے اجتناب کرتے تھے۔

اس حدیث میں فقہ کا ذکر ہے' فقہ کا اصل معنی ہے: فہم' اور عرف میں یہ شرعی اور فرعی اُمور کے علم کے ساتھ خاص ہے۔

نیز اس حدیث میں ذکر ہے: سب سے عمدہ لوگ وہ ہیں جو امارت کو سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہوں' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو معلوم ہے کہ لوگوں کے درمیان عدل کرنا بہت مشکل ہے اور جو عدل نہیں کرتا اس کی آخرت میں نجات مشکل ہو جاتی ہے۔

اور اس حدیث میں دو چہروں والے کی مذمت کی ہے' دو چہرے والا منافق ہوتا ہے' وہ مسلمانوں کے ساتھ اور چہرے کے ساتھ ملتا ہے اور کفار کے ساتھ اور چہرے کے ساتھ ملتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص٩٦۔٩٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤٩٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ النَّاسُ تَبَعٌ لِّقُرَيْشٍ فِيْ هٰذَا الشَّأْنِ مُسْلِمُهُمْ تَبَعٌ لِّمُسْلِمِهِمْ وَكَافِرُهُمْ تَبَعٌ لِّكَافِرِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المغیرہ نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ (اس خلافت کے معاملہ میں) قریش کے تابع ہیں' مسلمان مسلمانوں کے تابع ہیں اور کافر کافروں کے تابع ہیں۔

٣٤٩٦ - وَالنَّاسُ مَعَادِنُ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا تَجِدُوْنَ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ أَشَدَّهُمْ كَرَاهِيَةً لِّهٰذَا الشَّأْنِ حَتّٰى يَقَعَ فِيْهِ.

اور لوگ معدنیات ہیں' جو ان میں جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بہتر ہیں جب وہ دین کی فہم حاصل کر لیں' تم دیکھو گے کہ جو لوگوں میں سب سے بہتر ہیں وہ سب سے زیادہ اس خلافت اور امارت کو ناپسند کرنے والے ہیں' حتیٰ کہ وہ اس میں مبتلاء ہو جائیں۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٣٤٩٤ کو ملاحظہ فرمائیں۔

٠٠٠ - بَابٌ

باب

یہ باب گزشتہ ابواب کے لیے بہ منزلہ فصل ہے۔

٣٤٩٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ (الشوریٰ:٢٣) قَالَ فَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ قُرْبٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِّنْ قُرَيْشٍ إِلَّا وَلَهٗ فِيْهِ قَرَابَةٌ فَنَزَلَتْ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: مجھے عبد الملک نے حدیث بیان کی از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: ماسوا قرابت داروں کی محبت کے۔ (الشوریٰ:٢٣) سعید بن جبیر نے کہا: اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

اِلَّا اَنْ تَصِلُوْا قَرَابَةً بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ.

[طرف الحدیث:۴۸۱۸] (سنن ترمذی:۳۲۵۱)

نے کہا کہ قریش کی ہر شاخ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت موجود تھی' اس لیے آپ پر یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ تم میری اور اپنی قرابت میں ملاپ رکھو۔

قرابت داروں سے محبت کے محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں سے محبت رکھی جائے اور وہ آپ کے اہل بیت ہیں' آلِ ہاشم اور ان کے بعد کے اہل بیت۔

(۲) اس سے مراد قریش سے محبت رکھنا ہے۔

(۳) اس سے مراد سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد ہے' یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

(۴) عکرمہ نے کہا: قریش رشتہ داروں سے ملاپ رکھتے تھے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ سے قطع تعلق کیا' تب آپ نے فرمایا: تم مجھ سے تعلق جوڑو جیسے پہلے تم رشتہ داروں سے تعلق جوڑتے تھے۔

(۵) صوفیاء نے کہا: جو اللہ تعالیٰ کا مقرب ہو' اس سے محبت رکھو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۹۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

٣٤٩٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ هٰهُنَا جَاءَتِ الْفِتَنُ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْجَفَاءُ وَغِلَظُ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَّادِيْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ فِيْ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس از ابی مسعود' وہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچاتے تھے' آپ نے فرمایا: یہاں سے فتنے آئیں گے' مشرق کی طرف سے اور بے وفائی اور سنگ دلی ان لوگوں میں ہے جو اونٹوں اور گایوں کی دُموں کے پاس چلاتے رہتے ہیں' یعنی ربیعہ اور مضر کے لوگوں میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۰۲ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٩٩ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي الْفَدَّادِيْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِيْنَةُ فِيْ اَهْلِ الْغَنَمِ وَالْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَّالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ سُمِّيَتِ الْيَمَنَ لِاَنَّهَا عَنْ يَّمِيْنِ الْكَعْبَةِ وَالشَّامَ عَنْ يَّسَارِ الْكَعْبَةِ وَالْمَشْاَمَةُ الْمَيْسَرَةُ. وَالْيَدُ الْيُسْرَى الشُّوْمٰى وَالْجَانِبُ الْاَيْسَرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فخر اور تکبر' چیخنے اور چلانے والے اونٹوں کو چرانے والوں میں ہے' اور نرمی اور ملائمت بکریاں چرانے والوں میں ہے' اور ایمان یمن میں ہے اور حکمت بھی یمنی ہے۔ ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا کہ یمن کو یمن اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ کعبہ کے دائیں جانب ہے' اور

الْاَشَامُ. شام کو شام اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ کعبہ کے بائیں جانب ہے اور ''مشامہ'' بائیں جانب کو کہتے ہیں اور بائیں ہاتھ کو ''شومٰی'' کہتے ہیں اور بائیں جانب کو ''الاشام'' کہتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۰۱ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حکمت کا ذکر ہے' حکمت کا معنی ہے: اُن امور کا علم جن سے اللہ عزوجل کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور تہذیب نفس کا پتا چلتا ہے اور حق کی تحقیق اور اس پر عمل کرنے کا علم ہوتا ہے اور بُری خواہشوں اور باطل سے اجتناب کا طریقہ معلوم ہوتا ہے' دوسری تعریف یہ ہے کہ ہر وہ بات جو تمہیں نیکی پر اُبھارے اور بُرائی سے روکے' وہ حکمت ہے۔

٢ - بَابُ مَنَاقِبِ قُرَيْشٍ قریش کے مناقب اور فضائل

اس باب میں چند اُمور وضاحت طلب ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجداد میں سے سب سے پہلے قریش کس کا نام تھا؟

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: قریش فہر بن مالک کا نام ہے اور جو اس کی اولاد میں سے نہ ہو' وہ قریش نہیں ہے۔

ابن شہاب سے روایت ہے کہ فہر کی ماں نے جو اس کا نام رکھا تھا وہ قریش تھا' ابن درید نے کہا: قریش کا معنی ہے: ہتھیلی کے برابر چکنا پتھر' اور یہ لفظ مؤنث ہے۔

ابوذر الہروی نے کہا: یہ لفظ مذکر اور مؤنث ہے' ابن ہشام نے کہا: النضر' قریش ہے اور جو ان کی اولاد ہے وہ قریشی ہے اور جو ان کی اولاد سے نہیں ہے وہ قریشی نہیں ہے اور یہ جمہور کا قول ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت الاشعث بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں کندہ کے وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا یہ گمان ہے کہ آپ ہم میں سے ہیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہم بنوالنضر بن کنانہ ہیں' ہم اپنی ماں پر تہمت لگاتے ہیں نہ اپنے باپ پر تہمت لگاتے ہیں' اور حضرت اشعث یہ کہتے تھے کہ میرے پاس جو ایسا شخص لایا گیا جس نے قریش کی نضر بن کنانہ سے نفی کی' میں اس پر حد لگاؤں گا۔ (مسند ابن المبارک: ۱۶۱' مسند الطیالسی: ۱۰۴۹' سنن ابن ماجہ: ۲۶۱۲' الاحاد والمثانی: ۲۴۲۵۔۸۹۷' المعجم الکبیر: ۶۴۵' مسند احمد ج ۵ ص ۲۱۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۸۳۹۔ ج ۳۶ ص ۱۶۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

عبدالملک بن مروان نے کہا کہ قُصَی کو قریش کہا جاتا تھا اور اس سے پہلے کسی کو قریش نہیں کہا گیا۔

پہلے دو قولوں کو متعدد ائمہ علم النسب نے بیان کیا ہے اور صحیح جمہور کا قول ہے اور وہ النضر ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ صحیح فہر ہے۔

قریش کی وجہ تسمیہ اور اس سلسلہ میں اقوال

(۱) ابن ہشام نے کہا: قریش کا لفظ ''تقرش'' سے بنا ہے' اس کا معنی کسب کرنا اور تجارت ہے اور قریش خرید و فروخت کرتے تھے۔

(۲) ابن اسحاق نے کہا: قریش کو قریش اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ متفرق اُمور کے جامع تھے اور جامع کو قریش کہتے ہیں۔

(۳) ابن الکلبی نے کہا کہ نضر کو قریش اس لیے کہا گیا کہ وہ ضرورت مندوں کی حاجات کو پورا کرتے تھے اور ان کے بیٹے حج کے ایام میں حجاج کی ضروریات کو معلوم کر کے ان کو پورا کرتے تھے' اور قریش کا معنی قطع کرنا ہے اور وہ حاجات کو قطع کرتے تھے۔

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لفظ قریش' قرش کی تصغیر ہے اور قرش نام کا سمندر میں ایک جانور ہے' جو ہر چھوٹے بڑے جانور کو کھا جاتا ہے۔

(۵) نضر بن کنانہ اپنی قوم کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: یہ جمل قریش ہے یعنی شدید اونٹ ہے۔

قریش کے متعلق احادیث

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قریش کی اہانت کا ارادہ کیا' اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دے گا۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے کنانہ کو حضرت اسماعیل کی اولاد سے پسند کرلیا اور قریش کو کنانہ سے پسند کرلیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو پسند کرلیا اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو پسند فرمالیا۔ (صحیح مسلم:٦٢٧٦ ' سنن ترمذی:٣٦٠٥-٣٦٠٦) (عمدۃ القاری ج١٦ ص١٠٢-١٠٠ ملخصاً ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٥٠٠ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ يُّحَدِّثُ اَنَّهُ بَلَغَ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ عِنْدَهُ فِيْ وَفْدٍ مِّنْ قُرَيْشٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يُحَدِّثُ اَنَّهُ سَيَكُوْنُ مَلِكٌ مِّنْ قَحْطَانَ فَغَضِبَ مُعَاوِيَةُ فَقَامَ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهُ بَلَغَنِيْ اَنَّ رِجَالًا مِّنْكُمْ يَتَحَدَّثُوْنَ اَحَادِيْثَ لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا تُؤْثَرُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُولٰٓئِكَ جُهَّالُكُمْ فَاِيَّاكُمْ وَالْاَمَانِيَّ الَّتِيْ تُضِلُّ اَهْلَهَا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ فِيْ قُرَيْشٍ لَّا يُعَادِيْهِمْ اَحَدٌ اِلَّا كَبَّهُ اللّٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ مَا اَقَامُوا الدِّيْنَ. [طرف الحدیث:٧١٣٩] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا کہ محمد بن جبیر بن مطعم حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک خبر پہنچی اور وہ اس وقت قریش کے وفد میں تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ عنقریب (قربِ قیامت میں) بنو قحطان سے ایک حکمران اُٹھے گا' یہ سن کر حضرت معاویہ غضب ناک ہوئے' پس کھڑے ہو کر خطبہ دیا' پھر اللہ کی شان کے مطابق اس کی حمد کی' پھر اس کے بعد فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم میں سے بعض لوگ ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جو نہ کتاب اللہ میں ہیں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں' یہی لوگ تم میں جاہل ہیں' تم ان سے اور ان کے خیالات سے بچتے رہو جنہوں نے ان کو گمراہ کر دیا ہے' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ خلافت قریش میں رہے گی اور جو شخص ان سے دشمنی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سر کے بل گرا دے گا' جب تک کہ قریش دین کو قائم رکھیں گے۔

بنو قحطان کی حکمرانی پر حضرت معاویہ کا اعتراض اور حافظ ابن حجر اور علامہ ابن التین کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت کا انکار کیا ہے لیکن اس انکار پر یہ اعتراض ہے کہ ان کی حدیث میں یہ قید ہے کہ قریش میں اس وقت تک خلافت رہے گی جب تک وہ دین پر قائم رہیں گے اور ہوسکتا ہے کہ قربِ قیامت میں وہ دین پر قائم نہ رہیں اور ان سے خلافت جاتی رہے اور بنو قحطان میں سے کوئی شخص اس وقت ان سے خلافت کو چھین لے۔ علامہ ابن التین نے حضرت معاویہ کے انکار پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت کو اس پر محمول کیا ہے کہ بنو قحطان تمام بلادِ اسلامیہ پر قابض ہو کر اپنی خلافت کو قائم کرلیں گے اور ہوسکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی مراد یہ ہو کہ وہ کسی ایک

صوبہ یا کسی ایک شہر میں خروج کر کے اپنی حکومت قائم کر لیں گے اور ان کی مراد خلافت کو قائم کرنا نہ ہو' حافظ ابن حجر نے علامہ ابن التین پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ توجیہ بعید ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی ظاہر حدیث کا یہ محمل نہیں ہے بلکہ اس کا محمل خلافت ہی ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ٦٥٨' دار المعرفۃ بیروت' ١٤٢٦ھ)

تیس سال خلافت رہنے پر بارہ خلفاء کی حدیث سے معارضہ اور اس کا جواب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی متوفی ٧٨٦ھ نے کہا ہے کہ اس کا کیا جواب ہوگا کہ ہمارے زمانہ میں قریش کی حکومت نہیں ہے؟ پھر اس کا جواب یہ دیا ہے کہ عرب کے ممالک میں قریش کی حکومت ہے' اسی طرح مصر میں خلیفہ ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ مصر میں صرف نام کا خلیفہ ہے اور یہ کس نے کہا ہے کہ عرب کے ممالک میں خلیفہ ہے اور اگر ان کے قول کو صحیح مان لیا جائے تو اس سے خلیفہ کا تعدد لازم آئے گا' حالانکہ ایک سے زیادہ کا خلیفہ ہونا جائز نہیں ہے' کیونکہ شارع علیہ السلام نے امام کی بیعت کرنے اور اس کی بیعت پوری کرنے کا حکم دیا ہے' پھر جو اس امام سے خلافت میں جھگڑا کرے' اس کی گردن مارنے کا حکم دیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خلافت تیس سال تک رہے گی پھر اس کے بعد مِلک ہو جائے گا' حضرت سفینہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال تک رہی' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال تک رہی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال تک رہی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چھ سال تک رہی۔

(سنن ابوداؤد: ٤٦٤٧' الاحاد والمثانی: ١١٣' مسند البزار: ٣٨٢٨' شرح مشکل الآثار: ٣٣٤٩' صحیح ابن حبان: ٦٩٤٣' شرح السنۃ: ٣٨٦٥' السنن الکبریٰ: ٨١٥٥' المعجم الکبیر: ٦١٣٦' الکامل لابن عدی ج ٣ ص ١٢٣٥' المستدرک ج ٣ ص ١٤٥' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٣ ص ١٤٥' مسند احمد ج ٥ ص ٢٢٠ طبع قدیم' مسند احمد: ٢١٩١٩۔ ج ٣٦ ص ٢٤٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ الارنؤوط نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ساڑھے پانچ سو سال تھی اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی خلافت چھ ماہ رہی اور اس طرح خلافت علیٰ منہاج النبوت کی مدت تیس سال پوری ہوگئی۔ حضرت سفینہ کی اس حدیث پر درج ذیل حدیث سے اعتراض ہوتا ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں کا معاملہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک ان کی ولایت بارہ مردوں میں رہے گی' پھر آپ نے چپکے سے فرمایا: وہ سب قریش سے ہوں گے۔

(صحیح البخاری: ٧٢٢٢' صحیح مسلم: ١٨٢١' الرقم المسلسل: ٤٥٩٩)

اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے' پہلی حدیث کا محمل یہ ہے کہ تسلسل کے ساتھ خلافت تیس سال تک رہے گی اور دوسری حدیث کا محمل یہ ہے کہ بارہ مردوں میں خلافت علیٰ منہاج النبوت رہے گی خواہ وہ بارہ مرد پے در پے ہوں یا متفرق ہوں' حضرت علی کے بعد حضرت حسن خلیفہ ہوئے' چھٹے خلیفہ حضرت معاویہ' ساتویں عمر بن عبدالعزیز' آٹھویں المہتدی بامر اللہ العباسی' نویں امام مہدی' پھر ان کے بعد تین اور خلفاء ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٠٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٥٠١- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث

قَالَ سَمِعْتُ أَبِي عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ هٰذَا الْأَمْرُ فِي قُرَيْشٍ مَّا بَقِيَ مِنْهُمُ اثْنَانِ.

[طرف الحدیث: ٧١٤٠] (صحیح مسلم: ١٨٢٠ الرقم المسلسل: ٤٥٩٧)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ خلافت ہمیشہ قریش میں رہے گی جب تک ان میں سے دو مرد بھی باقی ہوں گے۔

اب تک خلافت قریش میں رہی ہے ہر چند کہ بعض زمانوں میں دوسرے لوگ غلبہ سے اقتدار پر قابض رہے ہیں لیکن وہ بھی اس کے معترف تھے کہ خلافت قریش ہی کا حق ہے۔

٣٥٠٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ مَشَيْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ وَتَرَكْتَنَا وَإِنَّمَا نَحْنُ وَهُمْ مِنْكَ بِمَنْزِلَةٍ وَّاحِدَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا بَنُوْ هَاشِمٍ وَّبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَّاحِدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابن المسیب از حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (آپ کے پاس) گئے پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے بنوعبدالمطلب کو عطاء فرمایا ہے اور ہم کو ترک کر دیا ہے حالانکہ ہم اور وہ آپ سے درجہ واحدہ میں ہیں تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنوہاشم اور بنوعبدالمطلب صرف ایک چیز ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٣١٤٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٠٣ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ مُحَمَّدٌ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ ذَهَبَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ مَعَ أُنَاسٍ مِّنْ بَنِي زُهْرَةَ إِلٰى عَائِشَةَ وَكَانَتْ أَرَقَّ شَيْءٍ عَلَيْهِمْ لِقَرَابَتِهِمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ٣٥٠٥-٦٠٧٣] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اور لیث نے کہا: مجھے ابوالاسود محمد نے حدیث بیان کی از عروۃ بن الزبیر وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بنی زہرہ کے لوگوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور وہ بنوزہرہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت کی وجہ سے بہت زیادہ نرم دل تھیں۔

ام المؤمنین کے بنوزہرہ کے ساتھ نرم دل ہونے کی دو وجہیں اور بنوزہرہ کا تعارف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا دو وجہوں سے بنوزہرہ کے لیے بہت نرم دل تھیں:

ایک وجہ یہ تھی کہ بنوزہرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے قرابت دار تھے کیونکہ آپ کی والدہ حضرت آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ تھیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ بنوزہرہ قصی بن کلاب بن مرۃ کے بھائی تھے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد کے والد تھے۔

زہرۃ ایک مرد کا نام ہے اور زہرۃ کا نام المغیرہ ہے ابن قتیبہ نے کہا کہ مغیرہ باپ کا نام ہے اور زہرہ ان کی بیوی کا نام ہے اور ان کی اولاد ان کی ماں کی طرف منسوب ہو گئی پھر یہ نام غالب ہو گیا حتیٰ کہ یہ گمان کیا گیا کہ زہرہ باپ کا نام ہے پس کہا گیا: زہرۃ بن

کلاب۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۵۸ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٣٥٠٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدٍ (ح) قَالَ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ حَدَّثَنِىْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ هُرْمُزَ الْاَعْرَجُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشٌ وَّالْاَنْصَارُ وَجُهَيْنَةُ وَمُزَيْنَةُ وَاَسْلَمُ وَاَشْجَعُ وَغِفَارُ مَوَالِىَّ لَيْسَ لَهُمْ مَوْلًى دُوْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

[طرف الحدیث: ۳۵۱۲] (صحیح مسلم: ۲۵۲۰ 'الرقم المسلسل: ۶۳۳۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سعد (ح) یعقوب بن ابراہیم نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از والد خود انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن ھرمز الاعرج نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قریش اور انصار اور جہینہ اور مزینہ اور اسلم اور اشجع اور غفار (یہ سب) میرے مددگار ہیں اور اللہ اور رسول کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں۔

اس حدیث میں ''موالی'' کا لفظ ہے''موالی''،''مولی'' کی جمع ہے''مولی'' کے متعدد معانی ہیں لیکن یہاں پر مقام کے مناسب اس کا معنی ناصر اور محب ہے اور ولی اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی قوم کی ضروریات کا کفیل ہو اور ان کے معاملات کا متولی ہو۔

٣٥٠٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبُوالْاَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ اَحَبَّ الْبَشَرِ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بَعْدَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِىْ بَكْرٍ وَّكَانَ اَبَرَّ النَّاسِ بِهَا وَكَانَتْ لَاتُمْسِكُ شَيْئًا مِّمَّا جَآءَهَا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ تَصَدَّقَتْ فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَنْبَغِىْ اَنْ يُّؤْخَذَ عَلٰى يَدَيْهَا فَقَالَتْ اَيُؤْخَذُ عَلٰى يَدَىَّ عَلَىَّ نَذْرٌ اِنْ كَلَّمْتُهٗ. فَاسْتَشْفَعَ اِلَيْهَا بِرِجَالٍ مِّنْ قُرَيْشٍ وَّبِاَخْوَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً فَامْتَنَعَتْ فَقَالَ لَهُ الزُّهْرِيُّوْنَ اَخْوَالُ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ وَالْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ اِذَا سْتَاْذَنَّا فَاقْتَحِمِ الْحِجَابَ. فَفَعَلَ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا بِعَشْرِ رِقَابٍ فَاَعْتَقَتْهُمْ ثُمَّ لَمْ تَزَلْ تُعْتِقُهُمْ حَتّٰى بَلَغَتْ اَرْبَعِيْنَ فَقَالَتْ وَدِدْتُّ اَنِّىْ جَعَلْتُ حِيْنَ حَلَفْتُ عَمَلًا اَعْمَلُهٗ فَاَفْرُغُ مِنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوالاسود نے حدیث بیان کی از عروہ بن الزبیر' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک حضرت عبداللہ بن الزبیر تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھے اور وہ تمام لوگوں سے زیادہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نیکی کرتے تھے' اور حضرت عائشہ کے پاس اللہ کے رزق سے جو کچھ بھی آتا وہ اس کو محفوظ نہیں کرتی تھیں بلکہ صدقہ کر دیتی تھیں' پس حضرت ابن الزبیر نے کہا کہ (ہمیں) چاہیے کہ ان کے ہاتھوں کو پکڑ لیا جائے' حضرت عائشہ نے فرمایا: کیا میرے ہاتھوں کو پکڑا جائے گا! اگر میں اس سے بات کروں تو مجھ پر نذر ہے' پھر قریش کے مردوں نے اور خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموؤں نے (حضرت ابن الزبیر کی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سفارش کی تو آپ نے انکار کر دیا' پس الزہریون نے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموں تھے' جن میں عبدالرحمان بن اسود بن عبد یغوث اور حضرت مسور بن مخرمہ بھی تھے' انہوں نے حضرت ابن الزبیر سے کہا: جب ہم ان کی اجازت سے ان کے پاس جائیں تو تم بھی حجاب میں داخل ہو جانا' سو انہوں نے ایسا ہی کیا' (جب حضرت عائشہ راضی

ہوگئیں تو) انہوں نے حضرت عائشہ کے پاس دس غلام (کفارۂ قسم ادا کرنے کے لیے) بھیجے' پس حضرت عائشہ نے ان کو آزاد کر دیا' پھر حضرت عائشہ مسلسل غلام آزاد کرتی رہیں' حتیٰ کہ چالیس غلام آزاد کر دیئے' اور حضرت عائشہ نے کہا: جس وقت میں نے قسم کھائی تھی تو میں نذر کو معین کر دیتی' حتیٰ کہ میں (چند غلام آزاد کر کے) نذر سے بَری ہو جاتی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۵۰۳ بھی دیکھئے۔

حدیث مذکور کی وضاحت

یہ حدیث صحیح البخاری: ۳۵۰۳ کے ساتھ متصل ہے' اس میں مذکور تھا کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بنی زہرہ کے لوگوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور حضرت عائشہ بنی زہرہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے بہت زیادہ نرم دل تھیں۔ اس حدیث کی وضاحت اس طرح ہے کہ:

حضرت عبداللہ بن الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے' حضرت اسماء بنت ابی بکر کی ماں کا نام قیلہ بنت عبدالعزیٰ تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ماں کا نام اُم رومان تھا' اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ کی باپ شریک بہن تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' حضرت عبداللہ بن الزبیر سے بہت زیادہ محبت کرتی تھیں' حضرت ابن الزبیر نے کہا: حضرت عائشہ بہت صدقہ کرتی ہیں' وہ اس سے رک جائیں ورنہ میں ان پر پابندی لگادوں گا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: اچھا! اس نے یہ کہا ہے' پھر انہوں نے قسم کھائی کہ اگر اب میں نے اس سے بات کی تو مجھ پر صدقہ کرنے کی نذر ہے' پھر جب حضرت ابن الزبیر کو پتا چلا کہ حضرت عائشہ ان پر غضب ناک ہوگئی ہیں تو انہوں نے ان کو راضی کرنے کے لیے بنی زہرہ سے سفارش کرائی' بنی زہرہ نے کہا: جب ہم اجازت لے کر ان کے پاس جائیں تو آپ بھی اپنے آپ کو حجاب کے اندر گرادینا' حضرت ابن الزبیر نے اس طرح کیا' پھر جب حضرت عائشہ ان سے راضی ہوگئیں اور ان سے بات کر لی تو حضرت ابن الزبیر نے ان کی قسم کے کفارہ کے لیے دس غلام بھیجے جن کو حضرت عائشہ نے آزاد کر دیا اور چونکہ انہوں نے یہ قسم کھائی تھی کہ اگر میں ان سے بات کروں تو مجھ پر صدقہ کرنا لازم ہے اور صدقہ کو معین نہیں کیا تھا' اس لیے وہ مسلسل صدقہ کرتی رہیں حتیٰ کہ انہوں نے چالیس غلام آزاد کر دیئے' پھر انہوں نے کہا: کاش! میں نذر معین کر دیتی کہ اگر میں نے ابن الزبیر سے بات کی تو مجھ پر اتنے غلاموں کے آزاد کرنے کا صدقہ ہے تو پھر میں اتنے غلاموں کو آزاد کر کے اس نذر سے فارغ ہو جاتی' یا میں کسی اور عبادت کو معین کر کے نذر مانتی' مثلاً مجھ پر ایک ماہ کے روزے ہیں یا ایک سو نوافل ہیں' تو میں وہ عبادت کر کے اس نذر سے بَری ہو جاتی' اور چونکہ انہوں نے نذر میں عبادت کو معین نہیں کیا تھا' اس لیے وہ ایک دو غلام آزاد کر کے مطمئن نہیں ہوئیں۔

نذر مبہم میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مبہم نذر مانی تھی اور فرمایا تھا: اگر میں اس سے بات کروں تو مجھ پر نذر ہے اور مبہم نذر میں فقہاء کے حسب ذیل مسالک ہیں:

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ ایسی نذر منعقد ہو جائے گی اور اس پر قسم کا کفارہ لازم ہے۔
امام شافعی نے ایک مرتبہ یہ کہا کہ اس پر نذر کی اتنی مقدار فرض ہے جس پر کم سے کم نذر کا اطلاق ہو سکے اور دوسری بار یہ کہا کہ یہ قسم منعقد نہیں ہوگی۔
اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:
حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نذر کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔
(صحیح مسلم: ١٦٤٥ سنن ابوداؤد: ٣٣٢٣ سنن ترمذی: ١٥٢٨)
ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو اگر ان تک یہ حدیث پہنچ جاتی تو وہ قسم کا کفارہ دے دیتیں اور اس طرح نہ فرماتیں کہ جس وقت میں نے قسم کھائی تھی اس وقت میں نذر کو معین کر دیتی حتیٰ کہ میں نذر سے بری ہو جاتی اور آپ چالیس غلام آزاد نہ کرتیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٠٨۔١٠٧ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٣ - بَابٌ نُزِلَ الْقُرْاٰنُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ — قرآن مجید کا قریش کی زبان پر نازل ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید قریش کی لغت پر نازل ہوا ہے:

٣٥٠٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ عُثْمَانَ دَعَا زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَّعَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ وَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَسَخُوْهَا فِى الْمَصَاحِفِ. وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّيْنَ الثَّلَاثَةِ اِذَا اخْتَلَفْتُمْ اَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِىْ شَىْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ فَاكْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَاِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوْا ذٰلِكَ. [اطراف الحدیث: ٤٩٨٤۔٤٩٨٧] (سنن ترمذی: ٣١٠٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت حضرت عبداللہ بن الزبیر حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو بلایا تو انہوں نے قرآن مجید کو مصاحف میں لکھا اور حضرت عثمان نے تین قریشیوں کی جماعت سے فرمایا: جب تم میں اور زید بن ثابت میں قرآن مجید کے کسی لفظ کو لکھنے میں اختلاف ہو تو اس کو قریش کی زبان (لغت) پر لکھنا کیونکہ قرآن مجید صرف ان کی زبان پر نازل ہوا ہے سو انہوں نے اسی طرح کیا۔

صحابہ کرام کا قرآن مجید کو لغت قریش پر لکھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں مذکور ہے: جب تمہارا اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہو۔ علامہ داؤدی نے کہا: یعنی جب تمہارا اور ان کا کسی لفظ کے ہجے میں اختلاف ہو اور ابوالحسن نے کہا: اس سے مراد ہے: جب تمہارا اور ان کا اعراب میں اختلاف ہو اس کی مثال یہ ہے کہ: اہل حجاز کی لغت میں ہے: ''مَا هٰذَا بَشَرًا'' (یوسف: ٣١) اور تمیم کی لغت میں ہے: ''مَا هٰنَا بَشَرٌ''۔
قریش کی لغت میں لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:
وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ. (ابراہیم: ٤) — اور ہم نے ہر رسول کو اس کے قبیلہ کی زبان میں بھیجا۔
کیونکہ قرآن مجید قریش کی زبان پر نازل ہوا ہے اور جب ان کا ''التابوت'' میں اختلاف ہوا تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

نے کہا: یہ لفظ ''التابوہ'' ہے اور دوسرے تین صحابہ نے کہا کہ یہ لفظ ''التابوت'' ہے' تو حضرت عثمان رضی اللہ نے کہا کہ وہ اس کو قریش کی زبان پر ''التابوت'' لکھیں تو انہوں نے حضرت عثمان کے حکم کے مطابق اس کو ''التابوت'' لکھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٠٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤ - بَابُ نِسْبَةِ الْيَمَنِ اِلٰى اِسْمَاعِيْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یمن کی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف نسبت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یمن کی حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی طرف نسبت ہے۔

اور ربیعہ اور مضر کی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف نسبت ہے اور یمن کی نسبت قحطان کی طرف ہے۔

مِنْهُمْ اَسْلَمُ بْنُ اَفْصٰى بْنِ حَارِثَةَ بْنِ عَمْرِ وبْنِ عَامِرٍ مِّنْ خُزَاعَةَ.

اہل یمن میں سے اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر قبیلہ خزاعہ میں سے ہیں۔

یہ اسلم بن افصیٰ ہیں اور افصیٰ خزاعۃ ہیں۔

٣٥٠٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ اَبِىْ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَوْمٍ مِّنْ اَسْلَمَ يَتَنَاضَلُوْنَ بِالسُّوْقِ فَقَالَ اِرْمُوْا بَنِىْ اِسْمَاعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا وَّاَنَا مَعَ بَنِىْ فُلَانٍ لِّاَحَدِ الْفَرِيْقَيْنِ فَاَمْسَكُوْا بِاَيْدِيْهِمْ فَقَالَ مَالَهُمْ قَالُوْا وَكَيْفَ نَرْمِىْ وَاَنْتَ مَعَ بَنِىْ فُلَانٍ قَالَ اِرْمُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سلمہ رضی اللہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلم قبیلہ کی طرف نکلے' وہ بازار میں تیراندازی کر رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے بنو اسماعیل! تیراندازی کرو! کیونکہ تمہارے والد بھی تیرانداز تھے اور میں دو فریقوں میں سے ایک بنو فلاں کے ساتھ ہوں' تو انہوں نے اپنے ہاتھ روک لیے' آپ نے پوچھا: ان کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: ہم کیسے تیراندازی کریں حالانکہ آپ بنو فلاں کے ساتھ ہیں' آپ نے فرمایا: تم تیراندازی کرو اور میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٨٩ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ تصریح ہے کہ قبیلہ اسلم حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہے۔

٥ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم نہیں کیا اور یہ باب بہ منزلہ فصل ہے۔

٣٥٠٨ - حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِىْ يَحْيَى بْنُ يَعْمَرَ اَنَّ اَبَا الْاَسْوَدِ الدِّيْلِىَّ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ رَضِىَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از الحسین از عبداللہ بن بریدہ' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن یعمر نے حدیث

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیْسَ مِنْ رَّجُلٍ ادَّعٰی لِغَیْرِ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُهٗ اِلَّا کَفَرَ وَمَنِ ادَّعٰی قَوْمًا لَّیْسَ لَهٗ فِیْهِمْ نَسَبٌ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ. [طرف الحدیث:٦٠٤٥] (صحیح مسلم:٦١ الرقم المسلسل:١٢١ سنن ابن ماجہ:٢٣١٩ شرح مشکل الآثار:٨٠٢ الادب المفرد:٤٣٣۔ ٤٣٢ شرح السنۃ:٣٥٥٢ مسند احمد ج٥ص١٦٦ طبع قدیم مسند احمد:٢١٤٦٥۔ ج٣٥ص٣٦٩ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

بیان کی کہ ابوالاسود دیلی نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت ابوذر رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے بھی علم کے باوجود اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا وہ کافر ہو گیا اور جس شخص نے بھی اپنے آپ کو اس قوم کی طرف منسوب کیا جس سے وہ نہیں ہے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

غیر باپ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے تکفیر کے محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جس شخص نے علم کے باوجود اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا وہ کافر ہو گیا۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرنا گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں کفر سے مراد کفرانِ نعمت ہے یا یہ حدیث زجر و توبیخ پر محمول ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے ایسا کام کیا جو کافروں کے کام کے مشابہ ہے یا یہ اس شخص پر محمول ہے جس کو یہ علم تھا کہ یہ کام حرام ہے اور اس نے حرام کو حلال سمجھ کر یہ کام کیا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو اس قوم کی طرف منسوب کیا جس سے وہ نہیں ہے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ وہ شخص اس سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ کبھی اس کو یہ سزا دی جاتی ہے اور کبھی اس کو معاف کر دیا جاتا ہے اور کبھی وہ شخص اس گناہ پر توبہ کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی یہ سزا معاف فرما دیتا ہے تاہم امام احمد بن حنبل امام حمیدی علامہ الصیرفی اور علامہ سمعانی نے کہا ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا ہے اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زجر و توبیخ کی وجہ سے تغلیظ کے لیے گناہوں پر کفر کا اطلاق جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج٦ ص١١١ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٣٥٠٩- حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَیَّاشٍ حَدَّثَنَا حَرِیْزٌ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰهِ النَّصْرِیُّ قَالَ سَمِعْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْاَسْقَعِ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْفِرٰی اَنْ یَّدَّعِیَ الرَّجُلُ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ اَوْ یُرِیَ عَیْنَهٗ مَالَمْ تَرَ اَوْ یَقُوْلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَالَمْ یَقُلْ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عیاش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حریز نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبدالواحد بن عبیداللہ النصری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑی جھوٹی باتوں میں سے یہ بات ہے کہ کوئی شخص (اپنے آپ کو) اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرے یا جو چیز اس نے خواب میں نہیں دیکھی اس کو دیکھنے کا دعویٰ کرے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وہ

بات کہے جو آپ نے نہیں فرمائی۔

جھوٹا خواب بیان کرنے والے کو سب سے بڑا جھوٹا قرار دینے کی توجیہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جھوٹا خواب بیان کرنا بیداری میں جھوٹ بولنے کی مثل ہے' پھر اس کی زیادہ سزا کیوں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خواب نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہے اور نبوت صرف وحی سے حاصل ہوتی ہے تو جو شخص جھوٹا خواب بیان کر رہا ہے' وہ گویا اللہ پر جھوٹ باندھ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو نبوت کا ایک جز عطاء کیا ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو وہ جز عطاء نہیں کیا اور جو اللہ پر جھوٹ باندھنے والا ہو تو اس کا جھوٹ دوسری جھوٹی باتوں کی بہ نسبت زیادہ بڑا جھوٹ ہے۔

رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنا تو وہ شریعت پر افتراء ہے اور شریعت بھی اللہ تعالیٰ کی وحی سے حاصل ہوتی ہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۶۳' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۵۱۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یَقُوْلُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَیْسِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا مِنْ هٰذَا الْحَیِّ مِنْ رَّبِیْعَةَ قَدْ حَالَتْ بَیْنَنَا وَبَیْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ فَلَسْنَا نَخْلُصُ اِلَیْكَ اِلَّا فِیْ كُلِّ شَهْرٍ حَرَامٍ فَلَوْ اَمَرْتَنَا بِاَمْرٍ نَاْخُذُهٗ عَنْكَ وَنُبَلِّغُهٗ مَنْ وَّرَآئَنَا قَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ وَاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ: اَلْاِیْمَانِ بِاللّٰهِ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَاَنْ تُؤَدُّوْا اِلَی اللّٰهِ خُمُسَ مَاغَنِمْتُمْ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِیْرِ وَالْمُزَفَّتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد کے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عبدالقیس کے وفد نے آ کر کہا: یارسول اللہ! ہم اس قبیلہ ربیعہ سے ہیں' ہمارے اور آپ کے درمیان کفارِ مضر حائل ہیں' پس ہم آپ کے پاس حرمت والے مہینوں کے سوا نہیں آ سکتے تو اگر آپ ہمیں کسی ایسی چیز کا حکم دیں جس کو ہم آپ سے حاصل کر کے ان لوگوں کو پہنچا دیں جو ہمارے پیچھے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں: اللہ پر ایمان لانا' یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور یہ کہ تم مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف ادا کرو اور میں تم کو خشک کھوکھلے کدو' سبز رنگ کے گھڑوں' کھوکھلی لکڑی اور تارکول ملے ہوئے برتنوں کے استعمال سے منع کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۳۵۱۱ - حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَهُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ اَلَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا یُشِیْرُ اِلَی الْمَشْرِقِ مِنْ حَیْثُ یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' از الزہری از سالم بن عبداللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: سنو! فتنہ یہاں ہوگا آپ مشرق کی طرف اشارہ کر رہے تھے جہاں سے

شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۱۰۴ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ ذِكْرِ اَسْلَمَ وَغِفَارَ وَمُزَيْنَةَ وَجُهَيْنَةَ وَاَشْجَعَ

اسلم غفار مزینہ جہینہ اور اشجع کا ذکر

اس باب میں عنوان میں ذکر کیے ہوئے قبائل کا بیان کیا گیا ہے۔

٣٥١٢ - حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشٌ وَّالْاَنْصَارُ وَجُهَيْنَةُ وَمُزَيْنَةُ وَاَسْلَمُ وَغِفَارُ وَّاَشْجَعُ مَوَالِيَّ لَيْسَ لَهُمْ مَّوْلًى دُوْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از عبدالرحمان بن ہرمز از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قریش اور انصار اور جہینہ اور مزینہ اور اسلم اور غفار اور اشجع میرے مددگار ہیں اللہ اور رسول کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۵۰۴ میں گزر چکی ہے۔

٣٥١٣ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ صَالِحٍ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى الْمِنْبَرِ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ. (صحیح مسلم: ۲۵۱۸، الرقم المسلسل: ۶۳۳۰، سنن ترمذی: ۳۹۶۷، صحیح ابن حبان: ۷۲۸۹، شرح السنۃ: ۳۸۵۱، ابوداؤد الطیالسی: ۱۹۱۵، تاریخ بغداد ج ۶ ص ۱۹۷، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۷۰۲، ج ۸ ص ۳۲۶، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن غریر الزہری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از والد خود از صالح، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں نافع نے حدیث بیان کی کہ ان کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر دعا کی کہ غِفار کی اللہ مغفرت فرمائے! اور اسلم کو اللہ سلامت رکھے! اور عُصَیّہ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

غفار اور اسلم کے لیے دعا کرنے اور عُصَیّہ کے لیے دعا نہ کرنے کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو قبیلوں کے لیے دعا کی ہے کیونکہ یہ دونوں بغیر جنگ کے اسلام میں داخل ہوئے، قبیلہ غفار پر پہلے حُجاج کی چوری کی تہمت تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ ان کا یہ داغ دھل جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ ان کے پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں اس لیے ان کی مغفرت کی دعا کی۔ آپ نے عُصَیّہ کے متعلق فرمایا: انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے، کیونکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھیجے ہوئے ستر (۷۰) قاریوں کو شہید کر دیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نماز میں قنوتِ نازلہ پڑھتے رہے اور رِعل اور ذکوان پر لعنت کرتے رہے اور آپ فرماتے تھے: عُصَیّہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٣٥١٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان

عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَغِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا.

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب الثقفی نے خبر دی از ایوب از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے دعا کی: اسلم کو اللہ سلامت رکھے! اور غفار کی اللہ مغفرت فرمائے!

(صحیح مسلم: ۲۵۱۵' الرقم المسلسل: ۶۳۲۷)

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث کا مطالعہ کریں۔

٣٥١٥ - **حَدَّثَنَا** قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وحَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتُمْ اِنْ كَانَ جُهَيْنَةُ وَمُزَيْنَةُ وَاَسْلَمُ وَغِفَارُ خَيْرًا مِّنْ بَنِىْ تَمِيْمٍ وَّبَنِىْ اَسَدٍ وَّمِنْ بَنِىْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ غَطَفَانَ وَمِنْ بَنِىْ عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ فَقَالَ رَجُلٌ خَابُوْا وَخَسِرُوْا فَقَالَ هُمْ خَيْرٌ مِّنْ بَنِىْ تَمِيْمٍ وَّمِنْ بَنِىْ اَسَدٍ وَّمِنْ بَنِىْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ غَطَفَانَ وَمِنْ بَنِىْ عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی اور مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی از سفیان از عبدالملک بن عمیر از عبدالرحمان بن ابی بکرہ از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ بتاؤ کہ اگر جہینہ اور مزینہ اور اسلم اور غفار' بنوتمیم اور بنو اسد اور بنی عبداللہ بن غطفان سے بہتر ہوں اور بنی عامر بن صعصعہ سے بہتر ہوں! (تو ایک مرد نے کہا: وہ بہتر ہیں)۔ تو ایک مرد نے کہا: وہ ناکام ہو گئے اور نقصان زدہ ہو گئے' پس آپ نے فرمایا: وہ تمیم' بنو اسد' بنوعبداللہ بن غطفان اور بنو عامر بن صعصعہ سے بہتر ہیں۔

[اطراف الحدیث: ۳۵۱۶-۳۵۹۶-۶۶۳۵] (صحیح مسلم: ۲۵۲۲' الرقم المسلسل: ۶۳۳۹' سنن دارمی: ۳۵۲۳' مسند احمد ج ۵ ص ۵۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۵۱۰- ج ۳۴ ص ۱۴۵-۱۴۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس کے بعد والی حدیث: ۳۵۱۶ میں اس کی تفصیل آ رہی ہے۔

٣٥١٦ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اَبِىْ يَعْقُوْبَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِىْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا تَابَعَكَ سُرَّاقُ الْحَجِيْجِ مِنْ اَسْلَمَ وَغِفَارَ وَمُزَيْنَةَ وَاَحْسِبُهُ وَجُهَيْنَةَ ابْنُ اَبِىْ يَعْقُوْبَ شَكَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ اَسْلَمُ وَغِفَارُ وَمُزَيْنَةُ وَاَحْسِبُهُ وَجُهَيْنَةُ خَيْرًا مِّنْ بَنِىْ تَمِيْمٍ وَّبَنِىْ عَامِرٍ وَّاَسَدٍ وَغَطَفَانَ خَابُوْا وَخَسِرُوْا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنَّهُمْ لَاَخْيَرُ مِنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن ابی یعقوب' انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمان بن ابی بکرہ سے سنا از والد خود کہ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپ سے صرف ان لوگوں نے بیعت کی ہے جو حُجاج کا سامان چرایا کرتے تھے یعنی (قبیلہ) اسلم اور غفار اور مزینہ کے لوگ۔ راوی نے کہا: میرا گمان ہے کہ عبدالرحمان نے جہینہ کا بھی ذکر کیا' یہ ابن یعقوب کا شک ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اسلم' غفار اور مزینہ' اور میرا گمان ہے کہ آپ نے جہینہ کا بھی ذکر فرمایا' (یہ بتاؤ کہ یہ چاروں قبیلے) بنوتمیم' بنوعامر اور اسد اور غطفان سے بہتر نہیں ہیں!

(یہ قبائل) کیا ناکام اور نقصان زدہ نہیں ہوئے! اقرع نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! یہ ان سے بہتر ہیں۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اوّل الذکر قبائل ثانی الذکر قبائل سے بہتر ہیں۔

٣٥١٦م - **حَدَّثَنَا** سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ اَسْلَمُ وَغِفَارُ وَّشَیْءٌ مِّنْ مُزَيْنَةَ وَجُهَيْنَةَ اَوْ قَالَ شَیْءٌ مِّنْ جُهَيْنَةَ اَوْ مُزَيْنَةَ خَيْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ اَوْ قَالَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ اَسَدٍ وَّتَمِيْمٍ وَّهَوَازِنَ وَغَطَفَانَ.

(صحیح مسلم:٢٥٢١، الرقم المسلسل:٦٣٣٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، از حماد از ایوب از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: اسلم اور غفار اور کچھ مزینہ اور جہینہ یا فرمایا: کچھ جہینہ سے یا مزینہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہیں، یا فرمایا: قیامت کے دن اسد اور تمیم سے اور ھوازن اور غطفان سے (بہتر ہوں گے)۔

یہ حدیث بھی احادیث سابقہ کی مثل ہے۔

٧ - بَابُ ذِكْرِ قَحْطَانَ قحطان کا ذکر

اس باب میں صرف قحطان کا ذکر کیا گیا ہے۔

٣٥١٧ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَبِی الْغَيْثِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی يَخْرُجَ رَجُلٌ مِّنْ قَحْطَانَ يَسُوْقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ.

[طرف الحدیث:٧١١٧] (صحیح مسلم:٢٩١٠، الرقم المسلسل:٧٢٠٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از ثور بن زید از ابی الغیث از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ قحطان سے ایک شخص نکلے اور وہ لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہنکا کر لے جائے۔

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

اس شخص کا نام ابن ارفخشید بن شالخ بن ارم بن سام بن نوح ہوگا، اس حدیث میں ہے: وہ اپنی لاٹھی سے لوگوں کو ہنکا کر لے جائے گا۔ اس میں اس کی انتہائی قوت، شوکت اور غلبہ کی طرف اشارہ ہے، گویا تمام لوگ اس کے مقابلہ میں بھیڑ بکریوں کی طرح ہوں گے اور کسی کو اس کا حکم ماننے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہوگا۔ (الکوثر الجاری ج٦ ص ٣٥٧، داراحیاء التراث العربی بیروت، ١٤٢٩ھ)

٨ - بَابُ مَا يُنْهٰی عَنْ دَعْوَةِ الْجَاهِلِيَّةِ زمانۂ جاہلیت کی چیخ وپکار سے ممانعت

اس باب میں زمانۂ جاہلیت کی چیخ وپکار کی مذمت کی گئی ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے، زمانۂ جاہلیت میں جب دو فریقوں میں جنگ ہوتی تو ایک فریق اپنے حامیوں کو پکار کر بلاتا اور اس کے حامی آ کر اس کی مدد کرتے خواہ وہی ظالم ہو، جب اسلام کے احکام آئے تو اس سے منع کر دیا گیا۔

٣٥١٨ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو ابْنُ دِيْنَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مخلد بن یزید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں

جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ ثَابَ مَعَهُ نَاسٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ حَتّٰى كَثُرُوْا وَكَانَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلٌ لَّعَّابٌ فَكَسَعَ اَنْصَارِيًّا فَغَضِبَ الْاَنْصَارِيُّ غَضَبًا شَدِيْدًا حَتّٰى تَدَاعَوْا وَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَا لِلْاَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَمَا بَالُ دَعْوٰى اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ قَالَ مَاشَانُهُمْ فَاُخْبِرَ بِكَسْعَةِ الْمُهَاجِرِيِّ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهَا فَاِنَّهَا خَبِيْثَةٌ وَّقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلَ اَقَدْ تَدَاعَوْا عَلَيْنَا ﴿لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾ (المنافقون:٨) فَقَالَ عُمَرُ اَلَا نَقْتُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْخَبِيْثَ لِعَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّهٗ كَانَ يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ. [اطراف الحدیث:٤٩٠٥-٤٩٠٧]

(صحیح مسلم:٢٥٨٤'الرقم المسلسل:٦٤٧٧' سنن ترمذی:٣٣١٢' المعجم الکبیر:٢٠٥٨٢' مسند احمد ج ٣ ص ٣٠٧ طبع قدیم' مسند احمد:١٩٢٩٥-ج ٣٢ ص ٥٠' مؤسسة الرسالة' بیروت)

ابن جریج نے خبردی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبردی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے' آپ کے پاس بہ کثرت مہاجرین بھاگ کر آئے اور مہاجرین میں سے ایک شخص بہت مذاق کرنے والا تھا' اس نے ایک انصاری کی سرین پر ضرب لگائی تو اس انصاری کو بہت غصہ آیا' حتیٰ کہ اس نے اپنے حامیوں کو (مدد کے لیے) پکارا' اور اس انصاری نے کہا: اے لوگو! انصار کی مدد کے لیے آؤ' اور اس مہاجر نے کہا: اے لوگو! مہاجرین کی مدد کے لیے آؤ' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے خیمہ سے) باہر نکلے' پھر آپ نے پوچھا: یہ کیسی زمانۂ جاہلیت کی چیخ و پکار ہے! تو آپ کو خبر دی گئی کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کی مقعد پر ضرب لگائی تھی' آپ نے فرمایا: اس بات کو چھوڑو! یہ بہت خبیث بات ہے' اور عبداللہ بن ابی بن سلول نے کہا: کیا ان مہاجرین نے ہمارے خلاف دہائی دی ہے! اگر ہم مدینہ پہنچے تو مدینہ میں عزت والے وہاں سے ذلت والوں کو نکال دیں گے۔ (المنافقون:٨) حضرت عمر رضی اللہ نے عبداللہ بن ابی کے متعلق پوچھا: یارسول اللہ! ہم اس خبیث کو قتل نہ کردیں؟ آپ نے فرمایا: کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کردیتے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد' تمام سندوں میں اسی طرح بغیر نسبت کے محمد کا ذکر ہے' ابونعیم نے کہا: اس سے مراد محمد بن سلام ہیں' اسی طرح مستخرج میں ہے (٢) مخلد بن یزید' یہ ابوالحسن الحرانی الجزری ہیں' یہ ١٩٣ھ میں فوت ہوگئے تھے (٣) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج المکی (٤) عمرو بن دینار القرشی الاثرم المکی (٥) حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٢١)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے پوچھا: یہ کیسی زمانۂ جاہلیت کی چیخ و پکار ہے!

غزوہ کی تعیین اور جس نے مذاق کیا تھا اور جس کے ساتھ مذاق کیا تھا' ان کے اسماء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم ایک غزوہ میں تھے' یہ غزوۃ المریسیع تھا' صحیح مسلم میں مذکور ہے: سفیان نے کہا: یہ غزوہ' غزوۂ بنی المصطلق تھا اور یہی غزوۃ المریسیع تھا' اس کا وقوع چھ ہجری میں ہوا تھا۔

اس حدیث میں ایک مذاق کرنے والے مہاجر کا ذکر ہے' ان کا نام جہجاہ بن قیس الغفاری ہے' یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے مزدور تھے۔

اس حدیث میں ''فکسع'' کا لفظ ہے'' کسع'' کا معنی ہے: اپنا ہاتھ یا اپنا پیر کسی انسان کی مقعد پر مارا جائے۔

اس حدیث میں اس انصاری کا ذکر ہے جن کی مقعد پر اس مہاجر نے ہاتھ مارا تھا' ان کا نام سنان بن وبرہ تھا' یہ قبیلہ بنو سالم الخزرجی کے حلیف تھے۔

زمانۂ جاہلیت کی چیخ و پکار کی وعید کے متعلق حدیث اور اس کی سزا کے متعلق اقوالِ فقہاء

اس میں ذکر ہے کہ آپ نے پوچھا: یہ کیسی جاہلیت کی چیخ و پکار ہے! جب آپ کو ماجرا بتایا گیا تو آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو! اور اس کی وجہ بیان فرمائی کہ یہ قبیح اور بُری بات ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت الحارث الاشعری رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث کے آخر میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے زمانۂ جاہلیت کی طرح کسی کو پکارا وہ جہنم کی جماعت میں سے ہے' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! خواہ وہ روزہ رکھے' خواہ وہ نماز پڑھے؟ آپ نے فرمایا: خواہ وہ روزہ رکھے' خواہ وہ نماز پڑھے اور اس کا یہ زعم ہو کہ وہ مسلمان ہے' مسلمانوں کو ان کے ناموں سے پکارو (یعنی اس طرح نہ کہو: اے انصار! آؤ! اے مہاجرو! آؤ!) اللہ تعالیٰ نے ان کا نام مسلمان اور مؤمن رکھا ہے۔

(سنن ترمذی: ٢٨٦٣' مسند ابویعلیٰ: ١٥٧١' صحیح ابن خزیمہ: ١٨٩٥' صحیح ابن حبان: ٦٢٣٣' المعجم الکبیر: ٣٤٢٨' المستدرک ج١ ص ٤٢١' الاحاد والمثانی: ٢٥١٠' سنن کبریٰ: ١١٣٤٩' مسند احمد ج٤ ص ١٣٠ طبع قدیم' مسند احمد: ١٧١٧٠۔ ج٢٨ ص ٤٠٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ جو شخص زمانۂ جاہلیت کی طرح پکارے اس کی سزا کے متعلق فقہاء کے تین اقوال ہیں:

(١) اس کو پچاس کوڑے مارے جائیں (٢) اس کو دس سے کم کوڑے مارے جائیں (٣) اس کی سزا حاکم کی صواب دید پر موقوف ہے۔

حدیث میں مذکور قصہ کی تفصیل

اس کا مفصل قصہ اس طرح ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے لیے کام کرنے والا جس کا نام جہجاہ بن قیس تھا' وہ اپنے حوض پر کھڑا ہوا تھا' وہاں اچانک وبرہ بن سنان انصاری آیا جو عبداللہ بن ابی کا حلیف تھا' مہاجر نے مذاق سے اس کی مقعد پر ہاتھ مارا' پس دونوں نے اپنے اپنے قبیلوں کا نام لے کر پکارنا شروع کر دیا' تب عبداللہ بن ابی نے کہا: جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے' عزت والوں سے مراد اس کی اپنی ذات تھی اور ذلت والوں سے اس کی مراد (العیاذ باللہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اس خبیث کو قتل نہ کر دیں! تو آپ نے منع فرمایا: (ایسا مت کرو) کیونکہ لوگ کہیں گے کہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں اور اس سے لوگ دین اسلام میں داخل ہونے سے متنفر ہوں گے اور ایک دوسرے سے کہیں گے کہ اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم کو قتل نہیں کر دیا جائے گا اور تمہارے متعلق یہ کہا جائے گا کہ اس کے باطن میں کفر ہے اور اس وجہ سے تمہاری جانوں اور مالوں کو مباح سمجھ لیا جائے گا' سو تم اپنی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالو اور عبداللہ بن ابی کو قتل کرنا لوگوں کے دینِ اسلام سے متنفر ہونے کا سبب بن جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ١٢٣۔ ١٢٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٥١٩ - حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ثابت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از عبداللہ بن مرہ از مسروق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

یہ حدیث کتاب الجنائز میں اس باب میں گزر چکی ہے: جس نے اپنے چہرے پر طمانچے مارے' وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

وَعَنْ سُفْيَانَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

اور از سفیان از زبید از ابراہیم از مسروق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنے چہرے پر طمانچے مارے اور گریبان پھاڑا اور زمانہ جاہلیت کی طرح پکارا۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۱۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

٩ - بَابُ قِصَّةِ خُزَاعَةَ

خزاعۃ کا قصہ

اس باب میں خزاعہ کے قصہ کا بیان ہے' الرشاطی نے کہا ہے کہ خزاعۃ عمرو بن ربیعہ ہے' اور اس ربیعہ کا تعلق حی بن حارثہ بن عمرو سے ہے' یہ ان کا مذہب ہے جن کا یہ نظریہ ہے کہ خزاعۃ یمن سے ہے اور جن کا یہ نظریہ ہے کہ خزاعہ مضر سے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ وہ عمرو بن ربیعہ بن قمعۃ ہے' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکثم بن ابی الجون الخزاعی سے فرمایا: میں نے عمرو بن لُحَی بن قمعۃ بن خندف کو دیکھا' وہ دوزخ میں اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۵۲۲) یہ حدیث عنقریب آ رہی ہے۔

٣٥٢٠ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمْرُو بْنُ لُحَيِّ بْنِ قَمَعَةَ بْنِ خِنْدِفَ أَبُوْ خُزَاعَةَ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی از ابی حصین از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمرو بن لُحی بن قمعۃ بن خندف خزاعۃ کا باپ ہے۔

ابوخزاعۃ' ازد کے قبیلہ سے ہے۔

٣٥٢١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ الْبَحِيْرَةُ الَّتِي يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيْتِ وَلَا يَحْلُبُهَا أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ وَالسَّائِبَةُ الَّتِي كَانُوْا يُسَيِّبُوْنَهَا لِاٰلِهَتِهِمْ فَلَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ قَالَ وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرِ بْنِ لُحَيِّ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ.

[طرف الحدیث: ۴۶۲۳] (صحیح مسلم: ۲۸۵۶' الرقم المسلسل: ۷۰۸۶' شرح مشکل الآثار: ۱۴۷۹' صحیح ابن حبان: ۶۲۶۰' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۹'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا' انہوں نے کہا: البحیرہ وہ (اونٹنی) ہے جس کا بتوں کی وجہ سے دودھ دوہنے سے منع کیا جاتا تھا اور لوگوں میں سے کوئی بھی اس کا دودھ نہیں دوہتا تھا' اور سائبہ اس (اونٹنی) کو کہتے ہیں جس کو وہ اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے' اس پر کوئی بوجھ لادتا تھا نہ سواری کرتا تھا' انہوں نے بتایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے عمرو بن عامر بن لُحی الخزاعی کو دیکھا' وہ دوزخ میں اپنی آنتوں کو گھسیٹ

رہا تھا' یہ وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے سائبہ کی رسم ایجاد کی۔ سنن کبریٰ: ١١١٥٦ ' مسند ابویعلیٰ: ٦١٢١' مسند احمد ج ٢ ص ٣٦٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٨٧٨٧۔ ج ١٤ ص ٣٩١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حام کی تعریفات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

''البحیرۃ'': زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی اونٹنی پانچ بچے جنتی اور اس کے آخر میں نر بچہ ہوتا تو وہ اس اونٹنی کے کان چیر دیتے اور اس پر سوار ہونے کو اور اس کا دودھ دوہنے کو حرام قرار دیتے' اس کو کسی گھاٹ پر پانی پینے سے منع کیا جاتا اور نہ کسی چراگاہ میں چرنے سے روکا جاتا' اس کو صرف بتوں کی تعظیم کے لیے چھوڑ دیا جاتا اور وہ لوگ اس اونٹنی کو ''البحیرۃ'' کہتے تھے۔

سائبہ: زمانۂ جاہلیت میں کوئی شخص کہتا تھا: اگر میں سفر سے واپس آ گیا یا میں بیماری سے تندرست ہو گیا تو میری اونٹنی سائبہ ہو گی' اور سائبہ وہ اونٹنی ہوتی تھی جس کو وہ اپنے بتوں کی تعظیم کے لیے چھوڑ دیتے تھے' اس کے بعد اس پر کسی قسم کا بوجھ نہیں لادا جاتا تھا۔

التلویح میں مذکور ہے کہ ہر قسم کے مویشیوں کی مادہ اولاد کو وہ سائبہ کہتے تھے' ایک شخص اپنی اونٹنیوں' گایوں اور بکریوں میں سے جس کو چاہتا اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دیتا اور وہ صرف مادہ جانور کو بتوں کے لیے چھوڑتا تھا' پھر اس مادہ کی پشت' اس کے بال اور اس کا اُون صرف ان کے بتوں کے لیے مخصوص ہوتا تھا' اور اس کا دودھ اور اس کے دیگر منافع صرف مردوں کے لیے ہوتے تھے نہ کہ عورتوں کے لیے۔

''الوصیلہ'': امام ابن اسحاق کی روایت ہے کہ جس بکری کے سات بچے ہوتے' پس اگر اس کا ساتواں بچہ نہ ہوتا تو وہ اس کو ذبح کر کے بتوں کی بھینٹ چڑھا دیتے' اور اگر وہ مادہ ہوتی تو وہ اس کو زندہ رہنے دیتے اور اگر وہ نر اور مادہ دو بچے جنتی تو وہ نر کو مادہ کی وجہ سے زندہ رہنے دیتے اور کہتے کہ یہ اپنے بھائی سے مل گئی ہے' پس اس کو ذبح نہ کرتے۔

مقاتل نے کہا ہے کہ اس کی منفعت مردوں کے لیے ہوتی تھی نہ کہ عورتوں کے لیے' اور اگر وہ مردہ بچہ جنتی تو اس کے کھانے میں مرد اور عورت دونوں شریک ہوتے۔

''الحام'': یہ اس نر کو کہتے تھے جس کے بچہ کے بچہ پر بھی سواری کی جاتی اور یہ عدد دس یا اس سے کچھ کم تک پہنچ جاتا' اس پر سواری کی جاتی نہ اس پر بوجھ لادا جاتا' اس کو کسی گھاٹ پر پانی پینے سے منع کیا جاتا نہ کسی چراگاہ میں چرنے سے' اس کو کبھی بھی ذبح نہیں کیا جاتا' حتیٰ کہ وہ طبعی موت مر جاتا' پھر اس کو مرد کھاتے تھے' عورتیں نہیں کھاتی تھیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے عمرو بن لُحی کو دیکھا وہ اپنی آنتوں کو دوزخ میں گھسیٹ رہا تھا' یہ وہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین کو تبدیل کر دیا' اس نے بتوں کے لیے جانوروں کی بھینٹ چڑھانے کو مقرر کیا' اس نے سائبہ کو بتوں کے لیے نامزد کیا اور بحیرہ کی رسم ایجاد کی اور وصیلہ اور حامی کی اصطلاح وضع کی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٢٧۔ ١٢٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ ھ لکھتے ہیں:

عمرو بن لحی وہ پہلا شخص ہے جس نے عرب کے شہروں میں بت پرستی کو ایجاد کیا' اس نے ملکِ شام سے ھبل نامی بت خریدا اور اس کو کعبہ شریف کے اندر رکھ دیا' یہ پست قامت شخص تھا۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٥٩' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ ھ)

١٠ - بَابُ قِصَّةِ إِسْلَامِ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اس کی تفصیل اگلے باب میں آ رہی ہے۔

١١ - بَابُ قِصَّةِ زَمْزَمَ

٣٥٢٢ - حَدَّثَنَا زَيْدٌ هُوَ ابْنُ أَخْزَمَ قَالَ أَبُو قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ حَدَّثَنِي مُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ الْقَصِيرُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو جَمْرَةَ قَالَ قَالَ لَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِإِسْلَامِ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْنَا بَلٰى قَالَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ كُنْتُ رَجُلًا مِّنْ غِفَارٍ فَبَلَغَنَا أَنَّ رَجُلًا قَدْ خَرَجَ بِمَكَّةَ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَقُلْتُ لِأَخِي انْطَلِقْ إِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ كَلِّمْهُ وَأْتِنِي بِخَبَرِهِ فَانْطَلَقَ فَلَقِيَهُ ثُمَّ رَجَعَ فَقُلْتُ مَا عِنْدَكَ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا يَّأْمُرُ بِالْخَيْرِ وَيَنْهٰى عَنِ الشَّرِّ فَقُلْتُ لَهُ لَمْ تَشْفِنِي مِنَ الْخَبَرِ فَأَخَذْتُ جِرَابًا وَّعَصًا ثُمَّ أَقْبَلْتُ إِلٰى مَكَّةَ فَجَعَلْتُ لَا أَعْرِفُهُ وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْأَلَ عَنْهُ وَأَشْرَبُ مِنْ مَّاءِ زَمْزَمَ وَأَكُونُ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ فَمَرَّ بِي عَلِيٌّ فَقَالَ كَأَنَّ الرَّجُلَ غَرِيبٌ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ فَانْطَلِقْ إِلَى الْمَنْزِلِ قَالَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ لَا يَسْأَلُنِي عَنْ شَيْءٍ وَّلَا أُخْبِرُهُ فَلَمَّا أَصْبَحْتُ غَدَوْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ لِأَسْأَلَ عَنْهُ وَلَيْسَ أَحَدٌ يُّخْبِرُنِي عَنْهُ بِشَيْءٍ قَالَ فَمَرَّ بِي عَلِيٌّ فَقَالَ أَمَا نَالَ لِلرَّجُلِ يَعْرِفُ مَنْزِلَهُ بَعْدُ قَالَ قُلْتُ لَا. قَالَ انْطَلِقْ مَعِي قَالَ فَقَالَ مَا أَمْرُكَ وَمَا أَقْدَمَكَ هٰذِهِ الْبَلْدَةَ قَالَ قُلْتُ لَهُ إِنْ كَتَمْتَ عَلَيَّ أَخْبَرْتُكَ قَالَ فَإِنِّي أَفْعَلُ قَالَ قُلْتُ لَهُ بَلَغَنَا أَنَّهُ قَدْ خَرَجَ هٰهُنَا رَجُلٌ يَّزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَأَرْسَلْتُ أَخِي لِيُكَلِّمَهُ فَرَجَعَ وَلَمْ يَشْفِنِي مِنَ الْخَبَرِ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَلْقَاهُ فَقَالَ لَهُ أَمَا إِنَّكَ قَدْ رَشَدْتَّ هٰذَا وَجْهِي إِلَيْهِ فَاتَّبِعْنِي اُدْخُلْ حَيْثُ أَدْخُلُ فَإِنِّي إِنْ رَأَيْتُ أَحَدًا أَخَافُهُ عَلَيْكَ قُمْتُ إِلَى الْحَائِطِ كَأَنِّي أُصْلِحُ نَعْلِي وَامْضِ أَنْتَ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا قصہ

زمزم کا قصہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زید نے حدیث بیان کی' وہ ابن اخزم ہیں' ابوقتیبہ سلم بن قتیبہ نے کہا: مجھے مثنیٰ بن سعید القصیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوجمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا میں تم کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی خبر نہ دوں! ابوجمرہ نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابن عباس نے کہا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں قبیلہ غفار کا ایک مرد تھا' ہمیں یہ خبر پہنچی کہ مکہ میں ایک شخص نکلا ہے' اس کا یہ زعم ہے کہ وہ نبی ہے' تو میں نے اپنے بھائی سے کہا: تم اس مرد کے پاس جاؤ' اس سے بات کرو اور میرے پاس اس کی خبر لاؤ' سو وہ گئے ان سے ملے' پھر لوٹ آئے' پس میں نے پوچھا: تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تحقیق یہ ہے کہ میں نے ایسے مرد کو دیکھا ہے جو نیکی کا حکم دیتا ہے اور بُرائی سے روکتا ہے' پس میں نے ان سے کہا کہ تمہاری اطلاع سے میری تشفی نہیں ہوئی' پس میں نے اپنا تھیلا اور لاٹھی لی' پھر میں مکہ کی طرف روانہ ہوا' سو میں ان کو پہچانتا نہیں تھا اور ان کے متعلق سوال کرنے کو ناپسند کرتا تھا اور میں زمزم کا پانی پیتا تھا اور میں مسجد میں ٹھہرتا تھا' حضرت ابوذر نے بتایا: پھر میرے پاس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ گزرے' تو انہوں نے کہا: شاید یہ شخص مسافر ہے' میں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے کہا: گھر کی طرف چلو' حضرت ابوذر نے بتایا: پس میں ان کے ساتھ گیا' وہ مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال کرتے تھے نہ میں ان کو کچھ بتاتا تھا' پھر جب صبح ہوئی تو میں مسجد کی طرف گیا تاکہ ان کے متعلق سوال کروں' اور مجھے کوئی شخص ان کے متعلق کچھ بھی نہیں بتاتا تھا' پھر حضرت علی میرے پاس سے گزرے پس انہوں نے کہا: کیا ابھی تک اس شخص کو اپنا ٹھکانا نہیں ملا! میں

فَمَضٰى وَمَضَيْتُ مَعَهُ حَتّٰى دَخَلَ وَدَخَلْتُ مَعَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ اِعْرِضْ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ فَعَرَضَهُ فَاَسْلَمْتُ مَكَانِيْ فَقَالَ لِيْ يَا اَبَا ذَرٍّ اُكْتُمْ هٰذَا الْاَمْرَ وَارْجِعْ اِلٰى بَلَدِكَ فَاِذَا بَلَغَكَ ظُهُوْرُنَا فَاَقْبِلْ فَقُلْتُ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَاَصْرُخَنَّ بِهَا بَيْنَ اَظْهُرِهِمْ فَجَاءَ اِلَى الْمَسْجِدِ وَقُرَيْشٌ فِيْهِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَقَالُوْا قُوْمُوْا اِلٰى هٰذَا الصَّابِيْ. فَقَامُوْا فَضُرِبْتُ لِاَمُوْتَ فَاَدْرَكَنِيَ الْعَبَّاسُ فَاَكَبَّ عَلَيَّ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ. وَيْلَكُمْ تَقْتُلُوْنَ رَجُلًا مِّنْ غِفَارٍ وَّمَتْجَرُكُمْ وَمَمَرُّكُمْ عَلٰى غِفَارٍ فَاَقْلَعُوْا عَنِّيْ فَلَمَّا اَنْ اَصْبَحْتُ الْغَدَ رَجَعْتُ فَقُلْتُ مِثْلَ مَاقُلْتُ بِالْاَمْسِ فَقَالُوْا قُوْمُوْا اِلٰى هٰذَا الصَّابِيْ فَصُنِعَ بِيْ مِثْلَ مَا صُنِعَ بِالْاَمْسِ وَاَدْرَكَنِيَ الْعَبَّاسُ فَاَكَبَّ عَلَيَّ وَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ بِالْاَمْسِ قَالَ فَكَانَ هٰذَا اَوَّلَ اِسْلَامِ اَبِيْ ذَرٍّ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

[طرف الحدیث:۳۸۶۱] (صحیح مسلم:۲۴۷۴' الرقم المسلسل:۶۲۵۶)

نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: میرے ساتھ چلو! پھر کہا: تمہارا کیا معاملہ ہے؟ اور کس وجہ سے تم اس شہر میں آئے ہو؟ حضرت ابوذر نے بتایا؟ میں نے ان سے کہا: اگر اس بات کو تم راز میں رکھو تو میں تمہیں بتاتا ہوں' حضرت علی نے کہا: میں ایسا ہی کروں گا' میں نے ان سے کہا: ہمیں یہ معلوم ہوا کہ یہاں ایک ایسا مرد نکلا ہے جس کا زعم یہ ہے کہ وہ نبی ہے' سو میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تا کہ وہ ان سے بات کرے' سو وہ لوٹ آیا اور مجھے اس کی خبر سے تسلی نہیں ہوئی تو میں نے خود ان سے ملاقات کا ارادہ کیا' حضرت علی نے ان سے فرمایا: تم نے صحیح کام کیا' اب میں ان ہی کی طرف جا رہا ہوں' تم میرے پیچھے پیچھے آؤ اور جہاں میں داخل ہوں وہاں داخل ہو' پس بے شک اگر میں نے کسی ایسے آدمی کو دیکھا جس سے مجھے تم پر خطرہ ہوا تو میں دیوار کی طرف ایسے کھڑا ہوں گا جیسے اپنی جوتی ٹھیک کر رہا ہوں اور تم چلتے رہنا' پس حضرت علی رضی اللہ عنہ چل پڑے اور میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا' حتیٰ کہ وہ (کہیں) داخل ہوئے اور میں بھی ان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس داخل ہو گیا' پس میں نے آپ سے کہا کہ آپ مجھ پر اسلام پیش کریں' تو آپ نے اسلام پیش کیا' سو میں اسی جگہ مسلمان ہو گیا' پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! اس بات کو مخفی رکھنا' اور اپنے شہر کی طرف لوٹ جاؤ' جب تم کو ہمارے غلبہ کی خبر ملے تو پھر آ جانا' پس میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں ضرور ان (لوگوں) کے سامنے (اپنے اسلام کا) اعلان کروں گا' پس حضرت ابوذر مسجد میں آئے اور وہاں قریش تھے' تو انہوں نے کہا: اے قریش کی جماعت! بے شک میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ (سیدنا) محمد' اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' تو ان لوگوں نے کہا: اس دین بدلنے والے کی طرف کھڑے ہو' پس وہ کھڑے ہوئے اور مجھے مارا پیٹا گیا تا کہ میں مر جاؤں' پس عباس نے مجھے دیکھ لیا' وہ مجھ پر اوندھے گر گئے' پھر ان لوگوں کی طرف مڑ کر کہا: تم پر افسوس ہے! تم قبیلہ غفار کے ایک مرد کو قتل کر رہے ہو اور تمہاری تجارت کا راستہ اور تمہاری

گزرگاہ قبیلہ غِفار سے ہے' تو وہ مجھ سے ہٹ گئے' پس جب میں نے دوسرے دن صبح کی تو میں پھر واپس گیا اور میں نے گزشتہ روز کی طرح اعلان کیا' تو ان لوگوں نے کہا: اس دین بدلنے والے کی طرف کھڑے ہو' پھر میرے ساتھ گزشتہ کل کی طرح سلوک کیا گیا' پھر' عباس نے مجھے دیکھ لیا' پس وہ مجھ پر اوندھے گر گئے اور انہوں نے گزشتہ روز کی طرح تقریر کی' سو یہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی ابتداء کا قصہ ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) زید بن اخزم' ابوطالب الطائی الحافظ البصری' ان کو ۲۷۵ھ میں زنگیوں نے قتل کر دیا تھا جب انہوں نے بصرہ میں خروج کیا تھا' ان سے صرف امام بخاری روایت کرتے ہیں (۲) سَلْم بن قتیبہ' ابوقتیبہ الشعیری الخراسانی' ان کی رہائش بصرہ میں تھی اور یہ وہیں پر دوسری صدی ہجری کی حدود میں وفات پا گئے تھے (۳) مثنیٰ بن سعید القصیر (۴) ابوجمرۃ' ان کا نام نصر بن عمران الضبعی البصری ہے (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۱۸)

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا قصہ اور وہ اس حدیث میں مذکور ہے' نیز اس حدیث کا عنوان ہے: زمزم کا قصہ' سو اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوذر زمزم کا پانی پیتے تھے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا قدماء اسلام میں سے ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے اپنے بھائی سے کہا: اس شخص کی طرف جاؤ۔ امام مسلم کی روایت میں ہے: اس کی وادی کی طرف سفر کرو اور مجھے اس شخص کی خبر لا کر دو جس کا زعم ہے کہ اس کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں' ان کی باتیں سننا اور پھر میرے پاس آنا' حضرت ابوذر کے بھائی کا نام انیس تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس صابیء کی طرف کھڑے ہو۔ یہ لفظ ''صبأ''،''یصبو'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: جو شخص ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہو' عرب کے لوگ دین بدلنے والے کو صابیء کہتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ قدماء اسلام میں سے ہیں' لیکن حضرت ابوذر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے کافی مدت بعد اسلام لائے تھے' کیونکہ اس حدیث میں حضرت ابوذر کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا ذکر ہے اور یہ ذکر ہے کہ حضرت علی نے انہیں اپنا مہمان بنایا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۲۰۔۱۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوذر بغیر معجزہ دیکھے اسلام کیسے لائے اور انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کر کے آپ کے حکم کی مخالفت کیوں کی؟

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بغیر کوئی معجزہ دیکھے کیسے اسلام لے آئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام لانے کے لیے معجزہ کو دیکھنا ضروری نہیں ہے یا ان پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کی آیات پڑھی تھیں اور ان کو اسلام لانے کی دعوت دی تھی'

لیکن انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی ﷺ کا چہرۂ انور دیکھتے ہی انہیں یقین ہوگیا کہ یہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہے' اسی لیے انہوں نے فوراً کہا کہ آپ مجھ پر اسلام پیش کریں اور آپ کے اسلام پیش کرتے ہی وہ فوراً بغیر کسی تردد کے اسلام لے آئے۔

علامہ کورانی لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے انہیں اپنا اسلام چھپانے کا حکم دیا تھا' پھر انہوں نے کیسے آپ کے حکم کی خلاف ورزی کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ان کی جان کی حفاظت کی خاطر بہ طور رخصت یہ حکم دیا تھا لیکن حضرت ابوذر پر عزیمت غالب تھی اور ان کا یہ گمان تھا کہ نبی ﷺ نے ان پر اپنا اسلام چھپانے کو واجب نہیں قرار دیا تھا اور بہ طور شفقت فرمایا تھا کہ ان لوگوں سے اپنا اسلام چھپانا' پھر جب انہوں نے اس پر انکار کیا اور اسلام پر راضی رہے تو آپ نے انہیں اللہ کے دین کو ظاہر کرنے سے منع نہیں فرمایا۔ (الکوثر الجاری ج٦ ص ٣٦٢' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

١٢ - بَابُ قِصَّةِ زَمْزَمَ وَجَهْلِ الْعَرَبِ
زمزم کا قصہ اور عرب کی جہالت

اس باب میں زمزم کا قصہ اور عرب کی جہالت کو بیان کیا گیا ہے۔

٣٥٢٣ - **حَدَّثَنَا** سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ أَسْلَمُ، وَغِفَارُ، وَشَيْءٌ مِّنْ مُزَيْنَةَ وَ جُهَيْنَةَ، أَوْ قَالَ شَيْءٌ مِّنْ جُهَيْنَةَ أَوْ مُزَيْنَةَ خَيْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ. أَوْ قَالَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. مِنْ أَسَدٍ، وَتَمِيمٍ، وَهَوَازِنَ، وَ غَطَفَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اسلم اور غفار اور کچھ مزینہ اور جہینہ سے' یا فرمایا: کچھ جہینہ اور مزینہ سے' اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہیں' یا فرمایا: قیامت کے دن اسد اور تمیم اور ھوازن اور غطفان سے۔

یہ حدیث اس سے پہلے صحیح البخاری: ٣٥١٦م' میں گزر چکی ہے' وہاں پر یہ حدیث اس بات کے تحت تھی: اسلم' غفار' مزینہ' جہینہ اور اشجع کا ذکر۔ سو یہ حدیث اسی باب کے مطابق ہے اور یہاں پر جس باب کے تحت اس کو ذکر کیا ہے' اس کے بالکل مطابق نہیں ہے کیونکہ اس میں زمزم کا ذکر نہیں ہے۔

٣٥٢٤ - **حَدَّثَنَا** أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ إِذَا سَرَّكَ أَنْ تَعْلَمَ جَهْلَ الْعَرَبِ فَاقْرَأْ مَا فَوْقَ الثَّلَاثِينَ وَمِائَةٍ فِي سُورَةِ الْأَنْعَامِ ﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ إِلَى قَوْلِهِ. ﴿قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ۝﴾ (الانعام: ١٤٠).

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے فرمایا: جب تمہیں اس سے خوشی ہو کہ تم عرب کی جہالت کو جانو تو سورۃ الانعام کی ایک سوتیس آیت کے بعد پڑھو: بے شک وہ لوگ برباد ہو گئے جنہوں نے حماقت کی وجہ سے بغیر علم کے اپنی اولاد کو قتل کیا۔ (الانعام: ١٤٠) اس آیت کو یہاں تک پڑھو: بے شک وہ گمراہ ہو گئے اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے۝ (الانعام: ١٤٠)

یہ حدیث بھی باب کے مطابق بالکل نہیں ہے' کیونکہ باب کا عنوان ہے: زمزم کا قصہ اور اس حدیث میں زمزم کا ذکر بالکل نہیں ہے' امام بخاری نے جو آیت ذکر کی ہے اس میں مشرکین عرب کی جہالت کا ذکر ہے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل کرتے تھے اور انسان کی اولاد

اس کے بڑھاپے میں کام آتی ہے' نیز انہوں نے اپنی اختیار کردہ بدعت سے بعض حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر کے اپنے رزق کو تنگ کر دیا' یہ ان کا دنیا میں نقصان ہے اور آخرت میں ان کا بہت برا ٹھکانا ہوگا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یہ آیت ربیعہ اور مُضَر کے متعلق نازل ہوئی ہے جو زمانۂ جاہلیت میں اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے' قتادہ نے کہا کہ اہل جاہلیت رزق میں تنگی اور قید ہونے کے خطرہ کی وجہ سے اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیتے تھے' ماسوا بنو کنانہ کے' وہ یہ کام نہیں کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٢٨ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٣ - بَابُ مَنِ انْتَسَبَ إِلَى آبَائِهِ فِي الْإِسْلَامِ أَوِ الْجَاهِلِيَّةِ

جو شخص زمانۂ اسلام یا جاہلیت میں اپنے باپ دادا کی طرف منسوب ہوا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی شخص کے باپ دادا جو زمانۂ اسلام یا جاہلیت میں گزر چکے ہیں' ان کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا جائز ہے۔ بعض علماء نے اس کو مطلقاً مکروہ کہا ہے' اور بعض دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ ان آباء پر فخر کی وجہ سے اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرے' تب مکروہ ہے۔

حضرت ابو ریحانہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے آپ کو اپنے نو کافر آباء کی طرف منسوب کیا اور وہ ان کی وجہ سے عزت اور کرامت کے حصول کا ارادہ کرتا تھا تو وہ ان میں سے دسواں شخص ہوگا جو دوزخ میں جائے گا۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (التاریخ الکبیر للبخاری ج ٢ ص ٣٥٦۔٣٥٥ طبع قدیم' مسند ابویعلیٰ: ١٤٣٩' المعجم الاوسط: ٦٤٤٦' شعب الایمان: ٥١٣٢' مجمع الزوائد ج ٨ ص ٨٥' مسند احمد ج ٤ ص ١٣٤ طبع قدیم' مسند احمد: ١٧٢١٢۔ ج ٢٨ ص ٤٤٥۔٤٤٤ موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْكَرِيمَ ابْنَ الْكَرِيمِ ابْنِ الْكَرِيمِ ابْنِ الْكَرِيمِ يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللّٰهِ.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم' یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت صحیح البخاری: ٣٣٨٢ میں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح البخاری: ٣٣٥٣ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ الْبَرَاءُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ.

اور حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

یہ حدیث موصول' صحیح البخاری: ٢٨٦٤ میں گزر چکی ہے۔

پہلی تعلیق میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد کریم حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ذکر ہے اور دوسری تعلیق میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جد امجد حضرت عبد المطلب کا ذکر فرمایا' یوں یہ دونوں تعلیقیں باب کے عنوان کے مطابق ہیں کیونکہ باب کے عنوان میں اپنے باپ دادا کی طرف نسبت کرنے کا ذکر ہے۔

٣٥٢٥ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو

﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَO﴾ (الشعراء: ٢١٤) جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادِيْ يَابَنِيْ فِهْرٍيَا بَنِيْ عَدِيٍّ بِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ.

بن مرّہ نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ اپنے زیادہ قریبی رشتہ داروں کو (عذاب سے) ڈرائیںO (الشعراء: ۲۱۴) تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے قبیلوں کو نداء کرتے تھے: اے بنی فہر! اے بنی عدی!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۴ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کا امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح نہ ہونا

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ یہ آیت مکہ میں نبوت کے ابتدائی سال میں نازل ہوئی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہجرت سے تین سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے' حضرت ابن عباس نے کسی اور صحابی سے اس کو سنا ہوگا' تاہم قوی اعتراض یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح حدیث کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ حدیث متصل ہو اور یہ حدیث مرسل ہے اور امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح نہیں ہے۔

٣٥٢٦ - **وَقَالَ** لَنَا قَبِيْصَةُ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَO﴾ (الشعراء: ٢١٤) جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْهُمْ قَبَائِلَ قَبَائِلَ.

اور ہم سے قبیصہ نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از حبیب بن ابی ثابت از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: آپ اپنے زیادہ قریبی رشتہ داروں کو عذاب سے ڈرائیںO (الشعراء: ۲۱۴) تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبائل' قبائل کو پکار کر بلاتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' حدیث سابق میں ملاحظہ کریں۔

٣٥٢٧ - **حَدَّثَنَا** اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ يَا اُمَّ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ اِشْتَرِيَا اَنْفُسَكُمَا مِنَ اللّٰهِ لَا اَمْلِكُ لَكُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا سَلَانِيْ مِنْ مَّالِيْ مَاشِئْتُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بنو عبد مناف! اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ سے خرید لو! اے بنو عبدالمطلب! اپنی جانوں کو اللہ سے خرید لو! اے زبیر بن العوام کی ماں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی! اے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! تم دونوں اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ سے خرید لو! میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے (از خود) کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' تم دونوں میرے مال سے جو چاہے سوال کرو۔

اس حدیث کی مفصل شرح: ۲۷۵۳ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قرابت داروں اور عام مسلمانوں کو نفع پہنچانے کے مالک ہیں

علامہ محمد بن الفضیل الفاطمی الشبیہی الزرھونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے قرابت داروں کو نفع پہنچانے کا مالک بنائے گا بلکہ اپنی امت کو نفع پہنچانے کا بھی مالک بنائے گا اور آپ شفاعتِ خاصہ اور شفاعتِ عامہ فرمائیں گے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٨ ص ٣٠٥ مکتبۃ الرشد الریاض ١٤٣٠ھ)

علامہ مناوی نے علامہ ابن حجر ہیتمی مکی اور علامہ طیبی کے حوالوں سے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (فیض القدیر ج ٥ ص ٣٦ طبع قدیم)

مؤمنین کے اپنی جانوں کو خریدنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ سے خرید لو' حالانکہ مؤمنین اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کرنے والے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. (التوبہ:١١١)

اللہ نے مؤمنین سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مؤمنین جہنم کے عذاب سے نجات کے بدلہ میں اپنی اپنے جانوں کو خریدنے والے ہیں اور جنت کے حصول کے بدلہ میں اپنی جانوں کو فروخت کرنے والے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٣٠ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کر دیا' اللہ تعالیٰ نے جنت کو اس کی ثمن (قیمت) قرار دے دیا ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٦٤ داراحیاء التراث العربی بیروت ١٤٣٠ھ)

١٤ - بَابٌ اِبْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ وَمَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ

قوم کے بھانجے کا قوم میں شمار ہوتا ہے اور قوم کے آزاد کردہ غلام کا بھی قوم میں شمار ہوتا ہے

٣٥٢٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَنْصَارَ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ اَحَدٌ مِّنْ غَيْرِكُمْ قَالُوْا لَا اِلَّا ابْنُ اُخْتٍ لَّنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو بلایا' پس فرمایا: کیا تم میں تمہارے علاوہ بھی کوئی ہے! انہوں نے کہا: نہیں! لیکن ہمارا بھانجا ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی قوم کا بھانجا بھی اسی قوم سے ہوتا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٤٦ ٣ میں گزر چکی ہے۔

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کی وجہ یہ ہے کہ قوم کا بھانجا ذوالارحام میں ہے اور وہ اس قوم کا وارث ہوتا ہے۔

(الکوثر الجاری ج ١٦ ص ٣٦٥ داراحیاء التراث العربی بیروت ١٤٣٠ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ قوم کا بھانجا اس قوم سے ہوتا ہے اور اس حدیث کے عنوان میں قوم کے آزاد کردہ غلام کا بھی ذکر ہے' اس کا بیان کتاب الفرائض میں ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قوم کا مولیٰ بھی اس قوم سے ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری:

٦٧٦١)اور مولیٰ سے مراد ہے: آزاد کردہ غلام یا قوم کا حلیف جو قوم کی نصرت اور معاونت کرے' نیز انصار نے اپنے جس بھانجا کا ذکر کیا تھا' اس کا نام نعمان بن مقرن مزنی ہے اور نبی ﷺ کا انصار سے یہ مکالمہ غزوۂ حنین کے دن ہوا تھا۔

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المالکی المتوفی (الفجر الساطع ج ٨ ص ٣٠٦ 'مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

١٥ - بَابُ قِصَّةِ الْحَبَشِ — حبشیوں کا قصہ

اس عنوان میں ''حَبَش'' کا لفظ ہے' ''حبش'' اور ''حبشة'' سیاہ فام لوگوں کی جنس سے ہیں' الجوہری نے کہا ہے: یہ حام بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے ہیں' یہ لوگ اہل یمن کے پڑوس میں رہتے تھے۔ حدیث: ٣٥٣٠ میں ان کا ذکر ہے۔

وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِيْ اَرْفِدَةَ.

اور نبی ﷺ کا ارشاد: اے بنی ارفدہ!

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ٣٥٣٠ میں آ رہی ہے۔

٣٥٢٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِيْ اَيَّامِ مِنًى تُغَنِّيَانِ وَتُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهٖ فَانْتَهَرَهُمَا اَبُوْبَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ فَقَالَ دَعْهُمَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهَا اَيَّامُ عِيْدٍ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ اَيَّامُ مِنًى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے گھر آئے' اس وقت ان کے پاس دو لڑکیاں تھیں وہ ایام منٰی کے نغمے گا رہی تھیں اور دف بجا رہی تھیں اور نبی ﷺ نے اپنا کپڑا اوڑھ رکھا تھا' حضرت ابوبکر نے ان کو ڈانٹا تو نبی ﷺ نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا' پس فرمایا: اے ابوبکر! ان کو رہنے دو' کیونکہ یہ عید کے ایام ہیں اور یہ ایامِ منٰی ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٩٤٩ میں پڑھیں۔

اسلامی تقریبات میں گانے اور بجانے کے شرعی احکام

علامہ الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

یہ دونوں عبداللہ بن اُبی کی لڑکیاں تھیں' ان میں سے ایک کا نام حمامہ تھا۔ (الفجر الساطع ج ٨ ص ٣٠٧ 'مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی المتوفی ١٤٢١ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ایامِ عید میں عورتوں کا گانا بجانا جائز ہے' ظاہر یہ ہے کہ مردوں کا بھی یہی حکم ہے' کیونکہ جب اس وقت میں عورتوں کا گانا بجانا جائز ہے تو دوسرے وقت میں مردوں کے گانے بجانے سے بھی کوئی مانع نہیں ہے' کیونکہ دونوں کی علت ایک ہے' بلکہ عورتوں کے گانے بجانے کی تحریم زیادہ شدید ہے اور ان کا فتنہ زیادہ خطرناک ہے' پس جب عید کے ایام میں اظہارِ مسرت کے لیے ان کا گانا بجانا جائز ہے تو مردوں کے لیے گانا بجانا بہ طور اولیٰ جائز ہوگا۔ (شرح صحیح البخاری ج ٣ ص ٩ 'مکتبۃ الطبری' قاہرہ' ١٤٢٩ھ)

تاہم دوام واستمرار کے ساتھ گانا بجانا جائز نہیں ہے' خوشی کے ایام میں اور اسلامی تقریبات مثلاً نکاح' ولیمہ اور ختنہ کی تقریبات میں تھوڑے وقت کے لیے گانا بجانا جائز ہے اور اس میں اتنا اشتغال جس سے انسان فرائض اور واجبات سے غافل ہو جائے' یہ جائز نہیں ہے۔

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''تغنیان'' کا لفظ ہے' یہ ''غناء'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: آواز کو مزین کرنے کے لیے بلند کرنا' حدیث میں ہے: جس نے قرآن کو غِناء کے ساتھ نہیں پڑھا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: ٧٥٢٧ 'سنن ابوداؤد: ١٤٦٩)

وہ لڑکیاں اوس اور خزرج کے درمیان جنگ بعاث کے نغمات گا رہی تھیں' یہ جنگ ہجرت سے تین یا چھ سال پہلے ہوئی تھی' نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر کو ڈانٹنے سے منع فرمایا کیونکہ ان کے نغموں میں کوئی حرام چیز نہیں تھی' بلکہ جنگ کی توصیف تھی اور یہ شجاعت کو اُبھارتی ہے' نیز آپ نے فرمایا: یہ ایامِ عید ہیں' ان ایام میں اظہارِ مسرت سے تسامح کیا جاتا ہے۔

(الکوثر الجاری ج ٦٦ ص ٣' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

علامہ کورانی کی اس تعلیل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس غناء میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہو یا رسول اللہ ﷺ کی نعت ہو یا اولیاء کرام کی منقبت ہو یا شجاعت کے نغمات ہوں یا نصیحت آمیز مضمون ہو وہ غنا جائز ہے اور جس غناء میں عورتوں کے حسن و جمال اور فسق و فجور کی ترغیب ہو یا فلمی گانے ہوں' سو ایسا غناء جائز نہیں ہے۔

٣٥٣٠- وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ فَزَجَرَهُمْ عُمَرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُمْ أَمْنًا بَنِي أَرْفِدَةَ يَعْنِي مِنَ الْأَمْنِ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ مجھے چھپا رہے تھے اور میں حبشیوں کی طرف دیکھ رہی تھی' اور وہ مسجد میں کھیل رہے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ان کو رہنے دو! (اور حبشیوں سے فرمایا:) اے بنی ارفدۃ! تم بے خوف ہو کر کھیلو!

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٥٤ میں گزر چکی ہے۔

صوفیہ کے رقص کا شرعی حکم

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: اس حدیث میں (مردوں کے) رقص کے مباح ہونے پر بہت قوی دلیل ہے۔

(اکمال المعلم ج ٣ ص ٣١٠)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ صوفیہ کی ایک جماعت نے اس باب کی حدیث سے آلاتِ غناء کے سننے اور رقص کے جواز پر استدلال کیا ہے' اور جمہور نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ دونوں مقصدوں میں اختلاف ہے' کیونکہ حبشیوں کا کھیل جہاد میں آلاتِ حرب کی مشق کے لیے تھا' لہٰذا اس سے بہ طور لھو و لعب رقص کے جواز پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٦٧٢' دارالمعرفۃ' بیروت)

علامہ زرھونی لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر کی تقریر پر یہ اعتراض ہے کہ صوفیہ نے جس رقص کو ثابت کیا ہے' اس سے ان کا مقصود لھو و لعب نہیں ہوتا' وہ اس قصد سے بَری ہیں' ان کا مقصد ذکر کے لیے جمع ہونا ہے اور قلب اور قالب اور تمام اعضاء کے ساتھ ذکر کی طرف توجہ ہوتی ہے اور یہ صحیح قصد ہے' کیونکہ ذکر کی کثرت کرنے میں بہت احادیث ہیں' خواہ ذکر کرنے والا کسی حال میں ہو' لہٰذا اس حدیث سے رقص پر استدلال کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ (الفجر الساطع ج ٨ ص ٣٠٧' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

١٦ - بَابُ مَنْ أَحَبَّ أَنْ لَّا يُسَبَّ نَسَبُهُ جس نے یہ پسند کیا کہ اس کے نسب کو بُرا نہ کہا جائے

یعنی اس کے نسب پر سبّ و شتم نہ کیا جائے۔

٣٥٣١ - حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتِ اسْتَأْذَنَ حَسَّانُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هِجَاءِ الْمُشْرِكِیْنَ فَقَالَ كَیْفَ بِنَسَبِیْ فَقَالَ حَسَّانُ لَاَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِیْنِ وَعَنْ اَبِیْهِ قَالَ ذَهَبْتُ اَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَا تَسُبَّهُ فَاِنَّهُ كَانَ یُنَافِحُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث:۴۱۴۵-۶۱۵۰] (صحیح مسلم:۲۴۸۹' الرقم المسلسل:۶۲۸۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت طلب کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: میرے نسب کا کیا ہوگا؟ تو حضرت حسان نے کہا: میں آپ کو مشرکین سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح بال کو گوندھے ہوئے آٹے سے نکالا جاتا ہے۔ عروہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں حضرت عائشہ کے سامنے حضرت حسان کو برا کہہ رہا تھا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: ان کو برا نہ کہو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرتے تھے۔

حدیث میں مذکور بعض جملوں کی شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے نسب کا کیا ہوگا! یعنی تم قریش کی ہجو کیسے کرو گے حالانکہ میں ان کے ساتھ نسب میں مجتمع ہوں۔

حضرت حسان نے کہا: میں آپ کو ان سے نکال لوں گا' یعنی میں ان کی ہجو اس طرح کروں گا کہ وہ ہجو صرف ان کے ساتھ مخصوص ہوگی۔

جس طرح بال گوندھے ہوئے آٹے سے نکالا جاتا ہے۔ بال کو گوندھے ہوئے آٹے کے ساتھ اس لیے معین کیا ہے کہ گوندھا ہوا آٹا نرم ہوتا ہے' اگر کسی سخت چیز سے بال نکالا جائے تو وہ ٹوٹ جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج۱۶ ص ۱۳۲-۱۳۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قَالَ اَبُو الْهَیْثَمِ نَفَحَتِ الدَّابَّةُ اِذَا رَمَحَتْ بِحَوَافِرِهَا وَنَفَحَهُ بِالسَّیْفِ اِذَا تَنَاوَلَهُ مِنْ بَعِیْدٍ.

ابوالہیثم نے کہا: ''نفحت الدابة'' اس وقت کہا جاتا ہے جب سواری اپنے پیروں کو مارے اور ''نفحه'' بالسیف اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ دور سے تلوار کا وار کرے۔

١٧ - بَابُ مَا جَاءَ فِیْ اَسْمَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء کے متعلق احادیث

یعنی اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اسماء بیان کیے گئے ہیں۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ﴾ (الفتح:۲۹)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں' کفار پر بہت سخت ہیں۔ (الفتح:۲۹)

وَقَوْلِهٖ ﴿مِّنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ﴾ (الصف:٦).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو میرے بعد (آئیں گے) ان کا نام احمد ہے۔ (الصف:٦).

امام بخاری نے ان دو آیتوں کا اس لیے ذکر کیا ہے کہ ان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو زیادہ مشہور ناموں کا ذکر ہے' آپ کے زیادہ مشہور دو نام ہیں: محمد اور احمد۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محمد ہونے سے پہلے احمد تھے' یعنی آپ نے اپنے رب کی حمد کی' اس سے پہلے کہ لوگ آپ کی حمد کرتے' اس وجہ سے سابقہ کتب سماویہ میں آپ کا نام احمد ہے اور قرآن مجید میں آپ کا نام محمد ہے۔

(الشفاء ج ١ ص ٢٦٠' دار الفکر' بیروت)

محمد کا معنی ہے: جس کی بار بار حمد کی گئی ہو' خود اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایسی حمد کی ہے جو کسی اور نے نہیں کی' اور آپ کو ایسے محامد عطاء کیے جو کسی اور کو عطاء نہیں کیے اور قیامت کے دن آپ کو ایسی حمد کا الہام فرمائے گا جو کسی اور کو الہام نہیں کی ہوگی۔

احمد کا معنی ہے: تمام حمد کرنے والوں سے زیادہ حمد کرنے والے۔ (الفجر الساطع ج ٨ ص ٣٠٩۔٣٠٨' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

٣٥٣٢ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَعْنٌ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيْ خَمْسَةُ اَسْمَاءٍ اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِيَ الَّذِيْ يَمْحُوا اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِيْ وَاَنَا الْعَاقِبُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے معن نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از محمد بن جبیر بن مطعم از والد خود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پانچ نام ہیں: میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور میں ماحی ہوں جس کے سبب سے اللہ کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں میرے قدموں میں لوگوں کو جمع کیا جائے' اور میں عاقب ہوں۔

[طرف الحدیث: ٤٨٩٦] (صحیح مسلم: ٢٣٥٤' الرقم المسلسل: ٥٩٩٩' سنن الترمذی: ٢٨٤٩' مسند الحمیدی: ٥٥٥' طبقات ابن سعد ج ١ ص ١٠٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١١ ص ٤٥٧' اخبار مکہ للفاکھی: ١٨٧١' الاحاد والمثانی: ٤٧٣' مسند ابویعلیٰ: ٧٣٩٥' المعجم الکبیر: ١٥٢٢' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ١٩' شرح السنۃ: ٣٦٢٩' مسند احمد ج ٤ ص ٨٠ طبع قدیم' مسند احمد: ١٦٧٣٤۔ ج ٢٧ ص ٢٩٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

پانچ ناموں پر اقتصار کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے پانچ نام ہیں۔ اس جگہ یہ سوال ہے کہ آپ نے پانچ ناموں پر کیوں اقتصار فرمایا ہے حالانکہ آپ کے اسماء پانچ سے زیادہ ہیں' امام ابوبکر بن العربی نے شرح الترمذی میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسم ہیں' اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی ایک ہزار اسم ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عدد میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا' اس لیے پانچ اسماء کے ذکر کرنے سے زیادہ اسماء کی نفی نہیں ہوتی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر اسماء

مجاہد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں رسول الرحمت ہوں' اور میں رسول الملحمۃ ہوں' میں ہتھیاروں کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں' آلاتِ زراعت کے ساتھ مبعوث نہیں کیا گیا اور کتاب الشفاء میں ہے کہ میں قثم ہوں یعنی کامل جامع ہوں' اور قرآن مجید میں آپ کے یہ اسماء ہیں: ''المزمل' المدثر' النور' المنذر' البشیر' الشاهد' الشهيد' الحق' المبين' قدم صدق' نعمة الله' العروة الوثقٰى' الصراط المستقيم' النجم الثاقب' الكريم' داعی الله' المصطفٰى' المجتبٰى' الحبيب'

رسول رب العٰلمین' الشفیع' المشفّع' المتقی' المصلح' الظاهر' الصادق' المصدوق' الهادی ''اوراحادیث میں یہ اسماء ہیں: ''سیّد ولد آدم' سیّد المرسلین' امام المتقین' قائد الغر المحجلین' حبیب اللّٰه' خلیل الرحمٰن' صاحب الحوض المورود والشفاعة ' صاحب المقام المحمود' صاحب الوسیلة والفضیلة والدرجة الرفیعة ' صاحب التاج والمعراج' صاحب اللواء' صاحب القضیب' راکب البراق والناقة' النجیب' صاحب الحجة' السلطان' العلامة' البرهان' صاحب الهراوة والنعلین' المختار' مقیم السنة' المقدس' روح القدس' روح الحق ''۔انجیل میں جو ''الفارقلیط ''مذکور ہے'اس کا بھی یہی معنی ہے' ثعلب نے کہا: ''فارقلیط '' کا معنی ہے: جوحق اور باطل میں فرق کرے'اور'' ماذ ماذ ''اس کا معنی ہے: طیب طیب'اور'' البرقلیطس ''رومی لفظ ہے' ثعلب نے کہا: اس کا معنی ہے: خاتم جوانبیاء کی آمد کوختم کرے'اور خاتم کا معنی ہے: جوتمام انبیاء میں خَلق اور خُلق کے لحاظ سے سب سے بہتر ہواور سریانیہ میں آپ کا نام ہے: ''مشفع ''اور'' المنحمنا '' اورتورات میں ہے: ''احید ''اس کا معنی ہے: ''الواحد '' قاضی عیاض نے کہا: اس کا معنی ہے: ''صاحب السیف ''عراقی نے الدرالمنظم میں لکھا ہے کہ آپ کے اسماء ہیں: ''المصدق' المسلم' الامام المهاجر' العامل' اذن خیر' الاٰمر' الناهی' المحلل' المحرم' الواضع' الرافع' المجیر ''ابن دحیہ نے کہا: آپ کے اسماء صفات تین سو سے زائد ہیں۔

(عمدۃ القاری ج١٦ ص ١٣٥ ۔ ١٣٤ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت'١٤٢١ھ)

''ماحی' حاشر ''اور'' عاقب '' کے معانی

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں ماحی ہوں جس کے سبب سے اللہ کفر کو مٹائے گا' یعنی جزیرۂ عرب سے یا اکثر ملکوں سے کفر کو زائل کردے گا یا اس سے مراد یہ ہے کہ تمام شہروں میں کفر کو ذلیل اور رسوا کردے گا' نیز فرمایا: اور میں حاشر ہوں' اللہ میرے قدموں میں لوگوں کو جمع کرے گا' یعنی میرے بعد کیونکہ آپ ان سے پہلے میدانِ حشر میں آئیں گے کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اورفرمایا: اور میں عاقب ہوں' یعنی میں انبیاء کے بعد آنے والا ہوں اوران کا خاتم ہوں' امام مسلم کی روایت میں ہے: آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ٢٣٥٤) امام ترمذی کی روایت میں ہے: عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(سنن ترمذی: ٢٩٩٦) (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج٨ ص ٣١٠ 'مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

٣٥٣٣ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَعْجَبُوْنَ كَیْفَ یَصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّیْ شَتْمَ قُرَیْشٍ وَّلَعْنَهُمْ یَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَّیَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَّاَنَا مُحَمَّدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم (اس پر) تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح مجھ سے قریش کی مذمت اور سب و شتم کو دور کردیا' وہ مذمم کو سب و شتم کرتے ہیں اور مذمم پر لعنت کرتے ہیں اور میں محمد ہوں۔

کفار قریش کے مذمم کہنے کی وجہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

کفار نبی ﷺ سے بہت سخت نفرت کرتے تھے' اس لیے وہ آپ کو محمد نہیں کہتے تھے کیونکہ یہ نام آپ کی تعظیم پر دلالت کرتا تھا' اس لیے آپ کو وہ محمد کی ضد مذمم کہتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٣٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

رسول اللہ ﷺ میں کسی قسم کے نقص اور عیب کا نہ ہونا

میں کہتا ہوں کہ محمد کا معنی ہے: جس کی بے حد حمد اور تعریف کی گئی ہو اور تعریف ہمیشہ حسن اور کمال پر کی جاتی ہے اور جس میں نقص اور عیب ہو اس کی مذمت کی جاتی ہے' اسی لیے کفارِ قریش آپ کو محمد کی بجائے مُذَمَّم کہتے تھے' اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلقاً محمد فرمایا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ میں کسی وجہ سے نقص اور عیب نہیں ہے' اگر آپ میں کسی وجہ سے بھی نقص اور عیب ہوتا تو آپ مطلقاً محمد نہ ہوتے' اور جب آپ مطلقاً محمد ہیں تو آپ میں کسی وجہ سے بھی نقص اور عیب نہیں ہے۔

ایک دفعہ ایک عالم نے مجھ پر یہ اعتراض کیا کہ بتاؤ غیر کا محتاج ہونا کمال اور حسن ہے یا نقص اور عیب ہے' اگر غیر کا محتاج ہونا کمال ہے تو تمام صفاتِ کمالیہ کا جامع اللہ تعالیٰ ہے' لہٰذا اس کو بھی غیر کا محتاج ہونا چاہیے' اور اگر غیر کا محتاج ہونا نقص اور عیب ہے تو نبی ﷺ غیر کے محتاج تو ہیں کیونکہ آپ اللہ کے محتاج ہیں' سو آپ میں نقص اور عیب ثابت ہو گیا۔

میں نے اس کے جواب میں کہا کہ غیر کا محتاج ہونا قبیح لذاتہٖ ہے اور حسن لغیرہٖ ہے اور چونکہ یہ قبیح لذاتہٖ ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ غیر کا محتاج نہیں ہے اور حسن لغیرہٖ ہے اور اس وجہ سے یہ نبی ﷺ کی صفت ہے' کیونکہ بندہ کا کمال یہ ہے وہ اپنے مولیٰ کا محتاج ہو اور نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور یہ آپ کے لیے باعث کمال ہے' جس طرح جہاد قبیح لذاتہٖ ہے کیونکہ یہ انسانوں کو قتل کرنا اور شہروں کو ویران کرنا ہے اور حسن لغیرہٖ ہے کیونکہ یہ اللہ کے دین کے سر بلند ہونے کا سبب اور وسیلہ ہے۔

١٨- بَابُ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ　خاتم النبیین ﷺ

اس باب میں خاتم کا معنی بیان کیا گیا ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کے اسماء میں سے ایک اسم خاتم النبیین ہے۔

٣٥٣٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمٌ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِيْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَاَكْمَلَهَا وَاَحْسَنَهَا اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَدْخُلُوْنَهَا وَيَتَعَجَّبُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ. (صحیح مسلم: ٢٢٨٧' الرقم المسلسل: ٥٨٥٧' سنن ترمذی: ٢٨٦٢' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١١ ص ٤٩٩' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ١ ص ٣٦٦-٣٦٥' مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٧٨٥' شعب الایمان: ١٤٨٥' مسند احمد ج ٣ ص ٣٦١ طبع قدیم' مسند احمد: ١٤٨٨٨- ج ٢٣ ص ١٦٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیم بن میناء نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری مثال اور انبیاء (سابقین) کی مثال اس مرد کی طرح ہے جس نے مکان بنایا پس اس کو مکمل کر دیا اور اس کو مزین کر دیا مگر ایک اینٹ کی جگہ (چھوڑ دی) پس لوگ اس مکان میں داخل ہو کر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں: کاش! ایک اینٹ کی جگہ (چھوڑی ہوئی) نہ ہوتی۔

انبیاء سابقین کو عمارت کے ساتھ اور ہمارے نبی ﷺ کو اینٹ کے ساتھ تشبیہ دینے کی وضاحت

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

ابن ذکری نے اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: اس مکان کا بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور انبیاء علیہم السلام کو اس مکان

کے ساتھ تشبیہ دی ہے' جس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑی ہوئی تھی' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس اینٹ کے ساتھ تشبیہ دی ہے' پس آپ وہ اینٹ ہیں جس سے قصرِ انبیاء مکمل ہوتا ہے' اور انبیاء علیہم السلام کا دائرہ صرف آپ سے تمام پذیر ہوتا ہے' اس دائرہ کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہے اور اس کی انتہاء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہے' اور ان کے درمیان جو انبیاء علیہم السلام ہیں وہ دائرہ ہیں اور دائرہ حقیقت میں انتہاء سے مکمل ہوتا ہے' اسی طرح اس مکان کی بنیاد حضرت آدم ہیں اور اس کی دیواروں کی بنیاد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اس کے باقی اجزاء دیگر انبیاء علیہم السلام ہیں اور کسی مکان کی تکمیل اس کی دیواروں کی بنیاد سے ہوتی ہے۔

پس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہورِ نبوت کو کامل کر دیا اور انبیاء علیہم السلام کے مراتب کو اور ان کے معجزات کو اور ان کے اخلاق کو اور ان کی خصوصیات اور ان کی امتوں کے ساتھ ان کے معاملات کو ظاہر اور آشکار کر دیا' پس انبیاء علیہم السلام کی ہیئت اجتماعیہ کو ایک مکمل اور مزین مکان کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ (حاشیۃ ابن ذکری ج ۲ ص ۵۸)

امام ابن العربی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ اینٹ ہیں جو عمارتِ نبوت کی بنیاد ہے اور اگر بنیاد نہ ہو تو عمارت منہدم ہو جاتی ہے۔

علامہ اُبی نے اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس اینٹ کو اپنی جگہ پر رکھنا اس عمارتِ نبوت کے حسن کی تکمیل کے لیے ہے' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس اینٹ کے بغیر اس عمارت میں کوئی حسن نہیں تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ اس عمارت کے حسن کی تعریف اور تحسین کرتے تھے' سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت عمارتِ نبوت کے حسن و جمال کو تمام و کمال تک پہنچانے کے لیے ہے۔

اسی معنی کے قریب حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس مثال سے یہ مراد نہیں ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام کی شریعتیں ناقص تھیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کامل کر دیا کیونکہ ہر نبی کی شریعت اپنے زمانہ کے اعتبار سے کامل ہوتی ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ تمام انبیاء کی شریعتیں کامل تھیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت اکمل ہے' ان کی شریعتیں صرف اپنے زمانوں کے لیے تھیں اور آپ کی شریعت قیامت تک کے لیے ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۷۷) یہاں پر علامہ زرھونی کی شرح مکمل ہوئی۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۱۳-۳۱۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

٣٥٣٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مَثَلِىْ وَمَثَلَ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِىْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِّنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَيَعْجَبُوْنَ لَهٗ وَيَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ. (صحیح مسلم: ۲۲۸۶' الرقم المسلسل: ۵۸۵۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس مرد کی طرح ہے جس نے ایک مکان بنایا پس اس کو بہت حسین و جمیل بنایا مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی' پس لوگ اس مکان کے گرد چکر لگاتے اور اس کی تحسین کرتے اور کہتے ہیں کہ اس میں وہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی! پس میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث سابق کی شرح کا مطالعہ کریں۔

١٩- بَابُ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات

اس باب میں نبی ﷺ کی وفات کا بیان کیا گیا ہے۔

٣٥٣٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جس وقت نبی ﷺ کی وفات ہوئی اس وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّاَخْبَرَنِیْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ مِثْلَهٗ.

اور ابن شہاب نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے اس کی مثل خبر دی ہے۔

[طرف الحدیث:٤٤٦٦] (صحیح مسلم:٢٣٤٩' الرقم المسلسل:٥٩٨٦)

رسول اللہ ﷺ کی تاریخ وفات کی تحقیق

اس پر اتفاق ہے کہ نبی ﷺ کی وفات ربیع الاوّل کے مہینہ میں پیر کے دن ہوئی' البتہ تاریخ میں اختلاف ہے' جمہور کے نزدیک وفات کی تاریخ بارہ ربیع الاوّل ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ کی وفات یکم یا دو ربیع الاوّل کو ہوئی ہے' اگرچہ یہ جمہور کے خلاف ہے لیکن صحیح یہی ہے' کیونکہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس سال حجۃ الوداع تھا' اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اور وہ ذوالحجہ کی نو تاریخ تھی' اس اعتبار سے اگر یہ فرض کیا جائے کہ ذوالحجہ' محرم اور صفر تینوں مہینے ٣٠' ٣٠ دن کے تھے تو پیر کے دن چھ ربیع الاوّل ہوگی اور یکم ربیع الاوّل بدھ کو ہوگی' اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ تینوں مہینے ٢٩' ٢٩ دن کے تھے تو پیر کے دن دو ربیع الاوّل ہوگی اور یکم ربیع الاوّل اتوار کو ہوگی' اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ دو مہینے تیس دن کے ہیں اور ایک مہینہ انتیس دن کا ہے تو پیر کے دن سات ربیع الاوّل ہوگی اور یکم ربیع الاوّل منگل کے دن ہوگی' اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ دو مہینے انتیس دن کے ہیں اور ایک مہینہ تیس دن کا ہے تو پیر کے دن یکم ربیع الاوّل ہوگی' غرض کوئی حساب بھی فرض کیا جائے جب نو ذوالحجہ جمعہ کے دن ہو تو بارہ ربیع الاوّل پیر کے دن کسی حساب سے نہیں ہو سکتی' لہٰذا درایتاً اور عقلاً رسول اللہ ﷺ کی وفات کی تاریخ بارہ ربیع الاوّل نہیں ہے' پیر کے دن ربیع الاوّل کی تاریخ کے عقلی احتمال یہ ہیں: اگر سب مہینے تیس دن کے ہوں تو چھ ربیع الاوّل' اگر سب ماہ انتیس دن کے ہوں تو دو ربیع الاوّل' اگر دو ماہ تیس دن کے ہوں اور ایک انتیس دن کا ہو تو سات ربیع الاوّل' اور اگر دو ماہ انتیس دن کے ہوں اور ایک ماہ تیس دن کا ہو تو یکم ربیع الاوّل۔ چھ اور سات ربیع الاوّل کا کوئی قائل نہیں ہے تو پھر آپ کی وفات کی تاریخ یکم ربیع الاوّل ہے یا دو ربیع الاوّل' حسب ذیل علماء نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ آپ کی وفات کی تاریخ یکم ربیع الاوّل ہے یا دو ربیع الاوّل۔

امام محمد بن سعد متوفی ٢٣٠ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی بیماری کی ابتداء انیس صفر بروز بدھ ١١ھ کو ہوئی' آپ تیرہ دن بیمار رہے اور آپ دو ربیع الاوّل ١١ھ پیر کے دن فوت ہو گئے' اس کے بعد امام ابن سعد نے بارہ ربیع الاوّل کو فوت ہونے کے متعلق اقوال نقل کیے ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ٢٠٩۔٢٠٨' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ اپنی سند کے ساتھ محمد بن قیس سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ ١٩ صفر بروز بدھ ١١ھ کو سخت بیمار ہوئے' اس وقت آپ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے' آپ

کی تمام ازواج وہاں جمع ہو گئیں' آپ تیرہ دن بیمار رہے اور دو ربیع الاوّل گیارہ ہجری کو پیر کے دن فوت ہو گئے۔

(دلائل النبوۃ ج ٧ ص ٢٣٥ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٠ھ)

امام ابن عساکر متوفی ٥٧١ھ' علامہ سہیلی متوفی ٥٨١ھ' حافظ ابن کثیر متوفی ٧٧٤ھ' حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ' علامہ بدر الدین عینی متوفی ٨٥٥ھ' علامہ سیوطی متوفی ٩١١ھ' ملا علی قاری متوفی ١٠١٤ھ اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ھ کی بھی یہی تحقیق ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ٢ ص ٣٨٧' الروض الانف ج ٤ ص ٤٣٩' البدایہ والنہایہ ج ٤ ص ٢٢٨' فتح الباری ج ٤ ص ٧٤٣' عمدۃ القاری جز ١٨ ص ٦٠' التوشیح ج ٤ ص ١٤٣' مرقات ج ١١ ص ٢٣٨' اشعۃ اللمعات ج ٤ ص ٦٠٤)

٢٠- بَابُ كُنْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت کا بیان ہے' کنیت کا لفظ کنایہ سے ماخوذ ہے' یعنی کسی شخص کو اس کے صریح اسم کے بجائے کنایہ کے ساتھ تعبیر کرنا' عربوں میں کنیت کا بہت زیادہ رواج تھا اور بعض اوقات کنیت نام سے زیادہ مشہور اور نام پر غالب ہوتی تھی' جیسے ابوطالب اور ابولہب وغیرہ' کنیت میں اَب یا اُم کے لفظ کی کسی اسم کی طرف اضافت کی جاتی ہے' جو کبھی مدح کی خبر دیتا ہے اور کبھی مذمت کی۔ مدح کی مثال ہے: جیسے ابوبکر' اور مذمت کی مثال ہے: جیسے ابوجہل' اور کبھی اس اسم کی طرف اضافت کی جاتی ہے جس چیز کے اسم کے ساتھ وہ زیادہ مشغول ہوتا ہے' جیسے ابوہریرہ اور ابوتراب۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ہے: ابوالقاسم' قاسم آپ کے سب سے بڑے بیٹے کا نام ہے' ابن دحیہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم اس وجہ سے ہے کہ آپ قیامت کے دن لوگوں کے درمیان جنت کو تقسیم فرمائیں گے' آپ کی کنیت ابوابراہیم بھی ہے' ابراہیم آپ کے اس صاحب زادہ کا نام ہے جو حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے' حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کے پاس آ کر کہا: "السلام عليك ابا ابراهيم"۔ توضیح میں مذکور ہے: آپ کی تیسری کنیت ابوالارامل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٣٩)

٣٥٣٧- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوْقِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازار میں تھے' پس ایک مرد نے کہا: یا ابا القاسم! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مڑ کر دیکھا' (اس شخص نے کہا: میری مراد آپ نہیں تھے) تب آپ نے فرمایا: میرا نام رکھا کرو اور میری کنیت نہ رکھا کرو۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢١٢٠ میں گزر چکی ہے۔

آپ کی کنیت رکھنا صرف آپ کی ظاہری حیات میں ممنوع تھا

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے یا ابا القاسم کہا' اس مرد کا نام مذکور نہیں ہے' یہ مرد یہودی تھا' جب آپ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا تو اس نے کہا: میری مراد آپ نہیں تھے۔

آپ نے فرمایا: میرا نام رکھو یعنی محمد اور احمد نام رکھو' اور میری کنیت نہ رکھو یعنی ابوالقاسم کنیت نہ رکھو۔

اس میں اختلاف ہے کہ آپ کی کنیت رکھنا آپ کی ظاہری حیات میں ممنوع تھا یا قیامت تک ممنوع ہے؟ قاضی عیاض نے امام

مازری سے نقل کیا ہے کہ محققین اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ یہ صرف آپ کی ظاہری حیات میں ممنوع تھا تا کہ کوئی شخص آپ کو ابوالقاسم کہہ کر آپ کو ایذاء نہ پہنچائے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۷) اور یہی صحیح ہے۔

(الفجر الساطع ج ۸ ص ۳۱۴ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۳۰ھ)

٣٥٣٨ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَسَمَّوْا بِاِسْمِيْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از منصور از سالم از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا نام تو رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۱۴ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٣٩ - **حَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ اَبُوالْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا بِاِسْمِيْ وَلَاتَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ایوب از ابن سیرین' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۰ میں گزر چکی ہے۔

٢١ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان نہیں لکھا اور یہ ابواب سابقہ سے بہ منزلہ فصل ہے۔

٣٥٤٠ - **حَدَّثَنَا** اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنِ الْجُعَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَاَيْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ ابْنَ اَرْبَعٍ وَّتِسْعِيْنَ جَلْدًا مُّعْتَدِلًا فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ مَامُتِّعْتُ بِهٖ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ اِلَّا بِدُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ خَالَتِيْ ذَهَبَتْ بِيْ اِلَيْهِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِيْ شَاكٍ فَادْعُ اللّٰهَ لَهٗ قَالَ فَدَعَالِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے الفضل بن موسیٰ نے خبر دی از الجعید بن عبدالرحمان' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت السائب بن یزید کو چورانوے سال کی عمر میں دیکھا' وہ بہت قوی اور توانا تھے' انہوں نے بتایا کہ مجھے یقین ہے کہ میں اپنے کانوں اور آنکھوں سے جو فائدہ حاصل کر رہا ہوں وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت کی وجہ سے ہے' بے شک میری خالہ مجھے آپ کے پاس لے گئیں' پس انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بے شک میرا بھانجا بیمار ہے' آپ اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے دعا کیجئے تو آپ نے میرے لیے دعا فرمائی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۹۰ میں گزر چکی ہے۔

رسول اللہ کا لفظ بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے

علامہ الفضیل بن الفاطمی الحیثمی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں لفظ رسول اللہ کا ذکر ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ لفظ رسول اللہ بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم ہے' ہر چند کہ یہ لفظ دوسرے رُسُل کو بھی شامل ہے لیکن آپ کے لیے اس کا غالب استعمال ہوتا ہے اور جب رسول اللہ کا لفظ مطلقاً بولا جائے تو اس سے صرف آپ ہی کی ذات مراد ہوتی ہے' علامہ قسطلانی نے رسول اللہ کے لفظ کو آپ کے اسماء میں شمار کیا ہے۔

(المواہب مع شرح الزرقانی ج ۳ ص ۱۳۱)

علامہ ابن ابی جمرہ نے بھی اس لفظ کو آپ کے اسماء میں لکھا ہے' بلکہ اس کو سب سے اعلیٰ احبّ (محبوب ترین) اسم قرار دیا ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۱۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

٢٢ - بَابُ خَاتَمِ النُّبُوَّةِ — مُہر نبوت کا بیان

مُہر نبوت آپ کے دو کندھوں کے درمیان تھی اور اہل کتاب آپ کی نبوت کو اس مُہر سے پہچانتے تھے۔

٣٥٤١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنِ الْجُعَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ قَالَ ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِيْ وَجِعٌ فَمَسَحَ رَاْسِيْ وَدَعَالِيْ بِالْبَرَكَةِ وَتَوَضَّاَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَّضُوْئِهٖ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَنَظَرْتُ اِلٰى خَاتَمٍ بَيْنَ كَتِفَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبیداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از الجعید بن عبدالرحمان' انہوں نے کہا: میں نے حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے سنا کہ مجھے میری خالہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئیں' پس انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ میرا بھانجا ہے اس کے سر میں تکلیف ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی اور آپ نے وضوء کیا تو میں نے آپ کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو پیا' پھر میں آپ کی پشت کے پیچھے کھڑا ہو گیا' پس میں نے آپ کے دو کندھوں کے درمیان مُہر (نبوت) کو دیکھا۔

قَالَ ابْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْحُجْلَةُ مِنْ حُجَلِ الْفَرَسِ الَّذِيْ بَيْنَ عَيْنَيْهِ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ..

(''زر الحجلۃ'' میں) ابن عبیداللہ نے کہا: ''الحجلۃ'' ''حجل الفرس'' سے ماخوذ ہے' یہ گھوڑے کی اس سفیدی کو کہتے ہیں جو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ہوتی ہے۔ ابراہیم بن حمزہ نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ لفظ ''زر الحجلۃ'' ہے (نہ کہ ''رِز الحجلۃ'')۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۹۰ میں گزر چکی ہے۔

''زِر الحجلۃ'' اور ''رِز الحجلۃ'' کا فرق

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ اگر لفظ ''زِر الحجلۃ'' ہے تو اس کا معنی ہے: دلہن کی مسہری کی گھنڈی اور اگر یہ لفظ ''رِز الحجلۃ'' ہے تو اس کا معنی ہے: پرندے کا انڈا۔ ''الحجلۃ'' ایک معروف پرندہ کا نام ہے' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ مُہر نبوت کبوتر کے انڈے کی مثل تھی۔ (سنن ترمذی: ۳۶۴۴) یہاں پر علامہ ابن اثیر کی عبارت ختم ہوئی۔

(النہایہ لابن الاثیر ج ۲ ص ۲۷۲)

امام بخاری نے محمد بن عبیداللہ کے قول کے ردّ کی طرف اشارہ کیا ہے، کیونکہ جو سفیدی گھوڑے کی دونوں آنکھوں کے درمیان ہوتی ہے اس کو ''غُرّہ'' کہتے ہیں نہ کہ جمل، جمل گھوڑے کے پیروں کی سفیدی کو کہتے ہیں، اس لیے یہ لفظ ''زِر الحجلة'' نہیں ہے بلکہ ''رِز الحجلة'' ہے جیسا کہ امام ابن اثیر نے بیان کیا ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ۱۷۳، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۹ھ)

مُہر نبوت کے متعلق متعدد احادیث اور ان کی تطبیق

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

مُہر نبوت کی صفت میں متعدد متقارب المعنی احادیث وارد ہیں:

امام مسلم کی روایت ہے: گویا کہ وہ کبوتر کا انڈا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۴۴)

امام ابن حبان کی روایت ہے: وہ شتر مرغ کے انڈے کی مثل ہے۔ (الاحسان ج ۱۴ ص ٦) تاہم یہ غلط ہے۔

امام ابن حبان کی ایک اور روایت ہے: وہ غلیل کی گولی کی مثل گوشت کا ابھار ہے۔ (الاحسان ج ۱۴ ص ۲۱) وہ تلوں کا گچھا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۴٦)

امام ترمذی کی روایت ہے: وہ کبوتر کے انڈے کی مثل ہے۔ (سنن ترمذی: ۳٦۴۴)

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ احادیثِ ثابتہ اس پر متفق ہیں کہ آپ کے بائیں کندھے کے پاس گوشت کا اُبھار تھا جس کا رنگ سرخ تھا اور اس کی مقدار کبوتر کے انڈے کی مثل تھی۔ (المفہم ج ٦ ص ۱۳٦)

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ مُہر نبوت کے متعلق راویوں کے اقوال مختلف ہیں لیکن یہ حقیقت میں اختلاف نہیں ہے، جس راوی نے مہر نبوت کو جس طرح دیکھا اس پر وہ جس طرح ظاہر ہوئی، اس نے اس طرح اس کو بیان کر دیا اور ان تمام روایات کا مآل واحد ہے کہ وہ گوشت کا اُبھرا ہوا ٹکڑا تھا، جس پر بال تھے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۱۹، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۳۰ھ)

۲۳- بَابُ صِفَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفاتِ ظاہرہ اور باطنہ کو بیان کیا گیا ہے۔

۳۵۴۲- حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ حُسَيْنٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ الْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِيْ فَرَاَى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَحَمَلَهٗ عَلٰى عَاتِقِهٖ وَقَالَ بِاَبِیْ شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ لَا شَبِيْهٌ بِعَلِيٍّ وَّعَلِيٌّ يَضْحَكُ. [طرف الحدیث: ۳۷۵۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از عمر بن سعید بن ابی حسین از ابن ابی ملیکہ از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھی، پھر وہ باہر نکل کر جا رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو حضرت ابو بکر نے ان کو اٹھا کر اپنے کندھے پر بٹھا لیا اور کہا: ان پر میرے باپ فدا ہوں! یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہیں حضرت علی کے مشابہ نہیں ہیں! اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو عاصم الضحاک بن مخلد، یہ نبیل کے نام سے مشہور ہیں (۲) عمرو بن سعید بن ابی حسین النوفلی القرشی (۳) عبداللہ بن ابی

مُلیکہ (۴) حضرت عقبہ بن الحارث بن عامر القرشی النوفلی المکی۔ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص ۱۴۲)

اس حدیث کی باب کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری حسن کا بیان ہے جس کے حضرت حسن رضی اللہ عنہ مشابہ تھے۔

ان کا بیان جو صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے اور دیگر فوائد اور مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عصر کی نماز کے بعد باہر جا رہے تھے۔ اسماعیلی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چند روز بعد کا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی طرف آ رہے تھے۔

اس میں مذکور ہے: اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے' حضرت علی کی ہنسی اس پر دلیل ہے کہ وہ بھی حضرت ابوبکر کے اس قول کے موافق تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہیں۔

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ پانچ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے: (۱) حضرت جعفر بن ابی طالب (۲) حضرت حسن بن علی (۳) حضرت قثم بن العباس (۴) حضرت ابوسفیان بن الحارث (۵) حضرت السائب بن عبید رضی اللہ عنہم۔

عیون الاثر میں مذکور ہے: حضرت عبداللہ بن عامر بن کعب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے' آپ نے ان کو بچپن میں دیکھ کر فرمایا: یہ ہمارے مشابہ ہے۔

المرأۃ میں مذکور ہے کہ ان میں مسلم بن معتب بھی شامل ہیں اور انس بن ربیعہ بن مالک بصری بھی ہیں' یہ تمام لوگوں سے زیادہ صورت اور سیرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب ان کو دیکھتے تو ان سے معانقہ کرتے اور روتے اور فرماتے: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنا چاہتا ہو وہ ان کو دیکھ لے' حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے ان کو بلایا' کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور ان کو گلے لگایا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسا دیا' ان کو مال پیش کیا اور زمین نذر کی' انہوں نے مال واپس کر دیا اور زمین کو قبول کر لیا۔

اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت معلوم ہوئی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل سے محبت کرتے تھے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کم سن لڑکے کا کھیلنا جائز ہے کیونکہ اس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عمر سات سال تھی' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سنی ہیں اور ان کو یاد رکھا ہے اور ان کا کھیل ان اُمور پر محمول ہے جو اس زمانہ میں مباح تھے' بلکہ ان اُمور پر محمول ہے جن کا تعلق جسمانی ورزش کے ساتھ تھا۔ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص ۱۴۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٥٤٣ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْحَسَنُ يُشْبِهُهٗ.

[طرف الحدیث: ۳۵۴۴] (صحیح مسلم: ۲۳۴۳' الرقم المسلسل: ۵۹۷۵' سنن ترمذی: ۲۸۳۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے مشابہ تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث سابق کا مطالعہ کریں' یعنی صحیح البخاری ۳۵۴۲ کا۔

٣٥٤٤ - حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يُشْبِهُهُ قُلْتُ لِأَبِي جُحَيْفَةَ صِفْهُ لِي قَالَ كَانَ أَبْيَضَ قَدْ شَمِطَ وَأَمَرَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثَ عَشْرَةَ قَلُوصًا قَالَ فَقُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ نَقْبِضَهَا.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابی خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور حضرت حسن بن علی علیہما السلام آپ کے مشابہ تھے' راوی نے کہا: میں نے حضرت ابو جحیفہ سے کہا: میرے لیے آپ کی صفت بیان کریں' انہوں نے کہا: آپ گورے رنگ کے تھے' آپ کے سر کے کچھ بال سفید ہو گئے تھے (اکثر سیاہ تھے)' آپ نے حکم دیا کہ ہم کو تیرہ اونٹنیاں دی جائیں' ابھی ہم نے ان اونٹنیوں پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ آپ کی وفات ہوگئی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٣٥٤٢ کا مطالعہ کریں۔

٣٥٤٥ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ وَهْبٍ أَبِي جُحَيْفَةَ السُّوَائِيِّ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ بَيَاضًا مِنْ تَحْتِ شَفَتِهِ السُّفْلٰى الْعَنْفَقَةَ.

(صحیح مسلم: ٢٣٤٢' الرقم المسلسل: ٥٩٧٤' سنن ابن ماجہ: ٣٦٢٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از وہب از ابی جحیفہ السوائی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی' میں نے دیکھا کہ آپ کے نچلے ہونٹ کے نیچے ٹھوڑی کے کچھ بال سفید تھے۔

اس حدیث میں ''عنفقه'' کا لفظ ہے' نچلے ہونٹ کے نیچے جو چند بال ہوتے ہیں ان کو ''عنفقه'' کہتے ہیں' اردو میں اس کو بچہ ڈاڑھی کہتے ہیں۔

٣٥٤٦ - **حَدَّثَنَا** عِصَامُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حَرِيزُ بْنُ عُثْمَانَ أَنَّهُ سَأَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بُسْرٍ صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ شَيْخًا قَالَ فِي عَنْفَقَتِهِ شَعَرَاتٌ بِيضٌ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عصام بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حریز بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے' انہوں نے پوچھا: کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی (جب) آپ بوڑھے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ کے نچلے ہونٹ کے نیچے چند سفید بال تھے۔

یہ حدیث بھی حدیث سابق کی مثل ہے۔

٣٥٤٧ - **حَدَّثَنَا** ابْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَصِفُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ أَزْهَرَ اللَّوْنِ لَيْسَ بِأَبْيَضَ أَمْهَقَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی از خالد از سعید بن ابی ہلال از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کر رہے تھے' انہوں نے کہا: آپ لوگوں کے درمیانے قد کے

وَلَا اٰدَمَ لَيْسَ بِجَعْدٍ قَطِطٍ وَلَا سَبْطٍ رَّجِلٍ اُنْزِلَ عَلَيْهِ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعِيْنَ فَلَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ وَقُبِضَ وَلَيْسَ فِيْ رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعَرَةً بَيْضَاءَ قَالَ رَبِيْعَةُ فَرَاَيْتُ شَعَرًا مِّنْ شَعْرِهٖ فَاِذَا هُوَ اَحْمَرُ فَسَاَلْتُ فَقِيْلَ اِحْمَرَّ مِنَ الطِّيْبِ.

(صحیح مسلم: ۲۳۴۷، الرقم المسلسل: ۵۹۸۳)

تھے، بہت طویل نہ بہت پست تھے، آپ کا کھلتا ہوا رنگ تھا، نہ میدہ کی طرح سفید تھا اور نہ گندمی تھے، آپ کے بال سخت گھونگریالے نہ تھے اور نہ بالکل سیدھے لٹکے ہوئے تھے، چالیس سال کی عمر میں آپ پر وحی نازل ہوئی، آپ نے دس سال تک مکہ میں قیام کیا اور اس عرصہ میں آپ پر وحی نازل ہوتی رہی اور مدینہ میں بھی آپ کا قیام دس سال تک رہا، آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں ہوئے تھے، ربیعہ نے کہا: میں نے آپ کے بالوں میں سے ایک بال سرخ رنگ کا دیکھا، میں نے اس کے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ خوشبو لگانے سے سرخ ہو گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر کے متعلق جمہور کا قول

اس حدیث میں مذکور ہے کہ چالیس سال کی عمر میں آپ پر وحی نازل ہوئی، دس سال آپ مکہ میں رہے اور دس سال مدینہ میں رہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی عمر ساٹھ سال تھی، حالانکہ مشہور یہ ہے کہ آپ تیرہ سال مکہ میں رہے اور دس سال مدینہ میں رہے اور آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی اور اس کا ثبوت اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیے گئے، پس آپ تیرہ سال مکہ میں رہے، آپ پر وحی نازل ہوتی رہی، پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا، پھر دس سال آپ ہجرت کی سرزمین میں رہے اور جس وقت آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ (صحیح البخاری: ۳۹۰۲-۳۹۰۳-۴۴۶۵-۴۹۷۹، صحیح مسلم: ۲۳۵۱-۲۳۵۱، سنن ترمذی: ۳۶۷۲، مصنف عبدالرزاق: ۶۷۸۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۵۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۸)

یہی جمہور کا قول ہے، صحیح بخاری: ۳۵۴۷ میں مذکور ہے: آپ دس سال مکہ میں رہے، حالانکہ آپ تیرہ سال مکہ میں رہے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ایام فترت وحی کے تین سالوں کو شمار نہیں کیا گیا یا پھر اس میں دہائی کا ذکر ہے اور اکائی اور کسر کے تین سالوں کو حذف کر دیا۔

٣٥٤٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ رَّبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ وَلَا بِالْاَبْيَضِ الْاَمْهَقِ وَلَيْسَ بِالْاٰدَمِ وَلَيْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَلٰى رَاْسِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَاَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ فَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ وَلَيْسَ فِيْ رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعَرَةً بَيْضَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت لمبے قد کے نہیں تھے اور نہ بہت پست قد کے تھے، آپ کا رنگ میدہ کی طرح سفید تھا نہ گندمی رنگ تھا، اور آپ کے بال نہ سخت گھونگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے لٹکے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث فرمایا، پس آپ مکہ میں دس سال رہے اور مدینہ میں دس سال رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے جس وقت آپ

کو وفات دی اس وقت آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۵۴۷ میں کر دی گئی ہے۔

۳۵٤۹ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَّاَحْسَنَهٗ خَلْقًا لَّيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ.

[طرف الحدیث: ۳۵۴۸] (صحیح مسلم: ۲۳۳۷، الرقم المسلسل: ۵۹۵۸، سنن ابوداؤد: ۴۰۷۲، سنن ترمذی: ۲۸۲۰، سنن نسائی: ۵۲۴۲ - ۵۲۳۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن سعید ابوعبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی اسحاق، انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء (بن عازب) رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھا اور آپ کے اخلاق تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے، آپ کا قد بہت زیادہ لمبا تھا نہ بہت چھوٹا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کی عظمت

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی المتوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

جان لو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکمل ایمان تب ہوگا جب یہ اعتقاد ہو کہ آدمی کے جسم میں جتنے محاسن ظاہرہ ہو سکتے ہیں وہ سب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم میں موجود تھے اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ محاسنِ ظاہرہ محاسنِ باطنہ پر اور اخلاقِ زکیہ پر دلیل ہوتے ہیں اور ان محاسن میں کوئی شخص آپ سے بڑھ کر ہے نہ آپ کے برابر ہے، اسی وجہ سے علامہ قرطبی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام حسن ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ صحابہ آپ کو دیکھنے کی تاب نہ لاتے۔ (اشرف الوسائل الی فہم الشمائل ج ۱ ص ۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ کی عظمت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے اخلاق تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔

علامہ احمد بن حجر ہیتمی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فطرت میں اخلاقِ کریمہ تھے، آپ نے حسن اخلاق کے حصول کے لیے کوئی ریاضت اور مشقت نہیں کی بلکہ انوارِ معارف مسلسل آپ کے قلب کو روشن رکھتے تھے، حتیٰ کہ آپ کے اندر غیر متناہی اور لامحدود خصالِ حمیدہ جمع ہو گئے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ (القلم: ۴) اور بے شک آپ ضرور بہت عظیم خلق پر ہیں ○

اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلق کو عظیم فرمایا کیونکہ آپ کے اخلاق میں کرم اور سخاوت غالب تھی، آپ مؤمنوں پر رؤف اور رحیم تھے، کفار پر سخت تھے، ان کے دلوں پر آپ کی ہیبت چھائی رہتی تھی اور ایک ماہ کی مسافت سے ان پر آپ کا رعب طاری رہتا تھا، موطأ امام مالک میں یہ حدیث ہے کہ میں اس لیے مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کو پورا کر دوں۔ (موطأ امام مالک: ۸۔ کتاب حسن الخلق) آپ اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متصف تھے، اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ کا خلق قرآن ہے۔ (صحیح مسلم: ۷۴۶) پس جس طرح قرآن مجید کے معانی غیر متناہی ہیں، اسی طرح آپ کے خلق عظیم کے اوصاف غیر متناہی ہیں۔

(اشرف الوسائل الی فہم الشمائل ج ۲ ص ۴۹۶‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۱۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم کے متعلق چند احادیث

خارجہ بن زید بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ چند لوگ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سنائیے‘ انہوں نے کہا: میں تمہیں کیا کیا بتاؤں‘ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوس میں رہتا تھا‘ جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ مجھے بلواتے‘ پس میں آپ کے لیے وحی لکھتا‘ پھر جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو آپ ہمارے ساتھ دنیا کا ذکر کرتے اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپ ہمارے ساتھ آخرت کا ذکر کرتے اور جب ہم طعام کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ طعام کا ذکر کرتے۔ (المعجم الکبیر: ۴۸۸۲‘ شرح السنۃ: ۳۵۷۳)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خُلق کامل تھا‘ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ حسنِ معاشرت کے ساتھ رہتے اور ان پر انتہائی لطف فرماتے تھے‘ تاکہ وہ آپ کے پاس آتے رہیں‘ آپ دنیا اور طعام کا ذکر کرتے اور اس کے ساتھ فوائد علمیہ بیان فرماتے اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ بڑے آدمی کو چھوٹوں کے ساتھ امور مباحہ میں بھی مشغول ہونا چاہیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی‘ آپ نے کبھی مجھ سے اُف تک نہیں کہا‘ اور میں نے کوئی کام کیا ہوتو آپ نے یہ نہیں فرمایا: تم نے یہ کام کیوں کیا اور کبھی کسی کام کو چھوڑ دیا ہوتو یہ نہیں فرمایا: تم نے اس کو کیوں چھوڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھا اور کوئی ریشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ سے زیادہ ملائم نہیں تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ سے کوئی مشک اور عطر خوشبو دار نہیں تھا۔ (سنن ترمذی: ۲۰۱۵‘ شرح السنۃ: ۳۵۵۸)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم اور صبر سب سے زیادہ تھا کیونکہ اتنے طویل عرصہ میں کوئی بات طبعی طور پر آپ کو ناگوار بھی ہوئی ہوگی لیکن آپ نے اس پر بھی برہمی کا اظہار نہیں فرمایا اور اس میں حضرت انس کی بھی فضیلت ہے کہ انہوں نے اتنے طویل عرصہ میں کوئی خلافِ شرع کام نہیں کیا ورنہ آپ خلافِ شرع کام پر سکوت نہیں فرماتے تھے اور ضرور اس کی مذمت فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبعاً بے حیائی کی اور قبیح باتیں کرتے تھے نہ تکلف سے‘ اور نہ بازاروں میں اونچی آواز سے بات کرتے تھے اور نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دیتے تھے لیکن معاف کر دیتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔

(سنن ترمذی: ۲۰۱۶‘ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۵۲۰‘ مسند احمد ج ۶ ص ۱۷۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاف کرنے کی یہ مثال کافی ہے کہ جن کافروں نے غزوۂ اُحد میں آپ کے سامنے کے چار دانت شہید کر دیئے اور آپ کا چہرہ خون آلود کر دیا‘ آپ نے ان کو معاف کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۴۰۷۵) آپ نے ان کافروں کے خلاف دعا نہیں کی کیونکہ بدلہ لینا آپ کا حق تھا اور غزوۂ خندق میں جن کافروں کی وجہ سے نماز قضاء ہوئی‘ ان کے خلاف دعا کی اور دعا کی: اے اللہ! جنہوں نے ہم کو نمازِ وسطیٰ نمازِ عصر سے مشغول رکھا‘ ان کے پیٹوں کو اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔ (صحیح البخاری: ۶۳۹۶) یہاں آپ نے ان کے خلاف اس لیے دعا کی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! دوس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اور اسلام لانے سے انکار کیا ہے‘ آپ ان کے خلاف دعا کیجئے‘ لوگوں کا گمان تھا کہ اب آپ ان کے خلاف دعا کریں گے‘ آپ نے دعا کی: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور ان کو یہاں لے آ! (صحیح البخاری: ۶۳۹۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر اپنے قرض کا تقاضا کیا اور بہت سخت باتیں

کیں' آپ کے اصحاب نے اس کو مارنے کا ارادہ کیا' آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو جس کا حق ہوتا ہے اس کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۴۰۱' سنن نسائی: ۴۶۱۷' سنن ابن ماجہ: ۲۴۲۳' سنن ترمذی: ۱۳۱۶)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے زید بن سعنہ (یہودی عالم) کو ہدایت دینے کا ارادہ فرمایا تو زید بن سعنہ نے کہا: نبوت کی تمام علامتوں کو میں نے (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چہرے میں پہچان لیا ہے' جب (بھی) میں نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا سوا دو علامتوں کے' ان دو علامتوں کو میں نے ان میں نہیں پایا' ایک یہ کہ نبی کا حلم اس کے غضب پر غالب ہوتا ہے' دوسری یہ کہ غضب کی شدت بھی اس کے حلم کو زیادہ کرتی ہے' پس میں کسی حیلہ سے ان میں ان علامتوں کو بھی آزماؤں گا' ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرات سے باہر نکلے اور آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے' آپ کے پاس ایک مرد اپنی سواری پر آیا' وہ اعرابی اور بدوی کی طرح تھا' اس نے کہا: یارسول اللہ! بنوفلاں کی بستی کے لوگ مسلمان ہو چکے ہیں اور بارش نہ ہونے کی وجہ سے وہ لوگ سخت قحط میں مبتلاء ہیں' یارسول اللہ! مجھے یہ خطرہ ہے کہ وہ لوگ طعام کے لالچ میں اسلام سے نکل جائیں گے' اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کی مدد کر دیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طرف کھڑے ہوئے ایک مرد کی طرف دیکھا' میرا گمان ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اس مال میں سے کچھ بھی نہیں بچا' زید بن سعنہ نے کہا: پھر میں آپ کے قریب ہوا اور میں نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ کا کیا خیال ہے آپ فلاں کے باغ سے ایک مدت معین کے ادھار پر کھجوریں خرید لیں' آپ نے فرمایا: نہیں! اے یہودی! لیکن میں تم سے ایک مدتِ معین کے اُدھار پر کھجوریں خریدوں گا اور میں فلاں کے باغ کا نام نہیں لوں گا' میں نے کہا: ٹھیک ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے اُدھار کھجوریں خرید لیں' پس میں نے اپنی ہتھیلی کھول کر ان کھجوروں کے عوض آپ کو اسّی (۸۰) مثقال سونا دیا کہ آپ مجھے فلاں تاریخ کو اتنی کھجوریں دے دیں گے' آپ نے وہ اسّی (۸۰) مثقال اس بدوی کو دے دیئے اور فرمایا: جلد جا کر ان قحط زدہ لوگوں کی مدد کرو' زید بن سعنہ نے کہا: ابھی ان کھجوروں کی ادائیگی میں دو تین دن رہتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے نکلے' آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور چند دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے' جب آپ نے نمازِ جنازہ پڑھا دی تو آپ ایک دیوار کے پاس بیٹھ گئے' میں نے آپ کی قمیص کا دامن پکڑ کر آپ کو غصہ سے گھور کر کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کیا آپ میرا حق نہیں ادا کریں گے! پس اللہ کی قسم! مجھے یہ علم نہیں تھا کہ بنوعبدالمطلب تاخیر سے قرض ادا کرتے ہیں اور اب جب میرا تم سے معاملہ ہوا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ تم ادائیگی میں تاخیر کرتے ہو اور میں نے حضرت عمر کی طرف دیکھا' ان کی آنکھیں ان کے چہرے میں چکی کی طرح گردش کر رہی تھیں اور انہوں نے غصہ سے مجھے گھور کر کہا: اے اللہ کے دشمن! تو رسول اللہ سے ایسی بکواس کر رہا ہے جو میں سن رہا ہوں' پس اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' اگر مجھے احتیاط کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اپنی تلوار سے تیری گردن اُڑا دیتا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اطمینان اور سکون سے حضرت عمر کی طرف دیکھ رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے عمر! ہمیں تم سے اس کے علاوہ کسی اور بات کی توقع تھی' تمہیں چاہیے تھا کہ تم مجھ سے کہتے کہ آپ اس کا قرض اچھی طرح ادا کر دیں اور اس سے کہتے کہ یہ عمدگی سے تقاضا کیا کرے' اے عمر! جاؤ اس کا قرض اس کو ادا کر دو اور تم نے جو اس کو دھمکی دی ہے اس کے عوض اس کو بیس صاع (اسّی ۸۰ کلوگرام) زیادہ ادا کرنا' پس حضرت عمر مجھے لے گئے اور میرا قرض ادا کیا اور بیس صاع کھجوریں زیادہ عطاء کیں' میں نے پوچھا: یہ اضافہ کیسا ہے' تو حضرت عمر نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں نے تم کو جو دھمکایا ہے اس کے عوض تم کو بیس صاع کھجوریں زیادہ ادا کروں' میں نے کہا: اے عمر! کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں! تم کون ہو؟ میں نے کہا: میں زید بن سعنہ ہوں' انہوں نے پوچھا: یہودی عالم ہو! میں نے کہا: جی

ہاں! میں یہودی عالم ہوں' انہوں نے پوچھا: پھر تم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس قدر بدتمیزی کے ساتھ سخت باتیں کیوں کی تھیں؟ میں نے کہا: اے عمر! میں رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی طرف جب بھی دیکھتا تو میں آپ میں نبوت کی تمام علامات پالیتا سوا دو علامتوں کے' میں نے آپ میں یہ نہیں آزمایا تھا کہ آپ کا حلم آپ کے غضب پر غالب ہے اور شدتِ غضب سے بھی آپ کے حلم میں اضافہ ہی ہوتا ہے' سو اب میں نے ان دونوں باتوں کو آزمالیا' پس اے عمر! میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو دین مان کر اور سیدنا محمد ﷺ کو نبی مان کر راضی ہوں اور میں بہت مال دار ہوں اور میرا نصف مال سیّدنا محمد ﷺ کی امت پر صدقہ ہے' حضرت عمر نے کہا: تم آپ کی کچھ امت پر صدقہ کردو کیونکہ کل امت پر تم صدقہ نہیں کرسکو گے' میں نے کہا: چلو! کچھ امت پر' پھر حضرت عمر اور حضرت زید دونوں رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے تو حضرت زید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور بے شک محمد اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں ﷺ' سو وہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ متعدد غزوات میں حاضر رہے' پھر انہوں نے غزوۂ تبوک میں وفات پائی وہ جہاد میں آگے بڑھنے والے تھے' پیٹھ موڑنے والے نہ تھے۔ (صحیح ابن حبان:٢٨٨' دلائل النبوۃ لابی نعیم:٤٨' دلائل النبوۃ للبیہقی ج٦ ص٢٨٠۔٢٧٨' المستدرک ج٣ ص٦٠٥۔٦٠٤' المعجم الکبیر:٥١٤٧' سنن ابن ماجہ (مختصراً):٢٢٨١)

رسول اللہ ﷺ کے خلق عظیم کی یہ صرف ایک مثال نہیں ہے' بلکہ ایسی بہت مثالیں ہیں: سراقہ بن مالک نے انعام کے لالچ میں ہجرت کی شب آپ کو قتل کرنے کے لیے آپ کا تعاقب کیا' پھر جب اس نے معافی مانگی تو آپ نے اس کو معاف کردیا' اس نے کہا: مجھے امان لکھ کر دے دیں تو آپ نے اس کو امان لکھ کر دے دی۔ (صحیح البخاری:٣٩٠٥ ملخصاً)

غور کیجئے! رسول اللہ ﷺ اس شخص کو امان لکھ کر دے رہے ہیں جو سو اونٹوں کے لالچ میں آپ کو قتل کرنے کے لیے نکلا تھا۔

عمیر بن وہب آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کر مسجد نبوی میں داخل ہوا' آپ نے اس کو معاف کردیا اور اس نے آپ کا کلمہ پڑھ لیا' پھر وہ اسلام کے مبلغ بن گئے۔ (الاستیعاب:٢٠٢٠' اسد الغابہ:٤٠٩٦' الاصابہ:٦٠٧٣)

عبد اللہ بن اُبی غزوۂ اُحد میں اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکر سے نکل گیا تھا' اس نے آپ سے کہا تھا: اپنی سواری دور کرو' مجھے اس سے بدبو آتی ہے' اس نے ایک غزوہ میں کہا تھا: مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے' اس نے آپ کی حرم محترم سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا پر ناپاک تہمت لگائی لیکن جب اس نے مرتے وقت کفن کے لیے آپ سے آپ کی قمیص مانگی تو آپ نے اس کو قمیص عطا کردی' نمازِ جنازہ پڑھانے کی درخواست کی تو حضرت عمر کے شدید منع کرنے کے باوجود آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھادی۔ (صحیح البخاری:١٢٦٦' سنن ترمذی:٣٠٩٧' سنن نسائی:١٩٦٥' صحیح ابن حبان:٣١٧٦' مسند احمد ج١ ص١١٦)

جب عبد اللہ بن اُبی کی شدید عداوت کے باوجود آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھادی تو آپ کے اس خلقِ عظیم کو دیکھ کر اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئے۔ (فتح الباری ج٨ ص٣٣٦' طبع لاہور)

ابوسفیان نے مدینہ پر متعدد بار حملے کیے' فتح مکہ کے بعد جب اس نے معافی طلب کی تو آپ نے اس کو معاف کردیا' وحشی نے آپ کے محبوب چچا سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کردیا' ان کے جسم اطہر کے ٹکڑے کیے گئے' ہندہ نے ان کا کلیجہ نکال کر کچا چبایا' آپ نے وحشی کو بھی معاف کردیا اور ہندہ کو بھی معاف کردیا۔ (الکامل فی التاریخ ج٢ ص١٦٦۔١٦٤' دار الکتب العربیہ' بیروت)

ھبار بن اسود نے آپ کی صاحب زادی سیدتنا زینب رضی اللہ عنہا کی پشت پر نیزہ مارا جس سے ان کا حمل سقط ہوگیا' اس نے آپ کے پاس آکر کلمہ پڑھا' آپ نے اس کا اسلام قبول کرکے اس کو معاف کردیا۔

(كتاب المغازی الواقدی ج ۲ ص ۸۵۸۔۸۵۷ عالم الکتب بیروت)

آپ کی پوری سیرت ایسے ہی خلق عظیم سے عبارت ہے اللہ تعالیٰ نے یونہی تو نہیں فرمایا تھا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ O (القلم:۴) اور بے شک آپ ضرور خلق عظیم پر ہیں O

یہی آپ کا وہ خلق عظیم ہے جس کی وجہ سے پورے جزیرۃ نما عرب میں اسلام پھیل گیا تھا۔

۳۵۵۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا هَلْ خَضَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِنَّمَا كَانَ شَیْءٌ فِیْ صُدْغَیْهِ.

[اطراف الحدیث: ۵۸۹۴۔۵۸۹۵] (صحیح مسلم: ۲۳۴۱ الرقم المسلسل: ۵۹۶۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالوں کو رنگا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ کی کنپٹیوں میں کچھ سفیدی تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کو رنگنے اور نہ رنگنے کی احادیث میں تطبیق

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرهونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنپٹیوں کے علاوہ سفید بال نہیں تھے یعنی آنکھ اور کان کے درمیان' سو آپ کو بالوں کو رنگنے کی ضرورت نہیں تھی۔

امام مسلم کی روایت میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بالوں کو نہیں رنگا' آپ کے نچلے ہونٹ کے نیچے اور کنپٹیوں میں اور سر میں متفرق بال سفید تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۴۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ امام مسلم کی اس روایت سے اس حدیث کے ساتھ تطبیق ہو جاتی ہے کہ آپ کے نچلے ہونٹ کے نیچے کچھ بال سفید تھے' حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ جب انسان پر بڑھاپا آئے تو دوسری جگہوں کی بہ نسبت اس کے نچلے ہونٹ کے نیچے زیادہ بال سفید ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۸۷)

الشمائل میں مذکور ہے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ بوڑھے ہو گئے ہیں' آپ نے فرمایا: مجھے سورۂ ھود' سورۃ الواقعہ' "عم یتساءلون" اور سورۂ "اذا الشمس کورت" نے بوڑھا کر دیا۔

(الشمائل للترمذی: ۴۱' سنن ترمذی: ۳۲۹۷' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۵۰' المستدرک ج ۲ ص ۳۴۳)

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۵۸۵۱' صحیح مسلم: ۱۱۸۷) تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے بعض اوقات بالوں کو رنگا ہے اور اکثر اوقات نہیں رنگا' سو ہر صحابی نے اسی چیز کی خبر دی ہے جو اس نے دیکھا ہے اور ہر صحابی صادق ہے۔

(الکواکب الدراری ج ۷ ص ۱۴۱۔۱۴۰) (الفجر الساطع ج ۸ ص ۳۲۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

۳۵۵۱ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوْعًا بَعِیْدَ مَا بَیْنَ الْمَنْكِبَیْنِ لَهٗ شَعَرٌ یَّبْلُغُ شَحْمَةَ اُذُنِهٖ رَاَیْتُهٗ فِیْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ لَمْ اَرَ شَیْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ قَالَ یُوْسُفُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوسط قد کے تھے' آپ کے دو کندھوں کے درمیان بُعد تھا (آپ کا سینہ کشادہ تھا) آپ کے سر کے بال کانوں کی لو تک پہنچتے تھے' میں

اَبِی اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْهِ اِلٰی مَنْکِبَیْهِ.

[اطراف الحدیث:۵۸۴۸-۵۹۰۱] (صحیح مسلم:۲۳۳۷ ' الرقم المسلسل: ۵۹۵۸ ' سنن ابوداؤد: ۴۱۸۴-۴۰۷۲ ' سنن ترمذی: ۲۸۲۰ 'سنن نسائی. ۵۳۲۴-۵۲۴۲)

نے ایک مرتبہ آپ کو سرخ حلّہ (دو سرخ چادروں کے جوڑے) میں دیکھا' میں نے آپ سے زیادہ حسین کسی چیز کو نہیں دیکھا۔ یوسف بن ابی اسحاق نے اپنے والد سے روایت کر کے کہا: آپ کے بال کندھوں تک پہنچتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال کانوں کی لَو تک تھے یا کندھوں تک تھے؟

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی التوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں دو روایتیں ہیں: ایک روایت میں ہے آپ کے بال کانوں کی لَو تک پہنچتے تھے اور دوسری روایت اس طرح ہے کہ آپ کے بال کندھوں تک پہنچتے تھے۔ ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ کے اکثر بال کانوں کی لَو تک تھے اور جب بال لٹکتے تو وہ کندھوں تک پہنچتے تھے یا پھر بعض اوقات آپ کے بال کانوں کی لَو تک پہنچتے تھے اور بعض اوقات کندھوں تک' جب بال کانوں کی لَو تک ہوں تو ان کو ''وفرہ'' کہتے ہیں اور جب کندھوں تک ہوں تو ان کو ''جمة'' کہتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۸۷ ' دار المعرفۃ بیروت)

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۲۷ 'مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

۳۵۵۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْم حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سُئِلَ الْبَرَاءُ اَكَانَ وَجْهُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّیْفِ قَالَ لَا بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں! بلکہ چاند کی طرح تھا۔

آپ کے چہرہ کو چاند کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجوہ

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

سائل کا مقصد یہ تھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح لمبوترا تھا' حضرت البراء نے جواب دیا: نہیں! وہ چاند کی طرح گول تھا' دوسرا معنی یہ ہے کہ سائل کا مقصد یہ تھا کہ کیا آپ کا چہرہ تلوار کی طرح روشن اور چمک دار تھا؟ تو حضرت البراء نے جواب دیا: نہیں! وہ تلوار سے بڑھ کر روشن اور چمک دار اور چاند کی طرح تھا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۸۸-۶۸۷ ' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی التوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت البراء نے آپ کے چہرہ کو چاند سے تشبیہ دی ہے' سورج سے تشبیہ نہیں دی کیونکہ انہوں نے چاند سے تشبیہ دے کر آپ کے چہرہ کی ملاحت کا ارادہ کیا تھا اور سورج کے ساتھ تشبیہ سے اشراق اور چمک کا ارادہ کیا جاتا ہے' دوسرے صحابہ نے آپ کے چہرہ کو سورج کے ساتھ بھی تشبیہ دی ہے اور ان تشبیہات سے مقصود یہ ہے کہ سب سے حسین چیز کے ساتھ آپ کے چہرہ کو تشبیہ دی جائے ورنہ چاند ہو یا سورج' سب آپ کے نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور سب آپ کے نور سے روشن ہیں' سو یہ تمام چیزیں فروع ہیں اور اصل آپ کا نور ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۲۸ 'مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

۳۵۵۳ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَبُوْ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْاَعْوَرُ بِالْمَصِّیْصَةِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن منصور ابوعلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حجاج بن محمد الاعور المصیصہ

الْحَکَمِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جُحَیْفَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ اِلَی الْبَطْحَاءِ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ صَلَّی الظُّهْرَ رَكْعَتَیْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَیْنِ وَبَیْنَ یَدَیْهِ عَنَزَةٌ قَالَ شُعْبَةُ وَزَادَ فِیْهِ عَوْنٌ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ قَالَ كَانَ یَمُرُّ مِنْ وَّرَائِهَا الْمَرْاَةُ وَقَامَ النَّاسُ فَجَعَلُوْا یَاْخُذُوْنَ یَدَیْهِ فَیَمْسَحُوْنَ بِهَا وُجُوْهَهُمْ قَالَ فَاَخَذْتُ بِیَدِهٖ فَوَضَعْتُهَا عَلٰی وَجْهِیْ فَاِذَا هِیَ اَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَاَطْیَبُ رَائِحَةً مِّنَ الْمِسْكِ.

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کے وقت البطحاء سے نکلے آپ نے ظہر کی نماز دو رکعت (قصر) پڑھی اور عصر کی نماز دو رکعت (قصر پڑھی) اور آپ کے سامنے (سترہ) آپ کا نیزہ تھا' اور اس روایت میں عون نے از والد خود از حضرت ابو جحیفہ یہ اضافہ کیا: اس نیزہ کے پیچھے سے عورت گزر رہی تھی' پھر صحابہ کھڑے ہوئے اور آپ کے ہاتھوں کو پکڑ کر اپنے چہروں کے ساتھ لگا رہے تھے' حضرت ابو جحیفہ نے کہا: میں نے بھی آپ کے دست مبارک کو پکڑ کر اپنے چہرے پر رکھا تو آپ کا مبارک ہاتھ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کی خوشبو کا ذکر ہے' یہ خوشبو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ پر لگائی ہوئی نہیں تھی بلکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کی خوشبو تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کی خوشبوئیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوشبودار نہ کسی عنبر کو سونگھا نہ کسی مشک کو۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۷۲' مسند ابو یعلیٰ: ۳۸۶۶' مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۰۷۴۔ج ۲۰ ص ۳۶۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس دوپہر کو آ کر سو گئے اور آپ کو پسینہ آیا' میری ماں حضرت اُم سُلیم رضی اللہ عنہا ایک شیشی لے کر آئیں اور اس میں آپ کا پسینہ جمع کرنے لگیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ نے پوچھا: اے اُم سلیم! یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آپ کا پسینہ ہے ہم اس کو اپنی خوشبوؤں میں رکھیں گے اور یہ سب سے عمدہ خوشبو ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳۱' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۱۲۱' مسند ابو یعلیٰ: ۳۵۸۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۳۹۶۔ج ۱۹ ص ۳۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے راستوں میں سے کسی راستے سے گزرتے تو اس راستے سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور لوگ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی راستے سے گزرے ہیں۔

(مسند ابو یعلیٰ: ۳۲۹۵' حافظ الہیثمی نے کہا: اس سند کے رجال کی توثیق کی گئی ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۸۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہماری طرف آتے تو ہم آپ کی پاکیزہ خوشبو کی وجہ سے آپ کو پہچان لیتے تھے۔ (المعجم الاوسط: ۲۷۷۲' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۷ھ)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پانی کا ایک ڈول لایا گیا' آپ نے اس سے پانی پیا' پھر آپ نے اس ڈول میں کلی کی' پھر اس ڈول کا پانی کنویں میں ڈال دیا گیا تو اس کنویں سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ (المعجم الکبیر ج ٢٢ ص ١٩' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ١ ص ٢٥٧' مسند احمد ج ٤ ص ٣١٥ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨٨٣٨۔ ج ٣١ ص ١٣٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ شعیب الارنؤوط نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (حاشیہ مسند احمد: ١٨٨٣٨)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٦٨٨)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مصافحہ کرتا یا میرے جسم کی کھال آپ کی مبارک کھال سے مَس کرتی' پھر میرے ہاتھ پر پسینہ آتا تو تین دن کے بعد تک اس سے مشک کی خوشبو آتی رہتی تھی۔

(المعجم الکبیر ج ٢٢ ص ٣١' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٦٨٨' دار المعرفۃ' بیروت)

٣٥٥٤ - **حَدَّثَنَا** عَبْدَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَاَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِي رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ جواد تھے اور آپ کی زیادہ سخاوت رمضان میں ہوتی تھی' جب آپ سے حضرت جبریل علیہ السلام ملاقات کرتے اور حضرت جبریل علیہ السلام آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے' پس وہ آپ سے قرآن مجید کا دور کرتے' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور برسانے والی ہواؤں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''جود'' کا ذکر ہے اور ''جود'' کا معنی ہے: جو چیز دینی چاہیے وہ اس کے مستحق کو دی جائے۔

٣٥٥٥ - **حَدَّثَنَا** يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا مَسْرُوْرًا تَبْرُقُ اَسَارِيْرُ وَجْهِهٖ فَقَالَ اَلَمْ تَسْمَعِيْ مَا قَالَ الْمُدْلِجِيُّ لِزَيْدٍ وَّاُسَامَةَ وَرَاٰى اَقْدَامَهُمَا اِنَّ بَعْضَ هٰذِهِ الْاَقْدَامِ مِنْ بَعْضٍ.

[اطراف الحدیث: ٣٧٣١۔ ٦٧٧٠۔ ٦٧٧١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس خوش خوش تشریف لائے' آپ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا' آپ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا کہ المدلجی نے زید اور اسامہ کے متعلق کیا کہا ہے! اس نے ان دونوں کے قدم دیکھ کر کہا: یہ بعض قدم' بعض قدموں کا جز

ہیں۔

(صحیح مسلم:١٤٥٩، الرقم المسلسل:٣٥٠٧، سنن ابوداؤد:٢٢٦٨، سنن ترمذی:٢١٢٩، سنن نسائی:٣٤٩٠، مصنف عبدالرزاق:١٣٨٣٤، مسند الحمیدی:٢٣٩، السنن الکبریٰ:٥٦٨٨، مسند ابویعلیٰ:٤٤٢٢، شرح مشکل الآثار:٤٧٨٠، صحیح ابن حبان:٤٠٥٧، سنن دارقطنی ج ٤ص ٢٤٠، سنن بیہقی ج١٠ص٢٦٢، شرح السنۃ:٢٣٨١، مسند احمد ج٦ص٣٨ طبع قدیم، مسند احمد:٢٤٠٩٩۔ج٤٠ص١١٨، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

المدلجی کا تعارف، حضرت اسامہ کے نسب پر جاہلوں کے طعن کی وجہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوش ہونے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مدلجی کا ذکر ہے، اس کا نام مجزز تھا اور اس کی مدلج بن مرۃ بن عبد مناف بن کنانہ کی طرف نسبت ہے۔ کنانہ قیافہ شناسی میں مشہور تھا، وہ قیافہ سے کسی شخص کی اس کے باپ اور بھائی سے مشابہت کو پہچانتا تھا۔

زمانۂ جاہلیت میں کچھ لوگ حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ کے نسب میں طعن کرتے تھے، کیونکہ حضرت اسامہ کالے تھے اور حضرت زید گورے تھے، ایک دن وہ دونوں چادر اوڑھ کر سوئے ہوئے تھے اور چادر کے نیچے سے دونوں کے پیر باہر نکلے ہوئے تھے، مجزز ان کے پاس سے گزرا تو اس نے کہا: ان پیروں میں سے ایک پیر دوسرے کا جز ہے، جب اس قیافہ شناس نے حضرت اسامہ کا نسب حضرت زید سے ملا دیا اور عرب قیافہ شناس کے قول پر اعتماد کرتے تھے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوئے کہ عرب کے اصول پر حضرت اسامہ کا حضرت زید سے نسب ثابت ہو گیا۔

حضرت اسامہ کی ماں برکہ تھیں، وہ سیاہ فام حبشیہ تھیں اور ان کی ماں اُم ایمن تھی جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کی تھی، حضرت اسامہ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے اور محبوب کہلاتے تھے۔

قیافہ شناس کے قول پر عمل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

قیافہ شناس کے قول پر عمل کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، امام شافعی اس کے قول پر عمل کرنے کو جائز کہتے ہیں اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، امام مالک باندیوں میں قائف کے قول کا اعتبار کرتے ہیں اور آزاد عورتوں میں اس کے قول کا اعتبار کرنے سے منع کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ قائف کے قول کا مطلقاً انکار کرتے ہیں، ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ. (بنی اسرائیل:٣٦) اور جس بات کا تمہیں یقین نہیں ہے، اس کے متعلق قیافہ نہ کرو۔

اور المدلجی کی حدیث قائف کے قول پر وجوب عمل کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ حضرت اسامہ کا حضرت زید کے ساتھ نسب پہلے سے ثابت تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی قائف کے قول سے کبھی استدلال نہیں کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر انکار اس لیے نہیں کیا کہ اس سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوئی، اور آپ کا خوش ہونا اس وجہ سے تھا کہ حضرت اسامہ کا نسب عربوں کے طریقہ سے ثابت ہو گیا تھا اور ان کا طعن دور ہو گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج١٦ص١٥٣، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٣٥٥٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ تَبُوْكَ قَالَ فَلَمَّا سَلَّمْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبدالرحمان بن عبداللہ بن کعب کہ عبداللہ بن کعب نے کہا: میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ غزوۂ

عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَبْرُقُ وَجْهُهٗ مِنَ السُّرُوْرِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰی كَاَنَّهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَّكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ.

تبوک میں اپنے شریک نہ ہونے کا واقعہ بیان کر رہے تھے انہوں نے کہا: جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ اس طرح منور ہو جاتا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم آپ کے چہرے سے آپ کی خوشی کو پہچان لیتے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں گزر چکی ہے۔

علامہ مغربی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں: اس حدیث میں آپ کے چہرہ کو مکمل چاند کے ساتھ تشبیہ نہیں دی بلکہ چاند کے ٹکڑے کے ساتھ تشبیہ دی ہے، علامہ دمامینی نے بیان کیا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مکمل چاند میں سیاہ رنگ کا دھبہ بھی ہے اور آپ کا چہرہ ہر قسم کے داغ اور دھبہ سے پاک ہے، اس لیے آپ کے چہرہ کو چاند کے اس حصہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو صاف اور روشن ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۲۹، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۳۰ھ)

۳۵۵۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ فِيْهِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از عمرو از سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بنو آدم کی بہترین قرنوں (صدیوں) سے قرن بہ قرن مبعوث کیا گیا ہوں، حتیٰ کہ میں اس قرن میں آیا جس میں، میں ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء اور اُمہات کا مؤمن ہونا

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''قرون'' کا لفظ ہے، یہ ''قرن'' کی جمع ہے، قرن لوگوں کے اس طبقہ کو کہتے ہیں جو کسی ایک زمانہ میں جمع ہوں، اس کی مدت ایک سو سال ہے، ایک قول ستر سال کا ہے، یعنی ہر دور میں مجھے اس قرن سے مبعوث کیا گیا جو تمام قرنوں میں خیر تھا (یعنی اس زمانہ کے مؤمن اور صالح لوگوں میں سے مجھے مبعوث کیا گیا)، تمام قرنوں میں بہترین آپ کا قرن ہے، پھر صحابہ کا قرن ہے، پھر تابعین کا قرن ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت آدم سے لے کر جن آباء کی پشتوں میں اور جن اُمہات کے ارحام میں آپ منتقل ہوتے رہے وہ سب خیر تھے (یعنی مؤمن اور صالح تھے)۔ (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۲۷۷، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آباء کی پشتوں میں قرناً فقرناً منتقل ہوتے رہے، (حضرت آدم کے بعد) آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں منتقل ہوئے، پھر کنانہ میں، پھر قریش میں، پھر بنو ہاشم میں۔

(ارشاد الساری ج ۸ ص ۶۴، دارالفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب میں تمام آباء کرام مؤمن تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خیر وہی ہوتا ہے جو مؤمن ہو، ہم نے تبیان القرآن جلد ٨ میں الشعراء: ٢١٩ کے تحت اس کو بہت تفصیل اور بسط سے لکھا ہے اور آپ کے تمام آباء کا ایمان ثابت کیا اور ملا علی قاری اور دیگر منکرین کا تفصیل سے ردّ کیا ہے۔ دیکھئے: تبیان القرآن ج ٨ ص ٥١٠۔ ٤٧٦ 'اس موضوع پر اتنی تفصیل شاید آپ کو اور کہیں نہ مل سکے۔

٣٥٥٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْدِلُ شَعَرَهُ وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَفْرُقُونَ رُؤُوسَهُمْ فَكَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُونَ رُؤُوسَهُمْ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ بِشَيْءٍ ثُمَّ فَرَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ. [اطراف الحدیث: ٣٩٤٤۔ ٥٩١٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی از عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بالوں میں سیدھی کنگھی کرتے تھے اور مشرکین اپنے بالوں میں فرق کر کے کنگھی کرتے تھے اور اہل کتاب اپنے بالوں میں سیدھی کنگھی کرتے تھے اور جن چیزوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا' ان میں آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے' پھر بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بالوں میں فرق کر کے کنگھی کرنے لگے۔

(صحیح مسلم: ٢٣٣٦' الرقم المسلسل: ٥٩٥٦' سنن ابوداؤد: ٤١٨٨' سنن نسائی: ٥٢٥٣' سنن ابن ماجہ: ٣٦٣٢' مسند ابویعلیٰ: ٢٣٧٧' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٨ ص ٤٤٩' الآداب للبیہقی: ٧٠٣' مسند احمد ج ١ ص ٢٤٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٢٠٩۔ ج ٤ ص ٨٦' مؤسسة الرسالة' بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بالوں کی کیفیت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بالوں کو لٹکاتے تھے' یعنی اپنے بالوں کو پیشانی پر چھوڑ دیتے تھے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ علماء نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنے بالوں کو چھوڑ دیتے تھے اور ان کا گچھا بنا لیتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ معنی آپ کی شان سے بعید ہے اور اس کا متبادر وہی معنی ہے جو ہم نے ترجمہ میں کیا ہے' نیز مذکور ہے کہ مشرکین اپنے سر کے بالوں میں فرق کرتے تھے یعنی سر کی دو جانبوں میں سے ایک جانب بال ڈال دیتے تھے اور پیشانی پر بال نہیں چھوڑتے تھے' بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طریقہ سے اپنے بال بناتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤٧٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٥٥٩ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَكَانَ يَقُولُ إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از ابی وائل از مسروق از حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبعاً فحش گو نہیں تھے اور نہ تکلف سے فحش باتیں کرتے تھے' آپ فرمایا کرتے تھے: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

[اطراف الحدیث: ٣٧٥٩۔ ٦٠٢٩۔ ٦٠٣٥] (صحیح مسلم: ٢٣٢١' الرقم المسلسل: ٥٩٢٧' سنن ترمذی: ١٩٧٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٨ ص ٥١٤'

صحیح ابن حبان: ٦٤٧٧' مسند احمد ج ٢ ص ١٦١ طبع قدیم' مسند احمد: ٦٥٠٤- ج ١١ ص ٤٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

یعنی بے حیائی کی باتیں کرنا آپ کا فطری خُلق تھا نہ کسبی۔

٣٥٦٠- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا مَالَمْ يَكُنْ اِثْمًا فَاِنْ كَانَ اِثْمًا كَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ بِهَا.

[اطراف الحدیث: ٦١٢٦-٦٧٨٦-٦٨٥٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب بھی دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے اس کو اختیار کیا جو ان دونوں میں آسان تھی' جب کہ وہ گناہ نہ ہو' اگر وہ چیز گناہ ہوتی تو آپ تمام لوگوں سے زیادہ اس سے دور رہنے والے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی اپنی ذات کا بدلہ نہیں لیا' ہاں! اگر اللہ کی حدود کو پامال کیا جاتا تو آپ اللہ کے لیے اس کا بدلہ لیتے تھے۔

(صحیح مسلم: ٢٣٢٧' الرقم المسلسل: ٥٩٣٩' سنن ابوداؤد: ٤٧٨٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٩ ص ٦٠' السنن الکبریٰ: ٩١٦٥' سنن دارمی: ٢٢١٨' المعجم الاوسط: ٧٦٤٧' سنن بیہقی ج ٧ ص ٤٥' مسند احمد ج ٦ ص ٣٢ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٠٣٤- ج ٤٠ ص ٧٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گناہ کا اختیار دینا آپ کی شان کے خلاف ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اگر وہ چیز گناہ ہوتی تو آپ تمام لوگوں سے زیادہ اس سے دور رہنے والے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گناہ میں اختیار کیسے دیا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ اختیار کفار کی طرف سے دیا گیا تو پھر اس میں کوئی اشکال نہیں جیسے کفار نے کہا تھا: اگر آپ کو سرداری یا مال چاہیے تو وہ لے لیں اور ہمارے بتوں کو بُرا کہنے سے باز آ جائیں' اور اگر اللہ کی طرف سے یا مسلمانوں کی طرف سے آپ کو اختیار دیا گیا ہو تو اس کا یہ معنی ہے کہ جب تک وہ کام کسی گناہ تک نہ پہنچائے' جیسے میانہ روی سے عبادت کرنے اور اس میں بہت مجاہدہ کرنے کا اختیار ہے لیکن عبادت میں مجاہدہ کرنا کبھی ہلاکت کا باعث ہو جاتا ہے اور یہ گناہ ہے۔

علامہ عینی اور علامہ داقدی کی طرف سے اس اعتراض کا جواب کہ بعض اوقات آپ نے اپنی ذات کی طرف سے انتقام بھی لیا ہے

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے کبھی اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ عقبہ بن ابی معیط اور عبداللہ بن خطل وغیرہما آپ کو ایذاء پہنچاتے تھے اور آپ نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ آپ کو ایذاء پہنچانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی حدود کو بھی پامال کرتے تھے' اس لیے آپ نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا' علامہ داؤدی نے یہ جواب دیا ہے کہ جس نے آپ کو مالی نقصان پہنچایا' اس سے آپ نے انتقام نہیں لیا اور جس نے آپ کی عزت کے خلاف کوئی بات کہی' اس سے آپ نے انتقام لیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٥٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

مصنف کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب

میں کہتا ہوں کہ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ آپ نے ازخود اپنی ذات کا کبھی انتقام نہیں لیا' ہاں! جب اللہ تعالیٰ کو آپ پر کوئی زیادتی گوارہ نہیں ہوئی اور اس نے انتقام لینے کا حکم دیا تو آپ نے اس سے انتقام لیا اور مذکورہ مثالیں اسی طرح کی ہیں' کیونکہ آپ کا ہر فعل اتباع وحی کے موافق ہوتا تھا۔قرآن مجید میں ہے:

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَىَّ. (الانعام:٥٠) میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

اور یہ آیت اس معنی میں بہت واضح ہے:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى. (الانفال:١٧) (اے رسولِ مکرم!) آپ نے وہ (خاک) نہیں پھینکی جب آپ نے (وہ خاک) پھینکی تھی لیکن وہ (خاک) اللہ نے پھینکی تھی۔

جنگ بدر میں کافروں کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خاک بہ ظاہر پھینکی تھی' اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ حقیقۃً آپ نے وہ خاک نہیں پھینکی بلکہ وہ خاک اللہ نے پھینکی تھی تاکہ آپ پر یہ الزام نہ آئے کہ آپ نے کفارِ بدر سے انتقام اور بدلہ لیا ہے' حقیقت میں یہ انتقام اللہ تعالیٰ نے لیا ہے' سو ایسی تمام صورتوں میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انتقام لینے کی نسبت ہے' وہ صرف صورۃً نسبت ہے اور حقیقت میں اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے' اور جہاں آپ نے کسی کو انتقام لینے کا حکم دیا ہے تو وہ حکم آپ نے اپنی طرف سے نہیں دیا بلکہ اتباعِ وحی سے دیا ہے۔

کم مصیبت کو اختیار کرنے کی مثالیں اور دیگر مسائل

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب انسان دو مصیبتوں میں مبتلا ہو تو آسان یا کم مصیبت کو اختیار کر لینا چاہیے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کو منہدم کر کے ازسرنو بنانے کے بجائے حطیم کو کعبہ سے خارج رکھنے کو اختیار کر لیا' کیونکہ دوسری صورت میں بعض مسلمانوں کے مرتد ہونے کا خطرہ تھا' اسی طرح آپ نے صلح حدیبیہ میں بہ ظاہر دب کر کفار کی شرائط مان لیں اور بے سروسامانی اور بغیر ہتھیاروں کے کفارِ مکہ سے جنگ کرنے کو اختیار نہیں کیا' یہ اس کے مقابلہ میں بڑی مصیبت تھی' اس حدیث میں اپنی ذات کے لیے انتقام نہ لینے اور معاف کرنے کی ترغیب دی ہے اور دین کی حرمت کے لیے انتقام لینے کا حکم دیا ہے۔

٣٥٦١ - **حَدَّثَنَا** سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا مَسِسْتُ حَرِيْرًا وَّلَا دِيْبَاجًا اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمِمْتُ رِيْحًا قَطُّ اَوْ عَرْفًا قَطُّ اَطْيَبَ مِنْ رِيْحِ اَوْ عَرْفِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی ریشم اور دیباج کو نہیں چھوا' جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ ملائم ہو اور نہ میں نے کسی خوشبو یا عطر کو سونگھا' جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کے جسم) کی خوشبو یا آپ کے پسینہ سے زیادہ خوشبودار ہو۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١١٤١ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٦٢ - **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ عُتْبَةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از قتادہ از

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَابْنُ مَهْدِيّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ مِثْلَهُ وَاِذَا كَرِهَ شَيْئًا عُرِفَ فِيْ وَجْهِهٖ.

[اطراف الحدیث: ٦١٠٢-٦١١٩]

عبداللہ بن ابی عتبہ از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ‘ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیاء کرنے والے تھے۔ ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ اور ابن مہدی نے حدیث بیان کی‘ ان دونوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے اس کی مثل حدیث بیان کی اور جب آپ کو کوئی چیز ناپسند ہوتی تو آپ کے چہرہ سے معلوم ہو جاتا۔

(صحیح مسلم: ٢٣٢٠‘ الرقم المسلسل: ٥٩٢٦‘ مسند احمد ج ٣ ص ٧٩ طبع قدیم‘ مسند احمد: ١١٧٤٨- ج ١٨ ص ٢٧٢‘ مؤسسۃ الرسالۃ‘ بیروت)

حیاء کا معنی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حیاء دار ہونے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حیاء کا لفظ ہے‘ حیاء کا معنی ہے: کسی کام پر ملامت یا مذمت کے خوف سے اس کو ترک کر دینا اور اگر کوئی اس کام کو کرتے ہوئے دیکھ لے تو چہرہ پر ندامت کی کیفیت کا طاری ہونا۔

اس حدیث میں پردہ کا ذکر ہے کیونکہ کنواری لڑکی کو پردہ میں رکھا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٥٧‘ دارالکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حیاء دار ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ ہمیشہ ایسے کاموں سے مجتنب اور دور رہتے تھے جن کاموں پر ملامت اور طعن کا خدشہ ہوتا ہے۔

٣٥٦٣ - حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا عَابَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَهَاهُ اَكَلَهُ وَاِلَّا تَرَكَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے علی بن الجعد نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از الاعمش از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ‘ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا‘ اگر آپ کو وہ کھانا پسند ہوتا تو آپ اس کو کھا لیتے ورنہ اس کو چھوڑ دیتے۔

[طرف الحدیث: ٥٤٠٩] (صحیح مسلم: ٢٠٦٤‘ الرقم المسلسل: ٥٢٧٤‘ سنن ابوداؤد: ٣٧٦٣‘ سنن ترمذی: ٢٠٣١‘ سنن ابن ماجہ: ٢٠٥٩)

جس طعام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی عیب نہیں نکالا‘ اس سے مراد طعام مباح ہے۔

٣٥٦٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْاَسَدِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى نَرٰى اِبْطَيْهِ قَالَ وَقَالَ ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ بَيَاضَ اِبْطَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از الاعرج از حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہ الاسدی رضی اللہ عنہ‘ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں میں کشادگی رکھتے‘ حتیٰ کہ ہم آپ کی بغلوں کو دیکھتے۔ راوی نے بیان کیا کہ ابن بکیر نے کہا: ہمیں بکر نے حدیث بیان کی کہ ہم بغلوں کی سفیدی (یعنی سفیدی کی جگہ) کو دیکھتے

تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۰۹۰ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٦٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ دُعَائِهٖ اِلَّا فِي الْاِسْتِسْقَاءِ فَاِنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ استسقاء کے سوا کسی دعا میں اپنے ہاتھوں کو (بہت زیادہ) بلند نہیں کرتے تھے، پس آپ اس میں اپنے ہاتھوں کو اتنا بلند کرتے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آتی۔

وَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَرَاَيْتُ بَيَاضَ اِبْطَيْهِ.

اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی اور اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۱۰۳۱ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعا میں ہاتھوں کو بلند کرنا

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

بہ ظاہر اس حدیث کا معنی عام ہے کہ آپ کسی دعا میں ہاتھ بلند نہیں کرتے تھے، مگر اس سے مراد خاص ہے، یعنی آپ کسی خطبہ میں ہاتھ بلند نہیں کرتے تھے سوائے استسقاء کے خطبہ کے کہ اس میں آپ دعا کرتے ہوئے ہاتھ بلند کرتے تھے اور یہ تخصیص ضروری ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت مواقع پر اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور ان مواقع کی تعداد تیس سے زیادہ ہے، اس بناء پر ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت انس کی حدیث عام ہے اور اس سے مراد خاص ہے، یعنی خطبہ میں دعا کرتے ہوئے آپ صرف استسقاء کے خطبہ کی دعا میں ہاتھ بلند کرتے تھے، ورنہ آپ نے بہ کثرت مواقع پر اپنے ہاتھوں کو بلند کیا ہے، صفا ومروہ میں میدانِ عرفات میں وقوف کے وقت اور شیطان کو کنکریاں مارتے وقت، اور بعض دوسرے علماء نے حضرت انس کی حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ آپ استسقاء کی دعا میں بہت زیادہ ہاتھ بلند کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی لیکن ہم نے جو تاویل کی ہے، وہ اولیٰ ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۹۱-۹۰، مکتبۃ الطبری، قاہرہ، ۱۴۲۹ھ)

العثیمین کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ شیخ العثیمین کو یوں لکھنا چاہیے تھا کہ نمازِ استسقاء کے علاوہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازوں کی دعا میں ہاتھ بلند کیے ہیں، انہوں نے خارج از نماز دعا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ بلند کرنے کی مثالیں دی ہیں، جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ نمازِ استسقاء کے علاوہ اور کسی نماز میں دعا کے وقت ہاتھ بلند کرنا جائز نہیں ہے، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیگر نمازوں میں بھی ہاتھ بلند کر کے دعا کی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھتے تھے تو ستر (۷۰) قاریوں کے قاتلوں کے خلاف دونوں ہاتھ بلند کر کے دعائے ضرر کرتے تھے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۱۱)

٣٥٦٦ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَوْنَ بْنَ اَبِي جُحَيْفَةَ ذَكَرَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ دُفِعْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْاَبْطَحِ فِي قُبَّةٍ كَانَ بِالْهَاجِرَةِ خَرَجَ بِلَالٌ فَنَادٰى بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ دَخَلَ فَاَخْرَجَ فَضْلَ وَضُوْءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ يَاْخُذُوْنَ مِنْهُ ثُمَّ دَخَلَ فَاَخْرَجَ الْعَنَزَةَ وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنِّي اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ سَاقَيْهِ فَرَكَزَ الْعَنَزَةَ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن الصباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سابق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن مغول نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عون بن ابی جحیفہ سے سنا' وہ اپنے والد سے روایت کرتے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا گیا' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ ابطح کے خیمہ میں تھے' دوپہر کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور انہوں نے نماز کے لیے اذان دی' پھر وہ (خیمہ میں) داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا بچا ہوا پانی نکالا' لوگ اس پانی پر ٹوٹ پڑے اور اس سے پانی لیتے تھے' پھر حضرت بلال داخل ہوئے اور نیزہ نکالا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور میں آپ کی پنڈلیوں کی چمک کی طرف دیکھ رہا تھا' حضرت بلال نے نیزہ گاڑا' پھر آپ نے ظہر کی دو رکعت نماز (قصر) پڑھائی اور عصر کی دو رکعت نماز قصر پڑھائی' آپ کے آگے سے گدھا اور عورت گزر رہے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٨٧ میں گزر چکی ہے۔

صحابہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو بہ طور تبرک اپنے جسموں پر ملنا

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ١٤٢١ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ صحابہ کا آپ کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو اپنے جسموں پر ملنا بہ طور تبرک تھا' یہ واقعہ حجۃ الوداع میں وادیٔ ابطح کا ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ١ ص ٣٦٦' مکتبۃ الطبری' قاہرہ' ١٤٢٩ھ)

٣٥٦٧ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَاَحْصَاهُ.

[طرف الحدیث: ٣٥٦٨] (صحیح مسلم: ٢٤٩٣' الرقم المسلسل: ٦٢٩٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن الصباح البزار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح (ٹھہر ٹھہر کر) باتیں کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپ کے الفاظ گن لینا چاہتا تو گن سکتا تھا۔

اس حدیث میں آپ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ آپ آہستہ آہستہ بات کرتے تھے تاکہ لوگ سمجھ سکیں۔

٣٥٦٨ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّهُ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ اَلَا يُعْجِبُكَ اَبُوْ فُلَانٍ جَاءَ فَجَلَسَ اِلٰى جَانِبِ حُجْرَتِي يُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْمِعُنِي

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ تمہیں ابو فلاں (حضرت ابو ہریرہ) پر تعجب نہیں ہوا' وہ آئے اور میرے حجرہ کے ایک کونے میں بیٹھ کر

ذٰلِكَ وَكُنْتُ أُسَبِّحُ فَقَامَ قَبْلَ اَنْ اَقْضِيَ سُبْحَتِي وَلَوْ اَدْرَكْتُهُ لَرَدَدْتُ عَلَيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَسْرُدُ الْحَدِيْثَ كَسَرْدِكُمْ.

مجھے سنانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بیان کرنے لگے اور میں اس وقت نماز پڑھ رہی تھی اور وہ میری نماز ختم ہونے سے پہلے ہی چلے گئے' اگر میں ان سے ملاقات کرتی تو ان پر رد کرتی اور ان کو یہ بتاتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری طرح جلدی جلدی باتیں نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو صحیح البخاری: ٣٥٦٧ میں گزر چکی ہے۔

٢٤ - بَابُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں اور آپ کا دل نہیں سوتا تھا

رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کی سعید بن میناء نے از حضرت جابر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کی ہے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ٧٢٨١ میں مذکور ہے۔

٣٥٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ قَالَتْ مَا كَانَ يَزِيْدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُّصَلِّي اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ قَالَ تَنَامُ عَيْنِي وَلَا يَنَامُ قَلْبِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از سعید المقبری از حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کیسی تھی؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: رمضان ہو یا غیر رمضان آپ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' آپ چار رکعات پڑھتے تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' آپ پھر چار رکعات پڑھتے تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' پھر آپ تین رکعت پڑھتے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں! آپ نے فرمایا: میری آنکھ سوتی ہے اور میرا دل نہیں سوتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٤٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٧٠ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي اَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي نَمِرٍ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُّحَدِّثُنَا عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَّسْجِدِ الْكَعْبَةِ جَاءَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ اَنْ يُّوْحٰى اِلَيْهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ اَوَّلُهُمْ اَيُّهُمْ هُوَ فَقَالَ اَوْسَطُهُمْ هُوَ خَيْرُهُمْ وَقَالَ اٰخِرُهُمْ خُذُوْا خَيْرَهُمْ فَكَانَتْ تِلْكَ فَلَمْ يَرَهُمْ حَتّٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از شریک بن عبداللہ بن ابی نمر' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس شب کے متعلق حدیث بیان کر رہے تھے' جب آپ رات کو مسجد کعبہ سے نکلے (انہوں نے بیان کیا کہ معراج سے پہلے) آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے آپ کے پاس تین فرشتے آئے' اس

جَاءُوْا لَيْلَةً أُخْرٰى فِيْمَا يَرٰى قَلْبُهُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَائِمَةٌ عَيْنَاهُ وَلَايَنَامُ قَلْبُهُ. وَكَذٰلِكَ الْاَنْبِيَاءُ تَنَامُ اَعْيُنُهُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُهُمْ فَتَوَلَّاهُ جِبْرِيْلُ ثُمَّ عَرَجَ بِهٖ اِلَى السَّمَاءِ.

[اطراف الحدیث: ٣٥٧٠-٤٩٦٤-٥٦١٠-٦٥٨١-٧٥١٧] (صحیح مسلم: ١٦٢' الرقم المسلسل: ٣٠٠' مسند ابویعلیٰ: ٣٣٧٥' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٢ ص ٣٨٢' شرح السنۃ: ٣٧٥٣' مسند احمد ج ٣ ص ١٤٩ طبع قدیم' مسند احمد: ١٢٥٠٥' ج ١٩ ص ٤٨٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

وقت آپ مسجد حرام میں (حضرت حمزہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب) کے درمیان سوئے ہوئے تھے ایک فرشتہ نے پوچھا: وہ کون ہیں (جن کو لے جانے کا حکم ہے)؟ دوسرے نے کہا: وہ درمیان والے ہیں وہی سب سے بہتر ہیں' تیسرے فرشتے نے کہا: جو ان میں سب سے بہتر ہیں ان ہی کو لے چلو اس رات صرف اتنا ہی واقعہ ہوا' پس آپ نے ان کو نہیں دیکھا' حتیٰ کہ وہ فرشتے ایک اور رات میں آئے جس میں آپ دل کی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے' اور نبی ﷺ کی آنکھیں سوئی ہوئی تھیں اور دل سویا ہوا نہیں تھا' اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کے دل نہیں سوتے' الغرض! حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو ساتھ لیا اور آپ کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے۔

واقعۂ معراج کی بعض تفصیلات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: تین فرشتے آئے۔ یہ حضرت جبریل' حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام تھے' کیونکہ معراج کی اکثر کتابوں میں مذکور ہے کہ یہ فرشتے براق کو ساتھ لے کر آئے تھے۔

اس حدیث میں ہے: آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے اکثر روایات میں یہ الفاظ نہیں ہیں' اور یہ الفاظ محفوظ ہیں' پھر اس رات کے بعد فرشتے نہیں آئے' بلکہ اس کے دو سال بعد آئے کیونکہ آپ کو ہجرت سے تین سال پہلے معراج کرائی گئی تھی' ایک قول دو سال پہلے کا ہے اور ایک قول ایک سال پہلے کا ہے۔

اس میں مذکور ہے: ایک فرشتہ نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ نبی ﷺ' حضرت حمزہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب کے درمیان سوئے ہوئے تھے' اس لیے فرشتہ نے پوچھا: وہ کون ہیں جن کو لے کر جانے کا حکم ہے؟ تو دوسرے فرشتہ نے بتایا جو درمیان میں سوئے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دوسری روایات میں مذکور ہے: آپ کو معراج بیداری میں کرائی گئی اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس وقت آپ سوئے ہوئے تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر معراج متعدد بار ہوئی ہے تو پھر اس میں کوئی اشکال نہیں ہے' اور اگر معراج ایک بار ہی ہوئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب فرشتہ پہلی بار آپ سے ملا تو آپ سوئے ہوئے تھے اور اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ پورے واقعۂ معراج میں سوئے رہے تھے۔

٢٥ - بَابُ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ فِي الْاِسْلَامِ زمانہ اسلام میں نبوت کی علامات

معجزہ اور کرامت میں فرق' قرآن مجید کی وجہ اعجاز اور معجزات کی تعداد

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں علامات کا ذکر ہے' علامات' علامۃ کی جمع ہے' یہ اس امر کو کہتے ہیں جو نبوت کی صحت اور مدعیٔ نبوت کے

صدق پر دلیل ہو یہ تعریف معجزہ اور کرامت دونوں پر صادق آتی ہے اور نبی ﷺ کے لیے یہ دونوں ثابت ہیں۔ ان میں فرق یہ ہے کہ معجزہ میں تحدی (للکار یا چیلنج) کی شرط ہے بایں طور کہ نبی یہ کہے کہ اگر میں نے یہ خلافِ عادت کام کر لیا تو کیا تم میرے نبی ہونے کی تصدیق کرو گے؟ اور کرامت میں یہ شرط نہیں ہے۔ اس عنوان میں زمانۂ اسلام کا بھی ذکر ہے یعنی نبی ﷺ کی بعثت سے لے کر آپ کی آخر حیات تک جتنے اُمور خلافِ عادت واقع ہوئے وہ سب آپ کی نبوت کی علامت ہیں۔

علامہ قرطبی مالکی متوفی ٦٥٦ ھ نے لکھا ہے: نبی ﷺ کے ہاتھ سے جتنے خلافِ عادت اُمور ظاہر ہوئے وہ سب معجزات کی قسم سے ہیں کیونکہ ہر خلافِ عادت فعل کے ساتھ تحدی اور للکار لازم نہیں ہے کہ اس فعل کو میرے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا' اس لیے یہ خلافِ عادت فعل میری نبوت کی دلیل ہے' بلکہ اس کے لیے ایک کلّی قول کافی ہے جو خلافِ عادت افعال پر مقدم ہوں گے' مثلاً رسول یہ کہے کہ میرے دعویٰ نبوت کے صدق کی دلیل یہ ہے کہ میرے ہاتھ سے خلافِ عادت کام ظاہر ہوں گے' پھر اس کے بعد نبی کے ہاتھ سے ہر خلافِ عادت کام کا ظہور اس کی نبوت کی دلیل ہوگا اور معجزہ ہوگا' یا یہ کہا جائے گا کہ نبی ﷺ کا اپنے دعویٰ نبوت پر مسلسل قائم رہنا' آپ کی دائمی تحدی اور للکار کی دلیل ہے۔ (المفہم ج٦ ص ٦٣)

نبی ﷺ کے معجزات میں سب سے زیادہ مشہور اور عظیم معجزہ قرآن مجید ہے کیونکہ آپ نے قرآن مجید کے ساتھ تمام عرب کو چیلنج کیا کہ اگر تم میرا دعویٰ نبوت تسلیم نہیں کرتے تو تم اس قرآن کی مثل بنا کر لے آؤ' یا اس قرآن کی سورتوں کی مثل دس سورتیں بنا کر لے آؤ' یا اس کی کسی ایک سورت کی مثل بنا کر لے آؤ خواہ وہ سب سے چھوٹی سورت ہو جیسے سورت الکوثر ہے' وہ لوگ نبی ﷺ سے شدید عداوت رکھتے تھے اور آپ سے معارضہ کرنے پر بہت حریص تھے اور انہیں کلامِ عرب پر بہت دسترس تھی' اس کے باوجود وہ اس کی کسی چھوٹی سورت کی مثل بھی نہیں لا سکے اور اب جب کہ علوم اور فنون میں بہت ترقی ہو چکی ہے اور تمام دنیا اسلام کی مخالف ہے اور ہمارے نبی ﷺ کی تکذیب کے درپے ہے' پھر بھی کوئی اس کی مثل نہیں لا سکا' تو واضح ہو گیا کہ آپ کا دعویٰ نبوت سچا ہے اور آپ کے مخالفین جھوٹے ہیں۔

قرآن مجید کا معجزہ ہونا اس کی فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے ہے اور اس کے کلمات کی حسین تالیف اور ترتیب کے اعتبار سے ہے' اس کے غیر معمولی اسلوب کے اعتبار سے ہے اور اس اعتبار سے ہے کہ اس میں ماضی اور مستقبل کی خبریں ہیں' سچی پیش گوئیاں ہیں' اس کی تلاوت میں ہیبت ہے اور سننے والے پر خشیت طاری ہوتی ہے' اس کے پڑھنے اور سننے سے کبھی اکتاہٹ نہیں ہوتی' اس کو حفظ کرنا آسان ہے' اتنی ضخیم کتاب کا قرآن مجید کے علاوہ اور کوئی حافظ نہیں ہے' اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہے' چودہ سو سال گزر گئے اس سے کوئی آیت کم ہوئی نہ اس میں کسی آیت کا اضافہ ہوا نہ اس کی کسی آیت کی کوئی مثل لا سکا' قرآن مجید کی چھ ہزار دو سو چھتیس (٦٢٣٦) آیتیں ہیں اور ہر آیت میں تین معجزے ہیں' اس میں کمی نہ ہونا' اس میں اضافہ نہ ہونا اور اس کی مثل نہ ہونا' اس طرح صرف قرآن مجید کے صداقت اور اس کے معجز ہونے پر اٹھارہ ہزار سے زائد دلیلیں ہیں۔

امام بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ کے معجزات کی تعداد ایک ہزار ہے' علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ یہ تعداد بارہ سو ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ تعداد تین ہزار ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج٨ ص ٥٤ - ٣٥٣' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ ھ)

قرآن مجید کے علاوہ دیگر معجزات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کے علاوہ جو نبی ﷺ کے معجزات ہیں کہ آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے' تھوڑا طعام زیادہ ہو گیا'

چاند کے دوٹکڑے ہوئے‘ بے جان چیزوں نے کلام کیا‘ آپ نے سچی پیش گوئیاں کیں اور غیب کی خبریں دیں‘ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور یہ سب تواتر سے ثابت ہیں‘ جیسے حاتم کی سخاوت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت تواتر سے ثابت ہے‘ اگرچہ ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ ثبوت خبر واحد سے ہے‘ لیکن مجموعی طور پر ان کا ثبوت تواتر سے ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۹۵‘ دار المعرفہ بیروت‘ ۱۴۲۶ ھ)

٣٥٧١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ زَرِيرٍ سَمِعْتُ أَبَا رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسِيرٍ فَأَدْلَجُوا لَيْلَتَهُمْ حَتَّى إِذَا كَانَ وَجْهُ الصُّبْحِ عَرَّسُوا فَغَلَبَتْهُمْ أَعْيُنُهُمْ حَتَّى ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ فَكَانَ أَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ مِنْ مَنَامِهِ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ لَا يُوقَظُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَنَامِهِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ فَاسْتَيْقَظَ عُمَرُ فَقَعَدَ أَبُو بَكْرٍ عِنْدَ رَأْسِهِ فَجَعَلَ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ حَتَّى اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَ وَصَلَّى بِنَا الْغَدَاةَ فَاعْتَزَلَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّ مَعَنَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا فُلَانُ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَنَا قَالَ أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَيَمَّمَ بِالصَّعِيدِ ثُمَّ صَلَّى وَجَعَلَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَكُوبٍ بَيْنَ يَدَيْهِ وَقَدْ عَطِشْنَا عَطَشًا شَدِيدًا فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَسِيرُ إِذَا نَحْنُ بِامْرَأَةٍ سَادِلَةٍ رِجْلَيْهَا بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ فَقُلْنَا لَهَا أَيْنَ الْمَاءُ فَقَالَتْ إِنَّهُ لَا مَاءَ فَقُلْنَا كَمْ بَيْنَ أَهْلِكِ وَبَيْنَ الْمَاءِ قَالَتْ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ فَقُلْنَا انْطَلِقِي إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَمَا رَسُولُ اللّٰهِ فَلَمْ نُمَلِّكْهَا مِنْ أَمْرِهَا حَتَّى اسْتَقْبَلْنَا بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثَتْهُ بِمِثْلِ الَّذِي حَدَّثَتْنَا غَيْرَ أَنَّهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا مُؤْتِمَةٌ فَأَمَرَ بِمَزَادَتَيْهَا فَمَسَحَ فِي الْعَزْلَاوَيْنِ فَشَرِبْنَا عِطَاشًا أَرْبَعِينَ رَجُلًا حَتَّى رَوِينَا فَمَلَأْنَا كُلَّ قِرْبَةٍ مَعَنَا وَإِدَاوَةٍ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ نَسْقِ بَعِيرًا وَهِيَ تَكَادُ تَنِضُّ مِنَ الْمِلْءِ ثُمَّ قَالَ هَاتُوا مَا عِنْدَكُمْ فَجُمِعَ لَهَا مِنَ الْكِسَرِ وَالتَّمْرِ حَتَّى أَتَتْ أَهْلَهَا قَالَتْ لَقِيتُ أَسْحَرَ النَّاسِ أَوْ هُوَ نَبِيٌّ كَمَا زَعَمُوا فَهَدَى اللّٰهُ ذَاكَ الصِّرْمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں سلم بن زریر نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: میں نے ابورجاء سے سنا‘ انہوں نے کہا: ہمیں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے‘ وہ رات کے اندھیرے میں سفر کرتے رہے حتیٰ کہ جب صبح قریب تھی تو انہوں نے پڑاؤ ڈالا‘ پھر ان سب کی آنکھوں پر نیند غالب آ گئی‘ حتیٰ کہ سورج بلند ہو گیا‘ پس سب سے پہلے اپنی نیند سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کو آپ کی نیند سے کوئی شخص بیدار نہیں کرتا تھا حتیٰ کہ آپ خود بیدار ہوں‘ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے‘ پس حضرت ابوبکر آپ کے سرہانے بیٹھ گئے اور وہ بلند آواز سے اللہ اکبر‘ اللہ اکبر پڑھنے لگے حتیٰ کہ نبی ﷺ بیدار ہو گئے‘ آپ اس وادی سے نیچے اترے اور ہم کو صبح کی نماز پڑھائی‘ جماعت میں سے ایک شخص نکل گیا اور اس نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی‘ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے (اس شخص سے) پوچھا: اے فلاں! تمہیں ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کیا چیز مانع تھی! اس نے بتایا: مجھے احتلام ہو گیا تھا‘ آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ پاک مٹی سے تیمم کرے‘ پھر اس شخص نے نماز پڑھی۔ حضرت عمران نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے (پانی کی تلاش کے لیے) چند سواروں میں آگے بھیج دیا‘ اور ہم کو شدید پیاس لگی ہوئی تھی‘ پس جس وقت ہم جا رہے تھے ہم نے دیکھا کہ ایک عورت دو پکھالوں (بڑی مشکوں) کے درمیان ٹانگیں لٹکائے ہوئے بیٹھی تھی‘ ہم نے اس سے پوچھا: پانی کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا یہاں پانی نہیں ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا: تمہارے گھر اور پانی کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ اس نے کہا: ایک دن اور ایک رات کی مسافت ہے۔ ہم نے اس سے کہا: تم رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو‘ اس نے

بِتِلْكَ الْمَرْاَةِ فَاَسْلَمَتْ وَاَسْلَمُوْا.

پوچھا: رسول اللہ کون ہیں؟ حضرت عمران نے کہا: ہم اس کے کسی امر پر قادر نہ ہوئے حتیٰ کہ ہم نے اس کو نبی ﷺ کے سامنے پیش کر دیا۔ اس نے آپ سے بھی وہی بات کہی جو وہ ہم سے کہہ چکی تھی سوا اس کے کہ اس نے یہ بتایا کہ اس کے یتیم بچے ہیں' سو آپ کے حکم سے اس کی دونوں پکھالوں کو (سواری سے) اتارا گیا۔ آپ نے ان پکھالوں کے دہانوں پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا' سو ہم چالیس پیاسے مردوں نے اس سے پانی پیا حتیٰ کہ ہم سیر ہو گئے' ہمارے پاس جتنی مشکیں اور دیگر برتن تھے ہم نے وہ سب بھر لیے تاہم ابھی ہم نے اونٹوں کو پانی نہیں پلایا تھا اور اس کی پکھالیں پانی سے اس قدر بھری ہوئی تھیں کہ لگتا تھا کہ ابھی چھلک پڑیں گی پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ لے آؤ' سو اس کے سامنے روٹیوں کے ٹکڑے اور کھجوریں لا کر رکھ دیئے گئے حتیٰ کہ وہ اپنے گھر آ گئی' اس نے کہا: میں لوگوں میں سب سے بڑے جادوگر سے ملی ہوں یا پھر وہ شخص نبی ہے' جیسا کہ ان لوگوں کا گمان ہے' سو اللہ تعالیٰ نے اس بستی کے لوگوں کو اس عورت کے سبب سے ہدایت دی' وہ عورت بھی مسلمان ہو گئی اور اس بستی کے لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۴۴ میں گزر چکی ہے۔

آپ کی برکت سے کم پانی کے زیادہ ہونے کا معجزہ

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس عورت کی پکھال کے پانی سے سب سیراب ہو گئے اور سب نے اپنے برتن بھر لیے اور پکھال کا پانی بالکل کم نہیں ہوا بلکہ پہلے سے زیادہ ہو گیا اور اس میں رسول اللہ ﷺ کا یہ معجزہ ہے کہ آپ کی برکت سے کم پانی زیادہ ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا: ہم نے تمہارے پانی کو کم نہیں کیا لیکن ہمیں اللہ نے پانی پلایا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ جب آپ کو اللہ نے پانی پلایا تھا تو اس عورت سے پانی لینے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس عورت سے پانی اس لیے لیا تا کہ اس خاص پانی میں آپ کا معجزہ ظاہر ہو اور یہ معجزہ اس عورت اور اس کی بستی کے لوگوں کے قبول اسلام کا سبب بن جائے ورنہ رسول اللہ ﷺ اس پر قادر تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے بارش نازل کرنے کی دعا کرتے تو بارش ہو جاتی۔ (شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۴۸' مکتبۃ الطبری' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

۳۵۷۲ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْـهُ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاِنَاءٍ وَّهُوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مقام زوراء (مدینہ

بِالزَّوْرَاءِ فَوَضَعَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ قَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لِاَنَسٍ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ ثَلَاثَ مِائَةٍ اَوْ زُهَاءَ ثَلَاثِ مِائَةٍ.

کے بازار) میں نبی ﷺ کے پاس ایک برتن لایا گیا' آپ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے (چشمہ کی طرح) پانی ابل کر نکلنے لگا' سوتمام لوگوں نے وضوکرلیا۔قتادہ نے کہا: میں نے حضرت انس سے پوچھا: آپ لوگ کتنی تعداد میں تھے انہوں نے کہا: ہم لوگ تین سو تھے یا تین سو کے لگ بھگ تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٦٩ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٧٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَالْتُمِسَ الْوَضُوْءُ فَلَمْ يَجِدُوْهُ فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوْءٍ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فِيْ ذٰلِكَ الْاِنَاءِ فَاَمَرَ النَّاسَ اَنْ يَّتَوَضَّؤُوْا مِنْهُ فَرَاَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ اَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّاَ النَّاسُ حَتّٰى تَوَضَّؤُوْا مِنْ عِنْدِ اٰخِرِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' از مالک از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور اس وقت عصر کی نماز کا وقت آچکا تھا' پس پانی تلاش کیا گیا' سو صحابہ کو پانی نہیں ملا' پس رسول اللہ ﷺ کے پاس وضو کا پانی لایا گیا' تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس برتن میں رکھا' پھر آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس برتن سے وضو کریں' پس میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی انگلیوں کے نیچے سے نکل رہا تھا' سو تمام لوگوں نے وضو کرلیا حتیٰ کہ آخری شخص تک نے وضو کرلیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٩ میں گزر چکی ہے۔

جہاں عادتاً پانی نہ ہو وہاں سے پانی نکالنے کا معجزہ

اس حدیث میں آپ کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ خلاف عادت آپ کی انگلیوں سے پانی ابل کر نکلنے لگا حالانکہ انگلیوں میں عادتاً پانی نہیں ہوتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین پر لاٹھی مار کر پانی نکالا تھا مگر زمین کے اندر پانی ہوتا ہے' آپ نے وہاں سے پانی نکالا جہاں عادتاً پانی ہوتا ہی نہیں ہے۔

٣٥٧٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُبَارَكٍ حَدَّثَنَا حَزْمٌ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ مَخَارِجِهٖ وَمَعَهٗ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَانْطَلَقُوْا يَسِيْرُوْنَ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلَمْ يَجِدُوْا مَاءً يَّتَوَضَّؤُوْنَ فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِقَدَحٍ مِّنْ مَّاءٍ يَّسِيْرٍ فَاَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ مَدَّ اَصَابِعَهُ الْاَرْبَعَ عَلَى الْقَدَحِ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَتَوَضَّؤُوْا فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ حَتّٰى بَلَغُوْا فِيْمَا يُرِيْدُوْنَ مِنَ الْوَضُوْءِ وَكَانُوْا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الرحمان بن مبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حزم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حسن سے سنا: وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنے کسی سفر میں روانہ ہوئے' آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب میں سے چند لوگ تھے' وہ سفر کر رہے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا اور انہیں وضو کرنے کے لیے پانی نہیں ملا' پس ان لوگوں میں سے ایک شخص گیا اور ایک پیالہ میں تھوڑا سا پانی لایا' پس نبی ﷺ نے اس پیالہ کے پانی سے وضو کیا' پھر آپ نے اپنے ہاتھ کی چار انگلیوں کو

سَبْعِيْنَ اَوْنَحْوَهُ.

پیالہ پر رکھا' پھر فرمایا: اُٹھو! پس وضو کرو تو لوگوں نے وضو کیا حتیٰ کہ جو لوگ وضو کرنا چاہتے تھے سب نے وضو کر لیا اور وہ لوگ ستر (٧٠) یا اسّی (٨٠) کی مثل تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٩ میں گزر چکی ہے اور حدیث سابق میں بھی اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

٣٥٧٥- **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ يَزِيْدَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيْبَ الدَّارِ مِنَ الْمَسْجِدِ يَتَوَضَّأُ وَبَقِيَ قَوْمٌ فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِخْضَبٍ مِّنْ حِجَارَةٍ فِيْهِ مَاءٌ فَوَضَعَ كَفَّهُ فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ اَنْ يَّبْسُطَ فِيْهِ كَفَّهُ فَضَمَّ اَصَابِعَهُ فَوَضَعَهَا فِي الْمِخْضَبِ فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا قُلْتُ كَمْ كَانُوْا قَالَ ثَمَانُوْنَ رَجُلًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے یزید سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کا وقت آ گیا' سو جس کا گھر مسجد کے قریب تھا وہ وضو کرنے گیا اور کچھ لوگ باقی بچ گئے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پتھر کا ایک برتن لایا گیا جس میں پانی تھا' وہ برتن اس سے چھوٹا تھا کہ اس میں آپ کی ہتھیلی پھیل جاتی تو آپ نے اپنی انگلیوں کو (آپس میں) ملایا' پھر ان کو اس برتن میں رکھا' پس تمام لوگوں نے وضو کر لیا۔ راوی نے کہا: میں نے (حضرت انس رضی اللہ عنہ سے) پوچھا: آپ لوگ کل کتنے تھے؟ انہوں نے بتایا وہ اسّی (٨٠) مرد تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٦٩ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٧٦- **حَدَّثَنَا** مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّاَ فَجَهِشَ النَّاسُ نَحْوَهُ فَقَالَ مَالَكُمْ قَالُوْا لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّاُ وَلَا نَشْرَبُ اِلَّا مَا بَيْنَ يَدَيْكَ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَثُوْرُ بَيْنَ اَصَابِعِهِ كَاَمْثَالِ الْعُيُوْنِ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّاْنَا قُلْتُ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشَرَةَ مِائَةً.

[اطراف الحدیث: ٤١٥٢-٤١٥٣-٤١٥٤-٤٨٤٠-٥٦٣٩]

(صحیح مسلم: ١٨٥٦' الرقم المسلسل: ٤٧٠٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از سالم بن ابی الجعد از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ (صلح) حدیبیہ کے دن قوم پیاسی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چمڑے کا ایک چھوٹا سا ڈول تھا' آپ نے اس سے وضو کیا' پس لوگ اس میں سے پانی کے لیے جھپٹ پڑے۔ آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے بتایا ہمارے پاس وضو کرنے کے لیے اور پینے کے لیے پانی نہیں ہے سوا اس ڈول کے جو آپ کے سامنے ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈول میں اپنا ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے جوش کے ساتھ اس طرح پانی نکلنے لگا جس طرح چشموں سے پانی نکلتا ہے' سو ہم نے پانی پیا (بھی) اور وضو (بھی) کیا۔ راوی نے کہا: میں نے پوچھا: آپ لوگ کل کتنے تھے؟ انہوں نے کہا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہمیں وہ پانی کافی ہو جاتا لیکن ہم پندرہ سو

افراد تھے۔

اس حدیث میں بھی یہ ثبوت ہے کہ آپ نے پانی وہاں سے جاری کیا جہاں عادتاً پانی نہیں ہوتا۔ سب سے افضل پانی آپ کا لعاب دہن ہے پھر وہ پانی ہے جو آپ کی انگلیوں سے جاری ہوا' پھر جنت کے دریاؤں کا پانی ہے پھر آب زمزم ہے۔

۳۵۷۷ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً وَّالْحُدَيْبِيَةُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاهَا حَتّٰى لَمْ نَتْرُكْ فِيهَا قَطْرَةً فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَفِيرِ الْبِئْرِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَمَجَّ فِي الْبِئْرِ فَمَكَثْنَا غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ اسْتَقَيْنَا حَتّٰى رَوِينَا وَرَوَتْ أَوْ صَدَرَتْ رَكَائِبُنَا. [اطراف الحدیث: ۴۱۵۰-۴۱۵۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم (صلح) حدیبیہ کے دن چودہ سو افراد تھے اور حدیبیہ ایک کنواں ہے' ہم نے اس سے تمام پانی نکال لیا حتیٰ کہ ہم نے اس میں ایک قطرہ بھی نہیں چھوڑا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے' آپ نے پانی منگوا کر کلی کی' پھر اس کنویں میں کلی کر دی' پھر ہم تھوڑی دیر ٹھہرے پھر ہم نے (اس کنویں سے) پانی پیا حتیٰ کہ ہم سیراب ہو گئے اور ہمارے اونٹ بھی سیراب ہو گئے یا پانی پی کر لوٹ گئے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیبیہ میں صحابہ کی تعداد کے متعلق تعارض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حدیبیہ میں چودہ سو صحابہ تھے اور اس سے پہلے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں گزرا ہے کہ حدیبیہ میں پندرہ سو صحابہ تھے۔ تحقیق یہ ہے کہ حدیبیہ میں چودہ سو صحابہ ہی شریک تھے اور جس روایت میں پندرہ سو صحابہ کا ذکر ہے وہ راوی کا وہم ہے' کیونکہ اکثر روایات میں چودہ سو صحابہ کا ہی ذکر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۶۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

متعدد محدثین کی یہ تصریح کہ انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا آپ کا قطعی معجزہ ہے اور یہ آپ کی خصوصیت ہے

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی متوفی ۱۳۱۸ ھ لکھتے ہیں:

حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بار معجزے ظاہر ہوئے' ایک بار آپ نے چمڑے کے ڈول میں ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہو گیا جیسا کہ صحیح البخاری: ۳۵۷۶ میں ہے اور دوسری بار آپ اس کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے جس میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ تھا' آپ نے اس کنویں میں کلی کی تو اس میں اتنا پانی نکل آیا جس سے انسان اور اونٹ سب سیراب ہو گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے متعدد مقامات پر پانی جاری ہوا ہے' امام بخاری نے یہاں پر صرف ان احادیث کا ذکر کیا ہے جو ان کی شرط کے مطابق ہیں۔ ورنہ حافظ ابن عبدالبر نے تمہید میں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس سے زیادہ واقعات لکھے ہیں۔

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ ھ نے لکھا ہے کہ آپ کی انگلیوں سے متعدد بار پانی جاری ہوا اور یہ بہ کثرت سندوں سے مروی ہے اور اس کے مجموعہ سے علم قطعی مستفاد ہوتا ہے اور یہ تواتر معنوی کے قائم مقام ہے۔ (المفہم ج ۶ ص ۵۲' دار ابن کثیر' ۱۴۱۷ ھ)

قاضی عیاض نے الشفاء میں لکھا ہے کہ اس کو جم غفیر اور عدد کثیر نے روایت کیا ہے اور کسی صحابی سے اس کا انکار منقول نہیں ہے اور یہ معجزہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات قطعیہ کے ساتھ ملحق ہے۔ (الشفاء ج ۱ ص ۲۹۶-۲۹۴ طبع مصر)

علامہ ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ نے لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا صرف آپ کی خصوصیت ہے اور کسی کے لیے یہ ثابت نہیں ہے۔ (القبس فی شرح موطا مالک بن انس ج ۱ ص ۱۵۶ دار الغرب الاسلامی ۱۹۹۲ء)

حافظ ابو عمر بن عبد البر المتوفی ۴۶۳ھ نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو یہ معجزہ عطا کیا گیا ہے یہ باقی انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے بہت واضح ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاٹھی ماری تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور یہ بعید نہیں ہے کیونکہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ پتھروں سے پانی نکل آتا ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی آدمی میں یہ مشاہدہ نہیں کیا گیا کہ اس کی انگلیوں سے پانی نکل آیا ہو۔ (تمہید ج ۱ ص ۲۲۱۔ ۲۲۰ مطبوعات وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ)

اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ ان واقعات میں کم پانی زیادہ نہیں ہوا تھا بلکہ آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہوا تھا۔ قاضی عیاض مالکی اور حافظ ابن حجر شافعی کی بھی یہی تحقیق ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۵۶ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۳۰ھ)

۳۵۷۸ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ لِاُمِّ سُلَيْمٍ لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيفًا اَعْرِفُ فِيْهِ الْجُوْعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصًا مِّنْ شَعِيْرٍ ثُمَّ اَخْرَجَتْ خِمَارًا لَّهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ يَدِيْ وَلَاثَتْنِيْ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ اَرْسَلَتْنِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَهَبْتُ بِهٖ فَوَجَدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَكَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِطَعَامٍ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَّعَهُ قُوْمُوْا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ حَتّٰى جِئْتُ اَبَا طَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ فَقَالَتِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ فَانْطَلَقَ اَبُوْ طَلْحَةَ حَتّٰى لَقِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ مَعَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمِّيْ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ مَا عِنْدَكِ فَاَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُتَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہما سے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی اس میں کمزوری تھی میں نے اس میں بھوک کو محسوس کیا کہا: پس تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پس انہوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں پھر اپنا دوپٹہ نکالا پھر اس میں کچھ روٹیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ لپیٹ دیا اور اس دوپٹہ کے دوسرے حصہ کو میرے ہاتھ کے نیچے دبا دیا اور اس کو نہیں موڑا پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔ میں اس کو لے گیا پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں دیکھا آپ کے ساتھ (اور) لوگ بھی تھے میں ان کے پاس کھڑا ہو گیا پس مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانے کے ساتھ؟ میں نے کہا: جی ہاں! پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا: جو آپ کے ساتھ تھے اٹھو! پھر آپ چل پڑے اور میں ان کے سامنے سے چل پڑا حتیٰ کہ میں حضرت ابوطلحہ کے پاس پہنچا اور میں نے ان کو خبر دی پس حضرت ابوطلحہ نے کہا: اے ام سلیم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی لوگوں کو لے کر آ رہے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں ہے جو انہیں کھلا دیں! حضرت ام سلیم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں پس حضرت

وَعَصَرَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً فَادَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ اَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ حَتّٰى شَبِعُوْا وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ اَوْ ثَمَانُوْنَ رَجُلًا.

ابوطلحہ چل پڑے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی پس حضرت ابوطلحہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلیم! ادھر آؤ' تمہارے پاس کیا ہے؟ تو وہ ان روٹیوں کو لے کر آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان روٹیوں کو چُورا کرنے کا حکم دیا اور حضرت ام سلیم نے (گھی کی) کپی کو نچوڑا تو وہ سالن بن گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اللہ نے چاہا اس پر پڑھا' پھر آپ نے فرمایا: دس آدمیوں کو آنے کی اجازت دو' سو انہوں نے اجازت دی۔ پس انہوں نے کھایا' سو وہ سیر ہو گئے' پھر وہ نکل گئے' پھر آپ نے فرمایا: دس (اور) آدمیوں کو اجازت دو' سو انہوں نے کھایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے پھر وہ چلے گئے' پھر آپ نے فرمایا: دس (مزید) آدمیوں کو اجازت دو' انہوں نے اجازت دی' پس انہوں نے کھایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے' پھر وہ نکل گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: دس (اور) آدمیوں کو اجازت دو' پس تمام لوگوں نے کھانا کھا لیا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے اور وہ لوگ ستر (٧٠) یا اسّی (٨٠) مرد تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٢٢ میں گزر چکی ہے۔

کم کھانے کو زیادہ کرنے کا معجزہ

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں غزوہ خندق کے واقعہ کا ذکر ہے' نیز اس میں مسجد کا ذکر ہے' یہ وہ جگہ ہے جس کو غزوہ خندق میں نماز پڑھنے کے لیے متعین کیا گیا تھا۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا: اٹھو' یعنی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف چلو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حضرت ابوطلحہ کے ہاں جانے کا حکم دیا حالانکہ حضرت ابوطلحہ نے ان کو نہیں بلایا تھا کیونکہ آپ کو حضرت ابوطلحہ کی محبت کا پتا تھا اور آپ نے جو اپنے اصحاب کو بلایا اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عظیم معجزہ تھا کہ کم کھانا زیادہ لوگوں کے لیے کافی ہو گیا' اس سے ان کا آپ کی نبوت پر ایمان زیادہ ہوا اور بھوکے لوگوں نے پیٹ بھر کر کھا لیا اور ان لوگوں نے جو کھانا کھایا وہ آپ کے معجزہ سے حاصل ہوا تھا۔

حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ٤٦٣ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو طعام کی دعوت دی جائے تو وہ اپنی مجلس میں بیٹھنے والوں کو بھی اس دعوت میں لے جائے خواہ ان کو دعوت دینے والوں نے نہ بلایا ہو' مگر میرے نزدیک یہ اس صورت پر محمول ہے کہ جب دعوت دینے والا اس سے خوش ہو اور وہ کھانا ان سب کے لیے کافی ہو۔

(تمہید ج ا ص ٢٩٠' وزارت الاوقاف والشؤون الاسلامیہ)

جب حضرت ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم کو یہ بتایا کہ ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے لیے کافی ہو تو حضرت ام سلیم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ گویا حضرت ام سلیم یہ جان گئی تھیں کہ رسول

اللہ ﷺ کھانے کی کم مقدار کے باوجود اتنے اصحاب کو اس لیے لے کر آئے ہیں تا کہ آپ کا یہ معجزہ ظاہر ہو کہ کم کھانا آپ کی برکت سے زیادہ ہو جاتا ہے۔

امام مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے: پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس طعام سے کھانا کھایا اور گھر والوں نے کھایا' اس کے بعد بھی کافی کھانا بچ گیا جو ہم نے پڑوسیوں کو ہدیہ کیا۔ (صحیح مسلم: ٢٠٤٠) نبی ﷺ نے دس دس اصحاب کو باری باری کھانے کے لیے بلایا تھا' یک بارگی سب کو ایک ساتھ نہیں بلایا' اس کی وجہ یہ تھی کہ گھر چھوٹا تھا اور سب یک بارگی نہیں آ سکتے تھے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٨ ص ٢٥٨۔٢٥٧' مکتبہ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

٣٥٧٩ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَیْرِیُّ حَدَّثَنَا اِسْرَائِیْلُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نَعُدُّ الْاٰیَاتِ بَرَكَةً وَّاَنْتُمْ تَعُدُّوْنَهَا تَخْوِیْفًا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَاءُ فَقَالَ اُطْلُبُوْا فَضْلَةً مِّنْ مَّاءٍ فَجَاؤُوْا بِاِنَاءٍ فِیْهِ مَاءٌ قَلِیْلٌ فَاَدْخَلَ یَدَهٗ فِی الْاِنَاءِ ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی الطَّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَیْتُ الْمَاءَ یَنْبُعُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِیْحَ الطَّعَامِ وَهُوَ یُؤْكَلُ. (سنن ترمذی: ٣٦٣٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواحمد الزبیری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ہم معجزات کو برکت شمار کرتے تھے اور تم ان کو وعید شمار کرتے ہو۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو پانی کم ہو گیا تو آپ نے فرمایا: تم فالتو پانی ڈھونڈ کر لاؤ تو صحابہ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لے کر آئے' پس آپ نے اپنا ہاتھ پانی میں داخل کیا' پھر آپ نے فرمایا: آؤ مبارک پانی کی طرف' پھر آپ نے فرمایا: یہ برکت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: پس بے شک میں نے دیکھا آپ کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے پانی چشمہ کی طرح ابل رہا تھا اور جس وقت طعام کھایا جاتا تھا تو ہم اس کی تسبیح کی آواز سنتے تھے۔

صحابہ کا کھانے کی تسبیح کو سننا بھی رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے۔ امام بیہقی نے جزم کے ساتھ کہا ہے کہ یہ سفر حدیبیہ کا تھا اور امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں کہا ہے کہ یہ سفر غزوۂ خیبر کا تھا۔

آپ نے فرمایا: یہ برکت اللہ کی طرف سے ہے' یعنی اس زائد پانی کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے کیونکہ کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

ہم کھانے کے دوران طعام کی تسبیح کو سنتے تھے۔ یہ عہد رسالت کا واقعہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ١٧١۔١٧٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

بعض نشانیوں کا ڈرانے کے لیے ہونا اور بعض نشانیوں کا اللہ کی برکت کے اظہار کے لیے ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ نے کہا: تم نشانیوں کو تخویف (ڈرانا) گمان کرتے ہو' اس گمان کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًاO (بنی اسرائیل:۵۹) ہم نشانیاں صرف ڈرانے کے لیے بھیجتے ہیںO

لیکن درحقیقت نہ تمام نشانیاں ڈرانے کے لیے ہوتی ہیں نہ تمام نشانیاں برکت کے اظہار کے لیے ہوتی ہیں' بعض نشانیاں خوف دلانے کے اظہار کے لیے ہوتی ہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ (صحیح البخاری:۱۰۴۸) اور بعض نشانیاں اللہ تعالیٰ کی برکت کے اظہار کے لیے ہوتی ہیں جیسے کم کھانے سے کثیر لوگوں کا سیر ہو جانا۔

برکت کا خالق اللہ عزوجل ہے

نبی صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی برتن میں تھوڑا سا پانی منگوایا' اس کی حکمت یہ تھی کہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پانی کو ایجاد اور پیدا کرنے والے ہیں بلکہ پانی کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے' وہی چیزوں کو عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے کم پانی زیادہ ہو گیا اور اس برکت کا خالق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس برکت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ظاہر فرمایا: اور یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔

طعام اور کنکریوں کے تسبیح پڑھنے کی متعدد احادیث

اسماعیل نے اس حدیث میں یہ تصریح کی ہے کہ ابو احمد الزبیری بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور ہم کھانے کی تسبیح کو سنتے تھے۔ اور امام بیہقی نے اس حدیث کا ایک شاہد بیان کیا ہے کہ حضرت ابوالدرداء اور حضرت سلمان نے ایک دوسرے کی طرف مکتوب لکھا اور اس میں پیالہ کی نشانی بیان کی کہ وہ دونوں ایک پیالہ میں کھانا کھا رہے تھے کہ وہ پیالہ اور پیالہ کا طعام تسبیح کرنے لگا' اور قاضی عیاض نے محمد سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہو گئے تو آپ کے پاس حضرت جبریل ایک تھال لے کر آئے' اس میں انگور اور تازہ کھجوریں تھیں' آپ نے ان سے کھایا تو انہوں نے تسبیح کی۔

میں کہتا ہوں کہ کنکریوں کی تسبیح کرنا مشہور ہے' حضرت ابوذر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کنکریاں اٹھائیں تو وہ تسبیح کرنے لگیں' پھر آپ نے ان کنکریوں کو حضرت عثمان رضی اللہ کے ہاتھ میں رکھا تو وہ تسبیح کرنے لگیں۔ اس حدیث کو امام بزار نے اور امام طبرانی نے معجم الاوسط میں ضعیف سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور امام طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ جو لوگ حلقہ میں تھے انہوں نے اس تسبیح کو سنا۔

امام ابن الحاجب نے بعض شیعہ سے روایت کی ہے کہ چاند کا شق ہونا اور کنکریوں کا تسبیح پڑھنا اور کھجور کے تنے کا چیخ مار کر رونا اور ہرنی کا آپ کو آ کر سلام کرنا یہ سب اخبارِ احاد ہیں حالانکہ ان کی روایت کرنے کے بہت ذرائع تھے تاہم انہوں نے ان کے راویوں کی تکذیب نہیں کی' اگرچہ یہ واقعات خبر واحد سے منقول ہیں لیکن ان کا مجموعہ قطعیت کا فائدہ دیتا ہے' چاند کے شق ہونے اور کھجور کے تنے کی مشہور روایات ہیں جو قطعیت کو مفید ہیں اور کنکریوں کی تسبیح صرف اس سند ضعیف سے ثابت ہے اور ہرنی کے سلام کرنے کی ہمیں کوئی سند نہیں ملی قوی نہ ضعیف۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۰۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٣٥٨٠ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَامِرٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اَبَاهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

تُوُفِّيَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنَّ أَبِي تَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا وَلَيْسَ عِنْدِيْ إِلَّا مَا يُخْرِجُ نَخْلُهُ وَلَا يَبْلُغُ مَا يُخْرِجُ سِنِيْنَ مَا عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ مَعِيَ لِكَيْ لَا يُفْحِشَ عَلَيَّ الْغُرَمَاءُ فَمَشٰى حَوْلَ بَيْدَرٍ مِّنْ بَيَادِرِ التَّمْرِ فَدَعَا ثُمَّ اٰخَرَ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ فَقَالَ انْزِعُوْهُ فَأَوْفَاهُمُ الَّذِيْ لَهُمْ وَبَقِيَ مِثْلُ مَا أَعْطَاهُمْ.

مجھے عامر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد فوت ہو گئے اور ان پر قرض تھا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' پس میں نے کہا: میرے والد پر قرض ہے اور میرے پاس صرف وہی چیز ہے جو ان کے کھجوروں کے باغ سے پیداوار نکلے گی اور اس پیداوار سے تو کئی سالوں میں بھی قرض ادا نہیں ہو سکتا' سو آپ میرے ساتھ چلیں تا کہ (آپ کو دیکھ کر) قرض خواہ بدزبانی نہ کریں' (جب قرض خواہ نہیں مانے تو) آپ نے کھجوروں کے ڈھیروں میں سے ایک ڈھیر کے گرد چکر لگائے' پھر آپ نے دعا کی' پھر دوسرے ڈھیر کے گرد چکر لگائے' پھر اس پر آپ بیٹھ گئے' پھر فرمایا: کھجوریں اتار کر انہیں پوری پوری دو' سو سارا قرض ادا ہو گیا اور جتنی کھجوریں انہیں دی تھیں اتنی ہی باقی بچ گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی یہ ثبوت ہے کہ آپ کی برکت سے اس باغ کی کم کھجوریں زیادہ ہو گئیں۔ حضرت جابر کا پورا قرض ادا ہو گیا اور اتنی ہی کھجوریں پھر بھی بچ گئیں۔

۳۵۸۱- **حَدَّثَنَا** مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيْهِ حَدَّثَنَا أَبُوْ عُثْمَانَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ أَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا أُنَاسًا فُقَرَاءَ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَّةً مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَّمَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ أَرْبَعَةٍ فَلْيَذْهَبْ بِخَامِسٍ أَوْ سَادِسٍ أَوْ كَمَا قَالَ وَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ وَّانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ وَّأَبُوْ بَكْرٍ وَّثَلَاثَةً قَالَ فَهُوَ أَنَا وَأَبِيْ وَأُمِّيْ وَلَا أَدْرِيْ هَلْ قَالَ امْرَأَتِيْ وَخَادِمِيْ بَيْنَ بَيْتِنَا وَبَيْنَ بَيْتِ أَبِيْ بَكْرٍ وَّأَنَّ أَبَا بَكْرٍ تَعَشّٰى عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰى صَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰى تَعَشّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضٰى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ قَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ مَا حَبَسَكَ عَنْ أَضْيَافِكَ أَوْ ضَيْفِكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعثمان نے حدیث بیان کی کہ ان کو حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ اصحاب الصفہ فقراء لوگ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا: جس آدمی کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچویں کو لے جائے یا چھٹے کو لے جائے یا جس طرح آپ نے فرمایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ کر تین کو لے گئے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس کو لے گئے اور حضرت ابوبکر کے ساتھ تین نفر تھے' وہ میں تھا اور میرے والد تھے اور میری ماں تھیں اور مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی اور اپنے خادم کا بھی ذکر کیا تھا یا نہیں' وہ ہمارے گھر اور حضرت ابوبکر کے گھر کے درمیان تھے اور حضرت ابوبکر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات کا کھانا کھایا' پھر آپ کے پاس ٹھہرے رہے حتیٰ کہ عشاء کی

قَالَ اَوْ عَشَّيْتِهِمْ قَالَتْ اَبَوْا حَتّٰى تَجِيءَ قَدْ عَرَضُوْا عَلَيْهِمْ فَغَلَبُوْهُمْ فَذَهَبْتُ فَاخْتَبَاْتُ فَقَالَ يَاغُنْثَرُ فَجَدَّعَ وَسَبَّ وَقَالَ كُلُوْا وَقَالَ لَا اَطْعَمُهُ اَبَدًا قَالَ وَايْمُ اللّٰهِ مَاكُنَّا نَاْخُذُ مِنَ اللُّقْمَةِ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ مِنْهَا حَتّٰى شَبِعُوْا وَصَارَتْ اَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلُ فَنَظَرَ اَبُوْبَكْرٍ فَاِذَا شَيْءٌ اَوْ اَكْثَرُ فَقَالَ لِامْرَاَتِهِ يَا اُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ قَالَتْ لَا وَقُرَّةِ عَيْنِيْ لَهِيَ الْاٰنَ اَكْثَرُ مِمَّا قَبْلُ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ فَاَكَلَ مِنْهَا اَبُوْبَكْرٍ وَقَالَ اِنَّمَا كَانَ الشَّيْطَانُ يَعْنِيْ يَمِيْنَهٗ ثُمَّ اَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً ثُمَّ حَمَلَهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصْبَحَتْ عِنْدَهٗ وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَمَضَى الْاَجَلُ فَفَرَّقَنَا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا مَّعَ كُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ اُنَاسٌ اَللّٰهُ اَعْلَمُ كَمْ مَّعَ كُلِّ رَجُلٍ غَيْرَ اَنَّهٗ بَعَثَ مَعَهُمْ قَالَ اَكَلُوْا مِنْهَا اَجْمَعُوْنَ اَوْ كَمَا قَالَ وَغَيْرُهُمْ يَقُوْلُ فَعَرَفْنَا مِنَ الْعِرَافَةِ.

نماز پڑھ لی' پھر واپس آ ئے' پھر ٹھہرے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کا کھانا کھا لیا' پھر جب رات کا اتنا حصہ گزر گیا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا تب حضرت ابوبکر آئے' ان کی بیوی نے کہا: آپ کو اپنے مہمانوں سے یا کہا: مہمان سے کس چیز نے روک رکھا تھا؟ حضرت ابوبکر نے پوچھا: کیا تم نے ان کو کھانا نہیں کھلایا؟ ان کی بیوی نے کہا: مہمانوں نے آپ کے آنے کے بغیر کھانے سے انکار کر دیا۔ ان پر کھانا پیش کیا گیا تھا لیکن وہ نہیں مانے اور گھر والوں پر غالب رہے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: سو میں جا کر چھپ گیا۔ حضرت ابوبکر نے (غصہ سے) کہا: اے سستی کے مارے (یا جاہل)! اللہ کرے تیری ناک کٹ جائے اور ان کو برا کہا اور مہمانوں سے کہا: کھاؤ اور میں اس کھانے کو کبھی نہیں کھاؤں گا' حضرت عبدالرحمان نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ایک لقمہ لیتے تو نیچے سے اس سے زیادہ نکل آتا حتیٰ کہ وہ سب سیر ہو گئے اور وہ کھانا پہلے سے بہت زیادہ تھا' حضرت ابوبکر نے دیکھا کہ وہ کھانا بہت زیادہ ہے تو اپنی بیوی سے کہا: اے بنی فراس کی بہن! انہوں نے کہا: میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! یہ کھانا تو اب پہلے سے تین گنا زیادہ ہے' پھر اس میں سے حضرت ابوبکر نے کھایا اور کہا: وہ جو میں نے اس کھانے کو نہ کھانے کی قسم کھائی تھی وہ شیطان کی طرف سے تھی' پھر اس میں سے ایک لقمہ کھایا' پھر وہ کھانا اٹھا کر نبی ﷺ کے پاس لے گئے' وہ کھانا ان کے پاس رہا' اور ہمارے اور ایک قوم کے درمیان صلح کا معاہدہ تھا' پس (اس کی) مدت گزر گئی تھی' ہم نے ان کی بارہ جماعتیں بنا دیں اور ان میں سے ہر مرد کے ساتھ بھی کچھ لوگ تھے' اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ ہر مرد کے ساتھ کتنے مرد تھے؟ لیکن یہ معلوم ہے کہ آپ نے (وہ تمام طعام) لشکر والوں کے ساتھ بھیجا۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام لشکریوں نے اس سے کھایا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٦٠٢ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں نبی ﷺ کا یہ معجزہ ہے کہ تھوڑا طعام زیادہ لوگوں کے لیے کافی ہو گیا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں وہ طعام تین گنا زیادہ ہو گیا تھا لیکن وہ طعام نبی ﷺ کے پاس پہنچا تو وہ اتنا زیادہ ہو گیا کہ پورے لشکر کے لیے کافی ہو گیا اور یہ رسول اللہ ﷺ کا عظیم معجزہ ہے اور یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظیم کرامت ہے۔

٣٥٨٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ وَّعَنْ يُّوْنُسَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَصَابَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ قَحْطٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ جُمُعَةٍ اِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْكُرَاعُ هَلَكَتِ الشَّاءُ فَادْعُ اللّٰهَ يَسْقِيْنَا فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا قَالَ اَنَسٌ وَّاِنَّ السَّمَاءَ كَمِثْلِ الزُّجَاجَةِ فَهَاجَتْ رِيْحٌ اَنْشَاَتْ سَحَابًا ثُمَّ اجْتَمَعَ ثُمَّ اَرْسَلَتِ السَّمَاءُ عَزَالِيَهَا فَخَرَجْنَا نَخُوْضُ الْمَاءَ حَتّٰى اَتَيْنَا مَنَازِلَنَا فَلَمْ تَزَلْ نُمْطَرُ اِلَى الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى فَقَامَ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الرَّجُلُ اَوْ غَيْرُهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ فَادْعُ اللّٰهَ يَحْبِسْهُ فَتَبَسَّمَ ثُمَّ قَالَ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَنَظَرْتُ اِلَى السَّحَابِ تَصَدَّعَ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ كَاَنَّهٗ اِكْلِيْلٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز از حضرت انس رضی اللہ عنہ واز یونس از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اہل مدینہ پر قحط آ گیا' پس جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے' ایک مرد کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! گھوڑے (بھوک سے) مر گئے اور بکریاں مر گئیں' سو آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ ہم پر بارش نازل فرمائے' پس آپ نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور دعا کی۔ حضرت انس نے کہا: اس وقت آسمان شیشہ کی طرح شفاف تھا' پھر پُر جوش ہوا چلی اور اس نے بادلوں کو اٹھایا' پھر وہ بادل جمع ہوئے' پھر آسمان نے اپنے دہانے کھول دیئے اور (زوردار) بارش ہوئی کہ ہم بارش میں ڈوبتے ہوئے چل رہے تھے حتیٰ کہ ہم اپنے گھروں میں پہنچے' پھر دوسرے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی' پھر وہی مرد کھڑا ہوا یا کوئی دوسرا شخص' پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مکانات منہدم ہو گئے' سو آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ اس بارش کو روک دے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے' پھر آپ نے دعا کی: ہمارے اردگرد بارش ہو' ہم پر بارش نہ ہو پس میں نے بادلوں کی طرف نظر کی تو وہ مدینہ کے گرد پھٹ چکے تھے گویا کہ مدینہ (زروجواہر سے مرصّع) تاج کی طرح ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٩٣٢' میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہے کہ آپ کی دعا فوراً قبول ہوتی ہے

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کا بیان ہے کہ آسمان شفاف تھا' اس میں کہیں بادل کا نام ونشان نہیں تھا لیکن جیسے ہی آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے' فوراً بادل امڈ آئے اور اتنی بارش ہوئی کہ جل تھل ہو گئے' پھر جب آپ نے بارش روکنے کے لیے دعا کی تو اسی وقت بارش رک گئی اور آپ جس سمت اشارہ فرماتے تھے بادل اسی طرف چلے جاتے تھے۔

٣٥٨٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيْرٍ اَبُوْ غَسَّانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ وَّاسْمُهٗ عُمَرُ بْنُ الْعَلَاءِ اَخُوْ اَبِيْ عَمْرِو بْنِ الْعَلَاءِ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ اِلٰى جِذْعٍ فَلَمَّا اتَّخَذَ الْمِنْبَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن کثیر ابوغسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحفص نے حدیث بیان کی اور ان کا نام عمر بن العلاء ہے وہ ابوعمرو بن العلاء کے بھائی ہیں' انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ

تَحَوَّلَ إِلَيْهِ فَحَنَّ الْجِذْعُ فَأَتَاهُ فَمَسَحَ يَدَهُ عَلَيْهِ. وَقَالَ عَبْدُ الْحَمِيْدِ أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ نَافِعٍ بِهٰذَا وَرَوَاهُ أَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ أَبِيْ رَوَّادٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

نبی ﷺ ایک کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے' پس جب منبر بنالیا گیا تو آپ اس کی طرف مڑ گئے' پس وہ تنا آواز سے رویا' سو آپ اس کے پاس آئے اور اس کے اوپر اپنا ہاتھ پھیرا۔ عبدالحمید نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن العلاء نے خبر دی از نافع اسی طرح بیان کیا۔ اس حدیث کی ابوعاصم نے از ابن ابی رواد روایت کی از نافع از ابن عمر از نبی ﷺ۔

٣٥٨٤ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْمُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلٰى شَجَرَةٍ أَوْ نَخْلَةٍ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ أَوْ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَا نَجْعَلُ لَكَ مِنْبَرًا قَالَ إِنْ شِئْتُمْ فَجَعَلُوْا لَهُ مِنْبَرًا فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ دُفِعَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ صِيَاحَ الصَّبِيِّ ثُمَّ نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَمَّهُ إِلَيْهِ تَئِنُّ أَنِيْنَ الصَّبِيِّ الَّذِيْ يُسَكَّنُ قَالَ كَانَتْ تَبْكِيْ عَلٰى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ عِنْدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن ایک درخت (کے تنے) سے ٹیک لگاتے تھے یا کہا کھجور کے درخت سے' انصار کی ایک عورت نے یا مرد نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے لیے ایک منبر بنا دیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو' پھر جب جمعہ کا دن آیا تو آپ منبر پر بیٹھ گئے تو وہ کھجور کا درخت (کا تنا) بچوں کی طرح چیخ کر رونے لگا۔ نبی ﷺ (منبر سے) اترے پس اس تنے کو اپنے ساتھ لپٹایا' وہ اس بچہ کی طرح سسکیاں لے کر رو رہا تھا جس کو چپ کرایا جا رہا ہو' وہ اس وجہ سے رو رہا تھا کہ وہ اس جگہ ذکر سنتا تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٤٩ میں گزر چکی ہے۔

وہ آپ کی محبت میں رو رہا تھا کہ اب وہ آپ سے دور ہو گیا تھا اور آپ کے خطبہ کی آواز سننے سے بھی دور ہو گیا تھا۔

٣٥٨٥ - حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ كَانَ الْمَسْجِدُ مَسْقُوْفًا عَلٰى جُذُوْعٍ مِّنْ نَخْلٍ فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ يَقُوْمُ إِلٰى جِذْعٍ مِّنْهَا فَلَمَّا صُنِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ وَكَانَ عَلَيْهِ فَسَمِعْنَا لِذٰلِكَ الْجِذْعِ صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَارِ حَتّٰى جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان بن بلال از یحییٰ بن سعید انہوں نے کہا: مجھے حفص بن عبیداللہ بن انس بن مالک نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ مسجد کی چھت کھجور کے تنوں کی چھت سے بنی ہوئی تھی' پس نبی ﷺ جب خطبہ دیتے تو کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا لیتے' سو جب آپ کے لیے منبر بنا دیا گیا اور آپ اس پر بیٹھ گئے تو ہم نے اس تنے کی آواز سنی جیسے

يَدَهُ عَلَيْهَا فَسَكَنَتْ.

دس ماہ کی حاملہ اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس آئے اور آپ نے اپنا ہاتھ اس کے اوپر رکھا' پھر وہ تنا پرسکون ہوگیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۹۴۴' میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ کہ کھجور کا تنا آپ کی محبت سے آپ کے فراق میں رویا حضرت عیسیٰ کے مردے زندہ کرنے سے افضل ہے

امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی المتوفی ۲۵۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کے تنے کے رونے کی آواز سنی تو آپ اس کے پاس آئے اور اس کے اوپر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا: اگر تم چاہو تو تمہیں اس جگہ بو دوں جس جگہ تم پہلے تھے اور اگر تم چاہو تو میں تم کو جنت میں بو دوں اور تم جنت کے دریاؤں اور چشموں کا پانی پیتے رہو' پھر تم سے عمدہ سبزہ اور پھل پیدا ہوں اور اولیاء اللہ تمہارے پھلوں اور کھجوروں کو کھائیں' حضرت بریدہ نے کہا کہ اس تنے نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سنی اور اس نے آپ سے دو مرتبہ کہا: جی ہاں! آپ ایسا کر دیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا: آپ مجھے جنت میں بو دیں۔ (سنن دارمی: ۳۲' ج۱ ص ۳۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی امام دارمی کی اس روایت سے استدلال کیا ہے' نیز وہ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے کہا ہے کہ کھجور کے تنے کا رونا ان امور میں سے ہے جن پر تمام متقدمین اور متاخرین نے اعتماد کیا ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جمادات میں بھی اللہ تعالیٰ نے حیوانوں کی طرح ادراک پیدا کیا ہے بلکہ ان سے افضل ادراک پیدا کیا ہے اور اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ. (بنی اسرائیل: ۴۴) اور ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے O

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ مناقب شافعی میں یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کھجور کے تنے کے رونے کا معجزہ عطا کیا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مردے زندہ کرنے سے افضل ہے کیونکہ آپ نے کھجور کے تنے کی آواز سنی۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۱۲۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٣٥٨٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ شُعْبَةَ وَحَدَّثَنِیْ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ يُّحَدِّثُ عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ اَنَا اَحْفَظُ كَمَا قَالَ قَالَ هَاتِ اِنَّكَ لَجَرِیْءٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِیْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَجَارِهٖ تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیُ عَنِ الْمُنْكَرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ اور مجھے بشر بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان' انہوں نے کہا: میں نے ابو وائل سے سنا وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرتے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا' تم میں سے کس کو فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث یاد ہے؟ حضرت حذیفہ نے کہا: مجھے یاد ہے جس طرح آپ نے ارشاد فرمایا تھا' حضرت عمر نے کہا: آپ بیان کریں بے شک آپ اس پر

قَالَ لَيْسَتْ هٰذِهٖ وَلٰكِنِ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا بَأْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا اِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُّغْلَقًا قَالَ يُفْتَحُ الْبَابُ اَوْ يُكْسَرُ؟ قَالَ لَا بَلْ يُكْسَرُ قَالَ ذَاكَ اَحْرٰى اَنْ لَّا يُغْلَقَ قُلْنَا عَلِمَ الْبَابَ قَالَ نَعَمْ كَمَا اَنَّ دُوْنَ غَدٍ اللَّيْلَةَ اِنِّيْ حَدَّثْتُهٗ حَدِيْثًا لَّيْسَ بِالْاَغَالِيْطِ فَهِبْنَا اَنْ نَّسْاَلَهٗ وَاَمَرْنَا مَسْرُوْقًا فَسَاَلَهٗ فَقَالَ مَنِ الْبَابُ قَالَ عُمَرُ.

جرأت رکھتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد کا اس کی بیوی' اس کے مال اور اس کے پڑوسی کے متعلق جو فتنہ ہوتا ہے اس کا کفارہ نماز سے' صدقہ سے' نیکی کا حکم دینے سے اور برائی سے روکنے سے ہو جاتا ہے۔ حضرت عمر نے کہا: یہ فتنہ میری مراد نہیں ہے بلکہ میری مراد وہ فتنہ ہے جو سمندر کی موجوں کی طرح اُمڈ کر آئے گا۔ حضرت حذیفہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے' آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک مقفل دروازہ ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا: آیا اس دروازہ کو کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ حضرت حذیفہ نے کہا: بلکہ اس کو توڑا جائے گا' حضرت عمر نے فرمایا: پھر وہ دروازہ کبھی بند نہیں ہو سکے گا' ہم نے پوچھا: کیا حضرت عمر نے اس دروازہ کو جان لیا تھا' حضرت حذیفہ نے کہا: ہاں! انہوں نے اس کو اس طرح جان لیا تھا جس طرح صبح کے بعد رات ہے اور میں نے ان کو ایسی حدیث بیان کی ہے جو پہیلی نہیں ہے' پس ہم ان سے سوال کرنے سے ڈرے اور ہم نے مسروق سے کہا کہ آپ ان سے سوال کریں' پس مسروق نے ان سے پوچھا کہ دروازہ سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت عمر۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۲۵ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کی خبریں دینا اور یہ آپ کا معجزہ ہے

اس باب میں معجزات کا بیان ہے اور چونکہ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو مستقبل کی خبریں بتائی تھیں سو یہ غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے' اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے مطابق ہے۔

۳۵۸۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ وَحَتّٰى تُقَاتِلُوا التُّرْكَ صِغَارَ الْاَعْيُنِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس قوم کے ساتھ جنگ نہ کر لو جو بالوں والے جوتے پہنے گی اور جب تک تم ترکوں سے جنگ نہ کر لو' جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی' چہرے سرخ ہوں گے' ناک چھوٹی اور چپٹی ہوگی گویا ان کے چہرے تہ بہ تہ ڈھال کی طرح ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۲۸' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مستقبل کی خبر دی ہے اور یہ غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۸۸ - **وَتَجِدُوْنَ** مِنْ خَيْرِ النَّاسِ اَشَدَّهُمْ كَرَاهِيَةً لِّهٰذَا الْاَمْرِ حَتّٰى يَقَعَ فِيْهِ وَالنَّاسُ مَعَادِنُ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ.

اور تم حکومت کے لیے سب سے بہتر شخص اس کو قرار دو گے جو حکومت کرنے کو سب سے زیادہ برا جانے گا' حتیٰ کہ وہ اس میں مبتلا ہو جائے' لوگ معدنیات کی طرح ہیں' جو جاہلیت میں عمدہ تھے وہ اسلام میں عمدہ ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۴۹۳' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی غیب کی خبر دی گئی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۸۹ - **وَلَيَاْتِيَنَّ** عَلٰى اَحَدِكُمْ زَمَانٌ لَّاَنْ يَّرَانِيْ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ مِثْلُ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ.

اور تم میں سے کسی ایک شخص پر ضرور ایسا زمانہ آئے گا کہ اس کو اپنے گھر بار اور مال و دولت سے زیادہ یہ محبوب ہوگا کہ وہ میری زیارت کر لے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۶۴' الرقم المسلسل: ۶۰۲۳' صحیح ابن حبان: ۶۷۶۵' دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۵۳۶' شرح السنۃ: ۳۸۴۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۱۴۱۔ ج ۱۳ ص ۴۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مستقبل میں واقع ہونے والے ایک امر کی خبر دی اور یہ بھی غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۹۰ - **حَدَّثَنَا** يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا خُوْزًا وَّكَرْمَانَ مِنَ الْاَعَاجِمِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ فُطْسَ الْاُنُوْفِ صِغَارَ الْاَعْيُنِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ. تَابَعَهٗ غَيْرُهٗ عَنْهُ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم (ایران کے شہر) خوز اور کرمان سے جنگ نہ کر لو' ان عجمیوں سے جن کے چہرے سرخ ہوں گے' ناک چپٹی ہوگی' آنکھیں چھوٹی ہوں گی' ان کے چہرے تہ بہ تہ ڈھال کی طرح ہوں گے اور وہ بالوں والے چمڑے کی جوتیاں پہنے ہوئے ہوں گے۔ یحییٰ کے غیر نے اس حدیث کی متابعت عبدالرزاق سے کی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۹۲۸' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۹۱ - **حَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ اِسْمٰعِيْلُ اَخْبَرَنِيْ قَيْسٌ قَالَ اَتَيْنَا اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ اسماعیل نے کہا کہ مجھے قیس نے خبر دی' انہوں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ سِنِيْنَ لَمْ اَكُنْ فِيْ شَيْءٍ اَحْرَصَ عَلٰى اَنْ اَعِيَ الْحَدِيْثَ مِنِّيْ فِيْهِنَّ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ وَقَالَ هٰكَذَا بِيَدِهٖ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ وَهُوَ هٰذَا الْبَارِزُ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً وَّهُمْ اَهْلُ الْبَازَرِ.

نے کہا کہ ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کے پاس آئے انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں تین سال رہا ہوں مجھے اپنی پوری زندگی میں کبھی حدیث یاد کرنے کی اتنی حرص نہیں ہوئی جتنی ان تین سالوں میں ہوئی میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا: تم قرب قیامت میں ایسی قوم سے جنگ کرو گے جو بالوں والے چمڑے کی جوتیاں پہنیں گے اور وہ یہ بارز ہے (یعنی ایرانی) اور سفیان نے ایک بار کہا: وہ اہل بازر ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۲۹۲۸ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی نبی ﷺ نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٥٩٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا يَنْتَعِلُوْنَ الشَّعَرَ وَتُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے الحسن سے سنا وہ کہتے تھے: ہمیں عمرو بن تغلب نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قرب قیامت میں تم ایسی قوم سے جنگ کرو گے جو بالوں والے چمڑے کی جوتیاں پہنیں گے اور ایسی قوم کے ساتھ جنگ کرو گے جن کے چہرے تہ بہ تہ ڈھالوں کی طرح ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۹۲۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی نبی ﷺ نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٥٩٣ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُقَاتِلُكُمُ الْيَهُوْدُ فَتُسَلَّطُوْنَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُ الْحَجَرُ يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَّرَائِيْ فَاقْتُلْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: تم سے یہود جنگ کریں گے پس تم ان پر غالب ہو جاؤ گے پھر پتھر کہے گا: اے مسلم یہ یہودی میرے پیچھے ہے تم اس کو قتل کر دو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۹۲۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٥٩٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث

عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَغْزُوْنَ فَیُقَالُ فِیْکُمْ مَنْ صَحِبَ الرَّسُوْلَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ عَلَیْهِمْ ثُمَّ یَغْزُوْنَ فَیُقَالُ لَهُمْ هَلْ فِیْکُمْ مَنْ صَحِبَ مَنْ صَحِبَ الرَّسُوْلَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَهُمْ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از جابر از حضرت ابوسعید رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم ' آپ نے ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ جنگ کریں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے؟ پس وہ کہیں گے کہ ہاں! تو ان کو فتح ہوگی' پھر وہ جنگ کریں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کا صحابی ہو؟ وہ کہیں گے ہاں! تو ان کو فتح ہوگی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۹۷' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۹۵ - **حَدَّثَنِیْ** مُحَمَّدُ بْنُ الْحَکَمِ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ اَخْبَرَنَا اِسْرَائِیْلُ اَخْبَرَنَا سَعْدٌ الطَّائِیُّ اَخْبَرَنَا مُحِلُّ بْنُ خَلِیْفَةَ عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ بَیْنَا اَنَا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَتَاهُ رَجُلٌ فَشَکَا اِلَیْهِ الْفَاقَةَ ثُمَّ اَتَاهُ اٰخَرُ فَشَکَا اِلَیْهِ قَطْعَ السَّبِیْلِ فَقَالَ یَا عَدِیُّ هَلْ رَاَیْتَ الْحِیْرَةَ قُلْتُ لَمْ اَرَهَا وَقَدْ اُنْبِئْتُ عَنْهَا قَالَ فَاِنْ طَالَتْ بِكَ حَیَاةٌ لَتَرَیَنَّ الظَّعِیْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِیْرَةِ حَتّٰی تَطُوْفَ بِالْکَعْبَةِ لَاتَخَافُ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ قُلْتُ فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ نَفْسِیْ فَاَیْنَ دُعَّارُ طَیِّئٍ الَّذِیْنَ قَدْ سَعَّرُوا الْبِلَادَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَیٰوةٌ لَتُفْتَحَنَّ کُنُوْزُ کِسْرٰی قُلْتُ کِسْرَی بْنُ هُرْمُزَ قَالَ کِسْرَی بْنُ هُرْمُزَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَیَاةٌ لَتَرَیَنَّ الرَّجُلَ یُخْرِجُ مِلْءَ کَفِّهٖ مِنْ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ یَطْلُبُ مَنْ یَقْبَلُهُ مِنْهُ فَلَا یَجِدُ اَحَدًا یَقْبَلُهُ مِنْهُ وَلَیَلْقَیَنَّ اللّٰهَ اَحَدُکُمْ یَوْمَ یَلْقَاهُ وَلَیْسَ بَیْنَهُ وَبَیْنَهُ تَرْجُمَانٌ یُتَرْجِمُ لَهُ فَیَقُوْلَنَّ اَلَمْ اَبْعَثْ اِلَیْكَ رَسُوْلًا فَیُبَلِّغَكَ فَیَقُوْلُ بَلٰی فَیَقُوْلُ اَلَمْ اُعْطِكَ مَالًا وَّاُفْضِلْ عَلَیْكَ فَیَقُوْلُ بَلٰی فَیَنْظُرُ عَنْ یَّمِیْنِهٖ فَلَا یَرٰی اِلَّا جَهَنَّمَ وَیَنْظُرُ عَنْ یَّسَارِهٖ فَلَا یَرٰی اِلَّا جَهَنَّمَ قَالَ عَدِیٌّ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِتَّقُوا النَّارَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن الحکم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سعد الطائی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں محل بن خلیفہ نے خبر دی از حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ جب آپ کے پاس ایک مرد آیا' اس نے آپ سے فاقہ کی شکایت کی' پھر آپ کے پاس دوسرا مرد آیا' اس نے آپ سے راستوں میں ڈاکوؤں کی شکایت کی' آپ نے پوچھا: اے عدی! کیا تم نے حیرہ کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا: میں نے اس کو نہیں دیکھا لیکن میں نے اس کی خبر سنی ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر تمہاری زندگی طویل ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک مسافر عورت حیرہ سے سفر کرے گی حتیٰ کعبہ کا طواف کرے گی اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گی۔ میں نے اپنے دل میں کہا: پھر بنو طے کے ان ڈاکوؤں کا کیا ہوگا جنہوں نے شہروں میں لوٹ مار کر رکھی ہے۔ (اور آپ نے فرمایا:) اگر تمہاری زندگی مزید طویل ہوئی تو تم دیکھو گے کہ کسریٰ کے خزانے فتح کیے جائیں گے۔ میں نے پوچھا: کسری بن ہرمز کے؟ آپ نے فرمایا: کسریٰ بن ہرمز کے اور اگر تمہاری زندگی طویل ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک آدمی اپنی ہتھیلی میں سونا یا چاندی بھر کر نکلے گا اور وہ کسی ایسے شخص کو تلاش کرے گا جو اس کو قبول کرلے اور اسے

وَلَوْ بِشِقَّةِ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ شِقَّةَ تَمْرَةٍ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ قَالَ عَدِيٌّ فَرَأَيْتُ الظَّعِينَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيْرَةِ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ وَكُنْتُ فِيْمَنِ افْتَتَحَ كُنُوْزَ كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكُمْ حَيٰوةٌ لَتَرَوُنَّ مَا قَالَ النَّبِيُّ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْرِجُ مِلْءَ كَفِّهِ. حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُوْعَاصِمٍ أَخْبَرَنَا سَعْدَانُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا أَبُوْمُجَاهِدٍ حَدَّثَنَا مُحِلُّ بْنُ خَلِيْفَةَ سَمِعْتُ عَدِيًّا كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو قبول کرنے والا کوئی شخص نہیں ملے گا' اور تم میں سے ایک شخص ضرور اللہ تعالیٰ سے اس کی ملاقات کے دن ملاقات کرے گا اور اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمہ کرنے والا ترجمان نہیں ہوگا' پس اللہ تعالیٰ ضرور فرمائے گا: کیا میں نے تمہاری طرف رسول نہیں بھیجا تھا جس نے تم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ بندہ کہے گا: کیوں نہیں! پھر اللہ فرمائے گا: کیا میں نے تم کو مال عطاء نہیں کیا تھا؟ اور تم کو فضیلت نہیں دی تھی؟ وہ بندہ کہے گا: کیوں نہیں! وہ اپنی دائیں طرف نظر کرے گا تو صرف دوزخ دیکھے گا اور اپنی بائیں طرف نظر کرے گا تو صرف دوزخ دیکھے گا۔ حضرت عدی کہتے ہیں کہ میں نے سنا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: دوزخ سے بچو خواہ کھجور کا ٹکڑا صدقہ کر کے (اور اگر وہ نہ ملے تو) اچھی بات سے۔ حضرت عدی نے کہا: پس میں نے دیکھا کہ ایک مسافر عورت حیرہ سے چلتی تھی حتیٰ کہ کعبہ کا طواف کرتی تھی' اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتی تھی اور میں ان مسلمانوں میں سے تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو فتح کیا تھا اور اگر تمہاری حیات طویل ہوئی تو تم ضرور اس بات کو دیکھو گے جو نبی ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی کہ ایک مرد اپنی ہتھیلی میں سونا یا چاندی بھر کر نکلے گا۔ مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعدان بن بشر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومجاہد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محل بن خلیفہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عدی سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۱۳' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی آپ نے کئی غیب کی خبریں دی ہیں اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٥٩٦ - **حَدَّثَنِي** سَعِيْدُ بْنُ شُرَحْبِيْلٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلّٰى عَلٰى أَهْلِ أُحُدٍ صَلٰوتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ إِنِّي فَرَطُكُمْ وَأَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ إِنِّي وَاللّٰهِ لَأَنْظُرُ إِلٰى حَوْضِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے سعید بن شرحبیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے' آپ نے اہل احد پر نماز پڑھی جو جنازہ کی نماز تھی' پھر آپ منبر کی طرف لوٹے' پس آپ نے فرمایا: میں

الْاٰنَ وَاِنِّـیْ قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنَ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ بَعْدِیْ اَنْ تُشْرِكُوْا وَلٰكِنْ اَخَافُ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْهَا.

تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور بے شک اللہ کی قسم! ضرور میں اب اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں اور بے شک اللہ کی قسم! مجھے اپنے بعد تم (سب کے) شرک کرنے کا خطرہ نہیں ہے لیکن مجھے یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۴' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد پیش گوئیاں کی ہیں اور غیب کی خبریں دی ہیں اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۹۷ - **حَدَّثَنَا** اَبُوْنُعَیْمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ اُسَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَشْرَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اُطُمٍ مِّنَ الْاٰطَامِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَااَرٰی اِنِّیْ اَرَی الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُیُوْتِكُمْ مَوَاقِعَ الْقَطْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹیلوں میں سے کسی ٹیلے کے اوپر سے جھانکا پس فرمایا: کیا تم ان چیزوں کو دیکھ رہے ہو جن کو میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے گھروں میں فتنے اس طرح گر رہے ہیں جیسے بارش کے قطرے گرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷۸' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۹۸ - **حَدَّثَنَا** اَبُوالْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ زَیْنَبَ ابْنَةَ اَبِیْ سَلَمَةَ حَدَّثَتْـهُ اَنَّ اُمَّ حَبِیْبَـةَ بِنْـتَ اَبِیْ سُفْیَانَ حَدَّثَتْهَا عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَیْهَا فَزِعًا یَّقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَیْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْیَوْمَ مِنْ رَدْمِ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلُ هٰذَا وَحَلَّقَ بِاِصْبَعِهٖ وَبِالَّتِیْ تَلِیْهَا فَقَالَتْ زَیْنَبُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَهْلِكُ وَفِیْنَا الصّٰلِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے حدیث بیان کی کہ زینب بنت ابی سلمہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس گھبرائے ہوئے آئے آپ فرما رہے تھے: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' عرب کی ہلاکت اس شر سے آئے گی جس کے وقوع کا زمانہ قریب آ پہنچا ہے' آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں اتنا شگاف ہو گیا ہے آپ نے اپنی انگلی اور اس کے قریب والی انگلی سے حلقہ بنا کر دکھایا' حضرت زینب نے بیان کہا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم لوگ ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک لوگ بھی ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! جب خباثتیں زیادہ ہو جائیں گی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٣٤٦ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٥٩٩ - وَعَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَتْنِي هِنْدٌ بِنْتُ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتِ اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ وَمَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ.

اور الزہری سے روایت ہے: انہوں نے کہا: مجھے ہند بنت الحارث نے حدیث بیان کی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیدار ہو کر فرمایا: سبحان اللہ! کیا کیا خزانے نازل کیے گئے اور کیا کیا فتنے نازل کیے گئے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١١٥' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی غیب کی خبر ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٠٠ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ الْمَاجِشُوْنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ لِي إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَتَتَّخِذُهَا فَأَصْلِحْهَا وَأَصْلِحْ رُعَامَهَا فَإِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ تَكُوْنُ الْغَنَمُ فِيْهِ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ أَوْ سَعَفَ الْجِبَالِ فِي مَوَاقِعِ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ بن الماجشون نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن ابی صعصعہ از والدخود از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بکریوں سے محبت کرتے ہو اور ان کو پالتے ہو' سو تم ان کی اچھی طرح نگہداشت کرو اور ان کے چرواہوں کی بھی اصلاح کرو کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمانوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ مسلمان کا سب سے عمدہ مال اس کی بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلا جائے گا یا بارش گرنے کی جگہوں پر چلا جائے گا' اس طرح وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے بھاگتا رہے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٩' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٠١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ فِتَنٌ الْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِيْ وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ وَمَنْ تُشْرِفْ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ وَمَنْ وَجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهِ. [اطراف الحدیث: ٧٠٨١-٧٠٨٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز الاویسی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب از ابن المسیب و ابی سلمۃ بن عبدالرحمان انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فتنے ہوں گے اس وقت بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہوا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا اور جو ان فتنوں میں جھانکے گا فتنے اس کو ہلاک کر دیں گے اور جس کو کوئی پناہ یا

عافیت کی جگہ مل جائے وہ اس پناہ کو حاصل کر لے۔

(صحیح مسلم: ٢٨٨٦' الرقم المسلسل: ١٤١٧' صحیح ابن حبان: ٥٩٥٩' شرح السنۃ: ٤٢٢٩' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٢٣٤٤' سنن بیہقی ج ٨ ص ١٩٠' مسند احمد ج ٢ ص ٢٨٢' طبع قدیم' مسند احمد: ٧٧٩٦' ج ١٣ ص ٢٠٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جو شخص فتنوں میں جھانکے گا' اس کا مطلب ہے جو شخص فتنہ اور شر پھیلا رہا ہو تو جو شخص اس کے شر کا سامنا کرے گا اور اس کے شر کے درمیان واقع ہوگا تو وہ بھی اس شر کی لپیٹ میں آ جائے گا۔

اس حدیث میں آپ نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٠٢ - وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْبَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُطِيْعِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعَاوِيَةَ مِثْلَ حَدِيْثِ اَبِىْ هُرَيْرَةَ هٰذَا اِلَّا اَنَّ اَبَا بَكْرٍ يَّزِيْدُ مِنَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةٌ مَنْ فَاتَتْهُ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ.

واز ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن مطیع بن الاسود از نوفل بن معاویہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی مثل روایت ہے مگر ابوبکر نے نماز کا اضافہ کیا ہے کہ جس کی نماز فوت ہوگئی اس کے اہل وعیال اور مال فوت ہوگیا۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ہر چند کہ اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ یہ باب معجزات کے بیان میں ہے اور حدیث میں نماز کو قضاء کرنے کے نقصان کا بیان ہے' نیز اس حدیث میں نماز سے مراد نماز عصر ہے جیسا کہ صحیح البخاری: ٥٥٢' میں اس کی تصریح ہے۔امام بخاری نے اس اضافہ کی تبعاً روایت کی ہے کیونکہ اس اضافہ کا بھی اسی حدیث میں ذکر ہے۔

علامہ عینی کا عدم تتبع

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ اس نماز سے مراد نماز عصر ہے' جیسا کہ سنن نسائی میں اس کی تصریح ہے کہ عصر کی نماز قضاء کرنے کا نقصان اس طرح ہے جیسے اس کے اہل وعیال اور مال کا نقصان ہوا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٩١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے زیادہ تتبع اور چھان بین نہیں کی ورنہ یہ حدیث صحیح البخاری: ٥٥٢' میں بھی ہے اور سنن نسائی کے بجائے صحیح بخاری کا حوالہ دینا زیادہ مستند اور قوی ہے۔

٣٦٠٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتَكُوْنُ اَثَرَةٌ وَّاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِىْ عَلَيْكُمْ وَتَسْاَلُوْنَ اللّٰهَ الَّذِىْ لَكُمْ.

[طرف الحدیث: ٧٠٥٢] [صحیح مسلم: ١٨٤٣' الرقم المسلسل: ٤٦٦٨' سنن ترمذی: ٢١٩٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از زید بن وهب از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: عنقریب ایسا زمانہ آئے گا جس میں تم پر دوسروں کو مقدم کیا جائے گا اور ایسے امور سامنے آئیں گے جن کو تم برا سمجھو گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسے زمانہ میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم پر جو فرائض ہیں تم ان کو ادا کرتے رہنا اور اپنے حقوق کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا۔

جمہور صحابہ کا ظالم حکمرانوں کی بیعت پر قائم رہنا

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایسا زمانہ آئے گا جس میں تم پر دوسروں کو مقدم کیا جائے گا جیسے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما' حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایسے اکابر اور جلیل القدر صحابہ کے ہوتے ہوئے' یزید بن معاویہ' پھر مروان بن الحکم اور پھر عبدالملک بن مروان کو حکمران بنالیا گیا' ان کے گورنر شراب پیتے تھے اور رقص و سرود کے دلدادہ تھے۔

آپ نے فرمایا: تم پر جو فرائض ہیں وہ ادا کرتے رہنا یعنی حکمرانوں کے احکام سننا اور ان کی غیر معصیت میں اطاعت کرنا اور جب تک تم ان کا کفر بواح نہ دیکھ لو اس وقت تک ان کے خلاف بغاوت نہ کرنا اور جمہور صحابہ نے آپ کے اس ارشاد پر عمل کیا اور ان حکمرانوں کے فسق و فجور کے باوجود ان کی بیعت پر قائم رہے۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبریں دی ہیں اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٠٤ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْلِكُ النَّاسَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ قُرَيْشٍ قَالُوْا فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ لَوْ اَنَّ النَّاسَ اعْتَزَلُوْهُمْ قَالَ مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوُدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ سَمِعْتُ اَبَا زُرْعَةَ. [اطراف الحدیث: ٣٦٠٥-٧٠٥٨] (صحیح مسلم: ٢٩١٧' الرقم المسلسل: ٧٢١٩' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٦ ص ٤٦٤' مسند احمد ج ٢ ص ٣٠١' طبع قدیم' مسند احمد: ٨٠٠٥' ج ١٣ ص ٣٨١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو معمر اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از ابوزرعۃ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قریش کا یہ قبیلہ لوگوں کو ہلاک کر دے گا۔ صحابہ نے پوچھا: ہمیں ایسی صورت میں آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کاش لوگ ان (ظالموں) سے الگ رہیں۔ محمود نے کہا: ہمیں ابوداؤد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ابی التیاح' انہوں نے کہا: میں نے ابوزرعہ سے سنا۔

حکمرانوں کے تنازع کے وقت ان سے الگ رہنے میں سلامتی ہے

آپ نے فرمایا: کاش لوگ ان سے الگ رہیں' یعنی جب ان کا حکومت میں تنازع ہو اور بعض' بعض کی حمایت کریں اس وقت ان سے الگ رہنے میں سلامتی ہے کیونکہ ان میں سے کسی ایک کی تائید اور حمایت کرنا شر اور فساد کا باعث ہوگا۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٠٥ - **حَدَّثَنَا** اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْاُمَوِيُّ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كُنْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ فَسَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ يَقُوْلُ هَلَاكُ اُمَّتِيْ عَلٰى يَدَيْ غِلْمَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ غِلْمَةٌ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اِنْ شِئْتَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد المکی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحیٰی بن سعید الاموی نے حدیث بیان کی از جد خود' انہوں نے کہا: میں مروان اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا' پس میں نے سنا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کہہ رہے تھے کہ میں نے الصادق المصدوق کو یہ فرماتے ہوئے سنا

اَنْ اُسَمِّيَهُمْ بَنِي فُلَانٍ وَّبَنِي فُلَانٍ.

ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھ سے ہوگی' مروان نے پوچھا: لڑکوں سے؟ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: اگر تم چاہو تو میں ان کے نام بیان کروں' بنوفلاں اور بنوفلاں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٠٤' میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غیب کی خبریں دی ہیں اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٠٦ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْحَضْرَمِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْاِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ يَقُوْلُ كَانَ النَّاسُ يَسْاَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ اَسْاَلُهٗ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ اَنْ يُّدْرِكَنِي فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَّشَرٍّ فَجَاءَ نَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِيْهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُهٗ قَالَ قَوْمٌ يَّهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِي تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ قُلْتُ فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ اِلٰى اَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ اَجَابَهُمْ اِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صِفْهُمْ لَنَا فَقَالَ هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِاَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِي اِنْ اَدْرَكَنِي ذٰلِكَ قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِمَامَهُمْ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَّلَا اِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ اَنْ تَعَضَّ بِاَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَاَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ.

[اطراف الحدیث: ٣٦٠٧' ٧٠٨٤] (صحیح مسلم: ١٨٤٧' الرقم المسلسل: ٤٦٧٧' سنن ابن ماجہ: ٣٩٧٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن جابر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے بسر بن عبیداللہ الحضرمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوادریس الخولانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: انہوں نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خیر کے متعلق سوال کرتے تھے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شر کے متعلق سوال کرتا تھا اس خوف سے کہ کہیں مجھے شر کا سامنا ہو' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم زمانہ جاہلیت میں اور شر میں تھے' پس اللہ تعالیٰ ہمارے پاس اس خیر کو لے آیا' آیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: آیا اس شر کے بعد خیر ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور اس میں دھواں ہوگا' میں نے پوچھا: وہ دھواں کیسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: کچھ لوگ میری سیرت کے خلاف عمل کریں گے' تم ان کے بعض کاموں کو پہچانو گے اور بعض کا انکار کرو گے۔ میں نے پوچھا: کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! کچھ لوگ دوزخ کے دروازوں کی طرف بلائیں گے' جو لوگ ان کے بلانے پر جائیں گے وہ ان کو دوزخ میں جھونک دیں گے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں ان لوگوں کی صفات بیان فرمائیں! آپ نے فرمایا: وہ لوگ ہماری ہی طرح ہوں گے اور ہماری ہی زبان بولیں گے' میں نے عرض کیا: اگر میں ان کو پاؤں تو آپ مجھے ان کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ لازم رہنا' میں نے پوچھا: اگر مسلمانوں کی جماعت ہو نہ ان کا امام ہو؟ آپ نے فرمایا: پھر تم ان تمام فرقوں سے الگ رہنا' خواہ تم کو

درخت کی جڑ چبا کر کھانی پڑے حتیٰ کہ تمہیں اسی حالت میں موت آ جائے۔

قبل از اسلام جاہلیت اور بعد از اسلام خیر اور شر کے معانی

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم جاہلیت اور شر میں تھے یعنی ہم کافر تھے اور قتل وغارت گری اور لوٹ مار کرتے تھے۔اس خیر کے بعد: یعنی ایمان اور امن وسلامتی کے بعد، اور اس خیر کے بعد جو شر ہوگا' اس میں ان فتنوں کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عثمان کی شہادت کے بعد پیدا ہوئے۔

اور اس خیر میں دھواں ہوگا' یعنی فساد اور اختلاف اور شورش ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے کہا ہے کہ خیر سے مراد مسلمانوں کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق ہے اور دھوئیں سے مراد ان کے زمانہ کے خراب حکام ہیں جیسے زیاد وغیرہ۔

ابن ذکری نے کہا: خیر سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہے اور دھوئیں سے مراد ان کے خلاف خوارج کا خروج ہے۔

تم ان کے بعض کاموں کو پہچانو گے یعنی نیک کاموں کو اور بعض کا انکار کرو گے' یعنی ان کے برے کاموں اور برے اعتقاد کا انکار کرو گے۔

وہ دوزخ کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے' اس سے مراد خوارج ہیں۔

ابن ذکری نے کہا: اس سے مراد ظالم حکمران اور گمراہ کرنے والے علماء ہیں اور وہ فقراء ہیں جو نیک کاموں سے زیادہ برے کام کرتے ہوں گے۔

تم ان تمام فرقوں سے الگ رہنا خواہ تم کو درخت کی جڑ چبا کر کھانی پڑے' یعنی تم مشکلات اور سختیوں کو برداشت کرنا اور صبر کرنا۔(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٨ ص ٣٦٧-٣٦٩' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

٣٦٠٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنِيْ قَيْسٌ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ تَعَلَّمَ اَصْحَابِي الْخَيْرَ وَتَعَلَّمْتُ الشَّرَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی' از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میرے اصحاب خیر کا علم حاصل کرتے تھے اور میں شر کا علم حاصل کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٠٦ میں گزر چکی ہے۔

٣٦٠٨ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْسَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمن نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک ایسی دو جماعتیں

آپس میں قتال نہ کریں جن دونوں کی دعوت واحد ہو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۵ میں گزر چکی ہے۔

٣٦٠٩ - حَدَّثَنِی عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَقْتَتِلَ فِئَتَانِ فَیَكُوْنُ بَیْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِیْمَةٌ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ وَّلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِیْبًا مِّنْ ثَلَاثِیْنَ كُلُّهُمْ یَزْعُمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دو جماعتیں قتال کریں اور ان کے درمیان بہت بڑی جنگ ہو اور ان دونوں کی دعوت واحد ہوگی، اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تیس (۳۰) کے قریب دجال اور کذاب کے نہ آ جائیں اور ان میں سے ہر ایک کا یہ زعم ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۵ میں گزر چکی ہے۔

٣٦١٠ - حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا سَعِیْدٍ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَقْسِمُ قِسْمًا اِذْ اَتَاهُ ذُوالْخُوَیْصِرَةِ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِعْدِلْ فَقَالَ وَیْلَكَ وَمَنْ یَّعْدِلُ اِذَا لَمْ اَعْدِلْ قَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ اِنْ لَّمْ اَكُنْ اَعْدِلُ فَقَالَ عُمَرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِّیْ فِیْهِ فَاَضْرِبَ عُنُقَهٗ فَقَالَ دَعْهُ فَاِنَّ لَهٗ اَصْحَابًا یَّحْقِرُ اَحَدُكُمْ صَلٰوتَهٗ مَعَ صَلٰوتِهِمْ وَصِیَامَهٗ مَعَ صِیَامِهِمْ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَایُجَاوِزُ تَرَاقِیَهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ كَمَا یَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِیَّةِ یُنْظَرُ اِلٰی نَصْلِهٖ فَلَا یُوْجَدُ فِیْهِ شَیْءٌ ثُمَّ یُنْظَرُ اِلٰی رِصَافِهٖ فَمَا یُوْجَدُ فِیْهِ شَیْءٌ ثُمَّ یُنْظَرُ اِلٰی نَضِیِّهٖ وَهُوَ قِدْحُهٗ فَلَا یُوْجَدُ فِیْهِ شَیْءٌ ثُمَّ یُنْظَرُ اِلٰی قُذَذِهٖ فَلَا یُوْجَدُ فِیْهِ شَیْءٌ قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ اٰیَتُهُمْ رَجُلٌ اَسْوَدُ اِحْدٰی عَضُدَیْهِ مِثْلُ ثَدْیِ الْمَرْاَةِ اَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ وَیَخْرُجُوْنَ عَلٰی حِیْنِ فُرْقَةٍ مِّنَ النَّاسِ قَالَ اَبُوْسَعِیْدٍ فَاَشْهَدُ اَنِّیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، آپ اس وقت (حنین کا مال غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے، اچانک آپ کے پاس ذوالخویصرہ آیا اور وہ بنوتمیم کا ایک مرد تھا، اس نے کہا: یارسول اللہ! عدل کیجئے، آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، جب میں عدل نہیں کروں گا تو کون عدل کرے گا، بے شک میں ناکام اور نامراد ہوں گا اگر میں نے عدل نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے میں اس کی گردن اڑا دوں، آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ اس کے ایسے اصحاب ہیں کہ تم میں سے ہر شخص ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اپنی نمازوں کو حقیر سمجھے گا، اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھے گا، وہ قرآن پڑھیں گے (لیکن) قرآن ان کے گلوں کے نیچے سے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے، وہ اگر تیر کے پھل کی طرف دیکھے گا تو اس پر کچھ (خون) نظر نہیں آئے گا، پھر اگر نیزے کی اوپر کی جگہ کو دیکھے گا تو وہاں بھی کچھ

سَمِعْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ وَاَنَا مَعَهٗ فَاَمَرَ بِذٰلِكَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَاُتِيَ بِهٖ حَتّٰى نَظَرْتُ اِلَيْهِ عَلٰى نَعْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ نَعَتَهٗ.

دکھائی نہیں دے گا' پھر اگر تیر میں لگائی جانے والی لکڑی کو دیکھے گا اور وہ اس کا پر ہے تو وہاں بھی کچھ دکھائی نہیں دے گا' حالانکہ گندگی اور خون سے وہ تیر گزر رہا ہے' ان کی علامت ایک سیاہ فام شخص ہوگا جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح ہوگا یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح حرکت کر رہا ہوگا' یہ لوگ مسلمانوں کے بہترین فرقے کے خلاف خروج کریں گے۔ حضرت ابوسعید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب نے ان (خوارج) کے خلاف جنگ کی تھی اور میں ان کے ساتھ تھا اور انہوں نے اس مرد کو تلاش کرنے کا حکم دیا' پس اس کو تلاش کر کے لایا گیا' جب میں نے اس کو دیکھا تو اس کا وہی حلیہ تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حلیہ بیان فرمایا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٤٤' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقبل کے واقعات بیان فرمائے ہیں اور یہ آپ کا علم غیب ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦١١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَاَنْ اَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَكْذِبَ عَلَيْهِ وَاِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ فَاِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَةٌ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَاْتِيْ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَاءُ الْاَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ فَاَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّ قَتْلَهُمْ اَجْرٌ لِّمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. [اطراف الحدیث: ٥٠٥٧-٦٩٣٠] (صحیح مسلم: ١٠٦٦' الرقم المسلسل: ٢٣٥١' سنن ابوداؤد: ٤٧٦٧' سنن نسائی: ٤١٠٩' مسند البزار: ٥٦٨' امسند ابویعلی: ٢٦١' سنن بیہقی ج ٨ ص ١٧٠' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٦ ص ٤٣٠' مسند احمد ج ١ ص ٨١' طبع قدیم' مسند احمد: ٦١٦' ج ٢ ص ٥٢' مؤسسۃ الرسالۃ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از خیثمہ از سوید بن غفلہ' انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جب میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سناؤں تو میں آسمان سے گرنے کو اس کی بہ نسبت پسند کرتا ہوں کہ میں آپ پر جھوٹ باندھوں اور جب میں آپس میں کوئی بات کروں تو بے شک جنگ ایک دھوکا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اخیر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن کے چھوٹے دانت ہوں گے' وہ کم عقل اور بے وقوف ہوں گے۔ وہ افضل الخلق (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی احادیث بیان کریں گے اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا' تم ان کو جہاں پاؤ ان کو قتل کر دو' کیونکہ ان کو قتل کرنے سے قاتل کو قیامت کے دن اجر ملے گا۔ (میں کہتا ہوں کہ آج کل کے دہشت گردوں میں یہ نشانیاں مکمل طور پر پائی جاتی ہیں' وہ کم عمر بھی ہوتے ہیں اور کم عقل بھی اور ان نشانیوں کو

بیروت) بیان فرمانا یہ نبی ﷺ کا معجزہ ہے۔سعیدی غفرلہ)

حضرت علی امام برحق تھے اور تمام جنگوں میں مصیب تھے

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا ذکر ہے کہ جنگ ایک دھوکا ہے۔

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرهونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو جنگیں لڑی ہیں ان میں حضرت علی برحق تھے کیونکہ اس وقت وہی امام تھے یہی اہل سنت اور جمہور علماء کا مسلک ہے۔

علامہ ابوالعباس قرطبی نے کہا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام برحق تھے اور ان کی جماعت بہترین جماعت تھی اور وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل تھے۔ (المفہم ج ٣ ص ١١٦' دار ابن کثیر' بیروت) الشیخ عبدالقاہر الجرجانی نے کہا ہے کہ تمام علماء کا اس پر اجماع ہے ان میں امام مالک' امام شافعی' امام ابوحنیفہ' اوزاعی اور جمہور متکلمین شامل ہیں کہ صفین اور جمل کی جنگوں میں حضرت علی مصیب اور برحق تھے۔امام ابومنصور ماتریدی نے بھی اس اجماع کا ذکر کیا ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٨ ص ٢٧٣' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

٣٦١٢ - **حَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ قَالَ شَكَوْنَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَّهُ فِيْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ قُلْنَا لَهُ أَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا أَلَا تَدْعُو اللّٰهَ لَنَا قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيْمَنْ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيْهِ فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوْضَعُ عَلٰى رَأْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَتَيْنِ وَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِهِ مِنْ عَظْمٍ أَوْ عَصَبٍ وَّمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ أَوِ الذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهِ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ.

[اطراف الحدیث: ٣٨٥٢- ٦٩٤٣] (سنن ابوداؤد: ٢٦٤٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی از خباب بن الارت' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے (مصائب کی) شکایت کی' اس وقت آپ چادر سے ٹیک لگائے ہوئے کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے' ہم نے آپ سے عرض کیا: کیا آپ ہمارے لیے مدد طلب نہیں کرتے؟ کیا آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا' اس کو اس گڑھے میں ڈال دیا جاتا' پھر اس کے سر پر آری رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور یہ عمل اس کو اس کے دین سے نہیں پھیرتا تھا اور لوہے کی کنگھی اس کے گوشت' اس کی ہڈیوں اور اس کے پٹھوں کے نیچے گھسا کر چلائی جاتی اور یہ عمل (بھی) اس کو اس کے دین سے نہیں پھیرتا تھا' اور اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ ضرور اس دین کو مکمل فرمائے گا حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور وہ اللہ کے سوا کسی چیز سے نہیں ڈرے گا' یا فرمایا نہ اسے اپنی بکریوں پر بھیڑیئے کا خوف ہوگا' لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔

مصائب کے ازالہ میں جلدی نہیں کرنی چاہیے بلکہ صبر سے برداشت کر کے کشادگی کا انتظار کرنا چاہیے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: کیا آپ ہمارے لیے مدد نہیں طلب کرتے یعنی کیا آپ کفار کے مظالم کے خلاف ہمارے لیے مدد نہیں طلب کرتے' ان کا یہ قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدد کی طلب پر برانگیختہ کرنے کے لیے تھا۔

اس حدیث میں صنعاء اور حضر موت کا ذکر ہے' ان شہروں کے درمیان چار دنوں کی مسافت ہے۔

نیز فرمایا: لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔ یعنی تم لوگ مظالم اور مصائب سے گھبرا کر امن اور عافیت کو طلب کرنے میں جلدی نہ کرو کیونکہ تم سے پہلی امتوں پر اس سے زیادہ مظالم کیے گئے لیکن انہوں نے ان مصائب کو برداشت کیا' سو تم بھی برداشت کرو' پھر عنقریب یہ مصائب دور ہو جائیں گے اور تم پر امن اور عافیت کا زمانہ آ جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٠٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦١٣- **حَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ اَنْبَاَنِيْ مُوْسَى بْنُ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا اَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهٗ فَاَتَاهُ فَوَجَدَهٗ جَالِسًا فِيْ بَيْتِهٖ مُنَكِّسًا رَاْسَهٗ فَقَالَ مَاشَانُكَ فَقَالَ شَرٌّ كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهٗ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاَتَى الرَّجُلُ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ مُوْسَى بْنُ اَنَسٍ فَرَجَعَ الْمَرَّةَ الْاٰخِرَةَ بِبَشَارَةٍ عَظِيْمَةٍ فَقَالَ اِذْهَبْ اِلَيْهِ فَقُلْ لَهٗ اِنَّكَ لَسْتَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَلٰكِنْ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ. [طرف الحدیث: ٤٨٤٦] (صحیح مسلم: ١١٩' الرقم المسلسل: ٢١٥' مسند ابویعلیٰ: ٣٣٣١' صحیح ابن حبان: ٧١٦٨' سنن کبریٰ: ٨٢٢٧' مسند احمد ج ٣ ص ١٣٧' طبع قدیم' مسند احمد: ١٢٣٩٩' ج ١٩ ص ٣٩١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ازہر بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن انس نے خبر دی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو (کئی روز) نہیں دیکھا۔ تب ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کو اس کی خبر لا کر دوں گا' تو وہ حضرت ثابت کے پاس گئے' پس انہوں نے دیکھا وہ اپنے گھر میں سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے پوچھا: آپ کو کیا ہوا ہے؟ تو انہوں نے بتایا بہت برا ہوا ہے' انہوں نے کہا کہ بات کرتے ہوئے ان کی آواز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند ہوتی ہے' سو ان کے (نیک) عمل ضائع ہو گئے اور وہ اہل دوزخ سے ہیں' پھر اس مرد نے آ کر آپ کو خبر دی کہ حضرت ثابت نے اس طرح کہا ہے' پس موسیٰ بن انس نے بیان کیا کہ وہ مرد دوبارہ ان کے پاس بہت بڑی خوش خبری لے کر گیا' آپ نے فرمایا: تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ تم اہل دوزخ سے نہیں بلکہ اہل جنت سے ہو۔

جس مرد نے کہا: میں آپ کو حضرت ثابت کی خبر لا کر دوں گا اس کا مصداق اور الحجرات: ٢ کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس کے متعلق فرمایا بلکہ وہ اہل جنت

سے ہے اور اس بات پر نبی ﷺ کے سوا کوئی اور شخص مطلع نہیں ہو سکتا تھا' سو یہ غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس ہمارے درمیان چلتے تھے اور ہمیں یقین تھا کہ یہ اہل جنت سے ہیں' جنگ یمامہ کے دن وہ آگے بڑھ کر حملہ کر رہے تھے حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔

موسیٰ بن انس بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝ (الحجرات:٢)

اے ایمان والو! اس نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور ان کے سامنے زیادہ اونچی آواز سے بات نہ کرو جیسے تم ایک دوسرے کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرتے ہو' (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے عمل ضائع ہو جائیں اور تمہیں شعور (بھی) نہ ہو۝

پھر حضرت ثابت یہ سمجھ کر اپنے گھر میں بیٹھ گئے کہ ان کی آواز نبی ﷺ کی آواز سے اونچی ہے' سو وہ دوزخی ہیں' تب نبی ﷺ نے بشارت دی کہ وہ جنتی ہیں اور اس آیت کا محمل یہ ہے کہ جو شخص گستاخی کے قصد سے اپنی آواز آپ کی آواز پر بلند کرے وہ دوزخی ہے اور حضرت ثابت بن قیس کی آواز گستاخی سے بلند نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ طبعاً بلند آواز تھے۔

اس حدیث میں ہے: ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو اس کی خبر لا کر دوں گا۔ وہ شخص حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تھے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب الحجرات:٢ نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور کہا: میں اہل دوزخ سے ہوں' اور وہ نبی ﷺ سے کئی روز تک غائب رہے' تب نبی ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ سے پوچھا: اے ابا عمرو! ثابت کا کیا معاملہ ہے' کیا وہ بیمار ہے؟ تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ نے کہا: وہ میرے پڑوسی ہیں اور مجھے معلوم ہے کہ وہ بیمار نہیں ہیں' پھر حضرت سعد حضرت ثابت کے پاس گئے اور ان کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے متعلق پوچھ رہے تھے' تب حضرت ثابت نے بتایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ الحجرات:٢ نازل ہو چکی ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آواز پر میری آواز آپ سب سے بلند ہے' سو میں اہل دوزخ سے ہوں' حضرت سعد نے ان کے اس جواب کا نبی ﷺ سے ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلکہ وہ اہل جنت سے ہے۔ (صحیح البخاری:٤٨٤٦' صحیح مسلم:١١٩)

حضرت ثابت بن قیس کو جنت کی بشارت عشرہ مبشرہ کی تخصیص کے منافی نہیں ہے

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حدیث میں حضرت ثابت بن قیس کو جنت کی بشارت دی گئی ہے حالانکہ جنت کی بشارت جن دس صحابہ کو دی گئی ہے ان میں یہ شامل نہیں ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ان دس صحابہ پر حضرت ثابت بن قیس کا اضافہ اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ تخصیص بالعدد اضافہ کے منافی نہیں ہوتی' علاوہ ازیں عشرہ مبشرہ وہ دس صحابہ ہیں جن کو دفعتاً واحدۃً ایک مجلس میں جنت کی بشارت دی گئی تھی' ان کے علاوہ اور بھی متعدد صحابہ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا: وہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا: وہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن قطعاً اہل جنت سے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٠٢۔٢٠١' مخرجاً وموضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦١٤ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِیَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَرَأَ رَجُلٌ الْکَھْفَ وَفِی الدَّارِ الدَّابَّۃُ فَجَعَلَتْ تَنْفِرُ فَسَلَّمَ فَاِذَا ضَبَابَۃٌ اَوْسَحَابَۃٌ غَشِیَتْہُ فَذَکَرَہٗ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِقْرَاْ فُلَانُ فَاِنَّھَا السَّکِیْنَۃُ نَزَلَتْ لِلْقُرْاٰنِ اَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْاٰنِ۔

[اطراف الحدیث: ۴۸۳۹-۵۰۱۱] (صحیح مسلم: ۷۹۵' الرقم المسلسل: ۱۷۴۱' سنن ترمذی: ۲۸۸۵' مسند ابو یعلیٰ: ۱۷۲۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۷۱۴' صحیح ابن حبان: ۷۶۹' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۴۲' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۷ ص ۸۳' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۱' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۴۷۴' ج ۳۰ ص ۴۲۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا کہ ایک شخص نے سورۃ الکھف کو پڑھا اور اس کے گھر میں ایک چوپایہ تھا جو اچھلنے لگا' اس شخص نے یہ معاملہ اللہ کے سپرد کیا' پھر اچانک کہر نے یا بادل نے اس کے گھر کو ڈھانپ لیا' اس شخص نے اس واقعہ کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا' آپ نے فرمایا: اے فلاں! قرآن پڑھتے رہو' یہ بادل ''سکینۃ'' (طمانیت) ہے جو قرآن (پڑھنے) کی وجہ سے نازل ہوئی ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیب کی خبر دینے کا ذکر ہے کہ سواری کا اچھلنا اس وجہ سے تھا کہ اس نے فرشتوں کو دیکھا تھا اور سکینہ سے مراد وہ فرشتے ہیں جو قرآن کی قراءت کے وقت نازل ہوتے ہیں' ان میں طمانیت اور رحمت ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱٦ ص ۲۰۳-۲۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳٦۱۵- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یَزِیْدَ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ اَبُو الْحَسَنِ الْحَرَّانِیُّ حَدَّثَنَا زُھَیْرُ بْنُ مُعَاوِیَۃَ حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ یَقُوْلُ جَاءَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِلٰی اَبِیْ فِیْ مَنْزِلِہٖ فَاشْتَرٰی مِنْہُ رَحْلًا فَقَالَ لِعَازِبٍ اِبْعَثِ ابْنَکَ یَحْمِلْہُ مَعِیَ قَالَ فَحَمَلْتُہٗ مَعَہٗ وَخَرَجَ اَبِیْ یَنْتَقِدُ ثَمَنَہٗ فَقَالَ لَہٗ اَبِیْ یَا اَبَابَکْرٍ حَدِّثْنِیْ کَیْفَ صَنَعْتُمَا حِیْنَ سَرَیْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ اَسْرَیْنَا لَیْلَتَنَا وَمِنَ الْغَدِ حَتّٰی قَامَ قَائِمُ الظَّھِیْرَۃِ وَخَلَا الطَّرِیْقُ لَا یَمُرُّ فِیْہِ اَحَدٌ فَرُفِعَتْ لَنَا صَخْرَۃٌ طَوِیْلَۃٌ لَھَا ظِلٌّ لَمْ تَاْتِ عَلَیْہِ الشَّمْسُ فَنَزَلْنَا عِنْدَہٗ وَسَوَّیْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَانًا بِیَدِیْ یَنَامُ عَلَیْہِ وَبَسَطْتُّ عَلَیْہِ فَرْوَۃً وَّقُلْتُ نَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاَنَا اَنْفُضُ لَکَ مَاحَوْلَکَ فَنَامَ وَخَرَجْتُ اَنْفُضُ مَاحَوْلَہٗ فَاِذَا اَنَا بِرَاعٍ مُقْبِلٍ بِغَنَمِہٖ اِلَی الصَّخْرَۃِ یُرِیْدُ مِنْھَا مِثْلَ الَّذِیْ اَرَدْنَا فَقُلْتُ لِمَنْ اَنْتَ یَا غُلَامُ فَقَالَ لِرَجُلٍ مِّنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ اَوْ مَکَّۃَ قُلْتُ اَفِیْ غَنَمِکَ لَبَنٌ قَالَ نَعَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا: ہمیں احمد بن یزید بن ابراہیم ابوالحسن الحرّانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر بن معاویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے والد (حضرت عازب بن الحارث) کے پاس ان کے گھر آئے اور ان سے ایک پالان خریدا' پس حضرت عازب سے کہا: اپنے بیٹے کو میرے ساتھ بھیجیں کہ وہ یہ پالان اٹھا کر لے چلیں' حضرت البراء نے کہا: میں اس پالان کو اٹھا کر ان کے ساتھ لے گیا اور میرے والد اس کی قیمت کے روپے پرکھوانے گئے' پھر ان سے میرے والد نے کہا: اے ابوبکر! مجھے بتائیں کہ آپ دونوں نے اس رات کیا کیا تھا جب آپ رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ حضرت ابوبکر نے کہا: ہم اس ساری رات سفر کرتے رہے' پھر دن میں بھی سفر کرتے رہے حتیٰ کہ دوپہر ہوگئی اور راستہ بالکل سنسان تھا' وہاں سے کوئی شخص نہیں گزر رہا تھا' پھر ہمیں بہت لمبی چٹان دکھائی دی' اس کا سایا تھا جس پر دھوپ نہیں تھی' ہم وہاں ٹھہرے اور میں نے

قُلْتُ أَفَتَحْلُبُ قَالَ نَعَمْ فَأَخَذَ شَاةً فَقُلْتُ انْفُضِ الضَّرْعَ مِنَ التُّرَابِ وَالشَّعَرِ وَالْقَذٰى قَالَ فَرَأَيْتُ الْبَرَاءَ يَضْرِبُ إِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى يَنْفُضُ فَحَلَبَ فِيْ قَعْبٍ كُثْبَةً مِّنْ لَبَنٍ وَّمَعِيَ إِدَاوَةٌ حَمَلْتُهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْتَوِيْ مِنْهَا يَشْرَبُ وَيَتَوَضَّأُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرِهْتُ أَنْ أُوْقِظَهُ فَوَافَقْتُهُ حِيْنَ اسْتَيْقَظَ فَصَبَبْتُ مِنَ الْمَاءِ عَلَى اللَّبَنِ حَتّٰى بَرَدَ أَسْفَلُهُ فَقُلْتُ اِشْرَبْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَشَرِبَ حَتّٰى رَضِيْتُ ثُمَّ قَالَ أَلَمْ يَأْنِ لِلرَّحِيْلِ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَارْتَحَلْنَا بَعْدَ مَامَالَتِ الشَّمْسُ وَاتَّبَعَنَا سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ فَقُلْتُ أُتِيْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَاتَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَدَعَا عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَطَمَتْ بِهٖ فَرَسُهٗ إِلٰى بَطْنِهَا أُرٰى فِيْ جَلَدٍ مِّنَ الْأَرْضِ شَكَّ زُهَيْرٌ فَقَالَ إِنِّيْ أُرَاكُمَا قَدْ دَعَوْتُمَا عَلَيَّ فَادْعُوَا لِيْ فَاللّٰهُ لَكُمَا أَنْ أَرُدَّ عَنْكُمَا الطَّلَبَ فَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَجَا فَجَعَلَ لَايَلْقٰى أَحَدًا إِلَّا قَالَ كُفِيْتُكُمْ مَاهُنَا فَلَا يَلْقٰى أَحَدًا إِلَّا رَدَّهٗ قَالَ وَوَفٰى لَنَا.

اپنے ہاتھ سے نبی ﷺ کے لیے ایک جگہ صاف کی جس پر آپ سوئیں اور اس پر میں نے ایک چادر بچھا دی اور میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ سو جائیں اور میں آپ کے لیے اردگرد کی جگہ کا خیال رکھتا ہوں' پس آپ سو گئے اور میں آپ کے اردگرد پہرہ دینے لگا' اس وقت میں نے دیکھا ایک چرواہا اپنی بکریوں کو لے کر اس چٹان کی طرف آ رہا تھا اور اس کا بھی اس چٹان پر وہی ارادہ تھا جو ہمارا ارادہ تھا' میں نے اس سے پوچھا: تم کس کے غلام ہو؟ اس نے کہا: میں مکہ یا مدینہ والوں میں سے ایک شخص کا غلام ہوں' میں نے پوچھا: کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں نے پوچھا: کیا تم میرے لیے دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا: جی ہاں! پس اس نے بکری پکڑی' میں نے کہا: اس کے تھن کو مٹی اور بالوں سے اور تنکوں سے صاف کر لو' ابو اسحاق راوی نے کہا کہ میں نے حضرت البراء کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر تھن کو صاف کرنے کی کیفیت بیان کی' پس اس چرواہے نے لکڑی کے ایک پیالہ میں دودھ دوہا' میرے ساتھ چمڑے کا ایک مشکیزہ تھا جس کو میں نبی ﷺ کے لیے اٹھا کر لایا تھا' آپ اس سے پانی پیتے تھے اور وضو کرتے تھے' پس میں نبی ﷺ کے پاس آیا' سو میں نے آپ کو بیدار کرنا' ناپسند کیا' پھر جب آپ (خود) بیدار ہو گئے تو میں آپ کے پاس آیا' پھر میں نے اس دودھ کے اوپر پانی ڈالا حتیٰ کہ اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا' میں نے کہا: یا رسول اللہ! (دودھ) پی لیجئے' حضرت ابوبکر نے بتایا کہ آپ نے اتنا دودھ پیا حتیٰ کہ میں راضی ہو گیا' پھر آپ نے پوچھا: کیا ابھی کوچ کا وقت نہیں آیا؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابوبکر نے بتایا کہ جب سورج ڈھل گیا تو ہم نے کوچ کیا اور سراقہ بن مالک ہمارا پیچھا کر رہا تھا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اب تو یہ ہم تک پہنچ گیا ہے' آپ نے فرمایا: تم غم نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے' پھر آپ نے اس کے خلاف دعا کی تو اس کا گھوڑا اس سمیت پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ میرا خیال ہے کہ زمین بہت سخت تھی' یہ شک راوی زہیر کو تھا' سراقہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ دونوں نے میرے

خلاف دعا کی ہے' پس اب آپ دونوں میرے حق میں دعا کریں تو اللہ کی قسم میں آپ دونوں کی تلاش میں آنے والوں کو لوٹا دوں گا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں دعا کی تو وہ نجات پا گیا' پھر سراقہ کو جو شخص بھی ملتا وہ اس سے کہتا: میں تلاش کر چکا ہوں وہ یہاں تک نہیں ہیں اور اس کو جو شخص بھی ملتا وہ اس کو واپس کر دیتا۔ حضرت ابوبکر نے کہا: اس نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کر دیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری ۲۴۳۹' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے سراقہ کے خلاف دعاء ضرر کی تو اس کا گھوڑا زمین میں پیٹ تک دھنس گیا اور جب اس کی معذرت کے بعد اس کے حق میں دعا کی تو گھوڑا زمین سے نکل آیا اور یہ آپ کے دو معجزے ہیں۔

٣٦١٦ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ مُخْتَارٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى اَعْرَابِيٍّ يَعُوْدُهٗ قَالَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ عَلٰى مَرِيْضٍ يَعُوْدُهٗ قَالَ لَابَاْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقَالَ لَهٗ لَا بَاْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ قُلْتَ طَهُوْرٌ كَلَّا بَلْ هِيَ حُمّٰى تَفُوْرُ اَوْ تَثُوْرُ عَلٰى شَيْخٍ كَبِيْرٍ تُزِيْرُهُ الْقُبُوْرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَعَمْ اِذًا. [اطراف الحدیث: ۵۶۵۶۔ ۵۶۶۲۔ ۷۴۷۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مختار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی (دیہاتی) کے پاس گئے' آپ اس کی عیادت کر رہے تھے۔ حضرت ابن عباس نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کی عیادت کرتے تو فرماتے: کوئی حرج نہیں یہ (بخار) ان شاء اللہ پاک کرنے والا ہے' سو آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں یہ (بخار) ان شاء اللہ پاک کرنے والا ہے۔ اس اعرابی نے کہا: آپ نے کہا: پاک کرنے ولا ہے! ہرگز نہیں! بلکہ یہ بخار جوش مار رہا ہے یا کہا: بوڑھے کھوسٹ پر جوش مار رہا ہے' اس کو قبرستان دکھا کر چھوڑے گا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چلو پھر ایسا ہی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیماروں کی عیادت کرنا اور ان کو تسلی دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

آپ نے فرمایا: یہ (بخار) ان شاء اللہ پاک کرنے والا ہے' اس سے مراد یہ تھی کہ یہ بخار ان شاء اللہ تمہارے گناہوں کو دھونے والا ہے۔

جس اعرابی کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کرنے گئے تھے اس کا نام قیس بن ابی حازم تھا اور یہ اس قیس بن ابی حازم کا غیر ہے جو

مخضرمین سے تھا کیونکہ جس کی آپ نے عیادت کی تھی وہ آپ کی حیات میں فوت ہو گیا تھا۔
آپ نے فرمایا: چلو پھر ایسا ہی ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق فوت ہو گیا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے انکار کیا تو پھر ایسا ہی ہوگا جیسا تم کہہ رہے ہو اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر نافذ ہونے والی ہے' پھر اگلے دن شام سے پہلے وہ فوت ہو گیا۔ (المعجم الکبیر: ۷۲۱۳)
(عمدة القاری ج ١٦ ص ٢٠٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦١٧ - حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَجُلٌ نَصْرَانِيًّا فَاَسْلَمَ وَقَرَاَ الْبَقَرَةَ وَاٰلَ عِمْرَانَ فَكَانَ يَكْتُبُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَادَ نَصْرَانِيًّا فَكَانَ يَقُوْلُ مَايَدْرِيْ مُحَمَّدٌ اِلَّا مَا كَتَبْتُ لَهٗ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ فَدَفَنُوْهُ فَاَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَقَالُوْا هٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِهٖ لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ نَبَشُوْا عَنْ صَاحِبِنَا فَاَلْقَوْهُ فَحَفَرُوْا لَهٗ فَاَعْمَقُوْا فَاَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَقَالُوا هٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِهٖ نَبَشُوا عَنْ صَحَابِنَا لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ فَاَلْقَوْهُ خَارِجَ الْقَبْرِ 'فَحَفَرُوْالَهٗ وَاَعْمَقُوْالَهٗ فِي الْاَرْضِ مَا اسْتَطَاعُوْا ' فَاَصْبَحَ قَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَعَلِمُوْا اَنَّهٗ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ فَاَلْقَوْهُ.
(صحیح مسلم: ٢٧٨١' الرقم المسلسل: ٦٩٣٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عیسائی مسلمان ہو گیا اور اس نے سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران پڑھی' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کاتب بن گیا' وہ پھر دوبارہ نصرانی ہو گیا' وہ کہتا تھا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے جو کچھ میں لکھتا تھا اس کے سوا ان کو اور کچھ پتا نہیں تھا' پس اللہ تعالیٰ نے اس کو مار دیا' لوگوں نے اس کو دفن کر دیا' صبح ہوئی تو دیکھا زمین نے اس کی لاش کو باہر پھینک دیا۔ عیسائیوں نے کہا: یہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب کا فعل ہے جنہوں نے ہمارے ساتھی کو (قبر سے باہر نکال کر) پھینک دیا ہے کیونکہ وہ ان کے دین سے بھاگ گیا تھا۔ انہوں نے دوبارہ اس کے لیے خوب گہری قبر کھودی' صبح ہوئی تو پھر زمین اس کو قبر سے باہر پھینک چکی تھی' عیسائیوں نے کہا: یہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کا فعل ہے جنہوں نے ہمارے ساتھی کو قبر سے باہر نکال کر پھینک دیا ہے کیونکہ وہ ان کے دین سے بھاگ گیا تھا' انہوں نے پھر اس کے لیے خوب گہری قبر کھودی جتنی وہ کھود سکتے تھے' صبح ہوئی تو پھر زمین اسے باہر پھینک چکی تھی۔ تب انہیں یقین آیا کہ یہ لوگوں کا کام نہیں ہے۔ پھر انہوں نے اس کو زمین پر ڈال دیا۔

قبر کا گستاخ رسول کو قبول نہ کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:
اس باب کا عنوان ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معجزہ کا بیان ہے کہ جس عیسائی نے مرتد ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کی اس کو قبر نے قبول نہیں کیا اور دوبار اس کو قبر سے باہر نکال کر پھینک دیا۔

٣٦١٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث

يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ وَاَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهُ وَاِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' انہوں نے کہا: اور مجھے ابن المسیب نے خبر دی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اور اس ذات کی قسم کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان اس کے قبضہ و قدرت میں ہے! تم ضرور ان دونوں کے خزانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

قیصر و کسریٰ کے متعلق پیش گوئی

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۷' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے غیب کی خبر دی ہے اور کسریٰ کے ہلاک ہونے کے بعد کوئی کسریٰ نام کا بادشاہ نہیں ہوا اور قیصر کے ہلاک ہونے کے بعد کوئی قیصر نام کا بادشاہ نہیں ہوا' اور عراق میں کسریٰ باقی نہیں رہا اور شام میں قیصر باقی نہیں رہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب عراق اور شام فتح ہو گئے تو ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٠٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦١٩ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَفَعَهُ قَالَ اِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهُ وَاِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ وَذَكَرَ وَقَالَ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد الملک بن عمیر از حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اور ذکر فرمایا: تم ضرور ان دونوں کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

اس اشکال کا جواب کہ قیصر و کسریٰ کی ہلاکتوں کے بعد بھی ان کی حکومتیں باقی رہی ہیں

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

کسریٰ فارس کا بادشاہ تھا اور قیصر روم (شام) کا بادشاہ تھا' اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ کسریٰ کی ہلاکت کے بعد فارس کی مملکت باقی رہی ہے کیونکہ ان کا آخری بادشاہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قتل ہوا تھا اور روم کی مملکت بھی باقی رہی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ کسریٰ عراق میں باقی نہیں رہے گا اور قیصر روم میں باقی نہیں رہے گا' یہ جواب امام شافعی سے منقول ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ قیصر کے بعد کسی قیصر کی ایسی حکومت نہیں ہوگی جیسی اس قیصر کی تھی کیونکہ شام میں بیت المقدس ہے اور نصاریٰ کی کوئی عبادت بیت المقدس کے بغیر مکمل نہیں ہوتی اور جو بھی روم کا بادشاہ ہوا وہ بیت المقدس

میں داخل ہوتا تھا خواہ خفیہ خواہ اعلانیۃً پس جب قیصر ہلاک ہوگیا اور اس کے خزانے فتح کر لیے گئے تو اس کے بعد کوئی قیصر اس کے ساتھ لاحق نہیں ہوا۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۷۷-۳۷۶ مکتبہ الرشد ریاض ۱۴۳۰ھ)

٣٦٢٠ -حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اِنْ جَعَلَ لِيْ مُحَمَّدٌ الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِهٖ تَبِعْتُهٗ وَقَدِمَهَا فِيْ بَشَرٍ كَثِيْرٍ مِّنْ قَوْمِهٖ فَاَقْبَلَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَّفِيْ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِطْعَةُ جَرِيْدٍ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى مُسَيْلِمَةَ فِيْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ لَوْ سَاَلْتَنِيْ هٰذِهِ الْقِطْعَةَ مَا اَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ اَمْرَ اللّٰهِ فِيْكَ وَلَئِنْ اَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللّٰهُ وَاِنِّيْ لَاَرَاكَ الَّذِيْ اُرِيْتُ فِيْكَ مَا رَاَيْتُ.

[اطراف الحدیث: ٣٢٢٣-٣٢٢٨-٣٢٢٨-٧٠٣٣-٧٤٦١] (صحیح مسلم: ٢٢٧٣، الرقم المسلسل: ٥٨٢٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از عبداللہ بن ابی حسین انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن جبیر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مسیلمۃ الکذاب (مدینہ میں) آیا اور کہنے لگا کہ اگر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے بعد خلافت میرے لیے مقرر کر دیں تو میں ان کی پیروی کرلوں گا اور وہ مدینہ میں اپنی قوم کے بہت انسانوں کے ساتھ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ بھی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں شاخ کا ایک ٹکڑا تھا حتیٰ کہ آپ اپنے اصحاب میں مسیلمہ کے پاس ٹھہرے اور فرمایا: اگر تم مجھ سے اس شاخ کے ٹکڑے کا بھی سوال کرو گے تو میں تم کو یہ بھی نہیں دوں گا (خلافت تو دور کی بات ہے) اور تیرے متعلق جو اللہ کی تقدیر ہے تو اس سے نہیں بھاگ سکتا اور اگر تم نے اسلام سے پیٹھ پھیری تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا اور میرا گمان یہ ہے کہ تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا۔

مسیلمہ کذاب کا مختصر تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مسیلمہ کذاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں آیا۔

مسیلمہ نو ہجری میں مدینہ آیا تھا اور یہ وفود کے آنے کا سال تھا۔ امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بنو حنیفہ کا وفد آیا ان میں مسیلمہ بن حبیب بھی تھا۔ ابن ہشام نے کہا: اس کا نام مسیلمہ بن ثمامہ ہے اور اس کی کنیت ابو ثمامہ ہے۔ علامہ سہیلی نے کہا: اس کا نام مسیلمہ بن ثمامہ بن کبیر ابن حبیب بن الحارث ہے۔ اس کا نام رحمان بھی رکھا گیا اور اس کو رحمان الیمامہ کہا جاتا تھا۔ امام ابن اسحاق نے کہا: پھر یہ وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے واپس گیا اور جب یہ لوگ یمامہ پہنچے تو وہ اللہ کا دشمن مرتد ہوگیا اور نبوت کا دعویٰ کیا اور ان سے جھوٹ بولا اور کہا: میں آپ کے ساتھ نبوت میں شریک ہوں پھر اس نے قرآن مجید کی آیتوں کے اوزان پر کچھ اشعار بنائے اور اس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قتل کر دیا گیا اس کو یمامہ میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا جس وقت اس کو قتل کیا گیا اس کی عمر ایک سو پچاس سال تھی۔

مسیلمہ کی طرف رسول اللہ ﷺ کے جانے کی توجیہ اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسیلمہ اور اس کی قوم کی طرف آئے۔آپ ان لوگوں کی تالیف قلب اور ان کے اسلام لانے کی توقع پر آئے تھے اور تا کہ انہیں اسلام کے احکام کی تبلیغ کریں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کے شہر میں آپ سے ملاقات کے لیے آیا تھا' اس لیے آپ بھی ملاقات کے لیے اس کے پاس گئے اور اس وقت مسیلمہ اسلام کو ظاہر کرتا تھا' اس کا کفر اس ملاقات کے بعد ظاہر ہوا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اور آپ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شماس تھے۔آپ نے ان کو ساتھ اس لیے رکھا تھا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے خطیب تھے اور آپ کے پاس جو وفد آتے تھے ان کے خطبوں کا جواب یہی دیتے تھے۔آپ نے فرمایا: تیرے متعلق جو اللہ کی تقدیر ہے تو اس سے نہیں بھاگ سکتا۔آپ کے اس ارشاد کا یہ معنی ہے: تم نے جو اپنی نبوت کی امید قائم کی تھی اس میں' میں نے تم کو نامراد اور ناکام کر دیا ہے اور تمہاری ہلاکت قضاء وقدر میں مقرر ہو چکی ہے۔

نیز آپ نے فرمایا: اگر تو نے اسلام سے پیٹھ پھیری تو اللہ تجھے ہلاک کر دے گا' یعنی اگر تو نے میری اطاعت سے انحراف کیا تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا' اور جب اس نے آپ کی اطاعت نہیں کی تو جنگ یمامہ کے دن حضرت ابوبکر کی خلافت میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی پوری ہوگئی اور یہ آپ کا معجزہ ہے اس لیے امام بخاری نے اس حدیث کو باب المعجزات میں روایت کیا ہے۔

نیز آپ نے فرمایا: اور میرا گمان یہی ہے کہ تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا' یعنی میرا گمان یہی ہے کہ تو وہی شخص ہے جس کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١٠-٢٠٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦٢١ - فَاَخْبَرَنِیْ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُ فِيْ يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَاَهَمَّنِيْ شَاْنُهُمَا فَاُوْحِيَ اِلَيَّ فِي الْمَنَامِ اَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِيْ فَكَانَ اَحَدُهُمَا الْعَنْسِيَّ وَالْاٰخَرُ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابَ صَاحِبَ الْيَمَامَةِ.

[اطراف الحدیث: ٤٣٧٤-٤٣٧٥-٤٣٧٩-٧٠٣٤-٧٠٣٧] (صحیح مسلم: ٢٢٧٤' الرقم المسلسل: ٥٨٣٠)

پس مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں تو مجھے ان دونوں کی وجہ سے غم ہوا تو خواب میں میری طرف یہ وحی کی گئی کہ میں ان پر پھونک ماروں' پس میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں کنگن اڑ گئے تو میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ میرے بعد دو جھوٹوں کا ظہور ہوگا' ان میں سے ایک العنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ کذاب صاحب الیمامہ ہے۔

آپ کے خواب کی تعبیر کی توجیہ اور اسود عنسی کا تذکرہ اور یمامہ اور صنعاء کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

آپ نے خواب میں دو سونے کے کنگن دیکھے۔سونے کے کنگن بادشاہ پہنتے ہیں یعنی وہ دونوں بادشاہ ہوں گے اور سونا چمک دمک پر دلالت کرتا ہے اور بعض اوقات چمک دمک ملمع کاری سے ہوتی ہے یعنی ان کے دعویٰ میں تلبیس ہوگی۔

آپ نے فرمایا: میرے بعد ان کا ظہور ہوگا' علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ دونوں آپ کے زمانہ میں موجود تھے' آپ کا مطلب یہ ہے کہ ان کی شوکت اور ان کی طاقت کا ظہور میرے بعد ہوگا۔

اس حدیث میں العنسی کا ذکر ہے: اس کا نام الاسود الصنعانی ہے' ایک قول ہے اس کا نام عبابہ بن کعب ہے' اس کو ایک صحابی حضرت فیروز دیلی رضی اللہ عنہ نے صنعاء میں قتل کر دیا تھا' وہ اس کے پاس گئے اور اس کی گردن اڑا دی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا واقعہ ہے۔ اس وقت آپ اس مرض میں تھے جس میں آپ کی وفات ہوگئی آپ نے صحابہ کو اس کے قتل کی بشارت دی تھی۔

یمامہ: یمن کا شہر ہے جو مکہ سے چار مراحل کے فاصلہ پر ہے اور طائف سے دو مرحلوں کے فاصلہ پر ہے۔

صنعاء: یمن کا سب سے بڑا اور آباد شہر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١١۔ ٢١٠' موضحا' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اس حدیث میں آپ کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے خواب کی جو تعبیر بتائی اسی طرح واقع میں ہوا۔

٣٦٢٢ - **حَدَّثَنِیْ** مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ اُسَامَةَ عَنْ بُرَیْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اُرَاهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اُهَاجِرُ مِنْ مَّکَّةَ اِلٰی اَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهْلِیْ اِلٰی اَنَّهَا الْیَمَامَةُ اَوْ هَجَرُ فَاِذَا هِیَ الْمَدِیْنَةُ یَثْرِبُ وَرَاَیْتُ فِیْ رُؤْیَایَ هٰذِهٖ اَنِّیْ هَزَزْتُ سَیْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهٗ فَاِذَا هُوَ مَا اُصِیْبَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهٗ بِاُخْرٰی فَعَادَ اَحْسَنَ مَا کَانَ فَاِذَا هُوَ مَاجَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَرَاَیْتُ فِیْهَا بَقَرًا وَّاللّٰهُ خَیْرٌ فَاِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ یَوْمَ اُحُدٍ وَّاِذَا الْخَیْرُ مَاجَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْخَیْرِ وَثَوَابِ الصِّدْقِ الَّذِیْ اٰتَانَا اللّٰهُ بَعْدَ یَوْمِ بَدْرٍ.

[اطراف الحدیث: ٣٩٨٧۔ ٤٠٨١۔ ٧٠٣٥۔ ٧٠٤١] (صحیح مسلم: ٢٢٧٢' الرقم المسلسل: ٥٨٢٧' سنن ابن ماجہ: ٣٩٢١)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلا نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ بن ابی بردہ از جد خود ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: میں گمان کرتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے اس سرزمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجوروں کے درخت ہیں' میرا خیال اس طرف گیا کہ یہ جگہ یمامہ ہے یا ھجر (یمن کا ایک شہر) ہے' پس منکشف ہوا کہ یہ جگہ مدینہ' یثرب ہے' اور میں نے اپنے اس خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار ہلائی تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا اور اس میں اس مصیبت کی طرف اشارہ تھا جو مسلمانوں کو غزوہ احد میں پیش آئی' پھر میں نے دوبارہ تلوار کو ہلایا تو وہ پہلے سے اچھی صورت میں ہوگئی' پس اس میں اس طرف اشارہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی تھی اور مسلمان مجتمع ہو گئے تھے اور میں نے اس خواب میں گائیں دیکھیں اور اللہ تعالیٰ (کے ہر کام میں) خیر ہے۔ ان گایوں سے ان مسلمانوں کی طرف اشارہ تھا جو غزوہ احد میں (شہید ہو گئے) تھے اور خیر وہ ہے جو اس صدق کا ثواب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے بعد ہمیں عطا فرمایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب اور اس کی تعبیر کی توجیہات اور مدینہ کو یثرب کہنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کا بیان ہے کہ آپ نے اپنے خواب کی جو تعبیر بیان فرمائی واقع میں اسی طرح ہوا' اس میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ جگہ مدینہ (یثرب) ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دوسری حدیث میں مدینہ کو یثرب کہنے سے منع فرمایا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں حالانکہ یہ مدینہ ہے (صحیح البخاری: ١٨٧١) اور یہاں اس حدیث

میں آپ نے اس کو خود یثرب فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے مدینہ کو یثرب فرما کر یہ بیان فرما دیا کہ مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت تحریم کے لیے نہیں ہے بلکہ تنزیہ کے لیے ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے یثرب اس لیے فرمایا کہ پہلے مدینہ کو یثرب ہی کہا جاتا تھا تو آپ نے اس لیے اس کو یثرب فرمایا تا کہ جو لوگ اس کو یثرب کے نام سے ہی پہچانتے ہیں ان کو بھی پتہ چل جائے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ عطف بیان ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ مدینہ کو یثرب کہنے سے منع فرما دیا گیا ہے حتیٰ کہ اگر کسی کو اس ممانعت کا علم ہو اور وہ پھر مدینہ کو یثرب کہے تو وہ گنہگار ہوگا (یثرب کہنے سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ تثریب کا معنی: ہے ملامت کرنا) پہلے مدینہ بیماریوں کا گھر تھا' جو مدینہ جاتا تھا وہ بیمار ہو جاتا تھا تو اس کو ملامت کی جاتی تھی کہ تم کیوں مدینہ گئے اور جا کر بیمار ہو گئے' نہ مدینہ جاتے نہ بیمار ہوتے لیکن یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے کی بات تھی' ہجرت سے پہلے مدینہ دارالوباء تھا' آپ کے ہجرت کرنے کے بعد وہ دارالشفاء بن گیا ہے۔ پہلے مدینہ جانے پر ملامت ہوتی تھی اب اگر کوئی شخص حج کرنے جائے اور مدینہ ہو کر نہ آئے تو لوگ اس کو مدینہ نہ جانے پر ملامت کرتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہ) غرض یہ کہ یثرب کا معنی قبیح تھا' پس جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیگر قبیح ناموں کو بدل دیا اس طرح آپ نے یثرب نام کو بھی بدل دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اس تعبیر میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ جو اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔ اس حدیث میں مذکور ہے: اور اللہ خیر ہے۔ اس کا معنی ہے اللہ کا ثواب خیر ہے یا اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو شہادت عطا فرمائی ہے وہ دنیا میں ان کے مقام سے خیر ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے خواب میں یہ کلمات سنے ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١٢۔٢١١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦٢٣- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِيْ كَاَنَّ مِشْيَتَهَا مَشْيُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْحَبًا بِابْنَتِيْ ثُمَّ اَجْلَسَهَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ اَوْ عَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ اَسَرَّ اِلَيْهَا حَدِيْثًا فَبَكَتْ فَقُلْتُ لَهَا لِمَ تَبْكِيْنَ ثُمَّ اَسَرَّ اِلَيْهَا حَدِيْثًا فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ مَا رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ فَرَحًا اَقْرَبَ مِنْ حُزْنٍ فَسَاَلْتُهَا عَمَّا قَالَ فَقَالَتْ مَا كُنْتُ لِاُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْتُهَا.

[اطراف الحدیث: ٣٦٢٥۔٣٧١٥۔٤٤٣٣۔٦٢٨٥] (صحیح مسلم: ٢٤٥٠' الرقم المسلسل: ٦٢٠٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی از فراس از عامر از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چل کر آئیں گویا ان کا چلنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چلنا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری بیٹی کو خوش آمدید ہو' پھر آپ نے ان کو اپنی دائیں جانب یا بائیں جانب بٹھایا' پھر آپ نے چپکے سے ان سے کوئی بات کی تو وہ رونے لگیں' پس میں نے ان سے کہا: آپ کیوں روتی ہیں؟ پھر آپ نے ان سے چپکے سے کوئی بات کی تو وہ ہنسنے لگیں' میں نے دل میں کہا: میں نے آج کی طرح کسی غم کو خوشی کے اتنے قریب نہیں دیکھا: پس میں نے حضرت فاطمہ سے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا تھا' تو انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز کو فاش کرنے والی نہیں ہوں حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا پھر میں نے ان سے پوچھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا چلنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چلنے کے مشابہ تھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح

چلتے تھے گویا بلندی سے نیچے اتر رہے ہوں، یعنی جب آپ چلتے تھے تو گویا زمین آپ کے سامنے جھکتی جاتی تھی۔

٣٦٢٤ - فَقَالَتْ اَسَرَّ اِلَیَّ اَنَّ جِبْرِیْلَ کَانَ یُعَارِضُنِی الْقُرْاٰنَ فِیْ کُلِّ سَنَةٍ مَّرَّةً وَّاِنَّهٗ عَارَضَنِی الْعَامَ مَرَّتَیْنِ وَلَا اُرَاهُ اِلَّا حَضَرَ اَجَلِیْ وَاِنَّكِ اَوَّلُ اَهْلِ بَیْتِیْ لَحَاقًا بِیْ فَبَکَیْتُ فَقَالَ اَمَا تَرْضَیْنَ اَنْ تَکُوْنِیْ سَیِّدَةَ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَوْنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ فَضَحِکْتُ لِذٰلِكَ.

[اطراف الحدیث: ٣٦٢٦-٣٧١٦-٤٤٣٤-٦٢٨٦] (صحیح مسلم: ٢٤٥٠، الرقم المسلسل: ٦٢٠٦، سنن ابن ماجہ: ١٦٢١)

پس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف یہ سرگوشی کی کہ حضرت جبریل سال میں ایک بار میرے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور اس سال انہوں نے دو بار میرے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا ہے اور اب میں صرف یہی سمجھتا ہوں کہ میری وفات (قریب) آ چکی ہے اور بے شک میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے آ کر ملو گی تو میں رونے لگی، پس آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم تمام اہل جنت کی خواتین کی سردار ہو! یا مومنین کی خواتین کی سردار ہو، تو میں اس وجہ سے ہنسی تھی۔

اس حدیث میں آپ کے معجزات کا بیان، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رونے اور ہنسنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں آپ کا یہ معجزہ ہے کہ آپ نے اپنی مدت وفات کا بیان فرمایا اور آپ نے غیب کی یہ خبر دی کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی خواتین کی سردار ہیں اور آپ نے یہ خبر دی کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے وہ آپ سے ملیں گی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پہلی بار اس لیے روئی تھیں کہ آپ نے یہ بتایا کہ اب آپ کی وفات قریب آ چکی ہے اور دوسری بار اس لیے ہنسیں کہ سب سے پہلے وہ آپ سے ملیں گی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد ان کا وصال ہو گیا تھا، جب کہ اس حدیث میں یہ ہے کہ آپ جنت میں خواتین کی سرداری کی بشارت پر ہنسی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١٣، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٣٦٢٥ - حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ ابْنَتَهٗ فِیْ شَکْوَاهُ الَّذِیْ قُبِضَ فِیْهِ فَسَارَّهَا بِشَیْءٍ فَبَکَتْ ثُمَّ دَعَاهَا فَسَارَّهَا فَضَحِکَتْ. قَالَتْ فَسَاَلْتُهَا عَنْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از عروۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی اس بیماری میں بلایا جس میں آپ کی وفات ہو گئی تھی، آپ نے ان سے چپکے سے کوئی بات کی تو وہ روئیں، آپ نے پھر ان کو بلایا، پس ان سے چپکے سے بات کی تو وہ ہنسیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: پس میں نے ان سے اس بات کے متعلق سوال کیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٦٢٣، میں گزر چکی ہے۔

٣٦٢٦ - فَقَالَتْ سَارَّنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّهٗ یُقْبَضُ فِیْ وَجَعِهِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْهِ فَبَکَیْتُ ثُمَّ سَارَّنِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَنِّیْ اَوَّلُ اَهْلِ بَیْتِهٖ اَتْبَعُهٗ

حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چپکے سے خبر دی کہ اس درد میں آپ کی روح قبض کر لی جائے گی جس میں آپ کی وفات ہو گئی تھی، پس میں روئی، پھر مجھے چپکے

فَضَحِكْتُ.

سے خبر دی کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ سے ملوں گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٢٤' میں گزر چکی ہے۔

٣٦٢٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُدْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ إِنَّ لَنَا ابْنًا مِّثْلَهُ فَقَالَ إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ فَسَأَلَ عُمَرُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ۝﴾ (النصر:١) فَقَالَ أَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمَهُ إِيَّاهُ قَالَ مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ.

[اطراف الحدیث: ٤٢٩٤-٤٤٣٠-٤٩٦٩-٤٩٧٠] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہیں قریب کرتے تھے تو ان سے حضرت عبد الرحمان بن عوف نے کہا: ہمارا بھی ان کی مثل ایک بیٹا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا: اس کی وجہ تم جانتے ہو' پھر حضرت عمر نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: '' جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے گی'' ۝ (النصر:١) تو حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی معیاد بیان کی گئی ہے' آپ نے یہ بات ان کو بتائی ہے' حضرت عمر نے فرمایا: مجھے اس آیت کا صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تم کو علم ہے۔

حضرت ابن عباس کو ان کی علمی فضیلت کی وجہ سے دیگر صحابہ پر مقدم رکھنا اور سورۃ النصر میں آپ کی اجل کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ یہ باب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں ہے اور اس حدیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بتا دیا کہ اس سورت میں آپ کی زندگی کی میعاد اور مدت کا بیان ہے اور یہ آپ کی وفات کے وقوع سے پہلے اس کی خبر دینا ہے اور پھر اسی طرح ہوا۔ (سو یہ آپ کا علم غیب ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔ سعیدی غفرلہ)

حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کہا: ہمارا بھی ان کی مثل ایک بیٹا ہے' یعنی حضرت ابن عباس کی عمر کی مثل ہمارا بیٹا بھی ہے۔ ان کی غرض یہ تھی کہ ہم بوڑھے ہیں اور یہ نوجوان ہیں' پھر آپ کس وجہ سے ان کو ہم پر مقدم رکھتے ہیں اور ان کو اپنا مقرب بناتے ہیں؟ حضرت عمر کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ میں ان کو ان کی علمی فضیلت کی وجہ سے اپنا مقرب بناتا ہوں۔

حضرت عمر نے فرمایا: مجھ کو اس آیت کا اتنا ہی علم ہے جتنا تمہیں علم ہے۔ یعنی حضرت ابن عباس کا یہ علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عباس کے لیے یہ دعا فرمائی تھی: اے اللہ اس کو دین کی فقہ عطا فرما اور اس کو تاویل کا علم عطا فرما۔

(صحیح البخاری: ٧٥' مسند احمد ج ١ ص ٢٦٦- ٣١٤' المعجم الکبیر: ١٠٦١٤' المستدرک ج ٣ ص ٥٣٤)

میں کہتا ہوں کہ سورۃ النصر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجل کا بیان ہے' اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ''اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح'' کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی وفات کی خبر دی گئی ہے گویا اس سال میری روح قبض کر لی جائے گی۔ (مسند احمد ج ا ص ۲۱۷' طبع قدیم' مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۶' مؤسسۃ الرسالۃ' المعجم الکبیر: ۱۱۹۰۷' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۷ ص ۱۶۷' سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۷۱۲)

٣٦٢٨ - **حَدَّثَنَا** اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ حَنْظَلَةَ ابْنِ الْغَسِيْلِ حَدَّثَنَا عِكْرَمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ بِمِلْحَفَةٍ قَدْ عَصَّبَ بِعِصَابَةٍ دَسْمَاءَ حَتّٰى جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُوْنَ وَيَقِلُّ الْاَنْصَارُ حَتّٰى يَكُوْنُوْا فِي النَّاسِ بِمَنْزِلَةِ الْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ فَمَنْ وَّلِيَ مِنْكُمْ شَيْئًا يَّضُرُّ فِيْهِ قَوْمًا وَّيَنْفَعُ فِيْهِ اٰخَرِيْنَ فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُّسِيْئِهِمْ فَكَانَ اٰخِرَ ذٰلِكَ مَجْلِسٍ جَلَسَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن سلیمان بن حنظلۃ بن الغسیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی تھی اس مرض میں آپ اس حال میں باہر نکلے کہ آپ نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی اور سر پر سیاہ پٹی باندھی ہوئی تھی' حتیٰ کہ آپ منبر پر بیٹھ گئے' آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: بے شک لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا اور انصار کم ہوتے رہیں گے' حتیٰ کہ وہ اتنی تعداد میں رہ جائیں گے جتنا طعام میں نمک ہوتا ہے' سو تم میں سے جو شخص حاکم ہو اور وہ بعض لوگوں کو ضرر پہنچا سکتا ہو اور دوسروں کو نفع پہنچا سکتا ہو' وہ ان کی نیکیوں کو قبول کرلے اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر کرے۔ یہ آخری مجلس تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۹۲۷' میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ لوگ زیادہ ہوتے رہیں گے اور انصار کم ہوتے رہیں گے اور یہ غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔

اس حدیث کی سند میں حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' یہ حالت جنابت میں شہید ہوگئے تھے اور ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا' ان کا لقب غسیل ملائکہ تھا۔ یہ جنگ احد میں شہید ہوئے تھے' ان کو ابوسفیان بن حرب نے قتل کیا تھا (فتح مکہ کے بعد ابوسفیان مسلمان ہوگئے تھے رضی اللہ عنہ)۔

اس حدیث میں ''عصابة دسماء'' کا لفظ ہے اس کا لفظی معنی ہے: چکنی پٹی لیکن علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہاں پر مراد ہے سیاہ پٹی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

٣٦٢٩ - **حَدَّثَنِيْ** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَخْرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ الْحَسَنَ فَصَعِدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین الجعفی نے حدیث بیان کی از ابی موسیٰ از الحسن از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی

بِهٖ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِبْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت الحسن رضی اللہ عنہ کو باہر نکالا اور ان کو منبر کے اوپر چڑھایا اور فرمایا: میرا یہ بیٹا سید ہے اور شاید اللہ اس کے سبب سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے اندر صلح کرائے گا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٧٠٤' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کرائیں گے اور واقع میں ایسا ہی ہوا اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کو سید کہنے کی اصل اور دلیل

علامہ محمد الفضیل بن القاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو سید فرمایا ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل اور اولاد کو سید کہنے کی اصل ہے' چنانچہ اب تک دیارِ مصر اور برصغیر میں ان کو سید کہا جاتا ہے اور ترک' مغرب اور عرب میں شریف کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کا ذکر ہے' ان میں سے ایک حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی جماعت تھی اور دوسری حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت تھی۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرانا مستحب ہے اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمین کا اطلاق فرمایا۔ اس حدیث میں ان روافض کا رد ہے جو حضرت معاویہ اور ان کی جماعت پر تبرا کرتے ہیں۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٧ ص ٤٧' مکتبہ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

٣٦٣٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعٰى جَعْفَرًا وَّزَيْدًا قَبْلَ اَنْ يَّجِيْءَ خَبَرُهُمْ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از حمید بن ہلال از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ان کی شہادت کی خبر دے دی اور اس وقت آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٢٤٦' میں گزر چکی ہے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہما دونوں غزوہ موتہ میں شہید ہوئے اور ان کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ان کی شہادت کی خبر دی یہ غیب کی خبر ہے' اس حدیث میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے۔

یہ دونوں صحابہ جمادی الاولی آٹھ ہجری میں شہید ہوئے تھے۔ (حافظ ابن حجر نے غزوہ موتہ کا ایک قول ٧ ہجری کا بھی نقل کیا ہے) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی کی شہادت پر آنسوؤں سے رونا جائز ہے' البتہ آواز نکال کر اور چلا چلا کر رونا اور کسی کی مرگ کی خبر سن کر بال نوچنا اور سینہ پیٹنا ممنوع ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٤ ص ٦٤' مکتبہ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

غزوہ موتہ کے شہداء کی خبر

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ١٤٢١ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا ذکر ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان تینوں شہداء کو منکشف کر دیا گیا تھا' سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے' وہ اس لشکر کے امیر تھے' پھر ان کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے' وہ بہت مشہور اور بہادر مرد تھے' پھر ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے' پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے از خود جھنڈا اٹھا کر لشکر کی قیادت سنبھال لی' ان کو امیر بنانے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم نہیں دیا تھا' آپ نے فرمایا تھا تمہارے امیر زید بن حارثہ ہوں گے' پھر اگر وہ شہید ہو جائیں تو جعفر امیر ہوں گے' پھر اگر وہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے۔

(صحیح البخاری: ٤٢٦٢' المستدرک ج ٣ ص ٤٤' مسند احمد ج ٣ ص ١١٣)

رہے خالد بن ولید تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر نہیں بنایا تھا۔ وہ ضرورت کے وقت از خود امیر بن گئے تھے' سو اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی۔ (شرح صحیح البخاری ج ٣ ص ٣٠٩' مکتبۃ الطبرانی' القاہرہ' ١٤٢٩ھ)

٣٦٣١ - **حَدَّثَنِيْ** عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكُمْ مِنْ اَنْمَاطٍ قُلْتُ وَاَنّٰى يَكُوْنُ لَنَا الْاَنْمَاطُ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ لَكُمُ الْاَنْمَاطُ فَاَنَا اَقُوْلُ لَهَا يَعْنِي امْرَاَتَهٗ اَخِّرِيْ عَنِّيْ اَنْمَاطَكِ فَتَقُوْلُ اَلَمْ يَقُلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ لَكُمُ الْاَنْمَاطُ فَاَدَعُهَا. [طرف الحدیث: ٥١٦١] (صحیح مسلم: ٢٠٨٣' الرقم المسلسل: ٥٣٤٢' سنن ابوداؤد: ٤١٤٥' سنن ترمذی: ٢٧٧٤' سنن نسائی: ٣٣٨٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ان کی شادی کے موقع پر) ان سے پوچھا: کیا تمہارے پاس قالین ہیں؟ میں نے کہا: ہمارے پاس قالین کیسے ہو سکتے ہیں؟ (ہم تو تنگ دست ہیں) آپ نے فرمایا: سنو! تمہارے پاس قالین ہوں گے' پس اب جب میں اپنی بیوی سے کہتا ہوں کہ میرے پاس سے اپنے یہ قالین نکال دو تو وہ کہتی ہیں: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ عنقریب تمہارے پاس قالین ہوں گے تو میں ان کو چھوڑ دیتا ہوں۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے حضرت جابر کو یہ پیشگی خبر دی کہ تمہارے پاس عنقریب قالین ہوں گے۔ یہ غیب کی خبر ہے اور واقع میں ایسا ہی ہوا اور اس حدیث میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے۔

٣٦٣٢ - **حَدَّثَنِيْ** اَحْمَدُ بْنُ اِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنْطَلَقَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ مُّعْتَمِرًا قَالَ فَنَزَلَ عَلٰى اُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ اَبِيْ صَفْوَانَ وَكَانَ اُمَيَّةُ اِذَا انْطَلَقَ اِلَى الشَّامِ فَمَرَّ بِالْمَدِيْنَةِ نَزَلَ عَلٰى سَعْدٍ فَقَالَ اُمَيَّةُ لِسَعْدٍ اِنْتَظِرْ حَتّٰى اِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ وَغَفَلَ النَّاسُ انْطَلَقْتَ فَطُفْتَ فَبَيْنَا سَعْدٌ يَطُوْفُ اِذَا اَبُوْ جَهْلٍ فَقَالَ مَنْ هٰذَا الَّذِيْ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ فَقَالَ سَعْدٌ اَنَا سَعْدٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عمرو بن میمون از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کرنے کے لیے گئے تو وہ امیہ بن خلف ابی صفوان کے پاس ٹھہرے' اور امیہ جب شام کی طرف جاتا اور مدینہ سے گزرتا تو وہ حضرت سعد کے پاس ٹھہرتا تھا' پس امیہ نے حضرت سعد سے کہا: آپ انتظار کیجئے حتیٰ کہ جب دوپہر ہو جائے اور لوگ غافل ہو جائیں اس وقت جا کر (کعبہ کا)

فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ تَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ اٰمِنًا وَّقَدْ اٰوَيْتُمْ مُحَمَّدًا وَّاَصْحَابَهٗ فَقَالَ نَعَمْ فَتَلَاحَيَا بَيْنَهُمَا فَقَالَ اُمَيَّةُ لِسَعْدٍ لَّا تَرْفَعْ صَوْتَكَ عَلٰى اَبِي الْحَكَمِ فَاِنَّهٗ سَيِّدُ اَهْلِ الْوَادِيْ ثُمَّ قَالَ سَعْدٌ وَّاللّٰهِ لَئِنْ مَّنَعْتَنِيْ اَنْ اَطُوْفَ بِالْبَيْتِ لَاَقْطَعَنَّ مَتْجَرَكَ بِالشَّامِ قَالَ فَجَعَلَ اُمَيَّةُ يَقُوْلُ لِسَعْدٍ لَّا تَرْفَعْ صَوْتَكَ وَجَعَلَ يُمْسِكُهٗ فَغَضِبَ سَعْدٌ فَقَالَ دَعْنَا عَنْكَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزْعُمُ اَنَّهٗ قَاتِلُكَ قَالَ اِيَّايَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَاللّٰهِ مَا يَكْذِبُ مُحَمَّدٌ اِذَا حَدَّثَ فَرَجَعَ اِلٰى امْرَاَتِهٖ فَقَالَ اَمَا تَعْلَمِيْنَ مَاقَالَ لِيْ اَخِي الْيَثْرِبِيُّ قَالَتْ وَمَا قَالَ؟ قَالَ زَعَمَ اَنَّهٗ سَمِعَ مُحَمَّدًا يَزْعُمُ اَنَّهٗ قَاتِلِيْ قَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا يَكْذِبُ مُحَمَّدٌ قَالَ فَلَمَّا خَرَجُوْا اِلٰى بَدْرٍ وَّجَاءَ الصَّرِيْخُ قَالَتْ لَهٗ امْرَاَتُهٗ اَمَا ذَكَرْتَ مَاقَالَ لَكَ اَخُوْكَ الْيَثْرِبِيُّ قَالَ فَاَرَادَ اَنْ لَّا يَخْرُجَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ جَهْلٍ اِنَّكَ مِنْ اَشْرَافِ الْوَادِيْ فَسِرْ يَوْمًا اَوْ يَوْمَيْنِ فَسَارَ يَوْمَيْنِ مَعَهُمْ فَقَتَلَهُ اللّٰهُ.

[طرف الحدیث: ٣٩٥٠] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

طواف کر لیں، پس جس وقت حضرت سعد طواف کر رہے تھے اچانک ابوجہل آ گیا اس نے کہا: یہ کون کعبہ کا طواف کر رہا ہے۔ حضرت سعد نے کہا: میں سعد ہوں! ابوجہل نے کہا: تم اتنے اطمینان سے کعبہ کا طواف کر رہے ہو! حالانکہ تم نے (سیدنا) محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو پناہ دی ہوئی ہے؟ حضرت سعد نے نے کہا: ہاں! پس وہ دونوں بلند آواز سے بحث کرنے لگے، پس امیہ نے حضرت سعد سے کہا: آپ ابوالحکم (ابوجہل) کے سامنے بلند آواز سے بات نہ کریں کیونکہ وہ اہل وادی (مکہ) کا سردار ہے، پھر حضرت سعد نے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم نے مجھے بیت اللہ کے طواف سے روکا تو میں تمہارا شام کا تجارتی سفر منقطع کر دوں گا (کیونکہ یہ راستہ مدینہ سے ہو کر نکلتا تھا)، پھر امیہ حضرت سعد سے یہی کہتا رہا کہ آپ اپنی آواز بلند نہ کریں اور ان کو روکتا رہا، پس حضرت سعد کو غصہ آ گیا، انہوں نے کہا: تم ہمیں اپنے حال پر چھوڑ دو، کیونکہ میں نے سیدنا محمد ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابوجہل تم کو قتل کرانے والا ہے۔ امیہ نے پوچھا: مجھ کو؟ حضرت معاذ نے کہا: ہاں! امیہ نے کہا: اللہ کی قسم! (سیدنا) محمد (ﷺ) جب بات کرتے ہیں تو جھوٹ نہیں بولتے، پھر امیہ اپنی بیوی کے پاس گیا، سو اس سے کہا: کیا تم کو علم نہیں کہ میرے یثربی بھائی نے میرے متعلق کیا بتایا ہے، اس نے پوچھا: کیا بتایا ہے؟ امیہ نے کہا: وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے (سیدنا) محمد (ﷺ) کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابوجہل مجھ کو قتل کرانے والا ہے۔ اس نے کہا: پس اللہ کی قسم! (حضرت) محمد (ﷺ) کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ راوی نے کہا: جب یہ لوگ (اہل مکہ) وادی بدر کی طرف جانے لگے اور کسی بلانے والے نے پکارا تو امیہ کی بیوی نے کہا: کیا تمہیں یاد نہیں تمہارے یثربی بھائی نے کیا بتایا تھا، راوی نے کہا: پھر امیہ نے نہ جانے کا ارادہ کیا تو اس سے ابوجہل نے کہا: تم اس وادی کے سرداروں میں سے ہو، تم ایک یا دو دن کے لیے چلے جاؤ، سو وہ ان کے ساتھ دو دن کے لیے گیا، پس اللہ نے اس کو قتل کر دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن اسحاق بن الحصین بن جابر ابو اسحاق السلمی السرماری' سرمار بخارا کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے۔ (۲) عبید اللہ بن موسیٰ بن باذام ابو محمد العبسی الکوفی' یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ایک ہیں۔ (۳) اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی۔ (۴) ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ السبیعی۔ (۵) عمرو بن میمون الازدی الکوفی۔ (٦) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١٧)

اس حدیث کا باب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کے بیان میں ہے اور اس حدیث میں آپ کے اس معجزہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے امیہ بن خلف کے قتل کی پیشگی خبر دی تھی' سو ایسا ہی ہوا اس کو غزوہ بدر میں بنی مازن کے ایک انصاری مرد نے قتل کر دیا تھا اور ابن ہشام نے لکھا ہے' اس کو معاذ بن عفراء' خارجۃ بن زید اور خبیب بن اساف نے مل کر قتل کیا تھا' پس اس حدیث میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وہ تم کو قتل کرنے والا ہے' اس کا فاعل ابو جہل ہے یا حضور ہیں' اس میں حافظ ابن حجر اور علامہ کرمانی کا نزاع اور مصنف کا محاکمہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف کو یہ خبر دی کہ عنقریب اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ علامہ کرمانی نے اس حدیث کی شرح میں یہ کہا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ نے جو امیہ بن خلف سے یہ کہا تھا کہ وہ تم کو قتل کرنے والا ہے اس سے مراد ہے کہ ابو جہل تم کو قتل کرنے والا ہے' پھر اس پر یہ اشکال ہوگا کہ ابو جہل تو امیہ بن خلف کے دین پر تھا' وہ اس کو کیسے قتل کر سکتا تھا؟ اس کا یہ جواب دیا کہ امیہ بن خلف کے مکہ سے نکلنے کا سبب ابو جہل تھا اور وہ مکہ سے نکلنے کے سبب سے جنگ میں مارا گیا تھا اس وجہ سے اس قتل کی نسبت ابو جہل کی طرف کی گئی۔ حافظ ابن حجر علامہ کرمانی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ عجب فہم ہے' حضرت سعد کا اس کلام سے یہ ارادہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو قتل کرنے والے ہیں۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٧٣٣' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے سیاق و سباق سے علامہ کرمانی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ امیہ بن خلف ابو جہل کی تائید کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اس کے سامنے اونچی آواز سے نہ بولو تو حضرت سعد نے کہا: تم کس کی حمایت کر رہے ہو! تم اس کی حمایت کر رہے ہو جو تمہیں قتل کرانے والا ہے! اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ابو جہل تم کو قتل کرانے والا ہے' یعنی وہ تم کو بدر میں بھیج کر تمہارے قتل کا سبب بنے گا۔

٣٦٣٣ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُغِیْرَةِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ مُّوْسَی بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ النَّاسَ مُجْتَمِعِیْنَ فِیْ صَعِیْدٍ فَقَامَ اَبُوْبَکْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَیْنِ وَفِیْ بَعْضِ نَزْعِهٖ ضَعْفٌ وَّاللّٰهُ یَغْفِرُلَهٗ ثُمَّ اَخَذَهَا عُمَرُ فَاسْتَحَالَتْ بِیَدِهٖ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبد الرحمان بن شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان بن المغیرہ نے حدیث بیان کی از والد خود از موسیٰ بن عقبہ از سالم بن عبد اللہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک میدان میں جمع ہیں' ابو بکر اٹھے اور انہوں نے (کنویں سے) ایک یا دو ڈول پانی نکالا اور ان کے ڈول سے پانی نکالنے میں کچھ ضعف تھا اور اللہ تعالیٰ ان

عَبْقَرِيًّا فِي النَّاسِ يَفْرِيْ فَرِيَّهٗ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ وَّقَالَ هَمَّامٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَعَ اَبُوْبَكْرٍ ذَنُوْبَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ٣٦٧٦۔ ٣٦٨٢۔ ٧٠١٩۔ ٧٠٢٠][صحیح مسلم: ٢٣٩٢، الرقم المسلسل: ٦٠٨٦)

کی مغفرت فرمائے' پھر عمر نے اس ڈول کو لیا' ان کے ہاتھ میں وہ بڑا ڈول ہو گیا اور میں نے لوگوں میں کوئی غیر معمولی کام کرنے والا شخص نہیں دیکھا جو ان کی طرح کام کر سکے (انہوں نے اتنے ڈول پانی نکالا) حتیٰ کہ لوگ (اپنے اونٹوں کو پانی پلا کر) اونٹوں کو ٹھکانوں پر لے گئے اور ہمام نے بیان کیا از حضرت ابوہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: پس ابوبکر نے دو ڈول پانی نکالا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو باب المعجزات میں اس لیے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں اپنے خواب کو بیان فرمایا اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور جس طرح آپ نے خواب دیکھا تھا اسی طرح یہ واقع ہوا۔

حضرت ابوبکر کے ڈول سے پانی نکالنے میں ضعف تھا اور آپ نے ان کے لیے مغفرت کی دعا کی' اس سے ان کی فضیلت میں کمی مراد نہیں ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر کے ڈول سے پانی نکالنے میں کچھ ضعف تھا۔ اس ارشاد سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو کم کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اس ارشاد سے واقعہ کو بیان کرنا مقصود ہے کیونکہ حضرت ابوبکر مرتدین سے قتال اور جہاد کرنے میں مشغول رہے' اس وجہ سے وہ ممالک کو فتح کرنے اور ان سے مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے فارغ نہ ہو سکے اور ان کی مدت خلافت بھی کم تھی' ان کی خلافت دو سال تین ماہ اور بیس دن رہی۔ اسی طرح آپ نے ان کے حق میں دعا کی: اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے' اس دعا سے بھی ان کی کسی تنقیص یا گناہ کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص٢٢٠) بلکہ مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ مغفرت کی دعا سے کوئی شخص مستغنی نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق جو سب سے پہلے اسلام لائے اور سفر اور حضر میں ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اور آپ کے رفیق رہے' جن کی فضیلت میں قرآن مجید کی کئی آیات نازل ہوئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بہت مناقب بیان فرمائے' جو صحابہ میں سب سے بڑھ کر آپ کے محبوب تھے' جب وہ مغفرت کی دعا سے مستغنی نہیں ہیں تو کوئی اور مغفرت کی دعا سے کیسے مستغنی ہو سکتا ہے' سو ہر مسلمان کو مغفرت کی دعا کی احتیاج ہے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر دن میں سو مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتے تھے' سو ہر شخص کو اپنی مغفرت کی دعا کرنی چاہیے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت ہے کہ ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغفرت کی دعا فرمائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیر معمولی صلاحیتیں

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر کے ہاتھ میں وہ بڑا ڈول ہو گیا۔ ان کے ہاتھ میں وہ ڈول اس لیے بڑا ہو گیا کہ ان کے ایام خلافت بہت کثیر تھے اور ان کے ہاتھوں سے بہت شہر فتح ہوئے اور ان کے عہد حکومت میں غنیمتوں کے ذریعہ بہت اموال حاصل ہوئے اور انہوں نے متعدد شہر بسائے اور دواوین مرتب کیے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: اس خواب میں ان دونوں خلیفوں کے ایام میں جو امور ظاہر ہوئے اور لوگوں نے ان سے جو نفع اٹھایا اس کی مثال بیان کی گئی ہے اور یہ تمام فتوحات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماخوذ ہیں کیونکہ آپ نے ہی تمام قواعد کو مقرر کیا' پھر آپ کے بعد دو سال تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ رہے۔ انہوں نے مرتدین سے قتال کیا اور ان کی جڑ کاٹ دی' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے' ان

کے زمانہ میں حلقہ اسلام بہت وسیع ہو گیا' پس آپ نے مسلمانوں کے امر کو کنویں کے ساتھ تشبیہ دی' جس کے پانی سے ان کی حیات اور صلاح ہے اور اس کے پینے سے ان کو تروتازگی حاصل ہوتی ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو عبقری فرمایا ہے' عبقری اس شخص کو کہتے ہیں جو غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہو اور اپنے کام میں ماہر ہو۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ عبقری اس چیز کو کہتے ہیں جو خیر اور شر میں اپنی انتہا پر ہو۔

نیز آپ نے فرمایا: میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جوان کی طرح قوت اور مہارت سے کام کر سکے اور حضرت عمر کی تدبیر اور فراست سے مسلمانوں کی مہم اپنے تمام اور کمال کو پہنچ گئی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٢٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦٣٤ - حَدَّثَنِیْ عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِیْدِ النَّرْسِیُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ قَالَ اُنْبِئْتُ اَنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ اُمُّ سَلَمَةَ فَجَعَلَ یُحَدِّثُ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاُمِّ سَلَمَةَ مَنْ هٰذَا اَوْ كَمَا قَالَ قَالَ قَالَتْ هٰذَا دِحْیَةُ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ اَیْمُ اللّٰهِ مَاحَسِبْتُهٗ اِلَّا اِیَّاهُ حَتّٰی سَمِعْتُ خُطْبَةَ نَبِیِّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِخَبَرِ جِبْرِیْلَ اَوْ كَمَا قَالَ قَالَ فَقُلْتُ لِاَبِیْ عُثْمَانَ مِمَّنْ سَمِعْتَ هٰذَا قَالَ مِنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ.

[طرف الحدیث: ٤٩٨٠] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عباس بن الولید النرسی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے ہمیں ابوعثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور اس وقت آپ کے پاس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ (آپ سے) بات کرتے رہے' پھر اٹھ کر چلے گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے پوچھا: یہ کون تھے؟ یا جو آپ نے فرمایا' حضرت ام سلمہ نے کہا: یہ حضرت دحیہ تھے' حضرت ام سلمہ نے بتایا کہ میں نے ان کو اسی طرح گمان کیا تھا' حتیٰ کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ سنا جس میں آپ حضرت جبریل کے آنے کی خبر دے رہے تھے' یا جس طرح آپ نے فرمایا' راوی نے کہا: میں نے ابوعثمان سے پوچھا: آپ نے یہ حدیث کس سے سنی ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے۔

اس حدیث میں حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے اور وہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب کی خبریں پہنچاتے تھے' نیز اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا: یہ جو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں ہیں یہ حضرت جبریل ہیں اور حضرت جبریل کو پہچاننا اور بتانا علم غیب ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔

حضرت ام سلمہ' حضرت دحیہ کلبی اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کا تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ہے' ہند بنت امیہ' آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج میں سے ایک زوجہ ہیں۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ معروف صحابی ہیں' آپ کا نام دحیہ بن خلیفہ الکلبی ہے' یہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے اور حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ان ہی کی صورت میں آتے تھے اور حضرت جبریل علیہ السلام دوسروں کے سامنے اپنی صورت میں آتے تھے اور بعض اوقات حضرت جبریل کو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی دیکھ پاتے تھے۔

نیز اس حدیث میں حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ کا ذکر ہے۔ ان کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کی تھی' حضرت اسامہ کے متعلق کہا جاتا تھا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے اور محبوب ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اٹھارہ سال کی عمر میں عامل بنایا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخیر عہد میں اٹھاون یا انسٹھ ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٢١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

٢٦ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

﴿يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○﴾ (البقرہ:١٤٦)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ اس (نبی) کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں' اور بے شک ان میں سے ایک گروہ جان بوجھ کر یقیناً حق کو چھپاتا ہے ○ (البقرۃ:١٤٦)

یعنی یہ باب البقرۃ:١٤٦ کی تفسیر میں ہے۔ امام بخاری نے اس آیت کے شروع کا حصہ ذکر نہیں کیا' وہ اس طرح ہے: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے' وہ اس نبی کو ایسے پہچانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اہل کتاب کے نزدیک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نبی ہونا اس طرح معروف تھا جس طرح ان کے نزدیک ان کے اپنے بیٹے کا نسب معروف تھا۔ اہل عرب جب کسی چیز کی صحت کو بیان کرتے تو اس طرح کہتے تھے: وہ چیز میرے نزدیک اس طرح صحیح ہے جس طرح میرے نزدیک میرے بیٹے کا نسب صحیح ہے۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس طرح پہچانتے تھے جس طرح تم اپنے بیٹے کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! اس سے زیادہ۔ حضرت جبریل علیہ السلام آسمان سے آپ کی صفات لے کر نازل ہوئے تو میں نے آپ کو پہچان لیا' اور میں نہیں جانتا کہ میرے بیٹے کی ماں کیا کرتی رہی تھی' ایک قول یہ ہے کہ جس طرح کوئی شخص دوسروں کے بیٹوں میں سے اپنے بیٹے کو پہچان لیتا تھا اور جس طرح کوئی شخص دوسروں کے بیٹوں کے درمیان اپنے بیٹے کو پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں کرتا تھا نہ کوئی شک کرتا تھا اسی طرح وہ آپ کے نبی ہونے کے متعلق کوئی شک نہیں کرتا تھا اور یہ اہل کتاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان صفات کو چھپاتے تھے جو ان کی کتابوں میں لکھی ہوئی تھیں حالانکہ ان کو یقین تھا کہ حق وہی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات کے متعلق ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تورات کو پڑھے بغیر بتا دیا کہ تورات میں زنا کی کیا سزا لکھی ہوئی ہے اور یہ آپ کی نبوت کی عظیم علامت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٢٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

٣٦٣٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ الْيَهُوْدَ جَاؤُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهٗ اَنَّ رَجُلًا مِّنْهُمْ وَامْرَاَةً زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجِدُوْنَ فِي التَّوْرَاةِ فِيْ شَانِ الرَّجْمِ فَقَالَ نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُوْنَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ اِنَّ فِيْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پس انہوں نے آپ سے ذکر کیا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا ہے' تب ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم تورات میں رجم (سنگسار) کے متعلق کیا لکھا ہوا پاتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہم ان کو رسوا کرتے

الرَّجْمِ فَاَتَوْا بِالتَّوْرَاةِ فَنَشَرُوْهَا فَوَضَعَ اَحَدُهُمْ يَدَهٗ عَلٰى اٰيَةِ الرَّجْمِ فَقَرَاَ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا فَقَالَ لَهٗ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ اِرْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ يَدَهٗ فَاِذَا فِيْهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ فَقَالُوْا صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ فِيْهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ فَاَمَرَ بِهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَرَاَيْتُ الرَّجُلَ يَحْنَاُ عَلَى الْمَرْاَةِ يَقِيْهَا الْحِجَارَةَ.

ہیں اور کوڑے لگاتے ہیں' پس حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے جھوٹ بولا تورات میں سنگسار کرنے کا حکم ہے۔ پس وہ تورات لے کر آئے' پھر اس کو کھولا' پس ان میں سے ایک شخص نے اپنا ہاتھ رجم کی آیت پر رکھ دیا اور اس سے پہلے اور بعد کی آیت پڑھی' پھر اس سے حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: اپنا ہاتھ اٹھاؤ' پس اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو تورات میں رجم کی آیت لکھی ہوئی تھی' پس انہوں نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے سچ فرمایا ہے اس میں آیت رجم لکھی ہوئی ہے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سنگسار کرنے کا حکم دیا' پس ان دونوں کو سنگسار کیا گیا' حضرت عبداللہ نے کہا: میں نے دیکھا کہ مرد اس عورت پر جھک کر اس کو پتھروں سے بچا رہا تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٣٢٩' میں گزر چکی ہے۔

اس باب کا عنوان ہے' علامات نبوت اور معجزات' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تورات کو نہیں پڑھا تھا اس کے باوجود آپ نے فرمایا کہ تورات میں آیت رجم ہے اور پھر تورات میں آیت رجم نکل آئی اور یہودی بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدق کے معترف ہو گئے۔ یہ آپ کی نبوت کی عظیم علامت اور معجزہ ہے۔

٢٧ - بَابُ سُؤَالِ الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّرِيَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰيَةً فَاَرَاهُمْ اِنْشِقَاقَ الْقَمَرِ

مشرکین کا سوال کرنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو معجزہ دکھائیں' تو آپ نے ان کو چاند کا شق ہونا دکھایا

چاند کا شق ہونا بہت عظیم معجزہ تھا' یہ معجزات کی عادت سے خارج تھا۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ چاند کا شق ہونا بہت عظیم معجزہ تھا۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں سے کوئی معجزہ اس کے برابر نہیں ہے کیونکہ یہ معجزہ اس عالم طبعی سے خارج میں واقع ہے اور کسی شخص کی قدرت میں یہ نہیں ہے کہ وہ اس معجزہ کی نظیر لا سکے' لہٰذا اس معجزہ کے ساتھ نبوت کو ثابت کرنا بہت واضح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٢٤)

٣٦٣٦ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِقَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْهَدُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از ابن ابی نجیح از مجاہد از ابی معمر از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گواہ ہو جاؤ۔

[اطراف الحدیث: ٣٨٦٩' ٣٨٧٠' ٤٨٦٤' ٤٨٦٥][صحیح مسلم: ٢٨٠٠' الرقم المسلسل: ٦٩٦٥' سنن ترمذی: ٣٢٨٥' السنن الکبریٰ: ١١٥٥٣' مسند ابویعلیٰ: ٤٩٦٨' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٢ ص ٢٦٤' المعجم الکبیر: ٩٩٩٧' مسند احمد ج ١ ص ٣٧٧' طبع قدیم' مسند احمد: ٣٥٨٣۔ ج ٦ ص ٦٠' مؤسسۃ

الرسالۃ' بیروت)

معجزہ شق القمر کی توجیہات اور اعتراضات کے جوابات

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

جس وقت یہ معجزہ رونما ہوا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منیٰ میں تھے' اور آپ کے ساتھ مومن بھی تھے اور مشرک بھی تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے حتیٰ کہ لوگوں نے حرا پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا تو ابوجہل نے کہا: یہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سحر (جادو) ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۸۶۴)

اس حدیث کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ ہے:

وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ○ (القمر:۲) اور (کافر) اگر کوئی نشانی دیکھیں تو منہ پھیر لیں اور کہیں (یہ تو) چلتا پھرتا جادو ہے○

پھر جب چاروں طرف سے لوگ آئے تو انہوں نے چاند کے شق ہونے کی خبر دی اور یہ بہت عظیم اور بہت عجیب و غریب معجزہ ہے۔ یہ عالم ملکوت میں تصرف ہے پس یہ کسی طرح متواتر نہیں ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ چاند کے شق ہونے کے متعلق قرآن مجید کی درج ذیل آیت بہت صریح ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ○ (القمر:۱) قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا○

اور قرآن مجید کی اس آیت کے تواتر نے شق القمر کے معجزہ کو دیگر نقول متواترہ سے مستغنی کر دیا۔

بعض علماء نے کہا کہ اس معجزہ کا وقوع رات میں ہوا تھا اور اس وقت اکثر لوگ سوئے ہوئے تھے اور اس کا وقوع اچانک ایک لمحہ میں ہو گیا تھا' اس لیے جو لوگ جاگ رہے تھے وہ بھی اس کو نہیں دیکھ سکے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رات میں چاند کو گہن لگتا ہے اور اکثر لوگ اس پر مطلع نہیں ہوتے' میں کہتا ہوں کہ اس توجیہ کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک عظیم مجمع میں مشرکین کے سوال کرنے سے یہ معجزہ دکھایا تھا اور بعد میں ہر طرف سے آنے والوں نے اس کی خبر دی تھی۔

(الکوثر الجاری ج٦ ص ۴۲۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے معجزہ شق القمر کے متعلق حضرت ابن مسعود' حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی احادیث ذکر کی ہیں' رہے حضرت انس اور حضرت ابن عباس تو وہ اس موقع پر حاضر نہیں تھے کیونکہ یہ واقعہ ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے کا ہے۔ حضرت ابن عباس اس وقت تک پیدا نہیں ہوئے تھے اور رہے حضرت انس تو اس وقت ان کی عمر چار یا پانچ سال تھی اور وہ اس وقت مدینہ میں تھے' ان کے علاوہ جو دوسرے صحابہ تھے ممکن ہے انہوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہو۔ جن صحابہ نے اس کو دیکھنے کی تصریح کی ہے ان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں' یہاں پر امام بخاری نے مختصر حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت ابن مسعود اس موقع پر حاضر تھے' البتہ کتاب التفسیر میں امام بخاری نے مفصل حدیث روایت کی ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ: ''گواہ ہو جاؤ'' اور امام بخاری کی حدیث معلق میں ذکر ہے کہ یہ واقعہ مکہ میں حبشہ کی طرف ہجرت سے پہلے واقع ہوا تھا' امام ابونعیم نے دلائل نبوت میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابن مسعود نے بیان کیا کہ میں نے چاند کا ایک ٹکڑا منیٰ کے پہاڑ پر دیکھا اور ہم اس وقت مکہ میں تھے' اس کی باقی تفصیل عنقریب آئے گی۔ (فتح الباری ج۴ ص ۷۳۵۔ ۷۳۴' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب التفسیر میں اس حدیث کی شرح نہیں لکھی اور یہ لکھ دیا کہ ہم سیرت نبویہ کی ابتدا میں اس حدیث کی شرح لکھ چکے ہیں (غالباً حافظ ابن حجر حسب عادت بھول گئے کہ انہوں نے کتاب التفسیر میں اس حدیث کی شرح لکھی تھی۔سعیدی غفرلہ) (فتح الباری ج ۴ ص ۴۲۲ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر معجزہ شق القمر کا وقوع ہوا ہوتا تو تمام روئے زمین کے لوگوں سے یہ واقعہ منقول ہوتا۔اس کا جواب یہ ہے کہ تمام روئے زمین کے لوگوں کے لیے چاند ایک حد پر واقع نہیں ہے کیونکہ چاند ایک قوم سے پہلے دوسری قوم پر طلوع ہوتا ہے اور کبھی وہ زمین کی اطراف میں سے دوسری زمین کی ضد پر واقع ہوتا ہے اور کبھی ایک قوم اور چاند کے درمیان بادل حائل ہو جاتا ہے یا پہاڑ حائل ہو جاتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ کسی ملک میں چاند گرہن ہوتا ہے اور دوسرے ملک میں نہیں ہوتا اور کسی ملک میں جزوی گرہن لگتا ہے اور دوسرے ملک میں کلی گرہن لگتا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۲۵)

نیز ایک اور حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں چاند شق ہو گیا حتیٰ کہ اس کا ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر تھا اور دوسرا ٹکڑا دوسرے پہاڑ پر تھا تو کافروں نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہم پر جادو کر دیا ہے' پھر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: اگر انہوں نے ہم پر جادو کر دیا ہے تو وہ سب پر جادو تو نہیں کر سکتے۔

(سنن ترمذی: ۳۲۸۹' مسند احمد ج ۴ ص ۸۱)

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ منیٰ میں ہوا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جس وقت چاند شق ہوا اس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ شعیب الارنؤوط لکھتے ہیں:

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں شق القمر ہوا ہے' اس کے ثبوت میں احادیث متواترہ منقول ہیں جن کے احاطہ سے قطعیت کا ثبوت ہوتا ہے۔(السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۱۱۴)

ابواسحاق الزجاج نے معانی القرآن میں لکھا ہے کہ بعض مبتدعین نے چاند کے شق ہونے کے متعلق ملت اسلامیہ کی مخالفت کی ہے اور اس معجزہ کا انکار کیا ہے اور عقل کے نزدیک اس کا انکار صحیح نہیں ہے کیونکہ چاند اللہ کی مخلوق ہے' وہ اس میں جو چاہے تصرف فرما سکتا ہے' کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ چاند کو لپیٹ دے گا اور اس کو فنا کر دے گا۔بعض لوگوں نے کہا: اگر ایسا ہوا ہوتا تو یہ واقعہ تواتر سے منقول ہوتا اور تمام روئے زمین کے لوگ اس کی معرفت میں مشترک ہوتے اور اس کی معرفت صرف اہل مکہ کے ساتھ خاص نہ ہوتی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ رات میں ہوا اور اکثر لوگ اس وقت سوئے ہوئے تھے اور دروازے بند تھے اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ لوگ ساری رات آسمان پر نظر جما کر بیٹھے رہیں اور رات میں چاند کو گہن لگتا ہے اور بڑے بڑے ستارے ظاہر ہوتے ہیں' اس کے علاوہ اور امور بھی ہوتے ہیں اور گنے چنے لوگ ہی اس کا مشاہدہ کرتے ہیں' نیز چاند کے شق ہونے کا واقعہ ایک لمحہ میں ہو گزرا تھا اور ضروری نہیں کہ سب اس وقت آسمان کی طرف دیکھ رہے ہوں۔(حاشیہ مسند احمد ج ۶ ص ۶۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

٣٦٣٧ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے

حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ (ح) وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّرِيَهُمْ اٰيَةً فَاَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ.

[اطراف الحدیث: ٣٨٦٨- ٤٨٦٧- ٤٨٦٨] (صحیح مسلم: ٢٨٠٢ ٗالرقم المسلسل: ٦٩٧٠ ٗسنن ترمذی: ٣٢٩٧)

حدیث بیان کی ٗ انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی ٗ انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ (ح) مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی ٗ انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ ٗ انہوں نے لوگوں کو یہ حدیث بیان کی کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ وہ ان کو کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ نے انہیں چاند کو شق کر کے دکھایا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے احادیث سابقہ کی شرح کا مطالعہ کریں۔

٣٦٣٨ - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَالِدٍ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ الْقَمَرَ انْشَقَّ فِيْ زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ٣٨٧٠- ٤٨٦٦] (صحیح مسلم: ٢٨٠٣ ٗالرقم المسلسل: ٦٩٧٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں خلف بن خالد القرشی نے حدیث بیان کی ٗ انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از عراک بن مالک از عبید اللہ بن عبد اللہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ٗ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں چاند شق ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی احادیث سابقہ کی شرح کا مطالعہ کریں۔

٢٨ - بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا اور یہ باب ابواب سابقہ کے لیے بہ منزلہ فصل ہے۔

٣٦٣٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُعَاذٌ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ يُضِيْئَانِ بَيْنَ اَيْدِيْهِمَا فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا وَاحِدٌ حَتّٰى اَتٰى اَهْلَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی ٗ انہوں نے کہا: ہمیں معاذ نے حدیث بیان کی ٗ انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ ٗ انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ نے حدیث بیان کی ٗ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے دو مرد اندھیری رات میں نکلے اور ان کے ساتھ دو چراغوں کی مثل چیزیں تھیں ٗ وہ ان دونوں کے سامنے روشنی کر رہی تھیں ٗ جب وہ الگ الگ ہوئے تو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ وہ چیز تھی حتیٰ کہ وہ اپنے گھر پہنچ گیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح ٗ صحیح البخاری: ٤٦٥ میں گزر چکی ہے۔

صحابہ اور ان کے بعد کے مسلمانوں کی کرامات در اصل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات ہیں۔

کرامات کی تحقیق

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ١٤٢١ھ لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ کی کرامات اس امت میں اور اس سے پہلی امتوں میں ثابت ہیں اور اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب اولیاء کی کرامات کی تصدیق ہے' اور اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں سے جو خلاف عادت کام ظاہر فرماتا ہے اور ان کو انواع علوم اور مکاشفات عطا فرماتا ہے ان کی تصدیق ہے۔ شیخ ابن تیمیہ نے ''العقیدۃ الواسطیہ'' میں اسی طرح لکھا ہے اور انہوں نے اپنی کتاب میں اولیاء رحمان اور اولیاء شیطان کی کافی مثالیں ذکر کی ہیں اور یہ بتایا ہے کہ اولیاء شیطان سے بھی بعض اوقات خلاف عادت امور ظاہر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے بعض لوگ انہیں اولیاء رحمان گمان کرتے ہیں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۵۵' مکتبہ الطبری' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

٣٦٤٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِيْنَ حَتّٰى يَاْتِيَهُمْ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ.

[اطراف الحدیث: ۷۳۱۱ - ۷۴۵۹] (صحیح مسلم: ۱۹۲۱' الرقم المسلسل: ۴۸۴۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ ہمیشہ غالب رہیں گے حتیٰ کہ اللہ کا حکم آجائے گا اور وہ اس وقت بھی غالب ہوں گے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی کی ہے کہ آپ کی امت کا ایک گروہ قیامت تک غالب رہے گا اور الحمد للہ عہد رسالت سے لے کر آج تک یہ پیش گوئی پوری ہوئی ہے اور یہ آپ کا علم غیب ہے اور معجزہ ہے۔

قیامت تک دین حق پر قائم رہنے والے مومنین کے مصداق میں متعدد اقوال اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میری امت کے کچھ لوگ ہمیشہ غالب رہیں گے۔ فقہاء حنبلیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ کسی زمانہ کا مجتہد سے خالی ہونا جائز نہیں ہے۔

نیز فرمایا: حتیٰ کہ اللہ کا حکم آجائے گا اور وہ اس وقت بھی غالب ہوں گے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اللہ کے حکم سے مراد وہ ہوا ہے جو ہر مومن مرد اور مومن عورت کی روح نکال لے گی' ایک روایت میں ہے کہ حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے گی یعنی قرب قیامت میں ایسی ہوا چلے گی۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ اس گروہ سے مراد اہل علم کی جماعت ہے' امام احمد بن حنبل نے کہا: اس سے مراد محدثین کی جماعت ہے اور اگر اس سے مراد محدثین نہ ہوں تو پھر میں نہیں جانتا وہ کون لوگ ہیں۔ قاضی نے کہا: اس گروہ سے مراد اہل السنۃ والجماعۃ ہیں اور جو اہل حق کے عقیدہ پر ہوں۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کی متعدد انواع ہوں' بعض بہادر جنگجو مجاہدین ہوں' بعض فقہاء ہوں' بعض محدثین ہوں' بعض زاہدین اور عبادت گزار ہوں' بعض نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے علماء ہوں اور اس میں اہل خیر کی اور بھی انواع مراد ہو سکتی ہیں (مثلاً مصنفین ہوں' مدرسین ہوں' فقراء اور حفاظ ہوں' نعت گو شعراء اور نعت خواں ہوں وغیرہم۔ سعیدی غفرلہ) اور یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ سب مجتمع ہوں بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ روئے زمین پر مختلف علاقوں میں ہوں' اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے اور حجیت اجماع پر اس حدیث سے استدلال کرنا زیادہ صحیح ہے بہ نسبت اس حدیث کے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو گی' کیونکہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ج ٨ ص ٥٢٩٧ ' مکتبہ نزار مصطفیٰ' بیروت' ١٤١٧ھ' عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٢٧ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

اہل اصول نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اجماع حجت ہے' اجماع کی تعریف ہے: ایک زمانہ کے مجتہدین کا کسی حکم شرعی پر متفق ہونا۔ (الکوثر الجاری ج ١ ص ١٦٧ ' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

علامہ ابو یحییٰ زکریا الانصاری المصری الشافعی المتوفی ٩٢٦ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے اور اس حدیث سے اجماع کی حجیت پر استدلال کرنا زیادہ صحیح ہے بہ نسبت اس حدیث کے کہ ''میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی'' کیونکہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(تحفۃ الباری ج ٦ ص ٦٦١ ـ ٦٦٠ ' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

جدید شارح علامہ موسیٰ شاہین لاشین نے علامہ نووی کی اتباع میں اس حدیث کو ضعیف لکھا ہے۔

(فتح المنعم شرح صحیح مسلم ج ٧ ص ٥٩٧ ' دارالشروق' القاہرہ' ١٤٢٩ھ)

اس حدیث کی تحقیق کہ ''میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی''

علامہ نووی' علامہ عینی' علامہ زکریا الانصاری اور علامہ شاہین لاشین نے جو اس حدیث کو مطلقاً ضعیف لکھا ہے یہ صحیح نہیں ہے' اس حدیث کے متعدد متابعات اور شواہد ہیں اس لیے یہ حدیث زیادہ سے زیادہ صحیح لغیرہ اور حسن لذاتہ ہے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ میری امت کو یا فرمایا: امت محمد کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے اور جو جماعت سے الگ ہوگا وہ دوزخ میں الگ ہوگا۔ (سنن ترمذی: ٢١٦٧)

امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ابو بصرہ الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل سے چار چیزوں کا سوال کیا تو اس نے مجھے تین چیزیں عطا فرمائیں اور ایک چیز سے مجھے منع فرما دیا' میں نے اللہ عزوجل سے سوال کیا کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو تو اس نے مجھے یہ عطا فرما دیا' اور میں نے اللہ عزوجل سے یہ سوال کیا کہ ان پر ایسا دشمن مسلط نہ ہو جو ان کا غیر ہو تو اس نے مجھے یہ عطا کر دیا اور میں نے اللہ عزوجل سے یہ سوال کیا کہ وہ ان کو قحط سے ہلاک نہ کرے جیسا کہ اس سے پہلی امتوں کو ہلاک کیا ہے' تو اس نے مجھے یہ عطا کر دیا اور میں نے اللہ عزوجل سے یہ سوال کیا کہ ان کے مختلف فرقے نہ کرنا اور ان کو ایک دوسرے سے نہ لڑانا' تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس دعا سے روک دیا۔

(مسند احمد ج ٦ ص ٣٩٦ ' المعجم الکبیر: ٢١٧١ ' مجمع الزوائد ج ٧ ص ٢٢٢ ـ ٢٢١ ' المستدرک ج ١ ص ١١٦ ' الاحادیث الصحیحہ للالبانی: ١٣٣١)

علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمان السخاوی المتوفی ٩٠٢ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کا متن مشہور ہے اور اس کی بہ کثرت اسانید ہیں اور متعدد شواہد ہیں۔

(المقاصد الحسنۃ ص ٤٥٥ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٧ھ)

٣٦٤١ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے

يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ عُمَيْرٌ فَقَالَ مَالِكُ بْنُ يُخَامِرَ قَالَ مُعَاذٌ وَّهُمْ بِالشَّامِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ هٰذَا مَالِكٌ يَّزْعُمُ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاذًا يَّقُوْلُ وَهُمْ بِالشَّامِ.

کہا: مجھے ابن جابر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمیر بن ھانی نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے دین اور اس کے احکام پر قائم رہے گا جو ان کو رسوا کرنا چاہے گا یا ان کی مخالفت کرنا چاہے گا وہ ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے گا حتیٰ کہ قیامت آ جائے آ جائے گی اور وہ اسی دین اور اسی شریعت پر قائم ہوں گے۔ عمیر نے کہا: پس مالک بن یخامر نے بیان کیا کہ معاذ نے کہا اور وہ اس وقت شام میں تھے معاویہ نے کہا: یہ مالک یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے معاذ سے سنا ہے اور وہ اس وقت شام میں تھے۔

اس حدیث کی شرح کا بعض حصہ حدیث سابق کی شرح میں گزر چکا ہے اور بعض دوسرے امور یہاں بیان کیے جا رہے ہیں۔

مومنین کی ایک جماعت کے قیامت تک دین حق پر قائم رہنے کا سبب

جدید شارح علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

اسلام آخری دین ہے اور اس کی شریعت قیامت تک کے لیے فرض کی گئی ہے تاہم اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکمت سے ایسا ہوتا رہا ہے کہ ہر امت اپنے رسول کے چلے جانے کے بعد اس کی تعلیمات سے دور ہوتی رہی ہے ہر رسول کی تعلیمات کا نور اس کی امت کے رگ و پے میں جاری رہتا ہے لیکن آہستہ آہستہ یہ نور مضمحل ہوتا رہتا ہے اور جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے لوگوں میں دین کے احکام پر عمل کرنے میں وہ پہلا سا جوش و خروش نہیں رہتا اور ان پر سستی اور کاہلی اور نیک اعمال سے بے رغبتی چھاتی جاتی ہے اور شیطان کے اثر سے وہ بہ تدریج زیادہ سے زیادہ برائیوں میں ملوث ہوتے رہتے ہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بہترین زمانہ تھا پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ تھا جو آپ کے قریب تھے پھر ان کے بعد تابعین کا زمانہ تھا پھر آہستہ آہستہ دین کا اثر و نفوذ کم ہوتا جاتا ہے۔ پہلی امتوں میں انبیاء علیہم السلام کے بعد حوارین ہوتے تھے اور ہمارے دین اسلام میں علماء اور صالحین ہوتے ہیں۔

علماء اور صالحین بھی وقت گزرنے کے ساتھ کمزور پڑتے جاتے ہیں۔ بعض اوقات دنیا میں مشغول ہونے کی وجہ سے اور بعض اوقات ظالم حکام کے خوف سے اور بعض اوقات نفسانی خواہشوں کے غلبہ کی وجہ سے اور بعض اوقات فتنہ اور فساد کی وجہ سے ایسے دور میں دین پر گرفت قائم رکھنا انگاروں پر گرفت قائم رکھنے کے مترادف ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاریک حقیقت کی اپنے اصحاب کو خبر دی تھی اور فرمایا تھا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم نیکی کا حکم نہیں دو گے اور برائی سے نہیں روکو گے صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ایسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس سے بھی زیادہ شدید ہوگا۔ (فتح المنعم ج ۷ ص ۵۹۶-۵۹۵ دارالشروق القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ آپ کی اس حدیث کے موافق مزید درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہاری عورتیں سرکشی کریں گی اور تمہارے لڑکے فسق و فجور کریں گے! صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ایسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس

سے زیادہ شدید ہوگا جب تم نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا چھوڑ دو گے۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ایسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور اس سے زیادہ شدید ہوگا جب تم برائی کو اچھائی گمان کرو گے اور اچھائی کو برائی گمان کرو گے۔

(مسند ابویعلیٰ: ٦٤٢٠ ' دارالثقافۃ العربیہ' بیروت' ١٤١٣ھ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم لوگوں کے تلچھٹ میں رہ جاؤ گے! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اس وقت کے لیے مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم صبر کرنا' صبر کرنا' تم لوگوں سے خوش خلقی سے پیش آنا اور ان کے (برے) اعمال کی مخالفت کرنا۔

(المعجم الاوسط للطبرانی: ٣٧٠٤' مکتبۃ المعارف' ریاض' ١٤٠٥ھ)

عمدہ چیز نکل جانے کے بعد جو بے کار اور خراب چیز باقی رہ جاتی ہے اس کو تلچھٹ کہتے ہیں جیسے آٹے سے میدہ اور سوجی نکالنے کے بعد بھوسی باقی رہ جاتی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پڑوسی نے کہا: حضرت جابر بن عبداللہ نے آ کر مجھے سلام کیا تو میں نے ان کو لوگوں کے مختلف فرقوں اور ان کی بدعات کے متعلق بتایا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوں گے' پھر فوج در فوج نکل جائیں گے۔ (مسند احمد ج ٣ ص ٣٤٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس شر پر عرب کے لیے افسوس ہے جو قریب آ پہنچا ہے' اندھیری رات کے فتنے تھوڑے تھوڑے ہو کر آئیں گے' ایک مرد صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہوگا۔ لوگ دنیا کے تھوڑے سامان کے عوض دین کو بیچ دیں گے' اس زمانہ میں اپنے دین پر گرفت رکھنا انگاروں پر گرفت رکھنے کی مثل ہوگا۔

(سنن ترمذی: ٢٢٦٠-٣٠٥٨' سنن ابوداؤد: ٤٣٤١' سنن ابن ماجہ: ٤٠١٤' صحیح ابن حبان: ٣٨٥' مسند احمد ج ٢ ص ٣٩١)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ زمین میں اللہ اللہ نہ کیا جائے۔

(صحیح مسلم: ١٤٨' سنن ترمذی: ٢٢٠٧' المستدرک ج ٤ ص ٤٩٤' تاریخ بغداد ج ٣ ص ٨٢)

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

یہ صورت حال آخر زمانہ میں ہوگی جب زمین پر کوئی بھی اللہ کا نام لینے والا نہیں رہے گا' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بشارت دی کہ تم مطمئن رہو یہ دین ہمیشہ برقرار رہے گا اور اس کی شریعت پر عمل ہوتا رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس گئے گزرے دور میں بھی عقائد صحیحہ پر قائم رہے گی اور نیک اعمال کرتی رہے گی اور جو ان کا مخالف ہوگا اس سے مزاحمت کرتی رہے گی اور مخالفین اس کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچا سکیں گے حتیٰ کہ جب ان میں سے ایک فرد بھی باقی نہیں رہے گا تو قیامت آ جائے گی۔

اللہ تعالیٰ آخر زمانہ میں دجال کو بھیجے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور وہ دجال کو قتل کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ ایک ایسی ہوا بھیجے گا جو مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی اور ریشم سے زیادہ نرم ہوگی' وہ ہوا مومنین مخلصین کی ارواح کو قبض کر لے گی' پس روئے زمین پر صرف لوگوں کا تلچھٹ اور اشرار باقی رہ جائیں گے اور زمین پر کوئی بھی ایسا شخص باقی نہیں رہے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو سو ان پر قیامت قائم ہو جائے گی۔

(فتح المنعم ج ٧ ص ٥٩٤-٥٩٥' دارالشروق' القاہرہ' ١٤٢٩ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس کے موافق یہ حدیث ہے:

حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ فتنہ دجال کی ایک طویل حدیث کے آخر میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جو ہر مومن کی روح قبض کر لے گی اور زمین پر جو لوگ باقی ہوں گے وہ گدھوں کی طرح لڑتے رہیں گے' سوان پر قیامت آ جائے گی۔ (سنن ترمذی: ٢٢٤٠' مسند احمد ج ٤ ص ١٨١)

باب مذکور کی اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٤٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا شَبِيْبُ بْنُ غَرْقَدَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْحَيَّ يُحَدِّثُوْنَ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ دِيْنَارًا يَّشْتَرِيْ لَهٗ بِهٖ شَاةً فَاشْتَرٰى لَهٗ بِهٖ شَاتَيْنِ فَبَاعَ اِحْدَاهُمَا بِدِيْنَارٍ وَّجَاءَهٗ بِدِيْنَارٍ وَّشَاةٍ فَدَعَا لَهٗ بِالْبَرَكَةِ فِيْ بَيْعِهٖ وَكَانَ لَوِ اشْتَرَى التُّرَابَ لَرَبِحَ فِيْهِ قَالَ سُفْيَانُ كَانَ الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ جَاءَنَا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْهُ قَالَ سَمِعَهٗ شَبِيْبٌ مِّنْ عُرْوَةَ فَاَتَيْتُهٗ فَقَالَ شَبِيْبٌ اِنِّيْ لَمْ اَسْمَعْهُ مِنْ عُرْوَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْحَيَّ يُخْبِرُوْنَهٗ عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شبیب بن غرقدہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے الحی سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے ہیں از عروہ' انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک دینار عطا کیا کہ وہ اس سے آپ کے لیے ایک بکری خریدیں' انہوں نے اس دینار سے دو بکریاں خریدیں' پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار کے عوض فروخت کر دیا اور آپ کے پاس ایک بکری اور ایک دینار لے کر آئے۔ آپ نے ان کی خرید وفروخت میں برکت کی دعا کی' پھر وہ اگر مٹی بھی خریدتے تو ان کو اس میں نفع ہوتا۔ سفیان نے کہا: ہم کو حسن بن عمارۃ نے یہ حدیث عروہ سے سنائی اور کہا: اس حدیث کو شبیب نے عروہ سے سنا تو میں ان کے پاس گیا' پس شبیب نے کہا: میں نے اس حدیث کو عروہ سے نہیں سنا' انہوں نے کہا: میں نے الحی سے سنا' وہ اس حدیث کی عروہ سے روایت کرتے ہیں۔

٣٦٤٣ - وَلٰكِنْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْخَيْرُ مَعْقُوْدٌ بِنَوَاصِي الْخَيْلِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ وَقَدْ رَاَيْتُ فِيْ دَارِهٖ سَبْعِيْنَ فَرَسًا قَالَ سُفْيَانُ يَشْتَرِيْ لَهٗ شَاةً كَاَنَّهَا اُضْحِيَةٌ.

لیکن میں نے ان سے سنا ہے وہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے تھے: قیامت تک خیر گھوڑوں کی پیشانی میں بندھی ہوئی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ان کے گھر میں ستر (٧٠) گھوڑے دیکھے' سفیان نے بتایا کہ عروہ نے جو آپ کے لیے بکری خریدی تھی وہ گویا قربانی کی بکری تھی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٨٥٠' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں آپ کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے عروہ کے لیے برکت کی دعا کی تو وہ مٹی کو بھی خریدتے تو ان کو اس میں نفع ہوتا۔

حدیث مذکور پر یہ اعتراض کہ اس حدیث کہ سند میں الحی کا واسطہ مبہم ہے اور اس کے جوابات

علامہ الفضیل میں الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن القطانی نے کہا ہے کہ اس باب میں حدیث وارد کرنے سے امام بخاری کا مقصود صرف گھوڑوں کے متعلق حدیث ہے

اور انہوں نے بکری کے متعلق حدیث نہیں وارد کی اور انہوں نے ان علماء پر بہت سخت رد کیا ہے جن کا یہ گمان ہے کہ امام بخاری نے بکری کے متعلق حدیث روایت کی ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ شبیب اور عروہ کے درمیان (الحی کا) واسطہ مبہم ہے اور یہ امام بخاری کی شرط کے خلاف ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن القطان کا اعتراض صحیح ہے لیکن واسطہ کے مبہم ہونے کی وجہ سے اس حدیث کی روایت کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ الحی نام کے بہ کثرت راوی ہیں اور ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا عادۃً محال ہے۔ علاوہ ازیں امام احمد' امام ابوداؤد' امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کی روایت میں ان کے متعدد شواہد اور متابعات ہیں اور اس باب میں اس روایت کو داخل کرنے سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اس حدیث کو علامات نبوت اور معجزات میں داخل کیا جائے کیونکہ عروہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوگئی حتیٰ کہ وہ مٹی بھی خریدتے تو ان کو نفع ہوتا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۳۷' دارالمعرفہ بیروت)

علامہ ابوبکر بن العربی نے کہا ہے کہ عروہ کی حدیث صحیح ہے اور وہ خبر واحد سے اکثر ہے کیونکہ انہوں نے عروہ سے سماع کی تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ لوگ حدیث بیان کرتے ہیں' سو یہ خبر واحد سے نکل کر خبر مستفیض میں داخل ہوگئی اور شبیب یہ کہتے تھے کہ مجھے ایک مرد نے حدیث بیان کی از الحی' پھر انہوں نے اس حدیث کو الحی سے سنا تو انہوں نے کبھی اس حدیث کا اسناد الحی کی طرف کیا اور کبھی ایک مرد کی طرف کیا گویا اس نے بھی ان سے سنا ہے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۳ ص ۲۳۰)

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امام بخاری نے گھوڑوں کی حدیث اس لیے وارد کی ہے کہ اس میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے کہ ان کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر بندھی ہوئی ہے اور آپ نے جو خبر دی ہے' واقع میں اسی طرح ہے' سو یہ آپ کا معجزہ ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ٦ ص ٢٨٨) (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٨ ص ٣٨٦' مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٣٠ھ)

٣٦٤٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِىْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِىْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے خیر بندھی ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٤٩' میں گزر چکی ہے۔

٣٦٤٥ - حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِى التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِىْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر بندھی ہوئی ہے۔

٣٦٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از زید بن اسلم از ابی صالح السمان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ اَلْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ لِرَجُلٍ اَجْرٌ وَّلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَّعَلٰى رَجُلٍ وِزْرٌ فَاَمَّا الَّذِيْ لَهٗ اَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَطَالَ لَهَا فِيْ مَرْجٍ اَوْرَوْضَةٍ وَّمَا اَصَابَتْ فِيْ طِيَلِهَا مِنَ الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ كَانَتْ لَهٗ حَسَنَاتٍ وَّلَوْ اَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْشَرَفَيْنِ كَانَتْ اَرْوَاثُهَا حَسَنٰتٍ وَّلَوْ اَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ وَلَمْ يُرِدْ اَنْ يَّسْقِيَهَا كَانَ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ لَّهٗ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَّسِتْرًا وَّتَعَفُّفًا وَّلَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ رِقَابِهَا وَظُهُوْرِهَا فَهِيَ لَهٗ كَذٰلِكَ سِتْرٌ. وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَّرِيَاءً وَّنِوَاءً لِّاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَهِيَ وِزْرٌ وَّسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحُمُرِ فَقَالَ مَا اُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهَا اِلَّاهٰذِهِ الْاٰيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗO وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗO﴾ (الزلزال:٧-٨)

گھوڑے تین قسم کے ہیں' ایک قسم مرد کے لیے باعث اجر ہے اور دوسری مرد کے لیے پردہ پوشی کا سبب ہے اور تیسری قسم مرد کے لیے گناہ ہے۔ رہا وہ گھوڑا جو مرد کے لیے باعث اجر ہے یہ وہ گھوڑا ہے جس کو اس نے اللہ کے راستہ میں باندھا ہے' پس اس کی رسی چراگاہ میں یا باغ میں لمبی کر رکھی ہے' وہ اس چراگاہ یا باغ کے طول میں جو کچھ چرتا ہے وہ اس کی نیکیاں ہوتی ہیں' اگر وہ اپنی رسی تڑا کر ایک بلندی پر یا دو بلندیوں پر جائے تو اس کی لید بھی اس کی نیکیاں قرار پاتی ہیں اور اگر وہ کسی دریا کے پاس سے گزر کر پانی پیئے' خواہ مالک کا ارادہ اس کو پانی پلانے کا نہ ہو تو یہ بھی اس کی نیکیاں شمار ہوتی ہیں اور دوسری قسم وہ ہے کہ ایک مرد نے گھوڑا ضرورت کی وجہ سے اور پردہ پوشی کے لیے اور سوال سے بچنے کے لیے باندھا ہے اور وہ اس گھوڑے کی گردن اور اس کی پیٹھ میں اللہ تعالیٰ کے حق کو نہیں بھولا تو یہ گھوڑا اس کے لیے پردہ پوشی کا باعث ہوگا' اور تیسری قسم یہ ہے کہ ایک مرد نے گھوڑا فخر کرنے کے لیے اور ریا کاری کے لیے اور مسلمانوں سے عداوت کرنے کے لیے باندھا ہے' پس یہ گھوڑا باعث گناہ ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کے متعلق مجھ پر کوئی چیز نازل نہیں ہوئی ماسوا اس جامع اور منفرد آیت کے: سو جو شخص ایک ذرہ کے برابر نیکی کرے تو وہ اس کی جزا پائے گاO اور جو شخص ایک ذرہ کے برابر برائی کرے تو وہ اس کی سزا پائے گاO (الزلزال:٨-٧)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری:٢٣٧١' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ گھوڑے ان تین قسموں سے باہر نہیں ہیں اور گھوڑوں کی یہ تین قسمیں بیان کرنا بھی غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٤٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ مُّحَمَّدٍ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ صَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بُكْرَةً وَّقَدْ خَرَجُوْا بِالْمَسَاحِيْ فَلَمَّا رَاَوْهُ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ وَاَحَالُوْا اِلَى الْحِصْنِ يَسْعَوْنَ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَقَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح سویرے خیبر پہنچ گئے' اس وقت یہودی اپنے پھاوڑے لے کر باہر نکل رہے تھے۔ جب انہوں نے آپ کو

خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ.

دیکھا تو کہنے لگے: (سیدنا) محمد (ﷺ) لشکر کے ساتھ ہیں' اور وہ قلعوں کی طرف پناہ کے لیے بھاگے۔ نبی ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے فرمایا: اللہ اکبر! خیبر برباد ہو گیا' بے شک جب ہم کسی قوم کے صحن میں پہنچتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح بری ہوتی ہے جن کو (اللہ کے عذاب) سے ڈرایا گیا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں آپ کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے فرمایا تھا: خیبر برباد ہو گیا: سو آپ کے ارشاد کے مطابق اہل خیبر شکست کھا گئے اور مسلمانوں نے اس کو فتح کر لیا۔

٣٦٤٨ - حَدَّثَنِی اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی الْفُدَيْكِ عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ سَمِعْتُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا فَاَنْسَاهُ قَالَ ابْسُطْ رِدَائَكَ فَبَسَطْتُهٗ فَغَرَفَ بِيَدِهٖ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّهٗ فَضَمَمْتُهٗ فَمَا نَسِيْتُ حَدِيْثًا بَعْدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی الفدیک نے حدیث بیان کی از ابن ابی ذئب از المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ سے بہ کثرت احادیث سنتا ہوں' پس ان کو بھول جاتا ہوں' آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی چادر پھیلاؤ' سو میں نے اپنی چادر پھیلائی' آپ نے اپنے ہاتھ سے (ہوا میں) ایک لپ بھر کر اس میں ڈال دیا' پھر فرمایا: (اس چادر کو اپنے ساتھ) ملا لو' سو میں نے اس چادر کو (اپنے ساتھ) ملا لیا' پھر اس کے بعد میں آپ کی کوئی حدیث نہیں بھولا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۱۸' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کے کئی معجزات کا ذکر ہے' ایک یہ کہ آپ نے ہوا میں لپ بھر کر اس چادر میں ڈالا اور فرمایا: اس چادر کو اپنے ساتھ ملاؤ تو اس کی برکت سے حضرت ابوہریرہ کا حافظہ قوی ہو گیا اور وہ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے بن گئے' نیز اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ صرف احکام شرعیہ بتانے والے نہیں ہیں بلکہ ہر درد کا درماں اور علاج ہیں اور اس میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے کیونکہ یہ حدیث آپ کے اس ارشاد کو متضمن ہے کہ اس کے بعد تم کوئی حدیث نہیں بھولو گے' سو ایسا ہی ہوا۔

کتاب المعجزات کا نبی ﷺ کے عظیم معجزہ پر اختتام

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی ﷺ کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ سے سنی ہوئی حدیث بھول جاتے تھے اور آپ کے ہاتھ سے مس کی ہوئی چادر کو اپنے جسم کے ساتھ ملانے کے بعد ان کی اس طرح کایا پلٹ گئی کہ نہ صرف یہ کہ وہ آپ سے سنی ہوئی حدیث نہیں بھولتے تھے بلکہ کوئی بات بھی نہیں بھولتے تھے خواہ وہ حدیث ہو یا کوئی اور چیز ہو۔

(شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۴۴' مکتبہ الطبری' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

اس باب میں نبی ﷺ کے معجزات کا ذکر ہے اور امام بخاری نے اس باب کو نبی ﷺ کے اس عظیم معجزہ پر ختم کیا ہے۔

امام بخاری نے نبی ﷺ کے مناقب میں شروع سے لے کر یہاں تک ایک سو ننانوے (١٩٩) احادیث روایت کی ہیں' ان میں سے سترہ (١٧) تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں اور ان میں اٹھتر (٧٨) احادیث مکررہ ہیں اور ایک سو ایک (١٠١) خالص احادیث ہیں' اور امام بخاری نے نبی ﷺ کے معجزات کے بیان میں جو احادیث روایت کی ہیں ان میں سے پچاس احادیث میں علم غیب کا ثبوت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کا یہ اہم عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین۔ آج ٢٦ رجب شب معراج ١٤٣٠ھ/ ١٩ جولائی ٢٠٠٩ء بہ روز اتوار بعد از نماز عصر کتاب فضائل النبی ﷺ مکمل ہوگئی۔

الٰہ العالمین! جس طرح آپ نے محض اپنے کرم سے صحیح بخاری کی شرح نعمۃ الباری کو یہاں تک پہنچا دیا ہے اسی طرح کرم اور نعمت فرما کر صحیح البخاری کی باقی احادیث کی شرح کو بھی مکمل فرما دیں اور میرا ایمان پر خاتمہ فرمائیں اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ اور احباب کی اور میرے قارئین کی مغفرت فرما دیں' ہمیں دنیا اور آخرت کی مشکلات اور مصائب سے محفوظ رکھیں اور ہمیں دارین کی نعمتیں سعادتیں اور برکتیں عطا فرمائیں۔ آمین۔ یا رب العالمین بجاہ حبیبک رحمۃ للعٰلمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم

٦٢ - كِتَابُ فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ [اَلْمَنَاقِبِ]

فضائل صحابہ کا بیان

١ - بَابٌ فِيْ فَضَائِلِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے فضائل

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ فضائل' فضیلت کی جمع ہے اور یہ نقصیت کی ضد ہے جس طرح فضل' نقص کی ضد ہے۔ لغت میں فضل کا معنی اضافہ اور زیادہ ہے' فضائل سے مراد وہ خصائل اور اوصاف ہیں جو پسندیدہ اور لائق مدح ہوں۔

وَمَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ رَاٰهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَهُوَ مِنْ اَصْحَابِهٖ.

اور جو مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصاحب رہا یا جس نے آپ کو دیکھا' پس وہ آپ کے اصحاب میں سے ہے۔

امام بخاری نے اس عبارت سے صحابی کی تعریف کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

صحابی کی تعریف میں متعدد اقوال

(۱) جو مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا ہو یا اس نے آپ کو دیکھا ہو تو وہ آپ کے اصحاب میں سے ہے۔ یہ تعریف صحابی کی دو قسموں کو شامل ہے' پہلی قسم وہ ہے جو مسلمان آپ کے ساتھ رہا ہو لیکن اس نے آپ کو دیکھا نہ ہو جیسے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ یہ نابینا تھے اور دوسری قسم وہ ہے جس مسلمان نے آپ کو دیکھا ہو خواہ اس کو آپ کے ساتھ رہنے یا آپ کی مجلس میں شریک ہونے بیٹھنے یا چلنے پھرنے کا موقع میسر نہ آیا ہو' اس تعریف میں مسلمان کی قید اس لیے لگائی ہے تا کہ اس سے کفار خارج ہو جائیں کیونکہ کفار بھی آپ کے ساتھ رہتے تھے یا آپ کو دیکھتے تھے لیکن وہ صحابی نہیں ہیں۔

امام بخاری کو اس تعریف میں یہ قید بھی لگانی چاہیے تھی کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو تا کہ صحابی کی تعریف سے ابن خطل' ربیعہ بن امیہ اور مقیس بن صبابہ اور ان کی مثل خارج ہو جائیں کیونکہ ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کو دیکھا مگر بعد میں یہ مرتد ہو گئے تھے' اس لیے یہ صحابی نہیں ہیں۔

(۲) ابوالمظفر السمعانی نے یہ تعریف کی ہے: وہ مسلمان جو طویل عرصہ تک آپ کے ساتھ رہا ہو اور آپ کی مجلس میں بہ کثرت شریک رہا ہو اور اس نے آپ سے احادیث سنی ہوں' انہوں نے کہا کہ لغت کے اعتبار سے ایسے مسلمان پر ہی صحابی کا اطلاق ہوتا ہے۔

انہوں نے کہا: ظاہر یہ ہے کہ محدثین صحابی کا اطلاق ہر اس مسلمان پر کرتے ہیں جس نے آپ سے کوئی حدیث یا کوئی کلمہ روایت کیا ہو اور وہ اس میں توسع کر کے کہتے ہیں کہ جس صحابی نے آپ کو دیکھا اور پھر مرتد ہو گیا' پھر وہ آپ کی وفات کے بعد دوبارہ اسلام لے آیا اور اس نے آپ کو دوبارہ نہیں دیکھا تو صحیح یہ ہے کہ اس کا شمار بھی صحابہ میں ہوتا ہے کیونکہ محدثین کا اتفاق ہے کہ وہ اشعث بن قیس اور اس کی امثال کو صحابہ میں شمار کرتے ہیں اور ان کی احادیث کو اپنی مسانید میں روایت کرتے ہیں۔

آمدی نے کہا: حق کے مشابہ یہ ہے کہ صحابی وہ مسلمان ہے جس نے آپ کو دیکھا ہو خواہ وہ آپ کے ساتھ نہ رہا ہو۔ امام شافعی اور ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک یہی تعریف مختار ہے۔

(۳) سعید بن مسیب نے یہ تعریف کی ہے کہ صحابی وہ مسلمان ہے جو آپ کے ساتھ ایک سال یا دو سال رہا ہو یا اس نے آپ کے ساتھ ایک غزوہ میں یا دو غزووں میں شرکت کی ہو۔ اس تعریف میں کافی تنگی ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی اور ان کی امثال کو صحابہ میں نہ شمار کیا جائے حالانکہ ان کے صحابی ہونے پر اتفاق ہے۔

(۴) آمدی نے یہ تعریف کی ہے کہ جو مسلمان طویل عرصہ تک آپ کے ساتھ رہا اور اس نے آپ سے احادیث سنی ہوں وہ صحابی ہے۔

(۵) واقدی نے یہ تعریف کی ہے کہ جس مسلمان عاقل بالغ نے آپ کو دیکھا ہو وہ صحابی ہے۔

(٦) یحییٰ بن سلیمان مصری نے یہ تعریف کی ہے کہ جس مسلمان نے آپ کا زمانہ پایا ہو وہ صحابی ہے خواہ اس نے آپ کو دیکھا نہ ہو۔

صحابی کی معرفت کا طریقہ

کسی شخص کے صحابی ہونے کی معرفت کا ذریعہ خبر متواتر ہے جیسے حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور باقی عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم یا خبر متواتر سے کم ہو یعنی خبر مشہور ہو' حضرت عکاشہ بن محصن اور ضمام بن ثعلبہ اور ان کی امثال کا صحابی ہونا خبر مشہور سے ثابت ہے یا بعض صحابہ کسی شخص کے متعلق یہ خبر دیں کہ وہ صحابی ہے' جیسے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ شہادت دی کہ حضرت حمیمہ بن ابی حمیمہ الدوسی جو اصبہان میں پیٹ کی بیماری میں فوت ہو گئے تھے' وہ صحابی ہیں' بہ شرطیکہ اس خبر سے پہلے ان کا عادل اور متقی ہونا ثابت ہو' یا وہ شخص عادل اور متقی ہو اور وہ خود سے خبر دے کہ وہ صحابی ہے' ہمارے شیخ نے یہ قید بھی لگائی ہے کہ اس شخص کے صحابی ہونے کا دعویٰ اس وقت مقبول ہوگا جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پر ایک سو سال گزرنے سے پہلے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا ہو کیونکہ اگر اس نے آپ کے وصال پر ایک سو سال گزرنے کے بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ باطل اور مردود ہوگا کیونکہ حدیث صحیح میں مذکور ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات کے آخر میں ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی۔ آپ نے سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: مجھے بتاؤ یہ کون سی رات ہے کیونکہ اس رات کے ایک سو سال بعد ان لوگوں میں سے روئے زمین پر کوئی زندہ نہیں رہے گا جو اب زندہ ہیں۔ (صحیح البخاری:١١٦' صحیح مسلم:٢٥٣٧' سنن ترمذی:٢٢٥١' سنن ابوداؤد:٤٣٤٨)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ کی وفات کے ایک سو سال بعد کوئی صحابی زندہ نہیں رہا' لہٰذا جس نے آپ کے وصال کے ایک سو سال بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کیا اس کا دعویٰ باطل اور مردود ہے۔

(عمدۃ القاری ج١٦ ص٢٣٦-٢٣٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦٤٩ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو'

عَنْهُمَا يَقُوْلُ حَدَّثَنَا اَبُوْسَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُوْ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيَقُوْلُوْنَ اَفِيْكُمْ مَّنْ صَاحَبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ لَهُمْ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُوْ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُقَالُ هَلْ فِيْكُمْ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُوْ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُقَالُ هَلْ فِيْكُمْ مَّنْ صَاحَبَ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ.

انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ کہتے تھے: ہمیں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ جب ان کی جماعت جہاد کرے گی تو لوگ ان سے پوچھیں گے: کیا تم میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے؟ وہ ان سے کہیں گے: ہاں! تو ان کو فتح حاصل ہوگی' پھر لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کا کوئی صاحب ہے؟ وہ کہیں گے: ہاں! تو ان کو فتح حاصل ہوگی' پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں لوگوں کی ایک جماعت جنگ کرے گی' پس ان سے پوچھا جائے گا: کیا تم میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی صاحب کا ہے؟ تو وہ لوگ کہیں گے: ہاں! پھر ان کو فتح دے دی جائے گی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٨٩٧' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں صحابہ اور تابعین کی فضیلت ہے۔

علامہ زرھونی مالکی نے لکھا ہے کہ امام ابوزرعہ رازی سے منقول ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ موجود تھے جنہوں نے آپ سے احادیث کو سنا اور روایت کیا۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج۹ ص ٣-٢' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

٣٦٥٠ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ حَدَّثَنَا النَّضْرُ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ سَمِعْتُ زَهْدَمَ بْنَ مُضَرِّبٍ قَالَ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ اُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ قَالَ عِمْرَانُ فَلَا اَدْرِيْ اَذَكَرَ بَعْدَ قَوْلِهٖ قَرْنَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ اِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَّشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَنْذُرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ابی جمرۃ' انہوں نے کہا: میں نے زھدم بن مطرب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے' پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں' پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں' حضرت عمران نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے دو قرنوں یا تین قرنوں کے بعد فرمایا: پھر تمہارے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو (ازخود) گواہی دیں گے' ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی' اور وہ خیانت کریں گے اور ان کو امین نہیں بنایا جائے گا' اور وہ نذر مانیں گے اور پوری نہیں کریں گے اور ان

میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۶۵۱' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں صحابہ' تابعین اور تبع تابعین کی فضیلت ہے۔

قرن کا معنی اور مصداق

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

ایک زمانہ کے متقارب لوگوں کو قرن کہا جاتا ہے جو امور مقصودہ میں سے کسی امر میں مشترک ہوں' قرن کی مدت میں اختلاف ہے' زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کی کوئی مدت متعین نہیں ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرن صحابہ ہیں اور ان کی مدت بعثت نبوی سے لے کر اس وقت تک ہے جب آخری صحابی نے وفات پائی اور وہ حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ مدت ایک سو بیس سال ہے' اور تابعین کے قرن کی مدت ستر (۷۰) سال سے لے کر ایک سو (۱۰۰) سال تک ہے اور تبع تابعین کے قرن کی مدت ستر سال سے لے کر تقریباً دو سو بیس سال تک ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس مدت میں بدعتوں کا بہت زیادہ ظہور ہوا ہے۔ معتزلہ نے اپنی زبانیں کھولیں اور فلاسفہ نے اپنے سروں کو اٹھایا' اور علماء کو اس آزمائش میں ڈالا گیا کہ وہ کہیں کہ قرآن مجید مخلوق ہے۔

آیا صحابہ کرام سے بعد کے مسلمان افضل ہو سکتے ہیں یا نہیں

اس میں اختلاف ہے کہ قرن کے افضل ہونے کا کیا معنی ہے؟ آیا قرن اول کا ہر فرد بعد کے دو قرنوں سے افضل ہے اور قرن ثانی کا ہر فرد قرن ثانی سے افضل ہے اور یہ جمہور کا قول ہے یا قرن اول کا مجموعہ بعد کے دو قرنوں سے افضل ہے' اس طرح قرن ثانی کے لوگوں کا مجموعہ قرن ثالث کے لوگوں سے افضل ہے اور یہ امام ابن عبدالبر کی رائے ہے' وہ کہتے ہیں کہ صحابہ کے قرن کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو بعض صحابہ سے افضل ہوں گے ماسوا اہل بدر اور حدیبیہ کے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے' یہ پتا نہیں ہوگا کہ اس کے اول میں خیر ہے یا آخر میں۔ (سنن ترمذی: ۲۸۶۹' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۰)

حافظ ابن حجر نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا یا آپ کے زمانہ میں آپ کے حکم سے جہاد کیا یا آپ کی وجہ سے اپنے مال کو خرچ کیا یا آپ کی طرف ہجرت یا نصرت میں سبقت کی یا آپ سے حاصل کردہ شریعت کو منضبط کرنے کے درپے ہوا یا آپ کے بعد والوں کو تبلیغ کی' ان صحابہ کے برابر کوئی نہیں ہو سکتا اور رہے وہ صحابہ جن کے یہ کام ظاہر نہیں ہوئے اور ان کی فضیلت صرف اتنی ہے کہ انہوں نے آپ کی زیارت کی ہے تو وہ محل بحث ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۱-۴' دار المعرفۃ بیروت)

امام المازری نے کہا ہے کہ صحابیت خواہ ایک لحہ کی ہو اس کی فضیلت کے برابر کوئی عمل نہیں ہے' اور دیگر فضائل اس کے درجہ کو نہیں پا سکتے اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور بعض محدثین اور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ فضیلت آپ کے بعض خواص اصحاب کے لیے ہے جنہوں نے آپ کے ساتھ جہاد کیا اور آپ کی نصرت کی اور اپنا مال خرچ کیا نہ کہ ان اصحاب کے لیے جنہوں نے آپ کو صرف ایک بار دیکھا یا فتح مکہ اور اسلام کے مستحکم ہونے کے بعد آپ کے ساتھ رہے اور صحیح قول اکثریت کا ہے کہ یہ فضیلت تمام اصحاب کے لیے ہے کیونکہ ظاہر آثار اس کی تائید کرتے ہیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حق وہ ہے جس کو علماء کی اکثریت نے کہا ہے کہ جو مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصاحب ہوا یا جس نے آپ

کو دیکھا خواہ زندگی میں ایک بار وہ بعد میں آنے والے تمام مسلمانوں سے بہتر ہے اور صحابیت کی فضیلت کے برابر کوئی عمل نہیں ہے پھر انہوں نے حافظ ابن عبد البر کے قول کو آٹھ وجوہ سے رد کیا ہے۔

نیز علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ متقدمین اور متاخرین کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تمام صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور شیعہ اور اہل بدعت کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (المفہم ج ٦ ص ٢٣٨)

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی کے درمیان افضل ہونے میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ان کی فضیلت ترتیب خلافت کے اعتبار سے ہے۔ امام اشعری کا اسی طرف میلان ہے ایک قول توقف کا ہے امام مالک نے المدونہ میں اسی کو تحریر کیا ہے۔

ابو منصور بغدادی نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب کا اس پر اجماع ہے کہ افضل الصحابہ خلفاء اربعہ ہیں ترتیب خلافت کے مطابق پھر تمام عشرہ مبشرہ ہیں پھر اہل بدر ہیں پھر اہل احد ہیں پھر اہل بیعت رضوان ہیں۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس پر اہل سنت کا اجماع ہے کہ فضیلت میں صحابہ کی ترتیب ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی محبت اور اتباع پر ہمارا خاتمہ فرمائے۔ (آمین)

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٩ ص ٥۔٣ ملخصا مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٣٠ھ)

٣٦٥١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ. قَالَ إِبْرَاهِيمُ وَكَانُوا يَضْرِبُونَنَا عَلَى الشَّهَادَةِ وَالْعَهْدِ وَنَحْنُ صِغَارٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از منصور از ابراہیم از عبیدہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام لوگوں میں سے بہترین میرے زمانہ کے لوگ ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں پھر ایسے لوگ آئیں گے کہ گواہی دینے سے پہلے ان کی زبانوں پر قسم آئے گی اور ان کی قسم سے پہلے ان کی شہادت آئے گی ابراہیم نے کہا: جب ہم چھوٹے تھے تو (ہمارے بزرگ) شہادت اور عہد کے الفاظ زبان پر لانے کی وجہ سے ہم کو مارا کرتے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ٢٦٥٢ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے وارد کیا ہے کہ اس میں صحابہ تابعین اور تبع تابعین کی فضیلت کا ذکر ہے۔

٢ - بَابُ مَنَاقِبِ الْمُهَاجِرِينَ وَفَضْلِهِمْ — مہاجرین کے مناقب اور ان کے فضائل

مہاجرین سے مراد وہ مسلمان ہیں جنہوں نے اللہ کی رضا کے لیے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ایک قول یہ ہے کہ مہاجرین سے مراد انصار کے ماسوا ہیں اور ان کے ماسوا ہیں جو فتح مکہ کے دن اسلام لائے اس اعتبار سے صحابہ کی تین اقسام ہیں انصار اوس اور خزرج اور ان کے خلفاء اور موالی۔

مِنْهُمْ أَبُو بَكْرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي قُحَافَةَ التَّيْمِيُّ — ان میں سے حضرت ابوبکر عبد اللہ بن ابی قحافہ التیمی رضی اللہ عنہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ کا مختصر تذکرہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ افاضل اور اکابر مہاجرین میں سے ہیں۔ امام بخاری نے اس پر جزم کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کا نام عبداللہ ہے۔ التلویح میں مذکور ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبدالکعبۃ تھا اور زمانہ اسلام میں ان کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ حضرت ابوبکر کے والد کا نام عثمان بن عامر ابوقحافہ ہے۔ ان کی والدہ کا نام سلمٰی بنت صخر ام الخیر ہے' حضرت ابوبکر کے مناقب میں یہ ہے کہ ان کے والدین اور ان کی تمام اولاد مسلمان اور صحابی ہیں۔ حضرت ابوبکر کا نام زمانہ اسلام میں صدیق بھی ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور جب سب نے واقعہ معراج کی تکذیب کی تو حضرت ابوبکر نے اس کی تصدیق کی۔ حضرت ابوبکر کا لقب عتیق ہے کیونکہ ان کو دوزخ سے آزاد کر دیا گیا۔ حضرت ابوبکر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ڈھائی سال خلیفہ رہے' دو سال چار ماہ اور دو سال تین ماہ کا بھی قول ہے' پھر تریسٹھ (٦٣) سال کی عمر میں ان کی وفات ہوگئی اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے مسجد میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو رات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ کے حجرہ میں دفن کیا گیا۔ حضرت ابوبکر کی وفات پیر کے دن منگل کی شب ٢٢ جمادی الثانیہ کو ہوئی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٣٩۔ ٢٣٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ أُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۝﴾ (الحشر:٨)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: (یہ اموال) ان فقراء مہاجرین کے لیے (بھی) ہیں' جو اپنے گھروں اور اپنے اموال اور جائیداد سے نکال دیئے گئے وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں' وہی سچے ہیں۝ (الحشر:٨)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس کا عطف مناقب مہاجرین اور ان کے فضائل پر ہے اور یہ آیت بھی باب کے عنوان کا حصہ ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو جو اموال فئے عطا کیے ہیں وہ ان مہاجرین کے لیے بھی ہیں جن کو کفار مکہ نے ان کے گھروں سے نکال دیا' وہ اپنی ہجرت سے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا کو طلب کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے نبی کی شریعت کی مدد کرتے تھے۔ یہی لوگ سچے ہیں' انہوں نے جو کچھ کہا تھا اس کو اپنے افعال سے ثابت کر دیا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے جہاد کے لیے اپنے گھروں اور اپنے مالوں کو چھوڑ دیا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ. إِلٰى قَوْلِهٖ. إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ (التوبہ:٤٠).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اگر تم نے رسول کی مدد نہ کی تو بے شک اللہ نے ان مدد فرما دی (یہ آیت یہاں تک ہے) بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (التوبۃ:٤٠)

اس کا عطف بھی باب کے عنوان پر ہے اور یہ آیت بھی باب کے عنوان کا حصہ ہے۔ امام بخاری نے یہ آیت مکمل ذکر نہیں کی' مکمل آیت اس طرح ہے:

اگر تم نے رسول کی مدد نہ کی تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرما دی' جب کافروں نے رسول اللہ کو بے وطن کیا' اس حال میں کہ وہ دو میں سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے وہ اپنے صاحب سے کہہ رہے تھے کہ تم غمگین نہ ہو بے شک اللہ ہمارے ساتھ

ہے' پھر اللہ نے ان پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور ان کی ایسے لشکروں سے مدد فرمائی جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کی بات کو نیچا کر دیا اور اللہ کا کلمہ ہی اونچا ہے' اور اللہ غلبہ والا بڑی حکمت والا ہے○ (التوبۃ: ۴۰)

اس آیت میں فرمایا ہے: دو میں سے دوسرے۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ روایت ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ سے نکلنے کا حکم پہنچایا تو آپ نے پوچھا: میرے ساتھ کون نکلے گا' حضرت جبریل نے بتایا: حضرت ابوبکر۔

اس آیت میں فرمایا: وہ اپنے صاحب سے کہہ رہے تھے' اس آیت میں صاحب سے مراد حضرت ابوبکر ہیں' علماء نے کہا ہے کہ جس نے حضرت ابوبکر کے صحابی ہونے کا انکار کیا وہ کافر ہو گیا کیونکہ اس نے کلام اللہ کا انکار کیا' اور باقی صحابہ کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہے۔

نیز اس آیت میں فرمایا: اللہ نے ان پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی تائید اور نصرت نازل فرمائی۔ ہر چند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت رہتی تھی لیکن یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اس خاص موقع پر بھی آپ کے اوپر تائید اور نصرت نازل فرمائی ہو۔

اور فرمایا: ان کی ایسے لشکروں سے مدد فرمائی جن کو تم نے نہیں دیکھا: یعنی فرشتوں سے مدد فرمائی۔

نیز فرمایا: اور کافروں کی بات کو نیچے کر دیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کافروں کی بات سے مراد ہے: شرک اور اللہ کے کلمہ سے مراد ہے: لا الہ الا اللہ۔

اور فرمایا: اور اللہ بہت غلبہ والا ہے' یعنی وہ اپنی تدبیر سے کافروں سے انتقام لے گا۔

امام بخاری نے اس عنوان میں پہلے الحشر: ۸ کو ذکر کیا' اس آیت میں مہاجرین کی فضیلت ہے' اس کے بعد التوبۃ: ۴۰ کو ذکر کیا' اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے۔

قَالَتْ عَائِشَةُ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ وَّابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَـعَالٰى عَنْهُمْ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَارِ.

حضرت عائشہ اور حضرت ابوسعید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ غار میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کا مفصل واقعہ صحیح البخاری: ۳۹۰۵' میں آرہا ہے' اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار ثور میں داخل ہوئے تھے۔ امام ابن حبان نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم میرے (دینی) بھائی ہو اور غار میں میرے صاحب ہو۔ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص ۲۴۰۔۲۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

امام ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر کا نام جاہلیت میں عبدالکعبہ تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھا' ان کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے عتیق کہا جاتا تھا' یا اس وجہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ وہ اس شخص کی طرف دیکھے جو عتیق من النار ہے یعنی دوزخ سے آزاد کر دیا گیا ہے تو وہ ان کی طرف دیکھے' پس آپ نے ان کا نام عتیق رکھا اور ان کا لقب صدیق ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی تھی اور ان کی کنیت ابوبکر ہے اور ان کا نسب عبداللہ

بن عثمان ہے اور ان کے والد کی کنیت ابوقحافہ ہے اور ان کی والدہ کا نام سلمیٰ ہے اور ان کی کنیت ام الخیر ہے وہ اسلام لائیں اور انہوں نے ہجرت کی۔ حضرت ابوبکر کے مناقب میں سے یہ ہے ان کے والدین اور ان کی اولاد اور ان کے پوتے سب مسلمان اور صحابی ہیں۔ جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس دن ان کی خلافت پر بیعت کی گئی تھی۔ (الاستیعاب ج ۳ ص ۹۱)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کل ایک سو بیالیس احادیث حفظ تھیں جن میں سے صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں اٹھارہ احادیث ہیں۔

نیز علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ قطعی بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی احادیث حفظ تھیں جتنی دوسروں کو حفظ نہیں تھیں اور جتنا حضرت ابوبکر کو آپ سے علم حاصل ہوا ہے اتنا دوسروں کو علم حاصل نہیں ہوا کیونکہ وہ آپ کے خلیل اور صفی تھے اور دن اور رات سفر اور حضر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے تاہم وہ احادیث بیان کرنے اور روایت کرنے کے لیے فارغ نہیں ہو سکے کیونکہ وہ اس سے زیادہ اہم کاموں میں مشغول تھے۔ (المفہم ج ٦ ص ٢٣٧، دار ابن کثیر بیروت) غار کا قصہ عنقریب حدیث ہجرت میں آئے گا۔ (الفجر الساطع ج ٩ ص ٨-٧، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٣٠ھ)

٣٦٥٢ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: اِشْتَرٰى اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْ عَازِبٍ رَحْلًا بِثَلَاثَةَ عَشَرَ دِرْهَمًا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ لِعَازِبٍ مُرِ الْبَرَاءَ فَلْيَحْمِلْ اِلَيَّ رَحْلِيْ فَقَالَ عَازِبٌ لَا حَتّٰى تُحَدِّثَنَا كَيْفَ صَنَعْتَ اَنْتَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَرَجْتُمَا مِنْ مَّكَّةَ وَالْمُشْرِكُوْنَ يَطْلُبُوْنَكُمْ قَالَ اِرْتَحَلْنَا مِنْ مَّكَّةَ فَاَحْيَيْنَا اَوْسَرَيْنَا لَيْلَتَنَا وَيَوْمَنَا حَتّٰى اَظْهَرْنَا وَقَامَ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ فَرَمَيْتُ بِبَصَرِيْ هَلْ اَرٰى مِنْ ظِلٍّ فَاٰوِيَ اِلَيْهِ فَاِذَا صَخْرَةٌ اَتَيْتُهَا فَنَظَرْتُ بَقِيَّةَ ظِلٍّ لَّهَا فَسَوَّيْتُهُ ثُمَّ فَرَشْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ ثُمَّ قُلْتُ لَهُ اِضْطَجِعْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَاضْطَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْطَلَقْتُ اَنْظُرُ مَاحَوْلِيْ هَلْ اَرٰى مِنَ الطَّلَبِ اَحَدًا فَاِذَا اَنَا بِرَاعِيْ غَنَمٍ يَّسُوْقُ غَنَمَهُ اِلَى الصَّخْرَةِ يُرِيْدُ مِنْهَا الَّذِيْ اَرَدْنَا فَسَاَلْتُهُ فَقُلْتُ لَهُ لِمَنْ اَنْتَ يَا غُلَامُ قَالَ لِرَجُلٍ مِّنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُ فَعَرَفْتُهُ فَقُلْتُ هَلْ فِيْ غَنَمِكَ مِنْ لَّبَنٍ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَهَلْ اَنْتَ حَالِبٌ لَنَا قَالَ نَعَمْ فَاَمَرْتُهُ فَاعْتَقَلَ شَاةً مِّنْ غَنَمِهِ ثُمَّ اَمَرْتُهُ اَنْ يَّنْفُضَ ضَرْعَهَا مِنَ الْغُبَارِ ثُمَّ اَمَرْتُهُ اَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے تیرہ درہم میں حضرت عازب رضی اللہ سے پالان خریدا' پس حضرت ابوبکر نے حضرت عازب سے کہا: آپ حضرت البراء کو یہ حکم دیں کہ وہ یہ پالان اٹھا کر میرے ساتھ چلیں' حضرت عازب نے کہا: نہیں! حتیٰ کہ آپ ہمیں یہ واقعہ بیان کریں کہ جب آپ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلے تھے اور مشرکین آپ کو تلاش کر رہے تھے تو آپ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا تھا۔ حضرت ابوبکر نے بیان کیا: ہم مکہ سے روانہ ہوئے' ہم ساری رات اور سارا دن چلتے رہے حتیٰ کہ ہم نے ظہر کا وقت پالیا اور دوپہر ہوگئی' پس میں نے نظر دوڑائی کہ مجھے کہیں سایا نظر آئے جس کی طرف میں پناہ لوں' پھر میں ایک چٹان کے پاس آیا تو میں نے اس چٹان کے باقی حصہ کا سایا دیکھا' میں نے اس چٹان کو صاف کیا پھر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس پر فرش بچھایا' پس میں نے آپ سے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ اس پر لیٹ جائیں' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر لیٹ گئے' پھر میں چل کر اپنے اردگرد دیکھنے لگا کہ کیا کوئی ہماری تلاش میں آ رہا ہے' پس اچانک میں نے دیکھا کہ ایک بکریوں کو چرانے والا اپنی بکریوں کو ہنکاتا ہوا اس طرف آ رہا ہے' وہ بھی اس چٹان سے

يَنْفُضَ كَفَّيْهِ فَقَالَ هٰكَذَا ضَرَبَ إِحْدٰى كَفَّيْهِ بِالْأُخْرٰى فَحَلَبَ لِيْ كُثْبَةً مِّنْ لَّبَنٍ وَّقَدْ جَعَلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِدَاوَةً عَلٰى فَمِهَا خِرْقَةٌ فَصَبَبْتُ عَلَى اللَّبَنِ حَتّٰى بَرَدَ اَسْفَلُهُ فَانْطَلَقْتُ بِهٖ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَافَقْتُهُ قَدِ اسْتَيْقَظَ فَقُلْتُ لَهُ اِشْرَبْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَشَرِبَ حَتّٰى رَضِيْتُ ثُمَّ قُلْتُ قَدْ اٰنَ الرَّحِيْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بَلٰى فَارْتَحَلْنَا وَالْقَوْمُ يَطْلُبُوْنَا فَلَمْ يُدْرِكْنَا اَحَدٌ مِّنْهُمْ غَيْرُ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ عَلٰى فَرَسٍ لَّهٗ فَقُلْتُ هٰذَا الطَّلَبُ قَدْ لَحِقَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ ﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ (التوبہ: ٤٠).

وہی ارادہ کر رہا تھا جو ہمارا ارادہ تھا' میں نے اس سے پوچھا: اے لڑکے! تم کس کے (غلام) ہو؟ اس نے قریش کے ایک مرد کا نام لیا' پس میں نے اس کو پہچان لیا' میں نے اس سے پوچھا: کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں نے پوچھا: کیا تم ہمارے لیے ان کا دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا: جی ہاں! سو میں نے اس سے دودھ دوہنے کے لیے کہا' سو اس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کو باندھا' پھر میں نے اس سے کہا کہ وہ اس کے تھن کو گرد و غبار سے صاف کر لے' پھر میں نے اس سے کہا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو بھی جھاڑ ے' پس میں نے اپنی ہتھیلیوں میں سے ایک ہتھیلی کو دوسری پر مار کر بتایا' سو اس نے میرے لیے تھوڑا سا دودھ دوہا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پہلے ہی چمڑے کا ایک برتن لایا تھا (جس میں ٹھنڈا پانی تھا) سو میں نے دودھ پر ٹھنڈا پانی ڈالا حتیٰ کہ اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا' پس میں وہ دودھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا تو میں نے دیکھا آپ بیدار ہو چکے تھے۔ میں نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ دودھ پیجئے' پس آپ نے دودھ پیا حتیٰ کہ میں خوش ہو گیا' پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اب کوچ کا وقت آ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! پس ہم روانہ ہو گئے اور لوگ ہم کو تلاش کر رہے تھے' پس ان میں سے کسی نے ہم کو نہیں پایا سوائے سراقہ بن مالک بن جعشم کے وہ گھوڑے پر سوار تھا' پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ ڈھونڈنے والا ہم سے آ ملا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم غم نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ (التوبہ: ۴۰)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۶۱۹ ' میں گزر چکی ہے۔

تُرِيْحُوْنَ بِالْعَشِيِّ وَتَسْرَحُوْنَ بِالْغَدَاةِ.

''تریحون'' کا لفظ سہ پہر کے وقت جانے کے لیے بولا جاتا ہے اور ''تسرحون'' کا لفظ صبح کے وقت جانے کے لیے بولا جاتا ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس تعلیق کی اس حدیث کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں ''تریحون'' کا لفظ ہے نہ ''تسرحون'' کا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

٣٦٥٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا فِي الْغَارِ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لَأَبْصَرَنَا فَقَالَ مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا. [اطراف الحدیث: ٣٩٢٢- ٤٦٦٣] (صحیح مسلم: ٢٣٨١، الرقم المسلسل: ٦٠٦٣، سنن ترمذی: ٣٠٩٦، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٧، مسند البزار: ٣٦، مسند ابویعلیٰ: ٦٦، صحیح ابن حبان: ٦٢٧٨، مسند احمد ج ١ ص ٤، طبع قدیم، مسند احمد: ١١ ج ١ ص ١٨٩، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از ثابت البنانی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں غار میں تھا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اگر ان میں سے کسی ایک نے اپنے قدموں کے نیچے دیکھا تو وہ ہم کو دیکھ لے گا، تب آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہارا ان دو کے متعلق کیا گمان ہے جن میں تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ اسی طرح مطابقت ہے کہ یہ حدیث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ان دو میں کا تیسرا اللہ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اعانت ان دونوں کے ساتھ ہے۔ یہ عبارت اصل میں اس طرح ہے: ہم دو ہیں اور ہمارا ناصر اور معین اللہ تعالیٰ ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خصائص اور مناقب

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے تھے اور ان کے ایمان کی کوئی نظیر نہیں تھی، حتیٰ کہ ان کو صدیق کا لقب دیا گیا۔ انہوں نے اسلام کی تبلیغ پر اپنا تمام مال خرچ کر دیا، جس وقت وہ اسلام لائے تھے ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے، انہوں نے وہ سب اسلام کی راہ میں خرچ کر دیے۔ جن غلاموں کو اسلام لانے کی پاداش میں ایذا دی جا رہی تھی ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہجرت پر اپنا مال خرچ کیا، اپنی صاحب زادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد کیا، وہ تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کیا، وہ امت کے معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے وزیر اور مشیر تھے، وہ غار میں دو میں کے دوسرے تھے۔ سفر ہجرت میں آپ کے رفیق تھے، اس سفر میں وہ کبھی آپ سے مقدم ہو جاتے اور کبھی آپ سے موخر ہو جاتے۔ جب ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ کبھی مجھے آپ کے آگے خطرہ معلوم ہوتا تو میں آگے ہو جاتا اور کبھی مجھے آپ کے پیچھے خطرہ معلوم ہوتا تو میں آپ کے پیچھے ہو جاتا تھا تاکہ میں آپ کی حفاظت کر سکوں۔

حضرت ابوبکر تمام مردوں سے زیادہ آپ کو محبوب تھے۔ (صحیح مسلم: ٢٣٨٤) آپ نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ میں ایک مکتوب لکھوں جس میں ابوبکر کو خلیفہ بنانے کی وصیت کروں لیکن میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ابوبکر کے غیر کی خلافت کا انکار کر دے گا اور مومنین بھی ابوبکر کے غیر کا انکار کر دیں گے۔ [خواہ میں ان کو خلیفہ بناؤں یا نہ بناؤں] (صحیح مسلم: ٢٣٨٧)

ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنانے کے واضح اشارے کیے ہیں، آپ نے مسجد میں حضرت ابوبکر کے دروازہ کے سوا ہر ایک کا دروازہ بند کر دیا۔ (صحیح بخاری: ٤٦٦، صحیح مسلم: ٢٣٨٢، سنن ترمذی: ٣٦٨٠) آپ نے نو ہجری میں حضرت ابوبکر کو مسلمانوں کا امیر حج بنا کر بھیجا۔ (صحیح البخاری: ١٦٢٢، صحیح مسلم: ١٣٤٧، سنن ابوداؤد: ١٩٤٦) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت مسئلہ

معلوم کرنے کے لیے آئی تو آپ نے فرمایا: اگلے سال آنا' اس نے کہا: اگر میں آپ کو اگلے سال نہ پاؤں تو؟ آپ نے فرمایا: پھر ابوبکر کے پاس آنا۔ (صحیح البخاری: ٣٦٥٩' صحیح مسلم: ٢٣٨٦) جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض کی شدت کی وجہ سے نماز پڑھانے کے لیے مسجد نہ جا سکے تو آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' سو حضرت ابوبکر تین دن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصلیٰ پر نماز پڑھاتے رہے [اس وجہ سے صحابہ میں سے کسی نے کہا کہ ہم اس شخص کی دنیا میں امامت پر کیوں نہ راضی ہوں جس شخص کی دین میں امامت پر ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی تھے]۔ (صحیح البخاری: ٦٧١' صحیح مسلم: ٤١٨) (فتح المنعم ج ٩ ص ٢٨٢' دار الشروق' القاہرہ' ١٤٢٩ھ)

نوٹ: اس بریکٹ کے اندر جو عبارت ہے وہ حدیث کے الفاظ نہیں ہیں' علامہ لاشین نے وضاحت کے لیے کسی سیرت کی کتاب سے لکھے ہیں۔

٣ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُدُّوا الْاَبْوَابَ اِلَّا بَابَ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد: ابوبکر کے دروازے کے سوا (مسجد میں کھلنے والے) تمام دروازے بند کر دو' اس حدیث کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے

اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں حدیث موصول کے ساتھ صحیح البخاری: ٤٦٧ میں روایت کیا ہے اور یہاں باب کے عنوان میں اس حدیث کی بالمعنی روایت کی ہے۔ وہاں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

سُدُّوْا عَنِّيْ كُلَّ خَوْخَةٍ فِي الْمَسْجِدِ.

میری طرف سے مسجد میں کھلنے والا ہر ذیلی دروازہ بند کر دو۔

٣٦٥٤ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ اَبُو النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهٗ فَاخْتَارَ ذٰلِكَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ فَبَكٰى اَبُوْبَكْرٍ فَعَجِبْنَا لِبُكَائِهٖ اَنْ يُّخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدٍ خُيِّرَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخَيَّرُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ اَعْلَمَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِيْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبَابَكْرٍ وَّلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا غَيْرَ رَبِّيْ لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ وَّلٰكِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهٗ لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ اِلَّا سُدَّ اِلَّا بَابُ اَبِيْ بَكْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعامر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سالم ابوالنصر نے حدیث بیان کی از بسر بن سعید از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو دنیا اور اپنے پاس رہنے کے درمیان اختیار دیا تو اس بندہ نے اس اجر کو اختیار کر لیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے' انہوں نے بیان کیا کہ یہ سن کر حضرت ابوبکر رونے لگے' تو ہم کو ان کے رونے سے تعجب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بندہ کے متعلق خبر دی ہے جس کو اختیار دیا گیا (یعنی اس کو سن کر رونے کی کیا وجہ ہے؟ بعد میں پتا چلا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی اختیار دیا گیا تھا اور حضرت ابوبکر ہم سب سے زیادہ علم والے تھے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک ابوبکر تمام لوگوں سے زیادہ اپنی مصاحبت اور مال سے مجھ

(اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ٤٦٦ میں گزر چکی ہے)

پر احسان کرنے والے ہیں اور اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن اسلام کی اخوت اور محبت (ہر اخوت اور محبت سے افضل ہے)' مسجد میں کھلنے والا کسی کا (ذیلی) دروازہ باقی نہیں رکھا جائے گا مگر بند کر دیا جائے گا ماسوا ابوبکر کے ذیلی دروازہ کے۔

حضرت ابوبکر کے افضل امت ہونے پر دلائل

شیخ محمد صالح العثیمین المتوفی ١٤٢١ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں تین وجوہ سے حضرت ابوبکر کے افضل الامت ہونے کی تصریح ہے۔ اول اس لیے کہ آپ نے فرمایا: ابوبکر تمام لوگوں سے زیادہ اپنی مصاحبت اور مال سے مجھ پر احسان کرنے والے ہیں ثانی' اس لیے کہ آپ نے فرمایا: ابوبکر کے دروازہ کے سوا مسجد میں کھلنے والا ہر ایک کا دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ ثالث اس لیے کہ صرف حضرت ابوبکر نے یہ سمجھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس ارشاد سے اپنی وفات کی خبر دی ہے اس لیے وہ روئے تھے اور حضرت ابوسعید خدری نے کہا ہے: وہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔

رافضی حضرت ابوبکر اور عمر کی مذمت کرتے ہیں حالانکہ دنیا میں بھی یہ دونوں آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: میں آیا اور ابوبکر اور عمر اور میں گیا اور ابوبکر اور عمر (صحیح البخاری: ٣٦٨٥' صحیح مسلم: ٢٣٨٦) اور قبر میں بھی ان دونوں کی قبریں آپ کی قبر مبارک کے ساتھ ہیں اور قیامت میں بھی یہ سب ایک ساتھ اٹھیں گے۔ (شرح صحیح البخاری ج ٢ ص ٥٧۔٥٦' مکتبۃ الطبری' القاہرہ' ١٤٢٩ھ)

٤ - بَابُ فَضْلِ أَبِي بَكْرٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

اس عنوان میں بعدیت سے مراد بعدیت زمانی نہیں ہے بلکہ بعدیت مرتبہ ہے کیونکہ حضرت ابوبکر کی فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات میں بھی تھی۔

٣٦٥٥ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُخَيِّرُ أَبَا بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ. [اطراف الحدیث: ٣٦٥٥۔٣٦٩٧] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کے درمیان فضیلت دیتے تھے' پس ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے' پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس امت میں سب سے افضل ہیں' حضرت عثمان کے بعد اہل سنت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ہے۔

٥ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد: اگر میں کسی کو خلیل بناتا'

لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا قَالَهُ أَبُوْسَعِيْدٍ

یہ حضرت ابوسعید کی روایت ہے

اس عنوان میں باب: ۳ کی روایت کی طرف اشارہ ہے۔

٣٦٥٦ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ أُمَّتِيْ خَلِيْلًا لَّا تَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ وَلٰكِنْ أَخِيْ وَصَاحِبِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرے (دینی) بھائی ہیں اور میرے صاحب ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٦٧' میں گزر چکی ہے۔

٣٦٥٧ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى ابْنُ أَسَدٍ وَّمُوْسٰى قَالَا حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوْبَ وَقَالَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَّاتَّخَذْتُهُ خَلِيْلًا وَّلٰكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوْبَ مِثْلَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلی بن اسد اور موسیٰ نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب اور آپ نے فرمایا: اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ان کو (یعنی حضرت ابوبکر کو) خلیل بناتا' لیکن اسلام کی اخوت افضل ہے۔ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی از ایوب' اس حدیث کی مثل۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٦٧' میں گزر چکی ہے۔

٣٦٥٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبَ أَهْلُ الْكُوْفَةِ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي الْجَدِّ فَقَالَ أَمَّا الَّذِيْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ خَلِيْلًا لَّاتَّخَذْتُهُ أَنْزَلَهُ أَبًا يَعْنِيْ أَبَا بَكْرٍ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے خبر دی از ایوب از عبداللہ بن ابی ملیکہ' انہوں نے بیان کیا: اہل کوفہ نے دادا (کی وراثت) کے متعلق حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو خط لکھا تو انہوں نے کہا: رہے وہ شخص جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اگر میں اس امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ان کو خلیل بناتا۔ وہی یہ فرماتے تھے کہ میں دادا کو باپ کا قائم مقام کرتا ہوں۔ ان کی مراد ابوبکر تھے۔

یعنی وراثت کے استحقاق میں دادا باپ کی مثل ہے۔

٠٠٠ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان نہیں لکھا اور یہ باب ابواب سابقہ کے لیے بہ منزلہ فصل ہے۔

٣٦٥٩ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی اور محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن

بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَتِ امْرَاَةٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَرْجِعَ اِلَيْهِ قَالَتْ اَرَاَيْتَ اِنْ جِئْتُ وَلَمْ اَجِدْكَ كَاَنَّهَا تَقُوْلُ الْمَوْتُ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنْ لَّمْ تَجِدِيْنِيْ فَاْتِيْ اَبَا بَكْرٍ. [اطراف الحدیث: ٧٢٢٠-٧٣٦٠]

سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از محمد بن جبیر بن مطعم از والد خود وہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ آپ کے پاس پھر آئے' اس نے کہا: یہ بتائیے کہ اگر میں پھر آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ گویا وہ کہتی تھی کہ آپ کی وفات ہو جائے! آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو پھر ابوبکر کے پاس آنا۔

(صحیح مسلم: ٢٣٨٦' الرقم المسلسل: ٦٠٧٣' سنن ترمذی: ٣٦٧٦' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٩٤٤' صحیح ابن حبان: ٦٦٥٦' المعجم الکبیر: ١٥٥٧' سنن بیہقی ج ٨ ص ١٥٣' شرح السنۃ: ٣٨٦٨' مسند احمد ج ٤ ص ٨٢' طبع قدیم' مسند احمد: ١٦٧٥٥' ج ٢٧ ص ٣٢٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوبکر کی خلافت کی طرف اشارہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے اور اس حدیث میں یہ بھی اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ ہوں گے اور اس سے زیادہ صریح دلالت درج ذیل حدیث میں ہے:

امام طبرانی عصمۃ بن مالک سے روایت کرتے ہیں: ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ کے بعد اپنے اموال کے صدقات کس کو ادا کریں؟ آپ نے فرمایا ابوبکر صدیق کو۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٤٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا بھی ثبوت ہے کیونکہ آپ کو جزم اور یقین تھا کہ آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ ہوں گے' اس لیے آپ نے فرمایا: میرے بعد ابوبکر کے پاس جانا یا میرے بعد اپنے اموال کے صدقات ابوبکر کو ادا کرنا۔

٣٦٦٠- حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ اَبِي الطَّيِّبِ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُجَالِدٍ حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ وَّبَرَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمَّارًا يَّقُوْلُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا مَعَهٗ اِلَّا خَمْسَةُ اَعْبُدٍ وَّامْرَاَتَانِ وَاَبُوْ بَكْرٍ.

[طرف الحدیث: ٣٨٥٧] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ مجھے احمد بن ابی الطیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن مجالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بیان بن بشر نے حدیث بیان کی از وبرہ بن عبدالرحمٰن از ہمام' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام' دو عورتیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی منفرد فضیلت اور ان غلاموں اور عورتوں کا بیان جو سب سے پہلے ایمان لائے تھے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی منفرد فضیلت ہے' کیونکہ آپ سب سے پہلے اسلام لائے تھے اور آپ سے پہلے آزاد مردوں میں سے کسی نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

اس حدیث میں پانچ مسلمان غلاموں کا ذکر ہے' وہ یہ ہیں: (١) حضرت بلال' (٢) حضرت زید بن حارثہ' (٣) حضرت عامر بن

فہیرہ' یہ حضرت ابوبکر کے غلام تھے اور حضرت ابوبکر کے ساتھ بہت پہلے اسلام لائے تھے اور (۴) حضرت فکیہہ یہ صفوان بن امیہ بن خلف کے غلام تھے' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے' یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسلام لائے تھے' ان کو بھی امیہ نے عذاب دیا تھا تو حضرت ابوبکر نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا اور (۵) حضرت عبید بن زید الحبشی رضی اللہ عنہم۔

تلویح میں مذکور ہے: وہ پانچ غلام یہ ہیں: (۱) حضرت عمار' (۲) حضرت زید بن حارثہ' (۳) حضرت بلال' (۴) حضرت عامر بن فہیرہ' (۵) حضرت شقران رضی اللہ عنہم' اور دو عورتوں کے نام یہ ہیں: (۱) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا (۲) حضرت ام الفضل حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی زوجہ' دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دو عورتیں حضرت خدیجہ اور حضرت ام ایمن یا حضرت سمیہ رضی اللہ عنہن ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حضرت عمار بن یاسر بنو مخزوم کے غلام تھے اور ان کی ماں سمیہ بنت خیاط تھیں۔ حضرت عمار اور ان کے والد دونوں کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں عذاب دیا جا رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے گزرے اس وقت ان کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: اے آل یاسر! صبر کرو تم سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج١٦ ص٢٤٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦٦١ - حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَائِذِ اللّٰهِ اَبِیْ اِدْرِيْسَ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَ اَبُوْبَكْرٍ اٰخِذًا بِطَرَفِ ثَوْبِهٖ حَتّٰى اَبْدٰى عَنْ رُكْبَتِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا صَاحِبُكُمْ فَقَدْ غَامَرَ فَسَلَّمَ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ ابْنِ الْخَطَّابِ شَيْءٌ فَاَسْرَعْتُ اِلَيْهِ ثُمَّ نَدِمْتُ فَسَاَلْتُهٗ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ فَاَبٰى عَلَيَّ فَاَقْبَلْتُ اِلَيْكَ فَقَالَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا اَبَا بَكْرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ نَدِمَ فَاَتٰى مَنْزِلَ اَبِيْ بَكْرٍ فَسَاَلَ اَثَمَّ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالُوْا لَا فَاَتٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَجَعَلَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَعَّرُ حَتّٰى اَشْفَقَ اَبُوْبَكْرٍ فَجَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اَنَا كُنْتُ اَظْلَمَ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِيْ اِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ صَدَقَ وَوَاسَانِيْ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَهَلْ اَنْتُمْ تَارِكُوْلِيْ صَاحِبِيْ مَرَّتَيْنِ فَمَا اُوْذِيَ بَعْدَهَا. [طرف الحدیث: ٤٦٤٠]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ہشام بن عمار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں صدقہ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زید بن واقد نے حدیث بیان کی از بسر بن عبید اللہ از عائذ اللہ ابی ادریس از حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا' اچانک حضرت ابوبکر اپنے کپڑے کو ایک کنارے سے اٹھائے ہوئے آئے حتیٰ کہ ان کے گھٹنے ظاہر ہو گئے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لگتا ہے تمہارے ساتھی کسی سے لڑ کر آئے ہیں' پس انہوں نے سلام کیا' اور کہا: یا رسول اللہ! میرے اور خطاب کے بیٹے کے درمیان کچھ رنجش ہو گئی ہے' سو میں نے جلدی میں انہیں کچھ کہہ دیا' پھر میں نادم ہوا' پس میں نے ان سے سوال کیا کہ وہ مجھے معاف کر دیں' انہوں نے مجھے معاف کرنے سے انکار کیا' پس میں آپ کی طرف آیا' تو آپ نے تین بار فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں اللہ معاف کرے' پھر حضرت عمر نادم ہوئے اور حضرت ابوبکر کے گھر گئے' سو پوچھا: کیا وہاں ابوبکر ہیں؟ گھر والوں نے کہا: نہیں! پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو سلام کیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ متغیر ہونے لگا' حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خوف زدہ ہوئے اور انہوں نے دوزانو بیٹھ کر دو مرتبہ کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میں ہی ظلم کر رہا تھا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف

مبعوث فرمایا' پس تم لوگوں نے کہا: تم جھوٹے ہو' اور ابوبکر نے سچا کہا اور اپنی جان اور مال سے میری غم خواری کی' پھر دو مرتبہ فرمایا: پس کیا تم لوگ میرے صاحب کو ستانا چھوڑتے ہو یا نہیں! پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر کو ایذا نہیں دی گئی۔

اس حدیث کی اس باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے تھے۔

حضرت ابوبکر اور حضرت ربیعہ کے درمیان تنازع کا واقعہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

اس قصہ کے مشابہ قصہ امام احمد نے حضرت ربیعہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک زمین کا قطعہ ان کو عطا کیا اور ایک زمین کا قطعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عطا کیا' پھر کھجور کے ایک خوشہ میں ان کا تنازع ہو گیا' میں نے کہا: یہ میری حد میں ہے اور حضرت ابوبکر نے کہا: یہ میری حد میں ہے' پھر ہم دونوں میں جھگڑا ہوا۔ حضرت ابوبکر نے کوئی سخت بات کہہ دی' پھر وہ نادم ہوئے اور کہنے لگے: تم مجھے جواب میں ایسی سخت بات کہہ دو تا کہ قصاص ہو جائے۔ میں نے انکار کیا' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے' آپ نے پوچھا تمہارا صدیق سے کیا تنازع ہوا؟ پھر انہوں نے قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے تم ان کو سخت بات نہ کہو لیکن یہ کہہ دو کہ اے ابوبکر! اللہ تمہیں معاف کر دے۔ میں نے اس طرح کہا تو حضرت ابوبکر رونے لگے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۵۹) (فتح الباری ج ۴ ص ۷۵۷' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

حضرت ابوبکر کے افضل الصحابہ ہونے پر دلیل' منہ پر تعریف کرنے کا جواز' مظلوم سے معافی مانگنے کا وجوب اور دیگر مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سب سے افضل ہیں کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگرچہ محترم صحابی ہیں لیکن چونکہ وہ حضرت ابوبکر پر ناراض ہوئے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر غضب ناک ہوئے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو اپنے سے افضل شخص سے ناراض نہیں ہونا چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے سامنے ان کی تعریف کی' اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے منہ پر اس کی تعریف کرنی جائز ہے جب کہ یہ اطمینان ہو کہ وہ اپنی تعریف سن کر مغرور نہیں ہوگا۔

حضرت ابوبکر نے غضب میں آ کر حضرت عمر کو کوئی سخت بات کہی' اس سے معلوم ہوا کہ کوئی عظیم المرتبت شخص بھی بشری تقاضوں سے مستثنیٰ نہیں ہے' اور اس سے بھی کوئی خلاف اولیٰ کام ہو جاتا ہے' لیکن جس پر خوف خدا غالب ہو وہ فوراً رجوع کر لیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىِٕفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ O (الاعراف: ۲۰۱)

بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں جب انہیں شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھوتا ہے تو وہ فوراً سنبھل جاتے ہیں اور اس

وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں O

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر نبی خواہ کتنا ہی متقی کیوں نہ ہو وہ معصوم نہیں ہوتا۔

حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے معافی طلب کی' اس سے معلوم ہوا کہ مظلوم سے اس کا حق معاف کرا لینا چاہیے اور مظلوم پر واجب ہے کہ وہ معاف کر دے کیونکہ حضرت عمر کے معاف نہ کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٥١' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢٢ھ)

٣٦٦٢- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الْمُخْتَارِ قَالَ خَالِدٌ الْحَذَّاءُ حَدَّثَنَا عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِىْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ عَلٰى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَاَتَيْتُهُ فَقُلْتُ اَىُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ فَقُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ فَقَالَ اَبُوْهَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَعَدَّ رِجَالًا. [طرف الحدیث:٤٣٥٨]

(صحیح مسلم: ٢٣٨٤' الرقم المسلسل: ٦٠٧١' سنن ترمذی: ٣٨٨٥' السنن الکبریٰ: ٨١١٧' سنن بیہقی ج ٦ ص ٣٧٠' شرح السنۃ: ٣٨٦٩' صحیح ابن حبان: ٦٩٠٠' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٤ ص ٤٠٠' المستدرک ج ٤ ص ٢' مسند ابویعلیٰ: ٧٣٤٥' مسند احمد ج ٤ ص ٢٠٣' مسند احمد: ١٧٨١١' ج ٢٩ ص ٣٤٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن المختار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: خالد الحذاء نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی از ابوعثمان' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا' پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سے پوچھا: کہ آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: (حضرت) عائشہ۔ میں نے پوچھا مردوں میں؟ تو آپ نے فرمایا: ان کے والد۔ میں نے پوچھا: پھر کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر عمر بن الخطاب ہیں' پھر آپ نے کئی مردوں کو گنا۔

ذات السلاسل کی وجہ تسمیہ' اس غزوہ کی تاریخ اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل کے باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ تصریح ہے کہ مردوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب حضرت ابوبکر تھے اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر تھے۔

اس حدیث میں غزوۂ ذات السلاسل کا ذکر ہے' یہ غزوہ وادی القریٰ میں ہوا تھا' جو مدینہ منورہ سے دس دن کی مسافت پر ہے' اس کو ذات السلاسل اس سے کہا گیا ہے کہ اس غزوہ میں مشرکین نے ایک دوسرے کو زنجیروں سے باندھ لیا تھا اس خوف سے کہ وہ بھاگ نہ جائیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس جگہ کا نام السلاسل تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ریتلی زمین زنجیر کی طرح تھی۔ ابن ابی خالد نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے' یہ غزوہ سات (٧) ہجری میں ہوا تھا۔ امام ابن سعد اور حاکم نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ جمادی الاخرۃ آٹھ (٨) ہجری میں ہوا تھا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس لشکر کا امیر بنا دیا تھا جس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے تو ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے بھی زیادہ محبوب ہیں اس لیے انہوں نے واپس آ کر آپ سے پوچھا: آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ انہوں نے پوچھا: مردوں میں؟ تو آپ نے فرمایا: ابوبکر انہوں نے پوچھا: پھر کون تو آپ نے فرمایا: عمر انہوں نے پوچھا: پھر کون تو آپ نے فرمایا: ابوعبیدہ بن الجراح' پھر وہ خاموش ہو گئے مبادا ان کا نام سب کے آخر میں آئے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٨٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

حضرت عمرو بن العاص کو اکابر صحابہ پر امیر بنانے کی توجیہ

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

امام ابن سعد متوفی ٢٣٠ ھ نے ذکر کیا ہے کہ قضاعۃ کی جماعت اکٹھی ہوئی اور انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ مدینہ منورہ کا اس کی اطراف سے گھیراؤ کریں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو سفید جھنڈا عطا فرمایا اور ان کو تین سو اکابر مہاجرین اور انصار کے لشکر کا سالار بنا کر روانہ کیا' پھر ان کی امداد کے لیے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو دو سو سواروں کے ساتھ بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ مل جائیں اور ایک دوسرے سے اختلاف نہ کریں' حضرت ابوعبیدہ نے نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو ان کو حضرت عمرو نے منع کیا اور کہا: تم صرف میری مدد کے لیے آئے ہو اور امیر میں ہوں' تو حضرت ابوعبیدہ نے ان کی بات مان لی اور حضرت عمرو نے نماز پڑھائی۔

امام حاکم نے روایت کی ہے کہ حضرت عمرو نے اس غزوہ میں ان کو حکم دیا کہ وہ آگ نہ جلائیں حالانکہ وہ سرد رات تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کو چھوڑو' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسی لیے امیر بنایا ہے کہ ان کو جنگ کی زیادہ مہارت ہے' تب حضرت عمر خاموش ہو گئے۔ امام ابن حبان نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عمرو نے کہا: جس شخص نے آگ جلائی میں اس کو اسی آگ میں پھینک دوں گا' پھر مسلمانوں کا دشمن سے مقابلہ ہوا اور انہوں نے دشمن کو شکست دے دی' تب مسلمانوں نے دشمن کا پیچھا کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمرو بن العاص نے ان کو منع کیا' پس مسلمانوں نے اس کی موافقت کی۔ جب وہ واپس آئے تو مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو سے ان کے ان احکام کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ میں نے رات کو آگ جلانے سے اس لیے منع کیا تھا کہ دشمن کو آگ کی روشنی میں ہماری کم تعداد کا علم ہو جائے گا' سو میں نے اس کو ناپسند کیا' اور میں نے دشمن کا پیچھا کرنے سے اس لیے منع کیا تھا کہ مجھے خطرہ تھا کہ دشمن کو کمک پہنچ جائے گی اور میں نے اس کو ناپسند کیا' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے احکام کی تحسین فرمائی۔ (فتح المنعم ج ٩ ص ٢٨٥' دار الشروق' القاہرہ' ١٤٢٩ ھ)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکابر صحابہ کے ہوتے ہوئے حضرت عمرو بن العاص کو لشکر کا امیر اس لیے بنایا تھا کہ ان میں جنگ کی زیادہ مہارت تھی اور ان کے فیصلے دور اندیشی پر مبنی تھے۔

٣٦٦٣ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا رَاعٍ فِيْ غَنَمِهٖ عَدَا عَلَيْهِ الذِّئْبُ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِيْ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ الذِّئْبُ فَقَالَ مَنْ لَّهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَيْسَ لَهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عوف نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت ایک چرواہا اپنی بکریوں کے درمیان میں تھا اس (ریوڑ) پر ایک بھیڑیے نے حملہ کیا اور ان میں

رَاعٍ غَيْرِي وَبَيْنَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقَرَةً قَدْ حَمَلَ عَلَيْهَا فَالْتَفَتَتْ إِلَيْهِ فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَتْ إِنِّي لَمْ أُخْلَقْ لِهٰذَا وَلٰكِنِّي خُلِقْتُ لِلْحَرْثِ قَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أُوْمِنُ بِذٰلِكَ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

سے ایک بکری پکڑ لی' چرواہے نے اس بکری کو ڈھونڈ لیا' تو بھیڑیے نے چرواہے کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا: درندوں کے دن بکریوں کا محافظ کون ہوگا؟ جس دن میرے سوا ان کا کوئی چرانے والا نہیں ہوگا! اور جس دن ایک مرد ایک گائے کو ہنکا کر لے جا رہا تھا اور اس نے اس گائے پر سامان لاد دیا' گائے نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا' پس اس سے کلام کیا' اور کہا: میں اس لیے نہیں پیدا کی گئی بلکہ میں ہل چلانے کے لیے پیدا کی گئی ہوں۔ لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس پر ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٢٤' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حاضرین کو بھیڑیے اور گائے کے کلام کرنے کا واقعہ سنایا تو انہوں نے اس پر تعجب کیا اور کہا: سبحان اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اس واقعہ پر بغیر اظہار تعجب کے ایمان لائے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ جس مخلوق میں چاہے انسانوں کی طرح کلام پیدا فرما دے خواہ وہ حیوانات ہوں یا جمادات ہوں کیونکہ شجر و حجر نے بھی آپ کو دیکھ کر آپ پر سلام پڑھا ہے۔

٣٦٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي عَلٰى قَلِيْبٍ عَلَيْهَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ فَنَزَعَ بِهَا ذَنُوْبًا أَوْ ذَنُوْبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَّاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ ضَعْفَهُ ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَأَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِّنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ.

[اطراف الحدیث: ٧٠٢١-٧٠٢٢-٧٤٧٥] (صحیح مسلم: ٢٣٩٢' الرقم المسلسل: ٦٠٨٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از یونس از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابن المسیب نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کنویں کی منڈیر کے اوپر ایک ڈول ہے' میں نے اس ڈول کے ذریعہ سے جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا پانی نکالا' پھر اس ڈول کو ابوقحافہ کے بیٹے نے لے لیا' انہوں نے کنویں سے ایک ڈول یا دو ڈول پانی نکالا اور ان کے پانی نکالنے میں ضعف تھا اور اللہ تعالیٰ ان کے ضعف کی مغفرت فرمائے' پھر وہ بڑا ڈول ہوگیا' پس اس کو خطاب کے بیٹے نے پکڑ لیا' پس میں نے لوگوں میں عمر کی طرح غیر معمولی پانی نکالنے والا نہیں دیکھا حتیٰ کہ لوگ (اونٹوں کو پانی پلا کر) ان کے بیٹھنے کی جگہ لے گئے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر کنویں سے پانی نکالنے میں حضرت عمر پر سابق اور مقدم تھے' رہا یہ کہ ان کے پانی نکالنے میں ضعف تھا تو یہ ان کا نقص نہیں

ہے کیونکہ ان کی خلافت کا زمانہ کم تھا۔

٣٦٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ اَحَدَ شِقَّيْ ثَوْبِيْ يَسْتَرْخِيْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاهَدَ ذٰلِكَ مِنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ لَسْتَ تَصْنَعُ ذٰلِكَ خُيَلَاءَ قَالَ مُوْسٰى فَقُلْتُ لِسَالِمٍ اَذَكَرَ عَبْدُ اللّٰهِ مَنْ جَرَّ اِزَارَهُ قَالَ لَمْ اَسْمَعْهُ ذَكَرَ اِلَّا ثَوْبَهُ.

[اطراف الحدیث: ٥٧٨٣، ٥٧٨٤، ٥٧٩١، ٦٠٦٢] (صحیح مسلم: ٢٠٨٥، الرقم المسلسل: ٥٣٤٦، سنن ترمذی: ١٧٣١، سنن نسائی: ٥٣٢٦، سنن ابن ماجہ: ٣٥٦٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از سالم بن عبداللہ از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے کپڑے کو تکبر سے گھسیٹا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے کپڑے کا ایک پلو لٹک جاتا ہے ماسوا اس کے کہ میں اس کی حفاظت کروں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم یہ عمل تکبر سے نہیں کرتے۔ موسیٰ نے کہا: میں نے سالم سے پوچھا: کیا حضرت عبداللہ نے یہ ذکر کیا تھا کہ جس نے اپنے تہبند کو گھسیٹا' انہوں نے کہا: میں نے صرف یہ سنا ہے کہ انہوں نے کپڑے کا ذکر کیا تھا۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ تکبر سے کپڑا نہیں گھسیٹتے۔

تکبر پر قرآن مجید اور حدیث صحیح میں وعید اور تکبر کی تعریف

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

انسان کو تکبر نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ انسان کے تکبر کی مذمت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًاO (بنی اسرائیل: ٣٧)

اور زمین میں اکڑتے ہوئے نہ چلو بے شک تم ہرگز زمین کو چیر نہ سکو گے اور نہ پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ سکو گےO

اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کو ایک حقیر بوند سے پیدا کیا جو اگر کپڑے کو لگ جائے تو کپڑا نجس ہو جاتا ہے' وہ مسکین تھا' اللہ تعالیٰ نے اس کو عزت دے کر سر بلند کیا تو وہ مغرور ہو گیا اور اس نے یہ گمان کیا کہ وہ تمام مخلوقات سے افضل ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کو علم کے سمندر سے ایک قطرہ عطا کیا تو اس نے گمان کیا کہ وہ سب سے بڑا عالم ہے حالانکہ قرآن مجید میں پڑھتا ہے:

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًاO (بنی اسرائیل: ٨٥)

اور تم کو جتنا علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہےO

وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌO (یوسف: ٧٦)

اور ہر ہر تنا ہی علم والے کے اوپر (اس سے زیادہ) علم والا ہےO

انسان یہ بھول گیا کہ وہ جمادات اور اجرام فلکیہ کے مقابلہ میں ایک ذرہ سے بھی کم تر ہے اور اپنے جہل اور غرور کی وجہ سے وہ یہ سمجھتا ہے کہ جب وہ زمین پر چلے گا تو اپنے قدموں سے زمین کو پھاڑ ڈالے گا اور اپنا سر اس طرح بلند کرتا ہے گویا وہ پہاڑوں سے بھی سر بلند ہے۔ اگر انسان اپنی ابتداء اور انتہاء پر غور کر لیتا کہ اس کی ابتدا بھی مٹی ہے اور انتہا میں بھی وہ مٹی میں مل جائے گا تو تکبر سے وہ

اپنے کپڑوں کو نہ گھسیٹتا اور اپنے قد سے بڑے کپڑے نہ سلواتا۔

تکبر کرنے والوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے قارون کے حال سے عبرت پکڑنی چاہیے' اس کے خزانوں کی چابیاں اتنی زیادہ تھیں کہ گھوڑے ان کا بار نہیں اٹھا سکتے تھے' وہ تکبر میں آ کر اپنے منعم کو بھول گیا اور کہنے لگا کہ یہ خزانے تو میں نے صرف اپنے علم سے حاصل کیے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ○ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ○ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ○ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ○

(القصص:٨١-٧٨)

قارون نے کہا: یہ خزانہ تو مجھے صرف اپنے علم کی وجہ سے ملا ہے جو میرے پاس ہے' کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر دیا جو اس سے زیادہ شدید اور قوی تھیں اور اس سے زیادہ مال جمع کرنے والی تھیں' اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے متعلق (تحقیق کے لیے) سوال نہیں کیا جائے گا○ تو وہ اپنی زیب و زینت کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا' پس جو لوگ دنیاوی زندگی کے خواہش مند تھے وہ کہنے لگے: اے کاش! ہمارے پاس بھی اتنا (مال) ہوتا جتنا قارون کو دیا گیا ہے بے شک وہ بہت نصیب والا ہے○ اور جو لوگ علم والے تھے انہوں نے کہا: تم پر افسوس ہے اللہ کا ثواب بہت اچھا ہے اس کے لیے جو ایمان لایا اور اس نے نیک کام کیے اور یہ عمل صرف صبر کرنے والوں کو ملتا ہے○ سو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے پاس کوئی ایسا گروہ نہ تھا جو اللہ کے سوا اس کے عذاب سے بچانے میں اس کی مدد کرتا اور نہ ہی وہ خود اپنے آپ کو بچا سکا○

یہ تو تکبر کرنے والے قارون کا دنیاوی عذاب تھا اور آخرت میں متکبرین کو زیادہ شدید عذاب ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ ان پر غضب فرمائے گا' ان کی طرف نظر رحمت کرے گا نہ ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ان کو ان کے گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کو دردناک عذاب دے گا۔

جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سربلند کرتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت میں ذلیل و خوار کرتا ہے۔ (فتح المنعم ج ٨ ص ٣٤٠-٣٣٩' دار الشروق' القاہرہ' ١٤٢٩ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ موسیٰ شاہین لاشین نے تکبر کی مذمت میں صرف قرآن مجید کی آیات پیش کی ہیں حالانکہ تکبر کی مذمت میں احادیث بھی بہ کثرت وارد ہیں' ازاں جملہ یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا' ایک مرد نے کہا: بے شک مرد یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی اچھی ہو' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند فرماتا ہے' تکبر حق (بات) کا انکار کرنا ہے اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

(صحیح مسلم:٩١' سنن ابوداؤد:٤٠٩١' ٢٠٠٥' سنن ابن ماجہ:٤١٧٣)

اس حدیث میں تکبر پر وعید بھی ہے اور تکبر کی تعریف بھی ہے اور کپڑوں کو گھسیٹ کر چلنا چونکہ تکبر کی علامت ہے اس لیے اس سے احتراز لازم ہے' البتہ اگر نادانستہ طور پر کپڑا ڈھلک کر قدموں کے نیچے آ جائے تو حرج نہیں ہے جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔

٣٦٦٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِّنَ الْاَشْيَاءِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ دُعِيَ مِنْ اَبْوَابٍ يَّعْنِي الْجَنَّةَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصِّيَامِ وَبَابِ الرَّيَّانِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَّا عَلٰى هٰذَا الَّذِيْ يُدْعٰى مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ وَّقَالَ هَلْ يُدْعٰى مِنْهَا كُلِّهَا اَحَدٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ وَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ يَا اَبَابَكْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حمید بن عبدالرحمان بن عوف نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے اللہ کی راہ میں کسی چیز کا ایک جوڑا خرچ کیا اس کو جنت کے دروازوں میں سے بلایا جائے گا: اے اللہ کے بندہ! یہ خیر ہے' سو جو نمازیوں میں سے ہوگا اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا۔ اور جو مجاہدین سے ہوگا اس کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو اہل الصدقہ سے ہوگا اس کو باب الصیام اور باب الصدقہ سے بلایا جائے گا اور جو روزہ داروں سے ہوگا اس کو باب الریان سے بلایا جائے گا' حضرت ابوبکر نے کہا: اس شخص کو تو کوئی خوف نہیں ہوگا جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا! اور کہا: یارسول اللہ! کیا کوئی ایسا شخص ہے جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں ہے' اور اے ابوبکر! مجھے امید ہے کہ وہ شخص تم ہو گے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٨٩١' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس منفرد فضیلت کا ذکر ہے کہ ان کو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔

٣٦٦٧ - حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَاَبُوْ بَكْرٍ بِالسُّنْحِ قَالَ اِسْمٰعِيْلُ يَعْنِيْ بِالْعَالِيَةِ فَقَالَ عُمَرُ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَقَالَ عُمَرُ وَاللّٰهِ مَاكَانَ يَقَعُ فِيْ نَفْسِيْ اِلَّا ذَاكَ وَلَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ فَلَيُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَ رِجَالٍ وَّاَرْجُلَهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروۃ از عروۃ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مقام سنح میں تھے' اسماعیل نے کہا: یعنی موالی کے ایک گاؤں میں تھے' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت نہیں ہوئے' حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! میرے دل میں

فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ فَكَشَفَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلَهُ قَالَ بِاَبِىْ اَنْتَ وَاُمِّىْ طِبْتَ حَيًّا وَّمَيِّتًا وَّاللّٰهُ الَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَايُذِيْقُكَ اللّٰهُ الْمَوْتَتَيْنِ اَبَدًا ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ اَيُّهَا الْحَالِفُ عَلٰى رِسْلِكَ فَلَمَّا تَكَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ جَلَسَ عُمَرُ.

یہی بات آئی ہے اور ضرور اللہ تعالیٰ آپ کو اٹھائے گا' پس آپ مردوں کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ ڈالیں گے' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ آ گئے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا' پس آپ کو بوسہ دے کر کہا: آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں' آپ زندگی میں بھی پاکیزہ تھے اور وفات کے بعد بھی پاکیزہ ہیں' اور اللہ کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں آپ کی جان ہے' اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں کبھی نہیں چکھائے گا' پھر حضرت ابوبکر باہر آ گئے' پس (حضرت عمر سے) کہا: اے قسم کھانے والے! ذرا ٹھہرو' پس جب حضرت ابوبکر نے بات کرنی شروع کی تو حضرت عمر بیٹھ گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۱' میں گزر چکی ہے۔

٣٦٦٨ - **فَحَمِدَ** اللّٰهَ اَبُوْبَكْرٍ وَّاَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ اَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَىٌّ لَّايَمُوْتُ وَقَالَ ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَO﴾ (الزمر: ٣٠) وَقَالَ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّسَيَجْزِى اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَO﴾ (آل عمران: ١٤٤) قَالَ فَنَشَجَ النَّاسُ يَبْكُوْنَ قَالَ وَاجْتَمَعَتِ الْاَنْصَارُ اِلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فِىْ سَقِيْفَةِ بَنِىْ سَاعِدَةَ فَقَالُوْا مِنَّا اَمِيْرٌ وَّمِنْكُمْ اَمِيْرٌ فَذَهَبَ اِلَيْهِمْ اَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ وَّعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَذَهَبَ عُمَرُ يَتَكَلَّمُ فَاَسْكَتَهُ اَبُوْبَكْرٍ وَكَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ: وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتُّ بِذٰلِكَ اِلَّا اَنِّىْ قَدْ هَيَّاْتُ كَلَامًا قَدْ اَعْجَبَنِىْ خَشِيْتُ اَنْ لَّا يَبْلُغَهُ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ تَكَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ فَتَكَلَّمَ اَبْلَغَ النَّاسِ فَقَالَ فِىْ كَلَامِهٖ نَحْنُ الْاُمَرَاءُ وَاَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ فَقَالَ حُبَابُ بْنُ الْمُنْذِرِ لَا وَاللّٰهِ لَا نَفْعَلُ مِنَّا اَمِيْرٌ وَّمِنْكُمْ اَمِيْرٌ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ لَا وَلٰكِنَّا الْاُمَرَاءُ وَاَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ

پھر حضرت ابوبکر نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور کہا: سنو! جو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو بے شک (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور جو اللہ (عزوجل) کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اس کو موت نہیں آئے گی' اور یہ آیت پڑھی: بے شک آپ فوت ہونے والے ہیں اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیںO (الزمر: ٣٠) اور یہ آیت پڑھی: اور محمد (معبود نہیں) صرف رسول ہیں' ان سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں' تو کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے' اور جو الٹے پاؤں پھرے گا تو وہ اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچائے گا اور عنقریب اللہ شکر گزاروں کو (نیک) بدلہ عطا فرمائے گاO (آل عمران: ١٤٤) راوی نے کہا: پھر لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے' اور انصار بنو ساعدہ کے چبوترہ میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ کی طرف جمع ہو گئے' پس انہوں نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور دوسرا امیر تم میں سے ہوگا' پھر حضرت ابوبکر الصدیق اور حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم لوگوں کے پاس آئے۔ حضرت عمر بات کرنے لگے تو حضرت ابوبکر نے ان کو خاموش کرا دیا۔ حضرت عمر کہا کرتے تھے' اللہ کی قسم! میں نے صرف اس لیے بات کرنی چاہی تھی کہ میں نے پہلے سے ہی اس موقع کے لیے ایک تقریر تیار کر لی تھی جو مجھے بہت

هُمْ أَوْسَطُ الْعَرَبِ دَارًا وَّ أَعْرَبُهُمْ أَحْسَابًا فَبَايِعُوْا عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَوْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ فَقَالَ عُمَرُ بَلْ نُبَايِعُكَ أَنْتَ فَأَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَأَحَبُّنَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهٖ فَبَايَعَهُ وَبَايَعَهُ النَّاسُ فَقَالَ قَائِلٌ قَتَلْتُمْ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فَقَالَ عُمَرُ قَتَلَهُ اللّٰهُ.

پسند تھی' پھر بھی مجھے خدشہ تھا کہ وہ حضرت ابوبکر کے مقابلہ کی تقریر نہیں ہوگی' پھر حضرت ابوبکر نے انتہائی بلاغت کے ساتھ بات کرنی شروع کی۔ انہوں نے اپنے اثناء کلام میں کہا: ہم امراء ہیں اور تم وزراء ہو' تو حباب بن المنذر نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم اس طرح نہیں کریں گے' ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے ہوگا' پس حضرت ابوبکر نے کہا: نہیں! لیکن ہم امراء ہیں اور تم وزراء ہو۔ (اس کی وجہ یہ ہے کہ) قریش عرب میں عمدہ خاندانوں سے ہیں اور ان کا ملک سارے عرب کے وسط میں ہے' سو اب تم کو اختیار ہے کہ تم حضرت عمر سے بیعت کرلو یا حضرت ابوعبیدہ بن الجراح سے بیعت کرلو' حضرت عمر نے کہا: بلکہ ہم آپ سے بیعت کریں گے۔ آپ ہمارے سردار ہیں اور ہم سب سے افضل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آپ ہم سب سے زیادہ محبوب تھے' پس حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑا اور ان سے بیعت کی اور تمام لوگوں نے ان سے بیعت کرلی' پھر کسی کہنے والے نے کہا: تم نے تو حضرت سعد بن عبادہ کو مار ڈالا' حضرت عمر نے کہا: ان کو اللہ نے مار ڈالا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۲' میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو موتوں کی نفی کا محمل

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں کبھی نہیں چکھائے گا۔ حضرت ابوبکر نے اپنے اس قول سے حضرت عمر کے اس قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ کرے گا اور آپ ان لوگوں کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالیں گے جو آپ کو مردہ گمان کر رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رد کی تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ حضرت ابوبکر کی مراد یہ تھی کہ جس طرح عام مسلمانوں پر قبر میں سوال و جواب کے بعد موت طاری کر دی جاتی ہے اس طرح آپ پر قبر میں موت نہیں آئے گی حتیٰ کہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں ہوں گی۔ دنیا میں تو آپ پر موت آ چکی ہے' قبر میں آپ پر موت نہیں آئے گی (یعنی قبر مبارک میں آپ زندہ ہیں) یا اس کا معنی ہے کہ ایک موت آپ کے جسم پر آ چکی ہے دوسری موت آپ کی شریعت پر نہیں آئے گی یعنی آپ کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی' پھر حضرت عمر کے صراحةً رد کے لیے آپ نے آل عمران: ۱۴۴ کی تلاوت کی۔ (شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۳۰۵' مکتبۃ الطبری' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے متعلق اہل سنت کا موقف

اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہے: سنو! جو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو بے شک (سیدنا) محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے۔

حضرت ابوبکر کے اس ارشاد سے غیر مقلدین یہ ثابت کرتے ہیں کہ اب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ نہیں ہیں لیکن ان کا یہ قول باطل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک آن کے لیے موت آئی تھی' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیات عطا فرما دی اور آپ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔

سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ١٣٦٧ھ' الزمر: ٣٠ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کفار تو زندگی میں بھی مرے ہوئے ہیں اور انبیاء کی موت ایک آن کے لیے ہوتی ہے' پھر انہیں حیات عطا فرمائی جاتی ہے' اس پر بہت سی شرعی برھانیں قائم ہیں۔ (حاشیہ کنز الایمان: ص ٧٣٧' تاج کمپنی' لاہور)

مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ١٣٩١ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حقیقتاً ایک آن کے لیے نہ کہ ہمیشہ کے لیے' کیونکہ قرآن کریم شہداء کے بارہ میں فرماتا ہے: بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○ (بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے○)۔

خیال رہے کہ موت کی دو صورتیں ہیں: روح کا جسم سے الگ ہونا اور روح کا جسم میں تصرف چھوڑ دینا' پرورش ختم کر دینا۔ انبیاء کی موت پہلے معنی میں ہے یعنی روح کا جسم سے خروج اور عوام کی موت پہلے اور دوسرے دونوں معنوں میں ہے' لہٰذا نبی کی روح جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے' جس بنا پر ان کا دفن' کفن وغیرہ سب کچھ ہوتا ہے۔ مگر ان کی روح ان کے جسم کی پرورش کرتی رہتی ہے۔ اس لیے ان کے جسم گلتے نہیں اور زائرین کو پہچانتے ہیں' ان کا سلام سنتے ہیں' ان کی فریاد رسی اور مشکل کشائی کرتے ہیں۔

(حاشیہ کنز الایمان مسمّٰی بہ نور العرفان' ص ٧٣٦' دار الکتب اسلامیہ' گجرات)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر میں حیات اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الوفات کے متعلق احادیث

حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے تمام دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے' تم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت صلوٰۃ پڑھا کرو' کیونکہ تمہاری صلوٰۃ (درود شریف) مجھ پر پیش کی جاتی ہے' صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر ہماری صلوٰۃ کیسے پیش کی جائے گی حالانکہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کے کھانے کو حرام کر دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ١٠٤٧' سنن نسائی: ١٣٧٣' سنن ابن ماجہ: ١٠٨٥' مسند احمد ج ٤ ص ٨' سنن کبریٰ بیہقی ج ٣ ص ٢٤٩' المستدرک ج ٤ ص ٥٦٠' البدایہ والنہایہ ج ٤ ص ٢٥٨)

سنن ابن ماجہ اور البدایہ والنہایہ میں اس حدیث کے بعد یہ بھی مذکور ہے کہ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے۔

سعید بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ ایام حرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں تین دن تک اذان نہیں دی گئی اور نہ جماعت کھڑی ہوئی اور سعید بن المسیب مسجد سے نہیں نکلے اور انہیں نماز کے وقت کا صرف اس آواز سے پتا چلتا تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر سے آتی تھی۔

(سنن دارمی: ٩٤' مشکوٰۃ: 5951)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے' عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے' اس حال میں کہ وہ امام عادل ہوں گے' وہ ضرور صلیب کو توڑ دیں گے اور وہ ضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور وہ ضرور لڑنے والوں کے درمیان صلح کرائیں گے اور وہ ضرور کینہ اور بغض کو دور کریں گے' اور ضرور ان پر مال پیش کیا جائے گا' سو وہ اس کو قبول نہیں کریں گے' پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر پکاریں:

''یا محمد'' تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔

(مسند ابو یعلیٰ: ٦٥٨٤' المطالب العالیۃ للعسقلانی: ٤٧٥٧' اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج ٨ ص ٥)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی شب حضرت موسیٰ کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا' وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم: ٢٣٧٥' سنن نسائی: ١٦٣١' مسند ابو یعلیٰ: ٣٣٢٥' صحیح ابن حبان: ٥٠' حلیۃ الاولیاء ج ٦ ص ٢٥٣' مسند احمد ج ٣ ص ١٤٨' مسند احمد: ١٢٥٠٤' ج ١٩ ص ٤٨٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان جا رہے تھے' آپ نے پوچھا: یہ کون سی وادی ہے؟ صحابہ نے کہا: یہ وادی ازرق ہے۔ آپ نے فرمایا: گویا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں' پھر آپ نے ان کے رنگ اور بالوں کا ذکر کیا' آپ نے فرمایا: وہ اپنے کانوں میں انگلیاں دیئے ہوئے بلند آواز سے تلبیہ پڑھ رہے ہیں اور اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: پھر ہم ثنیہ پر آئے' آپ نے پوچھا: یہ کون سی گھاٹی ہے؟ صحابہ نے کہا: ھرشئی یا لفت' آپ نے فرمایا: گویا میں حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں وہ سرخ اونٹنی پر سوار ہیں ان پر اونی جبہ ہے' ان کی اونٹنی کی مہار کھجور کی چھال کی ہے اور وہ اس وادی سے تلبیہ پڑھتے ہوئے گزر رہے ہیں۔ (صحیح مسلم: ١٦٦' الرقم المسلسل: ٣١٠)

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمانوں میں حضرت آدم' حضرت ادریس' حضرت عیسیٰ' حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم صلوٰت اللہ علیہم اجمعین کو پایا۔ (صحیح مسلم: ١٦٣' صحیح بخاری: ٣٤٩' سنن نسائی: ٤٤٦' مسند ابو یعلیٰ: ٣٣٧٥' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٢ ص ٣٨٤-٣٨٢' شرح السنۃ: ٣٧٥٣' مسند احمد ج ٣ ص ١٤٨' طبع قدیم' مسند احمد: ١٢٥٠٥' ج ١٩ ص ٤٨٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہ اپنی قبروں میں مقید نہیں ہیں' جب چاہیں جہاں چاہیں اذن الٰہی سے جا سکتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے متعلق مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی کی صریح عبارت

نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ١٣٠٧ھ لکھتے ہیں:

قبر میں آپ کو ''ضغطه نهوا و كذالك الانبياء '' حالانکہ اس ضغطہ سے کوئی صالح وغیرہ سالم نہیں رہتا اور نہ سباع آپ کا جسد کھا سکتے ہیں'' و كذالك الانبياء '' اور کسی مضطر کو کھانا نبی کو جائز نہیں' اور آپ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں اندر اوسکے اذان واقامت کے ساتھ'' و كذالك الانبياء '' ولہذا یہ بات کہی ہے کہ آپ کی ازواج پر عدت نہیں ہے اور آپ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو صلاۃ مصلین آپ کو پہنچاتا ہے'' اللهم صل على سيدنا محمد و على آله و بارك وسلم '' اعمال امت کے آپ پر عرض کیے جاتے ہیں' آپ امت کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ (الشمامۃ العنبریۃ من مولد خیر البریۃ: ١٣٠٥)

٣٦٦٩ - وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَالِمٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ اَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ شَخَصَ بَصَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ فِي الرَّفِيقِ الْاَعْلٰى ثَلَاثًا وَقَصَّ الْحَدِيثَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَا كَانَتْ مِنْ خُطْبَتِهِمَا مِنْ

اور عبداللہ بن سالم نے کہا از الزبیدی' عبدالرحمان بن القاسم نے کہا: مجھے القاسم نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ (وفات سے پہلے) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نظر بلند کی' پھر تین مرتبہ فرمایا: (اے اللہ! مجھے) رفیق اعلیٰ میں (داخل فرما) اور قاسم نے پوری حدیث بیان کی' حضرت عائشہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر اور

خُطْبَةٍ إِلَّا نَفَعَ اللّٰهُ بِهَا لَقَدْ خَوَّفَ عُمَرُ النَّاسَ وَإِنَّ فِيهِمْ لَنِفَاقًا فَرَدَّهُمُ اللّٰهُ بِذٰلِكَ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں کے خطبوں میں سے جو بھی خطبہ تھا' اللہ تعالیٰ نے اس سے نفع پہنچایا' حضرت عمر نے لوگوں کو ڈرایا اور بے شک (بعض) لوگوں میں نفاق تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس خطبہ کے ذریعہ ان کو (افواہیں پھیلانے سے) باز رکھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۱' میں گزر چکی ہے۔

٣٦٧٠ - ثُمَّ لَقَدْ بَصَّرَ أَبُوْبَكْرٍ النَّاسَ الْهُدٰى وَعَرَّفَهُمُ الْحَقَّ الَّذِیْ عَلَيْهِمْ وَخَرَجُوْا بِهٖ يَتْلُوْنَ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ إِلٰى ﴿الشّٰكِرِيْنَ○﴾ (آل عمران: ١٤٤).

پھر یہ تحقیق ہے کہ حضرت ابوبکر نے لوگوں کو بصیرت سے ہدایت دی اور یہ بتایا کہ ان کے اوپر کیا حق ہے اور جب لوگ وہاں سے نکلے تو سب یہ آیت پڑھ رہے تھے: اور محمد (خدا نہیں ہیں) صرف رسول ہیں ان سے پہلے (دیگر) رسول گزر چکے ہیں' یہ آیت شاکرین تک پڑھی (آل عمران: ۱۴۴)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۲' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں پر اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تمام صحابہ پر فضیلت ہے کیونکہ تمام صحابہ نے ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔

ہم نے یہاں پر اس حدیث کی مختصر شرح کی ہے اور صحیح البخاری: ۱۲۴۱' میں اس حدیث کی بہت مفصل شرح کی ہے۔

(دیکھئے نعمۃ الباری ج ۳ ص ۳۹۷۔۳۸۶)

٣٦٧١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا جَامِعُ بْنُ أَبِیْ رَاشِدٍ حَدَّثَنَا أَبُوْيَعْلٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِیْ أَیُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُوْبَكْرٍ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ وَخَشِيْتُ أَنْ يَّقُوْلَ عُثْمَانُ قُلْتُ ثُمَّ أَنْتَ قَالَ مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ. (سنن ابوداؤد: ۴۶۲۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں جامع بن ابی راشد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابویعلیٰ نے حدیث بیان کی از محمد بن الحنفیہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' میں نے پوچھا: پھر کون ہے؟ انہوں نے کہا: پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں' مجھے یہ خوف ہوا کہ اب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے تو میں نے کہا: پھر آپ ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: میں تو مسلمانوں میں سے ایک مرد ہوں۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اور محمد بن حنفیہ کا مختصر تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

یہ باب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ہے اور اس حدیث میں حضرت علی کا یہ ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں اور پھر حضرت عمر ہیں' اس اعتبار سے یہ حدیث اس باب کے مطابق ہے۔

اس حدیث میں محمد بن حنفیہ کا ذکر ہے۔ ان کا نام ہے: محمد بن علی بن ابی طالب اور ان کی کنیت ابو القاسم ہے' ان کے نام میں ان کی ماں کی طرف نسبت مشہور ہے۔ یہ یمامہ کے قیدیوں میں سے تھیں' ان کا نام خولہ بنت جعفر ہے۔ ان کے پردادا کا نام دؤل بن حنفیہ ہے' اس لیے یہ حنفیہ کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ محمد بن حنفیہ اکیاسی (۸۱) ہجری میں فوت ہو گئے تھے' ان کی وفات رضوی میں ہوئی تھی' یہ مدینہ میں ایک پہاڑ ہے اور البقیع میں ان کو دفن کیا گیا۔

اہل سنت و جماعت کا حضرت علی اور حضرت عثمان کے درمیان افضلیت میں اختلاف

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے اپنے والد سے پوچھا: اے میرے والد! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ سنن دارقطنی میں یہ روایت زیادہ تفصیل سے ہے:

محمد بن علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا: اے میرے والد! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! کیا تم نہیں جانتے؟ میں نے عرض کیا: نہیں! اور مجھے یہ خوف تھا کہ کہیں آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہ لیں۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے حق کے اظہار سے کیوں خوف کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل تھے۔

حضرت علی نے فرمایا: میں تو مسلمانوں میں سے ایک مرد ہوں۔ حضرت علی کا یہ ارشاد کسر نفس اور تواضع پر مبنی ہے۔

اس مسئلہ میں اہل سنت و جماعت کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک حضرت علی' حضرت عثمان سے افضل ہیں اور اکثرین کے نزدیک حضرت عثمان' حضرت علی سے افضل ہیں۔ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۶۰۔۲۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے افضل الامت ہونے کے متعلق سنی اور شیعہ احادیث

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

وھب سوائی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں پوچھا: اس امت میں اس کے نبی کے بعد کون سب سے افضل ہے؟ میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا: نہیں! اس امت میں اس کے نبی کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں' پھر حضرت عمر ہیں اور ہم اس کو بعید نہیں سمجھتے کہ حضرت عمر کی زبان پر وحی کلام کرتی تھی۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۶' طبع قدیم' مسند احمد: ۸۳۴' ج ۲ ص ۲۰۰' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند قوی ہے۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو جحیفہ! کیا میں تم کو یہ خبر نہ دوں کہ اس امت میں اس کے نبی کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! اور میرا یہ گمان نہیں تھا کہ حضرت علی سے کوئی افضل ہوگا' حضرت علی نے فرمایا: اس امت کے نبی کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں اور حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر ہیں رضی اللہ عنہما اور ان کے بعد ایک تیسرے شخص ہیں اور آپ نے ان کا نام نہیں لیا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۶' طبع قدیم' مسند احمد: ۸۳۵' ج ۲ ص ۲۰۱' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ حضرت ابو جحیفہ بیان کرتے ہیں کہ اس امت کے نبی کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں اور حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر ہیں اور اگر میں تم کو تیسرے شخص کے بارے میں بتانا چاہوں تو بتا دوں گا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۶' طبع قدیم' مسند احمد: ۸۳۶' ج ۲ ص ۲۰۱' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اور شیعہ روایت یہ ہے:

ابوعبداللہ علیہ السلام نے کہا: ہمیں اور حدیث سنائیں تو انہوں نے بیان کیا: مجھے سفیان ثوری نے از محمد بن المنکدر یہ حدیث سنائی کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام کوفہ میں منبر پر بیٹھے ہوئے فرمار ہے تھے: اگر میرے پاس ایسا شخص لایا گیا جو مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر فضیلت دیتا ہو تو میں اس کو ایسی سزا دوں گا جو جھوٹے کو دی جاتی ہے۔ ابوعبداللہ علیہ السلام نے کہا: ہمیں اور حدیث سنائیں تو انہوں نے بیان کیا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از جعفر انہوں نے کہا کہ حضرت علی نے فرمایا: ابوبکر اور عمر سے محبت رکھنا ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔ (رجال الکشی ص ۳۳۸ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات کربلا)

٣٦٧٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ إِنْقَطَعَ عِقْدٌ لِّي فَأَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهِ وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَأَتَى النَّاسُ أَبَا بَكْرٍ فَقَالُوا أَلَا تَرٰى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِالنَّاسِ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَ أَبُوبَكْرٍ وَّرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلٰى فَخِذِي قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ قَالَتْ فَعَاتَبَنِي وَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّقُولَ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِي بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي فَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِي فَنَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَاءٍ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوا فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ فَوَجَدْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی سفر میں آپ کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ جب ہم مقام البیداء یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ڈھونڈنے کے لیے قیام کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ قیام کیا' وہ لوگ پانی کے پاس نہیں تھے اور نہ ان کے ساتھ پانی تھا تو لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ حضرت عائشہ نے کیا کام کیا ہے؟ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ٹھہرا لیا اور آپ کے ساتھ لوگوں کو اور یہ لوگ پانی کے پاس نہیں ہیں اور نہ ان لوگوں کے ساتھ پانی ہے' پس حضرت ابوبکر آئے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر میرے زانو پر رکھ کر سوئے ہوئے تھے' پس حضرت ابوبکر نے کہا: تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لوگوں کو ٹھہرا لیا اور وہ پانی کے پاس نہیں ہیں اور نہ ان کے پاس پانی ہے۔ حضرت عائشہ نے بتایا: پس حضرت ابوبکر مجھ پر ناراض ہوئے اور جو اللہ نے چاہا وہ انہوں نے کہا اور وہ اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں چٹکیاں لیتے رہے اور مجھے ہلنے سے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے زانو پر (سر رکھ کر) آرام کر رہے تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے حتیٰ کہ (لوگوں نے) بغیر پانی کے صبح کی' پس اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل کر دی' سو لوگوں نے تیمم کیا' پھر حضرت اسید بن الحضیر نے کہا: اے آل ابی بکر! یہ آپ کی پہلی برکت نہیں ہے' پس حضرت عائشہ نے کہا: پھر ہم نے

اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو ہم نے اس کے نیچے اس ہار کو پالیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۳۳۴ ' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا ذکر ہے کیونکہ حضرت اسید بن حضیر نے کہا: اے آل ابی بکر! یہ آپ کی پہلی برکت نہیں ہے، دراصل یہ فضیلت تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تھی کیونکہ ان کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی لیکن اولاد کی فضیلت دراصل باپ کی فضیلت ہوتی ہے اس لیے یہ حدیث حضرت ابوبکر کے فضائل میں ہے۔

٣٦٧٣ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِيْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَّا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ تَابَعَهٗ جَرِيْرٌ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوٗدَ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَمُحَاضِرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش، انہوں نے کہا: میں نے ذکوان سے سنا از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کو برا نہ کہو پس اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کر دے تو وہ ان کے خرچ کیے ہوئے ایک کلوگرام یا اس کے نصف کے برابر بھی نہیں ہوگا۔ جریر اور عبداللہ بن داؤد اور ابومعاویہ اور محاضر نے شعبہ کی متابعت کی ہے از الاعمش۔

(صحیح مسلم: ۲۵۴۱، الرقم المسلسل: ۶۳۸۳، سنن ابوداؤد: ۴۶۵۸، سنن ابن ماجہ: ۱۶۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۷۵۔ ۱۷۴، سنن ترمذی: ۳۸۶۱، مسند ابویعلیٰ: ۱۱۹۸، صحیح ابن حبان: ۷۲۵۵، شرح السنۃ: ۳۸۵۹، معجم الصغیر للطبرانی: ۹۸۲، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۰۷۹، ج ۱۷ ص ۱۳۸، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت

یہ حدیث خصوصیت کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نہیں ہے، بلکہ یہ حدیث تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں ہے کہ وہ اپنے غیر سے افضل ہیں، لہٰذا یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب یہ حدیث تمام صحابہ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے تو حضرت ابوبکر کی فضیلت پر اس حدیث کی دلالت زیادہ قوی اور زیادہ مؤکد ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر تمام صحابہ سے افضل ہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں، اس وجہ سے یہ حدیث باب کے مطابق ہے۔

صحابہ کی نیکیوں پر بعد کے مسلمانوں کی بہ نسبت اجر وثواب کا زیادہ ہونا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت خالد بن الولید اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہما کے درمیان کوئی مناقشہ تھا تو حضرت خالد نے ان کو برا کہا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کو برا نہ کہو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کر دے تو وہ ان کے خرچ کیے ہوئے ایک کلوگرام یا اس کے نصف کے برابر نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۴۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کا مورد خاص ہے لیکن اس کا حکم سب کے لیے عام ہے یعنی کوئی شخص میرے اصحاب کو برا نہ کہے خواہ وہ برا کہنے والا میرے اصحاب میں سے ہو یا بعد کے لوگوں میں سے ہو۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر کسی صحابی نے ایک کلوگرام کھجوریں صدقہ کی ہیں تو وہ بعد کے لوگوں کے احد پہاڑ کے برابر صدقہ کرنے سے افضل ہیں' اس حدیث کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى. (الحدید:١٠)

(اے مسلمانو!) تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور جہاد کیا ان کے برابر وہ لوگ نہیں ہیں جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور جہاد کیا' اِن سے اُن کا درجہ بہت بڑا ہے اور اللہ نے ان سب سے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور جہاد کرنا بہت ہمت اور جرأت کا کام تھا' اس وقت اسلام کے لیے اس خدمت کی بہت ضرورت تھی کیونکہ اس کے بعد تو مسلمانوں کی بہت کثرت ہوگئی تھی اور لوگ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہورہے تھے۔

اس آیت میں صحابہ کے خرچ کرنے کی فضیلت ہے کیونکہ انہوں نے اسلام کے لیے اپنا مال اس وقت خرچ کیا تھا جب مسلمانوں پر تنگی کا زمانہ تھا اور بعد کے لوگوں کا ایسا حال نہیں تھا' نیز وہ اپنے مال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت اور حمایت میں خرچ کرتے تھے اور بعد کے لوگوں کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی' اسی طرح ان کا جہاد اور ان کی دوسری عبادات ان کا خشوع' ان کی تواضع اور ان کا ایثار اور ان کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور معیت حاصل تھی بعد والوں کی کوئی عبادت اور کوئی نیکی اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔

صحابہ کو برا کہنے کی تحریم اور ان کی باہمی جنگوں میں ان کی مناسب تاویل کرنے کا لزوم

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

اس حدیث میں صحابہ کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ مسلمان کو گالی دینا اور اس پر لعنت کرنا گناہ کبیرہ ہے اور جتنے بڑے مرتبہ کے مسلمان کو گالی دی جائے گی اتنا زیادہ بڑا گناہ ہوگا' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک سب سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ کوئی مرد اپنے والدین کو گالی دے۔ آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! کوئی شخص اپنے والدین کو کیسے گالی دے گا؟ آپ نے فرمایا: کوئی مرد دوسرے مرد کے باپ کو گالی دے گا تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا اور اس کی ماں کو گالی دے گا۔

(صحیح البخاری: ٥٩٧٣' صحیح مسلم: ٩٠' سنن ابوداؤد: ٥١٤١)

اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین انبیاء اور رسل کے بعد روئے زمین پر سب سے افضل بشر ہیں اور ان کا قرن خیر القرون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ صحابہ کے درمیان جنگیں ہوں گی اور اختلافات ہوں گے اور بعد کے لوگ ان کی جنگوں اور اختلافات کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک فریق پر طعن کریں گے اور اس کی مذمت کریں گے اور اس پر لعنت کریں گے تو آپ نے اس کا سدباب کرنے کے لیے انہیں پہلے ہی صحابہ کو برا کہنے سے منع فرمادیا' سو بعد کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ صحابہ کے مشاجرات اور تنازعات میں نہ پڑیں اور ان میں سے کسی فریق کو برا نہ کہیں اور ان کی نیکیوں اور اسلام کے لیے ان کی خدمات کا ذکر کریں اور ان کی باہمی جنگوں میں ان کی مناسب تاویل کریں اور سوائے خیر کے ان کا ذکر نہ کریں۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحابہ کو گالی دینا حرام ہے اور فحش محرمات میں سے ہے کیونکہ ان کے درمیان جو جنگیں ہوئیں وہ ان میں مجتہد تھے اور تاویل کرتے تھے۔ قاضی عیاض نے کہا: ان میں سے کسی ایک صحابی کو بھی گالی دینا حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے' جس نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو کافر کہا وہ خود کافر ہو گیا' اسی طرح جس صحابی کے ایمان کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصریح کی یا اس کو جنت کی بشارت دی اس کو کافر کہنا بھی کفر ہے کیونکہ اس کو کافر کہنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کو مستلزم ہے۔

(فتح المنعم ج ۹ ص ۵۹۱۔۵۸۹ 'ملخصاً' دار الشروق القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

مشاجرات اور تنازعات صحابہ میں مصنف کا موقف

صحابہ کے درمیان دو مشہور جنگیں ہوئیں جنگ جمل' یہ جنگ حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوئی تھی اور جنگ صفین یہ جنگ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوئی تھی۔ جنگ جمل میں کوئی فریق خطاء پر نہیں تھا۔ حضرت القعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے دونوں فریقوں میں صلح ہو چکی تھی اور دونوں فریق جنگ نہ کرنے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے پر متفق ہو چکے تھے۔ علامہ عبد الرحمان بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں:

جب قاتلین عثمان کو یہ خبر ملی کہ فریقین میں صلح ہو گئی ہے تو انہوں نے یہ سازش کی کہ ان کا ایک فریق رات میں ان مسلمانوں پر حملہ کر دے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے تا کہ لوگ یہ گمان کریں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بدعہدی ہوئی ہے اور ان کا دوسرا فریق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں پر حملہ کر دے تا کہ وہ یہ گمان کریں کہ حضرت عائشہ کے ساتھیوں کی طرف سے بدعہدی ہوئی ہے' یوں اس غلط فہمی کی بنا پر فریقین میں جنگ چھڑ گئی اور جو نہ ہونا تھا وہ ہو گیا۔

(تاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۵۰۴۔۵۰۲ 'ملخصاً' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس جنگ میں بہ کثرت مسلمان شہید ہوئے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افسوس سے اس قدر روتی تھیں کہ آنسوؤں سے آپ کا دوپٹہ بھیگ جاتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے کہتے تھے: کاش! میں اس واقعہ سے پہلے مر جاتا اور بھولا بسرا ہو جاتا۔ (تاریخ طبری ج ۳ ص ۵۴۲ 'ملخصاً' مؤسسة الاعلمی للمطبوعات' بیروت)

* اس کی زیادہ تفصیل الاحزاب: ۳۳ کی تفسیر تبیان القرآن ج ۹ ص ۴۳۷۔۴۲۷ میں دیکھئے۔

صحابہ کرام میں دوسری جنگ' جنگ صفین ہوئی تھی جو حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوئی تھی۔ جمہور اہل اسلام کے نزدیک اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف صحیح تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اجتہادی خطاء لاحق ہوئی۔ ہمارا بھی یہی موقف ہے تاہم اس وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرنا اور ان کے فضائل میں کمی کرنا جائز نہیں کیونکہ ان کو بھی اس اجتہاد میں بہر حال ایک اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ سے عاقبت حسنیٰ یعنی جنت کا وعدہ فرما لیا ہے۔

روافض کی تکفیر کے متعلق مصنف کا موقف

اس باب کی حدیث کے برخلاف روافض تمام صحابہ کو برا کہتے ہیں' ان کو کافر اور مرتد قرار دیتے ہیں اور ان پر لعنت کرتے ہیں ان کے متعلق ہمارا موقف یہ ہے کہ جو لوگ قرآن مجید میں تحریف کا قول کریں یا ام المؤمنین طیبہ طاہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگائیں یا حضرت ابوبکر کے صحابی ہونے کا انکار کریں یا حضرت علی کی خدائی کے قائل ہوں یا ان کو انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دیں یا جو کسی امام کو معصوم کہیں اور اس کو نبی پر فضیلت دیں یا جو کہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد تین یا چار صحابہ کے سوا باقی تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے ان میں سے ہر ایک قول کرنے والے کا کفر قطعی اور یقینی ہے۔

اور جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر لعنت کرے یا ان کی خلافت کا انکار کرے اس کا کفر فقہی ہے کیونکہ شوافع اور حنابلہ ان کی تکفیر نہیں کرتے اور فقہاء احناف میں سے بھی ملا علی قاری اور علامہ شامی ان کی تکفیر نہیں کرتے اور علامہ ابن ہمام کو بھی اس میں تامل ہے اور جو لوگ حضرت علی کو خلفاء ثلاثہ پر فضیلت دیتے ہیں وہ اہل بدعت ہیں ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

تاہم امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں' ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے' ان کے ساتھ تو مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے۔

(ردالرفضۃ' ص ١٦' مشہور پریس' کراچی)

٣٦٧٤ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِيْنٍ اَبُوالْحَسَنِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ اَبِي نَمِرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُوْمُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ اَنَّهُ تَوَضَّاَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ خَرَجَ فَقُلْتُ لَاَلْزَمَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَاَكُوْنَنَّ مَعَهُ يَوْمِي هٰذَا قَالَ فَجَاءَ الْمَسْجِدَ فَسَاَلَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا خَرَجَ وَوَجَّهَ هٰهُنَا فَخَرَجْتُ عَلٰى اِثْرِهِ اَسْاَلُ عَنْهُ حَتّٰى دَخَلَ بِئْرَ اَرِيْسٍ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ وَبَابُهَا مِنْ جَرِيْدٍ حَتّٰى قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهُ فَتَوَضَّاَ فَقُمْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلٰى بِئْرِ اَرِيْسٍ وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ فَقُلْتُ لَاَكُوْنَنَّ بَوَّابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ فَدَفَعَ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اَبُوْبَكْرٍ يَسْتَاْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَاَقْبَلْتُ حَتّٰى قُلْتُ لِاَبِي بَكْرٍ اُدْخُلْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ فَجَلَسَ عَنْ يَمِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ فِي الْقُفِّ وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ كَمَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ وَقَدْ تَرَكْتُ اَخِي يَتَوَضَّاُ وَيَلْحَقُنِي فَقُلْتُ اِنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يُّرِيْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مسکین ابوالحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از شریک بن ابی نمر از سعید بن المسیب' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے اپنے گھر میں وضو کیا' پھر باہر نکلے' پس میں نے (دل میں) کہا کہ آج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لازم رہوں گا اور آج کا پورا دن آپ کے ساتھ گزاروں گا۔ انہوں نے بتایا کہ پھر وہ مسجد میں آئے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا تو لوگوں نے بتایا کہ آپ باہر نکل گئے اور آپ اس طرف گئے ہیں تو میں بھی آپ کے متعلق پوچھتا ہوا آپ کے پیچھے پیچھے نکلا حتیٰ کہ آپ اُریس نام کے کنویں پر گئے' پس میں دروازہ پر بیٹھ گیا اور اس کا دروازہ شاخوں کا بنا ہوا تھا' حتیٰ کہ رسول اللہ قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے' پس آپ نے وضو کیا' میں آپ کے پاس کھڑا ہو گیا' پس اس وقت آپ اریس کے کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ آپ نے اپنی پنڈلیاں کھولی ہوئی تھیں اور کنویں میں لٹکائی ہوئی تھیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور واپس جا کر دروازہ پر بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں کہا: میں آج ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان رہوں گا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے دروازہ کو دھکا دیا' میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا: ابوبکر ہے۔ میں نے کہا: آپ ٹھہریں' پھر میں (آپ کے پاس) گیا' پس میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ ابوبکر ہیں جو اجازت طلب کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: ان کو اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دو' پھر میں آیا حتیٰ کہ میں نے حضرت ابوبکر سے کہا: آپ داخل ہوں

أَخَاهُ يَأْتِ بِهِ فَإِذَا إِنْسَانٌ يُحَرِّكُ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ ثُمَّ جِئْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ هٰذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَجِئْتُ فَقُلْتُ ادْخُلْ وَبَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُفِّ عَنْ يَسَارِهِ وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ إِنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يَأْتِ بِهِ فَجَاءَ إِنْسَانٌ يُحَرِّكُ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ فَجِئْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُهُ فَجِئْتُهُ فَقُلْتُ لَهُ ادْخُلْ وَبَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُكَ فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقُفَّ قَدْ مُلِئَ فَجَلَسَ وُجَاهَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ قَالَ شَرِيْكٌ قَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فَأَوَّلْتُهَا قُبُوْرَهُمْ.

[اطراف الحدیث: ٣٦٩٣، ٣٦٩٥، ٦٢١٦، ٧٠٩٧، ٧٢٦٢]

(صحیح مسلم: ٢٤٠٣، الرقم المسلسل: ٦١٠٦، سنن ترمذی: ٣٧١٠، مصنف عبدالرزاق: ٢٠٤٠٢، صحیح ابن حبان: ٦٩١١، المعجم الکبیر: ٣٦٩٥، الادب المفرد: ١١٥١، دلائل النبوۃ ج٦ ص٣٨٨، اتحاف المھرۃ ج١٠ ص٢٥، حلیۃ الاولیاء ج١ ص٥٨، مسند احمد ج٤ ص٣٩٣، طبع قدیم، مسند احمد: ١٩٥٠٩، ج٣٢ ص٢٦٨، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو جنت کی بشارت دے رہے ہیں، پس حضرت ابوبکر داخل ہوئے، اور کنویں کی منڈیر پر آپ کی دائیں جانب بیٹھ گئے اور انہوں نے (بھی) اپنی ٹانگیں کنویں میں لٹکا لیں جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا لیا، پھر میں واپس جا کر (دروازہ پر) بیٹھ گیا اور میں اپنے بھائی کو وضو کرتا ہوا چھوڑ کر آیا تھا کہ وہ آ کر مجھ سے ملیں گے، پس میں نے (دل میں) کہا: اگر اللہ نے فلاں کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا ان کی مراد اپنا بھائی تھا تو وہ (اللہ عزوجل) اس کو لے آئے گا، پھر کسی انسان نے دروازہ ہلایا، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: یہ عمر بن الخطاب ہے۔ میں نے کہا: آپ ٹھہریئے، پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس میں نے آپ کو سلام کیا، پھر عرض کیا کہ یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں جو اجازت طلب کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا: ان کو اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دو، پس میں آیا اور میں نے ان سے کہا: آپ (باغ) کے اندر آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور کنویں کی منڈیر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنی ٹانگیں کنویں میں لٹکا دیں، میں لوٹا اور (دروازے پر) بیٹھ گیا، پھر میں نے دل میں کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو اس کو لے آئے گا۔ پھر کوئی انسان آیا اور اس نے دروازہ کو ہلایا میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ عثمان بن عفان ہے۔ میں نے کہا: آپ ٹھہریئے، پھر میں نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: ان کو اجازت دے دو اور ان کو جنت کی بشارت دو (اور کہو کہ) آپ کو مصائب پہنچیں گے، پس میں آیا اور میں نے ان سے کہا: آپ آیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے (اور بتایا ہے کہ) آپ کو مصائب پہنچیں گے (یا آپ کی آزمائش ہوگی)، پس حضرت عثمان داخل ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ منڈیر بھر چکی تھی پھر وہ منڈیر کی دوسری جانب آپ کے سامنے بیٹھ گئے، شریک نے بیان کیا کہ سعید بن مسیب نے کہا: میں اس کی تاویل ان کی قبروں

سے کرتا ہوں۔

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی فضیلت کی تصریح ہے اور چونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ کو جنت کی بشارت دی تھی اور وہ اس باغ کے کنویں کی منڈیر پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائیں جانب بیٹھے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر ان تینوں میں سب سے افضل ہیں اور یہی اس باب سے مقصود ہے کیونکہ یہ باب حضرت ابوبکر کے فضائل میں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مسکین بن نمیلہ الیمامی۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے اور یہ امام مسلم کے استاذ بھی ہیں۔ (۲) یحییٰ بن حسان بن حبان ابوزکریاء التنیسی' امام بخاری نے حسن بن عبدالعزیز سے حکایت کی ہے کہ یہ ۲۰۸ ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (۳) سلیمان بن بلال ابوایوب اور ابومحمد القرشی التیمی' یہ القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق کے آزاد کردہ غلام ہیں' یہ بربر تھے اور ۱۷۰ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (۴) شریک بن عبداللہ بن ابی نمر' ابوعبداللہ القرشی ان کو لیثی بھی کہا جاتا ہے' یہ ۱۴۰ھ میں فوت ہو گئے تھے اور یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔ (۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٦٣۔ ٢٦٢)

بیرِ اَرِیس کا معنیٰ' از خود دربان بننے کا جواز' سعید بن المسیب کی تاویل کی توجیہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت

اس حدیث میں اریس کا ذکر ہے' یہ قبا کے قریب مدینہ منورہ کا مشہور باغ ہے۔ اسی باغ کے کنویں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی انگلی سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی گر گئی تھی۔

علامہ کورانی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے اس انگوٹھی کو کنویں سے نکالنے کی بہت کوشش کی مگر وہ انگوٹھی نہیں مل سکی اور اسی کے بعد سے حضرت عثمان کے خلاف شورش اور ہنگامے شروع ہوئے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ۴۴۲)

حضرت ابوموسیٰ نے دل میں کہا: میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربان بنوں گا۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو اپنا دربان نہ بنائیں تو پھر بھی کسی کا از خود دربان بننا جائز ہے' مگر اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ درج ذیل حدیث اس کے خلاف ہے:

امام ترمذی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گیا' پس آپ انصار کے باغ (اریس) میں داخل ہو گئے۔ آپ نے قضاء و حاجت کے بعد مجھ سے فرمایا: اے ابوموسیٰ! اس دروازہ پر پہرہ دو' پس کوئی شخص میری اجازت کے بغیر میرے پاس نہ آئے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۱۰) سنن ترمذی کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری از خود دربان نہیں بنے تھے اور صحیح بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ از خود دربان بنے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابتداءً حضرت ابوموسیٰ اشعری کے دل میں از خود دربان بننے کا خیال آیا تھا اور بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دربان بننے کا حکم دیا۔

اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس کے معارض یہ حدیث ہے کہ کتاب الجنائز میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی دربان نہیں تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۲۸۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ کی مراد یہ ہے کہ آپ کے دائمی دربان نہیں تھے۔

حضرت ابوموسیٰ نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو وہ اس کو لے آئے گا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری کی یہ خواہش تھی کہ ان کے بھائی بھی اس باغ میں آئیں تا کہ وہ ان کے آنے کی اجازت طلب کرتے' پھر وہ جا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع دیتے تو شاید آپ ان کو بھی جنت کی بشارت دے دیتے اور یہ ان کے لیے بڑی فضیلت ہوتی مگر ایسا نہیں ہوا۔

حضرت عثمان کے متعلق فرمایا: ان کو جنت کی بشارت دو (اور ان سے کہو:) تم کو مصائب پہنچیں گے۔

ان مصائب سے مراد وہ واقعات ہیں جن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر میں شہید کر دیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان نے یہ سن کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور کہا: اللہ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۔ امام احمد کی روایت میں مذکور ہے: حضرت عثمان نے دعا کی: اے اللہ صبر عطا فرما' اے اللہ! صبر عطا فرما' اور پھر بیٹھ گئے۔

سعید بن المسیب نے کہا: میں اس واقعہ کی تاویل ان کی قبروں کے ساتھ کرتا ہوں۔

سعید بن المسیب کی تاویل کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تو اس باغ کے کنویں کی منڈیر پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' اسی طرح ان دونوں کی قبریں بھی آپ کی قبر مبارک کے ساتھ ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ منڈیر پر نہیں بیٹھے تھے بلکہ آپ کی منڈیر کے بالمقابل جو منڈیر تھی اس پر بیٹھے تھے' اسی طرح ان کی قبر بھی آپ کی قبر مبارک کے ساتھ نہیں ہے بلکہ البقیع میں آپ کی قبر بنائی گئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٦٤۔ ٢٦٢ 'ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایام فتنہ میں جو مصائب پہنچے تھے آپ نے تقریباً پچیس سال پہلے ان کی خبر دے دی اور آپ نے ان تین صحابہ کے جنتی ہونے کی جو خبر دی ہے اس میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے۔

٣٦٧٥ - **حَدَّثَنِیْ** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَّاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَقَالَ اثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَیْكَ نَبِیٌّ وَّصِدِّیْقٌ وَّشَهِیْدَانِ.

[اطراف الحدیث: ٣٦٨٦۔ ٣٦٩٩] (سنن ابوداؤد: ٤٦٥١' سنن ترمذی: ٣٦٩٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ انہوں نے بتایا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے انہیں حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ان کی وجہ سے لرزنے لگا تو آپ نے فرمایا: اے احد! پرسکون رہ (حرکت نہ کر) تجھ پر تو (اس وقت) نبی اور صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو صدیق فرمایا اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا حدیث مذکور میں مناقشہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں احد پہاڑ کا ذکر ہے' یہ مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے (یہ مدینہ منورہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے' اسی پہاڑ کے

نزدیک غزوہ احد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہوا تھا اور آپ کے سامنے کے چار دانت شہید ہوئے تھے۔ سعیدی غفرلہ) امام مسلم اور امام ابویعلیٰ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ان اصحاب کے ساتھ حراء پہاڑ پر چڑھے تھے تو وہ لرزنے لگا تھا' پس آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ پر سکون ہو جائے' اور امام بخاری کی روایت میں احد پہاڑ پر چڑھنے کا ذکر ہے۔ امام بخاری کی روایت زیادہ صحیح ہے اور اگر ان کا مخرج واحد نہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ متعدد واقعات ہیں یعنی ایک قصہ میں حراء پہاڑ پر چڑھنے کا ذکر ہے اور دوسرے میں احد پر چڑھنے کا ذکر ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۶۷۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ متعدد واقعات ہیں: کیونکہ امام احمد نے بریدہ کی سند سے لفظ حراء کی روایت کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور امام ابویعلیٰ نے حضرت سہل بن سعد کی سند سے اس کی لفظ احد کے ساتھ روایت کی ہے اور اس کی بھی سند صحیح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۶۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٦٧٦ - حَدَّثَنِی اَحْمَدُ بْنُ سَعِیْدٍ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِیْرٍ حَدَّثَنَا صَخْرٌ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَمَا اَنَا عَلٰی بِئْرٍ اَنْزِعُ مِنْهَا جَاءَنِیْ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ فَاَخَذَ اَبُوْبَكْرٍ الدَّلْوَ فَنَزَعَ ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَیْنِ وَفِیْ نَزْعِهٖ ضَعْفٌ وَاللّٰهُ یَغْفِرُ لَهٗ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ مِنْ یَدِ اَبِیْ بَكْرٍ فَاسْتَحَالَتْ فِیْ یَدِهٖ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِیًّا مِّنَ النَّاسِ یَفْرِیْ فَرِیَّهٗ فَنَزَعَ حَتّٰی ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ. قَالَ وَهْبٌ الْعَطَنُ مَبْرَكُ الْاِبِلِ یَقُوْلُ حَتّٰی رَوِیَتِ الْاِبِلُ فَاَنَاخَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن سعید ابوعبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں صخر نے حدیث بیان کی از نافع' انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں کنویں سے (پانی کے ڈول) نکال رہا تھا تو میرے پاس ابوبکر اور عمر آئے' پس ابوبکر نے ڈول لیا اور ایک یا دو ڈول (پانی) نکالا اور ان کے ڈول نکالنے میں کم زوری تھی اور اللہ ان کی مغفرت فرمائے' پھر اس ڈول کو ابن الخطاب نے ابوبکر کے ہاتھ سے لیا تو وہ ان کے ہاتھ میں بڑا ڈول بن گیا اور میں نے لوگوں میں ان کی طرح غیر معمولی کام کرنے والا نہیں دیکھا' انہوں نے پانی نکالا حتیٰ کہ لوگوں نے (اپنے اونٹوں کو پانی پلا کر) اونٹوں کو ان کی جگہ پر بٹھا دیا' وہب نے کہا: عطن کا معنی ہے' اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ' وہ یہ کہتے تھے: حتیٰ کہ اونٹ (پانی سے) سیر ہو گئے' پھر ان کو بٹھا دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۳۳' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے اور اس میں حضرت ابوبکر کا ذکر حضرت عمر اور دوسروں پر مقدم ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت ابوبکر تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

٣٦٧٧ - حَدَّثَنِی الْوَلِیْدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عِیْسٰی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے الولید بن صالح نے

بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي الْحُسَيْنِ الْمَكِّيُّ عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِنِّي لَوَاقِفٌ فِي قَوْمٍ فَدَعَوُا اللّٰهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ وُضِعَ عَلٰى سَرِيْرِهٖ اِذَا رَجُلٌ مِّنْ خَلْفِيْ قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهٗ عَلٰى مَنْكِبِيْ يَقُوْلُ رَحِمَكَ اللّٰهُ اِنْ كُنْتُ لَاَرْجُوْ اَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ لِاَنِّيْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُنْتُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ فَاِنْ كُنْتُ لَاَرْجُوْ اَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَهُمَا فَالْتَفَتُّ فَاِذَا هُوَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ.

[طرف الحدیث: ٣٦٨٥] (صحیح مسلم: ٢٣٨٩، الرقم المسلسل: ٦٠٨١، سنن ابن ماجہ: ٩٨)۔

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن سعید بن ابوالحسین المکی نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ میں لوگوں میں کھڑا ہوا تھا پس انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اس وقت ان کا جنازہ چارپائی پر رکھا ہوا تھا اتنے میں ایک شخص نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھی وہ یہ دعا کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے بے شک مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دونوں صاحبوں کے ساتھ رکھے گا کیونکہ میں کتنی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنتا تھا آپ فرماتے تھے: "میں تھا اور ابوبکر اور عمر اور میں نے اور ابوبکر اور عمر نے کیا اور میں اور ابوبکر اور عمر گئے۔" پس بے شک مجھے ضرور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان دونوں کے ساتھ رکھے گا پھر میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ ہر چند کہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں کی فضیلت کا ذکر ہے لیکن چونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر مقدم ہے اس لیے اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے افضل الصحابہ ہونے کی دلیل ہے نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے تھے اور ان کے لیے دعا و ثناء کرتے تھے اور ان کے افضل ہونے کے قائل تھے اور روافض جو اس کے خلاف کہتے ہیں وہ باطل ہے۔

٣٦٧٨ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ يَّحْيَى ابْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو عَنْ اَشَدِّ مَا صَنَعَ الْمُشْرِكُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ اَبِيْ مُعَيْطٍ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَوَضَعَ رِدَاءَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ فَخَنَقَهٗ بِهٖ خَنْقًا شَدِيْدًا فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ حَتّٰى دَفَعَهٗ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ﴿اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ (المؤمن: ٢٨).

[اطراف الحدیث: ٣٨٥٦ - ٤٨١٥] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن یزید الکوفی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی از الاوزاعی از یحییٰ بن ابی کثیر از محمد بن ابراہیم از عروہ بن الزبیر انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے بڑا ظلم کون سا کیا تھا انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے عقبہ بن ابی معیط نے آ کر اپنی چادر آپ کے گلے میں ڈال کر آپ کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا پس بہت شدت سے گلا گھونٹا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور اس کو دھکا دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کیا پھر یہ آیت پڑھی: کیا تم ایک مرد کو اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ یقیناً وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے چمکتی ہوئی نشانیاں لے کر آئے ہیں۔ (المؤمن: ٢٨)

اس حدیث میں عقبہ بن ابی معیط کا ذکر ہے' یہ غزوہ بدر میں مارا گیا تھا۔
اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ کی عظیم منقبت ہے کہ انہوں نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا جب کوئی اور آپ کا دفاع کرنے کے لیے موجود نہیں تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ کی وفات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:
الزبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تپ دق کے مرض میں فوت ہوئے تھے اور علامہ الواقدی نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ٹھنڈے پانی سے غسل کیا تھا' اس کی وجہ سے ان کو پندرہ دن بخار آیا تھا' ایک قول یہ ہے کہ یہودیوں نے ان کو زہر آلود کھانا کھلایا تھا جس کی وجہ سے ان کی وفات ہوگئی' وہ تریسٹھ سال کی زندگی گزار کر بائیس جمادی الثانیہ تیرہ ہجری کو فوت ہوئے' ان کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے برابر تھی۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۶۹' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)
(تاہم مشکوٰۃ کی ایک حدیث میں یہ مذکور ہے کہ غار ثور میں جو سیدنا ابوبکر کو سانپ نے ڈسا تھا اسی کے اثر سے ان کی موت واقع ہوئی۔ مشکوٰۃ: ۶۰۳۴' سعیدی غفرلہ)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات خیبر کی یہودی عورت کے زہر آلود گوشت کھلانے کی وجہ سے ہوئی تھی جس کا اثر اس وقت تو نہیں ہوا لیکن تین سال بعد اسی کے اثر سے آپ کے سر مبارک میں درد ہوا اور آپ کی وفات ہوگئی' اسی طرح حضرت ابوبکر کی وفات بھی یہودیوں کے زہر کھلانے کی وجہ سے ہوئی یا سانپ کے زہر کے اثر سے ہوئی اور یوں حضرت ابوبکر کی وفات کا سبب آپ کی وفات کے سبب کے مماثل ہوگیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ کے فضائل میں صحیح بخاری کے علاوہ دوسری کتب حدیث کی احادیث

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! میں ہر خلیل کی خلت سے بری ہوں' اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا' بے شک تمہارے پیغمبر اللہ کے خلیل ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے' لیکن ابوبکر میرے بھائی اور میرے صحابی ہیں۔ (صحیح مسلم: ۲۳۸۳' سنن ترمذی: ۳۶۷۵' سنن ابن ماجہ: ۹۳)
(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں فرمایا: تم میرے لیے اپنے والد ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ حتیٰ کہ میں ایک مکتوب لکھ دوں کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کوئی کہنے والا کہے گا کہ میں زیادہ مستحق ہوں اور اللہ اور مومنین ابوبکر کے غیر کا انکار کردیں گے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۸۷)
(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم میں سے کون آج صبح روزہ دار تھا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے کہا: میں' آپ نے پوچھا: تم میں سے کون آج جنازہ کے ساتھ گیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں' آپ نے پوچھا: تم میں سے آج کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے' آپ نے پوچھا: تم میں سے آج کس نے مریض کی عیادت کی ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں بھی یہ صفات مجتمع ہوں گی وہ جنتی ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۲۳۸۸)
(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ ہمارے سردار ہیں اور ہم سب سے افضل ہیں اور رسول اللہ کے نزدیک ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۶۵۶)

(۵) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلند درجے والوں کو نچلے درجے والے ایسے دیکھتے ہیں جیسے تم آسمان کے کنارے میں طلوع ہونے والے ستاروں کو دیکھتے ہو اور ابوبکر اور عمر ان میں سے ہیں اور بہت اونچے درجے کے ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۶۵۸ 'مسند احمد ج ۳ ص ۲۷)

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر کے سوا جس شخص نے بھی ہمارے ساتھ کوئی نیکی کی ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا' کیونکہ ابوبکر کی ہمارے پاس ایک نیکی ہے جس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دے گا اور مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۶۱ 'مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۳)

(۷) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کی اقتداء کرنا جو میرے بعد ہیں' ابوبکر اور عمر۔
(سنن ترمذی: ۳۶۶۲ 'سنن ابن ماجہ: ۹۷ 'مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۳)

(۸) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: میں از خود نہیں جانتا کہ میری بقاء تم میں کب تک ہے' پس تم میرے بعد ان کی اقتداء کرنا اور آپ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ فرمایا۔ (سنن ترمذی: ۳۶۶۳ 'مسند احمد ج ۵ ص ۳۹۹)

(۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا: یہ دونوں اولین اور آخرین میں سے جنت کے ادھیڑ عمر لوگوں کے سردار ہیں ماسوا نبیوں اور رسولوں کے۔
(سنن ترمذی: ۳۶۶۶ـ ۳۶۶۵ـ ۳۶۶۴ 'سنن ابن ماجہ: ۹۵)

(۱۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب میں سے مہاجرین اور انصار کی طرف نکلے' اور وہ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے' ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ ان میں سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے علاوہ کوئی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نظر نہیں اٹھاتا تھا' وہ دونوں آپ کی طرف دیکھتے تھے اور آپ ان کی طرف دیکھتے تھے' وہ آپ کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے اور آپ ان کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۶۸ 'مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۰)

(۱۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر نکلے اور مسجد میں داخل ہوئے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما میں سے ایک آپ کی دائیں طرف تھے اور دوسرے بائیں طرف تھے اور آپ ان دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: ہم اسی طرح قیامت کے دن مبعوث ہوں گے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۶۹)

(۱۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم میرے حوض پر بھی صاحب ہو اور غار میں بھی صاحب ہو۔ (سنن ترمذی: ۳۶۷۰)

(۱۳) حضرت عبداللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر فرمایا: یہ میری سماعت اور بصر ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۶۷۱)

(۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس قوم میں ابوبکر موجود ہوں اس قوم میں ابوبکر کے سوا کسی اور کا نماز پڑھانا جائز نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۷۳)

(۱۵) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا' اس دن اتفاق سے میرے پاس مال تھا' میں نے دل میں کہا: اگر میں کسی دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت کر سکتا ہوں تو آج سبقت کروں گا' پس میں

اپنا آدھا مال لے کر آیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا ہے؟ حضرت عمر نے کہا: میں نے ان کے لیے اتنا ہی مال باقی رکھا ہے' اور حضرت ابوبکر کے پاس جتنا مال تھا وہ سب لے کر آ گئے۔ آپ نے پوچھا: اے ابوبکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو باقی رکھا ہے۔ حضرت عمر نے کہا: تب میں نے دل میں کہا: میں حضرت ابوبکر پر کبھی بھی سبقت نہیں کر سکتا۔

(سنن ترمذی: ٣٦٧٥' سنن ابوداؤد: ١٦٧٨)

(١٦) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے دروازہ کے سوا (مسجد میں کھلنے والے) تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ (سنن ترمذی: ٣٦٧٨)

(١٧) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: تم دوزخ سے اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ ہو'اس دن سے ان کا نام عتیق (دوزخ سے آزاد کردہ) پڑ گیا۔ (سنن ترمذی: ٣٦٧٩)

(١٨) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے آسمان والوں میں سے دو وزیر ہوتے ہیں اور زمین والوں میں سے دو وزیر ہوتے ہیں' آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر حضرت جبریل اور حضرت میکائیل ہیں اور زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکر اور عمر ہیں۔ (سنن ترمذی: ٣٦٨٠)

(١٩) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی' پھر ابوبکر سے' پھر عمر سے' پھر میں اہل بقیع کے پاس آؤں گا' سو ان کا میرے ساتھ حشر کیا جائے گا' پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا' حتیٰ کہ میرا حرمین کے درمیان حشر کیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: ٣٦٩٢)

(٢٠) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل آئے' انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا' پھر انہوں نے مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہوگی' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میری خواہش ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا حتیٰ کہ میں اس دروازہ کی طرف دیکھتا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تم میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگے۔ (سنن ابوداؤد: ٤٦٥٢)

(٢١) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے سامنے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو وہ رونے لگے' اور کہا: میری خواہش ہے کہ میرے تمام (نیک) اعمال کے بدلہ میں حضرت ابوبکر کے ایک دن کا اور ان کی ایک رات کا عمل ہو جاتا۔ رہا رات کا عمل تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غار میں گئے جب وہ دونوں غار تک پہنچ گئے تو حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! آپ غار میں نہ داخل ہوں حتیٰ کہ آپ سے پہلے میں داخل ہو جاؤں' پس اگر اس میں کوئی ضرر ہو تو وہ آپ کے بجائے مجھے پہنچے' پس حضرت ابوبکر غار میں داخل ہوئے' پھر اس کو صاف کیا' پھر انہوں نے دیکھا کہ اس کی ایک جانب سوراخ ہے تو انہوں نے اپنے تہبند کو پھاڑ کر اس کے سوراخ کو بند کیا' اس میں دو سوراخ پھر بھی باقی رہ گئے' انہوں نے ان سوراخوں پر اپنے دونوں پیر رکھ دیئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: اب آپ آ جائیں۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار میں داخل ہو گئے اور آپ نے اپنا سر ان کی گود میں رکھ دیا' پھر اس سوراخ سے حضرت ابوبکر کے پیر میں ڈنک مارا گیا۔ حضرت ابوبکر ہلے بھی نہیں کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار نہ ہو جائیں' پس ان کا آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ پر گرا تو آپ نے پوچھا: اے ابوبکر! تم کو کیا ہوا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں' مجھے ڈنک مارا گیا ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک لگایا تو حضرت ابوبکر کا

ضرر جاتا رہا' پھران کا وقت کم ہوااور وہی زہران کی موت کا سبب ہوگیا' اور رہی ان کی دن کی نیکی تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات ہوگئی اور بعض عرب مرتد ہو گئے اور انہوں نے کہا: ہم زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے تو حضرت ابوبکر نے کہا: اگر یہ ایک رسی دینے سے بھی منع کریں تو میں ان کے خلاف جہاد کروں گا' پس میں نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلیفہ! لوگوں کے ساتھ نرمی کریں تو انہوں نے مجھ سے کہا: کیا تم جاہلیت میں سخت تھے اور اسلام میں کم زور ہو گئے ہو! بے شک وحی منقطع ہو چکی ہے اور دین مکمل ہو چکا ہے' کیا میرے زندہ ہوتے ہوئے دین میں کمی کی جائے گی! اس حدیث کی رزین نے روایت کی ہے۔

(مشکوٰۃ: ٦٠٣٤ الریاض النضرۃ ج ١ ص ١٠٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(٢٢) حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا: میں نے خواب دیکھا گویا ایک میزان آسمان سے اتری' پس آپ کو اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وزن کیا گیا تو آپ کا وزن زیادہ تھا' پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو وزن کیا گیا تو حضرت ابوبکر کا وزن زیادہ تھا' پھر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا وزن کیا گیا تو حضرت عمر کا وزن زیادہ تھا' پھر اس میزان کو اٹھا لیا گیا۔

(سنن ابوداؤد: ٤٦٣٤' سنن ترمذی: ٢٢٨٧' مسند احمد ج ٥ ص ٥٠)

(٢٣) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سر میری گود میں تھا کہ میں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا کسی شخص کی اتنی نیکیاں ہیں جتنے آسمان کے ستارے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! عمر کی نیکیاں ہیں۔ میں نے پوچھا: پھر حضرت ابوبکر کی نیکیاں کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا: عمر کی تمام نیکیاں ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کی مثل ہیں۔ اس حدیث کی رزین نے روایت کی ہے۔ (مشکوٰۃ: ٦٠٦٨)

(٢٤) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوپر چالیس ہزار خرچ کیے۔

(صحیح ابن حبان: ٦٨٥٩)

(٢٥) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے دودھ سے بھری ہوئی ایک کپی دی گئی' میں نے اس سے دودھ پیا حتیٰ کہ میں سیر ہوگیا' پس میں نے دیکھا کہ وہ دودھ میری رگوں میں میری کھال اور گوشت کے درمیان بہ رہا ہے' پھر میں نے اس میں سے دودھ بچایا اور میں نے وہ دودھ ابوبکر کو دے دیا۔ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ وہ علم تھا جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا تھا حتیٰ کہ آپ اس علم سے پُر ہو گئے' پس اس سے جو علم بچا وہ آپ نے حضرت ابوبکر کو دے دیا' آپ نے فرمایا: تم نے صحیح کہا۔ (صحیح ابن حبان: ٦٨٥٤)

(٢٦) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک مرد داخل ہوگا جس کو ہر گھر اور بالا خانہ والے مرحبا کہیں گے' حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! اس مرد کو تو اس دن کوئی نقصان نہیں ہوگا! آپ نے فرمایا: ہاں! وہ مرد تم ہو گے۔ (صحیح ابن حبان: ٦٨٦٧)

(٢٧) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر کی وفات کے دن میں ان کے پاس تھی' انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا؟ میں نے بتایا: تین کپڑوں میں' انہوں نے کہا: میں جو دو کپڑے پہنے ہوئے ہوں مجھے ان ہی دو کپڑوں میں کفن دے دینا اور ان کے بجائے ایک نیا کپڑا خرید لینا کیونکہ مردہ کی بہ نسبت زندہ کو نئے کپڑے کی زیادہ ضرورت ہے' کیونکہ یہ کپڑے تو پیپ سے لتھڑ جائیں گے۔ (صحیح ابن حبان: ٣٠٣٦) یہ حدیث ان کی انکسار اور ایثار پر دلیل ہے۔

(۲۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اللہ کی قسم! میں ایک دن اپنے گھر میں تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب صحن میں تھے اور میرے اور ان کے درمیان پردہ تھا۔ اچانک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو اس سے خوشی ہو کہ وہ اس شخص کو دیکھے جس کو دوزخ سے آزاد کر دیا گیا تو وہ ابوبکر کی طرف دیکھے۔ (مسند ابویعلیٰ: ۴۸۹۹)

(۲۹) حکیم بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ حلف اٹھا کر کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے حضرت ابوبکر کا نام صدیق نازل کیا ہے۔ (المعجم الکبیر: ۱۴)

(۳۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے آسمان دنیا کی طرف معراج کرائی گئی' میں جس آسمان سے بھی گزرا وہاں میرا نام تھا' محمد رسول اللہ اور میرے بعد ابوبکر صدیق کا نام تھا۔

(مسند ابویعلیٰ: ٦٦٠٧' اس حدیث کی سند ضعیف ہے مگر مناقب میں ضعاف معتبر ہوتی ہیں)

(۳۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج فرمایا: میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: ابوبکر آپ کی تصدیق کریں گے اور وہ صدیق ہیں۔

(مجمع الزوائد ج۹ ص ۴۱' دار الکتاب العربی' بیروت)

(۳۲) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ان سے آگے نہ چلو جو تم سے افضل ہیں' جن لوگوں پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے ان میں سب سے افضل ابوبکر ہیں۔ (مجمع الزوائد ج۹ ص ۴۴۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے مگر مناقب میں ضعاف معتبر ہوتی ہیں)

(۳۳) حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے مڑ کر دیکھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نظر نہیں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر' ابوبکر' بے شک روح القدس حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے ابھی خبر دی ہے کہ آپ کی امت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں۔

(مجمع الزوائد ج۹ ص ۴۴' اس حدیث کی سند ضعیف ہے' مگر مناقب میں ضعاف مقبول ہوتی ہیں)

(۳۴) حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وصال سے پانچ دن پہلے فرمایا: ہر نبی کا اس کی امت میں کوئی خلیل ہوتا ہے اور بے شک میرے خلیل ابوبکر بن ابی قحافہ ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے پیغمبر کو خلیل بنایا ہے۔ (المعجم الکبیر ج۱۹ ص ۴۱' اس حدیث کی سند میں علی بن یزید ضعیف ہے۔)

(۳۵) حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ کیا' صحابہ نے کہا: حضرت ابوبکر کی رائے صحیح ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو ابوبکر کا خطا پر ہونا ناپسند ہے۔

(مجمع الزوائد ج۹ ص ۴٦' اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں)

(۳٦) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے اس مرض میں بیٹھ کر نماز پڑھی جس میں آپ کی وفات ہوگئی تھی۔ (سنن ترمذی: ۳٦۲' مسند احمد ج٦ ص ۱۵۹)

(۳۷) امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی ہے' تو یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ آپ نے دوسری بار بھی

حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی ہو۔

(۳۸) موسیٰ بن عقبہ نے اپنی مغازی میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے پیر کے دن صبح کی نماز کی ایک رکعت پڑھائی اور یہ وہی دن ہے جس دن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تھی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طبیعت میں تخفیف محسوس کی تو آپ حجرہ سے نکلے اور حضرت ابوبکر کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور جب حضرت ابوبکر نے سلام پھیرا تو آپ نے کھڑے ہو کر ایک رکعت نماز پڑھی' پس ہوسکتا ہے کہ جس نے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے مرض میں حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی اس سے مراد یہی نماز ہو' رہی وہ نماز جس میں آپ کے مرض میں حضرت ابوبکر نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی تھی وہ ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز تھی۔ اس حدیث کو ہم نے حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے' پس ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۳' نشر السنۃ' ملتان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کی جو آخری نماز پڑھی وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی تھی اور آپ امت کو حضرت ابوبکر کی اقتداء میں چھوڑ کر دنیا سے گئے تھے۔

(۳۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز حضرت ابوبکر کے پیچھے بیٹھ کر پڑھی تھی' اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض زیادہ ہو گیا تو حضرت بلال آپ کو نماز کی اطلاع دینے آئے تو آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابوبکر نرم دل مرد ہیں اور جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو (قرآن) نہیں سنا سکیں گے' پس اگر آپ حضرت عمر کو فرما دیں' آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں نے حضرت حفصہ سے کہا: آپ کہیں کہ حضرت ابوبکر نرم دل مرد ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نہیں سنا سکیں گے' پس اگر آپ حضرت عمر کو فرما دیں' سو حضرت حفصہ نے اس طرح کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم ضرور حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتیں ہو' ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے بتایا: پھر صحابہ نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ وہ نماز پڑھائیں۔ جب حضرت ابوبکر نے نماز شروع کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض میں کمی محسوس کی' پس آپ دو مردوں کے سہارے سے کھڑے ہوئے۔ آپ اپنے پیروں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے چل رہے تھے' جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت ابوبکر نے آپ کی آہٹ محسوس کی' وہ پیچھے ہٹنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اشارے سے منع فرمایا: اپنی جگہ کھڑے رہو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضرت عائشہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ نماز میں حضرت ابوبکر کی اقتداء کر رہے تھے۔ (صحیح مسلم: ۴۱۸' الرقم المسلسل: ۸۲۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری بار جو حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی اس کی تفصیل درج ذیل حدیث میں ہے:

(۴۰) حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے ہاں ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے چلے گئے' پھر نماز کا وقت آ گیا تو مؤذن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو میں اقامت کہوں' حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! پس حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور لوگ نماز میں تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفوں کو چیرتے ہوئے آئے حتیٰ کہ پہلی صف میں کھڑے ہو گئے' لوگ ہاتھ پر ہاتھ مارنے لگے

حضرت ابوبکر نماز میں اِدھر اُدھر مڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔ جب لوگوں نے زیادہ ہاتھ بجائے تو حضرت ابوبکر مڑے' پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ برقرار رہیں۔ حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ کی اس پر حمد کی کہ آپ نے انہیں نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا ہے' پھر حضرت ابوبکر پچھلی صف میں برابر کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! جب میں نے تم کو نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا تھا تو تمہیں میرے حکم پر عمل کرنے سے کس چیز نے منع کیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے نماز پڑھائے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لوگوں سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ میں نے تمہیں اتنی زیادہ تالیاں بجاتے ہوئے دیکھا؟ جس کو نماز میں کوئی چیز پیش آ جائے تو وہ سبحان اللہ کہے کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو اس کی طرف مڑ کر دیکھا جائے گا۔ ہاتھ بجانا صرف عورتوں کے لیے جائز ہے۔

(صحیح مسلم: ٤٢١' الرقم المسلسل: ٨٣٥)

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تین مرتبہ حضرت ابوبکر کو امامت کا شرف عطا کیا ہے: (١) جب آپ بنو عمرو بن عوف کے ہاں صلح کرانے گئے۔ (٢) ایام علالت میں ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز میں۔ (٣) پیر کے دن صبح کی نماز میں آپ نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور ایام علالت میں حضرت ابوبکر نے سترہ نمازیں پڑھائیں اور آپ نے ان نمازوں کو مقرر رکھا اور تین مرتبہ آپ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی گویا حدیث قولی' حدیث تقریری اور حدیث فعلی ہر طرح سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت ثابت ہے۔

ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں جو احادیث ذکر کی ہیں ان کے علاوہ ان کی فضیلت میں اور بھی بہ کثرت احادیث ہیں لیکن ہم یہاں پر صرف چالیس احادیث ذکر کرنا چاہتے ہیں تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چالیس احادیث کی تبلیغ کرنے والے علماء اور فقہاء میں ہمارا بھی شمار ہو جائے اور تاکہ میں بھی قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا امیدوار ہو جاؤں۔

حضرت ابوبکر کے نام' لقب' ان کے اسلام' غار ثور میں رفاقت' ان کی خلافت اور وفات کا بیان

علامہ ابوعمر و یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر قرطبی مالکی متوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن ابی قحافہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: آپ کا نام زمانہ جاہلیت میں عبد الکعبہ تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کا نام عبد اللہ رکھا' آپ کے والد کا نام ابوقحافہ عثمان بن عامر القرشی التیمی ہے۔ آپ کی والدہ کا نام ام الخیر بنت صخر بن عامر ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو اس سفر ہجرت میں آپ کے اصحاب میں سے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے رفیق تھے اور غار میں آپ کے مونس اور غم گسار تھے اور ہجرت کے بعد غزوہ بدر میں آپ کے ساتھ تھے اور وہ مردوں میں سب سے پہلے شخص تھے جو آپ پر ایمان لائے اور وہ سب سے پہلے مرد ہیں جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی' حضرت ابوبکر کا لقب عتیق ہے' حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس کو اس سے خوشی ہو کہ وہ اس شخص کو دیکھے جس کو دوزخ سے آزاد کر دیا گیا ہے تو وہ اس کو دیکھے۔

(المستدرک ج ٣ ص ٦١' مجمع الزوائد ج ٩ ص ٤٤' کنز العمال: ٣٢٦١٧)

ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جتنے دن غار میں رہے اس کی مدت میں اختلاف ہے۔ مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر تین دن غار میں آپ کے ساتھ رہے۔ حدیث مرسل میں ہے کہ آپ دس دن سے زیادہ غار میں

رہے' مگر اکثر علماء نے مجاہد کے قول پر اعتماد کیا ہے۔

حضرت ابوبکر کا لقب صدیق اس لیے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بات بھی کہتے حضرت ابوبکر اس کی سب سے پہلے تصدیق کرتے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے واقعہ معراج کی تصدیق کی تو ان کو صدیق کہا گیا۔

عروہ نے کہا ہے کہ جب حضرت ابوبکر اسلام لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے' وہ انہوں نے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خرچ کر دیئے۔ حضرت ابوبکر نے سات ایسے غلاموں کو آزاد کیا جن کو اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا تھا' ان میں حضرت بلال اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما ہیں۔

الحسن البصری نے قیس بن عبادہ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی راتیں اور کئی دن بیمار رہے' جب اذان دی جاتی تو آپ فرماتے کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال کر گئے تو میں نے غور کیا کہ نماز اسلام کی علامت اور دین کا قوام ہے' لہٰذا ہم اپنی دنیا کے لیے اس شخص کی امامت پر راضی ہو گئے جس کی ہمارے دین میں امامت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی تھے' سو ہم نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی۔

حضرت ابوبکر کہتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ ہوں' اسی طرح ان کو خلیفۂ رسول اللہ کہا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی پہلے خلیفہ رسول اللہ کہا جاتا تھا' پھر انہوں نے امیر المؤمنین کا لقب اختیار کر لیا۔ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا' اُسی دن سقیفہ بنو ساعدہ میں حضرت ابوبکر کی بیعت خلافت کی گئی' پھر دوسرے دن منگل کے روز عام بیعت کی گئی' حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور خزرج کی ایک جماعت اور قریش کا ایک گروہ اس بیعت میں حاضر نہیں ہوا' پھر حضرت سعد کے علاوہ باقی لوگوں نے بیعت کر لی۔

ایک قول یہ ہے کہ قریش میں سے حضرت علی' حضرت زبیر' حضرت طلحہ اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہم نے بیعت نہیں کی' پھر بعد میں انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بیعت کی تھی' اس کے بعد وہ ہمیشہ حضرت ابوبکر کے احکام سنتے رہے اور ان کی اطاعت کرتے رہے اور ان کی تعریف اور تحسین کرتے رہے۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر دو سال تین ماہ اور بارہ دن خلافت کی زندگی گزار کر فوت ہو گئے' وہ بائیس جمادی الثانیہ تیرہ ہجری تھی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت طلحہ اور حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر ان کی قبر میں اترے' ان کو رات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں دفن کیا گیا' اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ان کی وفات کے وقت ان کی عمر تریسٹھ (٦٣) سال تھی اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر تھی۔

(الاستیعاب ج ٣ ص ١٠١۔٩١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک سو بیالیس (١٤٢) احادیث مروی ہیں جن میں سے امام بخاری اور امام مسلم چھ حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری گیارہ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصة تذهيب تهذيب الكمال ج ٢ ص ٩٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

٦ - بَابُ مَنَاقِبِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَبِي حَفْصٍ الْقُرَشِيِّ الْعَدَوِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت عمر بن الخطاب ابو حفص القرشی العدوی رضی اللہ عنہ کے مناقب

حضرت عمر کے والد کا نام خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ تھا اور ان کی والدہ کا نام ختیمہ یا خیثمہ تھا۔ یہ ہاشم بن المغیرہ کی بیٹی تھیں۔ نبی ﷺ نے حضرت عمر کی کنیت ابوحفص رکھی تھی' ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ان کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ ان کا لقب بالاتفاق فاروق ہے۔ امام ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عمر کو یہ لقب رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا اور بغوی کی روایت ہے کہ حضرت جبریل نے ان کو یہ لقب دیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٦٧)

٣٦٧٩ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ الْمَاجِشُوْنَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُنِيْ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا اَنَا بِالرُّمَيْصَاءِ امْرَاَةِ اَبِيْ طَلْحَةَ وَسَمِعْتُ خَشْفَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ هٰذَا بِلَالٌ وَّرَاَيْتُ قَصْرًا بِفِنَائِهٖ جَارِيَةٌ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا فَقَالَ لِعُمَرَ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَدْخُلَهٗ فَاَنْظُرُ اِلَيْهِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ فَقَالَ عُمَرُ بِاَبِيْ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعَلَيْكَ اَغَارُ. [اطراف الحدیث: ٥٢٢٦-٧٠٢٤] (صحیح مسلم: ٢٣٩٤' الرقم المسلسل: ٦٠٩٢' السنن الکبریٰ للنسائی: ٨١٢٥' مسند ابویعلیٰ: ٢٠١٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٢٨' مسند الحمیدی: ١٢٣٥' مسند احمد ج ٣ ص ٣٠٩' طبع قدیم' مسند احمد: ١٤٣٢١' ج ٢٢ ص ٢٢٣' مؤسسة الرسالة' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز الماجشون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المنکدر نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں خواب میں جنت میں داخل ہوا' وہاں میں نے ابوطلحہ کی بیوی الرمیصاء کو دیکھا' اور میں نے (چلنے کی) آہٹ سنی میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو (حضرت جبریل نے) کہا: یہ بلال ہیں اور میں نے ایک محل دیکھا اس کے صحن میں ایک کنیز تھی' میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ تو (حضرت جبریل نے) کہا: یہ حضرت عمر کا محل ہے۔ میں نے اس کو دیکھنے کے لیے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو مجھے تمہاری غیرت یاد آئی تو حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میری ماں اور باپ فدا ہوں' کیا میں آپ پر غیرت کروں گا!

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت' رُمَیصَاء کا معنی اور مصداق اور غیرت کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مناقب اور حدیث مذکور اس باب کے اس وجہ سے مناسب ہے کہ اس باب میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے خواب میں حضرت عمر کا جنت میں محل دیکھا۔

اس حدیث میں رمیصاء کا ذکر ہے' یہ رَمصاء کی تصغیر ہے اور وہ اَرمَص کی مونث ہے' ان کا نام سھلہ بنت ملحان ہے اور ان کی کنیت ام سلیم ہے' یہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ رمص کا معنی آنکھ کا میل ہے' ان کی آنکھ میں میل رہتا تھا اس لیے ان کا لقب رمیصاء ہو گیا۔

اس حدیث میں خشفہ کا ذکر ہے: معمولی سی آواز یا آہٹ کو خشفہ کہتے ہیں۔

یہ بلال ہیں: اس قول کے قائل بھی حضرت بلال ہیں یا کوئی فرشتہ ہے یا خود حضرت جبریل ہیں۔

یہ حضرت عمر کا محل ہے: اس قول کے قائل بھی حضرت جبریل ہیں یا فرشتوں کی جماعت ہے۔

کیا میں آپ پر غیرت کروں گا! غیرت کا معنی ہے: کسی چیز سے اتنی زیادہ محبت کرنا حتیٰ کہ اس میں دوسرے کی شرکت ناگوار ہو۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٦٨-٢٦٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نسب اس طرح ہے: عمر بن الخطاب بن نفیل العدوی بن عدی بن کعب بن لؤی۔ کعب بن لؤی میں حضرت عمر کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے۔ حضرت عمر ہاتھیوں کے واقعہ کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے تھے' اور انچاس (۴۹) مردوں اور گیارہ عورتوں کے ایمان لانے کے بعد ایمان لائے تھے۔ (علامہ زرھونی نے لکھا ہے کہ چالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کے اسلام لانے کے بعد نبوت کے چھٹے سال میں اسلام لائے تھے' انہوں نے پانچ سوسینتیس (۵۳۷) احادیث روایت کی ہیں' صحیحین میں ان کی اکتیس (۳۱) احادیث ہیں۔ (الفجر الساطع ج۹ ص ۳۳)

علامہ کورانی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اسلام لانے کی دعا کی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی تھی: اے اللہ! ابوجہل یا عمر بن الخطاب ان دو مردوں میں سے جو تجھے محبوب ہو اس سے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔ حضرت ابن عمر نے کہا: ان دونوں میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کو محبوب تھے۔

(سنن ترمذی: ۳۶۸۱' مسند احمد ج ۲ ص ۹۵' المستدرک ج ۳ ص ۸۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اسلام کو عمر بن الخطاب سے غلبہ عطا فرما۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۰۵' المعجم الکبیر: ۱۴۲۸)

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور کرم سے حضرت عمر کی مساعی کو مشکور فرمایا اور وہ تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں شہید ہوگئے۔

(الکوثر الجاری ج ۶ ص ۴۴۶۔۴۴۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل اور خصائص

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہیں' ان کے فضائل اور مناقب بہت زیادہ ہیں۔ حضرت عمر کی بہت بڑی فضیلت یہ ہے کہ انہوں نے سقیفہ بنو ساعدہ میں خلافت کی بحث ختم کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے ہم آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرتے ہیں' پھر صحابہ پے در پے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے' حضرت عمر اپنی خلافت میں سب سے زیادہ دنیا سے بے رغبتی کرتے تھے اور سب سے زیادہ عدل و انصاف کرتے تھے۔

حضرت عمر جب اسلام لائے تو چالیس مرد مسلمانوں کا عدد مکمل ہوگیا۔ (اس عدد میں اختلاف ہے۔ سعیدی غفرلہ) ان کا اسلام لانا ایک فرد کا اسلام نہیں تھا بلکہ ایک امت کا اسلام تھا۔ اسلام ان کی تمنا کرتا تھا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا سے ظاہر ہوتا ہے جو آپ نے ان کے اسلام لانے کے لیے کی تھی' تمام صحابہ اسلام کے طالب تھے اور حضرت عمر اسلام کے مطلوب تھے۔ ان کے اسلام قبول کرنے سے اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔ پہلے مسلمان چھپ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے' ان کے اسلام لانے کے بعد مسلمان علی الاعلان اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے' پہلے مسلمان صنادید قریش سے اپنے اسلام کو چھپاتے تھے' جب حضرت عمر اسلام لے آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ! آیا ہم حق پر ہیں یا باطل پر ہیں' آپ نے فرمایا: ہم حق پر ہیں۔ حضرت عمر نے کہا: پھر ہم اپنے دین کو کیوں چھپائیں حالانکہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے' پہلے میں جس کفر کی مجلس میں بیٹھتا تھا اب میں اسی مجلس میں بیٹھ کر اپنے اسلام لانے کو ظاہر کروں گا۔ وہ مسلمان صحابہ کو اپنی بہن کے گھر

سے لے کر کعبہ میں گئے' کفار ان کو دیکھ رہے تھے اور انہیں کوئی اعتراض کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اسی روز سے ان کو فاروق کا لقب دیا گیا کیوں کہ ان کے اسلام لانے کے بعد مسلمان چھپ کر دین پر عمل کرنے کی بجائے کھل کر اسلام کا اظہار کرنے لگے۔

حضرت عمر کی رائے کے موافق متعدد آیات اور اسلام کے احکام نازل ہوئے۔ حضرت عمر نے کہا: کاش! ہم مقام ابراہیم کو اپنی نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں تو یہ آیت نازل ہوگئی:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى. (البقرۃ:١٢٥) اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔

اسی طرح حضرت عمر نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیں کیونکہ آپ کے پاس نیک اور بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں تو پردہ کے احکام نازل ہوگئے' اسی طرح شراب کی تحریم کی آیات بھی حضرت عمر کی رائے کے موافق نازل ہوئیں۔

حضرت عمر کی زبان پر حق جاری ہوتا تھا' ان کا رعب اس قدر تھا کہ شیطان ان کو دیکھ کر راستہ بدل دیتا تھا۔ رضی اللہ عنہ و ارضاہ عنا. (فتح المنعم ج٩ ص٣٠٠-٢٩٩' دار الشروق' القاہرہ' ١٤٢٠ھ)

٣٦٨٠ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِىْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ قَالَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُنِىْ فِى الْجَنَّةِ فَاِذَا امْرَاَةٌ تَتَوَضَّاُ اِلٰى جَانِبِ قَصْرٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ فَقَالُوْا لِعُمَرَ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهٗ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا فَبَكٰى وَقَالَ اَعَلَيْكَ اَغَارُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جس وقت ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا میں نے (خواب میں) اپنے آپ کو جنت میں دیکھا تو وہاں ایک عورت ایک محل کی جانب میں وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ تو مجھے (فرشتوں نے) بتایا: یہ حضرت عمر کا محل ہے' پس مجھے ان کی غیرت یاد آئی تو میں پیٹھ موڑ کر چل دیا' پس حضرت عمر رونے لگے اور کہا: یارسول اللہ! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا!

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٢٤٢' میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خواب میں ان کا محل دکھایا گیا اور یوں یہ حدیث باب کے موافق ہے۔

حافظ ابن حجر اور علامہ خطابی کا جنت میں وضو کو مستبعد قرار دینا اور علامہ موسیٰ شاہین کا اس وضو کو لغوی وضو قرار دینا

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جنت میں محل کی ایک جانب ایک عورت وضو کر رہی تھی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ خطابی نے جنت میں وضو کرنے کو مستبعد قرار دیا ہے کیونکہ جنت دار تکلیف نہیں ہے۔ علامہ موسیٰ شاہین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں وضو کرنے کا

معنی شرعی مراد نہیں ہے بلکہ لغوی معنی مراد ہے یعنی وہ عورت پانی سے اپنے اعضاء وضو کو چمکا رہی تھی۔

(فتح المنعم ج ٩ ص ٣٠٣، دار الشروق القاہرہ، ١٤٢٩ھ)

مصنف کی تحقیق کہ جنت میں عبادات اسقاط تکلیف کے لیے نہیں بلکہ حصول لذت کے لیے ہیں

میں کہتا ہوں کہ اس توجیہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ دنیا میں عبادات کو بہ طور تکلیف ادا کیا جاتا ہے یعنی اگر مکلفین ان عبادات کو ادا نہیں کریں گے تو وہ سزا کے مستحق ہوں گے لیکن صالحین اس دنیا سے منتقل ہونے کے بعد بھی ان عبادات کو ادا کرتے ہیں کیونکہ ان عبادات کے ادا کرنے سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا وہ اس نماز کے مکلف نہیں تھے، وہ حصول لذت کے لیے نماز پڑھ رہے تھے۔ صالحین کو جنت میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے جو لذت حاصل ہوگی وہ لذت حور و قصور سے حاصل نہیں ہوگی، سو اس عورت کا وضو کرنا بھی اس صورت پر محمول ہے، لہٰذا نہ یہ مستبعد ہے اور نہ اس کو لغوی وضو پر محمول کرنے کی ضرورت ہے۔

٣٦٨١ - **حَدَّثَنِیْ** مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ اَبُوْ جَعْفَرٍ الْكُوْفِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ حَمْزَةُ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ شَرِبْتُ يَعْنِي اللَّبَنَ حَتّٰى اَنْظُرَ اِلَى الرِّيِّ يَجْرِیْ فِیْ ظُفُرِیْ اَوْ فِیْ اَظْفَارِیْ ثُمَّ نَاوَلْتُ عُمَرَ فَقَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلْعِلْمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن الصلت ابوجعفر الکوفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے حدیث بیان کی از یونس از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے حمزہ نے خبر دی از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے (خواب میں) دودھ پیا حتیٰ کہ میں دیکھ رہا تھا کہ (دودھ سے) سیری میرے ناخن سے یا (فرمایا:) میرے ناخنوں سے بہ رہی تھی پھر میں نے (بقیہ دودھ) عمر کو دے دیا، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر کی ہے، آپ نے فرمایا: علم۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٨٢، میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ ان کا علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم سے مستفاد ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ کی علم سے اس لیے تعبیر فرمائی ہے کہ دودھ بدن کی غذا ہے اور علم روح کی غذا ہے اور دودھ اور علم دونوں میں بہت زیادہ نفع ہے اور خیر کثیر ہے۔

٣٦٨٢ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ سَالِمٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُرِيْتُ فِي الْمَنَامِ اِنِّیْ اَنْزِعُ بِدَلْوِ بَكْرَةٍ عَلٰى قَلِيْبٍ فَجَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ نَزْعًا ضَعِيْفًا وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا يَفْرِیْ فَرِيَّهُ حَتّٰى رَوِيَ النَّاسُ وَضَرَبُوْا بِعَطَنٍ قَالَ ابْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن بشر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن سالم نے حدیث بیان کی از سالم از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ میں کنویں سے ایک ڈول کھینچ رہا ہوں جو لکڑی کی چرخی پر لگا ہوا ہے، پھر ابوبکر آئے اور انہوں نے ایک ڈول یا دو ڈول کھینچے اور ان کے کھینچنے میں ضعف تھا اور اللہ تعالیٰ ان

جُبَیْرٍ الْعَبْقَرِیُّ عِتَاقُ الزَّرَابِیِّ وَقَالَ یَحْیَی الزَّرَابِیُّ الطَّنَافِسُ لَهَا خَمْلٌ رَقِیقٌ ﴿مَبْثُوثَةٌ﴾ (الغاشیۃ:١٦) كَثِیرَةٌ.

کی مغفرت فرمائے' پھر عمر بن الخطاب آئے اور (ان کے ہاتھ میں) وہ بہت بڑا ڈول ہوگیا اور میں نے ان کی مثل غیر معمولی کام کرنے والا نہیں دیکھا حتیٰ کہ انہوں نے تمام لوگوں کو سیراب کر دیا اور وہ اونٹوں کو (پانی پلا کر) ان کے ٹھکانوں پر لے گئے۔ ابن جبیر نے کہا: عبقری کا معنی ہے: بہت عمدہ چادریں اور یحییٰ نے کہا: ''الزرابی'' ان چادروں کو کہتے ہیں جن کے کنارے بہت باریک اور بہت پھیلے ہوئے ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٣٢' میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ان کی یہ فضیلت ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو عبقری فرمایا ہے اور عبقری اس شخص کو کہتے ہیں جو حیرت انگیز کارنامے انجام دیتا ہو اور اس کی مہارت بے مثل ہو اور وہ یگانہ روزگار ہو۔

٣٦٨٣- حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا یَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِیمَ قَالَ حَدَّثَنِی أَبِی عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِی عَبْدُ الْحَمِیدِ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ قَالَ حَدَّثَنِی عَبْدُ الْعَزِیزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِیمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِیدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَیْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِی وَقَّاصٍ عَنْ أَبِیهِ قَالَ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ نِسْوَةٌ مِنْ قُرَیْشٍ یُكَلِّمْنَهُ وَیَسْتَكْثِرْنَهُ عَالِیَةً أَصْوَاتُهُنَّ عَلٰی صَوْتِهِ فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قُمْنَ فَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَأَذِنَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عُمَرُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَضْحَكُ فَقَالَ عُمَرُ أَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَجِبْتُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اللَّاتِی كُنَّ عِنْدِی فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ فَقَالَ عُمَرُ فَأَنْتَ أَحَقُّ أَنْ یَهَبْنَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ یَا عَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ أَتَهَبْنَنِی وَلَا تَهَبْنَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَ نَعَمْ أَنْتَ أَفَظُّ وَأَغْلَظُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبدالحمید نے خبر دی کہ ان کو محمد بن سعد نے خبر دی کہ ان کے والد نے کہا: مجھے عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب از عبدالحمید بن عبدالرحمان بن زید از محمد بن سعد بن ابی وقاص از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے (آنے کی) اجازت طلب کی۔ اس وقت آپ کے پاس قریش کی خواتین تھیں جو آپ سے باتیں کر رہی تھیں اور آپ سے زیادہ خرچ طلب کر رہی تھیں' ان کی آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند ہو رہی تھی' پس جب حضرت عمر بن الخطاب نے اجازت طلب کی تو وہ (ازواج مطہرات) جلدی سے کھڑی ہو کر حجاب میں چلی گئیں' رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر کو اجازت دی تو وہ اندر آئے اور رسول اللہ ﷺ ہنس رہے تھے' پس حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو ہنستا ہوا رکھے' تب نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے ان خواتین پر تعجب ہو رہا ہے یہ میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں' پس جیسے ہی انہوں نے تمہاری آواز سنی تو یہ جلدی سے حجاب میں چلی گئیں' پس حضرت

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيْهًا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ.

عمر نے کہا: یا رسول اللہ! یہ خواتین آپ سے ڈرنے کی زیادہ مستحق ہیں' پھر حضرت عمر نے کہا: اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ڈرتیں! (ازواج مطہرات نے) کہا: ہاں! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ سخت اور درشت مزاج ہو۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' شیطان جب تمہیں کسی راستہ پر جاتے ہوئے ملتا ہے تو وہ تمہارے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر جاتا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹۴' میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ شیطان ان کو دیکھ کر اپنا راستہ بدل دیتا ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان خواتین سے مراد عام خواتین ہوں لیکن اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ وہ آپ سے خرچ میں اضافہ طلب کر رہی تھیں' یہ اس پر قرینہ ہے کہ وہ خواتین ازواج مطہرات تھیں۔

ازواج مطہرات نے کہا: ہاں! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ سخت مزاج ہو' اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی سختی کرتے تھے لیکن آپ ہمیشہ سختی نہیں فرماتے تھے صرف اللہ کی حدود کو نافذ کرنے میں سختی کرتے تھے اور حضرت عمر بعض مکروہ کاموں پر بھی سختی کرتے تھے۔

٣٦٨٤ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ مَا زِلْنَا اَعِزَّةً مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. [طرف الحدیث: ۳۸۶۳] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے اس وقت سے ہم ہمیشہ غالب رہے ہیں۔

حضرت عمر کے اسلام لانے کی وجہ سے غلبہ اسلام کی احادیث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ اور امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا غلبہ کا سبب تھا اور ان کی ہجرت نصرت کا سبب تھی اور ان کی خلافت رحمت تھی۔ اللہ کی قسم! ہم پہلے بیت اللہ میں علی الاعلان نماز نہیں پڑھ سکتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمر اسلام لے آئے۔

حضرت عمر کے اسلام لانے کے قصہ کو امام دار قطنی نے روایت کیا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر تلوار لٹکائے ہوئے گھر سے نکلے' ان سے بنو زہرہ کا ایک مرد راستہ میں ملا' پھر انہوں نے یہ قصہ بیان کیا کہ حضرت عمر اپنی بہن کے گھر داخل ہوئے اور اپنی بہن اور بہنوئی حضرت سعید بن زید کے اسلام لانے پر شدید انکار کیا اور حضرت عمر نے سورۃ طٰهٰ پڑھی اور اسلام لانے پر راغب ہوئے۔ اس وقت حضرت خباب رضی اللہ عنہ باہر نکل آئے اور کہا:

اے عمر! خوش خبری قبول کرو مجھے امید ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا تمہارے حق میں قبول ہو چکی ہے۔ آپ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! اسلام کو عمر سے یا عمرو بن ہشام سے غلبہ عطا فرما۔

* یہ مفصل واقعہ تبیان القرآن ج ٧ ص ٣٢٤ سورہ طٰہٰ کے مقدمہ میں مذکور ہے۔

ابوجعفر بن ابی شیبہ نے اس کی مثل اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! ہم چھپ کر نمازیں کیوں پڑھیں! پھر ہم دو صفوں میں نکلے' ایک صف میں' میں تھا اور دوسری صف میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے' قریش نے ہماری طرف دیکھا اور ان کے چہرے افسوس اور غم سے اس طرح تاریک ہو گئے کہ پہلے کبھی نہ ہوئے تھے۔

امام ابن ابی خیثمہ نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ جب میں اسلام لایا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف انتالیس (٣٩) مسلمان مرد تھے' پس اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے چالیس مسلمانوں کا عدد مکمل کر دیا' پس اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کر دیا اور اسلام کو عزت دی۔

امام بزار نے اس کی مثل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے' اس میں یہ مذکور ہے کہ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الانفال: ٦٤)

اے نبی مکرم! آپ کو اللہ کافی ہے اور وہ مومنین جنہوں نے آپ کی پیروی کی ہے ۝

امام ابن ابی خیثمہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! عمر کے ذریعہ اسلام کی تائید فرما۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسلام کو عمر سے غلبہ عطا فرما' اور اس کی مثل امام حاکم نے سند صحیح سے روایت کی ہے۔

امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ کے ساتھ آپ کی دعا روایت کی ہے: اے اللہ! ابوجہل یا عمر میں سے جو تجھے محبوب ہو اس سے اسلام کو غلبہ عطا فرما' پس اللہ کو ان دونوں میں سے حضرت عمر محبوب تھے۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام ابن حبان نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام ابن سعد نے حضرت صہیب سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر اسلام لائے تو مشرکین نے کہا: آج ہماری قوم کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ امام بزار اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٥٧٧' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٣٦٨٥ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ وُضِعَ عُمَرُ عَلٰى سَرِيْرِهٖ فَتَكَنَّفَهُ النَّاسُ يَدْعُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ قَبْلَ اَنْ يُّرْفَعَ وَاَنَا فِيْهِمْ فَلَمْ يَرُعْنِيْ اِلَّا رَجُلٌ اٰخِذٌ مَنْكِبِيْ فَاِذَا عَلِيٌّ فَتَرَحَّمَ عَلٰى عُمَرَ وَقَالَ مَا خَلَّفْتَ اَحَدًا اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ بِمِثْلِ عَمَلِهٖ مِنْكَ وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاَظُنُّ اَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ وَحَسِبْتُ اِنِّيْ كُنْتُ كَثِيْرًا اَسْمَعُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن سعید نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ چارپائی پر رکھا گیا تو ان کو لوگوں نے گھیر لیا وہ ان کا جنازہ اٹھانے سے پہلے ان کے لیے دعا کر رہے تھے اور ان کے لیے مغفرت طلب کر رہے تھے' اور میں بھی ان میں تھا۔ میں صرف اس چیز سے خوف زدہ ہوا کہ ایک شخص نے میرا کندھا پکڑا' پس وہ

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذَهَبْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَدَخَلْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَخَرَجْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ حضرت عمر کے لیے رحمت کی دعا کر رہے تھے انہوں نے کہا: آپ نے کسی ایسے شخص کو نہیں چھوڑا جو میرے نزدیک آپ سے زیادہ پسندیدہ ہو کہ میں اس کی طرح عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے جا ملوں' اور اللہ کی قسم! میں ضرور یہ گمان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ رکھے گا' اور میرا یہ گمان اس وجہ سے ہے کہ میں نے کتنی بار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اور ابوبکر اور عمر گئے' اور میں اور ابوبکر اور عمر آئے اور میں اور ابوبکر اور عمر نکلے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٧٧' میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے دعا کی اور استغفار کیا اور یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت مرتبہ اپنے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر فرماتے تھے۔ اس حدیث میں نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا کرنے کی بہت قوی دلیل ہے۔

٣٦٨٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ قَالَ وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ وَكَهْمَسُ بْنُ الْمِنْهَالِ قَالَا حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اُحُدٍ وَّمَعَهُ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهٖ قَالَ اُثْبُتْ اُحُدُ فَمَا عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْ صِدِّيْقٌ اَوْشَهِيْدَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں محمد بن سَواء اور کہمس بن المنہال نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد پہاڑ کی طرف چڑھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے' وہ پہاڑ ان کے ساتھ لرزنے لگا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اپنا پیر مارا (اور) فرمایا: اے احد! پرسکون رہ' تجھ پر صرف نبی ہے یا صدیق ہے یا دو شہید ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٧٥' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو شہید فرمایا ہے' اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے کیونکہ آپ نے حضرت عمر اور حضرت عثمان کو شہید فرمایا اور واقعہ میں وہ دونوں شہید ہوئے۔

٣٦٨٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَرُ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ اَسْلَمَ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَاَلَنِي ابْنُ عُمَرَ عَنْ بَعْضِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وهب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمر نے حدیث بیان کی اور وہ ابن محمد ہیں کہ زید

شَانِهٖ يَعْنِي عُمَرَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ مَارَاَيْتُ اَحَدًا قَطُّ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حِيْنَ قُبِضَ كَانَ اَجَدَّ وَاَجْوَدَ حَتّٰى انْتَهٰى مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

بن اسلم نے ان کو حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت ابن عمر نے اپنے والد یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعض احوال پوچھے تو میں نے ان کو خبر دی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد کسی شخص کو حضرت عمر بن الخطاب سے زیادہ جدو جہد کرنے والا اور سخاوت کرنے والا نہیں دیکھا اور یہ خصائل حضرت عمر بن الخطاب پر ختم ہو گئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کی مدت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ دین کے لیے جدو جہد کرنے والے تھے اور سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے' اسی لیے امام بخاری نے اس حدیث کی حضرت عمر کے فضائل کے باب میں روایت کی ہے۔

٣٦٨٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّاعَةِ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَمَاذَا اَعْدَدْتَّ لَهَا قَالَ لَا شَيْءَ اِلَّا اَنِّيْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌ فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ فَرِحْنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌ فَاَنَا اُحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ مَعَهُمْ بِحُبِّيْ اِيَّاهُمْ وَاِنْ لَّمْ اَعْمَلْ بِمِثْلِ اَعْمَالِهِمْ. [اطراف الحدیث: ٦١٦٧ - ٦١٧١ - ٧١٥٣] (صحیح مسلم: ٢٦٣٩' الرقم المسلسل: ٦٦٠٥' کتاب الزہد ابن المبارک: ١٠١٨' مسند الحمیدی: ١١٩٠' مسند ابویعلیٰ: ٣٥٥٦' شرح مشکل الآثار: ٥٧٤' صحیح ابن حبان: ٥٦٣' حلیۃ الاولیاء ج ٧ ص ٣٠٩' تاریخ بغداد ج ١ ص ٢٥٥' شرح السنۃ: ٣٤٧٦' مسند احمد ج ٣ ص ١١٠' طبع قدیم' مسند احمد: ١٢٠٧٥' ج ١٩ ص ١٣١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (وقوع) قیامت کے متعلق سوال کیا' پس اس نے کہا: قیامت کب ہو گی؟ آپ نے پوچھا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا: کوئی چیز نہیں' مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔ حضرت انس نے کہا: ہمیں کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے خوشی ہوئی ''تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔'' حضرت انس نے کہا: پس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے محبت کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میں اپنی محبت کی وجہ سے ان کے ساتھ ہوں گا خواہ میں ان کے اعمال کی طرح عمل نہ کروں۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عمل کے ساتھ مقرون ہے۔

قیامت کے متعلق سوال کرنے والے متعدد اشخاص

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے قیامت کے متعلق سوال کیا' اس سائل کے مصداق کے متعلق متعدد اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ مرد ذوالخویصرۃ الیمانی تھا۔ ابن بشکوال کا یہ زعم ہے کہ یہ شخص حضرت ابوموسیٰ الاشعری یا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما تھے اور عنقریب کتاب الادب میں یہ حدیث آئے گی کہ یہ سائل ایک اعرابی تھے۔ سنن دارقطنی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ یہ وہ اعرابی تھے جنہوں نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا۔

اللہ اور رسول سے محبت کرنے والا جنت میں ہوگا لیکن یہ لازم نہیں کہ ان کے درجہ میں ہو

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جنت میں بہت درجات ہیں تو حضرت انس رضی اللہ عنہ جنت میں نبی ﷺ کے درجہ میں کس طرح ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ وہ جنت میں آپ کے ساتھ ہوں گے' یہ مراد نہیں ہے کہ وہ جنت میں آپ کے درجہ میں آپ کے ساتھ ہوں گے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہم بھی آپ سے محبت کرتے ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ ہم بھی جنت میں آپ کے ساتھ ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ٢٧٥۔ ٢٧٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

مصنف کہتا ہے کہ میں بھی نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب سے محبت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں بھی یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کے ساتھ جنت میں رکھے گا۔

اللہ اور اس کے رسول سے محبت کے تقاضے

ایک روایت میں اس حدیث کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں اور رسول اللہ ﷺ مسجد سے باہر نکل رہے تھے' تو ہمیں مسجد کی چوکھٹ کے پاس ایک شخص ملا' سو اس نے سوال کیا: یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ پہلے وہ شخص خاموش رہا' پھر اس نے کہا: میں نے اس کے لیے بہت (نفلی) نمازیں نہیں پڑھیں' نہ (نفلی) روزے رکھے ہیں نہ (نفلی) صدقہ دیا ہے لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: پس تم جن کے ساتھ محبت کرتے ہو اُن کے ساتھ ہو گے۔ (صحیح البخاری: ٦١٧١' صحیح مسلم: ٢٦٣٩' الرقم المسلسل: ٦٦١٠)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ٥٤٤ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے رسول کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان ان کی اطاعت پر دوام کرے اور ان کی مخالفت کو ترک کر دے' اور جب وہ ان سے محبت کرے گا تو شریعت کے احکام اور آداب پر عمل کرے گا اور ان کی حدود پر ٹھہرا رہے گا یعنی شریعت کی حدود سے تجاوز نہیں کرے گا' نیز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ صالحین سے محبت کرے اور دل سے ان کی طرف مائل ہو' یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے ایمان کی صحت کا ثمرہ ہے اور یہ اطاعت کے اعلیٰ درجات میں سے ہے خواہ اس کے اعمال ان صالحین کی مثل نہ ہوں' اللہ تعالیٰ اس کو ان کے ساتھ جنت میں رکھے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے: وہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اولیاء اللہ کا افضل مقام اور اصفیاء کا اعلیٰ درجہ ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج٨ ص ١٢١۔١١٩' دارالوفاء)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ' اس کے رسول ﷺ' صالحین اور اہل خیر سے محبت کی فضیلت ہے خواہ وہ صالحین حیات ہوں یا

وفات پا چکے ہوں' اللہ اور اس کے رسول سے محبت کی علامت یہ ہے کہ مسلمان ان کے احکام پر عمل کرتا ہے اور جن کاموں سے انہوں نے منع کیا ہو ان سے باز رہتا ہے۔ صالحین سے محبت میں یہ شرط نہیں ہے کہ انسان ان کے اعمال کی مثل عمل کرے کیونکہ اگر وہ ان کے اعمال کی مثل کرے گا تو وہ خود صالحین میں سے ہوگا اور ان کی مثل ہوگا نہ کہ ان کے محبین میں سے ہوگا۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو کسی قوم سے محبت کرتا ہو اور ابھی تک ان سے ملا نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدمی اس کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت رکھے۔ (صحیح مسلم: ٢٦٤٠' الرقم المسلسل: ٦٦١٣)

پھر صالحین کے ساتھ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ان کے درجہ میں ہو اور اس کو ہر اعتبار سے ان کی مثل جزا ملے۔

(صحیح مسلم شرح النووی ج ١٠ ص ٦٦٨٥' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت سے یہ لازم نہیں کہ بندہ گناہ نہ کرے

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ٨٢٨ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ محبت کرنے والا معصیت کو ترک کرے اور نہ ہی یہ محبت کو لازم ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے ایک شخص بار بار شراب پیتا تھا اور اس پر حد لگتی تھی۔ بعض حاضرین نے اس پر لعنت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منع کیا اور فرمایا: یہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ (صحیح البخاری: ٦٧٨٠)

ہمارے شیخ نے کہا: جو محبت اطاعت کے ساتھ نہ ہو وہ جھوٹی ہے تو میں نے اس حدیث سے ان پر معارضہ کیا تو انہوں نے جواب دیا: وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگا لیکن وہ صالحین کے درجہ کو نہیں پا سکے گا۔ (میرے نزدیک اس معارضہ کا صحیح جواب یہ ہے کہ وہ صحابی تھے بعد کے لوگوں کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ سعیدی غفرلہ)

(اکمال اکمال المعلم ج ٨ ص ٦١٦-٦١٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

ناقصین کی محبت کے متعلق مصنف کی تحقیق

یعنی اللہ اور اس کے رسول سے کامل محبت کرنے والے تو وہی ہیں جو ان کی معصیت نہ کریں اور یہی کامل محبت کا تقاضا ہے لیکن جو گناہ گار مسلمان ہیں وہ بھی کسی درجہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والے ہیں' باقی رہے ان کے گناہ اگر وہ کبائر ہیں تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق دے اور ان کے گناہوں کو معاف فرما دے یا اللہ سے ان کی محبت کی وجہ سے ان کو اپنے فضل محض سے معاف فرما دے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی وجہ سے آپ ان کی شفاعت فرما دیں یا پھر دنیا میں ان پر جو بیماریاں اور مصائب آئے ہوں ان کو ان کے لیے کفارہ سیئات بنا دے اور اللہ عزوجل ہر چیز پر قادر ہے اور اس کا فضل بہت وسیع ہے۔

٣٦٨٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ زَادَ زَكَرِيَّاءُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ سَعْدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے' پس اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہیں۔ زکریاء بن ابی زائدہ نے اضافہ کیا ہے از سعد از ابی سلمہ از

عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَانَ فِیْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ رِجَالٌ یُكَلَّمُوْنَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّكُوْنُوْا اَنْبِیَاءَ فَاِنْ یَّكُنْ مِنْ اُمَّتِیْ مِنْهُمْ اَحَدٌ فَعُمَرُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جن سے کلام کیا جاتا تھا بغیر اس کے کہ وہ انبیاء ہوں' پس اگر ان میں سے کوئی میری امت میں ہے تو وہ عمر ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا مَا مِنْ نَبِیٍّ وَّلَا مُحَدَّثٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (الحج:٥٢) میں یوں پڑھا: ''ما من نبی ولا محدث.''

یہ حضرت ابن عباس کی منفرد قراءت ہے' وہ اس طرح پڑھتے تھے: ''وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی و لا محدث'' اور قرآن مجید میں ولا محدث کے الفاظ نہیں ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٤٦٩' میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں مذکور ہے: تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جن سے کلام کیا جاتا تھا یعنی فرشتے ان سے کلام کرتے تھے۔

اس حدیث میں ہے: اگر ان میں سے کوئی میری امت میں ہے۔ یہاں پر ''ان'' کا لفظ شک کے لیے نہیں ہے کیونکہ آپ کی امت تمام امتوں سے افضل ہے' سو اگر سابقہ امتوں میں کوئی ایسا تھا تو اسی امت میں بہ طریق اولیٰ ایسا ہوگا۔

(عمدة القاری ج١٦ ص٢٧٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

محدث کی تحقیق

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی التوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ محدث وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے دلوں میں غیب کی صحیح باتوں کا الہام کیا جاتا ہے' پھر جس طرح ان کے دل میں کسی بات کا الہام ہوتا ہے' واقع میں اسی طرح ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی کرامت ہے' وہ جس کو چاہتا ہے یہ کرامت عطا فرماتا ہے۔ (المفہم ج٦ ص٢٥٩' دار ابن کثیر' بیروت)

حضرت عمر کی رائے کے موافق قرآن مجید کی کئی آیتیں نازل ہوئیں اور ایک مرتبہ حضرت عمر نے کہا: اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ اور اس وقت پہاڑ کی اوٹ میں ہونے میں ہی سلامتی تھی۔ (الفجر الساطع ج٩ ص٣٨' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

محدث میں دال پر زبر ہے۔ اس کی تاویل میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: جس پر الہام کیا گیا ہو' اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ محدث وہ شخص ہے جس کا گمان صادق ہو اور یہ وہ شخص ہے جس کے دل میں کوئی بات ملاء اعلیٰ سے القاء کی گئی ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ جس کی زبان پر بلاقصد صحیح بات آئے' دوسرا قول یہ ہے کہ وہ شخص نبی نہ ہو مگر اس سے فرشتے کلام کریں' جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے' تیسرا قول یہ ہے: محدث وہ ہے جس کے منہ سے صحیح بات نکلے' اس کی تائید سنن ترمذی کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل میں حق بات کو رکھ دیا ہے۔

محدث کے وجود میں حکمت یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں بہ کثرت انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے اور اس امت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم کر دی گئی ہے' پس جب اس امت میں نبی نہیں آسکتے تھے تو اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے اس امت میں

محدث پیدا کر دیے۔ علامہ طیبی نے کہا ہے کہ محدث سے مراد وہ شخص ہے جس کے کلام کا صدق نبی کے صدق کے مرتبہ کو پہنچا ہوا ہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے محدث ہونے کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ سنن ترمذی اور مسند احمد میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر نبی ہوتے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۷۸۔ ۶۷۷ دارالمعرفہ بیروت ١٤٢٦ھ)

٣٦٩٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَا سَمِعْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَاعٍ فِي غَنَمِهِ عَدَا الذِّئْبُ فَأَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهَا حَتّٰى اسْتَنْقَذَهَا فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ الذِّئْبُ فَقَالَ لَهُ مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ غَيْرِي فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أُوْمِنُ بِهِ وَأَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا ثَمَّ أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سعید بن المسیب و ابی سلمۃ بن عبدالرحمٰن، ان دونوں نے کہا: ہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت ایک چرواہا اپنی بکریوں میں تھا تو ایک بھیڑیے نے حملہ کیا اور ان میں سے ایک بکری پکڑ لی، چرواہے نے اس بکری کو تلاش کیا حتیٰ کہ اس کو بھیڑیے سے چھڑا لیا، پس بھیڑ نے اس کی طرف مڑ کر کہا: درندوں کے دن ان بکریوں کے لیے کون ہوگا! جب میرے سوا ان کا کوئی چرواہا (محافظ) نہیں ہوگا، تو لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر میں ایمان لاتا ہوں اور ابو بکر اور عمر ایمان لاتے ہیں اور اس جگہ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما موجود نہیں تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٢٢٤ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے اس عجیب و غریب واقعہ پر ان کے ایمان کا ذکر فرمایا۔

٣٦٩١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُوْ أُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ عُرِضُوا عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُوْنَ ذٰلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ اجْتَرَّهُ قَالُوْا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الدِّيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے ابو امامۃ بن سہل بن حنیف نے خبر دی از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس وقت میں سویا ہوا تھا میں نے (خواب) میں دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے اور ان پر قمیصیں تھیں پس ان میں سے بعض کی قمیصیں پستانوں تک تھیں اور بعض کی قمیصیں اس سے بھی کم تھیں اور میرے سامنے عمر پیش کیے گئے اور ان پر جو قمیص تھی (وہ اتنی لمبی تھی) کہ وہ اس کو گھسیٹ رہے تھے۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے

اس کی کیا تعبیر لی ہے تو آپ نے فرمایا: دین۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: '٢٣' میں گزر چکی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمر کی قمیص سب سے لمبی تھی تو کیا ان کی قمیص حضرت ابوبکر سے بھی لمبی تھی؟

امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت مذکور ہے کہ ان کی قمیص سب سے لمبی تھی' اس پر یہ اعتراض ہے کہ کیا حضرت عمر کی قمیص حضرت ابوبکر کی قمیص سے لمبی تھی' اس کے دو جواب ہیں: اول یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جن صحابہ کو چھوٹی قمیص پہنے ہوئے دیکھا تھا ان میں حضرت ابوبکر نہیں تھے۔ یہ علامہ عینی کا جواب ہے' اور دوسرا جواب اس کم علم اور کم عقل کا ہے کہ فضیلت کا مدار عمل کی مقدار پر نہیں' اس کی کیفیت پر ہوتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کل تین حج کیے ہیں' اگر کوئی شخص چالیس حج کرلے تو اس کے حج مقدار میں زیادہ ہیں کیفیت میں زیادہ نہیں ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صرف ایک حج بلکہ آپ کا صرف ایک طواف بھی اس کے چالیس حج سے افضل ہوگا کیونکہ جس خوف خدا اور رضاء الٰہی کے حصول کے جذبہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک طواف کیا کوئی اُمتی اس کا عشر عشیر بھی نہیں پاسکتا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قرب الٰہی کا جو مقام میسر ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے اعمال پر جتنا زیادہ اجر وثواب عطا فرماتا ہے اس کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا' اسی طرح حضرت ابوبکر کے اعمال کی کیفیت حضرت عمر کے اعمال کی کیفیت سے بہت بڑھ کر ہے' پس ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر کی قمیص حضرت عمر کی قمیص سے چھوٹی ہو تو یہ حضرت عمر کے عمل کی مقدار کے زائد ہونے کی دلیل ہے کیفیت میں بڑھنے کی دلیل نہیں ہے۔

٣٦٩٢ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ جَعَلَ يَأْلَمُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكَأَنَّهُ يُجَزِّعُهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَلَئِنْ كَانَ ذَاكَ لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقْتَهُ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ أَبَا بَكْرٍ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقْتَهُ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ صُحْبَتَهُمْ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُمْ وَلَئِنْ فَارَقْتَهُمْ لَتُفَارِقَنَّهُمْ وَهُمْ عَنْكَ رَاضُونَ قَالَ أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِضَاهُ فَإِنَّمَا ذَاكَ مَنٌّ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالَى مَنَّ بِهِ عَلَيَّ وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ أَبِي بَكْرٍ وَّرِضَاهُ فَإِنَّمَا ذَاكَ مَنٌّ مِّنَ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهُ مَنَّ بِهِ عَلَيَّ وَأَمَّا مَا تَرٰى مِنْ جَزَعِي فَهُوَ مِنْ أَجْلِكَ وَأَجْلِ أَصْحَابِكَ وَاللّٰهِ لَوْ أَنَّ لِي طِلَاعَ الْأَرْضِ ذَهَبًا لَافْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَبْلَ أَنْ أَرَاهُ قَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوگئے اور انہوں نے اس کے درد کا اظہار کیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے گویا ان کو تسلی دیتے ہوئے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر (آپ کو) یہ تکلیف ہے (تو آپ یہ بھی تو سوچیں) کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مصاحبت میں رہے تو آپ نے بہت اچھی مصاحبت کی' پھر آپ ان سے اس حال میں جدا ہوئے کہ وہ آپ سے راضی تھے' پھر آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مصاحبت میں رہے تو آپ نے ان کی بہت اچھی مصاحبت کی' پھر آپ ان سے اس حال میں جدا ہوئے کہ وہ آپ سے راضی تھے' پھر آپ نے مسلمانوں کی مصاحبت کی تو آپ نے ان کی بہت اچھی مصاحبت کی اور اب اگر آپ ان سے جدا ہوں گے تو اس حال میں جدا ہوں گے کہ وہ سب آپ سے راضی ہوں گے۔ حضرت عمر نے فرمایا: تم نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مصاحبت اور آپ کے راضی ہونے کا

حَـدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ دَخَلْتُ عَلٰی عُمَرَ بِهٰذَا. (امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

ذکر کیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا وہ احسان ہے جو اس نے مجھ پر فرمایا اور وہ جو تم نے حضرت ابوبکر کی مصاحبت اور ان کے راضی ہونے کا ذکر ہے تو یہ بھی اللہ جل ذکرہ کا وہ احسان ہے جو اس نے مجھ پر فرمایا ہے اور وہ جو تم میرے درد کے اظہار (اور پریشانی) کو دیکھ رہے ہو تو وہ تمہاری اور تمہارے اصحاب کی فکر کی وجہ سے ہے اور اللہ کی قسم! اگر میرے پاس روئے زمین کے برابر (بھی) سونا ہوتا تو میں اللہ عزوجل کے عذاب سے بچنے کے لیے اسے فدیہ میں دے دیتا اس سے پہلے کہ میں اس عذاب کو دیکھتا۔ حماد بن زید نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت ابن عباس کہ میں حضرت عمر کے ہاں داخل ہوا۔ یہ حدیث اسی طرح ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی حضرت عمر کے فضائل کے اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس عظیم فضیلت کا ذکر ہے کہ ان سے اخیر وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی راضی تھے' حضرت ابوبکر بھی راضی تھے اور ان کے زمانہ خلافت میں ان سے تمام مسلمان بھی راضی رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا سبب اور تاریخ اور ان کی انتہائی خدا خوفی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زخمی ہونے کا ذکر ہے' اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت المغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولولو فیروز نے چھبیس (۲۶) ذوالحجۃ تیئس (۲۳) ہجری کو بدھ کے دن صبح کو نماز فجر میں حضرت عمر کی کوکھ میں خنجر کے کئی وار کیے جس کی وجہ سے وہ زخمی ہو کر گر گئے اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ گویا کہ حضرت ابن عباس ان کو تسلی دے رہے تھے یعنی ان کے درد کو زائل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

''میں روئے زمین کے برابر (بھی) سونا فدیہ میں دے دیتا اس سے پہلے کہ میں عذاب کو دیکھتا'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کلام اس خوف کے غلبہ کی وجہ سے تھا جو ان کو رعایا کے حقوق میں تقصیر کے گمان کی وجہ سے تھا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انتہائی خدا خوفی کی علامت ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص ۲۷۸۔۲۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٦٩٣ - حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ النَّهْدِیُّ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَائِطٍ مِّنْ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ فَاِذَا هُوَ اَبُوْ بَكْرٍ فَبَشَّرْتُهٗ بِمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عثمان بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعثمان النہدی نے حدیث بیان کی از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے باغات میں سے ایک باغ میں تھا' پس ایک مرد آیا اور اس نے دروازہ کھلوایا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھول دو

وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَـهٗ فَإِذَا هُوَ عُمَرُ فَاَخْبَرْتُـهٗ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ فَقَالَ لِيْ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُهٗ فَإِذَا عُثْمَانُ فَاَخْبَرْتُـهٗ بِـمَا قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ.

اور اس کو جنت کی بشارت دو' سو میں نے اس کے لیے دروازہ کھول دیا تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے' پس میں نے ان کو وہ بشارت دی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی' تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی' پھر ایک مرد آیا' سو اس نے دروازہ کھلوایا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اس کو جنت کی بشارت دو' پس میں نے اس کے لیے دروازہ کھولا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے' پس میں نے ان کو اس کی خبر دی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا' پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی' پھر ایک مرد نے دروازہ کھلوایا' آپ نے مجھ سے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اس کو جنت کی بشارت دو' اس آزمائش کے ساتھ جو اس کو پہنچے گی' تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے' میں نے ان کو بتایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی' پھر کہا: اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۷۴' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی فضائل عمر کے باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بھی جنت کی بشارت کا ذکر ہے۔

٣٦٩٤ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حَيْوَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ عُقَيْلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ اَنَّـهٗ سَمِعَ جَدَّهٗ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ هِشَامٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. [اطراف الحدیث: ۶۲۶۴-۶۶۳۲] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وھب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حیوۃ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابوعقیل زہرۃ بن معبد نے حدیث بیان کی' انہوں نے اپنے دادا عبداللہ بن ہشام سے سنا' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' اس وقت آپ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔

امام بخاری نے اس حدیث کی فضائل عمر کے باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے غایت درجہ کی محبت تھی اور ان پر بہت شفقت تھی' اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ نے ان کا ہاتھ نہ پکڑا ہوا ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل' صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے تین چیزوں میں اپنے رب کی موافقت کی ہے' مقام ابراہیم میں' حجاب میں اور بدر کے قیدیوں میں۔ (صحیح مسلم: ۲۳۹۹)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ابوجہل یا عمر بن الخطاب' ان دو مردوں میں سے جو تجھے محبوب ہو اس سے اسلام کو عزت اور غلبہ عطا فرما اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت عمر بن الخطاب محبوب تھے۔

(سنن ترمذی: ۳۶۸۱'مسند احمد ج ۲ ص ۹۵)

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل میں حق کو رکھ دیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب بھی مسلمانوں کو کوئی معاملہ درپیش ہوا' اور لوگوں نے اس کے متعلق کوئی بات کہی اور حضرت عمر نے اس کے متعلق کوئی دوسری بات کہی تو قرآن مجید حضرت عمر کے قول کے موافق نازل ہوا۔

(سنن ترمذی: ۳۶۸۲'مسند احمد ج ۲ ص ۵۳)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا کی' اے اللہ! اسلام کو ابوجہل بن ہشام یا عمر سے غلبہ عطا فرما: پس صبح کو حضرت عمر اسلام لے آئے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۳)

(۵) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد سب سے بہتر ہیں' تب حضرت ابوبکر نے کہا: اگر آپ نے یہ کہا ہے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سورج کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو عمر سے بہتر ہو۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۴)

(٦) محمد بن سیرین نے کہا: میں یہ گمان نہیں کرتا کہ جو شخص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تنقیص کرتا ہو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرتا ہوگا۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۵)

(۷) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب (نبی) ہوتے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸٦)

(۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں (خواب میں) جنت میں داخل ہوا تو میں نے سونے کا ایک محل دیکھا' میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ تو (فرشتوں نے) کہا: یہ قریش کے ایک جوان کا (محل) ہے۔ میرا گمان تھا کہ وہ میں ہوں تو میں نے پوچھا: وہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ عمر بن الخطاب ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۸'مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۷)

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا' پس پوچھا: اے بلال! تم نے کس سبب سے جنت میں مجھ پر سبقت کی؟ میں جب بھی (خواب میں) جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تمہارے چلنے کی آہٹ سنی' پس میں گزشتہ رات جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تمہارے چلنے کی آہٹ سنی اور میں ایک چوکور بلند سونے کے محل کے پاس گیا تو میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ (فرشتوں نے) کہا: عرب کے ایک مرد کا ہے۔ میں نے کہا: میں عربی ہوں یہ محل کس کا ہے؟ انہوں نے کہا: قریش کے ایک مرد کا ہے۔ میں نے کہا: میں قریشی ہوں یہ محل کس کا ہے؟ انہوں نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی امت کے ایک مرد کا ہے۔ میں نے کہا: میں محمد ہوں یہ محل کس کا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ عمر بن الخطاب کا ہے۔ حضرت بلال نے کہا: یارسول اللہ! میں جب بھی اذان دیتا ہوں تو دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور میں جب بھی بے وضو ہوتا ہوں تو اسی وقت وضو کر لیتا ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ کے لیے مجھ پر دو رکعت نماز ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ان ہی باتوں کی وجہ سے (میں نے تمہیں اپنے آگے جنت میں دیکھا)۔

(سنن ترمذی: ۳۶۸۹'مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۴)

(۱۰) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی غزوہ میں نکلے' جب آپ واپس آئے تو ایک سیاہ فام عورت آئی' پس کہنے لگی یارسول اللہ! میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو سلامتی کے ساتھ واپس لے آیا تو میں آپ کے سامنے

دف بجاؤں گی اور گاؤں گی' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے نذر مانی ہے تو دف بجاؤ ورنہ نہیں' پس وہ عورت دف بجانے لگی' سو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ دف بجاتی رہی' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور وہ دف بجاتی رہی' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور وہ دف بجاتی رہی' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو اس نے دف نیچے رکھا اور اس پر بیٹھ گئی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! تم سے شیطان ڈرتا ہے۔ میں بیٹھا ہوا تھا اور یہ دف بجا رہی تھی' پھر ابوبکر آئے اور یہ دف بجا رہی تھی' پھر علی آئے اور یہ دف بجا رہی تھی' پھر عثمان آئے اور یہ دف بجا رہی تھی' پھر اے عمر! تم آئے تو اس نے دف اپنے نیچے رکھ لیا۔ (سنن ترمذی: ٣٦٩٠' مسند احمد ج ٥ ص ٣٥٣' امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح غریب ہے۔)

(١١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے تو ہم نے شور اور بچوں کی آوازیں سنیں' پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تو ایک حبشی عورت رقص کر رہی تھی اور اس کے گرد بچے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: اے عائشہ! آؤ پس دیکھو' پس میں آئی اور میں نے اپنا چہرہ رسول اللہ ﷺ کے کندھے پر رکھ دیا۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کے کندھے اور سر کے درمیان سے دیکھنے لگی' رسول اللہ ﷺ پوچھ رہے تھے آیا تم سیر ہو گئیں؟ آیا تم سیر ہو گئیں؟ اور میں کہہ رہی تھی: نہیں! میں دیکھ رہی تھی کہ آپ کے نزدیک میرا کتنا مرتبہ ہے' پھر لوگ بھی رقص کرنے لگے' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں شیاطین جن اور انس کی طرف دیکھ رہا ہوں جو عمر کی طرف دیکھ کر بھاگ رہے ہیں' حضرت عائشہ نے بتایا' پھر میں لوٹ گئی۔

(سنن ترمذی: ٣٦٩١' امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے)

فائدہ

حدیث: ٣٦٩٠' پر یہ اعتراض ہے کہ وہ سیاہ فام عورت نبی ﷺ کے سامنے دف بجاتی رہی اور حضرت عمر آئے تو وہ دف کو اپنے نیچے رکھ کر بیٹھ گئی اور آپ نے فرمایا کہ اے عمر شیطان تم سے ڈرتا ہے۔ تو یہ کس طرح جائز ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے شیطانی کام ہوتا رہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے جائز خوشی کے موقع پر دف بجانا جائز ہے اور اس میں زیادہ اشتغال ممنوع ہے' تو جب تک وہ آپ کے سامنے دف بجا رہی تھی وہ اباحت کی حد میں تھا اور جب وہ اباحت کی حد سے متجاوز ہوئی تو یہی وہ وقت تھا جب حضرت عمر آئے اور اس نے دف اپنے نیچے رکھا تو آپ نے فرمایا: اے عمر! شیطان تم سے ڈرتا ہے' نیز اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے دف بجانے کی اجازت کا ذکر ہے گانے کی اجازت کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ اجنبی عورت کا مردوں میں گانا یا اس کی آواز سننا جائز نہیں ہے۔

اور حدیث: ٣٦٩١' پر یہ اعتراض ہے کہ وہ حبشی عورت رقص کر رہی تھی اور نبی ﷺ دیکھ رہے تھے حالانکہ اجنبی عورت کو دیکھنا جائز نہیں ہے' پھر بعد میں لوگ بھی اس کے ساتھ رقص میں شامل ہو گئے اور یہ بھی جائز نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث حجاب کے احکام نازل ہونے کے زمانہ سے پہلے پر اور لہو ولعب کی ممانعت سے پہلے پر محمول ہے۔ بہر حال اب اجنبی عورت کا رقص دیکھنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح اجنبی عورتوں اور مردوں کا باہم مل کر رقص کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

(١٢) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی' پھر ابوبکر سے' پھر عمر سے پھر میں اہل بقیع کے پاس آؤں گا تو ان کا میرے ساتھ حشر ہوگا' پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا حتیٰ کہ حرمین کے درمیان میرا حشر ہوگا۔ (سنن ترمذی: ٣٦٩٢)

(١٣) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے پس کہا:

اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بے شک آسمان والے حضرت عمر کے اسلام لانے سے خوش ہو رہے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ١٠٣)

(١٤) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حق (تعالیٰ) سب سے پہلے جس سے مصافحہ کرے گا وہ عمر ہیں' اور سب سے پہلے جس کو سلام کرے گا' اور سب سے پہلے جس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کرے گا۔ (یعنی اپنی شان کے مطابق۔ سعیدی غفرلہ) (سنن ابن ماجہ: ١٠٤)

(١٥) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ١٠٦)

(١٦) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اس کو بعید نہیں سمجھتے تھے کہ حضرت عمر کی زبان پر وحی الٰہی کلام کرتی ہے۔

(دلائل النبوۃ بیہقی ج ٦ ص ٣٦٩' شرح السنۃ: ٣٨٧٧)

(١٧) امام عبدالملک بن ہشام المعافری التوفی ٢١٣ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ مجھ تک جو خبر پہنچی ہے اس کے مطابق حضرت عمر کے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت عمر کی بہن فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا حضرت سعید بن زید کے نکاح میں تھیں وہ اسلام لا چکی تھیں' اور ان کے شوہر سعید بن زید بھی مسلمان ہو چکے تھے اور وہ دونوں اپنے اسلام کو حضرت عمر سے مخفی رکھتے تھے۔ بنو عدی کے ایک شخص نعیم بن عبداللہ بھی مسلمان ہو چکے تھے اور وہ بھی اپنی قوم کے خوف سے اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے' اور حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ قرآن مجید پڑھانے کے لیے حضرت فاطمہ بنت الخطاب کے گھر جایا کرتے تھے' ایک دن حضرت عمر تلوار حمائل کیے ہوئے (العیاذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو قتل کرنے کے ارادہ سے گھر سے نکلے اور حضرت عمر کو یہ بتایا گیا تھا کہ وہ سب صفا پہاڑ کے پاس ایک گھر میں ہیں اور اس وقت مسلمان مردوں اور عورتوں کی تعداد چالیس کے قریب تھی اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے عم محترم سیدنا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب' حضرت ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور دیگر مسلمان تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ میں ہی مقیم تھے اور حبشہ نہیں گئے تھے۔ جب حضرت عمر سے حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ملے تو ان سے پوچھا: اے عمر! تم کہاں جا رہے ہو؟ حضرت عمر نے کہا: میں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارادہ کیا ہے جو دین بدلنے والے ہیں' جنہوں نے قریش میں پھوٹ ڈال دی ہے اور ان کے نوجوان اور کم عقل لڑکوں کو بہکایا ہے' ان کے دین کی مذمت کی ہے اور ان کے خداؤں کو برا کہا ہے' سو میں ان کو قتل کروں گا۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر! تم دھوکے میں مبتلا ہو' کیا تم سمجھتے ہو کہ بنو عبد مناف تم کو زمین پر چلنے کے لیے چھوڑ دیں گے اور تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کر چکے ہو گے! تم اپنے گھر کی خبر کیوں نہیں لیتے! حضرت عمر نے کہا: میرے گھر کو کیا ہوا ہے؟ حضرت نعیم نے کہا: تمہارے بہنوئی اور تمہارے عم زاد سعید بن زید اور تمہاری بہن فاطمہ بنت الخطاب' خدا کی قسم! دونوں مسلمان ہو چکے ہیں اور وہ دونوں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دین کی پیروی کرتے ہیں تو پہلے ان سے نمٹو' حضرت عمر اپنی بہن اور بہنوئی کا قصد کر کے واپس ہوئے' اس وقت ان کے پاس حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں لکھا تھا: طٰہٰ' وہ ان کو وہ صحیفہ پڑھا رہے تھے' جب ان دونوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آہٹ سنی تو انہوں نے حضرت خباب کو گھر میں کہیں چھپا دیا اور حضرت فاطمہ بنت الخطاب نے وہ صحیفہ بھی چھپا دیا۔ حضرت عمر نے حضرت خباب کے قرآن پڑھانے کی آواز سن لی تھی۔ جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو پوچھا: یہ کیسی آواز تھی' ان دونوں نے کہا: ہم نے تو کوئی آواز نہیں

سنی' حضرت عمر نے کہا: کیوں نہیں' خدا کی قسم! مجھے اطلاع مل چکی ہے کہ تم دونوں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دین کی پیروی کر رہے ہو' پھر انہوں نے اپنے بہنوئی حضرت سعید بن زید کے ایک تھپڑ مارا' ان کی بہن اپنے شوہر کو بچانے کے لیے کھڑی ہوئی تو اس کو بھی مارا' اور ان کا سر پھاڑ دیا' جب انہوں نے بہت مارا تو ان کی بہن اور بہنوئی نے کہا: ہاں! ہم مسلمان ہو چکے ہیں' ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہیں' اب جو تمہارے جی میں آئے کرو' جب حضرت عمر نے اپنی بہن کا خون ابلتے ہوئے دیکھا تو ان کو اپنے مارنے پر ندامت ہوئی اور وہ مارنے سے رک گئے اور اپنی بہن سے کہا: اچھا! مجھے اپنا وہ صحیفہ دکھاؤ جس کو تم ابھی پڑھ رہے تھے۔ میں بھی دیکھوں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا پیغام لے کر آئے ہیں اور حضرت عمر پڑھے لکھے انسان تھے' جب حضرت عمر نے یہ کہا: تو ان کی بہن نے کہا: ہمیں خطرہ ہے کہ تم اس صحیفہ کی توہین نہ کرو' حضرت عمر نے کہا: تم مجھ سے مت ڈرو اور اپنے بتوں کی قسم کھا کر کہا: وہ اس صحیفہ کو واپس کر دیں گے۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ٤٣٥' سنن کبریٰ ج ١ ص ٨٨) جب حضرت عمر نے یہ کہا تو ان کی بہن کو امید ہوئی کہ شاید وہ اسلام لے آئیں۔ انہوں نے کہا: اے بھائی! تم ناپاک ہو اور مشرک ہو اور قرآن مجید کو پاک شخص کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا' حضرت عمر نے غسل کیا اور ان کی بہن نے ان کو صحیفہ دے دیا جس میں لکھا ہوا تھا' طٰہٰ' جب انہوں نے اس کی ابتدائی آیات پڑھیں تو انہوں نے کہا: یہ کس قدر حسین اور عظیم کلام ہے۔ جب حضرت خباب نے حضرت عمر کا یہ قول سنا تو وہ اپنی چھپی ہوئی جگہ سے باہر آ گئے اور انہوں نے کہا: اے عمر! اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا تیرے حق میں خصوصیت کے ساتھ قبول کر لی ہے کیونکہ میں نے آپ کو یوں دعا کرتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ! اسلام کی ابوالحکم بن ہشام سے تائید فرما یا عمر بن الخطاب سے (سنن الترمذی: ٣٦٨١' الطبقات الکبریٰ ج ٣ ص ٢٦٧' مسند احمد ج ٢ ص ٩٥' صحیح ابن حبان: ٦٨٨١' المستدرک ج ٣ ص ٨٢' دلائل النبوۃ ج ٢ ص ٢١٥) اس وقت حضرت عمر نے کہا: اے خباب (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف میری رہنمائی کرو تا کہ میں اسلام لاؤں۔ حضرت خباب نے کہا: وہ پہاڑ صفا کے پاس ایک گھر میں ہیں اور ان کے ساتھ ان کے اصحاب بھی ہیں۔ حضرت عمر نے اپنی تلوار لٹکائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی طرف چل پڑے اور جا کر ان کا دروازہ کھٹکھٹایا' جب انہوں نے دستک کی آواز سنی تو اصحاب میں سے کسی نے اٹھ کر دروازہ کی جھری میں سے جھانک کر دیکھا اور گھبرا کر کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ تو عمر ہے' وہ تلوار لٹکائے ہوئے آیا ہے۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کو آنے دو' اگر وہ کسی نیکی کے ارادہ سے آیا تو ہم اس کو خوش آمدید کہیں گے اور اگر وہ کسی برائی کے ارادہ سے آیا تو ہم اس کو اسی کی تلوار سے قتل کر دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو آنے کی اجازت دو' پھر اس نے اجازت دے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا تہبند سنبھالتے ہوئے کھڑے ہوئے' پھر حضرت عمر کو اپنی طرف زور سے کھینچا اور فرمایا: اے عمر! تم کس لیے آئے ہو؟ پس اللہ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے حتیٰ کہ اللہ تم پر کوئی سخت عذاب بھیج دے۔ حضرت عمر نے کہا: میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں تا کہ میں اللہ پر' اس کے رسول پر اور اللہ کے پاس سے لائی ہوئی چیزوں پر ایمان لاؤں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ آواز بلند فرمایا: اللہ اکبر' حتیٰ کہ گھر میں موجود تمام اصحاب نے جان لیا کہ عمر اسلام لے آئے ہیں۔

امام ابن ہشام لکھتے ہیں: امام ابن اسحاق نے حضرت عمر کے اسلام لانے کا دوسرا واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے کہا: میں اسلام سے بہت دور تھا' میں زمانہ جاہلیت میں شراب پیتا تھا' ہماری ایک مجلس تھی جس میں ہمارے دوست احباب جمع ہوتے تھے اور شراب پیتے تھے' میں ایک دن وہاں گیا تو مجھے وہاں پر کوئی نہیں ملا' میں نے سوچا کہ میں فلاں شراب فروخت کرنے والے کے پاس

جاؤں تو اس سے شراب لے کر پیوں۔ میں اس کے پاس گیا تو مجھے وہ ملا نہیں' پھر میں نے سوچا کہ میں کعبہ میں چلا جاؤں اور اس کے سات طواف کرلوں' پھر میں مسجد میں پہنچا تا کہ میں کعبہ کا طواف کروں۔ اچانک میں نے دیکھا کہ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں' جب آپ نماز پڑھتے تو شام (بیت المقدس) کی طرف منہ پھیرتے تھے اور کعبہ کو اپنے اور شام کے درمیان کر لیتے تھے اور حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان نماز پڑھتے تھے' جب میں نے آپ کو دیکھا تو سوچا کہ دیکھوں تو سہی یہ نماز میں کیا پڑھتے ہیں۔ میں آپ کے قریب ہوگیا (علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ شریح بن عبید کی روایت میں ہے: اس وقت آپ سورۃ الحاقہ پڑھ رہے تھے)' مجھے قرآن مجید کے الفاظ کی ترتیب سے بہت تعجب ہوا' میں نے دل میں کہا: خدا کی قسم! یہ ضرور شاعر ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: ''اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍO وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَO'' (الحاقۃ: ٤١-٤٠) بے شک یہ قرآن بزرگ رسول کا قول ہےO یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے' تم بہت کم یقین کرتے ہوO پھر میں نے سوچا کہ یہ کاہن ہیں ان کو میرے دل کی بات کا پتا چل گیا ہے' پھر آپ نے یہ آیتیں پڑھیں ''وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَO تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَO (الحاقۃ: ٤٣-٤٢) اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے' تم بہت کم نصیحت حاصل کررہے ہوO یہ تو رب العالمین کا نازل کردہ ہےO (پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخیر تک سورہ الحاقہ پڑھی) حضرت عمر نے کہا: جب میں نے قرآن سنا تو میرا دل نرم ہوگیا' میں آبدیدہ ہوگیا اور میرے دل میں اسلام داخل ہوگیا' میں اسی جگہ کھڑا رہا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ کر واپس چلے گئے اور اپنے مقررہ راستے سے گزرتے ہوئے اپنے گھر جانے لگے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ کا پیچھا کیا حتیٰ کہ جب آپ دار عباس اور دار ازھر میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری آہٹ سن لی اور مجھے پہچان لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ گمان کیا کہ میں نے آپ کو ضرر پہنچانے کے لیے آپ کا پیچھا کیا ہے' آپ نے پوچھا: اے ابن الخطاب! اس وقت کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا: میں اس لیے آیا ہوں کہ اللہ پر ایمان لاؤں اور اس کے رسول پر اور اس پر جو اللہ کی طرف سے آیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی حمد کی اور فرمایا: اے عمر! بے شک تمہیں اللہ نے ہدایت دے دی' پھر آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کی' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے چلا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے۔ امام ابن اسحاق نے کہا: اللہ ہی کو علم ہے کہ کون سا واقعہ درست ہے۔

(السیرۃ النبویہ ج ١ ص ٣٨٥-٣٨١' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٥ھ' انسان العیون ج ٢ ص ١٢٦-١٢٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ' دلائل النبوۃ ج ٢ ص ٥' الطبقات الکبریٰ ج ٩ ص ١٤١' الاستیعاب رقم: ١٨٩٩' اسد الغابہ رقم: ٣٨٣٠' الاصابہ رقم: ٥٧٥٢' سبل الھدیٰ والرشاد ج ٢ ص ٣٧٣-٣٧٠' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٤ھ)

* ہم نے ان دونوں حدیثوں کو اپنی تفسیر میں سورہ طٰہٰ کے مقدمہ میں بھی لکھا ہے: دیکھئے تبیان القرآن ج ٧ ص ٣٢٦-٣٢٤)

(١٨) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ مرد میری امت میں سے جنت کے سب سے بلند درجہ میں ہوگا۔ حضرت ابوسعید نے کہا: اللہ کی قسم! ہم صرف یہ گمان کرتے تھے کہ اس سے مراد حضرت عمر بن الخطاب ہیں حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی۔ (یعنی انبیاء علیہم السلام اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے بلند درجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہوگا۔ سعیدی غفرلہ)

(سنن ابن ماجہ: ٤٠٧٧)

(١٩) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو قریش کو ان کے اسلام لانے کی خبر نہیں تھی' تو حضرت عمر نے لوگوں سے پوچھا کہ اہل مکہ میں کون سب سے زیادہ خبر کو پھیلانے والا ہے' تو لوگوں نے بتایا وہ جمیل بن معمر

الجھی ہے۔ حضرت عمر اس کے پاس گئے اور میں بھی ان کے پیچھے جا رہا تھا اور میں جو کچھ دیکھ رہا تھا اس کو سن اور سمجھ رہا تھا۔ حضرت عمر اس کے پاس گئے اور کہا: اے جمیل! میں اسلام لا چکا ہوں۔ جمیل نے کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ مسجد (حرام) میں جا کر کھڑا ہو گیا اور بہ آواز بلند کہا: اے قریش کی جماعت! بے شک خطاب کے بیٹے نے دین بدل لیا ہے۔ حضرت عمر نے کہا: یہ جھوٹ بول رہا ہے لیکن میں اسلام لا چکا ہوں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لا چکا ہوں اور اس کے رسول کی تصدیق کر چکا ہوں، پس وہ سب حضرت عمر پر پل پڑے، حضرت عمر نے ان سے قتال کیا حتیٰ کہ سورج ان کے سروں پر آ گیا، حتیٰ کہ حضرت عمر تھک کر بیٹھ گئے، پس وہ سب حضرت عمر کے سر پر کھڑے ہو گئے، حضرت عمر نے کہا: جو تمہارے دل میں آئے کرو، وہ اسی حال میں کھڑے ہوئے تھے کہ ایک مرد ریشمی حلہ اور کناروں پر کام والی قمیص پہنے ہوئے آیا، پس اس نے پوچھا: کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا: خطاب کے بیٹے نے دین بدل لیا ہے۔ اس مرد نے کہا: چھوڑو اس مرد نے اپنے لیے ایک دین کو اختیار کر لیا ہے، کیا تمہارا گمان ہے کہ بنو عدی اپنا ساتھی تمہارے حوالے کر دیں گے؟ پھر اس شخص نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا، پھر میں نے بعد میں حضرت عمر سے مدینہ میں پوچھا: وہ مرد کون تھا جس نے اس دن آپ کو لوگوں سے بچایا تھا؟ حضرت عمر نے کہا: اے میرے بیٹے! وہ عاص بن وائل تھا۔ (صحیح ابن حبان: ٦٨٧٩، امام ابن حبان نے کہا: اس حدیث کی سند قوی ہے۔)

(٢٠) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔ آپ نے پوچھا: تمہارے یہ کپڑے نئے ہیں یا دھلے ہوئے ہیں؟ حضرت عمر نے کہا: بلکہ نئے ہیں۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نئے کپڑے پہنو اور ستودہ صفات زندگی گزارو اور شہادت پاؤ، امام عبدالرزاق نے از اسماعیل بن ابی خالد یہ اضافہ کیا ہے: اور اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا اور آخرت میں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائے۔

(صحیح ابن حبان: ٦٨٩٧، امام ابن حبان نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے)

(٢١) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اہل جنت میں سے ہیں۔

(صحیح ابن حبان: ٦٨٨٤، امام ابن حبان نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے۔)

(٢٢) حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابولؤلؤ فیروز حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور وہ چکیاں بناتا تھا اور حضرت مغیرہ ہر روز اس سے چار درہم خراج لیتے تھے، پس ابولؤلؤ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! مغیرہ مجھ سے زیادہ خراج لیتے ہیں، آپ ان سے کہیں کہ وہ کم خراج لیں، حضرت عمر نے اس سے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے مولیٰ سے حسن سلوک کرو، تو وہ غلام غضب میں آ گیا اور کہنے لگا: آپ میرے علاوہ سب لوگوں کے ساتھ عدل کرتے ہیں اور دل میں ان کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا، اور دو دھاری خنجر کو زہر آلود کر لیا، پھر اس نے ہرمزان کو وہ خنجر دکھایا اور اس سے پوچھا: یہ کیسا ہے؟ اس نے کہا: تم جس کو بھی یہ خنجر مارو گے اس کو قتل کر دو گے۔ ابولؤلؤ حضرت عمر کی گھات میں رہا، پس وہ صبح کی نماز میں ان کے پاس پہنچ گیا حتیٰ کہ حضرت عمر کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ جب نماز کی اقامت کہی جاتی تو حضرت عمر کہتے تھے: اپنی اپنی صفیں قائم کر لو، پس جب حضرت عمر نے اللہ اکبر کہا تو ابولؤلؤ نے ان کے کندھے پر خنجر مار کر ان کی کوکھ سے نکالا، حضرت عمر گر گئے اور وہ تیرہ نمازیوں کو خنجر سے زخمی کرتا ہوا نکل بھاگا جن میں سے سات شہید ہو گئے، حضرت عمر کو اٹھا کر ان کے گھر پہنچایا گیا، لوگوں میں چیخ و پکار ہو گئی حتیٰ کہ سورج طلوع ہونے کے قریب تھا تو حضرت عبدالرحمان بن عوف نے لوگوں کو پکار کر کہا: اے لوگو! صلاۃ، صلاۃ، پھر لوگ گھبرا کر نماز کی طرف آئے، حضرت عبدالرحمان بن عوف نے آگے بڑھ کر دو چھوٹی چھوٹی سورتوں کے ساتھ نماز

پڑھائی' نماز کے بعد لوگ حضرت عمر کی طرف گئے' حضرت عمر نے مشروب منگوایا تا کہ زخم کا اندازہ کریں' پس نبیذ منگوایا' انہوں نے اس کو پیا تو وہ ان کے زخم سے نکل گیا اور یہ پتا نہیں چلا کہ وہ نبیذ ہے یا خون ہے' پھر انہوں نے دودھ منگوا کر پیا تو وہ بھی ان کے زخم سے نکل گیا' لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ حضرت عمر نے کہا: اگر قتل خطرہ ہے تو میں قتل کیا جا چکا ہوں' پھر لوگ حضرت عمر کی تعریف اور تحسین کرنے لگے' اور کہنے لگے: اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کو نیک جزا عطا فرمائے آپ ایسے تھے اور آپ ایسے تھے' پھر وہ لوگ چلے گئے اور دوسرے لوگ آ گئے اور وہ ان کی تحسین کرنے لگے' پس حضرت عمر نے کہا: تم جو تحسین کر رہے ہو اللہ کی قسم! میری خواہش ہے کہ یہ سب برابر برابر ہو جائے' نہ مجھے سزا ملے اور نہ مجھے اجر ملے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ میری مصاحبت سلامت رہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کے سرہانے کھڑے ہوئے تھے' انہوں نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! آپ کا معاملہ برابر سرابر نہیں ہوگا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ رہے' آپ نے ان کی مصاحبت کی اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح قبض کی گئی وہ آپ سے راضی تھے' پھر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلیفہ کی مصاحبت کی' آپ ان کے احکام جاری کرتے تھے اور آپ ان کے حامی اور ناصر تھے' اے امیر المؤمنین! پھر آپ کو حاکم بنایا گیا' سو آپ نے بہترین حکومت کی' پھر حضرت عمر کو حضرت ابن عباس کی باتوں سے راحت ملی' تو انہوں نے کہا: اے ابن عباس! اپنی باتوں کو دہراؤ' تو حضرت ابن عباس نے اپنی باتیں دہرائیں' پس حضرت عمر نے کہا: سنو! خدا کی قسم! جیسا تم کہتے ہو تو اگر میرے پاس روئے زمین کے برابر (بھی) سونا ہوتا تو میں اس دن کے خوف سے بچنے کے لیے اس کو فدیہ میں دے دیتا اور میں نے چھ (٦) مسلمانوں پر مشتمل مجلس شوریٰ بنا دی ہے: (١) حضرت عثمان (٢) حضرت علی بن ابی طالب (٣) حضرت طلحہ بن عبیداللہ (٤) حضرت زبیر بن العوام (٥) حضرت عبدالرحمان بن عوف (٦) حضرت سعد بن ابی وقاص' رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان میں داخل نہیں تھے لیکن ان کو ان کا مشیر بنا دیا اور ان میں اہم تین تھے اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا' ان سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رضوان نازل ہو۔

(صحیح ابن حبان: ٦٩٠٥)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پانچ سو انتالیس (٥٣٩) احادیث مروی ہیں جن میں سے امام بخاری اور امام مسلم دس (١٠) احادیث پر متفق ہیں۔ امام بخاری نو (٩) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم پندرہ (١٥) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ٢ ص ٢٣٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

٧- بَابُ مَنَاقِبِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَبِیْ عَمْرٍو الْقُرَشِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت عثمان بن عفان ابی عمرو القرشی رضی اللہ عنہ کے مناقب

حضرت عثمان کا پورا نام اس طرح ہے: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف' ان کا نسب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب کے ساتھ عبد مناف میں جمع ہو جاتا ہے اور ان کی کنیت ابوعمرو ہے۔ اس پر اتفاق ہے اور اس میں یہ دو قول بھی ہیں: (١) ابوعبداللہ (٢) ابویعلیٰ۔ الزہری نے کہا: ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے' یہ ان کے اس بیٹے کے نام پر ہے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کی زوجہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عطا فرمایا تھا اور مشہور ہے کہ ان کا لقب ذوالنورین ہے کیونکہ ان کے علاوہ اور کسی

کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا کہ اس کے عقد نکاح میں نبی ﷺ کی دو صاحب زادیاں ہوں۔ ان کی والدہ کا نام اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف ہے اور نانی کا نام ام حکیم البیضاء بنت عبد المطلب ہے جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٧٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت عثمان کے بعض نجی احوال اور ان کی شہادت کا سبب

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جو صاحب زادے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے تھے' ان کا نام حضرت عبداللہ تھا' وہ چھ سال کی عمر میں فوت ہو گئے تھے۔ امام ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ ان کی وفات چار (٤) ہجری میں ہوئی تھی اور ان کی والدہ حضرت رقیہ اس سے دو سال پہلے فوت ہو گئی تھیں۔

حضرت عثمان بہت مال دار تھے اور وہ اپنا اکثر مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے۔ وہ خلیفہ ثالث تھے' رشتہ داروں پر خرچ کرنے میں ان کی مثال بیان کی جاتی تھی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کی شہادت کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ شہروں کے حکام ان کے رشتہ دار تھے' پورے شام میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران تھے' بصرہ میں سعید بن ابی العاص تھے' مصر میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھے' خراسان میں عبداللہ بن عامر تھے۔ جب ان شہروں سے لوگ حج کے لیے آتے تو وہ اپنے حاکم کی شکایت کرتے تھے' حضرت عثمان نرم مزاج' کثیر الاحسان اور بہت متحمل تھے' وہ بعض حکام کو تبدیل کر دیتے اور شکایت کرنے والوں کو راضی کر دیتے تھے' حتیٰ کہ مصر کے لوگوں نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی شکایت کی۔ حضرت عثمان نے ان کو معزول کر دیا اور یہ حکم لکھ دیا کہ ان کی جگہ محمد بن ابوبکر صدیق کو حاکم مقرر کر دیا جائے' وہ لوگ اس سے راضی ہو گئے' ابھی وہ راستہ میں تھے کہ انہوں نے اونٹنی پر ایک سوار کو جاتے ہوئے دیکھا' تفتیش سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت عثمان کا بھیجا ہوا ہے اور اس کے پاس سے حضرت عثمان کی طرف سے یہ مکتوب برآمد ہوا کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو ان کے عہدہ پر بحال رکھا جائے۔ ان لوگوں نے اس خط پر قبضہ کر لیا اور دوبارہ مدینہ پہنچے اور اس سلسلہ میں حضرت عثمان سے بات کی' حضرت عثمان نے حلف اٹھا کر کہا: انہوں نے یہ خط لکھا ہے نہ اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے۔ ان لوگوں نے مطالبہ کیا کہ آپ اپنے کاتب مروان کو ہمارے حوالے کریں۔ حضرت عثمان کو یہ خطرہ تھا کہ یہ لوگ مروان کو قتل کر دیں گے' پس وہ لوگ غضب ناک ہو گئے اور انہوں نے حضرت عثمان کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ صحابہ کی ایک جماعت حضرت عثمان کی حمایت میں کھڑی ہوئی لیکن حضرت عثمان نے ان کو قتال کرنے سے منع کر دیا' حتیٰ کہ ان لوگوں نے حضرت عثمان کے گھر میں داخل ہو کر ان کو شہید کر دیا۔ صحابہ پر یہ امر بہت شاق گزرا' پھر فتنہ کا دروازہ کھل گیا اور جو نہ ہونا تھا وہ ہو گیا۔ (فتح المنعم ج ٩ ص ٣٢٠-٣١٩' دار الشروق' القاہرہ' ١٤٢٩ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّحْفِرُ بِئْرَ رُوْمَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَحَفَرَهَا عُثْمَانُ وَقَالَ مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَجَهَّزَهُ عُثْمَانُ.

اور نبی ﷺ نے فرمایا: جو رومۃ کا کنواں کھودے گا تو اس کو جنت ملے گی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو کھودا تھا اور آپ نے فرمایا: جس نے تنگی کے لشکر میں سامان مہیا کیا تو اس کے لیے جنت ہے' پس حضرت عثمان نے اس کا سامان مہیا کیا۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ٢٧٧٨' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی مفصل شرح کی جا چکی ہے۔

حضرت عثمان نے کنواں کھودا نہیں تھا وہ کھودنے کا سبب تھے' انہوں نے اس زمین کو خریدا تھا۔ حافظ ابن عبد البر نے الاستیعاب

میں لکھا ہے کہ انہوں نے یہ کنواں بیس ہزار میں خریدا تھا اور امام نسائی کی روایت میں ہے' انہوں نے یہ کنواں بیس ہزار یا پچیس ہزار میں خریدا تھا۔ (السنن الکبریٰ: ۴۳۹۱) اور امام بغوی نے روایت کی ہے کہ انہوں نے یہ کنواں پینتیس ہزار (۳۵۰۰۰) درہم میں خریدا تھا۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج۹ ص ۴۲' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

حضرت عثمان نے اس لشکر کے لیے نو سو پچاس (۹۵۰) اونٹ اور پچاس گھوڑے فراہم کیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہزار دینار پیش کیے۔ (الکوکب الدراری للکرمانی ج ۱۴ ص ۲۲۹' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ)

٣٦٩٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا وَّأَمَرَنِي بِحِفْظِ بَابِ الْحَائِطِ فَجَاءَ رَجُلٌ يَّسْتَأْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَّهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَإِذَا أَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَّهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَإِذَا عُمَرُ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ يَسْتَأْذِنُ فَسَكَتَ هُنَيْهَةً ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى سَتُصِيبُهُ فَإِذَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قَالَ حَمَّادٌ وَّحَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ وَعَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ سَمِعَا أَبَا عُثْمَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مُوسٰى بِنَحْوِهٖ وَزَادَ فِيهِ عَاصِمٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ قَاعِدًا فِي مَكَانٍ فِيهِ مَاءٌ قَدِ انْكَشَفَ عَنْ رُكْبَتَيْهِ أَوْ رُكْبَتِهٖ فَلَمَّا دَخَلَ عُثْمَانُ غَطَّاهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی عثمان از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے باغ کے دروازہ کی حفاظت کا حکم دیا' پس ایک شخص آیا اور وہ اجازت طلب کر رہا تھا' آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دو' پس وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تھے' پھر ایک اور شخص آیا اور وہ اجازت طلب کر رہا تھا' آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دو' پس وہ حضرت عمر تھے' پھر ایک اور شخص آیا اور وہ اجازت طلب کر رہا تھا' آپ کچھ دیر خاموش رہے' پھر فرمایا: اس کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دو' ان مصائب کے ساتھ جو اس کو عنقریب پہنچیں گے۔ پس وہ حضرت عثمان بن عفان تھے۔ حماد نے کہا: اور ہمیں عاصم احول نے اور علی بن الحکم نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے ابوعثمان سے سنا' وہ حضرت ابوموسیٰ سے اسی کی مثل حدیث بیان کرتے ہیں اور عاصم نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے جس میں پانی تھا' اور آپ نے اپنے دونوں گھٹنوں سے یا ایک گھٹنے سے کپڑا اٹھایا ہوا تھا' پس جب حضرت عثمان داخل ہوئے تو آپ نے ان کو ڈھانپ لیا۔

بعض راویوں نے اس حدیث کی اس طرح روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ اپنے گھر میں اپنی ران کھولے ہوئے بیٹھے تھے۔ پس ابوبکر بیٹھ گئے' پھر حضرت عمر رضی اللہ آئے اور آپ اسی حالت میں تھے' پھر حضرت عثمان رضی اللہ نے اجازت طلب کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران کو ڈھانپ لیا' آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: عثمان بہت حیاء والا مرد ہے' اگر وہ مجھ سے اس حال میں ملتا تو وہ اپنی ضرورت نہیں بیان کر سکتا تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۴۰۲) نیز حضرت عثمان سے حیاء کرنا زیادہ لائق تھا کیونکہ وہ آپ کے داماد تھے اور بیٹی کا شوہر بیٹی کے باپ سے بہت زیادہ حیاء کرتا ہے' اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ نے مذی کا حکم خود نہیں پوچھا تھا بلکہ پوچھنے کے لیے حضرت مقداد رضی اللہ کو بھیجا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٨٠)

میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ اس سے پہلے کا ہو جب آپ نے گھٹنے یا ران کو شرم گاہ قرار دیا تھا۔

باقی متن میں جو حدیث ذکر ہے اس کی شرح 'صحیح البخاری: ٣٦٧٤' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عثمان کے لیے جنت کی بشارت کا ذکر ہے۔

٣٦٩٦ - **حَدَّثَنِیْ** اَحْمَدُ بْنُ شَبِیْبٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ یُوْنُسَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ اَنَّ عُبَیْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِیِّ بْنِ الْخِیَارِ اَخْبَرَهُ اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ یَغُوْثَ قَالَا مَا یَمْنَعُكَ اَنْ تُكَلِّمَ عُثْمَانَ لِاَخِیْهِ الْوَلِیْدِ فَقَدْ اَكْثَرَ النَّاسُ فِیْهِ فَقَصَدْتُّ لِعُثْمَانَ حَتّٰی خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوةِ قُلْتُ اِنَّ لِیْ اِلَیْكَ حَاجَةً وَّهِیَ نَصِیْحَةٌ لَّكَ قَالَ یٰاَیُّهَا الْمَرْءُ مِنْكَ قَالَ مَعْمَرٌ اَرَاهُ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ فَانْصَرَفْتُ فَرَجَعْتُ اِلَیْهِمْ اِذْ جَاءَ رَسُوْلُ عُثْمَانَ فَاَتَیْتُهُ فَقَالَ مَا نَصِیْحَتُكَ فَقُلْتُ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَیْهِ الْكِتَابَ وَكُنْتَ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَهَاجَرْتَ الْهِجْرَتَیْنِ وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَیْتَ هَدْیَهُ وَقَدْ اَكْثَرَ النَّاسُ فِیْ شَاْنِ الْوَلِیْدِ قَالَ اَدْرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لَا وَلٰكِنْ خَلَصَ اِلَیَّ مِنْ عِلْمِهٖ مَا یَخْلُصُ اِلَی الْعَذْرَاءِ فِیْ سِتْرِهَا قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ فَكُنْتُ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاٰمَنْتُ بِمَا بُعِثَ بِهٖ وَهَاجَرْتُ الْهِجْرَتَیْنِ كَمَا قُلْتَ وَصَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَبَایَعْتُهُ فَوَاللّٰهِ مَا عَصَیْتُهُ وَلَا غَشَشْتُهُ حَتّٰی تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اَبُوْبَكْرٍ مِّثْلُهُ ثُمَّ عُمَرُ مِثْلُهُ ثُمَّ اسْتُخْلِفْتُ اَفَلَیْسَ لِیْ مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِیْ لَهُمْ قُلْتُ بَلٰی قَالَ فَمَا هٰذِهِ الْاَحَادِیْثُ الَّتِیْ تَبْلُغُنِیْ عَنْكُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن شبیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس' ابن شہاب نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ عبید اللہ بن عدی بن الخیار نے ان کو خبر دی' کہ حضرت المسور بن مخرمہ اور عبد الرحمان بن الاسود بن عبد یغوث' ان دونوں نے کہا: تمہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کے بھائی ولید کے متعلق بات کرنے سے کیا چیز مانع ہے کیونکہ لوگ اس کی بہت شکایتیں کرتے ہیں' پس میں نے حضرت عثمان سے بات کرنے کا قصد کیا حتیٰ کہ وہ نماز کی طرف نکلے' میں نے کہا: مجھے آپ سے ایک کام ہے اور اس میں آپ کی خیر خواہی ہی ہے۔ حضرت عثمان نے کہا: اے مرد! تم سے' معمر نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے کہا: میں تم سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں' پس میں واپس آ گیا' اور ان لوگوں کی طرف گیا (جنہوں نے بھیجا تھا)' اتنے میں حضرت عثمان کا قاصد (بلانے) آیا' پس میں ان کے پاس گیا' انہوں نے پوچھا: وہ تمہاری خیر خواہی کیا ہے؟ پس میں نے کہا: بے شک اللہ سبحانہ نے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا' اور آپ پر کتاب نازل فرمائی اور آپ (بھی) ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا' پس آپ نے دو ہجرتیں کیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت کی' اور آپ نے ان کی سیرت کو دیکھا' اور اب لوگوں نے ولید (گورنر کوفہ) کے متعلق بہت شکایتیں کی ہیں' حضرت عثمان نے پوچھا: کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا تھا؟ میں نے کہا: نہیں لیکن مجھ تک (آپ کی احادیث کا) وہ علم پہنچ گیا ہے جو کنواری لڑکی تک اس کے پردے میں پہنچ چکا ہے۔ حضرت عثمان نے کہا: حمد و صلوٰۃ کے بعد' سنو! بے شک اللہ تعالیٰ

اَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ شَانِ الْوَلِيْدِ فَسَنَاْخُذُ فِيْهِ بِالْحَقِّ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ دَعَا عَلِيًّا فَاَمَرَهُ اَنْ يَّجْلِدَهُ فَجَلَدَهُ ثَمَانِيْنَ.

[اطراف الحدیث: ٣٨٧٢۔ ٣٩٢٧] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

نے (سیدنا) محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا' پس میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت کو قبول کیا' اور آپ کو جس دین کے ساتھ بھیجا میں اس پر ایمان لایا اور جیسا کہ تم نے کہا ہے میں نے دو ہجرتیں کیں اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت کی اور آپ سے بیعت کی' پس اللہ کی قسم! میں نے آپ کی کوئی نافرمانی نہیں کی نہ آپ کو کبھی دھوکا دیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی مثل تھے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی مثل تھے' پھر مجھے خلیفہ بنایا گیا تو کیا میرے لیے وہ حق نہیں ہے جو ان بزرگوں کے لیے تھا! میں نے کہا: کیوں نہیں! حضرت عثمان نے کہا: پھر یہ کس قسم کی باتیں ہیں جو تم لوگوں کی طرف سے مجھے پہنچ رہی ہیں! رہی وہ شکایت جو تم نے ولید کے متعلق کی ہے تو عنقریب ہم اس کو حق کے مطابق سزا دیں گے ان شاء اللہ' پھر حضرت عثمان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں یہ حکم دیا کہ وہ ولید کو اسی (٨٠) کوڑے ماریں۔

امام بخاری نے اس حدیث کی فضائل عثمان کے باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عثمان کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ ان سے جو حق بات کہی جائے وہ اس کا اعتراف کرتے تھے اور جو مجرم ہو اس کو سزا دیتے تھے خواہ وہ ان کا عزیز اور رشتہ دار کیوں نہ ہو' نیز اس حدیث میں حضرت عثمان کی منفرد فضیلت یہ ہے کہ انہوں نے دو ہجرتیں کی تھیں اور باقی خلفاء کی صرف ایک ہجرت ہے۔

ولید بن عقبہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

ولید بن عقبہ بن ابی معیط حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ماں شریک بھائی تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید کو کوفہ کا گورنر بنا دیا تھا۔ اس سے پہلے ولید الجزیرۃ کا گورنر تھا۔ حضرت عثمان نے اس کو وہاں سے بلا کر کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ اس سے پہلے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر تھے۔ حضرت عثمان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق انہیں کوفہ کا گورنر بنایا تھا' پھر حضرت عثمان نے حضرت سعد کو معزول کر کے ولید بن عقبہ کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ حضرت سعد کو معزول کرنے کا سبب یہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیت المال کے عامل تھے' حضرت سعد نے ان سے کچھ مال قرض لیا تھا۔ حضرت ابن مسعود نے ان سے تقاضا کیا' پھر ان دونوں میں جھگڑا ہوا۔ حضرت عثمان تک یہ خبر پہنچی تو وہ ان دونوں پر غضب ناک ہوئے' پھر انہوں نے حضرت سعد کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا اور ولید بن عقبہ کو الجزیرہ سے بلا کر کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔

ولید بن عقبہ کے خلاف شکایات

ولید بن عقبہ کے خلاف یہ شکایات تھیں کہ ایک دن اس نے اہل کوفہ کو صبح کی نماز چار رکعات پڑھا دیں اور نمازیوں کی طرف مڑ کر کہا: اور زیادہ پڑھاؤں؟ اور وہ اس وقت نشہ میں تھا۔ حضرت عثمان تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے اس پر شراب پینے کی حد قائم نہیں کی' اس پر لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں اور حضرت عثمان پر اعتراض کیا اور لوگوں نے اس پر بھی اعتراض کیا کہ حضرت عثمان نے حضرت سعد کو معزول کر دیا تھا' حالانکہ وہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور اہل شوریٰ میں سے تھے اور ان کو اپنی بزرگی' علم' دین داری اور اسلام میں سبقت کے لحاظ سے وہ فضائل حاصل تھے کہ ولید ان کے پاسنگ بھی نہیں تھا۔ (حضرت سعد اسلام لانے والے پانچویں شخص تھے' اسلام کی راہ میں کفار کے خلاف سب سے پہلے انہوں نے تیر چلایا تھا اور وہی فاتح ایران تھے۔ سعیدی غفرلہ) پھر جب حضرت عثمان پر ولید بن عقبہ کا بدکردار ہونا منکشف ہو گیا تو انہوں نے اس کو معزول کر دیا' انہوں نے اس پر حد لگانے میں اس لیے تاخیر کی تھی کہ اس معاملہ کی تفتیش ہو جائے اور اس کی شراب نوشی پر گواہیاں قائم ہو جائیں اور جب گواہیوں سے اس کی شراب نوشی ثابت ہو گئی تو پھر انہوں نے اس پر حد قائم کر دی۔

ولید بن عقبہ کی حد میں چالیس اور اسّی کوڑوں کی دو روایتیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی نے ولید بن عقبہ کو اسّی (٨٠) کوڑے لگائے' اور معمر کی روایت میں مذکور ہے کہ ولید کو چالیس کوڑے مارے تھے اور معمر کی روایت یونس کی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔ یونس کی روایت میں شبیب بن سعید کو وہم ہوا ہے اور معمر کی روایت اس لیے راجح ہے کہ صحیح مسلم میں بھی وہی روایت ہے اور امام بخاری نے بھی چالیس کوڑے مارنے کی حدیث روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری: ٣٨٧٢)

امام مسلم کی روایت اس طرح ہے:

ولید بن عقبہ کو حضرت عثمان کے پاس لایا گیا جب کہ اس نے صبح کی نماز دو رکعت پڑھا کر نمازیوں سے کہا: کیا میں تم کو اور رکعت نماز پڑھاؤں؟ اس کے خلاف دو مردوں نے گواہی دی' ان میں سے ایک عمران تھے جو کہ حضرت عثمان کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انہوں نے گواہی دی تھی کہ اس نے شراب پی ہے۔ حضرت عثمان نے کہا: اے علی! آپ کھڑے ہو کر اس پر حد لگائیں۔ حضرت علی نے کہا: اے حسن! تم اس پر حد لگاؤ' حضرت حسن نے کہا: اس حد کی گرمی کا وہ والی ہے جو اس کی ٹھنڈک کا والی ہے گویا کہ ان کو اس پر ترس آیا' پھر انہوں نے کہا: اے عبداللہ بن جعفر! تم کھڑے ہو کر اس پر حد لگاؤ تو انہوں نے اس پر کوڑے مارے اور حضرت علی گن رہے تھے' جب انہوں نے چالیس کوڑے مار لیے تو حضرت علی نے کہا: اب ٹھہر جاؤ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت ابوبکر نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمر نے اسّی (٨٠) کوڑے مارے اور ان میں سے ہر مقدار سنت ہے اور میرے نزدیک چالیس کوڑے مارنا زیادہ پسندیدہ ہے۔ (صحیح مسلم: ١٧٠٧)

ولید کی شراب نوشی پر دوسرا گواہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ولید کی شراب نوشی پر دوسرا گواہ کون تھا جس کا اس روایت میں ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مشہور صحابی حضرت الصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کی یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں روایت کی ہے اور امام طبری نے لکھا ہے کہ دوسرے گواہ حضرت الصعب کے بیٹے تھے' ان کا نام جثامہ تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ دوسرے گواہ زہیر بن الحارث بن عوف تھے' غرض دوسرے گواہ کے مصداق میں کافی اختلاف ہے۔

شراب نوشی کی حد میں مذاہب فقہاء

ہمارے اصحاب نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس کو خمر یا کسی نبیذ کے پینے سے نشہ ہو تو اس کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہیں اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس کی حد چالیس کوڑے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمر پینے پر درخت کی شاخیں اور جوتے مارے' اور حضرت ابوبکر نے چالیس کوڑے مارے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ جو درخت کی شاخوں اور جوتوں کی روایت ہے تو ہر ضرب دو ضربوں کے برابر ہے اور اس کی دلیل حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں خمر میں دو جوتے مارے گئے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو ہر جوتے کے بدلہ میں چابک مارا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۸۴۔۲۸۱ ملخصا' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ پر صرف صحیح البخاری کی اس حدیث سے استدلال کیا جائے جس میں یہ ذکر ہے کہ شراب نوشی کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہے' کیونکہ شراب کے نشہ میں آدمی کسی کی عزت کے خلاف بول دیتا ہے اور حد قذف اسی (۸۰) کوڑے ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عثمان نے عبید اللہ بن عدی سے پوچھا: کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا تھا؟ یعنی کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سنی تھیں؟ انہوں نے کہا: نہیں' دراصل عبید اللہ بن عدی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا تھا کیونکہ وہ آپ کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے لیکن انہوں نے آپ کی احادیث نہیں سنی تھیں۔ حضرت عثمان نے ان سے یہ اس لیے پوچھا تھا تاکہ ان کو یہ تنبیہ کریں کہ وہ جو یہ سمجھ رہے ہیں کہ حضرت عثمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کر رہے ہیں تو ان کا یہ گمان صحیح نہیں ہے' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام احمد نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عثمان نے خطبہ میں فرمایا: اللہ کی قسم! میں سفر اور حضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت میں رہا ہوں اور بعض ایسے لوگ مجھے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سکھا رہے ہیں جنہوں نے غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا بھی نہیں ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۶۹)

عبید اللہ بن عدی نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو نہیں لیکن مجھ تک وہ علم پہنچ گیا ہے جو کنواری لڑکی تک اس کے پردے میں پہنچ گیا ہے۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی مکمل اشاعت ہو چکی ہے حتیٰ کہ کنواری لڑکی تک بھی آپ کی شریعت کا علم پہنچ گیا ہے۔
(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۴۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

۳۶۹۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُمْ قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحُدًا وَّمَعَهٗ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ وَقَالَ اُسْكُنْ اُحُدُ اَظُنُّهٗ ضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ فَلَيْسَ عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَّشَهِيْدَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے' اور ان کے ساتھ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم تھے تو وہ پہاڑ لرزنے لگا' آپ نے فرمایا: اے احد پر سکون ہو جا! اور میرا گمان ہے' آپ نے اس پر اپنا پیر مارا' (فرمایا:) تجھ پر تو ایک نبی اور صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٧٥' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اسی حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بعد افضل الصحابہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

صحابہ میں افضلیت کی ترتیب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو چھوڑ دیتے تھے اور ان کے درمیان کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔

علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ٣٨٨ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ اس سے مراد معمر صحابہ ہیں اور یہ وہ اصحاب ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی اہم معاملے میں مشورہ کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جوان تھے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے اس قول سے حضرت علی کی فضیلت میں کمی کا ارادہ نہیں کیا اور نہ یہ ارادہ کیا ہے کہ ان کی فضیلت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد ہے۔ کیونکہ حضرت علی کی فضیلت مشہور ہے۔ حضرت ابن عمر اور نہ ہی کوئی دوسرا صحابی ان کی فضیلت کا منکر تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ جمہور اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ حضرت عثمان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ پر مقدم ہیں اور ان کے بعد بقیہ عشرہ مبشرہ تمام اصحاب پر مقدم ہیں اور پھر اہل بدر باقی صحابہ پر مقدم ہیں۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ابن عمر کی مراد یہ ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں کسی زمانہ میں ایسا تھا اور یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ بعد میں اس پر اجماع ہو گیا کہ حضرت عثمان کے بعد حضرت علی سب سے افضل ہیں۔

(الکواکب الدراری جز ١٤ ص ٢٣٣)

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اجماع کے دعویٰ پر اعتراض ہے کیونکہ بعض اہل سنت حضرت علی کو حضرت عثمان سے افضل قرار دیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٨٥۔ ٢٨٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦٩٨ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِیْعٍ حَدَّثَنَا شَاذَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ اَبِیْ سَلَمَةَ الْمَاجِشُوْنَ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِاَبِیْ بَكْرٍ اَحَدًا ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ نَتْرُكُ اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا نُفَاضِلُ بَیْنَهُمْ تَابَعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن حاتم بن بزیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شاذان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ الماجشون نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ہم کسی کو بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں قرار دیتے تھے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے برابر' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو قرار نہیں دیتے تھے' پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو چھوڑ دیتے اور ان کے درمیان کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔ شاذان کی متابعت عبداللہ بن صالح نے کی ہے از عبدالعزیز۔

٣٦٩٩ - حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی'

مِصْرَ حَجَّ الْبَيْتَ فَرَاٰى قَوْمًا جُلُوْسًا فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَآءِ
الْقَوْمُ قَالَ هٰؤُلَآءِ قُرَيْشٌ قَالَ فَمَنِ الشَّيْخُ فِيْهِمْ قَالُوْا
عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ اِنِّیْ سَائِلُكَ عَنْ شَیْءٍ
فَحَدِّثْنِیْ عَنْهُ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ نَعَمْ
فَقَالَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَّلَمْ يَشْهَدْ قَالَ نَعَمْ
قَالَ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّهٗ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ
يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ
اُبَيِّنْ لَكَ اَمَّا فِرَارُهٗ يَوْمَ اُحُدٍ فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَفَا عَنْهُ
وَغَفَرَلَهٗ وَاَمَّا تَغَيُّبُهٗ عَنْ بَدْرٍ فَاِنَّهٗ كَانَتْ تَحْتَهٗ بِنْتُ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ 4
لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ
مِّمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَّسَهْمَهٗ. وَاَمَّا تَغَيُّبُهٗ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ
فَلَوْ كَانَ اَحَدٌ اَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهٗ مَكَانَهٗ
فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ وَكَانَتْ
بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ اِلٰى مَكَّةَ فَقَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذِهٖ
يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهٖ فَقَالَ هٰذِهٖ لِعُثْمَانَ
فَقَالَ لَهٗ ابْنُ عُمَرَ اِذْهَبْ بِهَا الْاٰنَ مَعَكَ.

انہوں نے کہا: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی' وہ ابن موہب ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ اہل مصر سے ایک شخص آیا' اس نے بیت اللہ کا حج کیا' پھر اس نے چند لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ (ان میں سے کسی نے کہا:) یہ قریش ہیں۔ اس نے پوچھا: ان میں بزرگ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اس نے کہا: اے ابن عمر! میں آپ سے چند چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں سو آپ مجھے ان کے بارے میں بتایئے! کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) غزوہ احد میں بھاگ گئے تھے! حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! اس نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ غزوہ بدر میں غائب تھے اور حاضر نہیں ہوئے تھے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! اس نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ بیعت رضوان میں غائب تھے اور حاضر نہیں ہوئے تھے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! اس نے کہا: اللہ اکبر' حضرت ابن عمر نے کہا: آؤ! میں تم کو (ان کی وجوہ) بیان کرتا ہوں' رہا ان کا غزوہ احد کے دن بھاگنا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا اور ان کی مغفرت کر دی' اور رہا ان کا غزوہ بدر میں غائب ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا) ان کے عقد نکاح میں تھیں اور وہ بیمار تھیں (وہ ان کی تیمارداری میں مصروف تھے)' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کو غزوہ بدر میں حاضر ہونے والے شخص کے برابر اجر ملے گا اور مال غنیمت سے حصہ ملے گا' اور رہا ان کا بیعت رضوان سے غائب ہونا (تو اس کی وجہ یہ ہے) کہ اگر مکہ والوں کے نزدیک حضرت عثمان سے زیادہ کوئی معزز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عثمان کی جگہ اس کو مکہ میں بھیج دیتے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کو مکہ بھیج دیا اور بیعت رضوان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکہ جانے کے بعد ہوئی تھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیا' پس اس ہاتھ کو اپنے ہاتھ پر مارا اور فرمایا: یہ عثمان کی بیعت ہے' پس حضرت ابن عمر نے فرمایا: اب تم ان جوابات کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۳۱۳۰ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو فضائل عثمان کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ کی بہت عظیم فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا اور ان کی مغفرت فرما دی اور غزوہ بدر میں شریک نہ ہونے کے باوجود ان کو اس میں جہاد کا اجر عطا فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مال غنیمت سے حصہ دیا اور ان کے سوا کسی اور کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیا اور یہ بہت عظیم فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی۔ اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۶۷۵ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے فضائل عثمان کے باب میں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ کے شہید ہونے کی بشارت ہے۔

٨ - بَابُ قِصَّةِ الْبَيْعَةِ وَالْاِتِّفَاقِ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَفِيْهِ مَقْتَلُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عثمان کی بیعت کا قصہ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ پر اتفاق اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ کی شہادت کا ذکر ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ کو مقدم کیا گیا اور ان کی بیعت کرنے پر سب کا اتفاق ہو گیا۔

٣٧٠٠ - **حَدَّثَنَا** مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَبْلَ اَنْ يُّصَابَ بِاَيَّامٍ بِالْمَدِيْنَةِ وَقَفَ عَلٰى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَعُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ كَيْفَ فَعَلْتُمَا اَتَخَافَانِ اَنْ تَكُوْنَا قَدْ حَمَّلْتُمَا الْاَرْضَ مَالَا تُطِيْقُ قَالَ حَمَّلْنَاهَا اَمْرًا هِيَ لَهٗ مُطِيْقَةٌ مَافِيْهَا كَبِيْرُ فَضْلٍ قَالَ اُنْظُرَا اَنْ تَكُوْنَا حَمَّلْتُمَا الْاَرْضَ مَالَا تُطِيْقُ قَالَ قَالَا لَا فَقَالَ عُمَرُ لَئِنْ سَلَّمَنِيَ اللّٰهُ لَاَدَعَنَّ اَرَامِلَ اَهْلِ الْعِرَاقِ لَا يَحْتَجْنَ اِلٰى رَجُلٍ بَعْدِيْ اَبَدًا قَالَ فَمَا اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا رَابِعَةٌ حَتّٰى اُصِيْبَ قَالَ اِنِّيْ لَقَائِمٌ مَابَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ اِلَّا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ غَدَاةَ اُصِيْبَ وَكَانَ اِذَا مَرَّ بَيْنَ الصَّفَّيْنِ قَالَ اسْتَوُوْا حَتّٰى اِذَا لَمْ يَرَ فِيْهِنَّ خَلَلًا تَقَدَّمَ فَكَبَّرَ وَرُبَّمَا قَرَاَ سُوْرَةَ يُوْسُفَ اَوِ النَّحْلَ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى حَتّٰى يَجْتَمِعَ النَّاسُ فَمَا هُوَ اِلَّا اَنْ كَبَّرَ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ قَتَلَنِيْ اَوْ اَكَلَنِي الْكَلْبُ حِيْنَ طَعَنَهٗ فَطَارَ الْعِلْجُ بِسِكِّيْنٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از حصین از عمرو بن میمون انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ مدینہ میں اپنے اوپر حملہ کیے جانے سے چند دن پہلے حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہما کے پاس کھڑے ہوئے تھے حضرت عمر نے ان سے پوچھا: تم لوگوں نے (عراق کی اراضی کے متعلق) کیا فیصلہ کیا؟ کیا تم کو یہ خدشہ تو نہیں ہے کہ تم لوگوں نے عراق کی زمین پر اتنا خراج لگا دیا ہے جتنی اس میں طاقت نہیں ہے! ان دونوں نے کہا: ہم نے اس زمین پر اتنا ہی خراج لگایا ہے جس کی اس میں طاقت ہے، اس میں زیادہ خراج نہیں ہے۔ حضرت عمر نے کہا: (پھر) غور کر لو کہیں تم نے اس پر اتنا خراج تو نہیں مقرر کر دیا جس کی اس میں طاقت نہیں؟ ان دونوں نے کہا: نہیں! حضرت عمر نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے سلامت رکھا تو میں اہل عراق کی بیوہ عورتوں کے لیے اتنا (مال) ضرور چھوڑ دوں گا کہ وہ میرے بعد کبھی کسی شخص کی محتاج نہیں ہوں گی۔ عمرو بن میمون نے کہا: ابھی اس گفتگو پر صرف چار دن گزرے

ذَاتِ طَرَفَيْنِ لَا يَمُرُّ عَلٰى اَحَدٍ يَّمِيْنًا وَّلَا شِمَالًا اِلَّا طَعَنَهٗ حَتّٰى طَعَنَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا مَّاتَ مِنْهُمْ سَبْعَةٌ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ طَرَحَ عَلَيْهِ بُرْنُسًا فَلَمَّا ظَنَّ الْعِلْجُ اَنَّهٗ مَاْخُوْذٌ نَحَرَ نَفْسَهٗ وَتَنَاوَلَ عُمَرُ يَدَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَدَّمَهٗ فَمَنْ يَّلِيْ عُمَرَ فَقَدْ رَاَى الَّذِيْ اَرٰى. وَاَمَّا نَوَاحِي الْمَسْجِدِ فَاِنَّهُمْ لَا يَدْرُوْنَ غَيْرَ اَنَّهُمْ قَدْ فَقَدُوْا صَوْتَ عُمَرَ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَصَلّٰى بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ صَلٰوةً خَفِيْفَةً فَلَمَّا انْصَرَفُوْا قَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ انْظُرْ مَنْ قَتَلَنِيْ فَجَالَ سَاعَةً ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ غُلَامُ الْمُغِيْرَةِ قَالَ الصَّنَعُ قَالَ نَعَمْ قَالَ قَاتَلَهُ اللّٰهُ لَقَدْ اَمَرْتُ بِهٖ مَعْرُوْفًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَجْعَلْ مِيْتَتِيْ بِيَدِ رَجُلٍ يَّدَّعِي الْاِسْلَامَ قَدْ كُنْتَ اَنْتَ وَاَبُوْكَ تُحِبَّانِ اَنْ تَكْثُرَ الْعُلُوْجُ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَ الْعَبَّاسُ اَكْثَرَهُمْ رَقِيْقًا فَقَالَ اِنْ شِئْتَ فَعَلْتُ اَيْ اِنْ شِئْتَ قَتَلْنَا قَالَ كَذَبْتَ بَعْدَ مَا تَكَلَّمُوْا بِلِسَانِكُمْ وَصَلَّوْا قِبْلَتَكُمْ وَحَجُّوْا حَجَّكُمْ فَاحْتُمِلَ اِلٰى بَيْتِهٖ فَانْطَلَقْنَا مَعَهٗ وَكَانَ النَّاسُ لَمْ تُصِبْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَبْلَ يَوْمَئِذٍ فَقَائِلٌ يَّقُوْلُ لَا بَاْسَ. وَقَائِلٌ يَّقُوْلُ اَخَافُ عَلَيْهِ فَاُتِيَ بِنَبِيْذٍ فَشَرِبَهٗ فَخَرَجَ مِنْ جَوْفِهٖ ثُمَّ اُتِيَ بِلَبَنٍ فَشَرِبَهٗ فَخَرَجَ مِنْ جُرْحِهٖ فَعَلِمُوْا اَنَّهٗ مَيِّتٌ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ وَجَاءَ النَّاسُ يُثْنُوْنَ عَلَيْهِ وَجَاءَ رَجُلٌ شَابٌّ فَقَالَ اَبْشِرْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِبُشْرَى اللّٰهِ لَكَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدَمٍ فِي الْاِسْلَامِ مَاقَدْ عَلِمْتَ ثُمَّ وُلِّيْتَ فَعَدَلْتَ ثُمَّ شَهَادَةٌ قَالَ وَدِدْتُّ اَنَّ ذٰلِكَ كَفَافٌ لَّا عَلَيَّ وَلَا لِيْ فَلَمَّا اَدْبَرَ اِذَا اِزَارُهٗ يَمَسُّ الْاَرْضَ قَالَ رُدُّوْا عَلَيَّ الْغُلَامَ قَالَ ابْنَ اَخِيْ اِرْفَعْ ثَوْبَكَ فَاِنَّهٗ اَبْقٰى لِثَوْبِكَ وَاَتْقٰى لِرَبِّكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ انْظُرْ مَا عَلَيَّ مِنَ الدَّيْنِ فَحَسَبُوْهُ فَوَجَدُوْهُ سِتَّةً وَّثَمَانِيْنَ اَلْفًا اَوْنَحْوَهٗ قَالَ اِنْ وَّفٰى لَهٗ مَالُ اٰلِ عُمَرَ

تھے کہ حضرت عمر زخمی کر دیئے گئے۔ انہوں نے بتایا کہ جس صبح کو وہ زخمی کیے گئے تھے اس دن میرے اور ان کے درمیان صرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے' حضرت عمر کا معمول تھا کہ جب وہ دو صفوں کے درمیان سے گزرتے تو کہتے جاتے: برابر برابر کھڑے ہو' حتیٰ کہ جب دو لوگوں کے درمیان خلل نہ پاتے' تو آگے بڑھ کر اللہ اکبر کہتے' اور بسا اوقات پہلی رکعت میں سورۃ یوسف یا سورۃ النحل یا ان کی مثل پڑھتے حتیٰ کہ لوگ جمع ہو جاتے' پس ابھی انہوں نے اللہ اکبر ہی کہا تھا کہ میں نے ان کو یہ کہتے سنا: مجھے مار ڈالا' یا مجھے کتے نے کاٹ لیا' جس وقت ان کو (ابولؤلؤ نے) زخمی کیا تھا' پھر وہ عجمی غلام دو دھاری خنجر لے کر بھاگا وہ دائیں اور بائیں جس طرف سے بھی گزرتا (نمازیوں کو) زخمی کرتا جاتا حتیٰ کہ اس نے تیرہ مردوں کو زخمی کر دیا جن میں سے سات شہید ہو گئے۔ جب مسلمانوں میں سے کسی نے یہ (منظر) دیکھا تو اس کے اوپر چادر پھینک دی۔ جب اس عجمی غلام کو یہ یقین ہو گیا کہ اب وہ پکڑا جائے گا تو اس نے خنجر سے اپنا گلا کاٹ لیا۔ حضرت عمر نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں (مصلیٰ) پر آگے کر دیا۔ جو لوگ حضرت عمر کے قریب تھے انہوں نے بھی وہ منظر دیکھا جو میں نے دیکھا تھا۔ رہے وہ لوگ جو مسجد کی اطراف میں تھے انہیں کچھ پتا نہیں چلا' سوا اس کے جب انہوں نے حضرت عمر کی (قراءت کی) آواز نہیں سنی تو وہ سبحان اللہ' سبحان اللہ کہتے رہے' پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ان کو تخفیف سے نماز پڑھائی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت عمر نے کہا: اے ابن عباس دیکھو! مجھ پر کس نے قاتلانہ حملہ کیا ہے؟ حضرت ابن عباس نے کچھ دیر گھوم کر دیکھا' پھر آ کر بتایا: وہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا غلام ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا: وہ جو کاری گر ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر نے کہا: اللہ اس کو برباد کرے' میں نے تو اس کو نیکی کا حکم دیا تھا' اللہ کا شکر ہے جس نے میری موت کسی ایسے شخص کے ہاتھ میں نہیں رکھی جو اسلام کا مدعی ہو' تم اور تمہارے والد یہ بہت چاہتے تھے کہ مدینہ میں عجمی غلاموں کی کثرت ہو اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ

فَأَدِّهِ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَإِلَّا فَسَلْ فِي بَنِي عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ فَإِنْ لَمْ تَفِ أَمْوَالُهُمْ فَسَلْ فِي قُرَيْشٍ وَلَا تَعْدُهُمْ إِلَى غَيْرِهِمْ فَأَدِّ عَنِّي هَذَا الْمَالَ انْطَلِقْ إِلَى عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ فَقُلْ يَقْرَأُ عَلَيْكِ عُمَرُ السَّلَامَ وَلَا تَقُلْ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فَإِنِّي لَسْتُ الْيَوْمَ لِلْمُؤْمِنِينَ أَمِيرًا وَقُلْ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَنْ يُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيْهِ فَسَلَّمَ وَاسْتَأْذَنَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهَا فَوَجَدَهَا قَاعِدَةً تَبْكِي فَقَالَ يَقْرَأُ عَلَيْكِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ السَّلَامَ وَيَسْتَأْذِنُ أَنْ يُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيْهِ فَقَالَتْ كُنْتُ أُرِيدُهُ لِنَفْسِي وَلَأُوثِرَنَّهُ بِهِ الْيَوْمَ عَلَى نَفْسِي فَلَمَّا أَقْبَلَ قِيلَ هَذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ قَدْ جَاءَ قَالَ ارْفَعُونِي فَأَسْنَدَهُ رَجُلٌ إِلَيْهِ فَقَالَ مَا لَدَيْكَ قَالَ الَّذِي تُحِبُّ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَذِنَتْ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ مَا كَانَ مِنْ شَيْءٍ أَهَمُّ إِلَيَّ مِنْ ذَلِكَ فَإِذَا أَنَا قَضَيْتُ فَاحْمِلُونِي ثُمَّ سَلِّمْ فَقُلْ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَإِنْ أَذِنَتْ لِي فَأَدْخِلُونِي وَإِنْ رَدَّتْنِي رُدُّونِي إِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ وَجَاءَتْ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ حَفْصَةُ وَالنِّسَاءُ تَسِيرُ مَعَهَا فَلَمَّا رَأَيْنَاهَا قُمْنَا فَوَلَجَتْ عَلَيْهِ فَبَكَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً وَاسْتَأْذَنَ الرِّجَالُ فَوَلَجَتْ دَاخِلًا لَهُمْ فَسَمِعْنَا بُكَاءَهَا مِنَ الدَّاخِلِ فَقَالُوا أَوْصِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اسْتَخْلِفْ قَالَ مَا أَجِدُ أَحَقَّ بِهَذَا الْأَمْرِ مِنْ هَؤُلَاءِ النَّفَرِ أَوِ الرَّهْطِ الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَسَمَّى عَلِيًّا وَعُثْمَانَ وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَسَعْدًا وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ وَقَالَ يَشْهَدُكُمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَلَيْسَ لَهُ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ كَهَيْئَةِ التَّعْزِيَةِ لَهُ فَإِنْ أَصَابَتِ الْإِمْرَةُ سَعْدًا فَهُوَ ذَاكَ وَإِلَّا فَلْيَسْتَعِنْ بِهِ أَيُّكُمْ مَا أُمِّرَ فَإِنِّي لَمْ أَعْزِلْهُ عَنْ عَجْزٍ وَلَا خِيَانَةٍ وَقَالَ أُوصِي الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي بِالْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَيَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ وَأُوصِيهِ بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا الَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کے بہت زیادہ غلام تھے۔ تب حضرت ابن عباس نے کہا: اگر آپ چاہیں تو ہم بھی یہ کر گزریں یعنی اگر آپ چاہیں تو ہم ان عجمی غلاموں کو قتل کر ڈالیں۔ حضرت عمر نے کہا: یہ تم نے غلط بات کہی' جب وہ تمہاری زبان میں بات کرتے ہیں اور تمہارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور تمہاری طرح حج کرتے ہیں! پھر حضرت عمر کو اٹھا کر ان کے گھر پہنچایا گیا' پس ہم بھی ان کے ساتھ گئے اور گویا کہ اس دن سے پہلے لوگوں پر ایسی مصیبت نہیں آئی تھی۔ کسی کہنے والے نے کہا: کوئی حرج نہیں ہے (تندرست ہو جائیں گے) اور کسی نے کہا: مجھے ان پر موت کا خطرہ ہے' پھر ان کو نبیذ لا کر پلایا گیا جو ان کے پیٹ سے نکل گیا' پھر ان کو دودھ لا کر پلایا گیا جو ان کے زخم سے نکل گیا' پھر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب ان کی شہادت یقینی ہے' پھر ہم ان کے پاس آئے اور لوگ ان کے پاس آ کر ان کی تعریف اور تحسین کر رہے تھے۔ ایک نوجوان نے آ کر کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو بشارت ہو اور اللہ کی طرف سے آپ کو خوش خبری ہو' آپ کو رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت حاصل تھی اور آپ کو علم ہے کہ آپ پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں' پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ نے عدل کیا' پھر آپ شہید ہونے والے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا: میں چاہتا ہوں یہ سب برابر برابر ہو جائے مجھے عذاب ہو نہ ثواب ہو۔ جب وہ پیٹھ موڑ کر جانے لگا تو اس کا تہبند زمین پر گھسٹ رہا تھا' حضرت عمر نے کہا: اس جوان کو واپس میرے پاس لاؤ' حضرت عمر نے کہا: اے بھتیجے! اپنا تہبند اوپر کرو' یہ تمہارے کپڑے کو زیادہ دیر باقی رکھے گا اور تمہیں اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والا بنائے گا۔ اے عبداللہ بن عمر! مجھ پر کتنا قرض ہے؟ پس انہوں نے اس کا حساب کیا تو وہ چھیاسی ہزار یا اس کے قریب تھا' حضرت عمر نے کہا: اگر یہ قرض آل عمر کے اموال سے پورا ہو جائے تو اس کو ان کے اموال سے ادا کر دینا ورنہ بنو عدی بن کعب سے سوال کرنا' اگر ان کے اموال سے بھی قرض پورا نہ ہو تو (پھر) قریش سے سوال کرنا اور ان کے سوا دوسروں سے سوال نہ کرنا' سو تم میرا یہ قرض ادا کر دینا' اور تم حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ' پس ان

اَنْ يُّقْبَلَ مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَاَنْ يُّعْفٰى عَنْ مُّسِيْئِهِمْ وَاُوْصِيْهِ بِاَهْلِ الْاَمْصَارِ خَيْرًا فَاِنَّهُمْ رِدْءُ الْاِسْلَامِ وَجُبَاةُ الْمَالِ وَغَيْظُ الْعَدُوِّ وَاَنْ لَّا يُؤْخَذَ مِنْهُمْ اِلَّا فَضْلُهُمْ عَنْ رِضَاهُمْ. وَاُوْصِيْهِ بِالْاَعْرَابِ خَيْرًا فَاِنَّهُمْ اَصْلُ الْعَرَبِ وَمَادَّةُ الْاِسْلَامِ اَنْ يُّؤْخَذَ مِنْ حَوَاشِيْ اَمْوَالِهِمْ وَيُرَدَّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ وَاُوْصِيْهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّوْفٰى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَاَنْ يُّقَاتَلَ مِنْ وَّرَائِهِمْ وَلَايُكَلَّفُوْا اِلَّا طَاقَتَهُمْ فَلَمَّا قُبِضَ خَرَجْنَا بِهٖ فَانْطَلَقْنَا نَمْشِيْ فَسَلَّمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ يَسْتَاْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَتْ اَدْخِلُوْهُ فَاُدْخِلَ فَوُضِعَ هُنَالِكَ مَعَ صَاحِبَيْهِ فَلَمَّا فُرِغَ مِنْ دَفْنِهٖ اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطُ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ اِجْعَلُوْا اَمْرَكُمْ اِلٰى ثَلَاثَةٍ مِّنْكُمْ فَقَالَ الزُّبَيْرُ قَدْ جَعَلْتُ اَمْرِيْ اِلٰى عَلِيٍّ فَقَالَ طَلْحَةُ قَدْ جَعَلْتُ اَمْرِيْ اِلٰى عُثْمَانَ وَقَالَ سَعْدٌ قَدْ جَعَلْتُ اَمْرِيْ اِلٰى عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ اَيُّكُمَا تَبَرَّاَ مِنْ هٰذَا الْاَمْرِ فَنَجْعَلُهٗ اِلَيْهِ وَاللّٰهُ عَلَيْهِ وَالْاِسْلَامُ لَيَنْظُرَنَّ اَفْضَلَهُمْ فِيْ نَفْسِهٖ فَاُسْكِتَ الشَّيْخَانِ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ اَفَتَجْعَلُوْنَهٗ اِلَيَّ وَاللّٰهُ عَلَيَّ اَنْ لَّا اٰلُوْا عَنْ اَفْضَلِكُمْ قَالَا نَعَمْ فَاَخَذَ بِيَدِ اَحَدِهِمَا فَقَالَ لَكَ قَرَابَةٌ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَدَمُ فِي الْاِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ فَاللّٰهُ عَلَيْكَ لَئِنْ اَمَّرْتُكَ لَتَعْدِلَنَّ وَلَئِنْ اَمَّرْتُ عُثْمَانَ لَتَسْمَعَنَّ وَلَتُطِيْعَنَّ ثُمَّ خَلَا بِالْاٰخَرِ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ فَلَمَّا اَخَذَ الْمِيْثَاقَ قَالَ اِرْفَعْ يَدَكَ يَا عُثْمَانُ فَبَايَعَهٗ فَبَايَعَ لَهٗ عَلِيٌّ وَّوَلَجَ اَهْلُ الدَّارِ فَبَايَعُوْهُ.

سے کہو کہ عمر آپ کو سلام عرض کرتا ہے' اور تم امیر المؤمنین نہ کہنا کیونکہ آج میں مومنین کا امیر نہیں ہوں' اور کہنا: عمر آپ سے اپنے صاحبوں کے ساتھ مدفون ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ سو حضرت عبداللہ بن عمر نے (حضرت عائشہ کو) سلام کیا اور اجازت طلب کی' پھر ان کے پاس گئے' پس دیکھا وہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں' پس انہوں نے کہا: عمر بن الخطاب آپ کو سلام عرض کرتے ہیں اور اجازت طلب کرتے ہیں کہ ان کو ان کے صاحبوں کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں اس جگہ کا اپنے لیے ارادہ رکھتی تھی لیکن آج میں عمر کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں' پھر جب حضرت ابن عمر آ گئے تو حضرت عمر کو بتایا گیا: یہ حضرت ابن عمر آ گئے ہیں' حضرت عمر نے کہا: مجھے اٹھاؤ' پھر ایک شخص نے ان کی ٹیک لگائی' حضرت عمر نے پوچھا: تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: وہ جو آپ کی خواہش تھی' حضرت عائشہ نے اجازت دے دی' حضرت عمر نے کہا: الحمد للہ میرے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ اہم نہیں تھی' پس جب میری وفات ہو جائے تو مجھے اٹھا کر (حضرت عائشہ کے پاس) لے جانا' پھر سلام کے بعد عرض کرنا' پس کہنا: عمر بن الخطاب اجازت طلب کرتا ہے' پس اگر حضرت عائشہ میرے لیے اجازت دے دیں تو مجھے (ان کے حجرہ میں) داخل کر دینا اور اگر وہ مجھے واپس کر دیں تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان کی طرف لوٹا دینا اور ام المؤمنین حضرت حفصہ آئیں اور ان کے ساتھ دوسری خواتین بھی آئیں۔ جب ہم نے ان کو دیکھا تو ہم کھڑے ہو گئے' وہ حضرت عمر کے پاس گئیں اور کچھ دیر ان کے پاس روئیں اور مردوں نے اجازت طلب کی تو وہ خواتین گھر کے اندر چلی گئیں' پھر ہم نے گھر کے اندر ان کے رونے کی آواز سنی' لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! وصیت کیجیے اور خلیفہ مقرر کر دیجیے۔ حضرت عمر نے کہا: میں خلافت کا حق دار ان لوگوں کی جماعت یا ان کے گروہ سے زیادہ کسی کو نہیں پاتا' جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے وقت راضی تھے' پھر حضرت عمر نے حضرت علی' حضرت عثمان' حضرت زبیر' حضرت طلحہ' حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کا نام لیا اور

کہا: عبداللہ بن عمر تم لوگوں پر گواہ ہوں گے اور ان کا خلافت سے کوئی تعلق نہیں ہوگا' گویا وہ ان کی دل جوئی کر رہے تھے' پس اگر خلافت حضرت سعد کو پہنچے تو وہ اس کے مستحق ہیں ورنہ جو شخص بھی خلیفہ بنے وہ ان سے مدد طلب کرتا رہے' کیونکہ میں نے حضرت سعد کو (کوفہ کی گورنری سے) کسی نااہلی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا' اور کہا: میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو مہاجرین اولین کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ وہ ان کے حق کو پہچانے اور ان کے احترام کو ملحوظ رکھے اور میں انصار کے ساتھ بھی خیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں جو دار الہجرت اور دار الایمان میں ان کے آنے سے پہلے مقیم تھے' ان کی نیکیوں کو قبول کیا جائے اور ان کی کوتاہیوں کو معاف کر دیا جائے اور میں شہر کے لوگوں کے ساتھ بھی خیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ لوگ اسلام کی مدد' مال کے حصول کا ذریعہ اور دشمنوں کے لیے مصیبت ہیں اور یہ کہ ان سے صرف ان کا زائد مال ان کی رضا سے وصول کیا جائے اور میں دیہاتیوں کے ساتھ بھی خیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں' کیونکہ وہ عرب کی بنیاد ہیں اور اسلام کی جڑ ہیں کہ ان سے ان کا فاضل مال لیا جائے اور ان کے فقراء میں لوٹا دیا جائے اور میں آئندہ ہونے والے خلیفہ کو اللہ تعالیٰ کے عہد اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کو پورا کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ دیہاتیوں کی حفاظت کے لیے جنگ کی جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان کو مکلف نہ کیا جائے۔ جب حضرت عمر کی روح قبض کر لی گئی تو ہم ان کا جنازہ میں حضرت عثمان کے حق میں دستبردار ہوگیا' اور حضرت سعد بن وقاص نے کہا: میں حضرت عبدالرحمان بن عوف کے حق میں دست بردار ہوگیا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے (حضرت علی اور حضرت عثمان سے) کہا: تم دونوں میں سے جو بھی خلافت سے دست بردار ہوگیا ہم اس کو خلیفہ بنا دیں گے اللہ اس کا نگہبان ہوگا اور اسلام کے احکام اس پر لازم ہوں گے' ہر شخص اپنے دل میں غور کرے کہ ان میں سے کون سب سے افضل ہے' پس حضرت عثمان اور حضرت علی خاموش رہے۔ پس حضرت عبدالرحمان نے کہا: کیا تم یہ معاملہ میرے

سپرد کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! مجھ پر لازم ہے کہ میں تم میں سے افضل کو نہ ترک کروں تو ان دونوں نے کہا: جی ہاں! پس انہوں نے ان دونوں میں سے ایک کا ہاتھ (حضرت علی کا ہاتھ) پکڑ کر کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کی رشتہ داری ہے اور اسلام میں تقدم کا جو شرف ہے وہ آپ کو معلوم ہے' پس اللہ آپ پر نگران ہے' اگر میں آپ کو خلیفہ بنا دوں تو آپ ضرور عدل کریں گے اور اگر میں حضرت عثمان کو خلیفہ بنا دوں تو آپ ضرور ان کا حکم قبول کریں گے اور ضرور ان کی اطاعت کریں گے' پھر انہوں نے دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اس سے اسی طرح کہا' جب انہوں نے پختہ عہد لے لیا تو انہوں نے کہا: اے عثمان اپنا ہاتھ بلند کریں' پس ان سے بیعت کر لی اور حضرت علی نے بھی ان سے بیعت کر لی اور حویلی کے تمام افراد آئے اور سب نے حضرت عثمان سے بیعت کر لی۔

اس حدیث کے بعض حصہ کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۲' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو مناقب عثمان کے باب میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کے پیش منظر اور پس منظر کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت بالکل عیاں ہے۔

سوادِ عراق کے خراج اور جزیہ کی تفصیل اور حضرت عمر کی شہادت کی مزید توضیح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ تم دونوں نے سوادِ عراق (عراق کی مفتوحہ اراضی) کے متعلق کیا فیصلہ کیا؟

اس کا قصہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے ان دونوں کو عراق بھیجا تھا کہ یہ وہاں کی مفتوحہ زمینیں دیکھ کر یہ فیصلہ کریں کہ ان زمینوں کی زراعت کی آمدنی سے کتنا خراج وصول کیا جائے اور وہاں کے باشندوں سے کتنا جزیہ وصول کیا جائے' امام ابن ابی شیبہ نے اسی سند سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت حذیفہ نے کہا: اگر آپ چاہیں تو اس خراج کی رقم کو دگنا کر دیں اور حضرت عمر نے حضرت عثمان بن حنیف سے پوچھا: اگر میں ہر شخص کے جزیہ پر دو درہم زیادہ کر دوں اور ہر جریب (۲۴۰۰ گز زمین) پر ایک درہم اور طعام کی ایک بوری کا اضافہ کر دوں تو آیا یہ ان کے لیے قابل برداشت ہے۔ حضرت عثمان بن حنیف نے کہا: جی ہاں!

عمرو بن میمون نے کہا: ابھی اس گفتگو پر صرف چار دن گزرے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی کر دیئے گئے۔

امام ابواسحاق کی ایک روایت میں ہے: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام ابولؤلؤ فیروز آیا اور اس نے حضرت عمر پر دو دھاری خنجر کے تین وار کیے' حضرت عمر نے کہا: اس کتے کو پکڑو جس نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا ہے۔

امام ابن سعد نے سند صحیح سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی بالغ قیدی کو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے

تھے حتیٰ کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ امیر کوفہ نے ان کو خط لکھا کہ ان کے پاس ایک غلام ہے جو زبردست کاری گر ہے' وہ لوہار بھی ہے' نقاش بھی ہے اور بڑھئی بھی ہے' آپ اسے مدینہ میں آنے کی اجازت دے دیں اس سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوگا' حضرت عمر نے اس کو اجازت دے دی' حضرت مغیرہ اس سے ایک سو (درہم) ماہانہ خراج لیتے تھے۔ اس نے حضرت عمر سے حضرت مغیرہ کی شکایت کی کہ وہ اس سے زیادہ خراج لیتے ہیں' حضرت عمر نے اس سے کہا: تمہاری کاری گری کے لحاظ سے یہ زیادہ خراج نہیں ہے۔ وہ ناراض ہو کر چلا گیا' چند دن بعد وہ غلام پھر ملا حضرت عمر نے اس سے کہا: کیا تم نے یہ نہیں بتایا تھا کہ تم ہوا سے چلنے والی چکی بھی بنا سکتے ہو؟ اس نے حضرت عمر کی طرف مڑ کر ماتھے پر بل ڈال کر کہا: میں آپ کے لیے ایسی چکی بنا کر دوں گا کہ لوگ اس کا دیر تک چرچا کرتے رہیں گے۔ حضرت عمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اس غلام نے مجھے دھمکی دی ہے۔ چند دن بعد اس غلام نے دو دھاری خنجر تیار کیا اور صبح کو منہ اندھیرے مسجد کے ایک کونے میں چھپ گیا' حضرت عمر لوگوں کو جگانے کے لیے نکلے' وہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہتے جا رہے تھے' جب حضرت عمر اس کے قریب سے گزرے تو اس نے چھلانگ لگا کر ان کی ناف کے نیچے خنجر سے تین وار کیے۔ (میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی روایت میں ہے' اس نے نماز کے دوران آپ پر خنجر سے تین وار کیے تھے اور امام ابن سعد کی روایت پر امام بخاری کی روایت راجح ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور امام مسلم نے مہران بن ابی طلحہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے خطبہ میں کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھے تین ٹھونگیں ماری ہیں اور میں اس خواب سے یہی سمجھا ہوں کہ اب میری اجل قریب آ گئی ہے۔

یہ واقعہ چھبیس ذوالحجہ تئیس ہجری کو پیش آیا تھا۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ ایک عراقی نے اپنی ٹوپی اس پر پھینکی جس کی وجہ سے وہ گر گیا تو وہ اس پر چڑھ کر بیٹھ گیا' اور جب اس نے یہ سمجھا کہ اب وہ بچ نہیں سکے گا تو اس نے اسی خنجر سے خودکشی کر لی۔

حضرت عمر نے تکبیر پڑھنے کے بعد نماز شروع کرنے سے پہلے حضرت عبدالرحمان بن عوف کو نماز میں آگے کر دیا' انہوں نے تخفیف سے نماز پڑھائی' ایک رکعت میں سورۃ انا اعطیناك الكوثر پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۃ "اذا جاء نصر الله والفتح" پڑھی۔

حدیث مذکور سے مستنبط ہونے والے متعدد اہم مسائل

(۱) اس حدیث سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عام مسلمانوں پر اور اہل ذمہ پر کتنے شفیق تھے کیونکہ آپ نے بعد میں آنے والے خلیفہ کے لیے دونوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی وصیت کی۔ (۲) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر کو اپنے ذاتی اور نجی معاملات سے زیادہ دینی معاملات کی فکر تھی۔ (۳) نیز اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو آخر وقت میں قرض کی ادائیگی کی وصیت کرنی چاہیے۔ (۴) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کے قرب میں دفن ہونے کی خواہش کرنی چاہیے کیونکہ حضرت عمر کی یہ خواہش تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قرب میں مدفون ہوں۔ (۵) نیز اس سے معلوم ہوا کہ ملک کے سربراہ کو مشورہ سے مقرر کرنا چاہیے کیونکہ حضرت عمر نے اس کے لیے چھ مؤقر صحابہ کی مجلس شوریٰ قائم کر دی تھی۔ (٦) اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہر حال میں نیکی کا حکم دینا چاہیے اور برائی سے روکنا چاہیے کیونکہ جس نوجوان کا تہبند ٹخنوں کے نیچے لٹکا ہوا تھا حضرت عمر نے اس حال میں بھی اس کو حکم دیا کہ تہبند کو ٹخنوں سے اوپر اٹھا لے۔ (۷) نیز اس حدیث میں صفوں کو برابر کرنے کی تاکید ہے۔ (۸) اور اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ خراج اور جزیہ اتنا زیادہ مقرر نہیں کرنا چاہیے کہ اہل ذمہ اس کو ادا نہ کر سکیں کیونکہ حضرت عمر کو آخر عمر میں اسی کی فکر تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۹۵-۲۸۹ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب

(۱) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کا ایک رفیق ہے اور جنت میں میرے رفیق عثمان ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۶۹۸)

(۲) ابو عبد الرحمٰن السلمی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تو انہوں نے اپنے گھر کے اوپر سے جھانک کر (بلوائیوں سے) کہا: میں تمہیں اللہ (کا خوف) دلاتا ہوں' کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب حراء لرزنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے حراء پر سکون ہو جا تجھ پر تو ایک نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے' تو انہوں نے کہا: ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تمہیں اللہ (کا خوف) دلاتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنگی کے لشکر (غزوہ تبوک) میں فرمایا: کون ایسا خرچ کرے گا جو قبول کیا جائے؟ اور لوگ سخت تنگی میں تھے' تو میں نے اس لشکر کے لیے سامان فراہم کیا تو انہوں نے کہا: ہاں! پھر حضرت عثمان نے کہا: میں تمہیں اللہ (کا خوف) دلاتا ہوں' کیا تمہیں معلوم ہے کہ رومہ کے کنویں سے کوئی شخص قیمت دیئے بغیر پانی نہیں پی سکتا تھا' پس میں نے اس کنویں کو خرید لیا اور اس کنویں کو امیر' غریب اور مسافر کے لیے وقف کر دیا' انہوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے اور بھی کئی چیزیں یاد دلائیں۔ (سنن ترمذی: ۳۶۹۹' سنن نسائی: ۳۶۱۲' مسند احمد ج ۱ ص ۵۹)

(۳) حضرت عبد الرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک کے لشکر پر خرچ کرنے کے لیے لوگوں کو برانگیختہ کر رہے تھے' پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! سو اونٹ ان کے پالانوں اور کپڑوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں۔ آپ نے پھر برانگیختہ کیا تو حضرت عثمان نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! دو سو اونٹ ان کے پالانوں اور کپڑوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں' آپ نے پھر لشکر کے خرچ پر برانگیختہ کیا تو حضرت عثمان بن عفان نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! تین سو اونٹ ان کے پالانوں اور کپڑوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں' پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اترے اور آپ فرما رہے تھے' اس عمل کے بعد عثمان جو عمل بھی کریں تو انہیں کوئی ضرر نہیں ہوگا۔ اس عمل کے بعد عثمان جو عمل بھی کریں تو انہیں کوئی ضرر نہیں ہوگا (دو بار فرمایا)۔

(سنن ترمذی: ۳۷۰۰)

(۴) حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک ہزار دینار لے کر آئے' یہ غزوہ تبوک کے موقع پر لائے تھے' حضرت عبد الرحمٰن نے کہا: میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دیناروں کو اپنی گود میں الٹ پلٹ رہے تھے اور دو مرتبہ آپ نے فرمایا: آج کے بعد عثمان جو عمل بھی کریں ان کو ضرر نہیں ہوگا۔

(سنن ترمذی: ۳۷۰۱' مسند احمد ج ۵ ص ۶۳)

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اب حضرت عثمان خواہ حرام کام کریں ان سے مواخذہ نہیں ہوگا بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اب اللہ ان کا ضامن ہو گیا ہے' وہ ان سے کوئی غلط کام ہونے نہیں دے گا۔

(۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیعت رضوان لینے کا حکم دیا گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ کی طرف بھیجا ہوا تھا' آپ نے لوگوں سے بیعت لی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک عثمان اللہ کے کام سے اور اس کے رسول کے کام سے گئے ہوئے ہیں' پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں ہاتھ حضرت عثمان کے لیے تھے اور یہ لوگوں کے اپنے ہاتھوں سے بہتر تھے۔

(سنن ترمذی: ٣٧٠٢)

(٦) ثمامہ بن حزن القشیری بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حویلی کو دیکھ رہا تھا' اس وقت حضرت عثمان نے بلوائیوں کی طرف جھانک کر کہا: اپنے ان دو ساتھیوں کو بلاؤ جنہوں نے تم کو میرے خلاف جمع کیا ہے' پس ان دونوں کو لایا گیا گویا کہ وہ دونوں اونٹ یا گدھے تھے۔ ثمامہ نے کہا: حضرت عثمان نے ان کی طرف جھانک کر کہا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں! کیا تم جانتے ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو وہاں رومۃ کے سوا کوئی میٹھے پانی کا کنواں نہیں تھا تو آپ نے فرمایا: کون رومۃ کے کنویں کو خرید کر اس کے ڈولوں کو مسلمانوں کے لیے وقف کرے گا اس کو اس کا بہتر عوض جنت میں ملے گا! تو میں نے اس کنویں کو اپنے خالص مال سے خریدا' اور تم آج مجھے اس کنویں کا پانی نہیں پینے دیتے' حتیٰ کہ میں سمندر کا (کھاری) پانی پیتا ہوں! (بلوائیوں نے) کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تمہیں اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں! کیا تم جانتے ہو کہ مسجد (نبوی) نمازیوں کے لیے تنگ تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آل فلاں سے زمین کا ٹکڑا کون خریدے گا' پس اس کا مسجد میں اضافہ کرے گا اس کو جنت میں اس کا اچھا عوض ملے گا' تو میں نے اس زمین کے ٹکڑے کو اپنے خالص مال سے خریدا' پس آج تم لوگ مجھ کو اس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے نہیں دیتے! (بلوائیوں نے) کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تم کو اللہ تعالیٰ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں! کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے ثبیر (نامی) پہاڑ پر کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے اور میں تھا تو وہ پہاڑ لرزنے لگا حتیٰ کہ اس کے پتھر نشیب میں لڑھکنے لگے' آپ نے اس پہاڑ پر اپنا پیر مارا' اور فرمایا: اے ثبیر! پرسکون ہو جا تجھ پر صرف ایک نبی ہے' ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ انہوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے کہا: اللہ اکبر! انہوں نے میرے حق میں گواہی دے دی اور تین مرتبہ کہا: رب کعبہ کی قسم! میں شہید ہوں۔ (سنن ترمذی: ٣٧٠٣' سنن النسائی: ٣٦١٠)

(٧) حضرت مرۃ بن کعب رضی اللہ عنہ نے ایام فتنہ میں کھڑے ہو کر کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث نہ سنی ہوتی تو میں کھڑا نہ ہوتا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ قریب ہیں۔ اس وقت ایک شخص ایک کپڑے سے چہرہ ڈھانپے ہوئے گزرا' آپ نے فرمایا: اس دن یہ ہدایت پر ہوں گے' میں ان کے قریب گیا تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے' میں نے آپ کی طرف مڑ کر پوچھا: یہ؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (سنن ترمذی: ٣٧٠٤' مسند احمد ج ۴ ص ٢٣٦)

(٨) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا' پس اگر لوگ اس کو اتارنے کا ارادہ کریں تو ان کے لیے تم اس کو نہ اتارنا۔

(سنن ترمذی: ٣٧٠٥' سنن ابن ماجہ: ١١٢' مسند احمد ج ۴ ص ٢٣٦)

(٩) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا: پس آپ نے حضرت عثمان کے متعلق فرمایا: یہ ان فتنوں میں مظلوم قتل کیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: ٣٧٠٨' مسند احمد ج ٢ ص ١١٥)

(١٠) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا تاکہ آپ اس پر نماز پڑھیں' آپ نے اس پر نماز نہیں پڑھی' آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! ہم نے نہیں دیکھا کہ آپ نے اس سے پہلے کسی کی نماز جنازہ ترک کی ہو؟ آپ نے فرمایا: یہ عثمان سے بغض رکھتا تھا' اس لیے اللہ نے اس سے بغض رکھا۔ (سنن ترمذی: ٣٧٠٩)

(١١) ابوسہلۃ بیان کرتے ہیں کہ مکان کے محاصرہ کے دن مجھ سے حضرت عثمان نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا

میں اس پر صابر ہوں۔ (سنن ترمذی: ۳۷۱۱' مسند احمد ج ۱ ص ۵۸)

(۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کے دروازہ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے' پس آپ نے فرمایا: اے عثمان! یہ جبریل ہیں جنہوں نے مجھے ابھی خبر دی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے (سیدہ) ام کلثوم کا تمہارے ساتھ (سیدہ) رقیہ کے مہر کی مثل کے عوض نکاح کر دیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۱۰)

(۱۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! اگر اللہ تمہیں کسی دن خلافت عطا فرمائے' پھر منافقین یہ ارادہ کریں کہ جو قمیص اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہنائی ہے وہ اس کو اتار دیں تو تم اس کو نہ اتارنا' آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۱۲' سنن ترمذی: ۳۷۰۵)

(۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں فرمایا: میں چاہتا ہوں میرے پاس میرے بعض اصحاب ہوتے! ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے لیے حضرت ابو بکر کو نہ بلائیں' آپ خاموش رہے' ہم نے عرض کیا: کیا ہم آپ کے لیے حضرت عمر کو نہ بلائیں آپ خاموش رہے' ہم نے عرض کیا: کیا ہم آپ کے لیے حضرت عثمان کو نہ بلائیں' آپ نے فرمایا: ہاں! پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آ گئے' پس آپ ان سے تنہائی میں ملے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بات کرتے رہے اور حضرت عثمان کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا' قیس نے کہا: مجھے حضرت عثمان کے آزاد کردہ غلام ابو سہلۃ نے بتایا کہ حضرت عثمان نے محاصرہ کے دن فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا' پس میں اس پر صابر ہوں۔
(سنن ابن ماجہ: ۱۱۳' سنن ترمذی: ۳۷۱۱)

(۱۵) ابو سعید جو ابو اسید الانصاری کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کی ایک طویل روایت کے آخر میں ہے:
میں نے دیکھا کہ حضرت عثمان نے ایک بار پھر اپنے مکان سے جھانک کر خطبہ دیا اور محاصرہ کرنے والے بلوائیوں کو نصیحت کی اور ان کو خوف خدا یاد دلایا لیکن ان لوگوں پر آپ کی نصیحت سے کوئی اثر نہیں ہوا۔

تب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ سے کہا: دروازہ کھول دو اور انہوں نے قرآن مجید کو اپنے سامنے رکھ لیا' اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے گزشتہ رات خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تھی اور آپ نے ان سے فرمایا تھا: آج رات ہمارے پاس (روزہ) افطار کرنا' پھر ان کے پاس (بلوائیوں میں سے) ایک شخص آیا تو حضرت عثمان نے اس سے کہا: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے' پس وہ شخص نکل گیا اور اس نے حضرت عثمان کو چھوڑ دیا' پھر (ان میں سے) دوسرا شخص آیا' حضرت عثمان نے اس سے بھی کہا: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے اور آپ کے سامنے مصحف (قرآن مجید) رکھا ہوا تھا' اس شخص نے قرآن مجید پر تلوار مارنے کے لیے اٹھائی حضرت عثمان نے اپنے ہاتھ سے قرآن مجید کو بچایا' تو اس نے آپ کا ہاتھ کاٹ دیا' راوی نے کہا: پتا نہیں ہاتھ الگ ہوا یا نہیں۔ ابو سعید کے علاوہ دوسری روایت میں ہے' پھر تجیبی داخل ہوا' اس نے حضرت عثمان کے چھرا مارا تو آپ کا خون اس آیت پر گرا:

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ پس عنقریب اللہ ان سے آپ کا بدلہ لے گا اور وہ بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے ○ (البقرۃ: ۱۳۷)

(صحیح ابن حبان: ۶۹۱۹' تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۵۶-۳۵۴' المطالب العالیہ للحافظ ابن حجر ج ۴ ص ۲۸۶-۲۸۴' حافظ ابن حجر نے اس روایت کی مسند اسحاق بن راھویہ کی طرف نسبت کی ہے اور لکھا ہے' اس کے تمام راوی ثقہ ہیں' اور فتح الباری میں اس کی نسبت صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی طرف کی

ہے)

جس جگہ کوئی شہید ہوتا ہے وہ جگہ اس کی شہادت کی گواہی دیتی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے سامنے شہید ہوئے' ان کی گواہی قرآن کے اوراق دیں گے' کسی کی شہادت کے وقت اس کا خون بدر واحد کی زمین پر گرا' حضرت عثمان کی شہادت کے وقت ان کا خون قرآن مجید کی آیات پر گرا' جو جس حال میں جان دیتا ہے قیامت کے دن اسی حال میں اٹھتا ہے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قیامت کے دن قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اٹھیں گے۔ حضرت عثمان اسلامی حکومت کے فرماں روا تھے' اسلامی افواج اور جان نثار صحابہ آپ کے اشارے کے منتظر تھے' آپ چاہتے تو وہ مٹھی بھر باغیوں کا سر کچل دیتے لیکن آپ نے ان کے پیہم اصرار کے باوجود منع کر دیا' آپ نے کہا: میں اپنی جان کی بقاء کے لیے مسلمانوں کو باہم لڑانا نہیں چاہتا' حضرت معاویہ نے بہت کہا کہ آپ ملک شام میں آجائیں وہاں آپ کو تحفظ حاصل رہے گا لیکن آپ نے کہا: میں اپنی جان بچانے کے لیے آخر وقت میں مدینہ چھوڑنا نہیں چاہتا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء پر فرات کا پانی بند کیا گیا تھا لیکن حضرت عثمان پر تو وہ پانی بند کر دیا گیا تھا جس کو انہوں نے خود خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا اور ان کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا جس کی زمین انہوں نے خود خرید کر مسجد کے لیے وقف کی تھی کیا' کبھی چشم فلک نے ایسا بھی صابر' ایثار کیش اور مظلوم دیکھا تھا!

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے چھیالیس (۴۶) احادیث مروی ہیں جن میں تین حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور آٹھ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور پانچ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذهیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۲۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

٩ - بَابُ مَنَاقِبِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَلْقُرَشِيِّ الْهَاشِمِيِّ اَبِي الْحَسَنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی ابوالحسن رضی اللہ عنہ کے مناقب

اس باب میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مشتمل احادیث بیان کی گئی ہیں' ان کے گھر والوں نے ان کی کنیت ابوالحسن رکھی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی کنیت ابوتراب رکھی تھی۔ جب آپ نے ان کو مسجد میں لیٹا ہوا دیکھا ان کی پشت سے چادر ڈھلک گئی تھی اور اس پر مٹی لگ گئی تھی تو آپ نے فرمایا: اے ابوتراب! اٹھو۔ حضرت علی کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا ہیں' یہ کبار صحابیات میں سے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں فوت ہوگئی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۹۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجاہدانہ سیرت

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد ہیں' ان کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تقریباً تیس سال کم تھی۔ یہ کم سنی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت میں رہے' جس وقت ان کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حامی تھے اور آپ کی طرف سے مدافعت کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہجرت کے بعد حضرت علی سے عقد نکاح کر دیا

تھا' حضرت علی رضی اللہ عنہ صحابہ میں سب سے زیادہ شجاع تھے۔ غزوہ بدر میں آپ نے کفار کو للکارا اور جب مسلمانوں نے کئی روز تک خیبر کے یہودیوں کا محاصرہ کیے رکھا اور فتح حاصل نہیں ہوئی تو ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ وحی کی گئی کہ مسلمان عنقریب علی کی قیادت میں فتح حاصل کریں گے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابہ سے فرمایا جو خیبر کا طویل محاصرہ کر کے تھک گئے تھے' آپ نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا' اور اس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے اور عنقریب اس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح کرے گا۔ ہر صحابی کی یہ تمنا تھی کہ یہ شرف عظیم اس کو حاصل ہو' حتیٰ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس دن کے سوا کسی دن امارت کی تمنا نہیں کی' تمام صحابہ صبح کا انتظار کر رہے تھے اور سب گردنیں اوپر اٹھائے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف گئے' وہ اس شرف کے حصول کی امید کر رہے تھے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ حضرت علی بیمار تھے' ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں' وہ گزشتہ ایام میں حاضر نہیں تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے حضرت علی کو بلایا گیا۔ ان کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن لگایا' پھر وہ آنکھیں اس طرح ٹھیک ہوگئیں گویا کبھی دکھی نہیں تھیں۔ دن گزرتے گئے۔ متعدد غزوات ہوتے رہے' فتح خیبر کے بعد فتح مکہ' حنین' اوطاس' طائف ہر غزوہ میں ہم نے حضرت علی کو بڑھ چڑھ کر جہاد کرتے ہوئے دیکھا۔ اگر ان کو لشکر کے اگلے حصہ میں رکھا جاتا تو وہ وہاں داد شجاعت دیتے اور اگر ان کو لشکر کے پچھلے حصہ میں رکھا جاتا تو وہ وہاں جواں مردی کے جوہر دکھاتے' وہ قیادت پر حریص نہیں تھے ہر چند کہ قیادت کے اہل تھے اور نہ قیادت کے نہ ملنے پر متاسف ہوتے تھے اور اسلام کی یہی تربیت ہے' سب سے زیادہ مشکل اور خطرناک غزوہ' غزوہ تبوک تھا اور ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غزوہ میں حضرت علی کو ساتھ نہیں لے گئے اور انہیں بچوں اور عورتوں کی حفاظت کے لیے مدینہ میں چھوڑ دیا اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کی تربیت کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے ہارون' موسیٰ کے لیے تھے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی قوم میں چھوڑ کر خود اپنے رب سے مناجات کے لیے پہاڑ طور پر چلے گئے تھے۔ حضرت علی نے کہا: یا رسول اللہ! میں راضی ہوں۔

(فتح المنعم ج ۹ ص ۳۳۱۔ ۳۳۰' دار الشروق' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں

یہ تعلیق باب عمرۃ القضاء میں ایک طویل حدیث: ۴۲۵۱ کا ایک ٹکڑا ہے' اس حدیث میں اور بھی کئی جملے ہیں' آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں' اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم میری صورت اور سیرت کے مشابہ ہو' اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ہمارے بھائی ہو اور ہمارے آزاد کردہ غلام ہو۔ (صحیح البخاری: ۴۲۵۱)

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت علی سے آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تم نسب اور علم کے اعتبار سے مجھ سے متصل ہو' اور میں بھی نسب اور علم کے اعتبار سے تم سے متصل ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے: تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ یعنی حضرت علی کا آپ کے ساتھ اتصال جہت نبوت سے نہیں ہے' باقی رہا جہت خلافت سے اتصال تو وہ بھی نہیں ہے کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے وصال فرما گئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات میں غزوہ تبوک میں گئے تھے صرف اسی وقت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے خلیفہ تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۹۶۔ ۲۹۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمہارا علم اور نسب مجھ سے ہے اور میرے کمالات ولایت کا ظہور تم سے ہوگا یا میری نسل کا ظہور تم سے ہوگا۔

وَقَالَ عُمَرُ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ.

اور حضرت عمر رضی اللہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ وہ حضرت علی سے راضی تھے۔

اس تعلیق کے مطابق حدیث موصول صحیح البخاری: ۳۶۹۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۷۰۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ قَالَ فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوْكُوْنَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْا أَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ فَقَالُوْا يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَأَرْسِلُوْا إِلَيْهِ فَأْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَمَّا جَاءَ بَصَقَ فِيْ عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهٗ فَبَرَأَ حَتّٰى كَأَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا فَقَالَ انْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ لَأَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ أَنْ يَكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کل میں ضرور اس شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جس کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ فتح دے گا، حضرت سہل نے کہا: پھر لوگوں نے اس حال میں رات گزاری کہ وہ غور کرتے رہے کہ آپ کس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے، پھر جب صبح ہوئی تو لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ہر ایک یہ امید کر رہا تھا کہ آپ اس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے، آپ نے پوچھا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ صحابہ نے بتایا: یا رسول اللہ! ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں، آپ نے فرمایا: ان کی طرف کسی کو بھیجو اور ان کو میرے پاس لاؤ، پس جب حضرت علی آئے تو آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور ان کے حق میں دعا کی تو وہ تندرست ہوگئے حتیٰ کہ گویا کہ ان کو درد تھا ہی نہیں، پس آپ نے ان کو جھنڈا عطا کیا، پھر حضرت علی نے کہا: یا رسول اللہ! میں ان سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں گا حتیٰ کہ وہ ہماری مثل (مسلمان) ہو جائیں، آپ نے فرمایا: تم اسی حالت میں جاؤ حتیٰ کہ تم ان کے صحن (علاقہ) میں پہنچو، پھر تم ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان کو بتاؤ کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے کیا حقوق واجب ہیں، پس اللہ کی قسم! اگر تمہارے سبب اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۲۹۴۲ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور میں حضرت علی کے فضائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی مناقب علی میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی واضح فضیلت ہے اور ان کی شجاعت کا ذکر ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر خیبر فتح کرے گا جس کو آپ جھنڈا عطا فرمائیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۹۶)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے اور اس کا ثبوت ہے کہ آپ کو علم ہے کہ کل کیا ہوگا یعنی کل جس کو آپ جھنڈا عطا فرمائیں گے وہی خیبر فتح کرے گا' اور اس حدیث میں آپ کے شافی الامراض ہونے کا بھی ثبوت ہے' کیونکہ آپ نے حضرت علی کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا تو وہ اس طرح ٹھیک ہوگئیں گویا کبھی دکھی ہی نہیں تھیں اور اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ فتح خیبر کے موقع پر تمام صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فتح کے جھنڈے کے طالب تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے مطلوب تھے' نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کو قتل کرنے سے زیادہ فضیلت کفار کو مسلمان کرنے میں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہارے سبب سے اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

مجھے معلوم ہوا کہ لندن کے ایک تفضیلی عالم نے کہا کہ حضرت علی نے سینکڑوں کافروں کو قتل کیا اور حضرت ابوبکر نے ایک چڑیا بھی نہیں ماری تو حضرت ابوبکر حضرت علی سے کیسے افضل ہو سکتے ہیں؟ میں کہتا ہوں کہ اس سے قطع نظر کہ یہ طعن تو (العیاذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ہو سکتا ہے۔ زیر بحث حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کفار کو قتل کرنے کی بہ نسبت کفار کو مسلمان کرنے میں زیادہ فضیلت ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے حضرت طلحہ اسلام لائے' حضرت زبیر اسلام لائے' حضرت عثمان بن عفان اسلام لائے' حضرت عبدالرحمان بن عوف اسلام لائے' اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اسلام لائے اور یہ وہ صحابہ ہیں جو اسلام کی اساس اور اسلام کا افتخار ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۴۰۔۴۳۸' دارالفکر) اور اس پائے کی فضیلت اور کسی کو حاصل نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیات

علامہ عینی لکھتے ہیں: التلویح میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خواص میں سے یہ ہے کہ وہ تمام صحابہ سے زیادہ قضاء کا علم رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اپنے پیچھے چھوڑ کر گئے تھے اور حضرت علی علم کا شہر ہیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں اونچائی پر رکھے ہوئے بتوں کو توڑنے کا ارادہ کیا تو آپ نے حضرت علی کو ان کے پیروں سے اٹھا کر اپنے کندھے پر چڑھایا۔ اس حدیث کی مفصل روایت مسند احمد ج ۱ ص ۸' مصنف ابن شیبہ ج ۱۴ ص ۴۸۸' مسند البزار: ۷۶۹' مسند ابویعلیٰ ۲۹۲ اور کنز العمال: ۳۶۵۱۶ میں ہے۔ سعیدی غفرلہ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پانچ سو سینتیس (۵۳۷) احادیث محفوظ ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اتنی ہی احادیث محفوظ ہیں' (المفہم ج ۶ ص ۲۷۱) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بہ روز جمعہ پچیس (۲۵) ذوالحجہ پینتیس ہجری کو ان کی بیعت خلافت کی گئی۔ مہاجر اور انصار جتنے حاضرین تھے' سب نے ان کی بیعت کر لی اور تمام اسلامی شہروں میں ان کی بیعت کا حکم لکھ کر بھیجا گیا اور شام میں حضرت معاویہ کے سوا سب نے اس حکم کی اطاعت کر لی' پھر بعد میں ان کے درمیان ایسی جنگ ہوئی جس کی مثل نہیں سنی گئی اور حضرت علی کو اس جنگ میں فتح حاصل نہیں ہوئی' حتیٰ کہ فریقین کے درمیان حَکَم بنانے کا واقعہ ہوا' اس بنا پر خوارج

ان سے الگ ہو گئے اور انہوں نے حضرت علی کی تکفیر کر دی' انہوں نے کہا: اللہ کے سوا کسی کو حاکم بنانا قرآن مجید کے خلاف ہے' حضرت علی نے نہروان میں ان سے جنگ کی اور اکثر خوارج مارے گئے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۵۸-۵۷' مکتبہ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزید فضائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد ہیں۔ آپ کے والد کا نام عبد مناف تھا' صحیح قول کے مطابق آپ بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن سے ہی آپ کی تربیت کی تھی۔ آپ ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور آپ کی وفات تک کبھی آپ سے جدا نہیں ہوئے۔ ان کی والدہ سیدتنا فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہیں۔ یہ اسلام لائیں' شرفِ صحابیت حاصل کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں فوت ہو گئیں۔ امام احمد' اسماعیل قاضی' امام نسائی اور ابو علی نیشاپوری نے لکھا ہے کہ صحابہ میں سے کسی کے متعلق اتنی اسانید جیدہ سے احادیث مروی نہیں ہیں جتنی حضرت علی کے متعلق احادیث مروی ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ ان سے متاخر ہیں۔ ان کے زمانہ میں اختلاف ہوا' اور بعض لوگوں نے خروج کیا اور یہ چیز آپ کے مخالفین پر رد کرنے کے لیے اور آپ کے مناقب کے پھیلنے کا باعث ہوا' پس لوگوں کے دو فرقے ہو گئے لیکن ان میں مبتدعین بہت کم تھے' پھر ایک جماعت نے حضرت علی سے جنگ کی اور خطبوں میں حضرت علی کی تنقیص کی اور منبروں کے اوپر ان پر سب وشتم اور لعن طعن کو اپنا شعار بنا لیا' خوارج نے ان کی موافقت کی بلکہ ان سے بڑھ کر حضرت علی کی تکفیر کی' پھر حضرت علی کے متعلق تین گروہ ہو گئے: (۱) اہل السنۃ (۲) خوارج (۳) بنو امیہ میں سے ان کے خلاف جنگ کرنے والے اور ان کے موافقین' لہٰذا اہل سنت کو ان کے فضائل پھیلانے کی ضرورت پیش آئی اور کیونکہ مخالفین بہت تھے اس لیے ان کے فضائل کے ناقلین بھی بہت زیادہ ہو گئے ورنہ چاروں خلفاء راشدین کے فضائل اہل سنت و جماعت کے قول سے باہر نہیں ہیں۔

صحیح البخاری: ۳۷۰۱ میں مذکور ہے کہ حضرت علی اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ان سے محبت کرتے ہیں۔ اس محبت سے مراد کوئی خاص محبت ہے ورنہ ہر مومن اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتا ہے۔ اس حدیث میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. (آل عمران: ۳۱)

آپ کہیے: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اتباع کرنے والے تھے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ متصف ہو گئے' اسی وجہ سے ان سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے۔ (اس کا ذکر عنقریب آئے گا۔) (فتح الباری ج ۴ ص ۷۹۵-۷۹۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مولود کعبہ ہونا

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں:

اخبار متواترہ سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو جوفِ کعبہ میں جنم دیا۔ (المستدرک ج ۳ ص ۴۸۳' دار الباز للنشر والتوزیع' مکہ مکرمہ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی المتوفی ٨٤٨ھ نے بھی امام حاکم کی اس عبارت کو برقرار رکھا ہے۔

(تلخیص المستدرک ج ٣ ص ٤٨٣ دار الباز مکہ مکرمہ)

شیخ مومن بن حسن الشبلنجی لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ البیت الحرام کے اندر پیدا ہوئے۔ ابن الصباغ نے کہا ہے: ان سے پہلے کوئی شخص کعبہ میں پیدا نہیں ہوا۔

(نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار ص ١٠٣ المطبعۃ العامرۃ العثمانیہ مصر ١٣٠٤ھ)

تاہم بسیار تلاش کے باوجود دیگر ذرائع سے اس واقعہ کا ثبوت نہیں ملا۔

٣٧٠٢ - **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ قَدْ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خَيْبَرَ وَكَانَ بِهٖ رَمَدٌ فَقَالَ اَنَا اَتَخَلَّفُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ عَلِيٌّ فَلَحِقَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ اللَّيْلَةِ الَّتِيْ فَتَحَهَا اللّٰهُ فِيْ صَبَاحِهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ اَوْ لَيَاْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُّحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَوْ قَالَ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ وَّمَا نَرْجُوْهُ فَقَالُوْا هٰذَا عَلِيٌّ فَاَعْطَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از سلمۃ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خیبر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے اور ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی تو انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ جاؤں گا! پھر حضرت علی نکلے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل گئے جب اس رات کی شام آئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس کو عطا کروں گا یا فرمایا کل جھنڈا وہ شخص لے گا جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے یا فرمایا: وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اللہ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا پس اس وقت اچانک حضرت علی ہمارے ساتھ تھے اور ہمیں ان کی امید نہیں تھی پس لوگوں نے کہا: یہ حضرت علی (آ گئے ہیں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا پس اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ٢٩٧٥ میں گزر چکی ہے۔

خیبر کا جھنڈا اٹھانے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام حاکم نے الاکلیل میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خیبر کے بعض قلعوں کی طرف بھیجا۔ انہوں نے وہاں قتال کیا اور سخت کوشش کی اور فتح حاصل نہیں ہوئی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو فتح حاصل نہیں ہوئی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا کیا اور انہیں بھیجا۔ اس حدیث کی حضرت ابو ہریرہ حضرت علی حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت زبیر بن العوام حضرت حسن بن علی حضرت ابن عباس حضرت جابر بن عبد اللہ حضرت عبد اللہ بن عمر حضرت ابو سعید الخدری حضرت سلمہ بن الاکوع حضرت عمران بن حصین حضرت ابو لیلیٰ انصاری حضرت بریدہ حضرت عامر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اور دوسروں نے روایت کی ہے۔

اس سے پہلی حدیث میں حضرت علی کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالنے کا ذکر ہے اور سلمہ کی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

روایت ہے کہ حضرت علی نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا سر اپنی گود میں رکھا' پھر اپنی ہتھیلی میں اپنا لعاب دہن ڈالا' پھر اس کو میری آنکھوں میں ملا' پھر دعا کی: اے اللہ! اس کی آنکھیں گرمی میں دکھیں نہ سردی میں۔ حضرت علی نے بتایا کہ پھر میری آنکھیں ابھی تک نہیں دکھیں۔ ایک روایت میں دعا کے یہ الفاظ ہیں: اے اللہ! اس کی مدد فرما اور اس سے دوسروں کی مدد فرما۔ اس پر رحم فرما اور اس کی وجہ سے دوسروں پر رحم فرما اور اس کی مدد فرما اور اس کی وجہ سے دوسروں کی مدد فرما' اے اللہ! اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے' اور اس سے عداوت کر جو اس سے عداوت کرے۔

حضرت ابن عباس نے کہا: اس واقعہ کے بعد ہر جگہ رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا حضرت علی کے ساتھ ہوتا تھا' حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کے دن آپ کا جھنڈا کون اٹھائے گا؟ آپ نے فرمایا: میرا جھنڈا وہ اٹھائے گا جو دنیا میں میرا جھنڈا اٹھاتا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٩٨' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٧٠٣ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلٰى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ هٰذَا فُلَانٌ لِّاَمِيْرِ الْمَدِيْنَةِ يَدْعُوْ عَلِيًّا عِنْدَ الْمِنْبَرِ قَالَ فَيَقُوْلُ مَاذَا قَالَ يَقُوْلُ لَهٗ اَبُوْتُرَابٍ فَضَحِكَ قَالَ وَاللّٰهِ مَاسَمَّاهُ اِلَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا كَانَ لَهٗ اِسْمٌ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْهُ فَاسْتَطْعَمْتُ الْحَدِيْثَ سَهْلًا وَّقُلْتُ يَا اَبَا عَبَّاسٍ كَيْفَ قَالَ دَخَلَ عَلِيٌّ عَلٰى فَاطِمَةَ ثُمَّ خَرَجَ فَاضْطَجَعَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ قَالَتْ فِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ اِلَيْهِ فَوَجَدَ رِدَاءَهٗ قَدْ سَقَطَ عَنْ ظَهْرِهٖ وَخَلَصَ التُّرَابُ اِلٰى ظَهْرِهٖ فَجَعَلَ يَمْسَحُ التُّرَابَ عَنْ ظَهْرِهٖ فَيَقُوْلُ اِجْلِسْ يَا اَبَا تُرَابٍ مَّرَّتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود کہ ایک شخص حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' پس اس نے کہا: فلاں شخص مدینہ کا امیر ہے' وہ منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ناشائستہ باتیں کرتا ہے۔ حضرت سہل نے پوچھا: وہ کیا کہتا ہے! اس نے کہا' وہ ان کو ابوتراب کہتا ہے' پس انہوں نے ہنس کر کہا: حضرت علی کا نام تو نبی ﷺ نے ابوتراب رکھا تھا' اور ان کو اس نام سے زیادہ کوئی نام محبوب نہیں تھا۔ راوی نے کہا: پس میں نے حضرت سہل سے پورا قصہ جاننا چاہا اور کہا: اے ابوعباس! اس کا کیا سبب تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت سیدۃ فاطمہ کے گھر داخل ہوئے پھر باہر نکلے' اور مسجد میں لیٹ گئے تو نبی ﷺ نے (حضرت سیدہ سے پوچھا:) تمہارا عم زاد کہاں ہے؟ انہوں نے بتایا: مسجد میں' نبی ﷺ ان کی طرف نکلے' پس ان کو اس حال میں پایا کہ ان کی چادر ان کی پشت سے ڈھلکی ہوئی تھی' اور مٹی ان کی پشت پر لگی ہوئی تھی۔ آپ ان کی پشت سے مٹی جھاڑ رہے تھے اور دو مرتبہ یہ فرما رہے تھے: اے ابوتراب! (مٹی والے) اٹھ کر بیٹھو۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٤١ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو مناقب علی کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ کو وہ اس قدر عزیز تھے کہ آپ ان کو دیکھنے مسجد میں گئے اور ان کی پشت سے مٹی جھاڑی اور شفقت سے ان کو راضی کیا کیونکہ ان کے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کوئی رنجش ہوگئی تھی اس لیے حضرت علی مسجد میں جا کر لیٹ گئے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عارضی طور پر مسجد میں لیٹنا جائز ہے اور جو شخص غم وغصہ میں ہو اس کو راضی کرنا چاہیے۔اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور انکسار اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا ثبوت ہے۔

٣٧٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ فَسَأَلَهُ عَنْ عُثْمَانَ فَذَكَرَ عَنْ مَحَاسِنِ عَمَلِهِ قَالَ لَعَلَّ ذَاكَ يَسُوْؤُكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَرْغَمَ اللّٰهُ بِأَنْفِكَ ثُمَّ سَأَلَهُ عَنْ عَلِيٍّ فَذَكَرَ مَحَاسِنَ عَمَلِهِ قَالَ هُوَ ذَاكَ بَيْتُهُ أَوْسَطُ بُيُوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَعَلَّ ذَاكَ يَسُوْؤُكَ قَالَ أَجَلْ قَالَ فَأَرْغَمَ اللّٰهُ بِأَنْفِكَ اِنْطَلِقْ فَاجْهَدْ عَلَيَّ جَهْدَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن رافع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی از زائدہ از ابی حصین از سعد بن عبیدہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے حضرت عثمان کے نیک اعمال بیان کیے فرمایا: شاید اس بات سے تمہیں تکلیف ہوئی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! حضرت ابن عمر نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری ناک کو خاک آلودہ کرے پھر اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کیا پس حضرت ابن عمر نے ان کے نیک اعمال بیان کیے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں سے یہ متوسط گھر ان کا ہے۔ پھر فرمایا: شاید اس بات سے (بھی) تمہیں تکلیف ہوئی ہے! اس نے کہا: ہاں! حضرت ابن عمر نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری ناک کو خاک آلودہ کرے! دفع ہو جا! اور میرے خلاف جو کر سکتا ہے وہ کر۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ٣١٣٠ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو مناقب علی کے باب میں اس لیے ذکر کیا کہ اس حدیث میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے فضائل کا ذکر ہے۔ حضرت عثمان کے نیک اعمال میں سے یہ ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کے لیے اپنے مال سے رومہ کا کنواں خریدا مسجد نبوی کی توسیع کی اور غزوہ تبوک کے لیے سامان فراہم کیا اور حضرت علی کے نیک اعمال میں سے یہ ہیں: کہ انہوں نے خیبر کو فتح کیا مرحب یہودی کو قتل کیا اور تمام غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شخص سے کہا: اللہ تیری ناک خاک آلود کرے یہ عرب کا محاورہ ہے اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ تجھ کو ذلیل اور رسوا کرے اور اللہ تعالیٰ تجھے زمین پر اوندھا گرا دے اور تیرا چہرہ خاک آلود ہو جائے اور تو اپنے مقصد میں ناکام ہو جائے۔

٣٧٠٥ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ شَكَتْ مَا تَلْقَى مِنْ أَثَرِ الرَّحَا فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيٌ فَانْطَلَقَتْ فَلَمْ تَجِدْهُ فَوَجَدَتْ عَائِشَةَ فَأَخْبَرَتْهَا فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ بِمَجِيْءِ فَاطِمَةَ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْنَا وَقَدْ أَخَذْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی لیلیٰ سے سنا انہوں نے کہا کہ ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے شکایت کی کہ چکی پیسنے سے ان کے ہاتھوں میں نشانات پڑ گئے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چند قیدی آئے تھے پس حضرت سیدہ (آپ کے پاس) گئیں

مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْتُ لِأَقُوْمَ فَقَالَ عَلٰى مَكَانِكُمَا فَقَعَدَ بَيْنَنَا حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلٰى صَدْرِيْ وَقَالَ أَلَا أُعَلِّمُكُمَا خَيْرًا مِّمَّا سَأَلْتُمَانِيْ إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا تُكَبِّرَا أَرْبَعًا وَّثَلٰثِيْنَ وَتُسَبِّحَا ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَتَحْمَدَا ثَلٰثَةً وَّثَلٰثِيْنَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِنْ خَادِمٍ.

تو آپ کو نہیں پایا۔ پھر وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملیں اور ان کو خبر دی' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (گھر) تشریف لے آئے تو حضرت عائشہ نے حضرت سیدہ فاطمہ کے آنے کی خبر دی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس اس وقت تشریف لائے جب ہم اپنے بستروں میں جا چکے تھے' میں اٹھنے لگا تو آپ نے فرمایا: تم دونوں اپنی جگہ پر رہو' پس آپ ہمارے درمیان بیٹھ گئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کی' آپ نے فرمایا: تم دونوں نے جس چیز کا سوال کیا ہے کیا میں تم کو اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں! جب تم دونوں اپنے بستروں پر جاؤ تو تم دونوں چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر پڑھو اور تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ پڑھو اور تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمد للہ پڑھو تو یہ تمہارے لیے خادم (کے حصول) سے بہتر ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۱۱۳ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی فضائل علی کے باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر پر حضرت علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کے درمیان بیٹھ گئے اور حضرت علی کو اس وقت اپنی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے سے منع فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک حضرت علی کا مرتبہ بہت عظیم تھا۔

٣٧٠٦ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيْمَ بْنَ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى.

[طرف الحدیث: ۴۴۱۶] (صحیح مسلم: ۲۴۰۴' الرقم المسلسل: ۶۱۱۱' سنن ترمذی: ۳۷۵۲' سنن ابن ماجہ: ۱۱۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد' انہوں نے کہا: میں نے ابراہیم بن سعد سے سنا از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے۔

یہ حدیث صحیح مسلم میں زیادہ تفصیل سے ہے:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک میں چھوڑ دیا' تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں! آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے لیے تھے' مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۲۴۰۴' الرقم المسلسل: ۶۱۱۲)

حضرت علی کو خلیفہ بلا فصل بنانے کی دلیل کا جواب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی سے یہ اس وقت فرمایا تھا جب آپ غزوہ تبوک کے لیے روانہ ہوئے اور آپ نے حضرت علی کو ساتھ نہیں لیا تو حضرت علی نے کہا: آپ مجھے بچوں کے ساتھ چھوڑ رہے ہیں! تو نبی ﷺ نے یہ مثال بیان کی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے گئے تھے تو اپنے پیچھے قوم کے پاس حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے' اس سے آپ کی یہ مراد نہیں تھی کہ آپ کے وصال کے بعد حضرت علی خلیفہ ہوں گے کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوگئی تھی اور حضرت ہارون صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات میں خلیفہ ہوئے تھے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی صرف غزوہ تبوک کے موقع پر نبی ﷺ کی حیات میں خلیفہ ہوئے تھے۔

٣٧٠٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اقْضُوْا كَمَا كُنْتُمْ تَقْضُوْنَ فَإِنِّيْ أَكْرَهُ الْإِخْتِلَافَ حَتّٰى يَكُوْنَ لِلنَّاسِ جَمَاعَةٌ أَوْ أَمُوْتُ كَمَا مَاتَ أَصْحَابِيْ فَكَانَ ابْنُ سِيرِينَ يَرٰى أَنَّ عَامَّةَ مَا يُرْوٰى عَلٰى عَلِيٍّ الْكَذِبُ.

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ایوب از ابن سیرین از عبیدہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ' آپ نے (اہل عراق سے) کہا: تم جس طرح پہلے فیصلے کرتے تھے اسی طرح فیصلے کرتے رہو کیونکہ میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں حتیٰ کہ (سب لوگ ایک فیصلہ پر) جمع ہو جائیں یا میری وفات ہو جائے جس طرح میرے اصحاب کی وفات ہو چکی ہے پس ابن سیرین کا یہ گمان تھا کہ (شیخین کی مخالفت میں) حضرت علی سے جو عام روایات منقول ہیں وہ جھوٹ پر مبنی ہیں۔

حضرت علی کا جماعت صحابہ کی طرف رجوع کرنا اور ام ولد کو آزاد کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جس طرح پہلے فیصلے کرتے تھے اسی طرح فیصلے کرتے رہو۔ حضرت علی نے یہ بات اہل عراق سے فرمائی تھی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت علی عراق میں آئے تو انہوں نے کہا کہ پہلے میری رائے حضرت عمر کے ساتھ تھی کہ ام ولد کو آزاد کر دیا جائے اور اب میری رائے یہ ہے کہ ان کو بہ دستور باندی قرار دیا جائے۔ اس پر حضرت عبیدہ نے کہا: آپ کی پہلی رائے جو جماعت صحابہ کے ساتھ تھی وہ اب کی رائے سے زیادہ بہتر تھی جو ان سے مختلف ہے۔ اس پر حضرت علی نے کہا: تم اسی طرح فیصلے کرتے رہو جس طرح پہلے فیصلے کرتے تھے اور فرمایا کہ میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں' یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی رائے سے اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں۔

علامہ کرمانی نے کہا کہ اختلاف امت تو رحمت ہے' پھر حضرت علی نے اس کو کیوں ناپسند کیا' علامہ عینی نے اس کے جواب میں لکھا کہ حضرت علی نے اس اختلاف کو ناپسند کیا جو نزاع اور فتنہ کا سبب ہو۔

ابن سیرین کا یہ گمان تھا کہ حضرت علی سے جو عام روایات منقول ہیں وہ جھوٹ پر مبنی ہیں۔

ابن سیرین کا یہ گمان اس لیے تھا کہ اہل کوفہ میں سے اکثر لوگ رافضی تھے اور وہ حضرت علی سے جو اکثر روایات بیان کرتے تھے وہ جھوٹی ہوتی تھیں۔

متقدمین میں ام ولد کی بیع میں اختلاف رہا ہے' حضرت علی' حضرت ابن الزبیر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے نزدیک ان کو فروخت کرنا مباح تھا۔ داؤد ظاہری اور امام شافعی کا قدیم قول یہی ہے اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ حضرت علی سے

ثابت ہے کہ انہوں نے جماعت صحابہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے (اپنی) باندی سے مباشرت کی' پھر اس سے بچہ ہوگیا تو وہ باندی اس کے مرنے کے بعد آزاد ہوگی۔ (سنن ابن ماجہ:٢٥١٦' مصنف عبد الرزاق:١٣٢١٩' المستدرک ج ٢ ص ١٩' سنن بیہقی ج ١٠ ص ٣٤٦' مسند احمد ج ١ ص ٣٠٣)

امام ابوحنیفہ کا موقف بھی اسی حدیث کے مطابق ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٠٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب

(١) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان خم کے چشمہ پر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور نصیحت کی اور اللہ تعالیٰ (کا خوف) یاد دلایا' پھر آپ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا: اے لوگو! سنو میں فقط ایک بشر ہوں' عنقریب اللہ کا فرشتہ بلانے آئے گا اور میں چلا جاؤں گا اور میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں' ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے' پس تم اللہ کی کتاب پکڑ لو اور اس کو تھام کر رکھو' پھر آپ نے اللہ کی کتاب پر برانگیختہ کیا اور اس میں رغبت دلائی پھر فرمایا: اور (دوسری عظیم چیز) میرے اہل بیت ہیں' میں تمہیں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں اللہ (کا خوف) یاد دلاتا ہوں' میں تمہیں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں اللہ (کا خوف) یاد دلاتا ہوں' میں تمہیں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں اللہ (کا خوف) یاد دلاتا ہوں' (تین بار فرمایا) حصین نے پوچھا: اے زید! اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج اہل بیت نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: آپ کی ازواج بھی اہل بیت سے ہیں' لیکن یہاں اہل بیت (سے مراد) وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ لینا حرام ہے۔ حصین نے پوچھا: اور وہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ آل علی ہیں اور آل عقیل ہیں اور آل جعفر ہیں اور آل عباس ہیں' حصین نے پوچھا: ان سب پر صدقہ لینا حرام ہے؟ حضرت زید بن ارقم نے کہا: ہاں! (صحیح مسلم:٢٤٠٨)

(٢) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولیٰ (محبوب) ہوں' علی (بھی) اس کے مولیٰ (محبوب) ہیں۔ (سنن ترمذی:٣٧١٣)

(٣) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے' انہوں نے اپنی بیٹی سے میرا عقد کیا اور مجھے دار ہجرت میں ساتھ لے گئے اور اپنے خالص مال سے بلال کو آزاد کیا اور اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے' وہ حق بات کہتے ہیں خواہ کڑوی ہو اور حق گوئی کی وجہ سے ان کا کوئی محب نہیں رہا اور اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے' ان سے فرشتے حیاء کرتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ علی پر رحم فرمائے' اے اللہ! حق کو اسی طرف پھیر دے جس طرف علی ہیں۔ (سنن ترمذی:٣٧١٤)

(٤) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ (سنن ترمذی:٣٧١٦)

(٥) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم معشر الانصار ضرور منافقین کو پہچانتے تھے۔ نفاق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے کی علامت ہے۔ (سنن ترمذی:٣٧١٧)

(٦) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: منافق علی سے محبت نہیں کرتا اور مسلمان علی سے بغض نہیں رکھتا۔ (سنن ترمذی:٣٧١٧' مسند احمد ج ٦ ص ٢٩٢)

(٧) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے چار مردوں سے محبت کرنے کا

حکم دیا ہے اور مجھے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ (بھی) ان سے محبت کرتا ہے' عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ ہم کو ان کے نام بتائیں! آپ نے تین مرتبہ فرمایا: علی ان میں سے ہیں' اور ابوذر' مقداد اور سلمان ہیں اور مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم ہے اور مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے۔ (سنن ترمذی:۳۷۱۸' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۱)

(۸) حبشی بن جنادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور میری طرف سے ادائیگی صرف میں کروں گا یا علی کریں گے۔ (سنن ترمذی:۳۷۱۹' مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۴)

(۹) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا' پس حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے اپنے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور آپ نے مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

(سنن ترمذی:۳۷۲۰)

(۱۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک (بھنا ہوا) پرندہ تھا' آپ نے دعا کی: اے اللہ! جو تجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہو اس کو بھیج دے جو میرے ساتھ یہ پرندہ کھائے' پس حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے آپ کے ساتھ وہ پرندہ کھایا۔ (سنن ترمذی:۳۷۲۱)

(۱۱) عبداللہ بن عمرو بن ھند الجملی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے کہا: جب میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتا تو آپ مجھے عطا فرماتے اور جب میں خاموش رہتا تو آپ مجھ سے ابتدا کرتے۔ (سنن ترمذی:۳۷۲۲)

(۱۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

(سنن ترمذی:۳۷۲۳)

(۱۳) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے حضرت سعد کو امیر بنایا اور ان سے پوچھا: تمہیں ابوتراب کو برا کہنے سے کیا چیز منع کرتی ہے؟ حضرت سعد نے کہا: مجھے تین چیزیں یاد ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہیں اس لیے میں ان کو کبھی بھی برا نہیں کہوں گا! اگر ان میں سے ایک چیز بھی میرے لیے ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جب آپ نے ان کو کسی غزوہ میں چھوڑ دیا تو حضرت علی نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے حضرت ہارون تھے علیہما السلام مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا' اور میں نے آپ کو خیبر کے دن یہ کہتے ہوئے سنا کہ کل میں اس مرد کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتا ہوگا' انہوں نے کہا: ہم اس کے انتظار میں تھے تو آپ نے فرمایا: علی کو بلاؤ' ہم ان کو لائے' ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی' آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا' پس جھنڈا ان کو دے دیا' سو اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی اور یہ آیت نازل کی گئی:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَ اَبْنَآءَ كُمْ وَ نِسَآءَ نَا وَ نِسَآءَ كُمْ. (آل عمران:۶۱)

آپ کہیے: آؤ ہم اپنے بیٹے بلائیں اور تم اپنے بیٹے بلاؤ اور ہم اپنی عورتیں بلائیں اور تم اپنی عورتیں بلاؤ۔

تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا' پس کہا: اے اللہ! یہ میرے

اہل ہیں! (سنن ترمذی: ۳۷۲۴ 'مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۵)

(۱۴) حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو لشکر بھیجے' ایک پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور دوسرے پر خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور فرمایا: جب جنگ شروع ہو تو علی امیر ہوں گے' پس حضرت علی نے ایک قلعہ فتح کیا اور اس سے ایک باندی کو لے لیا' حضرت براء نے کہا: پس حضرت خالد نے میرے ہاتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ لکھ کر ایک مکتوب بھیجا' پس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وہ مکتوب لے گیا' آپ نے اس کو پڑھا' سو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا' پھر فرمایا: تمہاری اس شخص کے متعلق کیا رائے ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے! میں نے کہا: میں اللہ کے غضب اور اس کے رسول کے غضب سے پناہ طلب کرتا ہوں! میں تو صرف قاصد ہوں! پھر آپ خاموش ہو گئے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۵)

(۱۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ طائف کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا' پس ان سے سرگوشی کی تو لوگوں نے کہا: آپ کی اپنے عم زاد کے ساتھ لمبی سرگوشی ہوئی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اس کے ساتھ سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے اس کے ساتھ سرگوشی کی ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۶)

(۱۶) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! اس مسجد میں میرے اور تمہارے سوا کوئی جنبی نہیں ہو سکتا' علی بن المنذر نے کہا: میں نے ضرار بن صرد سے پوچھا کہ اس حدیث کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا: میرے اور تمہارے سوا کوئی حالت جنابت میں مسجد سے گزر نہیں سکتا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۷)

(۱۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن مبعوث ہوئے اور منگل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۸)

(۱۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسجد (میں کھلنے والے تمام ذیلی) دروازوں کو بند کر دو سوائے علی کے دروازے کے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۳۲ 'مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰)

(۱۹) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے والد سے محبت کی اور ان کی والدہ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہو گا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۳۳)

(۲۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس نے سب سے پہلے نماز پڑھی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۷۳۴)

(۲۱) امام ترمذی نے کہا: اسی مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے' بعض علماء نے کہا: سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے' اور بعض نے کہا: سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور بعض نے کہا: مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق اسلام لائے اور حضرت علی جس وقت اسلام لائے اس وقت وہ لڑکے تھے اور ان کی عمر آٹھ سال تھی اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں۔ (سنن ترمذی: ص ۱۰۲۲ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

(۲۲) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے' عمرو بن مرۃ نے کہا: میں نے اس حدیث کا ابراہیم نخعی سے ذکر کیا' انہوں نے کہا: سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

(سنن ترمذی: ۳۷۳۵ 'مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۸)

(۲۳) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ (بھی) تھے' حضرت ام عطیہ نے کہا: میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! تو مجھے اس وقت تک وفات نہ دینا حتیٰ کہ تو مجھے علی کو دکھا دے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۳۷)

(۲۴) عباد بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں' میرے بعد جو یہ بات کہے گا وہ صرف جھوٹا ہوگا' میں نے سات سال کی عمر میں لوگوں سے پہلے نماز پڑھی۔
(سنن ابن ماجہ: ۱۲۰' علامہ بوصیری نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں۔)

(۲۵) حضرت عمرو بن شاس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے علی کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی۔ (صحیح ابن حبان: ۶۹۲۳)

(۲۶) حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہر مرد کو قسم دیتا ہوں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس وقت سنا جب آپ خم کے تالاب پر کھڑے ہوئے تھے تو لوگوں نے گواہی دی کہ انہوں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: کیا تم نہیں جانتے کہ میں تمام مومنین سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہوں' لوگوں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: میں جس کا مولیٰ (محبوب) ہوں تو بے شک یہ اس کے مولیٰ (محبوب) ہیں' اے اللہ! اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے۔ حضرت ابوالطفیل نے کہا: میرے دل میں اس حدیث کے متعلق تردد تھا' میری حضرت زید بن ارقم سے ملاقات ہوئی' میں نے ان سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۶۹۳۱' مسند احمد ج ۴ ص ۳۷۰)

(۲۷) حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی' پھر بادشاہت ہو جائے گی' حضرت سفینہ نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال رہی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال رہی' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال رہی' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چھ سال رہی۔
(صحیح ابن حبان: ۶۹۴۳' المستدرک ج ۳ ص ۴۸۲_۴۸۱)

(۲۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کو کوئی چیز دو' انہوں نے کہا: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے تو آپ نے فرمایا: تمہاری حطمی زرہ کہاں ہے!
(صحیح ابن حبان: ۶۹۴۵' سنن ابوداؤد: ۲۱۲۵)

(۲۹) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں ایک چادر اور چمڑے کا گدا دیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (صحیح ابن حبان: ۶۹۴۷' مسند احمد ج ۱ ص ۸۴)

(۳۰) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے نکاح کا پیغام دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی وہ کم سن ہے' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا تو آپ نے حضرت سیدہ کا حضرت علی سے نکاح کر دیا۔ (رضی اللہ عنہما) (صحیح ابن حبان: ۶۹۴۸' المستدرک ج ۲ ص ۱۶۸_۱۶۷)

(۳۱) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی' اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی' اور جس نے علی کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علی

کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (المستدرک: ٤٦٧٥'دارالمعرفۃ بیروت)

(٣٢) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے علی کو برا کہا: اس نے مجھے برا کہا۔

(المستدرک: ٤٦٧٣'دارالمعرفۃ بیروت' مسند احمد ج٦ ص ٣٢٣' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے رجال ثقات ہیں' مجمع الزوائد ج٩ ص ١٣٠)

(٣٣) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور علی عرب کے سردار ہیں۔

(المستدرک: ٤٦٨٣' دارالمعرفہ بیروت' المعجم الاوسط: ١٤٩١' اس کی سند میں ایک راوی خاقان بن عبداللہ ہے' اس کو امام ابوداؤد نے ضعیف قرار دیا ہے۔ مجمع الزوائد ج٩ ص ١١٦)

(٣٤) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے علی سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

(المستدرک: ٤٧٠٤' دارالمعرفہ بیروت' المعجم الکبیر: ٦٠٩٧' مجمع الزوائد ج٩ ص ١٣٢)

(٣٥) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ (المستدرک: ٤٧١٢' دارالمعرفۃ بیروت' المعجم الکبیر: ١٢٥٩٣' المعجم الاوسط: ٣٤٣)

(٣٦) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جنت تین مردوں کی مشتاق ہے: علی' عمار اور سلمان (رضی اللہ عنہم)۔

(المستدرک: ٤٧٣١' المعجم الکبیر: ١٧٤' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مجمع الزوائد ج٩ ص ١٢٥)

(٣٧) حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل سے یہ دعا کی ہے کہ میں اپنی امت میں سے جس کا بھی نکاح کروں اور جس کے ساتھ بھی نکاح کروں تو وہ میرے ساتھ جنت میں ہو تو میرے رب نے مجھے اس دعا کی قبولیت عطا کر دی۔

(المستدرک: ٤٧٢٢' حافظ الہیثمی نے کہا: ہے اس حدیث کی سند میں عمار بن سیف ہے' ایک جماعت نے اس کو ضعیف کہا ہے اور ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے۔ مجمع الزوائد ج١٠ ص ١٧' حافظ ابن حجر نے اس حدیث کا شاہد ذکر کیا ہے۔ المطالب العالیہ: ٤٠٢٠-٤٠١٩)

(٣٩) ابوعثمان النہدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا اور ہم مدینہ کی گلیوں میں تھے' اچانک ہم ایک باغ کے پاس سے گزرے' میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ کتنا حسین باغ ہے۔ آپ نے فرمایا: جنت میں تمہارے لیے اس سے زیادہ حسین باغ ہے۔

(المستدرک: ٤٧٢٧' مسند ابویعلیٰ ج١ ص ٤٢٦' مجمع الزوائد ج٩ ص ١١٨' المطالب العالیہ لابن حجر: ٣٩٦٠)

(٤٠) حضرت علی بن حسین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ام کلثوم کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا اور کہا: اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیں' حضرت علی نے کہا: میں اپنے بھتیجے عبداللہ بن جعفر کے ساتھ اس کا نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ حضرت عمر نے کہا: آپ اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیں اللہ کی قسم! لوگوں میں سے کوئی بھی اس کا وہ خیال نہیں رکھے گا جو خیال میں رکھوں گا' پس حضرت علی نے حضرت عمر سے ان کا نکاح کر دیا' پھر حضرت عمر مہاجرین کے پاس آئے اور کہا: کیا تم مجھے مبارک باد نہیں دو گے! لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! کس بات کی؟ حضرت عمر نے کہا: ام کلثوم بنت علی اور بنت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ میرے نکاح کی' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر

نسب اور سبب (نکاح) قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا سوائے میرے نسب اور سبب کے' پس میں نے چاہا کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان نسب اور سبب قائم ہو جائے۔ (المستدرک: ٤٧٣٩' الطبقات الکبریٰ ج ٨ ص ٤٦٣' السنن الکبریٰ ج ٧ ص ٦٣' حلیۃ الاولیاء ج ٢ ص ٣٤' مجمع الزوائد ج ٩ ص ١٧٣' المطالب العالیہ: ٤٢٥٨' ٤٠٢١_٤٠٢٠)

(٤١) صعصہ بن صوحان بیان کرتے ہیں کہ جب ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ وار کیا تو ہم نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہم پر کوئی خلیفہ مقرر کر دیجیے! تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم کو اسی طرح چھوڑتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو چھوڑ دیا تھا' ہم نے عرض کیا تھا: یا رسول اللہ! ہم پر کسی کو خلیفہ بنا دیں تو آپ نے فرمایا: اگر اللہ نے تمہارے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو جو تم میں سب سے بہتر ہوگا اس کو تمہارا والی بنا دے گا۔ حضرت علی نے کہا: پس اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا ہم میں سب سے بہتر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں' پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمارا والی بنا دیا۔

(المستدرک: ٤٧٥٢' اس حدیث کی سند میں موسیٰ بن مطیر ضعیف راوی ہیں لیکن اس حدیث کے متابعات ہیں)

(٤٢) حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکلے' آپ کے اوپر سیاہ بالوں کی بنی ہوئی ایک چادر تھی' پس حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آئے تو آپ نے ان دونوں کو اپنے ساتھ اس چادر میں داخل کر لیا' پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو آپ نے ان کو ان دونوں کے ساتھ داخل کر لیا' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو ان کو ان سب کے ساتھ اس سیاہ چادر میں داخل کر لیا' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ اے رسول کے گھر والو! تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور فرما دے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر کے خوب پاکیزہ کر دے۔ (الاحزاب: ٣٣) (صحیح مسلم: ٢٤٢٤' المستدرک: ٤٧٠٦' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٤ ص ٢١٩' مسند احمد ج ٦ ص ١٦٢)

(٤٣) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی' سیدہ فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھ کر فرمایا: جو تم سے جنگ کرے گا اس سے میں جنگ کروں گا اور جو تم سے صلح رکھے گا میں اس سے صلح رکھوں گا۔

(المستدرک: ٤٧٦٧' مسند احمد ج ٢ ص ٤٤٢' المعجم الکبیر: ٢٦٢١' تاریخ بغداد ج ٧ ص ١٣٧)

(٤٤) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! ہم اہل بیت سے جو شخص بھی بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا۔

(المستدرک: ٤٧٧٤' صحیح ابن حبان: ٦٩٧٨' مسند البزار: ٣٣٤٨)

(٤٥) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو اور تمہیں بھی (آل عمران: ٦١) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی' سیدہ فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا پس کہا: اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں۔ (المستدرک: ٤٧٧٣)

(٤٦) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکلے حتیٰ کہ ہم کعبہ پر آئے' مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم بیٹھو اور آپ میرے کندھوں پر چڑھے تو میں آپ کو اٹھانے لگا' پس آپ نے میری ناطاقتی کو دیکھا تو آپ اتر آئے اور میرے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور فرمایا: اب تم میرے کندھوں پر چڑھو' تو میں آپ کے کندھوں پر چڑھا' اس وقت مجھے یہ خیال آ رہا تھا کہ اگر میں چاہتا تو آسمان کے کناروں تک پہنچ جاتا حتیٰ کہ میں بیت اللہ تک پہنچ گیا' اور اس پر پیتل کے مجسمے (بت) رکھے ہوئے تھے' میں ان بتوں کو کعبہ کے دائیں اور بائیں اور سامنے اور پیچھے سے ہٹا رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا: ان بتوں کو گرا دو' سو میں نے ان بتوں کو گرا دیا' وہ اس طرح ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو گئے جس طرح شیشہ ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو جاتا ہے' پھر میں آپ کے کندھوں سے اترا' پھر میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے دوڑتے ہوئے جا رہے تھے حتیٰ کہ ہم گھروں میں چھپ گئے اس خطرہ سے کہ ہمیں لوگوں میں سے کوئی مل جائے گا۔

(مسند احمد ج ١ ص ٨٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٤ ص ٤٨٨' مسند البزار: ٧٦٩' مسند ابو یعلیٰ: ٢٩٢' المستدرک ج ٢ ص ٣٦٦)

اس حدیث کی سند کے متعلق شعیب الارنؤوط لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند ضعیف ہے' کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی نعیم بن حکیم ہے۔ اس کی العجلی اور ابن حبان نے توثیق کی ہے اور اس کے متعلق ابن حصین کا قول مختلف ہے۔ الساجی نے اس کو ضعیف کہا ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے۔ ابن سعد نے کہا: وہ اس پائے کا نہیں۔ (حاشیہ مسند احمد ج ٢ ص ٤٧' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت کی ابتدا اور ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے اور حافظ الہیثمی التوفی ٨٠٧ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (الفتح الربانی ج ٣ ص ٣٨١٥' بیت الافکار الدولیۃ' اردن' ٢٠٠٧ء)

(٤٧) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ نے اپنی کنپٹیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: تمہیں یہاں اور یہاں ضرب لگائی جائے گی' پھر ان سے خون بہے گا حتیٰ کہ تمہاری ڈاڑھی رنگین ہو جائے گی اور تمہارا قاتل بدترین شخص ہوگا جیسے قوم ثمود کا بدترین شخص وہ تھا جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔

(المستدرک: ٤٦٤٧' مجمع الزوائد ج ٩ ص ١٣٧' المطالب العالیہ لابن حجر: ٤٥١٠)

(٤٨) شرجیل بن سعد القرشی بیان کرتے ہیں کہ پینتیس (٣٥) ہجری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا' اس وقت ان کی عمر اٹھاون سال اور چند مہینے تھی اور چالیس (٤٠) ہجری جمعہ کے دن سترہ رمضان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا' اس وقت ان کی عمر تریسٹھ (٦٣) سال تھی۔ (المستدرک: ٤٦٤٩' مجمع الزوائد ج ٩ ص ١٣٦' الاصابۃ ج ٢ ص ٥٠٩' طبع قدیم)

علامہ احمد بن عبد الرحمٰن البناء التوفی ١٣٧٨ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب میں ہم اتنی ہی احادیث بیان کرنا چاہتے تھے۔ دیگر خلفاء راشدین کی بہ نسبت ہم نے حضرت علی کے فضائل اور مناقب میں زیادہ احادیث راویت کی ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی کے فضائل میں زیادہ احادیث روایت کی گئی ہیں جیسا کہ ہم نے شروع میں حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کیا ہے اور ان ہی احادیث کو ذکر کیا ہے جو کتب صحاح میں اور دیگر معتبر کتب احادیث میں مذکور ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی التوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پانچ سو چھیاسی (٥٨٦) احادیث مروی ہیں جن میں سے بیس احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' امام بخاری نو (٩) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم پندرہ (١٥) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ٢ ص ٣١٠' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٥ھ)

اب ہم فضائل صحابہ میں امام بخاری کی روایت کردہ دیگر احادیث کی شرح کر رہے ہیں۔ فنقول و باللہ التوفیق وبہ الاستعانة یلیق.

١٠ - بَابُ مَنَاقِبِ جَعْفَرَ بْنِ اَبِیْ طَالِبِ الْهَاشِمِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت جعفر بن ابی طالب الہاشمی رضی اللہ کے مناقب

اس باب میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ کے مناقب بیان کیے گئے ہیں جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ کے سگے بھائی ہیں' یہ حضرت علی سے دس سال بڑے تھے' آٹھ ہجری کو ان کی شہادت ہوئی تھی' ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ ان کے القاب یہ تھے' ذوالجناحین' ذوالہجرتین' الشجاع' الجواد۔ یہ متقدمین اسلام میں سے تھے' ان ہی کی وجہ سے نجاشی اسلام لائے تھے' پھر انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی' پھر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ مؤتہ کے لشکر کا امیر بنایا اور جب غزوہ مؤتہ میں ان کے دونوں بازو کٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں دو پر عطا کیے جن کے ساتھ یہ اڑتے پھرتے تھے' رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٠٢)

وَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم میری صورت اور سیرت کے مشابہ ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول باب عمرۃ القضاء صحیح البخاری: ٤٢٥١ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٠٨ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ بْنُ دِیْنَارٍ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ الْجُهَنِیُّ عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا یَقُوْلُوْنَ اَكْثَرَ اَبُوْهُرَیْرَةَ وَاِنِّیْ كُنْتُ اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِشِبَعِ بَطْنِیْ حَتّٰی لَا اٰكُلُ الْخَمِیْرَ وَلَا اَلْبَسُ الْحَبِیْرَ وَلَا یَخْدُمُنِیْ فُلَانٌ وَّلَا فُلَانَةٌ وَّكُنْتُ اُلْصِقُ بَطْنِیْ بِالْحَصْبَاءِ مِنَ الْجُوْعِ وَاِنْ كُنْتُ لَاَسْتَقْرِئُ الرَّجُلَ الْاٰیَةَ هِیَ مَعِیْ كَیْ یَنْقَلِبَ بِیْ فَیُطْعِمَنِیْ وَكَانَ اَخْیَرَ النَّاسِ لِلْمِسْكِیْنِ جَعْفَرُ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَّكَانَ یَنْقَلِبُ بِنَا فَیُطْعِمُنَا مَا كَانَ فِیْ بَیْتِهٖ حَتّٰی اِنْ كَانَ لَیُخْرِجُ اِلَیْنَا الْعُكَّةَ الَّتِیْ لَیْسَ فِیْهَا شَیْءٌ فَنَشُقُّهَا فَنَلْعَقُ مَا فِیْهَا.

[طرف الحدیث: ٥٤٣٢] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابراہیم بن دینار ابوعبد اللہ الجہنی نے حدیث بیان کی از ابن ابی ذئب از سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بہت زیادہ احادیث بیان کرتے ہیں' اور میں پیٹ بھرنے کے بعد ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتا تھا حتیٰ کہ میں خمیری روٹی کھاتا تھا نہ دھاری دار لباس پہنتا تھا' اور نہ فلاں مرد اور نہ فلاں عورت میری خدمت کرتی تھی اور میں بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھے رہتا تھا' اور میں کسی شخص سے کوئی آیت پوچھتا تھا حالانکہ وہ مجھے یاد ہوتی تھی تاکہ وہ شخص مجھے اپنے ساتھ لے جا کر کھانا کھلائے' اور مسکینوں کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرنے والے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تھے۔ وہ ہمیں ساتھ لے جاتے اور جو بھی ان کے گھر میں کھانا ہوتا وہ ہمیں کھلاتے حتیٰ کہ کبھی وہ (شہد) کی خالی کپی نکال کر لاتے' پس ہم اس کو پھاڑ کر اس میں جو کچھ ہوتا اس کو چاٹ لیتے۔

حضرت ابوہریرہ کی زیادہ روایت حدیث کی توجیہ

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابوہریرہ بہت زیادہ احادیث بیان کرتے ہیں۔

امام ابن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث بیان کرتے ہو جو میں نے

آپ سے نہیں سنی' حضرت ابوہریرہ نے کہا: اے اماں جان! آپ کو آئینہ اور سرمہ دانی مشغول رکھتے ہیں اور مجھے کوئی چیز مشغول نہیں رکھتی۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۶۴' طبع قدیم)

حضرت جعفر مسکینوں کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرنے والے تھے' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۶۱' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

۳۷۰۹ - حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اَبِیْ خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا كَانَ اِذَا سَلَّمَ عَلَی ابْنِ جَعْفَرَ قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا ابْنَ ذِی الْجَنَاحَیْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابی خالد نے خبر دی از الشعبی' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حضرت جعفر کے بیٹے کو سلام کرتے تو کہتے: اے دو پروں والے کے بیٹے! السلام علیک۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَلْجَنَاحَانِ كُلُّ نَاحِیَتَیْنِ.

امام بخاری نے کہا: الجناحان سے مراد دو کونے ہیں۔

[طرف الحدیث: ۴۲۶۴] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔)

حضرت جعفر بن ابی طالب کی فضیلت میں مزید احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی حضرت جعفر بن ابی طالب کے مناقب سے اس طرح مطابقت ہے کہ حضرت جعفر پر ذوالجناحین کا اطلاق ان کی عظیم منقبت ہے۔

امام طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جعفر سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہیں مبارک ہو' تمہارے والد فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں اڑتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۹۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے جعفر بن ابی طالب کو فرشتوں کے ساتھ اڑتے ہوئے دیکھا۔ (المستدرک: ۴۹۸۸' سنن ترمذی: ۳۷۶۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج رات جعفر فرشتوں کی جماعت کے ساتھ میرے پاس سے گزرے' ان کے پر خون سے رنگین تھے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۹۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں گزشتہ رات خواب میں جنت میں داخل ہوا' میں نے دیکھا جنت میں جعفر فرشتوں کے ساتھ اڑ رہے ہیں۔ (المستدرک: ۴۹۸۶) (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت اسماء بنت عمیس بھی آپ کے قریب تھیں' اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب دیا' پھر فرمایا: اے اسماء! یہ جعفر بن ابی طالب حضرت جبریل' حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل کے ساتھ تھے' انہوں نے ہم پر سلام پیش کیا' سو تم بھی ان کے سلام کا جواب دو اور انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ فلاں فلاں دن ان کا مشرکین سے مقابلہ ہوا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرنے سے تین چار دن پہلے' انہوں نے کہا: میرا

مشرکین سے مقابلہ ہوا تو مجھے تہتر (٧٣) تیروں' نیزوں اور تلواروں کے زخم لگے' پھر میں نے اپنے دائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑ لیا' سو میرا وہ ہاتھ کاٹ دیا گیا' پھر میں نے بائیں ہاتھ سے جھنڈا پکڑ لیا' سو وہ ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان دو ہاتھوں کے عوض دو پر عطا فرمائے جن سے میں حضرت جبریل اور حضرت میکائیل کے ساتھ اڑتا ہوں اور جنت میں جہاں چاہتا ہوں اترتا ہوں اور جہاں سے چاہتا ہوں جنت کے پھل کھاتا ہوں۔ حضرت اسماء نے کہا: حضرت جعفر کو وہ خیر مبارک ہو جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی ہے لیکن مجھے خطرہ ہے کہ لوگ اس کی تصدیق نہیں کریں گے' سو آپ منبر پر چڑھ کر اس کی خبر دیں' پس آپ منبر پر چڑھے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی' پھر فرمایا: اے لوگو! بے شک جعفر' جبریل اور میکائیل کے ساتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دو ہاتھوں کے بدلہ میں دو پر عطا فرمائے ہیں اور انہوں نے مجھ پر سلام پیش کیا ہے' پھر آپ نے لوگوں کو بتایا کہ ان کا کس طرح مشرکین سے مقابلہ ہوا' پھر اس دن کے بعد سے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خبر دینے سے معلوم ہوا کہ حضرت جعفر کا مشرکین سے مقابلہ ہوا اور اس وجہ سے ان کا نام جعفر طیار ہو گیا۔ (المستدرک: ٤٩٩٠' المعجم الکبیر: ١٤٧١' مجمع الزوائد ج ٩ ص ٢٧٢' الاصابہ ج ١ ص ٢٣٨' طبع قدیم' حافظ ابن حجر نے اس کا اختصار سے ذکر کیا ہے۔ فتح الباری ج ٤ ص ٧٩٩)

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

ان کے فضائل میں احادیث ہیں مگر ان سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔

(خلاصة تذھیب تہذیب الکمال ج ١ ص ١٨٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

١١ - بَابُ ذِكْرِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا ذکر

یہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس بن عبد المطلب کا ذکر ہے' ان کی عمر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو یا تین سال زیادہ تھی۔ مشہور قول کے مطابق یہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے پہلے اسلام لائے تھے۔

٣٧١٠ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِي اَبِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ كَانَ اِذَا قَحِطُوْا اِسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسن بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد عبداللہ ابن المثنیٰ نے حدیث بیان کی از ثمامة بن عبداللہ بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے تھے پس دعا کرتے: اے اللہ! ہم (پہلے) اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بارش کی دعا کراتے تھے' سو تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی کے عم محترم کا وسیلہ پیش کرتے ہیں' سو تو ہم پر بارش نازل فرما' حضرت انس نے کہا: سو (ان پر) بارش نازل کی جاتی تھی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۰۱۰ میں کی جا چکی ہے۔

صحیح البخاری: ۱۰۱۰ میں ہم نے اس حدیث کی شرح میں فتح الباری کی عبارت نقل کی تھی مگر وہاں توسل اور وسیلہ کے مسئلہ میں اہل سنت و جماعت اور مبتدعین اتباع ابن تیمیہ کے درمیان محل نزاع کا تعین نہیں کیا تھا اور نہ خصوصی دلائل کے ساتھ ان کا رد کیا تھا' اب یہاں پر ہم پہلے وسیلہ کی تعریف ذکر کریں گے' پھر فریقین کے درمیان محل نزاع کا ذکر کریں گے' پھر قوی دلائل کے ساتھ اہل بدعت کا رد کریں گے۔ فنقول و باللہ التوفیق .

وسیلہ کی تعریف

علامہ ابن اثیر الجزری المتوفی ٦٠٦ ھ لکھتے ہیں:

جس چیز سے کسی دوسری چیز تک رسائی حاصل کی جائے اور اس کا قرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

(النہایہ ج ۵ ص ۱۸۵' ایران' ۱۳٦۴ ھ)

علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ ھ لکھتے ہیں:

امام لغت علامہ جوہری نے کہا ہے کہ جس چیز سے غیر کا قرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

(صحاح جوہری ج ۵ ص ۱۸۴۱' لسان العرب ج ۱۵ ص ۲۱۳' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

وسیلہ قرب کا ذریعہ ہے اور یہ اس سے عام ہے کہ ذات سے قرب حاصل کیا جائے یا نیک عمل سے قرب حاصل کیا جائے۔

اہل بدعت کے نزدیک وسیلہ کا معنی

اہل بدعت ذات سے قرب کے حصول کا انکار کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قرب صرف نیک اعمال سے حاصل کرنا جائز ہے اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی ذوات کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا جائز نہیں ہے۔

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیۃ الحرانی المتوفی ۷۲۸ ھ لکھتے ہیں:

اگر سوال صرف ذات الانبیاء اور صالحین سے کیا جائے تو وہ جائز نہیں ہے' اس سے ایک سے زائد علماء نے منع کیا ہے' اس کے برخلاف جو صالحین کی دعا سے اور اعمال صالحہ کے وسیلہ سے دعا کرے تو یہ جائز ہے' کیونکہ صالحین کی دعا ہمارے مطلوب کے حصول کا سبب ہے' اسی طرح اعمال صالحہ بھی سبب ہیں۔ (الی قولہ) اور وسیلہ یہی اعمال صالحہ ہیں۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۳۴' دار الجیل' ریاض' ۱۴۱۸ ھ)

شیخ محمد صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ ھ لکھتے ہیں:

رہا کسی کی ذات اور وجاہت کو وسیلہ بنانا تو وہ بدعت منکرہ ہے کیونکہ یہ جائز نہیں ہے کہ ہم بغیر دلیل کے اللہ کی طرف کسی کو وسیلہ بنائیں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۴۷' مکتبۃ الطبری مصر' ۱۴۲۹ ھ)

غیر مقلد عالم شیخ محمد راز میواتی حدیث مذکور (صحیح البخاری: ۱۰۱۰) کی شرح میں لکھتے ہیں:

خیر القرون میں دعا کا یہی طریقہ تھا اور سلف کا عمل بھی اسی پر رہا کہ مُردوں کو وسیلہ بنا کر وہ دعا نہیں کرتے تھے' انہیں تو عام حالات میں دعا کا شعور بھی نہیں ہوتا بلکہ کسی زندہ مقرب بارگاہ ایزدی کو آگے بڑھا دیتے تھے' آگے بڑھ کر وہ دعا کرتے اور لوگ ان کی دعا پر آمین کہتے جاتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر موجود یا مُردوں کو وسیلہ بنانے کی کوئی صورت حضرت عمر کے سامنے نہیں تھی' سلف کا یہی معمول تھا۔ (ترجمہ وتشریح صحیح بخاری ج ۲ ص ۱٦۰ مکتبہ قدوسیہ لاہور' ۲۰۰۴ء)

ذات اور جاہ کے وسیلہ سے دعا کرنے کے جواز پر قرآن مجید سے استدلال

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید' حدیث صحیح اور اسلاف کے معمولات سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی مقرب بندہ کی ذات اور وجاہت کو وسیلہ بنا کر پیش کرنا جائز ہے' اور اس کے توسل سے دعا کرنا جائز ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ O (البقرۃ:٨٩)

اور وہ (یہود) اس سے پہلے (اس نبی کے وسیلہ سے) کفار کے خلاف فتح (کے حصول) کی دعا کرتے تھے' اور جب ان کے پاس وہ آ گئے جن کو وہ جان اور پہچان چکے تھے تو انہوں نے ان کے ساتھ کفر کیا' سو کافروں پر اللہ کی لعنت ہو O

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان یہودیوں کے پاس جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کتاب آ گئی جو ان کتابوں کی تصدیق کرتی تھی جو ان کے پاس تھیں' جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سے پہلے نازل کیا تھا تو انہوں نے اس کا کفر کیا حالانکہ وہ سیدنا محمد ﷺ کے وسیلہ سے کفار کے خلاف مدد طلب کرتے تھے۔

امام ابوجعفر نے اس تفسیر پر اپنی سند کے ساتھ اس روایت سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود اوس اور خزرج کے خلاف جنگ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلہ سے فتح طلب کرنے کی دعا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرب میں مبعوث کر دیا تو جو کچھ وہ آپ کے متعلق کہتے تھے اس کا انکار کر دیا۔ ایک دن حضرت معاذ بن جبل اور حضرت بشر بن البراء بن معرور رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: اے یہودیو! اللہ سے ڈرو! اور اسلام لے آؤ' جب ہم مشرک تھے تو تم ہمارے خلاف سیدنا محمد ﷺ کے وسیلہ سے فتح کی دعا کرتے تھے' تم ہم کو یہ خبر دیتے تھے کہ وہ نبی مبعوث ہونے والے ہیں اور تم اس نبی کی وہی صفات بیان کرتے تھے جو آپ میں موجود ہیں' اس کے جواب میں بنو نضیر کے سلام بن مشکم نے کہا: وہ کوئی ایسی چیز لے کر نہیں آئے جس کو ہم پہچانتے ہوں اور یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کا ہم تم سے ذکر کیا کرتے تھے۔

تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان ج ١ ص ٥٧٨۔٥٧٧ دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر متوفی ٧٧٤ھ نے اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریر کی اسی روایت سے استدلال کیا ہے' اس کے بعد لکھتے ہیں:

امام ابوالعالیۃ نے کہا ہے کہ یہود سیدنا محمد ﷺ کے وسیلہ سے مشرکین عرب کے خلاف مدد طلب کرتے تھے' وہ کہتے تھے: اے اللہ! اس نبی کو مبعوث فرما جس کو ہم اپنی کتاب میں لکھا ہوا پاتے ہیں حتیٰ کہ ہم مشرکین کو عذاب دیں اور قتل کریں' پھر جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو مبعوث فرما دیا اور انہوں نے دیکھا کہ وہ نبی دوسروں میں مبعوث ہوا ہے تو عرب سے حسد کی وجہ سے انہوں نے اس نبی کا انکار کیا حالانکہ ان کو یقین تھا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ١ ص ١٥٠' دار الفکر' بیروت' ١٤١٩ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ١٢٧٠ھ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ (روح المعانی ج ١ ص ٥٠٥' دار الفکر' بیروت' ١٤١٧ھ)

شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ١٣٣٩ھ لکھتے ہیں:

قرآن کے اترنے سے پہلے جب یہودی کافروں سے مغلوب ہوتے تو خدا سے دعا مانگتے کہ "ہم کو نبی آخر الزمان اور جو کتاب

ان پر نازل ہوگی ان کے طفیل سے کافروں پر غلبہ عطا فرما''، جب حضور پیدا ہوئے اور وہ سب نشانیاں بھی دیکھ چکے تو منکر ہوگئے اور ملعون ہوئے۔ (حاشیہ برقرآن مجید ص ١٧ 'دارالتصنیف لمیٹڈ' شاہراہ لیاقت' صدر کراچی۔ ٣)

مفتی تقی عثمانی (دیوبندی) لکھتے ہیں:

٦١ ...... جب یہودیوں کی بت پرستوں سے جنگ ہوتی یا بحث ومباحثہ ہوتا تو وہ یہ دعائیں مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ! آپ نے تورات میں جس آخری نبی کی خبر دی ہے اسے جلدی بھیج دیجیے تاکہ ہم ان کے ساتھ مل کر بت پرستوں پر فتح حاصل کریں' مگر جب وہ نبی (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لے آئے تو وہ اس حسد میں مبتلا ہوگئے کہ انہیں بنی اسرائیل کے بجائے بنو اسماعیل میں کیوں بھیجا گیا؟ چنانچہ یہ جان لینے کے باوجود کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وہ ساری علامتیں صادق آتی ہیں جو تورات میں نبی آخر الزمان کی بیان کی گئی ہیں انہوں نے آپ کو ماننے سے انکار کردیا۔ (آسان ترجمہ قرآن تشریحات کے ساتھ ج ا ص ٧٨ ' مکتبہ معارف القرآن' کراچی' ١٤٢٩ھ)

غیر مقلد عالم شیخ عبدالستار دہلوی اپنے تفسیری حواشی میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا ہونے سے پہلے یہود اور مشرکین میں لڑائی ہوتی تو دعا کرتے کہ یا اللہ ہماری مدد کے لیے نبی آخرالزماں 1
(سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلدی بھیج تاکہ ہم ان کے ساتھ ہو کر مشرکین کا مقابلہ کریں' لیکن جب نبی علیہ السلام مبعوث ہوئے اور تمام نشانیاں جو تورات میں تھیں سب آپ میں دیکھ لیں تو حسد اور تکبر وعناد سے آپ کی نبوت کا انکار کردیا' اور اللہ کی لعنت میں گرفتار ہوگئے۔ (قرآن مجید: ص ٢٠ ' دارالسلام محمدی مسجد برنس روڈ' کراچی ١)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ١٣٠٧ھ نے بھی البقرۃ: ٨٩ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہود آپ کے وسیلہ سے مشرکین کے خلاف فتح اور نصرت کی دعا کرتے تھے۔

(فتح البیان ج ا ص ١٤٣ ' مطبعہ کبریٰ بولاق' مصر' ١٣٠٠ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے وسیلہ سے فتح کی دعا کرتے تھے اور تمام معتبر متقدمین اور متاخرین مفسرین نے اس کو صراحت سے لکھا ہے اور یہ ذات اور وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرنے کی نہایت واضح دلیل ہے۔

اگر کوئی اس پر یہ شبہ پیش کرے کہ یہ تو یہود کا فعل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے ان کے اس فعل کو بلا انکار بیان فرمایا ہے اور ان کے اس فعل سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر استدلال کیا ہے اور یہود کی مذمت اس بات پر کی ہے کہ انہوں نے اس کے باوجود حسد سے آپ کی نبوت کا انکار کیا۔

ذات اور جاہ کے وسیلہ سے دعا کرنے کے جواز پر حدیث صحیح سے استدلال

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی المتوفی ٧٢٨ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام سے (اجتہادی) خطاء ہوگئی تو انہوں نے سر اوپر اٹھا کر دعا کی: اے میرے رب! تو حق محمد سے میری مغفرت کردے' پس ان کی طرف وحی کی گئی کہ محمد کیا ہیں؟ اور محمد کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: اے میرے رب! جب تو نے میری تخلیق کو مکمل فرمایا تو میں نے سر اٹھا کر تیرے عرش کی طرف دیکھا تو اس پر لکھا ہوا تھا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ' تو میں نے جان لیا کہ یہ شخص تیری مخلوق میں سب سے زیادہ مکرم ہے کیونکہ تو نے ان کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر رکھا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! میں نے تمہاری مغفرت کردی اور یہ

تمہاری اولاد میں سے آخرالانبیاء ہیں اور اگر یہ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ سو یہ حدیث اس سے پہلی حدیث کی تائید کرتی ہے اور یہ دونوں حدیثیں احادیث صحیحہ کی تفسیر کے مرتبہ میں ہیں۔ (مجموعۃ الفتاوی ج ٢ ص ٩٦۔ ٩٥ 'دارالجیل' ریاض' ١٤١٨ھ)

میں کہتا ہوں کہ شیخ ابن تیمیہ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ حدیث امام ابونعیم کی دلائل النبوۃ میں نہیں ہے بلکہ امام بیہقی کی دلائل النبوۃ میں ہے۔ (ج ٥ ص ٤٨٩)

اس حدیث کو امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ٣٦٠ھ نے بھی روایت کیا ہے۔

(المعجم الصغیر ج ٢ ص ٨٣ 'المکتبۃ السلفیۃ' المدینہ المنورۃ' ١٣٨٨ھ)

امام عبدالرحمان بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ٥٩٧ھ نے بھی اس سے استشہاد کیا ہے۔

(الوفاء باحوال المصطفی: ٤ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٨ھ)

اس حدیث میں یہ واضح تصریح ہے کہ ذات اور وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرنا جائز ہے اور یہ حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔

امام محمد بن محمد جزری متوفی ٨٣٣ھ آداب دعا میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے۔

(حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین ص ٥٠ مطبع مصطفی البابی واولادہ' مصر' ١٣٥٠ھ)

شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ١٢٥٥ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کے توسل پر وہ حدیث دلیل ہے جس کی امام ترمذی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس کی روایت کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی روایت کے موافق صحیح ہے:

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ دعا کیجیے کہ اللہ میری بینائی کھول دے' آپ نے فرمایا: یا میں رہنے دوں! اس نے کہا: یا رسول اللہ! مجھ پر بینائی کا نہ ہونا بہت دشوار ہے' آپ نے فرمایا: اچھا تم جاؤ اور وضو کرو' پھر دو رکعت نماز پڑھو' پھر یوں دعا کرو کہ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں محمد نبی الرحمۃ کے وسیلہ سے۔ (الحدیث) اور صالحین سے توسل کے جواز پر صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے دعا کرائی۔ (تحفۃ الذاکرین ص ٥٠ 'مطبع مصطفی البابی واولادہ' مصر' ١٣٥٠ھ)

نابینا شخص کی یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں بھی مذکور ہے:

(سنن ترمذی: ٣٥٧٨ 'السنن الکبریٰ للنسائی: ١٠٤٩٥ 'عمل الیوم واللیۃ: ٦٥٩ 'سنن ابن ماجہ: ١٣٨٥ 'صحیح ابن خزیمہ: ١٢١٩ 'المستدرک ج ١ ص ٣١٣ 'المعجم الکبیر: ٨٣١١ 'مسند احمد ج ٤ ص ١٣٨ 'طبع قدیم' مسند احمد: ١٧٢٤٠ 'ج ٢٨ ص ٤٧٨ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شیخ محمد عبدالرحمان مبارک پوری متوفی ١٣٥٣ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو اس کے حق میں شفاعت کرنے والا اور اس کی دعا کی قبولیت میں وسیلہ بنایا' اس میں یہ دلیل ہے کہ آپ بھی اس کے ساتھ دعا کرنے میں شریک تھے۔

شیخ عبدالغنی نے انجاح الحاجۃ میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے شیخ عابد سندھی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث وسیلہ کے جواز پر دلیل ہے اور آپ سے شفاعت طلب کرنے کے جواز پر دلیل ہے۔ یہ آپ کی حیات میں ہے اور آپ کی وفات کے بعد وسیلہ کے

جواز پر حضرت عثمان بن حنیف کی حدیث دلیل ہے جس کی امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے۔

(تحفۃ الاحوذی ج ١٠ ص ٣٥ 'ملخصا' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ھ)

علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

علامہ سبکی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنا مستحسن ہے' متقدمین اور متاخرین میں سے ابن تیمیہ کے سوا کسی نے اس کا انکار نہیں کیا' یہ اس کی بدعت ہے' اس سے پہلے کسی عالم نے اس کا انکار نہیں کیا۔

(ردالمحتار ج ٩ ص ٤٨٥' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد اور اس کی شرح میں متعدد حوالہ جات سے واضح ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرنا جائز اور مستحسن ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے وسیلہ سے دعا کرنے کے ثبوت میں احادیث صحیحہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اور اسی طرح صالحین کی وفات کے بعد ان کے وسیلہ سے دعا کرنے کے متعلق شیخ محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

(توسل کا) تیسرا معنی یہ ہے کہ کسی کے بارے میں یہ سمجھنا کہ یہ اللہ کا نیک بندہ ہے اور اللہ کے ہاں اس کی دعا قبول ہوتی ہے' اس لیے اس سے درخواست کرے کہ آپ میرے حق میں اس مراد کے لیے دعا کر دیں' گویا یہ توسل بہ معنی طلب الدعاء یا شفاعت فی الدعاء ہے' یعنی میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ میری مراد پوری ہو جائے یا یہ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میری دعا قبول فرمائیں' اس صورت میں یہ شرک نہیں ہے لیکن اس کا ثبوت صرف احیاء کے ساتھ خاص ہے اور اموات سے ایسا کرنا ثابت نہیں ہے' یعنی جو زندہ بزرگ ہیں آدمی ان کے پاس جائے اور کہے کہ میرے لیے دعا فرما دیجیے تو ایسا کرنا جائز ہے' البتہ اموات سے یہ کہنا کہ میرے لیے دعا کر دیجیے یا میرے حق میں سفارش کر دیں یہ بات کہیں ثابت نہیں ہے' اس لیے اس کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔

(انعام الباری ج ٤ ص ١٩٤' مکتبۃ الحراء' کراچی)

میں کہتا ہوں کہ احادیث صحیحہ اور عبارات علماء سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اور اسی طرح صالحین کی وفات کے بعد ان کے وسیلہ سے دعا کرنا جائز اور ثابت ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے:

مالک الدار بیان کرتے ہیں اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں طعام کے خازن تھے' انہوں نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں (اٹھارہ ہجری) میں قحط پڑ گیا تو ایک مرد (حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر گئے' پس کہا: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجیے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں' تو اس مرد کو خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی' پس اس سے فرمایا گیا: تم عمر کے پاس جاؤ اور انہیں سلام کہو اور ان کو یہ خبر دو کہ عنقریب تم پر بارش ہونے والی ہے اور ان سے کہو: تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے' تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے (دو بار فرمایا)' پھر وہ حضرت عمر کے پاس گئے اور ان کو خبر دی تو حضرت عمر رونے لگے اور کہا: اے میرے رب! میں صرف وہی کام ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوتا ہوں۔

اور سیف نے فتوح میں روایت کی ہے کہ جس شخص نے یہ مذکور خواب دیکھا تھا وہ حضرت بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ تھے جو صحابہ میں سے ایک ہیں۔ (فتح الباری ج ٢ ص ٥٣٦' دارالمعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں مذکور ہے:

مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶۶۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۲' ادارۃ القرآن' کراچی' امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے بھی اس حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخ کبیر: ۱۲۹۴۔ ج ۷ ص ۱۸۲' کتاب الجرح والتعدیل: ۹۴۴' امام ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔ تاریخ دمشق ج ۶۰ ص ۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔ البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۶۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے' پس حدیث صحیح سے واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ایک صحابی حضرت بلال بن الحارث المزنی نے آپ سے درخواست کی کہ آپ بارش کے لیے دعا کریں' لہٰذا شیخ عثمانی کا یہ لکھنا باطل ہے کہ اموات سے یہ کہنا کہ میرے لیے دعا کر دیجیے یا میرے حق میں سفارش کر دیں یہ کہیں ثابت نہیں ہے۔

وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل کے ثبوت میں درج ذیل حدیث صحیح بھی مروی ہے:

امام سلیمان بن احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابوامامۃ بن سہل بن حنیف اپنے چچا حضرت عثمان بن حنیف سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے کسی کام کے سلسلہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا رہتا تھا اور حضرت عثمان اس کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے اور نہ اس کے کام میں غور کرتے تھے' اس نے حضرت ابن حنیف سے ملاقات کی اور اس بات کی ان سے شکایت کی' تب حضرت عثمان بن حنیف نے اس سے کہا: تم وضو کرنے کی جگہ جاؤ' پس وضو کرو' پھر تم مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو' پھر یہ دعا کرو کہ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں ہمارے نبی (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی الرحمۃ کے وسیلہ سے' یا محمد! میں' آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تا کہ میری یہ حاجت پوری ہو جائے' اور تم اپنی حاجت کا ذکر کرو اور (حضرت عثمان کے پاس) جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا' پس وہ شخص چلا گیا اور اس نے حضرت عثمان بن حنیف کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا' پھر وہ حضرت عثمان کے دروازہ پر گیا' پس دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا' حضرت عثمان نے اس کو اپنے ساتھ اپنی چادر پر بٹھایا اور فرمایا: تمہاری کیا حاجت ہے؟ اس نے اپنی حاجت ذکر کی اور حضرت عثمان نے اس کی حاجت کو پورا کر دیا' پھر اس سے کہا: تم نے اب تک اپنی حاجت کو کیوں ذکر نہیں کیا تھا اور کہا: جب بھی تمہیں کوئی کام ہو تو اس کا ذکر کیا کرو' اس کے بعد وہ شخص وہاں سے چلا گیا اور اس کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی' اس نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو نیک جزا دے' حضرت عثمان میری طرف توجہ نہیں کرتے تھے اور نہ میری طرف غور کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی' حضرت عثمان بن حنیف نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے ان سے کوئی بات نہیں کی بلکہ میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر تھا جب آپ کے پاس ایک نابینا آیا اور اس نے اپنی بینائی جانے کی شکایت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم صبر کرو' اس نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہے اور یہ مجھ پر بہت دشوار ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم وضو کرنے کی جگہ جاؤ' پس وضو کرو' پھر دو رکعت نماز پڑھو' پھر یہ دعا کرو۔ حضرت ابن حنیف نے کہا: پس اللہ کی قسم! ہم الگ نہیں ہوئے تھے حتیٰ کہ وہ نابینا شخص آیا گویا کہ اس کو کوئی تکلیف نہیں تھی۔ (امام طبرانی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔) (المعجم الصغیر ج ۱ ص ۱۸۴۔ ۱۸۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' المعجم الکبیر: ۸۳۱۰' ج ۹ ص ۳۱۔ ۳۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۶۲۸' المستدرک ج ۱ ص ۵۲۶)

اس صحیح حدیث میں بھی نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے وسیلہ سے دعا کرنے کا ثبوت ہے کیونکہ حضرت عثمان بن حنیف نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس شخص کو آپ کے وسیلہ سے دعا کرنے کی تعلیم دی تھی' لہٰذا اس صحیح حدیث سے بھی شیخ تقی عثمانی کا یہ لکھنا باطل ہو گیا کہ اموات سے یہ کہنا کہ ''میرے لیے دعا کر دیجیے یا میرے حق میں سفارش کر دیں یہ کہیں سے ثابت نہیں ہے۔''

صالحین کی قبور کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرنا اور حضرت ابوایوب انصاری کی قبر کے وسیلہ سے دعا کرنا

علامہ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی متوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر قسطنطنیہ کی سرحد کے قریب آج بھی معلوم ہے' اس کی تعظیم کی جاتی ہے' لوگ اس قبر کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے ہیں اور ان پر بارش نازل ہوتی ہے۔ (الاستیعاب ج ٢ ص ١٠' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٥ھ)

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ٥٧١ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس سال فوت ہوئے جب یزید بن معاویہ نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا' یہ ٥٢ھ کا واقعہ ہے' یزید بن معاویہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کی قبر سرزمین روم میں قسطنطنیہ کے قلعہ کی بنیاد کے پاس ہے اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل روم ان کی قبر کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور جب ان پر قحط آئے تو ان کی قبر کے پاس بارش کے لیے دعا کرتے ہیں۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ١٨ ص ٤٥۔ ٤٤' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ ابن الاثیر علی بن محمد الجزری المتوفی ٦٣٠ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری جس لشکر کے ساتھ قسطنطنیہ جہاد کے لیے گئے تھے اس کا امیر یزید بن معاویہ تھا۔ حضرت ابوایوب بیمار ہو گئے' یزید عیادت کے لیے آیا اور پوچھا: آپ کی کوئی خواہش ہو تو بتائیں' حضرت ابوایوب نے بتایا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے دشمن کے علاقہ میں دور تک لے جانا' پھر مجھے وہاں دفن کر کے لوٹ آنا۔ جب حضرت ابوایوب فوت ہو گئے تو ان کو قسطنطنیہ کے قریب دفن کر دیا' وہاں ان کی قبر ہے اور لوگ ان کی قبر کے پاس بارش کی طلب کے لیے دعا کرتے ہیں۔

(اسد الغابۃ ج ٢ ص ١٢٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ٧٤٨ھ لکھتے ہیں:

الواقدی نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل روم ان کی قبر کی حفاظت کرتے ہیں اور وہاں بارش کے حصول کی دعا کرتے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ٤ ص ٦٥۔ ٦٤ دار الفکر' بیروت' ١٤١٧ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری کی قبر قسطنطنیہ کی سرحد کے قریب معروف ہے' اس کی آج تک تعظیم کی جاتی ہے' لوگ وہاں بارش کی طلب کے لیے دعا کرتے ہیں تو وہاں بارش ہو جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢ ص ٤٢٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام بخاری کی قبر کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرنا اسی طرح حضرت معروف کرخی کی قبر کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرنا

علامہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی المتوفی ٧٧١ھ لکھتے ہیں:

ابوالفتح سمرقندی بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کی وفات کے دو سو سال بعد سمرقند میں خشک سالی کی وجہ سے قحط نمودار ہو گیا'

لوگوں نے بار ہا نماز استسقاء پڑھی' دعائیں مانگیں مگر بارش نہ ہوئی' پھر ایک مرد صالح قاضی شہر کے پاس گیا اور اس کو مشورہ دیا کہ تم شہر کے لوگوں کو لے کر امام بخاری کی قبر پر جاؤ اور وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگو شاید اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کر لے' قاضی شہر نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور شہر کے لوگوں کو لے کر امام بخاری کی قبر پر حاضر ہوا' لوگوں نے وہاں گریہ وزاری کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ سے نہایت خضوع و خشوع سے دعا مانگی اور امام بخاری سے قبولیت دعا کے لیے سفارش کی' اسی وقت آسمان پر بادل امڈ آئے اور سات دن تک لگاتار اس قدر بارش ہوتی رہی کہ لوگوں کے لیے خرتنگ سے سمرقند تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ١ ص ٢٣٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٠ھ)

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ٩١١ نے بھی اس واقعہ کو اسی تفصیل سے نقل کیا ہے۔

(ارشاد الساری ج ١ ص ٦٧' دارالفکر' بیروت' ١٤٢١ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری التوفی ١٠١٤ھ نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے۔ (مرقات ج ١ ص ٥٧' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت معروف کرخی بن فیروز' مشائخ کبار سے ہیں' یہ مستجاب الدعوات تھے' ان کی قبر کے وسیلہ سے بارش کے لیے دعا کی جاتی ہے' یہ حضرت سری سقطی کے استاذ تھے۔ دوسو (٢٠٠) ہجری میں ان کی وفات ہوئی تھی۔

(ردالمحتار ج ١ ص ١٤٣' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ھ)

وفات شدہ اولیاء اللہ سے استمداد اور توسل کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیق

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ھ لکھتے ہیں:

بہر حال بعض فقہاء نے اہل قبور سے مدد طلب کرنے سے انکار کیا ہے' اگر یہ انکار اس وجہ سے ہے کہ اہل قبور سنتے نہیں ہیں اور ان کو زائرین کے احوال کا علم نہیں ہوتا تو اس کا باطل ہونا ظاہر ہے (کیونکہ سماع موتی ثابت ہے' اسی وجہ سے قبر والوں کو سلام کرنے کا حدیث میں حکم ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور اگر یہ انکار اس وجہ سے ہے کہ اہل قبور کے لیے برزخ میں قدرت اور تصرف ثابت نہیں' بلکہ جن حالات میں وہ مبتلا ہیں ان کی وجہ سے وہ مقید اور پابند ہو چکے ہیں اور انہیں دوسروں سے روک دیا گیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے' خصوصاً متقین کے حق میں جو اولیاء اللہ ہیں اور ہو سکتا ہے کہ انہیں برزخ میں وہی مرتبہ حاصل ہو جیسا کہ قیامت میں انہیں منصب شفاعت عطاء ہو گا جس کی وجہ سے وہ ان زائرین کے لیے دعا اور شفاعت کریں گے جو ان سے توسل کریں گے اور اس کی نفی پر کون سی دلیل قائم ہے' علامہ بیضاوی نے آیہ کریمہ ''والنازعات غرقاً'' کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مراد وہ ارواح کاملہ ہیں جو اپنے بدنوں سے عالم ملکوت کی طرف منتقل ہوتی ہیں اور وہاں سیر و سیاحت کرتی ہیں اور اپنے شرف اور قوت کی وجہ سے ان فرشتوں کی طرح ہو جاتی ہیں جو عالم میں تدبیر کرتے ہیں' اور کاش ان منکرین کے سامنے میری سمجھ موجود ہوتی' آخر یہ اولیاء سے استمداد کا کیوں انکار کرتے ہیں؟ جو ہم نے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے' وہ اس بندہ مقرب کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے کہ اے بار الٰہ! اس بندہ مقرب کی برکت سے جسے تو نے بے اندازہ لطف و اکرام سے نوازا ہے میری حاجت کو پورا فرما کہ تو ہی عطا کرنے والا ہے' یا دعا مانگنے والا اس بندۂ مقرب کو ندا کرتا ہے کہ اے اللہ کے ولی! میری شفاعت کر اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر کہ مجھے میرا سوال اور مطلوب عطا فرمائے اور یہ بندۂ مقرب درمیان میں صرف وسیلہ ہوتا ہے اور قادر اور فاعل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا اور اولیاء اللہ تو اللہ کے فعل اور اس کی قدرت میں فناء ہو چکے ہیں اور اولیاء کو نہ اب قبروں میں کسی چیز

پر قدرت ہوتی ہے اور نہ جس وقت وہ دنیا میں تھے اس وقت انہیں کسی چیز پر قدرت تھی اور امداد اور استمداد کا جو معنی میں نے ذکر کیا ہے اگر وہ موجب شرک اور غیر اللہ کی طرف توجہ کو مستلزم ہوتا' جیسا کہ منکرین کا زعم فاسد ہے تو چاہیے تھا کہ زندگی میں بھی صالحین سے دعا کرانا اور ان کا وسیلہ لینا ناجائز ہوتا' حالانکہ یہ بالاتفاق نہ صرف جائز بلکہ مستحسن اور مستحب ہے اور اگر منکرین یہ کہیں کہ اولیاء اللہ موت کے بعد اپنے مرتبہ سے معزول ہو جاتے ہیں اور زندگی میں ان کو جو فضیلت اور کرامت حاصل تھی وہ اب باقی نہیں رہی تو اس پر کیا دلیل ہے؟ اگر وہ یہ کہیں کہ موت کے بعد وہ ایسی آفات و بلیات میں مبتلا ہوئے کہ انہیں دعا وغیرہ کی فرصت نہ رہی تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور نہ اس پر دلیل ہے کہ اولیاء کے لیے ابتلاء قیامت تک رہتا ہے' زیادہ سے زیادہ جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر اہل قبر سے استمداد سود مند نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اولیاء جذب و استغراق کی کیفیت میں ہوں اور عالم لاہوت کے مشاہدہ میں اس طرح منہمک ہوں کہ اس دنیا کے حالات کی طرف توجہ اور شعور نہ رہے' سو وہ اس دنیا میں تصرف نہ کریں جیسا کہ دنیا میں بھی اولیاء اللہ کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ ہاں! اگر اولیاء اللہ کے حق میں زائرین کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ مدد کرنے میں مستقل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کیے بغیر خود ذاتی قدرت سے امداد کرتے ہیں' جیسے بعض جہلاء کا عقیدہ ہے کہ وہ قبر کو بوسا دیتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور یہ تمام افعال ممنوع اور حرام ہیں اور ناواقف عوام کے افعال کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ خارج از بحث ہیں اور شریعت کا عارف اور احکام دین کا عالم ان تمام برے کاموں سے سخت بے زار ہے اور مشائخ اور اہل کشف نے ارواح کاملہ سے استفادہ کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ شمار سے باہر ہے اور وہ ان کی کتابوں میں مشہور اور مذکور ہے' ہمیں اس کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ متعصبین اور منکرین کو اس سے فائدہ نہ ہو' اللہ تعالیٰ ہم کو اس بدعقیدگی سے محفوظ رکھے۔ یہاں علم اور شریعت کے اعتبار سے گفتگو ہے' ہاں! زیارت قبر کے وقت قبر والے کو سلام کرنا اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا مسنون ہے لیکن اس سے ان سے استمداد کی نفی نہیں ہوتی' پس اہل قبور کی زیارت کرنا' ان کی امداد کرنا اور ان سے استمداد کرنا' زائرین کے مختلف احوال کی وجہ سے دونوں امور جائز ہیں۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ اہل قبور سے استمداد کے جواز میں جو بعض علماء کا اختلاف ہے وہ انبیاء علیہم السلام کے ماسوا میں ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام بالاتفاق حیات حقیقی دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں اور اولیاء حیات اخروی وحضوی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اس زمانہ میں ایک فرقہ (ابن تیمیہ کے متبعین) ظاہر ہوا ہے جو ان اولیاء اللہ سے استمداد کا منکر ہے جو دار فناء سے دار بقاء کی طرف منتقل ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خوش حال ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے اور یہ منکرین ان کی بارگاہ میں توجہ کرنے والوں کو مشرک کہتے ہیں اور جو منہ میں آتا ہے وہ کہہ دیتے ہیں۔ مدت سے یہ خیال تھا کہ میں اس مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل لکھوں اور اب اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو میں نے اس کو قلم بند کیا' تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں' اے اللہ! ہمیں حق دکھلا اور اس کی اتباع کی توفیق عطا کر اور باطل کے بطلان کو ہم پر ظاہر کر اور اس سے اجتناب کی توفیق مرحمت فرما اور اللہ ہی خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم کامل ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۴۰۲-۴۰۱' تیج کمار' لکھنؤ' اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۴۲۳-۴۲۲' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش طلب کی تھی اور ان سے بارش کے نزول کے لیے دعا کرائی تھی' اس مناسبت سے ہم نے یہاں پر وسیلہ کی بحث کی ہے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی اس عبارت پر ہم یہ بحث ختم کر رہے ہیں اور پھر حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے مناقب کی طرف رجوع کر رہے ہیں:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو سال پہلے پیدا ہوئے تھے' ان کی والدہ کا نام نتیلہ بنت خباب ہے۔ حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ پہلی عربی خاتون ہیں جنہوں نے کعبہ پر ریشم اور دیباج کا غلاف چڑھایا' اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عباس کم سنی میں گم ہوگئے تھے تو انہوں نے نذر مانی تھی کہ اگر ان کو حضرت عباس مل گئے تو وہ کعبہ پر غلاف چڑھائیں گی۔ حضرت عباس زمانہ جاہلیت میں سردار تھے اور ان کی اطاعت کی جاتی تھی' اور حجاج کو پانی پلانے کا منصب اور مسجد حرام کی تعمیر ان ہی کے سپرد تھی۔ یہ غزوہ بدر سے پہلے اسلام لا چکے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف لکھا کہ آپ کا مکہ میں رہنا ہمارے لیے بہتر ہے کیونکہ وہ مشرکین کی خبریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچاتے تھے اور جب ان کو غزوہ بدر میں قید کیا گیا تو انہوں نے کہا: مجھے زبردستی لایا گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اس عذر کو قبول نہیں کیا اور فرمایا: ہم ظاہر کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں' پس جب ان کو قید کیا گیا تو ان کو بہت کس کر سختی سے باندھا گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری رات بیدار رہے اور آپ نے اپنے بعض اصحاب سے فرمایا: میں عباس کے کراہنے کی آواز سن رہا ہوں تو ایک صحابی گئے اور ان کی بندشیں ڈھیلی کر دیں تو آپ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ اب ان کے کراہنے کی آواز نہیں آ رہی تو اس صحابی نے کہا: میں نے ان کی بندشیں ڈھیلی کردی ہیں تو آپ نے فرمایا: تمام قیدیوں کی بندشیں ڈھیلی کردو۔ حضرت عباس بہت حسین اور فیاض تھے۔

(الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٦٩' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مشہور یہ ہے کہ حضرت عباس فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تھے' اور یہ بعید نہیں ہے اور حضرت ابورافع کا غزوہ بدر کے قصہ میں یہ قول ہے: ہم اہل بیت پر اسلام داخل ہو چکا ہے' یہ اس وقت حضرت عباس کے اسلام پر دلیل نہیں ہے' کیونکہ غزوہ بدر کے دن ان کو قید کیا گیا تھا اور انہوں نے اپنا اور اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب کا فدیہ دیا تھا اور کیونکہ انہوں نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت نہیں کی تھی اور حضرت عمر ان کی فضیلت کے معترف تھے اور ان کے وسیلہ سے بارش طلب کی تھی' اس کے باوجود انہوں نے حضرت عباس کو اہل شوریٰ میں داخل نہیں کیا تھا۔ حضرت عباس کی کنیت ابوالفضل ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسی (۸۰) سال سے زائد عمر گزار کر بتیس (۳۲) ھ میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۹۹' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مناقب میں مزید احادیث

(۱) عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حالت غضب میں آئے' اس وقت میں بھی آپ کے پاس تھا' آپ نے پوچھا: آپ کو کس نے غضبناک کیا؟ تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! قریش کو کیا ہوا ہے جب وہ آپس میں ملتے ہیں تو ہنسی خوشی ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو اس طرح نہیں ملتے! انہوں نے بتایا کہ پس رسول اللہ غضب میں آگئے اور آپ کا چہرہ انور سرخ ہوگیا' پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوگا جب تک کہ وہ آپ لوگوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے محبت نہ رکھے' پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! جس نے میرے عم محترم کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی کیونکہ ہر شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۵۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۷)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں۔

(سنن ترمذی: ۳۷۵۹ ' مسند احمد ج ۱ ص ۳۰۰)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں اور ہر شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۶۱ ' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۲)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: پیر کے دن صبح کو آپ خود اپنی اولاد کو لے کر میرے پاس آئیں تا کہ میں آپ کے لیے ایسی دعا کروں جس سے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی اولاد کو نفع پہنچائے' پھر صبح کو ہم حضرت عباس کے ساتھ آپ کے پاس گئے تو آپ نے ہم کو ایک چادر اوڑھائی' پھر دعا کی: اے اللہ! عباس اور اس کی اولاد کے لیے ظاہری اور باطنی مغفرت فرما اور ان کے کسی گناہ کو نہ چھوڑ' اے اللہ ان کی اولاد کی حفاظت فرما۔

(سنن ترمذی: ۳۷۶۲)

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی التوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے پینتیس (۳۵) احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم تین حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصة تذهيب تهذيب الكمال ج ۲ ص ۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

۱۲ - بَابُ مَنَاقِبِ قَرَابَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْقَبَةِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کے مناقب اور سیدہ فاطمہ علیہا السلام بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناقب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کے مناقب بیان کیے گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار وہ ہیں جو آپ کے جد اقرب حضرت عبد المطلب کی طرف منسوب ہوں اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہوں یا انہوں نے آپ کے صحابی کو دیکھا ہو' اور وہ حضرت علی ہیں اور ان کی اولاد میں سے حضرت حسن' حضرت حسین' حضرت محسن' اور ام کلثوم رضی اللہ عنہم ہیں جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے' اور حضرت جعفر اور ان کی اولاد ہیں' حضرت عبد اللہ' حضرت عون اور حضرت محمد رضی اللہ عنہم۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب کا نام احمد ہے اور حضرت عقیل بن ابی طالب اور ان کی نرینہ اولاد: الفضل' عبد اللہ' قثم' عبید اللہ' الحارث' معبد' عبد الرحمان' کثیر' عون اور تمام رضی اللہ عنہم۔ ایک قول یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ حضرت جعفر کی صاحب زادیاں یہ ہیں: ام حبیب' آمنہ اور صفیہ رضی اللہ عنہن۔ حضرت جعفر کی اکثر اولاد لبابۃ ام الفضل کے بطن سے ہیں' اور معتب بن ابی لہب اور عباس بن عتبہ بن ابی لہب اور وہ آمنہ بنت العباس کے شوہر تھے۔ اور حضرت عبد اللہ بن الزبیر بن عبد المطلب اور ان کی بہن ضباعۃ' اور وہ حضرت المقداد بن الاسود کی زوجہ تھیں' اور حضرت ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب اور ان کے بیٹے جعفر اور

نوفل بن الحارث بن عبد المطلب اور ان کے دو بیٹے المغیرہ اور الحارث اور عبد المطلب کی بیٹیاں اروی اور عاتکہ اور صفیہ۔ صفیہ اسلام لائی تھیں اور صحابیہ تھیں اور باقیات میں اختلاف ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد کے بعد نکاح کیا تھا' اس وقت ان کی عمر پندرہ سال اور ساڑھے پانچ ماہ تھی اور حضرت علی کی عمر اس وقت اکیس سال اور پانچ ماہ تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٠٦۔٣٠٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ٣٦٢٤' میں گزر چکی ہے۔

٣٧١١ - **حَدَّثَنَا** اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ اَرْسَلَتْ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ تَسْاَلُهٗ مِيْرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَطْلُبُ صَدَقَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ بِالْمَدِيْنَةِ وَفَدَكٍ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروۃ بن الزبیر نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کے متعلق پیغام بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو مال فے عطاء کیا تھا اس میں سے ان کی میراث دیں' وہ آپ سے مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ کا اور فدک کا اور خیبر کے خمس میں سے باقی حصہ کا مطالبہ کر رہی تھیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٠٩٢' میں گزر چکی ہے۔

٣٧١٢ - **فَقَالَ** اَبُوْبَكْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ مِّنْ هٰذَا الْمَالِ يَعْنِيْ مَالَ اللّٰهِ لَيْسَ لَهُمْ اَنْ يَّزِيْدُوْا عَلَى الْمَاْكَلِ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِّنْ صَدَقَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهَا فِيْ عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَاَعْمَلَنَّ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ ثُمَّ قَالَ اِنَّا قَدْ عَرَفْنَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَضِيْلَتَكَ وَذَكَرَ قَرَابَتَهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَقَّهُمْ فَتَكَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِيْ.

پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہمارا وارث نہیں بنایا جاتا' ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آل صرف اس مال سے کھائے گی یعنی اللہ کے مال سے اور ان کا کھانے پینے کے اخراجات کے علاوہ اور کوئی حق نہیں ہوگا' اور اللہ کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان صدقات میں جو آپ کے عہد میں تھے میں ان میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا اور میں ان میں وہی عمل کروں گا جو ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمل کرتے تھے' پھر حضرت علی نے کلمہ شہادت پڑھا' پھر کہا: اے ابوبکر! ہمیں آپ کی فضیلت کا اعتراف ہے' پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی قرابت کا ذکر کیا اور اپنے حق کا ذکر کیا۔ پس حضرت ابوبکر نے کلام کیا اور کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں سے حسن سلوک کرنا میرے نزدیک اپنے قرابت داروں سے حسن سلوک سے ضرور زیادہ

پسندیدہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۹۳' میں گزر چکی ہے۔

حضرت سیدہ کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وراثت کا سوال کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر سے مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ کا سوال کر رہی تھیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ کس طرح صدقہ کو طلب کرتی تھیں حالانکہ وہ تمام مومنین کے لیے صدقہ تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس صدقہ کو طلب کر رہی تھیں جو ان کے گمان میں واقع میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت تھا۔ علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ صدقہ کا لفظ راوی کا اضافہ ہے۔

حضرت ابوبکر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے' ہمارا وارث نہیں بنایا جاتا' اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے تو پھر حضرت سیدہ نے حضرت ابوبکر سے وراثت کا سوال کیوں کیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سیدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا علم نہیں تھا۔

۳۷۱۳ - اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَّاقِدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ قَالَ اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِهٖ.

[طرف الحدیث: ۳۷۵۱] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن عبدالوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از واقد' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کرتے تھے از حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کا خیال رکھو۔

اہل بیت کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ تم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کی حفاظت کرو' تم ان کو ایذا نہ پہنچاؤ اور نہ ان کو برا کہو اور آپ کے اہل بیت یہ ہیں: سیدہ فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم' کیونکہ آپ نے ان کے اوپر چادر ڈالی اور فرمایا: یہ میرے اہل بیت ہیں یا یہ اور آپ کی ازواج اہل بیت ہیں کیونکہ اہل بہت سے متبادر آپ کی ازواج ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے اہل بیت میں حضرت علی کا ذکر نہیں کیا لیکن علامہ زکریا انصاری شافعی نے اہل بیت میں حضرت علی کا ذکر کیا ہے۔ (منحۃ الباری ج ۷ ص ۵۹' الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۷ ص ۶۵)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اہل بیت آپ کی اولاد ہیں' آپ کی ازواج ہیں' اور حضرت علی' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ یہ ہمیشہ آپ کے ساتھ لازم رہتے تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۲۵ ص ۲۰۹' طبع مصر)

۳۷۱۴ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ حَدَّثَنَا ابْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث

عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّيْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِيْ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از ابن ابی ملیکہ از مسور بن مخرمہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے' جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٢٦' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں حضرت سیدہ فاطمہ کی صریح فضیلت ہے۔

٣٧١٥ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ ابْنَتَهُ فِيْ شَكْوَاهُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهَا فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ ثُمَّ دَعَاهَا فَسَارَّهَا فَضَحِكَتْ قَالَتْ فَسَاَلْتُهَا عَنْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یحییٰ بن قزعۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس مرض میں فوت ہو گئے تھے آپ نے اس مرض میں اپنی صاحب زادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا' پھر ان سے چپکے سے کوئی بات کی تو وہ رونے لگیں' آپ نے ان کو پھر بلایا' پس چپکے سے کوئی بات کی تو وہ ہنسنے لگیں' حضرت عائشہ نے بتایا: میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٢٣' میں گزر چکی ہے۔

٣٧١٦ - **فَقَالَتْ** سَارَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّهُ يُقْبَضُ فِيْ وَجَعِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ فَبَكَيْتُ ثُمَّ سَارَّنِيْ فَاَخْبَرَنِيْ اَنِّيْ اَوَّلُ اَهْلِ بَيْتِهِ اَتْبَعُهُ فَضَحِكْتُ.

پس حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چپکے سے مجھے خبر دی کہ اس درد میں آپ کی روح قبض کر لی جائے گی جس درد میں آپ کی وفات ہوگئی' تو میں روئی' پھر چپکے سے مجھے خبر دی کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ کے پیچھے جاؤں گی تو میں ہنسی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٢٤' میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی نے امام بخاری پر اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث یحییٰ بن قزعۃ کی روایت سے باب علامات النبوۃ کے اواخر میں بعینہٖ اسی سند اور متن کے ساتھ گزر چکی ہے' سو یہ تکرار بلا فائدہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٠٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں مزید احادیث

(١) حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منبر پر سنا' آپ فرما رہے تھے کہ بنو ہشام بن المغیرۃ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب سے کر دیں' سو میں ان کو اس کی اجازت نہیں دیتا' سو میں ان کو اس کی اجازت نہیں دیتا' سو میں ان کو اس کی اجازت نہیں دیتا۔ (تین بار فرمایا) سوائے اس کے کہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لیں' کیونکہ میری بیٹی میرے جسم کا ٹکڑا ہے' جو چیز اس کو پریشان

کرتی ہے وہ مجھے پریشان کرتی ہے اور جو چیز اس کو ایذا دیتی ہے وہ مجھے ایذا دیتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۲۳۰، صحیح مسلم: ۲۴۴۹، الرقم المسلسل: ۶۲۰۳، سنن ابوداؤد: ۲۰۷۱، سنن ترمذی: ۳۸۹۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۹۸)

(۲) ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت علی بن حسین (زین العابدین) نے حدیث بیان کی کہ جب وہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد یزید بن معاویہ کے پاس سے مدینہ آئے تو ان کی حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' انہوں نے حضرت زین العابدین سے کہا: اگر آپ کا کوئی کام ہے تو آپ مجھے اس کا حکم فرمائیں' حضرت زین العابدین نے ان سے کہا: نہیں' حضرت مسور نے ان سے کہا: آپ کے پاس جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار ہے کیا آپ وہ مجھے دیں گے؟ کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ لوگ آپ پر غلبہ پا کر اس تلوار پر قبضہ کر لیں گے اور اللہ کی قسم! اگر آپ نے مجھے وہ تلوار دے دی تو وہ اس تلوار کو کبھی حاصل نہیں کر سکیں گے حتیٰ کہ میری جان چلی جائے' بے شک حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اوپر ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا تو میں نے سنا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اس منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اور میں اس وقت بالغ تھا' آپ نے فرمایا: فاطمہ مجھ سے ہے اور مجھے یہ خطرہ ہے کہ اس سے اس کے دین میں فتنہ ہوگا' پھر آپ نے بنو شمس سے اپنے داماد کا ذکر کیا اور اس کی تحسین کی کہ اس نے بہت اچھا سلوک کیا۔ اس نے مجھ سے جو بات کی تو سچ بولا اور مجھ سے جو وعدہ کیا تو اس کو پورا کیا اور میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہوں لیکن اللہ کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور عدو اللہ کی بیٹی ایک محل میں کبھی بھی جمع نہیں ہوں گی۔

(صحیح البخاری: ۹۲۶، صحیح مسلم: ۲۴۴۹، الرقم المسلسل: ۶۲۰۳، سنن ابوداؤد: ۲۰۷۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۹۹)

اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو اپنی بیٹی پر سوکن نہ لانے کا حکم دیا کیا' یہ جانب داری نہیں ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر (حضرت) علی بن ابی طالب نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کر لیا تو مجھے خطرہ ہے کہ اس سے (سیدہ) فاطمہ کے دین میں فتنہ ہوگا یعنی انہیں اپنی سوکن ناگوار ہوگی اور وہ اس ناگواری پر صبر نہیں کر سکیں گی اور ہو سکتا ہے کہ وہ اس ناگواری کی وجہ سے حضرت علی پر غضب ناک ہوں اور غضب کی وجہ سے حضرت علی بہ حیثیت شوہر حقوق ادا نہ کر سکیں اور ان کی نافرمانی کریں اور گناہ میں مبتلا ہو جائیں اور میں ان کو فتنہ میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ غیر مسلم متشرقین اور آزاد خیال مسلمان یہ کہیں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خیال کیا اور امت کی لاکھوں بیٹیوں کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خیال نہیں کیا کیونکہ جب آپ نے ہر مسلمان مرد کو چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے تو امت کی جس بیٹی پر دوسری عورت سے نکاح کیا جائے گا اس کو بھی ناگوار ہوگا اور وہ بھی اس خطرہ میں ہے کہ وہ غضب کی وجہ سے شوہر کی نافرمانی کرے گی تو آپ نے اپنی بیٹی کے فتنہ میں مبتلا ہونے کی تو رعایت کی اور امت کی لاکھوں بیٹیوں کے فتنہ میں مبتلا ہونے کی رعایت نہیں کی اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادلانہ سیرت سے بہت بعید ہے!

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر قول اور ہر فعل وحی کے موافق ہوتا ہے' وحی کے قول کے موافق ہونے کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے ۝ ان کا کلام وہی ہوتا ہے جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے ۝ (النجم: ۴-۳)

اور فعل کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ. آپ کہیے: میں اسی کی پیروی کرتا ہوں جس کی میرے رب کی جانب سے میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ (الاعراف: ٢٠٣)

پس واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے حضرت علی کو جو دوسرے نکاح سے منع کیا تھا یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اس کی وحی کے موافق کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو خصوصی درجات سے نوازتا ہے' جس طرح ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام کا سردار بنایا' آپ کو قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے نبی بنایا' آپ کو خاتم الانبیاء بنایا' رحمۃ للعالمین بنایا اور بہت درجات کی بلندی عطا فرمائی' آپ کی امت کو بہترین امت بتایا' ان کے لیے قربانی کے جانور کو کھانا حلال کر دیا' مال غنیمت کو لینا جائز کر دیا' تمام روئے زمین کو ان کے لیے مسجد اور آلۂ تیمم بنا دیا اور آپ کی آل کو بہت خصوصیات عطا فرمائیں۔ آل محمد پر صدقہ حرام کر دیا' ہر نماز میں ان پر صلوٰۃ اور رحمت بھیجنے کو مشروع کر دیا' اسی طرح آپ کی صاحبزادی سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بہت خصوصیات عطا فرمائیں' ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر دوسرا نکاح حرام کر دیا اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دیگر خصوصیات پر اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے کہ اللہ نے اس نبی کو رحمت للعلمین کیوں بنایا' اور ان کی امت پر مال غنیمت کیوں حلال کیا اور آل محمد پر صدقہ کیوں حرام کیا اسی طرح یہ اعتراض بھی صحیح نہیں ہے کہ سیدہ فاطمہ کے ہوتے ہوئے حضرت علی پر دوسرا نکاح کیوں حرام کیا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَO (الانبیاء: ٢٣) اللہ تعالیٰ سے ان کاموں کے متعلق نہیں پوچھا جا سکتا جو وہ کرتا ہے البتہ لوگوں سے سوال کیا جائے گاO

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے بنو شمس میں سے اپنے داماد کا ذکر کیا اور اس کی تحسین کی۔

اس کی شرح میں علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

اس داماد کا نام ابو العاص بن الربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے۔ ان کی والدہ ہالۃ بنت خویلد تھیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب بنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان سے نکاح کر دیا' یہ مکہ کے چند مال دار لوگوں میں سے تھے۔ ان کی امانت اور تجارت مشہور تھی' حضرت زینب رضی اللہ عنہا اسلام لے آئیں اور یہ اسلام نہیں لائے' (اس وقت تک مشرکین سے نکاح ممنوع نہیں تھا) اور یہ غزوہ بدر میں کفار کی طرف سے جنگ کر رہے تھے' ان کو قید کر لیا گیا اور جب قریش نے اپنے قیدیوں کے لیے فدیہ کی رقوم بھیجیں تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے فدیہ کے لیے وہ ہار بھیجا جو ان کی والدہ حضرت خدیجہ نے ابو العاص کے ساتھ ان کے نکاح کے موقع پر دیا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ ہار دیکھا تو آپ پر رقت طاری ہو گئی اور آپ نے مسلمانوں سے فرمایا: اگر تم لوگ چاہو تو ابو العاص کو بغیر فدیہ کے آزاد کر دو اور ان کا ہار واپس کر دو' چنانچہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو العاص پر یہ شرط عائد کی کہ وہ حضرت زینب کو مدینہ بھیج دے' سو اس نے یہ شرط پوری کی۔

جمادیٰ چھ ہجری میں ابو العاص قریش کا قافلہ لے کر شام کی طرف نکلے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو ایک سو ستر سواروں کے ساتھ اس قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا' مقام العیص پر مسلمانوں کے لشکر کا اس قافلہ کے ساتھ مقابلہ ہوا' اس قافلہ میں

ابوالعاص بھی تھا۔ مسلمانوں نے کہا: اے ابوالعاص! تم قریش کے شریف مرد ہو اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد ہو اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ اور اہل مکہ کے اموال میں سے تم کو بھی مال غنیمت کا حصہ ملے؟ ابوالعاص نے کہا: تم نے مجھے بہت برا مشورہ دیا ہے کہ میں دھوکا دے کر اپنے دین کو بدل لوں! پھر مسلمانوں نے اس کو اور دیگر قریش کو گرفتار کرلیا اور قافلہ کو لوٹ لیا اور مدینہ پہنچ گئے اور قیدیوں کو مسجد میں باندھ دیا' حضرت زینب کو ابوالعاص کی گرفتاری کا پتہ چل گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی تو حضرت زینب نے بلند آواز سے کہا: میں نے ابوالعاص بن الربیع کو پناہ دے دی ہے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے کہا: کیا تم نے سن لیا جو میں نے سنا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' مجھے سننے سے پہلے علم نہیں تھا کہ کیا ہوا ہے' اور مسلمانوں کا ادنیٰ فرد بھی کسی مشرک کو پناہ دے سکتا ہے' جس کو زینب نے پناہ دی ہے ہم نے اس کو پناہ دے دی' پھر آپ نے حضرت زینب کو حکم دیا کہ وہ آپ سے مقاربت نہ کرے' پھر حضرت زینب نے مطالبہ کیا کہ قافلہ کا مال ابوالعاص کو واپس کر دیا جائے' سو آپ نے ایسا کر دیا' پھر ابوالعاص مکہ گئے اور لوگوں کے جو حقوق تھے وہ ان کو لوٹا دیئے' پھر انہوں نے کھڑے ہو کر پوچھا: اے اہل مکہ! کیا میں نے تمہارا ذمہ ادا کر دیا' لوگوں نے کہا: جی ہاں! تب انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور بے شک (سیدنا) محمد اللہ کے رسول ہیں' پھر وہ فتح مکہ سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بیوی ان کے حوالے کر دیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے حضرت ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا ہوا جس کا نام علی رکھا گیا' وہ اپنے والد کی حیات میں فوت ہو گئے' اس وقت وہ قریب بہ بلوغ تھے۔ ان کی ایک بیٹی ہوئی جس کا نام امامہ رکھا گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو نماز میں اٹھا لیتے تھے' وہ زندہ رہیں حتیٰ کہ ان کی خالہ سیدہ فاطمہ کی وفات کے بعد حضرت علی نے ان سے نکاح کر لیا' اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بارہ (١٢) ہجری میں فوت ہو گئے۔ (فتح المنعم ج ٩ ص ٤١٦' دار الشروق' القاہرہ' ١٤٢٩ھ)

حافظ ابن الاثیر علی بن محمد الجزری التوفی ٦٣٠ھ نے حضرت ابوالعاص کے قصہ کو اس سے زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔

(اسد الغابۃ ج ٦ ص ١٨٣۔ ١٨٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے بھی حضرت ابوالعاص کے قصہ کو بہت تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(الاصابہ ج ٧ ص ٢١٠۔ ٢٠٦ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

(٣) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج آپ کے پاس تھیں' ان میں سے کوئی باقی نہیں تھی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چل کر آئیں' ان کا چلنا بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چلنے کے مشابہ تھا' جب آپ نے ان کو دیکھا تو فرمایا: میری بیٹی مرحبا! پھر ان کو اپنی دائیں جانب یا بائیں جانب بٹھایا' پھر ان سے چپکے چپکے بات کی تو وہ بہت زیادہ روئیں۔ جب آپ نے ان کی بے قراری دیکھی تو پھر دوبارہ چپکے چپکے بات کی تو وہ ہنسیں' میں نے ان سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اپنی تمام ازواج سے سرگوشی میں بات کرنے کے ساتھ خاص کر لیا ہے' پھر آپ روئیں تھیں' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے تو میں نے ان سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے کیا فرمایا تھا؟ تو انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز افشا کرنے والی نہیں ہوں' حضرت عائشہ نے بتایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو گئے تو میں نے ان سے کہا: میرا جو آپ کے اوپر حق ہے میں آپ کو اس کی قسم دیتی ہوں مجھے بتائیں کہ آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا تھا! تو انہوں نے کہا: ہاں! اب میں بتا دیتی ہوں' پہلی بار جب آپ نے مجھ سے سرگوشی کی تو آپ نے فرمایا: حضرت جبریل میرے ساتھ ہر سال ایک

مرتبہ دور کرتے تھے اور انہوں نے اب دو مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا ہے اور اب بے شک میرا یہی گمان ہے کہ اجل قریب آ چکی ہے' پس تم اللہ سے ڈرو اور صبر کرو' پس میں تمہارے لیے کیا ہی اچھا پیش رو ہوں' پھر انہوں نے کہا: پس میں روئی جو آپ نے دیکھا تھا' پھر جب آپ نے میری بے قراری دیکھی تو مجھ سے دوبارہ سرگوشی کی' پس فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم تمام مومنین کی عورتوں کی سردار ہو یا فرمایا: اس امت کی عورتوں کی سردار ہو۔ انہوں نے بتایا کہ پس میں ہنسی اور یہ میری وہی ہنسی تھی جو آپ نے دیکھی تھی۔ (سنن ترمذی: ٣٨٧٢ میں ہے کہ آپ سیدہ فاطمہ کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے تھے اور ان کو بوسا دیا تھا۔ اور سنن ترمذی: ٣٨٧٣ میں ہے: اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی)۔

(صحیح البخاری: ٣٦٢٣' صحیح مسلم: ٢٤٥٠ الرقم المسلسل: ٦٢٠٦' سنن ابن ماجہ: ١٦٢١)

صحیح البخاری: ٣٦٢٣ میں دوسری بار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہنسنے کی یہ وجہ مذکور ہے کہ تم جنت میں تمام مومنین کی عورتوں کی سردار ہوگی اور صحیح البخاری: ٣٧١٦ میں یہ وجہ مذکور ہے کہ آپ نے خبر دی کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ کے پیچھے جاؤں گی اور یہ تعارض ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے آپ نے دونوں بشارتیں دی ہوں اور سیدہ فاطمہ نے دونوں بشارتیں بتائی ہوں لیکن ایک راوی نے حدیث میں ایک بشارت کا ذکر کیا اور دوسرے راوی نے دوسری بشارت کا ذکر کیا۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے۔ آپ نے بتایا کہ اس مرض میں آپ کی وفات ہو جائے گی اور آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے سیدہ فاطمہ آپ کے ساتھ واصل ہوں گی۔

(٤) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب سیدہ فاطمہ تھیں اور مردوں میں سب سے زیادہ محبوب ان کے شوہر تھے۔ (سنن ترمذی: ٣٨٦٨)

(٥) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی' سیدہ فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا: جس سے تم جنگ کرو گے میں اس سے جنگ کروں گا اور جس سے تم صلح کرو گے میں اس سے صلح کروں گا۔

(سنن ترمذی: ٣٨٧٠)

(٦) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن' حضرت حسین' حضرت علی اور سیدہ فاطمہ کو چادر اوڑھائی اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور خاص ہیں' ان سے ناپاکی دور فرما اور ان کو خوب پاک کر دے' حضرت ام سلمہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں شامل ہوں؟ آپ نے فرمایا: تم خیر کی طرف ہو۔ (سنن ترمذی: ٣٨٧١' مسند احمد ج ٦ ص ٢٩٨)

(٧) جمیع بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھا؟ تو انہوں نے بتایا: فاطمہ' پوچھا گیا: اور مردوں میں' تو حضرت عائشہ نے بتایا: ان کے شوہر' وہ بہت روزے رکھنے والے اور بہت قیام کرنے والے تھے۔ (سنن ترمذی: ٣٨٧٤)

(٨) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام جہان کی عورتوں میں سب سے افضل مریم بنت عمران ہیں اور خدیجہ بنت خویلد ہیں اور فاطمہ بنت محمد ہیں اور فرعون کی بیوی آسیہ ہیں۔

(صحیح ابن حبان: ٦٩٥١' اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ المعجم الکبیر ج ٢٢ ص ٤٠٢' رقم: ١٠٠٤)

(٩) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: میں نے دیکھا کہ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض میں آپ سے جھک کر باتیں کیں تو آپ روئیں' پھر دوبارہ آپ نے جھک کر باتیں کیں تو آپ ہنسیں'

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: جب میں پہلی بار آپ پر جھکی تو آپ نے بتایا کہ آپ فوت ہونے والے ہیں' سو میں روئی اور جب میں دوبارہ آپ پر جھکی تو آپ نے فرمایا: آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ کے ساتھ واصل ہوں گی اور میں اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں' ماسوا مریم بنت عمران کے' تو میں ہنسی۔ (صحیح ابن حبان: ٦٩٥٢' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ١٢٦)

ہم نے اس حدیث کو دوبارہ اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں یہ تصریح ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں' نیز اس حدیث میں ہماری اس شرح کی تائید ہے کہ آپ نے دونوں بشارتیں ایک ساتھ دی تھیں ایک یہ کہ آپ کے اہل میں سے سیدہ سب سے پہلے آپ کے ساتھ واصل ہوں گی اور سیدہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی۔ فالحمد للہ رب العلمین

(١٠) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو سیدہ فاطمہ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کے مشابہ ہو اور جب وہ آپ کے پاس آتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے' پس ان کو بوسا دیتے اور ان کو خوش آمدید کہتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنی جگہ بٹھاتے اور جب آپ سیدہ فاطمہ کے پاس آتے تو وہ آپ کی طرف کھڑی ہو جاتیں' وہ آپ کو بوسا دیتیں اور آپ کا ہاتھ پکڑ لیتیں۔ (صحیح ابن حبان: ٦٩٥٣' سنن ابوداؤد: ٥٢١٧' سنن ترمذی: ٣٨٧٢' المستدرک ج ٤ ص ٢٧٣۔ ٢٧٢' سنن نسائی: ٣٥٣' سنن ابن ماجہ: ١٦٢١)

اس حدیث میں قیام تعظیمی کا ثبوت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ نہیں تھا۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

(الفتح الربانی: ١١٣٠٧' مسند احمد: ١٢٧٠٣' عالم الکتب ج ٣ ص ١٦٤' سنن ترمذی: ٣٧٧٦' صحیح ابن حبان: ٦٩٧٣' مصنف عبدالرزاق: ٦٩٨٠)

(١١) حضرت مسور رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن حسن نے ان کی بیٹی سے نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا: ان سے کہو کہ مجھ سے عشاء کے وقت ملاقات کریں' پس انہوں نے ان سے ملاقات کی تو حضرت مسور نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد کہا: اللہ کی قسم کوئی نسب اور کوئی سبب (نکاح) اور کوئی سسرال مجھے آپ کے سبب اور آپ کے سسرال سے زیادہ پسند نہیں ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے' (سیدہ) فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو چیز اس کو ناراض کرے وہ مجھے ناراض کرتی ہے اور جو چیز اس کو خوش کرے وہ مجھے خوش کرتی ہے اور قیامت کے دن تمام انساب منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے نسب' میرے سبب اور میری سسرال کے' اور تمہارے نکاح میں سیدہ فاطمہ کی بیٹی ہے اور اگر میں نے تم سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا تو وہ ناراض ہوگی۔ حضرت مسور یہ عذر بیان کر کے چلے گئے۔ (الفتح الربانی: ١١٣٠٧٥' مسند احمد: ١٩١١٤' عالم الکتب' مسند احمد ج ٤ ص ٣٢٣)

(١٢) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں' ماسوا مریم بنت عمران کے۔

(الفتح الربانی: ١١٣٠٧٦' مسند احمد: ١١٦٤١' عالم الکتب' سنن ترمذی: ٣٧٦٨' صحیح ابن حبان: ٦٩٥٩)

(١٣) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آسمان سے فرشتہ اترا' اس نے اللہ تعالیٰ سے مجھے سلام کرنے کی اجازت طلب کی' وہ اس سے پہلے آسمان سے نہیں اترا تھا' اس نے مجھے یہ بشارت دی کہ سیدہ فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ (المستدرک: ٤٧٧٥' مسند احمد ج ٥ ص ٣٩١' صحیح ابن حبان: ٢٢٢٩' تاریخ بغداد ج ٦ ص ٣٧٢' المعجم الکبیر: ٢٦٠٧' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

(١٤) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ سب سے پہلے جنت میں' میں داخل ہوں گا' پھر فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم۔ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! پس ہم سے محبت کرنے والے؟ آپ نے فرمایا: وہ تمہارے پیچھے ہوں گے۔ (المستدرک: ٤٧٧٦' مسند فاطمہ: ٨٧' حافظ ذہبی نے کہا: اس کی سند ضعیف ہے۔)

(١٥) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے (ان کو زہد کی تعلیم دینے کے لیے) ان کی گردن سے سونے کی زنجیر اتار لی' انہوں نے بتایا: یہ مجھے ابوالحسن نے ہدیہ کی تھی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تمہیں اس بات سے خوشی ہوگی کہ لوگ کہیں کہ یہ فاطمہ بنت محمد ہے اور تمہارے ہاتھ میں آگ کی زنجیر ہو' پھر آپ چلے گئے اور بیٹھے نہیں' پھر حضرت فاطمہ نے اس زنجیر سے ایک غلام خریدا اور اس کو آزاد کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اللہ کی حمد ہے جس نے فاطمہ کو دوزخ سے نجات دے دی۔

(المستدرک: ٤٧٧٨' سنن کبریٰ للنسائی: ٩٤٤٠' مسند احمد ج ٥ ص ٢٧٨' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٩٩٠' المعجم الکبیر: ١٤٤٨)

(١٦) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ نے اپنی عفت کی حفاظت کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو دوزخ پر حرام کر دیا۔ (المستدرک: ٤٧٧٩' مسند البزار: ١٦٥١' المعجم الکبیر: ٢٦٢٥' حلیۃ الاولیاء ج ٤ ص ١٨٨' المطالب العالیہ لابن حجر: ٣٩٨٧' مجمع الزوائد ج ٩ ص ٢٠٢)

(١٧) حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت کا دن قائم ہوگا تو حجاب کے پیچھے سے ایک منادی نداء کرے گا: اے اہل محشر! فاطمہ بنت محمد سے اپنی نظریں نیچی کرلو حتیٰ کہ وہ گزر جائیں۔

(المستدرک: ٤٧٨١' المعجم الکبیر ج ١ ص ١٠٨)

(١٨) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تمہارے غضب سے اللہ تعالیٰ غضب میں آتا ہے اور تمہاری رضا سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

(المستدرک: ٤٧٨٣' المعجم الکبیر ج ١ ص ١٠٨ حافظ ذہبی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے)

(١٩) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے' پس کہا: اے فاطمہ! اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آپ سے زیادہ محبوب کسی کو نہیں دیکھا' اور اللہ کی قسم! آپ کے والد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد میرے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے۔ (المستدرک: ٤٧٨٩' مسند فاطمہ: ١٨٥)

(٢٠) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی سفر پر جاتے تو سب سے آخر میں سیدہ فاطمہ کو نصیحت کرتے اور جب آپ سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے سیدہ فاطمہ کو نصیحت کرتے۔

(المستدرک: ٤٧٩٢' حافظ ذہبی نے کہا: اس کی سند میں ابراہیم نامی راوی ضعیف ہے۔)

(٢١) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت خدیجہ کے بطن سے دو بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں' حضرت قاسم' حضرت عبداللہ' سیدہ فاطمہ' حضرت ام کلثوم' حضرت رقیہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہم۔ (المستدرک: ٤٨١٢)

(٢٢) جعفر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اکیس سال کی عمر میں وفات پا گئی تھیں اور آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے اکتالیس سال بعد پیدا ہوئی تھیں۔ (میں کہتا ہوں کہ آپ کی عمر میں اختلاف ہے۔ سعیدی غفرلہ) (المستدرک: ٤٨١٩)

(٢٣) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد فوت ہوگئی تھیں۔ محمد بن عمرو نے کہا:

یہ روایت ہمارے نزدیک زیادہ ثابت ہے۔ محمد بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ بنت محمد تین رمضان کو فوت ہوئی تھیں۔

(المستدرک: ۴۸۱۵' الاصابہ ج ۴ ص ۳۷۷)

(۲۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات کے وقت دفن کیا گیا تھا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خبر نہیں دی۔

(المستدرک: ۴۸۱۸' طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۹۔ ۲۸ طبع قدیم)

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ ھ نے لکھا ہے کہ المدائنی نے کہا ہے کہ سیدہ فاطمہ منگل کے دن تین رمضان' ۱۱ ہجری کو فوت ہوئیں' اس وقت ان کی عمر ۲۹ سال تھی' وہ اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئی تھیں۔

(الاستیعاب ج ۴ ص ۴۵۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

حضرت سیدہ فاطمہ کو وفات کے بعد غسل دینے کی تحقیق' یعنی آپ کو کس نے غسل دیا تھا؟

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی التوفی ۱۰۸۸ ھ لکھتے ہیں:

شوہر کو اس کی بیوی کے غسل دینے سے منع کیا جائے گا اور صحیح مذہب کے مطابق اس کو چھونے' اس کی طرف دیکھنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔

اور ائمہ ثلاثہ (امام مالک' امام شافعی اور امام محمد) کے نزدیک یہ جائز ہے کیونکہ حضرت علی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا' ہم کہتے ہیں کہ یہ اس پر محمول ہے کہ ان کی (حضرت فاطمہ کے ساتھ) زوجیت باقی تھی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ہر سبب اور نسب منقطع ہو جاتا ہے سوا میرے سبب (نکاح) اور نسب کے۔ (المستدرک ج ۳ ص ۱۴۲' حافظ ذہبی نے کہا: اس کی سند منقطع ہے) علاوہ ازیں بعض صحابہ نے حضرت علی کے غسل دینے پر اعتراض کیا تھا۔

(الدرالمختار مع ردالمختار ج ۳ ص ۸۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

مصنف (علامہ حصکفی) نے لکھا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پالنے والی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے غسل دیا تھا' پس حضرت علی کے غسل دینے کی روایت اس پر محمول ہے کہ انہوں نے سیدہ فاطمہ کے غسل کے لیے اسباب مہیا کیے تھے' اور اگر یہ روایت ثابت ہو کہ حضرت علی نے غسل دیا تھا تو یہ ان کی خصوصیت ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب حضرت ابن مسعود نے حضرت فاطمہ کو غسل دینے کی وجہ سے حضرت علی پر اعتراض کیا تو انہوں نے کہا: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بے شک فاطمہ دنیا اور آخرت میں تمہاری زوجہ ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۷۹' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۳' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۹۶' اس حدیث کی سند حسن ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو خصوصیت کا دعویٰ کیا اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک مرد کا اپنی بیوی کو غسل دینا (بالعموم) جائز نہیں ہے۔

(ردالمختار ج ۳ ص ۸۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ احناف کے نزدیک مرد کا اپنی بیوی کو غسل دینا جائز نہیں ہے کیونکہ موت سے نکاح منقطع ہو جاتا ہے اور معتبر روایات کے مطابق حضرت علی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا' یہ ان کی خصوصیت ہے کیونکہ موت سے ان کا نکاح منقطع نہیں ہوا تھا۔

معتبر روایات کے مطابق سیدہ فاطمہ کو حضرت علی نے غسل دیا تھا (رضی اللہ عنہما)

ہم نے لکھا ہے کہ معتبر روایات کے مطابق حضرت علی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا' سو وہ روایات حسب ذیل ہیں:

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ محمد بن موسیٰ نے کہا کہ حضرت علی بن ابی طالب نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۲۸' دار صادر' بیروت' ۱۳۸۸ھ)

امام علی بن دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ وصیت کی تھی کہ انہیں ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء غسل دیں۔ (سنن دار قطنی: ۱۸۲۷' ج ۲ ص ۸۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ متوفی ۴۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ ام جعفر سے روایت کرتے ہیں:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء سے کہا: جب میں فوت ہو جاؤں تو آپ اور علی مجھے غسل دیں اور کوئی اور مجھ پر داخل نہ ہو' سو جب سیدہ فاطمہ فوت ہو گئیں تو حضرت علی اور حضرت اسماء نے ان کو غسل دیا۔ رضی اللہ عنہم۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۳' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت عمیس نے بیان کیا کہ سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت کی کہ ان کو ان کے شوہر حضرت علی بن ابی طالب غسل دیں اور اسماء بنت عمیس' نیز وہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ کو میں نے اور حضرت علی نے غسل دیا۔

(سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۹۷-۳۹۶' نشر السنۃ ملتان' معرفۃ السنن والآثار: ۲۰۷۶-۲۰۷۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

محدثین اور فقہاء کی تصریحات کہ سیدہ فاطمہ کو حضرت علی نے غسل دیا تھا (رضی اللہ عنہا)

علامہ ابوعمر یوسف بن عبداللہ محمد بن عبدالبر قرطبی مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپ کے ساتھ واصل ہوئیں' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ہی حضرت اسماء بنت عمیس کے ساتھ آپ کو غسل دیا تھا۔ (الاستیعاب ج ۴ ص ۴۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ عزالدین ابن الاثیر علی بن محمد الجزری الشافعی المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی اور حضرت اسماء نے سیدہ فاطمہ کو غسل دیا' رضی اللہ عنہم۔ (اسد الغابہ ج ۷ ص ۲۲۱)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ علامہ حصکفی نے کہا ہے کہ سیدہ فاطمہ کو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے غسل دیا تھا۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۸۵) ہم کو یہ روایت کسی کتاب میں نہیں ملی' ہاں! علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ نے آپ کو غسل دیا تھا' لیکن علامہ ابن اثیر نے اس روایت کو رد کر کے یہ لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت علی اور حضرت اسماء نے آپ کو غسل دیا تھا' رضی اللہ عنہما۔ (اسد الغابہ ج ۷ ص ۲۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبدالبر نے سیدہ کی وفات کے قصہ میں نقل کیا ہے کہ سیدہ فاطمہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کو حضرت علی اور حضرت اسماء بنت عمیس غسل دیں' ابن فتحون نے اس کو مستبعد قرار دیا ہے کیونکہ حضرت اسماء اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں' وہ حضرت علی کے ساتھ کیسے منکشف ہو کر سیدہ فاطمہ کو غسل دیتیں۔ (الاصابہ ج ۸ ص ۲۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ ابن فتحون کا یہ بالکل سطحی اعتراض ہے' حضرت اسماء بنت عمیس حضرت علی کے ساتھ سیدہ فاطمہ کو غسل دے رہی تھیں اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ وہ حضرت علی کے سامنے بے حجاب ہو کر غسل دے رہی ہوں اور یوں کیوں نہیں ہو سکتا کہ حضرت

علی پانی لا کر رکھ رہے ہوں اور حضرت سیدہ فاطمہ کے جسم پر پانی حضرت اسماء ڈال رہی ہوں۔ حافظ ابن حجر اس کے بعد اگلے صفحے پر لکھتے ہیں:

امام ابن سعد نے محمد بن موسیٰ کی روایت سے لکھا ہے: حضرت علی نے سیدہ فاطمہ کو غسل دیا۔

(الاصابۃ ج ٨ ص ٢٦٧ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

ہو سکتا ہے کہ اس روایت کا یہ محمل ہو کہ حضرت علی نے تنہا' حضرت اسماء کی وساطت کے بغیر سیدہ فاطمہ کو غسل دیا اور اس صورت میں حضرت علی کے غسل دینے پر ابن فتحون کا اعتراض بھی لازم نہیں آتا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی نے غسل دیا اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(عمدۃ القاری ج ٣ ص ٢٥٨ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت علی کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دینے پر ایک شبہ کا ازالہ

بعض علماء احناف نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے:

یہ کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خود اپنے ہاتھ سے غسل دیا۔ میں کہتا ہوں کہ فقہ حنفی اور اہل سنت کے اور بھی مسائل ہیں جو حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہیں' پھر حضرت علی کے غسل دینے کے مسئلہ میں حدیث صحیح کا مطالبہ کیوں کیا جاتا ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے حالانکہ یہ سنت سنن ابوداؤد کی جس حدیث سے ثابت ہے وہ بالاتفاق ضعیف ہے۔

حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرویات

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اٹھارہ احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک ایک حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ٣ ص ٥٠٢ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

علامہ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی متوفی ٧٦٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کی (سنن ابوداؤد: ٧٥٦) میں عبدالرحمٰن بن اسحاق سے روایت کی ہے اور وہ بالاتفاق ضعیف ہے۔ (نصب الرایۃ ج ١ ص ٣٩٣ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

بیس رکعت تراویح مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٦٩١ (دارالکتب علمیہ) سے ثابت ہے اور علامہ زیلعی حنفی نے لکھا ہے: اس کی سند میں ابراہیم ہے اور وہ بالاتفاق ضعیف ہے۔ (نصب الرایہ ج ٢ ص ١٥٠ ' دارالکتب علمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

سونے اور چاندی کی زکوٰۃ میں نصاب کی مقدار اور نصاب پر ایک سال گزرنے کی شرط کا ثبوت' سنن ابوداؤد: ١٥٧٣ ' سے ہے اور یہ حارث اعور کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور علامہ زیلعی نے لکھا ہے کہ حارث اعور کذاب ہے اور سنن دار قطنی ج ٢ ص ٩٠ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہے اور اس کی سند میں اسماعیل بن عیاش ہے اور وہ ضعیف ہے۔

(نصب الرایۃ ج ٢ ص ٣٣٥ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنے کی حدیث متعدد روایات سے ثابت ہے' علامہ عبدالرحمان سخاوی متوفی ٩٠٢ھ لکھتے

ہیں: ان میں سے کوئی مرفوع حدیث صحیح نہیں ہے۔ (المقاصد الحسنۃ: ١٠٢١ ص ٣٨٤۔ ٣٨٣ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٧ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ١٣٤٠ھ لکھتے ہیں:

حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جب کہ محل احتیاط ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج ٥ ص ٤٩٣ 'رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ١٤١٤ھ)

اہل علم کے عمل کرنے سے بھی حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ٥ ص ٤٧٥ 'رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ١٤١٤ھ)

فضائل اعمال و تفضیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہیں مقطوع ہوں خواہ مرسل نہ ان کی مخالفت کی جائے نہ انہیں رد کریں' ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ٥ ص ٤٧٩ 'رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ١٤١٤ھ)

فضائل و مناقب میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ٥ ص ٤٧٨ 'رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ١٤١٤ھ)

حضرت علی نے جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا وہ احادیث متعدد اسانید سے مروی ہیں۔ وہ احادیث کم از کم حسن ہیں' جب کہ فضائل اور مناقب میں حدیث ضعیف السند بھی معتبر ہوتی ہے اور یہ حدیث حضرت علی کی منقبت میں ہے کیونکہ حضرت علی کی یہ خصوصیت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ کی وفات کے بعد بھی ان کا نکاح حضرت سیدہ سے قائم رہا حالانکہ دوسرے مسلمانوں کا بیوی کے فوت ہونے کے بعد اس سے ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے] اس لیے ان کا اپنی بیویوں کو غسل دینا جائز نہیں ہے اور چونکہ حضرت سیدہ کی وفات کے بعد بھی حضرت علی کا ان سے نکاح قائم رہا اس لیے حضرت علی کا حضرت سیدہ فاطمہ کو ان کی وفات کے بعد غسل دینا جائز تھا اور یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ کسی اور مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔ ہم نے دیکھا کہ بعض علماء حضرت علی کی اس فضیلت اور منقبت کا انکار کر رہے ہیں اس لیے ہم نے اس مسئلہ میں بہت تفصیل کی اور احادیث' آثار اور مذاہب علماء کے اقوال سے اس مسئلہ کو مدلل اور واضح کیا اور منکرین کے شبہات کا ازالہ کیا' سو امید ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قیامت کے دن اس ناکارہ اور گناہ گار کی شفاعت فرمائیں گے۔

١٣ - بَابُ مَنَاقِبِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا پورا نام حضرت زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب ہے۔ ان کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کے ساتھ قصی میں جمع ہو جاتا ہے۔ ان کی والدہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔ حضرت زبیر ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی۔ یہ غزوہ بدر میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں حاضر تھے۔ انہوں نے دو ہجرتیں کی تھیں۔ جس وقت یہ اسلام لائے اس وقت ان کی عمر سولہ سال تھی۔ جمادی الاولیٰ چھتیس ہجری میں' جنگ جمل میں ان کو شہید کر دیا گیا تھا۔ ان کا قاتل عمرو بن جرموز تھا' ان کی قبر بصرہ کی ایک جانب وادی السباع میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٠٨ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں حضرت طلحہ اور دیگر دس صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کافروں سے حفاظت کر رہے تھے۔ حضرت زبیر بن العوام کی خصوصی فضیلت غزوہ خندق میں ہے۔ جب بنو قریظہ کے یہودیوں نے عہد شکنی کی تھی اور کفار کا ساتھ دیا تھا اور کفار کی فوجوں سے تعاون کیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: وہ بنو قریظہ میں جا کر جاسوسی کریں اور ان کی

سرگرمیوں کی اطلاع دیں۔ آپ نے فرمایا: کوئی شخص ان کی خبر لائے تو اس کو جنت ملے گی' یہود کی دھوکا دہی کی وجہ سے سب خاموش رہے تو حضرت زبیر نے کہا: یا رسول اللہ! میں جا کر ان کی خبر لاؤں گا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ فرمایا: کون میرے پاس ان کی خبر لائے گا تو اس کو جنت ملے گی؟ پھر بھی حضرت الزبیر کے علاوہ سب خاموش رہے۔ حضرت الزبیر نے کہا: یا رسول اللہ! میں جا کر ان کی خبر لاؤں گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر تیسری بار دہرایا تو صرف حضرت زبیر نے کہا: یا رسول اللہ! میں جا کر ان کی خبر لاؤں گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ پر توکل کرو' تم پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں! حضرت الزبیر گھوڑے پر سوار ہو کر گئے اور انہوں نے یہود بنو قریظہ کی سرگرمیوں کی جاسوسی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی خبریں لا کر پہنچائیں' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں یعنی مخلص مددگار اور میرے حواری الزبیر ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔ (فتح المنعم ج ٩ ص ٢٤٩' دار الشروق' القاہرہ' ١٤٢٩ ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ ھ لکھتے ہیں:

حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ وہ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں تلوار کو میان سے باہر نکالا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا تو ان کو سلامۃ بن سلام کا بھائی بنایا۔ غزوہ بدر میں وہ زرد رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے اور فرشتے وہی لباس پہن کر نازل ہوئے' علامہ ابن عبد البر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت الزبیر کے پاس ایک ہزار غلام تھے جو ان کو خراج ادا کرتے تھے اور وہ ان میں سے ایک درہم بھی اپنے گھر نہیں لاتے تھے بلکہ صدقہ کر دیا کرتے تھے۔ یہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور حضرت عمر نے ان کو مجلس شوریٰ میں داخل کیا تھا' شہادت کے وقت ان کی عمر سڑسٹھ سال تھی۔

(الکوثر الجاری ج ٦ ص ٧٣ ٤' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ حَوَارِيُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُمِّيَ الْحَوَارِيُّوْنَ لِبَيَاضِ ثِيَابِهِمْ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ (حضرت الزبیر) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حواری ہیں' ان کو حواری اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے کپڑے سفید تھے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ٤٦٦٥' میں آ رہی ہے۔

الحواری کا معنی ہے: مددگار' اور اس کا دوسرا معنی ہے: خالص۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تمام صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگار ہیں تو حضرت الزبیر کو حواری کے لقب کے ساتھ مخصوص کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ خندق میں تین بار پوچھا: میرے پاس بنو قریظہ کی خبر کون لائے گا؟ تو ہر بار حضرت الزبیر نے رضامندی ظاہر کی۔ اس وجہ سے آپ نے فرمایا: وہ میرے حواری ہیں۔

ان کا نام الحواریین اس لیے رکھا گیا تھا کہ ان کے کپڑے سفید تھے۔

یہ امام بخاری کا کلام ہے: ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے حواریوں کو حواری اس لیے کہا جاتا تھا کہ ان کے کپڑے سفید تھے۔ ابو ارطاۃ نے کہا: وہ لوگ دھوبی تھے اور کپڑے دھو کر سفید کر دیتے تھے۔ الثعلبی نے کہا: وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص صحابہ اور ان کے مددگار تھے۔ عبد اللہ بن مبارک نے کہا: وہ نورانی لوگ تھے' ان کی عبادتوں کا نور ان کے چہروں پر دکھائی دیتا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٠٩)

٣٧١٧ - **حَدَّثَنَا** خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَخْبَرَنِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام

مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ اَصَابَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رُعَافٌ شَدِيْدٌ سَنَةَ الرُّعَافِ حَتّٰى حَبَسَهُ عَنِ الْحَجِّ وَاَوْصٰى فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ قَالَ اسْتَخْلِفْ قَالَ وَقَالُوْهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَنْ فَسَكَتَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ اٰخَرُ اَحْسِبُهُ الْحَارِثَ فَقَالَ اسْتَخْلِفْ فَقَالَ عُثْمَانُ وَقَالُوْا فَقَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَنْ هُوَ فَسَكَتَ قَالَ فَلَعَلَّهُمْ قَالُوا الزُّبَيْرَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَمَا وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنَّهٗ لَخَيْرُهُمْ مَاعَلِمْتُ وَاِنْ كَانَ لَاَحَبَّهُمْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[طرف الحدیث: ۳۷۱۸] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔)

بن عروہ از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے مروان بن الحکم نے خبر دی کہ جس سال نکسیر آنے کی وباء آئی' اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شدید نکسیر آئی حتیٰ کہ وہ حج کو نہ جا سکے اور انہوں نے وصیت بھی کر دی' پس ان کے پاس قریش کے ایک شخص آئے (اور) کہا: آپ (کسی کو) خلیفہ بنا دیں' حضرت عثمان نے پوچھا: یہ لوگوں نے کہا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے پوچھا: اور کس نے کہا ہے؟ تو وہ خاموش رہا' پھر ان کے پاس ایک اور شخص آیا' میرا گمان ہے وہ حارث تھا' پس اس نے (بھی) کہا: آپ خلیفہ بنا دیں' حضرت عثمان نے پوچھا: اور لوگوں نے (بھی) کہا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے پوچھا: اور وہ کون لوگ ہیں؟ تو وہ خاموش رہا' لوگوں نے کہا: حضرت الزبیر' تو اس نے کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے کہا: سنو! اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! وہ ان سب سے افضل ہیں' جن کا مجھے علم ہے' اور بے شک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ضرور سب سے زیادہ محبوب تھے۔

اس حدیث میں الحارث کا ذکر ہے' اس سے مراد الحارث بن الحکم ہے' یہ مروان بن الحکم کا بھائی ہے۔

۳۷۱۸- حَدَّثَنِىْ عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْاُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ اَخْبَرَنِىْ اَبِىْ سَمِعْتُ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ كُنْتُ عِنْدَ عُثْمَانَ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اسْتَخْلِفْ قَالَ وَقِيْلَ ذَاكَ قَالَ نَعَمْ الزُّبَيْرُ قَالَ اَمَا وَاللّٰهِ اِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ خَيْرُكُمْ ثَلَاثًا.

(الفتح الربانی: ۱۱۷۰۵' مسند احمد: ۴۵۵' عالم الکتب' مسند احمد ج ۱ ص ۶۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے مروان بن الحکم سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان کے پاس تھا' (اس وقت) آپ کے پاس ایک شخص آیا' اس نے کہا: آپ خلیفہ بنا دیں' حضرت عثمان نے پوچھا: کیا یہ کہا گیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! حضرت الزبیر نے کہا ہے۔ حضرت عثمان نے کہا: سنو! اللہ کی قسم! تم لوگ خوب جانتے ہو کہ وہ تم سب میں افضل ہیں۔ یہ انہوں نے تین بار کہا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۷۱۷ دیکھیں۔

ہوسکتا ہے اس حدیث سے یہ مراد ہو کہ حضرت الزبیر حسن اخلاق میں سب سے افضل تھے۔

۳۷۱۹- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ هُوَ ابْنُ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَاِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ.

اور وہ ابن ابی سلمہ ہیں' از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور بے شک میرے حواری الزبیر بن العوام ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۴۶ میں گزر چکی ہے۔

۳۷۲۰- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ يَوْمَ الْاَحْزَابِ جُعِلْتُ اَنَا وَعُمَرُ بْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ فِي النِّسَاءِ فَنَظَرْتُ فَاِذَا اَنَا بِالزُّبَيْرِ عَلٰى فَرَسِهٖ يَخْتَلِفُ اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا فَلَمَّا رَجَعْتُ قُلْتُ يَا اَبَتِ رَاَيْتُكَ تَخْتَلِفُ قَالَ اَوَ هَلْ رَاَيْتَنِيْ يَابُنَيَّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَّاْتِ بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَيَاْتِيْنِيْ بِخَبَرِهِمْ فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا رَجَعْتُ جَمَعَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ فَقَالَ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ. (صحیح مسلم: ۲۴۱۶' الرقم المسلسل: ۶۱۳۹' سنن ترمذی: ۳۷۶۴' سنن ابن ماجہ: ۱۲۳' الفتح الربانی: ۷۰۸۳' مسند احمد: ۱۴۳۹۸' عالم الکتب' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروۃ نے خبر دی از والد خود از حضرت عبداللہ الزبیر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احزاب کے دن مجھے اور عمر بن ابی سلمہ کو عورتوں میں رکھا گیا (کیونکہ اس وقت یہ دونوں کم عمر تھے) پس میں نے اچانک دیکھا تو حضرت زبیر اپنے گھوڑے پر دو یا تین بار بنوقریظہ کی طرف جا اور آ رہے تھے' پس جب میں واپس آیا تو میں نے پوچھا: اے اباجان! میں نے آپ کو بار بار جاتے آتے دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! کیا تم نے (واقعی) مجھ کو دیکھا تھا' میں نے کہا: جی ہاں! تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: کون بنوقریظہ کے پاس جا کر ان کی سرگرمیوں کی خبر میرے پاس لائے گا؟ سو میں گیا' پھر جب میں واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اپنے والدین کو جمع کیا اور یوں فرمایا: تم پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں۔

اس حدیث کی حضرت زبیر کے فضائل کے باب کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کے لیے فرمایا: تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں' اور یہ ان کی بہت عظیم فضیلت ہے۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں کم عمر بچے کے سماع حدیث کی دلیل ہے کیونکہ حضرت ابن الزبیر کی عمر اس وقت دو سال اور چند مہینے تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۱۱)

۳۷۲۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِلزُّبَيْرِ يَوْمَ وَقْعَةِ الْيَرْمُوْكِ اَلَا تَشُدُّ فَنَشُدَّ مَعَكَ فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ فَضَرَبُوْهُ ضَرْبَتَيْنِ عَلٰى عَاتِقِهٖ بَيْنَهُمَا ضَرْبَةٌ ضُرِبَهَا يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ عُرْوَةُ فَكُنْتُ اُدْخِلُ اَصَابِعِيْ فِيْ تِلْكَ الضَّرَبَاتِ اَلْعَبُ وَاَنَا صَغِيْرٌ. [اطراف الحدیث: ۳۹۷۳-۳۹۷۵] (امام بخاری اس حدیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے جنگ یرموک کے واقعہ کے دن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ (رومیوں پر) حملہ کیوں نہیں کرتے' پس ہم (بھی) آپ کے ساتھ حملہ کریں' سو حضرت زبیر نے ان پر حملہ کیا' رومیوں نے آپ کے کندھے پر دو کاری زخم

کی روایت میں منفرد ہیں) لگائے' ان کے درمیان وہ زخم تھا جو غزوہ بدر میں ان کو لگا تھا۔ عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں زخموں (کے نشانوں) میں اپنی انگلیاں ڈال کر کھیلتا تھا اور اس وقت میں کم سن تھا۔

جنگ یرموک کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جنگ یرموک کا ذکر ہے۔ یہ شام کی جانب ایک جگہ ہے اور دمشق کے بہت قریب ہے۔ سیف بن عمر نے کہا ہے کہ جنگ یرموک کا واقعہ تیرہ ہجری میں دمشق کی فتح سے پہلے ہوا تھا اور ابوعبید اور ولید بن لہیعہ نے کہا ہے کہ یہ واقعہ دمشق کی فتح کے بعد پندرہ ہجری میں ہوا تھا۔ ابن الکلبی نے کہا ہے کہ یہ واقعہ ٥ رجب ١٥ھ میں فتح دمشق کے بعد ہوا ہے' ابن عساکر نے کہا ہے کہ یہی تاریخ صحیح ہے' جنگ یرموک میں مسلمانوں کو بہت عظیم فتح حاصل ہوئی تھی' اس وقت ہرقل کے لشکر کا سالار ماہان ارمنی تھا اور مسلمانوں کے لشکر کے سالار حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے درمیان پانچ زبردست جنگیں ہوئی تھیں' بالآخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور مسلمانوں نے ایک لاکھ پانچ ہزار رومی قتل کر دیئے اور چالیس ہزار رومیوں کو گرفتار کر لیا۔ اس جنگ میں چار ہزار مسلمان شہید ہو گئے تھے۔ ماہان دمشق میں قتل کیا گیا تھا' پھر حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور دس مہاجرین اور انصار کے ہاتھ فتح کی بشارت کا مکتوب لکھ کر بھیجا' اور مسلمانوں نے اس جنگ میں بھاری مال غنیمت حاصل کیا حتیٰ کہ گھوڑے سواروں کو چوبیس ہزار مثقال سونا اور اتنی ہی چاندی ملی' اس جنگ میں پینتالیس ہزار مسلمان شریک ہوئے تھے جن میں سے چار ہزار مسلمان شہید ہو گئے تھے اور اس جنگ میں نو لاکھ رومی شریک ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی منقبت میں مزید احادیث

(١) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زبیر میری پھوپھی کا بیٹا ہے اور میرے امتیوں میں سے میرا حواری (ناصر) ہے۔ (الفتح الربانی: ١١٧٠٠' مسند احمد: ١٤٢٢٧' عالم الکتب' مسند احمد ج ٣ ص ٣١٤' سنن النسائی: ١٠٨)

(٢) حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابن جرموز نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملنے کی اجازت طلب کی' اس وقت میں بھی حضرت علی کے پاس تھا' پس حضرت علی نے فرمایا: حضرت صفیہ کے بیٹے کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دو' پھر حضرت علی نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرا حواری الزبیر ہے۔

(الفتح الربانی: ١١٧٠١' مسند احمد: ٦٨١' عالم الکتب' مسند احمد ج ١ ص ٨٩' مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٦٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٩٣' سنن ترمذی: ٣٧٤٤' مسند البزار: ٥٥٦)

(٣) حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا: اے میرے بیٹے! اللہ کی قسم! تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے اپنے باپ اور ماں کو جمع کیا' آپ ان دونوں کو مجھ پر فدا کرتے تھے اور فرماتے تھے: تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں۔ (الفتح الربانی: ١١٧٠٣' مسند احمد: ١٤٠٩' عالم الکتب' مسند احمد ج ١ ص ١٦٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٩٣' سنن ابن ماجہ: ١٢٣' مسند البزار: ٩٦٦' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ص ١٩٩' مسند ابویعلیٰ: ٦٧٢)

(٤) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کی ریشم کی دو آستینیں تھیں جو ان کو

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد کرنے کے لیے عطا فرمائی تھیں۔ (الفتح الربانی: ١١٧٠٤' مسند احمد: ٢٧٥١٥' عالم الکتب' مسند احمد ج ٦ ص ٣٥٢)

(٥) ہشام بن عروۃ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اس وقت ان کی عمر سولہ سال تھی اور جس وقت وہ شہید ہوئے اس وقت ان کی عمر ساٹھ اور چند سال تھی۔ (المستدرک: ٥٥٩٧' المعجم الکبیر ج ١ ص ٢٣٧)

(٦) عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور انہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی اور مدینہ کی طرف ہجرت کی اور وہ کسی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے نہیں رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا تھا' وہ نہ بہت لمبے تھے نہ بہت چھوٹے اور ان کا رنگ گندمی تھا۔

(المستدرک: ٥٦٠٢' طبقات ابن سعد ج ١ ص ١٠٣۔١٠٢)

(٧) عروۃ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ نے بتایا: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس غزوہ کے لیے بھی نکلے' میں اس میں آپ کے ساتھ تھا۔ (المستدرک: ٥٦٠٧)

(٨) حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے اوپر غزوہ بدر کے دن زرد رنگ کا عمامہ تھا' پس اہل بدر پر جو فرشتے نازل ہوئے ان کے سروں پر بھی زرد رنگ کے عمامے تھے۔

(المستدرک: ٥٦٠٨' طبقات ابن سعد ج ٣ ص ١٠٣' المعجم الکبیر ج ١ ص ٢٣٠)

(٩) ہشام بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان کیجئے تاکہ میں آپ کی روایت سے وہ حدیث بیان کروں کیونکہ صحابہ کے بیٹے اپنے آباء سے احادیث بیان کرتے ہیں' تو انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! جس صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جتنی مصاحبت کی ہے میں نے بھی اتنی مصاحبت کی ہے یا اس سے زیادہ مصاحبت کی ہے' اور تم کو معلوم ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما میرے نکاح میں تھیں' اور تمہاری خالہ حضرت عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما ہیں اور تم کو معلوم ہے کہ میری والدہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا ہیں اور میرے ماموں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہیں اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماموں کے بیٹے ہیں اور الحمد للہ میں نے آپ کے ساتھ عمدہ مصاحبت کی ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے میرے متعلق وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

(المستدرک: ٥٦١١' حضرت الزبیر نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد بیان کیا ہے وہ صحیح البخاری: ١٠٧' سنن ابوداؤد: ٣٦٥١' مسند احمد ج ١ ص ١٦٧ اور سنن ابن ماجہ: ٣٦ میں مذکور ہے اور قرابت کی تفصیل ان میں سے کسی کتاب میں نہیں ہے مگر یہ تفصیل برحق ہے اور واقع میں اسی طرح ہے۔)

(١٠) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے: طلحہ اور الزبیر جنت میں میرے پڑوسی ہیں۔ (المستدرک: ٥٦١٦' سنن ترمذی: ٣٧٤١)

(١١) حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار کے ایک شخص نے حرہ کی زمین میں پانی بہنے کی نالی میں میرے ساتھ زیادتی کی (وہ مرد منافق تھا)' آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم اس نالی سے اپنی زمینوں میں پانی دے لو' پھر یہ پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو' اس انصاری نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک یہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم پانی دو' پھر پانی کو روک لو حتیٰ کہ وہ دیواروں تک پہنچ جائے' پھر پانی کو اپنے

پڑوسی کی طرف چھوڑ دو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر کو ان کا پورا حق دیا' حضرت الزبیر نے کہا: میرا گمان ہے کہ یہ آیت میرے حق میں نازل ہوئی ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (النساء:٦٥) آپ کے رب کی قسم! وہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ آپ کو آپس کے جھگڑوں میں حاکم نہ مان لیں۔

(المستدرک:٥٦١٩' صحیح البخاری:٢٢٣١' صحیح مسلم:٢٣٥٧' سنن ابن ماجہ:١٥' سنن ترمذی:١٣٦٣' سنن ابوداؤد:٣٦٣٧)

(١٢) حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کا قاتل دروازہ پر کھڑا ہے' تو حضرت علی نے فرمایا: صفیہ کے بیٹے کے قاتل کو دوزخ مبارک ہو' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں۔

(المستدرک:٥٦٣٢' طبقات ابن سعد ج ٣ ص ١٠٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٩٣' مسند احمد ج ١ ص ٨٩' المعجم الکبیر ج ١ ص ٧٩)

(١٣) عبداللہ الزبیری بیان کرتے ہیں کہ حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ مدینہ کی طرف جانے لگے تو عمرو بن جرموز نے ان کا پیچھا کیا اور وادی السباع میں ان کو دھوکے سے شہید کر دیا۔ عمرو بن جرموز نے ان کو رجب ٣٦ ھ میں شہید کیا تھا۔

(المستدرک:٦٠٣' المعجم الکبیر ج ١ ص ١٥٤' طبقات ابن سعد ج ٣ ص ١١٠)

(١٤) حافظ ابن کثیر متوفی ٧٧٤ ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی کے لشکر میں سے عمرو بن جرموز نے حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا سر مبارک کاٹ دیا' عمرو بن جرموز آپ کا سر مبارک کاٹ کر اس امید پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا کہ وہ اس کو کوئی انعام دیں گے اور ملنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا: اس کو ملنے کی اجازت نہ دو اور اس کو دوزخ کی بشارت دو۔ ابن جرموز کے پاس حضرت زبیر کی تلوار تھی۔ حضرت علی نے اسے دیکھ کر فرمایا: اس تلوار نے کتنی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ سے کرب دور کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ٥ ص ٣٤٧-٣٤٦' ملخصاً' دارالفکر بیروت' ١٤١٩ ھ)

حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی مرویات

علامہ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ ھ لکھتے ہیں:

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے ٣٨' حدیثیں مروی ہیں جن میں سے دو حدیثوں پر شیخین متفق ہیں اور ٧ حدیثوں کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں۔ (خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ١ ص ٣٦٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ ھ)

١٤ - بَابُ مَنَاقِبِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: طلحہ بن عبیداللہ ابن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب۔ ان کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کے ساتھ مرہ بن کعب میں جمع ہو جاتا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ تیم بن مرہ میں جمع ہو جاتا ہے۔ حضرت طلحہ کی کنیت ابوطلحہ ہے' ان کی ماں کا نام الصعبۃ بنت الحضرمی ہے' جو حضرت علاء بن الحضرمی کی بہن ہیں۔ وہ اسلام لائیں اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے بیٹے کے بعد چند روز زندہ رہیں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں ایک تیر لگنے سے چھتیس ہجری میں

شہید ہو گئے تھے۔ متعدد اسانید سے مروی ہے کہ مروان بن الحکم نے ان کو تیر مارا تھا جو ان کے گھٹنے میں آ کر لگا اور خون جاری ہو گیا' پھر وہ خون رکا نہیں حتیٰ کہ حضرت طلحہ شہید ہو گئے اور اس دن وہ سب سے پہلے شہید تھے' ان کی عمر میں اختلاف ہے' اکثر کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کی عمر پچھتر سال تھی' یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی تھی اور ان آٹھ صحابہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے اسلام کی طرف سبقت کی تھی اور ان پانچ صحابہ میں سے ایک ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے اور ان چھ اصحاب شوریٰ میں سے ایک ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ اپنے وصال کے وقت راضی تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام طلحۃ الفیاض' اور طلحۃ الجود اور طلحۃ الخیر رکھا تھا' ان کو حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تھا۔ علامہ واقدی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو حضرت سعید بن زید کے ساتھ شام کے راستہ سے بدر کی طرف جاسوسی کے لیے بھیجا تھا' پھر یہ دونوں غزوہ بدر کے دن مدینہ واپس آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے لیے مال غنیمت سے حصہ رکھا تھا' حضرت طلحہ نے پوچھا: یارسول اللہ! اجر بھی ملے گا؟ آپ نے فرمایا: اجر بھی ملے گا۔ علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ علماء ثقات کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ حضرت طلحہ کا قاتل مروان بن الحکم ہے اور وہ ان کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر میں تھا۔ اس نے حضرت طلحہ کو اس لیے قتل کیا تھا کیونکہ وہ (مروان) بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کا مددگار تھا۔

(الکوثر الجاری ج ٦ ص ٤٧٦' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

وَقَالَ عُمَرُ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ نے جب وفات پائی تو وہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے راضی تھے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول صحیح البخاری: ١٣٩٢ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عمر نے کہا: اس خلافت کے سب سے زیادہ حق دار وہ لوگ ہیں جن سے نبی ﷺ اپنی وفات کے وقت راضی تھے' پھر انہوں نے چھ صحابہ کا نام لیا: حضرت علی' حضرت عثمان' حضرت زبیر' حضرت طلحہ' حضرت سعد اور حضرت عبد الرحمٰن۔

٣٧٢٢' ٣٧٢٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ تِلْكَ الْأَيَّامِ الَّتِي قَاتَلَ فِيهِنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ طَلْحَةَ وَسَعْدٍ عَنْ حَدِيثِهِمَا.

[اطراف الحدیث: ٤٠٢٠-٤٠٢١] (صحیح مسلم: ٢٤١٤' ٦١٣٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی عثمان وہ بیان کرتے ہیں کہ بعض ان جنگوں میں جن میں رسول اللہ ﷺ نے خود قتال کیا تھا ان میں سے نبی ﷺ کے ساتھ سوائے حضرت طلحہ اور حضرت سعد کے کوئی باقی نہیں رہا تھا' یہ ان دونوں کی حدیث سے (روایت) ہے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

غزوہ احد میں جب مسلمان نبی ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر فرار ہو رہے تھے تو سوائے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے نبی ﷺ کے ساتھ کوئی باقی نہیں رہا تھا' اس واقعہ میں حضرت طلحہ کی عظیم منقبت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

غزوہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو زرہیں پہن کر آئے تھے۔ آپ ایک چٹان پر چڑھنے لگے تو چڑھ نہ سکے تو حضرت طلحہ نے آپ کو پشت سے سہارا دے کر اس چٹان پر چڑھایا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: طلحہ نے (جنت کو) واجب کر لیا' اے ابوبکر! جب بھی احد کے دن کا ذکر کیا جائے گا تو یہ پورا دن طلحہ کے نام ہوگا۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٤٧٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣٧٢٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ رَاَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ الَّتِيْ وَقٰى بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَلَّتْ.

[طرف الحدیث: ٤٠٦٣] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی خالد نے حدیث بیان کی از قیس بن ابی حازم' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس ہاتھ کو دیکھا جس ہاتھ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (تیروں سے) بچایا تھا' وہ ہاتھ بالکل شل (بے کار) ہو چکا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسدد' ان کا متعدد بار ذکر ہو چکا ہے۔ (٢) خالد' یہ ابن عبداللہ واسطی ہیں۔ (٣) ابن ابی خالد' یہ اسماعیل ہیں' اور ابی خالد کا نام سعد ہے' ان کو ہرمز الاحمسی البجلی کہا جاتا ہے۔ (٤) قیس بن ابی حازم' ان کا نام عوف الاحمسی البجلی ہے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ آئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٣)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع میں جان نثاری

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت طلحہ کے ہاتھ میں تیر آ کر لگا تھا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بعض مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تیر مارنے کا ارادہ کیا تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ آگے کر دیا' اور مسند الطیالسی میں حضرت عائشہ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم غزوہ احد کے دن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ہم نے ان پر ستر (٧٠) سے زیادہ زخم پائے اور ان کی انگلیاں کٹ چکی تھیں اور ابن المبارک کی روایت میں ہے: ان کی وہ انگلی کٹ چکی تھی جو انگوٹھے کے قریب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے' ان کا ہاتھ شل ہو چکا تھا یعنی وہ ہاتھ بے کار ہو چکا تھا یا مفلوج ہو چکا تھا۔

حضرت طلحہ نے بہت مال چھوڑا تھا جو تین کروڑ تھا' صحابہ میں طلحہ نام کے بیس افراد تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٤۔ ٣١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت طلحہ بن عبیداللہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت طلحہ بن عبیداللہ سے ٣٨ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ایک حدیث پر شیخین متفق ہیں اور دو حدیثوں کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور تین حدیثوں کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔ (خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ج ٢ ص ١٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

۱۵ - بَابُ مَنَاقِبِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ الزُّهْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَ بَنُوْ زُهْرَةَ اَخْوَالُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ

حضرت سعد بن ابی وقاص الزہری رضی اللہ عنہ' بنوزہرہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ماموؤں کے فضائل اور وہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی' ان کی کنیت ابواسحاق ہے' ان کو اسلام کا شہ سوار بھی کہا جاتا ہے' یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر چلایا' یہ مستجاب الدعوات تھے' یہ اسلام لانے والوں میں ساتویں شخص تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر ایران کو فتح کیا' مدینہ سے دس میل کی مسافت پر عقیق میں ان کا محل تھا' اس میں ان کی وفات ہوئی' لوگ ان کے جنازہ کو مدینہ میں لے گئے اور ان کو البقیع میں دفن کیا گیا' مروان بن الحکم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' یہ عشرہ مبشرہ میں سے فوت ہونے والے آخری صحابی ہیں' ان کی وفات پچپن ہجری میں ہوئی تھی۔ جس دن ان کی وفات ہوئی اس دن ان کی عمر تراسی سال تھی' ایک قول کے مطابق تہتر سال تھی۔

(عمدة القاری ج ۱۶ ص ۳۱۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

ابووقاص کا نام مالک بن اھیب بن عبد مناف بن زہرة بن کلاب ہے اور یہیں ان کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب سے ملتا ہے' یہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں اور چھ اصحاب شوریٰ میں سے ایک ہیں۔

(الکوثر الجاری ج ۱۶ ص ۴۷۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے اسلام لانے میں سبقت کی تھی' اور عظیم مجاہدین میں سے ہیں' یہ شہسواری میں' شجاعت میں' ذکاوت میں اور فراست میں بہت مشہور تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت میں ان کی مثال دی جاتی تھی' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہر تکلیف کو دور کرنے میں بہت حریص تھے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت کے لئے آپ کے دروازہ پر پہرہ دیتے تھے اور ہتھیاروں سے مسلح ہو کر کھڑے رہتے تھے' میدان جنگ میں خطرہ کے وقت اپنا سینہ آپ کے آگے کر دیتے تھے' غزوہ احد میں جب مسلمان پسپا ہو کر بھاگ رہے تھے تو یہ استقامت کا پیکر تھے' انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مشرکین نے گھیرا ہوا ہے اور آپ کے ساتھ دس سے بھی کم صحابہ تھے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے حصار میں لیا ہوا ہے اور وہ اپنے سینوں کو آپ کے اوپر قربان کر رہے ہیں۔ حضرت سعد زبردست تیر انداز تھے' وہ مشرکین کے اوپر تیر برسا رہے تھے حتیٰ کہ ان کے ترکش میں تیر ختم ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے ترکش میں تیر بھر رہے تھے' (اور فرما رہے تھے:) اے سعد! تم تیر چلاؤ تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیکھا کہ بعض صحابہ واپس آ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: تم بھی اپنے تیر چلاؤ' اور حضرت سعد مشرکین کے سینوں میں تیر مار رہے تھے حتیٰ کہ وہ (مشرکین) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دور ہو گئے اور مسلمانوں سے دور ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت سعد کے لئے دعا کر رہے تھے: اے اللہ! اس کے تیروں کو نشانہ پر رکھ اور اس کی دعاؤں کو قبول فرما۔ سو جس طرح وہ ماہر تیر انداز تھے' اسی طرح

مستجاب الدعوات تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جنگوں میں مدد کرتے رہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کسریٰ کے خلاف لشکر کا سپہ سالار مقرر کر دیا تھا' انہوں نے کسریٰ کے شہروں کو فتح کیا اور عراق کو فتح کیا' انہوں نے شہر کوفہ کی بنیاد رکھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ کا گورنر بنا دیا اور جب کوفہ کے ایک شخص کی شکایت پر انہیں گورنری سے معزول کیا اور تحقیق سے واضح ہو گیا کہ سعد کی یہ شکایت جھوٹی تھی تو حضرت عمر نے اپنی وصیت میں کہا: میں نے انہیں کسی قصور کی بناء پر معزول نہیں کیا تھا اور ان کو چھ اصحاب شوریٰ میں شامل کیا۔ (فتح المنعم ج ۹ ص ۳۴۰' دار الشروق' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

اور بنو زہرۃ نبی ﷺ کے ماموں ہیں کیونکہ نبی ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ رحمہا اللہ بنو زہرۃ میں سے تھیں اور ماں کے رشتہ دار ماموں ہوتے ہیں اور وہ سعد بن مالک ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ابو وقاص کے والد کا نام مالک بن وھب ہے اور ان کی والدہ کا نام حمنۃ بنت سفیان ابن امیہ بن عبد شمس ہے اور وہ اسلام نہیں لائیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۸۰۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٣٧٢٥ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ یَحْیٰی قَالَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا یَقُوْلُ جَمَعَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَیْهِ یَوْمَ اُحُدٍ.

[اطراف الحدیث: ۴۰۵۵-۴۰۵۶-۴۰۵۷] (صحیح مسلم: ۲۴۱۲' الرقم المسلسل: ۶۱۲۹' سنن ترمذی: ۳۷۵۴' سنن ابن ماجہ: ۱۳۰' مسند ابویعلیٰ: ۸۳۳' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۴۲۰' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۶' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۱۶' ج ۳ ص ۱۶۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ غزوہ احد کے دن نبی ﷺ نے میرے لئے اپنے باپ اور ماں کو جمع کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے میرے لئے اپنے باپ اور ماں کو جمع کیا یعنی فرمایا: تم تیر چلاؤ تم پر میرے باپ اور ماں قربان ہوں۔

٣٧٢٦ - حَدَّثَنَا مَکِّیُّ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ وَاَنَا ثُلُثُ الْاِسْلَامِ.

[اطراف الحدیث: ۳۷۲۷-۳۸۵۸] (سنن ترمذی: ۳۷۱۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن ہاشم نے حدیث بیان کی از عامر بن سعد از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں مسلمانوں کا تیسرا حصہ تھا' یعنی میں تیسرا مسلمان مسلمان تھا۔

امام بخاری کے نزدیک حضرت سعد بن ابی وقاص تیسرے مسلمان ہیں اور حافظ ابن عبد البر کے نزدیک ساتویں مسلمان ہیں' ان میں سے کس کا قول صحیح ہے؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: میں مسلمانوں کا تیسرا حصہ تھا یعنی میں تیسرا وہ شخص تھا جو سب سے پہلے اسلام لایا تھا' اور مجھ سے پہلے صرف دو فرد اسلام لائے تھے' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یا نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر اور ان کی مراد آزاد

اور مرد تھے اور حافظ ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے کہ وہ ساتویں نمبر پر اسلام لانے والے تھے کیونکہ حضرت عمار کی حدیث میں ہے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے تو یہ کل چھ مسلمان ہوئے اور ساتویں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ (الاستیعاب ج۱ ص۱۷۱ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '١٤٣٥ھ) یا حضرت سعد نے یہ اپنے علم کے اعتبار سے فرمایا تھا کہ میں تیسرا مسلمان ہوں' اس کا سبب یہ ہے کہ اس وقت جو بھی اسلام لاتا تھا وہ اپنا اسلام مخفی رکھتا تھا تو اس اعتبار سے حضرت سعد نے کہا: میں تیسرا مسلمان ہوں۔ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص۳۱۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '١٤٢١ھ)

میرے نزدیک حافظ ابن عبدالبر کی عبارت کی بہ نسبت امام بخاری کی روایت کو ظاہر پر محمول کرنا زیادہ لائق ہے اور صحیح یہی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تیسرے نمبر پر اسلام لانے والے تھے۔

٣٧٢٧ - **حَدَّثَنِیْ** اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِیْ زَائِدَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ یَقُوْلُ مَا اَسْلَمَ اَحَدٌ اِلَّا فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ اَسْلَمْتُ فِیْهِ وَلَقَدْ مَکَثْتُ سَبْعَةَ اَیَّامٍ وَّاِنِّیْ لَثُلُثُ الْاِسْلَامِ. تَابَعَهٗ اَبُوْاُسَامَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن ابی زائدہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جو بھی اسلام لایا ہے وہ اسی دن اسلام لایا ہے جس دن میں اسلام لایا تھا اور میں سات دن اسی حال میں ٹھہرا رہا کہ میں اسلام لانے والا تیسرا شخص تھا۔ ابن ابی زائدہ کی متابعت ابو اسامہ نے کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم نے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح کے لئے اس سے پہلی حدیث صحیح البخاری: ٣٧٢٦ کا مطالعہ کریں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اسی دن اسلام لائے تھے جس دن میں اسلام لایا تھا اور میں اسلام لانے والا تیسرا شخص تھا اور اس کے سات دن بعد دوسرے لوگ اسلام لائے۔

٣٧٢٨ - **حَدَّثَنَا** عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ قَیْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَکُنَّا نَغْزُوْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَالَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰی اِنَّ اَحَدَنَا لَیَضَعُ کَمَا یَضَعُ الْبَعِیْرُ اَوِالشَّاةُ مَالَهٗ خِلْطٌ ثُمَّ اَصْبَحَتْ بَنُوْ اَسَدٍ تُعَزِّرُنِیْ عَلَی الْاِسْلَامِ لَقَدْ خِبْتُ اِذًا وَّضَلَّ عَمَلِیْ وَکَانُوْا وَشَوْا بِهٖ اِلٰی عُمَرَ قَالُوْا لَا یُحْسِنُ یُصَلِّیْ. [اطراف الحدیث: ٥٤١٢-٦٤٥٣] (صحیح مسلم: ٢٩٦٦' الرقم المسلسل: ٧٣٢٧' سنن ترمذی: ٢٣٧٢' سنن ابن ماجہ: ١٣١'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: میں وہ پہلا عرب ہوں' جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حال میں جہاد کرتے تھے کہ ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا اور کوئی کھانے کی چیز نہیں ہوتی تھی حتیٰ کہ ہم میں سے کوئی ایک شخص اونٹ یا بکری کی مینگنیوں کی طرح قضاء حاجت کرتا تھا' اور وہ مینگنیاں خشک ہوئی تھیں' آپس میں ملی ہوئی نہیں ہوتی تھیں' اور اب حال یہ ہے کہ بنو اسد اسلام پر عمل کرنے میں میرے عیب نکالتے ہیں' (اگر ایسا ہے تو) میں

بالکل ناکام ہوگیا اور میرے اعمال برباد ہو گئے' اور بنو اسد نے حضرت عمر کی طرف ان کی (جھوٹی) شکایت کی تھی کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے۔

مسند ابو داؤد الطیالسی: ۲۱۲' مسند الحمیدی: ۷۸' سنن دارمی: ۱۴۱۵' مسند ابویعلیٰ: ۷۳۲' صحیح ابن حبان: ۶۹۸۹' شرح السنۃ: ۳۹۲۳' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۴' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۹۸ ج ۳ ص ۹۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

جس لشکر میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے اسلام کی راہ میں پہلا تیر چلایا تھا اس لشکر کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص نے جس جہاد میں سب سے پہلا تیر چلایا تھا' یہ عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب کا لشکر تھا اور یہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان پہلی جنگ تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لشکر کو ہجرت کے پہلے سال میں بھیجا تھا' آپ نے چند مسلمانوں کو رابغ کی طرف بھیجا تا کہ وہ قریش کے قافلہ سے مقابلہ کریں' پھر ان دونوں نے ایک دوسرے پر تیر چلائے' مسلمان اس لشکر میں ساٹھ افراد تھے' اور حضرت سعد بن ابی وقاص مہاجرین میں سے وہ پہلے صحابی تھے جنہوں نے مشرکین پر تیر مارے' اس لشکر کا جھنڈا حضرت سعد کے ہاتھ میں تھا اور یہ پہلا جھنڈا تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنایا تھا' قریش کی کمان عبیدہ اور ابوسفیان اموی کے ہاتھ میں تھی اور یہ کفر اور اسلام کا پہلا معرکہ تھا اور اس میں کفار پر تیر مارنے والے پہلے صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کی جو شکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف لگائی گئی تھی کہ یہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے یہ شکایت لگانے والا ابوسعدہ اسامۃ بن قتادہ تھا' حضرت عمر نے اس کی تحقیق کی اور یہ شکایت جھوٹی تھی' حضرت سعد بن ابی وقاص نے اس شخص کے خلاف دعاء ضرر کی تھی جو قبول ہوئی' اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۷۵۵' میں مذکور ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی منقبت میں مزید احادیث

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سب سے پہلے اس دروازہ سے داخل ہوگا وہ اہل جنت میں سے ہوگا۔ (الفتح الربانی: ۱۱۷۲۰' مسند احمد: ۷۰۶۹' عالم الکتب' بیروت' مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۲)

(۲) حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری رات جاگتے رہے اور وہ آپ کے پہلو میں تھیں' حضرت عائشہ بتاتی ہیں کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کو کیا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی نیک شخص ہوتا اور وہ ساری رات میری حفاظت کرتا' اسی دوران میں نے ہتھیاروں کی آواز سنی' آپ نے پوچھا: کون ہے؟ تو آنے والے نے کہا: میں سعد بن مالک ہوں' آپ نے پوچھا: تم کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کی حفاظت کے لیے آیا ہوں' حضرت عائشہ نے بتایا' پھر آپ سو گئے اور میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی۔ (الفتح الربانی: ۱۱۷۲۲' مسند احمد: ۲۵۶۰۶' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۱' صحیح البخاری: ۲۸۸۵' صحیح مسلم: ۲۴۱۰' سنن ترمذی: ۳۷۷۷' صحیح ابن حبان: ۶۹۸۶)

(۳) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے متعلق قرآن مجید کی کئی آیات نازل ہوئی ہیں' انہوں نے کہا کہ میری ماں نے قسم کھائی کہ جب تک میں اپنے دین کا انکار نہیں کروں گا وہ مجھ سے کبھی بات نہیں کریں گی اور نہ کچھ کھائیں گی اور نہ پئیں گی اور انہوں نے کہا کہ قرآن نے تمہارے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے اور میں تمہاری ماں ہوں اور تمہیں

دین اسلام سے کفر کرنے کا حکم دیتی ہوں' حضرت سعد نے کہا: میں تین دن تک ٹھہرا رہا حتیٰ کہ میری ماں پر بے ہوشی طاری ہو گئی' پھر ان کا دوسرا بیٹا جس کا نام عمارہ تھا' اس نے ان کو پانی پلایا اور وہ مجھے بددعا دے رہی تھیں' تب یہ آیات نازل ہوئیں:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ○ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○ (لقمان:۱۵-۱۴)

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا مؤکد حکم دیا' اس کی ماں نے اسے پیٹ میں اٹھایا کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اور اس کا دودھ چھوڑنا دو برس میں ہے (اور یہ حکم دیا کہ) میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر' میری ہی طرف لوٹنا ہے○ اور اگر وہ تجھ پر یہ زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک قرار دے جس کا تجھے کچھ علم نہیں' سو تو ان کی اطاعت نہ کر اور دنیا میں ان کے ساتھ نیکی سے مصاحبت کر اور جس نے میری طرف رجوع کیا ہے اس کے راستہ پر چل' پھر تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے' سو میں تم کو خبر دوں گا جو کچھ تم کرتے تھے○

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عظیم مال غنیمت حاصل ہوا' اس میں ایک تلوار تھی جس کو میں نے اٹھا لیا' پھر میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا اور میں نے کہا: یہ مجھ کو دے دیجئے کیونکہ میں وہ ہوں جس کا حال آپ کو معلوم ہے' آپ نے فرمایا: اس کو وہیں رکھ دو جہاں سے اٹھایا ہے' پس میں چلا گیا' حتیٰ کہ جب میں نے اس کو مال غنیمت کے ڈھیر میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو پھر میرے دل نے ملامت کی' میں پھر آپ کے پاس گیا اور میں نے کہا: آپ یہ مجھ کو عطا کر دیجئے' آپ نے سختی سے فرمایا: اس کو وہیں رکھ دو جہاں سے اس کو اٹھایا ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○ (الانفال:۱)

یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے: غنیمتیں اللہ اور رسول کی ہیں' سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے معاملات کو درست رکھو اور اگر تم مومن ہو تو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو○

میں بیمار ہو گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا' آپ میرے پاس تشریف لائے' میں نے عرض کیا: آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنا مال جس طرح چاہوں تقسیم کروں' تو آپ نے انکار فرمایا' میں نے کہا: نصف (تقسیم کر دوں)' آپ نے انکار فرمایا' میں نے کہا: تہائی؟ تو آپ خاموش رہے' پھر اس کے بعد ترکہ میں سے تہائی دینا جائز ہو گیا' انہوں نے کہا: میں انصار اور مہاجرین کی ایک جماعت کے پاس آیا' انہوں نے کہا: ہم آپ کو کھانا کھلاتے ہیں اور انگور کی شراب پلاتے ہیں' اور یہ انگور کی شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے' سو میں ایک باغ میں ان کے پاس گیا: ان کے پاس اونٹ کا بھنا ہوا گوشت تھا اور انگور کی شراب کی مشک تھی' پس میں نے ان کے ساتھ کھایا اور شراب پی' پھر میں نے ان کے سامنے انصار اور مہاجرین کا ذکر کیا' سو میں نے کہا: مہاجرین انصار سے افضل ہیں' تو ایک شخص نے (اونٹ کے) جبڑے کی ہڈی مجھے ماری اس سے میری ناک زخمی ہو گئی' سو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس کی خبر دی تو اللہ عزوجل نے میرے سبب سے انگور کی شراب کو حرام قرار دینے کے متعلق یہ آیت

نازل فرمائی:

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O (المائدہ:٩٠)

شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر (سب) ناپاک ہیں شیطانی کاموں سے ہیں تم ان سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ O

(صحیح مسلم:٤٨١٧٤٨ مسند ابوداؤد الطیالسی:٢٠٨ مصنف ابن ابی شیبہ ج١٤ص٣٦٤ الادب المفرد:٢٤ سنن ابوداؤد:٢٧٤٠ سنن ترمذی:٣١٨٩۔٣٠٧٩ مسند البزار:١١٣٩ مسند ابویعلیٰ:٦٩٦ الفتح الربانی:١١٧٢١ مسند احمد:١٥٦٧ مسند احمد ج١ص١٨١)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چھ افراد تھے تو مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: ان لوگوں کو اپنے پاس سے بھگا دیں' یہ ہمارے سامنے آنے کی جرأت نہ کریں' حضرت سعد نے کہا: میں تھا' حضرت ابن مسعود تھے' ھذیل کا ایک شخص تھا' حضرت بلال تھے اور دو مرد اور تھے جن کا میں نے نام نہیں لیا' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمادی:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ O (الانعام:٥٢)

(صحیح مسلم:٢٤١٣' سنن ابن ماجہ:٤١٢٨)

اور (ان مسکین مومنوں کو اپنے سے) دور نہ کیجئے جو اپنے رب کی صبح اور شام عبادت کرتے ہیں صرف اس کی رضا چاہتے ہوئے' آپ کے ذمہ ان کا حساب نہیں ہے اور نہ آپ کا حساب ان کے ذمہ ہے' (پھر بھی اگر آپ نے بالفرض انہیں اپنے سے) دور کر دیا تو آپ ناانصافی کرنے والے ہو جائیں گے O

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن مالک (ابو وقاص) رضی اللہ عنہ سے ١١٧٠' حدیثیں مروی ہیں' جن میں سے ٤٣' حدیثوں پر شیخین متفق ہیں' امام بخاری ٢٦ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ٥٢' حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج١ص٤٠٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

١٦ - بَابُ ذِكْرِ أَصْهَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ أَبُو الْعَاصِ بْنُ الرَّبِيْعِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامادوں کا بیان' ان دامادوں میں سے ابوالعاص بن الربیع ہیں

اس عنوان میں اصہار کا لفظ ہے اور اصہار وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کی بیٹیوں سے نکاح کیا' صہر کا اطلاق بیوی کے تمام رشتہ داروں پر ہوتا ہے' خلیل نے کہا ہے کہ صہر کا اطلاق تمام دیوروں اور دامادوں پر ہوتا ہے' اسی طرح بیوی کے بھائی اور اس کے باپ پر بھی صہر کا اطلاق ہوتا ہے اور عام عربوں کے نزدیک بیٹی کے خاوند (داماد) کو صہر کہتے ہیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ابوالعاص کا نام لقیط اور مقسم ہے' یہ ربیع بن الربیعۃ بن عبدالعزیٰ بن عبدشمس بن عبدمناف کے بیٹے ہیں' یہ اپنی کنیت ابوالعاص کے ساتھ مشہور ہیں' ان کی والدہ ھالۃ بنت خویلد ہیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سب سے بڑی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا اعلان نبوت سے پہلے ان سے عقد نکاح کیا تھا' ابوالعاص کو غزوہ بدر میں مشرکین کے ساتھ قید کیا گیا تھا تو سیدہ زینب نے ان کی رہائی کے فدیہ کے لیے اپنا ہار بھیجا تھا' یہ حضرت خدیجہ نے ان کو عقد نکاح کے موقع پر دیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

یہ ہار دیکھ کر حضرت خدیجہ کی یاد آ گئی' آپ نے مسلمانوں سے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ ہار ان کو واپس کر دو' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوالعاص کی رہائی کے لیے یہ شرط لگائی کہ وہ سیدہ زینب کو مدینہ بھیج دیں' سو انہوں نے یہ شرط پوری کی' اس وجہ سے آپ نے فرمایا: اس نے مجھ سے جو وعدہ کیا اس کو پورا کیا' ابوالعاص کو دوبارہ قید کر لیا گیا تو سیدہ زینب نے ان کو پناہ دی' پس وہ مسلمان ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی نکاح سے یا نکاح جدید سے ان کو سیدہ زینب کی طرف لوٹا دیا' ان ہی سے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں جن کو کندھے پر سوار کر کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی تھی' حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٨-٣١٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا زیادہ تفصیل سے تذکرہ میں نے صحیح البخاری: ٣٧١٦ کی شرح میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں مزید احادیث کی شرح میں کیا ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

٣٧٢٩ - **حَدَّثَنَا** اَبُوالْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا خَطَبَ بِنْتَ اَبِيْ جَهْلٍ فَسَمِعَتْ بِذٰلِكَ فَاطِمَةُ فَاَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَزْعُمُ قَوْمُكَ اَنَّكَ لَا تَغْضَبُ لِبَنَاتِكَ وَهٰذَا عَلِيٌّ نَاكِحٌ بِنْتَ اَبِيْ جَهْلٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ حِيْنَ تَشَهَّدَ يَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ اَنْكَحْتُ اَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيْعِ فَحَدَّثَنِيْ وَصَدَقَنِيْ وَاِنَّ فَاطِمَةَ بَضْعَةٌ مِّنِّيْ وَاِنِّيْ اَكْرَهُ اَنْ يَّسُوْءَ هَا وَاللّٰهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَّاحِدٍ فَتَرَكَ عَلِيٌّ الْخِطْبَةَ وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيٍّ عَنْ مِّسْوَرٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ صِهْرًا لَّهُ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ فَاَثْنٰى عَلَيْهِ فِيْ مُصَاهَرَتِهٖ اِيَّاهُ فَاَحْسَنَ قَالَ حَدَّثَنِيْ فَصَدَقَنِيْ وَوَعَدَنِيْ فَوَفٰى لِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے علی بن حسین نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات سن لی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں' پس کہا: آپ کی قوم یہ گمان کرتی ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کے لیے غضب ناک نہیں ہوتے اور یہ (حضرت) علی' ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے والے ہیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے (اور) آپ نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد فرمایا: میں نے ابوالعاص بن الربیع کے ساتھ (اپنی بیٹی سیدہ زینب کا) نکاح کیا' اس نے مجھ سے بات کی اور سچ بولا' اور بے شک فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور میں اس کے رنج کو ناپسند کرتا ہوں اور اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک مرد کے پاس جمع نہیں ہوں گی' پھر حضرت علی نے (اس لڑکی سے) منگنی کو ترک کر دیا' اور محمد بن عمرو بن حلحلۃ نے از ابن شہاب از علی از مسور یہ اضافہ کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' آپ نے بنو عبد شمس سے اپنے داماد کا ذکر کیا' پس اس سے نکاح کے رشتہ کی تعریف کی کہ اس نے آپ کے ساتھ نیکی کی' آپ نے فرمایا: اس نے مجھ سے بات کی تو سچ بولا اور مجھ سے وعدہ کیا تو پورا کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٢٦ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے آپ کے دامادوں کے بیان کے باب میں اس حدیث کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں آپ کے دو دامادوں حضرت علی اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے۔

١٧ - بَابُ مَنَاقِبِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام ہے: حضرت زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبدالعزیٰ الکلبی۔ زمانہ جاہلیت میں ان کو قید کرلیا گیا تھا' پھران کو حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے خرید لیا' پھرانہوں نے زید بن حارثہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کر دیا۔ روایت ہے کہ حضرت زید بن حارثہ کی والدہ یمن سے اپنی قوم سے ملنے کے لیے آئیں تو ان پر ڈاکہ پڑا اور ڈاکو حضرت زید بن حارثہ کو اٹھا کر لے گئے' اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی اور ان کو عکاظ کے بازار میں فروخت کرنے کے لیے لے گئے' تو حکیم بن حزام نے ان کو چار سو درہم میں خرید لیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ سے نکاح کیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انہیں ہبہ کر دیا' پھران کے گھر والوں کو خبر ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

بنوکلب کے کچھ لوگ یمن سے حج کرنے کے لیے مکہ آئے تو انہوں نے حضرت زید کو دیکھ کر پہچان لیا' وہ وہاں سے یمن گئے اور ان کے والد کو خبر دی اور بتایا کہ فلاں جگہ پر ان کا بیٹا ہے تو حضرت زید کے والد حارثہ اور ان کے بھائی کعب مکہ میں آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سوال کیا تو بتایا گیا کہ آپ مسجد میں ہیں وہ وہاں پر گئے اور کہا: اے عبدالمطلب کے بیٹے! اے ان کی قوم کے سردار! آپ اللہ کے حرم کے رہنے والے ہیں' آپ قیدیوں کو چھڑاتے ہیں اور اسیروں کو کھلاتے ہیں' ہم اپنے بیٹے اور آپ کے غلام کے سلسلہ میں آئے ہیں' آپ ہم پر احسان فرمائیں اور عمدگی سے اس کا فدیہ قبول کرلیں' آپ نے پوچھا: وہ غلام کون ہے تو انہوں نے کہا: وہ زید بن حارثہ ہے' آپ نے فرمایا: اس کو بلاؤ اور اس کو اختیار دے دو' اگر اس نے تمہارے ساتھ جانے کو اختیار کرلیا تو وہ بغیر فدیہ کے تمہارا ہے' اور اگر اس نے مجھے اختیار کرلیا تو اللہ کی قسم! میں وہ نہیں ہوں کہ فدیہ کے عوض اس کو تمہارے حوالے کر دوں' پھر حضرت زید بن حارثہ کو بلایا' آپ نے ان سے پوچھا: کیا تم ان لوگوں کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! یہ میرے والد ہیں اور یہ میرے چچا ہیں'؟ آپ نے فرمایا: اور میں وہ ہوں جس کو تم جانتے ہو اور تم میری مصاحبت کو بھی جان چکے ہو' اب تم چاہو مجھے اختیار کرلو یا ان کو اختیار کرلو۔ حضرت زید نے کہا: میں آپ کے مقابلہ میں کسی کو اختیار نہیں کروں گا' آپ میرے والد اور چچا کی جگہ ہیں' ان کے باپ اور چچا نے کہا: افسوس ہے اے زید! تم آزادی کے مقابلہ میں غلامی کو اختیار کر رہے ہو! اور اپنے باپ' اور چچا اور اپنے گھر والوں کے مقابلہ میں ایک اجنبی کو اختیار کر رہے ہو! انہوں نے کہا: جی ہاں! میں نے اس شخص کو ایسا پایا ہے کہ میں ان کے مقابلہ میں کسی کو اختیار نہیں کروں گا! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ماجرا دیکھا تو آپ نے حضرت زید کو اپنی گود میں اٹھالیا اور فرمایا: تم سب گواہ ہو جاؤ زید میرا بیٹا ہے' یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث ہوں' جب حضرت زید کے والد اور چچا نے یہ منظر دیکھا تو ان کے دل خوش ہو گئے اور وہ واپس چلے گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید کو بیٹا بنالیا تو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے

ان کا عقد نکاح کر دیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی بیٹی تھیں اور ان سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عقد نکاح' اپنی باندی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے کیا تھا جن سے حضرت اسامہ پیدا ہوئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پہلے ہم زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ (الاحزاب:٦) لوگوں کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو۔

حضرت زید بن حارثہ غزوہ بدر اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں حاضر رہے اور غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو لشکر بھی بھیجتے اس کا امیر حضرت زید بن حارثہ کو بناتے۔

امام ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ سے فرمایا: اے زید! تم میرے آزاد کردہ غلام ہو اور مجھ سے ہو اور میری طرف سے ہو اور مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت زید بن حارثہ مدینہ میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے' وہ آپ کے پاس آئے' پس دروازہ کھٹکھٹایا' آپ ان کی طرف کھڑے ہوئے حتیٰ کہ ان سے مصافحہ کیا اور ان کو بوسا دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے زیادہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو وظیفہ دیا' میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ ان کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے والد سے زیادہ محبوب تھے' یہ حدیث صحیح ہے۔

علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ غزوہ موتہ میں پچپن (۵۵) سال کی عمر میں شہید ہو گئے اور حضرت زید کے سوا اور کسی صحابی کا نام قرآن مجید میں مذکور نہیں ہے۔(الاصابۃ ج ۲ ص ۴۹۷-۴۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

وَقَالَ الْبَرَاءُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ أَخُوْنَا وَمَوْلَانَا.

اور حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہمارے بھائی ہو اور ہمارے آزاد کردہ غلام ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول صحیح البخاری: ۲۶۹۹ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٣٠ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا وَّاَمَّرَ عَلَيْهِمْ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِيْ اِمَارَتِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ تَطْعَنُوْا فِيْ اِمَارَتِهٖ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ اِمَارَةِ اَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِلْاِمَارَةِ وَاِنْ كَانَ لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ وَاِنَّ هٰذَا لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ بَعْدَهٗ.

[اطراف الحدیث: ۴۲۵۰-۴۴۶۸-۴۴۶۹-۶۶۲۷-۷۱۸۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اس کا امیر بنا دیا تو بعض لوگوں نے ان کو امیر بنانے پر اعتراض کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اس کو امیر بنانے پر اعتراض کر رہے ہو تو اس سے پہلے تم اس کے باپ کو امیر بنانے پر اعتراض کرتے تھے اور اللہ کی قسم! وہ امیر بنانے کے ضرور لائق تھے اور وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھے اور ان کے بعد یہ (اسامہ) مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۴۲۶' سنن ترمذی: ۳۸۱۶' السنن الکبری للنسائی: ۸۱۸۱' صحیح ابن حبان: ۷۰۴۴' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۴۴' شرح السنۃ: ۳۹۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۰' طبع قدیم' مسند احمد: ۵۸۸۸-ج ۱۰ ص ۱۲۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت اسامہ کی امارت پر معترض کا مصداق اور افضل کے اوپر مفضول کو امیر بنانے کا جواز

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مغازی کے آخر میں امام بخاری نے بتایا ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی امارت پر اعتراض کرنے والے عیاش بن ربیعہ المخزومی تھے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ موتہ کے لشکر کا امیر بنایا تھا' اس لشکر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے' اسی وجہ سے بعض لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا تھا' اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ کبیر کے اوپر صغیر کو اور افضل کے اوپر مفضول کو امیر بنانا جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۸۰۸' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۷۳۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ قَائِفٌ وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدٌ وَّأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَّزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ مُضْطَجِعَانِ فَقَالَ إِنَّ هٰذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ قَالَ فَسُرَّ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْجَبَهُ فَأَخْبَرَ بِهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از الزہری از عروۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک قیافہ شناس آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما دونوں لیٹے ہوئے تھے تو اس نے کہا: یہ بعض قدم بعض کا جز ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بہت خوش ہوئے اور آپ کو یہ اچھا لگا' اور آپ نے یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتائی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۵۵۵' میں گزر چکی ہے۔

قائف کا معنیٰ' حضرت عائشہ کے پاس قائف کے آنے کی توجیہ اور قائف کی بات پر آپ کے خوش ہونے کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں قائف کا لفظ ہے یعنی قیافہ شناس جو مشابہت اور علامات کے ذریعے فروع کو اصول کے ساتھ اور ابناء کو آباء کے ساتھ ملاتا ہے' اس حدیث میں ذکر ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا' یعنی احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لیے خوش ہوئے کہ حضرت اسامہ سیاہ فام تھے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ گورے تھے اس وجہ سے لوگ ان کے نسب میں شک کرتے تھے اور جب قیافہ شناس نے تصدیق کر دی کہ یہ ان میں سے ایک دوسرے کا جز ہے تو عربوں کے اصول کے مطابق حضرت اسامہ کے نسب کی تصدیق ہوگئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۲۰' موضحاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸ - بَابُ ذِكْرِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا ذکر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید بن شراحیل بن عبدالعزیٰ ان کا پورا نام ہے' ان کو محبوب ابن المحبوب کہا جاتا تھا کیونکہ یہ دونوں باپ بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھے' ان کی کنیت ابو محمد اور ابوزید ہے' ان کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالنے والی تھیں'

امام ابن سعد نے کہا ہے کہ حضرت اسامہ زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اور جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر بیس سال تھی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو شام پر حملہ کرنے والے عظیم لشکر کا امیر بنایا تھا، لشکر کے روانہ ہونے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو روانہ کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی بہت تعظیم اور تکریم کرتے تھے اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ ان کو عطا کرتے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت اسامہ فتنوں سے الگ رہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اواخر میں فوت ہوئے، حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ وہ پینتالیس (۴۵) ہجری میں فوت ہوئے تھے۔(الاصابہ ج ۱ ص ۳۰۳۔۳۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

٣٧٣٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَخْزُوْمِيَّةِ فَقَالُوْا مَنْ يَّجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از الزہری از عروۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ قریش کو مخزومی عورت کے معاملہ نے بہت پریشان کر رکھا تھا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی سفارش کی جرأت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سوا کون کر سکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب (چہیتے) ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۲۶۴۸ میں گزر چکی ہے۔

اس مخزومی عورت کا نام فاطمہ بنت اسود تھا۔

٣٧٣٣- وَحَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ ذَهَبْتُ اَسْاَلُ الزُّهْرِيَّ عَنْ حَدِيْثِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ فَصَاحَ بِيْ قُلْتُ لِسُفْيَانَ فَلَمْ تَحْتَمِلْهُ عَنْ اَحَدٍ قَالَ وَجَدْتُّهُ فِيْ كِتَابٍ كَانَ كَتَبَهُ اَيُّوْبُ بْنُ مُوْسٰى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ بَنِيْ مَخْزُوْمٍ سَرَقَتْ فَقَالُوْا مَنْ يُّكَلِّمُ فِيْهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَجْتَرِئْ اَحَدٌ اَنْ يُّكَلِّمَهُ فَكَلَّمَهُ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ اِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ كَانَ اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ قَطَعُوْهُ لَوْ كَانَتْ فَاطِمَةُ لَقَطَعْتُ يَدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں المخزومیہ کی حدیث کے متعلق سوال کرنے کے لیے الزہری کے پاس گیا تو وہ مجھ پر چلائے (ناراض ہوئے)، میں نے سفیان سے پوچھا! آپ نے یہ حدیث اور کسی سے نہیں حاصل کی، انہوں نے کہا: یہ حدیث مجھ کو ایک کتاب میں ملی تھی جس کو ایوب بن موسیٰ نے زہری کی روایت سے لکھا تھا از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ بنو مخزوم کی ایک عورت تھی، اس نے چوری کی تو لوگوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی سفارش کون کرے گا؟ سو کسی نے اس کی سفارش کی جرأت نہیں کی، تب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اس کی سفارش کی، تو آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل میں جب کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی پس ماندہ آدمی چوری کرتا تو وہ اس کا ہاتھ کاٹ دیتے اور اگر (بالفرض) فاطمہ (بھی) چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۶۴۸' میں گزر چکی ہے۔

٠٠٠ - بَابٌ
باب

یہ باب ابواب سابقہ کے لیے بہ منزلہ فصل ہے۔

٣٧٣٤ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُوْعَبَّادٍ يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا الْمَاجِشُوْنَ أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ نَظَرَ ابْنُ عُمَرَ يَوْمًا وَّهُوَ فِي الْمَسْجِدِ إِلٰى رَجُلٍ يَّسْحَبُ ثِيَابَهُ فِي نَاحِيَةٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ انْظُرْ مَنْ هٰذَا لَيْتَ هٰذَا عِنْدِيْ قَالَ لَهُ إِنْسَانٌ أَمَا تَعْرِفُ هٰذَا يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هٰذَا مُحَمَّدُ بْنُ أُسَامَةَ قَالَ فَطَأْطَأَ ابْنُ عُمَرَ رَأْسَهُ وَنَقَرَ بِيَدَيْهِ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ قَالَ لَوْ رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَحَبَّهُ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے الحسن بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعباد یحییٰ بن عباد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الماجشون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر نے ایک دن ایک شخص کو مسجد میں دیکھا کہ وہ اپنا کپڑا ایک کونے میں پھیلا رہے تھے' انہوں نے کہا: دیکھو یہ کون شخص ہے؟ کاش! یہ میرے نزدیک ہوتا' ایک شخص نے کہا: اے ابو عبدالرحمان! کیا آپ اس کو نہیں پہچانتے؟ یہ محمد بن اسامہ ہے' سو حضرت ابن عمر نے اپنا سر جھکا لیا' پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے زمین کریدنے لگے' پھر کہا: اگر اس کو رسول اللہ ﷺ دیکھ لیتے تو اس پر شفقت فرماتے۔

حضرت ابن عمر نے کہا: کاش! یہ میرے نزدیک ہوتا یعنی میں اس کو نصیحت کرتا اور سمجھاتا' نیز حضرت ابن عمر نے کہا: اگر اس کو رسول اللہ ﷺ دیکھ لیتے تو اس پر شفقت فرماتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو علم تھا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت اسامہ سے اور ان کے والد سے اور ان کی اولاد سے محبت کرتے تھے۔

٣٧٣٥ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ حَدَّثَنَا أَبُوْعُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَدَّثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُهُ وَالْحَسَنَ فَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ أَحِبَّهُمَا فَإِنِّيْ أُحِبُّهُمَا. [اطراف الحدیث: ۳۷۴۷-۶۰۰۳]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعثمان نے حدیث بیان کی از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما' وہ نبی ﷺ سے یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ آپ ان کو اور حضرت حسن کو پکڑ کر (بارگاہِ الٰہیہ میں) عرض کرتے: اے اللہ! ان دونوں سے محبت کر کیونکہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔

اس حدیث کی حضرت اسامہ کے مناقب کے باب سے مطابقت ظاہر ہے۔

٣٧٣٦ - وَقَالَ نُعَيْمٌ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِيْ مَوْلًى لِأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ الْحَجَّاجَ ابْنَ أَيْمَنَ بْنِ أُمِّ أَيْمَنَ وَكَانَ أَيْمَنُ ابْنُ أُمِّ أَيْمَنَ أَخَا أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ لِّأُمِّهِ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَرَاٰهُ ابْنُ

اور نعیم نے کہا: از ابن المبارک: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت اسامہ بن زید کے آزاد کردہ غلام نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ الحجاج بن ایمن بن ام ایمن اور ایمن بن ام ایمن حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے ماں شریک

عُمَرَ لَمْ يُتِمَّ رُكُوْعَهُ وَلَا سُجُوْدَهُ فَقَالَ اَعِدْ.

[اطراف الحدیث: ۳۷۴۷۔ ۳۰۰۳] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

بھائی تھے اور وہ انصاری مرد تھے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ وہ اپنی نماز میں پورا رکوع اور سجود نہیں کرتے تھے تو انہوں نے ان سے کہا: اپنی نماز دہراؤ۔

اس حدیث کی روایت امام بخاری نے اس لیے کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت اسامہ کے ماں شریک بھائی کا ذکر ہے جو سنت کے مطابق نماز نہیں پڑھتے تھے تو اس لیے حضرت ابن عمر نے ان سے کہا: تم اپنی نماز دہراؤ' میں کہتا ہوں کہ اس میں حضرت اسامہ کی کوئی فضیلت نہیں ہے کہ ان کا بھائی سنت کے مطابق نماز نہیں پڑھتا تھا بلکہ اس میں حضرت ابن عمر کی فضیلت ہے کہ انہوں نے اس کو غلط کام پر ٹوکا اور حضرت اسامہ سے اس کی قرابت کا کوئی لحاظ نہیں کیا' اس لیے امام بخاری کو چاہیے تھا کہ وہ اس حدیث کی حضرت ابن عمر کے مناقب کے باب میں روایت کرتے' اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے' جس طرح حضرت ابن عمر نے حق بات کہنے میں حضرت اسامہ کی قرابت کا لحاظ نہیں کیا اسی طرح میں نے بھی حق بات کہنے میں امام بخاری کی عظمت اور ان کے مقام اور مرتبہ کا خیال نہیں کیا۔

٣٧٣٧ - قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ وَحَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ نَمِرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ مَوْلٰى اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهٗ بَيْنَمَا هُمَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اِذْ دَخَلَ الْحَجَّاجُ بْنُ اَيْمَنَ فَلَمْ يُتِمَّ رُكُوْعَهُ وَلَا سُجُوْدَهُ فَقَالَ اَعِدْ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ لِيَ ابْنُ عُمَرَ مَنْ هٰذَا قُلْتُ الْحَجَّاجُ بْنُ اَيْمَنَ ابْنِ اُمِّ اَيْمَنَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَوْ رَاٰى هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَحَبَّهٗ فَذَكَرَ حُبَّهٗ وَمَا وَلَدَتْهُ اُمُّ اَيْمَنَ قَالَ اَوْزَادَنِيْ بَعْضُ اَصْحَابِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ وَكَانَتْ حَاضِنَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں بھی منفرد ہیں)

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اور مجھے سلمان بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن نمر نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حرملہ نے حدیث بیان کی' جس وقت یہ دونوں (حرملہ اور حضرت اسامہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے اس وقت الحجاج بن ایمن داخل ہوئے اور وہ نماز میں رکوع اور سجود پورا پورا نہیں کر رہے تھے تو حضرت ابن عمر نے (ان سے) کہا: نماز دہراؤ' جب وہ پیٹھ پھیر کر چلے گئے تو حضرت ابن عمر نے مجھ سے پوچھا: یہ کون تھے؟ میں نے بتایا: یہ الحجاج بن ایمن تھے جو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں' تب حضرت ابن عمر نے کہا: اگر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ لیتے تو ان سے ضرور محبت کرتے' پھر انہوں نے آپ کی محبت کا ذکر کیا' اور حضرت ام ایمن کی اولاد سے محبت کا ذکر کیا امام بخاری نے کہا: یا میرے بعض اصحاب نے از سلیمان یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت ام ایمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالنے والی تھیں۔

حضرت ایمن بن ام ایمن رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور حضرت اسامہ کے ماں شریک بھائی ہونے کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حجاج بن ایمن کا ذکر ہے' یہ انصاری خزرجی ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ حبشی ہیں' دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالنے والی تھیں ان کے بیٹے ہیں اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی ہیں' امام ابن اسحاق

نے کہا: یہ غزوہ حنین کے دن شہید ہو گئے تھے اور ان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام حجاج تھا' حافظ ذہبی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے' تجرید الصحابہ میں مذکور ہے کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے پہلے جو شادی کی تھی (اس شخص کا نام عبید تھا اور وہ بھی حبشی تھا) اس سے ایمن پیدا ہوئے تھے اور ایمن نے اپنے باپ کی طرف نسبت کرنے کے بجائے اپنی ماں حضرت ام ایمن کی طرف نسبت کی کیونکہ انہیں ان کی باپ کی بہ نسبت شرف حاصل تھا اور اہل بیت نبوی میں ان کی شہرت تھی اس کے بعد حضرت ام ایمن نے حضرت زید بن حارثہ سے شادی کی اور ان سے حضرت اسامہ پیدا ہوئے اور یوں ایمن بن ام ایمن حضرت اسامہ کے ماں شریک بھائی ہوئے کیونکہ ایمن بن ام ایمن بھی حضرت ام ایمن کے بیٹے تھے اور حضرت اسامہ بھی ان کے بیٹے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٢٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی سوانح اور ان کی خصوصیات

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر القرطبی المتوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ تھیں' ان ہی کا نام برکۃ ہے' انہوں نے عبید سے شادی کی تھی جو حبشی تھا' اس سے ایمن پیدا ہوئے' وہ ابن ام ایمن کے نام سے مشہور ہیں' پھر اس کے بعد حضرت ام ایمن نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے شادی کی جن سے حضرت اسامہ پیدا ہوئے۔ (یوں ایمن بن ام ایمن حضرت اسامہ کے شریک بھائی ہوئے۔)

(الاستیعاب ج ٤ ص ٤٧٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ عز الدین ابن الاثیر ابو الحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ٦٣٠ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باندی اور خادمہ تھیں اور آپ کو پالنے والی تھیں اور یہ حبشیہ تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد حضرت عبد اللہ نے ان کو آزاد کر دیا تھا' اور یہ بہت پہلے اسلام لائی تھیں' انہوں نے حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں' انہوں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا تھا' تیسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کی باندی تھیں اور یہ وہی ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیشاب مبارک پی لیا تھا اور آپ نے فرمایا: تمہارے پیٹ میں اب کبھی درد نہیں ہوگا۔ حضرت برکۃ کی کنیت ام ایمن ہے اور ایمن ان کے وہ بیٹے ہیں جو حبشی عبید سے پیدا ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: ام ایمن میری ماں کے بعد ماں ہیں اور آپ ان کے گھر ان سے ملاقات کے لیے جاتے تھے۔

ابن شہاب نے کہا ہے کہ ام ایمن حضرت اسامہ بن زید کی بھی ماں ہیں اور یہ حبشیہ تھیں' جب حضرت آمنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو حضرت ام ایمن نے آپ کو پالا' حتیٰ کہ آپ بڑے ہو گئے' پھر آپ نے حضرت ام ایمن کو آزاد کر دیا اور حضرت زید بن حارثہ سے ان کا نکاح کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے پانچ یا چھ ماہ بعد ان کی وفات ہوگئی۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ان کی زیارت کے لیے جاتے تھے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ملاقات کے لیے جاتے تھے۔

(اسد الغابہ ج ٧ ص ٢٩١۔ ٢٩٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ان تمام امور کو لکھا ہے' مزید یہ لکھا ہے کہ حضرت ایمن بن ام ایمن رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے اور غزوہ خیبر میں شہید ہو گئے تھے اور یہ لکھا ہے کہ حضرت ام ایمن نے پہلے عبید بن زید سے شادی کی تھی جو انصاری تھے اور قبیلہ خزرج سے تھے (میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وہ حبشی تھے جیسا کہ حافظ ابن عبد البر اور حافظ ابن الاثیر نے لکھا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

امام واقدی نے اپنی سند کے ساتھ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام ایمن کو دیکھ کر فرماتے تھے: یہ میرے اہل بیت میں سے بقایا ہیں۔

سفیان بن عینیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام ایمن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بہت لطف کے ساتھ پیش آتی تھیں' اور آپ نے فرمایا: جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ وہ اہل جنت کی عورت سے شادی کرے اسے چاہئے کہ وہ ام ایمن سے شادی کرے' تب حضرت زید بن حارثہ نے ان سے شادی کی۔ (طبقات کبریٰ ج ٨ ص ١٦٢' کنز العمال: ٣٤٤١٦)

حضرت ام ایمن بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مٹی کا گھڑا تھا جس میں آپ رات کو اٹھ کر پیشاب کرتے تھے اور میں صبح اس گھڑے کو خالی کر دیتی تھی' ایک رات میں بہت پیاسی تھی تو میں نے اس سے وہ پیشاب پی لیا' پھر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اس کے بعد تمہیں کبھی بھی پیٹ کی بیماری نہیں ہوگی۔

امام احمد' امام بخاری اور امام ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے مال سے باغات دیئے حتیٰ کہ آپ کے لیے بنو قریظہ اور بنو نضیر فتح ہو گئے' اس کے بعد آپ نے اس شخص کو وہ باغات واپس کر دیئے' حضرت انس نے کہا: میرے گھر والوں نے بھی مجھے حکم دیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان باغات یا ان میں سے بعض کا سوال کروں جو وہ آپ کو دے چکے تھے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ باغات حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو عطا کر چکے تھے' تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان باغات کا سوال کیا' آپ نے مجھے وہ عطا کر دیئے' پھر حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے میری گردن میں کپڑا ڈال دیا اور وہ کہہ رہی تھیں' ہرگز نہیں! اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ میں تم کو وہ باغات نہیں دوں گی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے وہ عطا کر چکے ہیں۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ان سے) فرمایا: آپ کو میں (ان کے بدلہ میں) اتنے اور اتنے باغ دوں گا' اور وہ کہتی تھیں: ہرگز نہیں اللہ کی قسم! اور آپ فرما رہے تھے: میں آپ کو اتنے اور اتنے (باغات) دوں گا۔ حضرت انس نے کہا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس سے دس گنا باغات عطا کر دیئے۔ (مسند احمد: ١٣٣٢٤' عالم الکتب' مسند احمد ج ٣ ص ٢١٩' صحیح البخاری: ٤١٢٠۔ ٤٠٣٠۔ ٣١٢٨' صحیح مسلم: ١٧٧١' صحیح ابن حبان: ٤٥٠٥' مسند ابویعلیٰ: ٤٠٧٩)

ابن السکن نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ام ایمن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے پانچ ماہ بعد وفات پا گئیں۔

(الاصابہ ج ٨ ص ٣٦٢۔ ٣٥٨' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی منقبت میں مزید احادیث

(١) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرض کا غلبہ ہوا تو میں مدینہ کی بلندی میں واقع اپنے گھر سے اتر کر آیا اور لوگ بھی میرے ساتھ اتر کر مدینہ آئے' پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس داخل ہوا اور آپ مرض کے غلبہ کی وجہ سے بات نہیں کر رہے تھے' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے' پھر وہ ہاتھ میرے اوپر رکھ دیئے' اس سے میں نے یہ جانا کہ آپ میرے لیے دعا فرما رہے ہیں۔

(مسند احمد: ٢٢٠٩٨' عالم الکتب' مسند احمد ج ٥ ص ٢٠١' سنن ترمذی: ٣٨١٧)

(٢) شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کسی شخص کے لیے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنا جائز نہیں ہے جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اللہ عزوجل اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے پس وہ اسامہ سے محبت رکھے۔ (مسند احمد: ٢٥٧٤٨' عالم الکتب' مسند احمد ج ٦ ص ١٥٧)

(٣) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما دروازہ کی چوکھٹ سے گر پڑے اور ان کی پیشانی سے خون بہنے لگا' مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا یہ خون صاف کر دو' مجھے اس سے گھن آئی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا خون چوستے' پھر کلی کر دیتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اسامہ لڑکی ہوتی تو میں اس کو کپڑے اور زیور پہناتا حتیٰ کہ لوگ اس سے منگنی کرنے میں رغبت کرتے۔ (مسند احمد: ٢٦٣٨٦' مسند احمد ج٦ ص ٢٢٣' سنن ابن ماجہ: ١٩٧٦' صحیح ابن حبان: ٧٠٥٦)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خود حضرت اسامہ کا خون صاف کیا' یہ آپ کے بلند اخلاق' کمال تواضع اور حضرت اسامہ سے محبت کی دلیل ہے' آپ نے فرمایا: اگر یہ لڑکی ہوتی تو میں اس کو عمدہ کپڑے اور زیور پہناتا حتیٰ کہ لوگ اس سے منگنی کرنے میں رغبت کرتے' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت اسامہ کی والدہ ام ایمن حبشیہ تھیں اور ان کا رنگ کالا تھا' اس وجہ سے حضرت اسامہ کا رنگ بھی کالا تھا اور لوگ کالی لڑکی سے منگنی کرنے میں رغبت نہیں کرتے' اس لیے آپ نے فرمایا: میں اس کو عمدہ کپڑے اور زیور پہناتا تاکہ لوگ اس وجہ سے اس سے منگنی کرنے میں رغبت کرتے۔

(٤) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت اسامہ کی رینٹ (ناک کی رطوبت) صاف کر دیں' حضرت عائشہ نے کہا: آپ مجھے اجازت دیں میں یہ کام کر دوں' آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اس سے محبت کرو کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ (سنن ترمذی: ٣٨١٨)

(٥) عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا' اس وقت حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما اجازت طلب کرتے ہوئے آئے' پس ان دونوں نے کہا: اے اسامہ! ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کرو' پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما اجازت طلب کر رہے ہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ کیوں آئے ہیں؟ میں نے کہا: میں نہیں جانتا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لیکن میں جانتا ہوں' آپ نے ان کو اجازت دی تو وہ دونوں داخل ہو گئے' ان دونوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم یہ معلوم کرنے آئے ہیں کہ آپ کو اپنے گھر والوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب ہے' آپ نے فرمایا: فاطمہ بنت محمد' ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے اہل کے متعلق سوال کرنے نہیں آئے' آپ نے فرمایا: مجھے اپنے اہل میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے اور میں نے انعام کیا ہے اور وہ اسامہ بن زید ہے (حضرت زید بن حارثہ)' ان دونوں نے پوچھا: پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا: پھر علی بن ابی طالب ہیں' پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے اپنے چچا کو سب سے آخر میں رکھا! آپ نے فرمایا: علی نے تم سے پہلے ہجرت کی تھی۔ (سنن ترمذی: ٣٨١٩)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے ١٢٨' حدیثیں مروی ہیں' جن میں سے ١٥' حدیثوں پر شیخین متفق ہیں اور ان میں سے ہر ایک دو حدیثوں کے ساتھ منفرد ہے۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج١ ص٧١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

١٩ - بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت ابو عبدالرحمن ہے' یہ مکی اور مدنی ہیں' یہ اپنے والد کے ساتھ بہت پہلے اسلام لائے تھے' اس وقت یہ نابالغ تھے' یہ فقہاء صحابہ اور مکثرین حدیث میں سے ہیں' ان کی والدہ کا نام زینب یا رائطہ بنت مظعون ہے' یہ تہتر ہجری (٧٣) میں مکہ میں فوت ہوئے تھے' اس وقت ان کی عمر چھیاسی (٨٦) سال تھی' ان کی موت کا سبب یہ تھا کہ حجاج بن یوسف نے اپنے نیزہ کی زہر آلود نوک ان کے پیر پر ماری تھی' اس سے وہ بیمار ہوئے حتیٰ کہ فوت ہو گئے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٢٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

غزوہ بدر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جہاد میں شریک ہونے کے لیے پیش کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کم عمر قرار دیا' پھر انہوں نے احد میں اپنے آپ کو پیش کیا' پھر اسی طرح ہوا' پھر انہوں نے غزوہ خندق میں اپنے آپ کو پیش کیا تو آپ نے قبول فرما لیا' اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔

کتاب الزھد میں امام احمد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ قریش کے جوانوں میں سب سے زیادہ اپنے نفس پر ضبط کرنے والے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

ابوسعید نے سند صحیح کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص مال دنیا کی طرف مائل ہوا سوا حضرت عبداللہ بن عمر کے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فوت ہوئے اس حال میں کہ وہ فضیلت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مثل تھے اور ایک اور سند کے ساتھ ابوسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں نظیریں تھیں اور حضرت ابن عمر کے زمانہ میں ان کی کوئی نظیر نہیں تھی۔

معجم البغوی میں سند حسن کے ساتھ روایت ہے کہ سعید بن المسیب نے کہا: اگر میں اہل جنت میں سے کسی کے پاس حاضر ہوتا تو حضرت ابن عمر کے پاس حاضر ہوتا' اور سند صحیح کے ساتھ روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب حضرت ابن عمر فوت ہوئے تو وہ باقی ماندہ لوگوں میں سے سب سے افضل تھے۔

عبداللہ بن ابی عثمان نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنی ایک پسندیدہ باندی ''رمثہ'' کو آزاد کیا اور یہ آیت پڑھی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ. تم اس وقت تک ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز کو (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو۔ (آل عمران: ٩٢)

امام عبدالرزاق نے سالم سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے کبھی اپنے کسی خادم پر لعنت نہیں کی سوا ایک کے' پھر اس کو آزاد کر دیا۔

امام ابن المبارک نے نافع سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے تو انہوں نے ایک درہم کے انگور خریدے' پس ایک مسکین آیا تو انہوں نے کہا: یہ انگور اس کو دے دو' پھر ایک دوسرا شخص آیا' اس نے ایک درہم کے انگور خریدے اور وہ آپ کے پاس لایا' پھر ایک سائل آیا تو آپ نے فرمایا: یہ اس کو دے دو' پھر ایک اور شخص آیا' اس نے آپ کے لیے ایک درہم کے انگور خریدے اور اس نے سائل کو واپس لوٹا دیا' اگر حضرت ابن عمر کو اس کا پتا چل جاتا تو آپ ان انگوروں کو نہ چکھتے۔

(الاصابہ ج ٤ ص ١٥٩-١٥٦' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

٣٧٣٨ - **حَدَّثَنَا** إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيْ حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَاٰى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَمَنَّيْتُ اَنْ اَرٰى رُؤْيَا اَقُصُّهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ غُلَامًا اَعْزَبَ وَكُنْتُ اَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَانَ مَلَكَيْنِ اَخَذَانِيْ فَذَهَبَابِيْ إِلَى النَّارِ فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَإِذَا لَهَا قَرْنَانِ كَقَرْنَيِ الْبِئْرِ وَإِذَا فِيْهَا نَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ فَلَقِيَهُمَا مَلَكٌ اٰخَرُ فَقَالَ لِيْ لَنْ تُرَعْ فَقَصَصْتُهَا عَلٰى حَفْصَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں جب کوئی شخص خواب دیکھتا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کو بیان کرتا تو میں نے تمنا کی کہ میں کوئی خواب دیکھوں اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کروں اور میں نوجوان لڑکا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسجد میں سوتا تھا' پس میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے گئے' میں نے دیکھا کہ وہ کنویں کی طرح پیچ در پیچ تھی اور کنویں کی طرح اس کے دو کنارے تھے اور اس دوزخ میں کئی لوگ تھے جن کو میں پہچانتا تھا' پس میں کہہ رہا تھا کہ میں دوزخ سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں' میں دوزخ سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں' پھر ان فرشتوں سے ایک اور فرشتہ ملا' اس نے مجھ سے کہا: تم کو دوزخ سے نہیں ڈرایا جائے گا' سو میں نے یہ خواب حضرت حفصہ کے سامنے بیان کیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٤٠ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مناقب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت عبداللہ بن عمر کی یہ منقبت ہے کہ ان کو دوزخ سے بے خوف کر دیا گیا ہے۔

٣٧٣٩ - **فَقَصَّتْهَا** عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ سَالِمٌ فَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيْلًا.

انہوں نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا' آپ نے فرمایا: عبداللہ خوب آدمی ہے' کاش! وہ رات کو تہجد کی نماز پڑھا کرتا' سالم نے بتایا کہ پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو بہت کم سوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٢٢ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ فضیلت ہے کہ وہ رات کو بہت کم سوتے تھے اور تہجد پڑھتے تھے۔

٣٧٤١'٣٧٤٠ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اُخْتِهٖ حَفْصَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس' از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از ہم شیر خود[1]

[1] عام طور پر بہن کو ہم شیرہ کہا جاتا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ ساتھ پڑھنے والی لڑکی کو ہم سبق یا ہم درس یا ہم کلاس کہا جاتا ہے۔ ہم سبقہ یا ہم درسہ یا ہم کلاسہ نہیں کہا جاتا' نیز مونث تو وہی لڑکی ہے دودھ تو مونث نہیں ہے کہ ہم شیرہ کہا جائے' لہٰذا صحیح یہ ہے کہ ہم شیر کہا جائے۔

قَالَ لَهَا اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ صَالِحٌ. حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: عبداللہ نیک مرد ہے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۱۲۲' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی عظیم منقبت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نیک مرد فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی منقبت میں مزید احادیث

(۱) مجاہد بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فتح مکہ میں حاضر ہوئے تو ان کی عمر صرف بیس سال تھی' اور ان کے ساتھ ایک سرکش گھوڑا تھا' اور بھاری نیزہ تھا' پس حضرت ابن عمر اپنے گھوڑے کے لیے تازہ گھاس کاٹنے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک عبداللہ (نوجوان مجاہد ہے)' بے شک عبداللہ (نوجوان مجاہد ہے) (دوبار فرمایا)۔

(مسند احمد: ۴۶۰۰' عالم الکتب' مسند احمد ج ۲ ص ۱۲)

علامہ عبدالرحمان الساعاتی المتوفی ۱۳۷۸ھ نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مختصر ارشاد کلام فصیح ہے' اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند بھی صحیح ہے۔ (الفتح الربانی ج ۴ ص ۳۶۳۴۳' بیت الافکار الدولیہ' الاردن: ۲۰۰۷ء)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو غزوہ احد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا' اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی تو آپ نے ان کو (جہاد کی) اجازت نہیں دی' پھر انہوں نے اپنے آپ کو غزوہ خندق میں پیش کیا' اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ (مسند احمد: ۴۶۶۱' مسند احمد ج ۲ ص ۱۷' مصنف عبدالرزاق: ۹۷۱۶۔ ج ۱۲ ص ۵۳۹' سنن ابوداؤد: ۲۹۵۷' سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۳' سنن ترمذی: ۱۳۶۱)

غزوہ احد تین ہجری میں ہوا تھا اور غزوہ خندق شوال چار ہجری میں ہوا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مرویات

علامہ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ۱۶۲۳' احادیث مروی ہیں' شیخین ۱۷۰' حدیثوں پر متفق ہیں اور امام بخاری ۸۱' حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۳۱' حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

۲۰ - بَابُ مَنَاقِبِ عَمَّارٍ وَّحُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت عمار اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالیقظان ہے' یہ اور ان کے والد قدیم الاسلام ہیں' ان کو اسلام لانے کی وجہ سے تکلیفیں دی جاتی تھیں' ابوجہل نے ان کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کو قتل کر دیا تھا اور یہ اسلام میں پہلی شہیدہ تھیں' اور ان کے والد بھی بہت پہلے وفات پا گئے تھے اور حضرت عمار زندہ رہے یہاں تک کہ وہ جنگ صفین میں شہید ہوئے اور وہ حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ تھے اور جماعت عادلہ میں تھے اور حضرت حذیفہ بن یمان بن جابر العبسی رضی اللہ عنہما انصار سے تھے' وہ اور ان کے والد یمان اسلام لے آئے تھے اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فوت ہوئے۔ امام بخاری نے ان دونوں کا تذکرہ ایک باب میں جمع کیا ہے کیونکہ ان دونوں کا تذکرہ

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ٣٢٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی والدہ کا نام سمیہ تھا' یہ قریش کی باندی تھیں' یہ سابقین اولین میں سے ہیں' ان کو اور ان کے والد کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی وجہ سے تکلیفیں دی جاتی تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: اے آل یاسر! صبر کرو تم سے جنت کا وعدہ ہے۔ حبشہ کی طرف ان کی ہجرت کرنے میں اختلاف ہے' انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور تمام غزوات میں حاضر رہے۔ جنگ یمامہ میں ان کا کان کٹ گیا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کا گورنر بنایا اور مسلمانوں کی طرف لکھا کہ یہ نجباء صحابہ میں سے ہیں۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت زر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو پہلے سات حضرات اسلام لائے تھے ان میں سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ہیں۔

امام بخاری نے حضرت عمار سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام' اور دو عورتیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ (صحیح البخاری: ٣٢٦٠)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دو' طیب مطیب کو مرحبا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عمار اپنے بدن کے جوڑوں تک ایمان سے بھرا ہوا ہے۔ (سنن ترندی: ٣٧٩٨)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث متواتر ہے کہ حضرت عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا' اور اس پر اجماع ہے کہ حضرت عمار جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے کی وجہ سے ربیع الاول سینتیس (٣٧) ہجری میں شہید کئے گئے' اس وقت ان کی عمر ترانوے (٩٣) سال تھی اور اس پر اتفاق ہے کہ درج ذیل آیت ان کے متعلق نازل ہوئی ہے:

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ. (النحل: ١٠٦) مگر جس سے جبراً کفر کہلوایا گیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا۔

(الاصابۃ ج ٤ ص ٤٧٦-٤٧٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

محمد بن عمار بن یاسر بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا اور ان کو بہت سخت عذاب پہنچایا حتیٰ کہ انہوں نے مشرکین کے جبر سے کلمہ کفر پڑھ دیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس سے گزرے تو حضرت عمار نے آپ سے اس کی شکایت کی' آپ نے پوچھا: اب تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: میرا دل ایمان سے مطمئن ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ دوبارہ تم کو عذاب دیں تو تم دوبارہ اسی طرح کرنا۔ (جامع البیان جز ١٤ ص ٢٧٧' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے باسٹھ (٦٢) احادیث مروی ہیں' دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' امام بخاری تین حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب الکمال ج ٢ ص ٣٢٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

علامہ ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ٦٣٠ھ حضرت حذیفہ کی سوانح میں لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما اور وہ حذیفہ بن حسل ہیں اور یمان حسل بن جابر کا لقب ہے۔

انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کی تو آپ نے ان کو ہجرت اور نصرت کے درمیان اختیار دیا تو انہوں نے نصرت کو اختیار کرلیا' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ احد میں حاضر ہوئے تھے اور اس غزوہ میں ان کے والد کو قتل (شہید) کر دیا گیا تھا' حضرت حذیفہ کو منافقین کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز دان کہا جاتا تھا' حضرت حذیفہ کے علاوہ اور کسی کو منافقین کا علم نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منافقین کی خبر دی تھی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: کیا میرے عُمال میں سے کوئی منافق ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ایک ہے پوچھا: وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں نہیں بتاؤں گا' پھر انہوں نے بتادیا تھا تو حضرت عمر نے اس کو معزول کر دیا' جب کوئی شخص نوت ہو جاتا تو حضرت عمر' حضرت حذیفہ کا پتا کرتے' اگر وہ اس کے جنازہ میں شریک ہوتے تو حضرت عمر اس کی نماز جنازہ پڑھاتے ورنہ نہیں۔

حضرت حذیفہ جنگ نہاوند میں حاضر ہوئے اور جب لشکر کے امیر حضرت النعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو انہوں نے جھنڈا سنبھال لیا۔ انہوں نے ھمدان' رے (طہران) اور دینور کو فتح کیا اور الجزیرہ کی فتح میں حاضر تھے اور نصیبین میں ٹھہرے اور وہاں شادی کی۔

یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شر کے متعلق سوال کرتے تھے تا کہ اس سے مجتنب رہیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو غزوہ خندق میں رات کو بھیجا تا کہ کفار کی خبر لے کر آئیں' یہ غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے کیونکہ کفار نے ان سے حلف لے لیا تھا کہ وہ ان کے خلاف قتال نہیں کریں گے' تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ قتل کریں یا نہیں' تو آپ نے فرمایا: بلکہ ہم ان کے عہد کو پورا کریں گے اور ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے۔ (المستدرک ج ۳ ص ۳۷۹' المعجم الکبیر ج ۳ ص ۱۷۹' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۴۵)

زید بن اسلم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے کہا: تم لوگ تمنا کرو تو ان لوگوں نے تمنا کی کہ ان کا گھر مال اور جواہر سے بھر جائے جس کو وہ اللہ کی راہ میں خرچ کریں' پس حضرت عمر نے کہا: لیکن میں یہ تمنا کرتا ہوں کہ مجھے ابوعبیدہ' معاذ بن جبل اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم ایسے لوگ مل جائیں اور میں ان کو اللہ عزوجل کی اطاعت میں استعمال کروں' پھر حضرت عمر نے حضرت ابوعبیدہ کی طرف مال بھیجا اور کہا: دیکھو وہ اس مال کا کیا کرتے ہیں' سو انہوں نے اس مال کو تقسیم کر دیا' پھر انہوں نے وہ مال حضرت حذیفہ کی طرف بھیجا' اور کہا: دیکھو وہ اس مال کا کیا کرتے ہیں' سو انہوں نے بھی اس مال کو تقسیم کر دیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہی بات میں نے تم سے کہی تھی۔

لیث بن ابی سلیم نے کہا: جب حضرت حذیفہ پر موت کا وقت آیا تو ان کو بہت گھبراہٹ ہوئی اور وہ بہت زیادہ روئے' ان سے کسی نے پوچھا: آپ اس قدر کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں دنیا پر افسوس کی وجہ سے نہیں رو رہا بلکہ موت مجھے زیادہ محبوب ہے' میں تو اس پر رو رہا ہوں کہ میں نہیں جانتا کہ آیا اللہ مجھ سے راضی ہو گا یا نہیں! کہا گیا ہے کہ جب ان پر موت آئی تو انہوں نے کہا: یہ میری دنیا میں آخری ساعت ہے' اے اللہ! بے شک تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں' سو تو اپنی ملاقات میں میرے لیے برکت فرما پھر وہ فوت ہو گئے۔

ان کی وفات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس دن بعد چھتیس ہجری میں ہوئی تھی۔

(اسد الغابۃ ج ۱ ص ۷۰۶-۷۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سابقین میں سے ہیں، جلیل القدر صحابی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قیامت تک کے فتنوں اور حوادث میں سے ما کان وما یکون کی خبر دے دی تھی۔ ان سے ایک سو سے زیادہ احادیث مروی ہیں جن میں سے بارہ احادیث پر شیخین متفق ہیں اور امام بخاری آٹھ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم سترہ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۲۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٣٧٤٢ - **حَدَّثَنَا** مَالِكُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُلْتُ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْلِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَأَتَيْتُ قَوْمًا فَجَلَسْتُ إِلَيْهِمْ فَإِذَا شَيْخٌ قَدْ جَاءَ حَتّٰى جَلَسَ إِلٰى جَنْبِيْ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا أَبُو الدَّرْدَاءِ فَقُلْتُ إِنِّيْ دَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُّيَسِّرَ لِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَيَسَّرَكَ لِيْ قَالَ مِمَّنْ أَنْتَ قُلْتُ مِنْ أَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ أَوَ لَيْسَ عِنْدَكُمْ ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادِ وَالْمِطْهَرَةِ وَفِيْكُمُ الَّذِيْ أَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطَانِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَلَيْسَ فِيْكُمْ صَاحِبُ سِرِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ غَيْرُهٗ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ يَقْرَأُ عَبْدُ اللّٰهِ ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى﴾ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰىO وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰىO وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى﴾ (اللیل:۱-۳) قَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ أَقْرَأَنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِيْهِ إِلٰى فِيَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از المغیرہ از ابراہیم از علقمہ، انہوں نے کہا: میں شام گیا، پس میں نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر میں نے دعا کی: اے اللہ! مجھے نیک ہم نشیں عطا فرما، پھر میں کچھ لوگوں کی طرف گیا اور ان کے پاس بیٹھ گیا، پس اچانک ایک بوڑھا آیا حتیٰ کہ وہ میرے پہلو میں بیٹھ گیا، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ہیں، پس میں نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ مجھے نیک ہم نشیں میسر فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے آپ کو میسر کر دیا، انہوں نے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا: میں اہل کوفہ سے آیا ہوں، انہوں نے کہا: کیا تمہارے ہاں حضرت ابن ام عبد (حضرت ابن مسعود) رضی اللہ عنہ نہیں ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین، گدا اور مسواک اٹھانے والے تھے اور کیا تمہارے ہاں وہ نہیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا سے شیطان سے محفوظ رکھا ہے (یعنی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما) اور کیا تمہارے پاس وہ نہیں ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رازدار تھے اور جن کے علاوہ اور کوئی آپ کے راز کو نہیں جانتا تھا (یعنی حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ)، پھر پوچھا حضرت عبد اللہ بن مسعود "واللیل اذا یغشٰی" (اللیل:۱) کی کس طرح قراءت کرتے ہیں؟ تو میں نے پڑھا: "واللیل اذا یغشٰیO والنہار اذا تجلّٰیO وما خلق الذکر والانثٰیO" (اللیل:۳-۱) تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سورت اسی طرح پڑھائی ہے اپنے منہ سے میرے منہ کی طرف۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۳۲۸۷ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت عمار بن یاسر اور حضرت حذیفہ بن یمان

رضی اللہ عنہم کا ذکر ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی منقبت میں مزید احادیث

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: عمار کو جب بھی دو کاموں کے درمیان اختیار دیا گیا تو انہوں نے اس میں سے زیادہ مشکل کام کو اختیار کیا۔ (سنن ترمذی:۳۷۹۹۔۳۔۲٬ مسند احمد ج۶ ص ۱۱۳)

(۲) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے٬ آپ نے فرمایا: میں (از خود) نہیں جانتا کہ میں کب تک تم میں باقی رہوں گا٬ تم میرے بعد ان لوگوں کی اقتداء کرنا اور آپ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کیا اور عمار کی سیرت سے ہدایت حاصل کرنا اور ابن مسعود تم کو حدیث بیان کریں تو اس کی تصدیق کرنا۔

(سنن ترمذی:۳۷۹۹۔۳٬ مسند احمد ج۵ ص۳۹۹)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: عمار کو بشارت دو کہ اس کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ (سنن ترمذی:۳۸۰۰)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر باغی کے اطلاق کی تحقیق

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ نے قتل کیا تھا٬ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی ظاہر کے اعتبار سے فرمایا ہے کیونکہ انہوں نے خلیفہ برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکم عدولی کی اور ان کے خلاف جنگ کی لیکن یہ حضرت معاویہ کی اجتہادی خطاء تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے لیے دعا کی تھی: اے اللہ! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور ان کے سبب سے ہدایت دے (سنن ترمذی:۳۸۴۳) اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقۃً باغی ہوتے تو وہ ان کے خلاف کبھی جنگ موقوف کر کے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو دونوں فریقوں کے درمیان حکم نہ بناتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ○ (الحجرات:۹)

پھر اگر ان میں سے ایک گروہ٬ دوسرے کے خلاف بغاوت کرے تو باغی گروہ سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کر لے٬ پس اگر وہ رجوع کر لے تو ان میں عدل کے ساتھ صلح کرا دو٬ اور انصاف سے کام لو٬ بے شک اللہ انصاف سے کام کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے○

اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقۃً باغی ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان سے جنگ ختم کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے انحراف کو مستلزم ہوتا کیونکہ حضرت معاویہ نے اپنے موقف سے رجوع نہیں کیا تھا اور ان کے رجوع کے بغیر ان سے جنگ ختم کرنا اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی ہے٬ مجھ سے ایک شخص نے کہا: ان کے گروہ کا نیزوں پر قرآن اٹھا لینا اور دو حاکموں کا مقرر کرنا ہی ان کا رجوع ہے٬ میں نے کہا: نہیں حضرت معاویہ کا رجوع یہ ہوتا کہ وہ حضرت علی کو خلیفہ برحق مان لیتے اور شام کی خلافت سے دست بردار ہو جاتے مگر اس شخص نے میرا یہ جواب نہیں مانا اور اپنی ضد پر ڈٹا رہا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ حقیقۃً باغی نہیں تھے٬ اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ:

حارث اعور بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین سے لوٹ کر فرمایا: اے لوگو! معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرنا کیونکہ

اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تم دیکھو گے کہ تمہارے سر تمہارے کندھوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جس طرح اندرائن کے پھل درخت سے گرتے ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۶۳۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

عبداللہ بن عروہ نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو صفین کی جنگ میں حاضر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی رات باہر نکلے' آپ نے اہل شام کی طرف دیکھ کر یہ دعا کی: اے اللہ! میری مغفرت فرما اور ان کی مغفرت فرما' پھر حضرت عمار لائے گئے تو آپ نے ان کے لیے بھی یہ دعا کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یزید بن اصم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے متعلق سوال کیا گیا' تو آپ نے فرمایا: ہمارے مقتول اور ان کے مقتول جنت میں ہیں اور یہ معاملہ میرے اور معاویہ کے درمیان سونپ دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۶۹' کنزالعمال: ۳۱۷۰۰' تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۹۷' بیروت)

نعیم بن ابی ھند اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں میں صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو نماز کا وقت آ گیا تو ہم نے بھی اذان دی اور اہل شام نے بھی اذان دی' ہم نے بھی اقامت کہی اور انہوں نے بھی اقامت کہی' پھر ہم نے نماز پڑھی اور انہوں نے بھی نماز پڑھی' پھر حضرت علی نے مڑ کر دیکھا تو ہمارے درمیان بھی مقتولین تھے اور ان کے درمیان بھی مقتولین تھے' جب حضرت علی نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے ان سے پوچھا: آپ ہمارے مقتولین اور ان کے مقتولین کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو ہم میں سے اور ان میں سے اللہ کی رضا اور آخرت کے لیے لڑتا ہوا قتل کیا گیا' وہ جنت میں ہے۔

(سنن سعید بن منصور: ۲۹۶۸' ج ۲ ص ۳۴۵-۳۴۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اگر حضرت علی کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقۃً باغی ہوتے تو وہ ان کے لیے اور ان کے لشکر کے لیے مغفرت کی دعا نہ فرماتے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کے نزدیک حضرت معاویہ حقیقۃً باغی نہ تھے اور ان کا حضرت علی سے اختلاف اجتہادی خطاء پر مبنی تھا لیکن ہمارے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت خلیفہ برحق تھے' اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اجتہادی خطاء لاحق ہوئی اور احادیث میں جو ان پر باغی کا اطلاق ہے وہ ظاہر کے اعتبار سے ہے' جیسے قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام پر ظاہر کے اعتبار سے عاصی کا اطلاق ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ (طٰہٰ: ۱۲۱) اور آدم نے اپنے رب کی (بہ ظاہر) معصیت کی تو وہ (جنت کی سکونت سے) بے راہ ہوئے ۝

حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام نے حقیقۃً اپنے رب کی معصیت نہیں کی تھی' بھولے سے درخت ممنوع سے کھا لیا تھا اور یہ معصیت نہیں ہے' اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر احادیث میں باغی کے اطلاق کا معاملہ ہے' وہ بھی بہ اعتبار ظاہر اور مجازاً ہے۔

ہماری اس تحقیق کی تائید حضرت ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ کی اس عبارت سے ہوتی ہے' وہ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: معاویہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا' جب حضرت علی کو یہ حدیث پہنچی' تو انہوں نے کہا: اگر مجھے اس کا (پہلے) علم ہوتا تو میں ان سے جنگ نہ کرتا۔ (شرح الشفاء لقاضی عیاض ج ۱ ص ۶۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے بھی واضح ہو گیا کہ ان کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقۃً باغی نہیں تھے۔ حضرت معاویہ کے گروہ پر باغی کے اطلاق کی وضاحت کے بعد اب پھر ہم حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی منقبت میں احادیث کو بیان کر رہے ہیں:

(۴) حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے درمیان مناقشہ ہو رہا تھا' میں نے ان سے درشت کلام کیا' پس حضرت عمار نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری شکایت کی' حضرت خالد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے' حضرت عمار سے درشت لہجہ میں بات کی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے' آپ بات نہیں کر رہے تھے' پس حضرت عمار رونے لگے اور کہا: یارسول اللہ! کیا آپ ان کو نہیں دیکھ رہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر اقدس اٹھا کر فرمایا: جس نے عمار سے عداوت رکھی اس سے اللہ عداوت رکھے گا اور جس نے عمار سے بغض رکھا اس سے اللہ بغض رکھے گا۔ حضرت خالد نے کہا: پھر میں اس حال میں باہر نکلا کہ مجھے حضرت عمار کو راضی کرنے سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں تھی۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۸۹' صحیح ابن حبان: ۷۰۸۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۲۰' السنن الکبریٰ: ۸۲۶۸)

(۵) اہل مصر کے ایک شخص نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ہدیے پیش کئے تو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو زیادہ ہدیے دیئے' حضرت عمرو بن العاص سے اس کی شکایت کی گئی تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۹۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۳۰۲' مسند ابویعلیٰ: ۷۳۴۲)

(٦) عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حضرت علی اور حضرت عمار کو برا کہنے لگا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: رہے حضرت علی تو میں ان کے متعلق کچھ کہنے والی نہیں ہوں اور رہے حضرت عمار تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عمار کو جن دو کاموں کے متعلق اختیار دیا جائے تو وہ اس کو اختیار کرتے ہیں جو ہدایت کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

(مسند احمد ج ٦ ص ۱۱۳' سنن ترمذی: ۳۷۹۹' السنن الکبریٰ: ۸۲۷٦' سنن ابن ماجہ: ۱۴۸' المستدرک ج ۲ ص ۳۸۸)

(۷) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابن سمیہ (حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما) پر جب بھی دو کام پیش کیے گئے تو انہوں نے اس کو اختیار کیا جو ہدایت کے زیادہ قریب تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۱۹' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۹' المستدرک ج ۳ ص ۸۸' المعجم الکبیر: ۱۰۰۷۲)

(۸) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس نے خبر دی' جو مجھ سے افضل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا جب وہ خندق کھود رہے تھے آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا: ابن سمیہ پر افسوس ہے اس کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۷' صحیح مسلم: ۲۹۱۵' السنن الکبریٰ: ۸۵۴۸' الاحاد والمثانی: ۱۸۷۰' سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۸۹)

بہ کثرت احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ نے قتل کیا تھا' اس میں یہ دلیل ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اجتہادی خطاء لاحق ہوئی۔

علامہ احمد عبد الرحمان البناء متوفی ۱۳۷۸ھ لکھتے ہیں' علامہ نووی نے کہا ہے کہ:

اس حدیث میں اس پر حجت ظاہرہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف صحیح تھا اور وہ حق پر تھے اور دوسری جماعت بظاہر باغی تھی لیکن وہ مجتہد تھے' ان پر کوئی گناہ نہیں ہے اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی معجزے ہیں۔ (۱) حضرت عمار شہید ہو کر فوت ہوں گے۔ (۲) ان کو قتل کرنے والے (ظاہراً) باغی ہوں گے۔ (۳) صحابہ کرام آپس میں جنگ کریں گے' اور آپ کی دی ہوئی یہ غیب کی خبریں روشن صبح کی طرح صادق ہوئیں۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج۱۱ ص ۷۱۶۳، الفتح الربانی ج ۴ ص ۴۳۸۷، بیت الافکار الدولیة' اردن: ۲۰۰۷ء)

(۹) عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے اور اپنے بیٹے علی سے فرمایا: تم دونوں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے حدیث سنو' انہوں نے کہا: جب ہم دونوں گئے تو حضرت ابوسعید باغ میں تھے' جب انہوں نے ہم کو دیکھا تو انہوں نے اپنی چادر لی' پس ہمارے پاس آ کر بیٹھ گئے' پھر ہم کو حدیث بیان کرنے لگے حتیٰ کہ مسجد کو بنانے کا ذکر آ گیا تو وہ کہنے لگے: ہم ایک ایک اینٹ لا رہے تھے اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما دو دو اینٹیں لا رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھا تو ان سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا: تم ایک ایک اینٹ کیوں نہیں اٹھا کر لا رہے ہو' جس طرح تمہارے دوسرے اصحاب لا رہے ہیں؟ حضرت عمار نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے (زیادہ) اجر چاہتا ہوں' حضرت ابوسعید نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا: افسوس ہے عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا' وہ ان کو جنت کی دعوت دے گا اور وہ گروہ ان کو دوزخ کی دعوت دے گا' پھر حضرت عمار یہ کہا کرتے تھے: میں فتنوں سے رحمٰن کی پناہ طلب کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۴۴۷' صحیح ابن حبان: ۷۰۷۸' مسند احمد ج ۳ ص ۹۱)

حضرت معاویہ کا گروہ دوزخ کی طرف بلاتا تھا' اس کی تاویل

علامہ احمد عبد الرحمان البناء التوفی ۱۳۷۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ جو مخالف کو جنت کی دعوت دیتے تھے اس سے مراد ہے: وہ ان کو جنت کے سبب کی طرف دعوت دیتے تھے اور وہ سبب امام کی اطاعت ہے جس کی اطاعت کرنا واجب ہے کیونکہ امام برحق اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور دوسرا گروہ امام برحق کی مخالفت کی دعوت دیتا تھا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوزخ کی طرف بلانے سے تعبیر فرمایا اور اس سے مراد ہے: دوزخ کا سبب کیونکہ امام برحق کی مخالفت دوزخ کا سبب ہے لیکن یہ گروہ اپنے اجتہاد اور اس کی تاویل کی وجہ سے معذور ہے جو ان پر ظاہر ہوئی تھی۔

(الفتح الربانی ج ۴ ص ۴۳۸۷' بیت الافکار الدولیة' اردن' ۲۰۰۷ء)

علامہ عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث میں "الفئة الباغية" کے الفاظ ہیں' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ تاویل کی تھی کہ باغیہ کا معنی ہے طالبہ اور ہم وہ گروہ ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قصاص کے طالب ہیں' لہٰذا یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۴۵۹' دار الوفاء: ۱۴۱۹ھ)

(۱۰) سالم بن ابی الجعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند اصحاب کو بلایا جن میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بھی تھے' پس کہا: میں تم سے سوال کرتا ہوں اور میں پسند کرتا ہوں کہ تم میری تصدیق کرو' میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں' کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کو تمام لوگوں پر ترجیح دیتے تھے' اور بنو ہاشم کو تمام قریش پر ترجیح دیتے تھے' تو سب لوگ خاموش رہے' پھر حضرت عثمان نے کہا: اگر میرے ہاتھ میں جنت کی کنجیاں ہوتیں تو میں تمام بنوامیہ کو جنت میں داخل کر دیتا' پھر حضرت عثمان نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو بلا کر کہا: کیا میں تم کو حضرت عمار کے متعلق حدیث نہ سناؤں! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آیا' ہم ایک وسیع میدان میں جا رہے تھے حتیٰ کہ حضرت عمار کے باپ اور ماں رضی اللہ عنہما کے پاس سے اس حال میں گزرے کہ ان کو (ایمان لانے کی پاداش میں) عذاب دیا جا رہا تھا' پس حضرت عمار کے والد نے کہا: یا رسول اللہ! کیا تمام عمر مجھے یونہی عذاب دیا جاتا رہے گا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم صبر کرو' پھر دعا کی: اے اللہ! آل یاسر کی مغفرت

فرما اور یہ دعا قبول ہو چکی ہے۔ (مسند احمد ج ١ ص ٦٢)

(١١) حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا: مجھے بتایئے کہ جس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے وقت راضی تھے کیا وہ نیک شخص نہیں ہو گا' انہوں نے کہا: کیوں نہیں' اس شخص نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے وقت تک آپ سے محبت کرتے تھے اور انہوں نے آپ کو لشکر کا افسر بنایا تھا' حضرت عمرو بن العاص نے کہا: ہاں! مجھے آپ نے افسر بنایا تھا' پس اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ آپ کا مجھے افسر بنانا مجھ سے محبت کی وجہ سے تھا یا مجھ سے خدمت لینے کی وجہ سے تھا' لیکن میں تم کو بتاتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو آدمیوں سے وفات کے وقت تک محبت کرتے تھے' ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن مسعود تھے اور دوسرے حضرت عمار بن یاسر تھے' رضی اللہ عنہم۔

(مسند احمد ج ۴ ص ٢٠٣' سنن الکبریٰ: ٨٢٧۴' المستدرک ج ٣ ص ٣٩٢)

٣٧٤٣- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ ذَهَبَ عَلْقَمَةُ إِلَى الشَّامِ فَلَمَّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ قَالَ اللّٰهُمَّ يَسِّرْ لِي جَلِيسًا صَالِحًا فَجَلَسَ إِلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ مِمَّنْ أَنْتَ قَالَ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ قَالَ أَلَيْسَ فِيكُمْ أَوْ مِنْكُمْ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِي لَا يَعْلَمُهُ غَيْرُهُ يَعْنِي حُذَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ بَلَى قَالَ أَلَيْسَ فِيكُمْ أَوْ مِنْكُمُ الَّذِي أَجَارَهُ اللّٰهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ يَعْنِي عَمَّارًا قُلْتُ بَلَى قَالَ أَلَيْسَ فِيكُمْ أَوْ مِنْكُمْ صَاحِبُ السِّوَاكِ أَوِ السِّرَارِ قَالَ بَلَى قَالَ كَيْفَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقْرَأُ ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ○ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى﴾ قُلْتُ ﴿وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى﴾ قَالَ مَا زَالَ بِي هٰؤُلَاءِ حَتّٰى كَادُوا يَسْتَنْزِلُونِي عَنْ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از مغیرہ از ابراہیم' انہوں نے کہا: علقمہ شام کی طرف گئے' پس جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو انہوں نے دعا کی: اے اللہ! تو مجھے نیک ہم نشین میسر کر' پس وہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی طرف بیٹھے تو انہوں نے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ تو انہوں نے کہا: اہل کوفہ سے' تو حضرت ابوالدرداء نے کہا: کیا تم یا تم میں سے وہ شخص نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان رازوں کو جانتا تھا جن کو ان کے سوا کوئی اور نہیں جانتا تھا؟ یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ' علقمہ نے بیان کیا: میں نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابوالدرداء نے کہا: کیا تم یا تم میں سے وہ شخص نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر شیطان سے پناہ میں رکھا تھا؟ یعنی حضرت عمار رضی اللہ عنہ' میں نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے کہا: کیا تم میں یا تم میں سے وہ شخص نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسواک اور آپ کا تکیہ اٹھاتا تھا؟ علقمہ نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کس طرح قراءت کرتے تھے؟ "والیل اذا یغشی ○ والنھار اذا تجلی ○ (الیل:٢۔١)" میں نے کہا: "وَالذکرِ والانثی" انہوں نے کہا: میرا ان لوگوں سے ہمیشہ مباحثہ رہا ہے حتیٰ کہ وہ مجھے اس حدیث سے پھیرنا چاہتے تھے جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٨٧ میں گزر چکی ہے۔

٢١ - بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے مناقب

حضرت ابوعبیدہ کا نام عامر بن عبداللہ بن الجراح بن هلال بن اهیب بن ضبۃ بن الحارث بن فھر ہے'ان کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فھر بن مالک میں مجتمع ہو جاتا ہے اوران کے اور آپ کے آباء کے درمیان پانچ آباء کا فاصلہ ہے'ان کا لقب ہے ''امت کے امین'' ان کے والد جنگ بدر میں حالت کفر میں مارے گئے تھے'ایک قول یہ ہے کہ خود انہوں نے ہی اپنے والد کو قتل کیا تھا' حضرت ابوعبیدہ کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شام کا امیر مقرر کیا تھا اور وہ شام میں اٹھارہ ہجری میں طاعون عمواس میں فوت ہوئے تھے'ان کی قبر عمتا نام کی بستی میں غور بیسان نام کی جگہ میں ہے'ان کی نماز جنازہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی۔ حضرت ابوعبیدہ کی عمر ٥٨ سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج١٦ص٣٢٧'دارالکتب العلمیہ'بیروت'١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوعبیدہ' حضرت عثمان بن مظعون' حضرت عبیدہ بن الحارث' حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے ایک ساعت میں اسلام لائے تھے'ان کی والدہ کا نام امیمہ بنت غنم ہے' یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے اسلام لانے میں سبقت کی تھی' اور دو ہجرتیں کی تھیں اور غزوہ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر رہے تھے' یہ وہی ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے سے لوہے کی دو کڑیاں نکالی تھیں جس کی وجہ سے آپ کے سامنے کے دانت شہید ہو گئے تھے'اور ان کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح ہے۔

الواقدی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اور حضرت سعد بن معاذ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا' اور یہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے (طاعون کی وباء میں) کہا تھا: کیا ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگ جائیں[1] تو حضرت عمر نے کہا: اے ابو عبیدہ! کاش! تمہارے علاوہ کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی' ہاں! ہم اللہ تعالیٰ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

امام ابویعلیٰ نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ عبداللہ بن شقیق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس سے زیادہ محبت تھی'تو انہوں نے کہا: حضرت ابوبکر سے' پھر حضرت عمر سے' پھر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح سے رضی اللہ عنہم۔

حضرت ابوعبیدہ مہندی اور کتم (ایک بوٹی جس سے سیاہ رنگ نکلتا ہے) کو ملا کر خضاب لگاتے تھے۔

٣٧٤٤ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينًا وَّإِنَّ أَمِينَنَا أَيَّتُهَا الْأُمَّةُ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ.

[اطراف الحدیث:٤٣٨٢-٧٢٥٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور

---

[1] حضرت ابوعبیدہ نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ دیا تھا کہ لوگوں سے کہو کہ عمواس سے نکل جائیں۔
(الاصابۃ ج٣ص٤٧٨-٤٧٥'ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت'١٤١٥ھ)

اے امت! ہمارا امین ابوعبیدہ بن الجراح ہے۔

(صحیح مسلم:۲۴۱۹، الرقم المسلسل:۶۱۴۶، طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۴۱۲، مسند ابو یعلیٰ:۳۰۹۸، مسند احمد ج ۳ ص ۲۴۵، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۳۵۶۳، ج ۲۱ ص ۱۸۹، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حضرت ابوعبیدہ کا خصوصی وصف امانت اور دیگر صحابہ کے خصوصی اوصاف

اس حدیث میں مذکور ہے اے امت! یہ بہ ظاہر نداء ہے، مگر اس سے مراد اختصاص ہے یعنی تمام امتوں میں ہماری امت اسی وصف کے ساتھ مخصوص ہے کہ اس کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے۔

ہر چند کہ تمام صحابہ امین ہیں مگر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ امین ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبار صحابہ میں سے ہر صحابی کو ایک منفرد اور مخصوص فضیلت کے ساتھ موصوف فرمایا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر ہیں، اور اللہ کے دین میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں، اور سب سے زیادہ حیاء کرنے والے عثمان ہیں، اور سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے علی ہیں، اور حلال اور حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے معاذ بن جبل ہیں، اور کتاب اللہ کی سب سے اچھی قراءت کرنے والے ابی (بن کعب ہیں)، اور وراثت کے احکام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے زید بن ثابت ہیں، اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے، اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔ (سنن ابن ماجہ:۱۵۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

(سنن ترمذی:۳۷۲۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ (المستدرک:۱۲۷،۴، دار المعرفہ بیروت، المعجم الکبیر:۱۲۵۹۳، المعجم الاوسط:۳۴۳)

۳۷۴۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ صِلَةَ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ نَجْرَانَ لَأَبْعَثَنَّ يَعْنِي عَلَيْكُمْ أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ فَأَشْرَفَ أَصْحَابُهُ فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. [اطراف الحدیث: ۴۳۸۰-۴۳۸۱-۷۲۵۴] (صحیح مسلم: ۲۴۲۰، الرقم المسلسل:۶۱۴۸، سنن ترمذی:۳۷۹۶، سنن ابن ماجہ:۱۳۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از صلۃ از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل نجران سے فرمایا: میں ضرور تمہارے پاس بھیجوں گا یعنی ایک امین جو حقیقی امین ہوگا، سو تمام صحابہ اس کے منتظر تھے (کہ کس کو بھیجتے ہیں)، پس آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

نجران کا محل وقوع اور نجران کے وفد کی تعداد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نجران یمن کا ایک شہر ہے اور اس کے اہل یہ تھے: العاقب اور اس کا نام عبدالمسیح ہے، اور السید اور ابوالحارث بن علقمۃ، اور اس کا بھائی کرز اور اوس اور زید بن قیس اور شیبہ اور خویلد اور عمرو اور عبیداللہ۔

امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ نجران کا وفد نو ہجری میں آیا تھا اور یہ ان کے شہر کے چودہ معزز افراد تھے، یہ عیسائی تھے اور اس

وقت تک اسلام نہیں لائے تھے' السید اور العاقب چند دن ٹھہرنے کے بعد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ نجران کے وفد میں ساٹھ سوار تھے' ان میں سے چوبیس ان کے معزز افراد تھے' اور تین ان کے کار مختار تھے' العاقب' السید اور ابو حارثہ' یہ لوگ جب مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو بہت زرق برق لباس پہنے ہوئے تھے' نماز کا وقت آ چکا تھا' انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو' ان میں سے گفتگو کرنے والے ابو حارثہ' السید اور العاقب تھے' انہوں نے درخواست کی کہ ان کے ساتھ کوئی امین بھیج دیں تو آپ نے ان کے ساتھ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو بھیجا' ابو حارثہ رسول اللہ ﷺ کے برحق ہونے کو پہچان چکا تھا لیکن اس کی سرداری اور بڑائی نے اس کو حق کی پیروی کرنے سے باز رکھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٢٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے مناقب میں مزید احادیث

(١) شریح بن عبید اور راشد بن سعد وغیرہما نے بیان کیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سرغ (تبوک میں شام کی جانب ایک قصبہ) میں پہنچے تو ان کو یہ خبر ملی کہ شام میں شدید وباء پھیلی ہوئی ہے' انہوں نے کہا: مجھے یہ خبر ملی ہے کہ شام میں شدید وباء ہے تو میں نے دل میں کہا: اگر مجھے موت آ گئی اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ زندہ ہوئے تو میں ان کو خلیفہ بنا دوں گا' پس اگر مجھ سے اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ تم نے (سیدنا) محمد ﷺ کی امت پر کس کو خلیفہ بنایا ہے' تو میں کہوں گا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر نبی کا ایک امین ہوتا ہے اور میرے امین ابو عبیدہ بن الجراح ہیں' تو لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا: قریش کے دیگر معززین کو کیوں خلیفہ نہیں بناتے' ان کی مراد بنو فہر تھے' پھر حضرت عمر نے کہا: اگر میری موت گئی اور حضرت ابو عبیدہ فوت ہو چکے ہوں تو میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناؤں گا' اگر مجھ سے میرے رب عزوجل نے پوچھا: تم نے ان کو کیوں خلیفہ بنایا ہے تو میں کہوں گا کہ میں نے تیرے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن معاذ بن جبل علماء پر مقدم ہوں گے۔ (مسند احمد ج ١ ص ١٨' طبقات ابن سعد ج ٣ ص ٤١٣' الاحاد والمثانی ج ٣ ص ٤١٨' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ١٣٥' المعجم الکبیر ج ٢٠' رقم: ٤١' حلیۃ الاولیاء ج ١ ص ٢٢٩)

(٢) عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے اصحاب میں سے کس سے سب سے زیادہ محبت تھی؟ انہوں نے بتایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے' میں نے پوچھا: پھر کس سے؟ انہوں نے بتایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے' میں نے پوچھا: پھر کس سے؟ انہوں نے بتایا: حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے' میں نے پوچھا: پھر کس سے؟ تو وہ خاموش ہو گئیں۔ (صحیح مسلم: ٢٣٨٥' الرقم المسلسل: ٦٠٧٢)

(٣) ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے حتیٰ کہ میں آپ سے بیعت کروں' کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ اس امت کے امین ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے کہا: میں اس شخص کے سامنے مقدم نہیں ہو سکتا جس کو رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ ہمارے امام بنیں' سو انہوں نے ہماری امامت کی حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

(مسند احمد ج ١ ص ٣٥' المستدرک ج ٣ ص ٢٦٧' یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ ابوالبختری کی حضرت عمر سے ملاقات ثابت نہیں)

(٤) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نجران کے دو صاحب العاقب اور السید آئے' انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے مباہلہ کریں تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان سے مباہلہ نہ کرو' اللہ کی قسم! اگر یہ (واقعی) نبی ہیں

اور انہوں نے ہم پر لعنت کی تو ہم کبھی فلاح نہیں پا سکیں گے اور نہ ہماری نسل آگے چلے گی' پھر وہ دونوں آپ کے پاس آئے اور کہا: ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرتے' لیکن آپ ہم کو جو حکم دیں گے اس کو ہم بجا لائیں گے' سو آپ ہمارے ساتھ کوئی امانت دار شخص بھیج دیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ضرور تمہارے ساتھ ایک حقیقی امین شخص بھیج دوں گا' راوی نے کہا: پس تمام اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منتظر تھے کہ آپ کس کو بھیجتے ہیں' پھر آپ نے فرمایا: اے ابوعبیدہ بن الجراح! تم کھڑے ہو' جب وہ دونوں چلے گئے تو آپ نے فرمایا: یہ اس امت کا امین ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ١٣٦' السنن الکبریٰ: ٨١٩٦' المستدرک ج ٣ ص ٢٦٧' مسند احمد ج ١ ص ٤١٤)

وفد نجران کا قصہ

علامہ احمد عبدالرحمن البناء متوفی ١٣٧٨ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل نجران کی طرف مکتوب لکھا اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا: اگر تم اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے ہو تو جزیہ دو' اور اگر تم جزیہ دینے سے بھی انکار کرتے ہو تو میں تم سے اعلان جنگ کرتا ہوں' تو وہ ساٹھ سوار مدینہ میں آئے' ان میں سے چودہ معززین تھے جن میں سے تین کار مختار تھے: (١) العاقب (٢) السید (٣) ابوحارثہ بن علقمہ' یہ لوگ عمدہ پوشاک پہنے عصر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' اس وقت ان کی نماز کا وقت آ گیا تھا' انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' صحابہ نے ان کو منع کرنے کا ارادہ کیا' تو آپ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو' وہ کئی دن مدینہ میں رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے اور اپنے دیگر موضوعات باطلہ کے متعلق مناظرہ کرتے رہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوی دلائل اور مسکت براھین سے ان کا رد کرتے رہے لیکن وہ نہیں مانے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی' مباہلہ کی تعریف یہ ہے کہ جب دو فریقوں میں حق اور باطل کا اختلاف ہو تو ان میں سے ہر فریق یہ کہے کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو' پھر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور اس سے ڈرے کہ ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو' سورہ آل عمران کی ابتدائی اسی (٨٠) آیات اس کے متعلق نازل ہوئی ہیں' پھر انہوں نے اس پر صلح کر لی کہ وہ دو ہزار حلّے اور ایک ہزار درہم ہر سال جزیہ ادا کریں گے۔

(الفتح الربانی ج ٤ ص ٣٣٤' بیت الافکار الدولیۃ' اردن' ٢٠٠٧ء)

(٥) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اہل یمن (نجران) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' تو انہوں نے کہا: آپ ہمارے ساتھ کوئی شخص بھیجیں جو ہمیں سنت اور اسلام کی تعلیم دے' تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: یہ اس امت کا امین ہے۔ (صحیح مسلم: ٢٤١٩' الرقم المسلسل: ٦١٤٧)

(٦) شہر بن حوشب اپنی قوم کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ وہ عمواس کے طاعون میں حاضر تھے' جب بیماری پھیل گئی تو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے کھڑے ہو کر لوگوں میں خطبہ دیا اور کہا: اے لوگو! یہ بیماری تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے اور تمہارے نبی کی دعا ہے اور تم سے پہلے نیک مسلمانوں کی موت ہے' اور بے شک ابوعبیدہ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے کہ وہ اس کے لیے اس کا حصہ مقدر کر دے' پھر حضرت ابوعبیدہ کو طاعون ہو گیا اور ان کی وفات ہو گئی' اور انہوں نے لوگوں کے اوپر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنا دیا اور انہوں نے ان کے بعد خطبہ دیا اور کہا: اے لوگو! یہ بیماری تمہارے رب کی رحمت اور تمہارے نبی کی دعا ہے اور تم سے پہلے نیک مسلمانوں کی موت ہے' اور بے شک معاذ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے

کہ وہ آل معاذ کے لیے اس کا حصہ مقدر کر دے' پھر ان کے بیٹے عبدالرحمان بن معاذ کو طاعون ہو گیا' پس وہ فوت ہو گئے' پھر وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے لیے اپنے رب سے دعا کی' پھر ان کی ہتھیلی میں گلٹی ہو گئی' پس میں نے دیکھا وہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے' پھر وہ اپنی ہتھیلی کی پشت کی طرف متوجہ ہوئے' پھر وہ کہہ رہے تھے کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ مجھے تیرے عوض کچھ دنیا مل جائے' پھر جب وہ فوت ہو گئے تو انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے اوپر اپنا جانشین بنا دیا' پھر وہ ہم میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: اے لوگو! جب یہ بیماری آتی ہے تو وہ لوگوں میں آگ کی طرح پھیل جاتی ہے' پس تم لوگ اس سے بچنے کے لیے پہاڑوں پر چلے جاؤ' راوی نے کہا: تب حضرت عمرو بن العاص سے ابو واثلہ الھذلی نے سخت کلامی کی' اور کہا: تم نے جھوٹ بولا' اللہ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت میں رہا ہوں' حضرت عمرو بن العاص نے کہا: اللہ کی قسم! میں تمہاری بات کا رد نہیں کرتا' پھر وہ چلے گئے اور لوگ بھی چلے گئے اور منتشر ہو گئے' اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرو بن العاص کی لوگوں سے مدافعت کی' پھر حضرت عمر بن الخطاب تک حضرت عمرو بن العاص کی رائے پہنچی تو اللہ کی قسم! انہوں نے اس کو ناپسند نہیں کیا۔ (مسند احمد ج ١ ص ١٩٦)

اس حدیث کی سند میں شہر بن حوشب ضعیف راوی ہے۔ (حاشیۃ المسند ج ٣ ص ٢٢٦' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جو لوگوں سے کہا تھا کہ تم طاعون سے بچنے کے لیے پہاڑوں پر چلے جاؤ' تا کہ تم اس وباء کے شر سے بچ جاؤ' انہوں نے یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ اس وباء کے شر سے بچنے کے اسباب کو اختیار کریں اور ان کو علم تھا کہ اللہ کی تقدیر کو کوئی چیز نہیں ٹال سکتی' جو وہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔

حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں ابو واثلہ الھذلی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص پر یہ اعتراض حضرت شرحبیل بن حسنہ نے کیا تھا اور اس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص پر کئی لوگوں نے اعتراض کیا ہو۔ میرے علم کے مطابق اس حدیث کی امام احمد کے علاوہ اور کسی نے روایت نہیں کی۔ (الفتح الربانی ج ٤ ص ٤٤٣٥' بیت الافکار الدولیۃ' ٢٠٠٧ء)

طاعون متعدی مرض ہے

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے نزدیک بعض امراض متعدی ہوتے ہیں' اسی لیے انہوں نے لوگوں کو خطبہ دیا کہ عمواس میں طاعون پھیلا ہوا ہے اس لیے تم لوگ عمواس سے پہاڑوں پر چلے جاؤ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس خطبہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی بعض امراض متعدی ہوتے ہیں' رہا حضرت ابو واثلہ الھذلی اور حضرت شرحبیل کا اس پر اعتراض کرنا تو یہ کوئی تشویش کی بات نہیں ہے کیونکہ ہر اجتہادی مسئلہ میں بعض لوگوں کو اختلاف تو ہوتا ہے۔

٠٠٠ - بَابُ مَنَاقِبِ مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت مصعب بن عمیر کا پورا نام ہے' مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی القرشی' ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے' یہ اجلہ صحابہ سے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ہجرت سے پہلے' عقبہ ثانیہ کے بعد قرآن مجید اور دین کے احکام کی تعلیم دینے کے لیے مدینہ بھیجا تھا' ان کو قاری اور مقری کہا جاتا تھا' ایک قول یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے انہوں نے مسلمانوں کو جمع کر کے جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھائی' یہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ان کو ابن قمیئہ لیثی نے شہید کیا تھا' اس وقت ان کی

عمر چالیس سال یا اس سے زیادہ تھی' رسول اللہ ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے کے بعد یہ اسلام لائے تھے' ان کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ دار ارقم میں اسلام کی تبلیغ فرمار ہے ہیں' تو یہ دار ارقم میں داخل ہوئے اور اسلام قبول کرلیا' انہوں نے اپنے ماں باپ کے خوف سے اسلام کو مخفی رکھا' یہ چھپ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس جاتے تھے' ایک دن عثمان بن طلحہ نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا' اس نے ان کی قوم اور ان کی ماں کو خبر کر دی' انہوں نے ان کو قید کر لیا' اور ان کو قید میں ہی رکھا حتیٰ کہ یہ سرزمین حبشہ کی طرف نکل گئے اور وہاں ہجرت کی' اس کے بعد یہ معرکہ بدر میں حاضر ہوئے۔

امام بخاری نے صرف ان کے مناقب کا عنوان قائم کیا ہے اور اس باب میں کوئی حدیث درج نہیں کی' شاید انہیں اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں ملی (تاہم کتاب الجنائز میں انہوں نے ان کی فضیلت میں ایک حدیث روایت کی ہے۔سعیدی غفرلہ)

(عمدۃ القاری ج١٦ ص٣٢٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٩ھ)

علامہ احمد عبدالرحمن البناء المتوفی ١٣٧٨ھ لکھتے ہیں:

مدینہ میں ان کے ہاتھ پر حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسد بن حضیر رضی اللہ عنہما اسلام لائے اور یہ ان کی فضیلت اور شرف کے لیے بہت کافی ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا: مدینہ میں مہاجرین میں سے جو سب سے پہلے ہمارے پاس آئے وہ حضرت مصعب بن عمیر تھے' وہ غزوہ بدر اور احد میں حاضر ہوئے اور احد میں شہید ہوئے اور ان ہی کے پاس مسلمانوں کا جھنڈا تھا' وہ بہت فیاض تھے اور ان کے اخلاق بہت عمدہ تھے' وہ بہت حسین تھے' اور بہت اچھے کپڑے پہنتے تھے اور نفیس خوشبو لگاتے تھے اور جب وہ اسلام لائے تو ان کے ماں باپ نے ان سے سب کچھ چھین لیا' ان کے پاس صرف ایک پیوند لگی ہوئی چادر تھی' حضرت مصعب نے حضرت حمنہ بنت جحش سے شادی کی تھی رضی اللہ عنہما۔ (الفتح الربانی ج٢٢ ص١٠٤٤' بیت الافکار الدولیہ' اردن' ٢٠٠٧ء)

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں یہ حدیث ہے:

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے محض رضاء الٰہی کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی' پس ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور ہم میں سے بعض فوت ہو گئے اور ان کو دنیا میں اپنے اجر سے کچھ نہیں ملا اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کے (اجر کے) پھل پک گئے اور وہ ان کو چن رہے ہیں' اور بے شک حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور انہوں نے ایک کپڑے کے سوا کچھ نہیں پہنا تھا' (جب وہ شہید ہوئے تو) مسلمانوں نے ان کا سر ڈھانپا تو ان کے پیر کھل گئے اور جب ان کے پیر ڈھانپے تو ان کا سر کھل گیا' پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کا سر ڈھانپ دو اور ان کے پیروں کے اوپر اذخر گھاس رکھ دو۔

(سنن ترمذی: ٣٨٥٣' صحیح البخاری: ٦٤٤٨-٦٤٣٢-٣٨٩٧-١٢٧٦' صحیح مسلم: ٩٤٠' سنن نسائی: ١٩٠٢' مسند احمد ج٥ ص١٠٩)

٢٢- بَابُ مَنَاقِبِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ان کے فضائل اور مناقب بے حد و بے حساب ہیں۔حضرت حسن نے خلافت کو کسی قلت اور ذلت کی بناء پر ترک نہیں کیا تھا' بلکہ اپنے نانا رسول اللہ ﷺ کے معجزہ کے تحقق کی بناء پر ترک کیا تھا' کیونکہ آپ نے فرمایا: تھا اللہ تعالیٰ اس کے سبب مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرادے گا' ایک گروہ

ان کا تھا' اور دوسرا گروہ حضرت معاویہ رضی اللہ کا تھا۔ حضرت حسن کو زہر کھلایا گیا تھا' اس وجہ سے وہ مدینہ میں انچاس (۴۹) ہجری میں فوت ہو گئے تھے' حضرت حسن کی ولادت اور حضرت حسین کے حمل کے درمیان صرف ایک طہر کا فاصلہ تھا' حضرت حسین رضی اللہ کو ہنان بن انس النخعی نے دس محرم' جمعہ کے دن اکسٹھ (٦١) میں عراق کی زمین کربلاء میں شہید کیا تھا' حضرت حسن کی ولادت رمضان تین (۳) ہجری میں ہوئی تھی' اور حضرت حسین رضی اللہ کی ولادت شعبان چار (۴) ہجری میں ہوئی تھی' یہ اکثر علماء کا قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٣٠-٣٢٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١۴٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت معاویہ رضی اللہ فوت ہو گئے تو لوگوں نے یزید کو خلیفہ بنا دیا' حضرت حسین نے ان کی طرف خروج کیا' عبید اللہ بن زیاد ان سے پہلے کوفہ پہنچ گیا اور کوفہ کے اکثر لوگ خوف یا طمع کی وجہ سے اس کے تابع ہو گئے' اور اس نے حضرت حسین کے عم زاد مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا اور حضرت حسین ان کی شہادت سے پہلے اہل کوفہ سے بیعت لینے پہنچ گئے' پھر عبید اللہ بن زیاد نے ان کی طرف ایک لشکر روانہ کیا جس نے حضرت حسین سے قتال کیا' حتیٰ کہ حضرت حسین اور ان کے اہل بیت کی ایک جماعت شہید ہو گئی اور یہ قصہ مشہور ہے' ہم اس کے ذکر سے اپنی شرح کو طویل نہیں کریں گے اور ہو سکتا ہے کہ ہم کتاب الفتن میں اس کا ذکر کریں۔

(فتح الباری ج ۴ ص ٨١۴' دار المعرفہ' بیروت' ١۴٢٦ھ)

نیز حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی حضرت حسن رضی اللہ کے متعلق لکھتے ہیں:

حضرت حسن بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف الہاشمی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے اور آپ کی خوشبو ہیں۔ امیر المومنین ابو محمد۔

امام ابو یعلیٰ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے' پس جب آپ سجدہ میں گئے تو حضرت حسن اور حضرت حسین اچھل کر آپ کی پشت پر بیٹھ گئے' جب لوگوں نے ان کو منع کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اشارہ کیا کہ ان کو رہنے دو' اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے ان دونوں کو اپنی گود میں بٹھا لیا' پس فرمایا: جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ ان دونوں سے محبت کرے۔

(مسند ابو یعلیٰ: ٥٠١٧' مسند البزار: ٢٦٢۴' مجمع الزوائد ج ۹ ص ١٨٠' صحیح ابن حبان: ٦٩٦۴' المعجم الکبیر: ٢٥٩١' مسند البزار: ٢٦٣٩)

امام محمد بن سعد نے اپنی سند کے ساتھ عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ جانتے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ فتنہ کو سخت ناپسند کرتے ہیں تو انہوں نے ان کو صلح کا پیغام بھیجا کہ اگر ان کو کوئی حادثہ پیش آ گیا اور حضرت حسن زندہ ہوئے تو وہ خلافت ان کو سونپ دیں گے۔ حضرت حسن نے عبد اللہ بن جعفر سے مشورہ کیا کہ میری یہ رائے ہے کہ خلافت حضرت معاویہ کو سونپ دوں اور خود مدینہ چلا جاؤں' ورنہ بہت فتنہ ہو گا اور مسلمانوں کا خون بہے گا اور راستے منقطع ہو جائیں گے۔ عبد اللہ بن جعفر نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے نیک جزاء عطا فرمائے' پھر انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا: میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں' حضرت حسن بار بار اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ وہ راضی ہو گئے۔

ہلال بن خباب بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن نے اہل عراق کے سرداروں کو قصر مدائن میں جمع کر کے کہا کہ تم سب نے مجھ سے اس پر بیعت کی تھی کہ جس سے میں صلح کروں گا اس سے تم صلح کرو گے' اور جس سے میں جنگ کروں گا اس سے تم جنگ کرو گے' میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ سے بیعت کر لی ہے' پس تم ان کے احکام سنو اور ان کی اطاعت کرو۔

عمیر بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا ایک صاحب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس گئے تو انہوں نے بتایا کہ آج میں نے اپنے جگر کے ٹکڑے تھوکے ہیں، مجھے کئی بار زہر دیا گیا ہے لیکن آج کی مثل کبھی زہر نہیں دیا گیا، پھر وہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس گئے، پس انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ کو کس نے زہر دیا ہے تو انہوں نے بتانے سے انکار کر دیا۔

(الاصابہ ج ٢ ص ٦٦-٥٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ مدینہ میں مقیم تھے حتیٰ کہ ان کے والد رضی اللہ عنہ کوفہ چلے گئے، پھر وہ ان کے ساتھ جنگ جمل، جنگ صفین اور قتل خوارج میں حاضر رہے، اور ان کے ساتھ رہے حتیٰ کہ انہیں شہید کر دیا گیا، پھر وہ اپنے بھائی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سونپ دی، پھر وہ اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ منتقل ہو گئے اور وہیں رہے حتیٰ کہ حضرت معاویہ کا انتقال ہو گیا، پھر وہ مکہ کی طرف نکل گئے یہاں تک کہ ان کے پاس اہل عراق کے خطوط آئے کہ انہوں نے ان سے بیعت کر لی ہے تو آپ نے اپنے عم زاد مسلم بن عقیل بن ابی طالب کو ان کی طرف بھیج دیا، انہوں نے اہل کوفہ سے بیعت لے لی اور ان کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ آ جائیں، پھر ان کی شہادت کا وہ قصہ ہے جو ہوا۔ حضرت حسین کوفہ کے لیے روانہ ہو گئے، حتیٰ کہ جب ان کے اور قادسیہ کی طرف تین میل رہ گئے تو ان کی حر بن یزید تمیمی سے ملاقات ہوئی، اس نے کہا: آپ لوٹ جائیں کیونکہ میرے پیچھے آپ کے لیے خیر نہیں ہے، اور ان کو حضرت مسلم کی شہادت کی خبر دی، حضرت حسین نے واپس جانے کا ارادہ کیا مگر ان کے ساتھ مسلم بن عقیل کے بھائی تھے انہوں نے کہا: ہم بدلہ لیے بغیر نہیں جائیں گے، خواہ ہم کو قتل کر دیا جائے، سو وہ روانہ ہو گئے اور عبید اللہ بن زیاد نے ان سے مقابلہ کے لیے لشکر تیار کیا ہوا تھا، پس حضرت حسین کربلا پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ پینتالیس گھوڑے سوار اور ایک سو کے قریب پیادہ افراد تھے، پھر حضرت حسین سے مخالفین کے لشکر کے امیر عمر بن سعد بن ابی وقاص کی ملاقات ہوئی اور عبید اللہ نے اس سے طہران کی گورنری کا وعدہ کیا تھا، جب ان کی ملاقات ہوئی تو اس سے حضرت حسین نے کہا: تم تین باتوں میں سے ایک بات کو اختیار کر لو (١) میں کسی سرحد پر چلا جاؤں (٢) میں واپس مدینہ چلا جاؤں (٣) میں اپنا ہاتھ یزید بن معاویہ کے ہاتھ میں دے دوں[1]، عمر بن سعد نے حضرت حسین سے اس کو قبول کر لیا، اور عبید اللہ کی طرف ان امور کو لکھ کر بھیجا، مگر عبید اللہ نے کہا: میں ان امور کو اس وقت تک قبول نہیں کروں گا جب تک کہ وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں نہیں دیں گے، حضرت حسین نے اس سے انکار کیا تو مخالفین نے حضرت حسین سے قتال کیا، حضرت حسین کے اصحاب کو شہید کیا گیا اور ان میں سے ان کے اہل بیت میں سے سترہ جوانوں کو شہید کیا گیا اور آخر میں حضرت حسین کو شہید کیا گیا رضی اللہ عنہ، اور ان کا سر مبارک عبید اللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا، اس نے آپ کے سر کو اور باقی اہل بیت کو یزید کے پاس بھیج دیا اور ان میں علی بن الحسین زین العابدین بھی تھے جو بیمار تھے، اور ان میں زین العابدین کی پھوپھی زینب بھی تھیں، جب یہ لوگ یزید کے پاس پہنچے، تو اس نے ان کو اپنے گھر والوں میں داخل کیا، پھر ان کو مدینہ روانہ کر دیا۔

(حافظ ابن حجر لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ متقدمین میں سے بہت لوگوں نے شہادت حسین کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں جن میں صحیح اور غلط اور قوی اور ضعیف سب طرح کی باتیں لکھی ہیں اور جس قدر میں نے یہ واقعہ لکھا ہے وہ کافی ہے۔ حضرت ابن عباس

---

[1] حافظ ابن کثیر متوفی ٧٧٤ھ نے عقبۃ بن سمعان سے روایت کی ہے کہ میں حضرت حسین کی شہادت تک ان کے ساتھ رہا ہوں انہوں نے کسی جگہ بھی یہ باتیں نہیں کیں، انہوں نے صرف یہ کہا تھا کہ مجھے واپس جانے دو کسی اور جگہ جانے دو حتیٰ کہ میں دیکھوں کہ لوگوں کا رجوع کس طرف ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ٥ ص ٦٨٢، دار الفکر، بیروت، ١٤١٩ھ)

رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کے وقت غبار آلود بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ ہیں' آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ حسین اور اس کے اصحاب کا خون ہے جس کو میں آج دن بھر سے جمع کر رہا ہوں اور یہ وہی دن تھا جس دن ان کو شہید کیا گیا تھا۔

الزبیر بن بکار نے کہا: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دس محرم اکسٹھ ہجری میں شہید کیا گیا' یہ جمہور کا قول ہے' اس کے علاوہ دیگر اقوال شاذ ہیں۔ (الاصابہ ج ۲ ص ۶۷-۶۹ 'ملتقطا ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قَالَ نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَانَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ.

نافع بن جبیر نے کہا از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا۔

یہ حدیث سند موصول کے ساتھ صحیح البخاری: ۲۱۲۲ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٤٦ - **حَدَّثَنَا** صَدَقَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰی عَنِ الْحَسَنِ سَمِعَ اَبَا بَكْرَةَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ اِلٰی جَنْبِهٖ يَنْظُرُ اِلَی النَّاسِ مَرَّةً وَّاِلَيْهِ مَرَّةً وَّيَقُوْلُ اِبْنِیْ هٰذَا سَيِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوموسیٰ نے حدیث بیان کی از الحسن' انہوں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منبر پر سنا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تھے آپ ایک بار لوگوں کی طرف دیکھتے اور دوسری بار ان کی طرف دیکھتے اور فرماتے: میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۰۴ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی یہ منقبت ہے کہ آپ نے ان کو سید فرمایا ہے۔

٣٧٤٧ - **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَاْخُذُهٗ وَالْحَسَنَ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا اَوْ كَمَا قَالَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المعتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعثمان نے حدیث بیان کی از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو پکڑ کر یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر' یا جس طرح آپ نے دعا کی۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۳۷۳۵ کے تحت گزر چکی ہے۔

٣٧٤٨ - **حَدَّثَنِیْ** مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن الحسین بن

قَالَ حَدَّثَنِیْ حُسَیْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اُتِیَ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ زِیَادٍ بِرَاْسِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَجُعِلَ فِیْ طَسْتٍ فَجَعَلَ یَنْكُتُ وَقَالَ فِیْ حُسْنِهٖ شَیْئًا فَقَالَ اَنَسٌ كَانَ اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مَخْضُوْبًا بِالْوَسْمَةِ.

ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حسین بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین بن علی علیہ السلام کا سر ایک طشت میں لایا گیا' وہ اس کو لکڑی سے کریدنے لگا' اور اس نے آپ کے حسن کے متعلق کوئی بات کہی' حضرت انس نے کہا: وہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مشابہ تھے' اور آپ کے بالوں میں سیاہی مائل خضاب لگا ہوا تھا۔

عبیداللہ بن زیاد کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عبیداللہ بن زیاد کا ذکر ہے' اس کا پورا نام عبیداللہ بن زیاد بن ابوسفیان ہے' یہ وہی زیاد ہے جس کے متعلق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ ان کا باپ شریک بھائی ہے یعنی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے' اور انہوں نے اس کو اپنے والد کے نسب کے ساتھ ملا لیا تھا' اور اس کو زیاد ابن ابیہ کہا جاتا تھا' اور زیاد بن سمیہ بھی کہا جاتا تھا' اور سمیہ' حضرت ابوبکرہ نفیع کے والد حارث کی باندی تھی۔ ابن معین نے کہا: ابن زیاد کو ابن مرجانہ بھی کہا جاتا تھا' اور یہ زیاد کی ماں تھی' اور دوسروں نے کہا: یہ مجوسیہ تھی' امام بخاری نے کہا: مرجانہ اصفہان سے قید کر کے لائی گئی تھی' زیاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھا' جب حضرت معاویہ نے اس کو اپنے نسب کے ساتھ ملایا تو یہ حضرت علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم سے شدید بغض رکھنے لگا' اور عبیداللہ اس کا بیٹا' تھا یہ وہی ہے جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے قتال کے لیے لشکر بھیجا تھا' اور اس وقت وہ یزید بن معاویہ کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا' اس کے لشکر میں ایک ہزار گھوڑے سوار تھے اور ان کا سردار حر بن یزید تمیمی تھا اور مقدمۃ الجیش میں الحصین بن نمیر الکوفی تھا' پھر جو ہونا تھا وہ ہوا' اور آخر کار حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کے مصداق میں متعدد اقوال

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کے تعین میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) الحصین بن نمیر (۲) مہاجر بن اوس التمیمی (۳) کثیر بن عبداللہ الشعبی (۴) شمر بن ذوالجوشن (۵) سنان بن ابی اوس بن عمرو النخعی اور یہ زیادہ مشہور ہے' اس نے حضرت حسین کا سر پکڑ کر خولی بن یزید کو دے دیا' سنان نے آپ کو نیزہ مارا' آپ گر گئے تو اس نے خولی سے کہا: ان کا سر کاٹ لو' اس نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا اور وہ کمزور پڑ گیا' تو اس نے سنان سے کہا: اللہ تعالیٰ تیرا بازو توڑ دے اور تیرے ہاتھ کاٹ ڈالے' پھر وہ حضرت حسین کی طرف اترا تا کہ ان کو ذبح کر دے' اور وہ جمعہ کا دن تھا' محرم کی دس تاریخ تھی اور اکسٹھ ہجری تھی' پھر وہ حضرت حسین کے سر اور ان کے اصحاب میں سے دیگر شہداء کے سروں کو عبیداللہ بن زیاد کی طرف کوفہ میں لے گیا' ان سروں کی تعداد بہتر (۷۲) تھی' خولی بن یزید نے حضرت حسین کا سر اٹھایا' کندہ نے تیرہ سر اٹھائے اور ھوازن نے بیس اور بنو تمیم نے بیس اور بنو اسد نے سات' اور مذحج نے گیارہ' ان سروں کے ساتھ اور قیدیوں کے ساتھ شمر بن ذی الجوشن' قیس بن الاشعث' عمرو بن الحجاج اور عروۃ بن قیس تھے' سو وہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس پہنچ گئے' اب ہم ذکر

کریں گے کہ جب ملعون عبیداللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر پہنچا تو پھر کیا ہوا۔

عبیداللہ بن زیاد کا اپنے دربار میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر اقدس کی بے توقیری کرنا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ایک طشت میں رکھا گیا' عبیداللہ بن زیاد آپ کے سر پر لکڑی مار رہا تھا' امام طبرانی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ لعین آپ کی آنکھوں اور ناک میں لکڑی مار رہا تھا تو میں نے کہا: اپنی لکڑی اٹھا' میں نے اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیار کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ اپنے اہل بیت میں حضرت حسین سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔

امام بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے اس ملعون سے کہا: جس جگہ تو نے لکڑی رکھی ہے وہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا منہ رکھتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام طبری نے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے کہ میں اس وقت موجود تھا جب ابن زیاد آپ کے دانتوں میں لکڑی مار رہا تھا' جب حضرت زید بن ارقم نے دیکھا تو بول پڑے کہ: ان ہونٹوں سے اپنی لکڑی کو دور کر' پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہونٹوں سے ان ہونٹوں پر بوسا دے رہے تھے' پھر حضرت زید بن ارقم رونے لگے' ابن زیاد نے کہا: اللہ تیری آنکھوں کو روتا رکھے' اللہ کی قسم! اگر تو بوڑھا اور سٹھیایا ہوا نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔

حضرت زید بن ارقم جاتے ہوئے کہہ رہے تھے: اے عرب کے لوگو! آج کے بعد تم غلام ہو' تم نے ابن فاطمہ کو قتل کر دیا اور ابن مرجانہ کو امیر بنا دیا' وہ تمہارے نیک لوگوں کو قتل کر رہا ہے اور برے لوگوں کو عزت دے رہا ہے' سو وہ لوگ خیر سے دور رہیں گے جو ذلت اور عار پر راضی ہو گئے۔

میں کہتا ہوں کہ اعیان صحابہ میں سے اللہ ہی کے لیے زید بن ارقم کی نیکی ہے' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سترہ غزوات میں شریک رہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص احباب میں سے تھے اور جنگ صفین میں ان کے ساتھ تھے اور وہ کوفہ میں چھیاسٹھ (٦٦) ہجری میں فوت ہو گئے۔

ابن زیاد کا عبرت ناک انجام

اللہ تعالیٰ نے اس ظالم' فاسق عبیداللہ بن زیاد کو یہ سزا دی کہ ابراہیم بن الاشتر نے ہفتہ آٹھ (٨) ذوالحجہ چھیاسٹھ (٦٦) ہجری میں اس کو سرزمین الجازر میں قتل کر دیا' اس جگہ اور موصل کے درمیان پانچ فرسخ کا فاصلہ ہے' مختار بن ابوعبیدہ الثقفی نے اس کو ابن زیاد کے قتل کے لیے بھیجا تھا' جب اس نے ابن زیاد کو قتل کیا تو اس کا سر اس کے اصحاب کے سامنے لا کر المختار کے سامنے ڈال دیا اور ایک باریک سانپ آیا اور ابن مرجانہ یعنی ابن زیاد کے منہ میں داخل ہو گیا اور اس کے نتھنوں سے نکلا اور پھر نتھنوں میں داخل ہو کر اس کے منہ سے نکل گیا' پھر المختار نے اس کا سر اور دیگر قاتلین اہل بیت کے سر محمد بن الحنفیہ کے پاس بھیج دیئے اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے پاس بھیج دیئے اور ان سروں کو مکہ میں گاڑ دیا' اور ابن الاشتر نے ابن زیاد اور باقی قاتلوں کے جسموں کو جلا دیا۔ (عمدۃ القاری ج١٦ص ٣٣٣-٣٣١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تفصیل میں سے کسی چیز کو نہیں لکھا۔

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما دونوں کا عقیقہ کیا تھا' حضرت حسین بہت دین دار تھے' بہ کثرت (نفلی) نمازیں پڑھتے تھے' روزے رکھتے تھے اور حج کرتے تھے۔

مصعب نے کہا ہے کہ حضرت حسین نے پیدل چل کر پچیس حج کئے تھے۔

ابن الصباغ نے کہا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کربلاء میں دفن کیا گیا' وہاں آپ کا مزار معروف ہے اور تمام علاقوں سے لوگ آپ کی زیارت کے لیے آتے ہیں' یعنی آپ کا جسم مبارک وہاں دفن کیا گیا اور آپ کا سر اقدس ابن زیاد کی طرف منتقل کیا گیا تھا' اسی طرح آپ کے باقی رفقاء جو کربلاء میں شہید کیے گئے تھے ان کو بھی وہیں دفن کیا گیا تھا اور ان کو بنو اسد میں سے بنو عامر نے دفن کیا تھا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو اہل کوفہ نے آپ کی طرف خطوط لکھے کہ وہ ان کی اطاعت پر قائم ہیں اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ کوفہ آئیں تو حضرت حسین نے پہلے اپنے عم زاد مسلم بن عقیل کو بھیجا تا کہ لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کر لیں' جب یزید نے یہ سنا' تو اس نے عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ بھیجا' اس نے وہاں کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر لیا اور مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا' اور حضرت حسین سے مقابلہ کے لیے ایک لشکر بھیج دیا' ان کا کربلاء میں مقابلہ اور قتال ہوا اور حضرت حسین اور ان کے اہل بیت میں سے سب شہید کر دیئے گئے اور ان کی اولاد میں سے صرف علی بن حسین بچ گئے' آپ کا سر مبارک تن سے جدا کر دیا گیا اور آپ کے ساتھ بہتر (٧٢) نفوس شہید کر دیئے گئے اور جو بچے اور خواتین بچ گئیں ان کو پہلے ابن زیاد کے پاس اور پھر یزید کے پاس قید کر کے بھیج دیا گیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

علامہ مناوی نے کہا ہے کہ اس قصہ کی تفصیل سے جگر پارہ پارہ ہو جاتا ہے' پس اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے ان کو قتل کیا یا جس نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا یا جو ان کے قتل پر راضی ہوا۔

حافظ ابو العلاء الھمدانی نے ذکر کیا ہے کہ یزید بن معاویہ نے آپ کا سر مبارک مدینہ منورہ میں بھیج دیا تھا' پھر مدینہ کے عامل عمرو بن سعید بن العاص نے اس کو کفن پہنایا اور اس کو البقیع میں ان کی والدہ کی قبر کے پاس دفن کر دیا اور یہ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ صحیح قول ہے اور یہ الزبیر بن بکار کا قول ہے اور وہ سنت کے سب سے زیادہ عالم تھے اور اس مسئلہ میں سب سے افضل عالم تھے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ جو کہا گیا ہے کہ آپ کا سر مبارک عسقلان میں یا القاہرہ میں دفن ہے یہ باطل ہے قطعاً ثابت نہیں ہے۔

(فیض القدیر ج ١ ص ٢٦٥) (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٩ ص ٨٤-٨١' ملتقطاً ملخصاً' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٣٠ھ)

٣٧٤٩ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الْمِنْهَالِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَدِيٌّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهٖ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُحِبُّهٗ فَأَحِبَّهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن المنہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عدی نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے کندھے پر سوار تھے اور آپ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں' سو تو اس سے محبت کر۔

(صحیح مسلم: ٢٤٢٢' الرقم المسلسل: ٦١٥٢' سنن ترمذی: ٣٧٨٣' مسند ابو داؤد الطیالسی: ٧٣٢' حلیۃ الاولیاء ج ٢ ص ٣٥' مصنف ابن ابی شیبہ

ج ١٢ص ١٠١' الادب المفرد: ٨٦' السنن الکبریٰ: ٨١٦٣' صحیح ابن حبان: ٦٩٦٢' المعجم الکبیر: ٨٥٨٢' سنن بیہقی ج ١٠ص ٢٣٣' شرح السنۃ: ٣٩٣٢' المعجم الاوسط: ١٩٩٣' مسند احمد ج ٤ص ٢٨٤' مسند احمد: ١٨٥٠١' ج ٣٠ص ٤٦١)

٣٧٥٠ - **حَدَّثَنَا** عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُمَرُ بْنُ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ حُسَیْنٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ رَاَیْتُ اَبَابَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَحَمَلَ الْحَسَنَ وَهُوَ یَقُوْلُ بِاَبِیْ شَبِیْهٌ بِالنَّبِیِّ لَیْسَ شَبِیْهٌ بِعَلِیٍّ وَّعَلِیٌّ یَضْحَكُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمر بن سعید بن ابی حسین نے خبر دی از ابن ابی ملیکہ از عقبہ بن الحارث' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا' انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھایا ہوا تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ ان پر میرے والد فدا ہوں یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہیں علی کے مشابہ نہیں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٥٤٢ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٥١ - **حَدَّثَنِیْ** یَحْیَی بْنُ مُعِیْنٍ وَّصَدَقَةُ قَالَا اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ وَّاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن معین اور صدقہ نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی از شعبہ از واقد بن محمد از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا آپ کے اہل بیت (کے ساتھ محبت) میں تلاش کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧١٣ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٥٢ - **حَدَّثَنِیْ** اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَنَسٍ وَّقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ اَخْبَرَنِیْ اَنَسٌ قَالَ لَمْ یَكُنْ اَحَدٌ اَشْبَهَ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا.

(سنن ترمذی: ٣٧٧٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی از معمر از الزہری از حضرت انس' اور عبدالرزاق نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی انہوں نے کہا کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ نہیں تھا۔

امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی یہ عظیم منقبت ہے کہ وہ سب سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔

حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی آپ سے مشابہت کی حدیثوں میں تعارض اور اس کا جواب' مصنف سے اور دوسرے شارحین سے

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ صحیح البخاری: ٣٧٤٨' میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھے اور اگلی حدیث (٣٧٤٩) میں مذکور ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں ہی آپ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے اور حضرت حسن کی آپ سے سب سے زیادہ مشابہت حقیقی ہے اور حضرت حسین کی

آپ سے مشابہت اضافی ہے' یعنی حضرت حسن کے علاوہ باقی صحابہ اور اہل بیت میں سے سب سے زیادہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ سے مشابہ تھے۔

یہ مصنف کا جواب ہے اور علامہ عینی نے بعض شارحین سے یہ جواب نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں حضرت حسن سب سے زیادہ آپ کے مشابہ تھے اور آپ کی وفات کے بعد سب سے زیادہ حضرت حسین آپ کے مشابہ تھے' دوسرا جواب امام ترمذی نے دیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے جسم کے بالائی حصہ کے مشابہ تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ کے زیریں حصہ کے مشابہ تھے۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ٣٣٤)

لیکن یہ دونوں جواب بعید از فہم ہیں' دوسرا جواب اس لیے کہ مشابہت کا مدار چہرے پر ہے نہ کہ جسم کے نچلے حصہ پر اور پہلا جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں حضرت حسن زیادہ مشابہ ہوں اور آپ کی وفات کے بعد حضرت حسین زیادہ مشابہ ہوں یہ عقل اور قیاس سے بعید ہے' کیا آپ کی وفات کے بعد ان کے چہروں کے نقوش تبدیل ہو گئے تھے! اس لیے اس تعارض کا صحیح جواب وہی ہے جو ہم نے لکھا ہے کہ یہ دونوں ہی سب سے زیادہ آپ کے مشابہ تھے لیکن حضرت حسن کی آپ سے سب سے زیادہ مشابہت حقیقی تھی اور حضرت حسین کی آپ سے سب سے زیادہ اضافی تھی یعنی حضرت حسن کے بعد حضرت حسین سب سے زیادہ آپ کے مشابہ تھے اور اب صحیح البخاری کی ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے اور یہ جواب عقل اور قیاس کے مطابق ہے۔

والحمد للہ علی ذالک.

٣٧٥٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي نُعْمٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ وَسَأَلَهُ عَنِ الْمُحْرِمِ قَالَ شُعْبَةُ أَحْسِبُهُ يَقْتُلُ الذُّبَابَ فَقَالَ أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُونَ عَنِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ ابْنَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا.

[طرف الحدیث: ٥٩٩٤] (سنن ترمذی: ٣٧٧٠' صحیح ابن حبان: ٦٩٦٩' شرح السنۃ: ٣٩٣٥' مسند احمد: ٥٥٦٨' ج٩ ص ٤٠٢' مسند احمد ج٢ ص ٥٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن ابی یعقوب' انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی نُعم سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا اور اس نے ان سے محرم کے متعلق سوال کیا' شعبہ نے کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ اس نے یہ سوال کیا کہ آیا محرم مکھی کو مار سکتا ہے؟ (یعنی اس وجہ سے محرم کو گناہ تو نہیں ہوگا) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اہل عراق مکھی کو مارنے کے متعلق پوچھ رہے ہیں حالانکہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو قتل کر چکے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں (نواسوں) کے متعلق فرمایا تھا: یہ دونوں دنیا میں میرے دو خوشبودار پھول ہیں۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل بہت سنگین واقعہ تھا اور یہ حضرت حسین کی فضیلت کو مستلزم ہے' نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرات حسنین کریمین السلام علیہما دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو خوشبودار پھول ہیں اور یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی واضح منقبت ہے۔

اہل عراق کے نزدیک مکھی کا خون بہانا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون بہانے سے زیادہ سنگین تھا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اس پر تعجب ہوا کہ اہل عراق پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی محرم (احرام والا) مکھی کو قتل کر دے تو اس پر کتنا فدیہ دینا لازم ہوگا اور اس کی ان کو فکر ہے حالانکہ انہوں نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے ہیں اور اس کی انہیں کوئی فکر نہیں ہے' معمولی جرم کی ان کو فکر ہے اور اتنے عظیم جرم کی ان کو کوئی فکر نہیں ہے! اس حدیث میں مذکور ہے: حسن اور حسین دنیا میں میرے خوشبو دار پھول ہیں' سنن ترمذی میں یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کو سونگھتے تھے اور اپنے ساتھ لپٹاتے تھے اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں یہ حدیث روایت کی ہے: حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا' تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آپ کے سامنے کھیل رہے تھے' میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں ان سے کیسے محبت نہ کروں' یہ دنیا میں میرے خوشبو دار پھول ہیں' میں ان کو سونگھتا ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٣٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی منقبت میں مزید احادیث

(١) حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (سنن ترمذی: ٣٧٦٨' مسند احمد ج ٣ ص ٦٢)

(٢) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات کسی کام سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے' اس وقت آپ نے کچھ اٹھایا ہوا تھا جس کا مجھے پتا نہیں چلا' جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو میں نے پوچھا: یہ کیا چیز تھی جس کو آپ نے اٹھایا ہوا تھا' تو آپ نے کھول کر دکھایا' پس وہ آپ کی گود میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما تھے' آپ نے فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ (سنن ترمذی: ٣٧٦٩)

(٣) سلمٰی بیان کرتی ہیں: میں حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کے پاس گئی' وہ رو رہی تھیں' میں نے پوچھا: آپ کو کیا چیز رلا رہی ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اور ڈاڑھی پر گرد و غبار تھا' میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں ابھی حسین کے قتل کی جگہ پر موجود تھا۔ (سنن ترمذی: ٣٧٧١)

(٤) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آپ کو اپنے اہل بیت میں سے کون زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: حسن اور حسین' اور آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے: میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ' پھر آپ ان کو سونگھتے تھے اور ان کو اپنے ساتھ لپٹاتے تھے۔ (سنن ترمذی: ٣٧٧٢)

(٥) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے' اچانک حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آئے' ان پر دو سرخ قمیصیں تھیں' وہ لڑکھڑاتے ہوئے چل رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر سے اتر کر ان کو اٹھایا اور ان کو اپنے سامنے بٹھا دیا پھر کہا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے: ''اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ'' (التغابن: ١٥) تمہارے مال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہیں۔

میں نے ان دو بچوں کو لڑکھڑا کر چلتے ہوئے دیکھا تو میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے خطبہ منقطع کیا اور ان کو اٹھایا۔

(سنن ترمذی: ٣٧٧٤' سنن ابو داؤد: ١١٠٩' سنن نسائی: ١٤١٢' سنن ابن ماجہ: ٣٦٠٠' مسند احمد ج ٥ ص ٣٥٤)

(٦) حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں' اللہ اس سے محبت رکھے جو حسین سے محبت رکھے' حسین میرے نواسوں میں سے ایک نواسا ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۷۷۵، سنن ابن ماجہ: ۱۴۴، مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۲)

(۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابن زیاد کے پاس تھا، پس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا، ابن زیاد آپ کی ناک پر لکڑی مار کر کہہ رہا تھا: میں نے اس جیسا حسن نہیں دیکھا، حضرت انس بیان کرتے ہیں، میں نے کہا: یہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۷۸، مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۱)

(۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حسن سینہ سے لے کر سر تک سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے اور حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نچلے حصہ کے مشابہ تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۷۹، مسند احمد ج ۱ ص ۹۹)

(۹) عمارۃ بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے اصحاب کے سر لائے گئے تو ان کو مسجد کے صحن میں رکھا گیا، میں ان کے پاس گیا تو وہ کہہ رہے تھے کہ اچانک ایک سانپ سروں کے درمیان سے آیا حتیٰ کہ وہ عبید اللہ بن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہو گیا، پھر وہ کچھ دیر ٹھہرا، پھر نکل کر غائب ہو گیا۔ (الحدیث) (سنن ترمذی: ۳۷۸۰)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۱۰) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میری والدہ نے پوچھا: تم کب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے تھے؟ میں نے کہا کہ میں فلاں فلاں وقت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ملا، تو انہوں نے مجھ کو برا کہا، میں نے کہا: مجھے اجازت دیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤں اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھوں اور آپ سے یہ سوال کروں کہ آپ میرے لیے اور آپ کے لیے مغفرت کی دعا کریں، سو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی، آپ نے نماز پڑھائی حتیٰ کہ عشاء کی نماز پڑھائی، پھر آپ واپس گئے، میں آپ کے پیچھے پیچھے گیا، آپ نے میری آواز سنی تو پوچھا: یہ کون ہے، حذیفہ ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: تمہیں کیا کام ہے؟ اللہ تعالیٰ تمہاری اور تمہاری ماں کی مغفرت فرمائے، پھر آپ نے فرمایا: یہ ایک فرشتہ ہے جو آج رات سے پہلے زمین پر نازل نہیں ہوا، اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کرنے کی اجازت لی ہے اور مجھے یہ بشارت دی ہے کہ فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۷۸۱، مسند احمد ج ۵ ص ۳۹۱)

(۱۱) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنے کندھے پر بٹھایا ہوا تھا اور آپ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! بے شک میں اس سے محبت کرتا ہوں، سو تو بھی اس سے محبت کر۔

(سنن ترمذی: ۳۷۸۳، مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۳)

(۱۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا تو ایک شخص نے دیکھ کر کہا: اے لڑکے! تم کتنی عمدہ سواری پر سوار ہو! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور یہ سوار بھی تو بہت عمدہ ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۸۴)

(۱۳) حضرت ابو ہریرہ الدوسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن کے کسی حصہ میں باہر نکلے، آپ مجھ سے بات کر رہے تھے نہ میں آپ سے بات کر رہا تھا حتیٰ کہ آپ بنو قینقاع کے بازار میں آئے، پھر آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے صحن میں بیٹھ گئے، پس پوچھا: کیا یہاں بچہ ہے؟ کیا یہاں بچہ ہے؟ حضرت سیدہ نے انہیں کچھ دیر روک لیا، میں نے گمان کیا کہ وہ ان کو ہار پہنا رہی ہیں یا نہلا رہی ہیں، آپ نے فرمایا: حسن بن علی کو بلاؤ، پھر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما چلتے ہوئے آئے اور ان کے گلے میں

ہار تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت حسن بن علی دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے' آپ نے دعا کی: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں' سو تو بھی اس سے محبت کر' اور جو بھی اس سے محبت کرے اس سے محبت کر' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کے بعد میرے نزدیک حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۸۴۔ ۲۱۲۲' صحیح مسلم: ۲۴۲۱' الادب المفرد: ۱۱۸۳' مسند احمد ج ۲ ص ۵۳۳)

مصنف کو بھی حضرت حسن اور تمام صحابہ اور اہل بیت سے سب سے زیادہ محبت ہے' اے اللہ! تو مصنف سے بھی محبت فرما۔

(۱۴) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی زبان یا ہونٹ چوس رہے تھے ''صلوات اللہ علیہ'' اور بے شک جس زبان یا ہونٹ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوسا ہو اس کو اللہ کبھی عذاب نہیں دے گا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۹۳' البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۶' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۷۷)

(۱۵) عمیر بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا' پس ہماری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ نے حضرت حسن سے کہا: مجھے وہ جگہ دکھائیں جہاں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بوسا دیا تھا' حضرت حسن نے قمیص اٹھائی تو حضرت ابو ہریرہ نے ان کی ناف پر بوسا دیا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۵' صحیح ابن حبان: ۵۵۹۳' المعجم الکبیر: ۲۷۶۵' المستدرک ج ۳ ص ۱۶۸)

(۱۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے' اور آپ کے ساتھ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما تھے' آپ نے ایک کندھے پر حضرت حسن کو اور دوسرے کندھے پر حضرت حسین کو اٹھایا ہوا تھا' آپ کبھی ان میں سے ایک کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی دوسرے کی طرف' حتیٰ کہ ہمارے پاس آئے' پھر ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ ان دونوں سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۰)

(۱۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ رہے تھے' پس جب آپ نے سجدہ کیا تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اچھل کر آپ کی پشت پر بیٹھ گئے' پھر جب آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو آپ نے پیچھے سے ان میں سے کسی ایک کو آہستگی سے اٹھایا اور ان کو زمین پر بٹھا دیا' پھر جب آپ نے دوسرا سجدہ کیا تو وہ پھر آکر آپ کی پشت پر بیٹھ گئے' حتیٰ کہ جب آپ نے نماز پڑھ لی تو آپ نے ان کو اپنی رانوں پر بٹھا لیا۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: پس میں آپ کی طرف کھڑا ہوا اور میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں ان کو لے جاؤں؟ آپ نے فرمایا: ان کو ان کی ماں کے پاس لے جاؤ۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۳' مسند البزار: ۲۶۳۰' مسند ابو یعلیٰ: ۲۴۲۸' المعجم الاوسط: ۳۹۱۹)

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی مرویات

علامہ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے تیرہ احادیث مروی ہیں جو انہوں نے اپنے نانا اور اپنے والد سے روایت کی ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۲۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ ھ)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے آٹھ احادیث مروی ہیں جو انہوں نے اپنے نانا سے اور اپنے والد سے اور اپنی والدہ سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہیں۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۲۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ ھ)

٢٣ - بَابُ مَنَاقِبِ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ مَوْلٰی اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

حضرت بلال بن رباح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت بلال کی والدہ کا نام ہے: حمامۃ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو پانچ اوقیہ میں خریدا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت بلال بن رباح حبشی ہیں' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موذن تھے' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو مشرکین سے اس وقت خریدا تھا جب وہ ان کو اس بات پر عذاب دے رہے تھے کہ وہ اللہ کو واحد کہہ رہے تھے' سو انہوں نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لازم رہے' آپ کے لیے اذان دیتے تھے اور تمام غزوات میں آپ کے ساتھ رہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کا بھائی بنایا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہ جہاد کرنے کے لیے نکل گئے' یہاں تک کہ شام میں ان کی وفات ہوگئی۔

حضرت بلال کے مناقب مشہور ہیں' جب دوپہر کے وقت دھوپ خوب گرم ہو جاتی تو امیہ بن خلف ان کو نکالتا اور ان کو پیٹھ کے بل مکہ کے میدان میں لٹا دیتا اور بھاری پتھر ان کے سینہ پر رکھ دیتا اور کہتا: یہ پتھر تم پر اسی طرح رہے گا حتیٰ کہ تم مرجاؤ یا (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرو' اور وہ اس حال میں بھی احد احد (اللہ ایک ہے) کہتے تھے' پس حضرت ابوبکر نے ان کو مشرکین سے خرید کر آزاد کر دیا۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شام میں فوت ہو گئے تھے۔

ابن بکیر نے کہا ہے کہ یہ عمواس کے طاعون میں فوت ہوئے تھے' عمرو بن علی نے کہا ہے کہ یہ بیس (۲۰) ہجری میں حلب میں فوت ہوئے تھے۔ (الاصابۃ ج ۱ ص ۴۵۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَیْکَ بَیْنَ یَدَیَّ فِی الْجَنَّۃِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہاری جوتیوں کی آواز اپنے سامنے جنت میں سنی۔

اس تعلیق کے موافق حدیث صحیح البخاری: ۱۱۴۹ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٥٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ اَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ کَانَ عُمَرُ یَقُوْلُ اَبُوْبَکْرٍ سَیِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَیِّدَنَا یَعْنِیْ بِلَالًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ ہمارے سردار ابوبکر نے ہمارے سردار کو آزاد کیا یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اس حدیث میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی یہ منقبت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کے متعلق یہ فرمایا کہ یہ ہمارے سید ہیں' اور اس میں حضرت عمر کی تواضع ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما دونوں کے متعلق یہ فرمایا کہ یہ ہمارے سید ہیں۔

٣٧٥٥ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عُبَیْدٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ عَنْ قَیْسٍ اَنَّ بِلَالًا قَالَ لِاَبِیْ بَکْرٍ اِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی از محمد بن عبید' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی

کُنْتَ اِنَّمَا اشْتَرَیْتَنِیْ لِنَفْسِكَ فَاَمْسِكْنِیْ وَاِنْ كُنْتَ اِنَّمَا اشْتَرَیْتَنِیْ لِلّٰهِ فَدَعْنِیْ وَعَمَلَ لِلّٰهِ.

از قیس وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر آپ نے مجھے اپنی ذات کے لیے خریدا ہے تو مجھے اپنے پاس رکھیں اور اگر آپ نے مجھے اللہ کے لیے خریدا ہے تو مجھے اللہ کے لیے عمل کرنے کے ساتھ چھوڑ دیں۔

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

حضرت ابوبکر کے حضرت بلال کو مدینہ میں روکنے اور حضرت بلال کے نہ رکنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الکشمیھنی کی روایت میں اس طرح مذکور ہے: مجھے اور میرے عمل کو اللہ (کی رضا) کے لیے چھوڑ دیں۔ علامہ کرمانی نے لکھا ہے: حضرت بلال نے ارادہ کیا تھا کہ مدینہ سے ہجرت کر جائیں' حضرت ابوبکر نے ان کو منع کیا' ان کا ارادہ تھا کہ وہ مسجد نبوی میں اذان دیتے رہیں تو حضرت بلال نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر مدینہ میں رہنا نہیں چاہتا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کو آپ سے خالی دیکھنے کو برداشت نہیں کر سکتا۔

امام ابن سعد نے الطبقات میں یہ روایت کی ہے کہ میرے نزدیک مومن کا سب سے افضل عمل فی سبیل اللہ جہاد ہے' اس لیے میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اللہ کی رضا کے لیے اسلام کی سرحدوں کی حفاظت کروں گا اور حضرت ابوبکر نے کہا: میں تم کو اللہ کی اور اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ تم مدینہ میں رہو' پھر حضرت بلال' حضرت ابوبکر کی حیات تک مدینہ میں رہے' پھر جب حضرت ابوبکر کی وفات ہوگئی تو حضرت عمر نے ان کو اجازت دے دی' پھر وہ جہاد کرنے کے لیے شام چلے گئے اور اٹھارہ ہجری میں عمواس کے طاعون میں ان کی وفات ہوگئی' ایک قول ہے کہ بیس ہجری میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٢٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی منقبت میں مزید احادیث

(١) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! مجھے بتاؤ تم نے اسلام میں کون سا ایسا عمل کیا ہے جس کے اجر کی تم کو سب سے زیادہ توقع ہے کیونکہ میں نے آج رات (خواب میں) جنت میں اپنے آگے تمہارے چلنے کی آواز سنی؟ تب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اسلام لا کر کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس کی منفعت کی مجھے زیادہ امید ہو' سوا اس کے کہ میں دن اور رات کے وقت میں جب بھی مکمل وضو کرتا ہوں تو میں اس وضو سے اتنی نماز پڑھتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے مقرر کی ہے۔ (صحیح البخاری: ١١٤٩' صحیح مسلم: ٢٤٥٨' صحیح ابن خزیمہ: ١٢٠٨' صحیح ابن حبان: ٧٠٨٥' السنن الکبریٰ: ٨٢٣٦' شرح السنۃ: ١٠١١' مسند ابویعلیٰ: ٦١٠٤' مسند احمد ج ٢ ص ٣٣٣)

(٢) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن) حضرت بلال رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں دیر سے آئے تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تمہیں کس چیز نے آنے سے روکے رکھا؟ انہوں نے بتایا: میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے گزرا' وہ چکی پیس رہی تھیں اور بچہ رو رہا تھا' میں نے ان سے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی جگہ چکی پیسوں اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی جگہ بچے کو سنبھالوں' حضرت سیدہ نے فرمایا: تمہاری بہ نسبت میں بچے کو اچھی طرح سنبھالوں گی' سو اس کام نے مجھے روک لیا تھا' آپ نے فرمایا: تم نے فاطمہ پر رحم کیا اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا۔ (مسند احمد ج ٣ ص ١٥١)

حضرت بلال کی مرویات

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے چوالیس (٤٤) احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور

دو حدیثوں کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ایک حدیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۱۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

٢٤ - بَابُ ذِكْرِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد ہیں' ان کی کنیت ابوالعباس ہے' یہ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور اڑسٹھ (٦٨) ہجری میں طائف میں فوت ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٣٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر دس سال تھی۔ (صحیح یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی کیونکہ وہ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے' حافظ ابن حجر نے بھی یہ بات لکھی ہے۔ سعیدی غفرلہ) علامہ الواقدی نے لکھا ہے کہ اس میں ہمارے علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت ابن عباس اس وقت پیدا ہوئے تھے جب قریش نے آپ کو گھاٹی میں محصور کیا ہوا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہمارے پاس بصرہ میں آئے' عرب میں ان کی مثل' حسین' عالم اور خوش لباس کوئی نہیں تھا۔

امام احمد نے کریب سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی' آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا حتیٰ کہ مجھے اپنے برابر کر دیا' جب آپ اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو میں پیچھے ہٹ گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے مجھ سے پوچھا: کیا بات تھی؟ (جو تم پیچھے ہٹ جاتے تھے) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کسی کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ نماز میں آپ کے برابر کھڑا ہو! حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں! تب آپ نے میرے لیے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے علم اور فہم میں اضافہ کرے۔

امام ابن سعد نے شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت عباس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو ان سے ان کے بیٹے نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص کو دیکھا' انہوں نے کہا: وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔ عبداللہ بن المبارک نے شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت زید بن ثابت سوار ہوئے' تو حضرت ابن عباس نے ان کے گھوڑے کی رکاب پکڑ لی' انہوں نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد! ایسا نہ کریں' حضرت ابن عباس نے کہا: ہمیں اسی طرح علماء کی تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے' پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ کو بوسا دیا اور کہا: ہمیں اسی طرح اپنے نبی علیہ السلام کے اہل بیت کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔

(الاصابۃ ج ٤ ص ١٢٦۔١٢١' ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

٣٧٥٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى صَدْرِهِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ. حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ خَالِدٍ مِّثْلَهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے سینے کے ساتھ لپٹایا اور دعا کی: اے اللہ! اس کو حکمت کا علم عطا فرما' ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں

وَالْحِكْمَةُ الْإِصَابَةُ فِيْ غَيْرِ النُّبُوَّةِ.

عبدالوارث نے حدیث بیان کی اور کہا: اے اللہ! اس کو کتاب کا علم عطا فرما' ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وھیب نے حدیث بیان کی از خالد' اس حدیث کی مثل۔ غیر نبی میں حکمت کا معنی ہے: رائے کا صحیح ہونا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حکمت کا ذکر ہے' علامہ علی بن محمد الشریف الجرجانی المتوفی ۸۱۶ھ نے حکمت کی گیارہ تعریفات ذکر کی ہیں:

حکمت کی تعریفات

(۱) حکمت وہ علم ہے جس میں طاقت بشریہ کے مطابق حقائق اشیاء کے وجود سے بحث کی جاتی ہے' سو یہ علم نظری ہے' نیز حکمت اس قوت عقلیہ علمیہ کی ہیئت کو کہتے ہیں جو عقل کی افراط اور تفریط کے درمیان متوسط ہے (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ قرآن کے حلال اور حرام کو جاننا حکمت ہے (۳) لغت میں حکمت' علم کے موافق عمل کو کہتے ہیں (۴) انسان کی طاقت کے مطابق کسی چیز کو نفس الامر اور واقع کے مطابق جاننا حکمت ہے (۵) وہ کلام جو حق کے موافق ہو وہ حکمت ہے (۶) کسی چیز کو اس کی جگہ میں رکھنا حکمت ہے (۷) جس چیز کا انجام لائق تحسین ہو وہ حکمت ہے (۸) جس علم میں موجودات خارجیہ کے ان احوال سے بحث کی جائے جو ہماری قدرت اور اختیار میں نہیں ہیں وہ علم حکمت ہے (۹) جو کلام معقول ہو اور فضول الفاظ سے خالی ہو وہ حکمت ہے (۱۰) حقائق اشیاء کو اس طرح جاننا جس طرح وہ واقع میں ہیں اور ان کے تقاضے پر عمل کرنا حکمت ہے' اس وجہ سے حکمت کی دو قسمیں ہیں: حکمت علمیہ اور حکمت نظریہ (۱۱) حقیقت کے وہ اسرار جن پر علماء اور عوام مطلع نہیں ہیں جیسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحیم ہے جتنا ماں اپنی اولاد پر رحیم ہوتی ہے' اور ماں اپنے نافرمان بچوں کو آگ میں ڈالنا نہیں چاہتی' اور اللہ تعالیٰ اپنے نافرمان بندوں کو دوزخ میں ڈال دیتا ہے' اس کے اسرار کا نام حکمت ہے یا جیسے دوزخ کے محافظ فرشتوں کی تعداد انیس (۱۹) ہے' آسمان اور زمین کی تعداد سات ہے' حج میں طواف کے سات چکر ہیں کم یا زیادہ کیوں نہیں' اس کے اسرار۔ (سعیدی غفرلہ)

(کتاب التعریفات ص ٦٦' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی منقبت میں مزید احادیث

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے' پس میں نے رات کو آپ کے وضو کے لیے پانی رکھا' حضرت میمونہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ کے وضو کے لیے عبداللہ بن عباس نے پانی رکھا ہے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو دین کی فقہ (فہم) اور تاویل کا علم عطاء فرما۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۱' صحیح ابن حبان: ۷۰۵۵' المعجم الکبیر: ۱۰۵۸۷' الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۶۵)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رات کے آخری حصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' سو میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی: آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھسیٹا' پس مجھے اپنے برابر کر دیا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نماز شروع کر دی تو میں پیچھے آ گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں اپنے برابر کرتا تھا اور تم پیچھے آ جاتے تھے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا کسی کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ آپ کے برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھے' حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب عطاء کیا ہے' حضرت ابن

عباس نے کہا: آپ کو یہ بات پسند آئی تو آپ نے میرے لیے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے علم اور فہم میں اضافہ فرمائے۔ (مسند احمد ج ا ص ۳۱۱‘ علامہ شعیب الارنؤوط نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے‘ حاشیہ مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۸‘ مؤسسۃ الرسالۃ‘ بیروت)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا‘ اور آپ کے پاس ایک شخص تھا جس سے آپ سرگوشی کر رہے تھے اور آپ میرے والد سے گویا اعراض کر رہے تھے‘ پس ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے‘ پھر میرے والد نے مجھ سے کہا: اے میرے بیٹے! کیا تم نے اپنے عم زاد کی طرف نہیں دیکھا گویا وہ مجھ سے اعراض کر رہے تھے‘ میں نے کہا: اے ابا جان! ان کے پاس ایک شخص تھا جس سے وہ سرگوشی کر رہے تھے‘ حضرت ابن عباس نے بتایا‘ پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس واپس گئے تو میرے والد نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے عبد اللہ سے اس طرح اس طرح کہا تو اس نے مجھے یہ بتایا کہ آپ کے پاس ایک شخص تھا جس سے آپ سرگوشی کر رہے تھے تو کیا آپ کے پاس واقعی کوئی تھا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اے عبد اللہ! کیا تو نے اس کو دیکھا تھا‘ حضرت ابن عباس نے بتایا‘ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے اور ان کی وجہ سے میں تمہاری طرف متوجہ نہ ہوا۔

(مسند احمد ج ا ص ۲۹۴‘ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۷۰۸‘ المعجم الکبیر: ۱۰۵۸۴‘ الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۷۰‘ سنن ترمذی: ۳۸۲۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰) احادیث مروی ہیں‘ امام بخاری اور امام مسلم ان میں سے پچھتر (۷۵) احادیث پر متفق ہیں‘ امام بخاری اٹھائیس (۲۸) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم انچاس (۴۹) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔ (خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۸۲‘ دارالکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۲ ھ)

۲۵ - بَابُ مَنَاقِبِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: ابوسلیمان خالد بن الولید بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ مرہ بن کعب‘ ان کا نسب مرہ بن کعب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔ یہ گھوڑے سوار صحابہ میں سے تھے‘ فتح مکہ اور حدیبیہ کے درمیانی عرصہ میں اسلام لائے‘ ایک قول ہے: غزوہ موتہ سے دو ماہ پہلے اسلام لائے اور یہ جمادی الاولیٰ آٹھ ہجری تھی‘ اس کے بعد رمضان میں فتح مکہ ہوئی‘ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے اور داد شجاعت دی‘ مرتدین کا قتل بھی ان کے ہاتھوں ہوا‘ یہ اپنے بستر پر حمص یا مدینہ میں اکیس (۲۱) ہجری میں فوت ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۳۷‘ دارالکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

یہ زمانہ جاہلیت میں اشراف قریش میں سے تھے‘ زمانہ جاہلیت میں گھوڑوں کی لگامیں ان ہی کے ہاتھ میں تھیں‘ یہ سات ہجری میں فتح خیبر سے پہلے اسلام لائے تھے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جا رہا تھا‘ تو میری خالد بن الولید سے ملاقات ہوئی‘ یہ فتح مکہ سے پہلے کا واقعہ ہے اور وہ مکہ سے آ رہے تھے‘ میں نے پوچھا: اے ابوسلیمان! کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا: میں

اسلام قبول کرنے جا رہا ہوں' پھر ہم دونوں آئے' پھر خالد آگے بڑھ کر اسلام لائے اور بیعت کی' پھر میں بھی قریب گیا اور بیعت کی' پھر میں لوٹ گیا' پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ غزوہ موتہ میں گئے' پھر جب مسلمانوں کا تیسرا امیر شہید ہو گیا تو حضرت خالد نے جھنڈا اٹھا لیا اور فتح یاب ہوئے' حضرت خالد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ میں تھے' پھر حنین میں اور طائف میں پھر العزیٰ کو گرانے میں۔

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جگہ ٹھہرے' پس لوگ گزر رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھ رہے تھے: یہ کون ہے؟ میں کہتا: یہ فلاں ہے حتیٰ کہ حضرت خالد گزرے' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: یہ خالد بن الولید ہے' آپ نے فرمایا: یہ اللہ کا نیک بندہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد کو اکیدومہ کی طرف بھیجا' وہ اس کو گرفتار کر کے لے آئے' آپ نے اس سے جزیہ پر صلح کر لی' حضرت ابو بکر نے ان کو مرتدین سے قتال کے لیے بھیجا تو انہوں نے ان سے عظیم قتال کیا' پھر ان کو فارس اور روم کے خلاف جنگ میں بھیجا تو اس میں انہوں نے شدید قتال کیا اور دمشق کو فتح کیا۔ 5

عروہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت خالد جنگ یمامہ سے فارغ ہوئے تو حضرت ابو بکر نے ان کو شام کی طرف بھیج دیا اور وہاں انہوں نے اللہ کے دشمن کو شکست دی' حضرت ابو بکر نے ان کو شام کی طرف بھیجا تھا' اور حضرت عمر نے ان کو معزول کر دیا' امام بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے خطبہ دیا اور حضرت خالد کو معزول کرنے پر عذر پیش کیا' تو ابو عمرو بن حفص بن المغیرہ نے کہا: آپ نے اس کو معزول کر دیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عامل بنایا تھا اور اس شخص کو سرنگوں کر دیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سربلند کیا تھا' تو حضرت عمر نے کہا: تم اپنے عم زاد کی وجہ سے غضب ناک ہو رہے ہو۔

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابو عبیدہ کو شام کا عامل بنایا اور حضرت خالد بن الولید کو معزول کر دیا تو حضرت خالد نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تم پر اس امت کے امین کو بھیج دیا' تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۹۰' کنز العمال: ۳۳۲۸۰)

امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ جنگ یرموک میں حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی گم ہو گئی تو انہوں نے کہا: اس کو ڈھونڈو' پھر اس کو بڑی مشکل سے تلاش کرایا' حضرت خالد سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کرنے کے بعد اپنا سر مبارک منڈایا تو لوگ آپ کے بالوں کی طرف جھپٹے' تو میں نے آپ کی پیشانی کے بالوں کو اس ٹوپی میں رکھ دیا' پھر میں جس جنگ میں بھی گیا تو یہ ٹوپی میرے ساتھ ہوتی تھی اور مجھے فتح حاصل ہوتی تھی' امام ابو یعلیٰ نے بھی اس کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اس کے آخر میں مذکور ہے کہ میں اس ٹوپی کو پہن کر جہاں بھی گیا تو مجھے فتح حاصل ہوئی۔

امام بخاری نے حضرت خالد بن الولید سے روایت کی ہے کہ غزوہ موتہ میں میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔

امام مالک بن انس نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا: آپ خالد سے کہیں کہ وہ آپ کے حکم کے بغیر کسی کو کچھ نہ دیا کریں' حضرت ابو بکر نے اس طرح لکھا تو حضرت خالد نے جواب دیا: آپ مجھے میرے عمل پر چھوڑ دیں یا اپنی ذمہ داری واپس لے لیں' مگر حضرت ابو بکر نے ان کو ان کے عمل پر برقرار رکھا' جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی حضرت خالد سے یہی کہا: حضرت خالد نے پھر یہی جواب دیا' پھر حضرت عمر نے ان کو معزول کر دیا۔

حضرت خالد مدینہ میں فوت ہوئے تھے اور حضرت عمران کی وصیت کے مطابق ان کے جنازہ میں گئے تھے۔

(الاصابۃ ج ۲ ص ۲۱۹-۲۱۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام شہروں میں یہ مکتوب لکھ کر بھیجا کہ میں نے خالد کو کسی غصہ یا کسی خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا لیکن لوگ اس کو بہت عظیم قرار دیتے ہیں اور اس کی وجہ سے اس فتنہ میں ہیں (کہ تمام فتوحات خالد کی وجہ سے ہوتی ہیں) سو مجھے یہ خطرہ ہے کہ لوگ (فتوحات میں) خالد پر توکل کریں گے پس میں نے یہ پسند کیا کہ لوگ یہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی فتح دینے والا ہے اور وہ کسی فتنہ میں نہ پڑ جائیں اور حضرت خالد سے جو مال لیا تھا وہ ان کو واپس کر دیا۔

(الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۳۷۶ دارالکتاب العربی ۱۴۰۰ھ)

٣٧٥٧ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعٰى زَيْدًا وَّجَعْفَرًا وَّابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى اَخَذَهَا سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن واقد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از حمید بن ھلال از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید اور حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ کی شہادت کی خبر لوگوں کو دی قبل اس کے کہ ان کے پاس ان کی (شہادت کی) خبر آتی آپ نے فرمایا: زید نے جھنڈا پکڑا پھر وہ شہید ہو گیا پھر جعفر نے جھنڈا پکڑا پھر وہ شہید ہو گیا پھر ابن رواحہ نے جھنڈا پکڑا پھر وہ شہید ہو گیا اور آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے حتیٰ کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا پکڑا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان (اہل موتہ) کے خلاف فتح عطاء فرمائی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۴۶ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی حضرت خالد کے مناقب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں آپ نے حضرت خالد کو اللہ کی تلوار فرمایا ہے اور امام ابن حبان اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خالد کو اذیت نہ دو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کفار پر سونت رکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۳۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مناقب میں مزید احادیث

(۱) حضرت عبدالرحمن بن ازھر رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ ایک دن نکلے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑ سواروں میں سے تھے پس جب اللہ تعالیٰ نے کفار کو شکست دے دی اس کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس وقت مسلمان اپنے پالانوں میں واپس جا رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے درمیان چل رہے تھے اور فرما رہے تھے: خالد بن ولید کے پالان کی کون راہ نمائی کرے گا پس میں آپ کے آگے جا رہا تھا اس وقت میں بالغ ہو چکا تھا اور میں

بھی کہہ رہا تھا کہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ کے پالان کی کون راہ نمائی کرے گا' پس اچانک ہم نے دیکھا حضرت خالد اپنے پالان کے پچھلے حصہ کی ٹیک لگائے ہوئے ہیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آئے ان کے زخم کو دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۱' مسند احمد ج ۴ ص ۸۸' مصنف عبدالرزاق: ۹۷۴۱' الآحاد والمثانی: ۶۳۹' سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۱۹' مسند شافعی ج ۲ ص ۹۰)

شعیب الارنؤوط نے کہا: اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ الزہری کا عبدالرحمن بن الازہر سے سماع ثابت نہیں ہے۔

(حاشیہ مسند احمد ج ۲۷ ص ۳۶۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ تعدد اسانید کی وجہ سے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے جب کہ مناقب میں ضعیف السند حدیث بھی معتبر ہوتی ہے۔

(۲) حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کیا خوب اللہ کا بندہ ہے خالد بن ولید' جو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جس کو اللہ نے کفار اور منافقین پر سونت رکھا ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۸' المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۲۲۷' اس حدیث کے رجال ثقات ہیں)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گئے حتیٰ کہ جب ہم مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گھاٹی کے نیچے پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دیکھو یہ کون شخص ہے؟ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: یہ خالد بن ولید رضی اللہ ہیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ کا کیا خوب بندہ ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۴۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۲۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۰)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت خالد بن الولید رضی اللہ سے اٹھارہ احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ایک حدیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۳۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

٢٦ - بَابُ مَنَاقِبِ سَالِمٍ مَوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت سالم' حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت سالم بن معقل رضی اللہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے' یہ اصطخر کے اہل فارس میں سے تھے' ایک قول یہ ہے کہ عجم الفارس میں سے تھے' یہ اکابر اور فضلاء صحابہ میں سے تھے' اور ان کا شمار مہاجرین میں ہے' کیونکہ جب ان کو ان کی مالکہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما کی بیوی نے آزاد کر دیا تو حضرت ابو حذیفہ نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا' اس وجہ سے ان کو مہاجرین میں شمار کیا گیا اور ان کو انصار میں بھی شمار کیا گیا ہے کیونکہ حضرت ابو حذیفہ کی بیوی جو ان کی مالکہ تھیں وہ انصاریہ تھیں' یہ قباء میں مہاجرین کے امام تھے' جن میں حضرت عمر رضی اللہ بھی تھے' یہ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے کا واقعہ ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ کے ساتھ ہجرت کی تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت معاذ بن ماعص کا بھائی بنایا تھا' روایت ہے کہ حضرت عمر نے کہا: اگر حضرت سالم زندہ ہوتے تو میں شوریٰ نہ بناتا' حضرت ابو حذیفہ نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا تو انہیں ان کی طرف منسوب کیا جاتا تھا' اور کہا جاتا تھا: سالم بن ابو حذیفہ حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ (الاحزاب:۵) ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے باپ ہی کا بیٹا کہہ کر بلایا کرو۔

حضرت سالم ثبیتہ بنت یعار انصاریہ کے غلام تھے' حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت سالم بدر میں حاضر تھے اور جنگ یمامہ میں وہ اور ان کے مالک ابوحذیفہ دونوں شہید ہو گئے تھے۔

حضرت ابوحذیفہ فضلاء صحابہ اور مہاجرین اولین میں سے تھے' انہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور دو ہجرتیں کیں' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لائے تھے' وہ بدر' احد' خندق' حدیبیہ اور تمام غزوات میں حاضر تھے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے' اس وقت ان کی عمر ترپن یا چون سال تھی۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٣٩-٣٣٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس اکابر صحابہ میں سے تھے' یہ غزوہ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے' ان کے والد اس دن حالت کفر میں قتل کر دیئے گئے تھے' ان کو اس کا بہت رنج تھا' ان کو توقع تھی کہ وہ اسلام لے آئیں گے' کیونکہ وہ عقل مند شخص تھے' حضرت ابوحذیفہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے' اور رہے حضرت سالم تو وہ سابقین اولین میں سے تھے' حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ وہ قرآن مجید کے عالم تھے' اور کتاب الصلوٰۃ میں یہ گزر چکا ہے کہ جب مہاجرین مکہ سے آئے تو یہ قباء میں امام تھے' حضرت سالم بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر تھے' ایک قول یہ ہے کہ ان کے باپ کا نام معقل تھا' یہ انصار کی ایک عورت کے غلام تھے' جب اس سے حضرت حذیفہ نے شادی کی تو انہوں نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا' حضرت سالم بھی جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٨١٩' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٣٧٥٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ ذُكِرَ عَبْدُاللّٰهِ عِنْدَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَ ذَاكَ رَجُلٌ لَا أَزَالُ أُحِبُّهُ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِسْتَقْرِؤُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَبَدَاَ بِهٖ وَسَالِمٍ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَا اَدْرِيْ بَدَاَ بِاُبَيٍّ اَوْ بِمُعَاذٍ.

[اطراف الحدیث: ٣٧٦٠-٣٨٠٦-٣٨٠٨-٤٩٩٩] (صحیح مسلم: ٢٤٦٤' الرقم المسلسل: ٦٢٢٨' سنن ترمذی: ٣٨٣٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ از ابراہیم از مسروق' انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ ایسے شخص ہیں جن سے میں ہمیشہ محبت کرتا ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کو سننے کے بعد کہ چار مردوں سے قرآن حاصل کرو' عبداللہ بن مسعود سے' آپ نے ان کا پہلے ذکر کیا' اور سالم مولیٰ ابوحذیفہ سے اور ابی بن کعب سے اور معاذ بن جبل سے' انہوں نے کہا: مجھے پتا نہیں کہ آپ نے حضرت ابی کا نام پہلے لیا یا حضرت معاذ کا۔

قرآن مجید کو حاصل کرنے کے لیے چار صحابہ کی تخصیص کی توجیہ

اس حدیث میں قرآن مجید کے حصول کے لیے چار مردوں کا ذکر کیا گیا ہے' ان کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان چار صحابہ کو دوسروں کی بہ نسبت قرآن مجید کے الفاظ زیادہ منضبط تھے اور یہ ان الفاظ کی ادائیگی دوسروں سے زیادہ عمدگی سے کرتے تھے' اگرچہ

بعض دوسرے صحابہ کو ان کی بہ نسبت قرآن مجید کی فہم اور مسائل کے استنباط کا ملکہ ان سے زیادہ تھا' ان چاروں میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر سب سے پہلے فرمایا تاکہ یہ معلوم ہو کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ان سب سے افضل ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٣٩ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

حضرت سالم کی منقبت میں حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے میں دیر کی' آپ نے پوچھا: اے عائشہ! تم کو کس چیز نے آنے سے روکا تھا؟ انہوں نے بتایا: یا رسول اللہ مسجد میں ایک شخص تھا' میں نے اس سے عمدہ قرآن پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا! پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (دیکھنے) گئے تو وہ حضرت سالم تھے جو حضرت ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام تھے رضی اللہ عنہما' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے لیے حمد ہے کہ اس نے میری امت میں تم جیسا مرد رکھا ہے۔ (صحیح مسلم: ٢٤٦٨' صحیح البخاری: ٣٧٥٨' سنن ابو داؤد: ١٤٦٤' السنن الکبریٰ: ٨٢٤٢' سنن بیہقی ج ٣ ص ٦' شرح السنۃ: ٩٠٢' مسند احمد ج ٦ ص ١٦٥' متن مسند احمد کی روایت کا ہے)

٢٧ - بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

ان کی والدہ کا نام ہے: ام عبد بنت عبدود' وہ اسلام لے آئی تھیں اور ان کو مصاحبت حاصل ہوئی' اور ان کے والد زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے' حضرت عبداللہ پہلے اسلام لا چکے تھے' امام ابن حبان نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ یہ اسلام لانے والے چھٹے مرد تھے' انہوں نے دو ہجرتیں کی تھیں اور یہ غزوہ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین اٹھاتے تھے' یہ بتیس (٣٢) ہجری میں مدینہ میں فوت ہوئے تھے' اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال سے زائد تھی۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٠ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ٨٩٣ ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: عبداللہ بن مسعود بن غافل الھذلی اور ھذیل بن مدرکۃ بن الیاس ہیں' ان کا نسب مدرکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے' ان کی والدہ کا نام ہے' ام عبد بنت عبدود' انہوں نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی' پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی' یہ بارگاہ رسالت میں مقرب تھے' ان کو صاحب الطھور والوساد والنعلین کہا جاتا تھا' یعنی یہ آپ کو وضو کراتے تھے' اور آپ کا گدا اور نعلین اٹھاتے تھے' علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے: یہ آپ کے آگے چلا کرتے تھے اور جب آپ سو جاتے تھے تو آپ کو بیدار کرتے تھے' اور جب آپ غسل کرتے تھے تو یہ آپ کے لیے پردہ قائم کرتے تھے' آپ نے فرمایا: میں اپنی امت کے لیے ان کاموں پر راضی ہوں جن کاموں پر ام عبد کے بیٹے راضی ہیں اور ان کاموں پر ناراض ہوں' جن پر یہ ناراض ہیں۔

(الاستیعاب ج ٣ ص ٩٨٩)

حضرت ابن مسعود کہتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اصحاب سے بہتر نہیں ہوں لیکن مجھے علم ہے کہ قرآن مجید کی کون سی آیت کب نازل ہوئی اور کس کے متعلق نازل ہوئی اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کسی شخص کو مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم ہے تو میں اونٹ پر سفر کر کے ضرور اس کے پاس جاتا' یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے' انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ مجھے رات میں دفن کیا جائے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی' حضرت ابن مسعود ہی

وہ صحابی ہیں جنہوں نے غزوہ بدر میں ابوجہل کا سر کاٹا تھا۔ (الکوثر الجاری ج٦ ص٤٩٦-٤٩٥، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٩ھ)

٣٧٥٩ - **حَدَّثَنَا** حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ سَمِعْتُ مَسْرُوْقًا قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَاحِشًا وَقَالَ اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان، انہوں نے کہا: میں نے ابو وائل سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے مسروق سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالطبع قبیح بات کرتے تھے نہ تکلف سے اور آپ نے فرمایا: میرے نزدیک تم میں سے زیادہ پسندیدہ شخص وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٥٥٩ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٦٠ - **وَقَالَ** اِسْتَقْرِءُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّسَالِمٍ مَّوْلٰى اَبِىْ حُذَيْفَةَ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ.

اور انہوں نے کہا کہ چار مردوں سے قرآن حاصل کرو، حضرت عبداللہ بن مسعود سے اور حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ سے اور حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٧٥٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٦١ - **حَدَّثَنَا** مُوْسٰى عَنْ اَبِىْ عَوَانَةَ عَنْ مُّغِيْرَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ دَخَلْتُ الشَّامَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ لِىْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَرَاَيْتُ شَيْخًا مُّقْبِلًا فَلَمَّا دَنَا قُلْتُ اَرْجُوْ اَنْ يَّكُوْنَ اسْتَجَابَ اللّٰهُ قَالَ مِنْ اَيْنَ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ اَفَلَمْ يَكُنْ فِيْكُمْ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادِ وَالْمِطْهَرَةِ اَوَ لَمْ يَكُنْ فِيْكُمُ الَّذِىْ اُجِيْرَ مِنَ الشَّيْطَانِ. اَوَلَمْ يَكُنْ فِيْكُمْ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِىْ لَا يَعْلَمُهٗ غَيْرُهٗ كَيْفَ قَرَاَ ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ ﴿وَاللَّيْلِ﴾ فَقَرَاْتُ ﴿وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى۝ اَلذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾ (اللیل: ١-٣) قَالَ اَقْرَاَنِيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاهُ اِلٰى فِيَّ فَمَا زَالَ هٰٓؤُلَاءِ حَتّٰى كَادُوْا يَرُدُّوْنَنِىْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی از ابی عوانہ از مغیرہ از ابراہیم از علقمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں (ملک) شام میں داخل ہوا، پس میں نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر میں نے یہ دعا کی: اے اللہ! مجھے نیک ہم نشین میسر کر، سو میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا میری طرف آ رہا ہے، پس جب وہ قریب آیا تو میں نے کہا: مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمالی، اس نے کہا: تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا: اہل کوفہ سے، اس نے کہا: کیا تم میں سے وہ نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین، گدا اور لوٹا اٹھانے والا ہے؟ کیا تم میں وہ نہیں ہے جس کو شیطان سے پناہ دی گئی تھی؟ کیا تم میں وہ نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس راز کو جاننے والا ہے جس راز کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، ام عبد کے بیٹے نے سورہ واللیل کس طرح پڑھی ہے تو میں نے پڑھا: وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى۝ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى۝ (اللیل: ٣-١) قسم ہے رات کی جب وہ دن کو چھپا لے۝ اور دن کی جب وہ روشن ہو۝ اور قسم ہے نر کی اور مادہ کی۝ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سورت مجھے اسی طرح پڑھائی ہے، اس وقت آپ

کا منہ میرے منہ کی طرف تھا' اور یہ لوگ مجھے (اس قراءت) سے لوٹا رہے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۸۷ میں گزر چکی ہے۔

مراد یہ ہے کہ یہ لوگ مجھے اس قراءت سے ''وما خلق الذکر والانثی'' کی طرف لوٹا رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ سورۃ واللیل کی متواتر قراءت یہی اور حضرت ابن مسعود کی قراءت شاذ ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۳۷٦٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيْدَ قَالَ سَأَلْنَا حُذَيْفَةَ عَنْ رَّجُلٍ قَرِيْبِ السَّمْتِ وَالْهَدْيِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى نَأْخُذَ عَنْهُ فَقَالَ مَا أَعْرِفُ أَحَدًا أَقْرَبَ سَمْتًا وَّهَدْيًا وَّدَلًّا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ.

[طرف الحدیث: ٦٠٩٧] (سنن ترمذی: ۳۸۰۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عبدالرحمن بن یزید' انہوں نے کہا: ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کے طریقہ کے قریب تھا' حتیٰ کہ ہم اس سے کچھ حاصل کریں تو انہوں نے کہا کہ میں ام عبد کے بیٹے کے سوا اور کسی کو نہیں جانتا جو آپ کی سیرت آپ کی ہدایت اور آپ کے طریقہ کے زیادہ قریب ہو۔

۳۷٦۳ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ بْنِ أَبِيْ إِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مُوْسَى الْأَشْعَرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَدِمْتُ أَنَا وَأَخِيْ مِنَ الْيَمَنِ فَمَكَثْنَا حِيْنًا مَّا نَرٰى إِلَّا أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا نَرٰى مِنْ دُخُوْلِهٖ وَدُخُوْلِ أُمِّهٖ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[طرف الحدیث: ۴۳۸۴] (صحیح مسلم: ۲۴٦۰' الرقم المسلسل: ٦۲۲۱' سنن ترمذی: ۳۸۳۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: مجھے اسود بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں اور میرا بھائی یمن سے آئے' پس ہم کچھ عرصہ (مدینہ میں) ٹھہرے' ہم صرف یہی سمجھتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہیں کیونکہ ہم ان کا اور ان کی والدہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا جانا دیکھتے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بھائیوں کا ذکر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے دو بھائی تھے' ابورھم اور ابو بردہ رضی اللہ عنہما' ایک قول یہ ہے کہ ان کے ایک اور بھائی بھی تھے جن کا نام محمد تھا' اور ان کے مشہور بھائی ابو بردہ تھے جن کا نام عامر تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بہ کثرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا جانا تھا یہ ان کی خصوصیت اور ان کی فضیلت کی دلیل ہے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب میں روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب میں مزید احادیث

(۱) حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ بتائیں کہ جس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاحیات محبت کرتے ہوں کیا وہ نیک شخص نہیں ہوگا؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاحیات محبت کرتے تھے اور انہوں نے آپ کو (لشکر کا) افسر بھی بنایا تھا' حضرت عمرو بن العاص نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ آپ مجھ سے محبت کرتے تھے یا مجھ سے خدمت لینا چاہتے تھے لیکن میں تم کو بتاتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرمانے تک دو مردوں سے محبت کرتے تھے' (۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۲۰۳' السنن الکبریٰ: ۸۲۷۴' المستدرک ج ۳ ص ۳۹۲)

ایک اور حدیث میں ہے:

(۲) ابن ابی عقرب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنی موت کے وقت بہت گھبرا رہے تھے' جب ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے ان کی یہ گھبراہٹ اور پریشانی دیکھی تو کہا: اے ابوعبداللہ! یہ کیسی پریشانی اور گھبراہٹ ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو اپنے قریب کرتے تھے اور آپ کو (لشکر کا) افسر بناتے تھے' حضرت عمرو بن العاص نے کہا: اے میرے بیٹے! واقعہ اسی طرح ہے اور میں تمہیں اس کی وجہ بتاتا ہوں' بے شک اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل میری محبت کی وجہ سے تھا یا میری تالیف قلب کے لیے تھا لیکن میں دو مردوں کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے تو ان سے محبت کرتے تھے' ایک سمیہ کے بیٹے (حضرت عمار بن یاسر) اور دوسرے ام عبد کے بیٹے (حضرت ابن مسعود) رضی اللہ عنہما' یہ حدیث بیان کر کے حضرت عمرو بن العاص نے اپنی ٹھوڑی کے نیچے اپنا ہاتھ رکھ کر کہا: اے اللہ! تو نے ہم کو حکم دیا تو ہم نے اس کو فراموش کر دیا' تو نے ہمیں جن کاموں سے روکا تو ہم نے وہ کام کیے' سوا تیری مغفرت کے ہماری اور کوئی پناہ نہیں اور یہ کہہ کر حضرت عمرو بن العاص نے اپنی جان' جان آفرین کے سپرد کر دی۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۰۰' یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے' میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا' آپ نے فرمایا: اے اُم عبد کے بیٹے! (حضرت ابن مسعود) تم دعا کرو تمہیں دیا جائے گا' پس حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے دعا میں سبقت کی' حضرت عمر نے کہا: جب بھی حضرت ابوبکر نے کسی چیز میں مجھ پر سبقت کی تو حضرت ابوبکر مجھ پر سبقت کر لیتے ہیں' پس ان دونوں نے دعا کی' پس حضرت ابن مسعود نے کہا: میری جو دعا ہے جس کو میں کبھی نہیں چھوڑتا وہ یہ ہے: اے اللہ! میں تجھ سے ایسی نعمت کا سوال کرتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو' اور ایسی آنکھوں کی ٹھنڈک جو کبھی فنا نہ ہو اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنت کے سب سے بلند درجہ' جنت الخلد میں رفاقت۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۶' مسند ابو داؤد الطیالسی: ۳۴۰' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۲۷' المعجم الکبیر: ۸۴۱۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۳۳۲' السنن الکبریٰ: ۱۰۷۵' المستدرک ج ۳ ص ۳۱۷' حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح السند ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔)

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں مؤمنین کے مشورہ کے بغیر کسی کو امیر بناتا تو ام عبد کے بیٹے (حضرت ابن مسعود) کو امیر بناتا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۷۶' الطبقات ج ۵ ص ۴۲' شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔)

(۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو وہ ایک درخت پر چڑھے' آپ نے ان کو

حکم دیا تھا کہ وہ اس درخت سے کوئی چیز لے کر آئیں' ان کے اصحاب ان کو دیکھ رہے تھے' جب وہ درخت پر چڑھے تو وہ حضرت ابن مسعود کی پتلی پتلی پنڈلیوں کو دیکھ کر ہنسے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کے اس بندے پر ہنس رہے ہو جو قیامت کے دن میزان پر احد پہاڑ سے زیادہ بھاری ہوگا۔ (مسند احمد ج ١ ص ١١٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ١١٤' الطبقات ج ٣ ص ١٥٥' الادب المفرد: ٢٣٧' مسند ابو یعلیٰ: ٥٣٩' المعجم الکبیر: ٨٥١٦' علامہ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے رجال صحیح ہیں۔ مجمع الزوائد ج ٩ ص ٢٨٨' شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے۔ حاشیہ مسند احمد ج ٢ ص ٢٤٤)

(٦) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ پیلو کے درخت کی مسواک (شاخ) توڑ رہے تھے تو لوگ ہنسنے لگے' رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم کیوں ہنس رہے ہو' انہوں نے بتایا: ہم ان کی پنڈلیوں کی باریکی پر ہنس رہے ہیں' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اس کی پنڈلیاں میزان میں احد پہاڑ سے زیادہ بھاری ہوں گی۔

(مسند احمد ج ١ ص ٤٢١' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٣٥٥' الطبقات ج ٣ ص ١٥٥' مسند البزار: ٢٦٧٨' مسند ابو یعلیٰ: ٥٣١٠' المعجم الکبیر: ٨٤٥٢' حلیۃ الاولیاء ج ١ ص ١٢٧' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ١١٣' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مجمع الزوائد ج ٩ ص ٢٨٩' شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح لغیرہ ہے' حاشیہ مسند احمد ج ٧ ص ٩٩)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آٹھ سو اڑتالیس (٨٤٨) احادیث مروی ہیں' جن میں سے چھیالیس (٤٦) احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام بخاری اکیس (٢١) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم پینتیس (٣٥) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔ (خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ٢ ص ١١٨-١١٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

٢٨ - بَابُ ذِكْرِ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا ذکر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام معاویہ بن ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف القرشی الاموی ہے' ان کی ماں کا نام ھند بنت عتبہ ربیعہ بن عبدشمس ہے۔ حضرت معاویہ اور ان کے والد فتح مکہ کے وقت اسلام لائے تھے' ایک قول یہ ہے کہ حضرت معاویہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں اسلام لے آئے تھے' حضرت معاویہ نبی ﷺ کے کاتب تھے اور ان کے بھائی یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی وفات کے بعد انیس (١٩) ہجری میں' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حکم سے دمشق کے گورنر مقرر ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پورے زمانہ تک اس منصب پر مقرر رہے' پھر بعد میں حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما سے جنگ کے زمانہ میں بھی دمشق کے حاکم رہے' پھر اکتالیس (٤١) ہجری میں سب مسلمانوں کا حضرت معاویہ کی تمام ممالک اسلامیہ کی خلافت پر اتفاق ہو گیا' پھر شام میں ان کی حکومت چالیس سال سے زیادہ عرصہ تک رہی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٢-٣٤٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

مشہور قول یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے مبعوث ہونے سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے۔ علامہ واقدی نے یہ حکایت کی ہے کہ حضرت معاویہ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لے آئے تھے اور انہوں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا حتیٰ کہ فتح مکہ کے سال

انہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا اور یہ عمرۃ القضاء میں مسلمان تھے لیکن یہ قول حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث کے معارض ہے کہ ہم نے حج کے مہینوں میں عمرہ کیا اور اس وقت یہ کافر تھے تاہم اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کا یہ قول حضرت معاویہ کے ظاہر حال پر محمول ہے کیونکہ انہوں نے اپنے اسلام کو چھپایا ہوا تھا۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ نے کہا: میں نے مروہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال کاٹے اور اس حدیث کی اصل صحیح بخاری میں ہے کہ میں نے قینچی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال کاٹے اس حدیث میں مروہ کا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمرہ کا موقع تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے سر کے بال منڈوائے تھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

امام ابونعیم کی روایت ہے کہ یہ عمدہ اور اچھا لکھنے والوں میں سے اور فصحاء میں سے تھے اور بہت بردبار اور صاحب وقار تھے۔

خالد بن معدان سے روایت ہے کہ یہ طویل قامت اور گورے رنگ کے تھے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت کی اور آپ کے کاتب تھے ان کے بھائی حضرت یزید بن ابی سفیان کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو شام کا عامل بنا دیا حضرت عثمان نے ان کو اس منصب پر مستقل برقرار رکھا انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی پھر ان سے جنگ کی اور شام کی حکومت پر برقرار رہے پھر مصر کو بھی اس کے ساتھ ملا لیا پھر تحکیمین کے واقعہ کے بعد یہ خلیفہ کے نام سے موسوم ہوئے پھر جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے صلح کر لی اور تمام مسلمانوں کا ان کی خلافت پر اتفاق ہو گیا تو پھر یہ بالاتفاق خلیفہ ہو گئے اور وہ سال ''عام الجماعۃ'' یعنی اتفاق کا سال کہلایا۔

امام بغوی نے عبدالملک بن مروان سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ بیس سال امیر رہے اور بیس سال خلیفہ رہے لیکن یہ مجاز پر محمول ہے حضرت علی سے جنگ اور حضرت حسن سے صلح کے بعد یہ انیس سال خلیفہ رہے۔

امام ابن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ یہ کہتے تھے کہ میں عمرۃ القضاء سے پہلے اسلام لے آیا تھا لیکن میں مدینہ جانے سے ڈرتا تھا کیونکہ میری ماں نے کہا تھا کہ اگر تم مدینہ گئے تو وہ لوگ تم کو قتل کر دیں گے۔

امام ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں حضرت معاویہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کر رہے تھے اور میں آپ کے پیچھے کھڑا تھا جب آپ نے وضو کر لیا تو مجھے دیکھ کر فرمایا: اے معاویہ! جب تمہیں کسی جگہ کا حاکم بنا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل کرنا جب سے مجھے یہ یقین رہا ہے کہ مجھے حاکم بنایا جائے گا۔

امام بیہقی کی دلائل النبوۃ اور تاریخ بخاری میں معمر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت معاویہ سے زیادہ کسی کی حکومت کو ٹھیک نہیں پایا اور امام بغوی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ کو دیکھ کر کہتے تھے: یہ عرب کا کسریٰ ہے۔

المدائنی نے کہا ہے کہ حضرت زید بن ثابت وحی لکھتے تھے اور حضرت معاویہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے حکمرانوں کے نام خطوط لکھواتے تھے۔

مسند احمد میں ہے اور اس کی اصل صحیح مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معاویہ کو میرے پاس بلاؤ کیونکہ وہ آپ کے کاتب تھے۔

امام ابن الدنیا نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے کہا: میرے بعد تفرقہ نہ کرنا اگر تم نے تفرقہ کیا تو جان لو کہ معاویہ شام میں ہے۔

صحیح روایت کے مطابق (بائیس) رجب ٦٠ ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی۔

(الاصابۃ ج٦ ص ١٢٣‘ دارالکتب العلمیۃ‘ بیروت‘١٤١٥ ھ)

بائیس رجب کے کونڈوں کی تحقیق

عام طور پر لوگ بائیس رجب کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی نیاز دلاتے ہیں اور ان کے لیے ایصال ثواب کرتے ہیں لیکن بائیس رجب حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی تاریخ وفات نہیں ہے‘ بلکہ بائیس رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے‘ شیعہ چونکہ حضرت معاویہ سے بغض اور عناد رکھتے ہیں اس لیے اس دن ان کی وفات پر خوشی مناتے ہیں اور کھیر اور حلوہ پوری وغیرہ پکاتے ہیں اور اہل سنت کے ڈر سے انہوں نے اس میں یہ التزام کیا ہوا ہے کہ جس جگہ امام جعفر کی نیاز دلائی جائے اس کھانے کو وہیں کھایا جائے باہر نہ نکالا جائے‘ اب شیعہ اور سنیوں کے ساتھ ساتھ رہنے کی وجہ سے یہ رسم سنیوں نے بھی اختیار کر لی ہے اور وہ بھی اسی تاریخ کو کونڈوں میں کھانے پینے کی یہ چیزیں رکھ کر حضرت جعفر صادق کی نیاز دلاتے ہیں اور ایک وزیر اور لکڑ ہارے کا منظوم قصہ بھی پڑھتے ہیں جس کا کوئی ثبوت نہیں ہے‘ اب ہم پہلے یہ بیان کر رہے ہیں کہ بائیس رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے۔

حافظ جمال الدین ابی الحجاج یوسف المزی التوفی ٧٤٢ ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ دمشق میں جمعرات کے دن فوت ہوئے‘ جب رجب کے اختتام میں آٹھ دن رہتے تھے یعنی بائیس رجب انسٹھ ٥٩ ھ میں اس وقت ان کی عمر بیاسی (٨٢) سال تھی‘ اب ان کی خلافت انیس (١٩) سال تین مہینے اور بیس دن رہی‘ ایک قول یہ ہے کہ ان کی عمر بہتر سال تھی اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی عمر چھیاسی سال تھی۔

(تہذیب الکمال ج١٨ ص ٢٠٢‘ دارالفکر‘ بیروت‘ ١٤١٤ ھ‘ الاستیعاب ج٣ ص ٤٧٢‘ دارالکتب العلمیۃ‘ بیروت)

اور حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی تاریخ وفات کے متعلق شیعہ عالم ملا باقر مجلسی متوفی ١١١٠ ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف نہیں ہے کہ وفات آں حضرت ١٤٨ ھ میں واقع ہوئی‘ مشہور زیادہ یہ ہے کہ ماہ شوال میں آپ نے وفات فرمائی اور بعضوں نے دوشنبہ پندرھویں ماہ رجب سن مذکور لکھی ہے اور اکثر عمر شریف پینسٹھ سال اور بعضے اڑسٹھ سال لکھتے ہیں۔

(جلاء العیون ج٢ ص ٣٩٤ (مترجم) شیعہ جنرل بک ایجنسی‘ لاہور)

تاہم حضرت جعفر صادق کے لیے ایصال ثواب کرنا ہر روز جائز ہے اور بائیس رجب کو بھی جائز ہے لیکن اس تاریخ میں چونکہ حضرت معاویہ کی وفات ہوئی ہے اس لیے اس تاریخ میں ان کے لیے بھی ایصال ثواب کرنا چاہیے‘ اور کونڈوں کی نیاز میں جو بے جا قیود لگائی گئی ہیں کہ اتنی مقدار میں سوجی اور اتنی مقدار میں گھی ہو اور فاتحہ کا کھانا اسی جگہ پر بیٹھ کر کھایا جائے‘ باہر بالکل نہ لے جایا جائے اور فاتحہ کے وقت لکڑ ہارے اور وزیر کا منظوم قصہ بھی پڑھا جائے ان امور کی کوئی شرعی اصل نہیں ہے اس لیے ان امور سے اجتناب کیا جائے۔

٣٧٦٤ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا الْمُعَافَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ قَالَ اَوْتَرَ مُعَاوِیَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَکْعَةٍ وَّعِنْدَهُ مَوْلًی لِّابْنِ عَبَّاسٍ فَاَتَی ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ دَعْهُ. فَاِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ٣٧٦٥] (اس

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن بشر نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں المعافی نے حدیث بیان کی از عثمان بن ابی الاسود از ابن ابی ملیکہ‘ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر کی نماز پڑھی اور ان کے پاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے‘ وہ حضرت ابن

حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

عباس کے پاس آئے (اور انہوں نے حضرت معاویہ کی شکایت کی)' حضرت ابن عباس نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت کی ہے۔

حضرت معاویہ کے ایک رکعت وتر پڑھنے کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے: حضرت ابن عباس نے اپنے آزاد کردہ غلام (عکرمہ) سے کہا: حضرت معاویہ کو چھوڑ دیعنی ان پر انکار اور اعتراض نہ کرو کیونکہ وہ فقیہ ہیں' رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں اور وہ فقہی احکام کے عارف ہیں۔

(عمدۃ القاری ج١٦ص ٣٤٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت'١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ عکرمہ نے جو ایک رکعت وتر پڑھنے پر اعتراض کیا تھا اس میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک وتر کی تین رکعت پڑھنا معروف تھا' تاہم حضرت معاویہ کے ایک رکعت پڑھنے کی تاویل یہ ہے کہ وہ ایک رکعت آخری دوگانہ کے ساتھ ملی ہوئی تھی اور یہ تاویل اس لیے ضروری ہے کہ نبی ﷺ نے ایک رکعت نماز کو دم کٹی نماز فرمایا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے۔

حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ٤٦٣ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دم کٹی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ کوئی آدمی ایک رکعت پڑھ کر اس کے ساتھ وتر کرے۔ (التمہید ج٥ص ٢٥٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت'١٤١٩ھ)

٣٧٦٥ - **حَدَّثَنَا** ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنِی ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَةَ قِیْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ هَلْ لَّكَ فِیْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ مُعَاوِیَةَ فَاِنَّهٗ مَا اَوْتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ اَصَابَ اِنَّهٗ فَقِیْهٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں نافع بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ آپ کی امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا رائے ہے' انہوں نے وتر کی صرف ایک رکعت پڑھی ہے' حضرت ابن عباس نے کہا: انہوں نے (اپنے نزدیک) صحیح عمل کیا' وہ فقیہ ہیں یعنی مجتہد ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧٦٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٦٦ - **حَدَّثَنِیْ** عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِی التَّیَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ اَبَانَ عَنْ مُّعَاوِیَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِنَّكُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوةً لَقَدْ صَحِبْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَیْنَاهُ یُصَلِّیْهَا وَلَقَدْ نَهٰی عَنْهُمَا یَعْنِی الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح' انہوں نے کہا: میں نے حمران بن ابان سے سنا از حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: تم ایک نماز پڑھتے ہو حالانکہ ہم نبی ﷺ کی مصاحبت میں رہے ہیں' ہم نے آپ کو یہ دو رکعتیں پڑھتے نہیں دیکھا اور تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے

سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۸۷ میں گزر چکی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں مزید احادیث

(۱) حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی: اے اللہ! اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔

(سنن ترمذی: ۳۸۴۲' مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۶)

(۲) حضرت عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر کے سوا نہ کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے: اے اللہ! معاویہ کے سبب سے ہدایت دے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۴۳)

(۳) حضرت عرباض بن ساریہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رمضان کے مہینہ میں سحر کے وقت سنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: آؤ مبارک غذا کی طرف' پھر میں نے سنا آپ یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم عطاء فرما اور اس کو عذاب سے بچا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۳۸' المعجم الکبیر ج ۱۸' رقم: ۶۲۸' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۳۶' السنن الکبریٰ: ۴۲۷۳' شرح مشکل الآثار: ۵۵۰۳' صحیح ابن حبان: ۳۴۶۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۹' مسند البزار: ۷۷ ۹' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۶)

علامہ سندھی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ دعا کی: اے اللہ! ان کو کتاب اور حساب کا علم عطاء فرما کیونکہ امراء کو اس کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ دعا کی کہ ان کو عذاب سے بچا کیونکہ امراء سے عادۃً اپنی امارت میں کوئی نہ کوئی تقصیر ہو جاتی ہے' پس اگر ان سے کوئی تقصیر ہو جائے سو تو ان کو اس تقصیر سے بچا لینا۔

(حاشیہ مسند احمد ج ۲۸ ص ۳۸۴۔ ۳۸۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

(۴) ابوامیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وضو کرانے کا برتن لے لیا' حضرت ابو ہریرہ بیمار ہو گئے تھے' حضرت معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرا رہے تھے تو آپ نے وضو کرتے ہوئے ایک یا دو مرتبہ سر اٹھا کر دیکھا' پھر فرمایا: اے معاویہ! جب تمہیں کسی جگہ کا حاکم بنایا جائے تو اللہ عزوجل سے ڈرنا اور عدل کرنا' حضرت معاویہ نے کہا: جب سے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے یہ یقین تھا کہ مجھے کسی جگہ کا حاکم بنایا جائے گا حتیٰ کہ میں حکومت میں مبتلا ہو گیا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۱' تاریخ کبیر البخاری ج ۳ ص ۴۹۶' طبع قدیم' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۸۶' مسند ابویعلیٰ: ۷۳۸۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۱۴۸۔ ۱۴۷' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۴۴۶)

علامہ شعیب الارنؤوط نے کہا ہے کہ اس حدیث کے رجال صحیح اور ثقات ہیں' تاہم ابوامیہ کے دادا اور وہ سعید بن العاص ہیں ان کا حضرت معاویہ سے سماع ہم پر واضح نہیں ہوا' اور حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کے رجال صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۸۶) (حاشیہ مسند احمد ج ۲۸ ص ۱۳۰' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ سعید بن العاص کا حضرت معاویہ سے سماع ثابت نہ ہونا ہمیں مضر نہیں ہے کیونکہ ہمارے اور مالکیہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلق مقبول ہوتی ہے اور اگر اس کی سند ضعیف بھی ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ فضائل میں ضعیف السند حدیث بھی مقبول ہوتی ہے۔ اور علامہ احمد البناء المتوفی ۱۳۷۸ھ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث المعجم الاوسط میں بھی ہے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے یہ الفاظ ہیں: اے اللہ! ان کی نیکیوں کو قبول فرما اور ان کی تقصیرات سے درگزر فرما۔

(الفتح الربانی ج ٤ ص ٤٤٤٠٦ 'بیت الافکار الدولیۃ اردن' ٢٠٠٧ء)

(٥) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے بال قینچی سے کاٹے' راوی کہتا ہے کہ ہم نے حضرت ابن عباس سے کہا: ہم کو یہ حدیث صرف حضرت معاویہ سے پہنچی ہے تو انہوں نے کہا: حضرت معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تہمت لگانے والے نہیں ہیں۔

(مسند احمد ج ٤ ص ٩٥ 'المعجم الکبیر ج ١٩ 'رقم: ٦٩٧ 'الاحاد والمثانی: ٥٣١)

ابن ابی عاصم کی روایت میں ہے کہ ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب طواف سے فارغ ہو گئے تو میں نے مروہ کے پاس قینچی سے آپ کے بال کاٹے (الاحاد والمثانی: ٥٣١) اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ بتائیں کہ جس نے تمتع کیا اور قربانی بھیج دی کیا وہ اپنے بال کاٹ سکتا ہے؟ تو میں نے کہا: نہیں' تب حضرت معاویہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے طواف سے فارغ ہو گئے تو میں نے مروہ کے پاس قینچی سے آپ کے بال کاٹے۔ (المعجم الکبیر ج ١٩ رقم: ٦٩٨)

علامہ شعیب الارنؤوط نے لکھا ہے کہ مسند احمد کی سند صحیح ہے اور موخر الذکر حدیثوں کی سند ضعیف ہے کیونکہ ان کی سند میں محمد بن اسحاق ہے اور وہ مدلس ہے۔ (حاشیۃ مسند احمد ج ٢٨ ص ٧٨ 'موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ محمد بن اسحاق کا مدلس ہونا ہمیں مضر نہیں ہے کیونکہ اگر اس کو ساقط بھی کر دیا جائے تو یہ حدیث مرسل ہو گی اور حدیث مرسل ہمارے اور مالکیہ کے نزدیک مطلقاً مقبول ہے۔

حضرت معاویہ نے اپنی وفات کے وقت کہا: اے میرے بیٹے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وہ چادر عطا کی تھی جو آپ کے جسم کے ساتھ لگی ہوتی تھی' میں نے اس چادر کو اس دن کے لیے چھپا کر رکھا تھا' اس کو میرے کفن کا اندرونی حصہ بنا دینا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بال کاٹے اور ناخن تراشے وہ میں نے آپ سے لے لیے' ان کو میں نے اس دن کے لیے چھپا کر رکھا تھا' ان بالوں اور ناخنوں کو میرے منہ پر اور میری آنکھوں پر اور میرے اعضاء سجود پر رکھ دینا' اگر مجھے کوئی چیز نفع دے گی تو یہی چیزیں ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے۔ (الاستیعاب ج ٣ ص ٤٧٣)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک سو تریسٹھ احادیث مروی ہیں جن میں سے چار حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام بخاری چار حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم پانچ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ٣ ص ١١٠ 'دار الکتب العلمیۃ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

٢٩ - بَابُ مَنَاقِبِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے مناقب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں سیدہ فاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناقب ہیں' ان کی والدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا زمانہ اسلام میں پیدا ہوئیں' ان کی ولادت اس وقت ہوئی جب قریش کعبہ کو بنا رہے تھے اور قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے سات سال اور چھ ماہ پہلے کعبہ کو بنانا شروع کیا تھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب سے غزوۂ احد کے بعد ان کا

نکاح کیا تھا۔ نکاح کے ساڑھے نو ماہ بعد ان کی رخصتی ہوئی تھی' ان کی عمر اس وقت پندرہ سال اور پانچ ماہ تھی' (علامہ عینی نے جو حضرت فاطمہ کی تاریخ پیدائش ذکر کی ہے اس کے حساب سے اس وقت ان کی عمر تقریباً بائیس سال تھی۔ سعیدی غفرلہ) علامہ ابوعمر نے کہا: ان سے حضرت حسن' حضرت حسین' حضرت ام کلثوم اور حضرت زینب پیدا ہوئیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ہوتے ہوئے کوئی اور نکاح نہیں کیا' حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی' ان کی وفات تین رمضان گیارہ ہجری' بہ روز منگل ہوئی' المدائنی نے کہا: ان کی نماز جنازہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھائی' علامہ کرمانی نے کہا: حضرت علی نے ان کو غسل دیا اور انہوں نے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی وصیت کے مطابق رات کے وقت ان کو دفن کیا' علامہ ابوعمر نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد فوت ہوگئی تھیں' محمد بن علی نے کہا: چھ ماہ بعد فوت ہوئی تھیں' عمرو بن دینار نے کہا: آٹھ ماہ بعد فوت ہوئی تھیں اور ابن بریدہ نے کہا: یہ اپنے والد علیہ السلام کی وفات کے بعد ستر دن زندہ رہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت فاطمۃ الزہراء بنت امام المتقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحب زادی تھیں اور آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ آپ کی سب سے بڑی بیٹی حضرت زینب تھیں' پھر حضرت رقیہ' پھر حضرت ام کلثوم' پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ المدائنی نے کہا ہے کہ یہ اس وقت پیدا ہوئیں جب کعبہ کو بنایا جا رہا تھا اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر پینتیس (٣٥) سال تھی' یہ اعلان نبوت سے تقریباً ایک سال پہلے پیدا ہوئیں' ان کی عمر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پانچ سال زیادہ تھی' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے اوائل عمر میں دو ہجری میں نکاح کیا' حضرت فاطمہ کے علاوہ دوسری صاحب زادیوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل نہیں چلی۔

امام ابن سعد نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کے وقت حضرت علی سے فرمایا: فاطمہ کو اپنی وہ زرہ دے دو جو تم کو غزوہ بدر میں ملی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار خطوط کھینچے اور فرمایا: اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ' فاطمہ' مریم اور آسیہ ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کی عورتوں کی سردار فاطمہ ہیں سوائے مریم کے۔ (المستدرک ج ٣ ص ١٨٥)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے' جو چیز اس کو تکلیف دے وہ مجھے تکلیف دیتی ہے۔ (مسند احمد ج ٣ ص ٨٠)

امام ابن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو غسل دیا رضی اللہ عنہما۔

(الاصابہ ج ٨ ص ٢٦٧۔ ٢٦٢' ملتقطاً وملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

یہ حدیث باب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عنوان میں درج ہے۔

٣٧٦٧ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّيْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا فَقَدْ اَغْضَبَنِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از ابن ابی ملیکہ از المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھ کو ناراض کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٢٦ میں گزر چکی ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ کے افضل النساء ہونے کی تحقیق

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

امام سبکی نے کہا ہے: جس پر ہمیں یقین ہے وہ یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے افضل ہیں' حتیٰ کہ حضرت خدیجہ اور باقی ازواج مطہرات سے بھی افضل ہیں۔ رضی اللہ عنہن' اور حضرت آسیہ سے بھی افضل ہیں' علامہ بدرالدین الزرکشی' علامہ الخیضری' مقرزی' حافظ سیوطی' علقمی اور علامہ مناوی کا یہی مختار ہے۔ (فیض القدیر ج ١ ص ٣٨١' طبع قدیم)

علامہ سیوطی نے کہا ہے کہ اس پر دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے: مریم اپنے زمانہ کی عورتوں سے افضل ہیں اور فاطمہ اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہیں۔ (الخصائص الکبریٰ ج ٢ ص ٣٤٨' طبع قدیم)

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہیں' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ بیمار تھیں' آپ نے ان کی عیادت کی اور ان سے پوچھا: اے بیٹی! تم اپنے آپ کو کیسا پاتی ہو؟ انہوں نے کہا: مجھے درد ہے اور اس وجہ سے اور زیادہ تکلیف ہے کہ میرے پاس کھانے کے لیے کوئی طعام نہیں ہے' آپ نے پوچھا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہو؟ انہوں نے کہا: اے ابا جان! پھر حضرت مریم بنت عمران کا کیا مرتبہ ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنے جہان کی عورتوں کی سردار ہیں اور تم اپنے جہان کی عورتوں کی سردار ہو۔ (الاستیعاب: ١٨٩٥)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سیدہ فاطمہ حضرت مریم سے افضل ہیں' علامہ العلقمی نے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ حضرت مریم سے افضل ہیں' اور ان کے علاوہ باقی عورتوں سے بھی' ہمارے شیخ حافظ سیوطی کا یہی مختار ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے: فاطمہ تمام اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں' اور تمام عورتوں میں حضرت مریم' حضرت آسیہ' حضرت خدیجہ وغیرہا داخل ہیں۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٩ ص ٩٦' مکتبۃ الرشد' ١٤٣٠ھ)

میں کہتا ہوں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے افضل النساء ہونے میں کوئی شک نہیں مگر وہ ازواج مطہرات کے بعد سب سے افضل ہیں' ازواج مطہرات کے افضل النساء ہونے پر صریح قرآن ناطق ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ. (الاحزاب: ٣٢)

اے نبی کی ازواج! تم عورتوں میں سے کسی کی مثل نہیں ہو اگر تم (اللہ سے) ڈرتی رہو۔

اور حضرت سیدہ فاطمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیسے افضل ہو سکتی ہیں حالانکہ آپ کی ماں ہیں' اور ماں بیٹی سے افضل ہوتی ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ ازواج مطہرات کے علاوہ باقی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

سیدہ فاطمہ کی منقبت میں دیگر احادیث

(۱) حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منبر پر فرما رہے تھے: بنو ھشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا علی بن ابی طالب سے نکاح کر دیں' سو میں اجازت نہیں دیتا' پھر اجازت نہیں دیتا' پھر اجازت نہیں دیتا (تین بار فرمایا) سوا اس صورت کے کہ علی بن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دینے کا ارادہ کریں اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لیں' کیونکہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے' جو کام اس کو تکلیف دیتا ہے وہ مجھے تکلیف دیتا ہے اور جس کام سے اس کو اذیت ہوتی ہے اس سے مجھ کو اذیت ہوتی ہے۔

(سنن ترمذی:۳۸۶۷' صحیح البخاری:۳۷۱۴' سنن ابوداؤد:۲۰۷۱' سنن ابن ماجہ:۱۹۹۸' مسند احمد ج ۴ ص ۳۲۸)

(۲) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تھی اور مردوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے۔ (سنن ترمذی:۳۸۶۸' اس حدیث کی روایت میں امام ترمذی منفرد ہیں' علاوہ ازیں صحیح البخاری:۳۶۶۲' میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کو سب سے زیادہ محبت حضرت عائشہ سے ہے اور مردوں میں سب سے زیادہ محبت ان کے والد سے ہے اور امام بخاری کی روایت امام ترمذی کی روایت پر راجح ہے۔)

(۳) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی' سیدہ فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین سے فرمایا: میں اس سے جنگ کروں گا جس سے تم جنگ کرو گے اور میں اس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کرو گے۔

(سنن ترمذی:۳۸۷۰' سنن ماجہ:۱۴۵)

(۴) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حسن' حضرت حسین' حضرت علی اور سیدہ فاطمہ کو چادر اوڑھائی' پھر فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص ہیں' ان سے ناپاکی دور کر دے اور ان کو خوب پاک کر دے' حضرت ام سلمہ نے پوچھا: میں بھی ان کے ساتھ ہوں' آپ نے فرمایا: تم زیادہ اچھائی پر ہو۔ (سنن ترمذی:۳۸۷۱' مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۸)

(۵) عائشہ بنت طلحہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت' آپ کے طریقہ اور آپ کے اٹھنے اور بیٹھنے کے مشابہ نہیں پایا' وہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جاتیں تو آپ ان کے لیے کھڑے ہو جاتے' پس ان کو بوسا دیتے اور ان کو اپنی نشست پر بٹھاتے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے پاس جاتے تو وہ آپ کے لیے کھڑی ہو جاتیں اور آپ کو بوسا دیتیں اور آپ کو اپنی نشست پر بٹھاتیں' پس جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیمار ہو گئے تو سیدہ فاطمہ آئیں اور آپ پر جھکیں اور آپ کو بوسا دیا' پھر وہ اپنا سر اٹھا کر رونے لگیں' پھر دوبارہ آپ پر جھکیں' پھر اپنا سر اٹھا کر ہنسنے لگیں اور مجھے یہ یقین تھا کہ وہ ہماری خواتین میں سب سے زیادہ عقل والی تھیں' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فوت ہو گئے تو میں نے سیدہ فاطمہ سے پوچھا: یہ بتائیں کہ جب آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جھکیں' پھر سر اٹھا کر روئیں' پھر دوبارہ جھکیں اور سر اٹھا کر ہنسیں تو اس کا کیا سبب تھا' سیدہ فاطمہ نے بتایا کہ جب میں پہلی بار جھکی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ خبر دی کہ آپ اس بیماری میں فوت ہونے والے ہیں' اس پر میں روئی اور جب میں دوسری بار جھکی تو آپ نے بتایا کہ آپ کے اہل میں سے سب سے پہلے میں آپ سے ملوں گی' اس لیے میں ہنسی۔ (سنن ترمذی:۳۸۷۲' سنن ابوداؤد:۵۲۱۷' مسند احمد ج ۶ ص ۲۸۲)

(۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب اپنے وصال کی خبر دی تو میں روئی' پھر آپ نے خبر دی کہ حضرت مریم کے سوا میں اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہوں گی تو میں ہنسی۔ (سنن ترمذی:۳۸۷۴)

بہ ظاہر اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت میں ازواج مطہرات سے بھی افضل ہوں گی جیسا کہ بعض مالکی علماء کا مختار ہے لیکن اس حدیث میں حضرت مریم کا استثناء ہے کیونکہ وہ جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہوں گی' سو آپ کی باقی ازواج مطہرات بھی اسی حکم میں ہیں' نیز حضرت فاطمہ جنت میں حضرت علی کے ساتھ اور آپ کے درجہ میں ہوں گی' نیز ہم (الاحزاب:٣٢) کے حوالے سے بتا چکے ہیں کہ کوئی عورت ازواج مطہرات کی مثل نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں ازواج مطہرات کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سب عورتوں سے افضل ہیں اور ان کی سردار ہیں۔

(٧) جمیع بن عمیر تیمی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں میں سب سے زیادہ کس سے محبت تھی؟ انہوں نے کہا: سیدہ فاطمہ سے' میں نے پوچھا: اور مردوں میں تو انہوں نے کہا: ان کے خاوند سے' وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور بہت زیادہ نماز میں قیام کرنے والے تھے۔

(سنن نسائی: ٣٨٧٤)

57 یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بلند اخلاق اور ان کی تواضع اور انکسار ہے کیونکہ ان کو علم تھا کہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے اور مردوں میں ان کے والد سے محبت ہے جیسا کہ ہم صحیح البخاری: ٣٦٦٢ کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

(٨) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جس کی گفتگو سیدہ فاطمہ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہو' جب وہ آپ کے پاس جاتیں تو آپ انہیں مرحبا کہتے اور کھڑے ہو جاتے' پھر ان کا ہاتھ پکڑتے' ان کو بوسا دیتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے۔

(المستدرک: ٤٧٨٥' صحیح البخاری: ٣٦٢٦' صحیح مسلم: ٢٤٥٠' سنن ابن ماجہ: ١٦٢١' سنن ترمذی: ٣٨٧١' سنن ابوداؤد: ٥٢١٧)

(٩) حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت کا دن قائم ہوگا تو ایک منادی حجاب کے پیچھے سے ندا کرے گا: اے اہل محشر! اپنی آنکھیں جھکا لو حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر جائیں۔

(المستدرک: ٤٧٨١' المعجم الکبیر ج ١ ص ١٠٨' علامہ ذہبی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک راوی عباس ہے۔ دار قطنی نے کہا: وہ کذاب ہے' ذہبی نے قسم کھا کر کہا: یہ حدیث موضوع ہے۔ المستدرک ج ٣ ص ١٦١' قدیم)

(١٠) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ نے اپنی عفت کی حفاظت کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو دوزخ پر حرام کر دیا۔ (المستدرک: ٤٧٧٩' مسند البزار: ٢٦٥١' العقیلی ج ٣ ص ١٨٤' المعجم الکبیر: ٢٦٢٥' حلیۃ الاولیاء ج ٤ ص ١٨٨' مجمع الزوائد ج ٩ ص ٢٠٢' المطالب العالیہ لابن حجر: ٣٩٨٧)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

سیدہ فاطمہ سے اٹھارہ حدیثیں مروی ہیں' جن میں سے ایک حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ٣ ص ٥٠٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

٣٠ - بَابُ فَضْلِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ حضرت صدیق اکبر کی بیٹی ہیں (رضی اللہ عنہما) ان کی والدہ کا نام ام رومان بنت عامر ہے' ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ عائشہ سے مکہ میں ہجرت سے دو سال پہلے نکاح کیا' ایک قول ہے کہ ہجرت سے تین سال پہلے نکاح کیا' دوسرا قول ہے کہ ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے نکاح کیا' اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی اور رخصتی کے بعد شب زفاف اس وقت ہوئی جب ان کی عمر نو سال تھی' یہ واقعہ ہجرت کے بعد مدینہ کا ہے جب آپ شوال دو ہجری میں غزوہ بدر سے واپس آ چکے تھے' اس کے بعد وہ تقریباً پچاس سال زندہ رہیں' جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر تقریباً اٹھارہ سال تھی' اس کے بعد وہ تقریباً پچاس سال زندہ رہیں' لوگوں نے ان سے بہ کثرت احادیث روایت کی ہیں' ان سے احکام کے متعلق جو احادیث روایت کی گئی ہیں ان کی تعداد ایک ہزار دس ہے' ان کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اولاد نہیں ہوئی' ان کی کنیت ام عبداللہ ہے' اس سے مراد ان کے بھانجے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی عاصم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں تو خولہ بنت حکیم نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ شادی نہیں کرتے؟ آپ نے پوچھا: کس سے؟ انہوں نے کہا: آپ چاہیں تو کنواری سے اور آپ چاہیں تو بیوہ سے' آپ نے پوچھا: کنواری کون ہے؟ انہوں نے کہا: وہ ان کی بیٹی ہے جو آپ کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے' یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی' پھر آپ نے پوچھا کہ بیوہ کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا: وہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ہیں جو آپ پر ایمان لائیں اور انہوں نے آپ کی پیروی کی' آپ نے فرمایا: اچھا! آپ جائیں اور ان سے میرا ذکر کریں' پس وہ گئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئیں' پس حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے ملیں' انہوں نے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے بتایا: ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا ہے' وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام دے رہے ہیں' انہوں نے کہا: میں چاہتی ہوں آپ حضرت ابوبکر کا انتظار کر لیں' اتنے میں حضرت ابوبکر آ گئے' تو حضرت ام رومان نے ان سے ذکر کیا' پس انہوں نے کہا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کیسے جائز ہو سکتی ہے وہ تو ان کی بھتیجی ہے' حضرت خولہ واپس گئیں اور آپ سے ذکر کیا' آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو! وہ میرے دینی بھائی ہیں اور ان کی بیٹی میرے لیے حلال ہے' پس حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ کا آپ سے نکاح کر دیا' اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔ عطاء بن ابی رباح نے کہا: حضرت عائشہ تمام لوگوں سے زیادہ فقیہہ تھیں اور تمام لوگوں سے زیادہ عالمہ تھیں اور ان کی رائے عام لوگوں سے بہت عمدہ تھی۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب بھی ہمیں کوئی اشکال پیش آتا تو ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے تو ہم ان کے پاس اس کے متعلق علم پاتے۔

زہری نے کہا: اگر تمام امہات المومنین اور تمام عورتوں کے علم کو جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ کا علم زیادہ ہو گا۔ ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے سامنے حضرت عائشہ کو برا کہا تو انہوں نے کہا: دفع ہو' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزیز ترین زوجہ کو اذیت پہنچا رہا ہے۔

ابومحمد مولیٰ الغفار نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! جنت میں آپ کی زوجہ کون ہو گی؟ فرمایا: تم ان میں سے ہو۔

امام ابن سعد نے ام درہ سے روایت کی ہے کہ میں حضرت عائشہ کے پاس ایک لاکھ درہم لے گئی' انہوں نے وہ اسی وقت تقسیم

کر دیے اور وہ اس دن روزے سے تھیں، میں نے کہا: کاش! آپ ان دراہم میں سے ایک درہم کا گوشت خرید لیتیں جس سے آپ روزہ افطار کر لیتیں! آپ نے فرمایا: اگر تم مجھے پہلے یاد دلا دیتیں تو میں ایسا کر لیتی۔ حضرت عائشہ کی وفات سترہ رمضان منگل کے روز اٹھاون ہجری کو ہوئی اور آپ کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ (الاصابۃ ج ۸ ص ۲۳۵-۲۳۲ ملخصاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ)

٣٧٦٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَبُوسَلَمَةَ إِنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا يَا عَائِشُ هٰذَا جِبْرِيلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ فَقُلْتُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ تَرٰى مَا لَا أَرٰى تُرِيدُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب، انہوں نے بیان کیا کہ ابو سلمہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن فرمایا: اے عائشہ! یہ جبریل ہیں جو تمہیں سلام کہہ رہے ہیں، سو میں نے کہا: ان پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اور برکتیں ہوں، آپ ان کو دیکھ لیتے ہیں جن کو میں نہیں دیکھتی، ان کی مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۲۱۷ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کرنا ان کی عظیم فضیلت ہے، مگر اس حدیث سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حضرت عائشہ سے افضل ہونے پر استدلال کیا گیا ہے کیونکہ حضرت خدیجہ کے متعلق ایک مقام پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک حضرت جبرئیل آپ کے رب کی طرف سے آپ کو سلام کہہ رہے ہیں یعنی حضرت عائشہ پر حضرت جبرئیل کا سلام ہے اور حضرت خدیجہ پر اللہ عزوجل کا سلام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۴۴)

٣٧٦٩ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُرَّةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: اور ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از عمرو بن مرہ از مرہ از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مردوں میں بہت لوگ کامل ہیں اور عورتوں میں سے صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کاملہ ہیں، اور عائشہ کی عورتوں پر فضیلت ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۴۱۱ میں گزر چکی ہے۔

امام ابن حبان نے کہا ہے کہ اس حدیث میں عورتوں سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج ہیں تاکہ اس حدیث کا اس حدیث سے تعارض لازم نہ آئے جس میں مذکور ہے کہ اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں عورتوں سے مراد آپ کے زمانہ کی عورتیں ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۴۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۷۷۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى الطَّعَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن عبدالرحمن' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عائشہ کی عورتوں پر فضیلت اس طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت دیگر کھانوں پر ہے۔

[اطراف الحدیث: ۳۴۱۹۔ ۵۴۲۷۔ ۵۴۲۸] (صحیح مسلم: ۲۴۴۶' الرقم المسلسل: ۶۱۹۳' سنن ترمذی: ۳۹۱۳' سنن ابن ماجہ: ۳۹۸۱' مسند ابویعلیٰ: ۳۶۷۰' صحیح ابن حبان: ۷۱۱۳' شرح السنۃ: ۳۹۶۳' مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۴' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۷۸۵' ج ۲۱ ص ۳۰۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عائشہ کے متعلق کنایۃً فرمانا کہ وہ عورتوں کی سردار ہیں اور اس کا حسن

گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑوں کو ڈال کر جو طعام بنایا جائے اس کو ثرید کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۴۵) خلاصہ یہ ہے کہ ثرید گوشت سے بنتا ہے اور حدیث میں ہے کہ کھانوں کا سردار گوشت ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ اہل دنیا اور اہل جنت کے طعام کا سردار گوشت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۳۰۵)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی عورتوں پر فضیلت ثرید کی طرح ہے اور ثرید گوشت سے بنتا ہے اور کھانوں کا سردار گوشت ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عائشہ تمام عورتوں کی سردار ہیں۔

اوائل تدریس میں میری ایک شیعہ سے بحث ہوئی' اس نے کہا: حدیث میں ہے: حضرت فاطمہ تمام عورتوں کی سردار ہیں' سو وہ حضرت عائشہ کی بھی سردار ہیں' میں نے کہا: حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ کی فضیلت عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت کھانوں پر ہے اور تمام کھانوں کا سردار گوشت ہے' لہٰذا حضرت عائشہ بھی تمام عورتوں کی سردار ہیں' اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کے متعلق اس طرح صراحۃً نہیں فرمایا جس طرح حضرت فاطمہ کے متعلق صراحۃً فرمایا ہے' میں نے کہا: حضرت عائشہ کے متعلق کنایۃً فرمایا ہے اور ''الکنایۃ اَبْلَغ من التصریح'' کنایہ میں بات کرنا صراحت سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے' اور محبوب کے متعلق کنایہ میں بات کی جاتی ہے' حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں اس لیے آپ نے ان کے متعلق کنایہ میں بات کی' یہ سن کر وہ شیعہ خاموش ہو گیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت فاطمہ بھی عورتوں کی سردار ہوں اور حضرت عائشہ بھی عورتوں کی سردار ہوں' یہ کیسے ہو سکتا ہے تو میں کہتا ہوں: اس میں کوئی حرج نہیں' جیسے ہمارے دیکھنے کے لیے دو آنکھیں ہیں' اسی طرح ہمارے ایمان کی دو آنکھیں ہیں' ایک آنکھ حضرت فاطمہ ہیں اور دوسری آنکھ حضرت عائشہ ہیں' اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان میں سے دائیں آنکھ کون سی ہے اور بائیں آنکھ کون سی ہے تو میں کہوں گا کہ یہ دونوں ہی دائیں آنکھیں ہیں جس طرح حدیث میں ہے کہ رحمٰن عزوجل کے دو ہاتھ ہیں اور دونوں دائیں ہاتھ ہیں۔

۳۷۷۱ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّ عَائِشَةَ اشْتَكَتْ فَجَاءَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ يَا أُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب بن عبدالمجید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از القاسم

الْمُؤْمِنِينَ تَقْدَمِينَ عَلٰى فَرَطِ صِدْقٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اَبِىْ بَكْرٍ.

[اطراف الحدیث: ٣٧٥٣-٤٧٥٤] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

بن محمد وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوگئیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما (عیادت کے لیے) آئے اور کہا: اے ام المومنین! آپ ان کے پاس جا رہی ہیں جو صدق میں سابق ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ سے پہلے جنت کی طرف گئے ہیں اور اب آپ ان سے ملنے والی ہیں اور انہوں نے آپ کے لیے جنت میں ٹھکانا بنا دیا ہے' تو اب آپ غم نہ کریں اور اس پر خوش ہوں کہ آپ ان سے ملنے والی ہیں۔

٣٧٧٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَ عَلِيٌّ عَمَّارًا وَّالْحَسَنَ اِلَى الْكُوْفَةِ لِيَسْتَنْفِرَهُمْ خَطَبَ عَمَّارٌ فَقَالَ اِنِّي لَاَعْلَمُ اَنَّهَا زَوْجَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ابْتَلَاكُمْ لِتَتَّبِعُوْهُ اَوْ اِيَّاهَا.

[اطراف الحدیث: ٧١٠٠-٧١٠١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو وائل سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو کوفہ کی طرف بھیجا تاکہ ان سے مدد طلب کریں تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور اس میں کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دنیا و آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو آزمائش میں ڈالا ہے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے ہو (جو خلیفہ برحق ہیں) یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی۔

اس حدیث کی حضرت عائشہ کے مناقب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ کے متعلق یہ کہا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ حضرت عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہیں' اور یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہت عظیم فضیلت ہے۔

جنگ جمل میں حضرت عائشہ' حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کی تاویل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی نے حضرت عمار اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو کوفہ کی طرف بھیجا' یعنی جنگ جمل میں تاکہ کوفہ کے لوگ حضرت علی کے لشکر کی مدد کریں' اس جنگ میں جو حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بصرہ میں ہو رہی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے کہ تم حضرت علی کی پیروی کرتے ہو یا حضرت عائشہ کی۔

اس سے مراد یہ ہے کہ تم حکم شرعی کی اتباع کرو اور امام کی اتباع کرو اور اس کے خلاف خروج نہ کرو۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کو یہ حکم دیا ہے کہ "وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ" (الاحزاب: ٣٣) "تم اپنے گھروں میں رہو" اسی وجہ سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں اونٹ کی پشت پر سوار نہیں ہوں گی حتیٰ کہ میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرلوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تاویل کرنے والی تھیں اسی طرح حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما بھی تاویل کرنے والے تھے' اور ان کی مراد

لوگوں کے درمیان صلح کرانی تھی' اور حضرت عثمان رضی اللہ کے قاتلوں سے قصاص لینا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

* اس بحث کو زیادہ تحقیق کی ساتھ ہم نے الاحزاب: ٣٣ کی تفسیر میں لکھا ہے' دیکھئے: تبیان القرآن ج ٩ ص ٤٣٧۔ ٤٢٧

٣٧٧٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَأَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِّنْ أَصْحَابِهٖ فِيْ طَلَبِهَا فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلٰوةُ فَصَلَّوْا بِغَيْرِ وُضُوْءٍ فَلَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَوْا ذٰلِكَ إِلَيْهِ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ التَّيَمُّمِ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْرًا فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ لَكِ مِنْهُ مَخْرَجًا وَّجَعَلَ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ بَرَكَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامۃ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ہار عاریۃً لیا تو وہ گم ہوگیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تلاش کرنے کے لیے اپنے کچھ اصحاب کو بھیجا' سو ان کو نماز (کے وقت) نے آ لیا تو انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی' پھر جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے اس کی شکایت کی' تب آیت تیمم نازل ہوئی تو اسید بن حضیر نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر عطاء فرمائے' پس اللہ کی قسم! آپ پر جب بھی کوئی مصیبت نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اس سے نکلنے کی صورت پیدا کر دی اور مسلمانوں کے لیے اس میں برکت رکھ دی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٣٤ میں گزر چکی ہے۔

جس مسلمان کو نماز کے وقت پانی اور پاک مٹی میسر نہ ہو اس کی نماز کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی' علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب مسلمان کو وضو کے لیے پانی ملے نہ تیمم کرنے کے لیے پاک مٹی ملے تو وہ اسی حال میں نماز پڑھ سکتا ہے' امام شافعی کے اس مسئلہ میں چار اقوال ہیں:

(١) اس پر واجب ہے کہ وہ نماز پڑھے اور جب پانی مل جائے تو وہ نماز دہرا لے اور یہ ان کا سب سے زیادہ صحیح قول ہے۔

(٢) اس پر اس حال میں نماز پڑھنا حرام ہے اور پانی ملنے کے بعد نماز کا اعادہ کرنا واجب ہے۔

(٣) اس نماز کا اعادہ واجب نہیں ہے لیکن اس نماز کو قضاء کرنا مستحب ہے۔

(٤) اس پر اس حال میں نماز پڑھنا واجب ہے اور اس پر اعادہ واجب نہیں ہے' مزنی کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ شخص نماز پڑھنے سے رکا رہے گا اور اس پر تشبہ بالصلوٰۃ واجب نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر تشبہ بالصلوٰۃ واجب ہے اور اس نماز کی قضاء پڑھنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

تشبہ بالصلوٰۃ کا معنی یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کو نماز کے وقت وضو کے لیے پانی ملے نہ تیمم کرنے کے لیے مٹی ملے مثلاً وہ کسی

ایسے کمرے میں قید ہو جس کے فرش اور دیواروں پر گوبر سے لپائی کی گئی ہو اور اس کو تیمم کے لیے پاک مٹی میسر نہ ہو تو وہ نیت کرے کہ میں اس وقت حقیقۃً نماز نہیں پڑھ سکتا کیونکہ میں بے وضو ہوں لیکن میں صورۃً نماز پڑھتا ہوں جو صورۃً نماز کے مشابہ ہے اور وہ نماز کے تمام افعال کرے لیکن اس کو نماز نہ قرار دے اور بعد میں اس کی قضاء کرلے۔

٣٧٧٤ - **حَدَّثَنَا** عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَانَ فِيْ مَرَضِهِ جَعَلَ يَدُوْرُ فِيْ نِسَائِهِ وَيَقُوْلُ أَيْنَ أَنَا غَدًا أَيْنَ أَنَا غَدًا حِرْصًا عَلٰى بَيْتِ عَائِشَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمِيْ سَكَنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بیمار تھے تو آپ باری باری اپنی ازواج کے پاس منتقل ہوتے تھے اور فرماتے تھے: میں کل کہاں ہوں گا' میں کل کہاں ہوں گا کیونکہ آپ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر رہنے کی حرص تھی' حضرت عائشہ نے بتایا: پس جب میری باری کا دن ہوتا تو آپ کو سکون ہوتا اور قرار اور چین آتا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٨٩٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٧٥ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَاجْتَمَعَ صَوَاحِبِيْ إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ يَا أُمَّ سَلَمَةَ وَاللّٰهِ إِنَّ النَّاسَ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ وَإِنَّا نُرِيْدُ الْخَيْرَ كَمَا تُرِيْدُهُ عَائِشَةُ فَمُرِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْمُرَ النَّاسَ أَنْ يُّهْدُوْا إِلَيْهِ حَيْثُ مَا كَانَ أَوْ حَيْثُ مَا دَارَ قَالَتْ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ أُمُّ سَلَمَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَأَعْرَضَ عَنِّيْ فَلَمَّا عَادَ إِلَيَّ ذَكَرْتُ لَهُ ذَاكَ فَأَعْرَضَ عَنِّيْ فَلَمَّا كَانَ فِي الثَّالِثَةِ ذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ يَا أُمَّ سَلَمَةَ لَا تُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ فَإِنَّهُ وَاللّٰهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَأَنَا فِيْ لِحَافِ امْرَأَةٍ مِّنْكُنَّ غَيْرِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ اپنے ہدیے (تحائف) دینے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کرتے تھے' حضرت عائشہ بتاتی ہیں: پس میری تمام سوکنیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمع ہوئیں' پس کہا: اے ام سلمہ! اللہ کی قسم! لوگ اپنے ہدیے پیش کرنے کے لیے حضرت عائشہ کی باری کو تلاش کرتے ہیں اور ہم خیر کا ارادہ کرتی ہیں جیسے حضرت عائشہ اس کا ارادہ کرتی ہیں' پس آپ رسول اللہ ﷺ سے کہیں کہ وہ لوگوں کو یہ حکم دیں کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں وہ آپ کو ہدیے پیش کریں یا آپ جس کے گھر میں بھی ہوں' حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت ام سلمہ نے اس بات کا نبی ﷺ سے ذکر کیا' انہوں نے بتایا کہ آپ نے مجھ سے اعراض کیا' پھر جب آپ دوبارہ میرے پاس آئے تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا' آپ نے پھر مجھ سے اعراض کیا' پھر جب آپ تیسری مرتبہ آئے تو میں نے پھر آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اے ام سلمہ! مجھے عائشہ کے متعلق اذیت نہ پہنچاؤ' پس بے شک اللہ کی قسم! تم

میں سے کسی کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی ماسوا عائشہ
کے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۲۵۷۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دو وجہوں سے منقبت ہے' ایک اس وجہ سے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کو اذیت دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینا ہے اور دوسرے اس وجہ سے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی صرف اس دن نازل فرماتا ہے جس دن آپ ازواج میں سے حضرت عائشہ کے گھر ہوں' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے دل میں بھی یہ بات ڈال دی تھی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے ہدیے اور تحفے اسی دن پیش کرتے تھے جب آپ حضرت عائشہ کے گھر ہوتے تھے۔

سیدہ فاطمہ' حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن کے درمیان افضلیت کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظیم منقبت ہے' اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بھی افضل ہیں مگر یہ استدلال دو وجہوں سے لازم نہیں ہے' اول اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جو یہ فرمایا تھا: ''تم میں سے کسی کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی ماسوا عائشہ کے'' ہوسکتا ہے کہ آپ نے اس ارشاد میں حضرت خدیجہ کو داخل کرنے کا ارادہ نہ فرمایا ہو اور آپ کے اس ارشاد میں صرف حضرت ام سلمہ اور ان کی وہ صواحبات داخل ہوں جنہوں نے حضرت ام سلمہ کو اس مسئلہ پر بات کرنے کے لیے بھیجا تھا' ثانی اس لیے کہ اگر حضرت خدیجہ اس عموم میں داخل ہوں تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ تمام ازواج میں حضرت عائشہ کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کے بستر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی ہے لیکن یہ خصوصیت حضرت خدیجہ کی افضلیت مطلقہ کے خلاف نہیں ہے جیسے آپ نے فرمایا: تم سب میں سے عمدہ قاری ابی بن کعب ہیں اور تم میں سب سے زیادہ وراثت کے مسائل کے عالم زید بن ثابت ہیں' یہ احادیث حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کے معارض نہیں ہیں اور اس کی اور بہت مثالیں ہیں' ہاں! یہ سوال کیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ کی اس خصوصیت کی حکمت کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی یہ خصوصیت ان کے والد حضرت ابو بکر کی وجہ سے ہے جو اکثر اوقات اور غالب احوال میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہوئے' سو یہ وصف ان کی بیٹی کو بھی حاصل ہوا' علاوہ ازیں حضرت عائشہ سے آپ سب سے زیادہ محبت کرتے تھے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہ ازواج مطہرات میں سے سب سے زیادہ آپ کے کپڑوں کو صاف کرتی تھیں اور اس کی حکمت کا اصل علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے' اس کی مزید تفصیل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے باب میں آئے گی' علامہ سبکی کبیر نے یہ کہا ہے کہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت فاطمہ سب سے افضل ہیں' پھر حضرت خدیجہ ہیں اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن ہیں' اور اس مسئلہ میں اختلاف مشہور ہے' ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ کے درمیان فضیلت کی وجوہ بہت متقارب ہیں' گویا انہوں نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے' شیخ ابن قیم نے کہا ہے کہ اگر افضلیت سے مراد اللہ تعالیٰ کے نزدیک کثرت ثواب ہے تو یہ ایسی چیز ہے کہ اس پر کوئی مطلع نہیں ہے' کیونکہ دل کا عمل اعضاء ظاہرہ کے عمل سے افضل ہوتا ہے' اور اگر افضلیت سے مراد کثرت علم ہے تو لامحالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں' اور اگر اس سے مراد اصل اور ذاتی شرف ہے تو لامحالہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں' اور یہ ایسی فضیلت ہے جس میں ان کی بہنوں کے سوا ان کا کوئی شریک نہیں ہے اور اگر شرف سیادت مراد ہے تو اس کی تصریح صرف سیدہ فاطمہ کے لیے ہے' میں کہتا ہوں کہ سیدہ فاطمہ اپنی بہنوں سے اس وجہ سے ممتاز ہیں کہ وہ سب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں فوت ہوگئی تھیں' اور حضرت عائشہ اگر

فضیلت علم کی وجہ سے ممتاز ہیں تو حضرت خدیجہ کا یہ امتیاز ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اسلام کو قبول کیا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دین اسلام پر مدد کی اور آپ کی ڈھارس بندھائی اور اپنی جان و مال کے ساتھ آپ کی خدمت کی اور ان کے بعد آنے والوں کے اجر کی مثل بھی ان کو ملے گی اور ان کے مرتبہ کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' ایک قول یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ کے افضل ہونے پر اجماع ہے اور اختلاف صرف حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ کے درمیان ہے۔

فرع

علامہ رافعی نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج اس امت کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں' پس اگر سیدہ فاطمہ کا اس وجہ سے استثناء کیا جائے کہ وہ آپ کا جز ہیں تو ان کی بہنیں بھی اس فضیلت میں ان کی شریک ہیں' امام طحاوی اور امام حاکم نے سند جید کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ آپ کی صاحب زادی سیدہ زینب کو جب مکہ سے نکلتے وقت ایذاء دی گئی تو آپ نے فرمایا: یہ میری بیٹیوں میں سب سے افضل ہے جس کو میری وجہ سے ایذاء پہنچی' اور مسند ابویعلی میں یہ ہے کہ یہ سیدہ فاطمہ کو افضل النساء قرار دینے سے پہلے کی حدیث ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۸۲۵' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی منقبت میں مزید احادیث

(۱) ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سبز ریشم کے ایک ٹکڑے میں ان کی تصویر لے کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۸۸۰)

(۲) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو کسی حدیث کے معنی سمجھنے میں کوئی مشکل پیش آتی تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے اور ان کے پاس اس کا علم ہوتا۔ (سنن ترمذی: ۳۸۸۳)

(۳) موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو فصیح نہیں پایا۔ (سنن ترمذی: ۳۸۸۴)

(۴) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ذات السلاسل کے لشکر کا سالار بنایا تو میں آپ کے پاس آیا اور میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ' انہوں نے پوچھا: اور مردوں میں! تو آپ نے فرمایا: ان کے والد۔ (سنن ترمذی: ۳۸۸۵' صحیح البخاری: ۳۶۶۲' مسند احمد ج ۴ ص ۲۰۳)

(۵) عمرو بن غالب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا کہا گیا تو انہوں نے اس سے کہا: تجھ پر کتے بھونکیں دفع ہو جا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزیز ترین زوجہ کو اذیت پہنچا رہا ہے! (سنن ترمذی: ۳۸۸۸)

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے شوال میں نکاح کیا اور میں شوال میں ہی آپ پر پیش کی گئی' اور آپ کی ازواج میں سے کون مجھ سے زیادہ حصہ پانے والی تھی! آپ یہ پسند کرتے تھے کہ آپ کی ازواج آپ پر شوال میں پیش کی جائیں۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۵۴' سنن ترمذی: ۱۰۹۳' سنن النسائی: ۳۲۳۵' سنن ابن ماجہ: ۱۹۹۰' مصنف عبدالرزاق: ۱۰۴۵۹' سنن دارمی: ۲۲۱۱' صحیح ابن حبان: ۴۰۵۸' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۹۰)

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر مدینہ کی طرف ہجرت سے دو سال پہلے یا تین سال پہلے مجھ سے نکاح کیا اور میں اس وقت سات سال کی تھی (اکثر روایات میں چھ سال کی عمر کا ذکر ہے۔ (سعیدی غفرلہ) پھر جب ہم مدینہ میں آئے تو میرے پاس عورتیں آئیں' اس وقت میں ایک کھلونے سے کھیلتی تھی اور میرے بال کندھے پر پڑے ہوتے تھے' سو وہ مجھ کو لے گئیں اور مجھے تیار کیا' پھر وہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائیں' آپ نے

میرے ساتھ شب زفاف گزاری اور اس وقت میری عمر نو سال تھی۔

(مسند احمد ج ٦ ص ٢٨٠، مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٤٥٤، سنن ابوداؤد: ٤٩٣٣، ابویعلیٰ: ٤٦٠٠، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٢ ص ٤٠٩)

(٨) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں گڑیوں کے ساتھ کھیلتی تھی، میری سہیلیاں آئیں، سو وہ بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں، پھر جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتیں تو وہ بھاگ جاتی تھیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو میرے ساتھ شامل کرتے تھے اور وہ میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٥٧، صحیح ابن حبان: ٥٨٦٦، مسند الحمیدی: ٢٦٠، صحیح البخاری: ٦١٣٠، صحیح مسلم: ٢٤٤٠، سنن ابو داؤد: ٤٩٣١، السنن الکبریٰ: ٥٥٦٩، سنن ابن ماجہ: ١٩٨٢، سنن بیہقی ج ١٠ ص ٢١٩، شرح السنۃ: ٢٢٥٧)

(٩) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرماتے تھے: جب تم ناراض ہوتی ہو تو میں تمہاری ناراضگی کو پہچان لیتا ہوں اور جب تم راضی ہوتی ہو تو میں تمہاری رضا کو پہچان لیتا ہوں، حضرت عائشہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ یہ کیسے پہچان لیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب تم ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: یا محمد، اور جب راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو: یا رسول اللہ۔

(مسند احمد ج ٦ ص ٣٠، حلیۃ الاولیاء ج ٩ ص ٢٢٧، سیر اعلام النبلاء ج ٢ ص ١٦٩)

یہ حدیث غیر محفوظ ہے اور اگلی حدیث محفوظ ہے: (حاشیۃ المسند ج ٤٠ ص ١٢)

(١٠) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میں ضرور جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو، حضرت عائشہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ آپ کو کیسے پتا چلتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب تم راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو رب محمد کی قسم! اور جب تم ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: رب ابراہیم علیہ السلام کی قسم! میں نے کہا: جی ہاں! لیکن میں صرف آپ کے نام کو چھوڑتی ہوں۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٦١، صحیح البخاری: ٥٢٢٨، صحیح مسلم: ٢٤٣٩، مسند ابویعلیٰ: ٤٨٩٤، سنن بیہقی ج ١٠ ص ٢٧، تاریخ بغداد ج ٣ ص ٦١، شرح السنۃ: ٢٣٣٨، سنن کبریٰ: ٩١٥٦، صحیح ابن حبان: ٤٣٣١)

(١١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: مجھے تم کو خواب میں دو بار دکھایا گیا، ایک آدمی نے تمہاری صورت کو ریشم کے ایک کپڑے میں اٹھایا ہوا تھا، پس اس نے کہا: یہ آپ کی بیوی ہے تو میں نے کہا: اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ اس کو نافذ کر دے۔

(مسند احمد ج ٦ ص ٤١، صحیح البخاری: ٥١٢٥، صحیح مسلم: ٢٤٣٨، مسند ابویعلیٰ: ٤٤٩٨، سنن بیہقی ج ٣ ص ٤١٠، تاریخ بغداد ج ٥ ص ٤٢٨)

(١٢) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے شادی کی (شب زفاف گزاری) تو میری عمر نو سال تھی اور جب آپ کی وفات ہوئی تو میری عمر اٹھارہ سال تھی۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٤٢، صحیح مسلم: ١٤٢٢، طبقات ابن سعد ج ٨ ص ٦٠، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٣ ص ٤٦، السنن الکبریٰ: ٥٣٦٨، سنن بیہقی ج ٧ ص ١١٤)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو سو دس (٢٢١٠) احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک سو سینتالیس (١٤٧) احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام بخاری چون (٥٤) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم اڑسٹھ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ٣ ص ٣٩٩، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٢ھ)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمده ونصلى ونسلم على رسوله الكريم

٦٣- كِتَابُ مَنَاقِبِ الْأَنْصَارِ
مناقب الانصار کا بیان

١ - بَابُ مَنَاقِبِ الْأَنْصَارِ — انصار کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

انصار نصیر کی جمع ہے' جیسے اشراف شریف کی جمع ہے' انصار اسلامی نام ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس اور خزرج کا نام انصار رکھا' اوس' اوس بن حارثہ کی طرف منسوب ہیں' اور خزرج' خزرج بن حارثہ کی طرف منسوب ہیں' یہ دونوں قبیلہ بنت الارقم کے بیٹے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں قبیلہ بنت کاہل کے بیٹے ہیں اور ان کے باپ کا نام حارثہ بن ثعلبہ ہے' وہ یمن کے رہنے والوں میں سے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

انصار ان لوگوں کا نام ہے جنہوں نے ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کی تھی' اور یہ دو قبیلے ہیں اوس اور خزرج' اور قحطان کی اولاد سے ہیں جو ان کے حلیف تھے' یہ لوگ یمن کے ملک میں رہتے تھے' سیلاب نے ان لوگوں کو منتشر کر دیا' یہ لوگ سبا بن یشجب کی اولاد سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کی منقبت کے بعد انصار کی منقبت فرمائی ہے' جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے۔

(الکوثر الجاری ج ۷ ص ۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٩ھ)

وَ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوْتُوْا﴾ (الحشر:٩).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ (اموال) ان لوگوں کے لیے ہیں جو دار ہجرت میں اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنا چکے ہیں اور وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اور وہ اپنے دلوں میں اس چیز کی کوئی طلب نہیں پاتے جو ان مہاجروں کو دی گئی ہے۔ (الحشر:٩)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کی مدح فرمائی ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

یہ اموال ان فقراء مہاجرین کے لیے ہیں جن کو گھروں سے

وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَO (الحشر:٨)

اور ان کے اموال سے نکال دیا گیا وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کو طلب کرتے ہیں اور اللہ (کے دین) کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں وہی لوگ سچے ہیںO

سورۃ الحشر کی اس آیت میں مہاجرین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور آپ کی نصرت کے لیے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی' قتادہ نے کہا: یہ وہ مہاجرین ہیں جنہوں نے اپنے گھروں' اپنے اموال اور اپنے عزیزوں' رشتہ داروں اور اپنی اولاد کو اور اپنے وطن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر چھوڑ دیا' کفار نے ان کو ان کے گھروں سے نکال دیا تھا اور ان کو ان کا وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور یہ ایک سو افراد تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۲۰' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

الحشر: ۹ کی تفسیر یہ ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جن لوگوں نے مدینہ کو اپنا گھر بنایا وہ انصار ہیں' نیز اس آیت میں فرمایا ہے: وہ مہاجرین سے پہلے ایمان میں اپنی جگہ بنا چکے ہیں' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ مہاجرین سے پہلے ایمان لا چکے ہیں' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مہاجرین کے آنے سے پہلے مدینہ میں ایمان والوں کے لیے گھر بنا چکے تھے' اس آیت میں ''تبـــوؤا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: انہوں نے ٹھکانا بنا لیا' اور انہوں نے مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہنچنے سے دو سال پہلے وہاں مسجد بنالی تھی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی تحسین اور مدح فرمائی۔ (الکشف والبیان داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

٣٧٧٦ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ اَرَاَيْتَ اسْمَ الْاَنْصَارِ كُنْتُمْ تُسَمَّوْنَ بِهٖ اَمْ سَمَّاكُمُ اللّٰهُ قَالَ بَلْ سَمَّانَا اللّٰهُ كُنَّا نَدْخُلُ عَلٰى اَنَسٍ فَيُحَدِّثُنَا مَنَاقِبَ الْاَنْصَارِ وَمَشَاهِدَهُمْ وَيُقْبِلُ عَلَيَّ اَوْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَزْدِ فَيَقُوْلُ فَعَلَ قَوْمُكَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا. [طرف الحدیث: ۳۸۴۴] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مہدی بن میمون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غیلان بن جریر نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ بتایئے کہ انصار کا نام آپ لوگوں نے رکھا ہے یا' اللہ نے آپ کا یہ نام رکھا ہے' انہوں نے بتایا کہ اللہ نے ہمارا یہ نام رکھا ہے' ہم حضرت انس کے پاس جاتے تھے تو وہ ہمیں انصار کے مناقب اور مشاہد بیان کرتے تھے' پھر میری طرف متوجہ ہو کر یا قبیلہ ازد کے ایک اور شخص کی طرف متوجہ ہو کر کہتے کہ تمہاری قوم نے فلاں' فلاں اور فلاں دن یہ کام کیا۔

قرآن مجید میں انصار کے نام کی آیت

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی غیلان بن جریر بن عبداللہ البجلی نے روایت کی ہے' یہ یمن کے سرداروں میں سے تھے' عنقریب ان شاء اللہ ان کے مناقب آئیں گے اور وہاں پر ان کے بقیہ احوال لکھے جائیں گے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ آیا آپ لوگوں نے از روئے افتخار اپنا نام انصار رکھا ہے یا اللہ تعالیٰ نے آپ کا یہ نام رکھا ہے تو انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام انصار رکھا ہے اور انہوں نے سچ فرمایا کیونکہ قرآن مجید میں یہ نام مذکور ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ.

اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے۔

(التوبۃ:١٠٠)

اس حدیث میں ازد کے ایک شخص کا ذکر ہے' یہ یمن کے عرب سے تھا' اور ازد کے بھی کئی گروہ ہیں' الجوہری نے کہا: ازد سردار ہیں اور اوس اور خزرج ان ہی میں سے ہیں۔ (الکوثر الجاری ج ٧ ص ٦' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣٧٧٧ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ بُعَاثَ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَقُتِلَتْ سَرَوَاتُهُمْ وَجُرِّحُوْا فَقَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دُخُوْلِهِمْ فِي الْإِسْلَامِ. [اطراف الحدیث: ٣٨٤٦-٣٩٣٠] (امام بخاری اس حدیث کی روایت میں بھی منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ یوم بعاث کی جنگ (جو قبل از اسلام اوس اور خزرج کے درمیان ہوئی تھی) کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے برپا کیا تھا' سو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ آئے تو وہاں کے قبائل آپس کی لڑائیوں میں مبتلاء تھے' اور ان کے کئی سردار مارے جاچکے تھے اور زخمی ہو چکے تھے' اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کو اس لیے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے رکھا تا کہ یہ ان کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب بن جائے۔

بعاث کا مصداق اور اوس اور خزرج کے درمیان لڑائی کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بعاث کا ذکر ہے' اس دن اوس اور خزرج کے درمیان مشہور جنگ ہوئی تھی' ابوموسیٰ المدینی نے کہا ہے کہ بعاث اوس کا قلعہ ہے' ابن قرقول نے کہا ہے کہ یہ قلعہ مدینہ سے دو راتوں کی مسافت پر ہے' اس جگہ اوس اور خزرج کے درمیان عظیم معرکہ ہوا تھا جس میں دونوں طرف سے بہت زیادہ لوگ مارے گئے تھے' اس جنگ میں اوس کے امیر حضیر تھے جو حضرت اسید بن حضیر کے والد تھے' وہ اس جنگ میں قتل کر دیئے گئے تھے' ان کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ دوسری طرف خزرج کے امیر کا نام واقم تھا' ان کا بھی مضبوط قلعہ تھا' یہ جنگ ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوئی تھی' ایک قول یہ ہے کہ چالیس سال پہلے ہوئی تھی' الواعی میں مذکور ہے کہ ان کے درمیان یہ جنگ ایک سو بیس سال تک جاری رہی حتیٰ کہ اسلام آ گیا' الجامع میں مذکور ہے کہ اس جنگ کو بعاث اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس جنگ میں دونوں قبائل ایک دوسرے کے خلاف کھڑے ہو گئے تھے' اور یہی بعاث کا معنی ہے' ابوالفرج الاصبہانی نے کہا ہے کہ اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ ان کے درمیان یہ مقرر اور معروف تھا کہ اصل شخص کو حلیف کے بدلہ میں نہیں قتل کیا جائے گا' پھر ایک شخص جو خزرج کا حلیف تھا اس کو اوس نے قتل کر دیا' تو خزرج نے کہا کہ اوس اس قاتل کو قید کر دیں' پس اوس نے اس بات کو نہیں مانا' لہٰذا اس وجہ سے ان دونوں قبیلوں کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ آنے سے پہلے اس جنگ کو برپا کیا تھا' کیونکہ اگر دونوں قبیلوں کے سردار زندہ ہوتے تو وہ اپنی سرداری سے محبت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع سے انحراف کرتے' سو آپ کے مدینہ آنے سے پہلے دونوں قبیلوں کے سردار مارے جا چکے تھے اور اب ان قبیلوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرنے سے کوئی مانع نہیں تھا۔

٣٧٧٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِی التَّیَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ قَالَتِ الْاَنْصَارُ یَوْمَ فَتْحِ مَکَّةَ وَاَعْطٰی قُرَیْشًا وَّاللّٰهِ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْعَجَبُ اِنَّ سُیُوْفَنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَاءِ قُرَیْشٍ وَّغَنَائِمُنَا تُرَدُّ عَلَیْهِمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا الْاَنْصَارَ قَالَ فَقَالَ مَا الَّذِیْ بَلَغَنِیْ عَنْکُمْ وَکَانُوْا لَا یَکْذِبُوْنَ فَقَالُوْا هُوَ الَّذِیْ بَلَغَكَ قَالَ اَوَلَا تَرْضَوْنَ اَنْ یَّرْجِعَ النَّاسُ بِالْغَنَائِمِ اِلٰی بُیُوْتِهِمْ وَتَرْجِعُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی بُیُوْتِکُمْ لَوْ سَلَکَتِ الْاَنْصَارُ وَادِیًا اَوْ شِعْبًا لَسَلَکْتُ وَادِیَ الْاَنْصَارِ اَوْ شِعْبَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن انصار نے کہا: آپ نے قریش کو (مال غنیمت سے) عطا کیا ہے' یہ بہت تعجب کی بات ہے' کہ ہماری تلواروں سے قریش کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں اور ہماری غنیمتیں ان کو واپس کی جا رہی ہیں! یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی تو آپ نے انصار کو بلا کر فرمایا: مجھے یہ تمہاری کیسی خبر پہنچی ہے! اور وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے' اس لیے انہوں نے کہا: وہی خبر ہے جو آپ کو پہنچی ہے' آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ غنیمتوں کو لے کر اپنے گھروں میں جائیں اور تم اللہ کے رسول کو لے کر اپنے گھروں میں جاؤ' اگر انصار کسی وادی یا گھاٹی میں جائیں تو میں اسی وادی یا گھاٹی میں جاؤں گا جس میں انصار گئے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣١٤٦ میں گزر چکی ہے۔

انصار کی اتباع کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جن غنیمتوں کو دینے کا ذکر ہے یہ غزوہ حنین کی غنیمتیں تھیں اور یہ غزوہ فتح مکہ کے دو ماہ بعد ہوا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انصار جس گھاٹی میں جائیں گے میں بھی اسی گھاٹی میں جاؤں گا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی اتباع کریں گے' کیونکہ مطاع مطلق اور مقتدا و پیشوا تو آپ کی ذات ہے اور ہر مومن مرد اور عورت پر آپ کی اتباع کرنا واجب ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کے نزدیک انصار کی موافقت کرنا مستحسن ہے اور ان کو دوسروں پر ترجیح دینا مناسب ہے کیونکہ آپ نے دیکھا کہ وہ اپنے عہد کو پورا کرنے والے تھے اور انہوں نے اپنے پڑوسی ہونے کا بہترین حق ادا کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٥٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢ - بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَکُنْتُ مِنَ الْاَنْصَارِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہوتا

قَالَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

یہ حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

یہ تعلیق صحیح البخاری: ٤٣٣٠ کا ایک ٹکڑا ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر ہجرت کا تعلق دین سے نہ ہوتا اور مجھے ہجرت کا حکم نہ دیا گیا ہوتا تو میں تمہاری طرف منسوب ہوتا' اس سے مقصود یہ ہے کہ ہجرت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت سے بڑھ کر اور کسی عبادت میں فضیلت نہیں ہے' اور اس میں انصار کی

فضیلت کا بیان ہے کہ اگر مہاجرین کی وہ فضیلت نہ ہوتی جو ہے تو میں خود کو انصار میں سے شمار کرتا۔

۳۷۷۹ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ الْاَنْصَارَ سَلَكُوْا وَادِيًا اَوْ شِعْبًا لَّسَلَكْتُ فِیْ وَادِی الْاَنْصَارِ وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَاً مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ مَا ظَلَمَ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ اٰوَوْهُ وَنَصَرُوْهُ اَوْ كَلِمَةً اُخْرٰی. [طرف الحدیث: ۷۲۴۴]

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا انہوں نے بتایا کہ نبی ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر انصار کسی وادی یا گھاٹی میں جائیں تو میں (بھی) انصار کی وادی میں جاؤں گا' اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا' پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں' آپ نے اپنے اس ارشاد میں کوئی ظلم نہیں کیا' انصار نے آپ کو اپنے شہر میں جگہ دی اور آپ کی مدد کی یا اس کے سوا کوئی دوسری بات کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے اس ارشاد میں کوئی ظلم نہیں کیا یعنی آپ نے اس ارشاد میں انصار کی ان کے مرتبہ سے زیادہ تعریف نہیں کی' بلکہ جو بات فرمائی ہے انصار اس کے اہل ہیں۔

۳ - بَابُ اِخَاءِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنانا

۳۷۸۰ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ اٰخٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّسَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنِّیْ اَكْثَرُ الْاَنْصَارِ مَالًا فَاَقْسِمُ مَالِیْ نِصْفَيْنِ وَلِیْ اِمْرَاَتَانِ فَانْظُرْ اَعْجَبَهُمَا اِلَيْكَ فَسَمِّهَا لِیْ اُطَلِّقْهَا فَاِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَتَزَوَّجْهَا قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِیْ اَهْلِكَ وَمَا لِكَ اَيْنَ سُوْقُكُمْ فَدَلُّوْهُ عَلٰی سُوْقِ بَنِیْ قَيْنُقَاعَ فَمَا انْقَلَبَ اِلَّا وَمَعَهٗ فَضْلٌ مِّنْ اَقِطٍ وَّسَمْنٍ ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ ثُمَّ جَاءَ يَوْمًا وَّبِهٖ اَثَرُ صُفْرَةٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ قَالَ تَزَوَّجْتُ قَالَ كَمْ سُقْتَ اِلَيْهَا قَالَ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ شَكَّ اِبْرَاهِيْمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا' حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمن سے کہا: میں انصار میں سب سے زیادہ مال دار ہوں' سو میں اپنے مال کے دو حصے کرتا ہوں' اور میری دو بیویاں ہیں' ان میں سے جو آپ کو اچھی لگے آپ اس کا نام مجھے بتائیں میں اس کو طلاق دیتا ہوں' پس جب اس کی عدت گزر جائے تو آپ اس سے شادی کر لیں' حضرت عبدالرحمن نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل اور مال میں برکت دے' آپ کا بازار کہاں ہے؟ پھر لوگوں نے ان کو بنو قینقاع کا بازار بتایا' پھر وہ اس بازار سے اسی وقت واپس آئے جب ان کے پاس (پہلے سے) زیادہ پنیر اور گھی تھا' پھر اس کے بعد وہ اگلے دن گئے' پھر اس کے بعد وہ اگلے دن

گئے اور ان کے اوپر زرد رنگ کے نشانات تھے' نبی ﷺ نے پوچھا: تمہاری کیا خبر ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے شادی کر لی ہے! آپ نے پوچھا: تم نے بیوی کو کیا دیا' انہوں نے بتایا کہ سونے کی ایک گٹھلی یا ایک گٹھلی کے برابر سونا' راوی ابراہیم کو شک ہے (کہ انہوں نے کیا کہا تھا)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٤٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٨١ - **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَّاٰخٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ وَكَانَ كَثِيْرَ الْمَالِ فَقَالَ سَعْدٌ قَدْ عَلِمَتِ الْاَنْصَارُ اَنِّىْ مِنْ اَكْثَرِهَا مَالًا سَاُقَسِّمُ مَالِىْ بَيْنِىْ وَبَيْنَكَ شَطْرَيْنِ وَلِىْ اِمْرَاَتَانِ فَانْظُرْ اَعْجَبَهُمَا اِلَيْكَ فَاُطَلِّقُهَا حَتّٰى اِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِىْ اَهْلِكَ فَلَمْ يَرْجِعْ يَوْمَئِذٍ حَتّٰى اَفْضَلَ شَيْئًا مِّنْ سَمْنٍ وَّاَقِطٍ فَلَمْ يَلْبَثْ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى جَاءَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِّنْ صُفْرَةٍ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ قَالَ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ مَا سُقْتَ فِيْهَا قَالَ وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا تھا اور وہ بہت زیادہ مال دار تھے' پس حضرت سعد نے کہا: تحقیق یہ ہے کہ انصار کو معلوم ہے کہ میں ان سب سے زیادہ مال دار ہوں' میں عنقریب اپنے مال کو اپنے اور تمہارے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دوں گا اور میری دو بیویاں ہیں سو تم ان کو دیکھو ان میں سے جو تم کو زیادہ اچھی لگے' میں اس کو طلاق دے دوں گا حتیٰ کہ جب اس کی عدت گزر جائے تو تم اس سے نکاح کر لینا' پس حضرت عبدالرحمان نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری بیوی میں برکت دے' پھر اس دن وہ اس وقت تک واپس نہیں آئے حتیٰ کہ زیادہ گھی اور پنیر لے کر آئے' پھر چند دن بعد وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس حال میں آئے کہ ان کے کپڑوں پر زرد رنگ لتھڑا ہوا تھا' رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا ہوا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کر لیا ہے' آپ نے پوچھا: تم نے اس عورت کو کتنا مہر دیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ایک گٹھلی کی مقدار سونا دیا ہے یا بتایا کہ سونے کی ایک گٹھلی دی ہے' آپ نے فرمایا: تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٤٩ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں وضر کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے خوشبودار لیپ یا کریم کو کپڑوں یا بدن پر ملنا' جس طرح آج کل دولہا کے بدن یا کپڑوں پر ابٹن ملتے ہیں۔

٣٧٨٢ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُوْ هَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَتِ الْأَنْصَارُ أَقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ النَّخْلَ قَالَ لَا قَالَ تَكْفُوْنَنَا الْمَؤُوْنَةَ وَتُشْرِكُوْنَنَا فِي التَّمْرِ قَالُوْا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد ابو ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مغیرہ بن عبدالرحمن سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار نے کہا کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان کھجور کے درختوں کو تقسیم کر دیجئے' آپ نے فرمایا: نہیں' انصار نے کہا: تم ہماری جگہ (باغ بانی کی) مشقت کرو ہم تمہیں کھجوروں میں شریک کریں گے' مہاجرین نے کہا: ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٢٥ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابُ حُبِّ الْأَنْصَارِ مِنَ الْإِيْمَانِ

انصار کی محبت ایمان کی علامات میں سے ہے

٣٧٨٣ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللّٰهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا یا کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار سے صرف مومن محبت کرتا ہے اور ان سے فقط منافق بغض رکھتا ہے' سو جس نے ان سے محبت کی اس سے اللہ تعالیٰ محبت رکھے گا اور جس نے ان سے بغض رکھا اس سے اللہ تعالیٰ بغض رکھے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٧ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن التین اور علامہ داؤدی کی خلاف حدیث شرح اور اس پر مصنف کا تعاقب

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث سے مراد تمام انصار سے محبت رکھنا یا تمام انصار سے بغض رکھنا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٥٥)

میں کہتا ہوں یہ غلط ہے' جس نے ایک انصاری سے بھی بغض رکھا اس کے دل میں نفاق ہوگا۔ علامہ داؤدی نے کہا: یہ نفاق نہیں ہے بلکہ گناہ کبیرہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٥٥)

میں کہتا ہوں یہ بھی غلط ہے' جس نے انصار سے بغض رکھا وہ منافق ہی ہے' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے' علاوہ ازیں گناہ کبیرہ کا تعلق واجب کو ترک کرنے یا مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے ہے اور انصار سے محبت یا بغض رکھنے کا تعلق ایمان سے اور دل کی کیفیات سے ہے۔

٣٧٨٤ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَبْرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰیَۃُ الْاِیْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ وَاٰیَۃُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ.

عبدالرحمن بن عبداللہ بن جبر از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی علامت انصار سے محبت رکھنا ہے اور نفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٧ میں گزر چکی ہے۔

٥ - بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ اَنْتُمْ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انصار سے یہ ارشاد کہ تم میرے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو

٣٧٨٥ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ رَاَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ وَالصِّبْیَانَ مُقْبِلِیْنَ قَالَ حَسِبْتُ اَنَّہٗ قَالَ مِنْ عُرْسٍ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُمْثِلًا فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَنْتُمْ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ قَالَھَا ثَلَاثَ مِرَارٍ. [طرف الحدیث: ٥١٨٠] (صحیح مسلم: ٢٥٠٨، الرقم المسلسل: ٦٣١٢، مسند احمد ج ٣ ص ١٧٦، طبع قدیم، مسند احمد: ١٢٧٩٧، ج ٢٠ ص ١٩٠، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے گمان کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو کسی شادی سے آتے ہوئے دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف شفقت سے کھڑے ہو گئے اور تین بار فرمایا: تم مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔

حدیث مذکور کا ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا ہے: وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ (صحیح البخاری: ٣٦٦٢)

اور یہ حدیث اس باب کی حدیث سے متعارض ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں پورے گروہ انصار کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں، اور حضرت عائشہ اور حضرت ابوبکر کے متعلق جو حدیث ہے وہ افراد کے متعلق ہے۔

٣٧٨٦ - حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ کَثِیْرٍ حَدَّثَنَا بَھْزُ بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ ھِشَامُ بْنُ زَیْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَۃٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَعَھَا صَبِیٌّ لَّھَا فَکَلَّمَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّکُمْ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ مَرَّتَیْنِ.

[اطراف الحدیث: ٥٢٣٤۔ ٦٦٤٥] (صحیح مسلم: ٢٥٠٩، الرقم المسلسل: ٦٣١٣، مسند احمد ج ٣ ص ١٢٩، طبع قدیم، مسند احمد: ١٢٣٠٦، ج ١٩ ص ٣١٧، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بہز بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ہشام بن زید نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ انصار کی ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کلام کرتے ہوئے دو بار فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، بے شک تم لوگ مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث سابق کا مطالعہ کریں۔

٦ - بَابُ اَتْبَاعِ الْاَنْصَارِ

انصار کے پیروکاروں کی فضیلت

٣٧٨٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعْتُ اَبَا حَمْزَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ لِكُلِّ نَبِيٍّ اَتْبَاعٌ وَّاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ اَتْبَاعَنَا مِنَّا فَدَعَا بِهٖ فَنَمَيْتُ ذٰلِكَ اِلَى ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ قَدْ زَعَمَ ذٰلِكَ زَيْدٌ.

[طرف الحدیث:٣٧٨٨] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے کہا: میں نے ابوحمزہ سے سنا از حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار نے کہا: ہر نبی کے پیروکار ہوتے ہیں اور بے شک ہم نے آپ کی پیروی کی ہے' آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے پیروکاروں کو بھی ہم میں سے کر دے' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی دعا کی' پھر میں نے اس کا ذکر ابن ابی لیلیٰ سے کیا تو انہوں نے کہا: حضرت زید (بن ارقم) کا بھی یہی گمان ہے۔

٣٧٨٨ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَمْزَةَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَتِ الْاَنْصَارُ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ اَتْبَاعًا وَّاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ اَتْبَاعَنَا مِنَّا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَتْبَاعَهُمْ مِنْهُمْ قَالَ عَمْرٌو فَذَكَرْتُهُ لِابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ قَدْ زَعَمَ ذَاكَ زَيْدٌ قَالَ شُعْبَةُ اَظُنُّهُ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو حمزہ سے سنا جو انصار کے ایک مرد ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار نے کہا: ہر قوم کے پیروکار ہوتے ہیں اور ہم نے آپ کی پیروی کی ہے' سو آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے پیروکاروں کو ہم میں سے کر دے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی: اے اللہ! ان کے پیروکاروں کو ان میں سے کر دے' عمرو نے کہا: میں نے اس حدیث کا ابن ابی لیلیٰ سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: حضرت زید کا بھی یہی گمان ہے' شعبہ نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ ان کی مراد حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ تھے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

ابوحمزہ اس حدیث کو حضرت حذیفہ سے اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے مرسلاً روایت کرتے ہیں اور عمرو بن مرہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص٣٥٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٧ - بَابُ فَضْلِ دُوْرِ الْاَنْصَارِ

انصار کے گھروں کی فضیلت

٣٧٨٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْ اُسَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ ثُمَّ بَنُوْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ خَزْرَجٍ ثُمَّ بَنُوْ سَاعِدَةَ وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَيْرٌ فَقَالَ سَعْدٌ مَّا اَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَدْ فَضَّلَ عَلَيْنَا فَقِيْلَ قَدْ فَضَّلَكُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ وَّقَالَ عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ سَمِعْتُ اَنَسًا قَالَ اَبُوْ اُسَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا وَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ.

[اطراف الحدیث: ٣٧٩٠-٣٨٠٧-٥٣-٦٠] (صحیح مسلم: ٢٥١١، الرقم المسلسل: ٦٣١٦، سنن ترمذی: ٣٩٣٣، حلیۃ الاولیاء ج٦ ص ٣٥٤، مسند احمد ج١ ص ٣٥٦، طبع قدیم، مسند احمد: ٩٢٣ ج١ ص ٤٥٥، موسسۃ الرسالۃ بیروت)

سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از حضرت ابی اسید رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: انصار کے گھروں میں بہترین گھر بنو النجار کا' پھر بنو عبد الاشہل کا گھر ہے' پھر بنو الحارث بن خزرج کا' پھر بنو ساعدہ کا اور تمام انصار کے گھروں میں خیر ہے' پس سعد نے کہا: میرا صرف یہ گمان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم پر (چند قبیلوں) کو فضیلت دی ہے' پس کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تم کو بھی بہت لوگوں پر فضیلت دی ہے' اور عبد الصمد نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس سے سنا' ابو اسید نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اسی طرح روایت کی ہے اور سعد بن عبادہ نے کہا۔

بنو النجار کا تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: انصار کے گھروں میں سب سے بہترین گھر بنو النجار کا ہے یعنی نجار کے بیٹوں کا' نجار کا نام ہے: تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج' اس الخزرج سے مراد وہی ہے جو اوس کا بھائی ہے۔ تیم اللہ کا نام نجار اس لیے پڑا ہے کیونکہ اس نے مقام قدوم میں ختنہ کیا تھا' ایک قول یہ ہے کہ مقام قدوم میں کسی شخص نے اس کو زخمی کر دیا تھا اور نجار کے بیٹوں کا مصداق حضرت سعد بن معاذ اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہما کا قبیلہ ہے۔ (نجار کا معنی ہے: لکڑی کاٹنے والا یعنی بڑھئی یا ترکھان)۔

ان ہی میں سے ابو قیس صرمۃ بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار' النجاری ہے' یہ زمانہ جاہلیت میں راہب ہو گیا تھا' ٹاٹ کا لباس پہنتا تھا' اس نے بتوں سے کنارا کر لیا تھا' اور یہ غسل جنابت کرتا تھا' یہ پہلے نصرانی تھا' پھر اس سے اعراض کر کے اس نے کہا: حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رب کی عبادت کرو' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ آئے تو یہ اسلام لے آیا اور اسلام کے احکام پر عمدگی سے عمل کیا اور رہا طائفہ النجاریہ تو وہ حسین النجار کی طرف منسوب ہے جس نے بشر بن غیاث المریسی سے علم حاصل کیا تھا اور وہ خلق قرآن کا قائل تھا۔

بنو عبد الاشہل کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر بنو عبد الاشہل ہیں' یہ اوس کی اولاد میں سے ہیں اور عبد الاشہل کا نام ہے: عبد الاشہل بن جشم بن الحارث بن الخزرج الاصغر بن عمرو' اور یہ نبیت بن مالک بن اوس بن حارثہ ہے' ابن درید نے کہا: ان کا زعم ہے کہ اشہل ایک بت ہے اور اس کی نسبت اشہلی ہے' ان ہی میں سے حضرت اسید بن حضیر ہیں۔

بنو الحارث اور بنو ساعدہ کا تذکرہ

بنو الحارث کا نام ہے: الحارث بن الخزرج بن عمرو بن مالک بن اوس' حارث کے بیٹوں میں سے حضرت رافع بن خدیج ہیں' پھر بنو ساعدہ ہیں اور یہ بھی خزرج مذکور میں سے ہیں اور ان کا نام ساعدہ بن کعب بن خزرج ہے' ابن درید نے کہا: ساعدہ شیر کے ناموں

میں سے ایک نام ہے' ان میں سے حضرت سعد بن عبادہ ہیں اور ابوخزیمہ ہیں' خطیب نے کہا: وہ خزیمہ ہیں۔
آپ نے فرمایا: ان کے تمام گھروں میں خیر ہے یعنی ان کے تمام قبیلوں میں خیر ہے۔
(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٥٩-٣٥٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٧٩٠ - حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ الطَّلْحِيُّ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى قَالَ اَبُوْسَلَمَةَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ اُسَيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَيْرُ الْاَنْصَارِ اَوْ قَالَ خَيْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بَنُوالنَّجَّارِ وَبَنُوْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ وَبَنُو الْحَارِثِ وَبَنُوْ سَاعِدَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعد بن حفص الطلحی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ' ابوسلمہ نے کہا: مجھے ابواسید نے خبر دی کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بہترین انصار یا فرمایا: انصار کے بہترین گھر بنوالنجار ہیں' بنوعبدالاشہل ہیں' بنوالحارث ہیں اور بنو ساعدہ ہیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث سابق کی شرح دیکھیں۔

٣٧٩١ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ خَيْرَ دُوْرِ الْاَنْصَارِ دَارُ بَنِي النَّجَّارِ ثُمَّ بَنِيْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ ثُمَّ دَارُ بَنِي الْحَارِثِ ثُمَّ بَنِيْ سَاعِدَةَ وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَيْرٌ فَلَحِقْنَا سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فَقَالَ اَبُوْاُسَيْدٍ اَلَمْ تَرَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَّرَ الْاَنْصَارَ فَجَعَلَنَا اَخِيْرًا فَاَدْرَكَ سَعْدٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خُيِّرَ دُوْرُ الْاَنْصَارِ فَجُعِلْنَا اٰخِرًا فَقَالَ اَوَلَيْسَ بِحَسْبِكُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا مِنَ الْخِيَارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از عباس بن سہل از ابو حمید از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: انصار کے بہترین گھر بنونجار کے گھر ہیں' پھر بنوعبدالاشہل کے گھر ہیں' پھر بنوالحارث کے گھر ہیں' پھر بنوساعدہ کے گھر ہیں اور تمام انصار کے گھروں میں خیر ہے' پھر ہم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے ملے تو حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی ﷺ نے انصار کو سب سے اچھا قرار دیا' پس آپ نے ہم کو سب سے آخر میں رکھا' پھر حضرت سعد نبی ﷺ سے جا کر ملے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے انصار کے گھروں کو سب سے عمدہ قرار دیا پس ہم کو آخر میں رکھا گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تم بھی بہترین لوگوں میں سے ہو!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٨١ میں گزر چکی ہے۔
یعنی کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تم بھی اسلام کی طرف سبقت کرنے والوں میں سے ہو اور تم بھی دین اسلام کو سربلند کرنے والوں میں سے ہو۔

٨ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ اِصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ قَالَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ عَنِ

نبی ﷺ کا انصار سے ارشاد: "تم صبر کرنا حتیٰ کہ تم مجھ سے حوض پر ملاقات کرو" یہ حدیث حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی

النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس حوض سے مراد حوض کوثر ہے جو میدان حشر میں ہوگا' یہ مکمل حدیث غزوہ حنین میں آئے گی' دیکھئے: صحیح البخاری: ۴۳۳۰

٣٧٩٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَسْتَعْمِلُنِيْ كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا قَالَ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ.

[طرف الحدیث: ۷۰۵۷] (صحیح مسلم: ۱۰۵۹' الرقم المسلسل: ۲۳۲۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ' کہ انصار کے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے اس طرح عامل نہیں بنائیں گے جس طرح آپ نے فلاں کو عامل بنایا ہے' آپ نے فرمایا: عنقریب تم میرے بعد دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی' سوتم صبر کرنا حتیٰ کہ تم حوض پر مجھ سے ملاقات کرو۔

انصار پر دوسروں کو ترجیح دینے کی پیش گوئی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک انصاری نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے اس طرح عامل نہیں بناتے جس طرح فلاں کو عامل بنایا ہے؟ یعنی کیا آپ مجھے صدقہ وصول کرنے کا عامل نہیں بناتے یا آپ مجھے کسی شہر کا حاکم نہیں بناتے جس طرح آپ نے فلاں کو عامل بنایا ہے' یعنی جس طرح آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لشکر کا سالار بنایا ہے۔

آپ نے فرمایا: عنقریب تم دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی' یعنی دوسروں کو تم سے زیادہ مال فئے دیا جائے گا' یعنی حکام مال حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے لڑیں گے اور تم کو حصول مال میں شریک نہیں کریں گے' میں کہتا ہوں کہ جس طرح آپ نے خبر دی تھی اسی طرح ہو گیا' اور یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی دلیل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۶۰)

٣٧٩٣ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ اِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ وَمَوْعِدُكُمُ الْحَوْضُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: عنقریب تم دیکھو گے کہ میرے بعد تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی' سوتم صبر کرنا حتیٰ کہ تم مجھ سے ملاقات کرو اور میرا تم سے حوض (کوثر) پر ملاقات کا وعدہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از

تَعَالٰى عَنْهُ حِيْنَ خَرَجَ مَعَهٗ اِلَى الْوَلِيْدِ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَنْصَارَ اِلٰى اَنْ يُّقْطِعَ لَهُمُ الْبَحْرَيْنِ فَقَالُوْا لَا اِلَّا اَنْ تُقْطِعَ لِاِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ مِثْلَهَا قَالَ اِمَّا لَا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ فَاِنَّهٗ سَيُصِيْبُكُمْ بَعْدِيْ اَثَرَةٌ.

یحییٰ بن سعید' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا' جس وقت یحییٰ حضرت انس کے ساتھ ولید کی طرف گئے تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو بلایا تا کہ انہیں بحرین کی جا گیر عطاء فرما دیں تو انہوں نے کہا: نہیں! صرف اس صورت میں ہم لیں گے جب آپ ہمارے مہاجرین بھائیوں کو بھی اس کی مثل عطاء کر دیں' آپ نے فرمایا: اگر تم اب نہیں لے رہے ہو تو پھر میرے بعد بھی صبر کرنا' حتیٰ کہ تمہاری مجھ سے (حوض پر) ملاقات ہو' کیونکہ عنقریب تم پر یہ مصیبت آئے گی کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٧٦ میں گزر چکی ہے۔

انصار پر دوسروں کو ترجیح دینے کی ایک مثال

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت انس بن مالک نے بصرہ سے دمشق کی طرف سفر کیا تھا کیونکہ حجاج نے ان کو ستایا تھا تو وہ اس کی شکایت کرنے ولید بن عبدالملک بن مروان کے پاس گئے تھے' اس وقت یحییٰ بھی ان کے ساتھ تھے' ولید بن عبدالملک نے ان کی شکایت کا ازالہ کیا' اس موقع پر حضرت انس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد یاد آیا کہ انصار پر یہ مصیبت آئے گی کہ ان پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی اور یہ کم مصیبت تھی کہ اجلہ صحابہ پر یزید ایسے ظالم اور سفاک شخص کو حاکم مقرر کر دیا گیا تھا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۲' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے۔

٩ - بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْلِحِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا: (اے اللہ!) انصار اور مہاجرین کی اصلاح فرما

٣٧٩٥ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِيَاسٍ مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ
فَاَصْلِحِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو ایاس معاویہ بن قرہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (خندق کھودتے وقت) یہ دعا کی: زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے' پس تو انصار اور مہاجرین کی اصلاح فرما۔

وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ وَقَالَ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ.

اور از قتادہ از انس' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی مثل روایت کرتے ہیں اور آپ نے کہا: پس انصار کی مغفرت فرما۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٣٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٩٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ تَقُوْلُ.

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا حَيِيْنَا اَبَدًا

فَاَجَابَهُمْ:

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَهْ
فَاَكْرِمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حمید الطویل وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا کہ انصار غزوہ خندق کے دن یوں کہہ رہے تھے:

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے (سیدنا) محمد سے بیعت کی ہے جب تک ہم زندہ ہیں تا ابد ان کے ساتھ مل کر جہاد کرتے رہیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جواب میں کہا:
اے اللہ! حقیقی زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے پس تو انصار اور مہاجرین پر کرم فرما۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٨٣٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٩٧ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلٍ قَالَ جَاءَ نَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَحْفِرُ الْخَنْدَقَ وَنَنْقُلُ التُّرَابَ عَلٰى اَكْتَادِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ
فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ

[اطراف الحدیث: ٤٠٩٨۔ ٦٤١٤] (صحیح مسلم: ١٨٠٤، الرقم المسلسل: ٤٥٦٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از سہل وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم خندق کھود رہے تھے ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور ہم اپنے کندھوں پر مٹی اٹھا رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا:
اے اللہ! حقیقی زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے پس تو مہاجرین اور انصار کی مغفرت فرما۔

١٠ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (الحشر: ٩)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور وہ دوسروں کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو شدید ضرورت ہو (الحشر: ٩)

امام بخاری نے اس باب کا عنوان اس آیت کو اس لیے بنایا ہے کہ یہ آیت انصار کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے۔ اس آیت میں ''یوثرون'' کا لفظ ہے اس کا مادہ ایثار ہے یعنی یہ لوگ اپنے اموال ضرورت مندوں کو دے دیتے ہیں خواہ خود ان کو ان اموال کی شدید ضرورت ہو۔

٣٧٩٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوٗدَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ اِلٰى نِسَائِهٖ فَقُلْنَ مَا مَعَنَا اِلَّا الْمَاءُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن داؤد نے حدیث بیان کی از فضیل بن غزوان از ابی حازم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا آپ نے اس کو

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّضُمُّ اَوْ يُضِيْفُ هٰذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَا فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلَى امْرَاَتِهٖ فَقَالَ اَكْرِمِيْ ضَيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ مَاعِنْدَنَا اِلَّا قُوْتُ صِبْيَانِيْ فَقَالَ هَيِّئِيْ طَعَامَكِ وَاَصْبِحِيْ سِرَاجَكِ وَنَوِّمِيْ صِبْيَانَكِ اِذَا اَرَادُوْا عَشَاءً فَهَيَّاَتْ طَعَامَهَا وَاَصْبَحَتْ سِرَاجَهَا وَنَوَّمَتْ صِبْيَانَهَا ثُمَّ قَامَتْ كَاَنَّهَا تُصْلِحُ سِرَاجَهَا فَاَطْفَاَتْهُ فَجَعَلَا يُرِيَانِهٖ اَنَّهُمَا يَاْكُلَانِ فَبَاتَا طَاوِيَيْنِ فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِكَ اللّٰهُ اللَّيْلَةَ اَوْ عَجِبَ مِنْ فَعَالِكُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَّمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَO﴾ (الحشر:٩).

[طرف الحدیث:۴۸۸۹] (صحیح مسلم: ۲۰۵۴، الرقم المسلسل: ۵۲۵۳، سنن ترمذی: ۳۳۰۴)

اپنی ازواج کی طرف (کھانا کھلانے کے لیے) بھیج دیا' ازواج نے کہا: ہمارے پاس تو صرف پانی ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کو کون اپنے ساتھ ملا کر لے جائے گا یا فرمایا: کون اس کو مہمان بنائے گا؟ پس انصار کے ایک شخص نے کہا: میں (اس کو مہمان بناؤں گا)' سو وہ اس شخص کو مہمان بنا کر اپنی بیوی کے پاس لے گیا' پس اس سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان کی تکریم کرو' اس کی بیوی نے کہا: میرے پاس تو صرف اپنے بچوں کا کھانا ہے' اس انصاری نے کہا: اپنا کھانا لے آؤ' اور اپنا چراغ بجھا دو' اور اپنے بچوں کو سلا دو' جب وہ رات کے کھانے کا ارادہ کریں' پس اس کی بیوی نے کھانا پیش کیا اور چراغ بجھا دیا اور اپنے بچوں کو سلا دیا' پھر وہ خاتون اس طرح کھڑی ہوگئی جیسے وہ چراغ کو درست کر رہی ہو' پس اس نے چراغ کو بجھا دیا' یوں وہ دونوں میاں بیوی مہمان پر یہ ظاہر کر رہے تھے کہ گویا وہ بھی کھا رہے ہیں' سو ان دونوں نے بھوکے رات گزاری' پھر جب صبح کو وہ انصاری شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس رات تم دونوں کے کاموں سے بہت خوش ہوا سو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور وہ دوسروں کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود شدید ضرورت ہو' اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا' سو وہی لوگ کامیاب ہیںO (الحشر:۹)

جس انصاری شخص نے اپنے بچوں کا کھانا مہمان کو کھلا دیا تھا اس کے متعدد مصادیق

علامہ محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے اس انصاری شخص کو اپنی ازواج مطہرات کی طرف بھیجا تا کہ وہ شخص ان سے اپنی ضیافت کی مقدار کھانے کو طلب کرے۔

ازواج مطہرات نے کہا: ہمارے پاس صرف پانی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کو' کون اپنے ساتھ ملا کر لے جائے گا؟ یعنی کون اس شخص کو کھانا کھلائے گا؟ انصار کے ایک شخص نے کہا: حمیدی کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ شخص حضرت ابوطلحہ زید بن سہل تھے' خطیب بغدادی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ شخص اتنا غریب تھا کہ اس کے گھر میں صرف بچوں کو کھلانے کے لیے کھانا تھا' اور حضرت ابوطلحہ تو مدینہ کے بہت مال دار شخص تھے' سو یہ کوئی اور شخص ہے جس کی کنیت ابوطلحہ تھی' قاضی اسماعیل نے کہا ہے: وہ شخص حضرت ثابت بن قیس بن الشماس تھے اور ابن بشکوال نے کہا ہے: وہ شخص حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے' ایک قول یہ ہے کہ وہ شخص خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تھے جو اس حدیث کے

راوی ہیں۔

امام واحدی نے اس آیت کے شان نزول میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ صحابہ میں سے ایک شخص کو بکری کی سری ہدیہ کی گئی' اس نے کہا: میرا بھائی اور اس کے اہل وعیال اس سری کے مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہیں' سو اس نے وہ سری اس کے گھر بھیج دی' پھر اس نے وہ سری کسی اور ضرورت مند کے گھر بھیج دی' پھر یوں ہی ہر ایک دوسرے کے گھر وہ سری بھیجتا رہا حتیٰ کہ وہ سری سات گھروں میں گھومنے کے بعد پھر پہلے شخص کے گھر لوٹ آئی' تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ''وہ دوسروں کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود شدید ضرورت ہو اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچالیا گیا' سو وہی لوگ کامیاب ہیں O (الحشر:۹)

(عمدۃ القاری ج۱۶ ص ۳۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١١ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْبَلُوْا مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُّسِيْئِهِمْ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد: ان کے نیک لوگوں (کی نیکیوں) کو قبول کرو اور ان کے غلط کاروں کی غلطیوں سے درگزر کرو

٣٧٩٩ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى اَبُوْعَلِيٍّ حَدَّثَنَا شَاذَانُ اَخُوْ عَبْدَانَ حَدَّثَنَا اَبِیْ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ مَرَّ اَبُوْبَكْرٍ وَّالْعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بِمَجْلِسٍ مِّنْ مَّجَالِسِ الْاَنْصَارِ وَهُمْ يَبْكُوْنَ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكُمْ قَالُوْا ذَكَرْنَا مَجْلِسَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَّا فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ بِذٰلِكَ قَالَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ عَصَبَ عَلٰى رَاْسِهٖ حَاشِيَةَ بُرْدٍ قَالَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ وَلَمْ يَصْعَدْهُ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اُوْصِيْكُمْ بِالْاَنْصَارِ فَاِنَّهُمْ كَرِشِيْ وَعَيْبَتِيْ وَقَدْ قَضَوُا الَّذِيْ عَلَيْهِمْ وَبَقِيَ الَّذِيْ لَهُمْ فَاقْبَلُوْا مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُّسِيْئِهِمْ.

[طرف الحدیث:۳۸۰۱] (صحیح مسلم:۲۵۱۰' الرقم المسلسل:۶۳۱۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن یحییٰ ابوعلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شاذان نے حدیث بیان کی' جو عبدان کے بھائی ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ بن الحجاج نے خبر دی از ہشام بن زید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما انصار کی محافل میں سے ایک محفل کے پاس سے گزرے اور وہ لوگ رو رہے تھے' انہوں نے پوچھا: تم کس وجہ سے رو رہے ہو' تو انہوں نے بتایا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل کو یاد کر رہے تھے' پس وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں باہر نکلے کہ آپ کے سر کے اوپر چادر کے کنارے کی پٹی بندھی ہوئی تھی' راوی نے کہا: پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر چڑھے اور اس دن کے بعد آپ منبر پر نہیں چڑھے تھے' سو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی' پھر اس کے بعد فرمایا: میں تمہیں انصار کے ساتھ خیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ میرا معدہ اور لباس رکھنے کی جگہ ہیں' ان پر جو فرض تھا وہ انہوں نے ادا کر دیا اور ان کے حقوق باقی ہیں' سو تم ان میں سے نیکوکاروں کی قدر کرو اور جو ان میں سے غلط کار ہیں ان سے درگزر کرو۔

علامہ بدرالدین عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ اور دیگر فوائد حدیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ انصار کی محفل کے پاس سے گزرے' عباس سے مراد حضرت عباس بن عبدالمطلب ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم ہیں' ان کا گزرنا اس وقت تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار تھے اور انصار رو رہے تھے' پس انہوں نے پوچھا: آپ لوگ کیوں رو رہے ہیں؟ ہوسکتا ہے کہ حضرت عباس نے پوچھا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

میں اس پر واقف نہیں ہوا کہ یہ سوال کس نے کیا تھا' کیا سوال حضرت ابوبکر نے کیا تھا یا حضرت عباس نے کیا تھا اور میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ یہ سوال حضرت عباس نے کیا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۴' دار المعرفہ)

علامہ عینی اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں اس پر کوئی قرینہ نہیں ہے کہ یہ سوال حضرت عباس نے کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے بعد لکھتے ہیں:

انصار اس لیے رو رہے تھے کہ ان کو اندیشہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بیماری سے وصال فرما جائیں گے' پھر وہ آپ کی محفل کے فیض سے محروم ہو جائیں گے اس لیے وہ رو رہے تھے' اور میں نے جو یہ کہا کہ یہ سوال حضرت عباس نے کیا تھا اس پر قرینہ یہ ہے کہ یہ حدیث ان کے بیٹے نے بھی راویت کی ہے تو ہوسکتا ہے انہوں نے اپنے والد سے سن لیا ہو۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی اس پر دوبارہ رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ یہ پہلے سے بھی زیادہ بعید بات ہے کیونکہ حضرت ابن عباس کی روایت میں (صحیح البخاری: ۳۸۰۰) آپ کی وصیت اس سے زیادہ عام ہے اور حضرت عباس کی حدیث میں وصیت انصار کے ساتھ خاص ہے' سو اس سے یہ کیسے ثابت ہوسکتا ہے کہ یہ سوال حضرت عباس نے کیا ہو۔

نیز اس حدیث میں انصار کے متعلق مذکور ہے: وہ میرا معدہ اور عیبۃ ہیں' معدہ جسم کے اندر ہوتا ہے اور عیبۃ اس صندوق کو کہتے ہیں جس میں کپڑے رکھے جاتے ہیں' سو معدہ باطن ہے اور لباس ظاہر ہے یعنی انصار میرا باطن اور ظاہر ہیں اور یہ عرب کا محاورہ ہے اور یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی کے متعلق یہ بتانا ہو کہ وہ اس کو بہت عزیز ہے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ معدہ سے مراد کسی شخص کے اہل وعیال ہیں' اور العیبۃ سے مراد وہ صندوق ہے جس میں آدمی اپنے کپڑے رکھتا ہے یعنی انصار کے پاس میرے راز اور میری امانتیں ہیں۔

نیز آپ نے فرمایا: ان پر جو فرض تھا وہ انہوں نے ادا کر دیا' یعنی انہوں نے لیلۃ العقبۃ کو جو وعدہ کیا تھا اور اس پر بیعت کی تھی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پناہ دیں گے اور آپ کی مدد کریں گے اور اس پر ان کو جنت ملے گی' سو انہوں نے اس وعدہ اور بیعت کو پورا کر دیا' اور ان کا حق باقی ہے اور وہ جنت میں داخل ہونا ہے۔

اس حدیث میں عظیم وصیت ہے اور انصار کی عظیم فضیلت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٨٠٠ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوْبَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْغَسِيْلِ سَمِعْتُ عِكْرَمَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مُّتَعَطِّفًا بِهَا عَلٰى مَنْكِبَيْهِ وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ حَتّٰى جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ اَيُّهَا النَّاسُ فَاِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُوْنَ وَتَقِلُّ الْاَنْصَارُ حَتّٰى يَكُوْنُوْا كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ فَمَنْ وَّلِيَ مِنْكُمْ اَمْرًا يَضُرُّ فِيْهِ اَحَدًا اَوْ يَنْفَعُهٗ فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُّسِيْئِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن الغسیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عکرمہ سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور آپ نے اپنے کندھوں پر ایک چادر کو لپیٹا ہوا تھا اور (سر مبارک) پر ایک چکنی پٹی تھی حتیٰ کہ آپ منبر کے اوپر بیٹھ گئے' سو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اس کی ثناء کی' پھر آپ نے فرمایا: حمد وثناء کے بعد اے لوگو! لوگ زیادہ ہوتے جا رہے ہیں اور انصار کم ہو رہے ہیں حتیٰ کہ وہ اتنے رہ جائیں گے جتنا نمک پانی میں ہوتا ہے' پس تم میں سے جو شخص کسی ایسے منصب پر فائز ہو جو کسی کو نقصان پہنچا سکے یا کسی کو نفع دے سکے' تو وہ ان میں سے نیکوں (کی نیکیوں) کو قبول کرے اور ان کے غلط کاروں سے درگزر کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٢٧ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں چکنی پٹی کا ذکر ہے' اس سے مراد عمامہ ہے یا رومال ہے یا کوئی اور کپڑا ہے' علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ وہ عمامہ گرد وغبار یا پسینہ سے میلا ہو گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ٣٦٧)

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفائی پسند طبیعت سے یہ بہت بعید ہے کہ آپ نے میلا عمامہ باندھا ہوا ہو۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ انصار اتنے رہ جائیں گے جتنا پانی میں نمک ہوتا ہے' اس میں وجہ تشبیہ یہ ہے کہ نمک طعام میں بہت کم ہوتا ہے اسی طرح انصار بھی مہاجرین اور ان کی اولاد کے مقابلہ میں بہت کم رہ جائیں گے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو مناصب پر فائز ہوئے وہ خلفاء راشدین تھے اور وہ سب مہاجرین میں سے تھے اور ان کے بعد بنی امیہ اور بنو عباس ملوک ہوئے اور وہ سب مہاجرین کی اولاد سے تھے۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ انصار میں خلافت نہیں ہوگی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ١۵' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٣٨٠١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاَنْصَارُ كَرِشِيْ وَعَيْبَتِيْ وَالنَّاسُ سَيَكْثُرُوْنَ وَيَقِلُّوْنَ فَاقْبَلُوْا مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُّسِيْئِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا ہے از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: انصار میرا معدہ ہیں اور میرا راز ہیں (میرے جسم و جان ہیں) ایک دور ایسا آئے گا کہ لوگ زیادہ ہو جائیں گے اور انصار کم ہو جائیں گے تم ان میں سے نیک لوگوں کے کاموں کو قبول کرنا اور

ان میں سے خطا کاروں کی خطاؤں سے درگزر کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۹۸ میں گزر چکی ہے۔

١٢ - بَابُ مَنَاقِبِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مناقب

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن معاذ کا تعلق اوس سے تھا' انہوں نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا' جب ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو تعلیم دینے کے لیے مدینہ بھیجا تھا' چنانچہ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے بنوعبدالاشہل سے کہا: مجھ پر تمہارے مردوں اور عورتوں سے اس وقت تک کلام کرنا حرام ہے جب تک کہ تم لوگ مسلمان نہ ہو جاؤ' ان کی اسلام میں سب سے زیادہ برکت تھی' (ان کی تبلیغ سے ایک ہزار افراد اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ سعیدی غفرلہ) یہ غزوہ بدر' احد اور خندق میں حاضر ہوئے تھے' غزوہ خندق میں حبان بن عراقہ نے ان کے بازوؤں پر تیر مارا جس کی وجہ سے یہ ایک ماہ بیمار رہے پھر اس کے بعد شہید ہو گئے' غزوہ بنوقریظہ کی چند راتوں کے بعد یہ شہید ہوئے تھے' ان کی والدہ کا نام سیدتنا کبشہ بنت رافع تھا اور وہ صحابیہ تھیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٦٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبدالبر مالکی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا کہ وہ فوت ہونے والے ہیں اور ان کے زخم کا خون نہیں رک رہا تو انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! میری روح اس وقت تک قبض نہ کرنا حتیٰ کہ بنوقریظہ کے انجام سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں' حتیٰ کہ جب ان کے بازو سے خون نکلا تو انہوں نے بنوقریظہ کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ ان میں سے جنگ جوؤں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر لیا جائے اور بنوقریظہ حضرت سعد کے فیصلہ سے اپنے قلعہ سے اتر آئے تھے' اور وہ اوس کے حلیف تھے' سو وہ ان کے فیصلہ پر برقرار رہے' کہ شاید وہ ان کے متعلق سفارش کریں جیسے ابن سلول منافق نے بنوقینقاع کے متعلق سفارش کی تھی' اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سعد کے جنازہ میں ستر ہزار (۷۰,۰۰۰) فرشتے آسمان سے اترے تھے جنہوں نے اس سے پہلے زمین پر قدم نہیں رکھا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۷۹۷' مسند الفردوس للدیلمی ج ۳ ص ۴۳۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تین اشخاص سے کوئی افضل نہیں تھا: حضرت سعد بن معاذ' حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر' اور ان تمام کا تعلق بنوعبدالاشہل (اوس) سے تھا' یعنی انصار سے' گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انصار میں ان سے افضل کوئی نہیں تھا' اس لیے حضرت عائشہ کا یہ قول حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے منافی نہیں ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۱۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٣٨٠٢ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ أُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةُ حَرِيرٍ فَجَعَلَ أَصْحَابُهُ يَمَسُّونَهَا وَيَعْجَبُونَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مِنْ لِينِهَا فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ لِيْنِ هٰذِهٖ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ خَيْرٌ مِّنْهَا اَوْ اَلْيَنُ رَوَاهُ قَتَادَةُ وَالزُّهْرِيُّ سَمِعَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کوریشم کا ایک حلہ ہدیہ کیا گیا تو آپ کے اصحاب اس کو چھو رہے تھے اور اس کے ملائم ہونے پر تعجب کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: کیا تم اس کے ملائم ہونے پر تعجب کر رہے ہو' سعد بن معاذ کے رومال (جنت میں) اس سے زیادہ عمدہ ہیں' یا فرمایا: زیادہ ملائم ہیں۔ اس حدیث کی روایت قتادہ اور زھری نے کی ہے' اور ان دونوں نے اس حدیث کو حضرت انس بن مالک سے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۴۹ میں گزر چکی ہے۔

مندیل کے معنی کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ رومال اکیدر دومة نے ہدیہ کیا تھا۔

اس حدیث میں منادیل کا لفظ ہے' یہ مندیل کی جمع ہے۔ علامہ طیبی نے کہا ہے' یہ وہ کپڑا ہے جس کو ہاتھ میں لیتے ہیں' اور ابن الاعرابی وغیرہ نے کہا ہے کہ مندیل کا لفظ ندل سے بنا ہے' اس کا معنی نقل کرنا ہے اور یہ کپڑا ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ ندل کا معنی میل کچیل ہے اور مندیل سے میل کو صاف کیا جاتا ہے' اس سے ہاتھوں کو پونچھا جاتا ہے اور بدن سے گرد و غبار کو صاف کیا جاتا ہے اور مندیل دوستوں کو ہدیہ میں دیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص ۳۶۸)

۳۸۰۳ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا فَضْلُ بْنُ مُسَاوِرٍ خَتَنُ اَبِيْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ وَّعَنِ الْاَعْمَشِ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ فَقَالَ رَجُلٌ لِّجَابِرٍ فَاِنَّ الْبَرَاءَ يَقُوْلُ اِهْتَزَّ السَّرِيْرُ فَقَالَ اِنَّهٗ كَانَ بَيْنَ هٰذَيْنِ الْحَيَّيْنِ ضَغَائِنُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ. (صحیح مسلم: ۲۴۶۶' الرقم المسلسل: ۶۲۳۹' سنن ترمذی: ۳۸۴۸' مصنف عبدالرزاق: ۶۷۴۷' صحیح ابن حبان: ۷۰۲۹' المعجم الکبیر: ۵۳۳۶' المستدرک ج۳ ص۲۰۷' الاسماء الصفات للبیہقی: ص۳۹۷' مسند احمد ج۳ ص۲۹۶' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۵۳' ج۲۲ ص۵۸' موسسة الرسالة' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضل بن مساور نے حدیث بیان کی' جو ابوعوانہ کے داماد تھے' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از اعمش از ابی سفیان از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سعد بن معاذ کی موت کی وجہ سے عرش ہلا' اور اعمش سے (دوسری) روایت ہے: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اسی حدیث کی مثل' ایک شخص نے حضرت جابر سے کہا کہ حضرت البراء رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ تخت ہلا تھا' تو انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ ان دونوں قبیلوں (اوس اور خزرج) کے درمیان (پرانی) رنجشیں ہیں' میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سعد بن معاذ کی موت کی وجہ سے رحمٰن کا عرش ہلا۔

عرش کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

لغت میں عرش کا معنی ہے: تخت' اگر اس حدیث میں عرش کا یہی معنی مراد ہے تو عرش کے ہلنے کا معنی ہے: اس کی حرکت اور اضطراب' اور یہ حضرت سعد بن معاذ کی فضیلت ہے جیسے احد پہاڑ کا ہلنا' ان اشخاص کے لیے باعث فضیلت تھا جو اس پر چڑھے تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب ہیں اور اگر اس عرش سے مراد اللہ تعالیٰ کا عرش ہے تو اب عرش کے ہلنے سے مراد ہے: سرور اور آنے کی خوشی' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس سے مراد حقیقت میں عرش کا ہلنا ہے' اور علامہ مازری نے کہا ہے کہ عرش کا ہلنا اپنی حقیقت پر محمول ہے' اور اس کا عقلاً انکار نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ عرش ایک مجسم چیز ہے اور جسم' حرکت اور سکون کو قبول کرتا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ عرش کے ہلنے سے مراد اس کا خوش ہونا ہے کیونکہ جب زمین سرسبز ہو جائے تو عرب کہتے ہیں: ''اهتز الارض بالنبات'' (زمین پیداوار سے ہل رہی ہے) یعنی کھیتی لہلہا رہی ہے' اور اس سے یہ مراد نہیں ہوتا کہ زمین کا جسم حرکت کر رہا ہے' الحربی نے کہا ہے کہ یہ حضرت سعد بن معاذ کی وفات سے شان دار کنایہ ہے اور عرب کسی معظم چیز کی اس سے زیادہ عظیم چیز کی طرف نسبت کرتے ہیں' تو وہ کہتے ہیں کہ فلاں کی موت پر زمین تاریک ہو گئی' بس اسی طرح یہاں معنی ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کی روح کے استقبال کے لیے عرش الٰہی خوش اور مسرور ہوا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۶۹۔ ۳۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت سعد بن معاذ کی وفات کے وقت عرش کے ہلنے کی تحقیق اور حضرت براء' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور امام مالک کے انکار کا محمل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں ''ضغائن'' کا لفظ ہے یہ ''ضغينة'' کی جمع ہے' اس کا معنی: کینہ ہے' علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ حضرت جابر نے یہ اس لیے کہا ہے کہ حضرت سعد کا تعلق اوس سے تھا اور حضرت براء خزرجی تھے اور خزرج' اوس کی کسی فضیلت کا اقرار نہیں کرتے تھے اسی طرح انہوں نے کہا ہے' لیکن یہ ان کی خطاء فاحش ہے کیونکہ حضرت براء بھی اوسی ہیں کیونکہ وہ عازب بن حارث بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن الحارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس کے بیٹے ہیں' وہ حضرت سعد بن معاذ کے ساتھ حارث بن خزرج میں جمع ہو جاتے ہیں اور خزرج حارث بن خزرج کے والد ہیں' یہ وہ خزرج نہیں ہیں جو اوس کے مقابل ہیں' یہ ان کا نام ہے' ہاں وہ خزرج جو اوس کے مقابل ہیں وہ جابر ہیں' حضرت جابر نے یہ بات حق کے اظہار کے لیے کہی ہے اور حضرت سعد کی فضیلت کے اعتراف کے لیے کہی ہے کیونکہ انہیں حضرت براء پر تعجب ہوا کہ انہوں نے یہ کیسے کہا حالانکہ وہ خود بھی اوسی ہیں' پھر انہوں نے کہا کہ ہر چند کہ میں خزرجی ہوں اور اوس اور خزرج کے درمیان جو مناقشہ ہے وہ اپنی جگہ ہے لیکن یہ مناقشہ مجھے حق بات کہنے سے مانع نہیں ہے' اس لیے انہوں نے یہ حدیث ذکر کی۔

حضرت براء کی طرف سے عذر یہ ہے کہ انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو چھپانے کا ارادہ نہیں کیا تھا' بلکہ انہوں نے یہی سمجھا تھا کہ جس تخت پر حضرت سعد کا جنازہ تھا وہ تخت ہل رہا تھا' حضرت براء کے متعلق یہی گمان لائق ہے جو ان کے عدم تعصب پر دلالت کرتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا: سعد بن معاذ کی موت سے رحمٰن کا عرش ہلا اس حدیث سے حضرت براء نے یہ سمجھا تھا کہ حضرت سعد بن معاذ کا تخت ہلا۔

حضرت براء کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عمر نے بھی یہ کہا تھا کہ رحمٰن کا عرش کسی کی وجہ سے نہیں ہلتا' پھر انہوں نے

اس سے رجوع کر لیا اور وثوق سے کہا کہ حضرت سعد کی موت کی وجہ سے رحمٰن کا عرش ہلا تھا۔ امام ابن حبان نے اس حدیث کی مجاہد سے روایت کی ہے' اور عرش کے ہلنے سے مراد یہ ہے کہ حضرت سعد کی روح کے استقبال کے لیے عرش جھومنے لگا اور مسرور اور خوش ہوا' امام حاکم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ان کے آنے کی خوشی کی وجہ سے عرش ہلا لیکن انہوں نے اس کی وہی تاویل کی ہے جو حضرت براء نے کی تھی کہ حضرت سعد کی اللہ سے ملاقات کی وجہ سے عرش خوشی سے ہلا حتیٰ کہ ہمارے کندھوں پر اس تخت کی لکڑیاں پھیل گئیں' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: حضرت سعد کا وہ تخت جس پر ان کا جنازہ رکھا ہوا تھا اور یہ عطاء بن سائب کی از مجاہد از حضرت ابن عمر روایت ہے۔

عطاء کی اس روایت پر یہ اعتراض ہے کہ آخر عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا' نیز اس کے معارض امام ترمذی کی یہ روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب حضرت سعد بن معاذ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقین نے کہا: ان کا جنازہ کس قدر ہلکا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے جنازہ کو فرشتے اٹھا رہے ہیں' امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے' امام حاکم نے کہا ہے کہ جن احادیث میں رحمٰن کا عرش ہلنے کی تصریح ہے وہ صحیحین میں روایت کی گئی ہیں اور کسی صحیح حدیث میں ان کا کوئی معارض نہیں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ عرش کے ہلنے سے مراد عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کا ہلنا ہے' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت جبریل نے کہا: یہ کون سی میت ہے جس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور اس کے آنے سے تمام آسمان والے خوش ہو رہے ہیں' اس حدیث کی حاکم نے روایت کی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ عرش کا ہلنا ایک علامت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی موت کے لیے مقرر کیا ہے تاکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے فضل کی خبر دیں۔

اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کی عظیم منقبت ہے اور وہی حضرت براء کی یہ تاویل کہ عرش سے مراد وہ تخت ہے جس پر ان کا جنازہ رکھا گیا تھا' یعنی ان کی موت کے وقت وہ تخت ہل رہا تھا تو اس میں حضرت سعد کی کوئی فضیلت نہیں ہے کیونکہ ہر مرنے والے کا جنازہ جب تخت پر رکھ کر لے جاتے ہیں تو لوگوں کے چلنے سے وہ تخت ہلتا ہے۔

امام مالک نے بھی حضرت ابن عمر کی طرح اس روایت کا انکار کیا ہے لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی ناواقف شخص یہ گمان نہ کرے کہ عرش کے ہلنے سے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ بھی ہلتا ہوگا' کیونکہ عرش اللہ تعالیٰ کے استقرار کی جگہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ مخلوق کی مشابہت سے منزہ ہے اور ظاہر یہ ہے کہ امام مالک نے اس حدیث کا انکار نہیں کیا' کیونکہ اگر اس حدیث کی وجہ سے ان کو یہ خوف ہوتا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ہلنے کا گمان کرے گا تو وہ اپنی موطاء میں اس حدیث کی روایت نہ کرتے کہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے کیونکہ عرش کے ہلنے کی بہ نسبت اس میں اللہ تعالیٰ کے ہلنے کی زیادہ تصریح ہے' اس کے باوجود متقدمین اہل سنت کا اور اسی طرح متاخرین کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ ہلنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے سے منزہ ہے اور کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے' اس کے علاوہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت سعد کی حدیث سند کے اعتبار سے امام مالک کے نزدیک ثابت نہ ہو' اس لیے انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا اور اس کو بیان کرنے سے منع کیا' اس کے برعکس آسمان دنیا کی طرف اترنے کی حدیث' سو وہ ان کے نزدیک ثابت ہے اور انہوں نے اس کی روایت کی ہے اور انہوں نے اس حدیث کی فہم کو علماء کی طرف مفوض کر دیا جو قرآن مجید میں پڑھتے ہیں کہ اللہ عرش پر جلوہ فرما ہے اور حضرت سعد بن معاذ کی وفات سے عرش کے ہلنے کی حدیث دس صحابہ بلکہ اس سے بھی زیادہ سے مروی ہے اور بخاری اور مسلم میں ثابت ہے' لہٰذا اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۷-۱۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت سعد بن معاذ کی قبر سے خوشبو آنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن سعد نے الطبقات میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جب منافقین نے یہ کہا کہ سعد بن معاذ کا جنازہ بہت ہلکا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ستر ہزار فرشتے سعد بن معاذ کے جنازہ میں نازل ہوئے اور وہ اس سے پہلے زمین پر نہیں چلے تھے۔ حضرت سعد جسیم شخص تھے' ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی' ایک شخص نے ان کی قبر سے ایک مٹھی بھر مٹی اٹھائی' پھر اس کی طرف دیکھا تو وہ مشک تھی۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص٣٦٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اُنَاسًا نَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَجَاءَ عَلٰى حِمَارٍ فَلَمَّا بَلَغَ قَرِيْبًا مِّنَ الْمَسْجِدِ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰى خَيْرِكُمْ اَوْ سَيِّدِكُمْ فَقَالَ يَا سَعْدُ اِنَّ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِكَ قَالَ فَاِنِّىْ اَحْكُمُ فِيْهِمْ اَنْ تُقْتَلَ مُقَاتِلَتُهُمْ وَتُسْبٰى ذَرَارِيُّهُمْ قَالَ حَكَمْتَ بِحُكْمِ اللّٰهِ اَوْ بِحُكْمِ الْمَلَكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از ابی امامہ بن سہل بن حنیف از حضرت ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ کہ لوگ (بنو قریظہ) حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ پر (قلعہ سے) اترے' پس حضرت سعد کو بلایا گیا تو وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے' جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے افضل شخص کی طرف کھڑے ہو جاؤ یا فرمایا: اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ' پھر آپ نے فرمایا: اے سعد! یہ لوگ تمہارے فیصلہ پر قلعہ سے اترے ہیں تو حضرت سعد نے کہا: میں ان کے متعلق یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے جنگجو لوگوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر دیا جائے تو آپ نے فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے (یا فرمایا:) فرشتہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٤٣ میں گزر چکی ہے۔

١٣ - بَابُ مَنْقَبَةِ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ وَعَبَّادِ بْنِ بِشْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما کی منقبت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسید بن حضیر انصاری اوسی اشہلی ہیں' ان کی کنیت ابویحییٰ ہے۔ یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں بیس (٢٠) ہجری میں فوت ہو گئے تھے' بقیع میں ان کو دفن کیا گیا تھا۔

عباد بن بشر انصاری اوسی اشہلی ہیں' یہ کبار صحابہ میں سے ہیں' جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج١٦ ص٣٧٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی المتوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسید بن حضیر اوس کے سرداروں میں سے ہیں' ان کی آواز تمام صحابہ سے زیادہ حسین تھی' فرشتے ان سے قرآن سنتے تھے'

ان کی کنیت میں پانچ اقوال ہیں' علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے' یہ ان صحابہ میں سے ہیں جو غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے' ان کو اس دن سات (٧) زخم لگے تھے' یہ حضرت عمر کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے اور انہوں نے خود ان کا جنازہ اٹھایا تھا اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو بقیع میں دفن کیا۔

عباد بن بشر بھی اوس کے سرداروں میں سے ہیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تین اشخاص سے کوئی افضل نہیں ہے اور وہ سب بنو عبد الاشہل میں سے ہیں' سعد بن معاذ' اُسید بن حُضیر اور عباد بن بشر اور یہ ان پانچ مردوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے کعب بن اشرف کو قتل کیا تھا' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھیں تو آپ نے کسی قرآن پڑھنے والے کی آواز سنی' آپ نے پوچھا: اے عائشہ! یہ عباد بن بشر کی آواز ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے دعا کی: اے اللہ! عباد کی مغفرت فرما۔ (صحیح البخاری: ٢٦٥٥) (الکوثر الجاری ج ٧ ص ٢٢۔٢١' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣٨٠٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ اَخْبَرَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلَيْنِ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ وَّاِذَا نُوْرٌ بَيْنَ اَيْدِيْهِمَا حَتّٰى تَفَرَّقَا فَتَفَرَّقَ النُّوْرُ مَعَهُمَا. وَقَالَ مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ وَّرَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ وَقَالَ حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ كَانَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَّعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اندھیری رات میں دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے نکلے' اچانک (میں نے دیکھا) ان دونوں کے سامنے نور تھا' حتیٰ کہ وہ دونوں الگ الگ ہو گئے' پس وہ نور بھی ان کے ساتھ الگ الگ ہو گیا' اور معمر نے کہا از ثابت از حضرت انس' وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک حضرت اسید بن حضیر اور انصار کے ایک شخص اور حماد نے کہا: ہمیں ثابت نے خبر دی از حضرت انس' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٦٥ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے جو معمر کی تعلیق ذکر کی ہے اس کی حدیث موصول حسب ذیل ہے:

امام عبد الرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر اور انصار کے ایک اور شخص رضی اللہ عنہما اپنے کسی کام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس باتیں کر رہے تھے' حتیٰ کہ رات کا کافی وقت گزر گیا اور وہ سخت اندھیری رات تھی' پھر وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے واپس جا رہے تھے اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی' پھر ان دونوں میں سے ایک کی لاٹھی روشن ہو گئی' حتیٰ کہ وہ دونوں اس کی روشنی میں چلتے رہے' پھر جب ان کا راستہ الگ الگ ہوا تو ان میں سے ہر ایک اپنی لاٹھی کی روشنی میں چلتا رہا حتیٰ کہ وہ اپنے گھر پہنچ گیا۔

(مصنف عبد الرزاق: ٢٠٧٠٨' ج ١٠ ص ٢٥٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام احمد کی روایت میں ہے کہ انصار کے وہ دوسرے شخص حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ تھے۔ (مسند احمد ج ٣ ص ١٣٧)

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسید بن حضیر سے اٹھارہ (۱۸) احادیث مروی ہیں اور ایک حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور دوسری حدیث میں منفرد ہیں۔ (خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج۱ ص۱۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کی مرویات

حضرت عباد بشر سے صرف دو حدیثیں مروی ہیں۔ (خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج۲ ص۳۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

١٤ - بَابُ مَنَاقِبِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے' حضرت معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن اوس بن سعد بن علی بن سعد بن علی بن اسد بن ساردة بن تزید بن جشم الانصاری الخزرجی ابوعبدالرحمٰن المدنی' یہ ان ستر (۷۰) صحابہ میں سے ایک ہیں جو العقبہ (مکہ کی گھاٹی) میں حاضر ہوئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تھا' یہ اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں اسلام لائے تھے' بدر میں حاضر ہوئے تھے اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ حاضر رہے تھے' یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد میں قرآن مجید جمع کیا تھا' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے یمن کے حاکم مقرر ہوئے تھے' اس کے بعد مدینہ واپس آ گئے' پھر شام کی طرف جہاد کرنے چلے گئے' عمواس کے طاعون میں اٹھارہ ہجری میں اڑتیس (۳۸) سال کی عمر میں ان کی اردن کی جانب میں وفات ہو گئی' ان کی قبر غور بیسان کی شرقی جانب میں ہے اور عمواس بیت المقدس اور فلسطین کے درمیان ایک بستی ہے' ان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام عبدالرحمان تھا' وہ ان کے ہمراہ جنگ یرموک میں لڑا تھا' اسی کے نام پر ان کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص۳۷۲-۳۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

یہ خزرجی انصاری صحابی ہیں' ان کو تمام لوگوں سے زیادہ حلال اور حرام کا علم تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو یمن کے ایک شہر کا حاکم بنایا تو آپ نے ان سے پوچھا: اے معاذ! تم کس چیز سے فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا: کتاب اللہ سے' آپ نے پوچھا: اگر تم کو اس میں (پیش آمدہ) مسئلہ نہ ملے تو انہوں نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت سے' آپ نے پوچھا: اگر تم کو اس میں بھی مسئلہ نہ ملے تو انہوں نے کہا: پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نمائندہ کو اسی بات کی توفیق دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پسند ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۳۲۷' سنن ابوداؤد: ۳۵۹۲)

علامہ ابن عبدالبر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندے تھے' وہ خوبصورت' طویل القامت' حسین بالوں اور بڑی آنکھوں والے جوان تھے' ان کے دانت سفید اور چمک دار تھے' لوگوں میں سب سے زیادہ فیاض تھے' وہ اپنے پاس مال جمع نہیں رکھتے تھے اور جب ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تو لوگوں سے قرض لے لیتے تھے' لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ان کی شکایت کی تو آپ نے ان کا قرض ادا کرنے کے لیے ان کا مال فروخت کر دیا تو یہ دیوالیہ ہو گئے' تب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یمن کی طرف بھیجا تا کہ یہ مال حاصل کریں' پھر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مال لے کر آئے' حضرت ابوبکر نے کہا: میں اس مال سے کچھ نہیں لوں گا' انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے افلاس کو دیکھا تو مجھے یمن کی طرف بھیجا' پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں غرق ہونے والا ہوں اور آپ نے مجھے بچایا ہے' پھر وہ حضرت عمر کے ساتھ مال لے کر حضرت ابوبکر کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: تمہارے نزدیک جو تم سے زیادہ حق دار ہے اس کو دو' حضرت عمر نے حضرت معاذ سے کہا: اب آپ یہ مال لے لیں' آپ کے لیے اس کا لینا جائز ہے' یہ اڑتیس (٣٨) سال کی عمر میں عمواس کے طاعون میں فوت ہو گئے تھے' شام میں طاعون کی ابتداء عمواس سے ہوئی تھی جو فلسطین اور بیت المقدس کے درمیان ایک بستی ہے' علامہ ابن عبدالبر نے زھری سے نقل کیا ہے کہ جب جابیہ میں طاعون پھیلا تو حضرت عمرو بن العاص نے خطبہ دیا اور کہا: اے لوگو! اس طاعون سے نکل جاؤ یہ آگ کی طرح ہے' تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ان سے اختلاف کیا اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ طاعون رحمت ہے' اے اللہ! معاذ اور آل معاذ کا اس رحمت میں ذکر فرما۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج٦ ص١٦١) (الکوثر الجاری ج ٧ ص ٢٣۔ ٢٢' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

طاعون کے متعدی مرض ہونے میں صحابہ کا اختلاف تھا' حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی یہ رائے تھی کہ یہ متعدی مرض ہے جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں اور حضرت معاذ بن جبل کی رائے اس کے خلاف تھی' بہرحال ہمارے نزدیک حضرت عمر اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا موقف ہی راجح ہے۔

٣٨٠٦ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِسْتَقْرِؤُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّسَالِمٍ مَّوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَةَ وَاُبَیٍّ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابراہیم از مسروق از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ چار مردوں سے قرآن مجید کو طلب کرو: ابن مسعود سے' سالم مولی ابو حذیفہ سے' ابی (بن کعب) سے اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧٥٨ میں گزر چکی ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل سے ایک سو پچھتر (١٧٥) احادیث مروی ہیں جن میں سے دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' امام بخاری تین حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصہ تذھیب تہذیب الکمال ج ٣ ص ١٠٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

١٥ - بَابُ مَنْقَبَةِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی منقبت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: سعد بن عبادہ بن دلیم بن ابی حارثہ بن ابی صریمہ بن ثعلبہ بن طریف بن الخزرج بن ساعدہ' ان کی کنیت ابوالحارث ہے اور یہ قیس بن سعدہ کے والد ہیں' حضرت سعد مشاہیر صحابہ میں سے ایک ہیں' حضرت سعد خزرج کے سردار تھے اور فیاض اور کریم تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کی وفات شام کے علاقہ حوران میں چودہ (۱۴) ہجری میں ہوئی تھی۔

(عمدۃ القاری ج۱۶ ص ۳۷۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن عبادہ بن دلیم انصاری' خزرج کے سردار ہیں' ان کی کنیت ابو ثابت اور ابو قیس ہے' ان کی والدہ سیدتنا عمرہ بنت مسعود ہیں اور ان کا صحابیہ ہونا ثابت ہے' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں پانچ (۵) ہجری میں فوت ہوگئی تھیں' حضرت سعد بیعت عقبہ میں حاضر تھے اور یہ نقباء میں سے ایک ہیں' غزوہ بدر میں ان کے حاضر ہونے میں اختلاف ہے' امام بخاری نے اس کو ثابت کیا ہے' امام ابن سعد نے کہا: یہ نکلنے کے لیے تیار ہو رہے تھے' پھر یہ گوشت کھانے کے لیے ٹھہر گئے۔

حضرت سعد اور ان کے والد سخاوت میں مشہور تھے اور ان کے دادا بھی' ان کی ایک طعام گاہ تھی جس میں ہر روز یہ ندا کی جاتی تھی جس کو چربی اور گوشت کھانے کا شوق ہو وہ دلیم بن حارثہ کی طعام گاہ میں آئے' حضرت سعد کے طعام کا تھال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے گھروں میں گھومتا رہتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو جھنڈے تھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مہاجرین کا جھنڈا تھا اور حضرت سعد بن عبادہ کے پاس انصار کا جھنڈا تھا۔

قیس بن سعد بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے ملنے کے لیے ہمارے گھر آئے اور آپ نے فرمایا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ' پھر آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! اپنی صلوات اور اپنی رحمتیں سعد بن عبادہ کی آل پر نازل فرما۔

امام ابو یعلیٰ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہماری طرف سے انصار کو جزاء و خیر عطاء فرما خصوصاً عبداللہ بن عمرو بن حرام کو اور سعد بن عبادہ کو۔

امام ابن ابی الدنیا نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ جب شام ہوتی تو کوئی شخص صفہ والوں میں سے ایک کو اپنے ساتھ لے جاتا' اور کوئی شخص دو کو اپنے ساتھ لے جاتا' اور کوئی شخص ایک جماعت کو لے جاتا اور حضرت سعد بن عبادہ اسی (۸۰) افراد کو اپنے ساتھ لے جاتے۔

انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت نہیں کی تھی' یہ قصہ مشہور ہے' یہ شام میں چلے گئے تھے اور حوران میں پندرہ (۱۵) ھ میں ان کی وفات ہوگئی تھی۔ (الاصابہ ج ۳ ص ۵۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۱۵ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ جھنڈا ان کے ہاتھ سے لے کر ان کے بیٹے قیس کے ہاتھ میں دے دیا' ایک قول یہ ہے کہ آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جھنڈا دیا' دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا۔

جب حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تو انہوں نے بیعت نہیں کی اور یہ شام چلے گئے اور حوران میں ان کی وفات ہوگئی' ان کو جنات نے قتل کر دیا تھا' ان کو غسل خانہ میں وفات پایا ہوا دیکھا گیا۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۲۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت'۱۴۲۹ھ)

وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ اس سے پہلے ایک نیک شخص تھا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول صحیح البخاری: ۴۷۵۰ میں مذکور ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جو تہمت لگائی گئی تھی اس کے متعلق جو طویل حدیث ہے یہ تعلیق اس کا ایک ٹکڑا ہے' اس ٹکڑے کی تفصیل درج ذیل ہے:

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور اس دن آپ نے عبداللہ بن ابی ابن سلول کی لگائی ہوئی تہمت سے براءت طلب کی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! مجھے کون شخص اس شخص کے متعلق معذور قرار دے گا جس کی اذیت میرے اہل بیت کے سبب سے مجھ تک پہنچی ہے؟ پس اللہ کی قسم! مجھے اپنے اہل بیت کے متعلق سوائے خیر اور اچھائی کے اور کسی بات کا علم نہیں' اور انہوں نے اس شخص (حضرت صفوان بن معطل) کا ذکر کیا ہے جس کے متعلق مجھے سوائے خیر کے اور کسی چیز کا علم نہیں اور وہ شخص جب بھی میری اہلیہ کے پاس آیا تو میں اس کے ساتھ تھا' پھر حضرت سعد بن معاذ انصاری (اوسی) رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو اس سے معذور قرار دیتا ہوں' اگر وہ (تہمت لگانے والا) اوس سے ہے تو میں اس کی گردن ماردوں گا اور اگر وہ ہمارے بھائی خزرج سے ہے تو آپ ہمیں حکم دیں ہم آپ کی اطاعت کریں گے' تب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور وہ خزرج کے سردار تھے اور وہ اس واقعہ سے پہلے نیک شخص تھے لیکن ان کو عصبیت نے ابھارا' انہوں نے حضرت سعد بن معاذ سے کہا: مجھے اللہ کی حیات کی قسم! تم نے جھوٹ بولا' تم اس کو قتل نہیں کرو گے اور نہ اس کے قتل پر قادر ہو گے' پھر دونوں قبیلے اوس اور خزرج جوش میں آ گئے حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ الحدیث۔ (صحیح البخاری: ۴۷۵۰)

حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ حضرت سعد بن عبادہ تہمت کے واقعہ سے پہلے نیک شخص تھے' لیکن حضرت عائشہ ان کا مرتبہ کم نہیں کرنا چاہتی تھیں کیونکہ حضرت سعد بن عبادہ تہمت لگانے میں ملوث نہیں تھے' ان کا مقصد صرف حضرت سعد بن معاذ کا رد کرنا تھا ورنہ وہ پہلے بھی نیک شخص تھے اور بعد میں بھی نیک شخص تھے اور ان میں نیکی کی صفت دائمی تھی۔

٣٨٠٧ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَبُوْ اُسَيْدٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْاَشْهَلِ ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَيْرٌ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَكَانَ ذَا قَدَمٍ فِي الْاِسْلَامِ اَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَضَّلَ عَلَيْنَا فَقِيْلَ لَهٗ قَدْ فَضَّلَكُمْ عَلٰى نَاسٍ كَثِيْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انصار کے گھروں میں بہترین (افراد) بنو النجار ہے' پھر بنو عبدالاشھل ہے' پھر بنو الحارث بن الخزرج ہے' پھر بنو ساعدۃ ہے اور انصار کے تمام گھروں میں خیر ہے' پس حضرت سعد بن عبادہ نے کہا: اور وہ اسلام لانے میں سابق اور مقدم تھے' انہوں نے کہا کہ میرا گمان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم

پر دوسروں کو فضیلت دی ہے' ان سے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو بھی بہتوں پر فضیلت دی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۸۹ میں گزر چکی ہے۔

حافظ صفی الدین نے ان کی مرویات بیان نہیں کیں لیکن لکھا ہے کہ ان کے پاس احادیث تھیں' انہوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی اور مدینہ سے نکل گئے اور واپس نہیں آئے اور پندرہ ہجری میں شام کے شہر حوران میں ان کی وفات ہوئی' ان کو جنات نے شہید کر دیا تھا۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۴۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

١٦ - بَـابُ مَـنَـاقِبِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: حضرت ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار الانصاری الخزرجی النجاری' ان کی کنیت ابوالمنذر اور ابوالطفیل ہے' یہ سابقین انصار میں سے تھے' العقبۃ اور اس کے بعد کے مشاہد میں حاضر ہوئے اور تیس (۳۰) ہجری میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے پہلے فوت ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب الخزرجی النجاری قُرّاء میں سے ایک تھے بلکہ تمام لوگوں سے بڑھ کر قاری تھے' اور حضرت اُبی فقہا صحابہ میں سے ایک تھے اور کاتبین وحی میں سے ایک تھے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطوط اور آپ کے احکام لکھتے تھے' وہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اکثر یہ خدمت انجام دیتے تھے' علامہ ابن عبدالبر نے مرسلاً یہ روایت کی ہے کہ تم میں سب سے عمدہ قاری اُبی ہیں' اور تم میں سے سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے علی ہیں' اور سب سے زیادہ وراثت کا علم رکھنے والے زید بن ثابت ہیں اور حلال اور حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ہیں' اور امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر ہیں' اور اللہ کے دین میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں' اور حیاء میں سب سے زیادہ سچے عثمان ہیں اور سب سے زیادہ عمدہ فیصلہ کرنے والے علی ہیں' اور کتاب اللہ کے سب سے عمدہ قاری ابی بن کعب ہیں اور حلال اور حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے معاذ بن جبل ہیں اور وراثت کو سب سے زیادہ جاننے والے زید بن ثابت ہیں' سنو! ہر امت کا امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۵۴' دار الفکر' بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب کے محاسن بہت زیادہ ہیں۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۲۵۔ ۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٣٨٠٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ ذُكِرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَ ذَاكَ رَجُلٌ لَا اَزَالُ اُحِبُّهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ از ابراہیم از مسروق' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے سامنے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو

خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَبَدَاَ بِهٖ وَسَالِمٍ مَّوْلٰى اَبِىْ حُذَيْفَةَ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَّاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ.

انہوں نے کہا: وہ ایسے شخص ہیں کہ میں ہمیشہ سے ان سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: چار (مردوں) سے قرآن حاصل کرو: عبداللہ بن مسعود سے سو ان سے آپ نے ابتداء کی اور سالم مولیٰ ابی حذیفہ سے اور معاذ بن جبل سے اور ابی بن کعب سے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۷۵۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۸۰۹ - حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ سَمِعْتُ شُعْبَةَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِىْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (البینہ: ۱) قَالَ وَسَمَّانِىْ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبَكٰى. [اطراف الحدیث: ۴۹۵۹-۴۹۶۱-۴۹۶۰] (صحیح مسلم: ۷۹۹، الرقم المسلسل: ۱۷۴۸، سنن ترمذی: ۳۷۹۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۳۹، المستدرک ج ۲ ص ۲۲۴، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۸۷، مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۲، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۱۲۰۳، ج ۳۵ ص ۱۳۱، موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے شعبہ سے سنا انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے یہ سورت پڑھوں: "لم یکن الذین کفروا (البینہ: ۱)" (کفر کرنے والے اہل کتاب اپنے دین کو چھوڑنے والے نہ تھے) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت انس نے کہا: پھر ابی بن کعب رونے لگے۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے سامنے سورۃ البینہ پڑھنے کی حکمت اور حضرت اُبی بن کعب اور سورۃ البینہ کی تخصیص کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے یہ سورت پڑھوں۔

حضرت ابی بن کعب کے سامنے اس سورت کے پڑھنے کی حکمت یہ تھی کہ حضرت ابی اس سورت کے الفاظ اور ان کے ادائیگی کی کیفیت اور وقف کرنے کی جگہوں کو سیکھ لیں، پس ان کے سامنے قراءت کرنا ان کو تعلیم دینے کے لیے تھا' ان سے سیکھنے کے لیے نہیں تھا' اور تا کہ حفاظ اور قراء کا دوسرے حفاظ کے سامنے قرآن پڑھنا مسنون ہو جائے خواہ وہ نسب' دین اور فضیلت میں ان سے کم درجہ کے ہوں اور تا کہ لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی فضیلت پر متنبہ کیا جائے اور ان کو حضرت ابی سے قرآن مجید سیکھنے اور ان کے اپنے اوپر مقدم کرنے پر برانگیختہ کیا جائے اور اسی طرح ہوا' نبی ﷺ کے بعد حضرت ابی بن کعب قراءت میں بہ حیثیت امام اور سردار کے مشہور ہو گئے۔

حضرت ابی بن کعب کے سامنے سورۃ البینہ پڑھنے کی تخصیص کی حکمت یہ ہے کہ یہ سورت اختصار کے باوجود اصول' قواعد اور اہم مقاصد کی جامع ہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس سورت کو اس لیے خاص کیا گیا ہے کہ یہ سورت توحید' رسالت' اخلاص' انبیاء

سابقین علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابوں' نماز' زکوٰۃ' عشر اور جنت اور دوزخ کے بیان پر محیط ہے۔

حضرت ابی نے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ یعنی آیا اللہ تعالیٰ نے میرے نام کی تصریح کی ہے یا فرمایا ہے: آپ اپنے اصحاب میں سے کسی کے سامنے پڑھیں اور آپ نے مجھے منتخب کرلیا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لیا ہے' حضرت ابی بن کعب نے ازراہ تعجب اور مسرت کے یہ سوال کیا تھا کیونکہ ان کے نزدیک یہ بعید تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کا نام لے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرمانا کہ ان پر قرآن پڑھیں ان کے لیے بہت عظیم منصب تھا' اس لیے وہ خوشی سے رو پڑے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ وہ اس خوف سے رو پڑے کہ وہ اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا کما حقہ شکر نہیں ادا کرسکیں گے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب سے ایک سو چھیالیس (۱۴۶) احادیث مروی ہیں جن میں سے امام بخاری اور امام مسلم تین حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری چار حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم سات حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

۱۷ - بَابُ مَنَاقِبِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار الانصاری النجاری ابو سعید اور ان کو ابو خارجہ المدنی بھی کہا جاتا ہے' ان کی والدہ نوار بنت مالک بن نجار ہیں' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ شریف میں آئے تو ان کی عمر گیارہ (۱۱) سال تھی' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وحی لکھتے تھے اور فضلاء صحابہ اور اصحاب الفتویٰ میں سے تھے' پینتالیس (۴۵) یا چھیالیس (۴۶) ہجری میں ان کی مدینہ میں وفات ہوگئی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

غزوہ بدر میں ان کو کم سن قرار دیا گیا' اس لیے حضرت زید بن ثابت غزوہ احد میں شریک ہوئے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا پہلا غزوہ خندق تھا' اور غزوہ تبوک میں ان کے پاس بنو النجار کا جھنڈا تھا' پہلے یہ جھنڈا حضرت عمارہ بن حزم کے پاس تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے جھنڈا لے کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دے دیا' حضرت عمارہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا آپ کے پاس میری کوئی شکایت آئی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں لیکن قرآن مقدم ہے' کیونکہ ان کو زیادہ قرآن یاد تھا۔ (المستدرک ج ۳ ص ۴۲۱)

ان کے والد جنگ بعاث میں ہجرت سے پانچ سال پہلے قتل کردیئے گئے تھے۔

انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قرآن مجید جمع کیا تھا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو مجھے آپ کے سامنے پیش کیا گیا' پس بتایا گیا کہ یہ بنو النجار سے ہیں اور ان کو قرآن مجید کی سترہ سورتیں یاد ہیں' میں نے آپ کے سامنے قرآن پڑھا تو آپ بہت خوش ہوئے' میں

یہود کی طرف آپ کے خطوط لکھتا تھا اور ان کے آئے ہوئے خطوط آپ کو پڑھ کر سناتا تھا' اس حدیث کی امام بغوی اور امام ابو یعلیٰ نے روایت کی ہے۔

امام عبد بن حمید نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ایک قوم کی طرف لکھواتا ہوں مجھے خوف ہے کہ وہ کمی یا زیادتی نہ کر دیں اس لیے تم سریانی زبان سیکھ لو' سو میں نے سترہ دنوں میں سریانی زبان سیکھ لی۔

شعبی سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابت سواری پر سوار ہونے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی رکاب پکڑ لی' حضرت زید نے ان کو منع کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد! ایسا نہ کریں تو حضرت ابن عباس نے کہا: ہمیں علماء اور اکابر کی اسی طرح تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ثابت بن عبید نے کہا: میں نے کسی شخص کو اس کی مجلس میں حضرت زید کی طرح معزز اور خوش طبع نہیں دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے سب سے زیادہ وراثت کے احکام کا علم رکھنے والا زید (بن ثابت) ہے۔

امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت زید بن ثابت اصحاب فتویٰ میں سے ایک ہیں اور اصحاب فتویٰ چھ ہیں: حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابی بن کعب' حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم' امام واقدی کی روایت ہے کہ مدینہ میں قضاء' فتویٰ' قراءت اور وراثت کے علم کے سردار حضرت زید بن ثابت ہیں۔ امام بغوی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ خارجہ بن زید نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی سفر پر جاتے تو حضرت زید بن ثابت کو اپنا جانشین بنا کر جاتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اصحاب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت زید بن ثابت کا شمار راسخین فی العلم میں ہوتا تھا۔

حضرت زید بن ثابت کی وفات اکثر کے قول کے مطابق پینتالیس (٤٥) ہجری میں ہوئی' جس دن حضرت زید کی وفات ہوئی تو حضرت ابوہریرہ نے کہا: آج اس امت کا عالم فوت ہو گیا۔ (الاصابۃ ج ٢ ص ٤٩٢-٤٩١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

٣٨١٠ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا یَحْیٰی حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْاَنْصَارِ اُبَیٌّ وَّمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَّاَبُوْزَیْدٍ وَّزَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ قُلْتُ لِاَنَسٍ مَّنْ اَبُوْ زَیْدٍ قَالَ اَحَدُ عُمُوْمَتِیْ. [اطراف الحدیث: ٣٩٩٦-٥٠٠٣-٥٠٠٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں چار اشخاص نے قرآن مجید کو جمع کیا اور وہ سب انصار میں سے تھے' حضرت ابی' حضرت معاذ بن جبل' حضرت ابوزید اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم' میں نے حضرت انس سے پوچھا: حضرت ابوزید کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: وہ میرے چچاؤں میں سے ایک ہیں۔

(صحیح مسلم: ٢٤٦٥' الرقم المسلسل: ٦٢٣٤' سنن ترمذی: ٣٨١٩-٣٧٩٤' السنن الکبریٰ: ٨٠٠٠' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٢٠١٨' صحیح ابن حبان: ٧١٣٠' سنن بیہقی ج ٦ ص ٢١١' مسند احمد ج ٣ ص ٢٧٧' طبع قدیم' مسند احمد: ١٣٩٤٢' ج ٢١ ص ٣٧٩' موسسۃ الرسالہ بیروت)

ابوزید کا نام' اوس اور خزرج کا ایک دوسرے کے سامنے اپنی اپنی فضیلت کا اظہار اور بعض اعتراضات کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ابوزید کا ذکر ہے: ابن المدینی نے کہا: ان کا نام اوس ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: ان کا نام ثابت بن زید بن مالک اشھلی ہے۔

حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ اوس اور خزرج نے ایک دوسرے پر اپنی فضیلت بیان کی' اوس نے کہا: ہم میں غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ ہیں' اور ہم میں حضرت عاصم ہیں جن کی لاش کی شہد کی مکھیوں نے حفاظت کی اور حضرت سعد ہیں جن کی موت پر عرش ہلا تھا' اور حضرت خزیمہ ہیں جن کی گواہی دو مردوں کی گواہی کے برابر ہے رضی اللہ عنہم' اس کے جواب میں خزرج نے کہا: ہم میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کو جمع کیا' وہ حضرت معاذ' ابوزید اور ابی ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان کے علاوہ دوسروں نے بھی قرآن مجید کو جمع کیا ہے جیسے خلفاء اربعہ نے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عدد کا مفہوم مخالف زائد کی نفی نہیں کرتا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انہوں نے پورے قرآن مجید کو کیسے جمع کیا حالانکہ قرآن مجید کا کچھ حصہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے قریب نازل ہوا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس کو بھی آپ کی وفات سے پہلے محفوظ کر لیا تھا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے معارض ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ چار مردوں سے قرآن مجید کو طلب کرو' حضرت ابن مسعود سے' حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ سے' حضرت ابی بن کعب سے اور حضرت معاذ بن جبل سے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس کی اس حدیث کا مفہوم مخالف مراد نہیں ہے کہ ان چاروں کے علاوہ اور کسی نے قرآن مجید کو جمع نہیں کیا' حضرت انس کی مراد یہ ہے کہ قرآن مجید کو صرف انصار نے جمع کیا خواہ وہ یہ چار ہوں جن کا اس حدیث میں ذکر ہے یا دوسرے ہوں' مگر وہ انصار ہی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۷۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت سے بیانوے (۹۲) احادیث مروی ہیں جن میں سے امام بخاری اور امام مسلم پانچ حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری چار حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۳۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ ھ)

۱۸ - بَابُ مَنَاقِبِ اَبِیْ طَلْحَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوطلحہ کا نام ہے: ابوطلحہ زید بن سہل بن الاسود بن حرام انصاری الخزرجی النجاری' یہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے خاوند ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں' یہ تمام مشاہد اور غزوات میں حاضر تھے' اور یہ نقباء میں سے ایک ہیں' یہ بتیس یا چونتیس (۳۲-۳۴) ہجری میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' ابوزرعہ دمشقی نے کہا ہے کہ یہ شام

میں فوت ہو گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چالیس سال زندہ رہے (یعنی ان کی وفات پچاس ہجری میں ہوئی) یہ مسلسل روزے رکھتے تھے حضرت انس سے روایت ہے کہ یہ جہاد کرتے ہوئے سمندر میں فوت ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٧٥ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن سہل انصاری کی کنیت ابوطلحہ ہے اور یہ اپنی کنیت سے زیادہ مشہور ہیں۔

امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے کہا: اے ابوطلحہ! تم جیسے شخص کے نکاح کا پیغام مسترد نہیں کیا جاتا لیکن تم کافر ہو اور میں مسلمان عورت ہوں' اس لیے تم میرے لیے حلال نہیں ہو' اگر تم اسلام قبول کر لو تو یہی میرا مہر ہوگا' چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور یہی ان کا مہر ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ احد میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کفار پر تیر مار رہے تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نظر اٹھا کر دیکھ رہے تھے تو حضرت ابوطلحہ نے اپنا سینہ بلند کر کے آپ کے آگے کر دیا اور کہا: اگر ان کا کوئی تیر آئے تو وہ میرے سینہ پر لگے آپ کی طرف نہ آئے' اس کی سند صحیح ہے۔

امام مسلم نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں اپنے سر کے بال منڈائے تو آپ نے اپنی دائیں جانب کے بال اپنے اصحاب پر تقسیم کر دیئے' کسی کو ایک بال کسی کو دو بال دیئے اور حضرت ابوطلحہ کو اپنی بائیں جانب کے تمام بال عطاء کر دیئے' اور جب یہ آیت نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ. تم ہرگز نیکی کو نہیں پا سکو گے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز سے خرچ نہ کرو۔ (آل عمران: ٩٢)

تو حضرت ابوطلحہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میرے پسندیدہ اموال بیرحاء میں ہیں' ان کی نیکی کو ذخیرہ کرنے کی توقع رکھتا ہوں' سو وہ صدقہ ہیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکو' رکو وہ نفع آور مال ہے۔

حضرت ابوطلحہ کی موت کے وقت میں اختلاف ہے' واقدی نے کہا: ان کی وفات چونتیس (٣٤) ہجری میں ہوئی ہے اور ایک قول بتیس ہجری کا ہے' اور ابوزرعہ نے کہا ہے کہ ان کی وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چالیس سال بعد ہوئی ہے' حضرت انس نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوطلحہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جہاد کرنے کی وجہ سے (نفلی) روزے نہیں رکھتے تھے' پس آپ کی وفات کے بعد وہ عیدین کے سوا مسلسل ہر روز روزہ رکھتے رہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا: ان کی وفات پچاس (٥٠) یا اکیاون (٥١) ہجری میں ہوئی ہے۔

(الاصابہ ج ٢ ص ٥٠٤-٥٠٢ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ ھ)

٣٨١١- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ اِنْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَوِّبٌ بِهٖ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَّهٗ وَكَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ رَجُلًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن جب لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے تھے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنی ایک ڈھال

رَامِيًا شَدِيْدًا لَّقَدْ يَكْسِرُ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا وَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ وَمَعَهُ الْجُعْبَةُ مِنَ النَّبْلِ فَيَقُوْلُ انْشُرْهَا لِاَبِيْ طَلْحَةَ فَاَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ اِلَى الْقَوْمِ فَيَقُوْلُ اَبُوْطَلْحَةَ يَانَبِيَّ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ لَاتُشْرِفْ يُصِيْبُكَ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِيْ دُوْنَ نَحْرِكَ وَلَقَدْ رَاَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّاُمَّ سُلَيْمٍ وَّاِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ اَرٰى خَدَمَ سُوْقِهِمَا تَنْقُزَانِ الْقِرَبَ عَلٰى مُتُوْنِهِمَا تُفْرِغَانِهٖ فِيْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَاٰنِهَا ثُمَّ تَجِيْئَانِ فَتُفْرِغَانِهٖ فِيْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ وَلَقَدْ وَقَعَ السَّيْفُ مِنْ يَدَيْ اَبِيْ طَلْحَةَ اِمَّا مَرَّتَيْنِ وَاِمَّا ثَلَاثًا.

سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہے تھے اور حضرت ابوطلحہ بہت ماہر تیرانداز تھے اس دن ان کے ہاتھ سے دو یا تین کمانیں ٹوٹ گئی تھیں، اگر کوئی شخص گزرتا اور اس کے پاس تیروں کا ترکش ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: اپنے یہ تیر ابوطلحہ کو دے دو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کا حال دیکھنے کے لیے جھانکتے تو حضرت ابوطلحہ عرض کرتے: اے اللہ کے نبی! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں آپ نہ جھانکیں، کہیں لوگوں کے تیروں میں سے کوئی تیر آپ کو نہ لگ جائے، میرا سینہ آپ کے سینہ کے آگے ہے اور میں نے حضرت عائشہ بنت ابوبکر کو اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہن کو دیکھا کہ وہ اپنے پانچے اوپر اٹھائے ہوئے جا رہی تھیں میں ان کی پنڈلیوں کا زیور دیکھ رہا تھا، انہوں نے مشکوں کو اپنی پیٹھوں پر اٹھایا ہوا تھا اور وہ (زخمی) لوگوں کے منہ میں پانی ڈال رہی تھیں، پھر جاتیں اور مشک بھر کر لاتیں، پھر آ کر (زخمی) لوگوں کے منہ میں پانی ڈالتیں اور اس دن حضرت ابو طلحہ کے ہاتھوں سے دو یا تین بار تلوار ٹوٹ گئی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۸۸۰ میں گزر چکی ہے۔

موجودہ دور کے ہسپتالوں میں نرسنگ کا غلط رواج

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ام سلیم کا ذکر ہے، یہ حضرت ابوطلحہ کی زوجہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں۔

حضرت ابوطلحہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھ رہے تھے، یہ پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج۱۶ ص ۳۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلیم زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اب بھی ہسپتالوں میں خواتین اجنبی مردوں کی تیمارداری کر سکتی ہیں کیونکہ یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے جب مرد کم تھے، دوسرے یہ احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے، اس لیے اب خواتین کے لیے اجنبی مردوں کی تیمارداری کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا ہسپتالوں میں مرد، مردوں کے وارڈ میں کام کریں اور خواتین، خواتین کے وارڈ میں کام کریں، اس کے برعکس کرنا جائز نہیں ہے۔

١٩ - بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام ہے: عبداللہ بن سلام بن الحارث الاسرائیلی، ثم الانصاری، ان کا تعلق بنو قینقاع سے تھا، ان کی کنیت ابو یوسف ہے، یہ

حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے ہیں' حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ انصار کے حلیف تھے' زمانہ جاہلیت میں ان کا نام حصین تھا' اسلام لانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھ دیا' جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتداءً مدینہ میں داخل ہوئے تھے یہ اسی وقت اسلام لے آئے تھے۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں تینتالیس (۴۳) ہجری میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے' یہ یہود کے بڑے بڑے علماء میں سے ایک تھے' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: وہ جنت کے دس مردوں میں سے دسویں ہیں' حافظ ابن عبدالبر نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو میں ان لوگوں میں سے تھا جو آپ سے بدکتے تھے' جب میرے سامنے آپ کا چہرۂ انور منکشف ہوا تو میں نے پہچان لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے' میں نے سنا' آپ فرما رہے تھے کہ بہ کثرت سلام کرو اور (لوگوں کو) کھانا کھلاؤ۔ الحدیث (صحیح مسلم: ۵۴' مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی طرف آئے' لوگ آپ کو جھانک کر دیکھ رہے تھے' حضرت عبداللہ بن سلام نے آپ کی آمد کا سنا' اس وقت وہ اپنی کھجوروں کے درختوں میں تھے' سو وہ جلدی سے آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سن کر کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں اور آپ دین حق لے کر آئے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ میں یہودیوں کا سردار ہوں اور ان کا سب سے بڑا عالم ہوں' آپ ان کو میرے اسلام قبول کرنے کا بتائے بغیر ان سے میرے متعلق دریافت کریں۔

طبری نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام تینتالیس (۴۳) ہجری میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔

(الاصابہ ج ۴ ص ۱۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

۳۸۱۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا يُّحَدِّثُ عَنْ اَبِى النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِاَحَدٍ يَّمْشِىْ عَلَى الْاَرْضِ اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ وَفِيْهِ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِىٓ اِسْرَآئِيْلَ﴾ (الاحقاف: ۱۰) اَلْاٰيَةَ قَالَ لَا اَدْرِىْ قَالَ مَالِكٌ الْاٰيَةَ اَوْ فِى الْحَدِيْثِ.

(صحیح مسلم: ۲۴۸۳' الرقم المسلسل: ۶۲۷۴) [صحیح مسلم: ۲۴۸۳' الرقم المسلسل: ۶۲۷۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے امام مالک سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں از ابی النصر مولیٰ عمر بن عبیداللہ از عامر بن سعد بن ابی وقاص از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سوا کسی ایسے شخص کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنا' جو زمین پر چلتا ہو اور اس کے متعلق آپ نے فرمایا ہو کہ وہ اہل جنت (میں) سے ہے اور ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: ''و شهد شاهد من بنى اسرائيل. (الاحقاف: ۱۰)'' اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اس پر گواہی دے چکا ہے۔ (عبداللہ بن یوسف) راوی نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ اس آیت کے متعلق امام مالک کا قول ہے یا اسی طرح حدیث میں ہے۔

اس اشکال کا جواب کہ نبی ﷺ نے حضرت عبداللہ بن سلام کے علاوہ دیگر صحابہ کو بھی جنت کی بشارت دی ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سوا کسی ایسے شخص کے متعلق نبی ﷺ سے نہیں سنا' جو زمین پر چلتا ہو اور اس کے متعلق آپ نے فرمایا ہو کہ وہ اہل جنت میں سے ہے حالانکہ آپ نے دس صحابہ کے متعلق جنتی ہونے کی بشارت دی اور خود حضرت سعد بن ابی وقاص بھی ان دس صحابہ میں سے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے تواضعاً اپنے لیے جنتی ہونے کی حدیث کا ذکر نہیں کیا اور اپنی تحسین پسند نہیں کی اور اپنے دینی بھائی حضرت عبداللہ بن سلام کی تحسین کو پسند کیا' یہ علامہ خطابی کا جواب ہے' اور علامہ ابن التین نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کا صرف اپنے لیے تو انکسار ہو سکتا ہے لیکن اس حدیث سے باقی نو صحابہ کے لیے بھی جنت کی بشارت کی نفی ہو رہی ہے' اس کا زیادہ عمدہ جواب یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے یہ کہا ہے کہ میں نے اور کسی صحابی کے لیے یہ بشارت نہیں سنی' انہوں نے اپنے سننے کی نفی کی ہے اصل بشارت اور حدیث کی نفی نہیں کی' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت سعد نے کہا ہے کہ جو زمین پر چلتا ہو اس کے جنتی ہونے کے متعلق میں نے نہیں سنا اور عشرہ مبشرہ کے لیے آپ نے مجلس واحد میں جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔ علاوہ ازیں ان دس صحابہ میں حضرت عبداللہ بن سلام کا ذکر نہیں ہے اور جب کسی عدد کی تصریح کی جائے تو اس سے زائد کی نفی مراد نہیں ہوتی۔ (میں کہتا ہوں کہ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ دس صحابہ کی بشارت دینے کا واقعہ پہلے کا ہے اور حضرت عبداللہ بن سلام کی بشارت آپ نے بعد میں دی ہے' اس لیے ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے' سعیدی غفرلہ) علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں تاویل کرنا ضروری ہے کیونکہ آپ نے حسنین کریمین اور ازواج مطہرات کو بھی جنت کی بشارت دی ہے بلکہ تمام اہل بدر کو جنت کی بشارت دی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٧٩-٢٧٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

٣٨١٣ - **حَدَّثَنِيْ** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَزْهَرُ السَّمَّانُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا فِيْ مَسْجِدِ الْمَدِيْنَةِ فَدَخَلَ رَجُلٌ عَلٰى وَجْهِهٖ اَثَرُ الْخُشُوْعِ فَقَالُوْا هٰذَا رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ تَجَوَّزَ فِيْهِمَا ثُمَّ خَرَجَ وَتَبِعْتُهٗ فَقُلْتُ اِنَّكَ حِيْنَ دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ قَالُوْا هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ وَاللّٰهِ مَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّقُوْلَ مَالَا يَعْلَمُ وَسَاُحَدِّثُكَ لِمَ ذَالِكَ رَاَيْتُ رُؤْيَا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَصْتُهَا عَلَيْهِ وَرَاَيْتُ كَاَنِّيْ فِيْ رَوْضَةٍ ذَكَرَ مِنْ سَعَتِهَا وَخُضْرَتِهَا وَسْطَهَا عَمُوْدٌ مِّنْ حَدِيْدٍ اَسْفَلُهٗ فِي الْاَرْضِ وَاَعْلَاهُ فِي السَّمَاءِ فِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ازہر السمان نے حدیث بیان کی از ابن عون از محمد از قیس بن عباد' انہوں نے کہا کہ میں مدینہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا' پس ایک شخص آیا جس کے چہرے سے خوف ظاہر ہو رہا تھا تو لوگوں نے کہا: یہ شخص اہل جنت سے ہے' اس نے اختصار کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی' پھر (مسجد سے) نکل گیا' میں اس کے پیچھے گیا اور میں نے کہا: جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تھے تو لوگوں نے کہا: یہ شخص اہل جنت سے ہے' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایسی بات کہے جس کا اسے علم نہ ہو اور میں تمہیں عنقریب بیان کروں گا کہ اس کی کیا وجہ ہے' میں نے نبی ﷺ کے عہد میں ایک خواب دیکھا' وہ میں نے

اَعْلَاهُ عُرْوَةٌ فَقِيلَ لَهُ اِرْقَهْ قُلْتُ لَا اَسْتَطِيعُ فَاَتَانِي مِنْصَفٌ فَرَفَعَ ثِيَابِي مِنْ خَلْفِي فَرَقِيتُ حَتّٰى كُنْتُ فِي اَعْلَاهَا فَاَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقِيلَ لِي اِسْتَمْسِكْ فَاسْتَيْقَظْتُ وَاِنَّهَا لَفِي يَدِي فَقَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تِلْكَ الرَّوْضَةُ الْاِسْلَامُ وَذٰلِكَ الْعَمُودُ عَمُودُ الْاِسْلَامِ وَتِلْكَ الْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى فَاَنْتَ عَلَى الْاِسْلَامِ حَتّٰى تَمُوتَ وَذَاكَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ وَّقَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُّحَمَّدٍ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ عَنِ ابْنِ سَلَامٍ قَالَ وَصِيفٌ مَكَانَ مِنْصَفٌ.

[اطراف الحدیث:٧٠١٠۔ ٧٠١٤] (صحیح مسلم: ٢٤٨٤، الرقم المسلسل: ٦٢٧٥)

آپ کے سامنے بیان کیا اور میں نے دیکھا گویا کہ میں ایک باغ میں ہوں انہوں نے اس باغ کا وسیع اور سرسبز ہونا بیان کیا' اس باغ کے درمیان میں لوہے کا ایک ستون تھا اس کی جڑ زمین میں تھی اور اس کی بلندی جانب آسمان میں تھی' اس کی بلند جانب میں ایک دستہ تھا' مجھ سے کہا گیا کہ اس پر چڑھو' میں نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا' پس میرے پاس ایک خادم آیا' جس نے پیچھے سے میرے کپڑے اوپر اٹھائے' پھر میں اس پر چڑھا حتیٰ کہ میں اس کی بلندی پر پہنچ گیا' میں نے اس دستہ کو پکڑ لیا' مجھ سے کہا گیا کہ اس کو مضبوطی سے پکڑ لو' پھر میں بیدار ہو گیا اور اس وقت میں اس دستہ کو پکڑے ہوئے تھا' پس میں نے یہ خواب نبی ﷺ کے سامنے بیان کیا' آپ نے فرمایا: وہ باغ اسلام ہے' اور وہ ستون اسلام کا ستون ہے اور وہ دستہ مضبوط دستہ ہے' پس تم تا حیات اسلام پر برقرار رہو گے حتیٰ کہ تمہیں موت آ جائے' اور وہ شخص حضرت عبداللہ بن سلام تھے' اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں معاذ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث کی از محمد' انہوں نے کہا: ہمیں قیس بن عباد نے حدیث بیان کی از حضرت ابن سلام انہوں نے منصف کی جگہ وصیف کہا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبداللہ بن محمد جو مسندی کے نام سے مشہور ہیں (٢) ازھر بن سعد باھلی بصری' ان کے مولیٰ السمان ہیں' ان کی کنیت ابوبکر ہے' یہ ٢٠٣ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) عبداللہ بن عون بن ارطبان ابوعون البصری (٤) محمد بن سیرین (٥) قیس بن عباد البصری' حجاج نے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ان کو قتل کر دیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص٣٧٩)

حدیث میں حضرت عبداللہ بن سلام کے لیے جنت کا ثبوت ہے' پھر انہوں نے اس کا کیوں انکار کیا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جب قیس بن عباد نے حضرت عبداللہ بن سلام سے کہا کہ لوگوں نے آپ کے متعلق کہا ہے کہ یہ شخص اہل جنت میں سے ہے تو انہوں نے کہا: (مسلم کی روایت میں ہے) سبحان اللہ! کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ایسی بات کہے جس کا اسے علم نہ ہو' اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس سے پہلی حدیث میں بشارت ہے کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں' پھر انہوں نے کیوں انکار کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قیس بن عباد نے قطعیت سے کہا تھا کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں اور کسی شخص کے متعلق وثوق اور قطعیت سے جنتی نہیں کہنا چاہیے اور حضرت سعد بن ابی وقاص کی حدیث جس میں ان کے جنتی ہونے کی بشارت ہے بہرحال خبر واحد ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے خود رسول اللہ ﷺ سے یہ بشارت نہ سنی ہو' تیسرا جواب یہ ہے

کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اپنی تعریف وتوصیف کو تواضعاً مکروہ قرار دیا۔

اس حدیث میں ستون کا ذکر ہے' ستون سے مراد ارکان خمسہ ہیں یا صرف کلمہ شہادت ہے اور العروۃ الوثقٰی سے مراد ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى. (البقرہ:٢٥٦)

سو جو شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو بے شک اس نے مضبوط دستہ تھام لیا۔

(عمدۃ القاری ج١٦ ص٣٨٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اعلیٰ حضرت کے بعض اشعار پر اعتراضات کے جوابات

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے باوجود اس کے کہ ان کے لیے حدیث میں جنت کی بشارت ہے پھر بھی انہوں نے اپنے جنتی ہونے کا انکار کیا اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اپنے جنتی ہونے کو ثابت کیا ہے' ان کا یہ شعر
60 معروف ہے۔

تیری دوزخ سے تو کچھ چھینا نہیں — خلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کیا

(حدائق بخشش حصہ دوم ص٤٩' فرید بک سٹال' لاہور)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت کا شعر ہے کوئی متین کلام نہیں ہے اور شعر میں خیال آرائی اور مبالغہ ہوتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ شعر بہ طور تفاءل اور نیک فال ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ شعر دعا کے معنی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ رضاء کو جنت میں پہنچائے' پھر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت کے اس شعر پر بھی اعتراض کیا جاتا ہے:

جو بتوں پر ہے بہار چمن آرائی دوست — خلد کا نام نہ لے بلبل شیدائی دوست

(حدائق بخشش حصہ اول ص٢٠' فرید بک سٹال' لاہور)

یعنی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شیدا اور محب ہے وہ خلد کا نام بھی نہیں لے گا' اور اعلیٰ حضرت نے خلد کا نام لیا ہے' فرمایا: خلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کیا' تو کیا اعلیٰ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدا اور محب نہیں ہیں! اس کا جواب یہ ہے کہ اس شعر میں اعلیٰ حضرت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محب اور شیدا ہے وہ مطلقاً جنت کا نام نہیں لے گا کیونکہ قرآن مجید اور احادیث میں جگہ جگہ جنت کا ذکر ہے اور جب قرآن مجید اور احادیث کو پڑھا جائے گا تو جنت کا نام لیا جائے گا' اس لیے اعلیٰ حضرت کا اس شعر میں مطلب یہ ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محب اور شیدا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال اور آپ کے انوار وتجلیات کے سامنے جنت کے حسن و جمال کا نام نہیں لے گا بلکہ آپ کے جمال جہاں آراء اور آپ کے دل کش اور دل آویز چہرے کو دیکھ کر جنت کا حسن و جمال بھول جائے گا! اور اب اعلیٰ حضرت کے اس شعر پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

٣٨١٤- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَلَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ اَلَا تَجِيْءُ فَاُطْعِمَكَ سَوِيْقًا وَّتَمْرًا وَّتَدْخُلُ فِيْ بَيْتٍ ثُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی بردہ از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ گیا تو میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ملا' انہوں نے کہا: کیا

قَالَ اِنَّکَ بِاَرْضٍ الرِّبَا بِهَا فَاشٍ اِذَا کَانَ لَکَ عَلٰی رَجُلٍ حَقٌّ فَاَهْدٰی اِلَیْکَ حِمْلَ تِبْنٍ اَوْحِمْلَ شَعِیْرٍ اَوْ حِمْلَ قَتٍّ فَلَا تَاْخُذْهُ فَاِنَّهٗ رِبًا وَلَمْ یَذْکُرِ النَّضْرُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَوَهْبٌ عَنْ شُعْبَةَ اَلْبَیْتَ. [طرف الحدیث: ٧٣٤٢] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

تم میرے گھر نہیں آتے کہ میں تمہیں ستو اور کھجور کھلاؤں اور تم میرے گھر داخل ہو' پھر کہا: تم ایسے ملک میں رہتے ہو جہاں سودی کاروبار بہت زیادہ ہے' اگر تمہارا کسی شخص پر کوئی حق ہو اور وہ تمہیں تنکوں کے گٹھے یا جو کے گٹھے یا گھاس کے گٹھے کے برابر بھی کوئی ہدیہ دے تو اس کو قبول نہ کرنا کیونکہ وہ سود ہے' نضر' ابوداؤد اور وھب نے از شعبہ گھر کا ذکر نہیں کیا۔

مقروض سے ہدیہ لینے کی شرعی حیثیت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جس گھر میں آنے کی دعوت دی تھی وہ بہت عظیم گھر تھا کیونکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے تھے' اور جس ملک کا انہوں نے ذکر کیا ہے کہ اس میں سودی کاروبار بہت زیادہ ہے وہ ملک عراق ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ قرض خواہ کا مقروض سے ہدیہ لینا بھی سود ہے کیونکہ وہ ہدیہ اصل قرض سے زیادہ ہوگا' تاہم یہ حقیقۃً سود نہیں ہے صورۃً سود ہے اور متقی اور پرہیز گار لوگوں کو اس سے بچنا چاہئے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی رائے میں یہ حقیقۃً سود ہو۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٣٨١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی مرویات

خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی مرویات کا ذکر نہیں ہے۔

٢٠ - بَابُ تَزْوِیْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَدِیْجَةَ وَفَضْلِهَا رَضِیَ اللّٰهُ تعالٰی عَنْهَا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا اور ان کی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام ہے: حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قصی میں جمع ہو جاتی ہیں اور تمام ازواج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب سے ان کا نسب سب سے زیادہ قریب ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصی کی اولاد میں سے حضرت ام حبیبہ کے سوا اور کسی سے نکاح نہیں کیا' الزبیر نے کہا کہ حضرت خدیجہ زمانہ جاہلیت میں الطاہرہ کے نام سے پکاری جاتی تھیں' ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم تھا' اور اصم کا نام جندب بن ھرم ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیدائش کے پچیس سال بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا' جمہور کا قول یہی ہے' اور حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس (٤٠) سال تھی' وہ آپ کے ساتھ چوبیس (٢٤) سال رہیں اور جب ان کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر چونسٹھ سال اور چھ مہینے تھی' حضرت خدیجہ کی ہجرت سے پانچ سال پہلے وفات ہوگئی تھی' قتادہ نے کہا: ہجرت سے تین سال پہلے وفات ہوگئی تھی' حافظ ابن عبدالبر نے کہا: ہمارے نزدیک قتادہ کا قول زیادہ صحیح ہے' نیز انہوں نے کہا کہ حضرت خدیجہ ابو طالب کی وفات کے تین دن بعد

فوت ہوئی تھیں' اور وہ رمضان میں فوت ہوئی تھیں اور ان کو الحجون میں دفن کیا گیا۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ ان کے والد خویلد نے ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کیا تھا' ابن الکلبی نے کہا ہے کہ ان کے چچا عمرو بن اسد نے ان کا نکاح کیا تھا' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ان کے بھائی عمرو بن خویلد نے ان کا نکاح کیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ابوہالہ بن النباش بن زرارہ تمیمی سے ان کا نکاح تھا' الزبیر نے کہا: ان کا نام مالک تھا اور ابن مندہ نے کہا: زرارہ تھا' العسکری نے کہا: ہند تھا' ابوہالہ زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے' ان سے پہلے حضرت خدیجہ کا نکاح عتیق بن عائذ المخزومی سے تھا' پھر ان دونوں کے بعد ان کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ سے ہوئی ہے سوائے حضرت ابراہیم کے' امام ابن اسحاق نے کہا: حضرت خدیجہ سے آپ کی بیٹیاں حضرت زینب' حضرت رقیہ' حضرت ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں اور آپ کے بیٹے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور ان ہی سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور الطاہر اور الطیب پیدا ہوئے اور یہ تینوں بیٹے زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے اور رہیں آپ کی بیٹیاں تو ان سب نے اسلام کا زمانہ پایا اور انہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی۔ اس باب میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مناقب بیان کیے گئے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٨٢-٣٨١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

(حافظ ابن حجر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت خدیجہ سے نکاح اور ان کی عمر وغیرہ کے متعلق وہی لکھا ہے جو ہم علامہ عینی سے نقل کر چکے ہیں' تاہم انہوں نے حضرت خدیجہ کے فضائل میں حسب ذیل آثار نقل کیے ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہ وہ پہلی شخصیت ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں۔

امام بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہ نے آپ کو بتایا کہ یہ فرشتہ ہے' پھر حضرت جبرئیل نے زمین کو کھودا تو اس میں سے پانی کا چشمہ ابل پڑا' پھر حضرت جبرئیل نے آپ کو وضو کا طریقہ بتایا' سو آپ نے وضو کیا اور کعبہ کی طرف منہ کر کے دو رکعت نماز پڑھی' اس نے آپ کو نبوت کی بشارت دی اور آپ کو (العلق: ١) کی تعلیم دی' پھر وہ چلے گئے' پھر آپ جس درخت یا جس پتھر کے پاس سے گزرتے وہ کہتا تھا: سلام علیک یا رسول اللہ! پھر آپ حضرت خدیجہ کے پاس آئے اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی تو انہوں نے کہا: حضرت جبریل نے آپ کو جس طرح وضو کا طریقہ سکھایا تھا وہ طریقہ مجھے بھی سکھائیں' پھر انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور کہا: میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یہ حضرت خدیجہ کے اسلام لانے کی سب سے زیادہ صریح روایت ہے جس پر میں مطلع ہوا ہوں۔

امام واقدی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہ بہت حسین اور بہت مرتبہ والے خاندان کی تھیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بصریٰ کے بازار میں تجارت کے لیے بھیجا اور آپ نے ان کو دوسروں کی بہ نسبت دگنا منافع دیا' نفیسہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت خدیجہ نے ان کو اپنے ساتھ نکاح کا پیغام دے کر بھیجا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو قبول کر لیا' اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی اور حضرت ابراہیم کے سوا آپ کی تمام اولاد ان سے ہوئی۔

امام واقدی نے نفیسہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت خدیجہ بہت معزز اور مال دار خاتون تھیں' جب وہ بیوہ ہو گئیں تو قریش کا ہر سردار ان سے نکاح کرنے کی تمنا کرتا تھا' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجارت کے لیے سفر کیا اور غیر معمولی منافع لے کر آئے تو انہوں

نے آپ کے ساتھ نکاح کرنے میں رغبت کی اور پھر انہوں نے آپ سے نکاح کر لیا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ کو جنت میں ایسے گھر کی بشارت دی جس میں نہ سرکنڈے ہوں گے نہ شور ہوگا نہ تھکاوٹ ہوگی۔ (صحیح بخاری: ۳۸۲۰، صحیح مسلم: ۲۴۳۲)

صحیح بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد ہیں اور تمام عورتوں میں سب سے افضل مریم بنت عمران ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۸۱۵)

امام ابوزرعہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرئیل آئے' پس کہا: یہ خدیجہ آپ کے پاس آئی ہیں اور ان کے پاس ایک برتن میں طعام اور پانی ہے' جب یہ آپ کے پاس آئیں تو آپ ان کو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پیش کریں۔ (صحیح البخاری: ۳۸۲۰)

یزید بن ہارون نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت خدیجہ نے آپ کو نکاح کا پیغام دیا تو کہا: آپ جیسا سچا' دیانت دار اور عمدہ اخلاق والا میں نے کوئی نہیں دیکھا۔

دوسری روایت ہے کہ آپ کے حسن اخلاق اور صادق القول ہونے کی وجہ سے میں آپ کے ساتھ نکاح کرنے پر راغب ہوئی ہوں' اور کہا گیا ہے کہ مطلقاً سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی حضرت خدیجہ ہیں۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مریم اور حضرت خدیجہ دونوں کو افضل النساء فرمایا ہے' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت مریم گزشتہ زمانہ کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں اور حضرت خدیجہ اس امت کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔ (صحیح بخاری: ۳۴۳۲، صحیح مسلم: ۲۴۳۰)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنی تعریف اور تحسین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی' کی ہے اور کسی زوجہ کی اتنی تعریف نہیں کی' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک حضرت خدیجہ کی تعریف اور تحسین نہیں کرتے تھے گھر سے نہیں نکلتے تھے' ایک دن آپ نے ان کا ذکر کیا تو مجھے ناگوار ہوا میں نے کہا: وہ ایک بوڑھی عورت تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے افضل بیوی عطاء کر دی ہے' تو آپ ناراض ہو گئے' آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر بیوی نہیں عطاء کی' جب سب لوگ کفر کر رہے تھے تو وہ ایمان لائیں اور جب سب لوگوں نے مجھے جھوٹا کہا تو انہوں نے میری تصدیق کی' اور جب سب لوگوں نے مجھے مال سے محروم کیا تو انہوں نے اپنے مال سے میری مدد کی' اور اللہ تعالیٰ نے تمام بیویوں میں مجھے صرف ان سے اولاد عطاء کی۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: پھر میں نے اپنے دل میں کہا: میں آئندہ کبھی ان کی برائی نہیں کروں گی' اس حدیث کو حافظ عبدالبر نے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج ٦ ص ١١٧)

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بکری ذبح کرتے تو فرماتے: خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس اس کا گوشت بھیجو۔ (صحیح بخاری: ٦٠٠۴، صحیح مسلم: ۲۴۳۴)

امام واقدی نے بیان کیا ہے کہ تین (۳) رمضان کو حضرت خدیجہ کی وفات ہوئی' اس وقت ان کی عمر پینسٹھ (٦٥) سال تھی' ان کو حجون میں دفن کیا گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قبر میں اترے' اس وقت تک نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی اور نہ پانچ نمازیں فرض ہوئی تھیں' ان کی وفات معراج سے پہلے ہوئی تھی۔ (الاصابۃ ج ۸ ص ١٠٣-١٠٠' ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پہلے دو شوہروں سے اولاد

علامہ عزالدین ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ٦٣٠ ھ لکھتے ہیں:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کرنے سے پہلے جب وہ کنواری تھیں تو انہوں نے عتیق بن عابد سے نکاح کیا' پھر ان کی وفات کے بعد ابوہالہ النباش بن زرارہ سے نکاح کیا' عتیق بن عابد سے ان کی ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام ھند بنت عتیق تھا' پھر اس کے بعد انہوں نے ابوہالہ مالک بن النباش سے نکاح کیا' اس سے ان کی ایک بیٹی ھند بنت ابی ہالہ پیدا ہوئی اور ایک بیٹا ہالہ بن ابی ہالہ پیدا ہوا' پس ھند بنت عتیق اور ھند اور ہالہ ابوہالہ کے دو بیٹے' یہ سب حضرت خدیجہ کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اولاد ہوئی ان کے (ماں شریک) بھائی بہن ہیں۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی' اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (اسد الغابۃ ج ٧ ص ٨١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ ھ)

محمد بن حزم متوفی ٤٥٦ ھ نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ کا ابوہالہ سے حارث نام کا ایک اور بیٹا بھی تھا' وہ لکھتے ہیں:

حارث بن ابی ہالہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ رکن یمانی کے نیچے اللہ عزوجل کی راہ میں سب سے پہلے شہید کیے گئے تھے۔

(جمہرۃ انساب العرب ص ٢١٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٨ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں:

الحارث بن ابی ہالہ' یہ ھند بن ابی ہالہ کے بھائی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لے پالک ہیں۔

ابن الکلبی اور ابن حزم نے ذکر کیا ہے کہ یہ وہ پہلے شخص ہیں جن کو رکن یمانی کے نیچے اللہ کے راستہ میں شہید کیا گیا۔

العسکری نے ''الاوائل'' میں لکھا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے دین کا بہ آواز بلند اعلان کریں تو آپ نے مسجد حرام میں کھڑے ہو کر اعلان کیا' کہو: ''لاالہ الااللہ'' تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ (مسند احمد ج ٣ ص ٤٩٢)

تو لوگ آپ کی طرف جھپٹے' آپ کی بلند آواز آپ کے اہل تک پہنچی تو حضرت حارث بن ابی ہالہ آپ کے پاس آئے' انہوں نے مخالفین سے مقابلہ کیا' مشرکین نے ان پر حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا اور یہ اسلام کے راستہ میں سب سے پہلے شہید تھے۔

الفتوح میں سہل بن یوسف نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون نے کہا: جب حضرت حارث بن ابی ہالہ کو شہید کیا گیا اس وقت مکہ میں ہم چالیس مرد تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو وصیت کی۔

(الاصابۃ ج ١ ص ٦٩٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ ھ)

٣٨١٥- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ (ح) وَحَدَّثَنِيْ صَدَقَةُ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ نِسَائِهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدة نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن جعفر سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے (ح) اور مجھے صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدة نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن جعفر سے سنا از حضرت

مَرْيَمُ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيْجَةُ.

علی رضی اللہ عنہم از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تمام عورتوں میں افضل مریم ہیں اور تمام عورتوں میں افضل خدیجہ ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۴۳۲ میں گزر چکی ہے۔

حضرت مریم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دونوں کے افضل ہونے کا محمل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پہلے جملہ میں جو ارشاد ہے کہ تمام عورتوں سے افضل حضرت مریم ہیں اس سے مراد ان کی امت اور ان کے زمانہ کی عورتیں ہیں اور دوسرے جملہ میں جو ارشاد ہے تمام عورتوں سے افضل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں اس سے مراد حضرت خدیجہ کے زمانہ کی عورتیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۸۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۸۱۶ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ كَتَبَ إِلَيَّ هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَاغِرْتُ عَلٰى امْرَاَةٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاغِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ هَلَكَتْ قَبْلَ اَنْ يَتَزَوَّجَنِيْ لِمَا كُنْتُ اَسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا وَاَمَرَهُ اللّٰهُ اَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ مِّنْ قَصَبٍ وَّاِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيُهْدِيْ فِيْ خَلَائِلِهَا مِنْهَا مَايَسَعُهُنَّ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۱۷-۳۸۱۸-۵۲۲۹-۶۰۰۴-۷۴۸۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میری طرف ہشام نے لکھا از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ پر اتنی غیرت نہیں آئی جتنی غیرت مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آئی' مجھ سے نکاح کرنے سے پہلے ان کی وفات ہو چکی تھی' کیونکہ میں آپ سے اکثر ان کا ذکر سنتی تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ ان کو جنت میں ایسے گھر کی بشارت دیں' جو کھوکھلے موتیوں کا بنا ہوا ہے' اور جب آپ کوئی بکری ذبح کرتے تو ان کی سہیلیوں کو اس کے گوشت میں سے بھیجتے جو ان کے لیے کافی ہوتا۔

غیرت کا معنی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غیرت کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں غیرت کا لفظ ہے' غیرت کا معنی ہے: حمیت' رقابت اور تعصب' جب کسی شخص کو دوسرے سے شدید محبت ہو اور کوئی دوسرا بھی اس محبت میں شریک ہو جائے تو وہ اس کو برا اور ناگوار لگتا ہے اور وہ اس کی مخالفت کرتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے رقیب کے ساتھ سلوک کرتا ہے' اس کو کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں سے غیرت کرتا ہے' عموماً ایک سوکن دوسری سوکن سے جلتی ہے اور غیرت کرتی ہے' ازواج مطہرات کا مرتبہ خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام عام عورتوں سے بہت بلند تھا اور ان کے نفوس کینہ اور حسد سے پاکیزہ تھے لیکن پھر بھی بشری تقاضے سے حضرت عائشہ کو یہ اچھا نہیں لگتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے کسی اور زوجہ کی تعریف کریں' اسی چیز کو انہوں نے اپنی غیرت سے تعبیر فرمایا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دوسری ازواج سے غیرت کرتی تھیں اور سب سے زیادہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے غیرت کرتی تھیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ ان کا ذکر کرتے تھے اور سب سے زیادہ ان کی تعریف کرتے تھے' اور غیرت کا اصل معنی یہ ہے کہ کسی شخص کو یہ خیال ہو کہ اس کا محبوب اس سے زیادہ دوسرے سے محبت کرتا ہے تو اسے اس پر غیرت آتی ہے' حضرت عائشہ نے فرمایا ہے

کہ مجھ سے پہلے ان کی وفات ہو چکی تھی' اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتیں تو حضرت عائشہ کو ان پر زیادہ غیرت آتی اور رسول اللہ ﷺ کا ان کی زیادہ تعریف کرنا ان کو اور زیادہ برا لگتا۔

اس حدیث میں قصب کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کھوکھلے موتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! قصب کے گھر کا کیا معنی ہے؟ آپ نے فرمایا: کھوکھلے موتیوں کا گھر' یعنی وہ موتی جو اندر سے خالی ہوں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی فضیلت

ابو القاسم بن مطیر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدۃ نساء العلمین سے روایت کی ہے کہ انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! میری ماں حضرت خدیجہ کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ کھوکھلے موتیوں کے گھر میں ہیں جس میں نہ کوئی لغو بات ہوتی ہے اور نہ تھکاوٹ اور وہ گھر حضرت مریم اور فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کے گھروں کے درمیان میں ہے' حضرت فاطمہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا وہ ان موتیوں سے ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں وہ موتی لؤلؤ اور یاقوت میں پروئے ہوئے ہیں۔

علامہ عینی نے کہا: چونکہ حضرت خدیجہ تمام مردوں اور عورتوں سے پہلے ایمان لائی تھیں' اس لیے ان کو جزاء میں یہ محل دیا گیا' اگر تم یہ سوال کرو کہ ان کو کیسے ایک گھر کی بشارت دی گئی حالانکہ سنن ترمذی میں ہے کہ جنت میں کم از کم مرتبہ اس شخص کا ہے جس کو جنت میں ہزار سال کی مسافت کی جگہ دی جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نیک اعمال کے جو دیگر اجر تیار کر رکھے ہیں یہ گھر ان سے زائد ہوگا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں گھر سے مراد محل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٨٤۔ ٣٨٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ اور دیگر ازواج کے درمیان فضیلت میں مالکی علماء کا موقف

علامہ زرقانی مالکی متوفی ١١٢٢ھ لکھتے ہیں:

امام سبکی نے کہا ہے کہ ہمارا مختار اور ہمارا دین یہ ہے کہ بے شک حضرت فاطمہ افضل ہیں' پھر حضرت خدیجہ ہیں' پھر حضرت عائشہ ہیں۔

علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ تمام محققین کا یہی موقف ہے اور اس کے خلاف کی طرف التفات نہ کیا جائے' نیز علامہ سبکی نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ کے بعد تمام ازواج مطہرات فضیلت میں مساوی ہیں اور وہ باقی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

(الفجر الساطع ج ٩ ص ١٢٦' مکتبۃ الرشد' ١٤٣٠ھ)

٣٨١٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَاغِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ مَاغِرْتُ عَلٰى خَدِيجَةَ مِنْ كَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهَا قَالَتْ وَتَزَوَّجَنِي بَعْدَهَا بِثَلَاثِ سِنِينَ وَأَمَرَهُ رَبُّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَوْ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن عبد الرحمن نے حدیث بیان کی از ھشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ فرماتی ہیں کہ مجھے حضرت خدیجہ پر جتنی غیرت آتی تھی اتنی غیرت اور کسی عورت پر نہیں آتی تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ ان کا بہت ذکر کرتے تھے' ان کی وفات کے تین سال بعد رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا تھا اور آپ کے رب عز وجل نے آپ کو حکم دیا تھا یا حضرت

جبرئیل علیہ السلام نے کہ وہ ان کو جنت میں کھوکھلے موتیوں کے محل کی بشارت دیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث، صحیح البخاری: ٣٨١٦ کا مطالعہ فرمائیں۔

٣٨١٨ - **حَدَّثَنِیْ** عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَسَنٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ مَاغِرْتُ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْ نِّسَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَاغِرْتُ عَلٰی خَدِیْجَةَ وَمَا رَاَیْتُهَا وَلٰكِنْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ یُقَطِّعُهَا اَعْضَاءً ثُمَّ یَبْعَثُهَا فِیْ صَدَائِقِ خَدِیْجَةَ فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهٗ كَاَنَّهٗ لَمْ یَكُنْ فِی الدُّنْیَا اِمْرَاَةٌ اِلَّا خَدِیْجَةُ فَیَقُوْلُ اِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِیْ مِنْهَا وَلَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمر بن محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حفص نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی پر اتنی غیرت نہیں کی، جتنی میں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر غیرت کی ہے، میں نے ان کو دیکھا نہیں ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بہت زیادہ ذکر کرتے تھے اور بعض اوقات آپ بکری ذبح کرتے، پھر اس کے اعضاء کاٹتے، پھر حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو اس کا گوشت بھیجتے، اور بعض اوقات میں آپ سے کہتی: گویا کہ آپ کے نزدیک حضرت خدیجہ کے سوا دنیا میں کوئی اور عورت ہی نہیں ہے تو آپ فرماتے: وہ ایسی تھیں، وہ ایسی تھیں اور ان ہی سے میری تمام اولاد ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٣٨١٦ کا مطالعہ کریں۔

حضرت خدیجہ کا حسن سیرت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت خدیجہ ایسی تھیں اور ایسی تھیں یعنی وہ بہت عالمہ اور فاضلہ تھیں اور اللہ سے بہت ڈرنے والی تھیں یا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائیں جب لوگ میرا انکار کر رہے تھے اور انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی، جب سب میری تکذیب کر رہے تھے اور انہوں نے اس وقت اپنے مال سے میری مدد کی جب سب مجھے مال سے محروم کر رہے تھے، انہوں نے سب سے پہلے میرے ساتھ نماز پڑھی اور ہر مشکل کے موقع پر میری مدد کی، اور آپ نے فرمایا: میری تمام اولاد ان سے ہے، یعنی سوا حضرت ابراہیم کے کیونکہ وہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عہد پورا کرنا چاہئے اور بیوی سے محبت اور اس کے احترام کو باقی رکھنا چاہئے اور بیوی کی سہیلیوں کے ساتھ نیکی کرنی چاہئے خواہ بیوی زندہ ہو یا فوت ہو چکی ہو۔

٣٨١٩ - **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا بَشَّرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَدِیْجَةَ قَالَ نَعَمْ بِبَیْتٍ مِّنْ قَصَبٍ لَّا صَخَبَ فِیْهِ وَلَا نَصَبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحیٰی نے حدیث بیان کی از اسماعیل، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے کہا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کو بشارت دی تھی؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ نے ان کو کھوکھلے موتیوں کے اس گھر کی بشارت

دی جس میں نہ شور ہوگا نہ تھکاوٹ ہوگی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۹۲' گزر چکی ہے۔

حضرت خدیجہ کو جنت میں پرسکون گھر اس لیے دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے زندگی میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سکون پہنچایا تھا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ بشارت اس لیے دی تھی کہ جب آپ نے ان کو ایمان کی دعوت دی تو وہ فوراً ایمان لے آئیں اور ایسا نہیں کیا جیسا کہ بیویاں شوہر کی بات ماننے میں تاخیر کرتی ہیں اور شوہر بار بار کہہ کر شور کرتا ہے' انہوں نے کبھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی نہیں کی کبھی آپ کو مشقت اور تھکاوٹ میں نہیں ڈالا' اس لیے ان کو جنت میں ایسا گھر دیا جائے گا جس میں نہ شور ہوگا نہ تھکاوٹ ہوگی' بلکہ انہوں نے آپ سے ہر مشقت اور تھکاوٹ کو زائل کیا اور ہر وحشت میں آپ کی غم خواری کی اور آپ کے لیے ہر مشکل کو آسان کیا اور ہر مرحلہ میں اپنے مال سے آپ کی مدد کی۔

٣٨٢٠ -حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَتَى جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهِ خَدِيْجَةُ قَدْ أَتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيْهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَّبِّهَا وَمِنِّيْ وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَّا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ.

[طرف الحدیث: ۷۴۹۷] (صحیح مسلم: ۲۴۳۲' الرقم المسلسل: ۶۱۶۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی از عمارۃ از ابی زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت جبریل آئے اور کہا: یا رسول اللہ! یہ حضرت خدیجہ آپ کے پاس برتن میں سالن یا طعام یا پانی لے کر آئی ہیں' پس جب یہ آپ کے پاس آئیں تو آپ ان کو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پیش کریں اور ان کو جنت میں کھوکھلے موتیوں کے ایسے گھر کی بشارت دیں جس میں شور ہوگا نہ تھکاوٹ ہوگی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فہم وفراست

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت جبرئیل آئے۔ امام طبرانی کی روایت میں ہے: اس وقت وہ غار حرا سے آئے تھے۔ اس میں مذکور ہے: آپ ان کو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پیش کریں۔ اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت خدیجہ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام طبرانی کی روایت میں مذکور ہے کہ حضرت خدیجہ نے کہا: اللہ تعالیٰ خود سلام ہے اور اسی کی طرف سلام ہے اور حضرت جبرئیل پر سلام ہو اور سنن نسائی میں حضرت انس کی روایت ہے کہ حضرت جبرئیل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ پر سلام نازل فرمارہا ہے یعنی آپ ان کو بتادیں تو حضرت خدیجہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ خود سلام ہے اور حضرت جبرئیل پر سلام ہو اور یارسول اللہ! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں' اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت خدیجہ نے یہ کیوں کہا کہ اللہ تعالیٰ خود سلام ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے' پس لوگوں کی طرح اس کو سلام کا جواب نہیں دیا جاتا' کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ جب بعض صحابہ نے تشہد میں کہا: اللہ پر سلام ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس سے منع کیا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ خود سلام ہے' تم کہو: ''التحیات للّٰہ'' اور اس لیے کہ سلام ایک دعا

ہے، جس کو سلام کیا جاتا ہے اس کو ضرر سے سلامت رہنے کی دعا دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کو دعا دی جائے، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس جواب سے ان کی فہم وفراست اور قوت ادراک اور ذہانت اور فطانت کا پتا چلتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٨٧-٣٨٦، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٣٨٢١ - **وَقَالَ** إِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِسْتَأْذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ اُخْتُ خَدِيْجَةَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيْجَةَ فَارْتَاعَ لِذٰلِكَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هَالَةَ قَالَتْ فَغِرْتُ فَقُلْتُ مَا تَذْكُرُ مِنْ عَجُوْزٍ مِّنْ عَجَائِزِ قُرَيْشٍ حَمْرَاءِ الشِّدْقَيْنِ هَلَكَتْ فِي الدَّهْرِ قَدْ اَبْدَلَكَ اللّٰهُ خَيْرًا مِّنْهَا.

(صحیح مسلم: ٢٤٣٧، الرقم المسلسل: ٦١٧٦)

اور اسماعیل بن خلیل نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن، حضرت ہالہ بنت خویلد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اجازت طلب کی تو آپ نے یہ سمجھا کہ حضرت خدیجہ آئی ہیں، سو آپ گھبرا گئے، پھر آپ نے کہا: اے اللہ! یہ تو ہالہ ہیں، (حضرت عائشہ نے کہا:) پس مجھے غیرت آئی (یعنی ناگوار گزرا)، میں نے کہا: آپ قریش کی بوڑھی عورتوں میں سے اس بوڑھی عورت کو کس قدر یاد کرتے ہیں جس کے جبڑے سرخ ہو گئے تھے اور زمانہ ہوا وہ فوت ہو چکی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بدل عطاء فرما دیا ہے۔

حضرت عائشہ کے حضرت خدیجہ کو بوڑھی اور پچکے ہوئے جبڑوں والی کہنے پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سکوت کرنا کیا ان کی افضلیت پر دلیل ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ہالہ بنت خویلد نے آپ سے ملنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے مدینہ آ گئی تھیں کیونکہ یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے۔

اس میں مذکور ہے کہ آپ نے یہ سمجھا کہ حضرت خدیجہ آئی ہیں۔ یعنی آپ کو حضرت خدیجہ کا اجازت طلب کرنا یاد آ گیا کیونکہ ان کی آواز حضرت خدیجہ کی آواز کے مشابہ تھی۔

آپ گھبرا گئے: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ خوشی سے اٹھ کھڑے ہوئے، پھر فرمایا: اے اللہ! یہ تو ہالہ ہے۔ جس کی بہن کے جبڑے سرخ ہو گئے تھے: حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ وہ بہت زیادہ بوڑھی تھیں، بڑھاپے سے ان کے دانت ٹوٹ چکے تھے، اس وجہ سے ان کے جبڑے پچک کر سرخ ہو گئے تھے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جبڑوں کی سرخی سے مراد سفیدی ہے اور عرب سفید پر سرخ کا اطلاق کرتے ہیں تاکہ سفید کے لفظ سے برص کا وہم نہ ہو، اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بدل عطا فرما دیا ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت عائشہ کی اس بات پر خاموش رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عائشہ حضرت خدیجہ سے افضل ہیں رضی اللہ عنہما، مگر یہ کہ حضرت عائشہ کے افضل ہونے سے مراد ان کی خوب صورتی اور ان کی کم عمری ہو، امام طبری اور دوسروں نے یہ کہا ہے کہ عورتوں میں اپنی سوکنوں سے جو غیرت اور جلاپا ہوتا ہے اس سے چشم پوشی کی جاتی ہے اور اس پر ان سے مواخذہ نہیں کیا جاتا کیونکہ یہ ان میں جبلی اور فطری وصف ہوتا ہے، اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کی اس بات پر ان سے ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا اور ان کی ملامت نہیں کی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حضرت عائشہ کی اس بات پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاموش رہنا حضرت عائشہ کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہونے کی دلیل نہیں ہے' کیونکہ امام احمد اور امام طبرانی کی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کی اس بات کا رد فرمایا' آپ ناراض ہوئے اور ان کو ملامت کی حتیٰ کہ حضرت عائشہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! آئندہ میں حضرت خدیجہ کا خیر کے سوا ذکر نہیں کروں گی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٨٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

علامہ عینی نے جس روایت کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت خدیجہ کا ذکر کرتے تو ان کی تعریف کرتے اور اچھی تعریف کرتے' حضرت عائشہ نے کہا: ایک دن مجھے اس پر غیرت آئی (اور ان کی تعریف ناگوار ہوئی) پس میں نے کہا: آپ اس سرخ جبڑوں والی کا بہت زیادہ ذکر کرتے ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر بدل عطا فرمایا ہے' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر بدل عطاء نہیں فرمایا' جب سب لوگ میرا انکار کر رہے تھے اس وقت وہ ایمان لائیں' اور جب سب لوگ میری تکذیب کر رہے تھے اس وقت انہوں نے میری تصدیق کی اور جب لوگوں نے مجھے مال سے محروم کیا' اس وقت انہوں نے اپنے مال سے میری غم خواری کی اور جب (دیگر) بیویوں نے مجھے اولاد سے محروم کیا اس وقت اللہ عزوجل نے مجھے ان سے اولاد عطاء کی۔ (یعنی حضرت ابراہیم کے سوا)۔ (مسند احمد ج ٦ ص ١١٨۔ ١١٧' طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٨٦٤۔ ج ٤١ ص ٣٥٦' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام طبرانی کی روایت میں یہ اضافہ ہے:

ایک دن مجھے جلاپے نے ابھارا تو میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس بڑھیا کے بدلہ میں آپ کو بہتر بیوی عطا فرما دی ہے تو میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت سخت غضب ناک ہوئے حتیٰ کہ میں نے دل میں دعا کی: اے اللہ! اگر تو نے مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غضب دور کر دیا تو میں تا حیات ان کا برائی سے ذکر نہیں کروں گی۔ (المعجم الکبیر للطبرانی: ٢٢' ٢١۔ ج ٢٣ ص ١٣' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ امام طبرانی کی اسانید حسنہ ہیں اور امام احمد کی سند بھی حسن ہے (مجمع الزوائد ج ٩ ص ٢٢٤)

حافظ شعیب الارنؤط نے کہا ہے: امام احمد کی حدیث صحیح ہے اور اس کی متابعات حسن ہیں' ہاں متابعات میں مجالد بن سعید قوی نہیں ہے اور اس کے باقی رجال ثقہ ہیں' بخاری اور مسلم کے رجال ہیں۔ (حاشیہ مسند احمد ج ٦ ص ١١٨' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

٢١ - بَابُ ذِكْرِ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ کا ذکر

ان کا نام ہے: جریر بن عبد اللہ بن جابر بن مالک بن نصر بن ثعلبہ بن جشم بن عوف البجلی' یہ بجیلہ بنت صعب کی طرف نسبت ہے' ان کی کنیت ابو عمرو ہے' یہ کوفہ میں رہتے تھے' پھر قرقیسیا میں رہے اور وہیں اکیاون (٥١) ہجری میں ان کی وفات ہوگئی' یہ سردار تھے' ملیح رنگ کے تھے' طویل القامت تھے اور حسین و جمیل تھے' جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے تو آپ ان کی تکریم کرتے اور ان کے لیے اپنی چادر بچھا دیتے اور فرماتے: جب تمہارے پاس کسی قوم کا کریم آئے تو تم اس کی تکریم کرو' اس حدیث کو امام طبرانی نے قیس سے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٨٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے اس حدیث کی تلخیص کی ہے' مکمل حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور اس وقت اس گھر میں لوگوں کا رش تھا' پس وہ دروازہ پر کھڑے ہو گئے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں طرف اور بائیں طرف دیکھا تو آپ نے کوئی (خالی) جگہ نہیں دیکھی تو

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر لے کر اس کو لپیٹا' پھر ان کی طرف اس کو پھینک دیا' پھر فرمایا: تم اس پر بیٹھ جاؤ' حضرت جریر نے اس چادر کو پکڑا' پس اس کو (اپنے جسم کے ساتھ) چمٹایا اور اس کو بوسا دیا' پھر وہ چادر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹا دی' پھر یہ دعا دی: یا رسول اللہ! جس طرح آپ نے میری تکریم کی ہے' اللہ تعالیٰ آپ کی تکریم کرے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے پاس کسی قوم کا کریم آئے تو تم اس کی تکریم کرو۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۲۵۷' ج ٦ ص ١٢۵' مکتبۃ المعارف' ریاض' ١۴١۵ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت جریر نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے چالیس دن پہلے اسلام لایا تھا' یہ امام ابن اسحاق کی روایت ہے اور صحیح نہیں ہے' کیونکہ امام بخاری وغیرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے جریر! لوگوں کو خاموش کرو' اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔ الحدیث۔ (صحیح البخاری: ١٢١' صحیح مسلم: ٦۵)

اور حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ جب وہ ایک وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: تمہارے پاس یمن کا سب سے افضل شخص آئے گا گویا کہ اس کے چہرے کو فرشتہ نے چھوا ہے' پھر حضرت جریر آئے۔

(المستدرک: ١٠۵٣' ج ١ ص ۴٢٢' صحیح ابن حبان: ٧١٩٩' ج ١٦ ص ١٧٣)

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ جریر بن عبد اللہ اس امت کے یوسف ہیں' وہ اپنی قوم کے سردار اور مقتدیٰ ہیں' حضرت عمر نے ایک دفعہ مجلس میں بدبو محسوس کی تو حضرت عمر نے کہا: جس شخص نے یہ گندی ہوا چھوڑی ہے وہ اٹھے اور جا کر وضو کرے تو حضرت جریر نے کہا: ہم سب اٹھ کر وضو کرتے ہیں' (حضرت جریر نے اس شخص کا پردہ رکھا) حضرت عمر نے کہا: اے جریر! تم جاہلیت اور اسلام دونوں میں سردار ہو۔ حضرت جریر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے اور ان ہی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تھا۔ (الکوثر الجاری ج ٧ ص ۵٨٧' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١۴٢٩ھ)

علامہ محمد الفضل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

حضرت جریر بن عبد اللہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے تقریباً تین مہینے پہلے اسلام لائے تھے' یہ بہت حسین و جمیل تھے اور اکیاون (۵١) ہجری میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٩ ص ١٢٩' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١۴٣٠ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت جریر وفود کے سال اسلام لائے تھے اور یہ نو یا دس ہجری کا واقعہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٨٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١۴٢١ھ)

٣٨٢٢ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الْوَاسِطِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ بَیَانٍ عَنْ قَیْسٍ قَالَ سَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ قَالَ جَرِیْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ مَا حَجَبَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِیْ اِلَّا ضَحِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق واسطی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از بیان از قیس' انہوں نے کہا: میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے اوجھل نہیں ہوئے اور جب بھی آپ مجھے دیکھتے تھے تو ہنستے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٣۵ میں گزر چکی ہے۔

٣٨٢٣ - وَعَنْ قَیْسٍ عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

اور از قیس از حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت ہے: وہ

كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ بَيْتٌ يُقَالُ لَهُ ذُوالْخَلَصَةِ وَكَانَ يُقَالُ لَهُ الْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَةُ أَوِ الْكَعْبَةُ الشَّامِيَّةُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ أَنْتَ مُرِيحِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ قَالَ فَنَفَرْتُ إِلَيْهِ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِّنْ أَحْمَسَ قَالَ فَكَسَرْنَاهُ وَقَتَلْنَا مَنْ وَّجَدْنَا عِنْدَهُ فَأَتَيْنَاهُ فَأَخْبَرْنَاهُ فَدَعَالَنَا وَلِأَحْمَسَ.

بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ایک بیت تھا' جس کو ذوالخلصہ کہا جاتا تھا اسے الکعبۃ الیمانیہ یا الکعبۃ الشامیہ بھی کہا جاتا تھا' تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مجھے ذی الخلصۃ سے راحت دلانے والے ہو! تو میں احمس کے ایک سو پچاس گھوڑے سواروں سے اس کی طرف روانہ ہوا' ہم نے اس بیت کو منہدم کر دیا اور جو لوگ اس کے پاس تھے ان کو قتل کر دیا' پھر ہم آپ کے پاس آئے اور آپ کو اس کی خبر دی تو آپ نے ہمارے لیے اور احمس کے لیے دعا کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۰ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی اس باب کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت ہے کہ آپ نے حضرت جریر کے لیے اور احمس کے لیے دعا کی۔ احمس ایک قبیلہ کا نام ہے۔

کعبہ شامیہ کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک بیت تھا جس کو الکعبۃ الیمانیہ یا الکعبۃ الشامیہ کہا جاتا تھا' علامہ عینی لکھتے ہیں:

یہ خثعم کا بیت تھا اور یمن میں تھا اور اس میں ایک بت تھا جس کو خلصۃ کہا جاتا تھا۔ علامہ نووی نے کہا ہے: اس میں یہ اشکال ہے کہ وہ اس کو فقط کعبہ یمانیہ کہتے تھے اور رہا کعبہ شامیہ تو وہ کعبہ مکرمہ ہے جو مکہ میں ہے (اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند فرمائے) اور وہ ان دونوں کے درمیان وصف کے ساتھ تمیز کے لیے فرق کرتے تھے' قاضی عیاض نے کہا کہ شامیہ کا لفظ راوی کی غلطی ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کو حذف کر دیا جائے اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو بیت کا ذکر ہے وہ بت کا بیت تھا اور اس بت کے بیت کو وہ کعبہ یمانیہ اور شامیہ کہتے تھے اور یہ غلط نہیں ہے' لہٰذا اس میں تاویل کی ضرورت ہے نہ اس کو حذف کرنے کی ضرورت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت جریر بن عبداللہ سے ایک سو (۱۰۰) احادیث مروی ہیں جن میں سے امام بخاری اور امام مسلم آٹھ (۸) حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم چھ (۶) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۱۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٢ - بَابُ ذِكْرِ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ الْعَبَسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت حذیفہ بن الیمان العبسی رضی اللہ عنہ کا ذکر

علامہ بدرالدین بن محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حذیفہ بن الیمان: یمان ان کے والد کا لقب ہے' ان کا اصل نام حسل یا حسیل بن جابر ہے' ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز دار کہا جاتا ہے' یہ خود بھی صحابی ہیں اور ان کے والد بھی صحابی ہیں' ان کے والد کو غزوہ احد کے دن مسلمانوں نے رش میں غلط فہمی سے قتل کر

دیا تھا' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ نے مدائن کا امیر مقرر کیا تھا' یہ کوفہ میں رہتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس دن بعد فوت ہو گئے تھے' حافظ ذہبی نے کہا ہے کہ یہ دمشق میں فوت ہوئے تھے' امام بخاری نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ان کا بھی ذکر کیا ہے' ان کو جو العبسی کہا جاتا ہے یہ عبس بن بغیض کی طرف نسبت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٨٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن الیمان معظم اور اکابر صحابہ میں سے ہیں' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان رازوں پر مطلع تھے جن پر کوئی اور مطلع نہیں تھا۔ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو قیامت قائم ہونے تک کے واقعات کی خبر دی تھی۔

(الکوثر الجاری ج ٧ ص ٣٥' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣٨٢٤ - **حَدَّثَنِی** اِسْمَاعِیْلُ بْنُ خَلِیْلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سَلَمَةُ بْنُ رَجَاءٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا کَانَ یَوْمُ اُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِکُوْنَ هَزِیْمَةً بَیِّنَةً فَصَاحَ اِبْلِیْسُ اَیْ عِبَادَ اللّٰهِ اُخْرَاکُمْ فَرَجَعَتْ اُوْلَاهُمْ عَلٰی اُخْرَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ اُخْرَاهُمْ فَنَظَرَ حُذَیْفَةُ فَاِذَا هُوَ بِاَبِیْهِ فَنَادٰی اَیْ عِبَادَ اللّٰهِ اَبِیْ اَبِیْ فَقَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا احْتَجَزُوْا حَتّٰی قَتَلُوْهُ فَقَالَ حُذَیْفَةُ غَفَرَ اللّٰهُ لَکُمْ قَالَ اَبِیْ فَوَاللّٰهِ مَازَالَتْ فِیْ حُذَیْفَةَ مِنْهَا بَقِیَّةُ خَیْرٍ حَتّٰی لَقِیَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلمۃ بن رجاء نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب غزوہ احد کا دن تھا تو مشرکین کو صاف شکست ہوگئی تھی' پس ابلیس نے چلا کر کہا: اے اللہ کے بندو! پیچھے والوں (کو قتل کرو) تو اگلی صفوں کے مسلمان پچھلی صفوں والوں پر ٹوٹ پڑے' پس مسلمان تلواروں سے ان پر حملہ کرنے لگے' حضرت حذیفہ نے دیکھا تو وہاں ان کے والد تھے' پس انہوں نے بلند آواز سے ندا کی: اے اللہ کے بندو! یہ میرے والد ہیں' یہ میرے والد ہیں' حضرت عائشہ نے بتایا: مسلمان قتال سے بالکل نہیں رکے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت حذیفہ کے والد کو بھی قتل کر دیا' حضرت حذیفہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے' ہشام نے بتایا کہ میرے والد (عروہ) نے کہا: پس اللہ کی قسم! حضرت حذیفہ اپنی بقیہ زندگی میں مسلسل یہ دعا کرتے رہے (کہ اللہ ان کی مغفرت کرے) حتیٰ کہ وہ اپنے اللہ عزوجل سے جا ملے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٩٠ میں گزر چکی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ تنبیہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں حضرت جریر اور حضرت حذیفہ کا ذکر' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ذکر کے بعد ہے' (جیسا کہ ہماری اس شرح میں ہے) اور بعض نسخوں میں حضرت خدیجہ کے ذکر سے پہلے ہے اور یہی زیادہ لائق ہے کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت خدیجہ کا ذکر عمداً موخر کیا ہے کیونکہ ان کے غالب احوال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے کے ہیں اس لیے انہوں نے مناقب میں ان کا تلخیص سے ذکر کیا ہے اور جب ان اذکار سے فارغ ہو گئے تو پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بقیہ سیرت اور مغازی کی طرف رجوع

کیا۔(فتح الباری ج ٢ ص ٣٠٠' دارالمعرفۃ بیروت' ١٤٢٦ھ)

امام بخاری کے منتشر اور غیر مربوط اور غیر منظم ابواب کا تذکرہ

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ کلام درست ہے لیکن امام بخاری پر یہ اعتراض باقی ہے کہ انہوں نے ان ابواب کو اور ان کے بعد کے ابواب کو کتاب مناقب الانصار میں درج کیا ہے حالانکہ حضرت خدیجہ' حضرت جریر اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم ان میں سے کوئی بھی انصار میں سے نہیں ہے' اسی طرح بعد کے ابواب میں' حضرت ھند بنت عتبہ' اور زید بن عمرو بن نفیل بھی انصار میں سے نہیں ہیں' اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا باب ہے اور آپ کو مکہ میں تکالیف پہنچنے کا باب ہے' ان ابواب کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے ابواب کے ساتھ ملانا چاہئے تھا' اس کے بعد امام بخاری نے پھر ان ابواب کا ذکر کیا ہے جن میں مہاجرین صحابہ کا ذکر ہے' ان ابواب کو بھی مہاجرین صحابہ کے مناقب کے ساتھ ذکر کرنا چاہئے تھا' اس کے بعد پھر آپ کی ہجرت اور معراج کا ذکر ہے جس کا ذکر آپ کی سیرت کے ابواب کے ساتھ ہونا چاہئے تھا' اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے' امام بخاری نے مناقب انصار کے بعد جتنے ابواب ذکر کئے ہیں ان میں کوئی ترتیب اور مناسبت نہیں ہے' نہ ان ابواب میں آپس میں کوئی مناسبت ہے' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کو جو حدیث ملتی گئی وہ اس کا باب قائم کر کے اس کو درج کرتے گئے' ان میں باہم کوئی مناسبت ہے نہ ان کی ابواب سابقہ کے ساتھ کوئی مناسبت ہے' یہ تمام منتشر اور غیر منظم اور غیر مرتب ابواب ہیں' ان میں کوئی ربط اور جہت جامعہ نہیں ہے الا یہ کہ یہ کہا جائے کہ یہ تمام رجال اسلام کے متعلق ابواب ہیں خواہ ان کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے ساتھ ہو یا مہاجرین کے ساتھ ہو یا انصار کے ساتھ ہو مگر پھر بھی یہ اعتراض باقی رہے گا کہ ان ابواب میں ایام جاہلیت کا باب بھی ہے اور جنات کے ذکر کا باب بھی ہے اور بنیان کعبہ کا باب بھی ہے اور ان تمام غیر منتشر اور غیر منظم ابواب کو کسی ایک سلک میں منسلک کرنا کم از کم ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ حیرت ہے کہ متقدمین شارحین میں علامہ کرمانی' علامہ عسقلانی' علامہ عینی' علامہ کورانی اور علامہ زرھونی ایسے نکتہ رس لوگ ہیں مگر کسی نے اس نکتہ کو نہیں اٹھایا!

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی ایک سو سے زائد مروی احادیث ہیں جن میں سے بارہ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' اور آٹھ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور سترہ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ١ ص ٢٢٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

٢٣ - بَابُ ذِكْرِ هِنْدٍ بِنْتِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حضرت ھند بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا کا ذکر

علامہ بدرالدین بن محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام ہے: ھند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس' یہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں' ھند کے والد عتبہ جنگ بدر میں مارے گئے تھے' یہ اپنے شوہر ابوسفیان کے ساتھ غزوہ احد میں آئی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے پر ابھار رہی تھیں کیونکہ حضرت حمزہ نے ان کے چچا شیبہ کو قتل کر دیا تھا' پس سیدنا حمزہ کو وحشی بن حرب نے قتل کیا' پھر فتح مکہ کے

دن ھند اسلام لے آئیں' یہ عقل مند عورتوں میں سے تھیں' حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے پہلے یہ الفا کہ بن المغیرہ المخزومی کے نکاح میں تھیں' پھر انہوں نے ان کو طلاق دے دی' پھر انہوں نے حضرت سفیان سے نکاح کر لیا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہو گئی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٩٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

ھند فتح مکہ کے دن اپنے شوہر کے بعد اسلام لائی تھیں' یہ غزوہ احد میں موجود تھیں' یہی وہ عورت ہیں جنہوں نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو مثلہ کیا تھا اور ان کے پیٹ کو چیر کر ان کا جگر (کلیجہ) نکالا تھا اور اس کو چبایا تھا' ایک قول ہے: اس کو کھا لیا تھا' دوسرا قول ہے اس کو نگل نہیں سکی تھیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: اگر یہ نگل لیتیں تو ان کو آگ نہیں چھو سکتی تھی' حضرت سیدنا حمزہ نے غزوہ بدر کے دن ان کے باپ عتبہ کو قتل کر دیا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی تو یہ بھی بھیس بدل کر آئی تھیں' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم چوری نہیں کرو گی اور زنا نہیں کرو گی تو انہوں نے کہا: کیا آزاد عورت چوری کرے گی یا زنا کرے گی اور جب آپ نے فرمایا: تم اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی تو انہوں نے کہا: ہم نے اپنے بچوں کو کم عمری میں پالا اور جب وہ بڑے ہوئے تو آپ نے ان کو قتل کر دیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پہچان لیا تھا۔

(الکوثر الجاری ج ٧ ص ٣٦' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣٨٢٥- وَقَالَ عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ مِنْ اَهْلِ خِبَاءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ يَّذِلُّوْا مِنْ اَهْلِ خِبَائِكَ ثُمَّ مَا اَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَهْلُ خِبَاءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ يَّعِزُّوْا مِنْ اَهْلِ خِبَائِكَ قَالَتْ وَاَيْضًا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِّسِّيْكٌ فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ اَنْ اُطْعِمَ مِنَ الَّذِيْ لَهٗ عِيَالَنَا قَالَ لَا اُرَاهُ اِلَّا بِالْمَعْرُوْفِ.

اور عبدان نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت ھند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا آئیں' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! پہلے مجھے روئے زمین پر کسی گھر والوں کی ذلت آپ کے گھر والوں کی ذلت سے زیادہ پسندیدہ نہیں تھی اور اب مجھے روئے زمین کے تمام گھر والوں کی بہ نسبت آپ کے گھر والوں کی عزت زیادہ پسندیدہ ہے' اور نیز انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' یارسول اللہ! بے شک حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بہت کنجوس شخص ہیں' کیا مجھ پر کوئی حرج ہے اگر میں اپنے ان بچوں کو جو ان سے ہیں (ان کی اجازت کے بغیر) کھلا دیا کروں؟ آپ نے فرمایا: نہیں لیکن میری رائے یہ ہے کہ یہ عرف اور رواج کے مطابق ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢١١ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نابالغ اولاد کا خرچ باپ کے اوپر واجب ہوتا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی غیر موجودگی میں یہ جواب دیا تھا' اس سے جمہور علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ غائب شخص کے خلاف فیصلہ دینا جائز ہے' لیکن فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ھند کو مسئلہ بتایا تھا' حضرت ابوسفیان کے خلاف فیصلہ نہیں کیا تھا۔

عدالت کے فسخ نکاح کا فیصلہ

آج کل ایسا ہوتا ہے کہ بعض اوقات شوہر اپنی بیوی کو خرچ دیتا ہے نہ طلاق دیتا ہے جس سے بیوی کو ضرر ہوتا ہے اس کے پاس اپنے اور اپنے بچوں کے گزارے کے لیے رقم نہیں ہوتی اور وہ دوسروں کے گھروں میں کام کر کے اپنا اور بچوں کا پیٹ پالتی ہے ایسی صورت میں ائمہ ثلاثہ عدالت کو یہ اختیار دیتے ہیں کہ وہ یک طرفہ طور پر نکاح کو فسخ کر دے۔

ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِلَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ (البقرہ:٢٣٣)

اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ (دودھ پلانے والی ماؤں کا) عرف کے مطابق طعام اور لباس ہے ہر شخص کو اس کی طاقت کے مطابق مکلّف کیا جائے گا ماؤں کو اس کے بچہ کی وجہ سے ضرر نہ دیا جائے اور نہ باپ کو اس کے بچہ کی وجہ سے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا. (البقرہ:٢٣١)

اپنی بیویوں کو حسن سلوک کے ساتھ رکھو ورنہ ان کو معروف طریقہ سے علیحدہ کر دو اور ان پر زیادتی کرنے اور ضرر پہنچانے کی نیت سے ان کو اپنے پاس نہ رکھو۔

اور مذکور الصدر حدیث صحیح البخاری: ٣٨٢٥ سے بھی ان کا استدلال ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ٦٦٨ ھ لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ خاوند کے پاس جب بیوی کو خرچ دینے کی طاقت نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ بیوی کو طلاق دے دے اگر اس نے ایسا نہ کیا تو وہ بیوی کو معروف طریقہ سے علیحدہ کرنے کی حد سے نکل گیا پھر حاکم کو چاہیے کہ وہ اس کی بیوی کا نکاح فسخ کر دے کیونکہ جو شخص اس کو خرچ دینے پر قادر نہیں اس کے نکاح میں رہنے سے اس عورت کو ضرر لاحق ہوگا اور بھوک پر صبر نہیں ہوسکتا امام شافعی امام احمد امام مالک اور جمہور فقہاء کا یہی موقف ہے اور صحابہ میں سے حضرت علی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے اور تابعین میں سے سعید بن میسب نے کہا: یہی سنت ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ٣ ص ١٥٥ ایران ١٣٨٧ ھ)

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

حاکم پر لازم ہے کہ وہ خاوند سے کہے: تم بیوی کو خرچ دو یا اس کو طلاق دو ورنہ حاکم اپنے اجتہاد سے ایک یا دو دن انتظار کرنے کے بعد اس کی بیوی پر طلاق واقع کر دے (یا اس کا نکاح فسخ کر دے)۔ (الشرح الکبیر علی ھامش الدسوقی ج ٢ ص ٥١٩ بیروت)

سو اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے خلاف یہ مقدمہ دائر کرے کہ اس کا خاوند اس کو خرچ دیتا ہے نہ اس کو طلاق دیتا ہے اور اس پر گواہ قائم کر دے اور خاوند بلانے پر بھی عدالت میں پیش نہ ہو تو عدالت پر لازم ہے کہ وہ اس نکاح کو فسخ کر دے خواہ وہ قاضی حنفی ہو یا شافعی یا مالکی یا حنبلی۔

شیخ عبد السلام چاٹ گامی (رئیس دار الافتاء جامعۃ الاسلام بنوری ٹاؤن کراچی) لکھتے ہیں:

ہاں اگر شوہر کا ظلم و زیادتی عدالت میں ثابت ہو جائے اور شوہر شرعی طریقہ سے اسے آباد کرنے پر رضامند نہیں ہوتا نہ اسے طلاق دیتا ہے اور نہ ہی خلع پر رضامند ہوتا ہے تو ان مجبوریوں کے بعد عدالت گواہوں کی گواہی کی بنیاد پر یک طرفہ فسخ نکاح کا اختیار

رکھتی ہے۔(جواہر الفتاوی ج ۳ ص ۲۳-۳۰' ادارۃ القرآن کراچی)
شیخ رشید احمد کراچی نے بھی اس صورت میں عدالت کے فیصلہ کو نافذ العمل قرار دیا ہے۔(احسن الفتاوی ج ۵ ص ۴۱۱' کراچی)
* اس کی مفصل بحث النساء: ۳۵ کی تفسیر میں' تبیان القرآن ج ۲ ص ۶۶۹ - ۶۶۲' میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۴ - بَابُ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ
حضرت زید بن عمرو بن نفیل کی حدیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام ہے' حضرت زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فهر العدوی۔ یہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے والد ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عم زاد ہیں۔

حضرت زید بن عمرو وہ شخص ہیں جو توحید کے متلاشی تھے اور بتوں سے اور شرک سے الگ ہو گئے تھے لیکن یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ سعید بن المسیب نے کہا: یہ اس وقت فوت ہوئے تھے جب قریش کعبہ کو بنا رہے تھے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کے نزول سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے' اور زکریا السعدی سے روایت ہے کہ جب یہ فوت ہوئے تو ان کو حراء کی جڑ میں دفن کیا گیا اور زبیر سے روایت ہے کہ زید شام میں تھے' جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر پہنچی تو یہ آپ سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے اور اہل میفعہ نے ان کو قتل کر دیا' البکری نے کہا ہے کہ یہ شام کی سرزمین میں البلقاء نام کی بستی تھی' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت زید حراء میں رہتے تھے اور چھپ کر مکہ میں جاتے تھے اور دین کے متعلق سوال کرتے تھے تو نصاریٰ نے ان کو زہر کھلا دیا اور یہ فوت ہو گئے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ دین کے اعتبار سے ان کا کیا حکم ہے؟ تو میں کہوں گا کہ حافظ ذہبی نے تجرید الصحابۃ میں ذکر کیا ہے کہ وہ ایک امت کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت زید بن عمرو بن نفیل کے متعلق سوال کیا گیا کہ وہ زمانہ جاہلیت میں قبلہ کی طرف منہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میرا معبود وہ ہے جو حضرت ابراہیم کا معبود ہے اور میرا دین وہ ہے جو حضرت ابراہیم کا دین ہے اور وہ سجدہ کرتے تھے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کو اس طرح اٹھایا جائے گا کہ وہ اکیلے ایک امت ہیں' وہ میرے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے درمیان ہیں' اس حدیث کی امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے۔

امام محمد بن سعد نے عامر بن سعد سے روایت کی ہے کہ مجھ سے حضرت زید بن عمرو نے کہا کہ میں نے اپنی قوم کی مخالفت کی ہے اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی پیروی کی اور جس کی وہ دونوں عبادت کرتے تھے اور بے شک وہ دونوں اس قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور میں اس نبی کا انتظار کر رہا ہوں جو بنو اسماعیل سے مبعوث ہو گا' اور میرا گمان نہیں ہے کہ میں ان کو پا سکوں گا اور میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں' اگر تمہاری زندگی طویل ہو تو تم ان کو میرا اسلام پہنچانا' عامر بیان کرتے ہیں کہ جب میں اسلام لایا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کی خبر دی' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور ان پر رحمت بھیجی اور آپ نے فرمایا: میں نے ان کو جنت میں دیکھا ہے' وہ اپنی قمیص کا دامن گھسیٹ رہے

تھے۔

امام بزار اور امام طبرانی نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت زید کے متعلق سوال کیا تو آپ نے دعا کی: اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور ان پر رحم فرمائے کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر فوت ہوئے ہیں۔

امام باغندی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے حضرت زید بن عمرو بن نفیل کے لیے دو درخت دیکھے حافظ ابن کثیر نے کہا: یہ جید سند ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان کے متعلق حدیث کیوں ذکر کی ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت زید نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ سے ملاقات کی ہے' اور ان کے متعلق یہ تمام امور ذکر کیے گئے ہیں حتیٰ کہ حافظ ذہبی وغیرہ نے ان کا ذکر صحابہ میں کیا ہے اور صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن) نے کہا ہے کہ امام بخاری کا میلان بھی اس طرف ہے' میں کہتا ہوں کہ اسی لیے امام بخاری نے صحابہ کے درمیان ان کا ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٩٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ' الاصابہ ج ٢ ص ٥٠٩-٥٠٧)

٣٨٢٦ - **حَدَّثَنِیْ** مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ حَدَّثَنَا فُضَیْلُ بْنُ سُلَیْمَانَ حَدَّثَنَا مُوْسٰی حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقِیَ زَیْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلٍ بِاَسْفَلِ بَلْدَحٍ قَبْلَ اَنْ یَّنْزِلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُدِّمَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُفْرَةٌ فَاَبٰی اَنْ یَّاْکُلَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ زَیْدٌ اِنِّیْ لَسْتُ اٰکُلُ مِمَّا تَذْبَحُوْنَ عَلٰی اَنْصَابِکُمْ وَلَا اٰکُلُ اِلَّا مَا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَاَنَّ زَیْدَ بْنَ عَمْرٍو کَانَ یَعِیْبُ عَلٰی قُرَیْشٍ ذَبَائِحَهُمْ وَیَقُوْلُ اَلشَّاةُ خَلَقَهَا اللّٰهُ وَاَنْزَلَ لَهَا مِنَ السَّمَاءِ الْمَاءَ وَاَنْبَتَ لَهَا مِنَ الْاَرْضِ ثُمَّ تَذْبَحُوْنَهَا عَلٰی غَیْرِ اسْمِ اللّٰهِ اِنْکَارًا لِّذٰلِکَ وَاِعْظَامًا لَّهٗ.

[طرف الحدیث: ٥٤٩٩] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سالم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت زید بن عمرو بن نفیل سے وادی بلدح کے نشیبی علاقہ میں ملاقات ہوئی' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دستر خوان بچھایا گیا تو حضرت زید نے اس کو کھانے سے انکار کیا' پھر حضرت زید نے کہا: میں ان چیزوں کو نہیں کھاتا جن کو تم اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہو' میں صرف اس چیز کو کھاتا ہوں (جس پر ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیا جائے اور بے شک حضرت زید بن عمرو قریش کے ذبیحوں کی مذمت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ بکری کو اللہ نے پیدا کیا ہے' اسی نے اس کے لیے آسمان سے پانی نازل کیا ہے اور زمین سے سبزہ اگایا ہے' پھر ان کا انکار کرتے ہوئے اور اس کو ان کا بھاری گناہ قرار دیتے ہوئے کہا: پھر اس کے باوجود تم اس بکری کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو۔

نصب کے معنیٰ کی تحقیق اور اس حدیث کی توجیہ کہ آپ نے نصب پر ذبح شدہ بکری کا گوشت کھایا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بلدح کا ذکر ہے الکبری نے کہا: یہ بنوفزارہ کے گھروں کی جگہ ہے یہ ایک وادی ہے جو تنعیم سے مکہ کے راستے میں ہے۔

اس حدیث میں الانصاب کا لفظ ہے یہ النصب کی جمع ہے علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر جس نصب شدہ پتھر کی عبادت کی جائے اس کو نصب کہتے ہیں (علامہ عینی لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ انصاب ان پتھروں کو کہتے ہیں جو کعبہ کے گرد ہیں اور ان پتھروں کے اوپر وہ اپنے جانوروں کو بتوں کی خوش نودی کے لیے ذبح کرتے ہیں علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے بھی اس دستر خوان سے کوئی چیز کھائی تھی؟ میں کہتا ہوں کہ اس طعام کو رسول اللہ ﷺ کے دستر خوان پر رکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے اس سے کچھ کھایا ہو اور کتنی چیزیں مسافر کے دستر خوان پر رکھی جاتی ہیں اور وہ ان میں سے کوئی چیز نہیں کھاتا اور اس کے ہم راہی کھاتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہم راہیوں کو اس کے کھانے سے منع نہیں فرمایا کیونکہ اس وقت تک آپ کے اوپر وحی نازل نہیں ہوئی تھی اور آپ کو اس وقت کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کی تبلیغ کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ اگر علامہ کرمانی قوم کے کلام پر مطلع ہوتے تو اس سوال اور جواب کی ضرورت نہیں تھی اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ طعام رسول اللہ ﷺ کے دستر خوان پر تھا کیونکہ وہ دستر خوان قریش کا تھا۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اگر تم سوال کرو کہ حضرت زید کو یہ توفیق دی گئی کہ وہ اس کھانے کو ترک کر دیں حالانکہ زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ اس فضیلت کے زیادہ مستحق تھے کیونکہ آپ کا معصوم ہونا ثابت ہے؟ اس کے دو جواب ہیں: اول یہ کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دستر خوان سے کچھ کھایا اس حدیث میں صرف یہ مذکور ہے کہ جب حضرت زید پر اس کھانے کو پیش کیا گیا تو انہوں نے انکار کیا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت زید نے صرف اپنی رائے سے اس کھانے سے انکار کیا تھا کسی شرعی حکم کی وجہ سے منع نہیں کیا تھا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں مردار کے کھانے کی ممانعت تھی اس کھانے کی ممانعت نہیں تھی جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اس کھانے کی ممانعت صرف اسلام میں نازل ہوئی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت زید اس دستر خوان میں سے کھانے سے اس لیے رکے تھے کہ ان کو یہ خدشہ تھا کہ اس میں وہ گوشت ہوگا جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہوگا اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ان ذبیحوں کو نہیں کھاتے جن کو وہ اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے رہے ان کے وہ ذبائح جن کا گوشت وہ اپنے دستر خوان پر رکھتے تھے تو کسی حدیث میں نہیں ہے کہ آپ ان سے احتراز کرتے تھے حالانکہ آپ مشرکین کے درمیان رہتے تھے اور یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ ان کے کھانوں سے احتراز کرتے تھے سوا مردار کے کھانے سے کیونکہ قریش بھی زمانہ جاہلیت میں مردار کے کھانے سے احتراز کرتے تھے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اہل کتاب اور نصاریٰ کے طعام کو حلال کر دیا ہے حالانکہ نصاریٰ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیتے ہیں اور شرک کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٩٣ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ کرمانی کی توجیہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے غیر اللہ کے نام پر ذبح شدہ گوشت نہیں کھایا اور علامہ خطابی کے نزدیک کھایا ہے مگر وہ ممنوع نہیں تھا اس معاملہ میں علامہ عسقلانی کی تحقیق حسب ذیل ہے:

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام احمد حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید یہ کہتے تھے کہ میں اس کی پناہ چاہتا ہوں جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پناہ چاہی تھی پھر کعبہ کے لیے سجدہ میں گر جاتے تھے ایک دن وہ نبی ﷺ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

کے پاس سے گزرے' اس وقت وہ دونوں اپنے دسترخوان سے کھانا کھا رہے تھے تو ان دونوں نے ان کو بلایا' پس انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجو! میں اس گوشت کو نہیں کھاتا جس کو نصب پر ذبح کیا گیا ہو' حضرت سعید بن زید نے کہا: اس کے بعد یہ نہیں دیکھا گیا کہ اس دن کے بعد نبی ﷺ نے اس گوشت سے کھایا جس کو نصب پر ذبح کیا گیا ہو۔

امام ابویعلیٰ اور امام بزار وغیرھما نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: ایک دن میں نبی ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا جا رہا تھا تو ہم نے بعض انصاب پر ایک بکری ذبح کی اور اس کو پکایا' پھر ہماری زید بن عمرو سے ملاقات ہوئی (الیٰ قولہ) تو زید بن عمرو نے کہا: میں اس گوشت سے نہیں کھاتا جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔

علامہ داؤدی نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ نبی ﷺ بعثت سے پہلے مشرکین کی عادات سے احتراز کرتے تھے لیکن ذبیحہ کے معاملہ کے متعلق آپ کو معلوم نہیں ہو سکا' اور حضرت زید جب اہل کتاب سے ملے تھے ان سے ان کو معلوم تھا کہ ایسے ذبیحہ کا کھانا جائز نہیں ہے' اس کے بعد حافظ ابن حجر نے علامہ سہیلی کا جواب ذکر کیا ہے جس کو ہم علامہ عینی سے نقل کر چکے ہیں' پھر کہا ہے کہ نبی ﷺ نے جو ایسے ذبیحہ کا گوشت کھایا' اس کا جواب یہ ہے کہ احکام شرع کے نازل ہونے سے پہلے کسی چیز کو حلال یا حرام کے ساتھ موصوف نہیں کیا جا سکتا۔ (کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے) علاوہ ازیں ذبائح کے لیے شرع میں اصل تحلیل ہے' اور یہ تحلیل نزول قرآن تک مستمر رہی اور کسی سے یہ منقول نہیں ہے کہ آپ کی بعثت کے بعد لوگ ان ذبیحوں سے رک گئے حتیٰ کہ ان کی حرمت کے متعلق آیت نازل ہوگئی۔

میں کہتا ہوں کہ داؤدی نے جو یہ کہا ہے کہ حضرت زید نے اس ذبیحہ کو کھانے سے اس لیے منع کیا تھا کہ وہ اہل کتاب سے تھے اس سے بہتر یہ قول ہے کہ زید نے اپنی رائے سے اس کو کھانے سے منع کیا تھا' خاص طور پر اس لیے کہ حضرت زید نے خود تصریح کی ہے کہ انہوں نے اہل کتاب میں سے کسی کی پیروی نہیں کی۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ملت مشہورہ میں یہ مقرر ہے کہ انبیاء علیہم السلام اعلان نبوت سے پہلے بھی معصوم ہوتے ہیں اور یہ محال کی مثل ہے کہ وہ اس گوشت کو کھائیں جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو' کیونکہ کسی کام کی ممانعت شرعی حکم کے نازل ہونے کے بعد ہوتی ہے اور صحیح مذہب یہ ہے کہ نبی ﷺ نزول وحی سے پہلے کسی شریعت سابقہ پر عمل نہیں کرتے تھے' اس لیے جب ممانعت کا حکم شرعی اس وقت موجود نہیں تھا تب بھی وہ ممانعت آپ کے حق میں معتبر تھی' اب جس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم نے بعض انصاب پر ایک بکری ذبح کی اس حدیث میں نصب سے مراد بت نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد وہ پتھر ہیں جن پر جانور کو ذبح کیا جاتا تھا' سو نصب اور انصاب سے مراد قصائی کے آلات ذبح ہیں نہ کہ بت' کیونکہ نصب اصل میں بڑے پتھر کو کہتے ہیں' ان میں سے بعض پتھر بتوں کی اقسام سے ہیں جن کے سامنے اور جن کے نام پر مشرکین جانوروں کو ذبح کرتے ہیں' اور ان میں سے بعض پتھر آلات ذبح میں سے ہیں' پس ذبح کرنے والا اس پتھر پر جانور کو رکھ کر ذبح کرتا ہے کسی بت کے لیے ذبح نہیں کرتا' اب یہ سوال ہوگا کہ حضرت زید بن حارثہ نے جو کہا ہے کہ انہوں نے نصب پر جانور کو ذبح کیا تھا' جب اس سے مراد پتھر ہے بت نہیں ہے تو پھر حضرت زید بن عمرو نے وہ گوشت کیوں نہیں کھایا اور اس کے کھانے سے کیوں منع کیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس کام کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے منع کیا تھا ورنہ جس کسی پتھر پر رکھ کر جانور ذبح کیا گیا ہو تو اس کا کھانا کسی شریعت میں ممنوع نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ٣٣-٣٢' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی اور علامہ ابن حجر عسقلانی کی شرحوں کی عبارت اگرچہ مختلف ہے لیکن دونوں کا مآل واحد ہے کیونکہ ان

دونوں نے یہ شرح علامہ عثمان بن علی بن ملقن سے نقل کی ہے اور ان دونوں کا خلاصہ یہی ہے کہ آپ نے جس جانور کا گوشت کھایا تھا اس کو اس پتھر پر رکھ کر ذبح کیا گیا تھا جو آلات ذبح سے تھا' وہ بت نہیں تھا۔

٣٨٢٧ - **قَالَ** مُوْسٰی حَدَّثَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا یُحُدِّثُ بِهٖ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ زَیْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلٍ خَرَجَ اِلَی الشَّامِ یَسْاَلُ عَنِ الدِّیْنِ وَیَتْبَعُهٗ فَلَقِیَ عَالِمًا مِّنَ الْیَهُوْدِ فَسَاَلَهٗ عَنْ دِیْنِهِمْ فَقَالَ اِنِّیْ لَعَلِّیْ اَنْ اَدِیْنَ دِیْنَكُمْ فَاَخْبِرْنِیْ فَقَالَ لَاتَكُوْنُ عَلٰی دِیْنِنَا حَتّٰی تَاْخُذَ بِنَصِیْبِكَ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ قَالَ زَیْدٌ مَا اَفِرُّ اِلَّا مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَلَا اَحْمِلُ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ شَیْئًا اَبَدًا وَّاَنَا اَسْتَطِیْعُهٗ فَهَلْ تَدُلُّنِیْ عَلٰی غَیْرِهٖ قَالَ مَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا اَنْ یَّكُوْنَ حَنِیْفًا قَالَ زَیْدٌ وَّمَا الْحَنِیْفُ قَالَ دِیْنُ اِبْرَاهِیْمَ لَمْ یَكُنْ یَّهُوْدِیًّا وَّلَانَصْرَانِیًّا وَّلَا یَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ فَخَرَجَ زَیْدٌ فَلَقِیَ عَالِمًا مِّنَ النَّصَارٰی فَذَكَرَ مِثْلَهٗ فَقَالَ لَنْ تَكُوْنَ عَلٰی دِیْنِنَا حَتّٰی تَاْخُذَ بِنَصِیْبِكَ مِنْ لَّعْنَةِ اللّٰهِ قَالَ مَا اَفِرُّ اِلَّا مِنْ لَّعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا اَحْمِلُ مِنْ لَّعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا مِنْ غَضَبِهٖ شَیْئًا اَبَدًا وَّاَنَا اَسْتَطِیْعُ فَهَلْ تَدُلُّنِیْ عَلٰی غَیْرِهٖ قَالَ مَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا اَنْ یَّكُوْنَ حَنِیْفًا قَالَ وَمَا الْحَنِیْفُ قَالَ دِیْنُ اِبْرَاهِیْمَ لَمْ یَكُنْ یَّهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلَا یَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ فَلَمَّا رَاٰی زَیْدٌ قَوْلَهُمْ فِیْ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ خَرَجَ فَلَمَّا بَرَزَ رَفَعَ یَدَیْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْهَدُكَ اَنِّیْ عَلٰی دِیْنِ اِبْرَاهِیْمَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

موسیٰ نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' اور مجھے اس کا علم نہیں ہے مگر یہ کہ انہوں نے اس حدیث کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت زید بن عمرو بن نفیل شام کی طرف گئے وہ دین کے متعلق سوال کر رہے تھے اور اس کی اتباع کرتے تھے' ان کی ایک یہودی عالم سے ملاقات ہوئی' انہوں نے اس سے ان کے دین کے متعلق سوال کیا' پس کہا کہ شاید میں تمہارے دین کی اتباع کروں' سو تم مجھے بتاؤ' اس نے کہا: تم ہمارے دین پر اس وقت تک نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ تم اللہ تعالیٰ کے غضب کا ایک حصہ برداشت کرو' زید نے کہا: میں اللہ کے غضب سے ہی تو بھاگ رہا ہوں اور میں ذرا سا بھی اللہ تعالیٰ کا غضب برداشت نہیں کر سکتا کبھی بھی' اور نہ ہی اس کی طاقت رکھتا ہوں' کیا تم مجھے کسی اور دین کی رہنمائی کرو گے' اس نے کہا: میں کوئی اور دین نہیں جانتا سوائے دین حنیف کے' زید نے پوچھا: دین حنیف کیا ہے؟ تو اس نے کہا: وہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا دین ہے جو نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے' سو حضرت زید روانہ ہوئے اور ایک عیسائی عالم سے ملے' وہاں بھی اسی طرح کہا' اس نے کہا: تم ہمارے دین پر اس وقت تک نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کا ایک حصہ برداشت کرو' حضرت زید نے کہا: میں اللہ کی لعنت سے بچنے کے لیے ہی تو بھاگ رہا ہوں' میں اللہ کی لعنت کو اور اس کے غضب کو ذرا بھی نہیں برداشت کروں گا کبھی بھی (اور نہ) میں اس کی طاقت رکھتا ہوں' تو کیا تم مجھے اس کے علاوہ کسی اور دین کی رہنمائی کرو گے' اس نے کہا: میں دین حنیف کے سوا اور کوئی دین نہیں جانتا' زید نے پوچھا: دین حنیف کیا ہے؟ اس نے کہا: وہ دین ابراہیم ہے' حضرت ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے' پس جب حضرت زید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ان

کی یہ باتیں سنیں تو وہ (وہاں سے) روانہ ہوئے اور جب وہ علاقہ سے باہر آ گئے تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے کہا: اے اللہ! بے شک میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں دین ابراہیم پر ہوں۔

اس حدیث کے آخر میں حضرت زید کا یہ قول ہے: اے اللہ! بے شک میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں دین ابراہیم پر ہوں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی دونوں نے اس کی شرح میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ پھر زید یہ کہتے ہوئے نکلے: "لبيك حقًا حقًا" تیری ہی عبادت کی جائے گی پھر وہ اللہ کے لیے سجدہ میں گر پڑے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۵-۳۴' عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۹۴)

۳۸۲۸ - وَقَالَ اللَّيْثُ كَتَبَ إِلَيَّ هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ رَأَيْتُ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَائِمًا مُسْنِدًا ظَهْرَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ يَقُولُ يَامَعَاشِرَ قُرَيْشٍ وَّاللّٰهِ مَا مِنْكُمْ عَلٰى دِينِ إِبْرَاهِيمَ غَيْرِيْ وَكَانَ يُحْيِي الْمَوْؤُودَةَ يَقُولُ لِلرَّجُلِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّقْتُلَ ابْنَتَهُ لَا تَقْتُلْهَا أَنَا أَكْفِيكَهَا مَؤُونَتَهَا فَيَأْخُذُهَا فَإِذَا تَرَعْرَعَتْ قَالَ لِأَبِيهَا إِنْ شِئْتَ دَفَعْتُ إِلَيْكَ وَإِنْ شِئْتَ كَفَيْتُكَ مَؤُونَتَهَا.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اور لیث نے کہا کہ میری طرف ہشام نے لکھا از والد خود از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا' وہ کھڑے تھے اور ان کی پشت کعبہ کی طرف تھی اور وہ کہہ رہے تھے: اے قریش کی جماعت! اللہ کی قسم! میرے سوا تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیم پر نہیں ہے اور حضرت زید بیٹیوں کو زندہ درگور نہیں کرتے تھے اور جو شخص اپنی بیٹی کو قتل کرنا چاہتا' اس سے کہتے: تم اس کو قتل نہ کرو اس کی پرورش کی مشقت (اور اخراجات) تمہارے بدلہ میں اٹھاؤں گا پھر وہ اس لڑکی کو لے لیتے پس جب وہ بڑی ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتے: اگر تم چاہو تو میں تم کو یہ (واپس) دے دوں اور اگر تم چاہو تو تمہارے بدلہ میں اس کی پرورش کا بوجھ اٹھاؤں۔

حضرت زید بن عمرو کے دین ابراہیم کو اختیار کرنے کی تفصیل اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے سوا تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیم پر نہیں ہے۔

ابواسامہ نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ کہتے تھے: میرا معبود وہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معبود ہے اور میرا دین وہ ہے جو حضرت ابراہیم کا دین ہے' اور ابوالزناد کی روایت میں اس طرح ہے: انہوں نے بتوں کی عبادت کو ترک کر دیا تھا اور بتوں کے نام پر جن جانوروں کو ذبح کیا جاتا تھا ان کے کھانے کو ترک کر دیا تھا' اور امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے: وہ کہتے تھے: اے اللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تیرا سب سے زیادہ پسندیدہ طریقہ عبادت کون سا ہے تو میں اس طرح تیری عبادت کرتا لیکن مجھے اس کا علم نہیں ہے' پھر زمین پر اپنی ہتھیلی رکھ کر سجدہ کرتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت زید بیٹیوں کو زندہ درگور نہیں کرتے تھے۔

ابن ابی الزناد کی روایت میں مذکور ہے کہ جس لڑکی کو زندہ درگور کرنے کا ارادہ کیا جاتا وہ اس کا فدیہ دے دیتے۔

اہل جاہلیت بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے اس کی وجہ غیرت تھی' کیونکہ بعض عربوں میں ایسا ہوا کہ کسی کی بیٹی کو قید کر لیا گیا' پھر قید کرنے والے نے اس کو باندی بنا کر اس سے مباشرت کی' اور جب اس کے باپ نے اپنی بیٹی کا فدیہ دے کر اسے لے جانا چاہا تو اس کے مالک نے اس لڑکی کو اختیار دیا کہ وہ اس کے پاس رہنا چاہتی ہے یا اپنے باپ کے پاس تو اس لڑکی نے اس کو اختیار کر لیا جس نے اسے قید کیا تھا' پھر اس کے باپ نے یہ قسم کھائی کہ اب جب بھی اس کے ہاں بیٹی ہوئی تو وہ اس کو قتل کر دے گا' پھر اس عمل کی پیروی کی جانے لگی' اور زیادہ تر بیٹیوں کو اس وقت قتل کیا جاتا تھا جب ان کو رزق کی تنگی کا خطرہ ہوتا تھا' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ (الانعام:۱۵۱)

تم اپنی اولاد کو رزق کی تنگی کی وجہ سے قتل نہ کرو' ہم تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی۔

اور اس حدیث میں حضرت زید کا واقعہ دوسرے سبب پر دلالت کرتا ہے' پس ہو سکتا ہے کہ بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کے یہ دونوں سبب ہوں۔

ابو اسامہ نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت زید کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کو قیامت کے دن بہ طور ایک امت اٹھایا جائے گا' وہ میرے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے درمیان ہیں' امام بغوی نے ان کا صحابہ میں ذکر کیا ہے اور انہوں نے امام ابن اسحاق کی روایت سے ان کے بت پرستی سے الگ ہونے کا واقعہ بیان کیا ہے' یہاں ہم اس کا ذکر کر کے اس شرح کو طول نہیں دیں گے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۲۵ - بَابُ بُنْيَانِ الْكَعْبَةِ کعبہ کی تعمیر کا باب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں آپ کی بعثت سے پہلے قریش کے ہاتھوں سے کعبہ کی تعمیر ہوئی۔

امام ابن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر پینتیس (۳۵) سال تھی۔

امام اسحاق بن راھویہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کعبہ کی تعمیر کے بعد اس پر ایک زمانہ گزر گیا' پس وہ منہدم ہو گیا تو اس کو عمالقہ نے بنایا' پھر اس پر ایک عرصہ گیا اور وہ منہدم ہو گیا تو پھر اس کو جرھم نے تعمیر کیا' پھر اس پر ایک زمانہ گزر گیا تو اس کو قریش نے بنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دنوں جوان تھے' پھر جب انہوں نے اس میں حجر اسود رکھنے کا ارادہ کیا تو ان میں مناقشہ اور مباحثہ ہوا' تب انہوں نے کہا: ہمارے درمیان فیصلہ وہ شخص کرے گا جو سب سے پہلے اس گلی سے نکلے گا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے اس گلی سے نکلے' اس وقت آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ حجر اسود کو ایک چادر میں رکھ دیا جائے' پھر ہر قبیلہ اس چادر کو اٹھائے۔

امام ابوداؤد الطیالسی نے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جو شخص سب سے پہلے بنی شیبہ کے دروازہ سے داخل ہوگا وہ فیصلہ کرے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے اس دروازہ سے داخل ہوئے تو انہوں نے آپ کو بتایا' پس آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک چادر کے وسط میں حجر اسود کو رکھا جائے اور ہر قبیلہ کا سردار اس چادر کو پکڑ کر اوپر اٹھائے' سو انہوں نے اس چادر کو اوپر اٹھایا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کس نے کعبہ کو بنایا' ایک قول ہے کہ اس کو فرشتوں نے بنایا تھا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اس کے گرد طواف کریں کیونکہ انہوں نے کہا تھا:

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا. (البقرۃ:۳۰) کیا تو اس کو بنانے والا ہے جو زمین میں فساد کرے گا!

دوسرا قول یہ ہے کہ کعبہ کو سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا تھا' یہ امام ابن اسحاق کا قول ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ کعبہ کو سب سے پہلے حضرت شیث علیہ السلام نے بنایا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کے عہد میں البیت المعمور تھا جس کو اٹھالیا گیا تھا۔

چوتھا قول یہ ہے کہ کعبہ کو طوفان نوح کے وقت اٹھالیا گیا تھا۔

پانچواں قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں یہ نو ہاتھ کا تھا اور اس پر چھت نہیں تھی اور جب زمانہ اسلام سے پہلے قریش نے اس کو بنایا تو اس کو نو ہاتھ اور زیادہ کر دیا تو یہ اٹھارہ ہاتھ کا ہو گیا اور اس کا دروازہ انہوں نے زمین سے اتنا اوپر رکھا کہ بغیر سیڑھی کے کوئی شخص اس میں داخل نہیں ہو سکتا تھا اور یہ اس وجہ سے کیا تھا کہ بنو ملیح کے آزاد کردہ غلام نے کعبہ کا مال چوری کر لیا تھا' سب سے پہلے اس میں غلفان تبع نے کام کیا' پھر جب حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے اس کو بنایا تو اس میں نو ہاتھ کا اور اضافہ کر دیا' پس یہ ستائیس ہاتھ کا ہو گیا اور اب تک یہ اسی مقدار پر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۹۶۔۳۹۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے تعمیر کعبہ کے قصہ کو اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۵۔۳۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۵ھ)

۳۸۲۹ - **حَدَّثَنِیْ** مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ الْحِجَارَةَ فَقَالَ عَبَّاسٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلْ اِزَارَكَ عَلٰى رَقَبَتِكَ يَقِيْكَ مِنَ الْحِجَارَةِ فَخَرَّ اِلَى الْاَرْضِ وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ اِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اِزَارِیْ اِزَارِیْ فَشَدَّ عَلَيْهِ اِزَارَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ جب کعبہ کو بنایا جا رہا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عباس پتھر اٹھا کر لا رہے تھے' تب عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ اپنا تہبند اپنی گردن پر رکھ لیں وہ آپ کو پتھر کے چبھنے سے محفوظ رکھے گا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بے ہوش ہو کر گر گئے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں' پھر جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے کہا: میرا تہبند' میرا تہبند تو انہوں نے آپ کے اوپر آپ کا تہبند باندھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۶۴ میں گزر چکی ہے۔

تعمیر کعبہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تہبند اتارنے کی حدیث پر شارحین بخاری و مسلم کا کلام

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے' اور شاید حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو (حضرت) عباس بن المطلب سے سنا ہو' اور اس کا مفصل بیان کتاب الحج میں گزر چکا ہے' ابو الطفیل کی حدیث میں مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پتھر اٹھا کر لا رہے تھے تو آپ کی شرم گاہ کھل گئی' تو غیب سے آواز آئی کہ اے محمد! اپنی شرم گاہ کو ڈھانپو' اور یہ آپ کو غیب سے پہلی ندا کی گئی تھی اور اس سے پہلے نہ اس کے بعد کبھی آپ کی شرم گاہ دیکھی گئی۔

امام ابن اسحاق نے مبعث میں لکھا ہے: رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ آپ کے بچپن میں آپ کی حفاظت کرتا تھا' آپ نے بیان فرمایا کہ میں قریش کے لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے پتھر اٹھا کر لا رہا تھا' ہم سب نے برہنہ ہو کر اپنا تہبند اپنی گردن کے اوپر رکھ لیا' اور ہم اس کے اوپر پتھر رکھ رہے تھے' پھر میں نے دیکھا کہ گھونسا مارنے والے نے مجھے گھونسا مار کر کہا: اپنا تہبند باندھو' پس میں نے اپنا تہبند باندھا' پھر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ پتھر اٹھا کر لا رہا تھا اور میں نے تہبند باندھا ہوا تھا۔ علامہ سہیلی نے کہا ہے: یہ قصہ تعمیر کعبہ میں بیان کیا گیا ہے' اگر یہ قصہ صحیح ہوا تو یہ آپ کی برہنگی کا بچپن میں قصہ ہے اور صحیح بخاری میں جو آپ کی برہنگی کا قصہ ہے وہ آپ کی ادھیڑ اور پختہ عمر کا قصہ ہے (جب آپ کی عمر پینتیس (۳۵) سال تھی)۔ صحیح بخاری میں جو قصہ ہے وہ اس عمر کا ہے اور ابوالطفیل اور امام ابن اسحاق کی روایت میں اس کو لڑکے کی عمر کا قصہ بیان کیا ہے اور کبھی بڑی عمر والے پر بھی لڑکے کا اطلاق کر دیا جاتا ہے جب وہ لڑکوں کا سا کام کرے' سو یہ محال نہیں ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ ہو کیونکہ ابوالطفیل کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ یہ آپ کے ساتھ پہلا واقعہ تھا اور اس سے پہلے اور اس کے بعد آپ کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا گیا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۵' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی ابوالطفیل کی روایت کا ذکر کیا ہے مگر انہوں نے ابوالطفیل کی روایت کی امام بخاری کی روایت کے ساتھ تطبیق بیان نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

عباس نے نبی ﷺ سے کہا: آپ اپنا تہبند اپنی گردن پر رکھ کر پتھر لائیں' یہ قول زمانہ جاہلیت کے طریقہ پر تھا کہ وہ لوگ اپنی شرم گاہ کو کھول لیتے تھے اور برہنہ طواف کرتے تھے' اور رسول اللہ ﷺ اپنی ابتداء سے ہر اس چیز سے محفوظ تھے جو مروت' دیانت اور عفت کے خلاف ہو' آپ نے اپنے چچا کا قول احتراماً قبول کیا تھا' پھر آپ پر عتاب کیا گیا کہ یہ کام آپ کی شان کے خلاف ہے' اسی طرح دیگر مقربین کا مقام ہے اور آپ تو سید المقربین ہیں۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۴۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

علامہ محمد الفضل بن الفاطمی الشبیہی الزرهونی المالکی متوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

عباس نے آپ کا تہبند کھول دیا تو آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے' کسی کی نظر آپ پر نہیں پڑی تھی اور آپ کے بے ہوش ہونے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو کامل حیاء پر پیدا کیا گیا تھا حتیٰ کہ آپ کنواری پردہ دار لڑکی سے بھی زیادہ حیاء کرنے والے تھے' ایک روایت میں ہے کہ ایک فرشتہ آیا اور اس نے آپ کا تہبند باندھ دیا' اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ نبی ﷺ (اعلان) نبوت سے پہلے اور اس کے بعد ان چیزوں سے اور ان کاموں سے محفوظ تھے جو آپ کے حق میں عیب کا موجب ہوں' اور اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۲ ص ۱۱۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

شیخ محمد صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

الشیخ ابن باز نے کہا کہ یہ (اعلان) نبوت سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے' اس وقت آپ ﷺ کی عمر پینتیس (۳۵) سال تھی' آپ کے چچا عباس نے اشارہ کیا کہ آپ اپنا تہبند اتار کر کندھے پر رکھ لیں اور شرم گاہ کھلنے سے زمانہ جاہلیت کے مطابق کوئی پرواہ نہ کریں' اسی وجہ سے وہ لوگ برہنہ طواف کرتے تھے' آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے کیونکہ آپ کے نزدیک یہ بہت سنگین بات تھی' اور یہ آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۷۵' مکتبۃ الطبری القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

یہ صحیح بخاری کے بعض شارحین کی شروح تھیں اور صحیح مسلم کے شارحین میں سے قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض مالکی التوفی

۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کم سنی میں بھی قبائح سے محفوظ رکھا ہے اور اخلاق جاہلیت سے آپ کو مامون رکھا ہے اور اس کا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ آپ اعلان نبوت سے پہلے بھی کفر اور معاصی سے معصوم تھے' اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس سے پہلے شرم گاہ چھپانے کا حکم تھا اور نہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ کی شرم گاہ لوگوں کے سامنے کھل گئی تھی کیونکہ شرم گاہ کھلنے کی پہلی ساعت میں آپ بے ہوش ہو کر گر گئے' جیسا کہ حدیث میں ذکر ہے اور اس وقت کسی کی نظر آپ پر نہیں پڑی تھی اور اس کی تائید دوسری حدیث سے ہوتی ہے جس میں یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری کرامت یہ ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا ہوا اور کوئی شخص میری شرم گاہ پر مطلع نہیں ہوا۔

(تحفۃ المودود فی احکام المولود ص ۱۵۹) (اس روایت کی سند ضعیف ہے) (اکمال اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۱۹۱۔ ۱۹۰' دار الوفاء' بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث (صحیح مسلم: ۳۴۰) میں بعض ان چیزوں کا بیان ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکرم کیا ہے' اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بچپن میں بھی قبیح (برے) کاموں اور اخلاق جاہلیہ سے محفوظ تھے' اور اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا بیان گزر چکا ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ ھ)

تعمیر کعبہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تہبند اتارنے کی حدیث پر مصنف کا کلام

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے جو ابوالطفیل کی حدیث ذکر کی ہے کہ آپ لڑکپن میں برہنہ ہو گئے تھے وہ بلا سند ہے اور حجت نہیں ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے جو یہ روایت کی ہے کہ آپ کے چچا نے کہا کہ آپ اپنا تہبند اتار کر اپنی گردن پر رکھ لیں تاکہ پتھر نہ چبھیں یہ روایت درایۃً صحیح نہیں ہے کیونکہ کسی کم عمر بچے سے تو ایسا کہا جا سکتا ہے' پینتیس سال کے ادھیڑ عمر کے مرد سے ایسا نہیں کہا جا سکتا' علاوہ ازیں یہ حضرت جابر سے روایت ہے حالانکہ وہ آپ کی بعثت سے پہلے پیدا بھی نہیں ہوئے تھے' وہ اپنے والد کے ساتھ بیعت عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے اور اس وقت وہ کم سن بچے تھے۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۴۹۲) رہا حافظ ابن حجر کا یہ کہنا کہ ہو سکتا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عباس سے یہ واقعہ سنا ہو تو یہ محض ایک احتمال ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت اور عفت قطعی ہے اور یہ احتمال اس قطعیت کا مزاحم نہیں ہو سکتا' ممکن ہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہو لیکن درایت کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے' ہمارے لیے یہ کہنا آسان ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم سے اس حدیث کے پرکھنے میں چوک ہو گئی' بجائے اس کے کہ ہم یہ کہیں کہ پینتیس (۳۵) سال کی عمر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا کے کہنے سے اپنا تہبند اتار دیا اور آپ برہنہ ہو گئے' ایک معیوب کام میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا کا کہنا کیسے مان سکتے تھے' آپ کے دوسرے چچا ابو طالب نے آپ کو بتوں کی مذمت سے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ توحید کی دعوت دینا چھوڑ دو' لیکن آپ نے کہا: اے چچا! اگر یہ میرے ایک ہاتھ میں چاند اور دوسرے ہاتھ میں سورج رکھ دیں پھر بھی میں اس مشن کو نہیں چھوڑوں گا۔ وہاں آپ نے اپنے اس چچا کی بات احتراماً کیوں نہیں مانی حالانکہ اس چچا نے آپ کی پرورش بھی کی تھی اور عباس کا آپ پر پرورش کا کوئی احسان نہیں تھا تو آپ نے ان کے کہنے سے تہبند کیوں اتار دیا! ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم اور توقیر اور آپ کی عصمت اور عفت اور بچپن سے جوانی اور جوانی سے ادھیڑ عمر تک آپ کو قبیح اور برے کاموں سے معصوم مانتے ہیں اور لوگوں کے سامنے اپنا تہبند کھول کر برہنہ ہو جانا بہت بے حیائی کا کام ہے۔'' الامان والحفیظ' واللہ! آپ قبیح کام سے معصوم ہیں' قاضی عیاض کا یہ کہنا کہ آپ نے لوگوں کے سامنے تہبند نہیں کھولا تھا بے سند احتمال ہے' اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ تعمیر کعبہ کے

موقع پر لوگ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اور آپ بھی پتھر اٹھا کر لا رہے تھے اور اسی موقع پر آپ نے عباس کے کہنے سے اپنا تہبند کھول دیا تھا۔'' واللہ باللہ ثم تاللہ ''آپ ایسے قبیح اور برے کام سے معصوم ہیں' امام بخاری اور امام مسلم کا ہمارے دل میں احترام ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت ہمارے دل میں ان سے کہیں زیادہ ہے' امام بخاری اور امام مسلم ایسے ہزاروں ائمہ کی عزتیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت' وقار اور آپ کے مقام کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچتیں۔ امام بخاری اور امام مسلم اگر اس نکتہ پر غور کر لیتے کہ اس روایت سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند مقام پر حرف آ رہا ہے تو وہ کبھی اس حدیث کو روایت نہ کرتے' اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے' امام بخاری اور امام مسلم سے سہو اور تسامح ہو گیا اور ہمارے شارحین کی آنکھوں پر امام بخاری اور امام مسلم کی اندھی تقلید کی پٹی بندھی ہوئی ہے اس لیے انہوں نے اس حدیث کو ثابت کرنے کے لیے بے سند اور بے دلیل تاویلات کیں لیکن میری آنکھوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اندھی محبت کی پٹی بندھی ہوئی ہے' میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام اور وقار کے مقابلہ میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتا' اللہ تعالیٰ اس تلخ نوائی پر مجھے معاف فرمائے اور امام بخاری اور امام مسلم اور اس حدیث کے دیگر شارحین کو بھی معاف فرمائے' اس حدیث کی شرح کے معاملہ میں ان سے چوک ہو گئی ورنہ دین اسلام کے لیے ان کی خدمات بہت زیادہ ہیں' اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور ان تمام ائمہ کرام کے درجات بلند فرمائے۔

٣٨٣٠ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ يَزِيْدَ قَالَا لَمْ يَكُنْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْلَ الْبَيْتِ حَائِطٌ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ حَوْلَ الْبَيْتِ حَتّٰى كَانَ عُمَرُ فَبَنٰى حَوْلَهُ حَائِطًا قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ جَدْرُهُ قَصِيْرٌ فَبَنَاهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار و عبیداللہ بن ابی یزید' وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بیت اللہ کے گرد دیوار نہیں تھی اور لوگ بیت اللہ کے گرد نماز پڑھتے تھے' حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے بیت اللہ کے گرد دیوار بنا دی' عبیداللہ نے کہا ہے کہ اس کی دیواریں چھوٹی تھیں تو ان کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے (بہت لمبی اور اونچی) بنایا۔

کعبہ کی توسیع کے مراحل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس کی سند منقطع ہے' کیونکہ عمرو بن دینار اور عبیداللہ بن ابی یزید کم سن تابعین میں سے ہیں' امام بخاری نے جو کہا ہے کہ حتیٰ کہ حضرت عمر کا زمانہ آیا' سو یہ بھی منقطع ہے' کیونکہ ان دونوں نے حضرت عمر کا زمانہ بھی نہیں پایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ان کو بنایا' اس حدیث کا اتنا حصہ متصل ہے: عبیداللہ نے کہا: کعبہ کی دیواریں چھوٹی تھیں تو حضرت ابن الزبیر نے ان میں اضافہ کیا۔

الفاکہی نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں مسجد حرام کا مکانوں نے احاطہ کیا ہوا تھا اور یہ مسجد لوگوں پر تنگ تھی تو حضرت عمر نے اس میں توسیع کی اور ارد گرد کے گھروں کو خرید کر منہدم کر دیا اور مکان والوں کو ان کے مکانوں کی قیمت دی' پھر مسجد حرام کے گرد ایک دیوار بنائی جو انسان کی قامت سے کم تھی اور دیواروں کی بلندی پر چراغوں کو رکھا' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں دیگر جہات سے اضافہ کیا' پھر اس میں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے توسیع کی' پھر ابوجعفر منصور

نے توسیع کی، پھر اس کے بیٹے المہدی نے توسیع کی، کہا جاتا ہے کہ حضرت ابن الزبیر نے کعبہ کی چھت بنائی، پھر عبدالملک بن مروان نے اس کی دیواروں کو بلند کیا، اور اس پر چھت ڈالی، ایک قول یہ ہے کہ اس کے بیٹے ولید نے یہ کام کیا تھا اور یہی قول زیادہ صحیح ہے اور یہ اٹھاسی (٨٨) ہجری کا واقعہ ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۵، دارالمعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

کعبہ کی تعمیر کی تعداد

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں: کعبہ کی تعمیر دس مرتبہ ہوئی ہے، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) پہلی مرتبہ کعبہ کو فرشتوں نے بنایا: روایت ہے کہ فرشتوں نے زمین کو اس کی منتہاء تک شق کیا، پھر اس میں اونٹوں کی جسامت کے برابر پتھر ڈالے، سو یہ بیت اللہ کی بنیادیں ہیں جن پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے بناء کی تھی۔

(۲) پھر حضرت آدم علیہ السلام نے کعبہ کو بنایا، امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت عمرو بن العاص سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم سے کہا گیا کہ آپ سب سے پہلے انسان ہیں اور یہ سب سے پہلا گھر ہے جو لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے۔

(۳) تیسری بار کعبہ کو حضرت شیث علیہ السلام نے بنایا۔

(۴) جب طوفان نوح سے کعبہ کے آثار مٹ گئے تھے تو پھر اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو کعبہ کی بنیادیں دکھائیں، کہا گیا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ عزت و کرامت والی عمارت کعبہ ہے کیونکہ اس کے بنانے کا حکم دینے والا رب جلیل ہے، اس کے انجینئر حضرت جبرئیل ہیں، اس کے معمار حضرت ابراہیم ہیں اور ان کے مددگار حضرت اسماعیل علیہما السلام ہیں۔

(۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے منہدم ہونے کے بعد اس کو عمالقہ نے بنایا۔

(۶) پھر اس کو جرہم نے بنایا۔ الفاکہی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جرہم میں سے اس کو حارث بن مضاض الاصغر نے بنایا۔

(۷) زبیر بن بکار نے روایت کی ہے کہ پھر اس کو قصی بن کلاب نے بنایا۔

(۸) پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر اس کو قریش نے بنایا، انہوں نے اس کی بلندی اٹھارہ ہاتھ رکھی، اور اس کے طول اور عرض کو کم رکھا کیونکہ ان کے پاس خرچ کم تھا۔

(۹) پھر اس کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بنایا۔ انہوں نے اس کو حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر بنایا اور حطیم جس کو قلت وسائل کی بناء پر قریش نے کعبہ سے خارج رکھا تھا اس کو کعبہ میں داخل کر لیا، اور اس کے دو دروازے بنائے جو زمین سے ملے ہوئے ہیں، ان میں سے ایک دروازہ اب بھی موجود ہے اور دوسرا دروازہ اس کے بالمقابل ہے، وہ اس کی تعمیر سے پینسٹھ (٦٥) ہجری میں فارغ ہو گئے تھے۔

(۱۰) پھر حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کرنے کے بعد حجاج بن یوسف نے اس کو پھر قریش کی بناء پر بنایا اور حطیم کو پھر کعبہ سے خارج کر دیا، اور اب تک کعبہ اسی بناء پر قائم ہے، ہارون الرشید یا اس کے باپ یا دادا نے ارادہ کیا کہ کعبہ کو پھر حضرت ابن الزبیر کی بناء پر بنا دیا جائے، اس سلسلہ میں امام مالک سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ کعبہ کو کھیل نہ بناؤ کہ جب بھی کوئی نیا حکمران آئے تو وہ کعبہ کو اپنی مرضی کے مطابق بنائے، اس طرح لوگوں کی نگاہوں میں کعبہ کی وقعت اور محبت نہیں رہے گی، سو آج تک کعبہ اسی طرح بنا ہوا ہے۔ (ارشاد الساری ج ۴ ص ۱۰۴۔ ۱۰۳، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٢٦ - بَابُ اَيَّامِ الْجَاهِلِيَّةِ

ایام جاہلیت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں ایام جاہلیت کا بیان ہے اور یہ اسلام سے پہلے کے ایام ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ وہ ایام ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اور آپ کی بعثت کے درمیان کے ایام ہیں' لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان جو فترت اور انقطاع نبوت کا زمانہ ہے وہ جاہلیت کا زمانہ ہے' اس کو جاہلیت کا زمانہ اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں لوگوں کی جہالات بہت زیادہ تھیں۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ٣٩٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٣١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ عَاشُوْرَاءُ يَوْمًا تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ كَانَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَا يَصُوْمُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ عاشوراء (دس محرم) ایسا دن تھا جس میں زمانہ جاہلیت میں قریش روزہ رکھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس دن روزہ رکھتے تھے' جب آپ مدینہ آئے تو آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا' پھر جب رمضان (کا مہینا) آیا تو جو چاہتا اس دن کا روزہ رکھتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹۲ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: قریش زمانہ جاہلیت میں اس دن روزہ رکھتے تھے۔

٣٨٣٢ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانُوْا يَرَوْنَ اَنَّ الْعُمْرَةَ فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ مِنَ الْفُجُوْرِ فِي الْاَرْضِ وَكَانُوْا يُسَمُّوْنَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا وَّيَقُوْلُوْنَ اِذَا بَرَاَ الدَّبَرْ وَعَفَا الْاَثَرْ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ قَالَ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ رَابِعَةً مُّهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ وَاَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْحِلِّ قَالَ اَلْحِلُّ كُلُّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وھیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا زمین میں بہت بڑا گناہ ہے اور وہ محرم کا نام صفر رکھتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ جب (اونٹ کی) پیٹھ کا زخم ٹھیک ہو جائے اور اس کے زخم کے نشان مٹ جائیں تو پھر عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ جائز ہو جاتا ہے' حضرت ابن عباس نے بتایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب چار (۴) ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھے ہوئے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے اس احرام کو عمرہ کا احرام قرار دیں تو صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! (عمرہ کے بعد) کون سی چیزیں حلال ہوں گی؟ آپ نے

فرمایا: تمام چیزیں حلال ہوں گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ محرم کا نام صفر رکھتے تھے' یعنی وہ مہینوں کو موخر کرتے رہتے تھے' اور یہی وہ تاخیر ہے جو ان کے درمیان مشہور تھی' وہ ذوالحجہ کو محرم کی طرف موخر کرتے اور محرم کو صفر کی طرف موخر کرتے رہتے۔

وہ کہتے: ''اذا برا الدبر'' دبر سے مراد وہ زخم ہے جو اونٹ کی پیٹھ پر ہوتا تھا' اور کہتے تھے: ''عفا الاثر'' یعنی جب زخم کا نشان مٹ جائے۔

انہوں نے پوچھا: ''ایّ الحل''؟ یعنی ہمارے لیے کون سے کام حلال ہوں گے؟ یعنی عمرہ کرنے کے بعد' آپ نے فرمایا: تمہارے لیے تمام کام حلال ہوں گے' حتیٰ کہ جماع کرنا بھی جائز ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص ۳۹۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۸۳۳ - **حَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ كَانَ عَمْرٌو يَقُولُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ جَاءَ سَيْلٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَكَسَا مَابَيْنَ الْجَبَلَيْنِ قَالَ سُفْيَانُ وَيَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا لَحَدِيْثٌ لَّهٗ شَانٌ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ عمرو یہ کہتے تھے کہ ہمیں سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود' انہوں نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں سیلاب آیا تو اس نے (مکہ کے) دونوں پہاڑوں کا احاطہ کرلیا (یعنی کعبہ کی دونوں جانبوں کے پہاڑ پانی سے بھر گئے)' سفیان کہتے ہیں: اس حدیث کے لیے ایک قصہ ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ: یہ ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) سعید بن المسیب: یہ کبیر تابعی ہیں اور مشہور فقیہ ہیں' اور مسیّب کا نام حزن بن وھب القرشی المخزومی ہے۔ سعید ابن المسیب چورانوے (۹۴) ہجری میں ولید بن عبدالملک کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے' اس وقت ان کی عمر پچھتر سال تھی' وہ اپنے باپ حضرت مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' مسیّب ان صحابہ میں سے ہیں' جنہوں نے درخت کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بیعت رضوان کی تھی' یہ تاجر تھے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حضرت مسیّب سے صرف ان کا بیٹا سعید روایت کرتا ہے' مسیّب ابن حزن ہیں' یہ مہاجرین میں سے تھے اور زمانہ جاہلیت میں اشراف قریش میں سے تھے' حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حزن سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: حزن (یعنی سخت اور مشکل)' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم سہل ہو' انہوں نے کہا: میرا یہ نام میرے باپ نے رکھا ہے' سعید بن مسیب نے کہا: پھر آج تک ہم میں سختی اور مشکل رہی۔ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص ۳۹۸)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: زمانہ جاہلیت میں سیلاب آیا۔

اس حدیث کے قصہ کا بیان

اس حدیث کے لیے ایک قصہ ہے: علامہ عینی اس قصہ کے متعلق لکھتے ہیں:

موسیٰ بن عقبہ نے ذکر کیا ہے کہ مکہ کی اونچائی کی جانب سے ایک سیلاب آتا تھا' پس وہ مکہ کو نقصان پہنچاتا تھا' سو اہل مکہ خوف زدہ ہوئے کہ سیلاب کا پانی کعبہ میں داخل ہو جائے گا تو انہوں نے کعبہ کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کا ارادہ کیا' سب سے پہلے ولید بن

مغیرہ نے کعبہ کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لیے اس کا کچھ حصہ گرایا۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ بیت اللہ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان میں غرق ہونے سے محفوظ رہا اور اس کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا لیکن اس سیلاب میں کعبہ غرق ہو گیا' اس کی حکمت یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا طوفان عذاب تھا اور یہ سیلاب عذاب نہیں تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ عجیب قول ہے کیونکہ جب طوفان آیا تو بیت اللہ کی جگہ بیت المعمور تھا' اور جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو وہ ھند کی زمین سے وہاں آئے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب حضرت شیث علیہ السلام کا زمانہ آیا تو انہوں نے کعبہ کو بنایا۔ ابن ھشام نے ذکر کیا ہے کہ طوفان کے وقت پانی کعبہ کے اوپر نہیں آیا تھا بلکہ وہ اس کے اردگرد رہا اور خود کعبہ کی عمارت ہوا میں رہی اور طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے اصحاب کشتی میں اس کے گرد طواف کرتے تھے' پھر کعبہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے بنایا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٩٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٣٤ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ بَيَانِ اَبِىْ بِشْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ قَالَ دَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ عَلٰى امْرَاَةٍ مِّنْ اَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا زَيْنَبُ فَرَاٰهَا لَا تَكَلَّمُ فَقَالَ مَا لَهَا لَا تَكَلَّمُ قَالُوْا حَجَّتْ مُصْمِتَةً قَالَ لَهَا تَكَلَّمِىْ فَاِنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ فَتَكَلَّمَتْ فَقَالَتْ مَنْ اَنْتَ قَالَ امْرُؤٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ قَالَتْ اَىُّ الْمُهَاجِرِيْنَ قَالَ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَتْ مِنْ اَىِّ قُرَيْشٍ اَنْتَ قَالَ اِنَّكِ لَسَؤُوْلٌ اَنَا اَبُوْ بَكْرٍ قَالَتْ مَا بَقَاؤُنَا عَلٰى هٰذَا الْاَمْرِ الصَّالِحِ الَّذِىْ جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْدَ الْجَاهِلِيَّةِ؟ قَالَ بَقَاؤُكُمْ عَلَيْهِ مَا اسْتَقَامَتْ بِكُمْ اَئِمَّتُكُمْ قَالَتْ وَمَا الْاَئِمَّةُ قَالَ اَمَا كَانَ لِقَوْمِكِ رُؤُوْسٌ وَّاَشْرَافٌ يَاْمُرُوْنَهُمْ فَيُطِيْعُوْنَهُمْ قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَهُمْ اُولٰٓئِكَ عَلَى النَّاسِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از بیان ابی بشر از قیس بن ابی حازم' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ (قبیلہ) احمس کی ایک عورت کے پاس گئے' جس کا نام زینب تھا' آپ نے دیکھا کہ وہ (کسی سے) بات نہیں کرتی تھی' آپ نے پوچھا کہ وہ بات کیوں نہیں کرتی؟ لوگوں نے بتایا کہ اس نے چپ رہ کر حج کرنے کی نذر مانی ہے۔ (یعنی حج کے دوران کلام نہیں کرے گی)' آپ نے اس سے کہا: تم بات کرو یہ چپ رہنے کی نذر جائز نہیں ہے' یہ جاہلیت کا عمل ہے' پس اس عورت نے بات کی اور پوچھا: آپ کون ہیں؟ آپ نے بتایا: میں مہاجرین میں سے ایک شخص ہوں' اس نے پوچھا کہ مہاجرین کے کس قبیلہ سے ہیں؟ آپ نے بتایا: قریش سے' اس نے پوچھا: آپ قریش کے کس خاندان سے ہیں؟ آپ نے کہا: تم بہت سوال کرتی ہو' میں ابو بکر ہوں' اس نے کہا: جاہلیت کے بعد جو اللہ تعالیٰ یہ صالح دین لایا ہے ہم اس پر کب تک قائم رہیں گے' آپ نے فرمایا: (اس دین پر) تمہاری گرفت اس وقت تک رہے گی جب تک تمہارے ائمہ سیدھے راستے پر رہیں گے' اس نے پوچھا: ائمہ کون ہیں' آپ نے فرمایا: کیا تمہاری قوم میں سردار اور حکام نہیں ہوتے جو اس قوم کو حکم دیتے ہیں اور وہ قوم ان کے احکام کی اطاعت کرتی ہو؟ اس نے کہا: کیوں نہیں ہوتے! آپ نے فرمایا: پس ائمہ وہی ہیں جو لوگوں پر حاکم ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو النعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) ابو عوانہ الوضاح بن عبد اللہ الیشکری (۳) بیان بن بشر المکی الاحمسی المعلم الکوفی (۴) ابن ابی حازم عوف' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی جستجو میں آئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۹۹)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت ابو بکر نے کہا: یہ جاہلیت کا عمل ہے۔

حج کے دوران بات نہ کرنے والی زینب کا تعارف

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابو بکر گئے یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گئے۔

احمس: یہ بجیلہ کا قبیلہ ہے' علامہ ابن التین نے کہا: وہ حمس کی عورت تھی اور وہ قریش سے ہیں۔ اس کو زینب کہا جاتا تھا' وہ المہاجر کی بیٹی تھی' امام محمد بن سعد نے حضرت عبد اللہ بن جابر سے اس کی پھوپھی زینب بنت المہاجر سے روایت کی ہے اور ابن مندہ نے تاریخ النساء میں روایت کی ہے کہ حضرت زینب بنت جابر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پا لیا تھا اور آپ سے روایت کی تھی اور انہوں نے حضرت ابو بکر سے بھی روایت کی ہے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن جابر نے روایت کی ہے اور وہ ان کی پھوپھی تھیں' ان اقوال میں تطبیق یہ ہے کہ جس نے کہا: وہ مہاجر کی بیٹی ہیں' اس نے ان کے باپ کی طرف نسبت کی اور جس نے کہا: وہ جابر کی بیٹی ہیں اس نے ان کے دادا کی طرف نسبت کی۔

چپ رہنے کو عبادت مقصودہ قرار دینا باطل ہے اور بدعت سیئہ ہے

اس حدیث میں مصمتۃ کا لفظ ہے: اس کا معنی ہے وہ چپ رہنے والی ہیں۔

کیونکہ یہ جائز نہیں ہے' یعنی کلام کو ترک کرنا جائز نہیں ہے' اور چپ رہنا جاہلیت کے اعمال میں سے ہے' اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جس نے یہ قسم کھائی کہ وہ کلام نہیں کرے گا اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ کلام کرے اور اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے' کیونکہ حضرت ابو بکر نے اس کو کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا' اور علامہ ابن قدامہ نے المغنی میں کہا ہے کہ شریعت اسلام میں چپ رہنا عبادت نہیں ہے اور ظاہر احادیث کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حرام ہے۔

حدیث میں ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ حدیث یاد رکھی ہے کہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں ہے اور دن سے رات تک خاموش رہنا جائز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۷۳)

علامہ خطابی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اہل جاہلیت کی عبادت چپ رہنا تھی' ان میں سے کوئی شخص دن اور رات چپ بیٹھا رہتا اور بات نہیں کرتا تھا' سو ان کو اس سے منع کیا گیا اور ان کو حکم دیا گیا کہ وہ ذکر کریں اور نیکی کی باتیں کریں۔

(معالم السنن جز ۴ ص ۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے چپ رہنے کی نذر مانی تو اس کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔

(سنن ترمذی: ۲۵۰۱' مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۹)

اور امام ابن الدنیا نے مرسلاً روایت کی ہے کہ سب سے آسان عبادت چپ رہنا ہے اور اس حدیث کے رجال ثقات ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ باطل کلام کرنے سے بہتر چپ رہنا ہے اور جس چپ رہنے سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو نیکی کی بات کرسکتا ہو اس کا چپ رہنا حرام ہے اور چپ رہنا اور باتیں کرنا دونوں امر مباح ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤٠٠-٣٩٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جس نے یہ نذر مانی کہ وہ بات نہیں کرے گا اس کی نذر منعقد نہیں ہوگی کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے مطلقاً فرمایا تھا کہ کلام کو ترک کرنا جائز نہیں ہے اور بات نہ کرنا زمانہ جاہلیت کا فعل ہے' اور اسلام نے اس کو منہدم کر دیا ہے اور حضرت ابو بکر یہ بات اپنی طرف سے نہیں کر سکتے۔ انہوں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہوگا' اس لیے یہ حدیث حکماً مرفوع ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ ابو اسرائیل نے نذر مانی کہ وہ پیدل چلے گا' سواری پر سوار نہیں ہوگا اور سائے میں نہیں بیٹھے گا' اور کسی سے بات نہیں کرے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ سوار ہو' اور سائے میں بیٹھے اور بات کرے' حضرت ابن عباس کی حدیث کتاب الحج میں ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ حدیث میں ہے کہ روزہ دار کا خاموش رہنا تسبیح ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے' صاحب مسند الفردوس نے اس حدیث کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے' اس حدیث کی سند میں الربیع بن بدر ہے اور وہ ساقط ہے' اور اگر بالفرض یہ حدیث ثابت بھی ہو تو اس سے مقصود ثابت نہیں ہوتا' کیونکہ یہ پوری حدیث اس طرح ہے: روزہ دار کی خاموشی تسبیح ہے اور اس کی نیند عبادت ہے' اور اس کی دعا مقبول ہوتی ہے' اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ روزہ دار کے تمام افعال پسندیدہ ہیں اور اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ خصوصیت سے خاموش رہنا مطلوب ہے۔ الرویانی نے کہا ہے کہ لوگوں کی یہ عادت ہے کہ وہ رمضان میں کلام کرنا ترک کر دیتے ہیں' اس کی ہماری شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے' یہ ہم سے پہلی شریعت میں تھا' اور رہی وہ احادیث جو خاموشی کی فضیلت میں وارد ہیں' جیسے سنن ترمذی کی یہ حدیث کہ جو خاموش رہا اس نے نجات پالی اور امام ابن ابی الدنیا کی یہ حدیث کہ سب سے آسان عبادت چپ رہنا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ خاموشی سے مراد لغو اور باطل باتوں کو ترک کرنا ہے اور اچھی اور نیک باتوں کو کرنا مطلوب اور مستحسن ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٣٨ 'ملخصاً' دارالمعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

ہمارے زمانہ میں بعض لوگوں نے یہ بدعت نکالی ہے کہ وہ خاموش رہنے کو عبادت مقصودہ قرار دیتے ہیں' اور منہ میں پتھر رکھ کر قُفل ڈال لیتے ہیں اور گلے میں تختی لٹکا لیتے ہیں کہ ''ایک چپ سو سکھ'' یہ تمام کام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور آپ کے ارشاد کے خلاف ہیں' ہمیں چاہیے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو زندہ کریں اور اس سلسلہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کریں' اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

مسلمانوں کی دین پر بقاء حکام کی دین داری پر موقوف ہے

اس حدیث میں مذکور ہے: تمہاری بقاء اس وقت تک رہے گی جب تک تمہارے ائمہ سیدھے راستے پر رہیں گے' یعنی جب تک تمہارے حکمران دین اسلام پر قائم رہیں گے' عدل و انصاف کرتے رہیں گے اور ہر چیز اس کی جگہ پر رکھتے رہیں گے تو تمہاری بقاء رہے گی' اور ائمہ کے سیدھے راستہ پر رہنے سے مراد یہ ہے کہ وہ حدود قائم کرتے رہیں اور لوگوں کے حقوق ادا کرتے رہیں اور المغیرہ نے کہا ہے کہ ہم سخت مصیبت میں تھے' شجر و حجر کی عبادت کرتے تھے' جانوروں کی کھالیں کھاتے تھے اور گٹھلیاں چوستے تھے تو آسمانوں اور زمینوں کے رب نے ہماری طرف ہم میں سے ہی ایک رسول بھیجا' جس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم صرف اللہ واحد کی عبادت

کریں اور ہمارے آباء جن کی عبادت کرتے تھے ان کو چھوڑ دیں اور پوری حدیث ذکر کی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو نظام قائم تھا اس کو اپنائیں اور متحد رہیں اور کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔

٣٨٣٥ - حَدَّثَنِیْ فَرْوَةُ بْنُ اَبِی الْمَغْرَاءِ اَخْبَرَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ اَسْلَمَتِ امْرَاَةٌ سَوْدَاءُ لِبَعْضِ الْعَرَبِ وَكَانَ لَهَا حِفْشٌ فِی الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَكَانَتْ تَاْتِیْنَا فَتَحَدَّثُ عِنْدَنَا فَاِذَا فَرَغَتْ مِنْ حَدِیْثِهَا قَالَتْ

وَیَوْمُ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِیْبِ رَبِّنَا
اَلَا اِنَّهٗ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ اَنْجَانِیْ

فَلَمَّا اَكْثَرَتْ قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ وَمَا یَوْمُ الْوِشَاحِ قَالَتْ خَرَجَتْ جُوَیْرِیَةٌ لِبَعْضِ اَهْلِیْ وَعَلَیْهَا وِشَاحٌ مِّنْ اَدَمٍ فَسَقَطَ مِنْهَا فَانْحَطَّتْ عَلَیْهِ الْحُدَیَّا وَهِیَ تَحْسِبُهٗ لَحْمًا فَاَخَذَتْ فَاتَّهَمُوْنِیْ بِهٖ فَعَذَّبُوْنِیْ حَتّٰی بَلَغَ مِنْ اَمْرِیْ اَنَّهُمْ طَلَبُوْا فِیْ قُبُلِیْ فَبَیْنَمَاهُمْ حَوْلِیْ وَاَنَا فِیْ كَرْبِیْ اِذَا اَقْبَلَتِ الْحُدَیَّا حَتّٰی وَازَتْ بِرُؤُوْسِنَا ثُمَّ اَلْقَتْهُ فَاَخَذُوْهُ فَقُلْتُ لَهُمْ هٰذَا الَّذِی اتَّهَمْتُمُوْنِیْ بِهٖ وَاَنَا مِنْهُ بَرِیْئَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے فروۃ بن ابی المغراء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ عرب کی ایک سیاہ فام عورت اسلام لے آئی' اس (کی رہائش) کے لیے مسجد میں ایک کوٹھڑی تھی' پس وہ عورت ہمارے پاس آتی تھی' اور ہمارے پاس بیٹھ کر باتیں کرتی تھی' پس جب وہ اپنی باتوں سے فارغ ہوتی تو وہ کہتی: ہار کا دن ہمارے رب کے تعجب خیز کاموں سے ہے' سنو! اس نے مجھے کفر کے شہر سے نجات دے دی' سو جب اس نے بہت زیادہ یہ شعر پڑھا تو حضرت عائشہ نے اس سے پوچھا: وہ ہار والا دن کیسا تھا؟ تو اس نے بتایا کہ ہمارے گھر والوں کی ایک لڑکی باہر نکلی اس نے چمڑے کا ایک ہار پہنا ہوا تھا' وہ ہار اس سے گر گیا' پس ایک چیل نے اس پر جھپٹا مارا' وہ اس کو گوشت سمجھی تھی' وہ اس کو لے گئی' انہوں نے اس ہار (کے چرانے) کی مجھ پر تہمت لگائی' پس انہوں نے مجھ کو (خوب) ایذاء پہنچائی حتیٰ کہ میرا معاملہ یہاں تک پہنچا کہ انہوں نے میری فرج (اندام نہانی) میں بھی اس کو تلاش کیا' سو جس وقت وہ میرے ساتھ یہ کاروائی کر رہے تھے اور میرے گرد تھے اور میں (سخت) تکلیف میں تھی تو اچانک وہ چیل ہمارے سروں کے اوپر سے گزری' پھر اس نے اس ہار کو گرا دیا' تو انہوں نے اس ہار کو لے لیا' پس میں نے ان سے کہا: یہ ہے وہ ہار جس (کو چرانے) کی تم نے مجھ پر تہمت لگائی تھی اور میں اس سے بری تھی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٣٩ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ محض بدگمانی سے کسی عورت کی تلاشی لینا حتیٰ کہ اس کی فرج میں بھی ہاتھ ڈال کر اپنا مال تلاش کرنا یہ جاہلیت کا کام ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ضرورت کی بناء پر کسی عورت کا مسجد کی کوٹھڑی میں رہنا جائز ہے' لیکن آج کل کے حالات میں ایسا کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ بہرحال اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں خواتین کے لیے ایک ہاسٹل بنانا اور اس میں رہنا جائز ہے اور یہ حدیث اس کی اصل ہے۔

٣٨٣٦ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان

عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفُ اِلَّا بِاللّٰهِ فَكَانَتْ قُرَيْشٌ تَحْلِفُ بِاٰبَائِهَا فَقَالَ لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ.

کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: سنو جو حلف اٹھائے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا حلف نہ اٹھائے' سو قریش اپنے آباء کی قسم کھاتے تھے' آپ نے فرمایا: تم اپنے آباء کی قسم نہ کھاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٦٧٩ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اپنے آباء کی قسم کھانا زمانہ جاہلیت کا کام ہے۔

غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت اور اللہ اور اس کے رسول نے جو غیر اللہ کی قسم کھائی ہے اس کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ارشاد ہے: سنو جو قسم اٹھائے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم نہ کھائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ قسم اس کی کھائی جاتی ہے جو بہت عظیم ہو' اور حقیقت میں عظمت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور اس کے سوا کوئی اس کے مشابہ نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی نے سو مرتبہ اللہ کی قسم کھائی اور وہ جھوٹا تھا تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائے اور وہ اس میں سچا ہو۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کے بغیر کسی اور کی قسم کھانا مکروہ ہے' خواہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم کھائے اور کعبہ کی اور فرشتوں کی اور امانت کی اور روح کی اور امانت کی قسم کھانا سب سے شدید مکروہ ہے' اگر تم یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے خود مخلوقات کی قسم کھائی ہے' اس نے فرمایا: والصافات (صف بستہ جماعتوں کی قسم) اور فرمایا: والذاریات (منتشر کر کے اڑانے والی ہواؤں کی قسم) والعادیات (ان گھوڑوں کی قسم جو میدان جہاد میں تیزی سے دوڑتے ہیں) اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے' وہ اپنی مخلوقات میں سے جس کی چاہے اس کا شرف اور اس کی عظمت پر تنبیہ کرنے کے لیے اس کی قسم کھائے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ قریش اپنے آباء کی قسم کھاتے تھے' مثلاً وہ کہتے تھے: مجھے اپنے باپ کی قسم! میں ایسا ضرور کروں گا یا میں ایسا بالکل نہیں کروں گا یا کہتے تھے: میرے باپ کے حق کی قسم! یا میرے باپ کی مٹی کی قسم! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع کر دیا اور فرمایا: تم اپنے آباء کی قسم نہ کھاؤ کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کی قسم ہے' امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آباء کا حلف اٹھانے سے منع فرماتا ہے' سو جس نے حلف اٹھانا ہے وہ اللہ کے نام کا حلف اٹھائے یا پھر خاموش رہے۔ (صحیح مسلم: ١٦٤٦' صحیح البخاری: ٦١٠٨)

اور دوسری روایت میں ہے: حضرت عبدالرحمان بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہ بتوں کی قسم کھاؤ نہ اپنے آباء کی۔ (صحیح مسلم: ١٦٤٨' سنن نسائی: ٣٧٧٤' سنن ابن ماجہ: ٢٠٩٥)

علامہ نووی لکھتے ہیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

افلح وابيه ان صدق. یہ کامیاب ہو گیا اس کے باپ کی قسم! اگر اس نے سچ بولا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسا کلام ہے جو زبان پر جاری ہوتا ہے اور اس سے قسم کا ارادہ نہیں کیا جاتا' اور دوسروں نے یہ کہا ہے کہ

اس کلام میں قسم کو محض مقرر کرنے اور مؤکد کرنے کے لیے داخل کیا جاتا ہے' اس سے قسم کا ارادہ نہیں کیا جاتا' جیسے نداء کے صیغہ کو محض اختصاص کے لیے ذکر کیا جاتا ہے اس سے نداء کا ارادہ نہیں کیا جاتا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤٠١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٣٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ أَنَّ الْقَاسِمَ كَانَ يَمْشِي بَيْنَ يَدَيِ الْجَنَازَةِ وَلَا يَقُوْمُ لَهَا وَيُخْبِرُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْمُوْنَ لَهَا يَقُوْلُوْنَ إِذَا رَأَوْهَا كُنْتِ فِي أَهْلِكِ مَاأَنْتِ مَرَّتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھ کو ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ عبدالرحمان بن القاسم نے ان کو حدیث بیان کی کہ قاسم جنازہ کے سامنے چلتے تھے اور جنازہ کے لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خبر دیتے ہیں' وہ فرماتی ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ جنازہ کے لیے کھڑے ہوتے تھے' اور جب وہ جنازہ کو دیکھتے تو یہ کہتے تھے: اے مرنے والے! تو اپنی زندگی میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تھا لیکن تو دوبارہ مرنے والا نہیں ہے۔ (یعنی تو دوبارہ زندہ کر کے مرنے والا نہیں ہے' کیونکہ وہ حشر کے قائل نہیں تھے۔)

٣٨٣٨ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَايُفِيْضُوْنَ مِنْ جَمْعٍ حَتّٰى تَشْرُقَ الشَّمْسُ عَلٰى ثَبِيْرٍ فَخَالَفَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عمرو بن میمون' انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مشرکین مزدلفہ سے اس وقت تک نہیں لوٹتے تھے حتیٰ کہ سورج ثبیر (پہاڑ) پر چمک جاتا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی مخالفت کی تو آپ طلوع آفتاب سے پہلے وہاں سے لوٹے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٦٨٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٨٣٩ - حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ حَدَّثَكُمْ يَحْيَى بْنُ الْمُهَلَّبِ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عِكْرِمَةَ ﴿وَكَأْسًا دِهَاقًا﴾ (النبأ: ٣٤) قَالَ مَلْأَى مُتَتَابِعَةً. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابواسامہ سے کہا: تم کو یحییٰ بن المھلب نے حدیث بیان کی ہے؟ ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از عکرمہ ''وکاساً دھاقاً'' (النباء: ٣٤) ''اور چھلکتا جام' اس نے کہا: اس کا معنی ہے: بھرا ہوا جام جس کا مسلسل دور چلے۔

٣٨٤٠ - قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اِسْقِنَا كَأْسًا دِهَاقًا.

حضرت ابن عباس نے بتایا کہ میں نے اپنے والد سے سنا' وہ زمانہ جاہلیت میں کہتے تھے: ہمیں پلاؤ' بھرا ہوا جام۔

یہ حدیث وہی ہے جو اس سے پہلے گزری ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ زمانہ جاہلیت میں کہتے تھے۔

''وکاساً دھاقاً'' کا معنی ہے: وہ جام اتنا بھر چکا ہو کہ اس میں مزید شراب ڈالنے کی گنجائش نہ ہو کہا جاتا ہے ''ادھقت الکاس'' میں نے جام بھر دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے اپنے باپ سے سنا: یعنی حضرت عباس بن عبدالمطلب سے۔

زمانہ جاہلیت میں: حضرت ابن عباس کی مراد یہ تھی کہ حضرت عباس نے یہ بات اسلام لانے سے پہلے کہی تھی کیونکہ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے زمانہ جاہلیت نہیں پایا جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تھا' حضرت ابن عباس بعثت کے تقریباً دس سال بعد پیدا ہوئے تھے۔

٣٨٤١ - حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ:

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ

وَكَادَ اُمَيَّةُ بْنُ اَبِي الصَّلْتِ اَنْ يُّسْلِمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان از عبدالملک بن عمیر از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے سچی بات وہ ہے جو لبید شاعر نے کہی ہے: سنو! اللہ کے سوا' ہر چیز باطل ہے اور امیہ بن ابی الصلت اسلام لانے کے قریب تھا۔

[اطراف الحدیث: ٦١٤٧ـ ٦٤٨٩] (صحیح مسلم: ٢٢٥٦' الرقم المسلسل: ٥٧٨١' سنن ترمذی: ٢٨٥٨' سنن ابن ماجہ: ٣٧٥٧)

لبید بن ربیعہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ لبید اور امیہ زمانہ جاہلیت کے شعراء میں سے تھے۔ لبید کا پورا نام ہے: لبید بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب الجعفری العامری' یہ بہت بڑے شعراء میں سے ایک شاعر تھا۔ فصاحت میں سب سے بڑھ کر تھا' شہ سوار اور حکیم تھا' بہت فیاض تھا: اس کی کنیت ابوعقیل تھی اور مخضرم تھا یعنی اس نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا تھا' ابن سلام کے نزدیک یہ شعراء جاہلیت کے تیسرے طبقہ میں سے تھا' جس سال حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ایک جماعت کے ساتھ ہجرت کی تھی اس نے اس سال اسلام قبول کیا تھا اور اس نے اسلام لا کر بہت عمدہ کام کیے۔

ابن قتیبہ نے کہا: یہ کلاب کے وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا: تھا یہ زمانہ جاہلیت اور اسلام میں سردار تھا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں الولید بن عقبہ کی امارت میں کوفہ میں اس کی وفات ہوئی تھی۔ امام مالک بن انس نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ ایک سو چالیس سال زندہ رہا تھا' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ایک سو ستاون سال زندہ رہا تھا' اکثر مورخین نے یہ کہا ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے کوئی شعر نہیں کہا۔

امیہ بن ابی الصلت کا تذکرہ

امیہ بن ابی الصلت عبداللہ بن ابی ربیعہ بن عوف بن عقدۃ' ابوعثمان' ایک قول یہ ہے کہ ان کی کنیت ابوالحکم تھی' یہ زمانہ اسلام سے پہلے دمشق آ گئے تھے' یہ بہت نیک آدمی تھے۔

واقدی نے کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اپنے ابتدائی زمانہ میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنی اوائل عمر میں یہ ایمان پر تھا' پھر یہ ایمان سے منحرف ہو گیا' اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ (الاعراف:١٧٥)

اوران پر اس شخص کا حال بیان کریں جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے نکل گیا' پس شیطان نے اس کا پیچھا کیا تو وہ گم راہوں میں سے ہو گیا ۝

یہ بہت بلند پایہ شاعر تھا' مگر اس نے نازل شدہ کتابیں پڑھی تھیں اس لیے یہ اپنے اشعار میں ایسے مضامین لاتا تھا جن کو عرب نہیں پہچانتے تھے' اسی وجہ سے علماء اس کے اشعار سے استدلال نہیں کرتے۔

ابوالفرج نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو یہ اپنے دونوں بیٹوں کو لے کر یمن کی طرف بھاگ گیا' پھر طائف کی طرف لوٹ آیا' اور دو ہجری میں فوت ہو گیا۔

اس اعتراض کا جواب کہ عبادات اور جنت اور دوزخ برحق ہیں' پھر لبید کا یہ کہنا کیوں کر درست ہوگا۔۔۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سب سے اچھی بات وہ ہے جو لبید شاعر نے کہی ہے۔

اس حدیث میں کلمہ کا لفظ ہے اور اس سے مراد کلام ہے اور یہ جز بول کر کل کا ارادہ ہے کیونکہ کلمہ کلام کا جز ہے اور لبید کا شعر دو جملوں پر مشتمل ہے۔

اس شعر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز زائل ہونے والی اور فانی ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ (الرحمن:٢٧-٢٦)

جو بھی زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے ۝ اور باقی ہے آپ کے رب کی ذات جو عظمت اور بزرگی والی ہے ۝

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس شعر میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو باطل کہا ہے حالانکہ اطاعات اور عبادات لامحالہ برحق ہیں' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تہجد کی دعا میں فرمایا: تو حق ہے اور تیرا قول حق ہے اور جنت اور دوزخ حق ہیں' تو ان کو باطل کہنا کس طرح صحیح ہو گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ اور فعلیہ یعنی رحمت اور عذاب کے سوا' دوسرا جواب یہ ہے کہ جنت اور دوزخ اللہ تعالیٰ کے باقی رکھنے سے باقی رہیں گی اور اہل جنت اور اہل دوزخ اس میں دائماً باقی رہیں گے اور ہر چیز جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہے اس پر زوال ممکن ہے' لہٰذا یہ شعر صحیح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤٠٤-٤٠٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٤٢- حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ حَدَّثَنِيْ اَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ لِاَبِيْ بَكْرٍ غُلَامٌ يُخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يَاْكُلُ مِنْ خَرَاجِهٖ فَجَاءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ فَاَكَلَ مِنْهُ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ تَدْرِيْ مَاهٰذَا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَّمَا هُوَ قَالَ كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِاِنْسَانٍ فِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان بن بلال از یحییٰ بن سعید از عبدالرحمان بن القاسم از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو ان کے لیے (مقرر کردہ وظیفہ) لے کر آتا تھا' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے خراج سے کھاتے تھے' ایک دن وہ کوئی چیز لے کر آیا' حضرت ابوبکر نے اس سے کھایا' تو اس غلام نے

الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا أُحْسِنُ الْكِهَانَةَ إِلَّا أَنِّي خَدَعْتُهُ فَلَقِيَنِي فَأَعْطَانِي بِذٰلِكَ فَهٰذَا الَّذِي أَكَلْتَ مِنْهُ فَأَدْخَلَ أَبُوبَكْرٍ يَدَهُ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِي بَطْنِهِ. مِنْهُ فَأَدْخَلَ أَبُوبَكْرٍ يَدَهُ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِي بَطْنِهِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حضرت ابوبکر سے پوچھا: آپ جانتے ہیں یہ کیا چیز تھی؟ (جو آپ نے کھائی ہے) حضرت ابوبکر نے پوچھا: وہ کیا چیز تھی؟ اس نے بتایا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کو کہانت سے کچھ بتایا تھا حالانکہ مجھے اچھی طرح کہانت نہیں آتی تھی، مگر میں نے اس کو دھوکا دیا تھا، (آج) وہ مجھ سے ملا تو اس نے مجھ کو اس کا معاوضہ دیا، سو آپ نے اسی (معاوضہ) سے کھایا ہے، پھر حضرت ابوبکر نے اپنا ہاتھ (اپنے حلق میں) داخل کیا اور جو کچھ کھایا تھا اس کی قے کر دی۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کو کہانت سے کچھ بتایا تھا۔

خراج اور کہانت کا معنی اور حضرت ابوبکر کے قے کرنے کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں خراج کا لفظ ہے، خراج کا معنی ہے کہ ایک شخص اپنے غلام سے کہے کہ تم مجھے روزانہ کما کر اتنی رقم لا کر دینا، سو وہ رقم خراج ہے۔

کہانت، اس کا معنی ہے: بغیر دلیل شرعی کے اٹکل پچو سے مستقبل کے متعلق کوئی بات بتانا، زمانہ جاہلیت میں عربوں میں اس کا بہت رواج تھا۔

حضرت ابوبکر نے جو کچھ کھایا تھا اس کی قے کر دی، کیونکہ اس غلام نے آپ کو کہانت کے معاوضہ میں سے لا کر کھلایا تھا اور کہانت کے معاوضہ میں سے کھانا حرام ہے، نیز دھوکا دے کر جو مال کمایا ہو اس میں سے کھانا بھی حرام ہے۔

(عمدۃ القاری ج۱۶ ص ۴۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٣٨٤٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَتَبَايَعُوْنَ لُحُوْمَ الْجَزُوْرِ إِلٰى حَبَلِ الْحَبَلَةِ قَالَ وَحَبَلُ الْحَبَلَةِ أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ مَا فِي بَطْنِهَا ثُمَّ تَحْمِلَ الَّتِي نُتِجَتْ فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحیٰی نے حدیث بیان کی از عبیداللہ، انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ "حبل الحبلة" تک قیمت کی ادائیگی کے وعدہ پر اونٹ کا گوشت ادھار بیچا کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ کوئی حاملہ اونٹنی اپنا بچہ جنے، پھر وہ بچی حاملہ ہو کر بچہ جنے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیع سے منع فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۴۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں زمانہ جاہلیت کی بیع کا ذکر ہے۔

٣٨٤٤ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ كُنَّا نَأْتِي أَنَسَ بْنَ مٰلِكٍ فَيُحَدِّثُنَا عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے

الْاَنْصَارِ وَكَانَ يَقُوْلُ لِیْ فَعَلَ قَوْمُكَ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا وَفَعَلَ قَوْمُكَ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا.

کہا: ہمیں غیلان بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آتے تھے' پس وہ ہمیں انصار سے حدیث روایت کرتے تھے اور وہ مجھ سے بیان کرتے تھے کہ تمہاری قوم نے فلاں فلاں دن اس طرح اور اس طرح کام کیا اور تمہاری قوم نے فلاں فلاں دن اس طرح اور اس طرح کام کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧٧٦ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں انہوں نے کیا کیا کام کیے تھے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں یہ اشارہ ہو کہ زمانہ اسلام میں انہوں نے کیا کیا کام کیے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ٹھیک ہے' اس میں دونوں باتوں کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے اور اس حدیث میں جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں کے کام کی طرف اشارہ ہے اور مطابقت کے لیے اتنی مقدار کافی ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤٠٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٧ - بَابُ الْقَسَامَةِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ — زمانہ جاہلیت میں قسامت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں زمانہ جاہلیت کی قسامت کا بیان ہے' جس کو اسلام میں بھی برقرار رکھا گیا ہے' قسامت کا معنی یہ ہے کہ جن آدمیوں پر قتل کرنے کی تہمت ہے وہ قسم کھا کر کہیں کہ ہم نے قتل نہیں کیا' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ان پر قسم کو پیش کرنا ہے' امام شافعی کے نزدیک قسامت یہ ہے کہ مقتول کے ورثاء استحقاق قصاص کے اعتبار سے ان کے اوپر قسم کو پیش کریں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤٠٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

قسامت کا معنی ہے: جن پر قتل کی تہمت ہو ان پر قسم کو پیش کرنا' اس میں اختلاف ہے کہ زمانہ جاہلیت میں سب سے پہلے کس نے قسم پیش کرنے کا فیصلہ کیا' ایک قول ہے کہ قلمس نے سب نے پہلے یہ فیصلہ کیا جو خزیمہ کی اولاد میں سے ایک مرد تھا' دوسرا قول یہ ہے: ابوسارہ نے سب سے پہلے یہ فیصلہ کیا' تیسرا قول ہے: وہ شخص نضر بن کنانہ ابوقریش تھا' چوتھا قول ہے: معاویہ بن بکر کے بھائی کو قتل کر دیا گیا تھا تو عامر بن ضرب نے اس میں سو اونٹوں کا فیصلہ کیا' امام بن اسحاق نے کہا: سب سے پہلے اس کا فیصلہ عبدالمطلب نے کیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ان سب کے خلاف ہے' انہوں نے کہا: سب سے پہلے اس کا فیصلہ ابوطالب نے کیا۔

(الکوثر الجاری ج ٧ ص ٣٨' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٤٥ - حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ حَدَّثَنَا قَطَنٌ اَبُوالْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا اَبُوْيَزِيْدَ الْمَدَنِيُّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ اَوَّلَ قَسَامَةٍ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَفِيْنَا بَنِيْ هَاشِمٍ كَانَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ هَاشِمٍ اِسْتَاْجَرَهٗ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ مِّنْ فَخِذٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قطن ابوالہیثم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابویزید المدنی نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کی پہلی

اُخْرٰی فَانْطَلَقَ مَعَهٗ فِیْ اِبِلِهٖ فَمَرَّ رَجُلٌ بِهٖ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ قَدِ انْقَطَعَتْ عُرْوَةُ جُوَالِقِهٖ فَقَالَ اَغِثْنِیْ بِعِقَالٍ اَشُدُّ بِهٖ عُرْوَةَ جُوَالِقِیْ لَا تَنْفِرُ الْاِبِلُ فَاَعْطَاهُ عِقَالًا فَشَدَّ بِهٖ عُرْوَةَ جُوَالِقِهٖ فَلَمَّا نَزَلُوْا عُقِلَتِ الْاِبِلُ اِلَّا بَعِيْرًا وَّاحِدًا فَقَالَ الَّذِیْ اسْتَاْجَرَهٗ مَاشَاْنُ هٰذَا الْبَعِيْرِ لَمْ يُعْقَلْ مِنْ بَيْنِ الْاِبِلِ قَالَ لَيْسَ لَهٗ عِقَالٌ قَالَ فَاَيْنَ عِقَالُهٗ قَالَ فَحَذَفَهٗ بِعَصًا كَانَ فِيْهَا اَجَلُهٗ فَمَرَّ بِهٖ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اَتَشْهَدُ الْمَوْسِمَ قَالَ مَا اَشْهَدُ وَرُبَمَا شَهِدْتُّهٗ. قَالَ هَلْ اَنْتَ مُبْلِغٌ عَنِّیْ رِسَالَةً مَّرَّةً مِّنَ الدَّهْرِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكُنْتَ اِذَا اَنْتَ شَهِدْتَّ الْمَوْسِمَ فَنَادِ يَا اٰلَ قُرَيْشٍ فَاِذَا اَجَابُوْكَ فَنَادِ يَا اٰلَ بَنِیْ هَاشِمٍ فَاِنْ اَجَابُوْكَ فَسَلْ عَنْ اَبِیْ طَالِبٍ فَاَخْبِرْهُ اَنَّ فُلَانًا قَتَلَنِیْ فِیْ عِقَالٍ وَّمَاتَ الْمُسْتَاْجَرُ فَلَمَّا قَدِمَ الَّذِیْ اسْتَاْجَرَهٗ اَتَاهُ اَبُوْ طَالِبٍ فَقَالَ مَا فَعَلَ صَاحِبُنَا قَالَ مَرِضَ فَاَحْسَنْتُ الْقِيَامَ عَلَيْهِ فَوَلِيْتُ دَفْنَهٗ قَالَ قَدْ كَانَ اَهْلَ ذَاكَ مِنْكَ فَمَكَثَ حِيْنًا ثُمَّ اَنَّ الرَّجُلَ الَّذِیْ اَوْصٰی اِلَيْهِ اَنْ يُّبْلِغَ عَنْهُ وَافَی الْمَوْسِمَ فَقَالَ يَا اٰلَ قُرَيْشٍ قَالُوْا هٰذِهٖ قُرَيْشٌ قَالَ يَا اٰلَ بَنِیْ هَاشِمٍ قَالُوْا هٰذِهٖ بَنُوْ هَاشِمٍ قَالَ اَيْنَ اَبُوْ طَالِبٍ قَالُوْا هٰذَا اَبُوْ طَالِبٍ قَالَ اَمَرَنِیْ فُلَانٌ اَنْ اُبْلِغَكَ رِسَالَةً اَنَّ فُلَانًا قَتَلَهٗ فِیْ عِقَالٍ فَاَتَاهُ اَبُوْ طَالِبٍ فَقَالَ لَهٗ اِخْتَرْ مِنَّا اِحْدٰی ثَلَاثٍ. اِنْ شِئْتَ اَنْ تُؤَدِّیَ مِائَةً مِّنَ الْاِبِلِ فَاِنَّكَ قَتَلْتَ صَاحِبَنَا وَاِنْ شِئْتَ حَلَفَ خَمْسُوْنَ مِنْ قَوْمِكَ اَنَّكَ لَمْ تَقْتُلْهُ فَاِنْ اَبَيْتَ قَتَلْنَاكَ بِهٖ فَاَتٰی قَوْمَهٗ فَقَالُوْا نَحْلِفُ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ مِّنْ بَنِیْ هَاشِمٍ كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِّنْهُمْ قَدْ وَلَدَتْ لَهٗ فَقَالَتْ يَا اَبَا طَالِبٍ اُحِبُّ اَنْ تُجِيْزَ ابْنِیْ هٰذَا بِرَجُلٍ مِّنَ الْخَمْسِيْنَ وَلَا تُصْبِرْ يَمِيْنَهٗ حَيْثُ تُصْبَرُ الْاَيْمَانُ فَفَعَلَ فَاَتَاهُ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ يَا اَبَا طَالِبٍ اَرَدْتَّ خَمْسِيْنَ رَجُلًا اَنْ

قسامت ہم بنو ہاشم میں تھی' انہوں نے بتایا کہ بنو ہاشم کا ایک شخص تھا جس کو قریش کے دوسرے قبیلہ کے ایک آدمی نے اجرت پر رکھا' وہ اس کے ساتھ اس کے اونٹوں کو لے کر گیا' پھر بنی ہاشم کا دوسرا شخص اس کے پاس سے گزرا جس کی بوریوں کے تھیلے کی رسی ٹوٹ گئی تھی' اس نے کہا: ایک رسی کے ساتھ میری مدد کرو میں اس سے اپنی بوریوں کے تھیلے کو باندھوں گا' (تمہارے) اونٹ نہیں بھاگیں گے' اس نے اس کو رسی دے دی جس سے اس نے اپنی بوریوں کا تھیلا باندھ دیا' پس جب وہ کسی جگہ ٹھہرے تو تمام اونٹ باندھ دیئے گئے سوا ایک اونٹ کے' تو جس نے اس ہاشمی کو اجرت پر لیا تھا' اس نے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ اونٹوں میں سے اس اونٹ کو نہیں باندھا گیا' اس نے کہا: اس کی رسی نہیں ہے' اس نے پوچھا: اس کی رسی کیا ہوئی؟ سو اس نے اس کو لکڑی سے مارا جس سے اس کی موت قریب آ پہنچی' پھر اس کے پاس سے یمن کا ایک مرد گزرا' اس ہاشمی نے اس سے پوچھا: کیا تم حج کے موسم میں حاضر ہو گے؟ اس نے کہا: میں حاضر نہیں ہوں گا اور بعض اوقات کہا: میں حاضر ہوں گا' اس نے کہا: کیا تم ایک مرتبہ میرا پیغام پہنچا دو گے؟ اس یمنی نے کہا: ہاں! اس نے کہا: جب تم حج کے ایام میں پہنچو تو ندا کرنا' اے آل قریش! پس جب تم کو وہ جواب دیں تو پھر ندا کرنا: اے آل بنو ہاشم! پس اگر وہ تم کو جواب دیں تو تم ابو طالب کے متعلق سوال کرنا' پھر ان کو بتانا کہ فلاں شخص نے مجھے ایک رسی کے بدلہ میں قتل کر دیا اور وہ اجرت پر لیا ہوا ہاشمی فوت ہو گیا' پھر جب وہ اجرت رکھنے والا آیا' تو اس کے پاس ابو طالب آئے کہ وہ ہمارا آدمی کہاں ہے؟ اس نے کہا: وہ بیمار ہو گیا تھا' میں نے اس کی بہت اچھی طرح تیمارداری کی' پھر میں نے اپنے خرچ سے اس کی تدفین کی' ابو طالب نے کہا: تم واقعی اس خدمت کے اہل تھے' پھر وہ کچھ عرصہ ٹھہرے تو وہ شخص آ گیا جس کو اس ہاشمی نے وصیت کی تھی کہ وہ حج کے موسم میں اس کا پیغام پہنچائے' اس نے ندا کی' اے آل قریش! لوگوں نے کہا: یہ قریش ہیں' پھر اس نے ندا کی: اے آل بنو ہاشم! تو لوگوں نے کہا: یہ بنو ہاشم ہیں' اس نے پوچھا: ابو طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ ابو طالب ہیں' اس

يَحْلِفُوْا مَكَانَ مِائَةٍ مِّنَ الْإِبِلِ يُصِيْبُ كُلَّ رَجُلٍ بَعِيْرَانِ هٰذَانِ بَعِيْرَانِ فَاقْبَلْهُمَا عَنِّيْ وَلَا تَصْبُرْ يَمِيْنِيْ حَيْثُ تُصْبَرُ الْأَيْمَانُ فَقَبِلَهُمَا وَجَاءَ ثَمَانِيَةٌ وَّأَرْبَعُوْنَ فَحَلَفُوْا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَاحَالَ الْحَوْلُ وَمِنَ الثَّمَانِيَةِ وَأَرْبَعِيْنَ عَيْنٌ تَطْرِفُ. (سنن نسائی:٤٧٢٠)

نے کہا: مجھ سے فلاں شخص نے یہ کہا تھا کہ میں تمہیں یہ پیغام پہنچاؤں کہ فلاں شخص نے اس کو ایک رسی کے بدلہ میں قتل کر دیا' پھر ابو طالب اس شخص کے پاس گئے اور اس سے کہا: ہماری تین چیزوں میں سے ایک چیز کو اختیار کر لو اگر تم چاہو تو دیت ہمیں سو اونٹ دے دو' کیونکہ تم نے ہمارے (قبیلہ کے) آدمی کو قتل کر دیا ہے' اور اگر تم چاہو تو تمہارے قبیلہ کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ تم نے اس کو قتل نہیں کیا ہے اور اگر تم نے اس سے انکار کیا تو ہم تم کو اس کے بدلہ میں قتل کر دیں گے' پھر وہ شخص اپنی قوم کی پاس گیا' انہوں نے کہا: ہم حلف اٹھالیں گے' پھر ابو طالب کے پاس بنو ہاشم کی ایک عورت آئی جو ان میں سے ایک شخص کے نکاح میں تھی اور اس سے اس کا ایک بیٹا تھا' اس نے کہا: اے ابو طالب! میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے اس بیٹے کو ان پچاس آدمیون کی قسموں میں سے چھوڑ دیں اور اس سے اس جگہ قسم نہ لیں' جہاں قسمیں لی جائیں گی تو ابو طالب نے ایسا کر لیا' پھر ان میں سے ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا: اے ابو طالب! آپ سو اونٹوں کے بدلہ میں پچاس مردوں سے قسم لے رہے ہیں اس طرح ہر مرد دو اونٹوں کے بدلہ میں ہے' یہ میرے (حصہ کے) دو اونٹ ہیں آپ ان کو قبول کر لیں اور مجھ سے اس جگہ قسم نہ لیں جہاں قسمیں لی جائیں گی' پس ابو طالب نے وہ دو اونٹ قبول کر لیے اور (اس کی قوم کے) اڑتالیس مردوں نے قسم کھا لی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس ذات کی قسم! جس کی قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' ابھی ایک سال نہیں گزرا تھا اور ان اڑتالیس مردوں میں سے کوئی شخص پلک نہیں جھپکا رہا تھا (یعنی مر چکا تھا)۔

اس حدیث میں جن کے نام مبہم تھے ان کے نام' یمین صبر کا معنی اور قسم کھانے کی جگہ کا تعین اور مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: بنو ہاشم کا ایک شخص تھا جس کو دوسرے فخذ نے اجرت پر رکھا تھا۔ فخذ کا معنی ہے: جس میں قبیلہ سے کم افراد ہوں' زبیر بن بکار نے تصریح کی ہے جس شخص نے اس ہاشمی مرد کو کرائے پر لیا تھا ان کا نام خداش بن عبداللہ بن ابی قیس العامری تھا۔

کیا تم حج کے موسم میں حاضر ہو گے؟ یعنی کیا تم حج کے اجتماع میں جاؤ گے؟

ابو طالب نے کہا: تم تین چیزوں میں سے ایک چیز قبول کرلو۔ ہوسکتا ہے کہ یہ تین چیزیں ان کے درمیان معروف ہوں اور ان کا دستور ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابو طالب نے ابتداءً ان تین چیزوں کو وضع کیا ہو' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ منقول نہیں ہے کہ انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے ان تین چیزوں کو مقرر کیا ہو' اس سے معلوم ہوا کہ وہ اس سے پہلے سے یہ جانتے تھے کہ قسامت کیا چیز ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ یہ ہمارے درمیان پہلی قسامت تھی' مگر اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ یہ سب سے پہلی قسامت کا وقوع تھا' اگر چہ نفس قسامت کو وہ پہلے سے جانتے تھے' پھر ابو طالب کے پاس بنو ہاشم کی ایک عورت آئی: اس عورت کا نام زینب بنت علقمہ تھا' وہ مقتول کی بہن تھی' اور وہ ان میں سے ایک شخص کے نکاح میں تھی: اس شخص کا نام عبدالعزیز بن ابی القیس العامری تھا اور اس کے بیٹے کا نام حویطب تھا' وہ اس واقعہ کے بعد طویل عرصہ تک زندہ رہا اور اس کو مصاحبت حاصل ہوئی۔

اس حدیث میں یمین صبر کا ذکر ہے۔ جس قسم پر مجبور کر دیا جائے اور قسم کھانے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو اس کو یمین صبر کہتے ہیں۔

اس سے اس جگہ قسمیں نہ لیں جہاں قسمیں لی جائیں گی: وہ جگہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ہے' صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن) نے کہا ہے کہ اس حدیث سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ بیس دینار یعنی نصاب سے کم مقدار پر کسی شخص کو قسم کھانے پر مجبور نہ کیا جائے' (علامہ عینی فرماتے ہیں:) نہ جانے اس حدیث سے یہ استدلال کس طرح کیا جائے گا اور اصحاب الشافعی میں سے کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ اس قصہ سے یہ استدلال کیا جائے گا۔

حضرت ابن عباس نے کہا: ابھی ایک سال نہیں گزرا تھا کہ ان اڑتالیس آدمیوں میں سے کوئی شخص بھی پلک نہیں جھپکا رہا تھا۔ یعنی وہ سب مر گئے تھے۔ حضرت ابن عباس اس قسامت کے وقت پیدا نہیں ہوئے تھے' ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس واقعہ کی خبر دی ہو' اور یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں داخل کیا ہے۔ جھوٹی قسم کھانے والے ایک سال کے اندر مر گئے تھے اور زمانہ جاہلیت میں جو شخص کسی پر ظلم کرتا تھا اس کو جلد سزا مل جاتی تھی' علامہ فاکہی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ کچھ لوگوں نے بیت اللہ کے پاس جھوٹی قسمیں کھائیں' پھر وہ ایک چٹان کے نیچے گئے تو وہ چٹان ان پر گر گئی اور وہ سب ہلاک ہو گئے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: زمانہ جاہلیت میں ان کو جلدی سزا اس لیے دی جاتی تھی تاکہ وہ ظلم سے باز آ جائیں کیونکہ وہ نبی کے مبعوث ہونے کو نہیں جانتے تھے' پھر جب اسلام آ گیا تو قیامت تک قصاص لینے کو موخر کر دیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٤٠٩۔٤٠٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٤٦ - حَدَّثَنِیْ عُبَيْدُ بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ بُعَاثٍ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَقُتِّلَتْ سَرَوَاتُهُمْ وَجُرِّحُوْا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دُخُوْلِهِمْ فِي الْإِسْلَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ بُعاث کا دن وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے (اپنی حکمت سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کر دیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ) آئے تو انصار کی جماعت میں پھوٹ پڑ چکی تھی ان کے سردار مارے جا چکے تھے اور زخمی ہو چکے تھے' اللہ تعالیٰ نے (بعاث کی جنگ کو) رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے کر دیا تھا تا کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۷۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ بعاث کی جنگ زمانہ جاہلیت میں ہوئی تھی۔

٣٨٤٧ - **وَقَالَ** ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ اَنَّ كُرَيْبًا مَّوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَيْسَ السَّعْيُ بِبَطْنِ الْوَادِيْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سُنَّةً اِنَّمَا كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَسْعَوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ لَا نُجِيْزُ الْبَطْحَاءَ اِلَّا شَدًّا. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اور ابن وھب نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی از بکیر بن الاشج کہ کریب مولیٰ ابن عباس نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ بطن وادی میں صفاء اور مروۃ کے درمیان بھاگنا سنت نہیں ہے' زمانہ جاہلیت میں لوگ اس میں بھاگتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اس وادی سے صرف بھاگتے ہوئے گزریں گے۔

صفاء اور مروہ کے درمیان سعی کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سعی سے لغوی معنی مراد ہے یعنی دوڑنا' اس کا معنی ہے: صفاء اور مروہ کے درمیان دوڑنا سنت نہیں ہے' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مخالفت کی گئی ہے' بلکہ فقہاء نے کہا ہے کہ یہ دوڑنا فرض ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس کی مراد یہ ہے کہ بہت تیز دوڑنا سنت نہیں ہے' ان کی مراد یہ نہیں ہے کہ نفس دوڑنا سنت نہیں ہے' اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ صفاء اور مروہ کے درمیان دوڑنا حج کے ارکان میں سے ہے اور ہمارے نزدیک صفاء اور مروہ کے درمیان دوڑنا حج کا رکن اور فرض نہیں ہے بلکہ حج کے واجبات میں سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۴۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٨٤٨ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ اَخْبَرَنَا مُطَرِّفٌ سَمِعْتُ اَبَا السَّفَرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِسْمَعُوْا مِنِّيْ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ وَاَسْمِعُوْنِيْ مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا تَذْهَبُوْا فَتَقُوْلُوْا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ فَلْيَطُفْ مِنْ وَّرَاءِ الْحِجْرِ وَلَا تَقُوْلُوْا الْحَطِيْمُ فَاِنَّ الرَّجُلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ يَحْلِفُ فَيُلْقِيْ سَوْطَهُ اَوْ نَعْلَهُ اَوْ قَوْسَهُ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مطرف نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ابو السفر سے سنا' وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ کہہ رہے تھے: اے لوگو! مجھ سے سنو میں تم سے جو کہہ رہا ہوں' اور مجھے سناؤ تم کیا کہہ رہے ہو' اور (میری باتوں کو سمجھے بغیر) نہ جاؤ' پھر تم کہو گے کہ حضرت ابن عباس نے کہا' حضرت ابن عباس نے کہا' جو بیت اللہ کا طواف کرے وہ حطیم کے پیچھے سے طواف کرے اور تم حطیم نہ کہو کیونکہ زمانہ جاہلیت میں ایک آدمی قسم کھاتا' پس اپنے کوڑے کو یا جوتی کو یا کمان کو پھینک دیتا۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں زمانہ جاہلیت میں قسم کھانے کا ذکر ہے۔

حطیم کا معنی اور مصداق اور زمانہ جاہلیت میں حطیم کی طرف جوتی اور کوڑا وغیرہ ڈالنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: حطیم نہ کہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب لوگ آپس میں قسم کھاتے تو اپنے کوڑے یا جوتی یا کمان کو حطیم کی طرف پھینک دیتے اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ ان کی قسم منعقد ہو گئی ہے کیونکہ ان کا گمان تھا کہ حطیم ان کے سامان کو ہضم کر جاتا ہے (حطم کا معنی ہے کسی چیز کو کھا جانا) اور ایک قول یہ ہے کہ اس جگہ کو حطیم اس لیے کہتے ہیں کہ وہاں سے کعبہ کی دیوار کم کر دی گئی ہے اور وہ جگہ کعبہ کو شامل نہیں ہے اور کعبہ سے خارج اور باہر ہے (کیونکہ حطیم کا معنی ہے: کسی چیز کا ٹوٹا ہوا حصہ) ایک قول یہ ہے کہ اس جگہ کو حطیم اس لیے کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص اس جگہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے کے خلاف دعا کرتا تو اس کی دعا قبول ہو جاتی' ایک قول یہ ہے کہ حطیم کا معنی بھیڑ اور رش بھی ہے اور وہاں پر دعا کرنے والوں کی بہت بھیڑ ہوتی ہے اس لیے اس کو حطیم کہتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ حطیم کعبہ کا کنواں ہے' لوگ جن چیزوں کی نذر مانتے تھے ان کو اس کنویں میں ڈال دیتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ جو جگہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ہے وہ حطیم ہے' ایک قول یہ ہے کہ زمزم سے لے کر حجر اسود تک جو جگہ ہے وہ حطیم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۴۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حطیم اس جگہ کو کہتے ہیں جس کو قریش وسائل کی کمی کی وجہ سے کعبہ میں شامل نہ کر سکے لیکن وہ جگہ کعبہ کا ہی حصہ ہے' حضرت ابن عباس اس جگہ کو حطیم کہنے کو مکروہ قرار دیتے تھے کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کا نام ہے' زمانہ جاہلیت میں جب لوگ قسم کھاتے تو وہ اپنی جوتی اور کوڑے کو حطیم کی طرف ڈال دیتے' پھر وہ طویل عرصہ تک پڑے رہنے کی وجہ سے شکستہ ہو کر خراب ہو جاتی اور ان کی مراد یہ ہوتی تھی کہ وہ چیزیں جب تک حطیم میں رہیں گی وہ اپنی قسم پر برقرار رہیں گے۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۱۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حطیم کو حجر بھی کہا جاتا ہے حضرت ابن عباس اس کو حطیم کہنا ناپسند کرتے تھے کیونکہ یہ جاہلیت کا طریقہ ہے۔

۳۸۴۹ - حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ رَأَيْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قِرْدَةً اِجْتَمَعَ عَلَيْهَا قِرَدَةٌ قَدْ زَنَتْ فَرَجَمُوْهَا فَرَجَمْتُهَا مَعَهُمْ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں نعیم بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی از حصین از حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں دیکھا' ایک بندریا کے گرد (بہت سے) بندر جمع ہو گئے (اس بندریا نے) زنا کیا تھا تو بندروں نے اس کو سنگسار کیا' میں نے بھی ان کے ساتھ اس کو سنگسار کیا (یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کیا)۔

کبیر تابعی حضرت عمرو بن میمون الاودی کے متعلق علماء رجال کی آراء اور ان کے تبصرے

یہ حدیث حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے مروی ہے' ان کے تذکرہ میں ائمہ حدیث اور علماء رجال کی حسب ذیل تصریحات ہیں:

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمرو بن میمون' عمر بن عبدالعزیز اور ان کے والد سے روایت کرتے ہیں' اور ان سے ثوری اور شریک نے احادیث

روایت کی ہیں۔ موسیٰ بن عمر بن عمرو بن میمون نے کہا کہ عمرو کی وفات ایک سو سینتالیس سال کی عمر میں ہوئی تھی۔

(التاریخ الکبیر ج ٦ ص ١٧٨۔ ١٧٧ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ ھ)

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی القرطبی المتوفی ٤٦٣ ھ لکھتے ہیں:

عمرو بن میمون ابوعبداللہ الاودی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا اور آپ کی تصدیق کی اور وہ آپ کی حیات اور آپ کے عہد میں مسلمان تھے' حضرت عمرو بن میمون نے کہا: ہمارے پاس شام میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آئے تو میں ان کے ساتھ لازم رہا اور جب تک ان کی تدفین نہیں ہوگئی میں ان سے جدا نہیں ہوا' پھر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مصاحبت میں رہا' حضرت عمرو بن میمون کا شمار کوفہ کے بڑے بڑے تابعین میں ہوتا ہے اور یہ وہی ہیں جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں بندروں کو سنگسار کرتے ہوئے دیکھا تھا' بہ شرطیکہ یہ روایت صحیح ہو کیونکہ اس حدیث کے راوی مجہول ہیں۔

امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمرو بن میمون اودی سے روایت کی ہے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں دیکھا کہ ایک بندریا نے زنا کیا تو اس کو بندروں نے سنگسار کیا' پس میں نے بھی ان کے ساتھ رجم کیا۔

یہ قصہ اپنی تفصیل کے ساتھ عبدالملک بن مسلم از عیسیٰ بن حطان پر موقوف ہے اور ان دونوں سے احتجاج اور استدلال نہیں کیا جاتا' اور اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک یہ حدیث منکر (ناقابل تسلیم) ہے' اس میں غیر مکلّف کی طرف زنا کی نسبت ہے اور جانوروں پر حد قائم کرنے کا ذکر ہے اور اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ بندر جنات میں سے ہوں گے' کیونکہ جنات اور انسانوں کے سوا اور کوئی عبادت کا مکلّف نہیں ہے' تورات میں بھی رجم (سنگسار) کرنے کا حکم ہے' روایت ہے کہ حضرت عمرو بن میمون نے ساٹھ حج اور عمرے کیے اور ان کی وفات پچھتر (٧٥) ہجری میں ہوئی تھی۔ (الاستیعاب ج ٣ ص ٢٨٢ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ ھ)

علامہ عزالدین علی بن محمد ابن اثیر الجزری المتوفی ٦٣٠ ھ لکھتے ہیں:

عمرو بن میمون نے زمانہ جاہلیت کو پایا تھا' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان ہو گئے تھے' انہوں نے ایک سو حج کئے تھے' دوسرا قول ہے: انہوں نے ستر (٧٠) حج کئے تھے۔

عمرو بن میمون نے شام میں حضرت معاذ بن جبل کے ساتھ اور کوفہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے ساتھ مصاحبت کا ذکر کیا ہے اور ان کی تعریف و تحسین کی ہے' عمرو بن میمون کا شمار کوفہ کے کبار تابعین میں ہوتا ہے' یہ وہی ہیں جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں بندروں کے رجم کرنے کا واقعہ روایت کیا ہے۔ اس روایت کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے' یہ قصہ اپنی تفصیل کے ساتھ عبدالملک بن مسلم اور عیسیٰ بن حطان پر موقوف ہے اور یہ ان راویوں میں سے نہیں ہیں جن کی روایت حجت ہوتی ہے' اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک یہ روایت منکر ہے کیونکہ اس میں غیر مکلّف کی طرف زنا کی نسبت ہے اور عبادات صرف جنات اور انسانوں میں ہوتی ہیں' ان کے علاوہ میں نہیں ہوتیں۔

عمرو بن میمون پچھتر (٧٥) ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (اسد الغابہ ج ٤ ص ٢٦٣ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ ھ)

حافظ جمال الدین ابی الحجاج یوسف المزی المتوفی ٧٤٢ ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے عمرو بن میمون الاودی کا اہل کوفہ کے طبقہ اولیٰ میں شمار کیا ہے۔

اسحاق بن منصور نے از یحییٰ معین نقل کیا ہے کہ وہ ثقہ ہیں' اسی طرح امام نسائی نے کہا ہے۔

العجلی نے کہا: یہ کوفی' تابعی' ثقہ اور زمانہ جاہلیت کے ہیں۔

ابو بکر بن عیاش نے از ابی اسحاق بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب عمرو بن میمون سے راضی تھے۔ یونس بن ابی اسحاق نے اپنے والد سے نقل کیا کہ جب عمرو بن میمون مسجد میں داخل ہوتے تو اللہ عزوجل کی یاد آتی تھی' شعبہ نے از ابو اسحاق بیان کیا کہ عمرو بن میمون نے ساٹھ حج اور عمرے کیے تھے۔

اسرائیل نے از ابو اسحاق نقل کیا کہ انہوں نے ایک سو حج اور عمرے کیے تھے۔

امام اوزاعی نے اپنی سند کے ساتھ عمرو بن میمون سے روایت کی ہے کہ میری شام میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' وہ نہایت دل کش آواز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تکبیر پڑھتے تھے' مجھے ان سے بہت محبت ہوگئی اور میں مرتے دم تک ان کے ساتھ رہا' پھر میری کوفہ میں سب سے بڑے فقیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اور میں ان کی مصاحبت میں رہا اور میں نے ان سے احادیث روایت کیں۔

شبابہ بن سواء نے از عبد الملک بن مسلم از عیسیٰ بن حطان روایت کی ہے کہ عمرو بن میمون ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے تو ایک شخص نے ان سے کہا: آپ ہمیں بتائیں کہ آپ نے زمانہ جاہلیت میں کون سی چیز سب سے عجیب دیکھی' تو انہوں نے بتایا کہ میں اہل یمن کے ایک کھیت میں تھا تو میں نے دیکھا کہ بہت سارے بندر جمع ہیں' پھر میں نے دیکھا کہ ایک بندر اور بندریا دونوں لیٹ گئے' پھر میں نے دیکھا کہ بندریا نے بندر کے گلے میں بانہیں ڈال دیں' اور وہ دونوں سو گئے' پھر ایک اور جوان بندر آیا اور اس نے بندریا کے سر کے نیچے سے اس کو اشارہ کیا تو بندریا نے اپنا ہاتھ پہلے والے بندر کے سر کے نیچے سے نکال لیا' پھر وہ اس دوسرے بندر کے ساتھ تھوڑی دور گئی' پھر اس دوسرے بندر نے اس کے ساتھ جنسی عمل کیا' اور میں یہ منظر دیکھ رہا تھا' پھر بندریا اپنی پہلی جگہ لوٹ آئی اور اس نے اپنا ہاتھ پہلے والے بندر کے گلے میں ڈال دیا' جیسے پہلے تھا' پھر وہ بندر بیدار ہو کر کھڑا ہو گیا' اس نے اس بندریا کی سرین (مقعد) کو سونگھا' پھر تمام بندر جمع ہوئے اور اس بندریا کے پاس آئے' پھر تھوڑی دیر بعد وہی دوسرا بندر آ گیا' وہ بندر جمع ہو کر اس دوسرے بندر کو اور اس بندریا کو ریت کے ایک ٹیلہ پر لے گئے اور ان بندروں نے مل کر ان دونوں کو رجم کیا۔

دونوں کے لیے ایک گڑھا کھودا اور ان دونوں کو اس گڑھے میں داخل کیا' پھر ان دونوں کو پتھر مار مار کر قتل کر ڈالا اور اللہ کی قسم! میں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے رجم کا مشاہدہ کیا۔

عبد اللہ بن ابی جعفر رازی نے از عبد الملک بن مسلم بن عیسیٰ بن حطان نے عمرو بن میمون سے اسی قصہ کو روایت کیا ہے' اس کے آخر میں ہے کہ: پھر وہ پہلا بندر بیدار ہوا وہ کھڑا ہوا اور اس نے بندریا کی سرین کو سونگھا' پس اس نے زور سے چیخ ماری تو تمام بندر جمع ہو گئے پھر ان میں سے ایک بندر خطیب کی طرح کھڑا ہوا' پھر انہوں نے اس دوسرے بندر کو تلاش کیا اور اسی خاص بندر کو پکڑ کر لے آئے اور میں بھی اس بندر کو پہچان رہا تھا' پھر انہوں نے ان دونوں کے لیے گڑھا کھودا اور ان دونوں کو رجم کر دیا۔

الھیثم بن عربی نے کہا: عمرو بن میمون حجاج بن یوسف کے دور حکومت میں فوت ہو گئے تھے' ان کے سن وفات میں کئی قول ہیں' چنانچہ اختلاف اقوال کے مطابق وہ چوہتر' پچھتر' چھہتر یا ستتر (۷۷'۷۶'۷۵'۷۴ھ) میں فوت ہوئے تھے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۴ ص ۳۵۳۔۳۵۰' ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

عمرو بن میمون الکوفی' امام اور حجت ہیں' انہوں نے ایام جاہلیت کو پایا تھا اور ایام نبویہ میں اسلام لائے تھے' انہوں نے شام میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور کوفہ میں رہائش اختیار کی' یہ حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت معاذ'

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرتے ہیں اوران سے شعبی ابواسحاق حصین بن عبدالرحمان اور سعید بن جبیر وغیرھم حدیث روایت کرتے ہیں۔

حافظ ذہبی نے شبابہ از عبدالملک بن مسلم از عیسیٰ بن حطان از عمرو بن میمون اسی تفصیل سے بندروں کے رجم کرنے کا واقعہ بیان کیا ہے جس طرح حافظ یوسف المزی نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

نیز حافظ ذہبی نے عمرو بن میمون کی توثیق یحییٰ بن معین اور احمد العجلی سے نقل کی ہے اوران کے فضائل میں لکھا ہے کہ انہوں نے ساٹھ حج کئے تھے اوران کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔

انہوں نے موت کی تمنا نہیں کی اور کہا تھا: آج میں اتنی نمازیں پڑھوں گا' حتیٰ کہ یزید بن ابی مسلم نے ان کو بلایا' یہ اس کے بلانے پر نہیں گئے تو اس نے ان کو سخت ایذاء پہنچائی اور وہ یہ دعا کرتے تھے:

اے اللہ! مجھے نیکوں کے ساتھ لاحق کرنا' اور مجھے بدکاروں کے ساتھ نہ چھوڑنا اور مجھے (جنت کے) دریاؤں کا میٹھا پانی پلانا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۱۶۱۔۱۵۸ ملخصا' موسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حافظ صفی الدین الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ نے ان کی مرویات کا ذکر نہیں کیا اور یہ لکھا ہے کہ یہ حضرت عمر اور حضرت معاذ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک روایت ہے کہ انہوں نے ساٹھ حج کئے تھے اور ایک روایت ہے کہ انہوں نے ایک سو حج کئے تھے' ابن معین اور ابو نعیم نے ان کی توثیق کی ہے' اور یہ چوہتر (۷۴ھ) میں فوت ہوئے تھے۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۲۷۳۔۲۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے ان کا تذکرہ 'الاصابہ ج ۴ ص ۱۲۰' میں اختصار سے کیا ہے اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس سے بہت زیادہ انہوں نے صحیح بخاری کی شرح 'فتح الباری' میں لکھ دیا ہے' ہم ان کی عبارت وہاں سے لکھیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

بندروں کے رجم کرنے کی روایت پر حافظ ابن عبدالبر اور علامہ کرمانی کے اعتراضات

امام بخاری کی یہ روایت درایۃً صحیح نہیں ہے' اور صحیح بخاری کے کئی نسخوں میں یہ روایت نہیں ہے' صحیح بخاری کے سب سے پہلے شارح حافظ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ ہیں' انہوں نے اپنی شرح میں اس روایت کو درج نہیں کیا' اس کے بعد علامہ ابن بطال متوفی ۴۴۹ھ کی مبسوط شرح ہے' انہوں نے اپنی شرح میں سرے سے کتاب المناقب اور مناقب الانصار کو ذکر نہیں کیا جس میں ایام جاہلیت کے باب میں یہ روایت ہے۔

اس کے بعد علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ ہیں' وہ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

حضرت عمرو بن میمون نے زمانہ جاہلیت کو پایا تھا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسلام لے آئے تھے اور انہوں نے آپ کی زیارت نہیں کی تھی۔

حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ غیر مکلف کی طرف زنا کی اضافت کرنا اور جانوروں میں حدود کو قائم کرنا' اہل علم کے نزدیک منکر (ناقابل تسلیم) ہے' اور اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو پھر وہ بندر جنات ہوں گے کیونکہ عبادات کے مکلف صرف جنات اور انسان ہیں' ان کے علاوہ کوئی اور مکلف نہیں ہے۔ (الاستیعاب: ۱۹۸۲۔ ج ۳ ص ۲۸۲' ترجمہ عمرو بن میمون)

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد علامہ کرمانی فرماتے ہیں: ہوسکتا ہے کہ وہ بندر انسان ہوں اور ان کو مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا ہو'

اور ان کی صورت انسانی متغیر کر دی گئی ہو یا یہ فعل محض زنا کی صورت ہو اسی طرح سنگسار کرنا بھی محض صورۃً ہو اور نہ وہاں کوئی مکلف ہو اور نہ کسی کو سنگسار کیا گیا ہو۔ علاوہ ازیں یہ روایت صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں نہیں ہے۔ یہ پورا قصہ بعض شیوخ مدینہ نے بیان کیا ہے۔ (اس قصہ کی تفصیل عنقریب حافظ ابن حجر کی عبارت میں آ رہی ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(الکواکب الدراری ج ۱۵ ص ۷۶-۷۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

بندروں کے رجم کرنے کی روایت کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی اور ان کے مؤیدین کی توجیہات

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اسماعیل نے اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ حضرت عمرو بن میمون سے روایت کیا ہے: وہ بیان کرتے ہیں کہ میں یمن میں اپنے گھر کی بکریوں میں تھا اور میں ایک بلند جگہ پر تھا پس ایک بندر' بندریا کے ساتھ آیا اور بندریا کے ہاتھ کے نیچے سر رکھ کر لیٹ گیا' پھر ایک چھوٹا بندر آیا اور اس نے اس بندریا کو اشارہ کیا' پھر اس بندریا نے نرمی کے ساتھ پہلے بندر کے سر کے نیچے سے اپنا ہاتھ کھینچا اور دوسرے بندر کے ساتھ چلی گئی' اس بندر نے اس میں دخول کیا اور اس پر چڑھ گیا اور میں دیکھ رہا تھا' پھر وہ بندریا لوٹ آئی اور پہلے بندر کا رخسار اپنے ہاتھ کے نیچے ملائمت سے رکھ لیا' پھر وہ پہلا بندر گھبرایا ہوا بیدار ہوا' اس نے اس بندریا کو سونگھا' پھر چیخ ماری تو بہت سے بندر جمع ہو گئے' وہ بندر چیخ کر اپنے ہاتھ سے اس بندریا کی طرف اشارہ کرتا رہا' پھر دائیں اور بائیں سے بندر آ کر اس نے پہلے بندر کے گرد جمع ہو گئے' پھر انہوں نے ان دونوں کے لیے گڑھا کھودا اور ان کو سنگسار کر دیا اور تحقیق یہ ہے کہ میں نے بنو آدم کے علاوہ جانوروں میں سنگسار کرنے کا یہ واقعہ خود دیکھا تھا۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ بندر ان بندروں کی نسل سے ہوں جن کو مسخ کر دیا گیا تھا اور ان میں یہ حکم باقی تھا۔

اس کے بعد علامہ ابن التین نے لکھا ہے: جن لوگوں کی شکل مسخ کر دی گئی ہو ان کی نسل آگے نہیں چلتی۔ (حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہی قول معتمد ہے کیونکہ امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک جو شخص مسخ کیا گیا ہو اس کی نسل نہیں چلتی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا بندر اور خنزیر ان میں سے ہیں جن کو مسخ کر دیا گیا تھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل جس قوم کو ہلاک کرتا ہے یا جس قوم کو عذاب دیتا ہے تو اس کی نسل نہیں چلاتا اور بندر اور خنزیر تو اس سے پہلے بھی ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۶۳)

ابو اسحاق الزجاج اور ابوبکر بن العربی کا یہ مذہب ہے کہ اس وقت جو بندر موجود ہیں یہ ان ہی کی نسل سے ہیں جن کو مسخ کر دیا گیا تھا' یہ مذہب شاذ ہے' اس مذہب پر اس حدیث کی وجہ سے اعتماد کیا گیا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گوہ لائی گئی' تو آپ نے فرمایا: میں از خود نہیں جانتا' شاید یہ ان جانوروں میں سے ہو جن کو مسخ کر دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۹۴۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کا ایک گروہ گم ہو گیا تھا اور یہ پتا نہیں چل سکا کہ وہ کہاں گیا اور میرا گمان یہی ہے کہ وہ یہی چوہے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۳۰۵' صحیح مسلم: ۲۹۹۷)

جمہور علماء نے ان احادیث کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب نزول وحی سے آپ کے اوپر مسخ شدہ جانوروں کی حقیقت منکشف نہیں ہوئی تھی' اسی وجہ سے آپ نے حتمی طور پر کوئی بات نہیں فرمائی' اس کے برخلاف آپ نے ان کی نسل

چلنے کی نفی حتمی طور پر کی ہے' جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی احادیث میں ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام بخاری کی روایت میں جن بندروں کا ذکر ہے' یہ مسخ شدہ بندروں کی نسل میں سے ہوں' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن بندوروں کو مسخ کیا گیا تھا جب ان کی صورت بندروں ایسی ہوگئی اور ان کی فہم اور عقل ان میں موجود تھی اور وہ اصلی بندروں کے ساتھ رہتے رہے کیونکہ ان کی صورت اصلی بندروں سے ملتی تھی تو اصلی بندروں نے ان سے یہ مسئلہ معلوم کرلیا ہو کہ جو بندریا اپنے نر کے علاوہ کسی اور بندر سے جفتی کرائے اس کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے' پھر اصلی بندروں نے اس حکم کو یاد رکھا ہو اور انہوں نے اپنی آنے والی نسلوں میں اس حکم کو منتقل کر دیا ہو اور خصوصیت کے ساتھ انہوں نے اصلی بندروں کو یہ حکم اس لیے سکھایا کہ ان میں غیر معمولی ذہانت ہوتی ہے جو دوسرے جانوروں میں نہیں ہوتی' اسی وجہ سے بندروں میں یہ خصلت ہے کہ وہ ہنستے ہیں او جو کچھ دیکھتے ہیں اس کی نقل اتار لیتے ہیں اور ان میں انسانوں سے زیادہ غیرت ہوتی ہے اور کوئی بندر اپنی مادہ کے علاوہ کسی اور بندریا سے جفتی نہیں کرتا اور بندروں کے خصائص میں سے یہ ہے کہ ان کی مادہ بھی انسانوں کی طرح حاملہ ہوتی ہے اور بعض اوقات بندر اپنے دونوں پاؤں سے چلتا ہے لیکن ہمیشہ ایسا نہیں کرتا اور بندر چیزوں کو اپنے ہاتھوں سے اٹھاتا ہے اور اپنے ہاتھوں سے کھاتا ہے اور اس کے ہاتھوں کی انگلیاں ہوتی ہیں اور ان میں ناخن بھی ہوتے ہیں اور اس کی آنکھوں کے اوپر پلکیں بھی ہوتی ہیں۔

حافظ ابن عبد البر نے حضرت عمرو بن میمون کی اس روایت کو نا قابل تسلیم قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس میں غیر مکلف کی طرف زنا کی نسبت ہے اور جانوروں پر حد قائم کرنے کی حکایت ہے' پس اگر اس حدیث کی سند صحیح ہو تو وہ بندر جنات میں سے ہوں گے کیونکہ جنات بھی مکلف ہیں' اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ صرف زنا اور سنگسار کرنے کی صورت تھی حقیقت نہیں تھی' اور اس پر زنا اور سنگسار کرنے کا اطلاق مشابہت کی وجہ سے کیا گیا ہے' حقیقۃً نہیں کیا گیا' پس اس حدیث سے جانوروں کو مکلف کرنا لازم نہیں آتا' امام حمیدی نے اپنی کتاب ''الجمع بین الصحیحین'' میں نہایت عجیب وغریب بات کہی ہے کہ یہ حدیث صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں ہے اور صرف ابو مسعود نے اس کا ذکر ''الاطراف'' میں کیا ہے' اور یہ صحیح بخاری کے نسخوں میں اصلاً نہیں ہے' سو شاید یہ ان چیزوں میں سے ہے جو صحیح بخاری میں زائد اور الحاق ہیں' امام حمیدی کا یہ قول مردود ہے کیونکہ حدیث مذکور صحیح بخاری کے ان اکثر نسخوں میں ہے' جن سے ہم واقف ہیں۔ حافظ ابو ذر نے اپنے تین شیوخ سے جو ماہر ائمہ میں سے ہیں اس حدیث کی فربری سے روایت کی ہے اور یہ کافی حجت ہے' اسی طرح اسماعیلی اور ابو نعیم نے اس حدیث کی اپنی اپنی مستخرج میں روایت کی ہے' اور ابو مسعود نے اس کا اطراف میں ذکر کیا ہے' ہاں! امام نسفی کی روایت میں اس حدیث کا ذکر نہیں ہے' اسی طرح اس کے بعد والی حدیث کا بھی ذکر نہیں ہے' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ فربری کی روایت میں بھی نہ ہو' کیونکہ نسفی کے نسخہ میں کئی احادیث نہیں ہیں جو فربری کے نسخہ میں ہیں' جن پر میں گزشتہ صفحات میں تنبیہ کر چکا ہوں اور ان شاء اللہ آئندہ بھی کروں گا۔

رہا امام حمیدی کا یہ کہنا کہ شاید یہ حدیث ان چیزوں میں سے ہے جن کا صحیح بخاری میں اضافہ کر دیا گیا ہے' سو امام حمیدی کا یہ قول باقی علماء کے خلاف ہے جنہوں نے کہا ہے کہ امام بخاری نے جو کچھ اپنی کتاب میں وارد کیا ہے وہ سب صحیح ہے' اور ان کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کی امام بخاری کی طرف نسبت صحیح ہے' امام حمیدی نے یہ جو کچھ کہا ہے یہ محض ان کا خیال فاسد ہے اور اس سے معلوم ہو گیا کہ ان کی کتاب ''الجمع بین الصحیحین'' پر اعتماد کرنا درست نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی جس سند سے روایت کی ہے اس میں وہ راوی نہیں ہیں جن پر علماء رجال کا اعتراض ہے۔ یہ راوی اسماعیلی کی روایت میں ہیں جن کو حافظ ابن الاثیر اور حافظ ذہبی نے بیان کیا ہے' یعنی عبد الملک بن مسلم اور عیسیٰ بن حطان کیونکہ حافظ

ابن عبدالبر نے ان ہی دو راویوں کو ضعیف قرار دے کر اس روایت کا رد کیا ہے' میں نے اس مقام پر بہت طویل کلام کیا ہے تاکہ کوئی شخص امام حمیدی کے کلام سے دھوکا کھا کر اس حدیث کو ضعیف نہ قرار دے حالانکہ امام حمیدی کا قول ظاہر الفساد ہے۔

اس روایت کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ نے "کتاب الخیل" میں امام اوزاعی کی روایت سے ذکر کیا ہے کہ مہر نے ایک گھوڑے کو اس کی ماں پر چڑھایا تو وہ نہیں چڑھا تو اس نے اس گھوڑی کو اپنے گھر میں داخل کیا اور اس کے اوپر ایک چادر بہ طور جھول ڈال دی تو وہ اس گھوڑی پر چڑھ گیا' پھر جب اس نے اپنی ماں کی بُو سونگھی تو اس نے اپنے ذکر (آلہ تناسل) کو دانتوں میں دبا کر جڑ سے کاٹ دیا' پس غور کرو جب گھوڑوں میں اتنی فہم ہے جو ذکاوت میں بندروں سے کہیں کم تر ہیں تو بندروں کا زنا کرنے والی بندریا کو رجم کرنا تو بہ طریق اولیٰ ثابت ہوگا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷-۴۶-۴۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

بندر تمام جانوروں میں سب سے زیادہ ذہین ہوتے ہیں اور انہیں اپنی مادہ کے ساتھ سب سے زیادہ غیرت ہوتی ہے' انہوں نے انسانوں کو دیکھا کہ وہ ایسی صورت میں فاعل اور مفعول کو رجم کرتے ہیں' سو انہوں نے بھی اس کی نقل اتاری۔

(الکوثر الجاری ج ۷ ص ۱۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ نے حافظ ابن حجر کی اس شرح کا خلاصہ لکھا ہے اور ان کی تقلید میں بندروں کی رجم کی روایت کو ثابت کیا ہے۔ (ارشاد الساری ج ۸ ص ۳۶۱-۳۶۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اپنی شرح میں اس حدیث کا ذکر نہیں کیا۔

(التوشیح علی الجامع الصحیح ج ۳ ص ۴۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اس حدیث کی بہت تحقیق کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ صحیح البخاری کی یہ حدیث صحیح ہے' حافظ ابن عبدالبر اور حافظ ابن الاثیر نے اس حدیث کو اس لیے رد کیا ہے کہ یہ حدیث عبدالملک بن مسلم اور عیسیٰ بن حطان سے مروی ہے اور وہ ضعیف راوی ہیں لیکن امام بخاری کی روایت میں یہ راوی نہیں ہیں' یہ راوی اسماعیلی کی روایت میں ہیں' اس لیے امام بخاری کی روایت صحیح ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ اس میں جانوروں کی طرف زنا کی نسبت ہے اور ان کو سنگسار کرنے کا ذکر ہے تو یہ نسبت حقیقۃً نہیں ہے مشابہۃً ہے' لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ (تیسیر القاری ج ۳ ص ۵۰۵-۵۰۴' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

دیوبند کے عالم شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا اس وجہ سے رد کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں بندروں کے فعل پر زنا کا اطلاق ہے اور زنا کرنا انسانوں میں پایا جاتا ہے نہ کہ بندروں میں' میں کہتا ہوں کہ یہ مہمل اور بے معنی اعتراض ہے کیونکہ اس زمانہ میں بندروں کے ایسے افعال ظاہر ہوئے ہیں جو ان کی ذہانت پر دلالت کرتے ہیں اور ان کے قصے مشہور ہیں اور ان پر لوگ تعجب کرتے ہیں اور اہل امریکا نے ان کی تدوین کی ہے تو پھر بندروں کا رجم کرنا کون سا بعید کام ہے۔ (فیض الباری ج ۴ ص ۷۶' مجلس علمی ہند' ۱۳۵۷ھ)

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے اپنی شرح میں سرے سے ایام جاہلیت کا باب ہی ذکر نہیں کیا اور لبید کی حدیث کے بعد مبعث النبی کو شروع کر دیا ہے۔ (عون الباری ج ۴ ص ۳۶۱-۳۵۹' دار الرشید' حلب سوریا' ۱۴۰۴ھ)

دوسرے غیر مقلد عالم نواب وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ نے اس حدیث کو اپنی شرح میں درج کیا ہے اور شرح میں اسماعیلی کی

روایت کا ترجمہ کیا ہے اور اس کے خلاف کچھ نہیں نقل کیا بہ ظاہر وہ بھی اس حدیث کے مؤید ہیں۔

(تیسیر الباری ج ۳ ص ٦٢٦ 'نعمانی کتب خانہ لاہور' جون' ١٩٩٠ء)

علامہ محمد الفضیل الفاطمی الشبیہی الزرہونی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بندر کے فعل پر ''مشابھۃً'' زنا کا اطلاق ہے' اور بندروں میں بہت ذہانت ہوتی ہے اور ان میں انسانوں کی طرح غیرت ہوتی ہے حتیٰ کہ کوئی بندر اپنی مادہ کے سوا دوسری بندریا کے پاس نہیں جاتا' خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ١٤٣ ' مکتبۃ الرشد' ١٤٣٠ھ)

مولانا غلام رسول رضوی متوفی ١٤٢٢ھ نے اس حدیث کا صرف ترجمہ لکھا ہے اور اس کی شرح میں کچھ نہیں لکھا۔

(تفہیم البخاری ج ۵ ص ٨٣٢ ' فیصل آباد)

مفتی محمد شریف الحق امجدی متوفی ١٤٢٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حیوانات غیر مکلف ہیں اس لیے بندروں کی طرف زنا کی نسبت کرنا اور ان پر حد قائم کرنا ایک عجیب سی بات ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے اس کا جواب دیا ہے کہ ہوسکتا ہے یہ بندر قوم جن سے رہے ہوں اور جن مکلف ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بندروں کا طریقہ یہ ہے کہ ایک نر اور مادہ ساتھ رہتے ہیں' نہ نر دوسرے کی مادہ کی طرف جھپٹتا ہے اور نہ اس مادہ پر دوسرے نر جھپٹتے ہیں بلکہ اگر کسی نر کی مخصوص مادہ پر کوئی دوسرا نر جھپٹے تو بندر اسے اپنی جماعت سے خارج کر دیتے ہیں' اس حدیث میں زنا سے حقیقی معنی مراد نہیں' ہوسکتا ہے کہ کسی نر نے کسی کی مخصوص مادہ پر تعدی کی ہو اور اس سے بھڑک کر سب بندروں نے اس نر کو سزا دی ہو اور یہ سزا سنگساری کی شکل میں ہو۔ (نزہۃ القاری ج ۴ ص ٦٧٣۔ ٦٧٢ ' فرید بک سٹال' ٣٨ اردو بازار' لاہور)

میں کہتا ہوں کہ یہ صرف بندروں کی خصوصیت نہیں بلکہ خنزیر کے سوا تمام جانور ایسا ہی کرتے ہیں' وہ اپنی مادہ کے پاس دوسرے نر کو نہیں آنے دیتے۔

ہم نے عربی' فارسی اور اردو کی دستیاب شروح بخاری میں سے علامہ اسماعیل کورانی متوفی ٨٩٣ھ' علامہ قسطلانی متوفی ٩١١ھ' شیخ نور الحق دہلوی متوفی ١٠٧٣ھ' شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ١٣٥٢ھ' علامہ زرھونی مالکی متوفی ١٣٩٨ھ' اور علامہ شریف الحق امجدی متوفی ١٤٢٢ھ کی شروح کا خلاصہ پیش کیا ہے' سب نے حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ کی فتح الباری کی تحقیق کو اپنے انداز سے لکھا ہے اور صحیح بخاری کی اس حدیث کو ثابت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔ صرف علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ نے اس سے اختلاف کیا ہے اور اس حدیث کی صحت کے لیے حافظ ابن حجر عسقلانی کے پیش کردہ دلائل کا رد کر دیا ہے اور منفرد تحقیق پیش کی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی کا حافظ ابن حجر کی توجیہات پر ردّ اور ابطال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے امام حمیدی کے اس قول کو مردود قرار دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری کے صرف بعض نسخوں میں ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ صحیح بخاری کے جن اکثر نسخوں سے ہم واقف ہیں ان سب میں یہ حدیث موجود ہے' حافظ ابن حجر کا یہ رد خود مردود ہے' کیونکہ امام حمیدی متوفی ٤٨٨ھ ابن حجر متوفی ٨٥٢ھ سے زیادہ صحیح بخاری کے نسخوں پر مطلع ہیں' اسی لیے انہوں نے یہ کتاب لکھی ہے ''الجمع بین الصحیحین'' اور انہوں نے حتمی طور پر یہ کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث النسفی کے نسخہ صحیح بخاری میں بھی نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیح بخاری میں درج تمام احادیث صحیح ہیں' اس لیے کہ بہ کثرت علماء نے صحیح بخاری کی بعض سندوں پر اعتراض کیا ہے کہ ان حدیثوں کے رجال اہل بدعت میں سے ہیں اور یہ دعویٰ کرنا کہ صحیح بخاری میں جو کچھ درج ہے وہ صحیح ہے' بلا دلیل ہے' اس کے ثبوت کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے' جب کہ علامہ نسفی نے اپنے نسخہ میں اس حدیث کا اصلاً ذکر نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٢ ٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

مصنف کا حافظ ابن حجر کی توجیہات پر مزید رد اور ابطال

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی یہ تقریر ناتمام ہے' انہوں نے حافظ ابن حجر کی کئی تاویلات اور توجیہات کا رد نہیں کیا' ان میں سے بعض از اں یہ ہیں:

حافظ ابن حجر نے حافظ ابن عبد البر کے اس اعتراض کے جواب میں لکھا ہے کہ حیوانات کے فعل پر زنا کا اطلاق نہیں ہوتا اور نہ وہ رجم کرنے کے مکلف ہیں' حافظ ابن حجر نے کہا کہ جن بندروں کو مسخ کیا گیا تھا ہو سکتا ہے انہوں نے دوسرے اصلی بندروں کو یہ مسئلہ بتا دیا ہو کہ جب کوئی بندر دوسرے بندر کی مادہ سے جفتی کرے تو اس کو رجم کر دیا جائے اور یہ بات چلتے چلتے زمانہ جاہلیت کے ان مذکورہ بندروں تک پہنچ گئی ہو اور انہوں نے اس کے مطابق رجم کیا ہو جو حقیقۃً رجم نہیں تھا مشابہۃً رجم تھا۔

میں کہتا ہوں کہ مسخ شدہ بندروں میں اور زمانہ جاہلیت کے ان بندروں کے درمیان تقریباً دو ہزار سال کا عرصہ ہے' سو کیا وجہ ہے کہ دو ہزار سال میں صرف ان ہی بندروں نے اس پر عمل کیا' اس سے پہلے ایسا واقعہ کیوں منقول نہیں ہوا؟ جب کہ مسخ شدہ بندروں نے جن بندروں کو بلا واسطہ یہ مسئلہ بتلایا تھا انہیں اولاً اور بالذات اس پر عمل کرنا چاہیے تھا لیکن انہوں نے تو اس پر عمل نہیں کیا اور عمرو بن میمون کے زمانہ کے بندروں نے اس پر عمل کیا' یہ چیز بداہت عقل کے خلاف ہے اور ترجیح بلا مرجح ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

اس تاویل پر دوسرا رد یہ ہے کہ عمرو بن میمون کے زمانہ سے لے کر اب تک چودہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے' اگر مسخ شدہ بندروں نے دوسرے اصلی بندروں کو یہ مسئلہ تعلیم کر دیا تھا تو ان چودہ سو سالوں میں بندروں نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟ اور اب تو دن بہ دن علوم میں اضافہ ہو رہا ہے اور بندروں' بن مانسوں اور گوریلوں پر نئی نئی تحقیقات ہو رہی ہیں' اگر بندروں میں کوئی اور ایسا واقعہ ہوا ہوتا تو اُب تو نقل و حمل کے وسائل بہت زیادہ ہیں' پھر کیا وجہ ہے کہ کوئی اور ایسا واقعہ پیش نہیں آیا' سو حافظ ابن حجر کی یہ تاویل بہت رکیک اور باطل ہے' یہ بات صرف حافظ ابن حجر کہہ سکتے ہیں کہ عمرو بن میمون سے پہلے دو ہزار سالوں میں اور ان کے بعد چودہ سو سالوں میں اور کسی بندر نے اس پر عمل نہیں کیا' صرف عمرو بن میمون کے زمانہ کے بندروں نے اس پر عمل کیا اور ان کے علاوہ کوئی شخص نہیں کہہ سکتا۔ حافظ ابن حجر نے اس روایت کو منوانے کے لیے ایک گھوڑے کی مثال دی جس نے لاعلمی میں اپنی ماں سے جفتی کر لی' پھر نادم ہو کر اپنے آلہ کو منہ میں دبا کر دانتوں سے کاٹ ڈالا' سو جب گھوڑے میں شعور ہے تو بندر تو اس سے زیادہ ذہین ہیں' ان میں یہ شعور کیوں نہیں ہو سکتا!

میں پوچھتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے جس گھوڑے کی مثال دی ہے کہ اس نے اپنی ماں کے ساتھ جفتی کرنے کی وجہ سے اپنے آلہ کو کاٹ ڈالا تھا آیا یہ اسی گھوڑے کی خصوصیت تھی یا ہر گھوڑے کی یہ صفت ہے کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ جفتی کرنے سے بدکتا ہے اور اگر بالفرض جفتی کر لے تو ندامت سے اپنے آلہ کو جڑ سے کاٹ ڈالتا ہے' اگر یہ صرف اس گھوڑے کی خصوصیت تھی تو حافظ ابن حجر کا اس سے بندروں کے رجم پر استدلال کرنا باطل ہے اور اگر یہ ہر گھوڑے کی صفت ہے تو یہ خلاف واقع اور خلاف مشاہدہ ہے۔

اس پر دوسرا رد یہ ہے کہ جانوروں میں سے جب نر اور مادہ جفتی کرتے ہیں تو ان میں ماں اور بیٹے کی تمیز نہیں ہوتی اور نہ ان کو

اس کا شعور ہوتا ہے' گاؤں اور دیہاتوں میں نر کو مادہ پر چڑھاتے ہیں اور یہ لحاظ نہیں کرتے کہ مادہ نر کی ماں ہے یا نہیں۔

تیسرا اس پر رد یہ ہے کہ بالفرض اگر ایسا ممکن ہو تو کیا یہ صرف حافظ ابن حجر کے گھوڑے میں ہوا تھا دوسرے گھوڑوں میں ایسا کیوں نہیں ہوتا؟ سو حافظ ابن حجر نے جو گھوڑے کی مثال بیان کی ہے اس میں بھی ترجیح بلا مرجح ہے۔

جس طرح ایک جھوٹ کو بنانے کے لیے سو جھوٹ گھڑنے پڑتے ہیں اسی طرح حافظ ابن حجر نے بندروں میں رجم کے فرضی واقعہ کو ثابت کرنے کے لیے یہ تاویل گھڑ لی کہ مسخ شدہ بندروں نے اصلی بندروں کو رجم کا طریقہ بتا دیا تھا اس لیے دو ہزار سال بعد عمرو بن میمون کے زمانہ کے بندروں نے اس پر عمل کیا' اسی طرح اس فرضی رجم کو منوانے کے لیے انہوں نے گھوڑے کی فرضی مثال پیش کر دی۔

ہمارے نزدیک امام حمیدی متوفی ۴۸۸ھ کا یہ کہنا صحیح ہے کہ صحیح بخاری میں عمرو بن میمون کی یہ حدیث موجود نہیں ہے اور اس حدیث کا بعد میں اضافہ اور الحاق کیا گیا ہے کیونکہ نسفی کے نسخہ میں یہ حدیث مذکور نہیں ہے' اور امام بخاری اس سے بری اور پاک ہیں کہ وہ اپنی صحیح میں ایسی لایعنی' بے سروپا اور خلاف عقل حدیث کو درج کریں' اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے میں نے حافظ ابن حجر کا رد کرنے میں بہت طویل کلام کیا ہے لیکن میری نیت صحیح ہے' میں صحیح بخاری اور امام بخاری کو اس روایت کی تہمت سے بری کرنا چاہتا ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں بزرگوں نے امام حمیدی کا مجمل حوالہ تو دیا ہے لیکن کسی بزرگ نے ان کی مکمل عبارت با حوالہ درج نہیں کی' سو ہم قارئین کی علمی ضیافت کے لیے امام حمیدی کی مکمل عبارت با حوالہ ذکر کر رہے ہیں۔

فاقول و بالله التوفيق و به الاستعانة يليق.

امام حمیدی کی یہ تصریح کہ بندروں کو رجم کرنے والی حدیث' صحیح بخاری میں درج نہیں ہے' بعد میں لوگوں نے اضافہ کیا ہے

امام محمد بن فتوح الحمیدی التوفی ۴۸۸ھ لکھتے ہیں:

ابو مسعود نے صحیح میں حُصَین سے روایت کی ہے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں دیکھا کہ بہت سے بندر اس بندریا کے گرد جمع ہوئے جس نے زنا کیا تھا' سو انہوں نے اس کو رجم کیا' پس میں نے بھی ان کے ساتھ رجم کیا' ابو مسعود نے اسی طرح نقل کیا ہے' انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کو کس جگہ درج کیا ہے' سو ہم نے اس کو تلاش کیا تو صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں یہ حدیث مل گئی' تمام نسخوں میں یہ حدیث نہیں ہے' یہ حدیث ایام جاہلیت میں مذکور ہے' النعیمی از فِرَبْرِی کی روایت میں تو یہ بالکل نہیں ہے' شاید بندروں کی یہ حدیث ان چیزوں سے ہے جن کا صحیح بخاری میں اضافہ اور الحاق کر دیا گیا ہے۔

امام بخاری نے تاریخ کبیر میں یہ کہا ہے کہ مجھ سے نعیم بن حماد نے کہا' انہوں نے کہا: ہمیں ھشیم نے خبر دی از ابی بلج وحصین بن عمرو بن میمون' انہوں نے کہا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں دیکھا کہ ایک بندریا کے اوپر بہت سے بندر جمع ہوئے' پس انہوں نے اس بندریا کو رجم کیا' سو میں نے بھی ان کے ساتھ اس کو رجم کیا اور اس روایت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اس بندریا نے زنا کیا تھا۔ (التاریخ الکبیر ج ٦ ص ٣٦٧' قدیم) پس اگر یہ اضافہ صحیح ہو تو امام بخاری نے اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ یہ اس پر دلالت کرے کہ عمرو بن میمون نے زمانہ جاہلیت کو پایا تھا' اور عمرو بن میمون کے زمانہ جاہلیت کے ظن کی پرواہ نہیں کی۔

(الجمع بین الصحیحین ج ٣ ص ٤٩٠' دار ابن حزم' بیروت' ١٤٢٣ھ)

میں کہتا ہوں کہ میں نے یہ تمام کوشش اس لیے کی ہے تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ عمرو بن میمون کی یہ روایت صحیح بخاری میں مذکور نہیں ہے جیسا کہ امام حمیدی کی تحقیق ہے اور امام حمیدی' حافظ ابن حجر پر چار سو سال سے زیادہ عرصہ پہلے کے ہیں اور صحیح بخاری کی احادیث پر ان کی حافظ ابن حجر سے کہیں زیادہ نظر اور تحقیق ہے اور اس روایت کی وجہ سے صحیح بخاری کی ثقاہت اور صحت مجروح ہو گئی ہے۔

ایک مرتبہ میں نے ایک تفضیلی شیعہ کو بتایا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ ابو طالب نے مرتے وقت کلمہ نہیں پڑھا (صحیح البخاری: ١٣٦٠)۔ اس تفضیلی نے کہا: ارے صاحب! امام بخاری کی بات نہ کریں' انہوں نے تو اپنی کتاب میں یہ حدیث بھی روایت کی ہے کہ ایک بندریا نے زنا کیا تو بندروں نے مل کر اس کو رجم کیا حالانکہ یہ قطعاً خلاف عقل و شرع ہے' لہٰذا امام بخاری کی روایت حجت نہیں ہے اور وہ ساقط الاعتبار ہے۔

اسی طرح ہر وہ شخص جس کے موقف کے خلاف صحیح بخاری سے استدلال کیا جائے وہ اس روایت کی بناء پر صحیح بخاری کی حدیث کا انکار کر دیتا ہے جیسے موسیقی کے مجوزین پر یہ حدیث پیش کی جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے کچھ لوگ ریشم کو اور شراب کو اور باجوں کو حلال قرار دیں گے' ان کو قیامت کے دن بندر اور خنزیر کی صورتوں میں مسخ کر دیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ٥٥٩٠)

تو وہ لوگ بھی بندروں کی اس حدیث کی بناء پر صحیح بخاری کو حجت نہیں مانتے۔

اور اگر دلائل سے یہ بتا دیا جائے کہ یہ حدیث امام بخاری کی روایت نہیں ہے جیسا کہ امام حمیدی اور علامہ عینی نے کہا ہے تو پھر ان کے لیے کوئی عذر نہیں رہے گا' حافظ ابن حجر اور ان کے متبعین نے امام بخاری کی محبت میں اس حدیث کو صحیح بخاری کی روایت ثابت کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ نادان دوست کی محبت ہے جیسے کوئی شخص شوگر کے مریض کی محبت میں اس کو عام مٹھائی کھلانے کی کوشش کرے' اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے اور امام بخاری' امام حمیدی' حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے درجات بلند کرے' میں تو ان نفوس قدسیہ کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچتا اور ان ہی حضرات کی شفاعت سے اپنی مغفرت کی امید رکھتا ہوں۔

٣٨٥٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خِلَالٌ مِّنْ خِلَالِ الْجَاهِلِيَّةِ اَلطَّعْنُ فِي الْاَنْسَابِ وَالنِّيَاحَةُ وَنَسِيَ الثَّالِثَةَ قَالَ سُفْيَانُ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهَا الْاِسْتِسْقَاءُ بِالْاَنْوَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبیداللہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کی بعض باتیں یہ ہیں' نسب میں طعن کرنا' نوحہ کرنا' تیسری بات عبیداللہ بھول گئے اور سفیان نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ستاروں کے سبب سے بارش طلب کرنا ہے۔

نوحہ سے ممانعت کی مفصل روایات صحیح البخاری: ١٢٩١-١٣٠٦ میں ہیں۔

یہ مکمل روایت اس طرح ہے:

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں چار کام زمانہ جاہلیت کے آثار میں سے ہیں جن کو وہ ترک نہیں کریں گے: حسب (خاندانی فضائل) پر فخر کرنا' نسب (باپ دادا) پر طعن کرنا' ستاروں کے سبب سے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا (بہ آواز بلند رو رو کر مرنے والے کے فضائل بیان کرنا)۔ (صحیح مسلم: ٩٣٤' مسند احمد ج ٢ ص ٤١٥)

کتاب المناقب والفضائل کا اختتام

کتاب الفضائل والمناقب میں دوسوتینتیس (٢٣٣) احادیث مرفوعہ ہیں' جن میں سے تینتیس (٣٣) تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں اور ان میں ایک سواڑتیس (١٣٨) احادیث مکررہ ہیں اور خالص احادیث پچانوے (٩٥) ہیں' اور ان میں سترہ (١٧) صحابہ اور تابعین کے آثار ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے مجھے صحیح البخاری کی احادیث کی شرح لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

الٰہ العلمین! میں نے ان احادیث کی شرح میں جو کچھ لکھا ہے اس کو قبول فرما اور جو مجھ سے خطائیں ہوئی ہیں ان کو معاف فرما اس شرح نعمت الباری کو تا قیامت باقی اور فیض آفریں بنا. وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدا لمرسلین سیدنا محمد خاتم النبین شفیع المذنبین قائد الغرالمحجلین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ و زریاتہ وامتہ اجمعین.

نعمۃ الباری کی چھٹی جلد کی تکمیل

میں اس چھٹی جلد کو ایام جاہلیت پر ختم کر رہا ہوں اور ساتویں جلد ان شاء اللہ العزیز باب مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوگی۔

اس جلد کی ابتداء' ١٦ ذوالقعدہ ١٤٢٩ھ/ ١٥ نومبر بہ روز ہفتہ سے ہوئی' اور اس کی تکمیل تین ذوالقعدۃ' ١٤٣٠ھ/ ٢٣' اکتوبر بہ روز جمعہ کو ہوئی' گویا اس کتاب کی تکمیل میں گیارہ ماہ اور آٹھ دن صرف ہوئے' نعمت الباری کی مکمل ہونے والی جلدوں کی مدت میں یہ سب سے طویل مدت ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جلد کے شروع کرنے کے چند ایام کے بعد مجھے دماغی تھکاوٹ زیادہ ہونے لگی اور سر میں درد رہنے لگا اور آہستہ آہستہ کام رک گیا' میرے فزیشن ڈاکٹر محمد عارف صاحب نے مجھے دماغی کارکردگی بحال کرنے کی دوائیں Duxil اور Hydergine دیں اور سختی سے ہدایت کی کہ میں کام کم کردوں اور ہفتہ میں ایک دن لازماً کام نہ کروں' چند دن مجھے اس طریقہ پر عمل کرنے سے فائدہ ہوا لیکن چند دن بعد پھر دوبارہ شدت سے تکلیف ہوگئی' پھر احباب کے مشورہ سے میں ٢ فروری ٢٠٠٩ء کو کراچی کے مشہور نیوروسرجن (Neuro surgeon) ڈاکٹر افتخار بھٹی کے ہاسپٹل واقع کلفٹن میں گیا' انہوں نے کہا: آپ دماغ کا M.R.I کرائیں' ایکسرے دیکھ کر انہوں نے کہا کہ دماغ سکڑ گیا ہے اور ایک ایکسپرٹ نے کہا کہ دماغ کی طرف خون کی سپلائی بہت کم ہے' سرجن نے یہ بھی کہا: جو دوائیں آپ کھا رہے ہیں ان سے فائدہ نہیں ہوگا' دوسری طرف چونکہ مجھے شوگر ہے' ہائی بلڈ پریشر ہے اور کولیسٹرول بڑھنے کا بھی عارضہ ہے' اس وجہ سے میں خون بڑھانے کے لیے پھلوں کا استعمال بھی زیادہ نہیں کر سکتا' اشرف العلماء مولانا محمد اشرف سیالوی زید شرفہم کے مشورہ سے میں نے بادام روغن کا استعمال بھی شروع کیا اور اب انسولین کی مقدار بڑھا کر پھلوں کا استعمال بھی شروع کر دیا ہے' آہستہ آہستہ فائدہ ہو رہا ہے' لیکن جب اپنی طبعی افتاد سے کام کرنے کی رفتار بڑھاؤں تو پھر اٹیک ہو جاتا ہے۔ قارئین کرام دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دماغی توانائی کو بحال فرمائے اور نعمت الباری کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مکمل فرما دے۔

اس جلد میں صحیح البخاری: ٣٠٩١' سے لے کر ٣٨٥٠' تک احادیث کی شرح آ گئی ہے اور اس جلد میں ٧٥٩' احادیث کی شرح ہے' صحیح بخاری کی کل احادیث کی تعداد ٧٥٦٣' ہے جس کا نصف ٣٧٨١' ہے اور اس جلد میں ٣٨٥٠' تک احادیث آ گئی

ہیں گویا اب صحیح البخاری کی نصف احادیث سے زیادہ احادیث کی شرح مکمل ہوگئی ہے۔

ہر چند کہ نعمت الباری کی چھٹی جلد لکھنے کے دوران میں زیادہ تر بیمار رہا' تاہم اس جلد میں' میں نے جتنی زیادہ تحقیق کی ہے اور جتنی کثرت سے دقیق اور پرمغز ابحاث اس جلد میں لکھی ہیں اس سے پہلے نعمت الباری کی کسی جلد میں اتنی پرمغز ابحاث نہیں آئیں' بلکہ میری دیگر تصانیف میں بھی ایسی ابحاث نہیں آئیں۔ اکتوبر ۲۰۰۸ء میں میرا پچھتر ہزار روپے کا نقصان ہوگیا تھا' اس وقت مولانا عبدالمجید برسٹل' مولانا نصر اللہ برمنگھم' مولانا عارف سعیدی لندن' صاحب زادہ حبیب الرحمن بریڈفورڈ' مفتی اعظم پاکستان مولانا منیب الرحمان مہتمم دارالعلوم نعیمیہ' کراچی' مولانا محمد شفیق' مولانا محمد اسماعیل نورانی اور مولانا محمد صابر نورانی اور ثمینہ بہن برسٹل نے اپنی محبت اور ایثار کا ثبوت دیا' اور میری مدد کی۔

جب یہ نقصان ہوا تو میں نے انا للہ پڑھ کر یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھے اس مصیبت میں اجر عطاء فرما اور مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرما' سو ان محبین کے تعاون سے اللہ تعالیٰ نے بہت جلد اس نقصان سے تین گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ عطاء فرما دیا۔

اس بیماری کے دوران سید عمیر الحسن برنی ہر روز صبح' شام آ کر میری خدمت کرتے ہیں اور میرا ناشتہ اور شام کا کھانا تیار کرتے ہیں' مولانا اسماعیل نورانی ہر جمعرات آتے ہیں' مولانا صابر نورانی بھی گاہے گاہے آتے ہیں اور میرے ضروری کام کرتے ہیں' مولانا عبداللہ نورانی ہر اتوار کو میرے لیے کھانا لے کر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کی خدمات کو قبول فرمائے اور اپنی بارگاہ سے ان کو بہترین اجر عطا فرمائے۔

نعمۃ الباری کی پروف ریڈنگ کا کام مولانا حافظ اختر حبیب اختر اور مولانا حافظ محمد اکرم (فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ' بھیرہ شریف) بہت عمدگی سے کرتے ہیں' سید محسن اعجاز گیلانی اس کی خوب سے خوب تر طباعت میں ہر وقت کوشاں رہتے ہیں' اللہ تعالیٰ مجھے اور ان تمام احباب اور معاونین کو اور نعمت الباری کے قارئین کو اپنے فضل و کرم سے دنیا اور آخرت کی نعمتیں' سعادتیں اور برکتیں عطا فرمائے اور دنیا اور آخرت کے مصائب اور آلام سے محفوظ اور مامون رکھے۔ آمین' یا رب العلمین بجاہ النبی الکریم الامین علیہ افضل الصلوات والتسلیمات وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ و ذریاتہ وامتہ اجمعین۔

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد سادس کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعدادِ احادیث
۱۵ 'نومبر ۲۰۰۸ء	ابتداء کی گئی ۱۶ ' ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ	ہفتہ			۳۰۹۱
یکم دسمبر ۲۰۰۸ء	یکم ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ	اتوار	۴۹	۴۹	۳۱۲۵
یکم جنوری ۲۰۰۸ء	۳ 'محرم ۱۴۳۰ھ	جمعرات	۶۰	۱۱۱	۳۱۶۹
یکم مارچ ۲۰۰۸ء	۳۰ 'صفر ۱۴۳۰ھ	اتوار	۴۵_۴۷	۲۰۳	۳۲۷۹
یکم اپریل ۲۰۰۸ء	یکم ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ	بدھ	۶۴	۲۶۷	۳۳۴۹
یکم مئی ۲۰۰۸ء	۳۰ 'جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ	جمعہ	۷۷	۳۴۴	۳۴۱۱
یکم جولائی ۲۰۰۸ء	۷ 'رجب ۱۴۳۰ھ	بدھ	۱۳۳	۴۷۷	۳۵۶۱
یکم اگست ۲۰۰۸ء	۹ 'شعبان ۱۴۳۰ھ	ہفتہ	۸۲	۵۵۹	۳۶۷۸
یکم ستمبر ۲۰۰۸ء	۱۰ 'رمضان ۱۴۳۰ھ	منگل	۱۰۴	۶۶۳	۳۷۳۷
یکم اکتوبر ۲۰۰۸ء	۱۱ 'شوال ۱۴۳۰ھ	جمعرات	۹۲	۷۴۵	۳۸۱۱
اختتام ۲۳ 'اکتوبر ۲۰۰۹ء	۳ 'ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ	جمعہ	۵۳	۷۹۸	۳۸۵۰

ماخذ و مراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید

۲- تورات

۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، متوفی ۱۵۰ھ، مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، کراچی

۵- امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۹ھ

۶- امام عبداللہ بن مبارک، متوفی ۱۸۱ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، متوفی ۱۸۳ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل

۸- امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ، موطا امام محمد، مطبوعہ نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۹- امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۷ھ

۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، المسند، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۰ھ

۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود، المتوفی ۲۰۴ھ، مسند ابو داؤد الطیالسی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ

۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ کتاب المغازی، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۴ھ

۱۳- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ، مصنف عبد الرزاق، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۰ھ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

۱۴- امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی، متوفی ۲۱۹ھ، المسند، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت

۱۵- امام سعید بن منصور خراسانی، مکی، متوفی ۲۲۷ھ، سنن سعید بن منصور، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۶- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵ھ، المصنف، مطبوعہ ادارہ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ

۱۷- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ دار الوطن، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۸- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ

۱۹- امام احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ، المسند، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۸ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۱۹ھ

۲۰- امام ابوعبداللہ بن عبد الرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ، دار المعرفۃ، بیروت،

۱۴۲۰ھ
۲۱- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ دار ارقم، بیروت
۲۲- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ
۲۳- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ کرمہ، ۱۴۱۷ھ
۲۴- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ، دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۲۵- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۶- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۲۷- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ، دار الجیل، بیروت، ۱۹۹۸ء
۲۸- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ
۲۹- امام علی بن عمر دار قطنی، متوفی ۲۸۵ھ سنن دار قطنی، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۰- امام ابن ابی عاصم، متوفی ۲۸۷ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ دار الرایہ، ریاض، ۱۴۱۱ھ
۳۱- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ مؤسسۃ القرآن، بیروت
۳۲- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ
۳۳- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ
۳۴- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳، سنن کبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ
۳۵- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی، متوفی ۳۰۷ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۶- امام احمد بن علی المثنی التمیمی، المتوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلیٰ موصلی، مطبوعہ دار المامون التراث، بیروت، ۱۴۰۴ھ
۳۷- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری، متوفی ۳۰۷ھ، المنتقی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۵ھ
۳۹- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق، متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابوعوانہ، مطبوعہ دار الباز، مکہ مکرمہ
۴۰- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ دار بلنسیہ، ریاض، ۱۴۲۰ھ
۴۱- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان، لاہور، ۱۴۰۴ھ
۴۲- امام ابوجعفر محمد بن احمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ، مسند الطحاوی، مطبوعہ مکتبۃ الحرمین، الدبئی، ۱۴۲۶ھ
۴۳- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۴۴- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی، متوفی ۳۵۴ھ، الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۷ھ
۴۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ، مکتب اسلامی،

بیروت ۱۴۰۵ھ
۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۴۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۴۸- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی' المتوفی ۳۶۵ھ' الکامل فی ضعفاء الرجال' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۴۹- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ' الناسخ والمنسوخ من الحدیث' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۵۰- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ' متوفی ۳۹۶ھ' کتاب العظمۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۵۱- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۵۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۵۳- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالنفائس' بیروت -
۵۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان
۵۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الاسماء والصفات' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۵۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' معرفۃ السنن والآثار' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۵۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ
۵۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الآداب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ
۵۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب فضائل الاوقات' مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ
۶۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' شعب الایمان' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ
۶۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی' متوفی ۴۵۸ھ' الجامع لشعب الایمان' مطبوعہ مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۳ھ
۶۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' البعث والنشور' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۶۳- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ۴۶۳ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۶۴- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' المتوفی ۵۰۹ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ
۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی' متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تاریخ دمشق الکبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۶۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تہذیب تاریخ دمشق' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ
۶۸- امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' جامع المسانید' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ

۶۹- امام مجدالدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۷۰- امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری' التوفی ۶۵۶ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ دارابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۷۱- امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرۃ فی امورالآخرہ' مطبوعہ دارالبخاری' مدینہ منورہ

۷۲- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ۷۴۲ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دارارقم' بیروت

۷۳- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ۷۶۲ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ۱۳۵۷ھ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۷۴- حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی' التوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ

۷۵- حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی' التوفی ۸۰۷ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۷۶- امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری' شافعی' متوفی ۸۴۰ھ' اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ

۷۷- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ۸۴۵ھ' الجواہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان

۷۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۸۴۸ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دارالباز' مکہ مکرمہ

۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دارالباز' مکہ مکرمہ

۸۰- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الجامع الصغیر' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۰ھ

۸۱- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت ۱۴۱۴ھ

۸۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' البدور السافرۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' دار ابن حزم' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۸۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جمع الجوامع' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۸۴- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الخصائص الکبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

۸۵- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ۹۷۵ھ' کنز العمال' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت

کتب تفاسیر

۸۶- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' جامع البیان' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ' دارالفکر' بیروت

۸۷- امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ۳۲۷ھ تفسیر القرآن العزیز' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ

۸۸- امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی' متوفی ۳۳۳ھ' تاویلات اہل السنۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ

۸۹- علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ۴۶۸ھ' الوسیط' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۹۰- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی' متوفی ۶۰۶ ھ' تفسیر کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ ھ
۹۱- علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ ھ' الجامع لاحکام القرآن' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ
۹۲- قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی' متوفی ۶۸۵ ھ' انوار التنزیل' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع' مصر
۹۳- علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی' متوفی ۷۱۰ ھ' مدارک التنزیل' مطبوعہ دار الکتب العربیہ' پشاور
۹۴- علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی' متوفی ۱۲۷۰ ھ' روح المعانی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ ھ
۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۴ ھ' بیان القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی' لاہور
۹۶- شیخ محمود الحسن دیوبندی' متوفی ۱۳۳۹ ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ ھ' حاشیۃ القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' لاہور

کتب شروح حدیث

۹۷- علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ ھ' شرح صحیح البخاری' مطبوعہ مکتبہ الرشید' ریاض' ۱۴۲۰ ھ
۹۸- حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی' متوفی ۴۶۳ ھ' الاستذکار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۱۳ ھ
۹۹- حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ ھ' تمہید' مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور' ۱۴۰۴ ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ ھ
۱۰۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ' اکمال المعلم بہ فوائد مسلم' مطبوعہ دار الوفا' بیروت' ۱۴۱۹ ھ
۱۰۱- علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ ھ' کشف المشکل علی صحیح البخاری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ
۱۰۲- امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری' متوفی ۶۵۶ ھ' مختصر سنن ابوداؤد' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت
۱۰۳- علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ الحسن النورپشتی' متوفی ۶۶۱ ھ' کتاب المسیر فی شرح مصابیح السنۃ' مکتبہ نزار مصطفیٰ' ۱۴۲۲ ھ
۱۰۴- علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی' المتوفی ۶۵۶ ھ' المفہم' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ ھ
۱۰۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ ھ' شرح مسلم' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ ھ
۱۰۶- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی' متوفی ۷۴۳ ھ' شرح الطیبی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' ۱۴۱۳ ھ
۱۰۷- علامہ ابن رجب حنبلی' متوفی ۷۹۵ ھ' فتح الباری' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ ھ
۱۰۸- علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی' متوفی ۸۲۸ ھ' اکمال اکمال المعلم' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ
۱۰۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ ھ' فتح الباری' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ ھ
۱۱۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ' نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار' دار ابن کثیر' بیروت
۱۱۱- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی' متوفی ۸۵۵ ھ' عمدۃ القاری' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ ھ' دار الکتب

العلمیہ ۱۴۲۱ھ

۱۱۲- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ شرح سنن ابوداؤد مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض ۱۴۲۰ھ

۱۱۳- علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ الکوثر الجاری دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۹ھ

۱۱۴- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ مکمل اکمال المعلم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ

۱۱۵- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ ارشاد الساری مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ

۱۱۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ التوشیح علی الجامع الصحیح مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ

۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۲ھ

۱۱۸- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تنویر الحوالک مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ

۱۱۹- علامہ ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ

۱۲۰- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ فیض القدیر مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ

۱۲۱- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ شرح الشمائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۱۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ جمع الوسائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح مسند ابی حنیفہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ

۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ مکتبہ حقانیہ پشاور

۱۲۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ الاسرار المرفوعۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ

۱۲۶- شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لامع الدراری علی جامع البخاری مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید کمپنی

۱۲۷- شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اشعۃ اللمعات مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو

۱۲۸- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ تحفۃ الذاکرین مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۰ھ

۱۲۹- علامہ الفضیل بن الفاطمی الزرھونی المالکی متوفی ۱۳۱۸ھ الفجر الساطع علی الصحیح الجامع مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۳۰ھ

۱۳۰- شیخ عبدالرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ تحفۃ الاحوذی مطبوعہ نشر السنہ ملتان دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ

۱۳۱- شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری مطبوعہ مطبع حجازی مصر ۱۳۵۷ھ

۱۳۲- شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی

۱۳۳- شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی متوفی ۱۴۲۱ھ شرح صحیح البخاری مکتبۃ الطبری مصر ۱۴۲۹ھ

۱۳۴- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی اوجز المسالک الی مؤطا مالک مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ

۱۳۵- شیخ محمد تقی عثمانی انعام الباری مطبوعہ مکتبۃ الحراء

۱۳۶- شیخ سلیم اللہ خان کشف الباری مکتبہ فاروقیہ کراچی

۱۳۷- موسیٰ شاہین لاشین فتح المنعم شرح صحیح مسلم دار الشروق قاہرہ مصر ۱۴۲۹ھ

کتب اسماء الرجال

۱۳۸- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، التاریخ الکبیر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ
۱۳۹- امام احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ، منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۴ھ
۱۴۰- امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ، تاریخ بغداد، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۱۴۱- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی، متوفی ۷۴۲ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۱۴۲- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ، میزان الاعتدال، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ
۱۴۳- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ، الکاشف، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۱۴۴- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۴۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، تقریب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۴۶- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، اللآلی المصنوعہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۱۴۷- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، طبقات الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۱۴۸- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ، الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ
۱۴۹- علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ، تذکرۃ الموضوعات، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۵۰- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، المتوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی
۱۵۱- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی، متوفی ۱۱۶۴ھ، کشف الخفاء ومزیل الالباس، مطبوعہ مکتبۃ الغزالی، دمشق

کتب لغت

۱۵۲- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی، متوفی ۱۷۵ھ، کتاب العین، مطبوعہ انتشارات اسوہ، ایران، ۱۴۱۴ھ
۱۵۳- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری، متوفی ۳۹۸ھ، الصحاح، مطبوعہ دارالعلم، بیروت، ۱۴۰۴ھ
۱۵۴- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی، متوفی ۵۰۲ھ، المفردات، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ
۱۵۵- علامہ محمود بن عمر زمخشری، متوفی ۵۸۳ھ، الفائق، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۱۵۶- علامہ محمد بن اثیر الجزری، متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۱۵۷- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالغفار رازی متوفی ۶۶۰ھ، مختار الصحاح، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۵۸- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۵۹- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم، ایران
۱۶۰- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی ۸۱۷ھ، القاموس المحیط، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت
۱۶۱- علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار، مطبوعہ مکتبہ دارالایمان، المدینۃ المنورہ، ۱۴۱۵ھ

۱۶۲- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ تاج العروس' مطبوعہ المطبعہ الخیریہ' مصر
۱۶۳- لوئیس معلوف الیسوعی' متوفی ۱۸۶۷ء المنجد' مطبوعہ المطبعہ الکاثولیکہ' بیروت' ۱۹۲۷ء
۱۶۴- ابو نعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی' لاہور
۱۶۵- قاضی عبد النبی بن عبد الرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ' سیرت و فضائل

۱۶۶- امام محمد بن سعد' متوفی ۲۳۰ھ' الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۶۷- امام ابوسعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ' شرف المصطفیٰ' مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ھ
۱۶۸- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' تاریخ الامم والملوک' مطبوعہ دار القلم' بیروت
۱۶۹- حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر' متوفی ۴۶۳ھ' الاستیعاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی' متوفی ۵۴۴ھ' الشفاء' مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۷۱- علامہ عبد الرحمٰن بن علی جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' الوفاء' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد
۱۷۲- علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' اسد الغابہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۳- علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' الکامل فی التاریخ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۴- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان' متوفی ۶۸۱ھ' وفیات الاعیان' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ایران
۱۷۵- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ' سیر اعلام النبلاء' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۷۶- شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیۃ المتوفی ۷۵۱ھ' زاد المعاد' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۷۷- علامہ تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۱۷۸- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی' متوفی ۷۷۴ھ' البدایہ والنہایہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی' متوفی ۸۵۲ھ' الاصابہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۸۰- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی' متوفی ۹۱۱ھ' وفاء الوفاء' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ
۱۸۱- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۸۲- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی' متوفی ۹۴۲ھ' سبل الہدیٰ والرشاد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۸۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح الشفاء' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۸۴- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی' متوفی ۱۰۶۹ھ' نسیم الریاض' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۸۵- علامہ محمد عبد الباقی زرقانی' متوفی ۱۱۲۲ھ' شرح المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ

کتب فقہ حنفی

۱۸۶- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۸ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

۱۸۷- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ، افغانستان، ۱۴۰۵ھ

۱۸۸- علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۸۹- علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خاں، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ

۱۹۰- علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفی ۵۹۲ھ، شرح الزیارات، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ

۱۹۱- علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین و آخرین، مطبوعہ شرکت علمیہ، ملتان

۱۹۲- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۲۴ھ

۱۹۳- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ ایچ-ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۲۱ھ

۱۹۴- علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۹۵- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۱ھ

۱۹۶- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۹۷- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۴۱۲ھ

۱۹۸- علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ

۱۹۹- ملا بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴، فتح باب العنایۃ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ

۲۰۰- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

۲۰۱- ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ

۲۰۲- علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۲۰۳- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ

۲۰۴- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ دار الاشاعۃ العربی، کوئٹہ

۲۰۵- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۶ھ

۲۰۶- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ، ۱۴۱۹ھ

کتب فقہ شافعی

۲۰۷- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، الام، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۳ھ

۲۰۸- علامہ ابو الحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ

۲۰۹- علامہ ابواسحاق شیرازی، متوفی ۴۵۵ھ، المہذب، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت، ۱۳۹۳ھ
۲۱۰- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب، مطبوعہ دارالفکر بیروت، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

۲۱۱- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی، متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت
۲۱۲- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ دارالفکر، بیروت
۲۱۳- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی، متوفی ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ دارالفکر، بیروت
۲۱۴- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ دارالفکر، بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۱۵- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ، المغنی، مطبوعہ دارالحدیث، قاہرہ، ۱۴۲۵ھ
۲۱۶- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ، الکافی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۱۷- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ھ، مجموعۃ الفتاویٰ، مطبوعہ ریاض، مطبوعہ دارالجیل، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۲۱۸- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن فتاح مقدسی، متوفی ۷۶۳ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت
۲۱۹- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ، کشاف القناع، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

تفسیر تبیان القرآن کی بارہ جلدوں میں تکمیل کے بعد فرید بک سٹال کی جانب سے باذوق قارئین کی سہولت کیلئے
مفسرِ قرآن علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی کی مبسوط و مفصل تفسیر اور ترجمہ قرآن کی ایک جلد میں جامع تلخیص

به نام

انوارِ تبیان القرآن ؒ

تلخیص

ترجمۂ قرآن بہ نام

نور القرآن

تلخیص و ترتیب: مولانا حافظ محمد عبداللہ قادری نورانی زیدعلمہٗ

چند خصوصیات

☆ متن قرآن مجید کا سلیس رواں زبان میں مکمل ترجمہ،
☆ قرآنی آیات سے مستنبط فقہی مسائل کا مختصر اور جامع تذکرہ،
☆ عقائد اہلِ سنت وجماعت کی تائید اور ترجیح پر جامع دلائل،
☆ مفسرِ قرآن علامہ غلام رسول سعیدی (مدظلہ العالی) کے علمی تحقیقات کا بہترین نچوڑ،
☆ آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر میں احادیث و آثار کا مستند تذکرہ،
☆ کتب تفاسیر و احادیث کے باضابطہ حوالہ جات،
☆ قرآنِ مجید کے سمجھنے اور سمجھانے میں بہترین معاون اور مددگار،
☆ مُدرّسین، مقررین، طلبہ اور عوام الناس کی ضرورت کے عین مطابق،
☆ مسرت اور خوشی کے مواقع پر علمی تعاون اور محبت کے اظہار کے لیے خوب صورت تحفہ،

یہ ایک ایسی تفسیر ہوگی جس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت صدیوں تک باقی رہے گی۔ انشاءاللہ العزیز

شرح صحیح مُسلم

از رشحات علم

علّامہ غلام رسُول سعیدی

شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

4

خصوصیات

☆ احادیث کا آسان اور بامحاورہ اُردو ترجمہ۔
☆ متقدمین کی شرح کی روشنی میں ہر باب کی احادیث کی مختصر اور واضح تشریح۔
☆ علم اُصول حدیث کی روشنی میں احادیث پر فنی گفتگو۔
☆ ائمہ اربعہ کی اُمہات کتب سے ان کے مذاہب کا مع دلائل بیان۔
☆ فقہ حنفی کی ترجیح کا بیان۔
☆ منکرین حدیث کے شبہات کے جوابات اور حجیت حدیث پر دلائل کا انبار۔
☆ اختلافی مسائل پر مہذب علمی گفتگو۔
☆ مسائل حاضرہ مثلاً فوٹو گراف' ریڈیو' ٹی۔ وی' ویڈیو' ریل اور ہوائی جہاز میں نماز' پوسٹ مارٹم' ایلوپیتھک ادویہ' انتقال خون' اعضاء کی پیوندکاری' اسقاطِ حمل' ضبط تولید' ٹیسٹ ٹیوب بے بی' رؤیت ہلال کمیٹی کے اعلان' پاکستان اور دیگر بعید ممالک میں اختلاف رؤیت ہلال کے اثر سے مختلف احکام' پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ' میعادی قرضوں کی ادائیگی پر زکوٰۃ' قطبین میں روزے اور نماز کے احکام' ٹیلی فون پر نکاح' بیمہ' اسلام میں کفو کی حیثیت' ایک مجلس میں تین طلاقیں' عدالتی طلاق' نوٹ' سُود اور حدود و تعزیرات' انعامی بانڈز' بنک نوٹ' افراطِ زر کی پیچیدگیاں' مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے بہت سے مسائل پر محققانہ بحث۔
☆ مصنف نے ہر مسئلہ میں معروضی بحث کی ہے۔ قرآن مجید' احادیث' آثار' اقوال تابعین' جمہور فقہاء اسلام اور فقہاء احناف کے ارشادات کی روشنی میں ہر مسئلہ کو لکھا ہے' کسی لگی بندھی فکر کے تابع ہو کر نہیں لکھا۔
☆ اس شرح میں شائستگی کو ملحوظ رکھا گیا ہے' کسی کے خلاف مبتذل لہجہ اختیار نہیں کیا گیا۔

پیش کش: فرید بُک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون : 092-42-7312173
فیکس: 092-42-7224899